جدید تخریج و الفاظ و عنوانات کے ساتھ تجدید ایڈیشن

تفسیرِ عثمانی

ترجمہ قرآن شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی

تفسیر

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

ناشر

اشرفی بک ڈپو دیوبند یوپی، انڈیا

موضحِ فرقان

معروف بہ

تفسیرِ عثمانی

تسہیل، تخریج و اضافہ عنوانات کے ساتھ جدید ایڈیشن

ترجمۂ قرآن شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ

۱

تفسیر

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ
(سورۃ الفاتحہ تا سورۃ النساء)

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ
(سورۃ النساء تا سورۃ الناس)

اشرفی بک ڈپو دیوبند یوپی (انڈیا)

ASHRAFI BOOK DEPOT
Deoband (U.P) India - 247554
Ph:- 09358001571, 01336-223082
Email:- ashrafibooks@gmail.com

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تفسیرِ عثمانی

ترجمہ قرآن شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ

تفسیر

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندیؒ

(سورۃ الفاتحہ تا سورۃ النساء)

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

(سورۃ النساء تا سورۃ الناس)

تصحیح متن قرآن کریم ▣ قاری محمد اشرف خوشابی (رجسٹرڈ پروف ریڈر محکمہ اوقاف پنجاب)

اشاعت ▣ اگست: ۲۰۱۴ء

۱

استدعا

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے انسانی طاقت اور بساط کے مطابق کتابت طباعت، تصحیح اور جلد سازی میں پوری پوری احتیاط کی گئی ہے۔ پھر بھی اگر کوئی غلطی نظر آئے یا صفحات درست نہ ہوں تو ازراہ کرم مطلع فرمادیں۔ انشاء اللہ ازالہ کیا جائے گا۔ نشاندہی پر ہم بے حد شکر گزار ہوں گے۔ (ادارہ)

اشرفی بک ڈپو دیوبند یوپی (انڈیا)

ASHRAFI BOOK DEPOT

Deoband (U.P) India - 247554

Ph:- 09358001571, 01336-223082

Email:- ashrafibooks@gmail.com

عرضِ ناشر

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام ایک آفاقی اور عالمگیر مذہب ہے اس کی تعلیمات میں پوری دنیا کے لئے فوز وفلاح ہے۔ انسانیت کی رہنمائی اور رشد وہدایت کے لئے اللہ تعالیٰ نے اپنی کتاب قرآن کریم کو اپنے آخری نبی حضرت محمد ﷺ پر نازل فرمایا۔ عہدِ رسالت میں بھی لوگوں کی بہترین رہنمائی اور خیر خواہی کا فریضہ قرآن کریم نے سرانجام دیا اور آج بھی ہماری معاشرتی، اخلاقی، معاشی خوشحالی، دنیا وآخرت کی سعادتوں کے حصول اور مشکلات ومسائل کا مداوا قرآن حکیم میں ہے۔ آج کے انسان اور معاشرے کو قرآن مجید کی تعلیمات اور روشنی کی زیادہ ضرورت ہے۔ کیونکہ قرآن پاک ہماری زندگی کے ہر شعبے میں سب سے مؤثر اور مضبوط رہنمائی کا ذریعہ ہے۔

اللہ رب العزت نے ہر دور اور زمانے میں مختلف امتوں کے لئے اگرچہ کئی کتابیں اور صحیفے آسمان سے نازل فرمائے لیکن جس کتاب پر کتب سماوی کے نزول واجراء کا سلسلہ ہمیشہ کے لئے ختم کر دیا وہ صرف ''قرآن مجید'' ہے۔ اس کتاب مقدس کے نزول کے ساتھ ہی واضح اعلان فرمادیا گیا کہ انسانیت کے لئے جو بھی اصولِ حیات اور نظامِ زندگی وضع کرنا تھے وہ اسے آخری شکل دے کر مکمل واکمل صورت میں پیش کر دیا گیا ہے۔ اب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کے بعد کوئی اور رسول نہیں کہ جس کی ذات پر مزید کوئی کتاب نازل کرنی ہو اور آپ ﷺ کی امت کے بعد کوئی دوسری امت نہیں۔ اب یہ انسانوں کا کام ہے کہ وہ اپنی زندگی کے ایک ایک گوشے اور تمام پہلوؤں کے لئے قرآن مجید کو مشعل راہ بنائیں۔

اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کہ اس نے محض اپنے فضل واحسان سے مکتبہ لدھیانوی کو اکابر علمائے کرام کے علمی جواہر اور تفاسیر کی صورت میں قرآن کریم کے علوم ومعارف کی اشاعت کی توفیق عنایت فرمائی ہے۔ اب تک تفسیر مظہری، تفسیر انوار البیان، تفسیر ابن کثیر، معارف القرآن (حضرت مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ) تنویر الجنان بانوار القرآن کی طباعت کا شرف حاصل ہوا ہے جنہیں علمائے کرام، طلباء اور عوام الناس نے بے حد پسند کیا ہے۔ اس طرح اخلاف کو اپنے اسلاف کے علمی مقام اور ذوق ومزاج سے آشنا ہونے کا موقع میسر آیا ہے۔ علمائے کرام اور دوست واحباب کے بے حد اصرار پر الحمد للہ اب ہم شیخ الاسلام حضرت علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی شہرہ آفاق تفسیر، ''تفسیر عثمانی'' کی اشاعت کے اعزاز سے بہرہ ور ہو رہے

ہیں۔اللہ کریم کی ذاتِ عالی سے پُرامید ہیں کہ اسے بھی قبولیت سے سرفراز فرمائیں گے۔

تفسیر عثمانی کے اس نسخہ کی امتیازی خصوصیات درج ذیل ہیں:

(۱)......فائدہ کے ذیل میں عنوانات کا اضافہ کیا گیا ہے۔

(۲)......حاشیہ میں درج قرآنی آیات کے حوالہ جات لگائے۔اور بعض مقامات پر الفاظ کی تسہیل کی گئی۔

(۳)......علاوہ ازیں حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی شہید رحمۃ اللہ علیہ کا ایک مقالہ بعنوان ''شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ کی تصنیفات'' بھی شاملِ اشاعت کیا جارہا ہے جس میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جیسی عبقری شخصیت کے مختصر حالات زندگی، سوانحی خاکہ،تعلیم،سلوک واحسان، درس وتدریس، زہد واستغنا،تبحرِ علمی اور سیاسی خدمات پر بھی تفصیلی گفتگو کی ہے۔اس مقالہ کا ایک ایک لفظ عقیدت ومحبت سے عبارت ہے۔نیز یہ کہ اس کے مطالعہ سے برصغیر پاک وہند کا سیاسی منظرنامہ بھی قاری کے سامنے آجاتا ہے۔

اس علمی شاہکار کی تیاری کے مختلف مراحل میں شیخ مولانا ولی خان المظفر ،مولانا محمد رمضان لدھیانوی،مولانا غلام مصطفیٰ، مولانا محمد شفیق جلال پوری، مفتی ذیشان انور اور جناب امتیاز صاحب کا تعاون ہمیں حاصل رہا۔اللہ جل شانہ تمام ساتھیوں کو اجرِ عظیم عطا فرمائیں اور قرآن کریم کے فیوض وبرکات سے ہم سب کو مالا مال فرمائیں۔آمین

محمد زبیر طاہر عفی عنہ

۲۰/ذوالقعدہ ۱۴۳۵ھ

فہرست مضامین

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی تصنیفات	٤١	چیلنج پوری کائنات کے لئے	٦٢
سورۃ الفاتحۃ	٥٣	چیلنج قبول کرکے پورا نہ کرنے والوں کے لئے وعید	
تمام تعریفیں اللہ کی ذات کے لئے	٥٣	جنت کے میووں کی صفات	
عالمین سے مراد	٥٣	جنت کی عورتوں کی صفات	
غیر اللہ سے مدد مانگنا ناجائز ہے	٥٣	کفار کے اعتراض کا جواب	٦٢
انعام کی حقدار جماعت	٥٤	قرآن کی مثالیں دو طرح کے لوگوں کے لئے	٦٣
اللہ تعالیٰ سے کیسے مانگا جائے؟	٥٤	قرآن کی نظر میں خسارے میں کون لوگ ہیں؟	٦٣
سورۃ البقرۃ	٥٥	اللہ کی اتنی نعمتوں کے باوجود اس کی ناشکری؟	٦٣
حروف مقطعات کے بارے میں اصولی موقف	٥٥	اللہ کی طرف سے دوسری مادی نعمت	
شک وشبہ سے خالی کتاب	٥٦	اللہ کے نائب ہونے کی نعمت	
متقین یعنی پرہیزگار کون ہیں؟	٥٦	فرشتوں کی تشویش اور اللہ کی طرف سے جواب	٦٤
ہر قسم کی طاعات	٥٦	خلافت کے لئے عمل کے ساتھ علم بھی لازمی ہے	٦٥
اہلِ کتاب کے لئے بھی قرآن ہدایت ہے۔	٥٦	ابلیس کا حضرت آدم کے سجدے سے انکار	٦٦
قرآن کی ہدایت سے محروم لوگ	٥٦	ممنوعہ درخت کون سا تھا؟	
منافقین کی دغابازی	٥٧	ابلیس کی دھوکہ دہی حضرت آدم وحوا علیہما السلام کے ساتھ	
منافقین دل کے مریض ہیں	٥٧	سزا کے طور پر زمین پر اُتارا جانا؟	
منافقین کا دوغلا پن	٥٧	زمین پر جنت کی طرح مستقل ٹھکانہ نہیں	٦٦
منافقین کی ہٹ دھرمی	٥٨	حضرت آدم علیہ السلام کی عجز وانکساری پر مبنی دعا	٦٧
سفہاء کا اصل مصداق منافقین خود ہیں	٥٨	آخر کار دعا قبول ہوگئی	
منافقین کا مؤمنین سے مذاق	٥٨	خوف اور حزن کی حقیقت	٦٧
اللہ کی طرف سے منافقین کو ڈھیل	٥٩	بنی اسرائیل سے خصوصی خطاب	٦٨
منافقین کا انجام آخرت	٦٠	بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے شمار انعامات	
منافقوں کی مثال		بنی اسرائیل کے کرتوت	٦٩
منافقین کی دوسری مثال		بنی اسرائیل کو نصیحت	
منافقوں کا اصل کردار	٦٠	بنی اسرائیل کو دین محمدی کی پیروی کا حکم	
دونوں مثالوں سے مقصود توحید کی عام دعوت	٦١	بنی اسرائیل کے علماء کے قول وفعل میں تضاد	
قرآن کی طرف سے پرزور چیلنج	٦٢	علمائے یہود کے کرتوت کا علاج	٦٩

قرآن کا بیان کردہ علاج آسان ہے	۷۰	یہودیوں کا غلط گمان	۸۲
بنی اسرائیل کی خوش فہمی غلط ہے	۷۰	یہودیوں پر اللہ کی لعنت	۸۳
فرعون کا خواب اور اس کی تعبیر	۷۱	ہر عذاب ذلت کی وجہ سے نہیں ہوتا	
خصوصی احسان کی یاددہانی	۷۱	تورات پر ایمان اور انبیاء کا قتل جمع نہیں ہوسکتا	
کتاب اور فرقان میں فرق	۷۲	یہودیوں کا حضرت موسیٰ پر ایمان بھی اپنے مطلب کے لئے تھا	
بچھڑے کی عبادت کرنے کی سزا		یہودیوں کا زبانی ایمان الگ اور دلی ایمان الگ	۸۳
بنی اسرائیل کی ایک اور گستاخی اور اس کی سزا	۷۲	یہود کے غلط دعویٰ کا الزامی جواب	۸۵
من وسلویٰ کی صورت میں خصوصی نعمت	۷۳	یہود کو طویل عمر کی زیادہ طلب ہے	
بنی اسرائیل کے لئے ایک اور حکم	۷۴	یہود کا رویہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے متعلق	
حکم الٰہی کو تبدیل کرنے کی سزا		یہود کی پرانی عادت	
خصوصی نعمت پتھر سے بارہ چشموں کا نکلنا		یہود سے ایمان کی امید رکھنا بے وقوفی ہے	۸۵
من وسلویٰ جیسی نعمت سے انکار		قصہ ہاروت وماروت اور جادو کا علم	۸۷
یہود پر مسلط کردہ ذلت ہمیشہ کے لئے		مؤمنین کے لئے "راعنا" کہنے کی ممانعت	
اللہ کی متعین کردہ ذلت وغضب کی وجہ	۷۴	یہود ومشرکین کا حسد وبغض	
اصل چیز ایمان وعمل صالح ہے	۷۵	آیات کے منسوخ ہونے کی حکمت	
اللہ کی کتاب سے مذاق کرنے کی سزا	۷۵	زیادہ سوالات کرنے کی ممانعت	۸۷
صورتیں مسخ کرنے کی صورت میں سزا	۷۶	اللہ کا حکم نہ آنے تک یہود کی باتوں پر صبر کا حکم	۸۸
بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم	۷۷	یہود کی باتوں پر صبر کا بھی اجر ہے	۸۹
بنی اسرائیل کی حجت بازی		یہود ونصاریٰ کے بے دلیل دعویٰ کا جواب	
حجت بازی کا انجام		یہود ونصاریٰ ایک دوسری کے لئے کافر	
اللہ کے حکم سے مردے کا زندہ ہونا	۷۷	یہود ونصاریٰ سے مشرکین کی مماثلت	
آخرت میں دوبارہ اٹھائے جانے کی دلیل	۷۸	بدترین ظالم مساجد کو ویران کرنے والے ہیں	
بنی اسرائیل (یہود) کی دلی سختی	۷۸	مساجد کا ادب تو کچھ اور تھا	۸۹
اللہ کے کلام میں تحریف (ردّوبدل)	۷۹	اللہ تعالیٰ مکان وجہت سے پاک ہے	۹۰
یہود میں کچھ منافق لوگ		اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص نہیں عام ہے	۹۰
یہود کی بے وقوفانہ آرزوئیں وامیدیں		اللہ تعالیٰ اولاد سے بھی پاک ومستغنی ہے	۹۱
یہودی علماء کی تورات میں تحریف		اہلِ کتاب ومشرکین کی ہٹ دھرمی	
یہودیوں کا ایک من گھڑت عقیدہ		یہود ونصاریٰ کے متعلق حتمی فیصلہ	
یہودیوں کی غلط فہمی کا ازالہ	۷۹	اصل ہدایت	
مدینہ کے یہود کی عہد شکنی	۸۱	یہود میں سے کچھ انصاف پسند لوگ	
اطاعت تمام احکامات کی لازم ہے	۸۱	دوبارہ یاددہانی	۹۱
عیسیٰ علیہ السلام کے واضح معجزات	۸۱	ابراہیم علیہ السلام کو امتحانات میں کامیابی پر تحفہ	۹۳

اللہ تعالیٰ کا وعدہ نیک لوگوں کے لئے تھا	۹۳
امن وامان والا شہر مکہ مکرمہ	
مقام ابراہیم کی حقیقت	
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دُعا	
حضور ﷺ کے حق میں دُعا	۹۳
دو جلیل القدر انبیاء کی وصیت	۹۵
یہود ونصاریٰ کا کھلا جھوٹ	
ہر گروہ کے کردار کا ذمہ اسی پر ہے	
ملت ابراہیمی پر اصلاً اہلِ اسلام ہی ہیں	
اہلِ اسلام کا تمام انبیاء پر ایمان کامل ہے	۹۵
اللہ کے ہاں قبولیت مسلمانوں کے رنگ کی ہے	۹۶
اہلِ کتاب کا مسلمانوں سے جھگڑا	
یہود ونصاریٰ کا جھوٹ انبیاء کرام کے بارے میں	۹۶
آیت کے تکرار کی وجہ	۹۷
☆☆......الحمدللہ پہلا پارہ ختم ہوا......☆☆......	۹۷
پارہ نمبر:۲	۹۸
قبلہ تبدیل کرنے پر اعتراضات	۹۹
اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعتراضات کا جواب	
امت محمدیہ کی فضیلت دوسری اُمتوں سے بڑھ کر ہے	
قبلہ تحویل (تبدیل) کرنے کی حکمت	۹۹
بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم امتحاناً تھا	۱۰۱
ایک شبہ کا ازالہ	
کعبہ کو دوبارہ قبلہ بنانے کا حکم اور اس کی وجوہات	
کعبہ کو مسجد الحرام کہنے کی وجہ	۱۰۱
اہلِ کتاب کے اعتراض کی پرواہ مت کرو	۱۰۲
اہلِ کتاب کی ہٹ دھرمی	۱۰۳
اہلِ کتاب کا حق کا چھپانا جاننے کے باوجود	
ہر امت کے لئے ایک قبلہ متعین ہے	۱۰۳
قبلہ کی تبدیلی سے متعلق تین مرتبہ حکم	۱۰۴
قبلہ تبدیل ہونے سے یہود ومشرکین کے منہ بند	۱۰۴
کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم تکمیل نعمت ہے	۱۰۵
صبر اور نماز کے ذریعے مدد مانگنے کا حکم	

شہداء ہمیشہ کیلئے زندہ ہیں	۱۰۵
صفا ومروہ کے درمیان سعی (دوڑنے) کا مشروع ہونا	۱۰۶
صفا ومروہ کی تاریخ	۱۰۶
یہود کا حق چھپانا	۱۰۷
حق چھپانے کی سزا	
سب کا معبودِ حقیقی ایک ہی ہے	۱۰۷
توحید کے دلائل	۱۰۸
ایمان والوں کی اللہ سے محبت	۱۰۹
مشرکین کی حسرت وپشیمانی	
اہلِ عرب پر دیگر اعمال کی ممانعت	۱۰۹
اللہ کے احکام کے مقابلے میں باپ دادا کی اتباع	۱۱۱
کافروں کے متعلق ایک مثال	
طیبات (پاکیزہ چیزوں) کے کھانے اور شکر ادا کرنے کا حکم	
چار محرمات (حرام کردہ اشیاء) کا بیان	
﴿مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ کا مطلب	۱۱۱
حالتِ اضطرار یعنی مجبوری کی حالت میں حکم	۱۱۳
آسمانی کتاب میں تبدیلی اور اس کی سزا	
تحریف کے ساتھ رشوت لینا	
اللہ تعالیٰ کا کفار سے کلام نہ کرنے کا مطلب	
مؤمنین اور کفار کی سزا میں فرق	۱۱۳
گمراہی اور عذاب خریدنے کی دلیل	۱۱۵
یہود ونصاریٰ کی دلیل اور اس کا جواب	
مغفرت کا سبب بننے والی اصلی نیکی	۱۱۵
قصاص کے معاملے میں مساوات یعنی برابری	۱۱۶
قصاص میں مساوات کی وضاحت	۱۱۶
بعض ورثاء کا معاف کرنا	۱۱۷
معاف کرنے کی اجازت ایک نعمت ہے	
قصاص کے حکم میں زندگی ہے	
میراث کی آیت سے پہلے وصیت فرض تھی	۱۱۷
وصیت کے احکام	۱۱۸
روزہ کی فرضیت	۱۱۹
روزہ کی حکمت	

مدیہ کا حکم
قرآن کا نزول بھی رمضان میں
مدیہ کی اجازت عارضی تھی
دو قسم کے لوگوں کو رعایت
اس طرح کے احکام سے مقصد آسانی ہے بندوں پر
اللہ اپنے بندوں سے قریب ہے
روزہ کے احکام رمضان کی رات کے لئے نہیں
اختلاط اور مباشرت سے مقصد
روزہ کا وقت
اعتکاف میں حکم
ناحق طریقوں سے مال کھانے کی ممانعت
چاند میں کمی بیشی کے متعلق سوال
چاند کے متعلق سوال کا جواب
گھروں میں دروازے سے داخل ہونے کا حکم
حرم مکہ اور اشہر حرم میں قتال کا حکم
جہاد کے کچھ احکام
کافروں اور فتنہ برپا کرنے والوں سے قتال کا مقصد
حج و عمرہ کے احکامات
عذر کی حالت میں حجامت کا حکم
قران یا تمتع کی حالت میں قربانی
حج کے مہینوں کی وضاحت
کفار کے غلط دستور کی اصلاح
حج کے سفر میں تجارت
مکہ کے قریش کی غلطی کی اصلاح
منیٰ میں قیام کا وقت
دعا کرنے والوں کی دو قسمیں
حج والے اعمال ہمیشہ کے کرنے کیلئے ہیں
منافق کا حال
کامل ایمان والے کا تذکرہ
مکمل طور پر اسلام میں داخل ہونے کا حکم
شریعت محمدی سے اعراض
احکام الٰہی میں تبدیلی کی سزا

۱۱۹ کفار کا ایمان والوں کے ساتھ مذاق
۱۲۰ اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب
۱۲۱ انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد ۱۳۲
اہل اسلام کو صبر کی تلقین ۱۳۳
مال خرچ کرنے کے مواقع ۱۳۴
قتال کی فرضیت
کسی چیز کا بہتر یا ناگوار ہونے کا معیار
۱۲۱ اشہر حرام میں قتال کا حکم
۱۲۲ فتنہ پھیلانا اشہر حرام میں قتال سے بھی زیادہ سخت ہے ۱۳۵
مشرکین کی عمومی عادت
مشرکین کے طعن و تشنیع کی برداشت کرو
۱۲۲ مرتد ہونا عمر بھر کے نیک اعمال ضائع کرنے کا سبب
۱۲۳ شراب پینے اور جوئے بازی کی حرمت ۱۳۶
کس قدر مال خرچ کیا جائے؟
۱۲۴ یتیموں کے بارے میں حکم ۱۳۷
اصل مقصد یتیم کے مال کا تحفظ
۱۲۵ مشرکین سے نکاح کی ممانعت
۱۲۶ حیض کے متعلق احکام ۱۳۹
حیض سے پاکی کے متعلق حکم
عورت کی مثال کھیتی کی ہے
۱۲۷ قسموں کا غلط استعمال
قسم کے احکام
ایلاء کا مسئلہ
طلاق یافتہ عورتوں کی عدت کا بیان ۱۴۱
۱۲۸ طلاق رجعی میں مرد کو رجوع کا حق
۱۲۸ طلاق کی حد مقرر کی گئی
۱۲۹ طلاق کے بدلے مہر کی واپسی کا مطالبہ
خلع کا بیان
تیسری طلاق کا بیان اور حکم ۱۴۳
۱۳۰ ذکر کردہ احکامات میں بڑی حکمتیں ہیں
۱۳۱ طلاق یافتہ عورتوں کا سابقہ شوہروں سے نکاح
دوبارہ نکاح کرنے میں پاکیزگی ہے ۱۴۴

بچوں کو دودھ پلانے کے احکام ۱۴۵
بچے کی ماں کا نفقہ باپ کے ذمہ
بیوہ کی مدت
عدت کے دوران عورت کو صریح پیغام دینے کی ممانعت ۱۴۶
مہر کے متعلق احکام ۱۴۷
ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق
نمازِ عصر کی بھرپور تاکید
جہاد سے بھاگنا ۱۴۹
قرضِ حسنہ قرآن کی نظر میں
بنی اسرائیل پر جالوت بادشاہ کا غلبہ ۱۵۰
حاکمِ وقت کی خصوصیات ۱۵۱
سکینہ کا تابوت
......☆☆......الحمد للہ ۲ پارہ ختم ہوا......☆☆...... ۱۵۲
پارہ نمبر:۳ ۱۵۳
انبیاء کی ایک دوسرے پر فضیلت کا ذکر ۱۵۴
اللہ کے ہر کام میں حکمت کا ذکر
اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم
آیت الکرسی
اللہ تعالیٰ کی صفت توحید کے ساتھ دوسری صفات کا تذکرہ ۱۵۵
دین سختی کا نام نہیں ۱۵۶
حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے درمیان مناظرہ کا ذکر
حضرت عزیر علیہ السلام کا سبق آموز قصہ ۱۵۷
حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دلچسپ قصہ ۱۵۸
اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب ۱۵۹
سوال کرنے والے کا لحاظ رکھنا ۱۶۰
صدقہ اور دیگر اعمال ضائع ہونے کے اسباب
دکھلاوا کر کے صدقہ کرنے کی مثال
مذکورہ طریقہ پر صدقہ کرنے کی ایک اور مثال ۱۶۱
اللہ کے یہاں کس قسم کا صدقہ مقبول ہے؟ ۱۶۲
شیطان کا دھوکہ
اللہ سے کوئی عمل پوشیدہ نہیں
صدقہ چھپا کر کیا جائے یا دکھلا کر؟
صدقہ کرنے میں مسلمان ہونے کی کوئی تخصیص نہیں ۱۶۳
اللہ کی راہ میں لگے ہوئے لوگوں پر خرچ کرنے کی ترغیب
سود کی مذمت کا بیان ۱۶۴
سود کھانے والوں کا اُخروی (بھیانک) انجام
سود اور صدقہ کا فرق
قرضہ کے متعلق قرآنی احکام ۱۶۶
گواہوں کی اہمیت ۱۶۷
گواہوں کے لئے قرآنی حکم
اُدھار معاملے کے علاوہ بھی لکھت پڑھت کی اہمیت
رہن (گروی رکھنے) کے متعلق قرآنی حکم ۱۶۸
سورت کے اختتام کے قریب اس آیت تہدید کا مقصد
انسان کو اس کی طاقت کے بقدر مکلف ٹھہرایا گیا ہے ۱۶۹
صحابہ کرام کی فکر پر پُر اثر اور جاندار دعاؤں کا نزول
سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرَانَ ۱۷۱
سورت کا شانِ نزول
اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے ۱۷۳
رحم مادر میں اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کا نقشہ بناتے ہیں
دو قسم کی قرآنی آیات کا ذکر
راسخین فی العلم کی دعاء استقامت ۱۷۵
زائغین کا فیصلہ ہو کر رہے گا
اللہ کے عذاب سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی
کفار سمیت یہود و نصاریٰ کے مغلوب ہونے کا اعلان ۱۷۶
غزوۂ بدر کا پس منظر ۱۷۷
فتنہ میں ڈالنے والی اشیاء کا ذکر
دنیا کی تمام نعمتوں کی حقیری حیثیت ۱۷۸
اللہ کے محبوب بندوں کے اوصاف
توحید کے گواہ ۱۷۹
کس قسم کا انصاف مضبوط ہے
اب اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی معتبر ہے قیامت تک
اہلِ کتاب کا اسلام سے روگردانی کا سبب ۱۸۰
اصل اسلام کن لوگوں کا ہے ۱۸۱
بنی اسرائیل کے ظالمانہ کارنامے

علماء اہل کتاب کی ہٹ دھرمی ۱۸۲
یہود کی شرارت اور شیطانی کا سبب
حکومت لینا دینا اور عزت و ذلت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے ۱۸۳
اللہ کے دشمنوں سے دوستی رکھنے کی ممانعت ۱۸۴
محبت خداوندی کا معیار
اللہ کے محبوب ہونے کا معیار ۱۸۵
آیت میں عمران سے مراد ۱۸۶
تمام مخلوقات میں بنی آدم کی فضیلت
عمران کی زوجہ کی منت ۱۸۷
حضرت مریم و عیسیٰؑ کی خصوصی حفاظت شیطان کے مس سے
حضرت مریم کی کفالت کی صورت ۱۸۹
حضرت مریمؑ کی کرامات
حضرت زکریا علیہ السلام کی اولاد کے لئے دعا
حضرت یحییٰ کی مخصوص صفت
اللہ کی قدرت اسباب پر حاوی ہے ۱۸۹
حمل ٹھہرنے کے لئے مخصوص علامت ۱۹۰
حضرت مریم کی فضیلت ۱۹۱
حضرت مریم کی کفالت کے لئے قرعہ اندازی
لفظ کلمۃ اللہ اور مسیح کا مطلب
حضرت عیسیٰؑ کے متعلق کم عمری میں بات کرنے کی پیشین گوئی ۱۹۳
حضرت عیسیٰؑ کی بغیر باپ کے پیدائش
حضرت عیسیٰؑ کے مختلف معجزات ۱۹۴
لفظ حواری سے مراد ۱۹۶
لفظ مکر کا مطلب ۱۹۷
عیسیٰؑ کے زندہ آسمان پر اٹھائے جانے کے متعلق حکم
لفظ توفی اور موت کی تحقیق ۱۹۸
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش حضرت آدمؑ کی پیدائش کے مثل ہے ۱۹۹
نجران کے عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت ۲۰۰
عقیدۂ توحید میں اشتراک کی دعوت
حضرت ابراہیم کے متعلق یہود و نصاریٰ کے دعویٰ کی تردید ۲۰۲
لفظ حنیف کی وضاحت
امت محمدیہ کی مناسبت حضرت ابراہیمؑ سے زیادہ ہے

اہل کتاب کی تمام حرکتوں کا وبال انہیں پر ہے
اہل کتاب کی کتب میں بھی آپ ﷺ کی بشارت ۲۰۳
اہل کتاب کی خیانتوں کا ذکر ۲۰۴
بعض یہود کا بظاہر اسلام لانا
اہل کتاب کا حسد
تمام کام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے
اہل کتاب کی امانت داری کا حال
خدا کی طرف جھوٹی نسبت ۲۰۵
اہل کتاب کی اپنی کتاب میں تحریف ۲۰۶
نبی کی تعلیم کا مقصد اپنی عبادت کروانا نہیں
موضح القرآن میں ہے ۲۰۷
انبیاء کی تعلیم کا میدان ۲۰۸
پرلے درجے کا نافرمان
فلاح اور نجات کا راستہ ہمیشہ سے دین اسلام رہا ۲۰۹
مسلمان ہونے کا مطلب تمام احکامات کو ماننا ہے
قبولیت کا معیار اب صرف دین اسلام ہے ۲۱۰
ہٹ دھرم لوگوں کو ہدایت نہیں ملتی
اللہ تعالیٰ ہر قسم کے مجرموں کو معاف کر دیتا ہے ۲۱۱
مجبوری کی توبہ کسی کام کی نہیں
اللہ کے یہاں دنیا کا مال و اسباب کام نہیں آئے گا
......☆☆......الحمد للہ ۳ پارہ ختم ہوا......☆☆......
پارہ نمبر: ۴ ۲۱۲
تنبیہ ۲۱۳
شان ہدایت اور گہوارۂ امن ۲۱۴
دیار محبوب میں حاضری کا حکم
کلام اللہ کے انکار پر تنبیہ
ایمانی سعادت سے برگشتہ
سازشی عناصر سے بچئے ۲۱۶
اے اہل ایمان! سازش کو پہچانیے
تنبیہ
حرف اور حرف خطا سے ڈریئے

حیات تازہ حاصل کرنے کا بہترین نسخہ
تذکیر نعمت اور شکر نعمت کی ترغیب ۲۱۷
دینی و دنیوی احسانات کو یاد رکھو
تبیین آیات کا مقصد
داعیان رشد و ہدایت کا وجود ایک قومی ضرورت
یہود و نصاریٰ کی پیروی نہ کرو
یہود و نصاریٰ کی پیروی نہ کرو
تنبیہ ۲۱۸
نورانی اور ظلماتی چہرے
اختلاف اور تفریق مذموم کا وبال
اطاعت خداوندی کا ثمرہ ۲۱۹
اللہ کا ہر حکم اور ہر معاملہ عین حکمت ہے
حقیقی بادشاہت
امت محمدیہ ﷺ بہترین خیر خواہ امت ہے ۲۲۰
تنبیہ
خیر خواہی کی عظیم جھلک
بہترین بننے کا طریقہ ۲۲۱
یہود و نصاریٰ کو بہترین بننے کی دعوت
مسلمانوں کے مقابلہ میں اہل کتاب کو شکست
یہود پر اللہ کا غضب اور ذلت آمیز مسکنت
یہود پر اللہ کا غضب اور ذلت آمیز مسکنت
اسلام کی آغوش میں آنے والی چند سعید روحوں کے اوصاف ۲۲۱
اسلام کی آغوش میں آنے والی چند سعید روحوں کے اوصاف ۲۲۲
کافر کا ہر ایک عمل بے جان اور مردہ ہے ۲۲۳
تنبیہ
کفر کا وبال
یہودیوں کے چہرے سے نقاب کشائی اور راز دار بنانے کی ممانعت
اے اہل اسلام! نفرت کرنے والے دوست نہیں ہو سکتے ۲۲۵
دھوکے باز
اہل کتاب کی بے بسی
بھلے مرجاؤ

جیسی کرنی ویسی بھرنی
کمینوں کی کمینگی
کفار کی سازشوں سے حفاظت صبر و استقلال اور تقویٰ کی بدولت ممکن ہے
اللہ کی طرف سے نصرت کی جھلک اور تقویٰ کا سبق ۲۲۶
۲۲۶
تنبیہ
تسکین قلوب کیلئے فرشتوں کا نزول ۲۲۷
مسلمانوں کے ہاتھوں مشرکین کی ذلت اور رسوائی
اللہ تعالیٰ جو چاہے ان سے معاملہ کرے ۲۲۸
قدرت خداوندی کی طرف اشارہ
سود کے اثرات بد اور ممانعت ۲۲۹
سود کی حرمت اور شناعت
حقیقی بھلائی سود چھوڑنے میں ہے
کا سود کھانے کا انجام
کامیابی اور خدا کی رحمت اطاعت رسول ﷺ میں ہے
اسباب مغفرت کی طرف لپکو ۲۳۰
جنت کی وسعت کی طرف اشارہ
متقین کے اوصاف اور احسان کی ترغیب
توبہ اور اس کے ثمرات ۲۳۱
گذشتہ حوادث و واقعات سے عبرت کی ترغیب
باہمت مومنین ہی غالب رہیں گے
تسلی، مومنین اور شہادتوں کے باوجود حمایت حق پر ڈٹے رہنے کی ترغیب ۲۳۲
سختیاں جھیلنے اور قربانیاں پیش کرنے والے ہی مقامات عالیہ پر فائز کیے جاتے ہیں ۲۳۳
مومنین کو تنبیہ
واقعہ احد اور نقشہ عبرت
تنبیہ ۲۳۵
موت ایک اٹل حقیقت
شکر گزاروں کے مزے
اللہ کی خاص محبت کے حصول کی ترغیب ۲۳۶
مصائب و شدائد میں اللہ کی طرف رجوع کی قابل تقلید مثال

مضامین	صفحہ
ثابت قدمی پر انعام ربانی	۲۳۷
دشمن کے پروپیگنڈہ	
اللہ کی مدد ہی سب سے بہتر ہے	
مدد کا نمونہ اور کفار و مشرکین کی کمزوردلی کا بیان	
تنبیہ	
اللہ کا وعدہ پورا ہو کر ہی رہتا ہے	۲۳۹
عارضی پسپائی کا سبب	
پسپائی کا نقشہ اور آئینہ حقیقت	
معافی کا اعلان	
دور دفاع کا اظہار	
رسول اللہ ﷺ کی شان استقامت	
عزت و عظمت رسول کے تحفظ کا خدائی دستور	
تنبیہ	
ہلکی ہلکی نیند فتح و خوشی کی علامت ہوتی ہے	۲۴۰
تنبیہ	
منافقین کی حالت کا بیان اور طعن و تشنیع	
تنبیہ	۲۴۱
منافقین کو جواب اور مومنین کی اصلاح	
منافقین حسرت کی آگ	۲۴۳
بزدلوں کیلئے نسخۂ اکسیر	۲۴۴
دائمی بقا کا راز	
صحابہ کی دل جوئی	
تنبیہ	۲۴۵
بھروسہ صرف اللہ پر	
پیغمبر ﷺ کی شان عظمت و عصمت اور مسلمانوں کو تنبیہ	
تنبیہ	
اللہ کا عظیم احسان	
مقاصد بعثت	۲۴۶
[illegible]منین	
[illegible] خداوندی	۲۴۷
[illegible]	
[illegible]	
نفاق آشکار	
منافقین کا فریب	۲۴۸
دندان شکن جواب	۲۴۹
نعمتوں سے بھرپور حیات جاودانی	
صحابہ کرامؓ کی بے مثال اطاعت اور بہادری	
تنبیہ	۲۵۰
تنبیہ	
شیطنت کو پہچانو	
منافقین کا انجام	
ایمان سے روگردانی کی سزا	۲۵۱
دولت کی فراوانی اللہ کے نزدیک کامیابی کی دلیل نہیں ہے	
مصائب و حوادث کی تکوینی حکمت	۲۵۲
بخل کی مذمت	
یہودیوں کی ہرزہ سرائی	۲۵۳
جرائم کی فہرست میں اضافہ اور سزا کا اعلان	
ظلم نہیں، عدل	۲۵۴
یہودیوں کے بہانے	
سچائی کے دعویٰ کا پول کھل گیا	
تسلی رسول ﷺ	
موت اور اعمال کا بدلہ یقینی ہے	
اصلی کامیابی کی فکر	۲۵۵
تنبیہ	
آزمائش کی اطلاع	
تنبیہ	
اہل کتاب کی عہد شکنی	۲۵۶
جھوٹے اعذار اور چالاکیوں کا وبال	
عقلمندوں کیلئے نشانیاں	
عقلمندوں کی صفات	۲۵۷
عقلمندوں کا نتیجۂ فکر اور دعائیں	
منتخب نکات	۲۵۸
جزاء اعمال میں مرد و عورت یکساں	۲۵۹
مہاجرین و مجاہدین کیلئے جنت اور دیدار خداوندی کی بشارت	

برزخ میں کافروں کی چند روزہ بہار سے دھوکہ نہ کھاؤ
دوہرا اجر ۲۶۰
ڈٹ جاؤ
سورۃ النساء ۲۶۱
اطاعت باری تعالیٰ اتفاق امت ۲۶۱
قرابت والوں سے حسن سلوک کا حکم ۲۶۲
ماننے میں ہی خیر ہے ۲۶۲
مال یتیم میں ناجائز تصرف گناہ عظیم ہے ۲۶۳
یتیم لڑکیوں کی بسلسلہ نکاح حق تلفی کا انسداد ۲۶۳
چار شادیوں کی اجازت ۲۶۴
بیوی اور مملوکہ لونڈی میں فرق
بیویوں میں عدم مساوات پر شدید وعید
خوش دلی سے مہر کی ادائیگی کا حکم
بیوی اپنی خوشی سے دے تو لینا جائز
یتیموں کے مال کے بارے میں سنہری ہدایت
حفاظت اور انتظام مال میں یتیم کی تربیت کا حکم ۲۶۵
بے جا تصرف کی ممانعت ۲۶۶
محتاج ولی کو کچھ لینے کی اجازت
یتیم کو مال سپرد کرتے وقت گواہ بنانا
میراث میں مرد و عورت، بالغ و نابالغ کا حصہ
غیر مستحقین سے حسن سلوک
جیسی کرنی ویسی بھرنی ۲۶۶
یتیم کا مال کھانے پر وعید ۲۶۷
بیٹے اور بیٹی کو میراث میں کتنا حصہ ملے گا
اگر کسی آدمی کی صرف بیٹیاں ہیں تو ان کو میراث میں کتنا حصہ ملے گا ۲۶۸
اگر کسی آدمی کے صرف بیٹا ہو ایک ہو یا زیادہ اسکو کیا ملے گا
اگر کسی میت کی اولاد ہو تو ماں باپ کو کتنا حصہ ملے گا
اگر کسی میت کی اولاد نہ ہو تو والدین کو کتنا ملے گا
اگر کسی میت کی اولاد تو نہ ہو لیکن بہن بھائی ہوں تو والدین کو کتنا ملے گا
میت کے ورثا کو جو ملے گا وہ اس کے قرضے اور وصیت سے باقی مال سے ملے گا

میت کے مال کو کس طرح خرچ کیا جائے گا
اللہ تعالیٰ نے جو حصہ مقرر فرمایا وہ دے دو
زوجین میں سے کوئی فوت ہو جائے تو دوسرے کو کتنا حصہ ملے گا ۲۷۰
زوجین میں سے کوئی فوت ہو جائے تو دوسرے کو کتنا حصہ ملے گا
وہ بہن بھائی جو صرف ماں شریک ہوں ان کو میراث میں کتنا حصہ ملے گا
وہ آدمی جس کے نہ اصل ہوں نہ فروغ ہوں تو اسکی میراث کیسے تقسیم کی جائے گی
آدمی کی وصیت اور قرض کو میراث پر مقدم کیا جائے گا ۲۷۱
وصیت کو دین پر مقدم کرنے کی وجہ
میراث کے احکام بیان کرنے کو حدود فرمایا کہ یہ اللہ کا حکم ہے اس میں کمی نہ کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ جانتے ہیں کس نے اس کے حکم کو پورا کیا اور کسی نے کی
عصبہ کسے کہتے ہیں اور اسکو میراث میں کیا ملے گا
ذوی الارحام کے بارے میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک
جو اللہ کے حکموں کو مانے گا اسکے لئے ہمیشہ کی جنت جو نافرمانی کرے گا اس کے لئے دائمی عذاب ہوگا ۲۷۲
جو عورت زنا کرے تو اس پر گواہ بنا کر اس کو گھر میں قید کیا جائے اور اس کو سزا دی جائے جو شریعت نے مقرر کی ہے
زنا اور لواطت کی ایک ہی سزا ہوگی یا دونوں میں فرق ہے
اگر کوئی آدمی برائی سے توبہ کرے تو تم اس کا پیچھا چھوڑ دو
کس قسم کے آدمی کی توبہ قبول کی جاتی ہے
وہ آدمی جو احوال نصرت یعنی موت کے وقت توبہ کرے اس کی توبہ بھی قبول تھی اور اسی طرح جو کفر پر مرے اس کی بھی توبہ قبول ہے ۲۷۴
کس وقت کی توبہ قبول ہوتی ہے
اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے تو وہ خود مختار ہے اس میت کا وارث اس کو زبردستی اپنے نکاح میں نہیں لے سکتا
عورتوں کے ساتھ حسن سلوک کا حکم ہے، اگر ان کی کوئی عادت بری بھی لگے تو ہو سکتا ہے کہ اس کے اندر اللہ نے تمہارے لئے کوئی بھلائی رکھی ہو

اگر کسی دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہتے ہو تو پہلی بیوی سے مہر میں سے کچھ بھی نہیں واپس لے سکتے ۲۷۵
خلوت صحیح کے بعد پورا مہر واجب ہے اگرچہ صحبت نہ کی گئی ہے ورنہ نصف مہر ہوگا
زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے باپ کی منکوحہ سے بھی شادی کر لیتے تھے اس کے اندر اسکی تفصیل بیان کی ہے کہ کس کس سے نکاح کر سکتے ہیں اور کس کس سے نکاح نہیں کر سکتے ۲۷۶
......☆☆......الحمد للہ ۴ پارہ ختم ہوا......☆☆...... ۲۷۷
پارہ نمبر:۵ ۲۷۸
غیر اختیاری فضائل کی تمنا ممنوع ۲۸۴
ورثاء کا تقرر عین حکمت ہے ۲۸۵
اللہ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم و نگران بنایا
اطاعت شعار عورتوں کی تعریف
نافرمان بیوی کی اصلاح کا طریقہ ۲۸۶
بال کی کھال نہ اتارو
گھریلو جھگڑوں میں منصف بنانے کا حکم ۲۸۷
منصفین کی نیک نیتی پر غیبی امداد کی خوشخبری
حقوق العباد درجہ بہ درجہ
ناپسندیدہ افراد
ریاکار شیطان کے رفیق
ترغیب انفاق اور پُر حکمت لطیف اشارہ ۲۸۸
رسول اللہ ﷺ کی آخرت میں گواہی
کافروں اور نافرمانوں کی حسرت ۲۸۹
اقامت صلوٰۃ......شرائط و آداب
نشہ و جنابت میں نماز ممنوع ہے ۲۹۰
تیمم کا بیان ۲۹۱
یہود کی قباحتوں اور مکر و فریب کا بیان ۲۹۲
یہودیوں کی چند شرارتیں
ترغیب ہدایت اور شرارتوں کا وبال ۲۹۳
یہودیوں کی دعوت ایمان اور مخالفت پر وعید
مشرک کی بخشش نہیں
یہودیوں کی شیخی ۲۹۴

یہود کی شرارت اور خباثت ۲۹۵
یہودیوں پر اللہ کی لعنت
یہودیوں کا بے مثال بخل
یہود بے ہود کا حسد بلا وجہ ہے
کفار کے عذاب کی جھلک
مومنین کے انعام کی جھلک ۲۹۶
انصاف اور امانت کی ادائیگی کا حکم
اولی الامر کی اطاعت کا حکم ۲۹۷
نزاع میں تصفیہ کی صورت ۲۹۹
رجوع ہی اچھی صورت ہے
گستاخ رسول منافق کے بارے میں فاروقی فیصلہ
رسول اللہ ﷺ کو منصف بنانے سے منافقین کا گریز
فاروقی فیصلہ کی توثیق اور منافقین کے حیلے
منافقین کی تکذیب
قصور کے اعتراف میں خیر ہے
باہمی جھگڑوں میں رسول اللہ ﷺ کو بخوشی فیصل بنائے بغیر ایمان ممکن نہیں
منافقین کو نصیحت
انعام یافتہ اور ان کے رفقاء کون؟ ۳۰۰
مسلمانوں کو جہاد کی تیاری کا حکم ۳۰۱
منافقین کی جہاد سے پہلو تہی
منافقین کی بے عقلی
منافقین کا حسد
نہ مال غنیمت، نہ کشور کشائی
جہاد کے دو مقاصد ۳۰۳
جہاد کی ترغیب
اطاعت خداوندی کا سبق
جہاد سے سستی پر تنبیہ
ثواب آخرت کی ترغیب
موت اپنے وقت پر ضرور آئے گی
منافقین کا خبث باطن ۳۰۴
منافقین کو اجمالی جواب

تفصیلی جواب	۳۰۵
آپ ﷺ تمام لوگوں کے رسول ہیں	
منافقین کی ایک اور مکاری	
قرآن اللہ ہی کا کلام ہے	
افواہ پھیلانے کی مذمت	۳۰۶
بڑوں کی طرف رجوع کا حکم	
آنحضرت ﷺ کو ترغیب علی القتال کا خصوصی حکم	۳۰۷
جہاد نہ کرنے پر سخت وعید	
سفارش کا بیان	
سلام کا بیان	
منافقین کو دوست نہ بناؤ	۳۰۸
منافقین سے قتال و معاملات کا حکم	۳۱۰
معاہد قوموں سے قتال کا حکم	
قتل خطا کے احکام	
قتل عمد کی سزا	۳۱۲
مسلمان سمجھنے کیلئے علامات اسلام کافی ہیں	
مجاہدین کے درجات	
دار الکفر سے ہجرت کی فرضیت	۳۱۴
ترغیب ہجرت اور تسلی مہاجرین	
سفر میں نماز قصر	
نماز خوف کا بیان	
کثرت سے اللہ کو یاد کرو	۳۱۵
نمازوں کے اوقات مقرر ہیں	۳۱۶
کفار کے تعاقب میں ہمت سے کام لو	
چوری کا واقعہ اور قبل از تحقیق طرفداری کی ممانعت	
دغابازوں کی سفارش کی ممانعت	۳۱۸
سوء اور ظلم کی وضاحت اور توبہ کی ترغیب	
بہتان تراشی کا وبال	
رسول اللہ ﷺ کی عظمت شان اور عصمت کا بیان	
منافقین کے خفیہ مشورے خیر سے خالی ہیں	۳۱۹
رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی مخالفت پر عذاب کا اعلان	۳۲۰
اجماع امت کی حجیت کا ثبوت	
شرک کی سزا دائمی ہے	
مشرکین کی ضلالت و جہالت	
شیطان کی انسان دشمنی	
شیطانی تعلیم اور شیطانی کام	۳۲۱
شیطانی کاموں کی سزا	۳۲۳
مومنین کیلئے انعام کا اعلان	
نجات اور جنت اعمال سے ملے گی، آرزو سے نہیں	
نمونہ عمل	
سب کچھ اللہ کی ملکیت اور قدرت میں ہے	۳۲۴
یتیم لڑکیوں سے نکاح کا بیان	
عورتوں کے حقوق	
زوجین میں مصالحت بہت ہی اچھی بات ہے	
عورتوں سے نیک سلوک کی ترغیب	۳۲۵
بیویوں کے درمیان امور اختیاریہ میں مساوات	
بصورت دیگر جدائی میں حرج نہیں	
اللہ سے ڈرتے رہو، سب کچھ اسی کا ہے	
اللہ جل شانہ کی عظیم قدرت کی جھلکی	۳۲۶
سچی گواہی دینے کی ہدایت	۳۲۷
انصاف میں دلی خواہش کی پیروی نہ کرو	
گواہی سچی، صاف اور پوری دینی چاہیے	
تمام حکموں پر دل سے یقین ضروری ہے	
ظاہری مسلمانی کچھ کام نہ آئے گی	
حصول عزت کیلئے کافروں سے دوستی پر سخت عذاب کا اعلان	
اسلام اور قرآن کا مذاق اڑانے والوں کی مجالس کے بائیکاٹ کا حکم	۳۲۹
منافقین کی دورخی	
منافقین کی علامات اور دغابازی کی سزا	
کافروں سے دوستی نفاق کی دلیل ہے	
توبہ کرنے والوں کو بڑا ثواب ملے گا	۳۳۰
عذاب تو سرکش اور نافرمانوں کو ملتا ہے	
......☆☆......الحمد للہ ۵ پارہ ختم ہوا......☆☆......	۳۳۰
پارہ نمبر:٦	۳۳۱
ظلم کی شکایت اور حکایت جائز ہے	۳۳۲

معاف کرنا افضل ہے
تفریق کرنے والے پکے کافر
سب رسولوں کو ماننے والے پکے مسلمان
یہودیوں کے عناد اور سرکشی کی جھلکیاں
قول یہود کی تردید اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر ہونے کی تصریح ۳۳۴
حیات عیسیٰ علیہ السلام ۳۳۵
دنیا اور آخرت میں یہود پر سختی کی وجہ
یہود میں سے ایمان لانے والوں کو ثواب عظیم ۳۳۶
وحی کی عظمت اور کفار کے بیہودہ شبہات کا رد
وحی الٰہی قرآن کو نہ ماننے والا عذاب عظیم کا مستحق ہے
نزول وحی کی متعدد صورتیں ۳۳۶
پیغمبروں کی آمد کا مقصد ۳۳۸
وحی کا تسلسل، عظمت قرآن اور شرف مصطفیٰ
رسول ﷺ کی بات ماننے میں ہی خیریت ہے
شرک، غلو فی الدین کی ممانعت اور تثلیث کی تردید
اللہ واحد ہے اولاد اور شریک سے منزہ ہے ۳۳۹
بندگی پر ثواب عظیم اور سرکشی پر عذاب عظیم ۳۴۰
قرآن مجید ہدایت کیلئے کافی اور وافی ہے
کلالہ کی میراث کا بیان ۳۴۱
احکام ربانی گمراہی سے حفاظت اور ہدایت کا سامان ہیں
مسائل دینیہ کے استفسار کی ترغیب اور فوائد
اہل کتاب اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نمایاں فرق ۳۴۲
سُورَۃُ المَائِدَۃ ۳۴۴
ایفائے عہد کی ترغیبی ہدایت
حلال جانوروں سے انتفاع کی اجازت
حرم اور حالت احرام میں شکار جائز نہیں ۳۴۵
خدائی اختیار
شعائر کی بے حرمتی مت کرو
ادب والے مہینوں میں خصوصی احترام کی ہدایت ۳۴۶
"ہدی" سے تعرض ممنوع
عازمین حج و عمرہ کی تعظیم و احترام
عداوت کے جوش میں حد سے تجاوز نہ کرو
زیادتی روکنے کی تدبیر
اندیشۂ عذاب
حرام جانور اور حرمت کی وجہ ۳۴۷
تھان کی وضاحت
جوئے کے تیر اور شرکیہ رسم کی حرمت ۳۴۸
خشیت الٰہی اور شان تقویٰ پر کاربند رہنے کی تلقین
دین قیم کی تکمیل و تعمیم کا اعلان ۳۴۹
بیش بہا احسان کا جانفزا تذکرہ
رضائے ربانی میں ہی نجات ہے
تنبیہ
بے بس اور لاچار پر خدائی مہربانی
ستھری اور پاکیزہ چیزیں حلال ہیں ۳۵۰
شکاری جانور میں ضروری شرائط
خدا کو مت بھولو
پاکیزہ نعمتیں ہمیشہ کیلئے حلال
غیر مرتد اہل کتاب کا ذبیحہ ۳۵۱
ایک عمدہ وضاحت
وضو کی ضرورت و فضیلت ۳۵۲
سر کا مسح ۳۵۳
وضو میں پاؤں کا حکم
غسل جنابت
تیمم کی اجازت
تنبیہ
تنگی کی بجائے آسانیاں
آسانیوں پر شکر کرنا چاہئے ۳۵۴
ادائیگی حقوق کی ترغیب ۳۵۵
عدل و انصاف کی تاکید
تقویٰ اور تحصیل تقویٰ
احسان عظیم اور مومنانہ سیاست ۳۵۶
بارہ سرداروں کا تذکرہ ۳۵۷
خبردار رہو ۳۵۸

بنی اسرائیل سے عہد
خدا کو قرض دینے کا مطلب
خوشنودی اور قرب حق کا انعام
عہد شکنی کی جھلک
عہد شکنی کی سزا
برا نتیجہ
یہودیوں کی خیانات کا تسلسل ۳۵۹
لفظ نصاریٰ کی تشریح
نصاریٰ کی عہد شکنی و بے وفائی
آپس میں دائمی بغض و عداوت
ضروری وضاحت ۳۶۰
یہود و نصاریٰ کو خطاب
نصاریٰ کا کفریہ عقیدہ ۳۶۱
کفریہ عقیدہ کی تردید
خدا کے چہیتے ہونے کا دعویٰ ۳۶۲
دعویٰ مذکورہ کی تردید
اہل کتاب کو درستگی عقیدہ اور ایمان کی ترغیب ۳۶۳
ہادی برحق کی آمد ۳۶۴
تذکیر احسان
اجرائے نبوت کا احسان
آزادی و بادشاہت
دور موسوی میں نوازشات
یہودیوں کی بزدلی اور پست ہمتی ۳۶۵
مسلمانوں اور یہودیوں میں فرق ۳۶۶
ہابیل و قابیل کا قصہ
ایک عمدہ بات ۳۶۷
سیدنا عثمان رضی اللہ عنہ کی منقبت ۳۶۸
آیت کا صحیح مطلب اور ہابیل کی استقامت
سرائی سزا
کوے کے ذریعہ تنبیہ
اب پچھتائے کیا ہوت ۳۶۹
ناحق قتل، انسانیت کا قتل عام ہے ۳۷۰
شیوۂ یہود
فساد اور بدامنی پھیلانے کی سزا
حقوق العباد محض توبہ سے معاف نہیں ہوں گے
تنبیہ ۳۷۱
"وسیلہ" کی تفسیر
جہاد اور امن قائم کرنے کا حکم ۳۷۲
آخرت میں کامیابی کا نسخہ
کافروں کیلئے دائمی عذاب
چوری کی سزا
سزا کا مقصد
غلبہ و حکمت کی دلنشین تعبیر ۳۷۳
قبولیت توبہ اور ضروریات توبہ
کلی اختیارات اللہ کے پاس ہیں ۳۷۴
یہود کی حدود اللہ میں تحریف کا مفصل واقعہ
اللہ ہی سب چیزوں کا خالق ۳۷۵
یہود کی محرومی اور اس کے اسباب
تسلی رسول اور حکم انصاف ۳۷۶
یہود کی بے دینی
تورات روشنی تھی ۳۷۷
تورات میں آئین ہدایت تھا
تورات دنیا پرستوں کے ہاتھوں تحریف کے بعد ضائع ہوئی
آسمانی کتاب میں تحریف کی ممانعت اور مسلمانوں کی برتری
حقیقی کافر یا عملی کافر ۳۷۸
قصاص کا حکم
معاف کرنا گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے
یہود کی حکم قصاص میں عملی مخالفت
تورات کی تصدیق
عیسائیوں کی تنبیہ ۳۷۹
کتب سابقہ کے مضامین کی محافظت اور تکمیل
رشوتی اسلام اور آپ ﷺ نے ناانصافی کو مسترد کر دیا ۳۸۰
محمد ﷺ کی شان عصمت اور انبیاء علیہم السلام کی معصومیت کا مطلب
شریعتوں میں فروعی اختلاف کی حقیقت

اختلاف کی حکمت	۳۸۱	الوہیت مسیح و مریم کا ابطال	
"توصول الی اللہ" کا نسخہ		تمام مشرکین کا رد	
مجرم کو کچھ سزا دنیا میں بھی ملتی ہے		دین میں مبالغہ	
تسلی رسول	۳۸۲	بے بنیاد عقیدہ	۳۹۷
یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستانہ تعلقات جائز نہیں		انبیاء کی زبانی بنی اسرائیل پر لعنت	
کفار آپس میں دشمنی کے باوجود مسلمانوں کے خلاف ایک ہو جاتے ہیں		برائی کی روک تھام نہ کرنے سے عذاب عام کا اندیشہ	
		دشمنانِ اسلام سے دوستی قبیح حرکت ہے	
منافقوں کے یہودیوں سے تعلقات	۳۸۳	......☆☆......الحمدللہ ۶ پارہ ختم ہوا......☆☆......	۳۹۸
غلبہ اسلام اور منافقین کی فضیحت کی پیشگوئی		پارہ نمبر: ۷	۳۹۹
اسلام کی ابدی بقا و حفاظت کی پیشگوئی	۳۸۴	دور نبوی میں عیسائی یہود و مشرکین سے بہتر تھے	۴۰۰
مسلمانوں کے اصلی دوست	۳۸۵	عالمگیر مذہب کا بے نظیر اعتدال	۴۰۱
منقبت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تسلی مومنین		قسم کے احکام	۴۰۲
کفار سے دوستی نہ رکھنے کا تاکیدی حکم		کفارہ کی وضاحت	
پیغمبر اسلام ﷺ کی گستاخی کرنے والا جل مرا		عظیم احسان	
اہل کتاب کی مسلمانوں سے ضد صرف اسلام کی وجہ سے ہے	۳۸۶	شراب کی حرمت	
یہودی خود ہی اپنی طعن و استہزاء کے مستحق ہیں	۳۸۷	شراب اور جوئے کے نقصانات	۴۰۳
یہود و نصاریٰ کے مضحکہ انگیز افعال و حرکات		ایک سوال کا جواب	۴۰۴
یہودی عوام کی زبوں حالی اور حرام خوری		حالتِ احرام میں شکار کی ممانعت	۴۰۵
یہودی خواص گونگے شیطان		حالت احرام میں شکار کرنے کی سزا اور اس کی وضاحت	۴۰۶
اللہ کی شان میں یہود کی گستاخیاں	۳۸۸	دریائی شکار کی اجازت	
اللہ کی طرف صفات جسمانیہ کی نسبت کا مطلب	۳۸۹	کعبہ شریف کی عظمت و حرمت	۴۰۷
اللہ ہی خوب جانتا ہے		طیب اور خبیث یکساں نہیں	۴۰۸
مزاج کی خرابی	۳۹۰	فضول اور بے ضرورت سوالات کی ممانعت	۴۰۹
مسلمانوں کی کامیابی کا راز		اصل اشیاء میں اباحت ہے	
ایمان و تقویٰ کی برکات		جاہلانہ رسمیں اور شعائر شرک	۴۱۰
قرآن پر عمل تورات و انجیل کو قائم رکھنا ہے	۳۹۱	جاہلوں کی راہ چلنا عبث ہے	۴۱۱
رسول اللہ ﷺ کو فرض منصبی کی انجام دہی کا حکم اور وعدۂ حفاظت		وضاحت اور تنبیہ	
حقیقی کامیابی کا معیار	۳۹۳	وصیت کے احکام و ہدایت	۴۱۲
خدا سے غداری	۳۹۴	شان نزول	
نصاریٰ کا شرک		محشر میں پیغمبروں سے سوال	۴۱۳
عجیب و غریب عقیدۂ تثلیث	۳۹۶	جواب اور جواب کا مطلب	
منصب نبوت صرف مردوں میں		تذکیر احسانات	۴۱۴

فضائل مسیح علیہ السلام	
یہود کی ناکامی	۴۱۵
حواریوں کی فرمائش	
حکمت بھرا نا "ناصحانہ" جواب	۴۱۶
فرمائش کی وجہ	
نزول خوان کی دعا اور یوم نزول کو تہوار بنانے کی درخواست	۴۱۷
ناشکری پر سرزنش اور مسلمان کیلئے عبرت	
قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سوال برائے توبیخ نصاریٰ	
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب	۴۱۸
حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ توحید	
تنبیہ	
معروضات عیسیٰ علیہ السلام	۴۱۹
سُوْرَةُ الْاَنْعَام	۴۲۰
اجمالی تعارف	
بے مثال تخلیقات کا حقیقی خالق صرف اللہ ہے	
تخلیق انسانی اور انجام سے پورے عالم کی فنا پر استدلال	۴۲۱
اللہ کی قدرت واسعہ	
اللہ جل شانہ کا علم محیط	
جھٹلانے والوں کو تنبیہ	
سابقہ اقوام کے انجام سے عبرت انگیزی کا سبق	۴۲۳
مشرکین مکہ کا عناد	
عظیم الشان فرمائش کا حکیمانہ جواب	
لاجواب جواب	
تسلی رسول ﷺ	
سیر وسیاحت کا مقصد	
قیامت برحق ہے	
مدد صرف اللہ سے	۴۲۴
غیر اللہ سے مدد طلب کرنا انتہائی حماقت ہے	۴۲۵
افضل البشر ﷺ کو اطاعت کا حکم	
عذاب الٰہی سے بے فکری کسی کو زیب نہیں	
عذاب الٰہی سے مامون ہونا ہی بڑی کامیابی ہے	
تکلیف اور راحت حکم حقیقی کے قبضہ میں ہے	
سب سے بڑی گواہی اللہ کی ہی ہے	
شرک سے بیزاری کا اعلان	
تنبیہ	
صداقت رسول ﷺ اور اہل کتاب کی محرومی	۴۲۶
ظالموں کو بھلائی نصیب نہیں ہوگی	۴۲۷
مشرکین کا جھوٹ	
مشرکین کی بے چارگی اور درماندگی	
مشرکین کا طرز عمل اور اس کا وبال	
مشرکین کی حماقت	۴۲۷
مشرکین کی ساری شیخی کافور	۴۲۹
تمنائے مشرکین کی حقیقت	
مشرکین جھوٹے ہیں سرکشی سے باز نہیں رہیں گے	
شقاوت اور بدبختی	۴۳۰
اصلی گھر اور حقیقی زندگی	
آپ ﷺ کو تسلی اور اشقیاء کو دھمکی	
کفار کا مخصوص مطالبہ اور آنحضرت ﷺ کو محبت آمیز تنبیہ	
قوانین حکمت کا تقاضا	۴۳۱
فرمائشی معجزات نہ دکھلانے کی حکمت	
جھٹلانے والوں کی بے اعتدالیاں	۴۳۳
مصیبتوں میں اللہ ہی دستگیری کرتے	
مجرم کیلئے بچاؤ کا راستہ	
پیغمبروں کی آمد کا مقصد	۴۳۴
منصب رسالت کی حقیقت	۴۳۵
نبی اور غیر نبی میں فرق	
نصیحت اور ہدایت قرآنی سے نفع حاصل کرنے والے قابل توجہ ہیں	
خدا کی عبادت اور رضا جوئی میں مشغول رہنے والوں کی قدردانی	
مومنین کی دلجوئی	۴۳۶
تنبیہ	۴۳۷
مجرمین کیلئے پیغام	
سب کچھ اللہ کے قبضہ میں ہے	
تنبیہ: غیب کی چابیاں اور خزانے صرف اللہ کے پاس ہیں	
طعن اور استہزاء کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت	۴۴۱

معنی کی وضاحت
عذاب الٰہی سے کوئی نہیں چھڑا سکتا
مسلمان کی شان اور سیدھی راہ
موحد مسلمان کا طرز عمل ۴۴۲
حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام ۴۴۳
صریح گمراہی
تکوینی عجائبات اور اس سے استدلال
نجوم سے توحید پر استدلال ۴۴۴
قوم کی جدل و بحث کا جواب ۴۴۵
قوم کے ڈراوے کا جواب
اصولی جواب
ایمان اور ظلم کی تفسیر
شان ابراہیم علیہ السلام ۴۴۷
شان نوح علیہ السلام
ہم سنگ و مشابہ انبیاء علیہم السلام
شرک کی نحوست
صحابہ کی شان استقامت
تمام انبیاء علیہم السلام کا دستور اساسی ایک ہے ۴۴۸
کفار کا نزول وحی سے انکار
عظمت تورات اور نزول وحی کا استدلال
عظمت قرآن ۴۵۰
ام القریٰ
خدا پر بہتان باندھنے والا سخت ظالم ہے
سخت ظالموں پر موت کی سختی اور ذلت و رسوائی
مظاہر قدرت اور توحید کے دلائل
انسانوں کے تدریجی ٹھکانے ۴۵۱
عظیم دلائل قدرت سے سلسلۂ وحی و نبوت کا اثبات ۴۵۲
جنوں کو شریک قرار دینے کا مطلب
اللہ شریک سے بے نیاز ہے ۴۵۴
دعوت فکر و عبرت
رویت باری تعالیٰ
اندھا بننے سے اپنا ہی نقصان ہوگا ۴۵۵

آیتوں کی تفہیم میں مختلف انداز اختیار کرنے کی وجہ
تکوینی حکمت کی وضاحت
باطل معبودوں کو سب و شتم نہ کرو
دنیا دار امتحان ہے
فرمائشی معجزات کا مطالبہ اور جواب ۴۵۶
کفر و سرکشی کا نتیجہ

......☆☆......الحمدللہ ۷ پارہ ختم ہوا......☆☆......

پارہ نمبر: ۸ ۴۵۷
تعنت اور عناد کا کرشمہ ۴۵۹
نیکی اور بدی کی حریفانہ جنگ کی حکمت اور تسلی رسول ﷺ
شیاطین کی فریب زدہ دلدل اور پھنسنے والے شکار
مسلمان کیسے شیطانی وساوس اور اوہام کا شکار ہو سکتا ہے
ذبیحہ کے مسئلہ پر کفار کی نکتہ چینی کا جواب ۴۶۰
ذبیحہ اور مردار میں فرق ہے
ایسا کبھی نہیں ہو سکتا
باطل حیلوں سے عاقبت خراب ہوتی ہے ۴۶۱
کفار کی مکاری اور متکبرانہ حیلہ جوئی کی ایک مثال ۴۶۲
نشان ہدایت
آخرت میں شیطان کی پوجا کرنے والے مشرکین کا عذر ۴۶۳
ایک عمدہ وضاحت
دوزخ میں ظالموں کے طبقات ۴۶۴
اشکال اور جواب
جیسا عمل ویسا ہی معاملہ ہوگا
اللہ بے پرواہ ہے اور نہ ماننے والوں پر اس کا عذاب اٹل ہے ۴۶۵
ظالموں کا انجام بھلا نہیں ہو سکتا ۴۶۶
مشرکین کی جاہلانہ تقسیم کار
قتل اولاد کی شناعت
مشرکین کی خرافات پر سزا کی خوشخبری
مناسب وقت پر مناسب سزا مل کر رہے گی ۴۶۸
غلوں اور پھلوں کے احکام
شیطان کے قدموں پر چلنے کا مطلب
تحلیل و تحریم خدائی منصب ہے ۴۶۹

یہودی کی شرارتوں پر احکام میں سختی کی سزا ۴۷۰
مشرکین کی دلیل اور اس کے جوابات ۴۷۱
مفلسی کے ڈر سے اولاد کو قتل نہ کرو، رزق دینے والا اللہ ہے ۴۷۴
نظر بد سے اجتناب
حرام چیزیں
یتیم کے مال کی حفاظت کا حکم
اتمام نعمت
اتباع قرآن کا حکم ۴۷۵
سارا جہاں قرآن کا مخاطب ہے ۴۷۶
تنبیہ
سورج کا مغرب سے طلوع ہونا
تنبیہ ۴۷۷
فرقہ بندی کی مذمت و برأت
نیکی اور برائی کی جزاء و سزا ۴۷۸
مقام مصطفیٰ ﷺ
کوئی شخص دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا ۴۷۹
انسانوں میں درجات
درجات کے اعتبار سے معاملہ ہوگا
سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ ۴۸۱
"حرج" کی تفسیر
قرآن پیغام نصیحت ۴۸۲
غور و فکر کی دعوت
گذشتہ اقوام پر عذاب اور ان کا اعتراف جرم
تنبیہ
روز محشر امتوں اور رسولوں سے سوال ہوگا
اللہ اپنے علم ازلی سب کچھ لوگوں کے سامنے عیاں کر دیں گے
قیامت کے دن وزن اعمال اور اشکال کا جواب ۴۸۳
آیات کی حق تلفی ۴۸۴
احسانات و انعامات الٰہیہ کا تذکرہ اور شکر گزاری کی ترغیب
فرشتوں کی فرمانبرداری اور شیطان کا گھمنڈ و مکالمہ اور خاکی و
ناری میں فرق
بڑا بول بولنے کی بدولت جنت سے خروج ۴۸۵

تنبیہ
تخلیق عالم اور ابلیس کو مہلت دینے کی حکمت
دشمنی کا اظہار ۴۸۶
طریقۂ واردات
ناشکروں کا انجام
شجر ممنوعہ ۴۸۷
اغوائے شیطانی اور لغزش
لباس بہشتی کا اترنا ۴۸۸
برہنہ ہوتے ہی لباس کی فکر کرنا فطری حیا کا پتہ دیتا ہے
زمین پر اترنے کا حکم
عمدہ وضاحت ۴۸۹
نزول لباس کا مطلب
معنوی پوشاک
شیطان کے حملوں سے بچنے کی تدبیر
تنبیہ ۴۹۰
برائی و بے حیائی کی تعلیم شیطان کی طرف سے ہے
انصاف و اعتدال کا حکم ۴۹۱
نماز اور تمام عبادات کو درست طریقہ سے ادا کرنے کا حکم
اخلاص و استقامت کی ضرورت
گمراہ لوگوں کی گمراہی
تنبیہ
اہل جاہلیت کے خیالات فاسدہ کی تردید اور طب و حکمت کا خلاصہ
دنیا و آخرت کی تمام نعمتیں اصلاً مومنین کیلئے ہی ہیں ۴۹۳
ایک شبہ اور اس کا جواب
انبیاء کی پیروی کا حکم اور ماننے اور نہ ماننے والوں کا انجام ۴۹۳
سب سے زیادہ ظالم افراد ۴۹۵
جو کچھ مقرر ہو چکا ضرور ملے گا
موت کے وقت ملائکہ کا کفار سے مکالمہ
دوزخیوں کی ایک دوسرے پر لعنت ۴۹۶
دگنے عذاب کا مطلب
بڑوں کا چھوٹوں کو جواب
موت کے بعد ارواح کا حال

کفار جنت میں داخل نہیں ہو سکتے	
قدرت وطاقت سے زائد کا مطالبہ نہیں	۴۹۷
اہل جنت کے دلوں کی صفائی	
دخول جنت کا حقیقی سبب خدا کی رحمت کاملہ ہے	۴۹۸
جنتیوں اور دوزخیوں کا مکالمہ	
جنت اور دوزخ کے درمیان آرزو	
اعراف اور اصحاب اعراف کی آروز	
اعراف والوں کی حالت	۵۰۰
بدحواس دوزخیوں کی اہل جنت سے فریاد اور ان کا جواب	
آخرت میں کفار کا پچھتاوا	۵۰۱
زمین وآسمان کی تخلیق کی مدت	
"استویٰ علی العرش" کی وضاحت اور دیگر صفات باری سے متعلق	
ایک تنبیہ	
رات اور دن میں تعاقب اور ایمان افروز تنبیہ	۵۰۲
"خلق" اور "امر"	۵۰۳
دعا مانگنے کا طریقہ	
ادب ملحوظ رہے	
عبادت میں مشغول رہو	۵۰۴
ہر چیز پر مکمل حکومت صرف رب العالمین کی ہے	
بت پرستی کی ابتداء اور حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ	۵۰۵
حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو جواب	۵۰۶
استفہام خداوندی	
بت پرستی، تکذیب اور بغاوت کے سبب عذاب الٰہی کا نزول	
عاد اور قوم عاد	
حضرت ہود علیہ السلام کی تبلیغ	
قوم کے سرداروں کی یاوہ گوئی	
حضرت ہود علیہ السلام کا جواب	
قوم کو نصیحتیں	۵۰۸
قوم کی ہٹ دھرمی پر وعید	
قوم عاد کا انجام	
حضرت صالح علیہ السلام سے قوم ثمود کے مطالبہ پر اونٹنی کا معجزہ	
حق وصداقت کی خصوصی نشانی اونٹنی کے بارے میں تاکیدی حکم	۵۰۹
متکبرین اور کمزور لوگوں کے درمیان مکالمہ	۵۱۰
معجزاتی اونٹنی اور اس کا قتل	
قوم ثمود کی ہلاکت	
حضرت صالح علیہ السلام کی ہجرت اور خطاب	
حضرت لوط علیہ السلام کی اہل سدوم کی طرف بعثت اور قوم کی شرمناک بیماری اور جامعین بائبل کی ناپاک جسارت	
قوم پر حیوانیت کا غلبہ	
قوم کی شرانگیزی اور تدبیر خداوندی	۵۱۱
قوم لوط پر عذاب	۵۱۲
مقام عبرت	
خطیب الانبیاء حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قوم میں	
حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت	
حق تلفی اور فساد فی الارض کسی ایماندار کا کام نہیں ہو سکتا	
قوم کی حالت	
احسان فراموشی پر تنبیہ	
......☆☆......الحمد للہ ۸ پارہ ختم ہوا......☆☆......	
پارہ نمبر:۹	۵۱۳
"عود" کا معنی	۵۱۴
یہ کیسے ہو سکتا ہے؟	
نجات کی صورتیں	
حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنے رب سے رجوع	
قوم شعیب پر تین طرح کے عذاب	۵۱۵
خراب انجام	
اللہ کی طرف سے آزمائش کے طریقے	۵۱۶
ایمان وتقویٰ کی عظیم برکات	
کفر وتکذیب پر وعید	
مومن کی شان	
گذشتہ واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور انکار دلوں پر مہر کا سبب ہے	۵۱۷
تنبیہ	
بعثت موسیٰ علیہ السلام	۵۱۸
سب سے بڑا مفسد	

بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ
عصائے موسیٰ کا کمال
ید بیضا کی تابانی
معجزات کی ہیبت ٥١٩
فرعونیوں کی مشاورت
مقابلہ کیلئے جادوگروں کو بلانے کا مطالبہ اور اس پر عمل ٥٢٠
جادوگروں اور انبیاء میں فرق
فرعون کا جادوگروں کو لالچ دینا
موسیٰ علیہ السلام سے جادوگروں کا مطالبہ
مقابلہ کا آغاز اور موسیٰ علیہ السلام کا انتخاب
اعجاز موسوی نے سحر کو مایوس کن شکست سے دوچار کر دیا
فرعونیوں کی ذلت اور جادوگروں کا قبول ایمان
کھلی شکست کے بعد فرعون کی سیاسی چال ٥٢١
فرعونیوں کی دھمکیاں اور نومسلموں کی استقامت بے مثال ٥٢٢
مومنین کا فرعون کو جواب اور رب سے مناجات
فرعونی لیڈروں کی بوکھلاہٹ اور تشدد کی ترغیب
فرعون کے تجویز کردہ خدا
بنی اسرائیل کو خوفزدہ کرنے کیلئے سفاکانہ اسکیم
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وعظ: استعانت باللہ اور صبر کی تلقین
قوم کی حالت زار ٥٢٣
تسلی مومنین
فرعونیوں کی آزمائش ٥٢٤
فرعونیوں کی ہٹ دھرمی اور عظیم الشان بلاؤں کا تسلط
طرح طرح کے عذاب اور فرعونیوں کی سرکشی و بد عہدی
حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست ٥٢٥
عمومی وبا اور بالآخر فرعونیوں کا غرق ہونا ٥٢٦
بابرکت زمین کی وراثت
بنی اسرائیل اور فرعونیوں کے حالات کی تبدیلی
بت پرست کون تھے؟
بے ہودہ اور جاہلانہ درخواست کی وجہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت ٥٢٧
قوم سے استفسار

آسمانی شریعت کا مطالبہ
حضرت ہارون علیہ السلام پر نیابت کی ذمہ داری ٥٢٨
دیدار باری کی درخواست ٥٢٩
درخواست کا جواب اور دیدار خداوندی کی تحقیق
پہاڑ پر تجلی اور بشری کمزوری کی طرف لطیف اشارہ ٥٣٠
پہاڑ کی شکستگی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بے ہوش ہونا
اعتراف تقصیر
انعامات الٰہیہ
عطیہ خداوندی
ہدایات پر عمل کا تاکیدی حکم
تنبیہ
تکبر کی سزا
جھٹلانے والوں کا انجام ٥٣٢
زیور اور بچھڑا
بچھڑے کی بے معنی آواز
بنی اسرائیل کی ندامت
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو ڈانٹ ٥٣٣
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو ڈانٹ
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت ہارون علیہ السلام سے باز پرس
حضرت ہارون علیہ السلام کی معذرت
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا استغفار
گوسالہ پرستوں اور مرتد کی سزا ٥٣٤
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ستر سرداروں کے ساتھ کوہ طور پر حاضری کا واقعہ ٥٣٥
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا ٥٣٦
لفظ "امی" کی تحقیق
کتب سابقہ میں تذکرہ مصطفوی
سابقہ ادیان کی بہ نسبت دین مصطفوی میں آسانیاں ہیں
محمد ﷺ کی نبوت عالمگیر ہے ٥٣٨
یہودی حق پرست گروہ
بنی اسرائیل کی بارہ جماعتیں
نبی اکرم ﷺ کو خطاب
یہودیوں پر آزمائش اور نافرمانی کی سزا

حکم الٰہی کے خلاف حیلہ بازی کا وبال ۵۳۹
ناصحین کا جواب
ناصحین کی نجات اور ظالمین پر عذاب
ذلیل بندر بنا دیئے گئے ۵۴۰
دائمی محکومانہ زندگی
شرارت پر سزا اور ندامت پر بخشش کی ہوا
احوال عبرت
توبہ کے مواقع
یہود کی تحریف اور خوش فہمی
تورات کے بارے میں اللہ کا عہد اور یہود کی بے عقلی ۵۴۲
یہود کیلئے بشارت ۵۴۳
یہودیوں پر پہاڑ
تمام ادیان سماویہ کی بنیاد خدا کی "ربوبیت عامہ" کا عقیدہ ہے
بلعم بن باعوراء کا عبرتناک واقعہ اور انجام ۵۴۴
محض علم نجات کے لئے کافی نہیں ۵۴۵
اشکال اور جواب ۵۴۶
جانوروں سے بدتر
اسماء حسنیٰ کے ساتھ دعا کی ترغیب اور کجروی کی ممانعت
امت محمدیہ کی انفرادیت
جھٹلانے والوں کی بتدریج
غور وفکر کی دعوت ۵۴۷
ہدایت اور ضلالت اللہ کے قبضہ میں ہے ۵۴۸
وقوع قیامت کا حقیقی علم صرف اللہ کو ہے
نبی اکرم ﷺ کے بارے میں لوگوں کا گمان اور اللہ کا جواب
سید الانبیاء ﷺ کیلئے اختیار مستقل اور علم غیب ثابت نہیں
مشرک اور وہم شرک افعال واسماء کی مذمت ۵۵۰
تنبیہ ۵۵۱
بتوں کی مذمت اور مشرکین کو چیلنج
مشرکین کی دھمکیوں پر آنحضرت ﷺ کا جواب ۵۵۲
عفو اور درگزر کی ہدایت
متقین اور غیر متقین میں فرق
کفار کا تمسخر اور اللہ رب العزت کا جواب

قرآن سننے کے آداب ۵۵۳
ذکر اللہ کے آداب
رب کے ذکر سے غفلت ممنوع ۵۵۴
سورۃ الانفال ۵۵۵
غزوہ بدر پس منظر اور جہاد اقدامی و دفاعی
مال غنیمت کی تقسیم اور پکے مسلمانوں کے اوصاف ۵۵۷
تنبیہ ۵۵۸
غزوہ بدر میں کفار سے جنگ کی حکمت ومصلحت
مدد کیلئے اترنے والے فرشتوں کی تعداد ۵۵۹
مشکل حالات میں ثابت قدمی پر اللہ کے انعامات
معرکہ بدر میں شیاطین اور فرشتوں کے لشکر ۵۶۰
جہاد سے بھاگنے کی مذمت اور حکم ۵۶۱
جہاد میں پیچھے ہٹنے کا حکم
امام المجاہدین ﷺ کا کنکریاں پھینکنا
کفار مکہ سے خطاب ۵۶۲
اہل ایمان کو اللہ اور رسول کا فرمانبردار ہونا چاہئے
کفار کی حالت اور مومن صادق کی شان
کفار جانوروں سے بھی بدتر ہیں ۵۶۳
کفار میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے ۵۶۳
جہاد دراصل زندگی ہے ۵۶۴
اطاعت میں تاخیر نہیں کرنی چاہئے
نیک لوگوں کی کاہلی کا وبال
شکرگزاری کا حکم
خیانت کی ممانعت اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ ۵۶۵
تقویٰ کے ثمرات
کفار کی تدبیریں اور ان کا انجام ۵۶۶
قرآنی آیات سن کر کفار کا ردعمل
مشرکین مکہ کی جہالت اور شقاوت ۵۶۷
اللہ تعالیٰ کی سنت
نزول عذاب سے دو چیزیں مانع
تنبیہ ۵۶۷
خانہ خدا کا متولی کون؟ ۵۶۸

کفار مکہ کی عبادت کا حال
زر کثیر کا خرچ بھی شکست سے نہ بچا سکا
اب بھی وقت ہے ۵۶۹
پیغمبروں کی تکذیب وعداوت سے تباہی
جہاد فی سبیل اللہ کا اولین مقصد
آخری مقصد
دلوں کا حال اللہ جانتا ہے ۵۷۰
صرف اللہ پر بھروسہ کریں
......☆☆......الحمد للہ ۹ پارہ ختم ہوا......☆☆...... ۵۷۰
پارہ نمبر: ۱۰ ۵۷۱
مال غنیمت کے مصارف اور احکام
فیصلہ کا دن اور فیصلہ کی کیفیات ۵۷۲
غزوہ بدر کی چیدہ چیدہ جھلکیاں اور اسباق
خواب اور تعبیر ۵۷۳
اللہ کے ذکر کی تاثیر
صبر واستقلال، فتح وکامیابی کی کنجی ہے
جہاد عظیم الشان عبادت ہے ۵۷۴
مشرکین کے پاس شیطان کی آمد اور دھوکہ دہی ۵۷۵
جہاد میں دلیری وشجاعت غرور نہیں، توکل ہے ۵۷۶
فرشتوں کی طرف سے کفار کی پٹائی
بد اعمالی کی سزا
قدیمی دستور
خدا سے بغاوت کی سزا ۵۷۷
بد عہدی کی مذمت
ایفائے عہد کی تاکید اور عہد شکنوں کو نشان عبرت بنانے کا حکم
خدا کے سامنے کفار کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی ۵۷۸
اسلحہ کی تیاری وفراہمی اور توکل کا مطلب ۵۷۹
فتح وظفر کا اصلی سبب
جہاد میں مال خرچ کرنے کی ترغیب
حسب صوابدید کفار سے صلح کی اجازت
عہد شکنی کی صورت میں خدا کی مدد کافی ہے
باہمی الفت اللہ کا انعام ہے

اللہ کافی ہے ۵۸۰
جہاد کی ترغیب اور نصرت کا وعدہ ۵۸۱
تنبیہ
دوگنی تعداد پر غلبہ کا وعدہ
بدر کے قیدیوں کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی رائے کی تائید ۵۸۲
غلطی پر تنبیہ اور سزا سے مانع چھ باتیں ۵۸۳
مال غنیمت اللہ کی عطا ہے
قبول اسلام کا اظہار کرنے والے قیدیوں سے خطاب ۵۸۵
ہجرت کرنے اور نہ کرنے والوں میں فرق اور دار الحرب کے
مسلمانوں کے احکام
مسلمانوں میں باہمی تعاون ورفاقت بہت ضروری ہے
مغفرت اور رزق کریم کس کے لئے؟ ۵۸۶
مہاجرین کی فضیلت
سورۃ التوبۃ ۵۸۷
سورۂ انفال سے ربط اور سورۂ توبہ کے مضامین کا خلاصہ ۵۸۸
اعلان براءت اور چار ماہ کی مہلت ۵۸۹
توبہ نہ کرنے پر سزا
تنبیہ ۵۹۰
ایفائے عہد کا احترام
مہلت کے بعد کفار کے قتل اور تارک نماز ومانعین زکوٰۃ کا حکم
پناہ اور امن دینے کا حکم
اعلان براءت کی حکمت اور ایفائے عہد کی ترغیب ۵۹۲
مشرکین کا بیان کج روی
کفر سے توبہ پر اسلامی برادری میں شمولیت
کفر کے سرغنوں کو سبق سکھانے کا حکم
مشرکین کی شرارتیں اور بد عہد فسادی قوم سے بلا تامل قتال کا حکم
مشروعیت جہاد کی اصلی حکمت ۵۹۴
مساجد کی آبادی کا مطلب اور آباد کرنے والوں کے اوصاف ۵۹۵
جہاد افضل ترین عمل ہے ۵۹۶
تین چیزوں پر تین بشارتیں
جہاد وہجرت میں رکاوٹ بننے والوں سے دوستی کی ممانعت
ترک جہاد پر سزا کا اعلان ۵۹۷

غزوۂ حنین کا واقعہ ۵۹۸
کفار و مشرکین کے حدود حرم میں داخلے کی ممانعت ۶۰۰
نعم البدل
اہل کتاب کی قوت و شوکت کو توڑنے کا حکم
بعض یہود کا عقیدہ
اہل کتاب اور ان کے پیشواؤں کی حالت ۶۰۲
آفتاب اسلام چمکتا ہی رہے گا
دین اسلام غالب ہو کر ہی رہے گا
مشائخ اہل کتاب کا مکر اور مسلمانوں کو تنبیہ
بخیل دولت مند کا انجام
مہینہ آگے پیچھے کرنے کی رسم ۶۰۳
حرمت والے مہینوں میں جہاد ۶۰۴
تنبیہ
غزوہ تبوک اور جہاد کی ترغیب شدید ۶۰۶
غار ثور کا عظیم واقعہ ۶۰۷
تنبیہ
منافقین کی منافقت ۶۰۸
"عفا الله عنك"
جہاد سے بچنا بے ایمانی ہے
حالتِ منافقین اور وبالِ منافقت ۶۰۹
منافقت کی نحوست
ہیبت مسلم
منافقین ہاتھ ملتے رہ گئے ۶۱۰
بدترین انجام
منافقین کی عادت
منافقین کو حقیقت پسندانہ جواب ۶۱۱
منافق کا مال بھی قبول نہیں
مال قبول نہ ہونے کی وجہ
شبہ کا جواب اور مال و اولاد جیسی نعمتوں کی فراوانی میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان موازنہ
نفاق کی وجہ ۶۱۲
خود غرض منافقین کی طعنہ زنی ۶۱۳

زکوٰۃ کی تحقیق
ایذاء اور گستاخیٔ رسول ﷺ پر دردناک سزا کا اعلان ۶۱۴
منافقین کے نفاق کا پردہ فاش ہوگا ۶۱۵
منافقین کی ہرزہ سرائی اور بازپرس پر عذر لنگ ۶۱۶
خدا اور رسول کا استہزاء کفر عظیم ہے
نفاق و استہزاء کی سزا مل کر رہے گی
اللہ نے بھی منافقین کو بھلا دیا
منافقین سابقہ اقوام کے نقش قدم پر
سابقہ اقوام کا انجام ۶۱۷
اوصاف مومنین بمقابلہ اوصاف منافقین ۶۱۸
سب سے بڑی نعمت حق تعالیٰ کی رضا ہے
منافقین پر سختی کا حکم
منافقین کے کفر پر مہر تصدیق ۶۱۹
بدبخت منافقین کی ناپاک سازش
احسان فراموش منافقین اور بلند بخت "جلاس" ۶۲۰
ثعلبہ بن حاطب کا واقعہ
بری خصلت کا بھیانک انجام
خدا خوب جانتا ہے
منافقین کے طعن و استہزاء پر دردناک عذاب کی پیشگوئی ۶۲۱
منافقین کیلئے استغفار کا مطلب
گناہگار اور بداعتقاد میں فرق ۶۲۲
منافقین کو جہاد میں شرکت کرنے کی ممانعت ۶۲۳
منافقین کا جنازہ پڑھنا ممنوع
منافقین کا جہاد سے جان چرانا اور زمانہ امن میں زبان چلانا
وفادار اور غدار مومنین کا تذکرہ
دیہاتیوں کی دو جماعتوں کا تذکرہ
سچے معذورین کا بیان ۶۲۵
بے مثال شوق جہاد ۶۲۶
جھوٹے معذوروں کے دل پر خدائی مہر
......☆☆......الحمد اللہ (۱۰) پارہ ختم ہوا......☆☆......
پارہ نمبر ۱۱
عذر پیش کرنے والے منافقین کو جواب اور تنبیہ ۶۲۷

مضمون	صفحہ
منافقین پلید اور شریر ہیں	۶۲۸
مومن منافق سے دوستی نہیں کرسکتا	
کچھ تذکرہ دیہاتی بدوؤں کا	
استعداد وقابلیت کے موافق معاملہ ہوتا ہے	
دیہاتی منافقین کی حالت	۶۲۹
نبی ﷺ اور قرآن کی معجزانہ تاثیر اور دیہاتی مومنین کی حالت	
قبول اسلام میں سبقت کرنے والوں کا تذکرہ	۶۳۰
تنبیہ	
مدینہ اور اطراف مدینہ کے منافقین	
منافقین کے لئے متعدد عذابوں کا اعلان	
غزوہ تبوک میں حاضر نہ ہونے والے مسلمان	۶۳۱
صدقہ کے فوائد	۶۳۲
غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے والے تین قسم کے افراد	
مسجد ضرار اور منافقین کی شرارتیں	۶۳۳
مسجد قبا اور اہل قبا	۶۳۴
تقویٰ، یقین اور اخلاص سے استحکام ملتا ہے	۶۳۵
"ریبۃ" کی تفسیر	
سودمند تجارت	
سائحون کے مصداق اور مومنین کی صفات	۶۳۷
کفار ومشرکین کے لئے استغفار کی ممانعت	
تنبیہ	
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد کیلئے دعا واستغفار کی حقیقت	۶۳۸
اتمام حجت اور اظہار حق کے بعد انحراف گمراہی ہے	
غزوہ تبوک میں پیش آنے والی مشکلات اور صحابہ کا جذبہ ایثار و فداکاری	۶۳۹
خدا کی مہربانیاں	
غزوہ تبوک میں شرکت سے محروم رہنے والے تین مخلص مومن	۶۴۰
حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ کا واقعہ	
حضرت ابوخیثمہ رضی اللہ عنہ اور عشق نبوی ﷺ	۶۴۱
اچھی نیت کی برکت	۶۴۲
علم اور جہاد	
اقدامی ودفاعی جہاد میں ترتیب	۶۴۳
مومن کی شان	
خدا سے ڈرنے کی بدولت کفار پر غلبہ	
منافقین کی طرف سے استہزاء اور اس کا جواب	
منافقین کی بدباطنی	۶۴۴
منافقت کی نحوست سے قرآن سے دوری	
رسول اللہ ﷺ کی بعض صفات	
عظیم صفات اور جہاد کا مقصد	۶۴۵
فائدہ: آخری آیت مبارکہ کی عظیم الشان فضیلت	
سورۃ یونس	۶۴۶
سچی کتاب کی سچی باتیں	
انسانوں کی اصلاح کیلئے انسان کو مبعوث کرنے پر تعجب بے بنیاد ہے	۶۴۷
چھ دنوں میں آسمان وزمین کی تخلیق اور ہمارے لئے سبق	
نور وضیاء میں فرق	۶۴۸
چاند، سورج کے فوائد	
قدرت کی نشانیوں میں غور وفکر کی دعوت	۶۴۹
جنت میں تکمیل رغبت کی دعا	
جنتیوں کا سلام	
جنتیوں کا شکر	
خدا مجرموں کو مہلت دیتا ہے	
غفلت کی مذمت اور فراخی پر شرک کا ذکر اور سختی پر صبر کی ترغیب	۶۵۰
ظلم اور تکذیب کی سزا مل کر رہے گی	
نیابت کا اعلان اور مقصد نیابت	۶۵۱
قرآن میں من پسند ترمیم وتبدیلی کا مطالبہ	
بیہودہ مطالبہ کا جواب	
بے مثل حیات پیغمبر اور صداقت قرآن	
بتوں کی سفارش کا بے بنیاد عقیدہ، بے اصل اور غلط دعوے	۶۵۲
اللہ کا دین ہمیشہ سے ایک ہے	۶۵۳
فرمائشی مطالبات پر تنبیہ	
مشرکین کا حیلہ وفریب	
کفار اور سمندری طوفان	۶۵۴

تنبیہ:...... درس، عبرت اور حضرت عکرمہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ
شرارت کا وبال ٦٥٥
دنیوی زندگی کی مثال
دنیا فانی ہے، جنت کی طرف آؤ ٦٥٦
جنت میں دولتِ دیدار
فریقین میں نمایاں فرق ٦٥٧
باطل معبودوں کی کفار سے بیزاری
تنبیہ
حقیقی مالک کی پہچان ٦٥٨
ابتداءً اور دوراً انتہاءً پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے
مشرکین کے پاس اٹکل کے سوا کچھ نہیں ٦٥٩
قرآن صرف اللہ کا کلام ہے ٦٦٠
ایک سورت بنالانے کا چیلنج
تعصب اور قلت تدبر تکذیب قرآن سبب ہے
رسول اللہ ﷺ کو کفار سے بیزاری ٦٦٢
کفار دل کے اندھے و بہرے ہیں
بے اعتدالیوں کا نتیجہ
ہولناک احوال کا اثر
غلبہ اسلام کے وعدوں کا ایفاء
آگاہی سے پہلے سزا نہیں دی جاتی
خوفناک عذاب کیلئے جلدی مچانا قابل تعجب ہے
وقوعِ عذاب کے وقت ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں
موت کے بعد دوبارہ زندگی یقینی ہے
تنبیہ
قرآن اور نفس انسانی کی صفات و مراتب ٦٦٥
محمود بھی مذموم بھی ٦٦٦
حلت و حرمت کا حق اللہ کے سوا کسی کو نہیں ٦٦٧
تنبیہ
کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کے علم میں ہے
اولیاء اللہ کی خوف و حزن سے حفاظت
اولیاء اللہ کی تعریف ٦٦٨
اولیاء اللہ کیلئے بشارتیں

تسلی رسول ﷺ
سلطنت صرف خدائے واحد کی ہے ٦٦٩
آفتاب ہدایت کا ظہور
عیسائیوں کے شرک کا رد
جھوٹے عذاب کا مزہ چکھیں گے ٦٧٠
قصہ نوح علیہ السلام سے عبرت حاصل کرنے کی ترغیب اور تسلی رسول ﷺ
پیغمبرانہ استقامت
بے لوث خدمتِ تبلیغ ٦٧١
جھٹلانے والوں کا انجام
تکذیب حق کی نحوست
جرائم کی نحوست ٦٧٢
بے حیائی یا دیوانگی
سحر اور معجزہ
جادو کا کھیل
خدائی قدرت کے اظہار کا اعلان ٦٧٣
باہمت نوجوانوں کا تذکرہ
عمدہ وضاحت ٦٧٤
مومن کا کام
مظلوموں کی دعا
علیحدگی اور نماز کا حکم
مال و زر کی بہتات کی حکمت اور انجام ٦٧٥
حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بددعا
فرعونیوں کی غرقابی اور فرعون کا کلمہ ایمان ٦٧٦
تنبیہ
فرعون کی لاش بطور عبرت
یہود و نصاریٰ کا عروج و زوال
صداقت و حقانیت قرآن ٦٧٨
قوم یونس علیہ السلام کی توبہ و قبول ایمان
توفیق الٰہی اور نشاناتِ قدرت میں غور و فکر کے بغیر ایمان نہیں ملتا ٦٨٠
مومنین کے تحفظ کا وعدہ
توحید خالص کی تعلیم و تلقین

صرف اللہ کے قبضہ میں بھلائی اور تکلیف و راحت ہے	٦٨١
تسلی رسول ﷺ	
سُوْرَةُ هُوْدٍ	٦٨٢
عظیم الشان اور جلیل القدر کتاب	
مقصدِ قرآن	٦٨٣
استغفار اور رجوع الی اللہ کی برکات	
خدا کھلی چھپی چیز کو یکساں جانتا ہے	
تنبیہ:......شانِ نزول	٦٨٤
......☆☆......الحمدللہ گیارواں پارہ ختم ہوا......☆☆......	
پارہ نمبر:۱۲	٦٨٥
خدائی فضل اور روزی کی ذمہ داری	
"مستقر" اور "مستودع" اقوال وخلاصہ	٦٨٦
آسمان وزمین سے پہلے پانی کی تخلیق	
نظام عالم کی تخلیق وترتیب کا مقصد	
آزمائش کے بعد انعام وانتقام یقینی ہے	
نزول عذاب کے بعد تو بربادی ہی بربادی ہوگی	
انسانی کمزوری، ناشکری ومایوسی	٦٨٧
غفلت اور شیخی	
مستحق انعام اولوالعزم وفاداری ہیں	
تسلی رسول ﷺ	٦٨٨
قرآن کا کفار کو چیلنج	
تنبیہ	
کافروں کی خیرات وغیرہ کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے	
"شاہد" کی تفسیر	٦٩٠
قرآن کو نہ ماننے والے کی نجات نہیں ہو سکتی	
قرآن خدا کا سچا پیغام ہے	
راہِ خدا سے روکنے والوں پر خصوصی لعنت	٦٩١
منکرین اور مومنین میں نمایاں فرق	٦٩٢
دردناک دن	
حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا مکالمہ	
تنبیہ	٦٩٤
ربط	٦٩٥

کفار مکہ کا قصہ نوح علیہ السلام پر اعتراض	
رسول اللہ ﷺ کا جواب	٦٩٦
تسلی نوح علیہ السلام	
نوح علیہ السلام کو کشتی تیار کرنے کا حکم	
جہازی کشتی	
قوم کا استہزاء	
استہزاء کا جواب	
طوفانی پانی کا نزول وظہور	
تنبیہ	٦٩٧
"یام" اور "واعلہ"	
اہل ایمان کو کشتی میں سوار ہونے کا حکم اور دعا کا ثبوت	٦٩٨
بیٹے سے مکالمہ ونصیحت	
تنبیہ	
عظیم طوفان اور خاتمہ طوفان	
تنبیہ	
دعاء نوح علیہ السلام اور بیٹے کی غرقابی	٦٩٩
حضرت نوح علیہ السلام کی توبہ اور "ادب"	٧٠٠
تسلی، سلامتی اور برکت کا اعلان	
تبلیغ ہود علیہ السلام	
غباوتِ قوم	
ایمان کے ظاہری وروحانی فوائد	٧٠١
قوم ہود علیہ السلام کی کھلی ہٹ دھرمی	٧٠١
قوم کی بے وقوفی	٧٠٢
بیانگ دہل کلمۂ حق کا اعلان	
حقیقت کا برملا اظہار	
عذاب کی سموم آندھیاں	
درس عبرت	٧٠٣
تنبیہ	
لعنت کا طوق	
تنبیہ	٧٠٤
حضرت صالح علیہ السلام کا رجوع الی اللہ کی دعوت دینا	
قوم کی خام خیالی	

حقیقت پسندانہ جواب
قوم صالح علیہ السلام پر عذاب ۷۰۵
حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مہمان فرشتوں کی بشارت
مہمانوں کا کھانے سے انکار ۷۰۶
بیٹے اور پوتے کی بشارت
حضرت سارہ کے تعجب کا جواب ۷۰۷
تنبیہ
حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فرشتوں سے بحث
حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد ۷۰۸
شہوت پرست قوم کی بے حیائی
حضرت لوط علیہ السلام کی پیشکش
تنبیہ ۷۰۸
حضرت لوط علیہ السلام کی گھبراہٹ اور پریشانی ۷۰۹
فرشتوں کی طرف سے تسلی
عذاب الٰہی کی خبر
تباہ کن عذاب ۷۱۰
تنبیہ
عذاب الٰہی کے پتھر
درس عبرت
تنبیہ
حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم کو درس نصیحت
قوم شعیب علیہ السلام اور جاہلانہ دستور کی پیروی ۷۱۱
حضرت شعیب علیہ السلام کا حقانی عزم اور دعوت خیر ۷۱۲
توبہ کی اہمیت فضیلت
قوم کی ضد یا غباوت
قوم کی طعنہ زنی
تنبیہ
حضرت شعیب علیہ السلام کا جواب ۷۱۳
معجزات موسیٰ علیہ السلام ۷۱۴
فرعونیوں کی کجروی
فرعونیوں کا امام اور مقام
فرعون و فرعونیوں پر دائمی لعنت کا انعام

خلاصۂ کلام
گزشتہ اقوام کی ہلاکت کے اسباب ۷۱۵
مہلت کے بعد گرفت
سامان عبرت و نصیحت ۷۱۶
شقی و سعید کا انجام
تنبیہ
شرک کی سزا مل کر رہے گی ۷۱۷
کسب و اختیار کی آزادی میں آزمائش اور اس کی حکمت
احکام الٰہیہ میں استقامت کا حکم ۷۱۸
ظالموں کی طرف میلان اور جھکاؤ کی ممانعت
خدا کی طرف جھکنے کا حکم
تنبیہ
ناقابل فراموش ضابطہ اور نیکیوں کی برکت
اللہ تعالیٰ کی امداد حاصل کرنے کا طریقہ ۷۱۹
قوموں کی تباہی کا ایک اہم سبب
عذاب کب آتا ہے؟
حق پرستی کی برکت
آفرینش عالم کا مقصد ۷۲۰
قرآنی واقعات کی حکمت
عنقریب پتہ چل جائے گا ۷۲۱
تسلی رسول ﷺ اور حکم توکل
سورۃ یوسف ۷۲۲
واضح اور روشن کتاب ۷۲۳
فصیح و بلیغ قرآن اور پرشوکت زبان
شان نزول
خواب یوسف علیہ السلام
بیان خواب میں احتیاط کی نصیحت
تنبیہ ۷۲۴
نبوت کی پیشگوئی
روشن علوم کی پیشگوئی
آل یعقوب پر نعمتوں کی بارش
تنبیہ

قدرت باری کی عظیم نشانیاں اور سامان تسلی ۷۲۵
کوتاہ نظر بھائیوں کا حسد
بھائیوں کا منصوبہ ۷۲۶
"یہودا" کی رائے
باپ کے خدشات
بھائیوں کی درخواست
والد کے اندیشے ۷۲۷
بھائیوں کی تسلی
طے شدہ منصوبہ پر عمل اور تسلی کا اشارہ
بھائیوں کی جھوٹی آہ و بکا ۷۲۸
جھوٹی کہانی
خون آلود قمیص
حضرت یعقوب علیہ السلام کا مثالی جواب
تین دن کنوئیں میں
تین عزائم ۷۲۹
اٹھارہ دراہم میں فروختگی
مصر میں نیلام اور عزیز مصر کے پاس قیام ۷۳۰
ترقیات اور سر بلندیوں کا پیش خیمہ
تنبیہ
عظیم الشان علم و حکمت کا فیضان
پیغمبرانہ عصمت کے مقابلہ میں شیطانی جال پاش پاش
تنبیہ
تائید غیبی اور دونوں کے "ھمّ" میں فرق
رب کی برہان ۷۳۲
برہان کا مقصد
یوسف علیہ السلام بچ نکلنے میں کامیاب
زلیخا کا مکر اور الزام
حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں عظیم گواہی
شہر کی عورتوں کا زلیخا پر طعن ۷۳۳
عورتوں کا مکر ۷۳۴
حسن یوسف علیہ السلام اور صداقت یوسف علیہ السلام پر ایک اور مستقل دلیل
حضرت یوسف علیہ السلام کی کمال عصمت و عفت پر اقبالی ثبوت
عورتوں کی ملمع کاری اور یوسف علیہ السلام کی دعا ۷۳۵
دعا میں اچھی چیز کا سوال کرنا چاہئے ۷۳۶
یوسف علیہ السلام کیلئے قید کا فیصلہ
دو قیدیوں کے خواب
ایمان و توحید کی دعوت ۷۳۷
تنبیہ
مقام فکر
بہترین اسلوب دعوت
انکشاف حقیقت ۷۳۸
خوابوں کی تعبیر
حضرت یوسف علیہ السلام کو عتاب آمیز تنبیہ ۷۳۹
بادشاہ مصر کا خواب
درباریوں کا جھوٹا عذر ۷۴۰
دربار میں تذکرہ یوسف علیہ السلام
ساقی حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں
بادشاہ مصر کے خواب کی بھرپور تعبیر ۷۴۱
رہائی کے حکم پر جھوٹی تہمت کے کلی استیصال کیلئے صبر و استقلال کا مظاہرہ
اقرار جرم اور صداقت یوسف علیہ السلام ۷۴۲
......☆☆......الحمد للہ ۱۲ بارواں پارہ ختم ہوا......☆☆......
پارہ نمبر: ۱۳ ۷۴۳
حضرت یوسف علیہ السلام کی عاجزی و انکساری
تنبیہ
عزیز مصر سے ملاقات ۷۴۴
وزارت خزانہ کی سر براہی
حضرت یوسف علیہ السلام کی بادشاہت
بھلائی اور نیکی کا نتیجہ میٹھا پھل
برادران یوسف علیہ السلام کی آمد اور یوسف علیہ السلام سے ملاقات
بھائیوں کی مہمانی اور بنیامین کی طلبی ۷۴۶
پونجی کی واپسی
حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیٹوں کی درخواست
جواب یعقوب علیہ السلام

حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں سے عہد و پیمان اور اللہ پر بھروسہ ۷۴۷
باپ کی بیٹوں کو نصیحت ۷۴۸
تدبیر اور تقدیر
حضرت یوسف علیہ السلام کا بنیامین سے خصوصی معاملہ اور تسلی
تدبیر یوسف علیہ السلام اور بھائیوں پر چوری کا الزام
تنبیہ
بھائیوں کا جواب ۷۴۹
پیمانے کی گمشدگی اور انعام کا اعلان
بھائیوں نے اپنی صفائی پیش کی
محافظین کا سوال
بھائیوں کا بلا تامل جواب
عزیز مصر کے حکم سے تفتیش
تدبیر خداوندی ۷۵۰
تنبیہ: توریہ اور اس کی شرعی حیثیت
بھائیوں کا الزام
حضرت یوسف علیہ السلام کا تحمل
برادران یوسف علیہ السلام کی درخواست ۷۵۲
حضرت یوسف علیہ السلام کا جواب
بھائیوں کا مشورہ اور بڑے بھائی کا فیصلہ
باپ کو واقعہ سے آگاہ کرنے کا فیصلہ
اپنی سچائی کے دلائل
حضرت یعقوب علیہ السلام کا صبر و استقامت اور مضبوط تعلق مع اللہ
حضرت یعقوب علیہ السلام کی آزمائش اور استقلال ۷۵۳
بے صبر کون؟ ۷۵۴
بیٹوں کو نصیحت اور تلاش کا حکم
بارگاہ یوسفی میں بھائیوں کی آمد اور حالت زار کا بیان
تنبیہ
حضرت یوسف علیہ السلام کا صبر اور بے مثالی مروت
تم ہی یوسف ہو؟ ۷۵۵
خدائی قدرت
نکتہ
غلطی کا اعتراف، ندامت کا اظہار ۷۵۶
حضرت یوسف علیہ السلام کا مثالی عفو و درگذر
کرامت یوسفی
عجائبات قدرت اور پیراہن یوسفی کی خوشبو
بینائی بحال
صداقت یعقوب علیہ السلام
معافی کی زوردار درخواست
قبولیت کا وقت
شہر سے باہر استقبال کو نکلے ۷۵۷
خدا کے سامنے سجدۂ شکر
تنبیہ ۷۵۷
حضرت یوسف علیہ السلام کی مالی حواسگی اور نعمتوں کی یاد دہانی ۷۵۸
تنبیہ
دعائے یوسف علیہ السلام
آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل نبوت ۷۶۰
اللہ کی نشانیوں سے کفار کی غفلت
شرک سے پاک حقیقی اور کامل ایمان مطلوب ہے
نبوی راستہ "خالص توحید"
درس عبرت اور تمام انبیاء مرد ہی تھے
تنبیہ ۷۶۱
مومنین کو تسلی اور کفار کو تنبیہ
تنبیہ ۱
تنبیہ ۲
اوصافِ قرآن
سورۃ الرعد ۷۶۲
عظیم الشان کتاب کی برحق آیات
عظیم الشان چھت بغیر ستونوں کے ۷۶۳
سورج اور چاند کا مفوضہ کام
آسمانی عدالت کے سامنے حاضری
قدرت کی نشانیاں
موت کے بعد کی زندگی کے انکار پر سزا ۷۶۴
حق تعالیٰ کی شان حلم و عفو ۷۶۵
کفار کا مطالبہ

جواب ربانی	
اللہ کا علم محیط اور شکم مادر	
پہرے دار اور محافظ فرشتے	۷۶۶
قوموں کے عروج وزوال کا قانون	
تنبیہ	
امید وخوف کی متضاد کیفیتوں والے نشانہائے قدرت	
رعد اور تسبیح	
تنبیہ: رعد، برق اور صاعقہ	
گستاخی کی سزا	۷۶۷
دعائے رعد	
غیر اللہ کو مدد کیلئے بلانے والوں کی مثال	۷۶۸
مخلوقات کا سجدہ	۷۶۹
موحد اور مشرک میں فرق	
عاجز اور مجبور کیسے خدا ہو سکتا ہے؟	
حق و باطل میں مقابلے کی مثال	
ایمان وعمل صالح کی بدولت خوشی اور سکون	۷۷۰
آخرت میں نافرمانوں کی پریشانی وگھبراہٹ	
دونوں میں فرق ہے	۷۷۱
عقلمندوں کے اوصاف	
جنت کی بشارت مع مزید خوشخبری	
مجاہدین جنت میں اور فرشتوں کا سلام	
اشقیاء کی عادات وخصائل اور آخری انجام	
دنیا کی تنگی وفراخی مقبول و مردود ہونے کا معیار نہیں	
دنیا آخرت کی کھیتی ہے	۷۷۳
معاندانہ فرمائشوں کا جواب	
ذکر اللہ سے سکون واطمینان ملتا ہے	
اضطراب ووحشت سے چھٹکارا ملتا ہے	
حسب سابق معاملہ ہوگا	۷۷۴
رحمن سے انکار	
فضائل قرآن اور کفار کی ہٹ دھرمی	۷۷۵
معاندین کی فرمائشیں پوری کرنے کی ضرورت نہیں ہے	
کفار کا اعلان	
اپنے وجود سے بے خبر معبودان باطلہ عظیم الشان اور علیم الکل خدا کے شریک نہیں ہو سکتے	۷۷۶
تمام روئے زمین پر خدائی کا کوئی شریک نہیں	
یہ اوپر اوپر کی بے حقیقت باتیں ہیں	
نزول قرآن پر منصف مزاج حق پرستوں کی خوشی	۷۷۸
جاہلوں اور منکروں کی ناخوشی	
خلاف وانکار سے بے نیاز دعوت توحید اور اتباع	
جامع ومعجز کتاب پر شوکت زبان میں	
علم عظیم کی پیروی کرتے رہو	
تمام انبیاء بشر اور خدائی اذن کے پابند تھے	
قضاء وقدر کا مالک اللہ ہے اور تقدیر کی دو قسمیں	۷۷۹
ہر چیز کا ایک وقت مناسب ہے	
اسلام پھیل رہا ہے	
خدا کی تدبیر سب پر غالب	۷۸۰
صداقت مصطفی ﷺ پر قرآن گواہ ہے	
اہل علم بھی گواہ ہیں	
سورۃ ابراہیم	۷۸۱
عظیم الشان قرآن، رفیع الشان نبی اور اعلیٰ مقصد	
کافروں کی دنیا سے محبت اور کج روی وگمراہی	۷۸۲
ہر پیغمبر اپنی قوم کا ہم زبان ہوتا ہے اور وحی قومی زبان میں آتی ہے	
کسب واختیار کی آزادی	
بیتے لمحات کی یاددہانی	
بنی اسرائیل کی "انعام" سے آزمائش	
شکر سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے	۷۸۳
شکر گزاری کا نقد صلہ	
ناشکری سے اپنا ہی نقصان ہوگا	
گذشتہ قوموں کا علم اللہ کے پاس ہے	
تنبیہ	
انبیاء علیہم السلام سے کافروں کا ناروا سلوک	
خدا کے وجود پر گواہ	۷۸۵
ایمان وایقان کی دعوت	
بشری رسالت کا انکار واعتراضات	۷۸۶

بشری رسالت کا اثبات
فرمائشی معجزات کے مطالبہ کا جواب
کفار کی ہرزہ سرائی ۷۸۷
جواب باری
خدا سے ڈرنے کی بدولت کامیابی
خدا سے استعانت
سرکش اور ضدی ناکام
شش جہت سے عذاب ۷۸۸
کافروں کے اچھے اچھے اعمال کی مثال
دوسری زندگی کا اثبات ۷۸۹
آخرت میں متبعین کا بڑے کافروں سے مدد کا سوال
بڑوں کا چھوٹے کافروں کو جواب
شیطان کی تقریر ۷۹۰
دعا اور مبارکباد ۷۹۱
ستھری بات کا مصداق
ستھرے درخت کا مصداق
کلمہ طیبہ کی مثال
کلمہ خبیثہ کا مصداق
شجرۂ خبیثہ سے مراد؟
کلمہ خبیثہ کی مثال اور دونوں مثالوں کا خلاصہ
کلمہ طیبہ محشر تک ہر موقع پر ثابت قدمی کا ذریعہ ہے ۷۹۲
کفار ومشرکین کی ناشکری وتباہی
مشرکین کی بغاوت ۷۹۳
چند روزہ عیش
مومنین کو تنبیہ
آخرت میں نیکیاں کام آئیں گی
ربط
نعمائے الٰہیہ
خدا کی نعمتیں غیر متناہی ہیں ۷۹۴
رؤسائے قریش کو تنبیہ ۷۹۵
دعائے ابراہیم علیہ السلام اور دعا کا ایک خاص ادب
تنبیہ

تنبیہ ۷۹۶
دعائے ابراہیمی علیہ السلام کا ظہور
کافر باپ کیلئے دعا کا مطلب ۷۹۷
خدا ظالموں کی حرکات سے بے خبر نہیں
تنبیہ
محشر میں ظالموں کی حالت
کفار کا مہلت طلب کرنا ۷۹۸
خدائی جواب
کفار کے داؤ اور سازشیں ۷۹۹
سب داؤ و مکر حفاظت الٰہی کے سامنے ہیچ
قیامت کے دن آسمان وزمین کی تبدیلی
دوزخیوں کے گندھکی کرتے
"سریع الحساب" کا مطلب
خواب غفلت سے بیداری کا سبق ۸۰۰
سورۃ الحجر ۸۰۱
ذی شان کتاب
......☆☆......الحمدللہ تیرواں ۱۳ پارہ ختم ہوا......☆☆......
پارہ نمبر: ۱۴ ۸۰۲
کفار کی حسرت......کاش! ہم مسلمان ہوتے
کفار کیلئے مہلت ۸۰۳
مقررہ وقت پر ہلاکت
مشرکین کا رسول اللہ ﷺ سے استہزاء
حکمت الٰہی کے موافق ہی فرشتوں کا نزول ہوتا ہے
حفاظت قرآن کا عظیم الشان وعدہ الٰہی ۸۰۴
تسلی رسول ﷺ ۸۰۵
سنت اللہ لا رہا۔
کفار کا ضد اور عناد
آسمانی برجوں سے مراد
غور وفکر کرنے والوں کیلئے وحدانیت مطلقہ پر روشن دلائل ۸۰۵
شہاب شیاطین کے تعاقب میں ۸۰۶
تنبیہ ۸۰۷
اللہ کی لامحدود قدرت تمام چیزوں کا خزانہ

پانی کا حیرت انگیز نظام
خدائی قدرت اور احاطۂ علمی کا اعلان و اظہار
تنبیہ
تنبیہ ۸۰۸
جنوں کی تخلیق
تنبیہ ۸۰۹
ابلیس کا انکار و تکبر
ابلیس پر دائمی لعنت
ابلیس کو مہلت
ابلیس کا اعلانِ انتقام ۸۱۰
جواب ربانی
مخلصین پر شیطان کا کچھ زور نہ چلے گا
جہنم کے سات طبقے یا دروازے
مخلص بندوں کا انجام ۸۱۱
کدورتوں سے پاک و صاف دل
جنت میں ملاقات کا منظر
ہمیشہ کی تندرست زندگی کا اعلان
مجرمین و متقین کے انجام میں اللہ کی صفت و شان کا ظہور ہے
ابراہیم علیہ السلام کے مہمان ۸۱۲
اولاد کی خوشخبری
لہجہ تعجب
مسلمان رحمت الٰہیہ سے ناامید نہیں ہو سکتا ۸۱۳
تشریف آوری کا مقصد؟
فرشتے اور حضرت لوط علیہ السلام
عذاب کی خبر و فیصلہ ۸۱۴
قوم کی اخلاقی پستی
تنبیہ
نصیحت و لجاجت
قوم کی گستاخی اور ہٹ دھرمی ۸۱۴
قوم کو غور و فکر کی دعوت ۸۱۵
منظر کشی
تنبیہ

قوم لوط کے قبضہ میں عبرت کے بہت نشان ہیں ۸۱۶
تذکرہ 'اصحاب ایکہ' کا
اصحاب حجر
عبرت کی جا ہے تماشا نہیں
تذکرہ معاد ۸۱۷
تنبیہ
ملعونوں کے سامان کی طرف نظر نہ کیجئے ۸۱۸
مومنین پر شفقت
مقتسمین کون؟
دو ٹوک تبلیغ کا حکم ۸۱۹
حفاظت کا وعدہ
حصول راحت کا ذریعہ
مرتے دم تک خدا کی عبادت
سورۃ النحل ۸۲۰
خدا کا حکم قریب آپہنچا
"روح" سے مراد وحی ہے
انبیاء کی بعثت اور متفقہ نصب العین ۸۲۱
زمین و آسمان میں خدا کی وحدانیت کے عقلی دلائل
تخلیق انسانی میں دلائل قدرت
چوپایوں کی تخلیق میں دلائل قدرت ۸۲۲
تنبیہ
روحانی اور معنوی سیر و سیاحت ۸۲۳
پھلوں میں خدا کی قدرت کے نشان
رات، دن، سورج اور چاند وغیرہ میں عظیم دلائل قدرت
خوفناک سمندر کی تسخیر ۸۲۴
شکر گزاری کی ترغیب
پہاڑوں کی تخلیق میں ایک خاص فائدہ
دیگر نشانہائے قدرت
سوچنے کی بات ۸۲۵
ناشکری کے باوجود رحمتوں کی برسات
حق تعالیٰ تمام ظاہری و باطنی احوال سے خبردار ہے
مشرکین کے معبود خود خدا کی مخلوق ہیں ۸۲۶

استہزاء درجہ کی حماقت
تکبر وغرور کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا
مکذبین کا قرآن سے استہزاء
استہزاء کا مقصد ۸۲۷
گذشتہ قوموں کے مکر وتلبیس کا انجام
قیامت کے دن مشرکین کی رسوائی
متقین سے سوال اور ان کا جواب ۸۲۸
جنت میں ہر خواہش پوری
غافلوں کو تنبیہ ۸۲۹
شرارتوں کا خمیازہ
مشرکین کے شبہات کی تردید ۸۳۰
حسب ضرورت انبیاء کی آمد اور مقصدِ آمد
تنبیہ
جھوٹی قسموں سے خدا کا پکا وعدہ ٹل نہیں سکتا ۸۳۱
دوبارہ زندگی عین حکمت ہے
تنبیہ ۸۳۲
ہجرت کے بے پناہ فوائد
تنبیہ
اہل علم سے استفادہ......تقلید ائمہ کا ثبوت
قرآن کی جامعیت اور صاحب قرآن کا منصب ۸۳۳
کفار کو تنبیہ
خدائی قدرت کا بیان ۸۳۴
عذاب میں تاخیر کی وجہ
ہر چیز خدا کے سامنے مطیع ومنقاد
مقرب اور معظم ہستیاں بھی سربسجود
نعمتوں کی برسات اور مصائب سے نجات دینا صرف خدا کا کام ہے ۸۳۵
غیر اللہ کی نیاز پر تنبیہ
اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد ثابت کرنے والوں کا رد ۸۳۶
بیٹی کی پیدائش پر نفرت وغم کی مذمت
ظالمانہ فیصلہ کرنے والوں کا برا فیصلہ
بری مثالیں وصفات مشرکین کی ہیں

مجرموں کو توبہ واصلاح کیلئے مقررہ وقت تک مہلت ۸۳۷
تنبیہ
جھوٹے دعوے ۸۳۸
گستاخیوں کے ساتھ باطل آرزوؤں کی حقیقت
تسلیٔ رسول ﷺ
چوپایوں میں قدرت کا کرشمہ ۸۳۹
تذکرہ مشروبات اور شرک کا رد
میووں کے منافع
تنبیہ
شہد کی مکھیوں میں قدرت کی عظیم نشانیاں ۸۴۰
شہد کی مکھی کے راستے
شہد میں شفاء
برے میں سے بھلا
انسانی وجود میں قدرت کی نشانیاں ۸۴۱
روزی اور بخشش میں بعض کو بعض پر فضیلت
ہر چھوٹے بڑے کام کا فاعل اور مؤثر حقیقی صرف اللہ ہے ۸۴۳
تنبیہ
روشن مثال
ساری مخلوق یکساں نہیں ہے ۸۴۴
خدا کے آگے کوئی چیز مشکل نہیں
تنبیہ
نعمتوں سے مالامال جسم انسانی خدائی قدرت کا شاہکار ہے ۸۴۵
خدائی قدرت کا ایک اور شاہکار
بعض خصوصی انعامات
کفر وناشکری کا انجام ۸۴۷
مزعومہ معبودوں کا اظہار بیزاری
جہنمیوں میں تفاوت
قیامت میں گواہی
لطیف اشارہ ۸۴۸
جامع ترین آیت اور تین چیزوں کا حکم ۸۴۹
تین چیزوں سے منع
قبول ایمان کا سبب بننے والی آیت ۸۵۰

ایفائے عہد کی تاکید اور بدعہدی کی ممانعت
عہد توڑنے کی مثال
نقض عہد اہل جاہلیت کا شیوہ تھا
قوموں کی قوت اور ضعف میں آزمائش ہے ۸۵۱
مسلمانوں کو تنبیہ
اللہ کے عہد کو توڑنے کی ممانعت
ثابت قدم رہنے والوں کا اجر
مزے دار زندگی کا نسخہ ۸۵۲
تنبیہ
تلاوت کا ادب اور تعوذ
شیطان کے غلبہ سے حفاظت ۸۵۳
شیطان کے دوستوں پر شیطان کا غلبہ
شیطانی وساوس کا جواب اور "نسخ" کی حقیقت
بتدریج نزول میں حکمت
قرآن و صاحب قرآن پر اعتراض ۸۵۴
اعتراض کا جواب ۸۵۵
اضطراری حالت میں رخصت
جب دنیا ہی کعبۂ مقصود ٹھہرے تو کامیابی کیسے؟
دنیا طلبی میں مست و بیہوش ہونے کا مطلب و انجام ۸۵۶
مجبور کیلئے تسلی
قیامت کا ایک منظر
خوشحال بستی کی مثال ۸۵۷
کفران نعمت کا وبال
تکذیب و عداوت رسول کی سزا
کھاؤ اور شکر ادا کرو ۸۵۸
کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرانا صرف اللہ کا حق ہے
مفتری کیلئے دائمی جیل خانہ تیار
اصلی دین ابراہیمی کی تذکیر ۸۵۹
تذکرہ ابراہیم علیہ السلام ۸۶۰
اصل ملت ابراہیمی کی اتباع کا حکم
آخرت میں سب اختلافات کا فیصلہ ۸۶۱
دعوت و نصیحت کے بنیادی اصول
بدلہ کی اجازت لیکن صبر کا مقام بلند تر ہے ۸۶۲
خدائی امداد کے حصول کا نسخہ
......☆☆......الحمد للہ چودواں[14] پارہ ختم ہوا......☆☆......
پارہ نمبر:۱۵ ۸۶۳
سُورَةُ الْإِسْرَاءِ
اللہ کی شان
واقعۂ معراج اور جمہور امت کا عقیدہ
عظیم الشان سفر میں 'خاص' اشارہ اور امامت انبیاء کا منصب ۸۶۵
عبرت، نصیحت اور تنبیہ یہودیوں کو ۸۶۶
تذکرۂ "نوح علیہ السلام" اور شکر گزاری کی ترغیب
بنی اسرائیل کی سرکشی اور دردناک سزا
بنی اسرائیل کا غلبہ ۸۶۷
بنی اسرائیل کی قوت کا خاتمہ
بنی اسرائیل کی شرارت، سزا اور آئندہ کیلئے تنبیہ
قرآن کا راستہ ہی سب سے اچھا اور سیدھا ہے
انسان کی جلد بازی و بیوقوفی
رات اور دن میں خداوند قدوس کی قدرت کاملہ کے نمونے ۸۶۸
اعمال اور نامۂ اعمال ۸۶۹
سلسلۂ وحی و رسالت کی غرض ۸۷۰
تنبیہ
ہلاکت اقوام کا فلسفہ
تنبیہ
قوموں کی ہلاکت کا سلسلہ کب سے شروع ہوا؟ ۸۷۱
تاخیر عذاب میں حکمت و مصلحت
ایمان و یقین کے بعد اعمال ضائع نہیں ہوتے
ہر کسی کو دنیوی امداد سے حسب مصلحت حصہ پہنچتا ہے
دنیا و آخرت میں فرق مراتب
شرک ظاہر البطلان چیز ہے ۸۷۲
والدین کے ساتھ بھلائی اور اس کی وجہ
بات چیت کا سلیقہ
والدین کیلئے دعا ۸۷۳
خدمت میں کوتاہی و فروگذاشت پر توبہ

تنبیہ
حقوق کی خبرگیری...... فضول خرچی کسے کہتے ہیں
مال بڑی نعمت ہے اور فضول خرچی کی مذمت
نرم اور میٹھے طریقہ سے معذرت
خرچ میں میانہ روی ۸۷۴
روزی میں کمی بیشی خدا کے قبضہ میں ہے
خدا ظاہری و باطنی احوال و مصالح سے خوب واقف ہے
اولاد کو مار ڈالنے کی ممانعت ۸۷۵
زنا کے قریب بھی مت جاؤ
زنا کی اجازت کا مطالبہ اور رسول اللہ ﷺ کا حکیمانہ جواب
قتل مسلم کی ممانعت
خون کا بدلہ لیتے وقت حد سے تجاوز نہ کریں
یتیم کے مال کی حفاظت و نگہداشت ۸۷۶
بدعہدی کا وبال ضرور پڑتا ہے
ماپ تول میں دیانت کی تاکید
عقلی دلیل
بقدر کفایت تحقیق ضروری ہے
متکبرانہ چال چلنا نامناسب ہے ۸۷۷
رب کی بیزاری کا مطلب
حسنات کا آغاز و اختتام
بھاری گستاخی
توحید کی دلیل
ہر مخلوق اللہ کی ثنا خواں ہے ۸۷۸
معنوی پردہ
"دلوں پر پردہ" کی وضاحت ۸۷۹
کافروں کی معاندانہ حرکات
الزام تراشی
تنبیہ
کافروں کی قابل تعجب، بے تکی دلیل
آسان فہم بہترین جواب ۸۸۰
ضد اور مذاق
وقوع قیامت کا وقت
میدان حشر میں اجتماع اور حمد و ثناء
مذاکرہ میں اشتعال انگیز پہلو سے اجتناب کی نصیحت ۸۸۱
بعض کی بعض پر فضیلت
خدائی قدرت اور باطل معبودوں کی بے بسی
مشرکین کے مزعومہ معبودوں کی حالت ۸۸۲
تنبیہ
امید بس صرف ایک خدا سے
قیامت سے پہلے ہلاکت
یقینی بات ۸۸۳
سب فرمائشیں پوری نہ کرنے میں حکمت
قوم ثمود کی فرمائش اور انجام بد
معجزات سے مقصود
تسلی رسول ﷺ
قوم کی آزمائش ۸۸۴
کافر شیطان کی چال چل رہے ہیں ۸۸۵
شیطان کا غرور اور مہلت
شکر کشی
مخلص بندوں کی حفاظت
دنیا مفتے میں
ناشکری کی مثال ۸۸۶
اللہ کی قدرت
نوع انسانی کی عزت اور فضیلت
تنبیہ ۸۸۷
قیامت مین مقبول و مردود ہونے کی حسی مثال
ہدایت سے اندھا بہشت
کفار مکہ کی بے حیائی اور جسارت
شان مصطفی ﷺ ۸۸۸
مقربین کا مقام
رسول اللہ ﷺ کو تنگ کرنے کی سزا ۸۸۹
اقامت صلوٰۃ اور تعلق مع اللہ کی برکت
نمازوں کا ثبوت
فجر و عصر میں فرشتوں کا اجتماع

مقام محمود اور شان محمدیت کا بھرپور ظہور
تنبیہ
عظیم الشان دعا اور اس کا مطلب ۸۹۰
عظیم الشان پیش گوئی
قرآن جسمانی و روحانی بیماریوں کیلئے نسخہ شفاء ۸۹۱
انسان کا عجیب حال
عمل کے موافق برتاؤ
"روح انسانی" کے بارے میں سوال
تنبیہ
قرآنی علم نعمت عظمیٰ ہے ۸۹۶
احمق ناشکری پر تلے ہوئے ہیں
خدائی اختیارات صرف اللہ کے پاس ہیں ۸۹۸
انسانوں کی طرف فرشتوں کو بطور پیغمبر کیوں نہیں بھیجا گیا
صداقت رسول ﷺ
خدا کی دستگیری سے ہی منزل مقصود ۸۹۹
روز قیامت کافروں کی حالت زار
جواد حقیقی اور شان مصطفوی کا تذکرہ
صداقت موسوی کے ۹ معجزات ۹۰۰
تنبیہ
ایمان ماننے کا نام ہے جاننے کا نہیں
بحر قلزم میں ظالموں کا بیڑہ غرق
دائمی فیصلہ آخرت میں
اب سب سے بڑا اور سچا علمی معجزہ قرآن ہے
انزال قرآن سے مقصود تدبر و تذکر ہے
منصف مزاج اہل علم پر کلام الٰہی کا اثر
اللہ اور رحمٰن ایک ہی ذات منبع الکمالات کے نام ہیں ۹۰۱
تلاوت قرآن کے وقت آواز میں میانہ روی کا حکم ۹۰۲
ساری خوبیاں اور تعریفیں اللہ کیلئے ہیں
سُورَةُ الْكَهْفِ ۹۰۴
افراط و تفریط سے پاک کتاب ۹۰۵
تنبیہ
اللہ کیلئے اولاد تجویز کرنے والوں کو تنبیہ
جھوٹ ہی جھوٹ
تسلی رسول ﷺ
"احسن عملا" کا مصداق
قیامت کے دن زمین چٹیل میدان کی صورت میں ہوگی ۹۰۶
اصحاب کہف کا قصہ اور حق تعالیٰ کی قدرت عظیمہ
تنبیہ ۹۰۷
طویل نیند سے بعث بعد الموت پر استدلال ۹۰۸
جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے ۹۰۹
گمراہ و باطل پرستوں سے کنارہ کشی
غار کی وضع اور ہیئت
غار میں اصحاب کہف کی حالت
نیند سے بیداری اور مذاکرہ ۹۱۰
تنبیہ
شہر میں چرچا اور آخرت پر یقین
تنبیہ ۹۱۱
عبادت گاہ کی تعمیر
اصحاب کہف کی تعداد میں اندازے
صحیح تعداد
آیت کا شان نزول ۹۱۲
تین سو سال
تنبیہ
حقانیت قرآن اور تنبیہ ۹۱۳
غریب مخلص مومنین کے ساتھ ہم نشینی کی ہدایت ۹۱۴
متکبر دنیاداروں کی طرف
صنادید قریش کی بیہودہ فرمائش اور شکستہ حال مسلمانوں کی دلداری
دنیا کی چہل پہل فانی ہے
پیاس اور کھولتی ہوئی پیپ ۹۱۵
اصلی دولت مند لوگ
کافر غنی اور مومن فقیر کی مثال
دولت مند کا کبر و غرور ۹۱۶
مال کی فراوانی سے دھوکہ کھانے والے کا سوال
مومن دوست کا جواب ۹۱۷

آسودگی کے وقت کی دعا
باغ کی تباہی
دنیا کی عارضی بہار کی مثال ۹۱۸
باقی رہنے والی نیکیاں
جب قیامت آئے گی
منکرین بعث کو زجر اور ایک سو بیس صفیں ۹۱۹
حق تعالیٰ کی بارگاہ میں ظلم نہیں
ابلیس کی اصلی طبیعت رنگ لائی ۹۲۰
تنبیہ
حق تعالیٰ شیاطین کو مددگار بنانے سے بے نیاز ہے
مشرکین اور شرکاء کے درمیان آگ کی خندق ۹۲۱
انسان جھگڑالو ہے
قرآن جیسی عظیم الشان ہدایت کے بعد کوئی معقول عذر نہیں
استہزاء بالحق کا وبال ۹۲۲
حق تعالیٰ کا حلم و کرم فوری عذاب سے مانع
حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا واقعہ
تنبیہ ۹۲۳
بھنی ہوئی مچھلی دریا میں کود پڑی
حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات اور ابتدائی مکالمات ۹۲۴
درخواست ۹۲۵
جواب خضر علیہ السلام اور اس کی وجہ
حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وعدہ
تاکیدی جواب
کشتی کا واقعہ
بچے کو مار ڈالنے کا واقع
اعتراض موسیٰ علیہ السلام
......☆☆......الحمدللہ پندرواں [15] پارہ ختم ہوا......☆☆...... ۹۲۵

............☆☆☆☆☆............

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

شیخ الاسلام علامہ شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ دارالعلوم دیوبند کے مایہ ناز فضلاء میں سے تھے۔آپ ایک بہت بڑے محدث، جلیل القدر مفسر، عظیم المرتبت متکلم رفیع الشان فقیہ، بہترین مقرر، اعلیٰ درجے کے خطیب اور بلند پایہ سیاست دان تھے۔

ولادت...... علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ ۱۰ محرم الحرام ۱۳۰۵ ہجری بمطابق ۱۸۸۵ ہجری کو پردۂ عدم سے ظہور میں آئے۔آپ کی ولادت ضلع بجنور میں ہوئی جہاں ان ایام میں علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد محترم مولانا فضل الرحمن عثمانی رحمۃ اللہ علیہ سرکاری مدارس کے ڈپٹی انسپکٹر تھے۔

تحصیل علم...... علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ کی علمی شہرت طالب علمی ہی کے زمانہ میں عام تھی اور ان کی ذہانت ولیاقت کا دارالعلوم دیوبند میں چرچا تھا اساتذہ بے حد شفقت فرماتے تھے۔آپ دارالعلوم کے صدر المدرسین شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ کے ارشد تلامذہ میں سے تھے۔۱۳۲۵ ہجری مطابق ۱۹۰۸ ہجری میں تحصیل علم سے فراغت پائی۔

درس وتدریس......آپ نے بعد از فراغت اساتذہ کے حکم پر کچھ عرصہ دارالعلوم دیوبند میں اونچے درجہ کی کتب پڑھائیں بعدازاں آپ ۱۹۰۹ ہجری میں صدر مدرسی کے عہدہ پر فتحپوری مسجد دہلی کے عربی مدرسہ میں تشریف لے گئے۔وہاں کے زمانہ قیام میں خوب علمی تقریریں کیں اور اہل دہلی نے آپ کی بلاغت وخطابت کو خوب خوب خراجِ تحسین پیش کیا۔اکابر دیوبند کی نظروں میں اُن کی علمی لیاقت اور تحریر وتقریر کے جوہر کھل رہے تھے اور سب چھوٹے بڑے ان کے فہم وفراست سے متاثر تھے۔اس لئے سب کی خواہش یہی تھی کہ انہیں دارالعلوم دیوبند میں واپس بلالیا جائے۔چنانچہ دوسال کے بعد آپ کو واپس دیوبند بلالیا گیا وہاں آپ نے پھر تدریس کا سلسلہ شروع کردیا۔تھوڑے ہی عرصہ میں وہاں آپ کی علمی عظمتوں کا بول بالا ہوگیا اور دارالعلوم کے اندر اور اس کے باہر ان کے علمی کارناموں کے چراغوں کی روشنیوں سے خطۂ ہند جگمگا اٹھا وہ دارالعلوم میں قرآن وحدیث کی بے لوث خدمت سرانجام دیتے رہے اور اس طرح انہوں نے دارالعلوم کے خزانہ پر اپنا بار ڈالنا گوارانہ کیا۔یونہی اٹھارہ سال تک آپ دارالعلوم میں درس وتدریس میں مصروف رہے۔۱۹۲۸ ہجری میں دارالعلوم سے جدا ہوکر جامعہ اسلامیہ ڈابھیل میں اقامت پذیر ہوگئے اور وہاں درس دیتے رہے۔۱۹۳۶ ہجری میں پھر دارالعلوم دیوبند کے صدر مہتمم منتخب ہوئے اور دونوں جگہ کام کرتے رہے۔لیکن چند سال پر مستقل طور پر دیوبند تشریف لے گئے۔

تلامذہ......دارالعلوم کے ۱۸ سالہ قیام میں ہزاروں طلبہ آپ سے بلاواسطہ مستفید ہوئے۔آپ کے تلامذہ میں مفتی اعظم پاکستان مفتی محمد شفیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا قاری محمد طیب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مولانا مناظر احسن گیلانی رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد ادریس کاندھلوی رحمۃ اللہ علیہ مولانا سید بدر عالم میرٹھی رحمۃ اللہ علیہ مولانا حفظ الرحمن سیوہاروی رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد یوسف بنوری رحمۃ اللہ علیہ مولانا محمد منظور نعمانی رحمۃ اللہ علیہ مولانا شمس الحق افغانی رحمۃ اللہ علیہ اور مولانا عبدالرحمن کاملپوری رحمۃ اللہ علیہ جیسے مشاہیر علماء شامل ہیں۔

وفات......علامہ عثمانی رحمۃ اللہ علیہ بہاولپور میں مقیم تھے کہ ۸ دسمبر ۱۹۴۹ ہجری کی شب کو بخار ہوا۔۸ بجے صبح سینے میں تکلیف ہوگئی اور سانس میں رکاوٹ ہونے لگی۔بالآخر ۱۳ دسمبر ۱۹۴۹ عیسوی کو گیارہ بج کر چالیس منٹ پر بروز منگل ۶۴ سال کی عمر میں یہ آفتاب علم وعمل ہمیشہ کے لئے غروب ہوگیا۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

مقدمہ

خدا در انتظار حمد ما نیست	محمدؐ چشم بر راہ ثنا نیست	خدا مدح آفرین مصطفیٰ بس	محمدؐ حامدِ حمدِ خدا بس
مناجاتے اگر باید بیاں کرد	بہ بیتے ہم قناعت میتواں کرد	محمدؐ از تو میخواہم خدا را	خدایا از تو عشق مصطفیٰ را

دگر لب وا مکن مظہر فضولیست
سخن از حاجت افزوں تر فضولیست

اما بعد: بندۂ آثم و عاجز محمود ابن مولوی ذوالفقار علی دیوبند ضلع سہارنپور کا رہنے والا غفر اللہ تعالیٰ ولوالدیہ عرض کرتا ہے کہ بعض احباب اور مکرمین نے بندہ سے درخواست کی کہ قرآن شریف کا ترجمہ سلیس مطلب خیز اردو زبان میں مناسب حال اہل زمانہ کیا جائے جس سے دیکھنے والوں کو فائدہ پہنچے اور وہ نقصان اور خلل اور لفظی و معنوی اغلاط جو بعض آزادی پسند صاحبوں کے ترجمہ سے لوگوں میں پھیل رہی ہیں ان سے بچاؤ کی صورت نکل آئے۔ اس عاجز نے اس درخواست کے جواب میں اپنی بے بضاعتی کے علاوہ یہ عرض کیا کہ اول تو مقدسین اکابر کے فارسی اردو کے متعدد تراجم موجود ہیں اس کے علاوہ علمائے متدینین زمانہ حاصل کے متعدد تراجم یکے بعد دیگرے بحمد اللہ شائع ہو چکے ہیں جو لوگوں کو مذکورہ بالا خرابیوں سے بچانے کے لئے کافی دوافی وشافی ہیں۔ چنانچہ بندہ کے احباب میں بھی اول مولوی عاشق الٰہی صاحب سلمہ، ساکن میرٹھ نے ترجمہ کیا اس کے بعد مولانا اشرف علی صاحب سلمہ اللہ نے ترجمہ کیا احقر نے دونوں ترجموں کو تفصیل سے دیکھا ہے جو ان خرابیوں سے پاک وصاف ہیں اور عمدہ ترجمے ہیں۔ پھر اب کسی جدید اردو ترجمہ کی کیا حاجت ہے بجز اس کے کہ اسمائے مترجمین میں ایک نام اور زیادہ ہو جائے اور کوئی نفع نہیں معلوم ہوتا۔ مگر مکرمین احباب نے اس پر بھی بس نہ کی اور اسی اصرار پر قائم رہے تو مجبور ہو کر مجھ کو یہ عرض کرنا پڑا کہ اس وقت تک میرے خیال میں کوئی ایسا نفع نہیں آیا کہ جس کی وجہ سے جدید ترجمہ کی جرأت اور ہمت کروں۔ اب آپ کے اصرار پر احقر تراجم قدیمہ اور جدیدہ کو بنام خدا غور سے دیکھتا ہے، اس کے بعد اگر کوئی نفع سمجھ میں آیا تو سو اس کے موافق آپ صاحبوں کے فرمانے کی تعمیل کا ارادہ کروں گا ورنہ معذور ہوں۔ اس کے بعد حضرت مولانا شاہ ولی اللہ اور مولانا شاہ رفیع الدین اور مولانا شاہ عبدالقادر قدس اللہ تعالیٰ اسرارہم کے تراجم کو جو غور سے دیکھا تو یہ امر تو بے تامل معلوم ہو گیا کہ اگر یہ مقدسین اکابر قرآن شریف کی اس ضروری خدمات کو انجام نہ دے جاتے تو اس شدت ضرورت کے وقت میں ترجمہ کرنا بہت دشوار تھا تو علماء کو صحیح اور معتبر ترجمہ کرنے کے لئے متعدد تفاسیر کا مطالعہ کرنا پڑتا اور بہت ہی فکر کرنا ہوتا اور ان وقتوں کے بعد بھی شاید ایسا ترجمہ نہ کر سکتے جیسا اب کر سکتے ہیں۔ پھر بھی کوئی اللہ کا بندہ ایسا ہوتا تو ہوتا کہ کمال علم و تدین کے ساتھ اس مشقت کو گوارا کر کے اس خدمت کو کما ینبغی انجام دینے کے لئے موفق ہوتا۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھئے کہ اس بے نظیر علمی و عملی کمالات پر جو انہوں نے اپنے اوپر حق سبحانہ تعالیٰ کے انعامات متعدد رسالوں میں بیان فرمائے ان انعامات عظیمہ میں یہ ترجمہ مسمی بہ فتح الرحمن بھی داخل ہے اور عاجز نے اپنے بعض مرحوم بزرگواروں سے سنا ہے کہ مولانا شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ جب موضح

القرآن لکھ چکے تو فارسی کا ایک شعر تھوڑا سا تصرف کر کے اس طرح پڑھتے تھے۔

روز قیامت ہر کسے باخویش دارد نامہ	من نیز حاضر می شوم تفسیر قرآں در بغل

اس سے ان حضرات مرحومین کا کمال علم و تدین تو معلوم ہوتا ہی ہے اسی کے ساتھ قرآن شریف کے صحیح تراجم کی عظمت اور ضرورت بھی ظاہر ہوتی ہے۔ بالجملہ اگر اکابر مرحومین ہماری ضرورت اور منفعت کو احساس فرما کر پہلے ہی سے اس کا انتظام نہ کر جاتے تو آج اس کثرت اور سہولت کے ساتھ ہم کو تراجم کلام الٰہی اچھے سے اچھے ہرگز میسر نہ ہوتے اور کچھ عجب نہ تھا کہ جیسے خود ہندوستان میں بہت سی زبانیں اور دیگر ممالک میں مسلمانوں کی بڑی بڑی قومیں اس نعمت اور عزت سے خالی یا مثل خالی کے ہیں ہم بھی اسی نکبت میں مبتلا ہوتے۔'' فجز اھم اللہ عناوعن جمیع المسلمین احسن الجزاء وافضل الجزاء والحمدللہ'' اسی کے ساتھ یہ بات بھی دلنشین ہوگئی کہ ہر چند ترجمہ تحت لفظی میں بعض خاص فائدے ہیں، مگر ترجمہ سے جو اصلی فائدہ اور بڑی غرض یہ ہے کہ ہندوستانیوں کو قرآن شریف کا سمجھنا آسان ہو جائے یہ غرض جس قدر بامحاورہ ترجمہ سے حاصل ہو سکتی ہے تحت لفظی ترجمہ سے کسی طرح ممکن نہیں۔ چنانچہ شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ جو بامحاورہ ترجمہ کے بانی اور امام ہیں انہوں نے بامحاورہ ترجمہ کو اختیار فرمانے کی یہی وجہ بیان کی ہے اور یہی وجہ ہے جو اسلاف ممدوحین کے بعد اس زمانہ میں جس نے اس میدان میں قدم رکھا اس نے جناب شاہ صاحب ممدوح کا اتباع کیا اور بامحاورہ ترجمہ کرنے کو اختیار کیا۔ جس پر کسی کا شعر یاد آتا ہے۔ شعر

ہر مرغ کہ پر زد بہ تمنائے اسیری	اول بشگوں کرد طواف قفس ما

اور یہ امر بھی خوب معلوم ہو گیا کہ جیسے شاہ رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کمال ہے کہ تحت لفظی ترجمہ کا التزام کر کے ایک ضروری حد تک سہولت اور مطلب خیزی کو بھی ہاتھ سے نہیں جانے دیا۔ ایسے ہی حضرت مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کا یہ کمال ہے کہ بامحاورہ ترجمہ کا پورا پابند ہو کر پھر نظم و ترتیب کلمات قرآنی اور معانی لغویہ کو اس حد تک نباہا ہے کہ زیادہ کہتے ہوئے تو ڈرتا ہوں مگر اتنا ضرور کہتا ہوں کہ ہم جیسوں کا ہرگز کام نہیں۔ اگر ہم ان کے کلام کی خوبیوں کو اور ان اغراض اور اشارات کو جو ان کے سیدھے سیدھے مختصر الفاظ میں ہیں سمجھ جائیں تو ہم جیسوں کے فخر کے لئے یہ امر بھی کافی ہے۔

اس کے بعد ہم کو ضرور ہوا کہ خاص طور پر حضرت شاہ مولانا عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ بامحورہ مسمٰی بہ موضح قرآن کو دیکھ کر اول یہ سمجھیں کہ جناب شاہ صاحب ممدوح کا ترجمہ جس کا اپنی نوعیت میں اول و افضل ہونا جملہ اہل علم وفہم اور ارباب انصاف و دیانت کو مسلم ہے اس میں ایسے امور کیا ہیں جن کی وجہ سے ہم کو دوسرے کسی ترجمہ کی ضرورت ہو۔ پھر یہ دیکھیں کہ جو تراجم جدیدہ اس زمانہ میں شائع ہو چکے ہیں ان سے ہماری وہ ضرورت پوری ہوگئی یا اب تک کچھ باقی ہے کہ جس کے پورا کرنے کیلئے اور ترجمہ کی ابھی تک حاجت چلی جاتی ہے۔ امر اول کی بابت جہاں تک ہم نے ملاحظہ کیا اور دیگر حضرات نے بھی اس کی تصدیق فرمائی کل دو باتیں ایسی پائیں جس کی وجہ سے عام طور پر لوگ ترجمہ موصوف سے نفع اٹھانے میں قاصر ہیں۔ اول بعض کلمات ومحاورات کا اس زمان میں متروک یا قریب بمتروک ہو جانا۔ دوسرے چونکہ حضرت شاہ صاحب مرحوم کلمات قرآنی کی موافقت اور مطابقت کا خیال زیادہ فرماتے ہیں اور شرائط ترجمہ کی پابندی بہت کرتے ہیں۔ اس لئے بعض مواقع میں بوجہ اختصار عبارت آج کل کی سہولت پسند طبائع کو مطلب سمجھنے میں بہت دقت معلوم ہوتی ہے۔ باقی رہا امر ثانی، تو یہ بات تو سب جانتے ہیں کہ اس زمانہ میں اردو بامحاورہ طرز پر بکثرت تراجم یکے بعد دیگرے شائع

ہو چکے ہیں۔ سو ان میں بالیقین بعض ایسے تراجم بھی ہیں جو علمائے معتبر اہل علم و دیانت کی لوجہ اللہ سعی کا نتیجہ ہے، اور بعض بعض کو ہم نے بھی تفصیلی نظر سے دیکھا ہے۔ ہمارے نزدیک وہ تراجم بیشک ہماری اس حاجت کے پورا کرنے کے لئے کافی ہیں جو اس زمانہ میں حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بینظیر ترجمہ میں اہل زمانہ کو پیش آ رہی تھی۔ ''جزاهم الله سبحانه، عنا وعن جميع مسلمي الهند خيرًا'' اور ان اغلاط و مفاسد سے بچانے کے لئے بھی مفید ہیں جو بعض آزاد خیال صاحبوں کے تراجم میں موجود ہیں۔ اس لئے امر ثانی کی بابت اس عاجز کی یہ رائے کہ وہ نزاکت و لطافت اور وہ ہر امر کی رعایت جو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کے امتیازات اور خصوصیات میں شمار ہوتی ہیں ان کا تو ذکر نہیں۔ باقی وہ امر جو ترجمہ سے مقصود اصلی اور غرض ضروری ہے یعنی کلام الٰہی جل جلالہ کا صحیح مطلب سلف صالحین کے ارشادات کے موافق سہولت کے ساتھ مسلمانانِ ہند کی سمجھ میں آسکے۔ اس امر کے لئے تراجم جدیدہ جو اہل علم و دیانت کی توجہ سے شائع ہو چکے ہیں وہ بالکل کافی اور وافی ہیں۔ ہم کو کسی جدید ترجمہ کی اس وقت حاجت نہیں رہی ''شَكَرَ اللهُ تعالى مَسَاعِيهِم'' ہم فخر و مسرت کے ساتھ حق سبحانہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں، جب ہم یہ دیکھتے ہیں کہ ہمارے معتبر علماء کی حسنِ سعی سے تراجم مفیدہ قدیمہ اتنے شائع ہو چکے ہیں کہ ایسے اور اتنے تراجم ہم کو کسی عجمی زبان میں نظر نہیں آتے۔ ''ذٰلك من فضل الله علينا''۔

اب اس کے بعد یہ بات تو بحمد اللہ ہم کو خوب محقق اور منقح ہوگئی کہ تراجم موجودہ صحیحہ معتبرہ کے ہوتے ہوئے ہمارا جدید ترجمہ کرنا لہو لگا کر شہیدوں میں شامل ہونا ہے جس سے نہ مسلمانوں کو کوئی نفع معتبر پہنچ سکتا ہے نہ ہم کو۔ بلکہ جب ہم یہ خیال کرتے ہیں کہ ہمارا جدید ترجمہ کرنا گویا زبان حال سے یہ کہنا ہے کہ تراجم موجودہ میں کوئی خلل ہے جس کا تدارک کیا جاتا ہے یا ہمارے ترجمہ میں کوئی خوبی اور منفعت زاید ہے جس کی وجہ سے جدید ترجمہ کی حاجت ہوئی تو ہم کو جدید ترجمہ کرنا فضول سے بڑھ کر نہایت مذموم اور مکروہ تک نظر آتا ہے۔ نَعُوْذُ بِاللهِ مِنْ شُرُوْرِ اَنْفُسِنَا۔

خیر یہ بات تو خوب دلنشین ہوگئی، اور ظاہر ہے کہ اس کا مقتضیٰ یہ تھا کہ ترجمہ کلام الٰہی کے متعلق اب ہم کچھ ارادہ نہ کرتے مگر اس چھان بین اور دیکھ بھال میں تقدیر الٰہی سے یہ بات دل میں جم گئی کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا افضل و مقبول و مفید ترجمہ رفتہ رفتہ [illegible] نہ ہو جائے۔ یہ کس قدر نا قدردانی اور بدقسمتی بلکہ کفرانِ نعمت ہے اور وہ بھی سرسری عذر کی وجہ سے اور عذر بھی وہ جس میں ترجمہ کا کوئی قصور نہیں۔ اگر قصور ہے تو لوگوں ہی طلب کا قصور ہے۔ اگر دیکھنے والے غور سے دیکھیں اور جو غور کے بعد بھی سمجھ میں نہ آئے اس کو جاننے والوں سے دریافت کریں تو پھر سب کام سہل ہو جائے چنانچہ حضرت ممدوح نے خود شروع میں لکھ دیا ہے کہ قرآن شریف [illegible] بغیر سند کے [illegible] نہیں اور بغیر استاد کے معلوم نہیں ہوتے۔ علاوہ ازیں عوام کو یہ دشواری تو سب ترجموں میں پیش آتی [illegible] حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں کچھ زیادہ سہی۔

اس لئے اس ننگِ خلائق کو یہ خیال ہوا کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ممدوح کے مبارک مفید ترجمہ میں لوگوں کو جو کل دخلجان ہیں یعنی بعض الفاظ و محاورات کا متروک ہو جانا۔ دوسرے بعض بعض مواقع میں ترجمہ کے الفاظ کا مختصر ہونا۔ جو اصل میں تو ترجمہ کی خوبی تھی مگر ابنائے زمانہ کی سہولت پسندی اور مذاق طبیعت کی بدولت اب یہاں تک نوبت آگئی کہ جس سے ایسے مفید و قابل قدر ترجمہ کے متروک ہونے کا [illegible] ہے۔ سو اگر غور و احتیاط کے ساتھ ان الفاظ متروکہ کی جگہ الفاظ مستعملہ لے لئے جائیں اور اختصار و اجمال کے موقعوں کو تدبر کے ساتھ کوئی لفظ مختصر زائد کر کے کچھ کھول دیا جائے [illegible] اللہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ صدقہ فاضلہ بھی جاری رہ سکتا ہے اور مسلمانانِ ہند بھی اس کے فوائد مخصوصہ سے خالی نہ رہ جائیں [illegible] مضمون

کو سوچ سمجھ کر جو اپنے مکرمین مخلصین کی خدمت میں پیش کیا تو ان حضرات نے بھی اس عاجز کی رائے سے اتفاق ظاہر فرمایا۔ اور یہی بات دل نشین ہوگئی کہ مستقل ترجمہ سے یہ امر زیادہ مناسب اور مفید ہے کہ موضح قرآن میں جو شکایت پیدا ہوگئی ہے۔ اس کے رفع کرنے میں کوشش کی جائے۔ جب یہاں تک نوبت پہنچ چکی تو یہ عاجز بنام خدا اس خدمت کے انجام دینے کے لئے تیار ہو بیٹھا گویا دوشالہ میں کمبل سے جگہ جگہ رفو کرنے کا ارادہ کر دیا۔ جب ایک ثلث قرآن کا ترجمہ کر چکا تو بوجہ بعض عوارض ایسا طول طویل حرج پیش آیا کہ ترجمہ کی تکمیل کی توقع بھی دشوار ہوگئی مگر بتوفیق الٰہی عین ایام حرج میں اتنا اطمینان نصیب ہوگیا کہ ترجمہ موصوف باطمینان ۱۳۳۶ عیسوی میں پورا کرلیا۔ ''اِنَّ رَبِّیْ لَطِیْفٌ لِّمَا یَشَآءُ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ''۔

اب حق تعالیٰ کو منظور ہے تو انہی احباب مکرمین کی خدمت میں اس ترجمہ کو پیش کر کے تفصیلی نظر کی درخواست کریں گے۔

اگر ہماری یہ پیوندکاری ان حضرات کے نزدیک مفید و مناسب سمجھی گئی تو ان شاء اللہ شائع بھی ہو جائے گا ورنہ مجبوراً جہاں ہے وہیں رہے گا۔ شعر

گو نالہ نارسا ہو نہ ہو آہ میں اثر		میں نے تو درگزر نہ کی جو مجھ سے ہو سکا

اب اس کے بعد مناسب ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کے اصل ترجمہ کی بابت اور نیز اپنی ترمیم کے متعلق چند ضروری مفید باتیں عرض کر دی جائیں جن سے دیکھنے والوں کو بالاجمال دونوں ترجموں کی حالت اور کیفیت بھی معلوم ہو جائے اور بعض شبہات جن کے پیش آنے کا کھٹکا ہوتا ہے وہ بھی دفع ہو جائیں۔ سو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے شروع میں اپنے ترجمہ کی نسبت اتنا مضمون تو خود فرما دیا ہے کہ ہندی اور عربی زبان کا محاورہ ہرگز موافق نہیں۔ اس لئے اگر قرآن شریف کی ترتیب کے موافق ہر ہر لفظ کا جدا جدا ترجمہ کیا جائے یعنی تحت لفظی، تو ہندیوں کی سمجھ میں آنا دشوار ہو۔ اس لئے ہم نے مجموعہ آیت کی پابندی کی ہے، ہر ہر لفظ کی پابندی نہیں کی یعنی ہندی محاورہ کے موافق ترجمہ کیا ہے، تحت لفظی نہیں کیا۔ یہ حضرت ممدوح کے ارشاد کا خلاصہ ہے۔ مگر اس میں اجمال بہت ہے۔ اس ارشاد سے یہ تو معلوم ہوگیا کہ حضرت ممدوح اپنے ترجمہ میں ہر ہر لفظ کی پابندی نہ کریں گے ہاں آیت کی پابندی ضروری ہے مگر یہ معلوم نہیں ہوا کہ اس عدم پابندی کی کیا حد ہے اور کہاں تک اس عدم پابندی کو حضرت ممدوح نے اپنے ترجمہ میں اختیار اور استعمال فرمایا ہے اور کتنی تقدیم و تاخیر کو جائز رکھا ہے یعنی بقدر ضرورت و حاجت کسی لفظ کو آگے یا پیچھے کر لیا ہے یا صرف آیت کے احاطہ میں رہ کر پھر کسی تقدیم و تاخیر کی پرواہ نہیں کی، تھوڑی ہو یا زیادہ، ضروری ہو یا غیر ضروری، ایک تغیر ہو یا متعدد۔ اس کے سوا حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے یہ امر اجمالاً بھی نہیں بیان کیا کہ ہم نے اپنے ترجمہ میں کس کس امر کا خیال رکھا ہے اور اس میں کیا خوبیاں اور فوائد ہیں۔ سو احقر ان دونوں باتوں کو مفید سمجھ کر ان کی نسبت کچھ کچھ عرض کرنا چاہتا ہے۔

سو یہ بات تو سب پر ظاہر ہے کہ احقر اس کے متعلق جو کچھ بھی عرض کرے گا وہ موضح قرآن ہی کی عبارت سے مستنبط ہوگا۔ اس کے سوا ہمارے لئے اور کیا امر ذریعہ علم ہو سکتا ہے۔ بعینہ جیسا کہ حضرات علمائے کرام نے امیر المؤمنین فی الحدیث امام بخاری رحمہ اللہ کی خود کتاب صحیح بخاری سے استنباط کر کے ان کی شروط و قیود و اغراض کو بیان فرما دیا ہے۔

سو امر اول کی نسبت یہ عرض ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ترتیب قرآنی کا بہت خیال رکھتے ہیں اور اصل اور ترجمہ کی مطابقت میں بہت زیادہ سعی فرماتے ہیں مگر چونکہ ترجمہ بامحاورہ کا التزام کیا ہے اس لئے بضرورت توضیح و تسہیل بعض مواقع میں تقدیم و تاخیر لازم ہے۔ مگر جیسا کہ آٹے میں نمک۔ یہ نہیں کہ آخر کا ترجمہ اول اور اول کا آخر ہو جائے۔ الغرض فصل بعید سے

احتراز رکھتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ کسی خاص ضرورت کے وقت میں دو تین کلموں کا فصل ہو جائے اور وہ بھی النادر کالمعدوم۔ دیکھئے عربی زبان میں مضاف کو مقدم ذکر کرتے ہیں۔ اور اردو کا محاورہ یہ ہے کہ مضاف الیہ کو مقدم کرتے ہیں۔ وہ ''غلام زید'' کہتے ہیں۔ تو ان کے محاورہ میں ''زید کا غلام'' کہیں گے۔ تو ترتیب تو بدل گئی مگر دونوں کلمے متصل ہی رہے فاصلہ اور فرق کچھ نہیں ہوا۔ اس لئے حاجت کے وقت یہ تغیر کچھ تغیر نہیں سمجھا جاتا۔ اس قسم کی مثالیں شاہ صاحب کے ترجمہ میں کثرت سے ملیں گی۔ مثلاً ﴿عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰی سَمْعِهِمْ وَعَلٰی اَبْصَارِهِمْ﴾ کا ترجمہ با محاورہ کریں گے تو ''ان کے دل پر اور ان کے کان پر اور ان کی آنکھوں پر'' کیا جائے گا اور ترجمہ تحت لفظی میں ''اوپر دلوں ان کے اور اوپر کانوں ان کے اور اوپر آنکھوں ان کی کے'' کہنا پڑے گا۔ مگر سب جانتے ہیں کہ ایسے اختلاف جتنے بھی ہوں ان میں کوئی حرج نہیں، بلکہ ضروری ہیں۔ با محاورہ ترجمہ کرنے والے کو اس سے مفر نہیں لیکن حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کی احتیاط قابل تحسین اور لائق قدر ہے کہ اس پر بھی ہر جگہ مضاف الیہ کو مقدم نہیں کرتے، بلکہ جہاں ترجمہ میں ذرا گنجائش مل جاتی ہے وہاں اتنے قلیل تغیر کو بھی پسند نہیں کرتے ترتیب قرآنی ہی کو اختیار فرماتے ہیں۔ دیکھو ''الحمد للہ رب العالمین'' میں چونکہ ''رب العلمین'' مضاف مضاف الیہ مل کر صفت واقع ہوئے ہیں۔ اس کے ترجمہ میں یہ گنجائش نکل آئی کہ ترجمہ محاورہ کے خلاف بھی نہ ہو اور کلام الٰہی کی ترتیب بھی باقی رہے۔ اس لئے ''رب العلمین'' کا ترجمہ اصلی ترتیب پر رکھا اور ''ملک یوم الدین'' بھی صفت واقع ہوا ہے مگر اس میں دو اضافتیں مجتمع ہیں اول اضافت میں اصلی ترتیب باقی رکھنے کی گنجائش ہے۔ دوسری اضافت میں نہیں۔ اس لئے ترجمہ میں ''مالک'' کا ترجمہ اصل کے موافق مقدم رکھا۔ اور ''یوم'' کے ترجمہ کا محاورۂ اردو کے موافق ''دین'' سے مؤخر کر دیا۔ چنانچہ سب پر ظاہر ہے اس میں کسی کو تردد نہیں صرف توضیح اور تسہیل کی غرض سے ہم نے عرض کر دیا لیکن بعض مقامات ایسے بھی ہیں کہ وہاں محاورہ اردو کے ساتھ ترتیب قرآنی کا لحاظ رکھنا دشوار ہے حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ان مقامات میں بھی اپنی غائر اور باریک بین نظر سے ایسا اسلوب اختیار فرماتے ہیں کہ محاورہ کی پابندی کے ساتھ بھی باقی رہے، یا فرق آئے تو خفیف ولطیف۔

بعینہ یہی حال ہے فعل اور فاعل اور مفعول اور جمیع متعلقات فعل کا اور صفت موصوف، حال تمیز وغیرہ کا کہ اکثر مواقع میں ترتیب کی موافقت فرماتے ہیں اور بہت سے مواقع میں اسی تغیر لطیف مذکورہ بالا سے کام لیتے ہیں۔

اور سنئے حروف روابط جن کو حروف جر بھی کہتے ہیں۔ جیسے ل، ب، علیٰ، الیٰ، من، فی بہت کثرت سے مستعمل ہیں۔ مگر کلام عرب میں یہ حروف ہمیشہ اپنے معمول پر مقدم ہوتے ہیں۔ اور محاورہ میں علی العموم مؤخر بولے جاتے ہیں۔ مگر شاذ و نادر۔ لیکن ان میں بعض تو ایسے ہیں کہ ان کا مؤخر ہونا ضروری ہے۔ ہماری زبان میں ان کو مقدم لانے کی کوئی صورت ہی نہیں جیسے من اور عن سب کو معلوم ہے کہ ﴿مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ﴾ کے ترجمہ میں اردو زبان کے اندر ممکن نہیں کہ من کا ترجمہ مقدم ہو سکے اور ترتیب قرآنی کی موافقت کی جا سکے۔ ایسے ہی ﴿لَا تَجْزِیْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ﴾ کے ترجمہ میں کوئی صورت نہیں کہ عن کا ترجمہ نفس کے ترجمہ سے مقدم ہو سکے اسی وجہ سے تحت لفظی ترجمہ میں بھی یہ تغیر گوارا کرنا ہوتا ہے اور اس میں کسی کو تامل نہیں ہو سکتا۔ اور بعض ایسے ہیں کہ ان کو مقدم کرنا تو درست ہے مگر محاورہ کے خلاف ہے۔ تو تحت لفظی ترجمہ میں ان کو نظم قرآنی کے موافق مقدم لا سکتے ہیں۔ مگر با محاورہ ترجمہ کے لئے ان کو بھی مؤخر کرنا ضرور ہوگا۔ جیسے علیٰ، الیٰ وغیرہ حروف مذکورہ۔ دیکھئے ﴿خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ﴾ کے تحت لفظی ترجمہ میں ''مہر کردی اللہ نے اوپر دلوں ان کے'' کہنا مناسب ہوگا اور با محاورہ ترجمہ میں ''مہر کردی اللہ نے ان کے دلوں پر'' کہنا ٹھیک سمجھا جائے گا۔ پہلی صورت میں لفظ علیٰ، اپنی اصلی ترتیب پر رہا۔ دوسری صورت میں تھوڑا سا بقدر ضرورت اپنی جگہ سے ہٹ گیا اسی پر دیگر

حروف کو قیاس فرما لیجئے۔ سو اول تو یہ حروف فی نفسہٖ غیر مستقل اور دوسروں کے تابع ہیں ان کا تقدم وتأخر چنداں قابل اعتبار نہیں۔ دوسرے قابل قبول اور ضروری سمجھا جاتا ہے۔ ان سب کے بعد پھر وہی بات ہے جو پہلے عرض کر چکا ہوں۔ یعنی جہاں کچھ گنجائش نکل آتی ہے۔ وہاں حضرت شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اس خفیف قابل قبول تغیر کو بھی چھوڑ کر اصلی ترتیب کو قائم رکھتے ہیں اور ایسا ترجمہ کرتے ہیں جو ترتیب قرآنی کی پابندی کے ساتھ محاورہ کے بھی مخالف نہ ہونے پائے اس کی مثالیں حروف مذکورہ کے متعلق جگہ جگہ موجود ہیں مثلاً "اِلَّا عَلَى الْخَاشِعِيْنَ" کا ترجمہ یہ فرمایا ہے "مگر انہی پر جن کے دل پگھلے ہیں" یعنی اللہ سے ڈرتے ہیں اور عاجزی کرتے ہیں دیکھ لیجئے لفظ علیٰ کے ترجمہ کو مقدم رکھا خاشعین پر اور محاورہ کے مخالف بھی نہیں ہوا۔

الحاصل حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ جگہ جگہ ترتیب میں تصرف کرتے ہیں مگر جچا تلا بقدر ضرورت اور عند الحاجت نہایت غور اور احتیاط کے ساتھ جس کی وجہ سے حضرت ممدوح علیہ الرحمۃ کا ترجمہ جیسے استعمال محاورات میں بے نظیر سمجھا جاتا ہے ویسا ہی باوجود پابندی محاورہ قلت تغیر اور خفت تبدل میں بھی بے مثل ہے۔ فللّٰہ درہ ثم للہ درہ۔ اس کے سوا بعض بعض تصرفات خفیفہ مفیدہ اور بھی کر جاتے ہیں۔ مثلاً ترجمہ میں کوئی لفظ مختصر بڑھا دیتے ہیں۔ جس سے مطلب واضح ہو جائے یا مراد خداوندی معین ہو جائے سو یہ امر ایسا ہے کہ ترجمہ تحت لفظی میں بھی اس کی نظائر موجود ہیں۔ ایسا ہی ترجمہ میں بعض الفاظ کو چھوڑ بھی جاتے ہیں۔ مثلاً بعض مواقع میں اِنَّ کا ترجمہ نہیں کرتے۔ یٰٓاَبَتِ کے ترجمہ میں "اے میرے باپ" نہیں کہتے صرف "اے باپ" پر قناعت کر جاتے ہیں یٰبُنَیَّ کا ترجمہ "اے میرے چھوٹے بیٹے" کی جگہ فقط "اے بیٹے" فرمایا ہے۔ ایسا ہی یَا رَبِّ کا ترجمہ "اے رب" متعدد مواقع میں اختیار فرمایا ہے۔ سو اس قسم کے تصرفات میں کچھ حرج نہیں ترجمہ لفظی تک میں ان کی گنجائش ہے۔

اب باقی رہی دوسری بات کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے اپنے ترجمہ میں کن کن امور کا خیال رکھا ہے اور اس میں کیا کیا فائدے ہیں۔ سو یہ بات تو ظاہر نظر آتی ہے کہ حضرت ممدوح عامۃ چند باتوں کا بہت لحاظ رکھتے ہیں۔ ترجمہ میں اختصار و سہولت اور الفاظ قرآنی کی لفظی اور معنوی موافقت اور صرف لغوی معنی پر بس نہیں بلکہ معنی مرادی اور غرض اصلی کا ہر موقع میں بہت لحاظ رکھتے ہیں اور ترجمہ میں کبھی ایسا لفظ لاتے ہیں جس کی وجہ سے اگر کسی قسم کا اجمال اور اشکال ہو تو زائل ہو جاتا ہے۔ بسا اوقات ایک لفظ کا ترجمہ ایک جگہ کچھ فرماتے ہیں دوسری جگہ کچھ اور حالانکہ معنی لغوی اس لفظ کے ایک ہی ہیں مگر ہر مقام کے مناسب جدا جدا عنوان سے بیان فرماتے ہیں جس سے قرآن کی غرض اور مراد سمجھنے میں بڑی مدد ملتی ہے۔ اسی سہولت اور وضاحت کی رعایت سے کبھی مضمون ایجابی کو عنوان سلبی میں ادا کرتے ہیں۔ اور اکثر مواقع میں نفی اور استثناء کا جدا جدا ترجمہ نہیں کرتے بلکہ حصر جو اس سے مقصود ہے اس کو مختصر ہلکے لفظوں میں محاورہ کے موافق بیان کر جاتے ہیں۔ حال تمیز بدل وغیرہ حتیٰ کہ مفعول مطلق کے عنوانات کی رعایت رکھتے ہیں اور خوبی یہ ہے کہ اردو کے محاورہ کے موافق بالجملہ الفاظ اور معانی دونوں کے متعلق بوجوہ متعددہ بہت غور اور رعایت سے کام لیا گیا ہے اور مطالب و مقاصد کی تسہیل اور توضیح میں پورے خوض اور اختیار کو ملحوظ رکھا ہے۔ ہم نے بغرض تنبیہ یہ چند باتیں مختصر طور سے عرض کر دی ہیں اہل فہم توجہ فرمائیں گے تو انشاء اللہ ان کو ہماری عرض کی صداقت جگہ جگہ برابر ملے گی ہم کو کسی طول کی حاجت نہیں اور حاشا وکلا ہمارا یہ مطلب ہرگز نہیں کہ فوائد مذکورہ کا اور کسی نے خیال نہیں فرمایا۔ فضلائے معتبرین مشہورین وغیرہ علمائے کے تراجم میں ہر ایک نے اس قسم کے فوائد کا اپنی اپنی فہم اور رائے اور مصلحت اور گنجائش کے موافق ضرور خیال فرمایا ہے مگر دیکھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ ممدوح نے چونکہ ہر موقع پر ان چھوٹے بڑے فوائد متعددہ کی طرف پوری توجہ فرمائی ہے۔ اور ترجمہ میں ہر

موقع پر ان کا اہتمام رکھا ہے۔ اس لئے کما اور کیفا دونوں طرح یہ امور موضح قرآن میں زائد ہیں جن کی وجہ سے ترجمہ موصوف جملہ تراجم میں ممتاز اور مفید تر نظر آتا ہے۔ اور بنظر فہم و انصاف اس کا مستحق ہے کہ سہل ممتنع کے ساتھ ملقب ہو۔ یہ حضرت ممدوح کا کمال ہے کہ ہر موقع پر جملہ امور پیش نظر رہتے ہیں اور ترجمہ میں حسب حاجت ان کی رعایت کرتے ہیں اور اسی کے مطابق الفاظ بھی ان کو بسہولت مل جاتے ہیں۔ گویا محاورات و لغات اردو بھی سب سامنے رہتے ہیں جس کو مناسب سمجھا بے تکلف لے لیا اور اس پر ترجمہ اپنے محدود احاطہ سے ایک قدم آگے نہیں بڑھ سکتا۔ فَبَارَكَ اللّٰهُ فِیْ حَسَنَاتِهٖ وَاَفَاضَ عَلَيْنَا مِنْ بَرَكَاتِهٖ یہ بات کس قدر قابل قدر اور مفید ہے کہ حضرات مفسرین اور شراح حدیث کے مبسوط ارشادات کا خلاصہ بسہولت ہر درجہ کے مسلمانوں کو ایک لفظ سے سمجھ میں آسکے بلکہ بعض مواقع میں تو حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ کا ایک دو لفظ وہ کام دیتا ہے کہ مبسوط ارشادات سے احق بالقبول معلوم ہوتا ہے۔ ان فی ذلک لایات "للعلمین" اس موقع پر ارشاد خداوندی فَفَهَّمْنٰهَا سُلَيْمٰنَ وَكُلًّا اٰتَيْنَا حُكْمًا وَّعِلْمًا کا نقشہ اور نمونہ ناخواستہ سامنے آگیا۔ دیکھئے حضرت سلیمان علیہ السلام لڑکے تھے مگر حق سبحانہ، نے اپنی رحمت سے ان کو وہ بات سمجھادی کہ حضرت داؤد علیہ السلام نے بھی تسلیم فرمالیا اور اپنے حکم کو واپس کر لیا اور اس سے کسی کے علم و فہم میں کوئی نقصان اور اعتراض بھی نہ ہوا۔ شعر

ایں سعادت بزور بازو نیست		تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

حق تعالیٰ کے غیر متناہی خزانے ہیں جس کو جس میں سے چاہتے ہیں حصہ معین عنایت فرمادیتے ہیں۔ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا نُنَزِّلُهٗٓ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ اب مناسب معلوم ہوتا ہے کہ جیسے یہ چند فوائد عرض کئے ہیں ایسے ہی چند مثالیں بھی کسی موقع سے عرض کردی جائیں۔ جن سے ہمارے معروضات کی تصدیق ہوجائے اور ناظرین کے لئے تسکین اور اطمینان کا باعث ہو۔ سو اول ہی سے لیجئے۔ دیکھئے "بسم اللہ" کا ترجمہ محاورہ کے موافق کیا جس میں توضیح اور اختصار دونوں کی بقدر مناسب رعایت ہے اس سے بہتر اور خوبصورت ترجمہ اردو میں سمجھ میں نہیں آتا۔ اور رَحْمٰن اور رَحِیْم جو مبالغہ کے صیغے ہیں ان کے مبالغہ کو بھی ظاہر فرمادیا اور لطیف اشارہ دونوں کے فرق مراتب کی طرف بھی کر گئے۔ جتنے تراجم سابقہ ہیں ان میں مبالغہ سے تعرض نہیں فرمایا۔ اس کے بعد سورۂ فاتحہ میں بھی رَحْمٰن اور رَحِیْم کا ترجمہ ایسا ہی کیا گیا۔ یَوْمِ الدِّیْنِ کا ترجمہ جملہ حضرات نے "روز جزا" یا "دن جزا کا" فرمایا ہے۔ مگر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے صاف لکھ دیا ہے کہ میں نے عوام کی زبان میں ترجمہ کیا ہے اور عوام کے کلام میں جزا کا لفظ شائع اور مستعمل نہیں۔ دوسرے اہل لغت اور حضرات مفسرین نے دِیْن کے معنی جزا اور حساب دونوں فرمائے ہیں۔ ان وجوہ سے غالباً حضرت ممدوح نے جزا کے بدلے "انصاف" کا لفظ اختیار فرمایا کہ عوام میں بھی شائع ہے اور اس ایک لفظ میں جزا اور حساب دونوں آگئے۔ "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ" جملہ حضرات "ہدایت" کا ترجمہ کبھی تو لفظ "ہدایت" ہی سے کر جاتے ہیں۔ اس لئے کہ لفظ "ہدایت" فارسی اردو میں برابر مستعمل ہے اور کبھی اپنی زبان میں ترجمہ کرتے ہیں تو "ہدایت" کا ترجمہ "رستہ دکھانے" اور "راہنمائی" کے ساتھ کرتے ہیں۔ مگر حضرت ممدوح علی العموم ہدایت کا ترجمہ اپنی ہی زبان میں فرماتے ہیں۔ الا ماشاء اللہ۔ لیکن ہر موقع پر اس کا بھی لحاظ رکھتے ہیں کہ "ہدایت" کے کون سے معنی اس موقع کے مناسب ہیں کیونکہ "ہدایت" کے لغت عرب میں دو معنی ہیں۔ ایک "صرف راستہ دکھلا دینا" دوسرے "مقصود تک پہنچا دینا" اول کو "اراءۃ" دوسرے کو "ایصال" کہتے ہیں۔ اس لئے اوروں نے "اِهْدِنَا" کا ترجمہ "دکھا ہم" کو فرمایا ہے اور شاہ صاحب "چلا ہم کو" فرماتے ہیں جس سے "ایصال" کی طرف اشارہ کرنا مفہوم ہوتا ہے۔ اسی طرح پر هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ میں اور

حضرات نے ''ھدی'' کے ترجمہ میں ''رہنما'' یا ''راہ دکھاتی ہے'' فرمایا ہے۔ اور حضرت ممدوح نے ''راہ بتلاتی ہے'' فرمایا، چونکہ ''اھدنا'' میں ''ہدایت'' حق تعالیٰ کی صفت ہے تو وہاں چلانے'' کا لفظ لائے ہیں اور اس موقع میں ہدایت قران کی صفت ہے تو اس لئے ''راہ بتانے'' کا لفظ بیان فرمایا۔ ورنہ دونوں جگہ مقصود ''ایصال'' کی طرف اشارہ کرنا معلوم ہوتا ہے۔ فرحمہ اللہ مادق نظرہ وارق الفاظہ۔ ''متقین'' میں تقویٰ کا ترجمہ سب حضرات مرحومین نے ''پرہیزگاری'' فرمایا ہے جو تفاسیر کثیرہ کے موافق ہے پھر حضرات مفسرین نے اس پر شبہ کیا کہ ہدایت کے محتاج گمراہ ہیں نہ متقی۔ اس لئے ھُدًی لِلضَّآلِّیْنَ فرمانا چاہئے تھا۔ بعض حضرات نے متقین کے معنی صائرین الی التقویٰ کے لے کر جواب دیا۔ بعض نے دیگر جوابات دے کر شبہ کا قلع قمع کیا حضرت شاہ صاحب ﷫ کی طبع لطیف اور باریک بین نظر اس طرف گئی کہ ''تقویٰ'' کا ترجمہ ''ڈر اور ''خوف'' کے ساتھ کرنا پسند کیا۔ جو ''تقویٰ'' کے اصلی اور لغوی معنی ہے اور ''متقین'' سے وہ لوگ مراد لئے جن کے دل میں اللہ تعالیٰ کا ڈر ہے۔ اس لئے ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ کا ظاہر اور معروف ترجمہ ''یعنی راہ دکھاتی ہے پرہیزگاروں کو'' اس کو چھوڑ کر ''راہ بتلاتی ہے ڈر والوں کو'' اختیار فرمایا جس سے شبہ مذکورہ کے خطور کا موقع ہی نہ رہا جو کسی جواب کی حاجت ہو اور اگر ''ہدایت'' سے ایصال مراد لیں جیسا کہ ترجمہ میں اس کی طرف اشارہ مفہوم ہوتا ہے۔ پھر تو شبہ کیا کسی وہمی کے تو ہم کی بھی گنجائش نہیں۔ آگے دیکھئے ''یومنون بالغیب'' کے ترجمہ میں اگر ''ایمان لاتے ہیں ساتھ غیب'' یا ''غیب'' پر کہا جائے تو بہت صحیح اور ظاہر کے موافق ترجمہ ہے اور لفظ ''ایمان'' اور ''غیب'' دونوں ایسے مشہور ہیں کہ دوسرے لفظوں سے ان کے ترجمے کرنے کی ضرورت نہیں لیکن لفظ ''ایمان'' اصطلاح شرع میں دو معنی میں مستعمل ہوتا ہے۔ ایک نفس تصدیق اور یقین جو ضروریات دین کے ساتھ متعلق ہو جس کو حقیقت ایمانی سے بھی تعبیر کرتے ہیں اور معنی لغوی کے بالکل مطابق ہے دوسرے تصدیق اور اعمال ایمانی کا مجموعہ جس کو ایمان کامل بھی کہتے ہیں۔ سو اول تو حضرت شاہ صاحب ﷫ کی عام عادت ہے کہ حتی الوسع ترجمہ میں اردو کے لفظ کو اختیار فرماتے ہیں۔ دوسرے لفظ ایمان جب دو معنوں میں مستعمل ہے تو حضرت ممدوح کے اصول کے موافق ضرور ہوا کہ ترجمہ میں ایسا لفظ لائیں کہ ایمان کے جو معنی اس جگہ مراد ہیں ان کی تعیین ہو جائے اور دوسرا احتمال نہ رہے۔ علی ہذا لفظ ''غیب'' میں اجمال ہے۔ معلوم نہیں کس چیز سے غائب ہونا مراد ہے۔ ان وجوہ سے وہ صحیح اور ظاہر ترجمہ جس کا پہلے ذکر ہو چکا اس کو چھوڑ کر یہ ترجمہ اختیار فرمایا۔ ''یقین کرتے ہیں بن دیکھے'' جس سے یہ معلوم ہو گیا کہ آیت میں ایمان کے اول معنی مراد ہیں نہ دوسرے۔ اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ غیب کے یہ معنی ہیں کہ جن چیزوں کو انہوں نے نہیں دیکھا اور ان کے علم و ادراک سے غائب ہیں۔ جیسے دوزخ، بہشت پل صراط وزن اعمال، عذاب قبر، فرشتے جنات سو وہ لوگ ان سب چیزوں کا اللہ اور رسول کے فرمانے سے یقین کرتے ہیں۔ معہذا حضرات مفسرین رحمہم اللہ نے جو ''بالغیب'' میں چند احتمال ذکر فرمائے ہیں ان میں سے ایک معنی جو ظاہر اور راجح ہیں اس ترجمہ سے وہ بھی متعین ہو گئے جیسا کہ کتب تفسیر میں مذکور ہے۔

تنبیہ...... ایمان کا ذکر قرآن شریف میں ماضی، مضارع، امر، اسم فاعل مختلف صیغوں کے ضمن میں بہت کثرت سے موجود ہے۔ سو حضرات مترجمین تو اکثر مواقع میں اس کا حسب ظاہر ترجمہ ''ایمان'' یا ''اسلام'' سے فرما جاتے ہیں اور حضرت ممدوح ''ایمان'' ''اسلام یقین ماننا'' جو لفظ جس موقع کے مناسب اور مفید سمجھتے ہیں اس کو اختیار کرتے ہیں اور اس کی وجہ سے ترجمہ کے متعلق کارآمد باتیں معلوم ہوتی ہیں۔ جیسا کہ ﴿یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ﴾ کے ترجمہ میں ابھی عرض کر چکا ہوں۔ اور انہی چھوٹے چھوٹے فقروں اور ہلکی ہلکی رعایتوں کی وجہ سے بعض مواقع میں بڑے بڑے شبہے بسہولت دفع ہو جاتے ہیں اور تحقیق

باتیں معلوم ہوجاتی ہیں۔ دیکھئے احادیث میں وارد ہے کہ جب آیۂ کریمہ ''الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم اولئك'' الخ نازل ہوئی تو حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کو بہت ہی شاق گزرا۔ آخر آپ کی خدمت میں عرض کیا۔ ''اینالم یظلم نفسه'' یعنی یا رسول اللہ ہم میں ایسا کون ہے جس نے اپنے نفس پر ظلم یعنی گناہ نہ کیا ہو۔ تو پھر اب تک سب عذاب الٰہی سے غیر مامون اور ہدایت سے محروم ہوگئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا ''لیس ذلك انما هو الشرك الم تسمعوا قول لقمان لابنه یا بنی لا تشرك بالله ان الشرك لظلم عظیم'' یعنی ''لم یلبسوا ایمانهم بظلم'' میں ظلم سے مراد شرک ہے مطلق گناہ نہیں۔ جو یہ دشواری پیش آئے۔ حضرات مفسرین اور شراح احادیث کے اقوال اس جواب کی تقریر میں مختلف ہوگئے۔ جیسا کہ اہل علم کو معلوم ہے۔ سو ایک خلجان تو ''لم یلبسوا ایمانهم بظلم'' میں تھا۔ جو حضرات صحابہ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم کو پیش آیا تھا۔ دوسرا اختلاف خلجان مذکور کے جواب میں مفسرین وغیرہ علمائے کرام کو پیش آ گیا کہ جواب کا مقصد اور اس کا ماخذ کیا ہے۔ سو خلجان معروضہ اصحاب کرام تو آپ ﷺ کے ارشاد سے جاتا رہا مگر آپ کے ارشاد کے مقصد و ماخذ میں علماء کو جو اختلاف پیش آ گیا وہ موجود ہے اس پر حضرات مترجمین نے تو ان لمبی لمبی بحثوں کو دیکھا کہ ترجمہ ان کو متحمل نہیں ہوسکتا اور نہ اس کے مناسب اس لئے ترجمہ میں اس سے قطع نظر کر کے ظاہر کے موافق صحیح ترجمہ فرمادیا اور لمبی بحثوں کے لئے دوسرا موقع ہے اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی دقیق نظر نے دیکھا کہ جب ہم کو ترجمہ میں کوئی زیادتی اور طول کرنا نہیں پڑتا صرف ایک لفظ کی جگہ دوسرا ویسا ہی لفظ بول دینے سے سب امور طے ہوجاتے ہیں۔ تو پھر اس میں کیوں کوتاہی کی جائے اور کام کی بات سے کیوں محروم رکھا جائے۔ تو انہوں نے اپنی عادت کے موافق یہ کیا کہ ''الذین امنوا ولم یلبسوا ایمانهم بظلم'' کے ترجمہ میں یہ الفاظ فرمائے ''جو لوگ یقین لائے اور ملائی نہیں اپنے یقین میں کچھ تقصیر'' جس سے معلوم ہوگیا کہ ایمان سے حقیقت ایمان یعنی تصدیق قلبی مراد ہے۔ حسب معروضہ سابق جس کو ''ایمان بالمعنی الاول'' کہتے ہیں۔ اہل فہم و انصاف کو تو بس یہی کافی ہے مگر اس پر اتنا اور کیا کہ ''ظلم'' کے ترجمہ میں لفظ ''تقصیر'' بیان فرمایا۔ جس سے اور بھی وضاحت اور تکمیل ہوگئی اب اس میں غور کرنے سے نہ آیت میں کوئی خلجان ہوتا ہے۔ نہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد میں اختلاف باقی رہتا ہے۔ دو لفظوں میں ایسی تحقیق فرمادی کہ لمبی لمبی بحثوں کی ضرورت نہ رہی اور طرفہ یہ کہ تحقیق دو لفظی سب سے احق بالقبول معلوم ہوتی ہے اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کے خلجان کا منشاء کیا تھا اور ارشاد نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کا منشاء کیا ہے اور ترجمہ میں جو لفظ ''کچھ'' داخل فرمایا ہے جو اور ترجموں میں نہیں وہ یہ صاف بتلاتا ہے کہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ اقوال علماء کو پیش نظر رکھ کر جو بات محقق اور راجح ہے اس کو بیان فرمانا چاہتے ہیں۔ یہاں تمثیلات کے ذیل میں یہ ذکر استطراداً آ گیا اس سے زائد بسط کا موقع نہیں اور حضرات اہل علم خود بھی جانتے ہیں۔ البتہ سورۂ انعام میں اس آیت کے متعلق حاشیہ پر کچھ بسط سے عرض کردیا جائے گا۔ انشاء اللہ

اس کے بعد ﴿مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ﴾ کے ترجمہ میں من تبعیضیہ کا ترجمہ لفظ ''کچھ'' سے بیان فرما کر ممانعت اسراف کی طرف اشارہ کردیا جیسا کہ تفسیر بیضاوی وغیرہ میں مذکور ہے ﴿یُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ﴾ کے ترجمہ میں فرماتے ہیں ''دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے'' جو نہایت صاف اور مناسب ترجمہ ہے۔ اور کوئی خلجان اور وہم اس میں نہیں ہوسکتا۔ ﴿عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ کے ترجمہ میں ''دکھ کی مار'' فرما کر اشارہ کردیا کہ فعیل بمعنی مفعول ہے جو استعمال مفرد اور راجح ہے اور محاورہ کے موافق ﴿بِمَا كَانُوْا یَكْذِبُوْنَ﴾ میں ﴿یَكْذِبُوْنَ﴾ کا ترجمہ ظاہر کے خلاف ''جھوٹ کہتے تھے'' فرماتے ہیں ''جھوٹے بولتے تھے'' نہیں فرمایا جو سہل اور ظاہر

کے موافق تھا سو اس کی وجہ انشاء اللہ یہی ہے کہ جھوٹ بولتے تھے۔ بظاہر اس سے یہ سمجھ میں آتا ہے کہ ان لوگوں کا کاذب ہونا بیان کرنا مقصود ہے اور اس کی وجہ سے ان پر عذاب الیم ہوگا۔ حالانکہ یہ بات نہیں بلکہ مقصود یہ ہے کہ وہ لوگ ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ جھوٹ کہا کرتے تھے۔ یعنی منافق تھے اور عذاب الیم اس نفاق کے بدلے میں ہوگا۔ "فللہ درہ ما الطف طبعہ اسلم ذوقہ وحد نظرہ"۔ اور سنئے ﴿مَا يَشْعُرُوْنَ﴾ اور ﴿لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ جو ان آیات میں مذکور ہیں دونوں جگہ ﴿يَشْعُرُوْنَ﴾ ایک لفظ ہے کوئی فرق نہیں۔ اس لئے حضرات مترجمین دونوں کے ترجمہ میں کچھ فرق نہیں فرماتے مگر حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ اول کا ترجمہ "نہیں بوجھتے"، اور دوسرے کا "نہیں سمجھتے" فرماتے ہیں۔ فرق صرف اتنا ہے کہ جہاں تامل اور فکر کی حاجت ہوتی ہے اس کے سمجھنے کو "بوجھنا" کہتے ہیں حضرت ممدوح کے اس فرق فرمانے سے ادھر اشارہ ہو گیا کہ امر اول یعنی منافقوں کا اپنے نفسوں کو دھوکا دینا اس کے سمجھنے میں کچھ تامل کی حاجت ہے اور امر ثانی یعنی منافقوں کا مفسد ہونا بالکل ایک امر ظاہر ہے۔ ادنیٰ تامل کی بھی حاجت نہیں۔ قاضی بیضاوی رحمہ اللہ نے اس موقع میں ﴿لَا يَشْعُرُوْنَ﴾ اور ﴿لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ کا فرق بیان کیا ہے۔ شاہ صاحب نے یہ کیا کہ ایک لفظ ﴿يَشْعُرُوْنَ﴾ کو دو موقعوں میں لانے سے بوجہ اختلاف محل جو باریک فرق نکلتا تھا اس کی طرف اشارہ فرما گئے۔

اس کے بعد عرض ہے کہ ہم نے یہ چند نظائر چھوٹی بڑی جو شروع قرآن مجید کے صفحہ ڈیڑھ صفحہ کے متعلق ہیں موضح القرآن سے بطور نمونہ اور تنبیہ عرض کر دیئے ہیں اس کو دیکھ کر ترجمہ موصوف کی خوبی اور کیفیت بالاجمال معلوم ہو سکتی ہے اور ہمارے معروضات سابقہ کی تصدیق کیلئے انشاء اللہ کافی ہیں اور ترجمہ مذکور کا اول سے آخر تک یہی رنگ ہے چنانچہ اہل علم پر واضح ہے مگر ہم اس امر سے معذور ہیں کہ جیسا ہم نے بطور نمونہ اس مقام کے متعلق چند نظائر عرض کی ہیں اسی طرح پر تمام ترجمہ کے نظائر اور فوائد کو بیان کریں اور نہ اس کی حاجت۔ البتہ جو بات قابل تنبیہ ہوگی اس کو اپنے اپنے موقع پر بالاجمال یا بالتفصیل حاشیہ پر فوائد کے ذیل میں انشاء اللہ عرض کر دیں گے۔ اور اہل فہم کو ایک دو جزو غور سے سمجھ لینے کے بعد ان امور کے سمجھنے میں خود سہولت ہو جائے گی۔ یہ امر بھی عرض کر دینے کے قابل ہے کہ حضرت حجۃ اللہ علی العلمین شاہ ولی اللہ قدس سرہ نے جب اول قرآن شریف کا ترجمہ فرمایا تو حاشیہ پر ضروری فوائد بھی کچھ تحریر فرمائے۔ مگر نہایت مختصر اور مجمل اور بہت کم موقعوں پر جو عام مسلمانوں کو کسی مرتبہ میں بھی کافی نہیں ہو سکتے۔ اس کے بعد جب حضرت شاہ عبدالقادر رحمہ اللہ نے ترجمہ فرمایا تو حضرت ممدوح نے فوائد کو بھی ایک مقدار کافی ضروری تک بڑھا دیا۔ جو نہایت مفید اور کارآمد ہیں۔ مگر مختصر عبارت اور سادہ الفاظ میں کہ بعض مواقع میں ہر کوئی سہولت سے نہیں سمجھ سکتا۔

اب اصل ترجمہ کی کیفیت بیان کرنے کے بعد اپنی ترمیم کے متعلق عرض ہے کہ یہ تو پہلے معلوم ہو چکا کہ ترمیم صرف دو امر کے متعلق ہے۔ لفظ متروک کو بدل دینا اور کہیں کہیں حسب ضرورت اجمال کو کھول دینا۔ اس کے بعد اتنا اور عرض ہے کہ جس موقع پر ہم کو لفظ بدلنے کی نوبت آئی ہے وہاں ہم نے یہ نہیں کیا کہ اپنی طرف سے جو مناسب سمجھا بڑھا دیا۔ نہیں بلکہ حضرات اکابر کے تراجم میں سے لینے کی کوشش کی ہے۔ خود موضح القرآن میں دوسری جگہ کوئی لفظ مل گیا یا حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمہ اللہ کی اردو تفسیر میں یا حضرت مولانا رفیع الدین کے ترجمہ میں یا "فتح الرحمن" میں حتی الوسع ان میں سے لینے کو پسند کیا ہے۔ البتہ کچھ مواقع ایسے بھی نکلیں گے جہاں کسی وجہ سے ہم نے اپنے خیال کے موافق کوئی لفظ داخل کر دیا ہے اور جہاں ہم نے کوئی لفظ بدلا ہے وہاں دونوں باتوں کا خیال رکھا۔ یعنی لفظ ہلکا، سہل، محاورہ کے موافق بھی اور مطابق غرض اور موافق مقام بھی پورا ہو اور جس جگہ ایسا لفظ ہم کو نہیں ملا وہاں

جانب معنی کو ترجیح دی ہے۔ یعنی لفظ موافق مراد اور مناسب مقام کو اختیار کیا ہے۔ گو اس میں کسی قدر طول ہو یا لفظ بہت مشہور نہ ہو۔ اور ہم نے جس جگہ کسی کسی مصلحت سے ترتیب کو بدلا ہے یا اور کوئی تغیر کیا ہے تو یہ ضرور لحاظ رکھا ہے کہ اس کی نظیر حضرات اکابر کے تراجم میں موجود ہونی چاہئے۔ ایسا تغیر جس کی نظیر مقدس حضرات کے تراجم میں نہ ہو ہم نے کل ترجمہ میں جائز نہیں رکھا۔ اتفاق سے اگر کوئی موقع اس عرض کے خلاف ہو تو وہ یقیناً ہمارا سہو ہے یا خطا بالقصد جان بوجھ کر ہم نے ایسا کہیں نہیں کیا۔

حضرات علماء میں بعض کلمات قرآنی کے ترجمہ میں باہم کچھ اختلاف ہوا ہے۔ اور بعض آیات کے مطلب میں بھی کچھ نزاع ہے۔ سو ایسے مواقع میں ہم نے حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ ہی کا اتباع کیا ہے۔ الا ماشاء اللہ کہ کسی موقع پر حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہ کی متابعت اختیار کی ہے۔

فوائد کے متعلق یہ عرض ہے کہ موضح القرآن کے جملہ فوائد کے لینے کا التزام کیا گیا ہے۔ مگر شاذ و نادر کہ کسی وجہ سے اس کے بیان کرنے کی حاجت نہیں سمجھی اور فوائد میں چونکہ ہر طرح سے گنجائش اور وسعت ہے ترجمہ کی طرح قید اور تنگی نہیں تو اس لئے ہم نے اکثر یہ کیا ہے کہ حضرت ممدوح کے فوائد کو اپنی عبارت میں بیان کیا ہے اور تقدیم و تاخیر، تغیر و تبدل، اجمال و تفصیل وغیرہ امور سے احتراز نہیں کیا۔ اور بہت سے فوائد بالاستقلال مفید اور نافع سمجھ کر مختلف موقعوں سے لے کر اپنی رائے سے بڑھا دیئے ہیں اور حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تقلید کی وجہ سے ترجمہ میں اگر کسی جگہ قدرے تنگی رہ گئی تو اس کے بدلہ میں مکافات سے بھی زائد فوائد میں اس کو واضح کر دیا گیا ہے۔ اور بغرض تشریح و تسہیل و تکمیل فوائد کی تکثیر کو ہم نے اختیار کیا۔ فوائد میں طول ہو جانے کی ایک وجہ یہ بھی ہے کہ جو کوئی مترجم فوائد لکھتا ہے وہ صرف کلام مجید کے متعلق لکھتا ہے اور احقر کو اس کے علاوہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ کے متعلق بھی بعض مواقع میں کچھ کچھ عرض کرنے کی نوبت آئی ہے۔ کیونکہ ہماری تمام سعی کا لب لباب دراصل ترجمہ موصوف کی خدمت گزاری ہے تو بس چونکہ بعض بعض مقامات پر کچھ کچھ ترمیم کرنے سے حقیقت میں یہ دوسرا ترجمہ نہیں ہو گیا۔ اس لئے اس کا کوئی نام مستقل مقرر کرنا بھی ٹھیک نہیں تھا مگر صرف دفع التباس اور رفع اشتباہ کی مصلحت سے مناسب معلوم ہوا کہ اگر اصل ترجمہ کے نام کے علاوہ اس کا بھی کچھ نام رکھ دیا جائے تو التباس و اشتباہ سے پورا بچاؤ رہے گا۔ اس کا نام ''موضح قرآن'' ہے۔ بعض کا نام ''موضح فرقان'' بہت مناسب معلوم ہوتا ہے۔ ایک کے ہیں ایک اور ہیں دو کے دو، کہنے کو دو اور حقیقت میں ہیں ایک مگر موضح قرآن میں یہ خوبی ہے کہ تاریخی بھی ہے۔ موضح فرقان تاریخی نہیں، ہاں گھٹا بڑھا کر کچھ تکلیف کے بعد تاریخی بھی ہو سکتا ہے۔

قطعہ

یادگار عبدالقادر	ترجمہ موضح قرآن مجید	وہ آں معدن صد خوبی را
کردِ ترمیم اقل العبید	ہے شش و پنج بکفتہ محمود	سال ۶ ۳ و موضح ۱۳ فرقان حمید

اس کے بعد یہ عرض ہے کہ سب مسلمانوں پر فرض ہے کہ اپنے رب کو پہچانیں اور اس کی صفات اور اس کے احکام کو معلوم کریں اور تحقیق کریں کہ حق تعالیٰ کونسی باتوں سے خوش ہوتا ہے اور کونسی باتوں سے غصہ ہوتا ہے اور اس کی خوشی کے کاموں کو کرنا اور اس کی ناخوشی کے کاموں سے بچنا اسی کا نام بندگی ہے اور جو بندگی نہ کرے وہ بندہ نہیں اور سب کو معلوم ہے کہ آدمی جب پیدا ہوتا ہے سب چیزوں سے ناواقف اور محض انجان ہوتا ہے۔ پھر سکھلانے سے سب کچھ سیکھ لیتا ہے۔ اور بتلانے سے ہر چیز جان لیتا ہے۔ اسی طرح حق کا پہچاننا اور اس کی صفات اور احکام کا جاننا بھی بتلانے اور سکھلانے سے آتا ہے۔ لیکن جیسا حق تعالیٰ نے ان باتوں کو قرآن شریف میں خود بتلایا ہے ویسا کوئی نہیں بتلا سکتا اور جو اثر اور برکت اور ہدایت

خدائے تعالیٰ کے کلام پاک میں ہے وہ کسی کے کلام میں نہیں۔ اس لئے عام خاص جملہ اہل اسلام کو لازم ہے کہ اپنے اپنے درجہ کے موافق کلام اللہ کے سمجھنے میں غفلت اور کوتاہی نہ کریں۔ سو قرآن شریف کے اوپر کے درجہ کے مطابق اور خوبیاں تو عالموں کے سمجھنے کی بات ہے مگر جو لوگ کہ علم عربی سے ناواقف ہیں ان کو بھی کم سے کم اتنا ضرور کرنا چاہئے کہ علمائے دین نے جو سلیس ترجمے ان کی زبان میں عوام کی واقفیت اور ہدایت کے لئے کر دیئے ہیں ان کے ذریعہ سے اپنے معبود حقیقی کے کلام کے سمجھنے میں ہرگز کاہلی نہ کریں اور اس نعمت لازوال سے بالکل محروم نہ رہیں کہ بہت بڑی بدبختی اور کم قسمتی ہے مگر اس میں اتنا اندیشہ ضرور ہے کہ صرف فارسی خواہ یا اردوداں جو محاورات عرب سے ناواقف ہے محض سلیس ترجمہ کو دیکھ کر کچھ کا کچھ سمجھ جائے گا کیونکہ پچھلی بات کا پہلی بات سے ملنا یا جدا ہو جانا اکثر موقع میں بدون بتلائے ناواقف کی سمجھ میں نہیں آتا۔ اور کسی مضمون مجمل اور مبہم میں کچھ کا کچھ ہو جانا عوام سے کچھ بعید نہیں۔ یہاں تک کہ بعض آیتوں میں ضمیر کے مرجع میں غلطی کھا کر خرابی میں پڑنے کا اندیشہ ہے۔ نیز یہ امر بھی ضروری ہے کہ کلام الٰہی کے معنی بلا سند معتبر نہیں اور سلف صالحین کے مخالف کسی آیت کے معنی لینے جہل اور گمراہی ہے بالخصوص موضح القرآن کے ان فوائد کو سمجھنا جو کہ جگہ جگہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اشارۃً ارشاد فرمائے ہیں بدون بتلائے عالم واقف کے ممکن نہیں جیسا کہ ابھی معروض کر آیا ہوں۔ سو ان وجوہ سے لازم ہے کہ استاد سے سیکھنے میں مسلمان کاہلی اور کوتاہی نہ کریں اور محض اپنی رائے پر اعتماد کر کے ثواب کے بدلے اللہ کا غصہ نہ کمائیں۔

"واللہ الموفق وھو یھدی السبیل"۔

یہ مضمون حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا ہے جو تھوڑی سی تفصیل اور تغیر کے ساتھ ہم نے مفید سمجھ کر عرض کر دیا ہے۔ اگر کاش مسلمانان ہند اس مفید قابل اہتمام مضمون کی پابندی کرتے تو آج ترجمہ موضح القرآن کے سمجھ میں نہ آنے کی شکایت نہ کرتے اور جو حضرات ترجمہ موصوف کے سمجھنے میں آج سست اور کاہل نظر آتے ہیں۔ وہ دوسروں کے سمجھانے میں چست اور مستعد نظر آتے۔ حضرات علماء عام اہل اسلام کی بہبودی اور نفع رسانی کی غرض سے سہل سے سہل نئے نئے ترجمے شائع کرتے رہتے ہیں مگر انصاف سے اس وقت تک نفع مذکور باوجود کثرت تراجم عام اور شائع طور پر اہل اسلام میں نہیں پھیلا۔ جب تک خود اہل اسلام ترجمۂ قرآن شریف کو ضروری اور مفید سمجھ کر اپنے شوق اور توجہ سے سیکھنا اور سمجھنا نہ چاہیں گے۔ اس وقت تک تکثیر تراجم سے عوام کو کیا نفع پہنچ سکتا ہے۔ شیخ علیہ الرحمۃ نے کیا خوب فرمایا ہے۔

قطعہ

فہم سخن تا نکند مستمع قوت طبع از متکلم مجوئے
فسحت میدانِ ارادت بیار تا بزند مرد سخن گوئے گوئے

حضرات علماء نے عوام کی بہبودی کی غرض سے جیسے سہل اور آسان متعدد ترجمے شائع فرما دیئے ہیں ایسے ہی اس کی بھی حاجت ہے کہ علی العموم مسلمانوں کو ان ترجموں کے سیکھنے اور ان کے سمجھنے کی طرف رغبت بھی دلائی جائے۔ علمائے کرام اہل اسلام کو خاص طور پر سے ترجموں کے سمجھنے اور پڑھنے کی ضرورت اور اس کی منفعت دل نشین کرنے میں کوتاہی نہ فرمائیں۔ بلکہ ترجمہ کی تعلیم کے لئے ایسے سلسلے بھی قائم فرما دیں کہ جو چاہے بسہولت اپنی حالت کے مناسب اور فرصت کے موافق حاصل کر سکے۔ واللہ الموفق والمعین۔

التماس اخیر

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اصل ترجمہ کا احسن التراجم اور انفع التراجم ہونا تو انشاء اللہ ایسا نہیں کہ اہل علم و دیانت میں کوئی اس کا منکر ہو ہاں احقر نے جو اس کی خدمت اور ترمیم کی ہے اس کی نسبت ضرور ہم کو خلجان ہے۔ اس لئے اہل علم و انصاف کی خدمت

میں التماس ہے کہ اگر یہ ترجمہ شائع ہو کر کسی وقت آپ حضرات تک پہنچے تو اس کی حاجت ہے کہ ایک نظر اس کو ملاحظہ فرما کر جو امور قابل اصلاح معلوم ہوں ان سے ہم کو مطلع فرمانے میں تامل نہ فرمائیں۔ اور اگر کوئی صاحب بالاستقلال ترمیم فرمانا زیادہ پسند کریں تو وہ بالاستقلال اس خدمت کو انجام دینے میں سعی فرمائیں۔ ہماری غرض صرف یہ ہے کہ یہ عمدہ اور مفید ترجمہ جو اہل علم اور عوام دونوں کو مفید ہے ایک تھوڑے سے بہانہ سے نظروں سے نہ گر جائے اور ہم اس کے فیض سے محروم نہ رہ جائیں۔ اور ایک صدقہ جاریہ میں خلل اور نقصان نہ آجائے جس طرح ہو اور جو کوئی اس کی تلافی اور تدارک بہتر سے بہتر کر سکے وہ اس میں کوتاہی نہ کرے۔

صلائے عام ہے یاران نکتہ داں کے لئے

یادداشت بعض امور کی جو ترجمہ یا فوائد میں خیال لئے گئے

(حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی یہ مختصر یادداشت مسودات ترجمہ میں موجود تھی۔ جس سے فوائد پر ایک روشنی پڑتی ہے اس لئے اس کو بطور ضمیمہ مقدمہ کے شائع کیا جاتا ہے۔)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ لغت میں یہ بات مسلم ہے کہ الرحمن میں بہ نسبت الرحیم مبالغہ زیادہ ہے لیکن اس کے فرق کی طرف سوائے شاہ صاحب کسی نے اشارہ نہیں کیا۔ بعض مترجموں نے تو بالکل الٹا کر دیا۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فرق ایسا دقیق تھا کہ اس کو کسی نے خیال نہیں کیا۔ شاہ صاحب نے تحریر فرمایا ہے۔ ''جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔'' ہمارے ترجمہ میں اس کو خوب کھول دیا گیا اور یہ ترجمہ کیا گیا۔ ''بے حد مہربان نہایت رحم کرنے والا'' ''رحمن'' اور ''رحیم'' دونوں کے مبالغہ کو ظاہر کر دیا اور ''بے حد'' اور ''نہایت'' نے باہمی فرق بھی بتلا دیا۔

﴿اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ﴾...... الحمد کا ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب نے ''ہر ہر طرح کی تعریف'' کیا ہے لیکن اس ترجمہ میں نہایت باریک نقص تھا۔ کیونکہ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ ہر قسم کی تعریفیں اللہ کے واسطے ہیں۔ اس سے استغراق انواع ثابت ہوا نہ کہ استغراق افراد اور استغراق افرادی بڑھا ہوا ہوتا ہے اور وہی مراد بھی ہے اس ترجمہ کو چھوڑ کر یہ ترجمہ کیا گیا۔ ''سب تعریفیں اللہ کے لئے'' اس ترجمہ اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمے میں صرف الفاظ کے کم وبیش کا فرق ہے۔ امر مذکور کے فائدہ میں مضمون کھول دیا ہے۔

﴿مٰلِکِ یَوۡمِ الدِّیۡنِ﴾...... مولوی نذیر احمد صاحب نے اس کا ترجمہ بادشاہ کا کیا ہے۔ اگر چہ یہ ترجمہ اس قراءت کے موافق درست ہے جس میں ملک یوم الدین ہے مگر اس قراءۃ کے موافق درست نہیں۔ اس کا خیال رکھنا چاہئے تھا۔

﴿غَیۡرِ الۡمَغۡضُوۡبِ عَلَیۡہِمۡ﴾...... اس آیۃ شریفہ کا ترجمہ نہایت غور طلب امر ہے۔ تمام تفاسیر میں لکھا ہے ''غیر'' الذین کی صفت ہے یا بدل ہے۔ لیکن تمام مترجموں نے اس کا خیال نہیں کیا۔ بلکہ خلاف ترکیب لفظی یہ ترجمہ کیا ہے۔ ''نہ اس کی راہ'' البتہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں دونوں احتمال تھے۔ اس لئے تمام تراجم کے خلاف اس آیت کے ترجمہ کو تفاسیر کے موافق کر دیا اور فائدہ میں اصل مدعا کو کھول دیا ہے۔

﴿الٓمٓ﴾...... حروف مقطعات کے معانی میں مولوی نذیر احمد صاحب نے علماء کے اوپر شخصی رائے کا الزام لگایا تھا جس کے جواب کی طرف فائدہ میں اشارہ کیا ہے۔

﴿لَا رَیۡبَ فِیۡہِ﴾...... اس آیت کے فائدے میں بہت سے شبہات اور اعتراضات کا جواب دیا گیا ہے۔ دو جگہ لفظ یشعرون وارد ہوا ہے۔ تمام مترجموں نے دونوں جگہ ایک ہی ترجمہ کیا ہے۔ یعنی ''نہیں سمجھتے''۔ البتہ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرق کیا ہے جو نہایت باریک ہے وہ یہ کہ اول میں ''بوجھتے'' اور دوسرے میں ''سمجھتے''۔ لیکن یہ فرق بہت مخفی تھا۔ اس کو ہمارے ترجمہ میں کھول دیا گیا ہے۔

﴿وَلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ الخ یَکۡذِبُوۡنَ﴾...... کا ترجمہ مولوی نذیر احمد صاحب وغیرہ نے ''جھوٹ بولتے تھے'' کیا ہے۔ اور شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے ''جھوٹ کہتے تھے'' لیکن صحیح ترجمہ یہی ہے جو شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا ہے۔ کیونکہ یہ سزا مطلقا جھوٹ بولنے کی عادت کی نہ تھی۔ بلکہ خاص اس جھوٹ کہنے کی کہ ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰہِ﴾ یعنی نفاق کے بولنے اور کہنے میں باریک فرق

ہے اور فائدہ میں اس کو واضح کر دیا ہے۔

﴿یَمُدُّهُمۡ فِیۡ طُغۡیَانِهِمۡ﴾...... اس آیت کے ترجمہ میں نذیر احمد وغیرہ مترجموں نے سب نے غلطی کی ہے کہ ﴿فِیۡ طُغۡیَانِهِمۡ﴾ کو ﴿یَعۡمَهُوۡنَ﴾ کے متعلق کیا ہے۔ حالانکہ اس سے معتزلہ کے مذہب کی تائید ہوتی ہے۔ صحیح ترجمہ یہ ہے کہ اس کو "یمد" کے متعلق کیا جاوے۔ اور جو مذہب اہل سنت کا ہے اس کو ظاہر کر دیا جاوے۔ شاہ صاحب کا ترجمہ اسی طرح پر ہے اور ہمارے ترجمہ میں اس کو واضح کر دیا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ مولوی نذیر احمد صاحب نے عمی اور عمہ کے فرق کو بالکل اڑا کر بے موقع ترجمہ کیا ہے دیکھنے سے یہ فرق معلوم ہوگا۔ ﴿فَمَا رَبِحَتۡ تِّجَارَتُهُمۡ﴾ الخ اس کا ترجمہ غلط کیا ہے۔

﴿ذَهَبَ اللّٰهُ بِنُوۡرِهِمۡ﴾...... مولوی نذیر احمد صاحب نے آنکھوں کا نور مراد لیا ہے۔ حالانکہ یہ درست نہیں ہے۔

﴿فَلَمَّاۤ اَضَآءَتۡ مَا حَوۡلَهٗ﴾۔ اس آیت میں فعل لازم کا ترجمہ کیا ہے۔ حالانکہ قرآن مجید میں ہماری قراءت فعل متعدی کی ہے۔

﴿مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الۡمَوۡتِ﴾۔ اس کے ترجمہ میں بلا داعی تقدیم و تاخیر ایسی کی کہ مطلب الٹا ہو گیا۔

﴿وَاُتُوۡا بِهٖ مُتَشَابِهًا﴾...... مولوی نذیر احمد صاحب نے اپنے ترجمہ میں جنت کے تمام پھلوں کو ہم شکل بتایا ہے۔ یہ احتمال مرجوح ہے۔ اس آیت پر فائدہ میں خوب تشریح کر دی گئی ہے۔ ﴿فَیَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهُ الۡحَقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ﴾۔ اس کے ترجمہ میں مِنۡ رَّبِّهِمۡ کو معطوف بنا دیا۔ اور محض خبط کیا۔

﴿کَیۡفَ تَکۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ﴾...... اس کا ترجمہ سب کے خلاف اور غلط معلوم ہوتا ہے۔

﴿وَزَوۡجُکَ الۡجَنَّةَ﴾...... ترجمہ زوجہ کا بی بی کیا ہے۔ آگے جا کر محصنۃ کا یہی ترجمہ ہے۔ ﴿اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِیۡمُ﴾ ۔غائب کا ترجمہ مخاطب کیا ہے۔ ﴿مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَکُمۡ﴾ اس کا ترجمہ عطف کے ساتھ کیا ہے۔ بکر کا ترجمہ بچھیا کیا ہے۔ الا امانی کے معنی مخدوش اور مرجوح لئے۔ ﴿فَلَنۡ یُّخۡلِفَ اللّٰهُ عَهۡدَهٗ﴾ میں فا کا ترجمہ "اور" کیا ہے۔ قَالُوۡا سَمِعۡنَا کا ترجمہ ان لوگوں نے گویا زبان حال سے یہ کہا...... الخ کیا ہے ﴿فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰی قَلۡبِکَ بِاِذۡنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا﴾۔ الخ حال کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ ﴿یٰبَنِیَّ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰی﴾ الخ بنی کا ترجمہ مفرد کیا ہے۔

پارہ سیقول: ﴿لِئَلَّا یَکُوۡنَ لِلنَّاسِ﴾...... الخ کو ترجمہ نذیر یہ بار بار حکم دینے کو استقبال کعبہ کی علت بتایا ہے جو غلط ہے ﴿فَمَنۡ کَانَ مِنۡکُمۡ مَّرِیۡضًا﴾۔...... الخ فا کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ ﴿وَعَلَی الَّذِیۡنَ یُطِیۡقُوۡنَهٗ﴾...... الخ اس سے مسئلہ غلط بیان کیا ہے۔ ﴿شَهۡرُ رَمَضَانَ الَّذِیۡۤ اُنۡزِلَ فِیۡهِ الۡقُرۡاٰنُ﴾ اس کا ترجمہ بہت بے موقع کیا ہے۔ مگر تفسیر کبیر کا حوالہ دیا ہے۔ ﴿اُجِیۡبُ دَعۡوَةَ الدَّاعِ﴾...... الخ کا ترجمہ غلط کیا ہے۔ ﴿ثُمَّ اَفِیۡضُوۡا مِنۡ حَیۡثُ اَفَاضَ النَّاسُ﴾ کا ترجمہ خراب کیا۔ ﴿وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ﴾ کا ترجمہ الٹا کیا۔ ﴿فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ﴾۔ مَعَهٗ کو اٰمَنُوۡا کے متعلق کیا۔ جاوز کے نہیں کیا۔ ﴿فَلَمَّا تَبَیَّنَ لَهٗ قَالَ اَعۡلَمُ﴾...... الخ اس کے ترجمہ اور فائدہ میں اظہار خباثت معلوم ہوتا ہے۔ لِلَّذِیۡنَ یُؤۡلُوۡنَ مِنۡ نِّسَآئِهِمۡ ۔اس کے ترجمہ اور فائدہ میں تعارض ہے اور مذہب کے بھی خلاف ہے۔

تلک الرسل: ﴿اَوۡ کَالَّذِیۡ مَرَّ عَلٰی قَرۡیَةٍ﴾...... الخ کا ترجمہ بے ڈھنگا خلاف محاورہ کیا۔ ﴿فَخُذۡ اَرۡبَعَةً﴾ اس کا ترجمہ بے موقع ہوا ہے۔ ﴿فَتَرَکَهٗ صَلۡدًا﴾۔ صَلۡدًا کا ترجمہ "سپاٹ" نادرست معلوم ہوتا ہے۔ ﴿وَمَا تُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا ابۡتِغَآءَ وَجۡهِ اللّٰهِ﴾ اس کا ترجمہ خبط سے خالی نہیں۔

ولو اننا: ﴿قُلۡ هِیَ لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا فِی الۡحَیٰوةِ الدُّنۡیَا۔ فِی الۡحَیٰوةِ﴾ کو غلطی سے امنوا کے متعلق کر دیا ہے۔

از: شہید اسلام حضرت مولانا محمد یوسف لدھیانوی نور اللہ مرقدہٗ

شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن رحمۃ اللہ علیہ اور ان کی تصنیفات

بسم اللہ الرحمن الرحیم

الحمدللہ وسلام علیٰ عبادہ الذین اصطفیٰ!

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے مختصر حالات زندگی، ان کا سوانحی خاکہ اور ان کی عبقری شخصیت کے چند نقوش پیش خدمت ہیں:

ولادت:...... جنوری ۱۸۵۱ء مطابق ۱۲۶۸ھ کو آپ کی ولادت باسعادت ہوئی، ان دنوں آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب بسلسلۂ ملازمت بریلی میں مقیم تھے، اس نومولود کا نام محمود حسن رکھا گیا، جو آگے چل کر شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے نام سے آسمانِ شہرت پر آفتاب بن کر چمکا اور علم و عمل کا ماہِ منیر ثابت ہوا۔

خاندانی پس منظر:...... آپ کا خاندان دیوبند کے ان چند مبارک خاندانوں میں سے ہے جو نہایت ہی نیک نام خانوادہ شمار ہوتا تھا۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اسی خاندان علم و عمل میں آنکھ کھولی۔ آپ کے جد امجد فتح علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے علاقہ کی ایک ذی وجاہت شخصیت تھے۔ اسی طرح آپ کے والد ماجد حضرت مولانا ذوالفقار علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ بھی بہت بلند اقبال اور دینی و دنیاوی اعتبار سے صاحب عزت تھے، آپ کا جود و کرم، علم و عمل اور آپ کے اخلاق و عادات شہر بھر بلکہ پورے علاقہ میں شہرہ رکھتے تھے۔ مال و اولاد کے اعتبار سے بھی آپ ان خوش نصیبوں میں سے تھے جن پر جتنا رشک کیا جائے کم ہے، آپ کے چار صاحبزادے اور دو صاحبزادیاں تھیں، آپ کے چاروں صاحبزادے عالم فاضل اور حافظ و قاری تھے، البتہ آپ کے سب سے بڑے فرزند ارجمند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ ہر اعتبار سے بڑے تھے، شہرت و کمال کے اعتبار سے آپ آسمانِ علم و عمل کے درخشندہ ستارے اور شہرت و ناموری کی اوج ثریا پر فائز ہوئے، بلاشبہ آپ اپنے خاندان اور آباء و اجداد کے لیے باعث فخر و مباہات ثابت ہوئے۔

تعلیم:...... آپ کی عمر چھ سال کی ہوئی تو آپ کو پڑھنے بٹھایا گیا، قرآن مجید کا اکثر حصہ میاں جی بنگلوری صاحب سے پڑھا، بقیہ قرآن پاک اور فارسی کی ابتدائی کتب میاں جی مولوی عبداللطیف صاحب سے پڑھیں، اس کے بعد فارسی کی سب کتابیں اور ابتدائی عربی کتابیں اپنے معزز چچا اور مشہور استاذ مولانا مہتاب علی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھیں، آپ کو بچپن ہی سے کھیل کود سے نفرت تھی، البتہ سیر و سیاحت اور شکار سے دلی مناسبت اور لگاؤ تھا۔

آپ کی عمر ابھی کوئی پندرہ سال کی ہوگی جب آپ قدوری اور شرح تہذیب پڑھ رہے تھے کہ انہیں دنوں مقبولانِ بارگاہِ الٰہی اور سراپا

اخلاص اکابر رحمۃ اللہ علیہ کی دعاؤں، محنتوں اور کوششوں سے ۱۵ محرم ۱۲۸۳ھ کو دیوبند میں ایک عربی مدرسہ کا قیام عمل میں لایا گیا اور حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کی تجویز سے اس مدرسہ کے لیے حضرت مولانا سید محمود صاحب کو پندرہ روپے ماہوار پر مدرس مقرر کیا گیا اور دیوبند کی مشہور مسجد چھتہ میں تعلیم کا آغاز ہوا تو شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن اس مدرسہ کے سب سے پہلے طالب علم بنے، یوں اس مدرسہ کا سب سے پہلا استاذ بھی ''محمود'' تھا تو پہلا شاگرد بھی ''محمود'' ہی قرار پایا اور جہاں شاگرد و استاذ محمود ہوں وہاں کی برکات کا کیا عالم ہوگا؟

۱۲۸۴ھ میں آپ نے کنز الدقائق، میبذی، مختصر المعانی کا امتحان دیا، اس سے اگلے سال مشکوٰۃ شریف، ہدایہ اور مقامات پڑھی۔ ۱۲۸۶ھ میں آپ نے قاسم العلوم والخیرات حجۃ الاسلام حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی قدس سرہ سے کتب صحاح ستہ اور کچھ دوسری کتابیں پڑھیں اور ۱۲۸۹ھ میں دورۂ حدیث پڑھ کر فاتحہ فراغ پڑھا۔

درس وتدریس:...... حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ زمانۂ طالب علمی سے بہت ہی لائق وفائق اور ذکی وذہین تھے۔ ان کے اساتذہ کو ان کی ذہانت وذکاوت اور علمی استعداد پر بھرپور اعتماد تھا، اس لیے فراغت کے اگلے ہی سال دار العلوم دیوبند میں انہیں بطور معین مدرس استاذ رکھ لیا گیا، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی ذاتی استعداد وصلاحیت، خلوص واخلاص اور محنت ولگن کے ساتھ ساتھ ان کے قدسی صفات اکابر اور رشک ملائک اساتذہ کی سرپرستی، صحبت اور دعاؤں نے ایسا اثر دکھلایا کہ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ فراغت کے چوتھے سال دار العلوم دیوبند کے دورہ حدیث کے اساتذہ کی فہرست میں شامل ہو گئے۔ حضرت مولانا عبد الرشید ارشد اپنی مشہور کتاب ''بیس بڑے مسلمان'' میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی خداداد صلاحیت، تعلیم وفراغت اور تدریس کی روئیداد بیان کرتے ہوئے لکھتے ہیں:

> ''حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۸۹ھ میں صحاح ستہ اور دیگر علوم وفنون کی اعلیٰ کتابیں مولانا کی خدمت میں ختم فرما کر بطور معین مدرس دار العلوم میں پڑھانے لگے، ۱۹ رذوالقعدہ ۱۲۹۰ھ میں مدرسہ کے جلسۂ دستار بندی اور اہل اسلام کے مجمع عام میں اس وقت کے اکابر شیوخ وعلماءٔ کی موجودگی میں مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی دستار بندی ہوئی، اگرچہ مولانا اپنی تعلیم کے آخری سالوں ہی میں بطور معین مدرس کام کرنے لگ گئے تھے اور فراغ وتحصیل تعلیم کے بعد باقاعدہ مدرسین کی فہرست میں شمار ہونے لگے تھے، تاہم ۱۲۹۲ھ میں طلبہ کی کثرت کی وجہ سے ایک مدرس چہارم جو تنخواہ دار ہو' کی ضرورت محسوس ہوئی۔ دوسرے کئی ایک ذہین وفطین دار العلوم کے فارغ حضرات بھی موجود تھے اور اپنی تعلیم کے زمانہ میں وہ بعض حیثیتوں سے مولانا سے فائق نظر آتے تھے، لیکن اس زمانہ کے مقدس مہتمم اور سلسلہ نقشبندیہ کے مشہور شیخ حضرت مولانا رفیع الدین صاحب کی فراست صادقہ کی نظر انتخاب مولانا انتخاب مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی اور مولانا کے والد ماجد مولانا ذوالفقار علی صاحب سے ذکر کیا، آپ کے والد ماجد کو اللہ تعالیٰ نے وسعتِ اموال عطا فرمائی تھی اور یوں بھی نہایت غیور وشریف تھے، اس لیے ان کو گوارا نہ ہوا کہ ان کا لڑکا مدرسہ سے معاوضہ لے کر کام کرے، لیکن دوسرے بزرگان مدرسہ کو اپنے بہت سے مصالح پیش نظر تھے، لہٰذا ان سب بزرگوں کے ادب کو ملحوظ رکھ کر خاموش رہے اور مولانا شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ ۱۲۹۲ھ میں بمشاہرہ پندرہ روپے ماہوار مدرس چہارم مقرر ہوئے۔

مولانا اگرچہ درجہ چہارم کے مدرس تھے اور خود بھی فرمایا کرتے تھے کہ ''ابتدا میں قطبی اور قدوری پڑھا لینے کو بھی غنیمت سمجھتا تھا''، لیکن طلبہ پہلے ہی سے آپ سے بڑی کتابیں پڑھ رہے تھے اور اب رفتہ رفتہ آپ کی علمی استعداد اور خداداد ذہانت ظاہر ہونے لگی اور اوپر کی کتابیں بھی حسب موقع آپ کے زیر درس آنے لگیں۔ ۱۲۹۳ھ ہی میں آپ صحاح ستہ کی نہایت مشکل اور اہم کتاب ترمذی شریف، مشکوٰۃ شریف اور ہدایہ وغیرہ جیسی نو کتابوں کے اسباق روزانہ بے تکلف پڑھایا کرتے تھے، ۱۲۹۵ھ میں تو صحاح ستہ کی دوسری کتب کے علاوہ سب سے بڑی اور افضل کتاب اور اصح الکتب بعد کتاب اللہ بخاری شریف

بھی آپ نے پڑھائی"۔ (بیس بڑے مسلمان، ص: ۲۳۰، ۲۳۱)

سلوک واحسان:...... ۱۲۹۴ھ میں اکابر اساتذہ اور بزرگوں کی معیت میں حج بیت اللہ کا قصد فرمایا، اس قافلہ میں حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رشید احمد گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت مولانا رفیع الدین رحمۃ اللہ علیہ مہتمم دار العلوم دیو بند، حضرت مولانا محمد یعقوب رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر متعدد اکابر اور حضرات علماء وصلحاء شامل تھے۔ یہ قافلہ بمبئی سے روانہ ہو کر ۱۳ دن میں جدہ پہنچا، وہاں سے اونٹوں کے ذریعہ مکہ مکرمہ پہنچ کر طواف وزیارت سے فراغت کے بعد مرشد العلماء حضرت مولانا حاجی امداد اللہ مہاجر مکیؒ کی زیارت سے باریاب ہوا، اور فراغت حج کے بعد مدینہ منورہ حاضری ہوئی، مسند الہند اور استاذ الاساتذہ شاہ عبد الغنی دہلوی رحمۃ اللہ علیہ سے شرف ملاقات ہوا اور واپسی پر حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ ہی کی تحریک پر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آپ کو سند حدیث کی اجازت سے سرفراز فرمایا، مدینہ منورہ سے واپسی پر مکہ مکرمہ میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ نے پھر اپنے اس لائق وفائق شاگرد کی سفارش کی کہ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اسے بیعت فرمالیں۔ حضرت حاجی صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس ہونہار کو نہ صرف بیعت فرمایا، بلکہ اسی مجلس میں اجازت وخلافت سے بھی سرفراز فرمایا۔

مسند صدارت وتدریس:...... اس سفر سے واپسی پر جہاز ہی میں حجۃ الاسلام اور قاسم العلوم والخیرات حضرت مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ بیمار ہوگئے، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے استاذ محترم کی خدمت کر کے شاگردی کا حق ادا کر دیا، بہر حال واپس ہندوستان آکر اپنے علمی مشاغل میں مصروف ہوگئے۔ ۱۲۹۷ھ میں حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کا وصال ہوا تو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ پر اس کا ایسا اثر ہوا کہ دنیا سے بلکہ تعلیم وتعلم سے ہی دل اچاٹ ہو گیا اور گوشہ نشیں ہو کر بیٹھ گئے۔ فرمایا کرتے تھے کہ "ہمارے مشاغل علمی اور درس وتدریس صرف اس لیے تھے کہ استعداد اور قابلیت پیدا ہو جائے گی اور حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کے مضامین وارشادات کو سمجھنے لگیں گے، اب جب کہ حضرت ہی رخصت ہوگئے تو ہمارے اس پڑھنے پڑھانے کا کیا فائدہ؟ فکر معاش نے ایسا ہی تنگ کیا تو گھاس کھا کر بسر کر لیں گے"۔

بہر حال حضرت مہتمم صاحب نے دو تین بار سمجھایا اور بالآخر لا کر مسند تدریس پر بٹھا دیا، پھر کچھ کے بعد دیگرے حضرت مولانا محمد یعقوب صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرس اول دار العلوم دیو بند، حضرت مولانا سید احمد دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اور استاذ الاساتذہ مولانا محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے بعد آپ دار العلوم دیو بند کی مسند صدارت پر فائز کر دیئے گئے اور آپ رحمۃ اللہ علیہ نہایت استقلال واستقامت کے ساتھ اپنے اساتذہ کے لگائے ہوئے اس گلشن کی آبیاری اور علوم نبوت کی اشاعت کی غرض سے ۱۳۰۵ھ سے ۱۳۳۹ھ تک پورے ۳۴ سال آپ صدر مدرس رہے، جب کہ ۱۲۸۹ھ سے ۱۳۳۹ھ تک پورے پچاس سال آپ نے درس وتدریس کے عنوان سے دین کی خدمت اور علوم نبوت کی اشاعت وترویج میں صرف فرمائے۔

زہد واستغناء:...... حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ اپنے اکابر اساتذہ کی طرح اس دنیا کے آدمی ہی نہیں تھے، انہوں نے جو کام کیا، محض اللہ کی رضا کے لیے کیا، دنیاوی اغراض ومقاصد اور ضروریات ومنافع ان کی راہ میں کبھی رکاوٹ نہیں بنے، وہ تو اپنی ان دینی خدمات اور تعلیم وتعلم پر معاوضہ تک لینے کو بھی پسند نہیں فرماتے تھے، لیکن جب تک اکابر نے حکماً اصرار فرمایا، لیتے رہے اور جیسے ہی موقع ملا اس سے جان چھڑالی، مولانا عبد الرشید ارشد اس سلسلہ میں تحریر فرماتے ہیں:

"۱۳۰۵ھ میں مولانا سید احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدرس اول اپنی ضروریات کے خیال اور بعض مصالح سے بڑی تنخواہ پر بھوپال تشریف لے گئے، تعلیم تو حضرت پہلے ہی سے بڑی جماعتوں کو دے رہے تھے اور جیسا کہ سابق میں گزرا، اب سے بارہ سال پہلے ۱۲۹۲ھ سے آپ رحمۃ اللہ علیہ کتب صحاح وبخاری شریف ودیگر علوم کی انتہائی درسیات پڑھا رہے تھے، اب آپ مولانا سید احمد صاحب کے مشاہرہ پر باتفاق آراء اکابر واصاغر مدرس اول نامزد ہوئے، اس وقت سے آخر عمر یعنی ۱۳۳۹ھ تک تینتیس

سال حضرت مولانا صدر مدرس رہے اور آپ کی ذات بابرکات سے مدرسہ کو جو ترقی ہوئی، وہ کسی سے مخفی نہیں ہے۔ مولانا کو کبھی ترتیب درجات اور مقدار مشاہرات پر نظر نہیں ہوئی اور جیسا کہ ان کے طرز عمل سے ظاہر ہے، وہ ہمیشہ دار العلوم کی خدمت کو خدائے تعالیٰ کا کام اور دینی فرض سمجھ کر بجالاتے رہے، مشاہرہ قبول فرماتے تھے، مگر بضرورت وکراہت، اگر آپ متاع دنیا کی طلب فرماتے تو بہت مواقع ایسے تھے کہ لوگ حضرت کو سر آنکھوں پر بٹھاتے اور صالح روپیہ مشاہروں اور نذرانوں کی صورت میں پیش کرتے، لیکن آپ نے باوجود ذاتی ضرورتوں کے ہمیشہ اپنے استاذ (قدس سرہ) کے لگائے ہوئے باغ دار العلوم دیوبند کی سرسبزی وشادابی کو مطمح نظر بنائے رکھا اور اسی دینی خدمت میں عمر تمام کردی، دار العلوم کے مخالفوں نے بدنیتی سے موقع بموقع دل میں رنجش ڈال کر علیحدگی پر آمادہ کرنا چاہا، مگر ناکام رہے، پیرجی عبدالرزاق صاحب گنگوہی مہتمم مدارس اسلامیہ دہلی نے محبت اور حسن نیت سے کوئی تحریک کا موقع نہ چھوڑا، مگر دل میں حسرت ہی لیے دنیا سے رخصت ہوگئے کہ حضرت دہلی قیام فرما کر فیوض جاری فرمائیں اور بجا طور پر الامام المحدث شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ دہلوی کے خاندان کی نیابت کا حق دہلی میں رہ کر ادا فرمائیں۔

۱۳۱۲ھ میں جب بوجہ گرانی دیگر مدرسین کے مشاہروں میں اضافہ ہوا تو بحکم حضرت گنگوہی قدس سرہ آپ کا مشاہرہ پچاس روپے ہوگیا، آپ نے خاموشی سے قبول فرمالیا۔ دومرتبہ استاد شفیق حضرت نانوتوی رحمۃ اللہ علیہ کو خواب میں دیکھا کہ فرماتے ہیں: ''محمود حسن کب تک مدرسہ سے مشاہرہ لیتے رہوگے؟'' دونوں مرتبہ پورا عزم مشاہرہ چھوڑ دینے کا فرمایا، لیکن حضرت گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ کے ادب سے مجبور تھے، انہوں نے اجازت نہ دی، بلکہ ہنس کر فرمایا کہ: ''نہیں ان کو کہنے دو، ہرگز نہ چھوڑو''، مگر جب حضرت مولانا ممدوح کی وفات ہوگئی اور ماتحت مدرس کے اضافہ کے ساتھ آپ کے ''بہتر روپے مقرر ہوئے تو آپ نے اضافہ بالکل قبول ہی نہ فرمایا اور کچھ عرصہ کے بعد مشاہرہ بالکل بند کردیا، پھر بھی اسی پابندی اور دلسوزی سے درس دیتے رہے''

(بیس بڑے مسلمان، ص: ۲۳۵،۲۳۴)

تبحر علمی: ...... حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ واقعی شیخ الہند تھے، اللہ تعالیٰ نے آپ کو جس طرح وافر مقدار میں علوم ومعارف عطا فرمائے تھے، ٹھیک اسی طرح ان علوم کو امت تک پہنچانے اور منتقل کرنے کا شاندار سلیقہ بھی عنایت فرمایا تھا، ہمارے رفیق و دوست مخدوم مکرم مولانا عبدالرشید ارشد صاحب نے اس موضوع پر بہت ہی سلیقہ کا مضمون لکھا ہے، اپنی طرف سے کچھ لکھنے کی بجائے اسے یہاں نقل کرتا ہوں:

''حضرت موصوف تفسیر، حدیث، اصول، فقہ، منطق، معانی کی کتب محنت اور شوق سے بے تکلف پڑھاتے تھے، ترمذی شریف، بخاری شریف تقریباً ساڑھے نو ماہ میں بہ طمانیت تمام کرادیتے تھے۔

حضرت کا حلقۂ درس نہایت مہذب اور شائستہ ہوتا تھا، دوسرے مدارس کے فراغ یافتہ اور بڑے بڑے ذہین طالب علم نہایت مؤدب طریق سے حاضر خدمت رہتے اور حضرت کمال عظمت ووقار سے درس دیتے، اوپر اوپر کی فضول باتوں کا ذکر تک نہ تھا، دوسروں کی تحقیر اپنی تعریف کا نام ونشان نہ تھا، ہنسی مذاق اور تفریح طبع کے جملے یا ذاتی حالات کا بیان بالکل مفقود طالب بالکل عام ہوتا تھا، مستعد طالب علم بار بار اور طرح طرح سے اپنے شکوک وشبہات پیش کرتے تھے، اس طرح کہ حلقۂ درس بالکل مجلس مناظرہ بن جاتی تھی، کبھی حضرت کے الزامی جواب طالب کو ساکت کردیتے تھے اور کبھی جامع مانع تقریر ''شفاء مافی الصدور'' کا کام دیتی تھی۔ الزامی جواب میں ملکہ تام تھا، دو چار دفعہ اسی طرح ٹالتے رہتے، بہت ردوبدل کے بعد تحقیق شروع فرماتے اور اس خوبی اور قوت استدلال سے تقریر فرماتے کہ سائل کو شرح صدر ہوجاتا۔

بہت سے ذی استعداد، ذہین وفطین طالب علم جو مختلف اساتذہ سے استفادہ کرنے کے بعد حضرت کی خدمت میں حاضر ہوتے تھے اپنے شکوک وشبہات کے شافی جواب پانے کے بعد حضرت مولانا کی زبان سے آیاتِ قرآنیہ اور احادیث نبویہ کے معانی ومضامین عالیہ سن کر سر نیاز خم کر کے معترف ہوتے کہ یہ علم کسبی نہیں ہے اور ایسا محقق عالم دنیا میں نہیں ہے۔

علامہ درس دیکھ کر سلف صالحین اور اکابر محدثین کے حلقۂ حدیث کا نقشہ نظروں میں پھر جاتا تھا، قرآن وحدیث حضرت کو ازبر تھے اور ائمہ اربعہ کے مذاہب زبان پر اور صحابہ رضی اللہ عنہم وتابعین رحمۃ اللہ علیہ، فقہاء ومجتہدین کے اقوال محفوظ، تقریر میں نہ گردن کی رگیں پھولتی تھیں، نہ منہ میں کف آتا تھا، نہ مغلق الفاظ سے تقریر کو ادق اور بھدا بناتے تھے، نہایت سبک اور سہل الفاظ میں بامحاورہ اردو میں اس روانی اور تسلسل سے تقریر فرماتے کہ معلوم ہوتا تھا دریا اُمنڈ رہا ہے۔ منحنی جسم اور منکسر المزاج ایک مشت استخوان ضعیف الجثہ مرد خدا جو نماز کی صفوں میں ایک معمولی مسکین طالب علم معلوم ہوتا تھا اور بارہا مسجد کے فرش پر بلا کسی بستر کے لیٹا ہوا نظر آتا تھا، مسند درس پر تقریر کے وقت یوں معلوم ہوتا تھا کہ ایک شیر خدا ہے جو قوت وشوکت کے ساتھ حق کا اعلان کر رہا ہے۔ آواز میں کرختگی آمیز بلندی نہ تھی، لیکن سننے والے جانتے ہیں کہ جب صدر درسگاہ ''نودرہ'' میں تقریر فرماتے تو مدرسہ کے دروازہ تک بے تکلف قابل فہم آواز پہنچتی تھی۔ مسائل مختلف فیہا میں ائمہ ثلاثہ رحمہم اللہ بلکہ دیگر مجتہدین کے مذاہب بھی بیان فرماتے اور مختصر طور سے دلائل بھی نقل کرتے، لیکن جب امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا نمبر آتا تو مولانا کے قلب میں انشراح، چہرہ پر بشاشت، تقریر میں روانی، لہجہ میں جوش پیدا ہو جاتا تھا۔ دلیل پر دلیل، شاہد پر شاہد، قرینہ پر قرینہ بیان کرتے چلے جاتے، تقریر رکتی ہی نہ تھی اور اس خوبی سے مذہب امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کو ترجیح دیتے تھے کہ سلیم الطبع اور منصف المزاج لوٹ لوٹ جاتے تھے، دور دور کی مختلف المضامین احادیث جن کی طرف کبھی خیال بھی نہیں جاتا تھا، پیش کر کے اس طرح مدعا ثابت فرماتے کہ بات دل میں اتر جاتی تھی اور سامعین کا دل گواہی دیتا اور آنکھوں سے نظر آ جاتا تھا کہ یہی جانب حق ہے۔

بایں ہمہ ائمہ اسلام کا ادب واحترام اور ان کے کمالات کا اعتراف، حضرت کی تعلیم کا ایک جزو لاینفک ہو گیا تھا، خود بھی ایسی ہی تقریر فرماتے اور صراحت سے ذہن نشین کراتے کہ: ''مذاہب مجتہدین حق ہیں اور سب متدل بالکتاب والسنۃ، ان کی تنقیص موجب بدبختی ہے اور سوء ادب باعث خسران'' بے شک حضرات رحمۃ اللہ علیہ ''من عمل بما یعلم آتاہ اللہ علم مالم یعلم'' کے مصداق اور اس شعر کے محمل تھے:

بینی اندر خود علوم انبیاء
بے کتاب و بے معین و واسطہ

لیکن حضرت صرف شراح کی تعلیم کے احاطہ میں محصور نہ تھے، بلکہ وہ مضامین عجیب انہیں شروح وحواشی کے مطالعہ سے آپ کے ذہن مصفی میں آتے تھے جو دیدنہ تھے، نہ شنید۔ حضرت نے شروح حدیث کا عطر نکال کر رکھ دیا ہے اور ہمارے قدماً وشراح کے مجمل دلائل کو اس شرح وبسط سے بیان کیا ہے کہ باید وشاید۔ محدثین میں سے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اور ائمہ مجتہدین میں سے حضرت امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کے ساتھ خاص تعلق تھا۔

امام بخاری کے علوم اللہ تعالیٰ نے آپ پر کھول دیئے تھے، یہاں تک کہ نظر بندی مالٹا کی یکسوئی میں آپ نے خود بخود اس داعیۂ الٰہی سے مجبور ہو کر تراجم بخاری کے متعلق تحریرات لکھنی شروع فرمائی تھیں، بخاری کے متعلق کوئی شخص سوال کرتا تو خوش ہو جاتے اور بیان فرمانا شروع کر دیتے۔

امام مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی کتاب کے خطبہ میں امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ پر تعریض کر کے جو گرفت کی ہے اس پر فرمایا کرتے تھے کہ جب ملاقات ہوئی بخاری رحمۃ اللہ علیہ کے خادم و عقیدت مند ہو گئے، کاش! اسی طرح امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اور امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی ملاقات ہو جاتی تو امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ اپنے تمام اعتراض واپس لے لیتے''۔ (بیس بڑے مسلمان، ص:۲۳۶، ۲۳۷)

سیاسی خدمات:......شیخ الہند حضرت مولانا محمود حسن دیوبندی رحمۃ اللہ علیہ جہاں مسند علم وفضل اور سلوک واحسان کے صدر نشین تھے، وہاں آپ سیاسیات، ملکی اور بین الاقوامی حالات، مسلمانوں کی زبوں حالی اور انگریزی چیرہ دستیوں پر گہری نگاہ رکھتے تھے، آپ کو اللہ تعالیٰ نے سیاسی سوجھ بوجھ کے ساتھ ساتھ پہلو میں دھڑکنے والا دل اور مسلم برادری اور ہندوستانی قوم اور وطن کے لیے فکر مند دماغ بھی عطا فرمایا تھا۔ ہندوستان پر ایسٹ انڈیا کمپنی کی شکل میں انگریزوں کے شب خون اور مغل سلطنت کے زوال کے بعد جس طرح شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے جانشین اور صاحبزادے حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی قدس سرہ نے ہندوستان کو آزاد کرانے کے لیے انگریز کے خلاف جہاد کا فتویٰ دیا اور مسلمانوں میں آزادی حاصل کرنے کی روح پھونکی، جس کے نتیجہ میں ۱۸۵۷ء کی جنگ آزادی، شاملی کا معرکہ اور تحریک شہیدین وجود میں آئیں، ٹھیک اسی طرح حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے استخلاص وطن کی تحریک کو منظم فرمایا۔ انگریزی استعمار کو للکارا اور خلافت ترکیہ کے ہاتھ مضبوط کرنے کے لیے ریشمی رومال کی تحریک کو ترتیب دیا، چنانچہ آپ نے اس کے لیے یہ حکمت عملی طے فرمائی کہ ابتدائی طور پر علماء کو ہمنوا بنایا گیا، حضرت مولانا عبیداللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ کو خاص مشن دیکر افغانستان بھیجا گیا، یاغستان اور دوسرے آزاد قبائل کو اس کا مرکز بنایا گیا، وہاں اسلحہ اور جانباز سپاہیوں کو تیار کیا گیا اور مسلمانوں کی باہم رقابتوں اور رنجشوں کو ختم کر کے انہیں باہم شیر وشکر بنانے کی سعی پیہم کی گئی اور مسلمانوں کو اپنے متفقہ دشمن انگریز کے خلاف متحد کرتے ہوئے ان میں جہاد کی روح پھونکی گئی، ادھر یوپی میں ناگری کا اور اس کے بعد کانپور میں مسجد کا اور کلکتہ میں توہین جناب سردار دو عالم صلی اللہ علیہ وسلم اور پھر فائرنگ کا فتنہ اور دوسری جانب ترکی جو عرصے سے مسلمانوں کا قبلہ توجہ اور خلیفہ دینی چلا آتا تھا، اس کے خلاف انگریزوں کے مظالم اور دردناک بے انصافیوں خصوصاً جنگ طرابلس اور بلقان اور تقسیم ممالک اسلامیہ ایسے واقعات لگاتار پیش آئے، جنہوں نے تمام ملک میں عموماً اور مسلمانوں کے دلوں میں خصوصاً بے چینی پیدا کر دی۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ جن کی گہری نظر ان واقعات عالم پر مرکوز تھی اور جن کو اللہ تعالیٰ نے انسانی غیرت، اخلاص وللّٰہیت، وطنی اور قومی حمیت، اسلامی ہمدردی خوب خوب عطا فرمائی، ان واقعات خصوصاً طرابلس اور بلقان کے دل گداز اور ہولناک مظالم اور اندرونِ ہند کی انگریزوں کی چیرہ دستیوں اور شرمناک دہشت وبربریت، لوٹ کھسوٹ کی فراوانی نے انتہائی درجہ میں مایوس ومضطرب کر دیا اور آمادہ کر دیا کہ عواقب ونتائج سے بے نیاز ہو کر میدانِ انقلاب میں سربکف اور کفن بردوش نکل کھڑے ہوں اور ہندوستان، افریقہ اور دوسرے اسلامی ممالک سے انگریزی تسلط ختم کرایا جائے، چنانچہ آپ اپنے منصوبہ کو عملی شکل دینے کے لیے نکل کھڑے ہوئے اور ہندوستان بھر میں اکابر علماء کو اپنا ہم نوا بنایا، جگہ جگہ اس کے مراکز قائم فرمائے، ہر مرکز کا انتظامی صدر بنایا، جانبازوں کی تیاری کا نظام مرتب فرمایا، اسلحہ کی تحصیل اور اس کی ٹریننگ کا انتظام فرمایا اور حضرت مولانا عبیداللہ سندھی کو اس خفیہ مشن پر افغانستان کابل بھیجا اور خود یہاں ہندوستان بھر کے اکابر کو متحد فرما کر استخلاص وطن کی تحریک یعنی تحریک ریشمی رومال کو منظم فرمایا، انگریزی سی آئی ڈی اور اسلامی روپ دھارنے والے میر جعفر وصادق قسم کے لوگوں نے خوب روڑے اٹکانے کی کوشش کی، مگر تائید ایزدی شامل حال رہی اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ یہاں تحریک کو منظم کر کے جلد از جلد براستہ حجاز ترکی استنبول جانا چاہتے تھے، اگرچہ انگریزی سی آئی ڈی اس سے واقف تھی، دیوبند سے بمبئی اور جدہ تک راستہ میں متعدد بار حضرت کو گرفتار کرنے کی کوشش اور منصوبے بنائے گئے، مگر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ حجاز پہنچ گئے۔ وہاں ترکی کے گورنر حجاز غالب پاشا سے ملاقات کر کے اس تحریک کے بارے میں تائید وتعاون حاصل کیا اور ہندی مسلمانوں کے نام تائیدی خطوط اور تحریریں

حاصل کیں۔ نہایت حکمت عملی سے وہ خطوط اور تحریریں حضرت نے ہندوستان منتقل فرمائیں، مگر اس دوران انگریزی گماشتے شریف مکہ اور سازشیوں سازش کی کامیاب ہوگئی اور آپ کو رفقا سمیت وہاں سے گرفتار کر کے مالٹا قید کر دیا گیا اور مسلسل ۳ برس دو مہینہ تک مالٹا کی قید تنہائی میں رہ کر ۲۲ رجمادی الثانی ۱۳۳۸ھ کو رہائی نصیب ہوئی اور ۲۰ ررمضان ۱۳۳۸ھ کو مالٹا سے بمبئی پورٹ پر پہنچے۔

بمبئی پہنچنے پر سب سے پہلے انگریزی سی آئی ڈی کا آفیسر اپنے دو تین انگریزی افسروں کے ہمراہ آیا اور حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ سے کہا کہ یہاں مولوی رحیم بخش صاحب آئے ہوئے ہیں، آپ ان سے ملے بغیر جہاز سے نہ اتریں، چنانچہ مولوی رحیم بخش صاحب نے کہا کہ ہم نے آپ کے لیے ریل کا ایک اسپیشل ڈبہ ریزرو کرالیا ہے، آپ اس پر سیدھے آرام سے چلے جائیں، کیونکہ ان کا منصوبہ تھا کہ عوام آپ کا استقبال نہ کر سکیں اور نہ آپ ممبران خلافت کمیٹی کے طے کردہ پروگرام اور جلسہ وغیرہ میں شریک ہو سکیں، مگر قدرت کا کرشمہ کہ انگریزی سی آئی ڈی کے مولوی رحیم بخش کا منصوبہ ناکام ہوا اور کارکنانِ خلافت کمیٹی آپ کو جہاز سے اتار کر اپنے ہمراہ لے گئے اور زوردار استقبال کیا اور بمبئی میں ایک عظیم الشان جلسہ سے آپ نے خطاب فرمایا اور وہاں آپ کی خدمت میں ایڈریس (سپاسنامہ) پیش کیا گیا۔ اس استقبال میں دہلی، لکھنؤ، دیوبند اور پورے ہندوستان سے ہزاروں اکابر علماء اور کارکن شریک ہوئے۔ آپ بمبئی میں دو روز قیام فرما کر دہلی کو روانہ ہو گئے اور ۲۵ ررمضان کو آپ دہلی پہنچے اور اس راستہ میں ہر اسٹیشن پر پُرہجوم استقبال کیے گئے۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ ہندوستان پہنچے تو تحریک آزادی پہلے سے کہیں زیادہ عروج پر تھی۔ حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی واپسی پر مسلمانانِ ہندوستان کو ان کا بھولا ہوا سبق یاد دلایا اور ان میں اتحاد و اتفاق کی جتنا ممکنہ شکلیں تھیں اختیار فرمائیں اور مسلمانوں کو تلقین کی کہ آپس کے چھوٹے چھوٹے اختلافات کو بالائے طاق رکھتے ہوئے مشترکہ دشمن کے خلاف صف آرا ہو جائیں، چنانچہ آپ نے دیوبند اور علی گڑھ میں رابطہ و تعلق کو استوار کرنے کے لیے علی گڑھ کا دورہ فرمایا اور وہاں کے مسلم اسکالرز کو اپنا ہم نوا اور گرویدہ بنالیا اور بتلایا کہ ہماری عزت قرآن و سنت سے گہری وابستگی میں ہے۔ اسی طرح فرمایا کہ میری زندگی بھر کا تجزیہ یہ ہے کہ ہم نے قرآن کو چھوڑا تو ہم مغلوب و مقہور ہو گئے۔ اس کے لیے آپ نے ہندوستان بھر کے اسفار فرمائے۔ دوسرے لفظوں میں مالٹا سے واپسی پر آپ نے اپنی زندگی کے آخری ایام کو اس مبارک مشن میں صرف فرما کر اہالیانِ ہند اور مسلمانوں کو ایک نئی روح اور ولولہ عطا فرمایا۔

چنانچہ دہلی میں منعقدہ جمعیت علماء ہند کے اجلاس کے خطبۂ صدارت میں جو حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا آخری اجلاس ثابت ہوا، باوجود شدید بیماری کے آپ رحمۃ اللہ علیہ نے جو خطبہ ارشاد فرمایا، اس کے مندرجات کے بارہ میں ناظم جمعیت علماء ہند حضرت مولانا محمد میاں رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب ''علماء حق'' کے صفحہ: ۲۱۵ پر تحریر فرماتے ہیں:

''حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا خطبۂ صدارت اگرچہ نہایت مختصر تھا، مگر علماء ملت اور ملی سیاست کے تقاضے کو پورا کرنے کے لیے مکمل اور کافی تھا۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس خطبۂ صدارت نے علماء کو مندرجہ ذیل اصول و نظریات کی ہدایت فرمائی:

۱:...... اسلام اور مسلمانوں کا سب سے بڑا دشمن انگریز ہے، جس سے ترکِ موالات فرض ہے۔

۲:...... تحفظ ملت اور تحفظ خلافت کے خالص اسلامی مطالبہ میں اگر برادرانِ وطن ہمدردی اور اعانت کریں تو جائز اور مستحق شکریہ ہیں۔

۳:...... استخلاصِ وطن کے لیے برادرانِ وطن سے اشتراکِ عمل جائز ہے، مگر اس طرح کہ مذہبی حقوق میں رخنہ واقع نہ ہو۔

۴:...... اگر موجودہ زمانہ میں توپ، بندوق، ہوائی جہاز کا استعمال مدافعت اعداء کے لیے جائز ہوسکتا ہے، باوجودیکہ قرونِ اولیٰ میں یہ چیزیں نہ تھیں تو مظاہروں اور قومی اتحادوں اور متفقہ مطالبوں کے جواز میں تامل نہ ہوگا، کیونکہ موجودہ زمانہ میں ایسے لوگوں کے لیے جن کے ہاتھ میں توپ، بندوق، ہوائی جہاز نہیں ہیں، یہی چیزیں ہتھیار ہیں''۔ (مدنی و اقبال نمبر، ص: ۷۴)

بیماری اور وصال:...... حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی بیماری اور وصال کے بارہ میں بھی اپنی جانب سے کچھ لکھنے کے بجائے مناسب ہوگا کہ حضرت مولانا اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ کے رسالہ ''حیات شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ'' میں درج تفصیلات کو یہاں درج کردیا جائے، حضرت مولانا اصغر حسین رحمۃ اللہ علیہ نے جو کچھ اس بارہ میں لکھا ہے، اس کا خلاصہ درج ذیل ہے:

''حضرت رحمۃ اللہ علیہ ۲۰ رمضان ۱۳۳۸ھ مطابق ۸ جون ۱۹۲۰ء کو ایک بجے دن کو مالٹا سے بمبئی پورٹ پر تشریف فرما ہوئے۔ بمبئی میں دو دن قیام فرما کر ۲۳ رمضان شب جمعہ مطابق ۱۰ جون بعد از مغرب روانہ وطن ہوئے۔ ۲۴ رمضان المبارک مطابق ۱۲ جون ۱۹۲۰ء بوقت صبح دہلی پہنچے۔ ڈاکٹر انصاری صاحب مرحوم کے یہاں قیام فرمایا۔ ایک روز قیام فرما کر ۲۵ رمضان المبارک مطابق ۱۳ جون ۱۹۲۰ء بروز یک شنبہ بوقت صبح دہلی سے روانہ ہوئے اور اسی روز ۹ بجے دیوبند پہنچے۔ استقبال کرنے والوں کا ہر اسٹیشن پر جس طرح نہایت زیادہ ہجوم تھا، یہاں پر بھی بہت زیادہ ہجوم تھا۔ اسٹیشن سے سیدھے دار العلوم تشریف لے گئے۔ مہمانوں کی اطراف و جوانب سے بہت زیادہ آمد تھی، بنا بریں ۱۳۳۸ھ ۱۰ شوال تک دیوبند ہی میں قیام فرمانا پڑا، ورنہ پختہ ارادہ تھا کہ جلد از جلد مولانا حکیم نصرت حسین صاحب مرحوم کے مکان پر کوڑہ جہاں آباد، ضلع فتح پور، مرحوم کی تعزیت کے لیے پہنچیں، جہاں ان کی والدہ ماجدہ اور دیگر متعلقین موجود تھے، وہاں سے الٰہ آباد، غازی پور، فیض پور لکھنؤ، مراد آباد ہوتے ہوئے ۲۵ شوال کو دیوبند واپس ہوئے۔ چونکہ اہلیہ محترمہ سخت بیمار تھیں، اس لیے درمیانی مقامات پر نہ جاسکے، اگرچہ عقیدت مندوں کے بہت تقاضے تھے۔

۱۷ ذوالقعدۃ ۱۳۳۸ھ کو اہلیہ محترمہ مرحومہ نے داغ مفارقت دیا، جس کا اثر طبع مبارک پر ہونا طبعی امر تھا، ماہ ذی الحجہ میں دیوبند میں موسمی بخار اور تپ ولرزہ کا بہت زیادہ شیوع ہوا، چنانچہ عشرۂ محرم کے بعد حضرت رحمۃ اللہ علیہ بھی مبتلا تپ ولرزہ ہوگئے۔ ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں کہ وجع مفاصل اور بواسیر کی تکلیف حسب سابق ہندوستان پہنچنے کے بعد عود کر آئی تھی، مگر تاہم اس کا تحمل فرماتے تھے اور نشست و برخاست، آمد و رفت پر زیادہ اثر نمایاں نہیں ہونے دیتے تھے، مگر اس تپ ولرزہ نے یکبارگی اتنا ضعیف کردیا کہ نشست و برخاست، آمد و رفت کی طاقت جاتی رہی، معالجہ یونانی اور ڈاکٹری جاری تھا، بعد انتہائی کمزوری اور مرض کے اواخر محرم سے افاقہ تدریجی طور پر شروع ہوا، مگر افاقہ کی رفتار بہت سست تھی۔ ۲ صفر کو بتقریب صحت احباب اور طلبہ دار العلوم کی دعوت کی گئی، جس کا اہتمام مخلصین نے از خود کیا تھا، افسوس کہ قدرت کو یہ خوشی باقی رکھنی منظور نہ تھی۔ ۶ صفر کو پھر بخار اور پیچش بھی ہوگئی اور ضعف اور مرض میں اضافہ ہوتا گیا، تا آنکہ اطباء نے ورم جگر تشخیص کیا، اسی زمانہ میں سفر علی گڑھ کی تحریک ہوئی، جس کو ہم پہلے ذکر کر آئے ہیں، چنانچہ ۱۶ صفر ۱۳۳۹ھ مطابق ۲۹ اکتوبر ۱۹۲۰ء بروز جمعہ علی گڑھ میں جلسہ ہوا، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے جمعہ پڑھ کر صدارت فرمائی، کمزوری اس قدر تھی کہ خطبۂ صدارت خود نہیں پڑھ سکتے تھے، مولانا شبیر احمد صاحب مرحوم نے خطبہ پڑھا، اگلے روز علی گڑھ سے واپس ہوئے، ڈاکٹر صاحب کے اصرار پر دہلی تشریف لے گئے، معالجہ نہایت توجہ سے ہوا، جس سے تخفیف کے آثار نمایاں تھے۔ ۱۴ ربیع الاول تک اطمینانی حالت رہی، مگر ۱۵ ربیع الاول یوم شنبہ کو پھر لرزہ بخار آیا اور حالت نہایت نازک ہوگئی، بخار بہت تیز ہوگیا، حالت اگرچہ تشویش ناک تھی، مگر ہوش و حواس بجا تھے، آدمی کو پہچانتے تھے، بہت ضعیف آواز سے بات بھی فرماتے تھے۔

۱۸ کی شب رات بھر یہی حالت رہی، سینہ پر بلغم تھا، جس کو ضعف کی وجہ سے دفع نہیں کرسکتے تھے، صبح کو شہد کا شربت دیا گیا تو خلاف امید حلق میں اتر گیا، ۶ بجے کچھ اجابت ہوئی اور خود اپنے ہاتھ سے پانی سے استنجا کیا، ضعف لحظہ بہ لحظہ بڑھتا جاتا

تھا اور باوجود ہوش بجا ہونے کے ایک استغراقی حالت تھی کہ دیکھئے کیا ہوتا ہے، سات بجے کے بعد ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ یوم سہ شنبہ ۳۰ نومبر کو بہت تغیر ہوگیا۔ حضرت دنیا سے بالکل غافل ہو گئے تھے، تنفس طویل اور غیر طبعی ہوگیا اور انقطاع عن الدنیا و توجہ الی الرفیق الاعلیٰ کا گمان غالب آنے لگا، چارپائی کے گرد حاضرین خاموشی اور آہستگی سے ذکر اللہ میں مشغول تھے کہ اسی حالت میں حضرت نے اس غیر فانی اور واجب الوجود ہستی کو یاد کیا جس کے نام پر اپنے آپ کو محو کر دیا تھا، حضرت نے تھوڑی دیر کے لیے آنکھ کھولی، چھت کی طرف دیکھتے ہوئے فرمایا کہ:

''مرنے کا تو کچھ افسوس نہیں ہے، مگر افسوس تو یہ ہے کہ میں بستر پر مر رہا ہوں، تمنا تو یہ تھی کہ میدانِ جہاد ہوتا اور اعلاء کلمۃ الحق کے جرم میں میرے ٹکڑے کیے جاتے''۔ اور پھر سات بار اللہ اللہ کہا اور جان جانِ آفریں کے سپرد فرما دی، انا للہ وانا الیہ راجعون''۔

یوں یہ آزادی ہند کا ہیرو عالم اسلام کو سوگوار چھوڑ کر ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اس دنیائے فانی سے کوچ کر گیا، بظاہر تحریک ریشمی رومال بھی آزادئ ہند دوسری تحریکوں کی طرح ناکام ہوگئی تھی، مگر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے مسلمانانِ ہندوستان میں حریت و آزادی، استخلاصِ وطن اور انگریز ملعون کے خلاف نفرت کا جو بیج بویا، اس نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کی وفات کے تھوڑے ہی عرصہ بعد تناور درخت کی شکل اختیار کر لی اور آزادئ ہند اور قیامِ پاکستان کی صورت میں برگ و بار اور ثمرات سے ہندوستانی قوم کو مالا مال کر دیا۔

تصنیفات: ...... حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی علمی رفعت و مرتبت ہم ایسے عامیوں کے حیطۂ ادراک سے بلند و بالا ہے، تاہم تین چیزوں سے آپ کے علمی مقام کا کچھ اندازہ کیا جاسکتا ہے:

اول: ...... آپ کے جلیل القدر تلامذہ میں سے وہ نابغۃ العصر ہستیاں جو آپ کے فیضانِ نظر سے مستنیز ہوئیں اور علم و حکمت اور شہرت کے آسمان پر آفتاب و ماہتاب بن کر چمکیں، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے تلامذہ کی تعداد ہزار سے زیادہ ہوگی، ان میں چند حضرات کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں:

۱۔ حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانوی رحمۃ اللہ علیہ

۲۔ امام العصر حضرت مولانا محمد انور شاہ کشمیری رحمۃ اللہ علیہ

۳۔ مفتی اعظم ہند حضرت مولانا مفتی کفایت اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۴۔ جانشین شیخ الہند شیخ الاسلام حضرت مولانا سید حسین احمد صاحب مدنی رحمۃ اللہ علیہ

۵۔ شیخ الاسلام حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمۃ اللہ علیہ

۶۔ حضرت مولانا منصور انصاری رحمۃ اللہ علیہ

۷۔ امام انقلاب بطل حریت حضرت مولانا عبید اللہ سندھی رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ مولانا حبیب الرحمن رحمۃ اللہ علیہ صاحب سابق مہتمم دار العلوم دیوبند

۹۔ مولانا سید احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ بانی مدرسہ شرعیہ مدینہ منورہ

۱۰۔ مولانا اعزاز علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۱۔ مولانا سید فخر الدین صاحب رحمۃ اللہ علیہ سابق صدر جمعیۃ علماء ہند

۱۲- مولانا محمد اکبر پشاوری

۱۳- مولانا عبدالسمیع صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۴- شیخ التفسیر حضرت مولانا احمد علی صاحب لاہوری رحمۃ اللہ علیہ

۱۵- مولانا محمد صدیق مہاجر مدنی رحمۃ اللہ علیہ

۱۶- مولانا مفتی فقیر اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۱۷- مولانا محمد صادق صاحب کراچوی رحمۃ اللہ علیہ

۱۸- یادگار شیخ الہند حضرت مولانا عزیز گل صاحب مدظلہ سرحدی

۱۹- مولانا عبدالوہاب صاحب رحمۃ اللہ علیہ در بھنگہ

۲۰- مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ بانی تبلیغی جماعت

۲۱- مولانا عبدالصمد صاحب رحمانی رحمۃ اللہ علیہ

۲۲- مولانا عبدالرحیم صاحب پوپلزئی رحمۃ اللہ علیہ

۲۳- مولانا سید حامد حسن گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ

۲۴- مولانا رحمت اللہ نہٹوری رحمۃ اللہ علیہ

۲۵- مولانا محمد ابراہیم بلیاوی رحمۃ اللہ علیہ

۲۶- مولانا احمد اللہ صاحب پانی پتی

۲۷- مولانا فضل ربی

دوم:...... حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ہم عصر اکابر کی آرا، جن سے معلوم ہوسکتا ہے کہ اکابر معاصرین کی نظر میں آپ کا کیا مقام تھا، اس سلسلہ میں صرف یہ اشارہ کافی ہے کہ تحریک خلافت کے زمانے میں اہل علم کی طرف سے آپ کو ''شیخ الہند'' کا خطاب دیا گیا۔ شیخ الاسلام حضرت اقدس مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ جانشین شیخ الہند (قدس اللہ اسرارہما) نقش حیات میں لکھتے ہیں:

''حضرت مولانا محمود حسن صاحب قدس اللہ سرہ العزیز جن کو تحریک خلافت میں مسلمانوں کی طرف سے لقب شیخ الہند دیا گیا تھا''۔ (ص:۱۰، ج:۱، مطبوعہ: لاہور)

جس طرح ''مجدد الف ثانی'' کا لقب حضرت مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایسا مشہور ہوا کہ اس کی شہرت اصل نام سے بڑھ گئی، اس طرح ''شیخ الہند'' کے لقب کی شہرت بھی آپ کے اسم گرامی کی شہرت سے سبقت لے گئی، اور جہاں تک ہمیں معلوم ہے ''شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ'' کا خطاب آپ سے پہلے کسی کو نہیں دیا گیا، اسی سے آپ کی عظمت و مرتبت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے۔

حضرت حکیم الامت مولانا اشرف علی تھانوی قدس سرہ کے نزدیک تو یہ لقب بھی آپ کی عظمت کے اظہار سے فروتر تھا، وہ ارشاد فرماتے تھے:

''حضرت مولانا محمود حسن صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عجیب ہی ذات تھی، مدعیان محبت نے تو مولانا کو پہچانا ہی نہیں اور اس نہ پہچاننے کی وجہ سے شیخ العالم کو شیخ الہند کہتے ہیں، ہمارے اعتقاد میں تو وہ شیخ الہند والسند والعرب والعجم ہیں''۔ (الافاضات الیومیہ)

ڈاکٹر مختار احمد انصاری مرحوم نے آل انڈیا مسلم لیگ کا خطبۂ صدارت (یہ خطبۂ صدارت کراچی یونیورسٹی کی لائبریری میں موجود ہے،

ناقل) پڑھتے ہوئے جن الفاظ میں حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کو خراج عقیدت پیش کیا، وہ آپ کے مرتبہ ومقام کی بڑی حد تک عکاسی کرتے ہیں، وہ فرماتے ہیں:

''حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی وفات نے مسلمانانِ ہند کو نہایت افسردہ کر دیا ہے، سارے ہندوستان میں کسی ایک مسلمان کا گھر بھی ایسا نہ ہوگا جہاں اس حامل شریعت حقہ کی مفارقت دائمی کا ماتم نہ کیا گیا ہو، کون نہیں جانتا کہ حضرت مغفور کی زندگی تقویٰ، اطاعت الٰہی، مذہبی زندگی اور روحانیت کے اعتبار سے کیسی عدیم المثال تھی، آپ عہد حاضر کے سب سے بڑے محدث اور اسوۂ حسنہ پیغمبری کے عالم باعمل تھے، آپ رحمۃ اللہ علیہ کے درس کی شہرتیں دنیا کے مختلف اسلامی ممالک سے طالبان علم کو لاتی تھیں اور حلقۂ تدریس میں شامل کرتی تھیں، آپ کے تلامذہ اور شاگرد ہزاروں کی تعداد میں شمار کیے جاتے تھے، مولانائے مغفور کا اپنی جلاوطنی اور مالٹا کی نظر بندی میں مذہب کے لیے مصائب جھیلنا ۷۵ برس کے سن میں تکالیف اور صعوبتوں کو خندہ پیشانی سے برداشت کرنا اور سب سے زیادہ مرحوم کی وہ ناقابل فتح قوتِ ارادی اور آپ کا غیر متزلزل ایمان بالحق، یہ تمام خصوصیات ایک عظیم الشان وراثت ہیں، جو حضرت اقدس مسلمانانِ ہند کے لیے چھوڑ گئے ہیں''۔ (اخبار مدینہ بجنور، یکم جنوری ۱۹۲۱ء بحوالہ ''تذکرۂ شیخ الہند'' ص: ۲۹۰، از مفتی عزیز الرحمن بجنوری)

سوم:...... آپ کی تصنیفات اور مآثر علمیہ، پیش نظر سطور میں انہی کا تعارف مقصود ہے، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا بیشتر حصہ درس وتدریس کے انہماک میں گزرا، اس لیے آپ کی تصانیف بہت کم ہیں، ہمیں جن تصانیف کا علم ہوسکا ہے، ان کی فہرست درج ذیل ہے:

۱۔ ترجمہ قرآن کریم مع فوائد موضح فرقان

۲۔ الابواب والتراجم

۳۔ ادلۂ کاملہ

۴۔ ایضاح الادلہ

۵۔ جہد المقل فی تنزیہ المعز والمذل

۶۔ احسن القریٰ

۷۔ کلیات شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ

۸۔ تصحیح ابی داؤد

۹۔ حاشیہ مختصر المعانی

۱۰۔ تقریر ترمذی

۱۱۔ افادات محمود

ترجمۂ قرآن مجید

حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا ترجمہ قرآن مجید ایک ایسا علمی شاہکار ہے جو ایک مستقل ضخیم مقالے کا موضوع ہے۔ احباب کا اصرار تھا کہ حضرت قرآن مجید کا ترجمہ فرمائیں، غور وفکر کے بعد حضرت نے حضرت شاہ عبد القادر صاحب محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ قرآن مجید کو

منتخب فرمایا، جو بامحاورہ اردو تراجم میں ام التراجم ہے اور جس کی زبان اور طرز ادا الہامی ہے، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے اس ترجمہ کی تسہیل کا قصد فرما کر اپنے احباب کی اعانت سے کام شروع کیا، حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ترجمہ میں جو لفظ غریب یا محاورہ متروک ہوگیا تھا، اس کی جگہ متبادل لفظ رکھ دیا اور جہاں کہیں ایجاز و اختصار کی وجہ سے فہم مراد میں دقت پیش آتی تھی، اس کو ایک آدھ لفظ سے کھول دیا، الغرض مستقل ترجمہ کرنے کی بجائے حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے متبرک ترجمہ کی خدمت کو اہم سمجھا، حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت شاہ صاحب کے ترجمہ کے محاسن اور اپنی خدمت کے دائرہ کار کو مقدمہ میں بہت تفصیل سے بیان فرمایا ہے، دس پاروں کا ترجمہ مکمل ہو چکا تھا کہ سفر حجاز اور وہاں سے اسارت مالٹا کا سانحہ پیش آیا اور بیس پاروں کا ترجمہ اور سورۂ نساء تک فوائد مالٹا میں تحریر فرمائے۔ مولانا مجید حسن صاحب مالک مدینہ پریس بجنور ''گزارش طابع وناشر'' کے زیر عنوان لکھتے ہیں:

''مختصر یہ کہ حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنے رفقا کے ساتھ ۲۹ ربیع الثانی ۱۳۳۵ھ کو مالٹا پہنچے اور شوال ۱۳۳۵ھ سے ترجمہ کا سلسلہ شروع فرمایا، اس طرح بقیہ بیس پاروں کا ترجمہ ایک سال کی قلیل مدت میں ۲ شوال ۱۳۳۶ھ کو اختتام پذیر ہوا۔ ترجمہ سے فراغت ہوئی تو حواشی تحریر فرمانا شروع کیے اور سورۂ نساء تک لکھ چکے تھے کہ ۲۲ ربیع الثانی ۱۳۳۸ھ کو ہندوستان روانہ کردیئے گئے''۔

ہندوستان تشریف لانے کے بعد تکمیل حواشی کی فرصت نہیں ملی، یہاں تک کہ ۱۸ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ کو رفیق اعلیٰ سے جا ملے۔

ترجمۂ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کی اشاعت کے لیے اللہ تعالیٰ نے جناب مولانا سید مجید حسن صاحب مالک مدینہ پریس بجنور کے دل میں داعیہ پیدا فرمادیا۔ موصوف نے حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے وصال کے بعد ترجمۂ قرآن کریم کے مسودات گرانقدر معاوضہ دے کر حاصل کیے اور نہایت اعلیٰ طباعت کا انتظام فوراً شروع کردیا، حواشی میں سورۂ آل عمران کا مسودہ نہیں مل سکا، اس لیے طبع اول میں سورۂ بقرہ اور سورۂ نساء پر حضرت شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کے حواشی تھے اور باقی جگہ موضح القرآن کے فوائد درج کیے گئے۔ مولانا مجید حسن صاحب نے ایک پارہ نہایت آب وتاب کے ساتھ چھاپ کر بہت سے مشاہیر کی خدمت میں بھیجا، اور ان سے تقریظ لکھنے کی فرمائش کی اور ان کو ''ترجمۂ قرآن مجید پر علمائے ہند کی رائے'' کے عنوان سے طبع اول میں چھاپ دیا، اس طرح ترجمہ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ کا پہلا ایڈیشن بڑی تقطیع پر نہایت خوبصورت دیدہ زیب اور خوشنما سنہری حاشیوں کے ساتھ شائع ہوا۔ مولانا مجید حسن صاحب کی تمنا تھی کہ بقیہ حواشی کی تکمیل ہوجائے۔ اس سلسلہ میں ان کی نظر سب سے پہلے جانشین شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ حضرت مولانا سید حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ پر پڑی، حضرت رحمۃ اللہ علیہ نے بھی نہایت مسرت کے ساتھ اس خدمت کو قبول کرلیا، لیکن حضرت رحمۃ اللہ علیہ اپنی علمی وسیاسی مشاغل کے ہجوم کی بنا پر اس کے لیے فرصت کے لمحات نہیں نکال سکتے تھے، اس لیے یہ خدمت مولانا احمد حسن امروہی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کی گئی، مگر کسی وجہ سے وہ بھی نہ کرسکے تو حضرت مدنی رحمۃ اللہ علیہ کے مشورہ سے اس خدمت کے لیے حضرت مولانا شبیر احمد عثمانی رحمہ اللہ کو منتخب کیا گیا اور موصوف نے نہایت محققانہ انداز میں فوائد کی تکمیل فرمائی، مولانا مجید حسن صاحب پر اس ترجمہ کی اشاعت کا جذبہ کس قدر غالب تھا اور اس سلسلہ میں انہوں نے کس اخلاص وجانفشانی کا مظاہرہ کیا، اس کا کچھ اندازہ موصوف کے اس طویل مکتوب سے ہوسکتا ہے جو انہوں نے مولانا احمد حسن امروہی کی خدمت میں لکھا تھا، اور جسے مفتی عزیز الرحمن زید مجدہم نے تذکرۂ شیخ الہند رحمۃ اللہ علیہ میں درج کیا ہے۔ (ص ۸۵ ومابعد)

(ماخوذ از ملحقا: شخصیات وتاثرات جلد دوم)

☆☆☆.......................☆☆☆

ایاتہا ۷ | ۱ سُوْرَةُ الْفَاتِحَةِ مَكِّيَّةٌ ۵ | رکوعہا ۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ○

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے ف۱

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝۲ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۝۳ اِيَّاكَ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں ف۲ جو پالنے والا سارے جہان کا ف۳ بے حد مہربان نہایت رحم والا مالک روز جزا کا ف۴ تیری ہی

نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝۴ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝۵ صِرَاطَ الَّذِيْنَ

ہم بندگی کرتے ہیں اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں ف۵ بتلا ہم کو راہ سیدھی راہ ان لوگوں کی جن پر

اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝۷

تو نے فضل فرمایا ف۶ جن پر نہ تیرا غصہ ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے ف۷

منزل ۱ ۔ ع

فَائِدَة: [۱] ......﴿رَحْمٰن﴾ اور ﴿رَحِيْم﴾ دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں اور ﴿رَحْمٰن﴾ میں ﴿رَحِيْم﴾ سے زیادہ مبالغہ ہے، ترجمہ میں ان سب باتوں کا لحاظ ہے۔

فَائِدَة: [۲] تمام تعریفیں اللہ کی ذات کے لئے: ......یعنی سب تعریفیں عمدہ سے عمدہ اوّل سے آخر تک جو ہوئی ہیں اور جو ہوں گی خدا ہی کو لائق ہیں، کیونکہ ہر نعمت اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا اور عطا کرنے والا وہی ہے خواہ بلا واسطہ عطا فرمائے یا بواسطہ، جیسے دھوپ کی وجہ سے اگر کسی کو حرارت یا نور پہنچے تو حقیقت میں آفتاب کا فیض ہے۔ شعر

حمد را با تو نسبتے ست درست بر در ہر کہ رفت بردر تست

تو اب اس کا یہ ترجمہ کرنا کہ (ہر طرح کی تعریف خدا ہی کو سزاوار ہے) بڑی کوتاہی کی بات ہے جس کو اہل فہم خوب سمجھتے ہیں۔

فَائِدَة: [۳] عالمین سے مراد: ......مجموعہ مخلوقات کو عالم کہتے ہیں اور اسی لیے اس کی جمع نہیں لاتے۔ مگر آیت میں عالم سے مراد ہر ہر جنس (مثلاً عالم جن، عالم ملائکہ، عالم انس وغیرہ وغیرہ) ہیں، اس لیے جمع لائے تا کہ جملہ افراد عالم کا مخلوق جناب باری ہونا خوب ظاہر ہو جائے۔

فَائِدَة: [۴] ......اس کے خاص کرنے کی اول وجہ تو یہی ہے کہ اس دن بڑے بڑے امور پیش آئیں گے۔ ایسا خوفناک روز نہ پہلے ہوا نہ آگے کو ہوگا، دوسرے اس روز بجز ذات پاک حق تعالیٰ کے کسی کو ملک وحکومت ظاہر بھی تو نصیب نہ ہوگی: ﴿لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۖ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ﴾ [غافر:۱۶]۔

فَائِدَة: [۵] غیر اللہ سے مدد مانگنا ناجائز ہے: ......اس آیت شریفہ سے معلوم ہوا کہ اس کی ذات پاک کے سوا کسی سے حقیقت میں

مدد مانگنی بالکل ناجائز ہے۔ ہاں اگر کسی مقبول بندہ کو محض واسطۂ رحمتِ الٰہی اور غیر مستقل سمجھ کر استعانت ظاہری اس سے کرے تو یہ جائز ہے کہ یہ استعانت درحقیقت حق تعالیٰ ہی سے استعانت ہے۔

فائدہ:[۶] انعام کی حقدار جماعت :......جن پر انعام کیا گیا وہ چار فرقے ہیں: نبیین وصدیقین وشہداء وصالحین، کلام اللہ میں دوسرے موقع پر اس کی تصریح ہے۔ اور ﴿الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ سے یہود اور ﴿وَلَا الضَّآلِّيْنَ﴾ سے نصاریٰ مراد ہیں، دیگر آیات وروایات اس پر شاہد ہیں۔ اور صراط مستقیم سے محرومی کل دو طرح پر ہوتی ہے: عدم علم یا جان بوجھ کر، کوئی فرقہ گمراہ اگلا پچھلا ان دو سے خارج نہیں ہوسکتا، سو نصاریٰ تو وجہ اول میں اور یہود دوسری میں ممتاز ہیں۔

فائدہ:[۷] اللہ تعالیٰ سے کیسے مانگا جائے؟:......یہ سورت خدا تعالیٰ نے بندوں کی زبان سے فرمائی کہ جب ہمارے دربار میں حاضر ہو تو ہم سے یوں سوال کیا کرو، اس لیے اس سورت کا ایک نام ''تعلیم مسئلہ'' بھی ہے۔ اس سورت کے ختم پر لفظ آمین کہنا مسنون ہے اور یہ لفظ قرآن شریف سے خارج ہے۔ معنی اس لفظ کے یہ ہیں کہ ''الٰہی ایسا ہی ہو'' یعنی مقبول بندوں کی پیروی اور نافرمانوں سے علیحدگی میسر ہو، اس سورت کے اوّل نصف میں اللہ تعالیٰ کی ثنا وصفت اور دوسرے حصہ میں بندہ کیلئے دعا ہے۔

فائدہ:......﴿غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ الخ الَّذِيْنَ﴾ کا بدل ہے یا اس کی صفت ہے اس لیے اس کے مناسب ترجمہ کیا گیا۔ بعض تراجم دہلویہ میں جو اس کا ترجمہ کیا ہے خلاف ترکیب وخلاف مقصود ہے۔

پارہ نمبر:۱

آیاتها ۲۸۷ ﴿ ۲ سُورَةُ الْبَقَرَةِ مَدَنِيَّةٌ ۸۷ ﴾ رکوعاتها ۴۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الجزء ۱ الٓمّٓ ۝۱ ذٰلِكَ الْكِتٰبُ لَا رَيْبَ ۛ فِيْهِ ۛ هُدًى لِّلْمُتَّقِيْنَ ۝۲ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِالْغَيْبِ

الٓمّٓ ف۱ اس کتاب میں کچھ شک نہیں ف۲ راہ بتلاتی ہے ف۳ ڈرنے والوں کو ف۴ جو کہ یقین کرتے ہیں بے دیکھی چیزوں کا ف۵

وَيُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَمِمَّا رَزَقْنٰهُمْ يُنْفِقُوْنَ ۝۳ وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ

اور قائم رکھتے ہیں نماز کو ف۶ اور جو ہم نے روزی دی ہے ان کو اس میں سے خرچ کرتے ہیں ف۷ اور وہ لوگ جو ایمان لائے اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا

اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ۝۴ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ

تیری طرف اور اس پر کہ جو کچھ نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آخرت کو وہ یقینی جانتے ہیں ف۸ وہی لوگ ہیں ہدایت پر اپنے پروردگار کی

رَّبِّهِمْ ۗ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ

طرف سے اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے ف۹ بے شک جو لوگ کافر ہو چکے برابر ہے ان کو

اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝۶ خَتَمَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ ۗ وَعَلٰٓى

تو ڈرائے یا نہ ڈرائے وہ ایمان نہ لائیں گے ف۱۰ مہر کر دی اللہ نے ان کے دلوں پر اور ان کے کانوں پر اور ان کی

ع اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ ۡ وَّلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۝۷ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّقُوْلُ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

آنکھوں پر پردہ ہے ف۱۱ اور ان کے لئے بڑا عذاب ہے اور لوگوں میں کچھ ایسے بھی ہیں جو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اللہ پر

وقف لازم وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَمَا هُمْ بِمُؤْمِنِيْنَ ۝۸

اور دن قیامت پر اور وہ ہرگز مومن نہیں ف۱۲

فائدہ:[۱] حروف مقطعات کے بارے میں اصولی موقف:...... ان حروف کو مقطعات کہتے ہیں، ان کے اصلی معنی تک اوروں کی رسائی نہیں بلکہ یہ بھید ہے اللہ اور رسول کے درمیان جو بوجہ مصلحت وحکمت ظاہر نہیں فرمایا۔ اور بعض اکابر سے جو ان کے معنی منقول ہیں اُس

سے صرف تمثیل وتنبیہ وتسہیل مقصود ہے، یہ نہیں کہ مرادِ حق تعالیٰ یہ ہے۔ تو اب اس کو رائے شخصی کہہ کر تغلیط کرنا محض شخصی رائے ہے، جو تحقیق علماء کے بالکل خلاف ہے۔

فَائِدَہ: [۲] **شک وشبہ سے خالی کتاب:** ...... یعنی اس کے کلام الٰہی ہونے اور اس کے جملہ مضامین کے واقعی ہونے میں کچھ شبہ نہیں۔ جاننا چاہیے کہ کسی کلام میں اشتباہ ہونے کی دو صورتیں ہیں: یا تو خود اُس کلام میں کوئی غلطی اور خرابی ہو، یا سننے والے کے فہم میں خلل ہو۔ اول صورت میں محلِ ریب یہ کلام ہے اور دوسری صورت میں محلِ ریب حقیقت میں سمجھنے والے کا فہم ہے، کلام بالکل حق ہے، گو اُس کو اپنی نافہمی سے وہ کلام محلِ ریب معلوم ہو۔ سو اس آیت میں ریب کی صورت اول کی نفی فرمائی ہے۔ تو اب یہ شبہ کہ کلام اللہ کے کلام الٰہی اور حق ہونے میں تو سب کفار کو ریب وانکار تھا پھر اس نفی کے کیا معنی؟ بالکل جاتا رہا۔ باقی رہی صورت ثانی اُس کو آگے چل کر فرما دیا گیا: ﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ﴾ الآیۃ۔

فَائِدَہ: [۳] ...... یہاں سے اخیر قرآن تک جواب ہے: ﴿اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ﴾ کا، جو سوال بندوں کی طرف سے ہوا تھا۔

فَائِدَہ: [۴] **متقین یعنی پرہیزگار کون ہیں؟:** ...... یعنی جو بندے اپنے خدا سے ڈرتے ہیں اُن کو یہ کتاب راستہ بتلاتی ہے، کیونکہ جو اپنے خدا سے خائف ہوگا اُس کو امور مرضیہ اور غیر مرضیہ یعنی طاعت ومعصیت کی ضرور تلاش ہوگی اور جس نافرمان کے دل میں خوف ہی نہیں اس کو طاعت کی کیا فکر اور معصیت سے کیا اندیشہ۔

فَائِدَہ: [۵] ...... یعنی جو چیزیں ان کے عقل وحواس سے مخفی ہیں (جیسے دوزخ، جنت، ملائکہ وغیرہ) ان سب کو اللہ اور رسول کے ارشاد کی وجہ سے حق اور یقینی سمجھتے ہیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ ان اُمورِ غائبہ کا منکر ہدایت سے محروم ہے۔

فَائِدَہ: [۶] ...... اقامت صلوٰۃ کا یہ مطلب ہے کہ ہمیشہ رعایت حقوق کے ساتھ وقت پر ادا کرتے ہیں۔

فَائِدَہ: [۷] **ہر قسم کی طاعات:** ...... سب طاعتوں کی اصل تین ہیں: اول جو باتیں دل سے تعلق رکھتی ہیں، دوسری بدن سے، تیسری مال سے، سو اس آیت میں ہر سہ اصول کو ترتیب وار لے لیا۔

فَائِدَہ: [۸] **اہلِ کتاب کے لئے بھی قرآن ہدایت ہے:** ...... اس سے پہلی آیت میں ان لوگوں کا بیان تھا جن مشرکین نے ایمان قبول کیا (یعنی اہلِ مکہ) اور اس آیت میں ان کا بیان ہے جو اہل کتاب (یعنی یہود ونصاریٰ) مشرّف باسلام ہوئے۔

فَائِدَہ: [۹] ...... یعنی اہلِ ایمان کے دونوں گروہ مذکورہ بالا دنیا میں ان کو ہدایت نصیب ہوئی اور آخرت میں ان کو ہر طرح کی مراد ملے گی جس سے معلوم ہوگیا کہ جو نعمتِ ایمان اور اعمالِ حسنہ سے محروم رہے ان کی دنیا وآخرت دونوں برباد ہیں اب ان دونوں فریق مومنین سے فارغ ہو کر اس کے آگے کفار کی حالت بیان کی جاتی ہے۔

فَائِدَہ: [۱۰] **قرآن کی ہدایت سے محروم لوگ:** ...... ان کفار سے خاص وہ لوگ مراد ہیں جن کے لیے کفر مقرر ہو چکا اور دولتِ ایمان سے ہمیشہ کے لیے محروم کر دیئے گئے (جیسے ابوجہل، ابولہب وغیرہ) ورنہ ظاہر ہے کہ بہت سے لوگ جو کافر تھے مشرّف باسلام ہوئے اور ہوتے رہتے ہیں۔

فَائِدَہ: [۱۱] ...... ان کے دلوں پر مہر کر دی (یعنی حق بات کو نہیں سمجھتے) اور کانوں پر مہر کر دی (یعنی سچی بات کو متوجہ ہو کر نہیں سنتے) اور آنکھوں پر پردہ ہے (یعنی راہِ حق کو نہیں دیکھتے) کفار کا بیان ختم ہوگیا۔ اب منافقوں کا حال اس کے بعد تیرہ آیتوں میں ذکر کیا جاتا ہے۔

فَائِدَہ: [۱۲] ...... یعنی دل سے ایمان نہیں لائے جو حقیقت میں ایمان ہے صرف زبان سے فریب دینے کے لیے اظہار ایمان کرتے ہیں۔

يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ وَمَا يَخْدَعُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۝۹ؕ

دغا بازی کرتے ہیں اللہ سے اور ایمان والوں سے اور دراصل کسی کو دغا نہیں دیتے مگر اپنے آپ کو اور نہیں سوچتے ف۱۳

فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ ۙ فَزَادَهُمُ اللّٰهُ مَرَضًا ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۢ ۙ بِمَا كَانُوْا

ان کے دلوں میں بیماری ہے پھر بڑھا دی اللہ نے ان کی بیماری ۱۴ اور ان کے لئے عذاب دردناک ہے اس بات پر کہ

يَكْذِبُوْنَ ﴿۱۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ لَا تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ ۙ قَالُوْٓا اِنَّمَا نَحْنُ مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱﴾

جھوٹ کہتے تھے ۱۵ اور جب کہا جاتا ہے ان کو فساد نہ ڈالو ملک میں تو کہتے ہیں ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں ۱۶

اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْمُفْسِدُوْنَ وَلٰكِنْ لَّا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا كَمَآ اٰمَنَ

جان لو وہی ہیں خرابی کرنے والے لیکن نہیں سمجھتے ۱۷ اور جب کہا جاتا ہے ان کو ایمان لاؤ جس طرح ایمان لائے

النَّاسُ قَالُوْٓا اَنُؤْمِنُ كَمَآ اٰمَنَ السُّفَهَآءُ ۭ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ السُّفَهَآءُ وَلٰكِنْ لَّا

سب لوگ تو کہتے ہیں ۱۸ کیا ہم ایمان لائیں جس طرح ایمان لائے بیوقوف ۱۹ جان لو وہی ہیں بیوقوف

يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳﴾ وَاِذَا لَقُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قَالُوْٓا اٰمَنَّا ښ وَاِذَا خَلَوْا اِلٰى شَيٰطِيْنِهِمْ ۙ

لیکن نہیں جانتے ۲۰ اور جب ملاقات کرتے ہیں مسلمانوں سے تو کہتے ہیں ہم ایمان لے آئے ہیں اور جب تنہا ہوتے ہیں اپنے شیطان کے

قَالُوْٓا اِنَّا مَعَكُمْ ۙ اِنَّمَا نَحْنُ مُسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۱۴﴾

پاس ۲۱ تو کہتے ہیں کہ بے شک ہم تمہارے ساتھ ہیں ۲۲ ہم تو ہنسی کرتے ہیں ۲۳

فائدہ: [۱۳] منافقین کی دغابازی: ......یعنی ان کی فریب بازی نہ خدائے تعالیٰ کے اوپر چل سکتی ہے کہ وہ عالم الغیب ہے اور نہ مومنین پر کہ حق تعالیٰ مومنین کو بہ واسطہ پیغمبر ﷺ اور دیگر دلائل وقرائن کے منافقین کے فریب سے آگاہ فرما دیتا ہے بلکہ ان کی فریب بازی کا وبال اور اس کی خرابی حقیقت میں ان ہی کو پہنچتی ہے مگر وہ اس کو اپنی غفلت اور جہالت اور شرارت سے نہیں سوچتے اور نہیں سمجھتے اگر غور کریں تو سمجھ لیں کہ اس فریب بازی سے مسلمانوں کو نقصان نہیں پہنچتا بلکہ اس کا نتیجۂ خراب ہم کو پہنچ رہا ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ (شاہ عبدالقادر صاحب) کے فہم کی نزاکت ہے کہ یہاں ﴿یَشْعُرُوْنَ﴾ کا ظاہر ترجمہ چھوڑ کر اس کا ترجمہ بوجھنا یعنی سوچنا فرمایا۔

فائدہ: [۱۴] منافقین دل کے مریض ہیں: ......یعنی ان کے دلوں میں نفاق اور دینِ اسلام سے نفرت اور مسلمانوں سے حسد اور عناد، یہ مرض پہلے سے موجود تھے، اب نزولِ قرآن اور ظہورِ شوکت اسلام اور ترقی ونصرت اہلِ اسلام کو دیکھ دیکھ کر ان کی وہ بیماری اور بڑھ گئی۔

فائدہ: [۱۵] ......اس جھوٹ کہنے سے وہی اسلام کا جھوٹا دعویٰ ﴿اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَبِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ مراد ہے جو اوپر گزر چکا یعنی عذابِ الیم حقیقت میں اُن کے نفاق کی سزا ہے، نہ مطلق جھوٹ بولنے کی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کو اسی باریک فرق پر متنبہ فرمانا منظور ہے جو ﴿یَکْذِبُوْنَ﴾ کا ترجمہ جھوٹ بولنے کی جگہ ''جھوٹ کہنا'' فرماتے ہیں: فجزاہ اللہ ما أدق نظرہ۔

فائدہ: [۱۶] منافقین کا دوغلا پن: ......خلاصہ یہ ہے کہ منافقین بہ چند وجوہ فساد پھیلاتے تھے: اول تو خواہشات نفسانیہ میں منہمک تھے اور انقیادِ احکامِ شرعیہ سے کاہل اور متنفر تھے، دوسرے مسلمانوں اور کافروں دونوں کے پاس آتے جاتے تھے اور اپنی قدر ومنزلت بڑھانے کو ہر ایک کی باتیں دوسروں تک پہنچاتے رہتے تھے، تیسرے کفار سے نہایت مدارات ومخالطت سے پیش آتے تھے۔ اور امور

دین کی مخالفت پر کفار پر اصلاً مزاحمت نہ کرتے تھے اور کفار کے اعتراضات وشبہات کو جو دین کی باتوں پر ہوتے تھے مسلمانوں کے رُو بہ رُو نقل کرتے تھے تاکہ ضعیف الاعتقاد اور ضعیف الفہم احکام شرعیہ میں متردد ہو جائیں۔ اور جب کوئی ان فسادات سے ان کو منع کرتا تو جواب دیتے تھے کہ ہم تو اصلاح کرنے والے ہیں اور چاہتے ہیں کہ تمام قوم اور ملک مثل زمانہ سابق شیر وشکر ہو کر رہیں اور دینِ جدید کی وجہ سے جو مخالفت بڑھ گئی ہے بالکل جاتی رہے۔ چنانچہ ہر زمانہ میں دنیا طلب، ہوا پرست ایسا ہی کہا کرتے ہیں۔

فَائِدَة: [۱۷]...... یعنی اصلاح تو حقیقت میں یہ ہے کہ دین حق جملہ ادیان پر غالب ہو اور جملہ اغراض ومنافعِ دنیوی سے احکام شرعیہ کی رعایت زیادہ کی جائے اور در بارۂ دین [دین کے بارے میں] کسی کی موافقت ومخالفت کی پرواہ نہ ہو...... ؎

خاک بر دل داری اغیار پاش

منافقین بہ حیلۂ مصالحت ومصلحت اندیشی جو کچھ کرتے ہیں وہ حقیقت میں فسادِ محض ہے مگر ان کو اس کا شعور نہیں۔

فَائِدَة: [۱۸] **منافقین کی ہٹ دھرمی:**...... یعنی اپنے دلوں میں یہ کہتے تھے یا آپس میں یا ان ضعفائے مسلمین سے جو کسی وجہ سے ان کے رازدار بن رہے تھے۔

فَائِدَة: [۱۹]...... سفہاء کہا سچے مسلمانوں کو کہ احکامِ خداوندی پر دل سے ایسے فدا تھے کہ لوگوں کی مخالفت اور اس کے نتائجِ بد سے اور انقلابِ زمانہ کی مضرات گوناگوں سے اپنا بچاؤ نہ کرتے تھے بخلاف منافقین کے کہ مسلمان وکفار سب سے ظاہر بنا رکھا تھا اور اغراضِ نفسانی کے سبب آخرت کا کچھ فکر نہ تھا مصلحت بینی اس درجہ غالب تھی کہ ایمان و پابندیٔ احکامِ شرع کی ضرورت نہ سمجھتے تھے فقط دعویٰ زبانی اور ضروری اعمال بہ مجبوری ادا کر لینے پر قناعت تھی۔

فَائِدَة: [۲۰] **سفہاء کا اصل مصداق منافقین خود ہیں:**...... یعنی بیوقوف حقیقت میں منافقین ہی ہیں کہ مصالح واغراض دنیوی پا در ہوا [ہوا میں پاؤں] کی وجہ سے آخرت کا خیال نہ کیا۔ فانی کو لینا اور باقی کو چھوڑنا کس قدر حماقت ہے اور مخلوقات سے ڈرنا کہ جن سے ہزار طرح اپنا بچاؤ کر سکتے ہیں اور علام الغیوب سے نہ ڈرنا کہ جہاں کسی طرح کوئی امر پیش ہی نہ جا سکے کتنی جہالت ہے۔ اور صلح کل کیسے کہ جس میں احکم الحاکمین اور اس کے مقبول بندوں سے مخالفت کی جاتی ہے مگر منافقین اس درجہ بیوقوف ہیں کہ ایسی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے۔

فَائِدَة: [۲۱]...... شیاطین (یعنی شریر لوگ) مراد ان سے یا تو وہ کفار ہیں جو اپنے کفر کو سب پر ظاہر کرتے تھے یا وہ منافقین مراد ہیں جو اُن میں رئیس سمجھے جاتے تھے۔

فَائِدَة: [۲۲]...... یعنی کفر واعتقادِ دین کے معاملہ میں ہم بالکل تمہارے ساتھ ہیں تم سے کسی حالت میں جدا نہیں ہو سکتے۔

فَائِدَة: [۲۳] **منافقین کا مؤمنین سے مذاق:**...... یعنی ظاہری موافقت جو ہم مسلمانوں سے کرتے ہیں اس سے یہ نہ سمجھنا کہ ہم واقع میں اُن کے موافق ہیں۔ ہم تو ان سے تمسخر کرتے ہیں اور ان کی بیوقوفی سب پر ظاہر کرتے ہیں کہ باوجودیکہ ہمارے افعال ہمارے اقوال کے مخالف ہیں مگر وہ اپنی بیوقوفی سے صرف ہماری زبانی باتوں پر ہم کو مسلمان سمجھ کر ہمارے مال اور اولاد پر ہاتھ نہیں ڈالتے اور مالِ غنیمت میں ہم کو شریک کر لیتے ہیں اور اپنی اولاد سے ہمارا نکاح کر دیتے ہیں اور ہم ان کے راز کی باتیں اُڑا لاتے ہیں اور وہ اس پر بھی ہمارے فریب کو نہیں سمجھتے۔

اَللّٰهُ یَسْتَهْزِئُ بِهِمْ وَیَمُدُّهُمْ فِیْ طُغْیَانِهِمْ یَعْمَهُوْنَ ⑮ اُولٰٓئِكَ الَّذِیْنَ

(یعنی مسلمان سے) اللہ ہنسی کرتا ہے ان سے ۲۴ اور ترقی دیتا ہے ان کو ان کی سرکشی میں (اور) حالت یہ ہے کہ وہ عقل کے اندھے ہیں ۲۵ یہ

اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰى ۪ فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۶﴾

وہی ہیں جنہوں نے مول لی گمراہی ہدایت کے بدلے سو نافع نہ ہوئی ان کی سوداگری ۲۶ اور نہ ہوئے راہ پانے والے ۲۷

مَثَلُهُمْ كَمَثَلِ الَّذِى اسْتَوْقَدَ نَارًا ۚ فَلَمَّآ اَضَآءَتْ مَا حَوْلَهٗ ذَهَبَ اللّٰهُ

ان کی مثال اس شخص کی سی ہے جس نے آگ جلائی پھر جب روشن کر دیا آگ نے اس کے آس پاس کو تو زائل کر دی اللہ نے ان کی روشنی

بِنُوْرِهِمْ وَتَرَكَهُمْ فِىْ ظُلُمٰتٍ لَّا يُبْصِرُوْنَ ﴿۱۷﴾ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْىٌ فَهُمْ لَا يَرْجِعُوْنَ ﴿۱۸﴾

اور چھوڑا ان کو اندھیروں میں نہ کچھ نہیں دیکھتے ۲۸ بہرے ہیں گونگے ہیں اندھے ہیں سو وہ نہیں لوٹیں گے ۲۹

اَوْ كَصَيِّبٍ مِّنَ السَّمَآءِ فِيْهِ ظُلُمٰتٌ وَّرَعْدٌ وَّبَرْقٌ ۚ يَجْعَلُوْنَ اَصَابِعَهُمْ فِىْٓ

یا ان کی مثال ایسی ہے جیسے زور سے مینہ پڑ رہا ہو آسمان سے ان میں اندھیرے ہیں اور گرج اور بجلی دیتے ہیں انگلیاں اپنے کانوں میں

اٰذَانِهِمْ مِّنَ الصَّوَاعِقِ حَذَرَ الْمَوْتِ ؕ وَاللّٰهُ مُحِيْطٌۢ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۹﴾ يَكَادُ الْبَرْقُ

مارے کڑک کے موت کے ڈر سے اور اللہ احاطہ کرنے والا ہے کافروں کا ۳۰ قریب ہے کہ بجلی

يَخْطَفُ اَبْصَارَهُمْ ؕ كُلَّمَآ اَضَآءَ لَهُمْ مَّشَوْا فِيْهِ ۙ وَاِذَآ اَظْلَمَ عَلَيْهِمْ قَامُوْا ؕ

اچک لے ان کی آنکھیں جب چمکتی ہے ان پر تو چلنے لگتے ہیں اس کی روشنی میں اور جب اندھیرا ہوتا ہے تو کھڑے رہ جاتے ہیں

وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۰﴾ ع ۲

اور اگر چاہے اللہ تو لے جائے ان کے کان اور آنکھیں بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۳۱

فائدہ: [۲۴]...... چونکہ اللہ تعالیٰ نے مومنین کو فرمادیا کہ منافقین کے ساتھ مسلمانوں کا سا معاملہ کرو ان کے جان و مال سے ہرگز تعرض نہ کرو۔ اس سے منافقین اپنی حماقت سے سمجھ گئے کہ ایمان لانے سے جو فائدہ مسلمانوں کو ہوا وہ سب فوائد ہم کو بھی صرف زبانی اظہار اسلام سے حاصل ہو گئے اس وجہ سے بالکل مطمئن ہو گئے۔ حالانکہ انجام کار یہ امر منافقین کو سخت بلا میں پھنسانے والا ہے اس کا انجام نہایت خراب ہے تو اب انصاف کیجیے کہ حقیقت میں تمسخر مسلمانوں کا ہوا یا منافقین کا؟ اور یا تمسخر کرنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس تمسخر کا بدلہ اور سزا ان کو دے گا۔

فائدہ: [۲۵] **اللہ کی طرف سے منافقین کو ڈھیل:** ...... یعنی اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کو ڈھیل دی گئی حتیٰ کہ انہوں نے سرکشی میں خوب ترقی کی اور ایسے بہکے کہ اس کا انجام کچھ نہ سوچا اور خوش ہوئے کہ ہم مسلمانوں سے ہنسی کرتے ہیں حالانکہ معاملہ بالعکس تھا۔ جاننا چاہیے کہ آیت میں ﴿فِىْ طُغْيَانِهِمْ﴾ فعل ﴿يَمُدُّهُمْ﴾ کے متعلق ہے مگر تراجم دہلویہ جدیدہ میں اس کو ﴿يَعْمَهُوْنَ﴾ کے متعلق کر دیا (جس سے معنی بگڑ کر معتزلہ کے موافق اور اہل سنت کے خلاف اور استعمال اہل عرب کے مخالف ہو گئے) جو غلط ہے اور جاننے والے اس کو خوب جانتے ہیں۔

فَائِدَة: [٢٦] ...... تجارت سے مراد وہی گمراہی کا ہدایت کے بدلے مول لینا ہے جو اس سے پہلے مذکور ہے۔

فَائِدَة: [٢٧] منافقین کا انجام آخرت: ...... یعنی منافقین نے بظاہر ایمان قبول کیا اور دل میں کفر کو رکھا جس کی وجہ سے آخرت میں خراب اور دنیا میں خوار ہوئے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں ان کے احوال پر سب کو مطلع فرما دیا۔ ایمان لاتے تو دارین میں سرخرو ہوتے۔ تو اب ان کی تجارت نے کوئی نفع ان کو نہ پہنچایا نہ دنیا کا اور نہ آخرت کا۔ اور وہ کچھ نہ سمجھے کہ مجرد ایمانِ زبانی کو کافی اور نافع سمجھ کر اس خرابی اور رسوائی میں گرفتار ہوئے، اب اُن منافقین کے مناسب حال دو مثالیں بیان فرمائی ہیں۔

فَائِدَة: [٢٨] منافقوں کی مثال: ...... یعنی منافقوں کی مثال ایسی ہے کہ کوئی شخص اندھیری گھنگھور رات میں آگ روشن کرے جنگل میں راستہ دیکھنے کو اور جب آگ روشن ہوگئی اور راستہ نظر آنے کو ہوا تو خدا تعالیٰ نے اس کو بجھا دیا اور اندھیری رات میں جنگل میں کھڑا رہ گیا کہ کچھ نظر نہیں آتا۔ ایسے ہی منافقین نے مسلمانوں کے خوف سے کلمۂ شہادت کی روشنی سے کام لینا چاہا مگر سرِ دست کچھ فائدۂ حقیر (مثل حفظ جان و مال) اٹھانے پائے تھے کہ نورِ کلمۂ شہادت اور منافع سب نیست و نابود ہوگئے اور مرتے ہی عذاب الیم میں مبتلا ہوگئے۔

فَائِدَة: [٢٩] ...... یعنی بہرے ہیں جو سچی بات نہیں سنتے، گونگے ہیں جو سچی بات نہیں کہتے۔ اندھے ہیں جو اپنے نفع و نقصان کو نہیں دیکھتے۔ سو جو شخص بہرا بھی ہو اور گونگا بھی ہو وہ کس طرح راہ پر آئے صرف اندھا ہو تو کسی کو پکارے یا کسی کی بات سنے تو اب ان سے ہرگز توقع نہیں کہ گمراہی سے حق کی طرف لوٹیں۔

فَائِدَة: [٣٠] منافقین کی دوسری مثال: ...... دوسری مثل ان منافقین کی ان لوگوں کی سی ہے کہ ان پر آسمان سے مینہ شدت کے ساتھ پڑ رہا ہو اور کئی طرح کی تاریکی اس میں ہو۔ مثلاً بادل بھی تو بَرتو [تہ بہ تہ] بہت غلیظ و کثیف ہے اور قطراتِ ابر کی بھی بہت کثرت اور ہجوم ہے اور رات بھی اندھیری ہے اور تاریکی شدید کے ساتھ بجلی کی کڑک اور چمک بھی ایسی ہولناک ہے کہ وہ لوگ موت کے خوف سے کانوں میں انگلیاں دیتے ہیں کہ آواز کی شدت سے دم نہ نکل جائے۔ اسی طرح پر منافقین تکالیف و تہدیداتِ شرعیہ کو سن کر اور اپنی خواری و رسوائی کو دیکھ کر اور اغراض و مصالحِ دُنیوی کو خیال کر کر عجب کشمکش اور خوف و پریشانی میں مبتلا ہیں اور اپنی بیہودہ تدبیروں سے اپنا بچاؤ کرنا چاہتے ہیں۔ مگر حق تعالیٰ کی قدرت سب طرف سے کفار کا احاطہ کئے ہوئے ہے اس کی گرفت و عذاب سے وہ کسی طرح بچ نہیں سکتے۔

فَائِدَة: [٣١] منافقوں کا اصل کردار: ...... حاصل یہ ہے کہ منافقین اپنی ضلالت اور ظلماتی خیال میں مبتلا ہیں لیکن جب غلبۂ نورِ اسلام اور ظہورِ معجزات تو یہ دیکھتے ہیں اور تاکید و تہدیدِ شرعی سنتے ہیں تو متنبہ ہو کر ظاہر میں صراطِ مستقیم کی طرف متوجہ ہو جاتے ہیں اور جب کوئی محنت و مشقت دنیوی نظر آتی ہے تو کفر پر اَڑ جاتے ہیں جیسے شدتِ باراں اور تاریکی میں بجلی چمکی تو قدم رکھ لیا پھر کھڑے ہوگئے۔ مگر چونکہ اس کو سب کا علم ہے اور اس کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں تو ایسے حیلوں اور تدبیروں سے کیا کام نکل سکتا ہے۔

فَائِدَة: ...... سورت کے اول سے یہاں تک تین طرح کے لوگوں کا ذکر فرمایا: اول مومنوں کا، پھر کافروں کا (جن کے دلوں پر مُہر ہے کہ ہرگز ایمان نہ لائیں گے) تیسرے منافقوں کا (جو دیکھنے میں مسلمان ہیں مگر دل اُن کا ایک طرف نہیں)۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿٢١﴾

اے لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے پیدا کیا تم کو اور ان کو جو تم سے پہلے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ

الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۠ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

جس نے بنایا واسطے تمہارے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت اور اتارا آسمان سے پانی

فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۲﴾

پھر نکالے اس سے میوے تمہارے کھانے کے واسطے سو نہ ٹھہراؤ کسی کو اللہ کے مقابل اور تم تو جانتے ہو ۳۲

وَاِنْ كُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰی عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠

اور اگر تم شک میں ہو اس کلام سے جو اتارا ہم نے اپنے بندہ پر تو لے آؤ ایک سورت اس جیسی ۳۳

وَادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ﴿۲۳﴾ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَلَنْ

اور بلاؤ اس کو جو تمہارا مددگار ہو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو ۳۴ پھر اگر ایسا نہ کر سکو اور ہرگز نہ کر سکو گے

تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِیْ وَقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ ۖۚ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِیْنَ ﴿۲۴﴾

تو پھر بچو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں تیار کی ہوئی ہے کافروں کے واسطے ۳۵

وَبَشِّرِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ؕ

اور خوشخبری دے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور اچھے کام کیے کہ ان کے واسطے باغ ہیں کہ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِیْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ ۙ وَاُتُوْا بِهٖ

جب ملے گا ان کو وہاں کا کوئی پھل کھانے کو تو کہیں گے یہ تو وہی ہے جو ملا تھا ہم کو اس سے پہلے اور دیے

مُتَشَابِهًا ؕ وَلَهُمْ فِیْهَاۤ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۙۗ وَّهُمْ فِیْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا

جائیں گے ان کو پھل ایک صورت کے ۳۶ اور ان کے لیے وہاں عورتیں ہوں گی پاکیزہ اور وہ وہیں ہمیشہ رہیں گے ۳۷ بے شک اللہ شرماتا

یَسْتَحْیٖۤ اَنْ یَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ؕ فَاَمَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فَیَعْلَمُوْنَ

نہیں اس بات سے کہ بیان کرے کوئی مثال مچھر کی یا اس چیز کی جو اس سے بڑھ کر ہے ۳۸ سو جو لوگ مومن ہیں وہ یقیناً جانتے ہیں

اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَیَقُوْلُوْنَ مَاذَاۤ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ

وقف لازم

کہ یہ مثال ٹھیک ہے جو نازل ہوئی ان کے رب کی طرف سے اور جو کافر ہیں سو کہتے ہیں کیا مطلب تھا اللہ کا اس مثال سے

یُضِلُّ بِهٖ كَثِیْرًا ۙ وَّیَهْدِیْ بِهٖ كَثِیْرًا ؕ وَمَا یُضِلُّ بِهٖۤ اِلَّا الْفٰسِقِیْنَ ﴿۲۶﴾

گمراہ کرتا ہے خدائے تعالیٰ اس مثال سے بہتیروں کو ۳۹ اور ہدایت کرتا ہے اس سے بہتیروں کو اور گمراہ نہیں کرتا اس مثال سے مگر بدکاروں کو

فائدۃ: [۳۲] دونوں مثالوں سے مقصود توحید کی عام دعوت: ...... اب سب بندوں کو مومن ہوں یا کافر یا منافق، خطاب فرما کر توحید جناب باری سمجھائی جاتی ہے جو ایمان کے لیے اصل الاصول ہے۔ خلاصۂ معنی یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تم کو اور تم سے پہلوں کو سب کو پیدا کیا اور

تمہاری ضروریات اور کل منافع کو بنایا۔ پھر اس کو چھوڑ کر کسی دوسرے معبود بنانا جو تم کو نہ نفع پہنچا سکے نہ مضرت (جیسے بت) کس قدر حماقت اور جہالت ہے حالانکہ تم یہ بھی جانتے ہو کہ اُس جیسا کوئی نہیں۔

فائدۃ:[۳۳] قرآن کی طرف سے پُرزور چیلنج: ...... یہ بات گزر چکی ہے کہ اس کلام پاک میں شبہ کی وجہ یا یہ ہو سکتی تھی کہ اس کلام میں کوئی بات کھٹکنے کی ہو، سو اس کے دفعیہ کے لیے ﴿لَا رَیْبَ فِیْهِ﴾ فرما چکے ہیں اور یا یہ صورت ہو سکتی ہے کہ کسی کے دل میں اپنی کوتاہی فہم یا زیادت عناد سے شبہ پیدا ہو تو یہ صورت چونکہ ممکن بلکہ موجود تھی تو اس کے رفع کرنے کی عمدہ اور سہل صورت بیان فرمادی کہ اگر تم کو اس کلام کے کلام بشری ہونے کا خیال ہے تو تم بھی تو ایک سورت ایسی فصیح و بلیغ تین آیت کی مقدار بنا دیکھو، اور جب تم باوجود کمال فصاحت و بلاغت چھوٹی سی سورت کے مقابلہ سے بھی عاجز ہو جاؤ تو پھر سمجھ لو کہ یہ اللہ کا کلام ہے کسی بندہ کا نہیں، اس آیت میں آپ کی نبوت کو مدلل فرما دیا۔

فائدۃ:[۳۴] چیلنج پوری کائنات کے لئے: ...... یعنی اگر تم اپنے اس دعوے میں سچے ہو کہ یہ بندے کا کلام ہے تو جس قدر قابل اور شاعر اور فصحاء و بلغاء موجود ہیں خدائے تعالیٰ کے سوا سب سے مدد لے کر ہی ایک چھوٹی سی سورت ایسی بنا لاؤ یا یہ مطلب ہے کہ خداوند کریم کے سوا تمہارے جتنے معبود ہیں سب سے تضرع اور گریہ وزاری کے ساتھ دعا مانگو کہ اس مشکل بات میں تمہاری کچھ مدد کریں۔

فائدۃ:[۳۵] چیلنج قبول کر کے پورا نہ کرنے والوں کے لئے وعید: ...... پھر اس پر بھی اگر تم ایسی ایک سورت نہ بنا سکو اور یہ بات یقینی ہے کہ ہرگز نہ بنا سکو گے تو پھر ڈرو اور بچو نار دوزخ سے جو سب آگوں سے تیز ہے، اُس کا ایندھن کافر اور پتھر ہیں جن کی تم پرستش کرتے ہو اور بچنے کی صورت یہی ہے کہ کلام الٰہی پر ایمان لاؤ اور وہ آگ کافروں کے واسطے تیار کی ہوئی ہے جو کہ قرآن شریف اور نبی کریم ﷺ کو جھوٹا بتلاتے ہیں۔

فائدۃ:[۳۶] جنت کے میووں کی صفات: ...... جنت کے میوے دنیا کے میووں سے شکل وصورت میں ملتے جلتے ہوں گے مگر لذت میں زمین وآسمان کا فرق ہوگا۔ یا جنت کے میوے باہم ایک شکل وصورت کے ہوں گے اور مزا جدا جدا تو جب کسی میوے کو دیکھیں گے تو کہیں گے وہی قسم ہے جو پہلے دنیا میں یا جنت میں کھا چکے ہیں۔ اور چکھیں گے تو مزہ اور ہی پائیں گے۔

فائدۃ:[۳۷] جنت کی عورتوں کی صفات: ...... جنت کی عورتیں نجاسات ظاہرہ وباطنہ (اخلاق رذیلہ) سے سب سے پاک وصاف ہوں گی۔

فائدۃ: ...... یہاں تک تین چیزیں جن کا جاننا ضروری تھا بیان فرمائیں: اول مبدأ (یعنی ہم کہاں سے آئے اور کیا تھے) دوسرے معاش (کہ کیا کھائیں اور کہاں رہیں) تیسرے معاد (کہ ہمارا انجام کیا ہے)۔

فائدۃ:[۳۸] کفار کے اعتراض کا جواب: ...... اس آیت میں اس معارضہ کا جواب دیا گیا ہے جو کفار کی طرف سے پہلی آیت پر ہوا۔ خلاصہ اس کا یہ ہے کہ جب چھوٹی سی سورت بھی اس کلام جیسی اُن سے نہ ہو سکی جس سے اُس کا کلام الٰہی ہونا ثابت ہو چکا تو کفار نے کہا ہر چند ہم اس کلام کے مقابلہ سے عاجز ہیں مگر ہم دوسری دلیل سے اس کا کلام الٰہی نہ ہونا اور کلام بشری ہونا ثابت کرتے ہیں۔ وہ یہ کہ بڑے بزرگ عظیم الشان اپنے کلام میں ذلیل وحقیر چیزوں کے ذکر سے اجتناب کیا کرتے ہیں حق تعالیٰ جو سب بزرگوں سے برتر اور اعظم ہے اُس نے کیسے اپنے کلام میں مکھی اور مکڑی کا ذکر فرمایا؟ اس معارضہ کا جواب دیا گیا کہ اس میں کوئی شرم اور عار کی بات نہیں کہ حق تعالیٰ مچھر یا اس سے بڑی چیز مثل مکھی اور مکڑی کی مثال بیان فرمائے کیونکہ مثال سے تو توضیح وتفصیل ممثل لہٗ کی مطلوب ہوتی ہے۔ حقارت اور عظمت سے کیا بحث اور یہ مطلوب جب ہی حاصل ہوگا کہ مثال اور ممثل لہٗ میں پوری مطابقت ہو ممثل لہٗ حقیر ہوگا تو اس کی مثال بھی حقیر ہونی چاہیے ورنہ تمثیل ہی بیہودہ سمجھی جائے گی۔ ہاں اگر تمثیل میں یہ ہوتا کہ مثال اور مثال دینے والے میں موافقت ضروری ہوتی تو بیوقوفوں کا یہ اعتراض چل سکتا مگر اس کا تو کوئی بیوقوف بھی قائل نہ ہوگا اور تورات وانجیل وکلام حکماء وسلاطین میں ایسی مثالیں بکثرت موجود ہیں۔ اس کے

خلاف کہنا کفار کی حماقت اور عناد کی بات ہے اور ﴿فَمَا فَوۡقَهَا﴾ کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ مچھر سے حقارت اور چھوٹائی میں زیادہ ہو جیسے مچھر کے بازو کہ بعض احادیث میں اس کو دنیا کی تمثیل میں ذکر فرمایا ہے۔

فَائِدَہ:[۳۹] قرآن کی مثالیں دو طرح کے لوگوں کے لئے: ...... یعنی ایمان والے تو ان مثالوں کو حق اور مفید سمجھتے ہیں اور کفار بطورِ تحقیر کہتے ہیں کہ ایسی حقیر مثالوں سے خدا کی مراد اور غرض کیا ہوگی؟ جواب دیا گیا کہ اس کلام سراپا ہدایت سے بہتیروں کو گمراہی میں ڈالنا اور بہتیروں کو راہِ راست دکھلانا منظور ہے (یعنی اہل حق اور اہل باطل میں تمیز تام منظور ہے جو نہایت مفید اور ضروری ہے)۔

الَّذِيۡنَ يَنۡقُضُوۡنَ عَهۡدَ اللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ مِيۡثَاقِهٖ ۖ وَيَقۡطَعُوۡنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖۤ اَنۡ يُّوۡصَلَ

جو توڑتے ہیں خدا کے معاہدہ کو مضبوط کرنے کے بعد اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کو اللہ نے فرمایا ملانے کو ف۴۰

وَيُفۡسِدُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ ؕ اُولٰٓـئِكَ هُمُ الۡخٰسِرُوۡنَ ۝۲۷ كَيۡفَ تَكۡفُرُوۡنَ بِاللّٰهِ

اور فساد کرتے ہیں ملک میں ف۴۱ وہی ہیں ٹوٹے والے ف۴۲ کس طرح کافر ہوتے ہو خدائے تعالیٰ سے

وَكُنۡتُمۡ اَمۡوَاتًا فَاَحۡيَاكُمۡ ۚ ثُمَّ يُمِيۡتُكُمۡ ثُمَّ يُحۡيِيۡكُمۡ ثُمَّ اِلَيۡهِ تُرۡجَعُوۡنَ ۝۲۸

حالانکہ تم بے جان تھے ف۴۳ پھر جلایا تم کو ف۴۴ پھر مارے گا تم کو ف۴۵ پھر جلائے گا تم کو ف۴۶ پھر اسی کی طرف لوٹائے جاؤ گے ف۴۷

هُوَ الَّذِىۡ خَلَقَ لَكُمۡ مَّا فِى الۡاَرۡضِ جَمِيۡعًا ۗ ثُمَّ اسۡتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰٮهُنَّ سَبۡعَ

وہی ہے جس نے پیدا کیا تمہارے واسطے جو کچھ زمین میں ہے سب پھر قصد کیا آسمان کی طرف سو ٹھیک کر دیا ان کو سات

سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عَلِيۡمٌ ۝۲۹ وَاِذۡ قَالَ رَبُّكَ لِلۡمَلٰٓـئِكَةِ اِنِّىۡ جَاعِلٌ فِى ع ۳

آسمان اور خدائے تعالیٰ ہر چیز سے خبردار ہے ف۴۸ اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں بنانے والا ہوں

الۡاَرۡضِ خَلِيۡفَةً ؕ قَالُوۡۤا اَتَجۡعَلُ فِيۡهَا مَنۡ يُّفۡسِدُ فِيۡهَا وَيَسۡفِكُ الدِّمَآءَ ۚ وَنَحۡنُ

زمین میں ایک نائب ف۴۹ کہا فرشتوں نے کیا قائم کرتا ہے تو زمین میں اس کو جو فساد کرے اس میں اور خون بہائے

نُسَبِّحُ بِحَمۡدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ؕ قَالَ اِنِّىۡۤ اَعۡلَمُ مَا لَا تَعۡلَمُوۡنَ ۝۳۰

اور ہم پڑھتے رہتے ہیں تیری خوبیاں اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو ف۵۰ فرمایا بے شک مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے ف۵۱

فَائِدَہ:[۴۰] قرآن کی نظر میں خسارے میں کون لوگ ہیں؟: ...... جیسے قطع رحم کرنا، انبیاء اور علماء اور واعظین، اور مؤمنین اور نماز اور دیگر جملہ امورِ خیر سے اعراض کرنا۔

فَائِدَہ:[۴۱] ...... فساد سے مراد یہ ہے کہ لوگوں کو ایمان سے نفرت دلاتے تھے اور مخالفانِ اسلام کو ورغلا کر مسلمانوں سے مقاتلہ کراتے تھے اور حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم اور صلحائے اُمت کے عیوب نکال کر تشہیر کرتے تھے تاکہ آپ کی اور دینِ اسلام کی بے وقعتی لوگوں کے ذہن نشین ہو جائے۔ اور مسلمانوں کا راز مخالفوں تک پہنچاتے تھے اور طرح طرح کی رسوم و بدعات خلافِ طریقۂ اسلام پھیلانے میں سعی کرتے تھے۔

فَائِدَہ:[۴۲]......مطلب یہ ہے کہ ان حرکات ناشائستہ سے اپنا ہی کچھ کھوتے ہیں، توہینِ اسلام اور تحقیرِ صلحائے اُمت کچھ بھی نہ ہوسکے گی۔

فَائِدَہ:[۴۳]......یعنی اجسام بے جان کہ حس وحرکت کچھ نہ تھی۔ اول عناصر تھے اُس کے بعد والدین کی غذا بنے، پھر نطفہ، پھر خون بستہ، پھر گوشت۔

فَائِدَہ:[۴۴]......یعنی حالاتِ سابقہ کے بعد نفخِ رُوح کیا گیا جس سے رحمِ مادر اور اُس کے بعد دنیا میں زندہ رہے۔

فَائِدَہ:[۴۵]......یعنی جب دنیا میں وقت مرنے کا آئے گا۔

فَائِدَہ:[۴۶]......یعنی قیامت کو زندہ کئے جاؤ گے حساب لینے کے واسطے۔

فَائِدَہ:[۴۷] **اللہ کی اتنی نعمتوں کے باوجود اس کی ناشکری؟**......یعنی قبروں سے نکل کر اللہ تعالیٰ کے رُوبہ رُوحساب وکتاب کے واسطے کھڑے کئے جاؤ گے، سواب انصاف کرو کہ جب تم اول سے آخر تک اللہ تعالیٰ کے احسانات کے مرہون ہو اور ہر حالت اور حاجت میں اُس کے محتاج اور اس کے متوقع ہو۔ پھر اس پر بھی کفر کرنا اور اس کی نافرمانی کرنا کس قدر تعجب خیز امر ہے۔

فَائِدَہ:[۴۸] **اللہ کی طرف سے دوسری مادی نعمت:**......اس آیت میں دوسری نعمت بیان فرمائی یعنی اللہ نے تم کو پیدا کیا اور تمہاری بقا اور انتفاع کے لیے زمین میں ہر طرح کی چیزیں بکثرت پیدا فرمائیں (مطعومات اور مشروبات اور ملبوسات اور ہر چیز کے لیے آلات وسامان) اس کے بعد متعدد آسمان بنائے گئے جس میں تمہارے لیے طرح طرح کے منافع ہیں۔

فَائِدَہ:[۴۹] **اللہ کے نائب ہونے کی نعمت:**......اب ایک بڑی نعمت کا ذکر کیا جاتا ہے جو جملہ بنی آدم پر کی گئی اور وہ حضرت آدم علیہ السلام کی آفرینش کا قصہ ہے جو تفصیل سے بیان کیا گیا اور اُن کو خلیفۃ اللہ بنایا گیا۔ پہلی آیت میں جو ﴿خَلَقَ لَکُمۡ مَّا فِی الۡاَرۡضِ جَمِیۡعًا﴾ فرمایا تھا اُس میں کسی کو انکار پیش آئے تو قصہ حضرت آدم سے اُس کا جواب بھی بخوبی ہوگیا۔

فَائِدَہ:[۵۰] **فرشتوں کی تشویش اور اللہ کی طرف سے جواب:**......ملائکہ کو جب یہ خلجان ہوا کہ ایسی مخلوق کہ جس میں مفسد اور خونریز تک ہوں گے ہم ایسے مطیع اور فرمانبردار کے ہوتے ان کو خلیفہ بنانا اس کی وجہ کیا ہوگی؟ تو بطریقِ استفادہ یہ سوال کیا۔ اعتراض ہرگز نہ تھا۔ رہا یہ امر کہ ملائکہ کو بنی آدم کا حال کیونکر معلوم ہوا، اس میں بہت سے احتمال ہیں۔ جنات پر قیاس کیا یا حق تعالیٰ نے پہلے بتادیا تھا یا لوحِ محفوظ پر لکھا دیکھا۔ یا سمجھ گئے کہ حاکم وخلیفہ کی ضرورت جب ہی ہوگی جب ظلم وفساد ہوگا یا حضرت آدم علیہ السلام کے قالب کو دیکھ کر بطور قیافہ سمجھ گئے ہوں (جیسا ابلیس نے حضرت آدم علیہ السلام کو دیکھ کر کہا تھا کہ بھکول [بہکانے میں آجانیوالے] ہوں گے) اور ایسا ہی ہوا۔

فَائِدَہ:[۵۱]......فرشتوں کو سردست بالاجمال یہ جواب دیا گیا کہ ہم خوب جانتے ہیں اس کے پیدا کرنے میں جو حکمتیں ہیں۔ تم کو ابھی تک وہ حکمتیں معلوم نہیں ورنہ اس کی خلافت اور افضلیت میں شبہ نہ کرتے۔

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الۡاَسۡمَآءَ کُلَّهَا ثُمَّ عَرَضَهُمۡ عَلَی الۡمَلٰٓئِکَةِ ۙ فَقَالَ اَنۡۢبِـُٔوۡنِیۡ بِاَسۡمَآءِ

اور سکھلا دیے اللہ نے آدم کو نام سب چیزوں کے پھر سامنے کیا ان سب چیزوں کو فرشتوں کے پھر فرمایا بتاؤ مجھ کو

هٰۤؤُلَآءِ اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوۡا سُبۡحٰنَکَ لَا عِلۡمَ لَنَاۤ اِلَّا مَا عَلَّمۡتَنَا ؕ اِنَّکَ اَنۡتَ

نام ان کے اگر تم سچے ہو بولے پاک ہے تو ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تو نے ہم کو سکھایا بے شک تو ہی ہے

الۡعَلِيۡمُ الۡحَكِيۡمُ ﴿٣٢﴾ قَالَ يٰٓاٰدَمُ اَنۡۢبِئۡهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۚ فَلَمَّآ اَنۡۢبَاَهُمۡ بِاَسۡمَآئِهِمۡ ۙ

اصل جاننے والا حکمت والا ٥٢ فرمایا اے آدم بتا دے فرشتوں کو ان چیزوں کے نام پھر جب بتا دیے اس نے ان کے نام

قَالَ اَلَمۡ اَقُلۡ لَّكُمۡ اِنِّىۡٓ اَعۡلَمُ غَيۡبَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ۙ وَاَعۡلَمُ مَا تُبۡدُوۡنَ

فرمایا کیا نہ کہا تھا میں نے تم کو کہ میں خوب جانتا ہوں چھپی ہوئی چیزیں آسمانوں کی اور زمین کی اور جانتا ہوں جو تم ظاہر کرتے ہو

وَمَا كُنۡتُمۡ تَكۡتُمُوۡنَ ﴿٣٣﴾ وَاِذۡ قُلۡنَا لِلۡمَلٰٓئِكَةِ اسۡجُدُوۡا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوۡٓا اِلَّآ اِبۡلِيۡسَ ؕ

اور جو چھپاتے ہو ٥٣ اور جب ہم نے حکم دیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو آدم کو تو سب سجدہ میں گر پڑے مگر شیطان ٥٤

اَبٰى وَاسۡتَكۡبَرَ ٭ وَكَانَ مِنَ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿٣٤﴾ وَقُلۡنَا يٰٓاٰدَمُ اسۡكُنۡ اَنۡتَ وَزَوۡجُكَ الۡجَـنَّةَ

اس نے نہ مانا اور تکبر کیا اور تھا وہ کافروں میں کا ٥٥ اور ہم نے کہا اے آدم رہا کر تو اور تیری عورت جنت میں

وَكُلَا مِنۡهَا رَغَدًا حَيۡثُ شِئۡتُمَا ۖ وَلَا تَقۡرَبَا هٰذِهِ الشَّجَرَةَ فَتَكُوۡنَا مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿٣٥﴾

اور کھاؤ اس میں جو چاہو جہاں کہیں سے چاہو اور پاس مت جانا اس درخت کے پھر تم ہو جاؤ گے ظالم ٥٦

فَاَزَلَّهُمَا الشَّيۡطٰنُ عَنۡهَا فَاَخۡرَجَهُمَا مِمَّا كَانَا فِيۡهِ ۖ وَقُلۡنَا اهۡبِطُوۡا بَعۡضُكُمۡ

پھر ہلا دیا ان کو شیطان نے اس جگہ سے پھر نکالا ان کو اس عزت و راحت سے کہ جس میں تھے ٥٧ اور ہم نے کہا تم سب اترو تم ایک دوسرے

لِبَعۡضٍ عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمۡ فِى الۡاَرۡضِ مُسۡتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيۡنٍ ﴿٣٦﴾

کے دشمن ہو گے ٥٨ اور تمہارے واسطے زمین میں ٹھکانا ہے اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک ٥٩

فائدہ: [٥٢] خلافت کے لئے عمل کے ساتھ علم بھی لازمی ہے:...... خلاصہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کو ہر ایک چیز کا نام مع اس کی حقیقت اور خاصیت کے اور نفع اور نقصان کے تعلیم فرما دیا اور یہ علم اُن کے دل میں بلا واسطۂ کلام القاء کر دیا کیونکہ بدون اس کمالِ علمی کے خلافت اور دنیا پر حکومت کیونکر ممکن ہے، اس کے بعد ملائکہ کو اس حکمت پر مطلع کرنے کی وجہ سے ملائکہ سے امور مذکورہ کا سوال کیا گیا کہ اگر تم اپنی اس بات میں کہ تم کارِ خلافت انجام دے سکتے ہو، سچے ہو تو ان چیزوں کے نام و احوال بتاؤ لیکن انہوں نے اپنے عجز و قصور کا اقرار کیا اور خوب سمجھ گئے کہ بدون اس علم عام کے کوئی کارِ خلافت زمین میں نہیں کر سکتا اور اس علمِ عام سے قدرِ قلیل ہم کو اگر حاصل ہو بھی تو اتنی بات سے ہم قابلِ خلافت نہیں ہو سکتے۔ یہ سمجھ کر کہہ اُٹھے کہ تیرے علم و حکمت کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔

فائدہ: [٥٣]...... اس کے بعد حضرت آدم علیہ السلام سے جو تمام اشیائے عالم کی نسبت سوال ہوا تو فر فر سب امور ملائکہ کو بتا دیئے کہ وہ بھی سب دنگ رہ گئے، اور حضرت آدم علیہ السلام کے احاطۂ علمی پر عش عش کر گئے تو اللہ تعالیٰ نے ملائکہ سے فرمایا کہ کہو! ہم نہ کہتے تھے کہ ہم جملہ مخفی امور آسمان و زمین کے جاننے والے ہیں اور تمہارے دل میں جو باتیں مکنون ہیں وہ بھی سب ہم کو معلوم ہیں۔

فائدہ:...... اس سے علم کی فضیلت عبادت پر ثابت ہوئی۔ دیکھئے! عبادت میں ملائکہ اس قدر بڑھے ہوئے ہیں کہ معصوم ہیں، مگر علم میں چونکہ

انسان سے کم ہیں اس لیے مرتبۂ خلافت انسان ہی کو عطا ہوا اور ملائکہ نے بھی اس کو تسلیم کر لیا اور ہونا بھی یوں ہی چاہیے، کیونکہ عبادت تو خاصۂ مخلوقات ہے خدا کی صفت نہیں، البتہ علم خدائے تعالیٰ کی صفتِ اعلیٰ ہے اس لیے قابل خلافت یہی ہوئے، کیونکہ ہر خلیفہ میں اپنے مستخلف عنہ کا کمال ہونا ضروری ہے۔

فَائِدَہ:[۵۴] ابلیس کا حضرت آدم کے سجدے سے انکار: ...... جب حضرت آدم علیہ السلام کا خلیفہ ہونا مسلّم ہو چکا تو فرشتوں کو اور اُن کے ساتھ جنات کو حکم ہوا کہ حضرت آدم کی طرف سجدہ کریں اور اُن کو قبلۂ سجود بنائیں جیسا سلاطین اپنا اوّل ولی عہد مقرر کرتے ہیں پھر ارکان دولت کو نذریں پیش کرنے کا حکم کرتے ہیں تاکہ کسی کو سرتابی کی گنجائش نہ رہے۔ چنانچہ سب نے سجدۂ مذکور ادا کیا سوائے ابلیس کے کہ اصل سے جنات میں تھا اور ملائکہ کے ساتھ کمال اختلاط رکھتا تھا اور سبب اس سرکشی کا یہ ہوا کہ جنات چند ہزار سال سے زمین میں متصرف تھے اور آسمان پر بھی جاتے تھے، جب اُن کا فساد اور خونریزی بڑھی تو ملائکہ نے بحکمِ الٰہی بعض کو قتل کیا اور بعض کو جنگل، پہاڑ اور جزائر میں منتشر کر دیا۔ ابلیس اُن میں بڑا عالم و عابد تھا اس نے جنات کے فساد سے اپنی بے لوثی ظاہر کی، فرشتوں کی سفارش سے یہ بچ گیا اور اُن ہی میں رہنے لگا اور اس طمع میں کہ تمام جنات کی جگہ اب صرف میں زمین میں متصرف بنایا جاؤں، عبادت میں بہت کوشش کرتا رہا اور خلافتِ ارض کا خیال پکاتا رہا جب حکمِ الٰہی حضرت آدم علیہ السلام کی نسبت خلافت کا ظاہر ہوا تو ابلیس مایوس ہوا اور عبادتِ ریائی کے رائیگاں جانے پر جوشِ حسد میں سب کچھ کیا اور ملعون ہوا۔

فَائِدَہ:[۵۵] ...... یعنی علمِ الٰہی میں پہلے ہی کافر تھا، اوروں کو اب ظاہر ہوا یا یوں کہو کہ اب کافر ہو گیا اس وجہ سے کہ حکمِ الٰہی کا بوجہ تکبر انکار کیا اور حکمِ الٰہی کو خلافِ حکمت و مصلحت اور موجب عار سمجھا، یہ نہیں کہ فقط سجدہ ہی نہیں کیا۔

فَائِدَہ:[۵۶] ممنوعہ درخت کون سا تھا؟: ...... مشہور ہے کہ وہ درخت گیہوں کا تھا یا بقول بعض انگور یا انجیر یا ترنج وغیرہ کا۔ واللہ اعلم!

فَائِدَہ:[۵۷] ابلیس کی دھوکہ دہی حضرت آدم و حوا علیہما السلام کے ساتھ: ...... کہتے ہیں کہ حضرت آدم علیہ السلام اور حوا بہشت میں رہنے لگے اور شیطان کو اُس کی عزت کی جگہ سے نکال دیا، شیطان کو اور حسد بڑھا بالآخر مور اور سانپ سے مل کر بہشت میں گیا اور بی بی حوا کو طرح طرح سے ایسا پھسلایا اور بہکایا کہ انہوں نے وہ درخت کھا لیا اور حضرت آدم کو بھی کھلایا اور اُن کو یقین دلا دیا تھا کہ اس کے کھانے سے اللہ کے ہمیشہ کو مقرب ہو جاؤ گے اور حق تعالیٰ نے جو ممانعت فرمائی تھی اس کی توجیہ گھڑ دی۔ آئندہ یہ قصہ مفصل آئے گا۔ (سورۂ اعراف: ۲۱-۲۲)

فَائِدَہ:[۵۸] سزا کے طور پر زمین پر اُتارا جانا؟: ...... اس خطا کی سزا میں حضرت آدم علیہ السلام اور حوا اور جو اولاد پیدا ہونے والی تھی سب کی نسبت یہ حکم ہوا کہ بہشت سے زمین پر جا کر رہو، باہم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے جس کی وجہ سے تکلیفیں پیش آئیں گی۔ بہشت دار العصیان اور دار العداوۃ نہیں۔ ان امور کے مناسب دار دنیا ہے جو تمہارے امتحان کے لیے بنایا گیا ہے۔

فَائِدَہ:[۵۹] زمین پر جنت کی طرح مستقل ٹھکانہ نہیں: ...... یعنی دنیا میں ہمیشہ نہ رہو گے بلکہ ایک وقتِ معین تک وہاں رہو گے اور وہاں کی چیزوں سے بہرہ مند ہو گے اور پھر ہمارے ہی رُو برُو آؤ گے۔ اور وہ وقتِ معین ہر ہر شخص کی نسبت تو اُس کی موت کا وقت ہے اور تمام عالم کے حق میں قیامت کا۔

فَتَلَقّٰٓى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿٣٧﴾

پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے چند باتیں پھر متوجہ ہو گیا اللہ اس پر بے شک وہی ہے توبہ قبول کرنے والا مہربان ف ٦٠

قُلْنَا اهْبِطُوْا مِنْهَا جَمِيْعًا ۚ فَاِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ مِّنِّىْ هُدًى فَمَنْ تَبِعَ هُدَاىَ فَلَا خَوْفٌ

ہم نے حکم دیا نیچے جاؤ یہاں سے تم سب ف۶۱ پھر اگر تم کو پہنچے میری طرف سے ہدایت تو جو چلا میری ہدایت پر نہ خوف ہوگا

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ف۶۲ اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلایا ہماری نشانیوں کو وہ ہیں دوزخ میں جانے والے

هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۳۹﴾ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا ع ٤

وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے اے بنی اسرائیل ف۶۳ یاد کرو میرے وہ احسان جو میں نے تم پر کیے ف۶۴ اور تم پورا کرو

بِعَهْدِىْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّاىَ فَارْهَبُوْنِ ﴿۴۰﴾

میرا اقرار تو میں پورا کروں تمہارا اقرار ف۶۵ اور مجھ ہی سے ڈرو ف۶۶

فائدہ:[۶۰] حضرت آدم علیہ السلام کی عجز وانکساری پر مبنی دعا:...... جب حضرت آدم علیہ السلام نے حق تعالیٰ کا حکم عتاب آمیز سنا اور جنت سے باہر آ گئے تو بحالتِ ندامت وانفعال گریہ وزاری میں مصروف تھے۔ اس حالت میں حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے چند کلمات ان کو القا اور الہام کے طور پر بتلائے جن سے اُن کی توبہ قبول ہوئی۔ وہ کلمات یہ ہیں: ﴿رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا﴾ [الاعراف: ۲۳] آخر آیت تک۔

فائدہ:[۶۱] آخر کار دعا قبول ہوگئی:...... مطلب یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی توبہ تو قبول فرمائی، مگر فی الفور جنت میں جانے کا حکم نہ فرمایا بلکہ دنیا میں رہنے کا جو حکم ہوا تھا اسی کو قائم رکھا کیونکہ مقتضائے حکمت ومصلحت یہی تھا، ظاہر ہے کہ زمین کے لیے خلیفہ بنائے گئے تھے نہ کہ جنت کے لیے۔ اور اللہ تعالیٰ نے یہ فرمادیا کہ جو ہمارے مطیع ہوں گے ان کو دنیا میں رہنا مضر نہ ہوگا بلکہ مفید، ہاں جو نافرمان ہیں اُن کے لیے جہنم ہے اور اس تفریق وامتحان کے لیے بھی دنیا ہی مناسب ہے۔

فائدہ:[۶۲] خوف اور حزن کی حقیقت:...... جو صدمہ اور اندیشہ کسی مصیبت پر اس کے ہونے سے پہلے ہوتا ہے اُس کو "خوف" کہتے ہیں اور اُس کے واقع ہو چکنے کے بعد جو غم ہوتا ہے اس کو "حزن" کہتے ہیں مثلاً کسی مریض کے مرجانے کے خیال پر جو صدمہ ہے وہ خوف ہے اور مرجانے کے بعد جو صدمہ ہے وہ حزن ہے۔ اس آیت میں جو خوف وحزن کی نفی فرمائی اس سے اگر خوف وحزن دنیوی مراد لیا جائے تو یہ معنی ہوں گے کہ جو لوگ ہماری ہدایت کے موافق چلیں گے اس میں اس اندیشہ کی گنجائش نہیں کہ شاید یہ ہدایت حقہ نہ ہو، شیطان کی طرف سے دھوکہ اور مغالطہ ہو اور نہ وہ اس وجہ سے کہ اُن کے باپ سے بالفعل بہشت چھوٹ گئی محزون ہوں گے، کیونکہ ہدایت والوں کو عنقریب جنت ملنے والی ہے اور اگر خوف وحزنِ آخرت مراد ہو تو یہ مطلب ہوگا کہ قیامت کو اہلِ ہدایت کو نہ خوف ہوگا نہ حزن، مگر حزن کا نہ ہونا تو بیشک مسلّم لیکن خوف کی نفی فرمانے پر ضرور یہ خلجان ہوتا ہے کہ اُس روز خوف تو حضرات انبیاء علیہم السلام تک کو ہوگا کوئی بھی خوف سے خالی نہ ہوگا۔ تو بات یہ ہے کہ خوف دو طرح ہوتا ہے کبھی تو خوف کا باعث اور مرجع، خائف (یعنی ڈرنے والے) میں پایا جاتا ہے جیسے: مجرم بادشاہی جو بادشاہ سے ڈرتا ہے تو موجب خوف جرم ہے جو مجرم کی طرف رجوع ہوتا ہے۔ اور کبھی مرجع خوف مخوف منہ یعنی جس سے ڈرتے ہیں اس میں کوئی امر ہوتا ہے۔ مثلاً: اگر کوئی شخص کسی بادشاہ صاحب جاہ وجلال کے رُوبرُو یا شیر کے رُوبرُو ہو تو اس کے خائف ہونے کی یہ وجہ نہیں کہ اُس نے بادشاہ یا شیر کا جرم کیا ہے بلکہ قہر وجلالِ سلطانی اور ہیبت اور غضب ودرندگی شیر، موجب خوف ہے

جس کا مرجع ذات سلطانی اور خود شیر ہے۔ آیت سے پہلی قسم کی نفی ہوئی نہ دوسری قسم کی، شبہ تو جب ہوسکتا تھا کہ ﴿لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ﴾ کی جگہ ﴿لَا خَوْفَ لَهُمْ یا لَا یَخَافُوْنَ﴾ فرماتے۔

فَائِدَة:[٦٣] بنی اسرائیل سے خصوصی خطاب:...... اوّل ﴿يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا﴾ خطاب عام تھا اور اُن نعمتوں کا ذکر فرمایا تھا جو تمام بنی آدم پر عام تھیں مثلاً: زمین و آسمان و جملہ اشیاء کا پیدا کرنا۔ پھر حضرت آدم علیہ السلام کو پیدا کر کے ان کو خلیفہ بنانا اور بہشت میں داخل کرنا وغیرہ۔ اب اُن میں سے خاص بنی اسرائیل کو خطاب کیا گیا۔ اور خاص نعمتیں جو وقتاً فوقتاً پشت در پشت اُن پر ہوتی چلی آئیں اور انہوں نے جو کفرانِ نعمت کیا ان سب باتوں کو مفصل ذکر کیا جاتا ہے۔ کیونکہ بنی اسرائیل تمام فرقوں سے بنی آدم میں ممتاز اور اہلِ علم و کتاب و نبوت اور انبیاء کو پہچاننے والے سمجھے جاتے تھے کیونکہ حضرت یعقوب علیہ السلام سے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک چار ہزار نبی ان میں آچکے تھے۔ تمام عرب کی نظریں اُن کی طرف تھیں کہ حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی تصدیق کرتے ہیں یا نہیں؟ اس لیے ان انعامات اور خرابیوں کو بسط کے ساتھ ذکر فرمایا کہ شرما کر ایمان لائیں، ورنہ اور لوگ ان کی حرکات سے واقف ہو کر ان کی بات کا اعتبار نہ کریں اور اسرائیل نام ہے حضرت یعقوب علیہ السلام کا، اس کے معنی ہیں عبداللہ۔

فَائِدَة:[٦٤] بنی اسرائیل پر اللہ تعالیٰ کی طرف سے بے شمار انعامات:...... ہزاروں انبیاء اُن میں بھیجے گئے۔ توریت وغیرہ کتابیں نازل فرمائیں۔ فرعون سے نجات دیکر ملکِ شام میں تسلط دیا، من وسلویٰ نازل ہوا، ایک پتھر سے بارہ چشمے جاری کیے جو نعمتیں اور خوارق عادات کسی فرقہ کو نصیب نہیں ہوئیں۔

فَائِدَة:[٦٥] بنی اسرائیل کے کرتوت:...... توریت میں یہ قرار کیا تھا کہ تم توریت کے حکم پر قائم رہو گے اور جس پیغمبر کو بھیجوں اُس پر ایمان لا کر اُس کے رفیق رہو گے تو ملکِ شام تمہارے قبضہ میں رہے گا (بنی اسرائیل نے اس کو قبول کر لیا تھا) مگر پھر قرار پر قائم نہ رہے بد نیتی کی، رشوت لے کر مسئلے غلط بتائے، حق کو چھپایا اپنی ریاست جمائی، پیغمبر کی اطاعت نہ کی بلکہ بعض پیغمبروں کو قتل کیا، توریت میں جہاں حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی صفت تھی اُس کو بدل ڈالا اس لیے گمراہ ہوئے۔

فَائِدَة:[٦٦]...... یعنی منافع دنیوی کے فوت ہونے سے مت ڈرو۔

وَاٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلْتُ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ وَلَا تَكُوْنُوْٓا اَوَّلَ كَافِرٍۢ بِهٖ ۠ وَلَا تَشْتَرُوْا

اور مان لو اس کتاب کو جو میں نے اتاری ہے سچ بتانے والی ہے اس کتاب کو جو تمہارے پاس ہے ٦٧ اور مت ہو سب میں اول منکر اس کے ٦٨ اور نہ لو

بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۡ وَّاِيَّايَ فَاتَّقُوْنِ ۝٤١ وَلَا تَلْبِسُوا الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوا الْحَقَّ

میری آیتوں پر مول تھوڑا اور مجھ ہی سے بچتے رہو اور مت ملاؤ صحیح میں غلط اور مت چھپاؤ

وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝٤٢ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَارْكَعُوْا مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝٤٣

سچ کو جان بوجھ کر اور قائم رکھو نماز اور دیا کرو زکوۃ اور جھکو نماز میں جھکنے والوں کے ساتھ ٦٩

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَتَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَاَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ۭ اَفَلَا

کیا حکم کرتے ہو لوگوں کو نیک کام کا اور بھولتے ہو اپنے آپ کو اور تم تو پڑھتے ہو کتاب پھر کیوں

تَعۡقِلُوۡنَ﴿۴۴﴾ وَاسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيۡرَةٌ اِلَّا عَلَى الۡخٰشِعِيۡنَ﴿۴۵﴾

نہیں سوچتے ہو ٦٨ اور مدد چاہو صبر سے اور نماز سے ٦٩ اور البتہ وہ بھاری ہے مگر انہی عاجزوں پر

الَّذِيۡنَ يَظُنُّوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّهِمۡ وَاَنَّهُمۡ اِلَيۡهِ رٰجِعُوۡنَ﴿۴۶﴾ يٰبَنِىۡٓ اِسۡرَآءِيۡلَ اذۡكُرُوۡا

جن کو خیال ہے کہ وہ روبرو ہونے والے ہیں اپنے رب کے اور یہ کہ ان کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ٧٢ اے بنی اسرائیل! یاد کرو

نِعۡمَتِىَ الَّتِىۡٓ اَنۡعَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ وَاَنِّىۡ فَضَّلۡتُكُمۡ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ﴿۴۷﴾ وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا لَّا

میرے احسان جو میں نے تم پر کئے اور اس کو کہ میں نے تم کو بڑائی دی تمام عالم پر ٧٣ اور ڈرو اس دن سے کہ کام

تَجۡزِىۡ نَفۡسٌ عَنۡ نَّفۡسٍ شَيۡـئًا وَّلَا يُقۡبَلُ مِنۡهَا شَفَاعَةٌ وَّلَا يُؤۡخَذُ مِنۡهَا عَدۡلٌ

نہ آئے کوئی شخص کسی کے کچھ بھی اور قبول نہ ہو اس کی طرف سے سفارش اور نہ لیا جائے اس کی طرف سے بدلا

وَّلَا هُمۡ يُنۡصَرُوۡنَ﴿۴۸﴾

اور نہ ان کو مدد پہنچے ٧٤

فائدہ:[٦٧] بنی اسرائیل کو نصیحت: ......توریت میں بتادیا گیا تھا کہ جو نبی آئے اگر توریت کی تصدیق کرے تو اس کو جانو سچا ہے، نہیں تو جھوٹا ہے۔ جاننا چاہیے کہ احکام قرآنی در بارۂ اعتقادات اور اخبار انبیاء واحوال آخرت واوامر ونواہی توریت وغیرہ کتب سابقہ کے موافق ہیں، ہاں بعض اوامر ونواہی میں نسخ بھی کیا گیا ہے، مگر وہ تصدیق کے مخالف نہیں، تصدیق کے مخالف تکذیب ہے اور تکذیب کسی کتاب الٰہی کی ہو بالکل کفر ہے۔ منسوخ تو بعض آیات قرآنی بھی ہیں مگر اس کو نَعُوۡذُ بِاللّٰہِ کون تکذیب کہہ سکتا ہے۔

فائدہ:[٦٨] ......یعنی قرآن کی دیدہ ودانستہ تکذیب کرنے والوں میں اول مت ہو، کہ قیامت تک کہ منکرین کا وبال تمہاری گردن پر ہو، اور مشرکین مکہ نے جو انکار کیا ہے وہ جہل اور بے خبری کے سبب کیا ہے دیدہ ودانستہ ہرگز نہ تھا اس میں تو اول تم ہی ہو گے اور یہ کفر پہلے کفر سے سخت تر ہے۔

فائدہ:[٦٩] بنی اسرائیل کو دینِ محمدی کی پیروی کا حکم: ......یعنی باجماعت نماز پڑھا کرو پہلے کسی دین میں باجماعت نماز نہیں تھی اور یہود کی نماز میں رکوع نہ تھا۔ خلاصہ آیت کا یہ ہوا کہ صرف امورِ مذکورۂ بالا نجات کے لیے تم کو کافی نہیں، بلکہ تمام اصول میں نبی آخر الزمان ﷺ کی پیروی کرو۔ نماز بھی اُن کے طور پر پڑھو جس میں جماعت بھی ہو اور رکوع بھی۔

فائدہ:[٧٠] بنی اسرائیل کے علماء کے قول وفعل میں تضاد: ......بعض علمائے یہود یہ کمال کرتے تھے کہ اپنے لوگوں سے کہتے تھے کہ یہ دین اسلام اچھا ہے اور خود مسلمان نہ ہوتے تھے۔ اور نیز علمائے یہود بلکہ اکثر ظاہر بینوں کو اس موقع پر یہ شبہ پڑ جاتا ہے کہ جب ہم تعلیم احکام شریعت میں قصور نہیں کرتے اور حق پوشی بھی نہیں کرتے تو اس کی ضرورت نہیں کہ ہم خود بھی احکام پر عمل کریں، جب ہماری ہدایت کے موافق بہت سے آدمی اعمال شریعت بجالاتے ہیں تو بحکم قاعدہ "اَلدَّالُّ عَلَى الْخَيْرِ كَفَاعِلِهٖ" وہ ہمارے ہی اعمال ہیں تو اس آیت میں دونوں کا بطلان فرمادیا گیا اور آیت سے مقصود یہ ہے کہ واعظ کو اپنے وعظ پر ضرور عمل کرنا چاہیے یہ غرض نہیں کہ فاسق کسی کو نصیحت نہ کرے۔

فائدہ:[٧١] علمائے یہود کے کرتوت کا علاج: ......علمائے اہل کتاب جو بعد وضوح حق بھی آپ پر ایمان نہ لاتے تھے اُس کی بڑی

وجہ حُبِّ جاہ اور حُبِّ مال تھی، اللہ تعالیٰ نے دونوں کا علاج بتا دیا، صبر سے مال کی طلب اور محبت جائے گی اور نماز سے عبودیت و تذلل آئے گا اور حُبِّ جاہ کم ہوگی۔

فائدہ: [۷۲] **قرآن کا بیان کردہ علاج آسان ہے:** ...... یعنی صبر اور نماز حضورِ دل سے بہت بھاری ہے، مگر اُن پر آسان ہے جو عاجزی کرتے ہیں اور ڈرتے ہیں جن کا خیال اور دھیان یہ ہے کہ ہم کو خدا کے رُو بہ رُو ہونا اور اُس کی طرف پھر جانا ہے (یعنی نماز میں خدا کا قرب اور گویا اُس سے ملاقات ہے) یا قیامت میں حساب و کتاب کے لیے رُو بہ رُو جانا ہے۔

فائدہ: [۷۳] ...... چونکہ تقویٰ اور کمالِ ایمان کا حاصل کرنا، صبر و حضور و استغراقِ عبادات کے ذریعہ سے دشوار تھا۔ اِس لیے اُس کا سہل طریقہ تعلیم فرماتے ہیں اور وہ شکر ہے۔ اس وجہ سے حق تعالیٰ اپنے احسانات و انعامات جو اُن پر وقتاً فوقتاً ہوئے تھے اُن کو یاد دلاتا ہے اور اُن کی بدکرداریاں بھی ظاہر فرماتا ہے۔ انسان بلکہ حیوانات تک میں یہ مضمون موجود ہے کہ اپنے مُنعم کی محبت اور اُس کی اطاعت دل نشین ہوجاتی ہے اور چند رکوع میں اس مضمون کو شرح و بسط کے ساتھ بیان فرمایا گیا ہے۔

فائدہ: ...... اہلِ عالم پر فضیلت کا یہ مطلب ہے کہ جس وقت سے بنی اسرائیل کا وجود ہوا تھا اُس وقت سے لے کر اس خطاب کے نزول تک تمام فرقوں سے افضل رہے کوئی اُن کا ہم پلہ نہ تھا، جب انہوں نے نبی آخر الزماں اور قرآن کا مقابلہ کیا تو وہ فضیلت بالکل جاتی رہی اور ﴿مَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ﴾ اور ضلال کا لقب عنایت ہوا۔ اور حضور ﷺ کے متبعین کو ﴿كُنْتُمْ خَيْرَ اُمَّةٍ﴾ کا خلعت ملا۔

فائدہ: [۷۴] **بنی اسرائیل کی خوش فہمی غلط ہے:** ...... جب کوئی کسی بلاء میں مبتلا ہوجاتا ہے تو اُس کے رفیق اکثر یہی کیا کرتے ہیں کہ اوّل تو اُس کے ادائے حق لازم میں کوشش کرتے ہیں، یہ نہیں ہوسکتا تو سعی و سفارش سے بچانے کی تدبیر کرتے ہیں، یہ بھی نہ ہوسکے تو پھر تاوان و فدیہ دے کر چھڑاتے ہیں، اگر یہ بھی نہیں ہوسکتا تو بالآخر اپنے مددگاروں کو جمع کرکے بزور پرخاش [لڑائی] اُس کی نجات کی فکر کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اسی ترتیب کے موافق ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص گو کیسا ہی مقربِ خداوندی ہو، مگر کسی نافرمان عدوّ اللہ کافر کو من جملہ چاروں صورتوں کے کسی صورت سے نفع نہیں پہنچا سکتا۔ بنی اسرائیل کہتے تھے کہ ہم کیسے ہی گناہ کریں ہم پر عذاب نہ ہوگا۔ ہمارے باپ دادا جو پیغمبر ہیں ہمیں بخشوا لیں گے سو خدائے تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ خیال تمہارا غلط ہے۔ اس سے اُس شفاعت کا انکار نہیں نکلتا جس کے اہلِ سنت قائل ہیں اور جو دیگر آیات میں مذکور ہے۔

وَاِذْ نَجَّيْنٰكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ يُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ

اور یاد کرو اس وقت کو جب کہ رہائی دی ہم نے تم کو فرعون کے لوگوں سے جو کرتے تھے تم پر بڑا عذاب ذبح کرتے تھے تمہارے بیٹوں کو

وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ؕ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَاِذْ فَرَقْنَا بِكُمُ

اور زندہ چھوڑتے تھے تمہاری عورتوں کو ۷۵ اور اس میں آزمائش تھی تمہارے رب کی طرف سے بڑی ۷۶ اور جب پھاڑ دیا ہم نے

الْبَحْرَ فَاَنْجَيْنٰكُمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۰﴾ وَاِذْ وٰعَدْنَا مُوْسٰٓى

تمہاری وجہ سے دریا کو پھر بچا دیا ہم نے تم کو اور ڈبا دیا فرعون کے لوگوں کو اور تم دیکھ رہے تھے ۷۷ اور جب ہم نے وعدہ کیا موسیٰ

اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۵۱﴾ ثُمَّ عَفَوْنَا عَنْكُمْ

سے چالیس رات کا پھر تم نے بنا لیا بچھڑا موسیٰ کے بعد اور تم ظالم تھے ۷۸ پھر معاف کیا ہم نے تم

مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۲﴾ وَاِذْ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ وَالْفُرْقَانَ لَعَلَّكُمْ

کو اس پر بھی تاکہ تم احسان مانو ۹ پھر اور جب ہم نے دی موسیٰ کو کتاب اور حق کو ناحق سے جدا کرنے والے احکام تاکہ

تَهْتَدُوْنَ ﴿۵۳﴾ وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنَّكُمْ ظَلَمْتُمْ اَنْفُسَكُمْ بِاتِّخَاذِكُمُ

تم سیدھی راہ پاؤ ۸۰ اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے ۸۱ اے قوم تم نے نقصان کیا اپنا یہ بچھڑا بنا کر

الْعِجْلَ فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِئِكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ

سو اب توبہ کرو اپنے پیدا کرنے والے کی طرف اور مار ڈالو اپنی اپنی جان ۸۲ یہ بہتر ہے تمہارے لئے تمہارے خالق کے

فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۵۴﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ

نزدیک پھر متوجہ ہوا تم پر ۸۳ بے شک وہی ہے معاف کرنے والا نہایت مہربان اور جب تم نے کہا اے موسیٰ ہم ہرگز یقین

حَتّٰى نَرَى اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْكُمُ الصّٰعِقَةُ وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ﴿۵۵﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ

نہ کریں گے تیرا جب تک کہ نہ دیکھ لیں اللہ کو سامنے پھر آ لیا تم کو بجلی نے اور تم دیکھ رہے تھے پھر اٹھا کھڑا

مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۵۶﴾

کیا ہم نے تم کو مر گئے پیچھے تاکہ تم احسان مانو ۸۴

فائدہ:[۷۵] فرعون کا خواب اور اس کی تعبیر: ...... فرعون نے خواب دیکھا تھا۔ نجومیوں نے اُس کی تعبیر دی کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص پیدا ہوگا جو تیرے دین اور سلطنت کو غارت کر دے گا۔ فرعون نے حکم دیا کہ بنی اسرائیل میں جو بیٹا پیدا ہو اُس کو مار ڈالو اور جو بیٹی ہو اس کو خدمت کیلئے زندہ رہنے دو، خدا تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو پیدا کیا اور زندہ رکھا۔

فائدہ:[۷۶] ...... ﴿بَلَآءٌ﴾ کے چند معنی ہیں، اگر ﴿ذٰلِكُمْ﴾ کا اشارہ ذبح کی طرف لیا جائے تو اس کے معنی مصیبت کے ہوں گے، اور اگر نجات کی طرف اشارہ ہے تو ﴿بَلَآءٌ﴾ سے نعمت کے معنی ہوں گے، اور مجموعہ کی طرف ہو تو امتحان کے معنی لیے جائیں گے۔

فائدہ:[۷۷] خصوصی ان کی یاد دہانی: ... یعنی یاد کرو۔ بنی اسرائیل اس نعمتِ عظیم کو کہ جب تمہارے باپ دادا فرعون کے ڈر سے بھاگے اور آگے دریا اور پیچھے فرعون کا لشکر تھا اور ہم نے تم کو بچا لیا اور فرعون اور اس کے لشکر کو غرق کر دیا۔ یہ قصہ آئندہ مفصل آئے گا۔ (سورۂ یونس:۱۰ ـ ۹۱)

فائدہ:[۷۸] ...... اور یہ قصہ اور واقعہ بھی یاد کرنے کے قابل ہے کہ ہم نے توریت عطا فرمانے کا وعدہ موسیٰ سے چالیس دن رات کا کیا اور ان کے طور پر تشریف لے جانے کے بعد بنی اسرائیل نے بچھڑے کی پرستش شروع کر دی اور تم بڑے بے انصاف ہو کہ بچھڑے کو خدا بنا لیا۔ مفصل یہ قصہ آئندہ آئے گا۔ (سورۂ اعراف:۱۴۸)

فائدہ:[۷۹] ...... مطلب یہ ہے کہ باوجود اس شرکِ جلی کے ہم نے تم سے درگزر فرمائی اور تمہاری توبہ منظور کی اور تم کو فی الفور ہلاک نہ کیا جیسے آل فرعون کو اس سے کم قصور پر ہلاک کر دیا تھا) کہ تم ہمارا شکر ادا کرو اور احسان مانو۔

فَائِدَة:[۸۰] کتاب اور فرقان میں فرق:...... کتاب تو توریت ہے اور فرقان فرمایا اُن احکام شرعیہ کو جن سے جائز ناجائز معلوم ہو، یا فرقان کہا حضرت موسیٰ علیہ السلام کے معجزوں کو جن سے جھوٹے سچے اور کافر مومن کی تمیز ہو یا توریت ہی کو کہا کہ وہ کتاب بھی ہے اور اس سے حق اور ناحق بھی جُدا ہوتا ہے۔

فَائِدَة:[۸۱]...... قوم سے مراد خاص وہ لوگ ہیں جنہوں نے بچھڑے کو سجدہ کیا۔

فَائِدَة:[۸۲] بچھڑے کی عبادت کرنے کی سزا:...... یعنی جنہوں نے بچھڑے کو سجدہ نہ کیا تھا وہ سجدہ کرنے والوں کو قتل کریں۔ اور بعض کا قول ہے کہ بنی اسرائیل میں تین گروہ تھے۔ ایک وہ جنہوں نے گوسالہ پرستی نہ کی اور دوسروں کو بھی روکا۔ دوسرے وہ جنہوں نے گوسالہ کو سجدہ کیا۔ تیسرے وہ جنہوں نے خود تو سجدہ نہ کیا مگر دوسروں کو منع بھی نہ کیا۔ فریق دوئم کو حکم ہوا کہ مقتول ہو جاؤ۔ تیسرے فریق کو حکم ہوا کہ ان کو قتل کرو تا کہ ان کے سکوت کرنے کی توبہ ہو جائے۔ اور فریق اوّل اس توبہ میں شریک نہیں ہوئے۔ کیونکہ ان کو توبہ کی حاجت نہ تھی۔

فَائِدَة:[۸۳]...... علماء کا اس میں اختلاف ہے کہ مقتول ہو جانا ہی توبہ تھی یا توبہ کا تتمہ تھا جیسا کہ ہماری شریعت میں قاتل عمد کی توبہ کے مقبول ہونے کے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ اپنے آپ کو وارثانِ مقتول کے حوالہ کر دے، اُن کو اختیار ہے بدلہ لیں یا معاف کریں۔

فَائِدَة:[۸۴] بنی اسرائیل کی ایک اور گستاخی اور اس کی سزا:...... اُس وقت کو بھی ضرور یاد کرو کہ باوجود اس قدر احسانات کے جب تم نے کہا تھا کہ اے موسیٰ! ہم ہرگز تمہارا یقین نہ کریں گے کہ یہ اللہ کا کلام ہے جب تک آنکھوں سے صریحاً خدائے تعالیٰ کو نہ دیکھ لیں۔ اُس پر بجلی نے تم کو ہلاک کیا اس کے بعد موسیٰ کی دعا سے ہم نے تم کو زندہ کیا اور یہ اس وقت کا حال ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام ستر آدمیوں کو منتخب فرما کر کوہِ طور پر کلام الٰہی سننے کی غرض سے لے گئے تھے۔ پھر جب انہوں نے کلامِ الٰہی کو سنا تو اُنہی ستر نے کہا اے موسیٰ! پردے میں سننے کا ہم اعتبار نہیں کرتے آنکھوں سے خدا کو دکھاؤ۔ اس پر اُن ستر آدمیوں کو بجلی نے ہلاک کر دیا تھا۔

وَظَلَّلْنَا عَلَيْكُمُ الْغَمَامَ وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَالسَّلْوٰى ؕ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا

اور سایہ کیا ہم نے تم پر ابر کا اور اتارا تم پر من اور سلویٰ ف۸۵ کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو

رَزَقْنٰكُمْ ؕ وَمَا ظَلَمُوْنَا وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذْ قُلْنَا ادْخُلُوْا

ہم نے تم کو دیں ف۸۶ اور انہوں نے ہمارا کچھ نقصان نہ کیا بلکہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے ف۸۷ اور جب ہم نے کہا داخل ہو اس شہر میں ف۸۸

هٰذِهِ الْقَرْيَةَ فَكُلُوْا مِنْهَا حَيْثُ شِئْتُمْ رَغَدًا وَّادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُوْلُوْا

اور کھاتے پھرو اس میں جہاں چاہو فراغت سے اور داخل ہو دروازے میں سجدہ کرتے ہوئے ف۸۹ اور کہتے جاؤ

حِطَّةٌ نَّغْفِرْ لَكُمْ خَطٰيٰكُمْ ؕ وَسَنَزِيْدُ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۸﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا قَوْلًا

بخش دے تو معاف کر دیں گے ہم تمہارے قصور اور زیادہ بھی دیں گے نیکی والوں کو ف۹۰ پھر بدل ڈالا ظالموں نے بات کو

غَيْرَ الَّذِىْ قِيْلَ لَهُمْ فَاَنْزَلْنَا عَلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا

خلاف اس کے جو کہہ دی گئی تھی ان سے پھر اتارا ہم نے ظالموں پر عذاب آسمان سے ان کی

ع ۶
يَفْسُقُوْنَ ﴿۵۹﴾ وَاِذِ اسْتَسْقٰى مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ فَقُلْنَا اضْرِبْ بِّعَصَاكَ الْحَجَرَ ؕ

عدول حکمی پر ف۹۱ اور جب پانی مانگا موسیٰ نے اپنی قوم کے واسطے تو ہم نے کہا مار اپنے عصا کو پتھر پر

فَانْفَجَرَتْ مِنْهُ اثْنَتَا عَشْرَةَ عَيْنًا ؕ قَدْ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشْرَبَهُمْ ؕ كُلُوْا وَاشْرَبُوْا

سو بہہ نکلے اس سے بارہ چشمے ف۹۲ پہچان لیا ہر قوم نے اپنا گھاٹ کھاؤ اور پیو اللہ

مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِى الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ ﴿۶۰﴾ وَاِذْ قُلْتُمْ يٰمُوْسٰى لَنْ نَّصْبِرَ عَلٰى

کی روزی اور نہ پھرو ملک میں فساد مچاتے ف۹۳ اور جب کہا تم نے اے موسیٰ ہم ہرگز صبر نہ کریں گے

طَعَامٍ وَّاحِدٍ فَادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُخْرِجْ لَنَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ مِنْۢ بَقْلِهَا وَقِثَّآئِهَا

ایک ہی طرح کے کھانے پر سو دعا مانگ ہمارے واسطے اپنے پروردگار سے کہ نکال دے ہمارے واسطے جو اگتا ہے زمین سے ترکاری

وَفُوْمِهَا وَعَدَسِهَا وَبَصَلِهَا ؕ قَالَ اَتَسْتَبْدِلُوْنَ الَّذِىْ هُوَ اَدْنٰى بِالَّذِىْ هُوَ خَيْرٌ ؕ

اور ککڑی اور گیہوں اور مسور اور پیاز ف۹۴ کہا موسیٰ نے کیا لینا چاہتے ہو وہ چیز جو ادنیٰ ہے اس کے بدلہ میں جو بہتر ہے ف۹۵

اِهْبِطُوْا مِصْرًا فَاِنَّ لَكُمْ مَّا سَاَلْتُمْ ؕ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَالْمَسْكَنَةُ ۗ وَبَآءُوْ

اترو کسی شہر میں تو تم کو ملے جو مانگتے ہو ف۹۶ اور ڈالی گئی ان پر ذلت اور محتاجی اور پھرے

بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ

اللہ کا غصہ لے کر ف۹۷ یہ اس لئے ہوا کہ نہیں مانتے تھے احکام خداوندی کو اور خون کرتے

ع ۷
بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۶۱﴾

تھے پیغمبروں کا ناحق یہ اس لئے کہ نافرمان تھے اور حد پر نہ رہتے تھے ف۹۸

فائدہ:[۸۵] **من وسلویٰ کی صورت میں خصوصی نعمت :**...... جب فرعون غرق ہو چکا اور بنی اسرائیل بحکم الٰہی مصر سے شام کو چلے، جنگل میں اُن کے خیمے پھٹ گئے اور گرمی آفتاب کی ہوئی تو تمام دن ابر رہتا اور اناج نہ رہا تو من وسلویٰ کھانے کیلئے اُترتا، ﴿مَنّ﴾: ایک چیز تھی شیریں دھنیے کے سے دانے ترنجبین کے مشابہ رات کو اوس میں برستے، لشکر کے گرد ڈھیر لگ جاتے، صبح کو ہر ایک اپنی حاجت کے موافق اُٹھالیتا۔ اور ﴿السَّلْوٰى﴾: ایک پرندہ ہے جس کو بٹیر کہتے ہیں، شام کو لشکر کے گرد ہزاروں جمع ہو جاتے، اندھیرا ہوئے بعد پکڑ لاتے کباب کر کے کھاتے مدتوں تک یہی کھایا کئے۔

فائدہ:[۸۶] ......یعنی اس لطیف ولذیذ غذا کو کھاؤ اور اُس پر اکتفا کرو، نہ آگے کے لیے ذخیرہ جمع کر کے رکھو اور نہ دوسری غذا سے مبادلہ کی خواہش کرو۔

فائدہ:[۸۷] ......اوّل ظلم یہ کیا کہ ذخیرہ کر کے رکھا تو گوشت سڑنا شروع ہو گیا، دوسرے مبادلہ چاہا کہ مسور، گیہوں، ککڑی، پیاز وغیرہ

ملے جس سے طرح طرح کی تکلیف ومشقت میں مبتلا ہوئے۔

فَائِدَۃ:[۸۸] بنی اسرائیل کے لئے ایک اور حکم:...... جب جنگل مذکورہ بالا میں پھرتے پھرتے تنگ آگئے اور من وسلویٰ کھاتے کھاتے اُکتا گئے تو بنی اسرائیل کو ایک شہر میں داخل ہونے کا حکم ہوا اُس کا نام اریحا تھا اِس میں قوم عمالقہ جو قوم عاد سے تھی مقیم تھی، اور بعض نے بیت المقدس فرمایا ہے۔

فَائِدَۃ:[۸۹] ......اس شہر کے دروازہ میں سجدۂ شکر کرتے ہوئے جاؤ (اور یہ شکر بدنی ہوا) اور بعض فرماتے ہیں کہ مراد تواضع سے سر کو جھکا کر جاؤ۔

فَائِدَۃ:[۹۰] ......اور زبان سے اپنے گناہوں کی معافی مانگتے ہوئے جاؤ (یہ شکر زبانی ہوا) جو یہ دونوں باتیں کرے گا، اُس کی خطائیں ہم معاف کردیں گے اور نیک بندوں کے لیے ثواب بڑھادیں گے۔

فَائِدَۃ:[۹۱] حکمِ الٰہی کو تبدیل کرنے کی سزا:...... تبدیلی یہ کی کہ بجائے ﴿حِطَّةٌ﴾ براہ تمسخر حنطۃ کہنے لگے (یعنی گیہوں) اور سجدہ کی جگہ اپنے سُرینوں پر پھسلنا شروع کیا، جب شہر میں پہنچے تو اُن پر طاعون پڑا، دوپہر میں ستر ہزار یہودی مر گئے۔

فَائِدَۃ:[۹۲] خصوصی نعمت پتھر سے بارہ چشموں کا نکلنا:...... یہ قصہ بھی اسی جنگل کا ہے، پانی نہ ملا تو ایک پتھر پر عصا مارنے سے بارہ چشمے نکلے اور بنی اسرائیل کے قبیلے بھی بارہ ہی تھے۔ کسی قوم میں آدمی زیادہ، کسی میں کم۔ ہر قوم کے موافق ایک چشمہ تھا در وجہ شناخت بھی یہی موافقت تھی۔ یا یہ مقرر کر رکھا تھا کہ پتھر کی فلاں جہت فلاں جانب سے جو چشمہ نکلے گا وہ فلاں قوم کا ہوگا اور جو لوگ تا نظران معجزات کا انکار کرتے ہیں نیستند آدم غلاف آدم اند، دیکھو! مقناطیس تو لوہے کو اپنی طرف کھینچ لیتا ہے۔ اُس پتھر نے پانی کھینچ لیا تو انکار کی کیا وجہ؟

فَائِدَۃ:[۹۳] ......یعنی پھر فرمایا حق تعالیٰ نے کھاؤ من وسلویٰ اور پیو اِن چشموں کا پانی اور عالم میں فساد مت پھیلاؤ۔

فَائِدَۃ:[۹۴] منّ وسلویٰ جیسی نعمت سے انکار:...... یہ قصہ بھی اُسی جنگل کا ہے۔ بنی اسرائیل طعام آسمانی من وسلویٰ کھاتے کھاتے اُکتا گئے، تو کہنے لگے ہم سے ایک طرح کے کھانے پر صبر نہیں ہوسکتا۔ ہم کو تو زمین کا اناج، ترکاری، ساگ، سبزی چاہیے۔

فَائِدَۃ:[۹۵] ......یعنی من وسلویٰ جو ہر طرح بہتر ہے، لہسن اور پیاز وغیرہ سے بدلتے ہو۔

فَائِدَۃ:[۹۶] ......اگر یہی جی چاہتا ہے تو کسی شہر میں جاؤ تمہاری مطلوب چیزیں تم کو سب ملیں گی۔ پھر ایسا ہی ہوا۔

فَائِدَۃ:[۹۷] یہود پر مسلط کردہ ذلت ہمیشہ کے لئے:...... ذلت یہ کہ ہمیشہ مسلمان اور نصاریٰ کے محکوم اور رعیت رہتے ہیں۔ کسی کے پاس مال ہوا تو کیا، حکومت سے بالکل محروم ہوگئے، جو موجب عزت تھی اور محتاجی یہ کہ اول تو یہود میں مال کی قلت اور جن کے پاس مال ہو بھی تو حکام وغیرہ کے خوف سے اپنے آپ کو مفلس اور حاجت مند ہی ظاہر کرتے ہیں۔ شدتِ حرص اور بخل کے باعث محتاجوں سے بدتر نظر آتے ہیں اور یہ بھی درست کہ "تونگری بہ دل است نہ بہ مال" اس لیے مالدار ہو کر بھی محتاج ہی رہے اور عظمت اور عزت جو اللہ تعالیٰ نے عطا فرمائی تھی اس سے رجوع کر کے اس کے غضب وقہر میں آگئے۔

فَائِدَۃ:[۹۸] اللہ کی متعین کردہ ذلت وغضب کی وجہ:...... یعنی اس ذلت اور مسکنت وغضب الٰہی کا باعث اُن کا کفر اور انبیاء علیہم السلام کا قتل کرنا تھا اور اس کفر وقتل کا باعث احکام کی نافرمانی اور حدود شرع سے خروج تھا۔

إِنَّ الَّذِينَ آمَنُوا وَالَّذِينَ هَادُوا وَالنَّصَارَىٰ وَالصَّابِئِينَ مَنْ آمَنَ بِاللَّهِ وَالْيَوْمِ

بے شک جو لوگ مسلمان ہوئے اور جو لوگ یہودی ہوئے اور نصاریٰ اور صابئین جو ایمان لایا (ان میں سے) اللہ پر اور روز قیامت پر

الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

اور کام کئے نیک تو ان کے لئے ہے ان کا ثواب ان کے رب کے پاس اور نہیں ان پر کچھ خوف اور نہ وہ

يَحْزَنُوْنَ ﴿۶۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ؕ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ

غمگین ہوں گے ف۹۹ اور جب لیا ہم نے تم سے قرار اور بلند کیا تمہارے اوپر کوہ طور کو کہ پکڑو جو کتاب ہم نے تم کو دی زور سے

وَّاذْكُرُوْا مَا فِيْهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۶۳﴾ ثُمَّ تَوَلَّيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۚ فَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

اور یاد رکھو جو کچھ اس میں ہے تاکہ تم ڈرو ف۱۰۰ پھر تم پھر گئے اس کے بعد سو اگر نہ ہوتا اللہ کا فضل

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ الَّذِيْنَ اعْتَدَوْا مِنْكُمْ

تم پر اور اس کی مہربانی تو ضرور تم تباہ ہوتے ف۱۰۱ اور تم خوب جان چکے ہو جنہوں نے کہ تم میں سے زیادتی کی تھی

فِى السَّبْتِ فَقُلْنَا لَهُمْ كُوْنُوْا قِرَدَةً خٰسِئِيْنَ ﴿۶۵﴾ فَجَعَلْنٰهَا نَكَالًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهَا

ہفتہ کے دن میں تو ہم نے کہا ان سے ہو جاؤ بندر ذلیل ف۱۰۲ پھر کیا ہم نے اس واقعہ کو عبرت ان لوگوں کے لئے جو وہاں تھے

وَمَا خَلْفَهَا وَمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿۶۶﴾

اور جو پیچھے آنے والے تھے اور نصیحت ڈرنے والوں کے واسطے ف۱۰۳

فائدۃ: [۹۹] **اصل چیز ایمان و عملِ صالح ہے:**...... یعنی کسی فرقہ خاص پر موقوف نہیں، یقین لانا شرط ہے اور عمل نیک۔ سو جس کو یہ نصیب ہوا ثواب پایا۔ یہ اس واسطے فرمایا کہ بنی اسرائیل اس بات پر مغرور رہتے تھے کہ ''ہم پیغمبروں کی اولاد ہیں، ہم ہر طرح اللہ کے نزدیک بہتر ہیں۔''

فائدۃ:...... یہود کہتے ہیں حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اُمت کو، اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی امت کو، صابئین ایک فرقہ ہے جس نے ہر ایک دین میں سے اچھا سمجھ کر کچھ اختیار کرلیا ہے اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مانتے ہیں اور فرشتوں کی بھی پرستش کرتے ہیں اور زبور پڑھتے ہیں اور کعبہ کی طرف نماز پڑھتے ہیں۔

فائدۃ: [۱۰۰] **اللہ کی کتاب سے مذاق کرنے کی سزا:**...... کہتے ہیں کہ توریت نازل ہوئی تو بنی اسرائیل شرارت سے کہنے لگے کہ ''توریت کے حکم تو مشکل اور بھاری ہیں ہم سے نہیں ہو سکتے۔'' تب خدائے تعالیٰ نے ایک پہاڑ کو حکم کیا جو اُن سب کے سروں پر آن کر اُترنے لگا اور سامنے آگ پیدا ہوئی۔ گنجائش سرتابی اصلاً نہ رہی مجبوراً احکام توریت کو قبول کیا۔ باقی یہ شبہ کہ ''پہاڑ سروں پر معلق کر کے تسلیم کرانا توریت کا یہ تو صریح اجبار و اکراہ ہے جو آیت ﴿لَآ اِكْرَاهَ فِى الدِّيْنِ﴾ [البقرۃ:۲۵۶] اور نیز قاعدۂ تکلیف کے بالکل خلاف ہے کیونکہ بنائے تکلیف تو اختیار پر ہے اور اکراہ مناقض اختیار ہے۔'' تو اس کا جواب یہ ہے کہ اکراہ دربارۂ قبولِ دین ہرگز نہیں۔ ''دین تو بنی اسرائیل پہلے سے قبول کئے ہوئے تھے۔'' اور بار بار حضرت موسیٰ علیہ السلام سے تقاضا کرتے تھے کہ ''کوئی کتاب متضمن احکام ہم کو لا کر دو کہ اس پر عمل کریں۔'' اور اس پر معاہدہ کر چکے تھے۔ جب توریت اُن کو دی گئی تو عہد شکنی پر کمربستہ ہوئے تو اب پہاڑ کا معلق کرنا نقضِ عہد سے روکنے کے لیے تھا نہ کہ قبولِ دین کے لیے۔

فَائِدَۃ: [۱۰۱]...... یعنی عہد و میثاق کر کے پھر پھر گئے۔ سو اگر اللہ کا فضل نہ ہوتا تو بالکل تباہ ہو جاتے یعنی اسی وقت ہلاک کر دئے جاتے، یا یہ کہ توبہ و استغفار بھی کرتے اور نبی آخر الزمان ﷺ کی متابعت بھی کرتے تو بھی تمہاری تقصیرات معاف نہ کی جاتیں۔

فَائِدَۃ: [۱۰۲] صورتیں مسخ کرنے کی صورت میں سزا:...... بنی اسرائیل کو توریت میں حکم ہوا تھا کہ ''شنبہ کا دن خالص عبادت کے لیے مقرر ہے اس دن مچھلی کا شکار مت کرو'' وہ لوگ فریب اور حیلہ سے ہفتہ کے دن شکار کرنے لگے تو اللہ جل جلالہ نے اُن کو مسخ کر کے اُن کی صورت بندر کی سی کر دی۔ فہم و شعور انسانی موجود تھا۔ ایک، دوسرے کو دیکھتا تھا اور روتا تھا مگر کلام نہیں کر سکتا تھا۔ تین دن کے بعد سب مر گئے اور یہ واقعہ حضرت داؤد علیہ السلام کے عہد میں ہوا۔ مفصل سورۂ اعراف (آیت: ۱۶۳-۱۶۶) میں آئے گا۔

فَائِدَۃ: [۱۰۳]...... یعنی اس واقعہ اور اس عقوبت کو ہم نے باعثِ خوف و عبرت بنا دیا اگلے اور پچھلے لوگوں کے واسطے'' یعنی جنہوں نے اس عذاب کا مشاہدہ کیا اور جو آئندہ پیدا ہوں گے'' یا جو بستیاں شہر کے آگے اور اس کے پیچھے آباد تھیں۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖٓ اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تَذْبَحُوْا بَقَرَةً ؕ قَالُوْٓا اَتَتَّخِذُنَا هُزُوًا ؕ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم سے اللہ فرماتا ہے تم کو ذبح کرو ایک گائے ف۱۰۴ وہ بولے کیا تو ہم سے ہنسی کرتا ہے ف۱۰۵

قَالَ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْجٰهِلِيْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا

کہا پناہ خدا کی کہ ہوں میں جاہلوں میں ف۱۰۶ بولے کہ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتا دے ہم کو

مَا هِيَ ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا فَارِضٌ وَّلَا بِكْرٌ ؕ عَوَانٌۢ بَيْنَ ذٰلِكَ ؕ فَافْعَلُوْا

کہ وہ گائے کیسی ہے ف۱۰۷ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ گائے ہے نہ بوڑھی اور نہ بن بیاہی درمیان میں ہے بڑھاپے اور جوانی کے اب کر

مَا تُؤْمَرُوْنَ ﴿٦٨﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ لَّنَا مَا لَوْنُهَا ؕ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ اِنَّهَا

ڈالو جو تم کو حکم ملا ہے ف۱۰۸ بولے کہ دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتا دے ہم کو کیسا ہے اس کا رنگ کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ

بَقَرَةٌ صَفْرَآءُ ۙ فَاقِعٌ لَّوْنُهَا تَسُرُّ النّٰظِرِيْنَ ﴿٦٩﴾ قَالُوا ادْعُ لَنَا رَبَّكَ يُبَيِّنْ

ایک گائے ہے زرد خوب گہری ہے اس کی زردی خوش آتی ہے دیکھنے والوں کو بولے دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے کہ بتا دے ہم کو

لَّنَا مَا هِيَ ۙ اِنَّ الْبَقَرَ تَشٰبَهَ عَلَيْنَا ؕ وَاِنَّآ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ لَمُهْتَدُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ اِنَّهٗ يَقُوْلُ

کس قسم میں ہے وہ ف۱۰۹ کیونکہ اس گائے میں شبہ پڑا ہے ہم کو اور ہم اگر اللہ نے چاہا تو ضرور راہ پالیں گے کہا وہ فرماتا ہے کہ وہ

اِنَّهَا بَقَرَةٌ لَّا ذَلُوْلٌ تُثِيْرُ الْاَرْضَ وَلَا تَسْقِي الْحَرْثَ ۚ مُسَلَّمَةٌ لَّا شِيَةَ فِيْهَا ؕ

ایک گائے ہے محنت کرنے والی نہیں کہ جوتتی ہو زمین کو یا پانی دیتی ہو کھیتی کو بے عیب ہے کوئی داغ اس میں نہیں ف۱۱۰

قَالُوا الْـٰٔنَ جِئْتَ بِالْحَقِّ ؕ فَذَبَحُوْهَا وَمَا كَادُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿٧١﴾ وَاِذْ قَتَلْتُمْ نَفْسًا ع

بولے اب لایا تو ٹھیک بات پھر اس کو ذبح کیا اور وہ لگتے نہ تھے کہ ایسا کریں گے ف۱۱۱ اور جب مار ڈالا تھا تم نے ایک شخص کو

فَادّٰرَءْتُمْ فِيْهَا ؕ وَاللّٰهُ مُخْرِجٌ مَّا كُنْتُمْ تَكْتُمُوْنَ ۝٧٢ فَقُلْنَا اضْرِبُوْهُ بِبَعْضِهَا ؕ

پھر لگے ایک دوسرے پر دھرنے اور اللہ کو ظاہر کرنا تھا جو تم چھپاتے تھے ١١٢ پھر ہم نے کہا مارو اس مُردہ پر اس گائے کا ایک ٹکڑا ١١٣

كَذٰلِكَ يُحْيِ اللّٰهُ الْمَوْتٰى ۙ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝٧٣ ثُمَّ قَسَتْ قُلُوْبُكُمْ

اسی طرح زندہ کرے گا اللہ مُردوں کو اور دکھاتا ہے تم کو اپنی قدرت کے نمونے تاکہ تم غور کرو ١١٤ پھر تمہارے دل سخت ہو گئے اس

مِّنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَهِىَ كَالْحِجَارَةِ اَوْ اَشَدُّ قَسْوَةً ؕ وَاِنَّ مِنَ الْحِجَارَةِ لَمَا يَتَفَجَّرُ

سب کے بعد ١١٥ سو وہ ہو گئے جیسے پتھر یا ان سے بھی سخت اور پتھروں میں تو ایسے بھی ہیں جن سے جاری ہوتی ہیں

مِنْهُ الْاَنْهٰرُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَهْبِطُ

نہریں اور ان میں ایسے بھی ہیں جو پھٹ جاتے ہیں اور نکلتا ہے ان سے پانی اور ان میں ایسے بھی ہیں جو گر پڑتے ہیں

مِنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝٧٤

اللہ کے ڈر سے اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے ١١٦

فائدہ: [١٠٤] **بنی اسرائیل کو گائے ذبح کرنے کا حکم:** ...... یعنی یاد کرو اس وقت کو کہ بنی اسرائیل میں ایک شخص عامیل نامی مارا گیا تھا اور اس کا قاتل معلوم نہ ہوتا تھا تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا ''اللہ جل جلالہ کا یہ حکم ہے کہ ایک گائے ذبح کر کے اُس کا ایک ٹکڑا مردے پر مارو تو وہ جی اٹھے اور آپ اپنے قاتل کو بتادے'' اللہ تعالیٰ نے اس طرح اس مُردے کو جلایا اور اُس نے قاتل کو بتادیا کہ اس کے وارثوں نے ہی بہ طمعِ مال قتل کیا تھا۔

فائدہ: [١٠٥] ...... کیونکہ یہ تو دیکھا نہ سنا کہ گائے کے ٹکڑا مارنے سے مُردہ زندہ ہو جائے۔

فائدہ: [١٠٦] ...... یعنی ٹھٹھا کرنا احمق جاہل کا کام ہے اور وہ بھی احکامِ شرعیہ میں پیغمبر سے یہ ہرگز ممکن نہیں۔

فائدہ: [١٠٧] **بنی اسرائیل کی حجت بازی:** ...... یعنی اُس کی عمر کتنی ہے اور اس کے حالات کیا ہیں نوعمر ہے یا بوڑھی۔

فائدہ: [١٠٨] ...... یعنی اُس گائے کو ذبح کر ڈالو۔

فائدہ: [١٠٩] ...... یعنی واضح کر کے بتادے کہ وہ گائے کس قسم اور کس کام کی ہے۔

فائدہ: [١١٠] ...... یعنی اس کے اعضا میں کوئی نقصان نہیں اور اس کے رنگ میں دوسرے رنگ کا داغ ونشان نہیں بلکہ ساری زرد ہے۔

فائدہ: [١١١] **حجت بازی کا انجام:** ...... وہ گائے ایک شخص کی تھی جو اپنی ماں کی خدمت بہت کرتا تھا اور نیک بخت تھا۔ اس شخص سے وہ گائے مول لی اتنے مال کو جتنا اُس گائے کی کھال میں سونا بھر سکیں پھر اُس کو ذبح کیا۔ اور ایسے لگتے نہ تھے کہ اتنی بڑی قیمت کو لے کر ذبح کریں گے۔

فائدہ: [١١٢] ...... یعنی تمہارے اگلے بزرگوں نے عامیل کو مار ڈالا تھا۔ پھر ایک دوسرے پر دھرنے لگا اور تم جس چیز کو چھپاتے تھے (یعنی اپنے ضعفِ ایمانی یا قاتل کے حال کو) اللہ تعالیٰ اس کو ظاہر فرمانا چاہتا ہے۔

فائدہ: [١١٣] **اللہ کے حکم سے مُردے کا زندہ ہونا:** ...... (یعنی جب ایک ٹکڑا اُس گائے کا اسکے مارا تو وہ بحکم الٰہی زندہ ہو گیا اور لہو زخم سے

بتانے لگا اور اپنے قاتل کا نام بتادیا جو اسی مقتول کے بھتیجے تھے۔ بہ طمع مال چچا کو جنگل میں لے جا کر مار ڈالا تھا پھر وہ اُن کا نام بتا کر گر پڑا اور مر گیا۔

فائدہ: [۱۱۴] **آخرت میں دوبارہ اُٹھائے جانے کی دلیل:** ...... یعنی اسی طرح زندہ کرے گا اللہ تعالیٰ قیامت کے دن مردوں کو اپنی قدرت کاملہ سے اور اپنی قدرت کی نشانیاں تم کو دکھلاتا ہے کہ شاید تم غور کرو اور سمجھ لو کہ خدائے تعالیٰ مُردوں کو زندہ کر سکتا ہے۔

فائدہ: [۱۱۵] ...... یعنی "عامیل کے جی اُٹھنے کے بعد" مطلب یہ کہ ایسی نشانیٔ قدرت دیکھ کر بھی تمہارے دل نرم نہ ہوئے۔

فائدہ: [۱۱۶] **بنی اسرائیل (یہود) کی دلی سختی:** ...... یعنی بعض پتھروں سے بڑا نفع پہنچتا ہے کہ انہار اور پانی بکثرت اُن سے جاری ہوتا ہے اور بعض پتھروں سے پانی کم نکلتا ہے اور اول قسم کی نسبت نفع کم ہوتا ہے اور بعض پتھروں سے گو کسی کو نفع نہ پہنچے مگر خود اُن میں ایک اثر اور تاثر تو موجود ہے مگر اُن کے قلوب اُن تینوں قسموں کے پتھر سے سخت تر ہیں نہ اُن سے کسی کو نفع اور نہ اُن میں کوئی مضمون خیر موجود۔ اور اللہ، اے یہودیو! تمہارے اعمال سے بے خبر ہرگز نہیں۔

أَفَتَطْمَعُونَ أَنْ يُؤْمِنُوا لَكُمْ وَقَدْ كَانَ فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَسْمَعُونَ كَلَامَ اللَّهِ ثُمَّ

اب کیا تم اے مسلمانو توقع رکھتے ہو کہ وہ مانیں تمہاری بات اور ان میں ایک فرقہ تھا کہ سنتا تھا اللہ

يُحَرِّفُونَهُ مِنْ بَعْدِ مَا عَقَلُوهُ وَهُمْ يَعْلَمُونَ ۝٧٥ وَإِذَا لَقُوا الَّذِينَ آمَنُوا قَالُوا آمَنَّا ۚ

کا کلام پھر بدل ڈالتے تھے اس کو جان بوجھ کر اور وہ جانتے تھے ف۱۱۷ اور جب ملتے ہیں مسلمانوں سے کہتے ہیں ہم مسلمان ہوئے

وَإِذَا خَلَا بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ قَالُوا أَتُحَدِّثُونَهُمْ بِمَا فَتَحَ اللَّهُ عَلَيْكُمْ لِيُحَاجُّوكُمْ

اور جب تنہا ہوتے ہیں ایک دوسرے کے پاس تو کہتے ہیں تم کیوں کہہ دیتے ہو ان سے جو ظاہر کیا ہے اللہ نے تم پر تاکہ جھٹلائیں تم

بِهِ عِنْدَ رَبِّكُمْ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ۝٧٦ أَوَلَا يَعْلَمُونَ أَنَّ اللَّهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّونَ

کو اس سے تمہارے رب کے آگے کیا تم نہیں سمجھتے ف۱۱۸ کیا اتنا بھی نہیں جانتے کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ چھپاتے ہیں

وَمَا يُعْلِنُونَ ۝٧٧ وَمِنْهُمْ أُمِّيُّونَ لَا يَعْلَمُونَ الْكِتَابَ إِلَّا أَمَانِيَّ وَإِنْ هُمْ

اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں ف۱۱۹ اور بعض ان میں بے پڑھے ہیں کہ خبر نہیں رکھتے کتاب کی سوائے جھوٹی آرزوؤں کے اور ان کے پاس کچھ

إِلَّا يَظُنُّونَ ۝٧٨ فَوَيْلٌ لِلَّذِينَ يَكْتُبُونَ الْكِتَابَ بِأَيْدِيهِمْ ثُمَّ يَقُولُونَ هَٰذَا مِنْ النصف

نہیں مگر خیالات ف۱۲۰ سو خرابی ہے ان کو جو لکھتے ہیں کتاب اپنے ہاتھ سے پھر کہہ دیتے ہیں یہ خدا کی طرف سے

عِنْدِ اللَّهِ لِيَشْتَرُوا بِهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۖ فَوَيْلٌ لَهُمْ مِمَّا كَتَبَتْ أَيْدِيهِمْ وَوَيْلٌ لَهُمْ

ہے تاکہ لیویں اس پر تھوڑا سا مول سو خرابی ہے ان کو اپنے ہاتھوں کے لکھے سے اور خرابی ہے ان کو

مِمَّا يَكْسِبُونَ ۝٧٩ وَقَالُوا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ إِلَّا أَيَّامًا مَعْدُودَةً ۚ قُلْ أَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ

اپنی اس کمائی سے ف۱۲۱ اور کہتے ہیں ہم کو ہرگز آگ نہ لگے گی مگر چند روز گنے چنے ف۱۲۲ کہہ دو کیا تم لے چکے ہو اللہ کے

اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۰﴾ بَلٰى مَنْ

یہاں سے قرار کہ اب ہرگز خلاف نہ کرے گا اللہ اپنے قرار کے یا جوڑتے ہو اللہ پر جو تم نہیں جانتے کیوں نہیں ف۱۲۳

كَسَبَ سَيِّئَةً وَّاَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓئَتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۸۱﴾

جس نے کمایا گناہ اور گھیر لیا اس کو اس کے گناہ نے ف۱۲۴ سو وہی ہیں دوزخ کے رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔

فائدة:[۱۱۷] اللہ کے کلام میں تحریف (رد و بدل): ......فریق سے مراد وہ لوگ ہیں ''جو کوہِ طور پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ کلام الٰہی سننے کے لیے گئے تھے۔'' انہوں نے وہاں سے آ کر یہ تحریف کی کہ بنی اسرائیل سے کہہ دیا کہ تمام کلام کے آخر میں ہم نے یہ بھی سنا کہ (کر سکو تو ان احکام کو کر لینا ور: ان کے ترک کا بھی تم کو اختیار ہے) اور بعض نے فرمایا کہ کلام الٰہی سے مراد توریت ہے اور تحریف سے مراد یہ ہے کہ (اُس کی آیات میں تحریف لفظی و معنوی کرتے تھے) کبھی آپ کی نعت کو بدلا، کبھی آیتِ رجم کو اُڑا دیا وغیرہ۔

فائدة:[۱۱۸] یہود میں کچھ منافق لوگ: ...... یہود میں جو لوگ منافق تھے وہ بطور خوشامد اپنی کتاب میں سے پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی باتیں مسلمانوں سے بیان کرتے دوسرے لوگ اُن میں سے اُن کو اس بات پر ملامت کرتے کہ اپنی کتاب کی سند اُن کے ہاتھ میں کیوں دیتے ہو؟ کیا تم نہیں جانتے کہ مسلمان تمہارے پروردگار کے آگے تمہاری خبر دی ہوئی باتوں سے تم پر الزام قائم کریں گے کہ پیغمبر آخر الزماں ﷺ کو سچ جان کر بھی ایمان نہ لائے اور تم کو لاجواب ہونا پڑے گا۔

فائدة:[۱۱۹] ......یعنی اللہ کو تو اُن کے سب امور ظاہر ہوں یا مخفی بالکل معلوم ہیں، اُن کی کتاب کی سب حجتوں کی خبر مسلمانوں کو دے سکتا ہے اور جابجا مطلع فرما بھی دیا۔ آیت رجم کو انہوں نے چھپایا مگر اللہ نے ظاہر فرما کر اُن کو فضیحت کیا، یہ تو اُن کے علماء کا حال ہوا، جو عقلمندی اور کتاب دانی کے مدعی تھے۔

فائدة:[۱۲۰] یہود کی بے وقوفانہ آرزوئیں و امیدیں: ......اور جو جاہل ہیں ان کو تو کچھ بھی خبر نہیں کہ توریت میں کیا لکھا ہے مگر چند آرزوئیں جو اپنے عالموں سے جھوٹی باتیں سن رکھی ہیں (مثلاً: بہشت میں یہودیوں کے سوا کوئی نہ جائے گا اور ہمارے باپ دادا ہم کو ضرور بخشوالیں گے) اور یہ اُن کے خیالات بے اصل ہیں جن کی کوئی دلیل اُن کے پاس نہیں۔

فائدة:[۱۲۱] یہودی علماء کی تورات میں تحریف: ...... یہ وہ لوگ ہیں جو اُن عوام جاہلوں کے موافق باتیں اپنی طرف سے بنا کر لکھ دیتے تھے اور خدا کی طرف اِن باتوں کو منسوب کرتے۔ مثلاً: توریت میں لکھا تھا کہ ''پیغمبر آخر الزماں خوبصورت پیچواں بال، سیاہ آنکھیں میانہ قد، گندم رنگ پیدا ہوں گے'' انہوں نے پھیر کر یوں لکھا ''لمبا قد، نیلی آنکھیں، سیدھے بال'' تاکہ عوام آپ کی تصدیق نہ کر لیں اور ہمارے منافعِ دنیوی میں خلل نہ آجائے۔

فائدة:[۱۲۲] یہودیوں کا ایک من گھڑت عقیدہ: ......بعض نے کہا سات دن اور بعض نے چالیس دن (جتنے روز بچھڑے کی پوجا کی تھی) اور بعض نے چالیس سال (جتنی مدت ''تیہ'' میں سرگردان رہے تھے) اور بعض نے کہا ہر ایک جتنی مدت دنیا میں زندہ رہا۔

فائدة:[۱۲۳] یہودیوں کی غلط فہمی کا ازالہ: ......یعنی یہ بات غلط ہے کہ یہودی ہمیشہ کے لیے دوزخ میں نہ رہیں گے۔ کیونکہ ''خلود فی النار اور خلود فی الجنة'' کا جو قاعدہ کلیہ آگے بیان فرمایا ہے اسی کے مطابق سب سے معاملہ ہوگا یہودی اس سے نکل نہیں سکتے۔

فائدة:[۱۲۴] ......گناہ کسی کا احاطہ کر لیں، اس کا یہ مطلب ہے کہ گناہ اُس پر ایسا غلبہ کر لیں کہ کوئی جانب ایسی نہ ہو کہ گناہ کا غلبہ نہ ہو حتیٰ کہ دل میں ایمان و تصدیق باقی ہوگی تو بھی احاطۂ مذکور محقق نہ ہوگا۔ تو اب کافر ہی پر یہ صورت صادق آسکتی ہے۔

ع وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٨٢﴾ وَاِذْ

اور جو ایمان لائے اور عمل کئے نیک وہی ہیں جنت کے رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے اور جب

اَخَذْنَا مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ لَا تَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ ۣ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا وَّذِي الْقُرْبٰى

ہم نے لیا قرار بنی اسرائیل سے کہ عبادت نہ کرنا مگر اللہ کی اور ماں باپ سے سلوک نیک کرنا اور کنبہ والوں سے

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَقُوْلُوْا لِلنَّاسِ حُسْنًا وَّاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ۭ ثُمَّ

اور یتیموں اور محتاجوں سے اور کہیو سب لوگوں سے نیک بات اور قائم رکھیو نماز اور دیتے رہیو زکوٰۃ پھر تم

تَوَلَّيْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْكُمْ وَاَنْتُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٨٣﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ لَا تَسْفِكُوْنَ

پھر گئے مگر تھوڑے سے تم میں اور تم ہو ہی پھرنے والے ر١٢٥ اور جب لیا ہم نے وعدہ تمہارا کہ نہ کرو گے

دِمَآءَكُمْ وَلَا تُخْرِجُوْنَ اَنْفُسَكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ ثُمَّ اَقْرَرْتُمْ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٨٤﴾

خون آپس میں اور نہ نکال دو گے اپنوں کو اپنے وطن سے پھر تم نے اقرار کر لیا اور تم مانتے ہو ر١٢٦

ثُمَّ اَنْتُمْ هٰٓؤُلَاۗءِ تَقْتُلُوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَتُخْرِجُوْنَ فَرِيْقًا مِّنْكُمْ مِّنْ دِيَارِهِمْ ۡ

پھر تم وہ لوگ ہو کہ ویسے ہی خون کرتے ہو آپس میں اور نکال دیتے ہو اپنے ایک فرقہ کو ان کے وطن سے چڑھائی کرتے ہو

تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ ۭ وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ وَهُوَ مُحَرَّمٌ

ان پر گناہ اور ظلم سے ر١٢٧ اور اگر وہی آویں تمہارے پاس کسی کے قیدی ہو کر تو ان کا بدلہ دے کر چھڑاتے ہو حالانکہ حرام ہے

عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ ۭ اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَتَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ ۚ فَمَا جَزَاۗءُ

تم پر ان کا نکال دینا بھی، تو کیا مانتے ہو بعض کتاب کو اور نہیں مانتے بعض کو ر١٢٨ سو کوئی سزا نہیں اس کی جو تم

مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ اِلَّا خِزْيٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ

میں یہ کام کرتا ہے مگر رسوائی دنیا کی زندگی میں اور قیامت کے دن پہنچائے جاویں سخت سے سخت

الْعَذَابِ ۭ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿٨٥﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا

عذاب میں اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے ر١٢٩ یہ وہی ہیں جنہوں نے مول لی دنیا کی زندگی

ع بِالْاٰخِرَةِ ۡ فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿٨٦﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسَى

آخرت کے بدلے سو نہ ہلکا ہوگا ان پر عذاب اور نہ ان کو مدد پہنچے گی ر١٣٠ اور بے شک دی ہم نے موسیٰ کو

الْكِتٰبَ وَقَفَّيْنَا مِنْۢ بَعْدِهٖ بِالرُّسُلِ ۫ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ

کتاب اور پے درپے بھیجے اس کے پیچھے رسول اور دیئے ہم نے عیسیٰ مریم کے بیٹے کو معجزے صریح

وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ اَفَكُلَّمَا جَآءَكُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓى اَنْفُسُكُمُ

اور قوت دی اس کو روح پاک سے ف ۱۳۱ پھر بھلا کیا جب تمہارے پاس لایا کوئی رسول وہ حکم جو نہ بھایا تمہارے جی کو تو

اسْتَكْبَرْتُمْ ۚ فَفَرِيْقًا كَذَّبْتُمْ ۫ وَفَرِيْقًا تَقْتُلُوْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا غُلْفٌ ؕ

تم تکبر کرنے لگے پھر ایک جماعت کو جھٹلایا ف ۱۳۲ اور ایک جماعت کو تم نے قتل کر دیا ف ۱۳۳ اور کہتے ہیں ہمارے دلوں پر غلاف ہے،

بَلْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ بِكُفْرِهِمْ فَقَلِيْلًا مَّا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۸۸﴾

بلکہ لعنت کی ہے اللہ نے ان کے کفر کے سبب سو بہت کم ایمان لاتے ہیں ف ۱۳۴

فائدہ: [۱۲۵] ......یعنی احکامِ الٰہی سے اعراض کرنا تو تمہاری عادت بلکہ طبیعت ہوگئی ہے۔

فائدہ: [۱۲۶] ......یعنی نہ اپنی قوم کو قتل کرو اور نہ اُن کو جلاوطن کرو۔

فائدہ: [۱۲۷] **مدینہ کے یہود کی عہد شکنی:** ...... مدینہ میں دو فریق یہودیوں کے تھے ایک بنی قریظہ دوسرے بنی نضیر۔ یہ دونوں آپس میں لڑا کرتے تھے اور مشرکوں کے بھی مدینہ میں دو فرقے تھے ایک ''اَوس'' دوسرے ''خزرج'' یہ دونوں بھی آپس میں دشمن تھے۔ بنی قریظہ تو اَوس کے موافق ہوئے اور بنی نضیر نے خزرج سے دوستی کی تھی۔ لڑائی میں ہر کوئی اپنے موافقوں اور دوستوں کی حمایت کرتا۔ جب ایک کو دوسرے پر غلبہ ہوتا تو کمزوروں کو جلاوطن کرتے، اُن کے گھر ڈھاتے اور اگر کوئی قید ہو کر پکڑا آتا تو سب رَل مل [مل جل کر] کر مال جمع کرکے اس کا بدلہ دے کر قید سے اُس کو چھڑاتے جیسا کہ آئندہ آیت میں آتا ہے۔

فائدہ: [۱۲۸] ......یعنی اپنی قوم غیر کے ہاتھ میں پھنسی تو چھڑانے کو مستعد اور خود اُن کے ستانے اور گلا کاٹنے تک کو موجود۔ اگر خدا کے حکم پر چلتے ہو تو دونوں جگہ چلو۔

فائدہ: [۱۲۹] **اطاعت تمام احکامات کی لازم ہے:** ...... ایسا کرے ''یعنی بعض احکام کو مانے اور بعض کا انکار کرے'' اس لیے کہ ایمان کا تجزیہ تو ممکن نہیں تو اب بعض احکام کا انکار کرنے والا بھی کافر مطلق ہوگا۔ صرف بعض احکام پر ایمان لانے سے کچھ بھی ایمان نصیب نہ ہوگا۔ اس آیت سے صاف معلوم ہوگیا کہ اگر کوئی شخص بعض احکامِ شرعیہ کی تو متابعت کرے اور جو حکم کہ اس کی طبیعت یا عادت یا غرض کے خلاف ہو اُس کے قبول میں قصور کرے تو بعض احکام کی متابعت اُس کو کچھ نفع نہیں دے سکتی۔

فائدہ: [۱۳۰] ......یعنی مفادِ دنیوی کو آخرت کے مقابلہ میں قبول کیا اس لیے کہ جن لوگوں سے عہد کیا تھا اس کو دنیا کے خیال سے نبھایا اور اللہ ﷻ کے جو احکام تھے اُن کی پرواہ نہ کی تو پھر اللہ کے ہاں ایسوں کی کون سفارش یا حمایت کر سکتا ہے۔

فائدہ: [۱۳۱] **عیسیٰ علیہ السلام کے واضح معجزات:** ...... مُردوں کا زندہ کرنا۔ اکمہ و ابرص وغیرہ مریضوں کا صحت یاب ہونا، غیب کی خبریں بتانا یہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے کھلے معجزے ہیں، اور روح القدس کہتے ہیں حضرت جبرئیل علیہ السلام کو جو ہر وقت ان کے ساتھ رہتے تھے یا اسم اعظم کہ جس کی برکت سے مردوں کو زندہ کرتے تھے۔

فَائِدَہ: [۱۳۲] ...... جیسا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جھوٹا کہا۔ فَائِدَہ: [۱۳۳] ...... جیسا کہ حضرت زکریا اور یحییٰ علیہم السلام کو قتل کیا۔

فَائِدَہ: [۱۳۴] یہودیوں کا غلط گمان: ...... یہود اپنی تعریف میں کہتے تھے کہ ''ہمارے دل غلاف کے اندر محفوظ ہیں، بجز اپنے دین کے کسی کی بات ہم کو اثر نہیں کرتی۔ ہم کسی کی چاپلوسی، سحر بیانی یا کرشمے اور دھوکے کی وجہ سے ہرگز اس کی متابعت نہیں کر سکتے۔'' حق تعالیٰ نے فرمایا: ''وہ بالکل جھوٹے ہیں بلکہ اُن کے کفر کے باعث اللہ نے اُن کو ملعون اور اپنی رحمت سے دور کر دیا ہے۔ اس لیے کسی طرح دین حق کو نہیں مانتے اور بہت کم دولتِ ایمان سے مشرّف ہوتے ہیں۔''

وَلَمَّا جَآءَهُمْ كِتٰبٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَهُمْ ۙ وَكَانُوْا مِنْ قَبْلُ

اور جب پہنچی اُن کے پاس کتاب اللہ کی طرف سے جو سچا بتاتی ہے اس کتاب کو جو اُن کے پاس ہے اور پہلے سے

يَسْتَفْتِحُوْنَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۚ فَلَمَّا جَآءَهُمْ مَّا عَرَفُوْا كَفَرُوْا بِهٖ ۚ فَلَعْنَةُ اللّٰهِ

فتح مانگتے تھے کافروں پر پھر جب پہنچا ان کو جس کو پہچان رکھا تھا تو اس سے منکر ہو گئے سو لعنت ہے اللہ

عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾ بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا

کی منکروں پر ف۱۳۵ بُری چیز ہے وہ جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے آپ کو کہ منکر ہوئے اس چیز کے جو اتاری اللہ نے

اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ۭ

اس ضد پر کہ اتارے اللہ اپنے فضل سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں سے ف۱۳۶ سو کما لائے غصہ پر غصہ ف۱۳۷

وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ﴿۹۰﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ اٰمِنُوْا بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا نُؤْمِنُ

اور کافروں کے واسطے عذاب ہے ذلت کا ف۱۳۸ اور جب کہا جاتا ہے ان سے مانو اس کو جو اللہ نے بھیجا ہے تو کہتے ہیں

بِمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَيَكْفُرُوْنَ بِمَا وَرَآءَهٗ ۚ وَهُوَ الْحَقُّ مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَهُمْ ۭ قُلْ فَلِمَ

ہم مانتے ہیں جو اُترا ہے ہم پر اور نہیں مانتے اس کو جو سوا اس کے ہے حالانکہ وہ کتاب سچی ہے تصدیق کرتی ہے اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے ف۱۳۹

تَقْتُلُوْنَ اَنْۢبِيَآءَ اللّٰهِ مِنْ قَبْلُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۹۱﴾ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ مُّوْسٰى

کہہ دو پھر کیوں قتل کرتے رہے ہو اللہ کے پیغمبروں کو پہلے سے اگر تم ایمان رکھتے تھے ف۱۴۰ اور آ چکا تمہارے پاس موسیٰ

بِالْبَيِّنٰتِ ثُمَّ اتَّخَذْتُمُ الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَنْتُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۹۲﴾ وَاِذْ اَخَذْنَا مِيْثَاقَكُمْ

صریح معجزے لے کر پھر بنا لیا تم نے بچھڑا اس کے گئے پیچھے اور تم ظالم ہو ف۱۴۱ اور جب ہم نے لیا قرار تمہارا

وَرَفَعْنَا فَوْقَكُمُ الطُّوْرَ ۭ خُذُوْا مَآ اٰتَيْنٰكُمْ بِقُوَّةٍ وَّاسْمَعُوْا ۭ قَالُوْا سَمِعْنَا

اور بلند کیا تمہارے اوپر کوہ طور کو پکڑو جو ہم نے تم کو دیا زور سے اور سنو

وَعَصَيۡنَا ۚ وَاُشۡرِبُوۡا فِىۡ قُلُوۡبِهِمُ الۡعِجۡلَ بِكُفۡرِهِمۡ ؕ قُلۡ بِئۡسَمَا يَاۡمُرُكُمۡ بِهٖۤ

بولے سنا ہم نے اور نہ مانا اور پلائی گئی ان کے دلوں میں محبت اسی بچھڑے کی بسبب ان کے کفر کے ۱۴۲ کہہ دے کہ بری باتیں سکھاتا ہے

اِيۡمَانُكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۹۳﴾

تم کو ایمان تمہارا اگر تم ایمان والے ہو۔

فائدہ: [۱۳۵] **یہودیوں پر اللہ کی لعنت:**...... ان کے پاس جو کتاب آئی وہ قرآن ہے اور جو کتاب ان کے پاس پہلے سے تھی وہ توریت ہوئی۔ قرآن کے اترنے سے پہلے جب یہودی کافروں سے مغلوب ہوتے تو خدا سے دعا مانگتے کہ "ہم کو نبی آخر الزماں اور جو کتاب ان پر نازل ہوگی ان کے طفیل سے کافروں پر غلبہ عطا فرما۔" جب حضور ﷺ پیدا ہوئے اور سب نشانیاں بھی دیکھ چکے تو منکر ہو گئے اور ملعون ہوئے۔

فائدہ: [۱۳۶] ...... یعنی جس چیز کے بدلے انہوں نے اپنے آپ کو بیچا وہ کفر اور انکار ہے قرآن کا، اور انکار بھی محض ضد اور حسد کے سبب۔

فائدہ: [۱۳۷] ...... ایک غضب تو یہ کہ قرآن بلکہ اُس کے ساتھ اپنی کتاب کے بھی منکر ہو کر کافر ہوئے، دوسرے محض حسد اور ضد سے پیغمبر وقت سے انحراف اور خلاف کیا۔

فائدہ: [۱۳۸] **ہر عذاب ذلت کی وجہ سے نہیں ہوتا:**...... اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر عذاب ذلت کیلئے نہیں ہوتا بلکہ مسلمانوں کو جو اُن کے معاصی پر عذاب ہوگا گناہوں سے پاک کرنے کے لیے ہوگا، نہ بغرض تذلیل۔ البتہ کافروں کو بغرض تذلیل عذاب دیا جائے گا۔

فائدہ: [۱۳۹] ...... جو اللہ ﷻ نے بھیجا یعنی انجیل و قرآن اور جو اُترا ہم پر یعنی توریت، مطلب یہ ہوا کہ "بجز توریت اور کتابوں کا صاف انکار کرتے ہیں اور انجیل و قرآن کو نہیں مانتے۔" حالانکہ وہ کتابیں بھی سچی اور توریت کی تصدیق کرنے والی ہیں۔

فائدہ: [۱۴۰] **تورات پر ایمان اور انبیاء کا قتل جمع نہیں ہو سکتا:**...... اُن سے کہہ دو کہ "اگر تم توریت پر ایمان رکھتے ہو تو پھر تم نے انبیاء کو کیوں قتل کیا۔" کیونکہ توریت میں یہ حکم ہے کہ "جو نبی توریت کو سچا کہنے والا آئے اس کی نصرت کرنا اور اس پر ضرور ایمان لانا" اور قتل بھی ان انبیاء کو کیا جو پہلے گزر چکے ہیں (جیسے حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہم السلام) جو احکام توریت پر عمل کرتے تھے اور اُسی کی ترویج کے لیے مبعوث ہوئے تھے اُن کے مُصدّق توریت ہونے میں تو بیوقوف کو بھی تامل نہیں ہو سکتا (یہ بات لفظ قَبۡلُ سے مفہوم ہوئی)۔

فائدہ: [۱۴۱] **یہودیوں کا حضرت موسیٰ پر ایمان بھی اپنے مطلب کے لئے تھا:**...... یعنی حضرت موسیٰ علیہ السلام کہ جن کی شریعت پر قائم ہو اور اُن کی شریعت کی وجہ سے اور شرائع حقہ کا انکار کرتے ہو خود انہوں نے کھلے کھلے معجزے تم کو دکھائے (جیسے عصا، ید بیضا اور دریا کا پھاڑنا وغیرہ) مگر جب چند دن کے لیے کوہِ طور پر گئے تو اتنے ہی میں بچھڑے کو تم نے خدا بنا لیا۔ حالانکہ حضرت موسیٰ اپنے درجۂ نبوت پر قائم زندہ موجود تھے تو اُس وقت تمہارا حضرت موسیٰ اور اُن کی شریعت پر ایمان کہاں جاتا رہا تھا اور رسول آخر الزماں ﷺ کے بغض و حسد میں آج شریعتِ موسوی کو ایسا پکڑ رکھا ہے کہ خدا کا حکم بھی نہیں سنتے، بے شک تم ظالم، تمہارے باپ دادا ظالم۔ یہ حال تو بنی اسرائیل کا حضرت موسیٰ کے ساتھ تھا۔ آگے توریت کی نسبت جو ان کے ایمان کی حالت تھی اس کو بتاتے ہیں۔

فائدہ: [۱۴۲] **یہودیوں کا زبانی ایمان الگ اور دلی ایمان الگ:**...... یعنی احکام توریت کی جو تکلیف دی گئی اس کو پوری ہمت و استقلال سے مضبوط پکڑو، چونکہ پہاڑ سر پر معلق تھا جان کے اندیشہ سے زبان سے (یا اُس وقت) تو کہہ لیا ﴿سَمِعۡنَا﴾ یعنی احکام توریت ہم نے سن لیے اور دل سے (یا بعد میں) کہا ﴿عَصَيۡنَا﴾ یعنی ہم نے قبول نہیں کیا احکام کو۔ اور وجہ اس کی یہ تھی کہ صورت پرستی ان کے دل میں راسخ ہو چکی تھی ان کے کفر کے باعث وہ زنگ بالکل ان کے دل سے زائل نہیں ہوا بلکہ رفتہ رفتہ بڑھتا گیا۔

قُلْ اِنْ كَانَتْ لَكُمُ الدَّارُ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ اللّٰهِ خَالِصَةً مِّنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا

کہہ دے کہ اگر ہے تمہارے واسطے آخرت کا گھر اللہ کے ہاں تنہا سوا اور لوگوں کے تو تم

الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۹۴ وَلَنْ يَّتَمَنَّوْهُ اَبَدًا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ۭ وَاللّٰهُ

مرنے کی آرزو کرو اگر تم سچ کہتے ہو ۱۴۳ اور ہرگز آرزو نہ کریں گے موت کی کبھی بسبب ان گناہوں کے کہ بھیج چکے ہیں ان کے ہاتھ، اور اللہ

عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ ۹۵ وَلَتَجِدَنَّهُمْ اَحْرَصَ النَّاسِ عَلٰي حَيٰوةٍ ۚ وَمِنَ الَّذِيْنَ

خوب جانتا ہے گناہ گاروں کو اور تو دیکھے گا ان کو سب لوگوں سے زیادہ حریص زندگی پر اور زیادہ

اَشْرَكُوْا ۚ يَوَدُّ اَحَدُھُمْ لَوْ يُعَمَّرُ اَلْفَ سَنَةٍ ۚ وَمَا ھُوَ بِمُزَحْزِحِهٖ مِنَ الْعَذَابِ اَنْ معانقة ۲

حریص مشرکوں سے بھی چاہتا ہے ایک ایک ان میں کا کہ عمر پاوے ہزار برس اور نہیں اس کو بچانے والا عذاب سے اس قدر جینا

يُّعَمَّرَ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۹۶ قُلْ مَنْ كَانَ عَدُوًّا لِّجِبْرِيْلَ فَاِنَّهٗ نَزَّلَهٗ عَلٰي ع ۱۱

اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ۱۴۴ تو کہہ دے جو کوئی ہووے دشمن جبرائیل کا سو اس نے تو اتارا ہے یہ کلام

قَلْبِكَ بِاِذْنِ اللّٰهِ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَھُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۹۷ مَنْ

تیرے دل پر اللہ کے حکم سے کہ سچا بتانے والا ہے اس کلام کو جو اس کے پہلے ہے اور راہ دکھاتا ہے اور خوشخبری سناتا ہے ایمان والوں کو جو کوئی

كَانَ عَدُوًّا لِّلّٰهِ وَمَلٰۗىِٕكَتِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجِبْرِيْلَ وَمِيْكٰىلَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَدُوٌّ لِّلْكٰفِرِيْنَ ۹۸

ہووے دشمن اللہ کا اور اس کے فرشتوں کا اور اس کے پیغمبروں کا اور جبرائیل اور میکائیل کا تو اللہ دشمن ہے ان کافروں کا ۱۴۵

وَلَقَدْ اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ ۚ وَمَا يَكْفُرُ بِهَآ اِلَّا الْفٰسِقُوْنَ ۹۹ اَوَكُلَّمَا عٰھَدُوْا

اور ہم نے اتاریں تیری طرف آیتیں روشن اور انکار نہ کریں گے ان کا مگر وہی جو نافرمان ہیں کیا جب کبھی باندھیں

عَهْدًا نَّبَذَهٗ فَرِيْقٌ مِّنْهُمْ ۭ بَلْ اَكْثَرُھُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۱۰۰ وَلَمَّا جَاۗءَھُمْ رَسُوْلٌ

گے کوئی قرار تو پھینک دے گی اس کو ایک جماعت ان میں سے بلکہ ان میں اکثر یقین نہیں کرتے ۱۴۶ اور جب پہنچا ان کے پاس رسول اللہ

مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ مُصَدِّقٌ لِّمَا مَعَھُمْ نَبَذَ فَرِيْقٌ مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ڎ كِتٰبَ اللّٰهِ

کی طرف سے تصدیق کرنے والا اس کتاب کی جو ان کے پاس ہے تو پھینک دیا ایک جماعت نے اہل کتاب سے کتاب اللہ کو

وَرَاۗءَ ظُهُوْرِھِمْ كَاَنَّھُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۱۰۱ وَاتَّبَعُوْا مَا تَتْلُوا الشَّيٰطِيْنُ عَلٰي مُلْكِ

اپنی پیٹھ کے پیچھے گویا کہ وہ جانتے ہی نہیں ۱۴۷ اور پیچھے ہو لئے اس علم کے جو پڑھتے تھے شیطان سلیمان کی

سُلَيْمٰنَ ۚ وَمَا كَفَرَ سُلَيْمٰنُ وَلٰكِنَّ الشَّيٰطِيْنَ كَفَرُوْا يُعَلِّمُوْنَ النَّاسَ السِّحْرَ ۗ

بادشاہت کے وقت کے ۱۴۸ اور کفر نہیں کیا سلیمان نے لیکن شیطانوں نے کفر کیا کہ سکھلاتے تھے لوگوں کو جادو

وَمَآ اُنْزِلَ عَلَى الْمَلَكَيْنِ بِبَابِلَ هَارُوْتَ وَمَارُوْتَ ۭ وَمَا يُعَلِّمٰنِ مِنْ اَحَدٍ حَتّٰى

اور اس علم کے پیچھے ہو لئے جو اترا دو فرشتوں پر شہر بابل میں جن کا نام ہاروت اور ماروت ہے اور نہیں سکھاتے تھے وہ دونوں فرشتے کسی

يَقُوْلَآ اِنَّمَا نَحْنُ فِتْنَةٌ فَلَا تَكْفُرْ ۭ فَيَتَعَلَّمُوْنَ مِنْهُمَا مَا يُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَيْنَ الْمَرْءِ

کو جب تک یہ نہ کہہ دیتے کہ ہم تو آزمائش کے لئے ہیں سو تو کافر مت ہو پھر ان سے سیکھتے وہ جادو جس سے جدائی ڈالتے ہیں مرد میں

وَزَوْجِهٖ ۭ وَمَا هُمْ بِضَاۗرِّيْنَ بِهٖ مِنْ اَحَدٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۭ وَيَتَعَلَّمُوْنَ مَا يَضُرُّھُمْ

اور اس کی عورت میں اور وہ اس سے نقصان نہیں کر سکتے کسی کا بغیر حکم اللہ کے اور سیکھتے ہیں وہ چیز جو نقصان کرے ان کا

وَلَا يَنْفَعُھُمْ ۭ وَلَقَدْ عَلِمُوْا لَمَنِ اشْتَرٰىهُ مَا لَهٗ فِي الْاٰخِرَةِ مِنْ خَلَاقٍ ڜ وَلَبِئْسَ

اور فائدہ نہ کرے اور وہ خوب جان چکے ہیں کہ جس نے اختیار کیا جادو کو نہیں اس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ اور بہت ہی بری چیز

مَا شَرَوْا بِهٖٓ اَنْفُسَھُمْ ۭ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ١٠٢

ہے جس کے بدلے بیچا انہوں نے اپنے آپ کو اگر ان کو سمجھ ہوتی

فائدہ:[۱۴۳] یہود کے غلط دعویٰ کا الزامی جواب: ...... یہود کہتے تھے کہ ''جنت میں ہمارے سوا کوئی نہ جائے گا اور ہم کو عذاب نہ ہوگا۔'' اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ''اگر یقینی بہشتی ہو تو مرنے سے کیوں ڈرتے ہو۔''

فائدہ:[۱۴۴] یہود کو طویل عمر کی زیادہ طلب ہے: ...... یعنی یہودیوں نے ایسے برے کام کیے ہیں کہ موت سے نہایت بچتے ہیں اور ڈرتے ہیں کہ مرتے ہی خیر نظر نہیں آتی حتی کہ مشرکین سے بھی زیادہ جینے پر حریص ہیں۔ اس سے اُن کے دعووں کی تغلیط خوب ہوگئی۔

فائدہ:[۱۴۵] ...... یہود کا رد یہ حضرت جبرئیل علیہ السلام کے متعلق: ...... یہود کہتے تھے کہ ''جبرئیل فرشتہ اس نبی کے پاس وحی لاتا ہے اور وہ ہمارا دشمن ہے۔ ہمارے اگلے بڑوں کو اس سے بہت تکلیفیں پہنچیں۔ اگر جبرئیل کے بدلے اور فرشتہ وحی لائے تو ہم محمد ﷺ پر ایمان لائیں۔'' اس پر اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ فرشتے جو کچھ کرتے ہیں اللہ کے حکم سے کرتے ہیں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے جو ان کا دشمن ہے اللہ بیشک ان کا دشمن ہے۔

فائدہ:[۱۴۶] یہود کی پرانی عادت: ...... یعنی اُن کی عادت قدیم ہے کہ جب اللہ یا رسول یا کسی شخص سے کوئی عہد مقرر کرتے ہیں تو انہی میں کی ایک جماعت اس عہد کو پس پشت ڈال دیتی ہے، بلکہ بہت یہودی ایسے ہیں جو توریت پر ایمان ہی نہیں رکھتے، ایسوں کو عہد شکنی میں کیا باک ہو سکتا ہے۔

فائدہ:[۱۴۷] یہود سے ایمان کی امید رکھنا بے وقوفی ہے: ...... ﴿رَسُوْلٌ﴾ سے مراد حضرت محمد ﷺ اور ﴿مَا مَعَھُمْ﴾ سے

توریت اور کتاب اللہ سے بھی توریت مراد ہے۔ یعنی جب رسول اللہ ﷺ تشریف لائے حالانکہ وہ توریت وغیرہ کتب کے مصدق تھے تو یہود کی ایک جماعت نے خود توریت کو پس پشت ایسا ڈال دیا کہ گویا جانتی ہی نہیں کہ یہ کیا کتاب ہے اور اس میں کیا کیا حکم ہیں۔ سو اُن کو جب اپنی ہی کتاب پر ایمان نہیں تو اُن سے آگے کو کیا امید کی جائے۔

فائدہ: [۱۴۸]...... یعنی اُن احمقوں نے کتاب الٰہی تو پس پشت ڈالی اور شیطانوں سے جادو سیکھا اور اس کی متابعت کرنے لگے۔

ع ۱۲

وَلَوْ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَمَثُوْبَةٌ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ خَيْرٌ ؕ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۳﴾ يٰۤاَيُّهَا

اور اگر وہ ایمان لاتے اور تقویٰ کرتے تو بدلہ پاتے اللہ کے ہاں سے بہتر اگر ان کو سمجھ ہوتی ف۱۴۹ اے ایمان

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقُوْلُوْا رَاعِنَا وَقُوْلُوا انْظُرْنَا وَاسْمَعُوْا ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ

والو تم نہ کہو راعنا اور کہو انظرنا اور سنتے رہو اور کافروں کو عذاب ہے

اَلِيْمٌ ﴿۱۰۴﴾ مَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ وَلَا الْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يُّنَزَّلَ عَلَيْكُمْ

دردناک ف۱۵۰ دل نہیں چاہتا ان لوگوں کا جو کافر ہیں اہل کتاب میں اور نہ مشرکوں میں اس بات کو کہ اترے تم پر کوئی نیک بات

مِّنْ خَيْرٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿۱۰۵﴾

تمہارے رب کی طرف سے اور اللہ خاص کر لیتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہے اور اللہ بڑے فضل والا ہے ف۱۵۱

مَا نَنْسَخْ مِنْ اٰيَةٍ اَوْ نُنْسِهَا نَاْتِ بِخَيْرٍ مِّنْهَآ اَوْ مِثْلِهَا ؕ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ

جو منسوخ کرتے ہیں ہم کوئی آیت یا بھلا دیتے ہیں تو بھیج دیتے ہیں اس سے بہتر یا اس کے برابر کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ

شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۶﴾ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ

ہر چیز پر قادر ہے ف۱۵۲ کیا تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے لئے ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور نہیں تمہارے واسطے

اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۰۷﴾ اَمْ تُرِيْدُوْنَ اَنْ تَسْـَٔلُوْا رَسُوْلَكُمْ كَمَا سُئِلَ مُوْسٰى مِنْ

اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار ف۱۵۳ کیا تم مسلمان بھی چاہتے ہو کہ سوال کرو اپنے رسول سے جیسے سوال ہو چکے ہیں موسیٰ سے

قَبْلُ ؕ وَمَنْ يَّتَبَدَّلِ الْكُفْرَ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِيْلِ ﴿۱۰۸﴾ وَدَّ كَثِيْرٌ

اس سے پہلے اور جو کوئی کفر لیوے بدلے ایمان کے تو وہ بہکا سیدھی راہ سے ف۱۵۴ دل چاہتا ہے بہت

مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يَرُدُّوْنَكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِكُمْ كُفَّارًا ۚۖ حَسَدًا مِّنْ عِنْدِ

سے اہل کتاب کا کہ کسی طرح تم کو پھیر کر مسلمان ہوئے پیچھے کافر بنا دیں بسبب اپنے دلی حسد کے

الثلثة

اَنْفُسِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمُ الْحَقُّ ۚ فَاعْفُوْا وَاصْفَحُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ

بعد اس کے کہ ظاہر ہو چکا ان پر حق ف۱۵۵ سو تم درگزر کرو اور خیال میں نہ لاؤ جب تک بھیجے اللہ

اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۰۹﴾

اپنا حکم ف۱۵۶ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۱۵۷

فائدہ:[۱۴۹] قصۂ ہاروت وماروت اور جادو کا علم:......خلاصہ یہ کہ یہود اپنے دین اور کتاب کا علم چھوڑ کر علمِ سحر کے تابع ہو گئے اور سحر لوگوں میں دو طرف سے پھیلا۔ ایک حضرت سلیمان علیہ السلام کے عہد میں، چونکہ جنات اور آدمی ملے جلے رہتے تھے تو آدمیوں نے شیطانوں سے سحر سیکھا اور نسبت کر دیا حضرت سلیمان کی طرف "کہ ہم کو انہی سے پہنچا ہے اور اُن کو حکم جن اور انس پر اسی کے زور سے تھا" سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "یہ کام کفر کا ہے سلیمان کا نہیں۔" دوسرے پھیلا ہاروت، ماروت کی طرف سے وہ دو فرشتے تھے شہر بابل میں بصورتِ آدمی رہتے تھے اُن کو علمِ سحر معلوم تھا۔ جو کوئی طالب اس کا جاتا اوّل اس کو روک دیتے کہ اس میں ایمان جاتا رہیگا اس پر بھی باز نہ آتا تو اس کو سکھا دیتے۔ اللہ تعالیٰ کو ان کے ذریعہ سے بندوں کی آزمایش منظور تھی سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے علموں سے آخرت کا کچھ نفع نہیں بلکہ سراسر نقصان ہے اور دنیا میں بھی ضرر ہے اور بغیر حکمِ خدا کے کچھ نہیں کر سکتے اور علمِ دین اور علمِ کتاب سیکھتے تو اللہ کے ہاں ثواب پاتے۔

فائدہ:[۱۵۰] مؤمنین کے لئے راعنا کہنے کی ممانعت:...... یہودی آ کر آپ کی مجلس میں بیٹھتے اور حضرت کی باتیں سنتے۔ بعض بات جو اچھی طرح نہ سنتے اس کو مکرر تحقیق کرنا چاہتے تو کہتے ﴿رَاعِنَا﴾ (یعنی ہماری طرف متوجہ ہو اور ہماری رعایت کرو) یہ کلمہ اُن سے سن کر کبھی مسلمان بھی کہہ دیتے۔ اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا کہ یہ لفظ نہ کہو، اگر کہنا ہو تو ﴿اُنْظُرْنَا﴾ کہو (اس کے معنی بھی یہی ہیں) اور ابتداہی سے متوجہ ہو کر سنتے رہو تو مکرر پوچھنا ہی نہ پڑے۔ یہود اُس لفظ کو بدنیتی اور فریب سے کہتے تھے اس لفظ کو زبان سے دبا کر کہتے تو "رَاعِیْنَا" ہو جاتا (یعنی ہمارا چرواہا) اور یہود کی زبان میں رَاعِنَا احمق کو بھی کہتے ہیں۔

فائدہ:[۱۵۱] یہود ومشرکین کا حسد وبغض:......یعنی کفار (یہود ہوں یا مشرکینِ مکہ) قرآن کے نزول کو تم پر ہرگز پسند نہیں کرتے بلکہ یہود تمنا کرتے ہیں کہ نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم بنی اسرائیل میں پیدا ہو اور مشرکینِ مکہ چاہتے ہیں ہماری قوم میں سے ہو، مگر یہ تو اللہ جل جلالہ کے فضل کی بات ہے کہ اُمی لوگوں میں نبی آخر الزماں کو پیدا فرمایا۔

فائدہ:[۱۵۲] آیات کے منسوخ ہونے کی حکمت:...... یہ بھی یہود کا طعن تھا کہ "تمہاری کتاب میں بعض آیات منسوخ ہوتی ہیں، اگر یہ کتاب اللہ کی طرف سے ہوتی تو جس عیب کی وجہ سے اب منسوخ ہوئی اس عیب کی خبر کیا خدا کو پہلے سے نہ تھی۔" اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "عیب نہ پہلی بات میں تھا نہ پچھلی میں۔" لیکن حاکم مناسب وقت دیکھ کر جو چاہے حکم کرے اس وقت وہی مناسب تھا اور اب دوسرا حکم مناسب ہے۔

فائدہ:[۱۵۳] ......یعنی ادھر تو اللہ کی قدرت وملکیت سب پر شامل اُدھر اس کی اپنے بندوں پر اعلیٰ درجہ کی عنایت، تو اب مصالح اور منافع بندوں کی اطلاع اور ان پر قدرت کس کو ہو سکتی ہے۔ اور اس کے برابر بندوں کی خیر خواہی کون کر سکتا ہے۔

فائدہ:[۱۵۴] زیادہ سوالات کرنے کی ممانعت:......یعنی یہودیوں کی باتوں پر ہرگز اعتماد نہ کرنا جس کسی کو یہودیوں کے شبہ ڈالنے سے شبہ پڑ گیا وہ کافر ہوا۔ اس کی احتیاط رکھو اور یہود کے کہنے سے تم اپنے نبی کے پاس شبہے نہ لاؤ جیسے وہ اپنے نبی کے پاس لاتے تھے۔

فائدہ:[۱۵۵] ......یعنی بہت سے یہودیوں کو آرزو ہے کہ کسی طرح تم کو اے مسلمانوں پھیر کر پھر کافر بنا دیں حالانکہ اُن کو واضح ہو چکا

ہے کہ مسلمانوں کا دین ان کی کتاب، ان کا نبی سب سچے ہیں۔

فائدہ:[۱۵۶] اللہ کا حکم نہ آنے تک یہود کی باتوں پر صبر کا حکم:...... یعنی جب تک ہمارا حکم کوئی نہ آئے اس وقت تک یہود کی باتوں پر صبر کرو۔ سو آخر کو حکم آ گیا کہ یہود کو مدینہ کے گرد سے نکال دو۔

فائدہ:[۱۵۷]...... یعنی اپنے ضعف سے تردد مت کرو، اللہ تعالیٰ اپنی قدرت سے تم کو عزیز اور یہود کو ذلیل کرے گا یا یہ کہ تاخیر عجز کی وجہ سے نہیں کی جاتی۔

وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَيْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ
اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ اور جو کچھ آگے بھیج دو گے اپنے واسطے بھلائی پاؤ گے اس کو اللہ کے پاس

اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۱۱۰ وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ
بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے ہو سب دیکھتا ہے ف۱۵۸ اور کہتے ہیں کہ ہرگز نہ جاویں گے جنت میں مگر جو ہوں گے یہودی یا نصرانی ف۱۵۹

نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝۱۱۱ بَلٰى ۚ مَنْ
یہ آرزوئیں باندھ لی ہیں انہوں نے، کہہ دے لے آؤ سند اپنی اگر تم سچے ہو کیوں نہیں جس نے

اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗٓ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۠ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ
تابع کر دیا منہ اپنا اللہ کے اور وہ نیک کام کرنے والا ہے تو اسی کے لئے ہے ثواب اس کا اپنے رب کے پاس اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ

يَحْزَنُوْنَ ۝۱۱۲ۧ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۠ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ ع ۱۳ ۱۲
غمگین ہوں گے ف۱۶۰ اور یہود تو کہتے ہیں کہ نصاریٰ نہیں کسی راہ پر اور نصاریٰ کہتے ہیں کہ

الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ
یہود نہیں کسی راہ پر باوجودیکہ وہ سب پڑھتے ہیں کتاب ف۱۶۱ اسی طرح کہا ان لوگوں نے جو جاہل ہیں ان

قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝۱۱۳ وَمَنْ اَظْلَمُ
ہی کی سی بات اب اللہ حکم کرے گا ان میں قیامت کے دن جس بات میں جھگڑتے تھے ف۱۶۲ اور اس سے بڑا ظالم

مِمَّنْ مَّنَعَ مَسٰجِدَ اللّٰهِ اَنْ يُّذْكَرَ فِيْهَا اسْمُهٗ وَسَعٰى فِيْ خَرَابِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ مَا كَانَ لَهُمْ
کون جس نے منع کیا اللہ کی مسجدوں میں کہ لیا جاوے وہاں نام اس کا اور کوشش کی ان کے اجاڑنے میں ف۱۶۳ ایسوں کو لائق نہیں کہ داخل ہوں

اَنْ يَّدْخُلُوْهَآ اِلَّا خَآئِفِيْنَ ؕ لَهُمْ فِي الدُّنْيَا خِزْيٌ وَّلَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ
ان میں مگر ڈرتے ہوئے ف۱۶۴ ان کے لئے دنیا میں ذلت ہے ف۱۶۵ اور ان کے لئے آخرت میں بڑا

عَظِيمٌ ﴿١١٤﴾ وَلِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَأَيْنَمَا تُوَلُّوا فَثَمَّ وَجْهُ اللَّهِ ۚ إِنَّ اللَّهَ

عذاب ہے ۔ اور اللہ ہی کا ہے مشرق اور مغرب سو جس طرف تم منہ کرو وہاں ہی متوجہ ہے اللہ ۱۶۶ بے شک اللہ بے انتہا بخشش کرنے والا

وَاسِعٌ عَلِيمٌ ﴿١١٥﴾ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللَّهُ وَلَدًا ۗ سُبْحَانَهُ ۖ بَل لَّهُ مَا فِي السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ ۖ

سب کچھ جاننے والا ہے ۱۶۷ اور کہتے ہیں کہ اللہ رکھتا ہے اولاد، وہ تو سب باتوں سے پاک ہے بلکہ اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں

كُلٌّ لَّهُ قَانِتُونَ ﴿١١٦﴾

سب اسی کے تابعدار ہیں۔

فائدہ:[۱۵۸] یہود کی باتوں پر صبر کا بھی اجر ہے:...... یعنی ان کی ایذاء پر صبر کرو اور عبادات میں مشغول رہو۔ اور اللہ تعالیٰ تمہارے کاموں سے غافل ہرگز نہیں۔ تمہاری کوئی نیک بات ضائع نہیں ہو سکتی۔

فائدہ:[۱۵۹]...... یعنی یہودی تو کہتے ہیں کہ بجز ہمارے کوئی جنت میں نہ جائے گا اور نصاریٰ کہتے تھے کہ بجز ہمارے کوئی بہشت میں نہ جائے گا۔

فائدہ:[۱۶۰] یہود و نصاریٰ کے بے دلیل دعویٰ کا جواب:...... یعنی جس نے خدا کے احکام کو مانا اور اس کا اتباع کیا۔ وہ احکام خواہ کسی نبی کے ذریعہ سے معلوم ہوں اور اپنی قومیت اور آئین پر تعصب نہ کیا جیسا کہ یہود کرتے ہیں، تو اُن کے لیے اجر نیک ہے اور نہ کوئی امر اُن میں ایسا ہے جس کی وجہ سے خوف ہو اور نہ وہ غمگین ہوں گے۔

فائدہ:[۱۶۱] یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کے لئے کافر:...... یہودیوں نے توریت پڑھ کر سمجھ لیا کہ جب نصرانیوں نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہا، تو بیشک وہ کافر ہو گئے اور نصرانیوں نے انجیل میں صاف دیکھ لیا کہ یہودی حضرت عیسیٰ کی نبوت کا انکار کر کے کافر ہو گئے۔

فائدہ:[۱۶۲] یہود و نصاریٰ سے مشرکین کی مماثلت:...... ان جاہلوں سے مشرکین عرب اور بت پرست مراد ہیں یعنی جیسے یہود و نصاریٰ ایک دوسرے کو گمراہ جانتے ہیں، اسی طرح بت پرست بھی اپنے سوا سب فرقوں کو گمراہ اور بے دین بتلاتے ہیں، سو دنیا میں کہتے جائیں قیامت کو فیصلہ ہو جائے گا۔

فائدہ:...... یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ جب ﴿كَذَٰلِكَ﴾ فرما دیا تو پھر ﴿مِثْلَ قَوْلِهِمْ﴾ فرمانے کی کیا حاجت؟ بعض مفسرین نے جواب دیا کہ ﴿مِثْلَ قَوْلِهِمْ﴾ توضیح اور تاکید ہے ﴿كَذَٰلِكَ﴾ کے لیے اور بعض کہتے ہیں کہ یہاں دو تشبیہ جدا جدا ہیں اس لیے دو لفظ لائے ایک تشبیہ سے تو یہ غرض ہے کہ اِن کا اور اُن کا مقولہ باہم مشابہ ہیں (یعنی جیسے وہ دوسروں کو گمراہ کہتے ہیں ایسا ہی یہ بھی) اور ایک تشبیہ سے یہ غرض ہے کہ جیسا اہلِ کتاب یہ دعویٰ بے دلیل اپنی ہوائے نفس اور عداوت سے کرتے تھے ایسے ہی بت پرست بھی بے دلیل محض خواہش نفسانی سے ایسا دعویٰ کرتے ہیں۔

فائدہ:[۱۶۳] بدترین ظالم مساجد کو ویران کرنے والے ہیں:...... اس کے شانِ نزول نصاریٰ ہیں کہ انہوں نے یہود سے مقاتلہ کر کے توریت کو جلایا اور بیت المقدس کو خراب کیا یا مشرکین مکہ کہ انہوں نے مسلمانوں کو محض تعصب و عناد سے حدیبیہ میں مسجد حرام (بیت اللہ) میں جانے سے روکا۔ باقی جو شخص کسی مسجد کو ویران یا خراب کرے وہ اسی حکم میں داخل ہے۔

فائدہ:[۱۶۴] مساجد کا ادب تو کچھ اور تھا:...... یعنی ان کفار کو لائق یہی تھا کہ مساجد اللہ میں خوف و تواضع اور ادب و تعظیم کے ساتھ

داخل ہوتے، کفار نے جو وہاں کی بے حرمتی کی یہ صریح ظلم ہے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس ملک میں حکومت اور عزت کے ساتھ رہنے کے لائق نہیں۔ چنانچہ یہی ہوا کہ ملک شام اور مکہ اللہ نے مسلمانوں کو دلوا دیا۔

فائدہ: [۱۶۵] ......یعنی دنیا میں مغلوب ہوئے، قید میں پڑے اور مسلمانوں کے باج گذار [ریاست کو ٹیکس دینے والے، ریاست کے ماتحت] ہوئے۔

فائدہ: [۱۶۶] اللہ تعالیٰ مکان و جہت سے پاک ہے:...... یہ بھی یہود و نصاریٰ کا جھگڑا تھا کہ ہر کوئی اپنے قبلہ کو بہتر بتاتا تھا، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ "اللہ مخصوص کسی طرف نہیں بلکہ تمام مکان اور جہت سے منزہ، البتہ اسکے حکم سے جس طرف منہ کرو گے وہ متوجہ ہے تمہاری عبادت قبول کرے گا۔" بعض نے کہا سفر میں سواری پر نوافل پڑھنے کی بابت یہ آیت اتری، یا سفر میں قبلہ مشتبہ ہو گیا تھا جب اتری۔

فائدہ: [۱۶۷] اللہ تعالیٰ کی رحمت خاص نہیں عام ہے:...... یعنی اُس کی رحمت سب جگہ عام ہے ایک مکان کے ساتھ مخصوص نہیں اور بندوں کے مصالح اور اُن کی نیتوں کو اور اُن کے اعمال کو سب کو خوب جانتا ہے کہ بندوں کے حق میں کون سی شے مفید ہے اور کون سی مضر، اسی کے موافق حکم دیتا ہے اور جو اس کی موافقت کرے گا اُس کو جزا اور مخالف کو سزا دے گا۔

بَدِیۡعُ السَّمٰوٰتِ وَ الۡاَرۡضِ ؕ وَ اِذَا قَضٰۤی اَمۡرًا فَاِنَّمَا یَقُوۡلُ لَہٗ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ﴿۱۱۷﴾

نیا پیدا کرنے والا ہے آسمان اور زمین کا اور جب حکم کرتا ہے کسی کام کو تو یہی فرماتا ہے اس کو کہ ہو جا پس وہ ہو جاتا ہے ف۱۶۸

وَ قَالَ الَّذِیۡنَ لَا یَعۡلَمُوۡنَ لَوۡ لَا یُکَلِّمُنَا اللّٰہُ اَوۡ تَاۡتِیۡنَاۤ اٰیَۃٌ ؕ کَذٰلِکَ قَالَ الَّذِیۡنَ

اور کہتے ہیں وہ لوگ جو کچھ نہیں جانتے کیوں نہیں بات کرتا ہم سے اللہ یا کیوں نہیں آتی ہمارے پاس کوئی آیت ف۱۶۹ اسی طرح کہہ چکے ہیں

مِنۡ قَبۡلِہِمۡ مِّثۡلَ قَوۡلِہِمۡ ؕ تَشَابَہَتۡ قُلُوۡبُہُمۡ ؕ قَدۡ بَیَّنَّا الۡاٰیٰتِ لِقَوۡمٍ یُّوۡقِنُوۡنَ ﴿۱۱۸﴾

وہ لوگ جو ان سے پہلے تھے انہی کی سی بات ایک سے ہیں دل ان کے بے شک ہم نے بیان کر دیں نشانیاں ان لوگوں کے واسطے جو یقین لاتے ہیں ف۱۷۰

اِنَّاۤ اَرۡسَلۡنٰکَ بِالۡحَقِّ بَشِیۡرًا وَّ نَذِیۡرًا ۙ وَّ لَا تُسۡـَٔلُ عَنۡ اَصۡحٰبِ الۡجَحِیۡمِ ﴿۱۱۹﴾ وَ لَنۡ

بے شک ہم نے تجھ کو بھیجا ہے سچا دین دیکر خوشخبری دینے والا اور ڈرانے والا اور تجھ سے پوچھ نہیں دوزخ میں رہنے والوں کی ف۱۷۱ اور ہرگز

تَرۡضٰی عَنۡکَ الۡیَہُوۡدُ وَ لَا النَّصٰرٰی حَتّٰی تَتَّبِعَ مِلَّتَہُمۡ ؕ قُلۡ اِنَّ ہُدَی اللّٰہِ

راضی نہ ہوں گے تجھ سے یہود اور نہ نصاریٰ جب تک تو تابع نہ ہو ان کے دین کا ف۱۷۲ تو کہہ دے جو راہ اللہ بتلا دے

ہُوَ الۡہُدٰی ؕ وَ لَئِنِ اتَّبَعۡتَ اَہۡوَآءَہُمۡ بَعۡدَ الَّذِیۡ جَآءَکَ مِنَ الۡعِلۡمِ ۙ مَا لَکَ مِنَ

وہی راہ سیدھی ہے ف۱۷۳ اور اگر بالفرض تو تابعداری کرے ان کی خواہشوں کی بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو تیرا کوئی نہیں

اللّٰہِ مِنۡ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیۡرٍ ﴿۱۲۰﴾ اَلَّذِیۡنَ اٰتَیۡنٰہُمُ الۡکِتٰبَ یَتۡلُوۡنَہٗ حَقَّ تِلَاوَتِہٖ ؕ

اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا اور نہ مددگار ف۱۷۴ وہ لوگ جن کو دی ہم نے کتاب وہ اس کو پڑھتے ہیں جو حق ہے اس کے پڑھنے کا

وقف منزل

اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ يٰبَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ

وہی اس پر یقین لاتے ہیں اور جو کوئی منکر ہوگا اس سے تو وہی لوگ نقصان پانے والے ہیں ف۱۷۵ اے بنی اسرائیل یاد کرو

اذْكُرُوْا نِعْمَتِىَ الَّتِىْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّىْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَاتَّقُوْا

احسان ہمارے جو ہم نے تم پر کئے اور اس کو کہ ہم نے تم کو بڑائی دی اہل عالم پر اور ڈرو اس

يَوْمًا لَّا تَجْزِىْ نَفْسٌ عَنْ نَّفْسٍ شَيْـًٔا وَّلَا يُقْبَلُ مِنْهَا عَدْلٌ وَّلَا تَنْفَعُهَا شَفَاعَةٌ

دن سے کہ نہ کام آوے کوئی شخص کسی کی طرف سے ذرا بھی اور نہ قبول کیا جاوے گا اس کی طرف سے بدلہ اور نہ کام آوے اس کو سفارش

وَّلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور نہ ان کو مدد پہنچے ف۱۷۶

فائدہ:[۱۶۸] اللہ تعالیٰ اولاد سے بھی پاک و مستغنی ہے:...... یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو اور نصاریٰ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اُس کی ذات سب باتوں سے پاک ہے، بلکہ سب کے سب اس کے مملوک اور مطیع اور مخلوق ہیں۔

فائدہ:[۱۶۹] اہلِ کتاب و مشرکین کی ہٹ دھرمی:...... یعنی اہل کتاب اور بت پرستوں میں جو جاہل ہیں وہ سب کہتے ہیں کہ ''اللہ ہم سے بلا واسطہ بات کیوں نہیں کرتا یا کوئی نشانی کیوں نہیں بھیجتا کہ رسالت کی تصدیق کرلیں۔''

فائدہ:[۱۷۰]...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ''پہلے لوگوں نے بھی ایسی ہی جہالت کی بات کہی تھی یہ نئی بات نہیں اور جو یقین لانے والے ہیں ان کے لیے ہم نے نبی کے برحق ہونے کی نشانیاں بیان کردی ہیں۔ اور جو ضد اور عداوت پر اڑ رہے ہیں وہ انکار کریں تو یہ محض عناد ہے اُن کا۔''

فائدہ:[۱۷۱]...... یعنی تجھ پر الزام نہیں کہ اُن کو مسلمان کیوں نہیں کیا۔

فائدہ:[۱۷۲] یہود و نصاریٰ کے متعلق حتمی فیصلہ:...... یعنی یہود اور نصاریٰ کو امرِ حق سے سروکار نہیں، اپنی ضد پر اڑ رہے ہیں وہ کبھی تمہارا دین قبول نہ کریں گے۔ بالفرض اگر تم ہی اُن کے تابع ہوجاؤ تو خوش ہوجاویں گے اور یہ ممکن نہیں تو اب اُن سے موافقت کی امید نہ رکھنی چاہیے۔

فائدہ:[۱۷۳] اصل ہدایت:...... یعنی ہر زمانہ میں معتبر وہی ہدایت ہے جو اُس زمانہ کا نبی لائے سو اب وہ طریقہ اسلام ہے نہ طریقہ یہود و نصاریٰ۔

فائدہ:[۱۷۴]...... یہ بات بطریق فرض ہے یعنی بالفرض اگر آپ ایسا کریں تو قہرِ الٰہی سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ یا منظور تنبیہ ہے اُمت کو کہ اگر کوئی مسلمان ہوکر قرآن کو سمجھ کر دین سے پھرے گا تو اس کو عذاب سے کوئی نہ چھڑا سکے گا۔

فائدہ:[۱۷۵] یہود میں سے کچھ انصاف پسند لوگ:...... یہود میں تھوڑے آدمی منصف بھی تھے کہ اپنی کتاب کو پڑھتے تھے سمجھ کر وہ قرآن پر ایمان لائے (جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھی) یہ آیت انہی لوگوں کے بارے میں ہے یعنی انہوں نے توریت کو غور سے پڑھا، انہی کو ایمان نصیب ہوا اور جس نے انکار کیا کتاب کا یعنی اس میں تحریف کی وہ خائب و خاسر ہوئے۔

فائدہ:[۱۷۶] دوبارہ یاد دہانی:...... بنی اسرائیل کو جو باتیں شروع میں یاد دلائی گئیں تھیں اب اُن کے سب حالات ذکر کرنے کے بعد پھر وہی اُمور بغرض تاکید و تنبیہ یاد دلائے گئے کہ خوب دل نشین ہوجائیں اور ہدایت قبول کرلیں اور معلوم ہوجائے کہ اصل مقصود اس قصہ سے یہ ہے۔

وَاِذِ ابۡتَلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ رَبُّهٗ بِكَلِمٰتٍ فَاَتَمَّهُنَّ ؕ قَالَ اِنِّىۡ جَاعِلُكَ لِلنَّاسِ اِمَامًا ؕ

اور جب آزمایا ابراہیم کو اس کے رب نے کئی باتوں میں ف۱۷۷ پھر اس نے وہ پوری کیں تب فرمایا میں تجھ کو کروں گا سب لوگوں کا پیشوا ف۱۷۸

قَالَ وَمِنۡ ذُرِّيَّتِىۡ ؕ قَالَ لَا يَنَالُ عَهۡدِى الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاِذۡ جَعَلۡنَا الۡبَيۡتَ مَثَابَةً

بولا اور میری اولاد میں سے بھی فرمایا نہیں پہنچے گا میرا قرار ظالموں کو ف۱۷۹ اور جب مقرر کیا ہم نے خانہ کعبہ کو اجتماع

لِّلنَّاسِ وَاَمۡنًا ؕ وَاتَّخِذُوۡا مِنۡ مَّقَامِ اِبۡرٰهٖمَ مُصَلًّى ؕ وَعَهِدۡنَاۤ اِلٰٓى اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ

کی جگہ لوگوں کے واسطے اور جگہ امن کی ف۱۸۰ اور بناؤ ابراہیم کے کھڑے ہونے کی جگہ کو نماز کی جگہ ف۱۸۱ اور حکم کیا ہم نے ابراہیم اور اسماعیل کو

اَنۡ طَهِّرَا بَيۡتِىَ لِلطَّآٮِٕفِيۡنَ وَالۡعٰكِفِيۡنَ وَالرُّكَّعِ السُّجُوۡدِ ﴿۱۲۵﴾ وَاِذۡ قَالَ

کہ پاک کر رکھو میرے گھر کو ف۱۸۲ واسطے طواف کرنے والوں کے اور اعتکاف کرنے والوں کے اور رکوع اور سجدہ کرنے والوں کے اور جب کہا

اِبۡرٰهٖمُ رَبِّ اجۡعَلۡ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارۡزُقۡ اَهۡلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ مَنۡ اٰمَنَ مِنۡهُمۡ بِاللّٰهِ

ابراہیم نے اے میرے رب بنا اس کو شہر امن کا ف۱۸۳ اور روزی دے اس کے رہنے والوں کو میوے جو کوئی ان میں سے ایمان لاوے اللہ پر

وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ قَالَ وَمَنۡ كَفَرَ فَاُمَتِّعُهٗ قَلِيۡلًا ثُمَّ اَضۡطَرُّهٗۤ اِلٰى عَذَابِ النَّارِ ؕ

اور قیامت کے دن پر ف۱۸۴ فرمایا اور جو کفر کریں اس کو بھی نفع پہنچاؤں گا تھوڑے دنوں پھر اس کو جبرا بلاؤں گا دوزخ کے عذاب میں

وَبِئۡسَ الۡمَصِيۡرُ ﴿۱۲۶﴾ وَاِذۡ يَرۡفَعُ اِبۡرٰهٖمُ الۡقَوَاعِدَ مِنَ الۡبَيۡتِ وَاِسۡمٰعِيۡلُ ؕ رَبَّنَا

اور وہ بری جگہ ہے رہنے کی ف۱۸۵ اور یاد کر جب اٹھاتے تھے ابراہیم بنیادیں خانہ کعبہ کی اور اسماعیل اور دعاء کرتے تھے اے پروردگار

تَقَبَّلۡ مِنَّا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ﴿۱۲۷﴾ رَبَّنَا وَاجۡعَلۡنَا مُسۡلِمَيۡنِ لَكَ وَمِنۡ

ہمارے قبول کر ہم سے بے شک تو ہی ہے سننے والا جاننے والا ف۱۸۶ اے پروردگار ہمارے اور کر ہم کو حکم بردار اپنا اور ہماری اولاد

ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسۡلِمَةً لَّكَ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبۡ عَلَيۡنَا ۚ اِنَّكَ اَنۡتَ التَّوَّابُ

میں بھی کر ایک جماعت فرمانبردار اپنی اور بتلا ہم کو قاعدے حج کرنے کے اور ہم کو معاف کر بے شک تو ہی ہے توبہ قبول کرنے

الرَّحِيۡمُ ﴿۱۲۸﴾ رَبَّنَا وَابۡعَثۡ فِيۡهِمۡ رَسُوۡلًا مِّنۡهُمۡ يَتۡلُوۡا عَلَيۡهِمۡ اٰيٰتِكَ وَيُعَلِّمُهُمُ

والا مہربان اے پروردگار ہمارے اور بھیج ان میں ایک رسول انہی میں کا کہ پڑھے ان پر تیری آیتیں اور سکھلاوے

الۡكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَيُزَكِّيۡهِمۡ ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡحَكِيۡمُ ﴿۱۲۹﴾ ع ۱۵ ۸ ۱۵

ان کو کتاب اور تہ کی باتیں اور پاک کرے ان کو بے شک تو ہی ہے بہت زبردست بڑی حکمت والا ف۱۸۷

فَائِدَة:[۱۷۷] **ابراہیم علیہ السلام کو امتحانات میں کامیابی پر تحفہ:**...... جیسے حج کے افعال اور ختنہ اور حجامت اور مسواک وغیرہ، سو حضرت ابراہیم اُن احکام کو اللہ کے ارشاد کے موافق اخلاص کے ساتھ بجالائے اور سب کو پوری طرح سے ادا کیا جس پر لوگوں کے پیشوا بنائے گئے۔

فَائِدَة:[۱۷۸] یعنی تمام انبیاء تیری متابعت پر چلیں گے۔

فَائِدَة:[۱۷۹] **اللہ تعالیٰ کا وعدہ نیک لوگوں کے لئے تھا:**...... بنی اسرائیل اس پر بہت مغرور تھے کہ ہم اولادِ ابراہیم میں ہیں اور اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ کیا ہے کہ نبوت و بزرگی تیری اولاد میں رہے گی اور ہم حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین پر ہیں۔ اور اُن کے دین کو سب مانتے ہیں۔ اب اللہ تعالیٰ اُن کو سمجھاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا جو وعدہ تھا وہ اُن سے تھا جو نیک راہ پر چلیں اور حضرت ابراہیم کے دو بیٹے تھے، ایک مدت تک حضرت اسحٰق علیہ السلام کی اولاد میں پیغمبری اور بزرگی رہی اب حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی اولاد میں پہنچی (اور انہوں نے دونوں بیٹوں کے حق میں دعا کی تھی) اور فرماتا ہے کہ دین اسلام ہمیشہ ایک ہے سب پیغمبر اور سب اُمتیں اس پر گذریں (وہ یہ کہ جو حکم اللہ بھیجے پیغمبر کے ہاتھ اس کو قبول کرنا) اب یہ طریقہ مسلمانوں کا ہے اور تم اس سے پھرے ہوئے ہو۔ پہلی آیات میں اپنے انعامات بتلائے تھے اب اُن کے اس شبہ کو دفع کیا کہ بنی اسرائیل اپنے آپ کو سارے عالم کا امام اور متبوع اور سب سے افضل سمجھ کر کسی کا اتباع نہ کرتے تھے۔

فَائِدَة:...... بنی اسرائیل کے واقعات میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر اور اُن کی مَنْقَبَت [تعریف] مذکور ہوئی۔ اب اُن کے ذکر کے ذیل میں خانہ کعبہ کی حالت اور فضیلت ان آیات میں ذکر فرمائی اور اُن کے ضمن میں یہود و نصاریٰ پر الزامات بھی ہیں جیسا کہ مفسرین نے ذکر کیا۔

فَائِدَة:[۱۸۰] **امن و امان والا شہر مکہ مکرمہ:**...... یعنی ہر سال بغرضِ حج وہاں لوگ مجتمع ہوتے ہیں اور جو وہاں حسبِ قرار ارکانِ حج بجالاتے ہیں وہ عذاب دوزخ سے مامون ہوجاتے ہیں یا وہاں کوئی کسی پر زیادتی نہیں کرتا۔

فَائِدَة:[۱۸۱] **مقام ابراہیم کی حقیقت:**...... مقامِ ابراہیم وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر خانہ کعبہ کو تعمیر کیا تھا۔ اس میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قدموں کا نشان ہے اور اُسی پتھر پر کھڑے ہو کر حج کی دعوت دی تھی اور وہ جنت سے لایا گیا تھا جیسے حجر اسود۔ اب اُس پتھر کے پاس نماز پڑھنے کا حکم ہے اور یہ حکم استحبابی ہے۔

فَائِدَة:[۱۸۲]...... یعنی وہاں بُرا کام نہ کرے اور ناپاک اس کا طواف نہ کرے اور تمام آلودگیوں سے صاف رکھا جاوے۔

فَائِدَة:[۱۸۳] **حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعا:**...... حضرت ابراہیم علیہ السلام نے بوقت بنائے کعبہ یہ دعا کی کہ یہ میدان ایک شہر آباد اور بامن ہو، سو ایسا ہی ہوا۔

فَائِدَة:[۱۸۴]...... یعنی اس کے رہنے والے جو اہلِ ایمان ہوں ان کو روزی دے میووں کی اور کفار کیلئے دعا نہ کی تا کہ وہ مقام لَوثِ [داغ] کفر سے پاک رہے۔

فَائِدَة:[۱۸۵]...... حق تعالیٰ نے فرمایا کہ دنیا میں کفار کو بھی رزق دیا جائے گا اور رزق کا حال امامت جیسا نہیں کہ اہلِ ایمان کے سوا کسی کو مل ہی نہ سکے۔

فَائِدَة:[۱۸۶]...... قبول کر ہم سے اس کام کو (کہ تعمیر خانہ کعبہ ہے) تو سب کی دعا سنتا ہے اور نیت کو جانتا ہے۔

فَائِدَة:[۱۸۷] **حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں دعا:**...... یہ دعا حضرت ابراہیم علیہ السلام اور ان کے بیٹے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام دونوں نے مانگی کہ ہماری جماعت میں ایک جماعت فرمانبردار اپنی پیدا کر، اور ایک رسول اُن میں بھیج جو اُن کو کتاب و حکمت کی تعلیم دے اور ایسا نبی جو ان دونوں کی اولاد میں ہو بجز سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کوئی نہیں آیا اس کی وجہ سے یہود کے گذشتہ خیال کا پورا رد ہوگیا۔ علمِ کتاب سے مراد معانی و مطالب ضروریہ ہیں جو عبارت سے واضح ہوتے ہیں اور حکمت سے مراد اسرارِ مخفیہ اور رموزِ لطیفہ ہیں۔

وَمَنْ يَّرْغَبُ عَنْ مِّلَّةِ اِبْرٰهٖمَ اِلَّا مَنْ سَفِهَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَقَدِ اصْطَفَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا ۚ

اور کون ہے جو پھرے ابراہیم کے مذہب سے مگر وہی کہ جس نے احمق بنایا اپنے آپ کو اور بے شک ہم نے ان کو منتخب کیا دنیا میں

وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ

اور وہ آخرت میں نیکوں میں ہیں یاد کرو جب اس کو کہا اس کے رب نے کہ حکم برداری کر تو بولا کہ میں حکم بردار ہوں تمام عالم کے

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَوَصّٰى بِهَاۤ اِبْرٰهٖمُ بَنِيْهِ وَيَعْقُوْبُ ؕ يٰبَنِيَّ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰى لَكُمُ الدِّيْنَ

پروردگار کا اور یہی وصیت کر گیا ابراہیم اپنے بیٹوں کو اور یعقوب بھی کہ اے بیٹو بے شک اللہ نے چن کر دیا ہے تم کو دین

فَلَا تَمُوْتُنَّ اِلَّا وَاَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ

سو تم ہرگز نہ مرنا مگر مسلمان ف۱۸۸ کیا تم موجود تھے جس وقت قریب آئی یعقوب کے موت جب

قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ

کہا اپنے بیٹوں کو تم کس کی عبادت کرو گے میرے بعد بولے ہم بندگی کریں گے تیرے رب کی اور تیرے باپ دادوں کے

اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۖۚ وَّنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۳﴾ تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ

رب کی جو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق ہیں وہی ایک معبود ہے اور ہم سب اسی کے فرمانبردار ہیں ف۱۸۹ وہ ایک جماعت تھی جو گزر

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۴﴾ وَقَالُوْا

چکی ان کے واسطے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے واسطے ہے جو تم نے کیا، اور تم سے پوچھ نہیں ان کے کاموں کی ف۱۹۰ اور کہتے ہیں کہ ہو جاؤ

كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ

یہودی یا نصرانی تو تم پالو گے راہ راست ف۱۹۱ کہہ دے کہ ہرگز نہیں بلکہ ہم نے اختیار کی راہ ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا اور نہ تھا شرک

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۳۵﴾ قُوْلُوْۤا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلٰۤى اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ

کرنے والوں میں ف۱۹۲ تم کہہ دو کہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو اترا ہم پر اور جو اترا ابراہیم اور اسماعیل

وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَمَاۤ اُوْتِيَ النَّبِيُّوْنَ

اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو اور جو ملا دوسرے پیغمبروں کو ان

مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۖ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾

کے رب کی طرف سے ہم فرق نہیں کرتے ان سب میں سے ایک میں بھی اور ہم اسی پروردگار کے فرمانبردار ہیں ف۱۹۳

فائدہ:[۱۸۸] دوجلیل القدر انبیاء کی وصیت: ...... جس ملت و مذہب کا شرف مذکور ہو چکا اسی ملت کی وصیت حضرت ابراہیم و حضرت یعقوب علیہم السلام نے اپنی اولاد کو فرمائی تو جو اُس کو نہ مانے گا وہ ان کا بھی مخالف ہوا، اور یہود کہتے تھے کہ حضرت یعقوب نے اپنی اولاد کو یہودیت کی وصیت فرمائی سو وہ جھوٹے ہیں جیسا اگلی آیت میں آتا ہے۔

فائدہ:[۱۸۹] یہود و نصاریٰ کا کھلا جھوٹ: ...... یعنی تم حضرت یعقوب علیہ السلام کی وصیت کے وقت تو موجود بھی نہ تھے۔ انہوں نے تو ملتِ انبیائے موصوفین کا ارشاد فرمایا تھا تم نے یہ کیا کہ یہود اپنے سواسب کو اور نصاریٰ اپنے سواسب کو بے دین بتلانے لگے (اور مذہب حق یعنی اسلام کے دونوں مخالف ہو گئے) یہ تمہارا افترا ہے۔

فائدہ:[۱۹۰] ہر گروہ کے کردار کا ذمہ اُسی پر ہے: ...... یہودیوں کو اور نصرانیوں کو یقین تھا کہ ماں باپ کے گناہوں میں اولاد گرفتار ہوگی اور اُن کے ثواب میں بھی اولاد شریک ہوگی۔ سو یہ غلط ہے اپنا کیا اپنے آگے آئے گا بھلا یا برا۔

فائدہ:[۱۹۱] ...... مطلب یہ ہے کہ یہودی مسلمانوں کو کہتے ہیں کہ یہودی ہو جاؤ، اور نصرانی کہتے ہیں کہ نصرانی ہو جاؤ، تو تم کو ہدایت نصیب ہو۔

فائدہ:[۱۹۲] ملت ابراہیمی پر اصلاً اہلِ اسلام ہی ہیں: ...... یعنی کہہ دو اے محمد! کہ تمہارا کہنا ہر گز منظور نہیں بلکہ ہم موافق ہیں ملتِ ابراہیم کے جو سب برے مذہبوں سے علیحدہ ہے۔ نہیں تھا وہ شرک کرنے والوں میں، اشارہ ہے کہ تم دونوں فریق شرک میں مبتلا ہو۔ بلکہ مشرکینِ عرب بھی مذہب ابراہیمی کے مدعی تھے مگر وہ بھی مشرک تھے تو اس میں اُن پر بھی رَدّ ہو گیا۔ اب اُن فرقوں میں بروئے انصاف کوئی بھی ملتِ ابراہیمی پر نہ رہا صرف اہلِ اسلام ملتِ ابراہیمی میں رہے۔

فائدہ: ...... ہر شریعت میں تین باتیں ہوتی ہیں: اوّل عقائد جیسے (جیسے توحید و نبوت وغیرہ) سو اس میں تو سب دین والے شریک اور موافق ہیں اختلاف ممکن ہی نہیں۔ دوسرے قواعد کلیۂ شریعت کہ جن سے جزئیات و فروعِ مسائل حاصل ہوتے ہیں، اور تمام جزئیات میں وہ کلیات ملحوظ رہتے ہیں اور ملت فی الحقیقت انہی اصول اور کلیات کا نام ہے۔ اور ملتِ محمدی اور ملتِ ابراہیمی کا توافق و اتحاد انہی کلیات میں ہے۔ تیسرے مجموعۂ کلیات و جزئیات و جمیع اصول و فروع (جس کو شریعت کہتے ہیں) جس کا خلاصہ یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کی ملت ایک ہے اور شریعت جُدا جُدا۔

فائدہ:[۱۹۳] اہلِ اسلام کا تمام انبیاء پر ایمانِ کامل ہے: ...... یعنی ہم سب رسولوں اور سب کتابوں پر ایمان لاتے ہیں اور سب کو حق سمجھتے ہیں اور اپنے اپنے زمانہ میں سب واجب الاتباع ہیں اور ہم خدا کے فرمانبردار ہیں جس وقت جو نبی ہوگا اُس کے ذریعہ سے جو احکام خداوندی پہنچیں گے۔ اُس کا اتباع ضروری ہے۔ بخلاف اہلِ کتاب کے کہ اپنے دین کے سواسب کی تکذیب کرتے ہیں، چاہے اُن کا دین منسوخ ہی ہو چکا ہو اور انبیاء کے احکام کو جھٹلاتے ہیں۔ جو خدا کے احکام ہیں۔

فَاِنْ اٰمَنُوْا بِمِثْلِ مَآ اٰمَنْتُمْ بِهٖ فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا هُمْ فِيْ

سو اگر وہ بھی ایمان لاویں جس طرح پر تم ایمان لائے ہدایت پائی انہوں نے بھی اور اگر پھر جاویں تو پھر وہی ہیں ضد پر

شِقَاقٍ ۚ فَسَيَكْفِيْكَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۳۷﴾ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ

سو اب کافی ہے تیری طرف سے ان کو اللہ اور وہی ہے سننے والا جاننے والا۔۱۹۴ ہم نے قبول کر لیا رنگ اللہ کا اور کس کا

اَحۡسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبۡغَةً ۫ وَّنَحۡنُ لَهٗ عٰبِدُوۡنَ ﴿۱۳۸﴾ قُلۡ اَتُحَآجُّوۡنَنَا فِی اللّٰهِ

رنگ بہتر ہے اللہ کے رنگ سے اور ہم اسی کی بندگی کرتے ہیں ف۱۹۵ کہہ دے کیا تم جھگڑا کرتے ہو ہم سے اللہ کی نسبت

وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمۡ ۚ وَلَنَآ اَعۡمَالُنَا وَلَكُمۡ اَعۡمَالُكُمۡ ۚ وَنَحۡنُ لَهٗ مُخۡلِصُوۡنَ ﴿۱۳۹﴾

حالانکہ وہی ہے رب ہمارا اور رب تمہارا اور ہمارے لئے ہیں عمل ہمارے اور تمہارے لئے ہیں عمل تمہارے اور ہم تو خالص اسی کے ہیں ف۱۹۶

اَمۡ تَقُوۡلُوۡنَ اِنَّ اِبۡرٰهٖمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطَ كَانُوۡا هُوۡدًا اَوۡ

کیا تم کہتے ہو کہ ابراہیم اور اسماعیل اور اسحاق اور یعقوب اور اس کی اولاد تو یہودی تھے یا

نَصٰرٰی ؕ قُلۡ ءَاَنۡتُمۡ اَعۡلَمُ اَمِ اللّٰهُ ؕ وَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنۡ كَتَمَ شَهَادَةً عِنۡدَهٗ مِنَ اللّٰهِ ؕ

نصرانی کہہ دے کہ تم کو زیادہ خبر ہے یا اللہ کو اور اس سے بڑا ظالم کون جس نے چھپائی وہ گواہی جو ثابت ہو چکی اس کو اللہ کی طرف سے

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴۰﴾ تِلۡكَ اُمَّةٌ قَدۡ خَلَتۡ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتۡ وَلَكُمۡ مَّا

اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے ف۱۹۷ وہ ایک جماعت تھی جو گزر چکی ان کے واسطے ہے جو انہوں نے کیا اور تمہارے

كَسَبۡتُمۡ ۚ وَلَا تُسۡـَٔلُوۡنَ عَمَّا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۴۱﴾ ع ۱۶

واسطے ہے جو تم نے کیا اور تم سے کچھ پوچھ نہیں ان کے کاموں کی ف۱۹۸

فائدہ: [۱۹۴] ......یعنی ان کی دشمنی اور ضد سے خوف مت کرو اللہ اُن کے شر اور مضرت سے تمہارا حافظ ہے۔ وہ تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔ خدا سب کی باتوں کو سنتا اور سب کے حال اور نیت کو جانتا ہے۔

فائدہ: [۱۹۵] اللہ کے ہاں قبولیت مسلمانوں کے رنگ کی ہے: ...... یہودی ان آیتوں سے پھر گئے اور اسلام قبول نہ کیا اور نصرانیوں نے بھی انکار کر دیا اور شیخی میں آ کر کہنے لگے کہ ہمارے یہاں ایک رنگ ہے جو مسلمانوں کے پاس نہیں ہے۔ نصرانیوں نے ایک زرد رنگ بنا رکھا تھا اور یہ دستور تھا کہ جب اُن کے بچہ پیدا ہوتا یا کوئی اُن کے دین میں آتا تو اُس کو اُس رنگ میں غوطہ دے کر کہتے کہ خاصہ پاکیزہ نصرانی ہو گیا۔ سو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ اے مسلمانو کہو ہم نے خدا کا رنگ یعنی (دینِ حق) قبول کیا کہ اُس دین میں آ کر سب طرح کی ناپاکی سے پاک ہوتا ہے۔

فائدہ: [۱۹۶] اہلِ کتاب کا مسلمانوں سے جھگڑا: ......یعنی اللہ تعالیٰ کی نسبت تمہارا نزاع [جھگڑا] کرنا اور تمہارا یہ سمجھنا کہ اُس کی عنایت و رحمت کا ہمارے سوا کوئی مستحق نہیں، لغویات ہے وہ جیسا تمہارا رب ہے، ہمارا بھی رب ہے۔ اور ہم جو کچھ اعمال کرتے ہیں خالص اسی کے لیے کرتے ہیں۔ تمہاری طرح زعم آباء و اجداد اور تعصب و نفسانیت سے نہیں کرتے پھر کیا وجہ کہ ہمارے اعمال وہ مقبول نہ فرمائے اور تمہارے اعمال مقبول ہوں۔

فائدہ: [۱۹۷] یہود و نصاریٰ کا جھوٹ انبیاء کرام کے بارے میں: ...... حضرت ابراہیم اور حضرت اسمٰعیل علیہما السلام اور دیگر انبیاء علیہم السلام کی بابت یہود اور نصاریٰ کا یہ دعویٰ کہ وہ یہودی یا نصرانی تھے دروغ [جھوٹ] صریح ہے۔ علاوہ ازیں حق تعالیٰ تو فرماتا ہے: ﴿مَا كَانَ

ابراھیم یھودیا ولا نصرانیا﴾ [آل عمران: ٦٧] تو اب بتلاؤ تم کو علم زیادہ ہے یا اللہ تعالیٰ کو۔

فَائِدَة: [۱۹۸] **آیت کے تکرار کی وجہ:**...... یہی آیت عنقریب گذر چکی ہے مگر چونکہ اہلِ کتاب کے دل میں اپنی بزرگ زادگی کی وجہ سے خوب جم رہا تھا کہ ہمارے اعمال کیسے ہی برے ہوں بالآخر ہمارے باپ دادا ہم کو ضرور بخشوائیں گے۔ اس لیے اس بیہودہ خیال کے روکنے کے لیے تاکیداً اس آیت کو مکرر بیان فرمایا، یا یوں کہو کہ پہلی آیت میں اہلِ کتاب کو خطاب تھا اور اس آیت میں آپ کی اُمت کو ہے کہ اس بیہودہ خیال میں ان کا اتباع نہ کریں کیونکہ ایسی توقع اپنے بزرگوں سے ہر کسی کے دل میں آ ہی جاتی ہے جو سراسر بیوقوفی ہے۔ اب اس کے بعد یہود وغیرہ کی دوسری بیوقوفی کی اطلاع دی جاتی ہے جو بہ نسبت تحویلِ قبلہ عنقریب ظاہر ہونے والی ہے۔

............☆☆☆......الحمد اللہ پہلا پارہ ختم ہوا......☆☆☆............

پارہ نمبر: ۲

الجزء ۲

سَيَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰىهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِيْ كَانُوْا عَلَيْهَا ؕ قُلْ
اب کہیں گے بیوقوف لوگ کہ کس چیز نے پھیر دیا مسلمانوں کو ان کے قبلہ سے جس پر وہ تھے ف۱۹۹ تو کہہ
لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۴۲﴾ وَكَذٰلِكَ
اللہ ہی کا ہے مشرق اور مغرب چلائے جس کو چاہے سیدھی راہ پر ف۲۰۰ اور اسی طرح
جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ وَيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ
کیا ہم نے تم کو امت معتدل تاکہ تم ہو گواہ لوگوں پر اور ہو رسول تم پر گواہی
شَهِيْدًا ؕ وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِيْ كُنْتَ عَلَيْهَآ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ
دینے والا ف۲۰۱ اور نہیں مقرر کیا تھا ہم نے وہ قبلہ کہ جس پر تو پہلے تھا مگر اس واسطے کہ معلوم کریں کون تابع رہے گا رسول کا
يَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَيْهِ ؕ وَاِنْ كَانَتْ لَكَبِيْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ
اور کون پھر جائے گا الٹے پاؤں ف۲۰۲ اور بے شک یہ بات بھاری ہوئی مگر ان پر جن کو راہ دکھائی اللہ نے ف۲۰۳ اور اللہ ایسا نہیں کہ
لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۳﴾ قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ
ضائع کرے تمہارا ایمان بے شک اللہ لوگوں پر بہت شفیق نہایت مہربان ہے ف۲۰۴ بے شک ہم دیکھتے ہیں بار بار اٹھنا تیرے منہ کا
فِي السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ
آسمان کی طرف سو البتہ پھیریں گے ہم تجھ کو جس قبلہ کی طرف تو راضی ہو ف۲۰۵ اب پھیر منہ اپنا طرف مسجد
الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ
الحرام کے ف۲۰۶ اور جس جگہ تم ہوا کرو پھیرو منہ اسی طرف ف۲۰۷ اور جن کو ملی ہے کتاب البتہ
اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۴﴾
جانتے ہیں کہ یہی ٹھیک ہے ان کے رب کی طرف سے اور اللہ بے خبر نہیں ان کاموں سے جو وہ کرتے ہیں ف۲۰۸

فائدہ:[۱۹۹] قبلہ تبدیل کرنے پر اعتراضات :...... حضرت ﷺ جب مکہ سے مدینہ میں تشریف لائے تو سولہ سترہ مہینے بیت المقدس ہی کی طرف نماز پڑھتے رہے، اُس کے بعد کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم آ گیا تو یہود اور مشرکین اور منافقین اور بعضے کچے مسلمان ان کے بہکانے سے شبہے ڈالنے لگے کہ یہ تو بیت المقدس کی طرف نماز پڑھا کرتے تھے جو قبلہ تھا پہلے انبیاء کا، اب انہیں کیا ہوا جو اُس کو چھوڑ کر کعبہ کو منہ کرنے لگے؟ کسی نے کہا کہ یہود کی عداوت وحسد سے ایسا کیا، کسی نے کہا کہ یہ اپنے دین میں متردّد اور متحیر ہیں جن سے ان کا نبی اللہ ہونا ظاہر نہیں ہوتا۔ مخالفوں کے اس اعتراض اور اُس کے جواب کی جو آگے ہے اللہ نے اطلاع فرما دی کہ کسی کو اس وقت کوئی تردّد نہ ہو اور جواب میں تامل نہ ہو۔

فائدہ:[۲۰۰] اللہ کی طرف سے اعتراضات کا جواب :...... یعنی اے محمد! کہہ دو کہ نہ ہم نے یہود کے حسد سے اور نہ کسی نفسانی تعصب اور اپنی رائے کے اتباع سے قبلہ کو بدلا بلکہ محض اتباعِ فرمانِ خداوندی سے جو کہ ہمارا اصل دین ہے ہم نے ایسا کیا، پہلے بیت المقدس کو منہ کرنے کا حکم تھا اس کو ہم نے تسلیم کیا، اب کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم آیا اُس کو دل سے قبول کیا ہم سے اس کی وجہ پوچھنا اور ہم پر اعتراض کرنا سخت حماقت ہے۔ غلام تابع دار پر یہ اعتراض کرنا کہ تو پہلے وہ کام کرتا تھا اب یہ کام کیوں کرنے لگا عاقل کا کام نہیں، اور اگر ان احکامِ مختلفہ کے اسرار دریافت کرتے ہو تو اُس کے تمام اسرار کون سمجھے اور تم بیوقوفوں کو کون سمجھائے، البتہ اتنی بات ہر کوئی سمجھ سکتا ہے اور ہر ایک کو سمجھا سکتا ہے کہ قبلہ کا معین فرمانا تو طریقہ عبادت کو بتلانے کی غرض سے ہے، اصل عبادت ہرگز نہیں۔ اور اس بارے میں حق تعالیٰ کا معاملہ جدا جدا ہے کسی کو اپنی حکمت ورحمت کے مطابق ایک خاص رستہ بتلایا جاتا ہے کسی کو دوسرا، تمام مواقع اور جملہ جہات کا وہ مالک ہے جس کو جس وقت چاہتا ہے اس کو ایسا رستہ بتلا دیتا ہے جو نہایت سیدھا اور سب رستوں سے مختصر اور قریب تر ہو چنانچہ ہم کو اس وقت اس قبلہ کی ہدایت فرمائی جو سب قبلوں میں افضل اور بہتر ہے۔

فائدہ:[۲۰۱] امتِ محمدیہ کی فضیلت دوسری اُمتوں سے بڑھ کر ہے :...... یعنی جیسا تمہارا قبلہ کعبہ ہے جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ اور تمام قبلوں سے افضل ہے ایسا ہی ہم نے تم کو سب اُمتوں سے افضل اور تمہارے پیغمبر کو سب پیغمبروں سے کامل اور برگزیدہ [پسندیدہ] کیا، تاکہ اس فضیلت اور کمال کی وجہ سے تم تمام امتوں کے مقابلہ میں گواہ، مقبول الشہادۃ قرار دیئے جاؤ اور محمد رسول اللہ ﷺ تمہاری عدالت وصداقت کی گواہی دیں جیسا کہ احادیث میں وارد ہے کہ جب پہلی اُمتوں کے کافر اپنے پیغمبروں کے دعوے کی تکذیب کریں گے اور کہیں گے کہ ہم کو تو کسی نے بھی دنیا میں ہدایت نہیں کی اس وقت آپ کی امت انبیاء کے دعوے کی صداقت پر گواہی دے گی اور رسول اللہ ﷺ جو اپنے اُمتیوں کے حالات سے پورے واقف ہیں اُن کی صداقت وعدالت پر گواہ ہوں گے اس وقت وہ اُمتیں کہیں گی کہ انہوں نے تو ہمارا زمانہ پایا نہ ہم کو دیکھا پھر گواہی کیسے مقبول ہو سکتی ہے، اس وقت آپ کی اُمت جواب دے گی کہ ہم کو خدا کی کتاب اور اس کے رسول کے بتلانے سے اس امر کا علمِ یقینی ہوا اُس کی وجہ سے ہم گواہی دیتے ہیں۔

فائدہ:...... وسط یعنی معتدل کا یہ مطلب ہے کہ یہ اُمت ٹھیک سیدھی راہ پر ہے جس میں کچھ بھی کجی [ٹیڑھا پن] کا شائبہ نہیں اور افراط وتفریط [کمی وزیادتی] سے بالکل بری ہے۔

فائدہ:[۲۰۲] قبلہ تحویل (تبدیل) کرنے کی حکمت :...... یعنی اصلی قبلہ تمہارا تو کعبہ ہی تھا جو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے چلا آتا ہے اور چند روز کے لیے جو بیت المقدس مقرر کر دیا تھا، وہ تو صرف امتحان کے لیے تھا کہ کون تابعداری پر قائم رہتا ہے اور کون دین سے پھر جاتا ہے، سو اس میں جو لوگ ایمان پر قائم رہے ان کا بڑا درجہ ہے۔

فائدہ:......اس آیت میں ﴿لِنَعْلَمَ﴾ جو صیغہ استقبال ہے اور دیگر آیات میں جو ﴿حَتّٰی نَعْلَمَ﴾ [محمد:۳۱] اور ﴿فَلَيَعْلَمَنَّ﴾ [العنكبوت:۳]

اور ﴿لَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ﴾ [آل عمران: ۱۴۲] اور ﴿وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ﴾ [محمد: ۳۱] اور ﴿اِلَّا لِنَعْلَمَ﴾ [سبا: ۲۱] وغیرہ کلمات موجود ہیں ان سب سے بظاہر یوں سمجھ میں آتا ہے کہ حق تعالیٰ کو نعوذ باللہ ان اشیاء کا علم بعد کو ہوا، اُن چیزوں کے وجود سے پہلے علم نہ تھا، حالانکہ اُس کا علم ہر چیز کے ساتھ قدیم ہے ﴿وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا﴾ [الاحزاب: ۴۰]۔ علماء نے کئی طرح سے اس کا جواب دیا ہے بعض نے علم سے متمیز اور جدا جدا کر دینا مراد لیا ہے، بعض نے امتحان کے معنی لیے، کسی نے علم کو بمعنی رؤیت لیا، کسی نے مستقبل کو بمعنی ماضی فرمایا، بعض نے حدوثِ علم کو نبی اور مومنین کی طرف رجوع کیا یا مخاطبین کی طرف لوٹایا، بعض اکابر محققین نے علم حالی جو بعد وجود معلوم متحقق ہوتا ہے، جس پر جزاو سزا، مدح وذم مترتب ہوتی ہے مراد لیا، اور اسی کو پسند فرمایا، بعض راسخین مدققین نے اس کے متعلق دو باتیں نہایت دقیق وانیق [باریک ونازک] بیان فرمائیں۔ اوّل کا خلاصہ یہ ہے کہ حسب ارشاد ﴿وَاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا﴾ [الطلاق: ۱۲] تمام چیزیں اوّل سے آخر تک حقیر وعظیم، قلیل وکثیر خدا کے سامنے ہیں اور سب کا علم اُس کو ایک ساتھ ہے اس کے علم میں تقدم وتاخر ہرگز نہیں مگر آپس میں ایک دوسرے کی نسبت بیشک مقدم اور مؤخر گنی جاتی ہیں، سو علم خداوندی کے حساب سے تو سب کی سب بہ منزلہ شے واحد موجود ہیں اس لیے وہاں ماضی، حال، استقبال نکالنا بالکل غلط ہوگا، البتہ تقدم وتاخر باہمی کی وجہ سے یہ تینوں زمانے بالبداہت جدا جدا نکلیں گے سو جناب باری کبھی تو حسب موقع وحکمت اپنے معلوم ہونے کے لحاظ سے کلام فرماتا ہے اور کبھی اُن وقایع کے تقدم وتاخر کا لحاظ ہوتا ہے۔ پہلی صورت میں تو ہمیشہ بلحاظ ایک فرق دقیق کے ہمیشہ ماضی کا صیغہ یا حال کا صیغہ مستعمل ہوتا ہے استقبال کا صیغہ مستعمل نہیں ہوسکتا اور دوسری صورت میں ماضی کے موقع میں ماضی اور حال کے موقع میں حال اور استقبال کی جگہ استقبال لایا جاتا ہے، سو جہاں کہیں وقایع آیندہ کو ماضی کے الفاظ سے بیان فرمایا ہے جیسا ﴿وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ﴾ [الاعراف: ۴۴] وغیرہ تو وہاں اس کا لحاظ ہے کہ حق تعالیٰ کو سب مستحضر اور پیش نظر ہے اور جہاں اُمورِ گزشتہ کو صیغۂ استقبال سے بیان فرمایا ہے جیسا اسی آیت میں ﴿اِلَّا لِنَعْلَمَ﴾ ہے یا اور اس کے سوا تو وہاں یہ مد نظر ہے کہ یہ نسبت اپنے ماقبل کے مستقبل ہے علمِ الٰہی کے لحاظ سے استقبال نہیں جو اس کے علم میں حدوث کا وہم ہو۔ دوسری تحقیق کا خلاصہ یہ ہے کہ ہم کو علمِ اشیاء دو طریق سے حاصل ہوتا ہے ایک تو بلا واسطہ دوسرا بواسطہ مثلاً: آگ کو کبھی تو آنکھ سے مشاہدہ کرتے ہیں اور کبھی آگ تو ہم سے کسی آڑ میں ہوتی ہے مگر دھوئیں کو دیکھ کر آگ کا یقین ہوجاتا ہے۔ اور بسا اوقات یہ دونوں علم ایک جگہ ایک ساتھ موجود ہوتے ہیں مثلاً: آگ کو پاس سے دیکھئے تو دھواں بھی اس کے ساتھ نظر آئے گا۔ سو اس صورت میں آگ کا علم دونوں طرح حاصل ہوگا ایک تو بلا واسطہ کیونکہ آنکھ سے آگ کو دیکھ رہے ہیں، دوسرا بواسطہ یعنی آگ کا علم دھوئیں کے واسطہ سے اور یہ دونوں علم ہر چند ایک ساتھ ہیں آگے پیچھے پیدا نہیں ہوئے مگر علم بواسطہ، علم بلا واسطہ میں ایسا محو [زائل] ہوتا ہے کہ اُس کا دھیان بھی نہیں گذرتا۔ علیٰ ہذا القیاس کبھی دو چیزوں کا علم بلا واسطہ بھی ایک ساتھ حاصل ہوتا ہے مثلاً: آگ اور دھوئیں کو ایک ساتھ دیکھئے اسی طرح کبھی ایک شے کا علم بلا واسطہ اور دوسری شے کا علم پہلی شے کے واسطہ سے ایک ساتھ حاصل ہوتے ہیں مثلاً: دھوئیں کا علم بلا واسطہ اور آگ کا علم دھوئیں کے واسطہ سے یا آگ کا علم بلا واسطہ اور دھوئیں کا علم آگ کے واسطہ سے دونوں ساتھ ہی پیدا ہوتے ہیں مگر جیسا قلم کو ہاتھ میں لے کر لکھیں تو ہر چند ہاتھ اور قلم ساتھ ہی ہلتے ہیں لیکن پھر یوں کہتے ہیں کہ ہاتھ پہلے ہلا تو قلم ہلا اسی طرح پر عقلِ سلیم باوجود ایک ساتھ ہونے کے ایک شے کے علم بلا واسطہ کو دوسری شے کے علم بالواسطہ سے جو بواسطہ پہلی شے کے حاصل ہوا ہے ایک طرح پر ضرور مقدم سمجھتی ہے جب یہ باتیں معلوم ہوچکیں تو اب سنیے کہ خداوند علیم کو بھی تمام اشیاء کا علم دونوں طرح پر ہے، بلا واسطہ اور بواسطہ یکدگر [ایک دوسرے کے واسطے سے] یعنی لوازم کا ملزومات سے اور ملزومات کا لوازم سے، اور دونوں علم ازل سے برابر ساتھ ہیں گو علم بواسطہ کسی چیز کا اُس کے علم بلا واسطہ میں محو اور مضمحل [کم ہونے والا] ہو اور ایسا ہی ایک چیز کا علم بلا واسطہ اور دوسری چیز کا علم بالواسطہ برابر ساتھ ہے اور دونوں قدیم ہیں گو علم بلا واسطہ کو بطریق مذکور مقدم اور علم بالواسطہ کو مؤخر کہیں، سو جہاں کہیں علم

خداوندی کے ذکر میں صیغۂ استقبال کا معنی استقبال کے پائے جاتے ہیں وہ علم بالواسطہ کے لحاظ سے ہے زمانہ کے اعتبار سے کچھ تفاوت نہیں اور جہاں کہیں ماضی یا حال مستعمل ہے وہاں علم بلاواسطہ مراد ہے اور علم بالواسطہ کے اعتبار سے کلام فرمانے میں یہ حکمت ہے کہ کلام الٰہی کے مخاطب آدمی ہیں اور ان کو اکثر اشیاء کا علم بالواسطہ ہوتا ہے اور جہاں کہیں جناب باری نے اپنے علم میں صیغۂ استقبال استعمال فرمایا ہے وہ وہی امور ہیں جو بنی آدم کو بلاواسطہ معلوم نہیں ہو سکتے، اگر ایسے مواقع میں بنی آدم سے باعتبار علم بلاواسطہ کلام کیا جاتا تو اُن پر پورا الزام نہ ہوتا اور جہاں یہ مصلحت نہیں وہاں باعتبار علم بلاواسطہ صیغۂ ماضی یا حال کا استعمال کیا جاتا ہے مگر بنی آدم کو چونکہ ان اشیاء کا علم بلاواسطہ ہو ہی نہیں سکتا اور اُن واسطوں کا علم قبل اُن کے وجود کے بنی آدم کو ممکن نہیں اور اس وجہ سے اُن کے تمام علوم برابر حاصل نہیں ہوتے تو وہ خدا کو اپنے اوپر قیاس کر کے صیغۂ استقبال سے حدوث سمجھ جاتے ہیں اور حیران ہوتے ہیں کہ علم الٰہی میں تو حدوث ثابت ہو گیا مگر فہمیدہ اشخاص جو نکتۂ مذکورہ سے واقف ہیں سب کو مطابق یکدگر سمجھتے ہیں۔ والحمدللہ!

فائدہ: [۲۰۳] **بیت المقدس کو قبلہ بنانے کا حکم امتحاناً تھا:**...... اوّل سے آپ کے لیے خانۂ کعبہ قبلہ مقرر ہوا تھا بیچ میں چند عرصہ کے لیے امتحاناً بیت المقدس کو قبلہ مقرر فرمایا اور سب جانتے ہیں کہ امتحان اُسی چیز میں ہوتا ہے جو نفس پر دشوار ہو، سو حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ بیشک بجائے کعبہ بیت المقدس کو قبلہ بنانا لوگوں کو بھاری معلوم ہوا عوام مسلمین کو تو اس وجہ سے کہ وہ عموماً عرب اور قریش تھے اور کعبہ کی افضلیت کے معتقد تھے اُن کو اپنے خیال اور رسم و عادت کے خلاف کرنا پڑا اور خواص کے گھبرانے کی یہ وجہ تھی کہ ملتِ ابراہیمی کے خلاف تھا جس کی موافقت کے مامور تھے اور اخص الخواص جن کو ذوقِ سلیم اور تمیز مراتب کی لیاقت عطا ہوئی تھی، وہ کعبہ کے بعد بیت المقدس کی طرف متوجہ ہونے کو ترقیٔ معکوس [اُلٹا] خیال کرتے تھے، مگر جن حضرات کو حکمت و اسرار تک رسائی تھی اور حقیقت کعبہ اور حقیقت بیت المقدس کو بنور فراست جُدا جُدا مع فرقِ مراتب سمجھتے تھے وہ جانتے تھے کہ جناب رسول اللہ ﷺ تمام انبیاء کے کمالات کے جامع اور آپ کی رسالت جملہ عالم اور تمام اُمتوں کے لیے شامل ہے اس لیے ضرور ہے کہ استقبال بیت المقدس کی بھی نوبت آئے یہی وجہ ہے کہ شب معراج میں تمام انبیائے سابقین سے ملاقات بھی ہوئی اور اس کے بعد استقبال بیت المقدس کا بھی حکم ہوا۔ واللہ اعلم!

فائدہ: [۲۰۴] **ایک شبہ کا ازالہ:**...... یہود نے کہا کہ کعبہ قبلہ اصلی ہے تو اتنی مدت کی نماز جو بیت المقدس کی طرف پڑھی تھی ضائع ہوئی، بعض مسلمانوں کو شبہ ہوا کہ بیت المقدس جب قبلہ اصلی نہ تھا تو جو مسلمان اُسی حالت پر مر گئے اُن کے ثواب میں نقصان رہا باقی زندہ رہنے والے تو آئندہ کو مکافات [بدلہ] اور اُس کا تدارک [تلافی] کر لیں گے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ جب تم نے بیت المقدس کی طرف نماز محض مقتضائے ایمانی اور اطاعتِ حکم خداوندی کے سبب پڑھی تو تمہارے اجر و ثواب میں کسی طرح کا نقصان نہ ڈالا جائے گا۔

فائدہ: [۲۰۵] **کعبہ کو دوبارہ قبلہ بنانے کا حکم اور اس کی وجوہات:**...... چونکہ آپ کا اصلی قبلہ اور آپ کے کمالات کے مناسب خانہ کعبہ تھا اور سب قبلوں سے افضل اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کا بھی قبلہ وہی تھا۔ ادھر یہود طعن کرتے تھے کہ یہ نبی شریعت میں ہمارے مخالف اور ملتِ ابراہیمی کے موافق ہو کر ہمارا قبلہ کیوں اختیار کرتے ہیں ان وجوہ سے جس زمانہ میں آپ بیت المقدس کی طرف نماز پڑھتے تھے تو دل یہی چاہتا تھا کہ کعبہ کی طرف منہ کرنے کا حکم آجائے اور اس شوق میں آسمان کی طرف منہ اُٹھا کر ہر طرف کو دیکھتے تھے کہ شاید فرشتہ حکم لاتا ہو، اُس پر یہ آیت اُتری اور استقبال کعبہ کا حکم آ گیا۔

فائدہ: [۲۰۶] **کعبہ کو مسجد الحرام کہنے کی وجہ:**...... یعنی کعبہ کی طرف اور اس کو مسجد الحرام اس لیے کہتے ہیں کہ وہاں مقاتلہ کرنا اور شکار کرنا جانوروں کا اور درخت اور گھاس کا کاٹنا وغیرہ امور حرام ہیں اور کسی مسجد کی اتنی حرمت و عزت نہیں جس قدر مسجد الحرام کی حرمت ہے، جب تحویلِ قبلہ کا یہ حکم نازل ہوا تو آپ باجماعت مسجد بنی سلمہ میں ظہر کی نماز پڑھ رہے تھے دو رکعت بیت المقدس کی طرف پڑھ چکے تھے

نماز ہی میں آپ نے اور سب مقتدیوں نے کعبہ کی طرف منہ پھیر لیا اور باقی دو رکعتیں پوری کیں۔ اس مسجد کا نام مسجد القبلتین اور ذو القبلتین ہو گیا یعنی دو قبلہ والی۔

فائدہ:[۲۰۷]...... یعنی حضر میں یا سفر میں مدینہ میں یا دوسرے شہر میں جنگل میں یا دریا میں یا خود بیت المقدس میں جہاں کہیں ہو کعبہ کی طرف منہ کر کے نماز پڑھو۔

فائدہ:[۲۰۸] اہل کتاب کے اعتراض کی پروا مت کرو:...... یعنی اہل کتاب جو تحویل قبلہ کی نسبت اعتراض کریں اس کی ہرگز پرواہ نہ کرنا کیونکہ اُن کو کتاب سے معلوم ہے کہ پیغمبر آخر الزماں بیت المقدس کی طرف کچھ دنوں نماز پڑھیں گے اور آخر کو کعبہ کی طرف پڑھیں گے اور یہ بھی اُن کو معلوم ہے کہ اصلی اور دائمی قبلہ اُن کا ملتِ ابراہیمی کے موافق ہوگا اس لیے اس تحویل قبلہ کو وہ بھی حق سمجھتے ہیں محض حسد سے جو چاہیں کہیں سو حق تعالیٰ اُن کی باتوں کو خوب جانتا ہے جس کا نتیجہ اُن کو ایک دن معلوم ہو جائیگا۔

وَلَئِنْ اَتَيْتَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ بِكُلِّ اٰيَةٍ مَّا تَبِعُوْا قِبْلَتَكَ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِتَابِعٍ

اور اگر تو لائے اہل کتاب کے پاس ساری نشانیاں تو بھی نہ مانیں گے تیرے قبلہ کو اور نہ تو مانے

قِبْلَتَهُمْ ۚ وَمَا بَعْضُهُمْ بِتَابِعٍ قِبْلَةَ بَعْضٍ ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا

ان کا قبلہ اور نہ ان میں ایک مانتا ہے دوسرے کا قبلہ ف۲۰۹ اور اگر تو چلا ان کی خواہشوں پر

جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ اِنَّكَ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۵﴾ اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ

بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچا تو بے شک تو بھی ہوا بے انصافوں میں ف۲۱۰ جن کو ہم نے دی ہے کتاب پہچانتے ہیں اس

كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ؕ وَاِنَّ فَرِيْقًا مِّنْهُمْ لَيَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۴۶﴾

کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو اور بے شک ایک فرقہ ان میں سے البتہ چھپاتے ہیں حق کو جان کر

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا

حق وہی ہے جو تیرا رب کہے پھر تو نہ ہو شک لانے والا ف۲۱۱ اور ہر کسی کے واسطے ایک جانب ہے یعنی قبلہ کہ وہ منہ کرتا ہے اس طرف

الْخَيْرٰتِ ؕ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۴۸﴾

سو تم سبقت کرو نیکیوں میں جہاں کہیں تم ہو گے کر لائے گا تم کو اللہ اکٹھا بے شک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے ف۲۱۲

وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاِنَّهٗ لَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ ؕ

اور جس جگہ سے تو نکلے سو منہ کر اپنا مسجد الحرام کی طرف اور بے شک یہی حق ہے تیرے رب کی طرف سے

وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَمِنْ حَيْثُ خَرَجْتَ فَوَلِّ وَجْهَكَ شَطْرَ

اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کاموں سے اور جہاں سے تو نکلے منہ کر اپنا مسجد الحرام کی طرف

وقف لازم — وقف منزل — ع ۱۷ — وقف غفران

الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَحَيْثُ مَا كُنْتُمْ فَوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ شَطْرَهٗ ؕ لِئَلَّا يَكُوْنَ

اور جس جگہ تم ہوا کرو منہ کرو اسی کی طرف ۲۱۱ تاکہ نہ رہے لوگوں کو تم سے

لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ ۗ إِلَّا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مِنْهُمْ ۚ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِيْ ۚ

جھگڑنے کا موقع مگر جو ان میں بے انصاف ہیں سو ان سے (یعنی ان کے اعتراضوں سے) نہ ڈرو اور مجھ سے ڈرو ۲۱۴

وَلِأُتِمَّ نِعْمَتِيْ عَلَيْكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝۱۵۰

اور اس واسطے کہ کامل کروں تم پر فضل اپنا تاکہ تم پاؤ راہ سیدھی ۲۱۵

فائدہ:[۲۰۹] اہلِ کتاب کی ہٹ دھرمی:......یعنی جب یہ بات ہے کہ اہلِ کتاب استقبال قبلہ کو حق جان کر بوجہ حسد وعناد حق پوشی کرتے ہیں تو ان سے اپنے قبلہ کی موافقت کی ہرگز توقع مت رکھو، وہ تو ایسے متعصب ہیں کہ اگر ان کو تمام نشانیاں جو ممکن الوقوع ہیں دکھلا دو گے جب بھی تمہارے قبلہ کو نہ مانیں گے وہ تو اس ہوس میں ہیں کہ کسی طرح تم کو اپنا تابع بنالویں اسی وجہ سے کہا کرتے تھے کہ ہمارے قبلہ پر قائم رہتے تو ہم سمجھتے کہ تم نبی موعود [جس کے آنے کا وعدہ کیا گیا ہے] ہو کہ شاید پھر ہمارے قبلہ کی طرف رجوع کرلیں، سو یہ اُن کا خیالِ باطل اور طمعِ خام [پوری نہ ہونے والی آرزو] ہے، تم کسی وقت میں بھی اُن کے قبلہ کا اتباع نہیں کرسکتے، اب استقبال کعبہ کا حکم قیامت تک منسوخ نہیں ہوسکتا اور دوسروں کے تابع بنانے کا ارادہ تو بعد میں کریں پہلے اہلِ کتاب تو آپس میں دربارۂ امرِ قبلہ [قبلہ کے بارے میں] موافق ہوجائیں یہود کا قبلہ صخرہ بیت المقدس ہے اور نصاریٰ کا قبلہ بیت المقدس کی شرقی جانب ہے جہاں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا نفخِ روح ہوا تھا، جب وہ ہی باہم موافق نہیں ہوسکتے تو پھر مسلمانوں سے اس متابعتِ نقیضین کی توقع کرنی محض حماقت ہے۔

فائدہ:[۲۱۰]......یعنی ان دلائل سے قطع نظر کر کے تھوڑی دیر کے لیے اگر مان بھی لیا جائے کہ آپ نعوذ باللہ اہلِ کتاب کے قبلہ کی متابعت نزولِ وحی اور علمِ یقینی کے خلاف کر بھی لیویں، تو اس تقدیرِ محال پر بیشک آپ بھی بے انصافوں میں شمار ہوں۔ اور نبی سے یہ امرِ شنیع [بری بات] کسی طرح ممکن نہیں تو معلوم ہو گیا کہ قبلۂ اہلِ کتاب کی متابعت آپ سے ہرگز ممکن نہیں کہ سراسر علم کے خلاف یعنی جہل اور گمراہی ہے۔

فائدہ:[۲۱۱] اہلِ کتاب کا حق کا چھپانا جاننے کے باوجود:......یعنی اگر تم کو یہ خیال ہو کہ کاش کعبہ کا مسلمانوں کے لیے قبلہ ہونا اہلِ کتاب بھی کسی طرح تسلیم کرلیں اور دوسرے لوگوں کو شبہ میں ڈالتے نہ پھریں، تو میرے نبی موعود ہونے میں خلجان [فکر] باقی نہ رہے تو جان لو کہ اہلِ کتاب کو تمہارا بہت پورا علم ہے، آپ کے نسب وقبیلہ ومولد ومسکن وصورت وشکل واوصاف واحوال سب کو جانتے ہیں، جس کی وجہ سے اُن کو آپ کا علم اور آپ کے نبی موعود ہونے کا ایسا یقین ہے جیسا بہت سے لڑکوں میں اپنے بیٹوں کو بلاتامل وتردد پہچانتے ہیں، مگر اس امر کو بعض تو ظاہر کرتے ہیں اور بعض دیدہ ودانستہ [جان بوجھ کر] امرِ حق کو چھپاتے ہیں لیکن اُن کے چھپانے سے کیا ہوتا ہے حق بات تو وہی ہے جو اللہ کی طرف سے ہو، اہلِ کتاب مانیں یا نہ مانیں اُن کی مخالفت سے کسی قسم کا تردد مت کرو۔

فائدہ:[۲۱۲] ہر امت کے لئے ایک قبلہ متعین ہے:......یعنی اللہ نے ہر ایک اُمت کے لیے ایک ایک قبلہ کا حکم فرمایا جس کی طرف بوقتِ عبادت اپنا منہ کیا کریں۔ یا ہر ایک قوم مسلمان کعبہ سے جدا جدا سمت میں واقع ہے کوئی مشرق میں کوئی مغرب میں۔ سو اس میں جھگڑنا فضول اور اپنے قبلہ یا اپنی سمت پر ضد کرنا عبث ہے جو نیکیاں مقصود ومطلوب ہیں اُن کی طرف البتہ پیش قدمی کرو اور اُس بحث کو چھوڑو، جس

جگہ اور جس قبلہ اور جس سمت کعبہ کی طرف تم ہو گے لائے گا تم سب کو اللہ میدان حشر میں اور تمہاری نمازیں ایسی سمجھی جائیں گی گویا ایک ہی جہت کی طرف ہوئی ہیں، پھر ایسی بات میں کیوں جھگڑتے ہو۔

فائدہ: [۲۱۳] قبلہ کی تبدیلی سے متعلق تین مرتبہ حکم:...... تحویل قبلہ کا حکم مکرر سہ کرر [تین مرتبہ] یا تو اس واسطے بیان فرمایا کہ اُس کی علل متعدد تھیں تو ہر علت کو بتلانے کے لیے اس حکم کا اعادہ فرمایا ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ﴾ الآیۃ سے معلوم ہوا کہ اپنے رسول کی رضا جوئی اور اظہار تکریم کے لیے اللہ تعالیٰ نے ایسا کیا اور ﴿وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا﴾ سے معلوم ہوا کہ عادت اللہ یہی ہے کہ ہر ملت اور ہر ایک رسولِ صاحب شریعت مستقل کے لیے اُس کے مناسب ایک قبلہ مقرر ہونا چاہیے اور ﴿لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَيْكُمْ حُجَّةٌ﴾ سے معلوم ہوا کہ حکم مذکور کی علت یہ ہے کہ مخالف کا الزام عائد نہ ہو سکے یا اس تکرار کی یہ وجہ ہے کہ اول تو قبلہ قابلِ اہتمام دوسرے احکام الٰہیہ میں نسخ ہونا بیوقوفوں کی سمجھ سے باہر پھر تحویلِ قبلہ اوّل نسخ ہے جو شریعتِ محمدی میں ظاہر ہوا، اس لیے اس کی تاکید در تاکید عین حکمت و بلاغت ہے یا یہ وجہ ہے کہ اوّل آیت میں تعمیم احوال اور دوسری آیت میں تعمیم امکنہ اور تیسری میں تعمیم ازمنہ مراد ہے۔

فائدہ: [۲۱۴] قبلہ تبدیل ہونے سے یہود و مشرکین کے منہ بند:...... یعنی کعبہ کو منہ کرنے کا حکم اس واسطے ہوا کہ توریت میں مذکور ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قبلہ خانہ کعبہ ہے اور نبی آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اُسی کی طرف منہ پھیرنے کا حکم ہو جائے گا تو آپ کو تحویل الی الکعبہ کا حکم نہ ہوتا تو یہود ضرور الزام لگاتے، اِدھر مشرکینِ مکہ یہ کہتے کہ حضرت ابراہیم کا قبلہ تو کعبہ تھا یہ نبی ملتِ ابراہیمی کا دعویٰ کر کے پھر قبلہ میں خلاف کیوں کرتے ہیں، تو اب دونوں کو حجت کرنے کا حق نہ رہا مگر بے انصاف اب بھی کچھ نہ کچھ الزام لگائے ہی جائیں گے مثلاً: قریش کہیں گے کہ اُن کو ہمارے قبلہ کا حق ہونا اب معلوم ہوا تو اس کو اختیار کیا اسی طرح پر ہمارے اور احکام بھی رفتہ رفتہ منظور کر لیں گے اور یہود کہیں گے کہ ہمارے قبلہ کی حقانیت ظاہر ہونے اور تسلیم کر لینے کے بعد محض حسد اور نفسانیت کے باعث اپنی رائے سے اُس کو چھوڑ دیا تو ایسے بے انصافوں کے اعتراض کی کچھ پرواہ مت کرو اور ہمارے حکم کے تابع رہو۔

فائدہ: [۲۱۵]...... یعنی یہ قبلہ ہم نے تمہارے لیے اس واسطے مقرر فرمایا کہ دشمنوں کے طعن سے بچو اور اُس کے سبب سے ہمارے انعام و اکرام و برکات و انوار اور ہدایت کے پورے مستحق ہو۔

كَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْكُمْ رَسُوْلًا مِّنْكُمْ يَتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِنَا وَيُزَكِّيْكُمْ وَيُعَلِّمُكُمُ

جیسا کہ بھیجا ہم نے تم میں رسول تم ہی میں کا پڑھتا ہے تمہارے آگے آیتیں ہماری اور پاک کرتا ہے تم کو

الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَيُعَلِّمُكُمْ مَّا لَمْ تَكُوْنُوْا تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۵۱﴾ فَاذْكُرُوْنِيْٓ اَذْكُرْكُمْ

اور سکھلاتا ہے تم کو کتاب اور اس کے اسرار اور سکھاتا ہے تم کو جو تم نہ جانتے تھے ۲۱۶ سو تم یاد رکھو مجھ کو میں یاد رکھوں تم کو

وَاشْكُرُوْا لِيْ وَلَا تَكْفُرُوْنِ ﴿۱۵۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ۭ اِنَّ

اور احسان مانو میرا اور ناشکری مت کرو ۲۱۷ اے مسلمانو مدد لو صبر اور نماز سے بے شک اللہ

اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۳﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ يُّقْتَلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَمْوَاتٌ ۭ بَلْ اَحْيَاۗءٌ

صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ۲۱۸ اور نہ کہو ان کو جو مارے گئے خدا کی راہ میں کہ مردے ہیں بلکہ

معانقہ ۳ ع ۱۸

وَّلٰكِنْ لَّا تَشْعُرُوْنَ ﴿۱۵۴﴾ وَلَنَبْلُوَنَّكُمْ بِشَيْءٍ مِّنَ الْخَوْفِ وَالْجُوْعِ وَنَقْصٍ مِّنَ الْاَمْوَالِ

وہ زندہ ہیں لیکن تم کو خبر نہیں ف۲۱۹ اور البتہ ہم آزمائیں گے تم کو تھوڑے سے ڈر سے اور تھوڑی سی بھوک سے اور نقصان سے مالوں کے اور

وَالْاَنْفُسِ وَالثَّمَرٰتِ ؕ وَبَشِّرِ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۵۵﴾ الَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَتْهُمْ مُّصِيْبَةٌ ۙ قَالُوْٓا اِنَّا

جانوں کے اور میووں کے ف۲۲۰ اور خوش خبری دے ان صبر کرنے والوں کو کہ جب پہنچے ان کو کچھ مصیبت تو کہیں ہم تو اللہ ہی کا مال

لِلّٰهِ وَاِنَّآ اِلَيْهِ رٰجِعُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ عَلَيْهِمْ صَلَوٰتٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرَحْمَةٌ ۟ وَاُولٰٓئِكَ

ہیں اور ہم اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں ایسے ہی لوگوں پر عنایتیں ہیں اپنے رب کی اور مہربانی اور وہی

هُمُ الْمُهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ اِنَّ الصَّفَا وَالْمَرْوَةَ مِنْ شَعَآئِرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنْ حَجَّ الْبَيْتَ اَوِ اعْتَمَرَ

ہیں سیدھی راہ پر ف۲۲۱ بے شک صفا اور مروہ نشانیوں میں سے ہیں اللہ کی ف۲۲۲ سو جو کوئی حج کرے بیت اللہ کا یا عمرہ

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِ اَنْ يَّطَّوَّفَ بِهِمَا ؕ وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۵۸﴾

تو کچھ گناہ نہیں اس کو کہ طواف کرے ان دونوں میں اور جو کوئی اپنی خوشی سے کرے کچھ نیکی تو اللہ قدر داں ہے سب کچھ جاننے والا ف۲۲۳

فائدہ: [۲۱۶] **کعبہ کو قبلہ بنانے کا حکم تکمیل نعمت ہے:**...... یعنی یہ اتمام نعمت اور تکمیلِ ہدایت تم پر ایسی ہوئی جیسی ابتدا میں تم پر یہ اتمام نعمت و ہدایت ہو چکی ہے کہ تم میں ہی سے ایک رسول ایسا بھیجا جو تم کو اَحکامِ خداوندی سمجھا دے اور تم کو بری باتوں سے پاک کرے یعنی علماً اور عملاً تم کو کامل بنا دے۔

فائدہ: [۲۱۷]...... جب ہماری طرف سے تم پر اتمام نعمت مکرر ہو چکا تو اب تم کو لازم ہے کہ ہم کو زبان سے، دل سے، ذکر سے، فکر سے، ہر طرح سے یاد کرو، اور اطاعت کرو، ہم تم کو یاد کریں گے یعنی نئی نئی رحمتیں اور عنایتیں تم پر ہوتی رہیں گی اور ہماری نعمتوں کا شکر خوب ادا کرتے رہو اور ہماری ناشکری اور معصیت سے بچتے رہو۔

فائدہ: [۲۱۸] **صبر اور نماز کے ذریعے مدد مانگنے کا حکم:**...... چونکہ ذکر اور شکر اور ترکِ کفران جو پہلے مذکور ہوئے تمام طاعات اور منہیاتِ شرعیہ کو محیط ہیں جن کا انجام دینا دشوار امر ہے اُس کی سہولت کے لیے یہ طریقہ بتلایا گیا کہ صبر اور صلوٰۃ سے مدد لو کہ ان کی مداومت سے تمام اُمور تم پر سہل کر دیے جائیں گے اور اس آیت میں یہ اشارہ بھی ہے کہ جہاد میں محنت اٹھاؤ جس کا ذکر آگے آتا ہے کہ اُس میں صبر اعلیٰ درجہ کا ہے۔

فائدہ: [۲۱۹] **شہداء ہمیشہ کیلئے زندہ ہیں:**...... یعنی جس نے اللہ کے لیے جان دی وہ اُس جہاں میں جیتے ہیں مگر تم کو اُن کی زندگی کی خبر اور اس کی کیفیت معلوم نہیں اور یہ سب صبر کا نتیجہ ہے۔

فائدہ: [۲۲۰]...... پہلے تو اُن کا ذکر تھا جنہوں نے صبر کا اعلیٰ مرتبہ حاصل کیا یعنی شہداء، اب فرماتے ہیں کہ تمہارا علی العموم تھوڑی تھوڑی تکلیف اور مصیبت میں وقتاً فوقتاً امتحان لیا جائے گا اور تمہارے صبر کو دیکھا جائے گا، صابرین میں داخل ہونا کچھ سہل نہیں اسی واسطے پہلے سے متنبہ فرما دیا۔

فائدہ: [۲۲۱]...... یعنی جن لوگوں نے اِن مصائب پر صبر کیا اور کفرانِ نعمت نہ کیا بلکہ ان مصائب کو وسیلۂ ذکر و شکر بنایا تو ان کو اے پیغمبر

ہماری طرف سے بشارت سنادو۔

فائدہ: [۲۲۲] صفا و مروہ کے درمیان سعی (دوڑنے) کا مشروع ہونا:...... پہلے ذکر تھا تحویل الی الکعبہ کا اور کعبہ کے سب قبلوں سے افضل ہونے کا، اب اُس کے محلِ ادائے حج و عمرہ ہونے کو بیان فرماتے ہیں تا کہو ﴿وَلِاُتِمَّ نِعْمَتِیْ عَلَیْکُمْ﴾ کی تصدیق اور تکمیل خوب ہو جائے۔ یا یوں کہیے کہ اس سے پہلے صبر کی فضیلت مذکور تھی، اب یہ فرمایا گیا کہ دیکھو صفا و مروہ جو شعائر اللہ میں داخل ہوئیں اور اُن میں سعی کرنا حج و عمرہ میں ضروری ہوا، اُس کی وجہ بھی تو ہے کہ یہ فعل صابرین یعنی حضرت ہاجرہ علیہا السلام اور اُن کے صاحبزادہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کے آثار میں سے ہے۔ حدیث و تفسیر و تاریخ میں یہ قصہ مُصرّح مذکور و مشہور ہے جس کے دیکھنے سے ﴿اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ﴾ کی تصدیق ہوتی ہے۔

فائدہ: [۲۲۳] صفا و مروہ کی تاریخ:...... صفا اور مروہ دو (۲) پہاڑیاں ہیں مکہ میں، اہلِ عرب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے ہمیشہ حج کرتے رہے اور حج کرتے تو ان دو (۲) پہاڑیوں کا بھی طواف کرتے، کفر کے زمانہ میں ان دو (۲) پہاڑیوں پر کفار نے دو (۲) بت رکھے تھے اُن کی تعظیم کرتے تھے اور سمجھتے تھے کہ یہ طواف ان دو (۲) بتوں کی تعظیم کے لیے ہے، جب لوگ مسلمان ہوئے اور بت پرستی سے تائب ہوئے تو خیال ہوا کہ صفا اور مروہ کا طواف تو ان بتوں کی تعظیم کے لیے تھا جب بتوں کی تعظیم حرام ہوئی تو صفا اور مروہ کا طواف بھی ممنوع ہونا چاہیے، یہ اُن کو معلوم نہ تھا کہ صفا اور مروہ کا طواف تو اصل میں حج کے لیے تھا، کفار نے اپنی جہالت سے بت رکھ چھوڑے تھے وہ دُور ہو گئے اور انصار مدینہ چونکہ کفر کے زمانہ میں بھی صفا اور مروہ کے طواف کو بُرا جانتے تھے تو اسلام کے بعد بھی اُن کو اس طواف میں خلجان ہوا اور آپ سے عرض کیا کہ ہم پہلے سے اس کو مذموم جانتے ہیں اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور فریق اوّل اور ثانی دونوں کو بتلا دیا گیا کہ صفا اور مروہ کے طواف میں کوئی گناہ اور خرابی نہیں، یہ تو اصل سے اللہ کی نشانیاں ہیں اُن کا طواف کرنا چاہیے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یَكْتُمُوْنَ مَاۤ اَنْزَلْنَا مِنَ الْبَیِّنٰتِ وَالْهُدٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا بَیَّنّٰهُ لِلنَّاسِ

بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ ہم نے اتارے صاف حکم اور ہدایت کی باتیں بعد اس کے کہ ہم ان کو کھول چکے لوگوں کے

فِی الْكِتٰبِ ۙ اُولٰٓئِكَ یَلْعَنُهُمُ اللّٰهُ وَیَلْعَنُهُمُ اللّٰعِنُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا وَاَصْلَحُوْا

واسطے کتاب میں ف۲۲۴ ان پر لعنت کرتا ہے اللہ اور لعنت کرتے ہیں ان پر لعنت کرنے والے ف۲۲۵ مگر جنہوں نے توبہ کی

وَبَیَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَیْهِمْ ۚ وَاَنَا التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ﴿۱۶۰﴾ اِنَّ الَّذِیْنَ

اور درست کیا اپنے کام کو اور بیان کر دیا حق بات کو تو ان کو معاف کرتا ہوں ف۲۲۶ اور میں ہوں بڑا معاف کرنے والا نہایت مہربان بے شک جو

كَفَرُوْا وَمَاتُوْا وَهُمْ كُفَّارٌ اُولٰٓئِكَ عَلَیْهِمْ لَعْنَةُ اللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ وَالنَّاسِ

لوگ کافر ہوئے اور مر گئے کافر ہی انہی پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں اور لوگوں

اَجْمَعِیْنَ ﴿۱۶۱﴾ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا ۚ لَا یُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۱۶۲﴾

کی سب کی ف۲۲۷ ہمیشہ رہیں گے اسی لعنت میں نہ ہلکا ہو گا ان پر سے عذاب اور نہ ان کو مہلت ملے گی ف۲۲۸

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ﴿١٦٣﴾ اِنَّ فِىْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ

اور معبود تم سب کا ایک ہی معبود ہے کوئی معبود نہیں اس کے سوا بڑا مہربان ہے نہایت رحم والا ف۲۲۹ بے شک آسمان

وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِىْ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ

اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے بدلتے رہنے میں اور کشتیوں میں جو کہ لے کر چلتی ہیں دریا میں لوگوں کے

النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا

کام کی چیزیں اور پانی میں جس کو کہ اتارا اللہ نے آسمان سے پھر جلایا اس سے زمین کو اس کے مر گئے پیچھے

وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ۪ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَآءِ

اور پھیلائے اس میں سب قسم کے جانور اور ہواؤں کے بدلنے میں اور بادل میں جو کہ تابعدار ہے اس کے حکم کا درمیان آسمان

وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿١٦٤﴾

وزمین کے بے شک ان سب چیزوں میں نشانیاں ہیں عقلمندوں کے لئے ف۲۳۰

فائدہ:[۲۲۴] یہود کا حق چھپانا:...... اس سے مراد یہود کی توریت میں جو آپ کی تصدیق تھی اُس کو اور تحویل قبلہ وغیرہ اُمور کو چھپاتے تھے اور جس نے غرض دنیا کے واسطے اللہ کے حکم کو چھپایا وہ سب اس میں داخل ہیں۔

فائدہ:[۲۲۵] حق چھپانے کی سزا:...... لعنت کرنے والے یعنی جن و انس و ملائکہ بلکہ اور سب حیوانات کیونکہ اُن کی حق پوشی کے وبال میں جب عالم کے اندر قحط، وبا اور طرح طرح کی بلائیں پھیلتی ہیں تو حیوانات بلکہ جمادات تک کو تکلیف ہوتی ہے اور سب اُن پر لعنت کرتے ہیں۔

فائدہ:[۲۲۶]...... یعنی اگرچہ اُن کی حق پوشی کے باعث بعض آدمی گمراہی میں پڑ گئے لیکن جب انہوں نے حق پوشی سے توبہ کر کے اظہار حق پوری طرح کر دیا تو اب بجائے لعنت ہم اُن پر رحمت نازل فرماتے ہیں کیونکہ ہم تو اب و رحیم ہیں۔

فائدہ:[۲۲۷]...... یعنی جس نے خود حق پوشی کی یا کسی دوسرے کی حق پوشی کے باعث گمراہ ہوا اور اخیر تک کافر ہی رہا اور توبہ نصیب نہ ہوئی تو وہ ہمیشہ کو ملعون اور جہنمی ہوا، مرنے کے بعد توبہ مقبول نہیں بخلاف اوّل فریق مذکور سابق کے کہ توبہ نے اُن کی لعنت کو منقطع کر دیا کہ زندگی ہی میں تائب ہو گئے۔

فائدہ:[۲۲۸]...... یعنی اُن پر عذاب یکساں اور متصل رہے گا، یہ نہ ہوگا کہ عذاب میں کسی قسم کی کمی ہو جائے یا کسی وقت اُن کو عذاب سے مہلت مل جائے۔

فائدہ:[۲۲۹] سب کا معبود حقیقی ایک ہی ہے:...... یعنی معبود حقیقی تم سب کا ایک ہی ہے اس میں تعدد کا احتمال بھی نہیں، سو اب جس نے اُس کی نافرمانی کی بالکل مردود اور غارت ہوا دوسرا معبود ہوتا تو ممکن تھا کہ اُس سے نفع کی توقع باندھی جاتی۔ یہ آقائی اور پادشاہی یا اُستادی اور پیری نہیں کہ ایک جگہ موافقت نہ آئی تو دوسری جگہ چلے گئے یہ تو معبودی اور خدائی ہے، نہ اُس کے سوا کسی کو معبود بنا سکتے ہو اور نہ کسی سے اُس کے علاوہ خیر کی توقع کر سکتے ہو۔ جب آیت ﴿وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ﴾ نازل ہوئی تو کفار مکہ نے تعجب کیا کہ تمام عالم کا معبود اور

سب کا کام بنانے والا ایک کیسے ہوسکتا ہے اور اس کی دلیل کیا ہے؟ اس پر آیت ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ﴾ الآیۃ نازل ہوئی اور اُس میں اللہ تعالیٰ نے اپنی قدرت کی نشانیاں بیان فرمائیں۔

فائدہ: [۲۳۰] توحید کے دلائل: ...... یعنی آسمان کے اس قدر وسیع اور اونچا اور بے ستون پیدا کرنے میں اور زمین کے اتنی وسیع اور مضبوط پیدا کرنے اور اُس کے پانی پر پھیلانے میں اور رات اور دن کے بدلتے رہنے اور اُن کے گھٹانے اور بڑھانے میں اور کشتیوں کے دریا میں چلنے میں اور آسمان سے پانی برسانے اور اُس سے زمین کو سرسبز و تر و تازہ کرنے میں اور جملہ حیوانات میں اُس سے توالد و تناسل نشو ونما ہونے میں اور جہاتِ مختلفہ سے ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں کو آسمان اور زمین میں معلق کرنے میں دلائلِ عظیمہ اور کثیرہ ہیں، حق تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی قدرت اور حکمت اور رحمت پر اُن کے لیے جو صاحبِ عقل اور فکر ہیں۔

فائدہ: ...... ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ میں توحیدِ ذات کا اور ﴿الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ﴾ میں توحیدِ صفات کا ثبوت تھا اور ﴿اِنَّ فِیْ خَلْقِ﴾ الآیۃ میں توحیدِ افعال کا ثبوت ہوا جس سے مشرکین کے شبہات بالکلیہ مندفع ہو گئے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ

اور بعضے لوگ وہ ہیں جو بناتے ہیں اللہ کے برابر اوروں کو ف۲۳۱ دوست ان کی محبت ایسی رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ کی ف۲۳۲

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْ يَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْ يَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ

اور ایمان والوں کو اس سے زیادہ تر ہے محبت اللہ کی ف۲۳۳ اور اگر دیکھ لیں یہ ظالم اس وقت کو جب کہ دیکھیں گے عذاب کہ

الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ﴿۱۶۵﴾ اِذْ تَبَرَّاَ الَّذِيْنَ اتُّبِعُوْا مِنَ

قوت ساری اللہ ہی کے لئے ہے اور یہ کہ اللہ کا عذاب سخت ہے ف۲۳۴ جب کہ بیزار ہو جاویں گے وہ کہ جن کی پیروی کی تھی

الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْا وَرَاَوُا الْعَذَابَ وَتَقَطَّعَتْ بِهِمُ الْاَسْبَابُ ﴿۱۶۶﴾ وَقَالَ الَّذِيْنَ

اُن سے کہ جو ان کے پیرو ہوئے تھے اور دیکھیں گے عذاب اور منقطع ہو جائیں گے ان کے سب علاقے ف۲۳۵ اور کہیں گے

اتَّبَعُوْا لَوْ اَنَّ لَنَا كَرَّةً فَنَتَبَرَّاَ مِنْهُمْ كَمَا تَبَرَّءُوْا مِنَّا ؕ كَذٰلِكَ يُرِيْهِمُ

پیرو کیا اچھا ہوتا جو ہم کو دنیا کی طرف لوٹ جانا مل جاتا تو پھر ہم بھی بیزار ہو جاتے ان سے جیسے یہ ہم سے بیزار ہو گئے ف۲۳۶ اسی طرح پر دکھلائے

ع اللّٰهُ اَعْمَالَهُمْ حَسَرٰتٍ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَا هُمْ بِخٰرِجِيْنَ مِنَ النَّارِ ﴿۱۶۷﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ كُلُوْا

گا اللہ ان کو ان کے کام حسرت دلانے کو اور وہ ہرگز نکلنے والے نہیں نار سے ف۲۳۷ اے لوگو کھاؤ زمین کی

مِمَّا فِي الْاَرْضِ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ؕ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

چیزوں میں سے حلال پاکیزہ اور پیروی نہ کرو شیطان کی ف۲۳۸ بے شک وہ تمہارا دشمن

مُّبِيْنٌ ﴿١٦٨﴾ اِنَّمَا يَاْمُرُكُمْ بِالسُّوْٓءِ وَالْفَحْشَآءِ وَاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿١٦٩﴾

ہے صریح وہ تو یہی حکم کرے گا تم کو کہ برے کام اور بے حیائی کرو اور جھوٹ لگاؤ اللہ پر وہ باتیں جن کو تم نہیں جانتے ۲۲۹

فائدہ:[۲۳۱]......یعنی آدمیوں میں جو کہ شعور وعقل میں جمیع مخلوقات سے افضل ہیں، بعضے ایسے بھی ہیں کہ باوجود دلائل ظاہرہ سابقہ کے پھر غیر اللہ کو حق تعالیٰ کا شریک اور اُس کے برابر بناتے ہیں۔

فائدہ:[۲۳۲]......یعنی صرف اقوال واعمال جزئیہ ہی میں ان کو اللہ تعالیٰ کے برابر نہیں مانتے بلکہ محبت قلبی جو کہ صدور اعمال کی اصل ہے اُس تک شرک اور مساوات کی نوبت پہنچا رکھی ہے جو شرک کا اعلیٰ درجہ ہے اور شرک فی الاعمال اس کا خادم اور تابع ہے۔

فائدہ:[۲۳۳] ایمان والوں کی اللہ سے محبت:......یعنی مشرکین کو جو اپنے معبودوں سے محبت ہے مومنین کو اپنے اللہ سے اُس سے بھی بہت زیادہ اور مستحکم محبت ہے، کیونکہ مصائب دنیا میں مشرکین کی محبت بسا اوقات زائل ہو جاتی ہے اور عذاب آخرت دیکھ کر تو بالکل تبرا اور بیزاری ظاہر کریں گے جیسا اگلی آیت میں آتا ہے بخلاف مومنین کے کہ ان کی محبت اپنے اللہ کے ساتھ ہر ایک رنج وراحت، مرض و صحت، دنیا وآخرت میں برابر باقی اور پائیدار رہنے والی ہے اور نیز اہلِ ایمان کو جو اللہ سے محبت ہے وہ اُس محبت سے بھی بہت زیادہ ہے جو محبت کہ اہلِ ایمان ماسوی اللہ یعنی انبیاء واولیاء وملائکہ وعباد وعلماء یا اپنے آباؤ اجداد اور اولاد ومال وغیرہ سے رکھتے ہیں، کیونکہ اللہ تعالیٰ سے تو اس کی عظمتِ شان کے موافق بالاصالہ اور بالاستقلال محبت رکھتے ہیں اور اوروں سے بالواسطہ اور حق تعالیٰ کے حکم کے موافق ہر ایک کے اندازہ کے مطابق محبت رکھتے ہیں......ع

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

خدا اور غیر خدا کو محبت میں برابر کر دینا خواہ وہ کوئی ہو یہ مشرکین کا کام ہے۔

فائدہ:[۲۳۴]......یعنی جن ظالموں نے خدا کے لیے شریک بنائے اگر وہ اُس آنے والے وقت کو دیکھ لیں کہ جس وقت اُن کو عذابِ الٰہی کا مشاہدہ ہوگا کہ زور سارا اللہ ہی کے لیے ہے۔ عذاب خداوندی سے کوئی نہیں بچا سکتا اور اللہ کا عذاب سخت ہے تو ہرگز اللہ کی عبادت کو چھوڑ کر دوسروں کی طرف متوجہ نہ ہوں اور نہ اُن سے امید منفعت رکھیں۔

فائدہ:[۲۳۵]......یعنی وہ وقت ایسا ہوگا کہ بیزار ہو جائیں گے متبوع اپنے تابع داروں سے اور بت پرست اور بتوں میں کوئی علاقہ باقی نہ رہے گا ایک، دوسرے کا دشمن ہو جائے گا عذاب الٰہی دیکھ کر۔

فائدہ:[۲۳۶]......اور مشرکین اُس وقت کہیں گے کہ اگر کسی طرح ہم کو پھر دنیا میں لوٹ جانا نصیب ہو تو ہم بھی اُن سے اپنا انتقام لیں اور جیسا یہ آج ہم سے جدا ہو گئے ہم بھی اُن کو جواب دے کر جدا ہو جائیں لیکن اس آرزو محال سے بجز افسوس کچھ نفع نہ ہوگا۔

فائدہ:[۲۳۷] مشرکین کی حسرت وپشیمانی:......یعنی جیسے مشرکین کو عذاب الٰہی اور اپنے معبودوں کی بیزاری دیکھ کر سخت حسرت ہوگی، اسی طرح پر اُن کے جملہ اعمال کو حق تعالیٰ ان کے لیے موجب حسرت بنا دے گا کیونکہ حج وعمرہ اور صدقات وخیرات جو اچھی باتیں کی ہوں گی وہ سب تو بسبب شرک مردود ہو جائیں گی اور شرک وگناہ جس قدر کیے ہوں گے اُن کا بدلہ عذاب ملے گا تو اب ان کے بھلے اور برے اعمال سب کے سب موجب حسرت ہوں گے کسی عمل سے کچھ نفع نہ ہوگا اور ہمیشہ دوزخ میں رہیں گے، بخلاف موحدین اور اہلِ ایمان کے کہ اگر بسبب معاصی دوزخ میں جائیں گے تو انجام کار نجات پائیں گے۔

فائدہ:[۲۳۸] اہلِ عرب پر دیگر اعمال کی ممانعت:......اہلِ عرب بت پرستی کرتے تھے اور بتوں کے نام پر سانڈ بھی چھوڑتے

تھے اور اُن جانوروں سے نفع اٹھانا حرام سمجھتے تھے اور یہ بھی ایک طرح کا شرک ہے کیونکہ تحلیل و تحریم کا منصب اللہ کے سوا کسی کو نہیں، اس بارہ میں کسی کی بات ماننی گویا اس کو اللہ کا شریک بنانا ہے، اس لیے پہلی آیات میں شرک کی خرابی بیان فرما کر اب تحریم حلال سے ممانعت کی جاتی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جو کچھ زمین میں پیدا ہوتا ہے اُس میں سے کھاؤ بشرطیکہ وہ شرعاً حلال و طیب ہو، نہ تو فی نفسہٖ حرام ہو جیسے مُردار اور خنزیر اور ﴿مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ (جن جانوروں پر اللہ کے سوا کسی کا نام پکارا جائے اور اُس کی قربت مقصود ان جانوروں کے ذبح سے ہو) اور نہ کسی امرِ عارضی سے اُس میں حرمت آگئی ہو جیسے غصب، چوری، رشوت سود کا مال کہ ان سب سے اجتناب ضروری ہے اور شیطان کی پیروی ہرگز نہ کرو کہ جس کو چاہا حرام کر لیا جیسے بتوں کے نام کے سانڈ وغیرہ اور جس کو چاہا حلال کر لیا جیسے ﴿مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ وغیرہ۔

فائدہ: [۲۳۹]......یعنی مسئلے اور احکام شرعیہ اپنی طرف سے بنالو جیسا کہ بہت سے مواقع میں دیکھا جاتا ہے کہ مسائل جزئیہ سے گزر کر امور اعتقادیہ تک نصوصِ شرعیہ کو چھوڑ کر اپنی طرف سے احکام تراشے جاتے ہیں اور نصوصِ قطعیہ اور اقوالِ سلف کی تحریف اور تغلیط کرتے ہیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ

اور جب کوئی ان سے کہے کہ تابعداری کرو اس حکم کی جو کہ نازل فرمایا اللہ نے تو کہتے ہیں ہرگز نہیں ہم تو تابعداری کریں گے اس کی جس پر دیکھا ہم نے

اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْــًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۷۰﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اپنے باپ دادوں کو بھلا اگرچہ ان کے باپ دادے نہ سمجھتے ہوں کچھ بھی اور نہ جانتے ہوں سیدھی راہ ف۲۴۰ اور مثال ان کافروں کی ایسی ہے

كَمَثَلِ الَّذِىْ يَنْعِقُ بِمَا لَا يَسْمَعُ اِلَّا دُعَآءً وَّنِدَآءً ؕ صُمٌّۢ بُكْمٌ عُمْیٌ فَهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿۱۷۱﴾

جیسے پکارے کوئی شخص ایک چیز کو جو کچھ نہ سنے سوا پکارنے اور چلانے کے ف۲۴۱ بہرے گونگے اندھے ہیں سو وہ کچھ نہیں سمجھتے ف۲۴۲

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَاشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ

اے ایمان والو کھاؤ پاکیزہ چیزیں جو روزی دی ہم نے تم کو اور شکر کرو اللہ کا اگر تم اسی کے

تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۷۲﴾ اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ

بندے ہو ف۲۴۳ اس نے تو تم پر یہی حرام کیا ہے مردہ جانور ف۲۴۴ اور لہو ف۲۴۵ اور گوشت سور کا ف۲۴۶ اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ

اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کے سوا کسی اور کا ف۲۴۷ پھر جو کوئی بے اختیار ہو جائے نہ تو نافرمانی کرے اور نہ زیادتی تو اس پر کچھ گناہ نہیں ف۲۴۸ بے شک اللہ ہے بڑا

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۷۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْتُمُوْنَ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَيَشْتَرُوْنَ بِهٖ ثَمَنًا

بخشنے والا نہایت مہربان ف۲۴۹ بے شک جو لوگ چھپاتے ہیں جو کچھ نازل کی اللہ نے کتاب ف۲۵۰ اور لیتے ہیں اس

قَلِيْلًا ۙ اُولٰٓئِكَ مَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ اِلَّا النَّارَ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ اللّٰهُ يَوْمَ

پر تھوڑا سا مول ف۲۵۱ وہ نہیں بھرتے اپنے پیٹ میں مگر آگ ف۲۵۲ اور نہ بات کرے گا ان سے اللہ قیامت کے دن ف۲۵۳

الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۴﴾

اور نہ پاک کرے گا اُن کو ۲۵۴ اور ان کے لئے ہے عذاب دردناک ۲۵۵

فائدہ:[۲۴۰] اللہ کے احکام کے مقابلے میں باپ دادا کی اتباع:...... یعنی حق تعالیٰ کے احکام کے مقابلہ میں اپنے باپ دادا کا اتباع کرتے ہیں اور یہ بھی شرک ہے، چنانچہ بعض جُہال مسلمان بھی ترک نکاح بیوگاں وغیرہ رسوم باطلہ میں ایسی بات کہہ گذرتے ہیں اور بعض زبان سے گو نہ کہیں مگر عمل درآمد سے اُن کے ایسا ہی مترشح ہوتا ہے سو یہ بات اسلام کے خلاف ہے۔

فائدہ:[۲۴۱] کافروں کے متعلق ایک مثال:...... یعنی ان کافروں کو راہ ہدایت کی طرف بلانا ایسا ہے جیسا کوئی جنگل کے جانوروں کو بلائے کہ وہ سوائے آواز کے کچھ نہیں سمجھتے یہی حال اُن لوگوں کا ہے جو خود علم نہ رکھیں اور نہ علم والوں کی بات قبول کریں۔

فائدہ:[۲۴۲]...... یعنی یہ کفار گویا بہرے ہیں جو حق بات بالکل نہیں سنتے گونگے ہیں جو حق بات نہیں کہتے اندھے ہیں جو راہِ مستقیم نہیں دیکھتے سو وہ کچھ نہیں سمجھتے کیونکہ جب اُن کے ہر سہ قویٰ مذکورہ فاسد ہو گئے تو تحصیل علم و فہم کی اب کیا صورت ہو سکتی ہے۔

فائدہ:[۲۴۳] طیبات (پاکیزہ چیزوں) کے کھانے اور شکر ادا کرنے کا حکم:...... اُکلِ طیبات کا حکم اُوپر گذر چکا تھا لیکن مشرکین چونکہ شیطان کی پیروی سے باز نہیں آتے اور احکام اپنی طرف سے بنا کر اللہ کے اُوپر لگاتے ہیں اور اپنے رسوم باطلہ آبائی کو نہیں چھوڑتے اور حق بات سمجھنے کی اُن میں گنجائش ہی نہیں تو اب اُن سے اعراض فرما کر خاص مسلمانوں کو اُکلِ طیبات کا حکم فرمایا گیا اور اپنا انعام ظاہر کر کے ادائے شکر کا امر کیا گیا۔ اس میں اہلِ ایمان کے مقبول اور مطیع ہونے کی جانب اور مشرکین کے مردود و معتوب و نافرمان ہونے کی طرف اشارہ ہو گیا۔

فائدہ:[۲۴۴] چار محرمات (حرام کردہ اشیاء) کا بیان:...... مُردار وہ ہے کہ خود بخود مرجائے اور ذبح کی نوبت نہ آئے یا خلاف طریقہ شرعیہ اس کو ذبح یا شکار کیا جائے مثلاً: گلا گھونٹا جائے یا زندہ جانور کا کوئی عضو کاٹ لیا جائے یا لکڑی اور پتھر اور غلیل و بندوق سے مارا جائے یا اُوپر سے گر کر یا کسی جانور کے سینگ مارنے سے مرجائے یا درندہ پھاڑ ڈالے یا ذبح کے وقت قصداً تکبیر کو ترک کیا جائے کہ یہ سب مُردار اور حرام ہیں، البتہ دو جانور مردار بحکم حدیث شریف اس حرمت سے مستثنیٰ اور ہم کو حلال ہیں مچھلی اور ٹڈی۔

فائدہ:[۲۴۵]...... اور خون سے مراد وہ خون ہے جو رگوں سے بہتا ہے اور ذبح کے وقت نکلتا ہے اور جو خون کہ گوشت پر لگا رہتا ہے وہ حلال اور پاک ہے اگر گوشت کو بغیر دھوئے ہوئے پکا لیا جائے تو اُس کا کھانا درست ہے۔ البتہ نظافت کے خلاف ہے اور کلیجی اور تلّی کہ خون منجمد ہیں بحکم حدیث شریف حلال ہیں۔

فائدہ:[۲۴۶]...... اور خنزیر زندہ ہو یا مُردہ یا قاعدۂ شریعت کے موافق ذبح کر لیا جائے ہر حال میں حرام ہے اور اُس کے تمام اجزاء گوشت پوست، چربی، ناخن، بال، ہڈی، پٹھا ناپاک اور اُن سے نفع اٹھانا اور کسی کام میں لانا حرام ہے۔ اس موقع پر چونکہ کھانے کی چیزوں کا ذکر ہے اس لیے فقط گوشت کا حکم بتلایا گیا مگر اس پر سب کا اجماع ہے کہ خنزیر جو کہ بے غیرتی اور بے حیائی اور حرص اور رغبت الی النجاسات میں سب جانوروں میں بڑھا ہوا ہے اور اسی لیے اللہ تعالیٰ نے اُس کی نسبت ﴿فَاِنَّهٗ رِجْسٌ﴾ [الانعام: ۱۴۵] فرمایا بلاشک نجس العین ہے نہ اُس کا کوئی جزو پاک اور نہ کسی قسم کا انتفاع اُس سے جائز جو لوگ کثرت سے اس کو کھاتے ہیں اور اُس کے اجزاء سے نفع اُٹھاتے ہیں اُن تک میں اوصاف مذکورہ واضح طور پر مشاہدہ ہوتے ہیں۔

فائدہ:[۲۴۷] ﴿مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ کا مطلب:...... ﴿مَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ کا یہ مطلب ہے کہ ان جانوروں پر اللہ کے سوا

کسی بت وغیرہ کا نام پکارا جائے یعنی اللہ کے سوا کسی بت یا جن یا کسی روح خبیث یا پیر یا پیغمبر کے نامزد کر کے اور اُس جانور کی جان اُن کی نذر کر کے اُن کے تقرب یا رضا جوئی کی نیت سے ذبح کیا جائے اور محض اُن کی خوشنودی کی غرض سے اُس کی جان نکالنی مقصود ہو کہ ان سب جانوروں کا کھانا حرام ہے گو بوقت ذبح تکبیر پڑھی ہو اور اللہ کا نام لیا ہو۔ کیونکہ جان کو جان آفریں کے سوا کسی دوسرے کے لیے نذر و نیاز کرنا ہرگز درست نہیں۔ اس لیے جس جانور کی جان غیر اللہ کی نذر کی جائے تو اُس کی خباثت مُردار کی خباثت سے بھی بڑھ جاتی ہے کیونکہ مُردار میں تو یہی خرابی تھی کہ اس کی جان اللہ کے نام پر نہیں نکلی اور اُس کی جان تو غیر اللہ کے نامزد کر دی گئی جو عین شرک ہے، سو جیسے خنزیر اور کتے پر بوقتِ ذبح تکبیر کہنے سے حلت نہیں ہو سکتی اور مُردار پر اللہ کے نام لینے سے کوئی نفع نہیں ہو سکتا ایسے ہی جس جانور کی جان غیر اللہ کی نذر اور اُن کے نامزد کر دی ہو اُس پر ذبح کے وقت نام الٰہی لینے سے ہرگز ہرگز کوئی نفع اور حلت اُس میں نہیں آ سکتی۔ البتہ اگر غیر اللہ کے نامزد کرنے کے بعد اپنی نیت سے ہی توبہ اور رجوع کر کے ذبح کرے گا تو اُس کے حلال ہونے میں کوئی شبہ نہیں، علماء نے تصریح [وضاحت] فرمادی ہے کہ اگر کسی بادشاہ کے آنے پر اُس کی تعظیم کی نیت سے جانور ذبح کیا جائے یا کسی جن کی اذیت سے بچنے کے لیے اس کے نام کا جانور ذبح کیا جائے یا توپ چلنے یا اینٹوں کے پزاوہ [بھٹا یعنی جہاں اینٹیں پکتی ہیں] کے پکنے کے لیے بطور بھینٹ [نذرانہ] جانور ذبح کیا جائے تو وہ جانور بالکل مردار اور حرام اور کرنے والا مشرک ہے، اگرچہ ذبح کے وقت خدا کا نام لیا جائے۔ حدیث شریف میں آیا ہے: لَعَنَ اللّٰهُ مَنْ ذَبَحَ لِغَيْرِ اللّٰهِ [صحیح مسلم ۱۰/۱۷۵، حدیث نمبر ۳۶۵۸، بَاب تَحْرِیمِ الذَّبْحِ لِغَيْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَلَعْنِ فَاعِلِهٖ] یعنی جو غیر اللہ کے تقرب اور تعظیم کی نیت سے جانور کو ذبح کرے اُس پر اللہ کی لعنت ہے ذبح کے وقت اللہ کا نام پاک لے یا نہ لے۔ البتہ اس میں کوئی حرج نہیں کہ جانور کو اللہ کے نام پر ذبح کر کے فقراء کو کھلائے اور اُس کا ثواب کسی قریب یا پیر اور بزرگ کو پہنچا دے یا کسی مُردہ کی طرف سے قربانی کر کے اس کا ثواب اُس کو دینا چاہے کیونکہ یہ ذبح غیر اللہ کے لیے ہرگز نہیں، بعضے اپنی کجروی سے یہ حیلہ ایسے مواقع میں بیان کرتے ہیں کہ پیروں کی نیاز وغیرہ میں ہم کو تو یہی مقصود ہوتا ہے کہ کھانا پکا کر مُردہ کے نام سے صدقہ کر دیا جائے۔ تو اوّل تو خوب سمجھ لیں کہ اللہ کے سامنے جھوٹے حیلوں سے بجز مضرت کوئی نفع حاصل نہیں ہو سکتا، دوسرے ان سے پوچھا جائے کہ جس جانور کی تم نے غیر خدا کے لیے نذر مانی ہے اگر اُسی قدر گوشت اُس جانور کے عوض خرید کر اور پکا کر فقیروں کو کھلا دو تو تمہارے نزدیک بے کھٹکے وہ نذر ادا ہو جاتی ہے یا نہیں، اگر بلا تامل تم اس کو کر سکتے ہو اور اپنی نذر میں کسی قسم کا خلل تمہارے دل میں نہیں رہتا تو تم سچے ورنہ تم جھوٹے اور تمہارا یہ فعل شرک اور وہ جانور مُردار اور حرام۔

فائدہ:...... یہاں یہ شبہ ہوتا ہے کہ آیت میں حکم حرمت کو اشیائے مذکورہ میں منحصر کر کے بیان فرمایا ہے جس کا مطلب یہ سمجھا جاتا ہے کہ اشیائے مذکورہ کے سوا کوئی جانور حرام نہیں حالانکہ جملہ درندے اور گدھا اور کتا وغیرہ سب کا کھانا حرام ہے۔ اس کا جواب ایک تو یہ ہے کہ اس حصر سے حکم حرمت کو اشیائے مذکورہ میں منحصر کرنا ہرگز مراد نہیں کہ کسی کو اعتراض کی گنجائش ہو بلکہ حکم حرمت کو صحت و صداقت کے ساتھ مخصوص فرما کر اس حکم کی جانب مخالف کا بطلان منظور ہے یعنی بس بات یہی ہے کہ یہ چیزیں اللہ پاک نے تم پر حرام فرما دیں اس میں دوسرا احتمال ہی نہیں یعنی اُن کا حلال سمجھنا بالکل باطل اور غلط ہے۔ دوسرا جواب یہ ہے کہ حکم حرمت کو اشیائے مذکورہ ہی میں منحصر مانا جائے مگر اس حصر کو اضافی یعنی خاص انہی چیزوں کے لحاظ سے تسلیم کیا جائے جن کو مشرکین نے اپنی طرف سے حرام کر لیا تھا جیسے بحیرہ اور سائبہ وغیرہ جن کا ذکر آئندہ آئے گا۔ مطلب یہ ہوا کہ ہم نے تو تم پر فقط میتہ اور خنزیر وغیرہ کو حرام کیا تھا تم جو سانڈ وغیرہ کی تحریم اور تعظیم کے قائل ہو یہ محض تمہارا افترا ہے، باقی رہے درندے اور خبیث جانور ان کے حرام ہونے میں مشرکین بھی نزاع نہ کرتے تھے۔ سو یہ حصر اُنہی جانوروں کے لحاظ سے ہے جن کو مشرکین نے خلاف حکم الٰہی اپنی طرف سے حرام ٹھہرا لیا تھا، تمام جہان کے جانوروں سے اس کو کیا تعلق جو اعتراض مذکور کی نوبت آئے۔

فَائِدَۃ:[۲۴۸] حالتِ اضطرار یعنی مجبوری کی حالت میں حکم:......یعنی اشیائے مذکورہ حرام ہیں لیکن جب کوئی بھوک سے مرنے لگے تو اس کو لاچاری کی حالت میں کھالینے کی اجازت ہے بشرطیکہ نافرمانی اور زیادتی نہ کرے۔ نافرمانی یہ کہ مثلاً نوبت اضطرار کی نہ پہنچے اور کھانے لگے اور زیادتی یہ کہ قدرِ ضرورت سے زائد خوب پیٹ بھر کر کھالے بس اتنا ہی کھائے جس سے مرے نہیں۔

فَائِدَۃ:[۲۴۹]......یعنی اللہ پاک تو بڑا بخشنے والا ہے بندوں کے ہر قسم کے گناہوں کو بخش دیتا ہے، پھر ایسے لاچار اور مضطر کی بخشش کیسے نہ فرمائے گا اور اپنے بندوں پر بڑا ہی مہربان ہے کہ مجبوری کی حالت میں صاف اجازت دیدی کہ جس طرح بن پڑے اپنی جان بچالو۔ اصلی حکم ممانعت کا لاچاری کی حالت میں تم پر سے اُٹھالیا گیا، ورنہ اس مالک الملک کا حق تھا کہ فرمادیتا تمہاری جان جائے یا رہے مگر ہمارے حکم کے خلاف ہرگز نہ کرنا۔ ایک خلجان یہاں یہ بھی ہوتا تھا کہ بھوک سے مرتے ہوئے مضطر بدحواس کو یہ اندازہ کرنا کہ اتنے لقموں سے سدِ رمق [آخری سانس کا رکنا] ہوجائے گا اور اُس سے زائد ایک لقمہ نہ کھائے محال نہیں تو دشوار تو بہت ہے اِس لیے ﴿اِنَّ اللّٰہَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ فرما کر اُس میں سہولت کردی۔

فَائِدَۃ:[۲۵۰] آسمانی کتاب میں تبدیلی اور اس کی سزا:......یعنی اللہ نے جو کتابِ آسمانی میں حلال وحرام کا حکم بھیجا یہود نے اُس کو چھپایا اور اپنی طرف سے بڑھایا گھٹایا جیسا کہ پہلی آیت میں مذکور ہوچکا۔ ایسے ہی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی صفات جو اُس میں لکھی تھیں اُن کو بھی چھپاتے اور بدلتے تھے اور یہ دونوں سخت گناہ ہیں کیونکہ اُن کا مطلب اور نتیجہ یہ ہے کہ ہدایت اور طریقۂ حق کسی کو نصیب نہ ہو، سب گمراہ رہیں حالانکہ حق تعالیٰ نے تو کتاب اور رسول کو ہدایتِ خلق کے لیے بھیجا تھا سو انہوں نے خدا کے بھی خلاف کیا اور خلق اللہ کو بھی جاہل اور گمراہ بنانا چاہا۔

فَائِدَۃ:[۲۵۱] تحریف کے ساتھ رشوت لینا:......یعنی اللہ کی نافرمانی اور خلق اللہ کی گمراہی پر بس نہیں کی بلکہ اُس حق پوشی کے عوض میں جن کو گمراہ کرتے تھے اُن سے اُلٹا رشوت میں مال بھی لیتے تھے جس کا نام ہدیہ اور نذرانہ اور شکرانہ رکھ چھوڑا تھا، حالانکہ یہ حرام خوری مردار اور خنزیر کے کھانے سے بھی بدتر ہے۔ اب ظاہر ہے کہ ایسی حرکاتِ شنیعہ [خراب] کی سزا بھی سخت ہوگی جس کو آگے بتلایا جاتا ہے۔

فَائِدَۃ:[۲۵۲]......یعنی گو ظاہر نظر میں اُن کو وہ مال لذیذ اور نفیس معلوم ہورہا ہے مگر حقیقت میں وہ آگ ہے جس کو خوش ہوکر اپنے پیٹ میں بھر رہے ہیں جیسا طعام لذیذ میں زہرِ قاتل ملا ہوا ہو کہ کھاتے وقت لذت معلوم ہوتی ہے اور پیٹ میں جاکر آگ لگادے۔

فَائِدَۃ:[۲۵۳] اللہ تعالیٰ کا کفار سے کلام نہ کرنے کا مطلب:......اس میں یہ شبہ کسی کو ہوسکتا ہے کہ دیگر آیات سے تو معلوم ہوتا ہے کہ جنابِ باری قیامت کو اُن سے خطاب فرمائے گا سو کلام نہ کرنے کا یہ مطلب ہے کہ لطف ورحمت کے ساتھ اُن سے کلام نہ کیا جائے گا اور بطورِ تخویف وتذلیل وتہدید [دھمکی] ووعید جنابِ باری اُن سے کلام کرے گا جس سے اُن کو سخت صدمہ اور غم ہوگا یا یوں کہیے کہ بلاواسطہ اُن سے کلام نہ کیا جائے گا اور کلام کرنے کا جو ذکر ہے وہ ملائکۂ عذاب کی وساطت سے ہوگا۔

فَائِدَۃ:......﴿لَا یُکَلِّمُھُمُ اللّٰہُ﴾ کی دھمکی سے یہ امر صاف معلوم ہوتا ہے کہ ہر کسی کے دل میں محبتِ الٰہی خوب راسخ ہے اگر سر دست محسوس نہ ہو تو اس کو بچوا اخگر بزیرِ خاکستر [چنگاری راکھ کے نیچے] سمجھنا چاہیے قیامت کو جب کُل موانع دُور ہوں گے تو اُس کا ظہور کامل ہوگا۔ کیونکہ اگر یہ نہ ہوتا تو پھر کفار کو یہ دھمکی ایسی ہوگی کہ کوئی اپنے دشمن کو ناخوشی اور اعراض سے ڈرانے لگے جو بالکل بے سود ہے، محبانِ جاں نثار اعراضِ محبوب کو دردِ جانگداز [دکھ دینے والا] سمجھتے ہیں نہ اعداء، بس معلوم ہوا کہ قیامت کو ہر سینہ اللہ کی محبت سے ایسا لبریز ہوگا کہ بے التفاتی عذاب دوزخ سے بھی بدرجہا زیادہ اُن کو جانکاہ [تکلیف دہ] معلوم ہوگی۔

فَائِدَۃ:[۲۵۴] مؤمنین اور کفار کی سزا میں فرق:......یعنی اہلِ ایمان گو کتنے ہی گناہ گار ہوں مگر دوزخ میں زمانۂ معین تک رہ کر اور

گناہوں سے پاک ہو کر جنت میں داخل کر دیئے جائیں گے بخلاف کفار کے کہ وہ ہمیشہ نار میں رہیں گے اور کبھی پاک ہو کر جنت میں جانے کے قابل نہ ہوں گے، اُمورِ شرکیہ نے اُن کو بہ منزلہ نجس العین کے بنا دیا ہے کہ نجاست اُن کی کسی طرح دُور نہیں ہو سکتی اور مسلمان عاصی کا حال ایسا سمجھئے کہ پاک چیز پر نجاست واقع ہو گئی، نجاست زائل ہو کر پھر پاک ہو گیا۔

فائدہ: [۲۵۵]...... واقعی اس سے زیادہ اور کیا عذاب الیم ہوگا کہ ظاہر بدن سے بڑھ کر ان کے باطن میں بھی آگ ہوگی اور محبوبِ حقیقی اُن سے ناخوش ہوگا پھر اُس مصیبتِ جانکاہ [تکلیف دینے والی مصیبت] سے کبھی نجات نہ ملے گی۔ نعوذ باللہ!

اولئک الذین اشتروا الضللۃ بالہدی والعذاب بالمغفرۃ ۚ فما اصبرہم علی

یہی ہیں جنہوں نے خریدا گمراہی کو بدلے ہدایت کے اور عذاب بدلے بخشش کے ف ۲۵۶ سو کس قدر صبر کرنے والے ہیں وہ

النار ﴿۱۷۵﴾ ذلک بان اللہ نزل الکتب بالحق ۗ وان الذین اختلفوا فی الکتب لفی

دوزخ پر ف ۲۵۷ یہ اس واسطے کہ اللہ نے نازل فرمائی کتاب سچی اور جنہوں نے اختلاف ڈالا کتاب میں وہ بے شک

شقاق بعید ﴿۱۷۶﴾ لیس البر ان تولوا وجوہکم قبل المشرق والمغرب ولکن ع ۲۱

ضد میں دور جا پڑے ف ۲۵۸ نیکی کچھ یہی نہیں کہ منہ کرو اپنا مشرق کی طرف یا مغرب کی ف ۲۵۹ لیکن بڑی نیکی تو یہ ہے

البر من امن باللہ والیوم الاخر والملئکۃ والکتب والنبین ۚ واتی المال علی

جو کوئی ایمان لائے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور فرشتوں پر اور سب کتابوں پر اور پیغمبروں پر اور دے مال

حبہ ذوی القربی والیتمی والمسکین وابن السبیل ۙ والسائلین وفی الرقاب ۚ

اس کی محبت پر رشتہ داروں کو اور یتیموں کو اور محتاجوں کو اور مسافروں کو اور مانگنے والوں کو اور گردنیں چھڑانے میں

واقام الصلوۃ واتی الزکوۃ ۚ والموفون بعہدہم اذا عہدوا ۚ والصبرین فی

اور قائم رکھے نماز اور دیا کرے زکوٰۃ اور پورا کرنے والے اپنے اقرار کو جب عہد کریں اور صبر کرنے

الباساء والضراء وحین الباس ۗ اولئک الذین صدقوا ۗ واولئک ہم

والے سختی میں اور تکلیف میں اور لڑائی کے وقت ف ۲۶۰ یہی لوگ ہیں سچے اور یہی

المتقون ﴿۱۷۷﴾ یایہا الذین امنوا کتب علیکم القصاص فی القتلی ۗ الحر بالحر

ہیں پرہیزگار ف ۲۶۱ اے ایمان والو فرض ہوا تم پر (قصاص) برابری کرنا مقتولوں میں ف ۲۶۲ آزاد کے بدلے آزاد ف ۲۶۳ اور غلام

والعبد بالعبد والانثی بالانثی ۗ فمن عفی لہ من اخیہ شیء فاتباع

کے بدلے غلام ف ۲۶۴ اور عورت کے بدلے عورت ف ۲۶۵ پھر جس کو معاف کیا جائے اس کے بھائی کی طرف سے کچھ بھی تو تابعداری کرنی

بِالْمَعْرُوْفِ وَاَدَآءٌ اِلَيْهِ بِاِحْسَانٍ ؕ ذٰلِكَ تَخْفِيْفٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَرَحْمَةٌ ؕ فَمَنِ اعْتَدٰى

چاہیے موافق دستور کے اور ادا کرنا چاہیے اس کو خوبی کے ساتھ ۲۶۶ یہ آسانی ہوئی تمہارے رب کی طرف سے اور مہربانی ۲۶۷ پھر جو زیادتی

بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۱۷۸﴾ وَلَكُمْ فِي الْقِصَاصِ حَيٰوةٌ يّٰاُولِي الْاَلْبَابِ

کرے اس فیصلہ کے بعد تو اس کے لئے ہے عذاب دردناک ۲۶۸ اور تمہارے واسطے قصاص میں بڑی زندگی ہے اے عقلمندو ۲۶۹

لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ اِنْ تَرَكَ خَيْرَا ۖۚ

تاکہ تم بچتے رہو ۲۷۰ فرض کر دیا گیا تم پر جب حاضر ہو کسی کو تم میں موت بشرطیکہ چھوڑے کچھ مال وصیت کرنا

الْوَصِيَّةُ لِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۸۰﴾ ؕ

ماں باپ کے واسطے اور رشتہ داروں کے لئے انصاف کے ساتھ یہ حکم لازم ہے پرہیزگاروں پر ۲۷۱

فائدہ: [۲۵۶]..... یعنی وہ لوگ بیشک اسی قابل ہیں کیونکہ انہوں نے خود سرمایۂ نجات کو غارت کیا اور گمراہی کو ہدایت کے مقابلہ میں پسند اور اختیار کیا اور اسبابِ مغفرت کو چھوڑ کر اسبابِ عذاب کو منظور کیا۔

فائدہ: [۲۵۷].....یعنی اپنی خوشی سے موجباتِ دخولِ نار کو اختیار کرتے ہیں گویا آگ اُن کو نہایت مرغوب اور محبوب ہے اپنی جان و مال کے بدلے اس کو خرید رہے ہیں ورنہ سب جانتے ہیں کہ عذابِ نار پر صبر کرنا کیسا ہے۔

فائدہ: [۲۵۸] **گمراہی اور عذاب خریدنے کی دلیل:**...... یعنی ضلالت کو ہدایت کے بدلے اور عذاب کو مغفرت کے بدلے خریدنے کی دلیل یا ان پر عذاباتِ مذکورۂ سابقہ کے ہونے کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے جو کتاب سچی نازل فرمائی اُنہوں نے اُس کے خلاف کیا اور طرح طرح کے اختلاف اُس میں ڈالے اور خلاف اور دشمنی میں دُور جا پڑے۔ یعنی بڑا اخلاف کیا یا طریقۂ حق سے دُور ہو گئے، ایک صورت یہ بھی ہے کہ اُن کا صابر علی النار ہونا چونکہ بدیہی البطلان نظر آتا تھا اس لیے لفظ ﴿ذٰلِكَ﴾ سے اخیر تک اُس کے جواب کی طرف اشارہ فرمادیا فافہم۔

فائدہ: [۲۵۹] **یہود و نصاریٰ کی دلیل اور اس کا جواب:**...... جب آیاتِ سابقہ اپنی برائی میں سنیں تو یہود و نصاریٰ کہنے لگے کہ ہم میں تو بہت سے اسباب و آثارِ ہدایت و مغفرت موجود ہیں۔ ایک کھلی بات یہی ہے کہ ہم جس قبلہ کی طرف منہ کرنے کے مامور ہیں اُس کی طرف متوجہ ہو کر نماز جو افضل عبادات ہے اس کو اللہ کے حکم کے موافق ادا کرتے ہیں پھر اُن خرابیوں اور عذاب کے ہم کیسے مستحق ہو سکتے ہیں، اس خیال کی تردید میں فرمایا جاتا ہے کہ بڑی نیکی جو مغفرت و ہدایت کے لیے کافی ہو، یہ نہیں کہ تم صرف اپنا منہ نماز میں مشرق یا مغرب کی طرف کر لیا کرو اور عقائد و اعمالِ ضروریہ کی پروا بھی نہ کرو۔

فائدہ: [۲۶۰] **مغفرت کا سبب بننے والی اصلی نیکی:**...... یعنی نیکی اور بھلائی جو اثرِ ہدایت اور سببِ مغفرت ہو یہ ہے کہ اللہ اور روزِ قیامت اور جملہ ملائکہ اور کتبِ آسمانی اور انبیاء پر دل سے ایمان لائے اور اُن پر یقین کرے اور باوجود محبت و رغبت کے اپنے مال کو علاوہ زکوٰۃ کے قریبوں اور یتیموں اور غریبوں اور مسافروں اور سائلوں کو جو کہ محتاج ہوں دے۔ اور گردنیں چھڑانے میں یعنی مسلمان جس کو کفار نے ظلماً قید کر لیا ہو اُس کی رہائی میں یا مقروض کو قرض خواہ سے چھڑانے میں یا غلام کو آزاد کرانے میں یا غلام مکاتب کو خلاصی دلانے میں

مال دیوے اور نماز کو خوب درستی کے ساتھ پڑھے اور چاندی اور سونے اور جملہ اموال تجارت میں سے زکوٰۃ دے اور اپنے عہد و قرار کو پورا کرے اور فقر و فاقہ اور بیماری اور تکلیف اور خوف کی حالت میں صبر و استقلال سے رہے۔ اور یہود و نصاریٰ چونکہ ان عقائد اور اعمال و اخلاق میں قاصر اور ناقص تھے اور طرح طرح سے اُن میں خلل اندازی کرتے تھے جیسا کہ آیاتِ قرآنی میں اُس کا ذکر ہے تو اب یہود یا نصاریٰ کا صرف اپنے استقبالِ قبلہ پر ناز کرنا اور اپنے آپ کو طریقِ ہدایت پر مستقیم سمجھنا اور مستحقِ مغفرت کہنا بیہودہ خیال ہے تاوقتیکہ اُن اعتقادات اور اَخلاق و اعمال پر قائم نہ ہوں گے جو اس آیتِ کریمہ میں بالتفصیل مذکور ہیں۔ صرف استقبالِ قبلہ سے نہ ہدایت نصیب ہو سکتی ہے نہ عذابِ الٰہی سے نجات مل سکتی ہے۔

فَائِدَۃ: [۲۶۱] ...... یعنی جو لوگ اعتقادات و اَخلاق و اعمالِ مذکورہ کیساتھ متصف ہیں وہی لوگ سچے ہیں، اعتقادات اور ایمان اور دین میں یا اپنے قول و قرار میں، اور وہی لوگ پرہیزگار اور متقی ہیں اپنے اخلاق اور اعمال میں یا بچنے والے ہیں گناہ اور بُری باتوں سے یا عذابِ الٰہی سے۔ اہلِ کتاب کہ جن کو ان خوبیوں میں سے ایک بھی میسر نہیں اُن کا اپنی نسبت ایسا خیال کرنا کیسے درست ہو سکتا ہے۔

فَائِدَۃ: [۲۶۲] قصاص کے معاملے میں مساوات یعنی برابری: ...... زمانہ جاہلیت میں یہود اور اہلِ عرب نے یہ دستور کر رکھا تھا کہ شریف النسب لوگوں کے غلام کے بدلے رَذیل لوگوں کے آزاد کو اور عورت کے بدلے مرد کو اور ایک آزاد کے بدلے دو کو قصاص میں قتل کرتے تھے۔ حق تعالیٰ نے اِس آیت میں حکم دیا کہ "اے ایمان والو! ہم نے تم پر مقتولین میں برابری اور مساوات کو فرض کر دیا۔" قصاص کے معنی لغت میں برابری اور مساوات کے ہیں، تم نے جو یہ دستور نکالا ہے کہ شریف اور رَذیل میں امتیاز کرتے ہو یہ لغو ہے جانیں سب کی برابر ہیں غریب ہو یا امیر، شریف ہو یا رَذیل، عالم و فاضل ہو یا جاہل، جوان ہو یا بوڑھا اور بچہ، تندرست ہو یا بیمار، قریب المرگ صحیح الاعضا ہو یا اندھا لنگڑا۔

فَائِدَۃ: ...... پہلی آیت میں نیکی اور بِر کے اُصول مذکور تھے جن پر مدارِ ہدایت و مغفرت تھا اور اس طرف بھی اشارہ تھا کہ اہلِ کتاب ان خوبیوں سے بے بہرہ [محروم] ہیں اور بالتصریح فرمادیا تھا کہ دین میں سچا اور متقی بدون ان خوبیوں کے کوئی نہیں ہو سکتا تو اب اہلِ اسلام کے سوا نہ اہلِ کتاب اس کے مصداق بن سکتے ہیں نہ جہالِ عرب، اس لیے اب سب سے اعراض فرما کر خاص اہلِ ایمان کو مخاطب بنایا جاتا ہے اور نیکی اور بِر کے مختلف فروع عباداتِ جانی و مالی اور معاملاتِ مختلفہ اُن کو بتلاتے ہیں کہ ان فروع کو وہی کر سکتا ہے جو اُصولِ مذکورہ سابقہ پر پختہ ہو، گویا اور لوگ اس خطاب کے قابل بھی نہ سمجھے گئے جو اُن کو سخت عار کا باعث ہونا چاہیے اب جو احکام فروعی بالتفصیل بیان کیے جاتے ہیں، درحقیقت تو اُن سے اہلِ ایمان کی ہدایت اور تعلیم مقصود ہے مگر ضمناً کہیں صاف کہیں تعریضاً دوسروں کی خرابی پر بھی متنبہ کیا جائے گا مثلاً: ﴿كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِصَاصُ فِي الْقَتْلٰى﴾ میں اس کی طرف اشارہ ہے کہ یہود وغیرہ نے جو قصاص میں دستور کر لیا ہے یہ اُن کا ایجاد بے بنیاد خلافِ حکمِ الٰہی ہے جس سے ظاہر ہو گیا کہ اُصولِ فرمودہ سابقہ میں سے نہ اُن کو ایمان بالکتاب صحیح طور سے حاصل ہے، نہ ایمان بالانبیاء، نہ عہدِ خداوندی کو اُنہوں نے وفا کیا اور نہ سختی اور مصیبت کی حالت میں انہوں نے صبر سے کام لیا اور نہ اپنے کسی عزیز و قریب کے مقتول ہو جانے پر اس قدر بے صبری اور نفسانیت نہ کرتے کہ فرمانِ خداوندی اور ارشادِ انبیاء اور حکمِ کتاب سب کو چھوڑ کر بے گناہوں کو قتل کرنے کا حکم دیتے۔

فَائِدَۃ: [۲۶۳] قصاص میں مساوات کی وضاحت: ...... یہ توضیح ہے اس برابری کی جس کا حکم ہوا، مطلب یہ ہے کہ ہر مرد آزاد کے قصاص میں صرف وہی ایک آزاد مرد قتل کیا جا سکتا ہے جو اُس کا قاتل ہے یہ نہیں کہ ایک کے عوض قاتل کے قبیلہ سے کیف ما اتفق دو کو یا زیادہ کو قتل کرنے لگو۔

فَائِدَۃ: [۲۶۴] ...... یعنی ہر غلام کے بدلے میں وہی غلام قتل کیا جائے گا جو قاتل ہے، یہ نہ ہوگا کہ کسی شریف کے غلام کے قصاص میں

قاتل کو جو کہ غلام ہے اُس کو چھوڑ کر ان رذیل لوگوں میں سے کہ جن کے غلام نے قتل کیا ہے کسی آزاد کو قتل کیا جائے۔

فائدہ: [۲۶۵] ...... یعنی ہر ایک عورت کے قصاص میں صرف وہی عورت قتل کی جاسکتی ہے جس نے اُس کو قتل کیا، یہ نہیں ہوسکتا کہ شریف النسب عورت کے قصاص میں رذیل عورت کو چھوڑ کر جو کہ قاتلہ ہے کسی مرد کو اُن میں سے قتل کرنے لگیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ہر آزاد دوسرے آزاد کے اور ہر غلام دوسرے غلام کے برابر ہے سو حکمِ قصاص میں مساوات چاہیے۔ اور تعدی جو اہلِ کتاب اور جہالِ عرب کرتے تھے ممنوع ہے۔

فائدہ: ...... اب باقی رہا یہ امر کہ آزاد کسی غلام کو یا مرد کسی عورت کو قتل کر دے تو قصاص لیا جائے گا یا نہیں؟ سو یہ آیت کریمہ اس سے ساکت ہے اور ائمہ کا اس میں اختلاف ہے امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ آیت ﴿أَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ﴾ [المائدۃ: ٤٥] اور حدیث: اَلْمُسْلِمُوْنَ تَتَكَافَؤُ دِمَاؤُهُمْ [سنن ابو داود ۷ / ۳۸۸، حدیث نمبر ۲۳۷۱، بَابٌ فِي السَّرِيَّةِ تَرُدُّ عَلَى أَهْلِ الْعَسْكَرِ] سے اس کے قائل ہیں کہ ہر دو صورت مذکورہ میں قصاص ہوگا اور جیسے قوی اور ضعیف، صحیح اور مریض، معذور اور غیر معذور وغیرہ حکمِ قصاص میں برابر ہیں ایسے ہی آزاد اور غلام، مرد اور عورت کو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ قصاص میں برابر فرماتے ہیں، بشرطیکہ غلامِ مقتول قاتل کا غلام نہ ہو کہ وہ حکمِ قصاص سے اُن کے نزدیک مستثنیٰ ہے اور اگر کوئی مسلمان کافرِ ذمی کو قتل کر ڈالے تو اُس پر بھی قصاص ہوگا امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک، البتہ مسلمان اور کافر حربی میں کوئی قصاص کا قائل نہیں۔

فائدہ: [۲۶۶] **بعض ورثاء کا معاف کرنا:** ...... یعنی مقتول کے وارثوں میں سے اگر بعض بھی خون کو معاف کر دیں تو اب قاتل کو قصاص میں قتل تو نہیں کر سکتے بلکہ دیکھیں گے کہ اُن وارثوں نے معاف کس طرح پر کیا ہے بلا معاوضہ مالی محض ثواب کی غرض سے معاف کیا ہے یا دیتِ شرعی اور بطور مصالحت کسی مقدار مال پر راضی ہو کر صرف قصاص سے دستبرداری کی ہے۔ اوّل صورت میں قاتل اُن وارثوں کے مطالبہ سے بالکل سبکدوش ہو جائے گا اور دوسری صورت میں قاتل کو چاہیے کہ وہ معاوضہ اچھی طرح ممنونیت اور خوش دلی کے ساتھ ادا کرے۔

فائدہ: [۲۶۷] **معاف کرنے کی اجازت ایک نعمت ہے:** ...... یہ اجازت کہ قتلِ عمد میں چاہو قصاص لو چاہو دیت لو چاہو معاف کر دو، اللہ کی طرف سے سہولت اور مہربانی ہے، قاتل اور وارثانِ مقتول دونوں پر جو پہلے لوگوں پر نہ ہوئی تھی کہ یہود پر خاص قصاص اور نصاریٰ پر دیت یا عفو مقرر تھا۔

فائدہ: [۲۶۸] ...... یعنی اس تخفیف اور رحمت کے بعد بھی اگر کوئی خلاف ورزی کرے گا اور دستورِ جاہلیت پر چلے گا یا معافی اور دیت قبول کر لینے کے بعد قاتل کو قتل کرے گا تو اُس کے لیے سخت عذاب ہے آخرت میں یا ابھی اُس کو قتل کیا جائے گا۔

فائدہ: [۲۶۹] **قصاص کے حکم میں زندگی ہے:** ...... یعنی حکمِ قصاص بظاہرِ نظر اگرچہ بھاری معلوم ہو لیکن عقلمند سمجھ سکتے ہیں کہ یہ حکم بڑی زندگانی کا سبب ہے، کیونکہ قصاص کے خوف سے ہر کوئی کسی کو قتل کرنے سے رُکے گا تو دونوں کی جان محفوظ رہے گی اور قصاص کے سبب قاتل اور مقتول دونوں کی جماعتیں بھی قتل سے محفوظ اور مطمئن رہیں گی۔ عرب میں ایسا ہوتا تھا کہ قاتل اور غیر قاتل کا لحاظ نہیں کرتے تھے جو ہاتھ آجاتا مقتول کے وارث اُس کو قتل کر ڈالتے تھے اور فریقین میں اس کے باعث ایک خون کی وجہ سے ہزاروں جانیں ضائع ہونے کی نوبت آتی تھی جب خاص قاتل ہی سے قصاص لیا گیا تو یہ تمام جانیں بچ گئیں اور یہ معنی بھی ہوسکتے ہیں کہ قصاص قاتل کے حق میں باعثِ حیاتِ اُخروی ہے۔

فائدہ: [۲۷۰] ...... یعنی بچتے رہو قصاص کے خوف سے کسی کو قتل کرنے سے یا بچو قصاص کے سبب عذابِ آخرت سے یا اس لیے کہ تم کو حکمِ قصاص کی حکمت معلوم ہو گئی ہے، تو اُس کی مخالفت یعنی ترکِ قصاص سے بچتے رہو۔

فائدہ: [۲۷۱] **میراث کی آیت سے پہلے وصیت فرض تھی:** ...... پہلا حکم قصاص یعنی مُردہ کی جان کے متعلق تھا، یہ دوسرا حکم اس کے

مال کے متعلق ہے اور کلیات مذکورہ سابقہ میں جو ﴿وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِي الْقُرْبٰى﴾ ارشاد ہوا تھا اُس کی تشریح ہے، لوگوں میں دستور تھا کہ مردہ کا تمام مال اُس کی بیوی اور اولاد بلکہ خاص بیٹوں کو ملتا تھا۔ ماں باپ اور سب اقارب محروم رہتے تھے، اس آیت میں ارشاد ہوا کہ ماں باپ اور جملہ اقارب کو انصاف کے ساتھ دینا چاہیے، مرنے والے پر اسی کے موافق وصیت فرض ہوئی، اور یہ وصیت اُس وقت فرض تھی جس وقت تک آیت میراث نہیں اُتری تھی، جب سورۂ نساء میں احکام میراث نازل ہوئے سب کا حصہ خدا تعالیٰ نے آپ معین فرمادیا اب ترکہ میت میں وصیت فرض نہ رہی اس کی حاجت ہی جاتی رہی البتہ مستحب ہے، مگر وارث کے لیے وصیت جائز نہیں اور تہائی ترکہ سے زائد نہ ہو، ہاں اگر کسی شخص کے متعلق دیون اور ودائع وغیرہ داد و ستد [لین دین] کا جھگڑا ہو اُس پر وصیت اب بھی فرض ہے۔

فَمَنْۢ بَدَّلَهٗ بَعْدَ مَا سَمِعَهٗ فَاِنَّمَآ اِثْمُهٗ عَلَى الَّذِيْنَ يُبَدِّلُوْنَهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۸۱﴾

پھر جو کوئی بدل ڈالے وصیت کو بعد اس کے جو سن چکا تو اس کا گناہ انہی پر ہے جنہوں نے اس کو بدلا بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے ف۲۷۲

فَمَنْ خَافَ مِنْ مُّوْصٍ جَنَفًا اَوْ اِثْمًا فَاَصْلَحَ بَيْنَهُمْ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ

پھر جو کوئی خوف کرے وصیت کرنے والے سے طرف داری کا یا گناہ کا پھر صلح کرادے ان میں باہم تو اس پر کچھ گناہ نہیں ف۲۷۳ بے شک

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۸۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى ع ۲۲

اللہ بڑا بخشنے والا نہایت مہربان ہے ف۲۷۴ اے ایمان والو فرض کیا گیا تم پر روزہ جیسے فرض کیا

الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۳﴾ اَيَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ

گیا تھا تم سے اگلوں پر ف۲۷۵ تاکہ تم پرہیزگار ہو جاؤ ف۲۷۶ چند روز ہیں گنتی کے ف۲۷۷ پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا

عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ وَعَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ ؕ فَمَنْ

مسافر تو اس پر ان کی گنتی ہے اور دنوں سے ف۲۷۸ اور جن کو طاقت ہے روزہ کی ان کے ذمہ بدلا ہے ایک فقیر کا کھانا ف۲۷۹

تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ ؕ وَاَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۴﴾

پھر جو کوئی خوشی سے کرے نیکی تو اچھا ہے اس کے واسطے ف۲۸۰ اور روزہ رکھو تو بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم سمجھ رکھتے ہو ف۲۸۱

فَائِدَة: [۲۷۲] وصیت کے احکام:...... یعنی مردہ تو وصیت انصاف کے ساتھ کر مرا تھا مگر دینے والوں نے اُس کی تعمیل نہ کی تو مردہ پر کوئی گناہ نہیں وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہوا، وہی لوگ گناہ گار ہوں گے، بیشک حق تعالیٰ سب کی باتیں سنتا ہے اور سب کی نیتوں کو جانتا ہے۔

فَائِدَة: [۲۷۳]...... یعنی اگر کسی کو مُردہ کی طرف سے یہ اندیشہ یا علم ہوا کہ اُس نے کسی وجہ سے غلطی کھائی اور کسی کی بے جا رعایت کی یا دیدہ و دانستہ خلاف حکم الٰہی دے گیا۔ پس اس شخص نے اہل وصیت اور وارثوں میں حکم شریعت کے موافق صلح کرادی تو اُس کو کچھ گناہ نہ ہوگا، وصیت میں یہ تغیر اور تبدل جائز اور بہتر ہے۔

فَائِدَة: [۲۷۴]...... یعنی حق تعالیٰ تو گناہ گاروں کی بھی مغفرت فرماتا ہے تو جس نے اصلاح کی غرض سے ایک برائی سے سب کو ہٹایا اُس کی مغفرت تو ضرور فرمائے گا یا یوں کہو کہ بخشنے والا ہے وصیت کرنے والے کو جس نے وصیت ناجائز کی تھی، مگر پھر سمجھ کر اُس وصیت

سے اپنی زندگی ہی میں پھر گیا۔

فائدہ:[۲۷۵] روزہ کی فرضیت:...... یہ حکم روزہ کے متعلق ہے جو ارکانِ اسلام میں داخل ہے اور نفس کے بندوں ہوا پرستوں کو نہایت ہی شاق ہوتا ہے، اس لیے تاکید اور اہتمام کے الفاظ سے بیان کیا گیا اور یہ حکم حضرت آدم علیہ السلام کے زمانہ سے اب تک برابر جاری رہا ہے گو تعیینِ ایام میں اختلاف ہوا اور اصولِ مذکورہ سابقہ میں جو صبر کا حکم تھا روزہ اُس کا ایک بڑا رکن ہے، حدیث میں روزہ کو نصف صبر فرمایا ہے۔

فائدہ:[۲۷۶] روزہ کی حکمت:...... یعنی روزہ سے نفس کو اُس کی مرغوبات سے روکنے کی عادت پڑے گی تو پھر اُس کو اُن مرغوبات سے جو شرعاً حرام ہیں روک سکو گے اور روزہ سے نفس کی قوت و شہوت میں ضعف بھی آئے گا تو اب تم متقی ہو جاؤ گے۔ بڑی حکمت روزہ میں یہی ہے کہ نفس سرکش کی اصلاح ہو اور شریعت کے احکام جو نفس کو بھاری معلوم ہوتے ہیں اُن کا کرنا سہل ہو جائے اور متقی بن جاؤ، جاننا چاہیے کہ یہود ونصاریٰ پر بھی رمضان کے روزے فرض ہوئے تھے مگر انہوں نے اپنی خواہشات کے موافق اُن میں اپنی رائے سے تغیر و تبدل کیا تو ﴿لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ﴾ میں اُن پر تعریض ہے۔ معنی یہ ہوں گے کہ اے مسلمانو! تم نافرمانی سے بچو یعنی مثل یہود اور نصاریٰ کے اس حکم میں خلل نہ ڈالو۔

فائدہ:[۲۷۷]...... یعنی چند روز گنتی کے جو زیادہ نہیں روزہ رکھو اور اس سے رمضان کا مہینہ مراد ہے جیسا اگلی آیت میں آتا ہے۔

فائدہ:[۲۷۸]...... پھر اس مدتِ قلیل میں بھی اتنی سہولت اور فرما دی گئی کہ جو بیمار ایسا ہو کہ روزہ رکھنا دشوار ہو یا مسافر ہو تو اس کو اختیار ہے کہ روزے نہ رکھے اور جتنے روزے کھائے اُتنے ہی رمضان کے سوا اور دنوں میں روزے رکھ لے خواہ ایک ساتھ یا متفرق کر کے۔

فائدہ:[۲۷۹] فدیہ کا حکم:...... مطلب یہ ہے کہ جو لوگ روزہ رکھنے کی تو طاقت رکھتے ہیں مگر ابتداء میں چونکہ روزہ کی بالکل عادت نہ تھی اس لئے ایک ماہ کامل پے در پے روزے رکھنا اُن کو نہایت شاق تھا تو اُن کیلئے یہ سہولت فرمادی گئی تھی کہ اگر چہ تم کو کوئی عذر مثل مرض یا سفر کے پیش نہ ہو مگر صرف عادت نہ ہونے کے سبب روزہ تم کو دشوار ہو تو اب تم کو اختیار ہے چاہو روزہ رکھو چاہو روزہ کا بدلا دو، ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کو دو وقت پیٹ بھر کر کھانا کھلاؤ۔ کیونکہ جب اُس نے ایک دن کا کھانا دوسرے کو دیدیا تو گویا اپنے نفس کو ایک روز کے کھانے سے روک لیا اور فی الجملہ روزہ کی مشابہت ہو گئی پھر جب وہ لوگ روزہ کے عادی ہو گئے تو یہ اجازت باقی نہ رہی جس کا بیان اس سے اگلی آیت میں آتا ہے۔ اور بعض اکابر نے طعام مسکین سے صدقۃ الفطر بھی مراد لیا ہے، معنی یہ ہوں گے کہ جو لوگ فدیہ دینے کی طاقت رکھتے ہیں وہ ایک مسکین کے کھانے کی مقدار اُس کو دیدیں جس کی مقدار شرع میں گیہوں کا آدھا صاع اور جَو کا پورا صاع ہے تو اب یہ آیت منسوخ نہ ہو گی اور جو لوگ اب بھی یہ کہتے ہیں کہ جس کا جی چاہے روزہ رمضان میں رکھ لے اور جس کا جی چاہے فدیہ پر قناعت کرے، خاص روزہ ہی ضرور رکھے یہ حکم نہیں، وہ یا جاہل ہیں یا بے دین۔

فائدہ:[۲۸۰]...... یعنی اگر ایک دن کے کھانے سے زیادہ ایک مسکین کو دے یا کئی مسکینوں کا پیٹ بھر دے تو سبحان اللہ! بہت ہی بہتر ہے۔

فائدہ:[۲۸۱]...... یعنی اگر تم کو روزہ کی فضیلت اور حکمت اور منافع معلوم ہوں تو جان لو کہ روزہ رکھنا فدیہ مذکورہ کے دینے سے بہتر ہے اور روزہ رکھنے میں کوتاہی نہ کرو۔

شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَبَيِّنٰتٍ مِّنَ الْهُدٰى

مہینہ رمضان کا ہے جس میں نازل ہوا قرآن ہدایت ہے واسطے لوگوں کے اور دلیلیں روشن راہ پانے کی اور حق کو باطل سے

وَالْفُرْقَانِ ۚ فَمَنْ شَهِدَ مِنْكُمُ الشَّهْرَ فَلْيَصُمْهُ ۭ وَمَنْ كَانَ مَرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ

جدا کرنے کی ف۲۸۲ سو جو کوئی پائے تم میں سے اس مہینہ کو تو ضرور روزے رکھے اس کے ف۲۸۳ اور جو کوئی ہو بیمار یا مسافر تو اس کو

فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيْدُ بِكُمُ الْعُسْرَ ۫ وَلِتُكْمِلُوا

گنتی پوری کرنی چاہیے اور دنوں سے ف۲۸۴ اللہ چاہتا ہے تم پر آسانی اور نہیں چاہتا تم پر دشواری اور اس واسطے

الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۸۵﴾ وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ

کہ تم پوری کرو گنتی اور تاکہ بڑائی کرو اللہ کی اس بات پر کہ تم کو ہدایت کی اور تاکہ تم احسان مانو ف۲۸۵ اور جب تجھ سے پوچھیں میرے

عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ ۙ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا

بندے مجھ کو سو میں تو قریب ہوں قبول کرتا ہوں دعا مانگنے والے کی دعا کو جب مجھ سے دعا مانگے تو چاہیے کہ وہ حکم مانیں میرا اور یقین لائیں

بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ اُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ اِلٰى نِسَآئِكُمْ ؕ هُنَّ

مجھ پر تاکہ نیک راہ پر آئیں ف۲۸۶ حلال ہوا تم کو روزہ کی رات میں بے حجاب ہونا اپنی عورتوں سے ف۲۸۷ وہ

لِبَاسٌ لَّكُمْ وَاَنْتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ ؕ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ كُنْتُمْ تَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَكُمْ

پوشاک ہیں تمہاری اور تم پوشاک ہو ان کی ف۲۸۸ اللہ کو معلوم ہے کہ تم خیانت کرتے تھے اپنی جانوں سے ف۲۸۹

فَتَابَ عَلَيْكُمْ وَعَفَا عَنْكُمْ ۚ فَالْـٰٔنَ بَاشِرُوْهُنَّ وَابْتَغُوْا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَكُمْ ۪

سو معاف کیا تم کو اور درگزر کی تم سے پھر ملو اپنی عورتوں سے اور طلب کرو اس کو جو لکھ دیا ہے اللہ نے تمہارے لئے ف۲۹۰

وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ۪

اور کھاؤ اور پیو جب تک کہ صاف نظر آئے تم کو دھاری سفید صبح کی جدا دھاری سیاہ سے ف۲۹۱

ثُمَّ اَتِمُّوا الصِّيَامَ اِلَى الَّيْلِ ۚ وَلَا تُبَاشِرُوْهُنَّ وَاَنْتُمْ عٰكِفُوْنَ ۙ فِي الْمَسٰجِدِ ؕ

پھر پورا کرو روزہ کو رات تک ف۲۹۲ اور نہ ملو عورتوں سے جب تک کہ تم اعتکاف کرو مسجدوں میں ف۲۹۳

تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَقْرَبُوْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ اٰيٰتِهٖ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۸۷﴾

یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں اللہ کی سو ان کے نزدیک نہ جاؤ اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ اپنی آیتیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ بچتے رہیں ف۲۹۴

فائدہ: [۲۸۲] **قرآن کا نزول بھی رمضان میں:** ...... حدیث میں آیا ہے کہ صحف ابراہیمی اور توریت اور انجیل سب کا نزول رمضان ہی میں ہوا ہے اور قرآن شریف بھی رمضان کی چوبیسویں رات میں لوح محفوظ سے اوّل آسمان پر سب ایک ساتھ بھیجا گیا پھر تھوڑا تھوڑا کر کے مناسب احوال آپ پر نازل ہوتا رہا اور ہر رمضان میں حضرت جبرئیل علیہ السلام قرآن نازل شدہ آپ کو مکرر سنا جاتے تھے۔ ان سب حالات سے مہینے رمضان کی فضیلت اور قرآن مجید کے ساتھ اس کی مناسبت اور خصوصیت خوب ظاہر ہوگئی، اس لیے اس مہینے میں تراویح مقرر ہوئی پس قرآن کی خدمت اسی مہینے میں خوب اہتمام سے کرنی چاہیے کہ اسی واسطے مقرر اور معین ہوا ہے۔

فَائِدَة: [۲۸۳] فدیہ کی اجازت عارضی تھی: ...... یعنی جب اس ماہِ مبارک کے فضائلِ مخصوصہ عظیمہ تم کو معلوم ہو چکے تو اب جس کسی کو یہ مہینہ ملے اس کو روزہ ضرور رکھنا چاہیے اور بغرضِ سہولت ابتدا میں جو فدیہ کی اجازت برائے چندے دی گئی تھی وہ موقوف ہوگئی۔

فَائِدَة: [۲۸۴] دو قسم کے لوگوں کو رعایت: ...... اس حکمِ عام سے یہ سمجھ میں آتا تھا کہ شاید مریض اور مسافر کو بھی افطار و قضا کی اجازت باقی نہیں رہی اور جیسے روزہ کی طاقت رکھنے والوں کو اب افطار کی ممانعت کر دی گئی ایسے ہی مسافر اور مریض کو بھی ممانعت ہوگئی ہو، اس لیے مریض و مسافر کی نسبت پھر صاف فرما دیا کہ اُن کو رمضان میں افطار کرنے اور، اور دِنوں میں اس کے قضا کر دینے کی اجازت اُسی طرح باقی ہے جیسے تھی۔

فَائِدَة: [۲۸۵] اس طرح کے احکام سے مقصد آسانی ہے بندوں پر: ...... مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جو اوّل رمضان میں روزہ کا حکم فرمایا اور بوجہ عذر پھر مریض اور مسافر کو افطار کرنے کی اجازت دی اور دیگر اوقات میں اُن دنوں کی شمار کے برابر روزوں کا قضا کرنا تم پر پھر واجب فرمایا، ایک ساتھ ہونے یا متفرق ہونے کی ضرورت نہیں تو اس میں اس کا لحاظ ہے کہ تم پر سہولت رہے دشواری نہ ہو اور یہ بھی منظور ہے کہ تم اپنے روزوں کی شمار پوری کر لیا کرو۔ ثواب میں کمی نہ آجائے اور یہ بھی مدِ نظر ہے کہ تم اس طریقۂ سراسر خیر کی ہدایت پر اپنے اللہ کی بڑائی بیان کرو اور اس کو بزرگی سے یاد کرو اور یہ بھی مطلوب ہے کہ ان نعمتوں پر تم شکر کرو اور شکر کرنے والوں کی جماعت میں داخل ہو جاؤ، سبحان اللہ! روزہ جیسی مفید عبادت ہم پر واجب فرمائی اور مشقت اور تکلیف کی حالت میں سہولت بھی فرما دی اور فراغت کے وقت میں اس نقصان کے جبر کا طریقہ بھی بتلا دیا۔

فَائِدَة: [۲۸۶] اللہ اپنے بندوں سے قریب ہے: ...... شروع میں یہ حکم تھا کہ رمضان میں اوّل شب میں کھانے پینے اور عورتوں کے پاس جانے کی اجازت تھی مگر سو رہنے کے بعد ان چیزوں کی ممانعت تھی۔ بعض لوگوں نے اس کے خلاف کیا اور سونے کے بعد عورتوں سے قربت کی پھر آپ سے آکر عرض کیا اور اپنے قصور کا اقرار (اور ندامت) کا اظہار کیا اور توبہ کی نسبت آپ سے سوال کیا تو اس پر یہ آیت اُتری کہ تمہاری توبہ قبول کی گئی اور احکامِ خداوندی کی اطاعت کی تاکید فرما دی گئی اور حکمِ سابق منسوخ فرما کر آئندہ کو اجازت دے دی گئی کہ تمام شب رمضان میں صبح صادق سے پہلے کھانا وغیرہ تم کو حلال ہے جس کا ذکر اس کے بعد کی آیت میں آتا ہے اور آیت سابقہ میں جو بندوں پر سہولت اور عنایت کا ذکر تھا اس قرب واجابت واباحت سے اُس کی بھی خوب تاکید ہوگئی۔ اور ایک تعلق کی وجہ یہ بھی ہے کہ پہلی آیت میں تکبیر اور اللہ کی بڑائی بیان کرنے کا حکم تھا، آپ سے بعض نے پوچھا کہ ہمارا رب دُور ہے تو ہم اُس کو پکاریں یا نزدیک ہے تو آہستہ بات کریں اس پر یہ آیت اُتری یعنی وہ قریب ہے ہر ایک بات سنتا ہے آہستہ ہو یا پکار کر اور جن موقعوں میں پکار کر تکبیر کہنے کا حکم ہے وہ دوسری وجہ سے ہے یہ نہیں کہ وہ آہستہ بات کو نہیں سنتا۔

فَائِدَة: [۲۸۷] روزہ کے احکام رمضان کی رات کے لئے نہیں: ...... رمضان کی رات میں جو نیند کے بعد کھانا پینا عورت کے پاس جانا حرام تھا اس میں بھی سہولت کر دی گئی اب تمام رات میں جب چاہو عورتوں کے ساتھ اختلاط کرو۔

فَائِدَة: [۲۸۸] ...... لباس اور پوشاک سے غرض غایت اتصال واختلاط ہے یعنی جس طرح بدن سے کپڑے لگے اور ملے ہوتے ہیں اسی طرح مرد اور عورت آپس میں ملتے ہیں۔

فَائِدَة: [۲۸۹] ...... اپنے نفس کے ساتھ خیانت کرنے کا مطلب یہ ہے کہ سونے کے بعد عورتوں کے پاس جا کر بوجہ مخالفت حکمِ الٰہی تم اپنے آپ کو گناہ گار بناتے ہو جس سے تمہارے نفس مستحقِ عقاب ہوتے ہیں اور اُن کے ثواب میں نقصان پڑتا ہے، سو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے تم کو معاف فرمایا اور آئندہ کو اجازت فرما دی۔

فَائِدَة: [۲۹۰] اختلاط اور مباشرت سے مقصد: ...... یعنی لوحِ محفوظ میں جو اولاد تمہارے لیے اللہ نے مقدر فرما دی ہے عورتوں کی

مباشرت سے وہ مطلوب ہونی چاہیے محض شہوت رانی مقصود نہ ہو اور اس میں عزل کی کراہت اور لواطت کی ممانعت کی طرف بھی اشارہ ہے۔

فَائِدَة: [۲۹۱] ...... یعنی جیسے رات بھر میں مجامعت کی اجازت دی گئی اسی طرح رمضان کی رات میں تم کو کھانے اور پینے کی بھی اجازت ہے صبح صادق تک۔

فَائِدَة: [۲۹۲] **روزہ کا وقت:** ...... یعنی طلوع صبح صادق سے رات تک روزہ کو پورا کرو، اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ کئی روزے متصل رکھنے اس طرح پر کہ رات کو بھی افطار کی نوبت نہ آئے مکروہ ہے۔

فَائِدَة: [۲۹۳] **اعتکاف میں حکم:** ...... یعنی روزہ میں تو رات کو مباشرت کی اجازت ہے مگر اعتکاف میں رات دن کسی وقت عورت کے پاس نہ جائے۔

فَائِدَة: [۲۹۴] ...... روزہ اور اعتکاف کے متعلق جو حکم دربارۂ حلت وحرمت مذکور ہوئے یہ قاعدے اللہ کے مقرر فرمائے ہوئے ہیں اُن سے ہرگز باہر نہ ہونا بلکہ اُن کے قریب بھی نہ جانا یا یہ مطلب ہے کہ اپنی رائے یا کسی حجت سے ان میں سرِ مو تفاوت نہ کرنا۔

وَلَا تَأْكُلُوٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ وَتُدْلُوْا بِهَآ اِلَى الْحُكَّامِ لِتَاْكُلُوْا فَرِيْقًا

اور نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کا آپس میں ناحق ۲۹۵ اور نہ پہنچاؤ ان کو حاکموں تک کہ کھا جاؤ کوئی حصہ

مِّنْ اَمْوَالِ النَّاسِ بِالْاِثْمِ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَهِلَّةِ ۭ قُلْ هِيَ ع

لوگوں کے مال میں سے ظلم کر کے (ناحق) تم کو معلوم ہے ۲۹۶ تجھ سے پوچھتے ہیں حال نئے چاند کا ۲۹۷ کہہ دے کہ یہ

مَوَاقِيْتُ لِلنَّاسِ وَالْحَجِّ ۭ وَلَيْسَ الْبِرُّ بِاَنْ تَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ ظُهُوْرِهَا وَلٰكِنَّ الْبِرَّ

اوقات مقررہ ہیں لوگوں کے واسطے اور حج کے واسطے ۲۹۸ اور نیکی یہ نہیں کہ آؤ گھروں میں ان کی پشت کی طرف سے اور لیکن

مَنِ اتَّقٰى ۚ وَاْتُوا الْبُيُوْتَ مِنْ اَبْوَابِهَا ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۸۹﴾

نیکی یہ ہے کہ جو کوئی ڈرے اللہ سے اور آؤ گھروں میں دروازوں سے اور اللہ سے ڈرتے رہو تاکہ تم اپنی مراد کو پہنچو ۲۹۹

فَائِدَة: [۲۹۵] **ناحق طریقوں سے مال کھانے کی ممانعت:** ...... روزہ سے طہارتِ نفس مقصود تھی اب تطہیرِ اموال کا ارشاد ہے اور معلوم ہو گیا کہ مال حلال تو صرف روزہ میں اُس کا کھانا منع ہے اور مالِ حرام سے روزہ مدت العمر کے لیے ہے اس کے لیے کوئی حد نہیں جیسے: چوری یا خیانت یا دغابازی یا رشوت یا زبردستی یا قمار یا بیوع ناجائزہ یا سُود وغیرہ ان ذریعوں سے مال کمانا بالکل حرام اور ناجائز ہے۔

فَائِدَة: [۲۹۶] ...... نہ پہنچاؤ حاکموں تک، یعنی کسی کے مال کی خبر نہ دو ظالم حاکموں کو یا اپنا مال بطریقِ رشوت حاکم تک نہ پہنچاؤ کہ حاکم کو موافق بنا کر کسی کا مال کھالو یا جھوٹی گواہی دے کر یا جھوٹی قسم کھا کر یا جھوٹا دعویٰ کر کے کسی کا مال نہ کھاؤ اور تم کو اپنے ناحق پر ہونے کا علم بھی ہو۔

فَائِدَة: [۲۹۷] **چاند میں کمی بیشی کے متعلق سوال:** ...... آفتاب ہمیشہ ایک صورت ایک حالت پر رہتا ہے اور چاند کی صورت بدلتی اور اُس کی مقدار بڑھتی گھٹتی رہتی ہے اس لیے لوگوں نے چاند کے کم زیادہ ہونے کی وجہ آپ سے پوچھی اُس پر یہ آیت نازل ہوئی، پہلی آیات میں شہر رمضان اور روزہ کا ذکر تھا اس آیت میں ہلال کا ذکر ہے اور روزہ اور رؤیت ہلال میں تعلق ظاہر ہے کہ ایک دوسرے پر موقوف ہے

اور آگے چل کر حج اور اس کے احکام کا ذکر ہے ذکرِ ہلال اس کے بھی مناسب ہے۔

فائدہ: [۲۹۸] چاند کے متعلق سوال کا جواب: ...... یعنی اُن سے کہہ دو کہ چاند کا اس طرح پر نکلنا اس سے لوگوں کے معاملات اور عبادات مثل قرض، اجارہ، عدت، مدت حمل و رضاعت، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ کے اوقات ہر ایک کو بے تکلف معلوم ہو جاتے ہیں۔ بالخصوص حج کہ روزہ وغیرہ کی قضا تو اُن کے غیر ایام میں ہوتی ہے حج کی تو قضا بھی ایام مقررہ حج کے سوا دوسرے ایام میں نہیں کر سکتے اور حج کے خاص بیان فرمانے کی یہ بھی وجہ ہے کہ ذی قعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب یہ چار مہینے اشہرِ حرام تھے ان میں لڑائی کرنا، کسی کو قتل کرنا حرام تھا۔ اہل عرب کو اگر ان مہینوں میں لڑائی پیش آتی تو مہینوں کو مقدم مؤخر کر کے لڑائی کرتے مثلاً: ذی الحجہ یا محرم میں لڑائی پیش آتی تو اس کو تو صفر بنا لیتے اور جب صفر آتا تو اس کو ذی الحجہ یا محرم ٹھہرا لیتے، ان کے اس خیال کے ابطال کی غرض سے یہاں حج کی تصریح فرمائی کہ جو ایام حج کے لیے اللہ نے مقرر فرمائے اُن میں تقدم تاخر ہرگز جائز نہیں، اب یہاں سے حج کے متعلقات اور اس کے احکام دور تک ذکر ہوں گے۔

فائدہ: [۲۹۹] گھروں میں دروازے سے داخل ہونے کا حکم: ...... زمانہ جاہلیت کا ایک دستور یہ بھی تھا کہ جب گھر سے نکل کر حج کا احرام باندھتے پھر کوئی ضرورت گھر میں جانے کی پیش آتی تو دروازہ سے نہ جاتے چھت پر چڑھ کر گھر کے اندر اُترتے یا گھر کی پشت کی جانب نقب دے کر گھستے اور اس کو نیکی کی بات سمجھتے، اللہ نے اس کو غلط فرما دیا۔

فائدہ: ...... پہلے جملہ میں حج کا ذکر تھا اور یہ حکم بھی حج کے متعلق تھا اس مناسبت سے اس حکم کو یہاں بیان فرمایا۔ اور بعض حضرات فرماتے ہیں کہ ظاہر یہ ہے کہ آیت میں ﴿اَہِلَّۃ﴾ سے مراد اشہرِ حج یعنی شوال اور ذیقعدہ اور دس راتیں ذی الحجہ کی ہیں کہ احرام حج ان میں ہونا چاہیے۔ لوگوں نے آپ سے پوچھا کہ حج کے یہی ایام ہیں یا اور ایام میں بھی حج ہو سکتا ہے۔ اللہ نے جواب دیا کہ حج کے لیے اشہرِ حج مقرر اور معین ہیں اور اسی کی مناسبت سے احرام کے اندر گھر میں جانے کی کیفیت ذکر فرما دی اس سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ اپنی طرف سے کسی جائز اور مباح امر کو نیکی بنا لینا اور دین میں داخل کر لینا مذموم اور ممنوع ہے جس سے بہت سی باتوں کا بدعت اور مذموم ہونا معلوم ہو گیا۔

وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ وَلَا تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ
اور لڑو اللہ کی راہ میں ان لوگوں سے جو لڑتے ہیں تم سے ف۳۰۰ اور کسی پر زیادتی مت کرو ف۳۰۱ بے شک اللہ تعالیٰ ناپسند کرتا ہے زیادتی

الْمُعْتَدِيْنَ ۝١٩٠ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ وَاَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ حَيْثُ اَخْرَجُوْكُمْ
کرنے والوں کو اور مار ڈالو ان کو جس جگہ پاؤ اور نکال دو ان کو جہاں سے انہوں نے تم کو نکالا ف۳۰۲

وَالْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ ۚ وَلَا تُقٰتِلُوْهُمْ عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ حَتّٰى يُقٰتِلُوْكُمْ
اور دین سے بچلانا مار ڈالنے سے بھی زیادہ سخت ہے ف۳۰۳ اور نہ لڑو ان سے مسجد الحرام کے پاس جب تک کہ وہ نہ لڑیں تم

فِيْهِ ۚ فَاِنْ قٰتَلُوْكُمْ فَاقْتُلُوْهُمْ ۭ كَذٰلِكَ جَزَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝١٩١ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ
سے اس جگہ پھر اگر وہ خود ہی لڑیں تم سے تو ان کو مارو یہی ہے سزا کافروں کی ف۳۰۴ پھر اگر وہ باز آئیں تو بے شک اللہ بہت بخشنے والا

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝١٩٢ وَقٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ لِلّٰهِ ۭ فَاِنِ انْتَهَوْا
نہایت مہربان ہے ف۳۰۵ اور لڑو ان سے یہاں تک کہ نہ باقی رہے فساد اور حکم رہے خدا تعالیٰ ہی کا پھر اگر وہ باز آئیں تو

فَلَا عُدْوَانَ اِلَّا عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۹۳﴾ اَلشَّهْرُ الْحَرَامُ بِالشَّهْرِ الْحَرَامِ وَالْحُرُمٰتُ

کسی پر زیادتی نہیں مگر ظالموں پر ٣٠٦ حرمت والا مہینہ بدلا (مقابل) ہے حرمت والے مہینہ کا اور ادب رکھنے میں

قِصَاصٌ ۭ فَمَنِ اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ فَاعْتَدُوْا عَلَيْهِ بِمِثْلِ مَا اعْتَدٰى عَلَيْكُمْ ۠

بدلہ ہے پھر جس نے تم پر زیادتی کی تم اس پر زیادتی کرو جیسی اس نے زیادتی کی تم پر

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ وَاَنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَلَا تُلْقُوْا

اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ اللہ ساتھ ہے پرہیزگاروں کے ٣٠٧ اور خرچ کرو اللہ کی راہ میں اور نہ ڈالو اپنی

بِاَيْدِيْكُمْ اِلَى التَّهْلُكَةِ ۛ وَاَحْسِنُوْا ۛ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۱۹۵﴾ مع ۱

جان کو ہلاکت میں ٣٠٨ اور نیکی کرو بے شک اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو

فائدہ:[۳۰۰] **حرم مکہ اور اشہر حرم میں قتال کا حکم**:...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے وقت سے مکہ دارالامن تھا، کوئی اپنے دشمن کو بھی مکہ میں پاتا تو کچھ نہ کہتا اور اشہرِ حرام یعنی ذی القعدہ اور ذی الحجہ اور محرم اور رجب یہ چاروں مہینے بھی امن کے تھے ان میں تمام ملک عرب میں لڑائی موقوف ہو جاتی اور کوئی کسی کو کچھ نہ کہتا۔ ذی القعدہ ۶ھ ہجری میں حضرت جماعتِ صحابہ کے ہمراہ عمرہ کے قصد سے مکہ کی زیارت کو تشریف لائے جب آپ مکہ کے نزدیک پہنچے تو مشرکین جمع ہو کر لڑنے کو تیار ہو گئے اور مسلمانوں کو روک دیا آخر کو اس پر صلح ہوئی کہ اب تو بدون زیارت واپس ہو جائیں اور اگلے برس آن کر عمرہ کریں اور تین روز اطمینان سے مکہ میں رہیں۔ جب دوسرے برس ذی القعدہ ۷ھ ہجری میں آپ نے مکہ کا قصد فرمایا تو آپ کے اصحاب کو یہ اندیشہ تھا کہ اہلِ مکہ اگر اب بھی وعدہ خلافی کر کے لڑنے بھڑنے کو تیار ہو گئے، تو پھر ہم کیا کرینگے، لڑیں تو شہرِ حرام اور حرم مکہ میں کیوں کر لڑیں، اور نہ لڑیں تو عمرہ کیسے کریں، اس پر حکمِ الٰہی آیا کہ اگر وہ اس مہینۂ حرام میں خلاف عہد تم سے لڑیں تو تم بھی بے تامل اُن سے لڑو، ہاں تمہاری طرف سے ابتدا اور زیادتی نہ ہونی چاہیے۔ حج کے ذیل میں عمرۂ حدیبیہ کی مناسبت سے قتال کفار کا ذکر آیا اس لئے جہاد کے بعض احکام و آداب مناسب مقام مذکور فرمائے جاتے ہیں اس کے بعد پھر حج کے احکام بیان ہوں گے۔

فائدہ:[۳۰۱]...... زیادتی مت کرو اس کے معنی یہ کہ لڑائی میں لڑکے اور عورتیں اور بوڑھے قصداً نہ مارے جائیں اور حرم کے اندر اپنی طرف سے لڑائی شروع نہ کی جائے۔

فائدہ:[۳۰۲] **جہاد کے کچھ احکام**:...... جس جگہ پاؤ یعنی حرم میں ہوں خواہ غیر حرم میں جہاں سے تم کو نکالا یعنی مکہ سے۔

فائدہ:[۳۰۳]...... یعنی دین سے پھر جانا یا دوسرے کو پھیرنا مہینہ حرام کے اندر مار ڈالنے سے بہت بڑا گناہ ہے، مطلب یہ کہ حرم مکہ میں کفار کا شرک کرنا اور کرانا زیادہ قبیح ہے جو مقاتلہ کرنے سے، تو اب اے مسلمانوں تم کچھ اندیشہ نہ کرو اور جواب ترکی بہ ترکی دو [جیسا کہے ویسا جواب دینا]

فائدہ:[۳۰۴]...... یعنی مکہ ضرور جائے امن ہے لیکن جب انہوں نے ابتدا کی اور تم پر ظلم کیا۔ اور ایمان لانے پر دشمنی کرنے لگے کہ یہ بات مار ڈالنے سے بھی سخت ہے تو اب اُن کو امان نہ رہی، جہاں پاؤ مار دو۔ آخر جب مکہ فتح ہوا تو آپ نے یہی فرما دیا کہ جو ہتھیار سامنے

کرے اُسی کو مارو اور باقی سب کو امن دیا۔

فائدہ:[۳۰۵]......یعنی باوجود ان سب باتوں کے اگر اب بھی مسلمان ہوں اور شرک سے باز آئیں تو توبہ قبول ہے۔

فائدہ:[۳۰۶] کافروں اور فتنہ برپا کرنے والوں سے قتال کا مقصد:......یعنی کافروں سے لڑائی اسی واسطے ہے کہ ظلم موقوف ہو اور کسی کو دین سے گمراہ نہ کرسکیں اور خاص اللہ ہی کا حکم جاری رہے۔ سو وہ جب شرک سے باز آجائیں تو زیادتی سوائے ظالموں کے اور کسی پر نہیں یعنی جو بدی سے باز آگئے وہ اب ظالم نہ رہے تو اب اُن پر زیادتی بھی مت کرو، ہاں جو فتنہ سے باز نہ رہیں اُن کو شوق سے قتل کرو۔

فائدہ:[۳۰۷]......حرمت کا مہینہ یعنی ذی قعدہ کہ جس میں عمرہ کی قضا کرنے جارہے ہو، بدلا ہے اُس حرمت کے مہینہ یعنی ذی قعدہ کا کہ سال گذشتہ میں اسی مہینہ کے اندر کفارِ مکہ نے تم کو عمرہ سے روک دیا تھا اور مکہ میں جانے نہ دیا تھا یعنی اب تم شوق سے اُن سے بدلا لو کیونکہ ادب اور حرمت رکھنے میں تو برابری ہے یعنی اگر کوئی کافر ماہِ حرام کی حرمت کرے اور اس مہینہ میں تم سے نہ لڑے تو تم بھی ایسا ہی کرو۔ مکہ والے جو سالِ گذشتہ میں تم پر ظلم کرچکے اور نہ ماہِ حرام کی حرمت کی، نہ حرمِ مکہ کی، نہ تمہارے احرام کا لحاظ کیا اور تم نے اس پر بھی صبر کیا اگر اس دفعہ بھی سب حرمتوں سے قطع نظر کرکے آمادۂ جنگ ہوں تو تم بھی کسی حرمت کا خیال مت کرو بلکہ اگلی پچھلی سب کسر مٹالو، مگر جو کرو خدا سے ڈر کر کرو اُس کی خلافِ اجازت ہرگز نہ ہو اور اللہ تعالیٰ پرہیزگاروں کا بیشک ناصر و مددگار ہے۔

فائدہ:[۳۰۸]......مطلب یہ ہے کہ اللہ کی اطاعت میں یعنی جہاد وغیرہ میں اپنے مال کو صرف کرو اور اپنی جان کو ہلاکت میں نہ ڈالو یعنی جہاد کو چھوڑ بیٹھو یا اپنے مال کو جہاد میں صرف نہ کرو کہ اس سے تم ضعیف اور دشمن قوی ہوگا۔

وَاَتِمُّوا الْحَجَّ وَالْعُمْرَةَ لِلّٰهِ ؕ فَاِنْ اُحْصِرْتُمْ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ وَلَا تَحْلِقُوْا

اور پورا کرو حج اور عمرہ اللہ کے واسطے ف۳۰۹ پھر اگر تم روک دیے جاؤ تو تم پر ہے جو کچھ کہ میسر ہو قربانی سے اور حجامت نہ کرو

رُءُوْسَكُمْ حَتّٰى يَبْلُغَ الْهَدْيُ مَحِلَّهٗ ؕ فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ بِهٖۤ اَذًى مِّنْ رَّاْسِهٖ

اپنے سروں کی جب تک پہنچ نہ چکے قربانی اپنے ٹھکانے پر ف۳۱۰ پھر جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا اس کو تکلیف ہو سر کی

فَفِدْيَةٌ مِّنْ صِيَامٍ اَوْ صَدَقَةٍ اَوْ نُسُكٍ ۚ فَاِذَاۤ اَمِنْتُمْ ٙ فَمَنْ تَمَتَّعَ بِالْعُمْرَةِ اِلَى

تو بدلا دیوے روزے یا خیرات یا قربانی ف۳۱۱ پھر جب تمہاری خاطر جمع ہو تو جو کوئی فائدہ اٹھائے عمرہ کو ملا کر

الْحَجِّ فَمَا اسْتَيْسَرَ مِنَ الْهَدْيِ ۚ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ فِى الْحَجِّ وَ

حج کے ساتھ تو اس پر ہے جو کچھ میسر ہو قربانی سے ف۳۱۲ پھر جس کو قربانی نہ ملے تو روزے رکھے تین حج کے دنوں میں اور

سَبْعَةٍ اِذَا رَجَعْتُمْ ؕ تِلْكَ عَشَرَةٌ كَامِلَةٌ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ لَّمْ يَكُنْ اَهْلُهٗ حَاضِرِى

سات روزے جب لوٹو یہ دس روزے ہوئے پورے ف۳۱۳ یہ حکم اس کے لئے ہے جس کے گھر والے نہ رہتے ہوں

ع ۲۴ ۸ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۹۶﴾ اَلْحَجُّ اَشْهُرٌ

مسجد الحرام کے پاس ف۳۱۴ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو کہ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے حج کے چند مہینے ہیں معلوم ف۳۱۵

مَّعْلُومٰتٌ ۚ فَمَنْ فَرَضَ فِيهِنَّ الْحَجَّ فَلَا رَفَثَ وَلَا فُسُوقَ ۙ وَلَا جِدَالَ فِي الْحَجِّ ۗ

پھر جس نے لازم کر لیا ان میں حج تو بے حجاب ہونا جائز نہیں عورت سے اور نہ گناہ کرنا اور نہ جھگڑا کرنا حج کے

وَمَا تَفْعَلُوا مِنْ خَيْرٍ يَعْلَمْهُ اللَّهُ ۗ وَتَزَوَّدُوا فَإِنَّ خَيْرَ الزَّادِ التَّقْوَىٰ ۚ وَاتَّقُونِ

زمانہ میں اور جو کچھ تم کرتے ہو نیکی اللہ اس کو جانتا ہے ف۳۱۶ اور زاد راہ لے لیا کرو کہ بے شک بہتر فائدہ زاد راہ کا بچنا ہے

يَا أُولِي الْأَلْبَابِ ﴿۱۹۷﴾ لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ أَنْ تَبْتَغُوا فَضْلًا مِنْ رَبِّكُمْ ۚ

مجھ سے ڈرتے رہو اے عقلمندو ف۳۱۷ کچھ گناہ نہیں تم پر کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا ف۳۱۸

فَإِذَا أَفَضْتُمْ مِنْ عَرَفَاتٍ فَاذْكُرُوا اللَّهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۖ وَاذْكُرُوهُ كَمَا

پھر جب طواف کے لئے لوٹو عرفات سے تو یاد کرو اللہ کو نزدیک مشعر الحرام کے ف۳۱۹ اور اس کو یاد کرو

هَدَاكُمْ وَإِنْ كُنْتُمْ مِنْ قَبْلِهِ لَمِنَ الضَّالِّينَ ﴿۱۹۸﴾ ثُمَّ أَفِيضُوا مِنْ حَيْثُ أَفَاضَ

جس طرح تم کو سکھلایا اور بے شک تم تھے اس سے پہلے ناواقف ف۳۲۰ پھر طواف کے لئے پھرو جہاں سے سب لوگ

النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللَّهَ ۚ إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ﴿۱۹۹﴾

پھریں اور مغفرت چاہو اللہ سے بے شک اللہ تعالیٰ بخشنے والا ہے مہربان ف۳۲۱

فائدہ: [۳۰۹]......حج کے ضمن میں جہاد کا ذکر جو مناسب تھا اُس کو بیان فرما کر اب احکام حج وعمرہ بتلائے جاتے ہیں۔

فائدہ: [۳۱۰] **حج وعمرہ کے احکامات:**......مطلب یہ ہے کہ جب کسی نے حج یا عمرہ شروع کیا یعنی اُس کا احرام باندھا تو اُس کا پورا کرنا لازم ہو گیا، بیچ میں چھوڑ بیٹھے اور احرام سے نکل جائے یہ نہیں ہو سکتا لیکن اگر کوئی دشمن یا مرض کی وجہ سے بیچ ہی میں رک گیا اور حج وعمرہ نہیں کر سکتا تو اس کے ذمہ پر ہے قربانی جو اُس کو میسر آئے جس کا ادنیٰ مرتبہ ایک بکری ہے۔ اس قربانی کو کسی کے ہاتھ مکہ کو بھیجے اور یہ مقرر کردے کہ فلاں روز اس کو حرم مکہ میں پہنچ کر ذبح کر دینا اور جب اطمینان ہو جائے کہ اب اپنے ٹھکانے یعنی حرم میں پہنچ کر اُس کی قربانی ہو چکی ہوگی، اُس وقت سر کی حجامت کرا دے، اس سے پہلے ہرگز نہ کرائے اس کو دمِ احصار کہتے ہیں کہ حج یا عمرہ سے رکنے کی وجہ سے لازم ہوتا ہے۔

فائدہ: [۳۱۱] **عذر کی حالت میں حجامت کا حکم:**......یعنی اگر حالتِ احرام میں کوئی بیمار ہو یا اُس کے سر میں درد یا سر میں زخم ہو تو اُس کو بضرورت حالتِ احرام میں حجامت کرنا سر کا جائز ہے، مگر بدلا دینا پڑے گا۔ تین روزے یا چھ محتاجوں کو کھانا کھلانا یا ایک دنبے یا بکرے کی قربانی کرنا۔ یہ دم جنایت ہے کہ حالتِ احرام میں بضرورتِ مرض لاچار ہو کر اُمور مخالفِ احرام کرنے پڑے۔

فائدہ: [۳۱۲] **قران یا تمتع کی حالت میں قربانی:**......یعنی جو محرم کہ دشمن کی طرف سے اور مرض سے مطمئن ہو، خواہ اس کو کسی قسم کا اندیشہ پیش ہی نہ آیا یا دشمن کا خوف یا بیماری کا کھٹکا پیش تو آیا مگر جلد زائل ہو گیا، احرام حج وعمرہ میں اُس سے خلل نہ آنے پایا تو اُس کو دیکھنا چاہیے کہ اس نے حج اور عمرہ دونوں ادا کیے، یعنی قران یا تمتع کیا، افراد نہیں کیا تو اُس پر قربانی ایک بکرا، یا ساتواں حصہ اونٹ یا گائے کا لازم ہے، اس کو دم قران اور دم تمتع کہتے ہیں، امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ اس کو دم شکر کہتے ہیں اور اُس کو اس میں سے کھانے کی اجازت دیتے ہیں۔

اور امام شافعی بروجہ اس کو دم جبر کہتے ہیں اور قربانی کرنے والے کو اس میں سے کھانے کی اجازت بھی نہیں دیتے۔

فائدۃ: [۳۱۳]...... یعنی جس نے قران یا تمتع کیا اور اُس کو قربانی میسر نہ ہوئی تو اُس کو چاہیے کہ تین روزے رکھے حج کے دنوں میں جو کہ یوم عرفہ یعنی نویں ذی الحجہ پر ختم ہوتے ہیں اور سات روزے جب رکھے کہ حج سے بالکل فارغ ہو جائے دونوں کا مجموعہ دس روزے ہو گیا۔

فائدۃ: [۳۱۴]...... یعنی قران و تمتع اُسی کے لیے ہے جو مسجد حرام یعنی حرم مکہ کے اندر یا اُس کے قریب نہ رہتا ہو بلکہ حل یعنی خارج از میقات کا رہنے والا ہو اور جو حرم مکہ کے رہنے والے ہیں وہ صرف افراد کریں۔

فائدۃ: [۳۱۵] **حج کے مہینوں کی وضاحت:**...... شوال کے غرہ سے لے کر بقرعید کی صبح یعنی ذی الحجہ کی دسویں رات تک ان کا نام اشہر حج ہے، اس لیے کہ احرام حج اِن کے اندر ہوتا ہے، اگر اس سے پہلے کوئی احرام، حج کا باندھے گا تو وہ ناجائز یا مکروہ ہوگا۔ یعنی حج کے لیے چند مہینے مقرر ہیں اور سب کو معلوم ہیں۔ مشرکین عرب جو اپنی ضرورت میں اُن میں تغیر تبدل کرتے تھے جس کو دوسری آیت میں ﴿اِنَّمَا النَّسِیۡٓءُ زِیَادَۃٌ فِی الۡکُفۡرِ﴾ [التوبۃ: ۳۷] فرمایا گیا ہے یہ بالکل بے اصل اور باطل ہے۔

فائدۃ: [۳۱۶]...... حج لازم کیا یعنی احرام حج کا باندھا اس طرح پر کہ دل سے نیت کی اور زبان سے تلبیہ پڑھا۔

فائدۃ: [۳۱۷] **کفار کے غلط دستور کی اصلاح:**...... ایک غلط دستور کفر میں یہ بھی تھا کہ بغیر زادِ راہ خالی ہاتھ حج کو جانا ثواب سمجھتے اور اس کو توکل کہتے اور وہاں جا کر ہر ایک سے مانگتے پھرتے، اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جن کو مقدور ہو وہ خرچ ہمراہ لیکر جائیں تاکہ خود تو سوال سے بچیں اور لوگوں کو حیران نہ کریں۔

فائدۃ: [۳۱۸] **حج کے سفر میں تجارت:**...... حج کے سفر میں اگر سوداگری بھی کر دو تو گناہ نہیں، بلکہ مباح ہے، لوگوں کو اس میں شبہ ہوا تھا کہ شاید تجارت کرنے سے حج میں نقصان آئے اب جس کو مقصود اصلی حج ہو اور اس کے ذیل میں تجارت بھی کر لے تو اُس کے ثواب میں نقصان نہ آئے گا۔

فائدۃ: [۳۱۹]...... مشعر الحرام ایک پہاڑ کا نام ہے جو مزدلفہ میں واقع ہے جس پر امام وقوف کرتا ہے اس پہاڑ پر قیام کرنا افضل ہے اور تمام مزدلفہ میں جہاں قیام کرے جائز ہے سوا وادی محسر کے۔

فائدۃ: [۳۲۰]...... یعنی کفار بھی اللہ کا ذکر تو کرتے تھے مگر شرک کے ساتھ، وہ ذکر نہ چاہیے بلکہ توحید کے ساتھ جس کی تم کو ہدایت فرمائی۔

فائدۃ: [۳۲۱] **مکہ کے قریش کی غلطی کی اصلاح:**...... زمانہ کفر کی ایک غلطی یہ بھی تھی کہ مکہ کے لوگ عرفات تک نہ جاتے کہ عرفات حرم سے باہر ہے بلکہ حرم کی حد یعنی مزدلفہ میں ٹھہر جاتے اور قریشِ مکہ کے سوا اور سب عرفات تک پہنچتے اور پھر وہاں سے طواف کے لیے مکہ کو واپس آتے سو اس لیے فرما دیا کہ جہاں سے سب لوگ طواف کو آئیں تم بھی وہیں سے جا کر لوٹو یعنی عرفات سے اور اگلی تقصیر پر نادم ہو۔

فَاِذَا قَضَیۡتُمۡ مَّنَاسِکَکُمۡ فَاذۡکُرُوا اللّٰہَ کَذِکۡرِکُمۡ اٰبَآءَکُمۡ اَوۡ اَشَدَّ ذِکۡرًا ؕ

پھر جب پورے کر چکو اپنے حج کے کام کو تو یاد کرو اللہ کو جیسے تم یاد کرتے تھے اپنے باپ دادوں کو بلکہ اس سے بھی زیادہ یاد کرو ۳۲۲

فَمِنَ النَّاسِ مَنۡ یَّقُوۡلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا وَمَا لَہٗ فِی الۡاٰخِرَۃِ مِنۡ خَلَاقٍ ﴿۲۰۰﴾

پھر کوئی آدمی تو کہتا ہے اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں اور اس کے لئے آخرت میں کچھ حصہ نہیں

وَمِنۡہُمۡ مَّنۡ یَّقُوۡلُ رَبَّنَاۤ اٰتِنَا فِی الدُّنۡیَا حَسَنَۃً وَّفِی الۡاٰخِرَۃِ حَسَنَۃً وَّقِنَا عَذَابَ

اور کوئی ان میں کہتا ہے اے رب ہمارے دے ہم کو دنیا میں خوبی اور آخرت میں خوبی اور بچا ہم کو عذاب

النَّارِ ﴿۲۰۱﴾ أُولَٰئِكَ لَهُمْ نَصِيبٌ مِّمَّا كَسَبُوا ۚ وَاللَّهُ سَرِيعُ الْحِسَابِ ﴿۲۰۲﴾ وَاذْكُرُوا

دوزخ سے انہی لوگوں کے واسطے حصہ ہے اپنی کمائی سے ف۳۲۳ اور اللہ جلد حساب لینے والا ہے ف۳۲۴ اور یاد کرو

اللَّهَ فِي أَيَّامٍ مَّعْدُودَاتٍ ۚ فَمَن تَعَجَّلَ فِي يَوْمَيْنِ فَلَا إِثْمَ عَلَيْهِ وَمَن تَأَخَّرَ فَلَا

اللہ کو گنتی کے چند دنوں میں ف۳۲۵ پھر جو کوئی جلدی چلا گیا دو ہی دن میں تو گناہ نہیں اس پر اور جو کوئی

إِثْمَ عَلَيْهِ ۚ لِمَنِ اتَّقَىٰ ۗ وَاتَّقُوا اللَّهَ وَاعْلَمُوا أَنَّكُمْ إِلَيْهِ تُحْشَرُونَ ﴿۲۰۳﴾ وَمِنَ

رہ گیا تو اس پر بھی کچھ گناہ نہیں جو کہ ڈرتا ہے ف۳۲۶ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان لو بے شک تم سب اسی کے پاس جمع ہو گے ف۳۲۷ اور

النَّاسِ مَن يُعْجِبُكَ قَوْلُهُ فِي الْحَيَاةِ الدُّنْيَا وَيُشْهِدُ اللَّهَ عَلَىٰ مَا فِي قَلْبِهِ وَهُوَ

بعض آدمی وہ ہے کہ پسند آتی ہے تجھ کو اس کی بات دنیا کی زندگانی کے کاموں میں اور گواہ کرتا ہے اللہ کو اپنے دل کی بات پر اور وہ سخت

أَلَدُّ الْخِصَامِ ﴿۲۰۴﴾ وَإِذَا تَوَلَّىٰ سَعَىٰ فِي الْأَرْضِ لِيُفْسِدَ فِيهَا وَيُهْلِكَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ۗ

جھگڑالو ہے اور جب پھرے تیرے پاس سے تو دوڑتا پھرے ملک میں تاکہ اس میں خرابی ڈالے اور تباہ کرے کھیتیاں اور جانیں

وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الْفَسَادَ ﴿۲۰۵﴾ وَإِذَا قِيلَ لَهُ اتَّقِ اللَّهَ أَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْإِثْمِ ۚ فَحَسْبُهُ

اور اللہ ناپسند کرتا ہے فساد کو اور جب اس سے کہا جائے کہ اللہ سے ڈر تو آمادہ کرے اس کو غرور گناہ پر سو کافی ہے اس کو

جَهَنَّمُ ۚ وَلَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۲۰۶﴾ وَمِنَ النَّاسِ مَن يَشْرِي نَفْسَهُ ابْتِغَاءَ مَرْضَاتِ اللَّهِ ۗ

دوزخ اور وہ بے شک برا ٹھکانا ہے ف۳۲۸ اور لوگوں میں ایک شخص وہ ہے کہ بیچتا ہے اپنی جان کو اللہ کی رضا جوئی میں ف۳۲۹

وَاللَّهُ رَءُوفٌ بِالْعِبَادِ ﴿۲۰۷﴾

اور اللہ نہایت مہربان ہے اپنے بندوں پر ف۳۳۰

فائدہ: [۳۲۲] **منیٰ میں قیام کا وقت:** ...... یعنی دسویں ذی الحجہ کو جب افعالِ حج رمی جمرہ اور ذبح قربانی اور سر منڈانے اور طواف کعبہ اور سعی صفا مروہ سے فراغت پا چکو تو زمانہ قیامِ منیٰ میں اللہ کا ذکر کرو جیسے کفر کے زمانہ میں اپنے باپ دادوں کا ذکر کیا کرتے تھے بلکہ اس سے بھی زیادہ ذکر کرنا چاہیے۔ ان کا قدیم دستور تھا کہ حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں تین روز قیام کرتے اور بازار لگاتے اور اپنے باپ دادا کی بڑائی اور فضائل بیان کیا کرتے، سو اللہ تعالیٰ نے اس سے روکا اور فرمادیا کہ ان دنوں میں خدا تعالیٰ کی بڑائی بیان کرو۔

فائدہ: [۳۲۳] **دعا کرنے والوں کی دو قسمیں:** ...... پہلے یہ فرمایا تھا کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو، اوروں کا مت کرو، اب یہ جتلایا جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے والے اور اس سے دعا مانگنے والے بھی دو قسم کے ہیں: ایک وہ جن کا مطلوب صرف دنیا ہے ان کی دعا یہی ہے کہ ہم کو جو کچھ دولت، عزت وغیرہ دی جائے دنیا ہی میں دے دی جائے سو یہ لوگ تو آخرت کی نعمتوں سے بے بہرہ ہیں۔ دوسرے وہ کہ طالب آخرت ہیں جو دنیا کی خوبی یعنی توفیق بندگی وغیرہ اور آخرت کی خوبی یعنی ثواب اور رحمت و جنت دونوں کو طلب کرتے ہیں سو ایسوں کو

آخرت میں اُن کے حج اور دُعا، جملہ حسنات سے پورا حصہ ملے گا۔

فائدہ: [۳۲۴]...... یعنی قیامت کو سب سے ایک دم میں حساب لے گا یا یوں کہو کہ قیامت کو دُور نہ سمجھو بلکہ جلد آنے والی ہے اُس سے کسی طرح بچاؤ ممکن نہیں اس کی فکر سے غافل مت ہو۔

فائدہ: [۳۲۵]...... ﴿اَيَّامًا مَّعۡدُوۡدٰتٍ﴾ سے مراد ذی الحجہ کی گیارھویں، بارھویں، تیرھویں تاریخیں ہیں جن میں حج سے فارغ ہو کر منیٰ میں قیام کا حکم ہے ان دنوں میں رمی جمار یعنی کنکریوں کے مارنے کے وقت اور ہر نماز کے بعد تکبیر کہنے کا حکم ہے اور دیگر اوقات میں بھی ان دنوں میں چاہیے کہ تکبیر اور ذکر الٰہی کثرت سے کرے۔

فائدہ: [۳۲۶]...... یعنی گناہ تو یہ ہے کہ ممنوعاتِ شرعیہ سے پرہیز نہ کرے اور جو کوئی اللہ سے ڈرے اور زمانہ حج میں پرہیزگاری کرے تو پھر اس بات میں کچھ گناہ نہیں کہ منیٰ میں دو دن قیام کیا یا تین دن کہ اللہ نے دونوں باتیں جائز رکھیں، گو افضل یہی ہے کہ تین روز قیام کرے۔

فائدہ: [۳۲۷] **حج والے اعمال ہمیشہ کے کرنے کیلئے ہیں:**...... یعنی حج کی خصوصیت نہیں، بلکہ خدا تعالیٰ سے ہر کام میں اور ہر وقت ڈرتے رہو کہ تم سب کو قبروں سے اُٹھ کر اُس کے پاس جمع ہونا ہے حساب دینے کو، اب حج کا ذکر تو تمام ہو چکا مگر حج کے ذیل میں جو لوگوں کی دو قسموں کا ذکر آ گیا تھا ﴿فَمِنَ النَّاسِ مَنۡ يَّقُوۡلُ﴾ اور ﴿وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ يَّقُوۡلُ﴾ یعنی کافر اور مومن کا، تو اب اس کی مناسبت سے تیسری قسم یعنی منافق کا حال بھی بیان کیا جاتا ہے۔

فائدہ: [۳۲۸] **منافق کا حال:**...... یہ حال ہے منافق کا کہ ظاہر میں خوشامد کرے اور اللہ کو گواہ کرے کہ میں سچا ہوں اور میرے دل میں اسلام کی محبت ہے اور جھگڑے کے وقت کمی نہ کرے اور قابو پاوے تو لوٹ مار مچادے اور منع کرنے سے اُس کو زیادہ ضد چڑھے اور گناہ میں ترقی کرے، کہتے ہیں ایک شخص اخنس ابن شریق تھا۔ منافق فصیح و بلیغ جب آپ کی خدمت میں آتا تو غایت اخلاص اور محبتِ اسلام ظاہر کرتا اور جب چلا جاتا تو کسی کی کھیتی جلا دیتا کسی کے جانوروں کے پیر کاٹ ڈالتا اس پر منافقین کی برائی میں یہ آیت نازل ہوئی۔

فائدہ: [۳۲۹] **کامل ایمان والے کا تذکرہ:**...... پہلی آیت میں اس منافق کا ذکر تھا جو دین کے بدلے دنیا لیتا تھا اس کے مقابلہ میں اب اس آیت میں اس مخلص کامل الایمان کا ذکر ہے جو دنیا اور جان و مال کو طلبِ دین میں صرف کرتا ہے۔ کہتے ہیں حضرت صہیب رومی رضی اللہ تعالیٰ عنہ بہ ارادۂ ہجرت آپ کی خدمت میں آتے تھے، رستہ میں مشرکین نے ان کو گھیر لیا صہیب نے کہا کہ میں اپنا گھر اور تمام مال تم کو اس شرط پر دیتا ہوں کہ مجھ کو مدینہ جانے دو، اور ہجرت سے نہ روکو اس پر وہ راضی ہو گئے اور صہیب آپ کی خدمت میں چلے گئے اُس پر یہ آیت مخلصین کی تعریف میں نازل ہوئی۔

فائدہ: [۳۳۰]...... اُس کی کتنی بڑی رحمت ہے کہ اپنے بندوں کو توفیق دی جو اُس کی خوشی میں اپنی جان اور مال حاضر کر دیتے ہیں اور نیز ہر ایک کی جان و مال تو اللہ کی ملک ہے پھر جنت کے بدلے اس کو خریدنا یہ محض اُس کا احسان ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا ادۡخُلُوۡا فِى السِّلۡمِ كَآفَّةً ۖ وَلَا تَتَّبِعُوۡا خُطُوٰتِ الشَّيۡطٰنِ ؕ اِنَّهٗ

اے ایمان والو داخل ہو جاؤ اسلام میں پورے ۳۳۱ اور مت چلو قدموں پر شیطان کے بے شک وہ

لَـكُمۡ عَدُوٌّ مُّبِيۡنٌ ۝۲۰۸ فَاِنۡ زَلَلۡتُمۡ مِّنۡۢ بَعۡدِ مَا جَآءَتۡكُمُ الۡبَيِّنٰتُ فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ

تمہارا صریح دشمن ہے ۳۳۲ پھر اگر تم پھسلنے لگو بعد اس کے کہ پہنچ چکے تم کو صاف حکم تو جان رکھو کہ بے شک اللہ

عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٠٩﴾ هَلْ يَنظُرُونَ إِلَّا أَن يَأْتِيَهُمُ اللَّهُ فِي ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ وَالْمَلَٰٓئِكَةُ

زبردست ہے حکمت والا ف۳۳۳ کیا وہ اسی کی راہ دیکھتے ہیں کہ آوے ان پر اللہ ابر کے سائبانوں میں اور فرشتے

وَقُضِيَ الْأَمْرُ ۚ وَإِلَى اللَّهِ تُرْجَعُ الْأُمُورُ ﴿٢١٠﴾ سَلْ بَنِي إِسْرَآءِيلَ كَمْ آتَيْنَٰهُم مِّنْ ع ۲۶

اور طے ہو جاوے قصہ اور اللہ ہی کی طرف لوٹیں گے سب کام ف۳۳۴ پوچھ بنی اسرائیل سے کس قدر عنایت کیں ہم نے ان

آيَةٍ بَيِّنَةٍ ۗ وَمَن يُبَدِّلْ نِعْمَةَ اللَّهِ مِن بَعْدِ مَا جَآءَتْهُ فَإِنَّ اللَّهَ شَدِيدُ الْعِقَابِ ﴿٢١١﴾

کو نشانیاں کھلی ہوئی ف۳۳۵ اور جو کوئی بدل ڈالے اللہ کی نعمت بعد اس کے کہ پہنچ چکی ہو وہ نعمت اس کو تو اللہ کا عذاب سخت ہے ف۳۳۶

زُيِّنَ لِلَّذِينَ كَفَرُوا الْحَيَوٰةُ الدُّنْيَا وَيَسْخَرُونَ مِنَ الَّذِينَ آمَنُوا ۘ وَالَّذِينَ وقف لازم

فریفتہ کیا ہے کافروں کو دنیا کی زندگی پر اور ہنستے ہیں ایمان والوں کو ف۳۳۷ اور جو پرہیزگار ہیں وہ

اتَّقَوْا فَوْقَهُمْ يَوْمَ الْقِيَٰمَةِ ۗ وَاللَّهُ يَرْزُقُ مَن يَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢١٢﴾ كَانَ

ان کافروں سے بالاتر ہوں گے قیامت کے دن اور اللہ روزی دیتا ہے جس کو چاہے بے شمار ف۳۳۸ تھے سب لوگ

النَّاسُ أُمَّةً وَٰحِدَةً فَبَعَثَ اللَّهُ النَّبِيِّـۧنَ مُبَشِّرِينَ وَمُنذِرِينَ وَأَنزَلَ مَعَهُمُ

ایک دین پر پھر بھیجے اللہ نے پیغمبر خوشخبری سنانے والے اور ڈرانے والے اور اتاری ان کے

الْكِتَٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ ۚ وَمَا اخْتَلَفَ فِيهِ إِلَّا

ساتھ کتاب سچی کہ فیصلہ کرے لوگوں میں جس بات میں وہ جھگڑا کریں اور نہیں جھگڑا ڈالا کتاب میں مگر

الَّذِينَ أُوتُوهُ مِن بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنَٰتُ بَغْيًا بَيْنَهُمْ ۖ فَهَدَى اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا

انہی لوگوں نے جن کو کتاب ملی تھی اس کے بعد کہ ان کو پہنچ چکے صاف حکم آپس کی ضد سے پھر اب ہدایت کی اللہ نے ایمان والوں کو

لِمَا اخْتَلَفُوا فِيهِ مِنَ الْحَقِّ بِإِذْنِهِ ۗ وَاللَّهُ يَهْدِي مَن يَشَآءُ إِلَىٰ صِرَٰطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿٢١٣﴾

اس سچی بات کی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے اور اللہ بتلاتا ہے جس کو چاہے سیدھا راستہ ف۳۳۹

فائدہ: [۳۳۱] **مکمل طور پر اسلام میں داخل ہونے کا حکم:......** پہلی آیت میں مومن مخلص کی مدح فرمائی تھی جس سے نفاق کا ابطال منظور تھا، اب فرماتے ہیں کہ اسلام کو پورا پورا قبول کرو یعنی ظاہر اور باطن اور عقیدہ اور عمل میں صرف احکام اسلام کا اتباع کرو، یہ نہ ہو کہ اپنی عقل یا کسی دوسرے کے کہنے سے کوئی حکم تسلیم کر لو یا کوئی عمل کرنے لگو۔ سو اس سے بدعت کا قلع قمع [ختم کرنا] مقصود ہے کیونکہ بدعت کی حقیقت یہی ہے کہ کسی عقیدہ یا کسی عمل کو کسی وجہ سے مستحسن سمجھ کر اپنی طرف سے دین میں شمار کر لیا جائے مثلاً: نماز اور روزہ جو کہ افضل عبادات ہیں اگر بدون حکم شریعت کوئی اپنی طرف سے مقرر کرنے لگے جیسے عید کے دن عیدگاہ میں نوافل کا پڑھنا یا ہزارہ روزہ رکھنا [ماہ رجب

کی ۲۷ ویں تاریخ کا روزہ] یہ بدعت ہوگا، خلاصہ ان آیات کا یہ ہوا کہ اخلاص کے ساتھ ایمان لاؤ اور بدعات سے بچتے رہو۔ چند حضرات یہود سے مشرف بہ اسلام ہوئے مگر اَحکام اسلام کے ساتھ اُحکام تورات کی بھی رعایت کرنی چاہتے تھے مثلاً: ہفتہ کے دن کو معظم سمجھنا اور اونٹ کے گوشت اور دودھ کو حرام ماننا اور تورات کی تلاوت کرنا اُس پر یہ آیت نازل ہوئی جس سے بدعت کا انسداد کامل فرمایا گیا۔

فائدہ: [۳۳۲]......کہ اپنے وسوسہ سے بے اصل چیزوں کو تمہارے دل نشین کر دیتا ہے اور دین میں بدعات کو شامل کرا کر تمہارے دین کو خراب کرتا ہے اور تم اُس کو پسند کرتے ہو۔

فائدہ: [۳۳۳] **شریعت محمدی سے اعراض:** ......یعنی شریعتِ محمدی کے صاف صاف احکام معلوم ہونے کے بعد بھی اگر کوئی اس پر قائم نہ ہو، بلکہ دوسری طرف بھی نظر رکھے تو خوب سمجھ لو کہ اللہ سب پر غالب ہے جس کو چاہے سزا دے کوئی اُس کے عذاب کو روک نہیں سکتا، بڑا حکمت والا ہے جو کرتا ہے حق اور مصلحت کے موافق کرتا ہے خواہ عذاب دے یا کچھ ڈھیل دے یعنی نہ جلد باز ہے نہ بھولنے والا نہ خلاف انصاف اور غیر مناسب امر کو کرنے والا۔

فائدہ: [۳۳۴]......یعنی جو لوگ حق تعالیٰ کے صاف صاف احکام کے بعد بھی اپنی کجروی سے باز نہیں آتے تو اُن کو رسول اور قرآن پر تو یقین اور اعتماد نہ ہوا، اب صرف اس کی کسر ہے کہ خدائے پاک خود اور اُس کے فرشتے اُن پر آئیں اور جزا اور سزا کا قصہ جو قیامت کو ہونے والا ہے آج ہی فیصل کیا جائے۔ سو آخر کار سب امور حساب اور عذاب وغیرہ کا مرجع اللہ ہی کی طرف ہے تمام حکم اُسی کے حضور سے صادر ہوں گے اس میں کوئی تردّد کی بات نہیں گھبراتے کیوں ہو۔

فائدہ: [۳۳۵]......اس سے پہلے فرمایا تھا کہ حق تعالیٰ کے صاف حکم کے بعد اُس کی مخالفت کرنا موجب عذاب ہے، اب اُسی کی تائید میں فرماتے ہیں کہ خود بنی اسرائیل ہی سے پوچھو کہ ہم نے ان پر کتنی آیات واضحات اور صریح احکام بھیجے جب اُن سے انحراف کیا تو مبتلائے عذاب ہوئے، یہ نہیں کہ ہم نے اوّل ہی ان کو عذاب دیا ہو۔

فائدہ: [۳۳۶] **احکامِ الٰہی میں تبدیلی کی سزا:** ......یعنی یہ قاعدہ البتہ محقق ہے کہ جو کوئی اللہ کے احکام سراپا ہدایت کو بدلے اور اس کے انعامات اور احسانات کا کفران کرے تو پھر اس کا عذاب سخت ہے آیات کے بدلنے والے پر کہ دنیا میں مارا جائے اور لوٹا جائے یا جزیہ دے اور ذلیل ہو۔ اور قیامت کو دوزخ میں جائے ہمیشہ کے لیے۔

فائدہ: ......نعمت کے پہنچ چکنے کا یہ مطلب کہ اُس کا علم حاصل ہو جائے یا بے تکلف حاصل ہو سکے۔

فائدہ: [۳۳۷] **کفار کا ایمان والوں کے ساتھ مذاق:** ......یعنی کافر جو اللہ کے صاف احکام اور اس کے پیغمبروں کی مخالفت کرتے ہیں جو اوپر مذکور ہو چکا، اُس کی وجہ یہ ہے کہ اُن کی نظروں میں دنیا کی خوبی اور اُس کی محبت ایسی سما گئی ہے کہ اُس کے مقابلہ میں آخرت کے رنج اور راحت کو خیال ہی میں نہیں لاتے، بلکہ مسلمان جو فکرِ آخرت میں مصروف اور اللہ کے احکام کی تعمیل میں مشغول ہیں اُلٹا ان کو ہنستے ہیں اور ذلیل سمجھتے ہیں سو ایسے احمق نفس کے بندوں سے تعمیلِ احکامِ الٰہی ہو تو کیوں کر ہو۔ رؤسائے مشرکین حضرت بلال اور عمار اور صہیب رضی اللہ عنہم اور فقرائے مہاجرین رضی اللہ عنہم کو دیکھ کر تمسخر کرتے کہ ان نادانوں نے آخرت کے خیال پر دنیا کی تکالیف اور مصائب کو اپنے سر لیا اور محمد ﷺ کو تو دیکھو کہ ان فقیروں محتاجوں کی امداد سے عرب کے سرداروں پر غالب آنا اور دنیا بھر کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔

فائدہ: [۳۳۸] **اللہ تعالیٰ کی طرف سے جواب:** ......اللہ تعالیٰ ان کے جواب میں ارشاد فرماتا ہے کہ یہ اُن کی جہالت اور خام خیالی ہے، کہ دنیا پر ایسے غش [عاشق] ہیں وہ نہیں جانتے کہ یہی غرباء اور فقراء قیامت کو اُن سے اعلیٰ اور برتر ہوں گے اور اللہ دنیا و آخرت میں جس کو چاہے بے شمار روزی عطا فرمائے۔ چنانچہ انہی غریبوں کو جن پر کافر ہنستے تھے اموال بنی قریظہ اور نضیر اور سلطنتِ فارس اور روم وغیرہ

پر اللہ نے مسلط کر دیا۔

فائدۃ:[۳۳۹]**انبیاء علیہم السلام کی بعثت کا مقصد**:...... حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے ایک ہی سچا دین رہا ایک مدت تک۔ اُس کے بعد دین میں لوگوں نے اختلاف ڈالا تو خدا تعالیٰ نے انبیاء کو بھیجا جو اہلِ ایمان وطاعت کو ثواب کی بشارت دیتے تھے اور اہلِ کفر ومعصیت کو عذاب سے ڈراتے تھے اور اُن کے ساتھ سچی کتاب بھی بھیجی، تاکہ لوگوں کا اختلاف اور نزاع دور ہو اور دین حق اُن کے اختلافات سے محفوظ اور قایم رہے اور احکامِ الٰہی میں اُنہی لوگوں نے اختلاف ڈالا جن کو وہ کتاب ملی تھی، جیسے یہود ونصاریٰ توریت وانجیل میں اختلاف و تحریف کرتے تھے اور یہ نزاع بے سمجھی سے نہیں کرتے تھے بلکہ خوب سمجھ کر محض حُبِّ دنیا اور ضد اور حسد سے ایسا کرتے تھے، سو اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے اہلِ ایمان کو طریقۂ حق کی ہدایت فرمائی اور گمراہوں کے اختلافات سے بچا لیا، جیسے آپ کی اُمت کو ہر عقیدہ اور ہر عمل میں امرِ حق کی تعلیم فرمائی اور یہود ونصاریٰ کے اختلاف اور افراط وتفریط سے اُن کو محفوظ رکھا۔

فائدۃ:...... اس آیت سے دو باتیں معلوم ہوئیں: ایک تو یہ کہ اللہ نے جو کتابیں اور نبی متعدد بھیجے تو اس واسطے نہیں کہ ہر فرقہ کو جدا طریقہ بتلایا ہو بلکہ سب کے لیے اللہ نے اصل میں ایک ہی رستہ مقرر کیا، جس وقت اُس راہ سے بچلے تو اللہ نے نبی کو بھیجا اور کتاب اُتاری کہ اُس کے موافق چلیں اُس کے بعد پھر بہکے تو دوسرا نبی اور کتاب، اللہ پاک نے اسی ایک راہ کے قائم کرنے کو بھیجا۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے کہ تندرستی ایک ہے اور بیماریاں بے شمار جب ایک مرض پیدا ہوا تو اُس کے موافق دوا اور پرہیز فرمایا جب دوسرا مرض پیدا ہوا تو دوسری دوا اور پرہیز اس کے موافق فرمایا، اب آخر میں ایسا طریقہ اور قاعدہ فرما دیا جو سب بیماریوں سے بچائے اور سب کے بدلے کفایت کرے اور وہ طریقہ اسلام ہے جس کے لیے پیغمبرِ آخر الزمان ﷺ اور قرآن شریف بھیجے گئے۔ دوسری بات یہ معلوم ہوگئی کہ سنت اللہ یہی جاری ہے کہ بُرے لوگ ہر نبی مبعوث کے خلاف اور ہر کتابِ الٰہی میں اختلاف کو پسند کرتے رہے اور اس میں ساعی رہے تو اب اہلِ ایمان کو کفار کی بدسلوکی اور فساد سے تنگدل ہونا نہ چاہیے۔

اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَاْتِكُمْ مَّثَلُ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِكُمْ ؕ

کیا تم کو یہ خیال ہے کہ جنت میں چلے جاؤ گے حالانکہ تم پر نہیں گزرے حالات ان لوگوں جیسے جو ہو چکے تم

مَسَّتْهُمُ الْبَاْسَآءُ وَالضَّرَّآءُ وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ

سے پہلے کہ پہنچی ان کو سختی اور تکلیف اور جھڑ جھڑائے گئے یہاں تک کہ کہنے لگا رسول اور جو اس کے ساتھ ایمان لائے

مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ نَصْرَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ ﴿۲۱۴﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَا يُنْفِقُوْنَ ؕ قُلْ

کب آوے گی اللہ کی مدد سن رکھو اللہ کی مدد قریب ہے ف۳۴۰ تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز خرچ کریں ف۳۴۱ کہہ دو کہ جو

مَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ خَيْرٍ فَلِلْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ

کچھ تم خرچ کرو مال سو ماں باپ کے لئے اور قرابت والوں کے اور یتیموں کے اور محتاجوں کے اور مسافروں کے

وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۱۵﴾ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ وَهُوَ

اور جو کچھ کرو گے تم بھلائی سو وہ بے شک اللہ کو خوب معلوم ہے ف۳۴۲ فرض ہوئی تم پر لڑائی ف۳۴۳ اور وہ بری لگتی ہے تم کو ف۳۴۴

كُرْهٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَعَسٰٓى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا

اور شاید کہ تم کو بری لگے ایک چیز اور وہ بہتر ہو تمہارے حق میں اور شاید تم کو بھلی لگے ایک چیز

وَّهُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱۶﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الشَّهْرِ ع۲۶

اور وہ بری ہو تمہارے حق میں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ف۳۴۵ تجھ سے پوچھتے ہیں مہینہ حرام کو کہ اس

الْحَرَامِ قِتَالٍ فِيْهِ ۗ قُلْ قِتَالٌ فِيْهِ كَبِيْرٌ ۗ وَصَدٌّ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَكُفْرٌۢ

میں لڑنا کیسا ف۳۴۶ کہہ دے لڑائی اس میں بڑا گناہ ہے ف۳۴۷ اور روکنا اللہ کی راہ سے اور اس کو نہ ماننا اور مسجد الحرام سے روکنا اور

بِهٖ وَالْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۙ وَاِخْرَاجُ اَهْلِهٖ مِنْهُ اَكْبَرُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ وَالْفِتْنَةُ اَكْبَرُ

نکال دینا اس کے لوگوں کو وہاں سے اس سے بھی زیادہ گناہ ہے اللہ کے نزدیک ف۳۴۸ اور لوگوں کو دین سے بچلانا قتل

مِنَ الْقَتْلِ ۗ وَلَا يَزَالُوْنَ يُقَاتِلُوْنَكُمْ حَتّٰى يَرُدُّوْكُمْ عَنْ دِيْنِكُمْ اِنِ

سے بھی بڑھ کر ہے ف۳۴۹ اور کفار تو ہمیشہ تم سے لڑتے ہی رہیں گے یہاں تک کہ تم کو پھیر دیں تمہارے دین سے اگر قابو

اسْتَطَاعُوْا ۗ وَمَنْ يَّرْتَدِدْ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَيَمُتْ وَهُوَ كَافِرٌ فَاُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ

پاویں ف۳۵۰ اور جو کوئی پھرے تم میں سے اپنے دین سے پھر مر جاوے حالت کفر ہی میں

اَعْمَالُهُمْ فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۱۷﴾

تو ایسوں کے ضائع ہوئے عمل دنیا اور آخرت میں اور وہ لوگ رہنے والے ہیں دوزخ میں وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ف۳۵۱

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ اُولٰٓئِكَ يَرْجُوْنَ

بے شک جو لوگ ایمان لائے اور جنہوں نے ہجرت کی اور لڑے اللہ کی راہ میں وہ امیدوار ہیں اللہ کی

رَحْمَتَ اللّٰهِ ۗ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۱۸﴾

رحمت کے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۳۵۲

فائدہ: [۳۴۰] اہلِ اسلام کو صبر کی تلقین: ...... پہلے مذکور ہوا کہ دشمنوں کے ہاتھ سے انبیاء اور اُن کی اُمتوں کو ہمیشہ ایذائیں ہوئیں تو اب اہلِ اسلام کو ارشاد ہے کہ کیا تم کو اس بات کی طمع ہے کہ جنت میں داخل ہو جاؤ حالانکہ اگلی اُمتوں کو جو ایذائیں پیش آئیں وہ تم کو پیش نہیں آئیں کہ اُن کو فقر و فاقہ اور مرض اور خوف کفار اس درجہ کو پیش آئے کہ مجبور اور عاجز ہو کر نبی اور اُن کی اُمت بول اُٹھی کہ دیکھئے اللہ نے جس مدد اور اعانت کا وعدہ فرمایا تھا وہ کب آئے گی۔ یعنی بہ مقتضائے بشریت پریشانی کی حالت میں مایوسانہ کلمات سرزد ہونے لگے۔ انبیاء اور مومنین کا یہ کہنا کچھ شک کی وجہ سے نہ تھا۔ حضرت مولانا اسی کی بابت مثنوی میں فرماتے ہیں .... ع

درگماں المتاد حبان انبیاء زاتفاق مسکری اشقیاء

بلکہ بحالتِ اضطرار بہ مقتضائے بشریت اس کی نوبت آئی جس میں کوئی ان پر الزام نہیں، جب نوبت یہاں تک پہنچی تو رحمتِ الٰہی متوجہ ہوئی اور ارشاد ہوا کہ ہوشیار ہو جاؤ اللہ کی مدد آ گئی گھبراؤ نہیں۔ سوائے مسلمانو! تکالیفِ دنیوی سے اور دشمنوں کے غلبہ سے گھبراؤ نہیں تحمل کرو اور ثابت قدم رہو۔

فَائِدَۃ: [۳۴۱]...... آیات سابقہ میں کلیۃً یہ مضمون بہت تاکید سے بیان ہوا کہ کفر و نفاق کو چھوڑ دو اور اسلام میں پوری طرح داخل ہو، حکم الٰہی کے مقابل کسی کی مت سنو اللہ کی خوشی میں جان و مال خرچ کرو اور ہر طرح کی شدت اور تکلیف پر تحمل کرو اب یہاں سے اُسی کلیہ کے متعلق جزئیات کی تفصیل بیان ہوتی ہے جو کہ مال اور جان اور دیگر معاملات مثل نکاح و طلاق وغیرہ کے متعلق ہیں تا کہ اُس کلیہ کی تحقیق و تاکید خوب ذہن نشین ہو جائے۔

فَائِدَۃ: [۳۴۲] مال خرچ کرنے کے مواقع:...... بعض اصحاب جو مالدار تھے اُنہوں نے آپ سے دریافت کیا تھا کہ مال میں سے کیا خرچ کریں اور کس پر خرچ کریں، اُس پر یہ حکم ہوا کہ قلیل خواہ کثیر جو کچھ خدا کے لیے خرچ کرو وہ والدین اور اقارب اور یتیم اور محتاج اور مسافروں کے لیے ہے، یعنی حصول ثواب کے لیے خرچ کرنا چاہو تو جتنا چاہو کرو اس کی کوئی تعیین و تحدید نہیں، البتہ یہ ضرور ہے کہ جو مواقع ہم نے بتلائے اُن میں صرف کرو۔

فَائِدَۃ: [۳۴۳] قتال کی فرضیت:...... یعنی دین کے دشمنوں سے لڑنا فرض ہوا۔

فَائِدَۃ:...... جب تک آپ مکہ میں رہے آپ کو مقاتلہ کی اجازت نہ ہوئی جب مدینہ کو ہجرت فرمائی تو مقاتلہ کی اجازت ہوئی، مگر صرف اُن کفار سے کہ جو خود اہلِ اسلام سے مقاتلہ کریں اُس کے بعد علی العموم کفار سے مقاتلہ کی اجازت ہو گئی اور جہاد فرض ہوا، اگر دشمنانِ دین مسلمانوں پر چڑھائی کریں تو مسلمانوں پر جہاد فرضِ عین ہے ورنہ فرضِ کفایہ بشرطیکہ جملہ شرائط جہاد جو کتب فقہ میں مذکور ہیں پائی جائیں، البتہ جن لوگوں سے مسلمان مصالحت اور معاہدہ کر لیں یا ان کی امن اور حفاظت میں آ جائیں تو اُن سے لڑائی کرنا یا اُن کے مقابلہ میں ان کے کسی مخالف کو مدد دینا ہرگز مسلمانوں کو جائز نہیں۔

فَائِدَۃ: [۳۴۴]...... بُرے لگنے کا مطلب یہ ہے کہ نفس کو دشوار اور گراں معلوم ہوتا ہے، یہ نہیں کہ قابل رَدّ و انکار نظر آئے اور مخالف حکمت و مصلحت سمجھا جائے اور موجب ناخوشی اور تنفر ہو، سو اتنی بات میں کوئی الزام نہیں جب انسان کو بالطبع زندگی سے زیادہ کوئی چیز مرغوب نہیں تو ضرور مقاتلہ سے زیادہ دشوار کوئی شے نہ ہونی چاہیے۔

فَائِدَۃ: [۳۴۵] کسی چیز کا بہتر یا ناگوار ہونے کا معیار:...... یعنی یہ بات ضروری نہیں کہ جس چیز کو تم اپنے حق میں نافع یا مضر سمجھو وہ واقع میں بھی تمہارے حق میں ویسی ہی ہوا کرے بلکہ ہو سکتا ہے کہ تم ایک چیز کو اپنے لیے مضر سمجھو اور وہ مفید ہو اور کسی چیز کو مفید خیال کر لو اور وہ مضر ہو، تم نے تو سمجھ لیا کہ جہاد میں جان و مال سب کا نقصان ہے اور ترک جہاد میں دونوں کی حفاظت، اور یہ نہ جانا کہ جہاد میں دنیا اور آخرت کے کیا کیا منافع ہیں اور اُس کے ترک میں کیا کیا نقصان ہیں۔ تمہارے نفع نقصان کو خدا ہی خوب جانتا ہے تم اُسے نہیں جانتے، اس لیے وہ جو حکم دے اُس کو حق سمجھو اور اپنے اس خیال کو چھوڑ دو۔

فَائِدَۃ: [۳۴۶] اشہرِ حرام میں قتال کا حکم:...... حضرت فخر عالم ﷺ نے اپنی ایک جماعت کافروں کے مقابلہ کو بھیجی انہوں نے کافروں کو مارا اور مال لوٹ لائے۔ مسلمان تو جانتے تھے کہ وہ اخیر دن جمادی الثانی کا ہے اور وہ رجب کا غرہ تھا، جو کہ اشہر حرم میں داخل ہے، کافروں نے اس پر بہت طعن کیا کہ محمد ﷺ نے حرام مہینہ کو بھی حلال کر دیا اور اپنے لوگوں کو حرام مہینہ میں لوٹ مار کی اجازت دیدی،

مسلمانوں نے حاضر ہو کر آپ سے پوچھا کہ ہم سے شبہ میں یہ کام ہوا اس کا کیا حکم ہے تب یہ آیت اُتری۔

فائدہ: [۳۴۷]...... یعنی شہر حرام میں قتال کرنا بیشک گناہ کی بات ہے لیکن حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم نے تو اپنے علم کے موافق جمادی الثانیہ میں جہاد کیا تھا شہر حرام یعنی رجب میں نہیں کیا اس لیے مستحقِ عفو ہیں اُن پر الزام لگانا بے انصافی ہے۔

فائدہ: [۳۴۸] **فتنہ پھیلانا شہر حرام میں قتال سے بھی زیادہ سخت ہے:**...... یعنی لوگوں کو اسلام لانے سے روکنا اور خود دینِ اسلام کو تسلیم نہ کرنا اور زیارت بیت اللہ سے لوگوں کو روکنا اور مکہ کے رہنے والوں کو وہاں سے نکالنا یہ باتیں شہر حرام میں مقاتلہ کرنے سے بھی زیادہ گناہ ہیں اور کفار برابر یہ حرکات کرتے تھے، خلاصہ یہ کہ شہر حرام میں بلا وجہ اور ناحق لڑنا بیشک اشد گناہ ہے مگر جو لوگ کہ حرم میں بھی کفر پھیلائیں اور بڑے بڑے فساد کریں اور اشہر حرم میں بھی مسلمانوں کے ستانے میں قصور نہ کریں ان سے لڑنا منع نہیں۔ علاوہ ازیں جب مشرکین ایسے امورِ شنیعہ میں سرگرم ہیں تو ایک تھوڑے قصور پر مسلمانوں کی نسبت طعن کرنا جو ان سے بوجہ لاعلمی صادر ہوا بڑی شرم کی بات ہے۔

فائدہ: [۳۴۹] **مشرکین کی عمومی عادت:**...... یعنی دین میں فتنہ اور فساد ڈالنا تا کہ لوگ دینِ حق کو قبول نہ کریں اُس قتل سے بدرجہا مذموم ہے جو مسلمانوں سے شہر حرام میں واقع ہوا۔ مشرکین کی عادت تھی کہ دین اسلام کی باتوں میں طرح طرح سے خدشات کیا کرتے تھے تا کہ لوگ شبہ میں پڑ جائیں اور اسلام کو قبول نہ کریں چنانچہ اسی قصہ میں کہ مسلمانوں سے شہر حرام میں بوجہ لاعلمی قتل واقع ہوا اس پر مشرکین نے جو زبان درازی کی تو اس سے مقصود یہی تھا کہ لوگ قبولِ اسلام سے متنفر ہو جائیں۔ تو خلاصہ یہ ہوا کہ مسلمانوں سے جو قتل صادر ہوا اس پر مشرکین کا طعن کرنا اس وجہ سے کہ لوگ دینِ حق سے بچل جائیں قتلِ مذکور سے بدرجہا مذموم و شنیع ہے۔

فائدہ: [۳۵۰] **مشرکین کے طعن و تشنیع کی پرواہ مت کرو:**...... یعنی جب تک تم دینِ حق پر قائم رہو گے یہ مشرکین کسی حالت میں اور کسی موقع پر بھی تمہارے مقاتلہ اور مخالفت میں کمی نہیں کریں گے۔ حرم مکہ اور شہرِ حرام ہی کیوں نہ ہو جیسا کہ عمرۂ حدیبیہ میں پیش آیا، نہ حرم مکہ کی حرمت کی اور نہ شہرِ حرام کی، بلا وجہ محض عناد سے مارنے مرنے کو مستعد ہو گئے اور مسلمانوں کے مکہ میں جانے اور عمرہ کرنے کے روادار نہ ہوئے پھر ایسے معاندین کے طعن تشنیع کی کیا پرواہ کی جائے اور ان سے مقاتلہ کرنے میں شہرِ حرام کی وجہ سے کیوں رُکا جائے۔

فائدہ: [۳۵۱] **مرتد ہونا عمر بھر کے نیک اعمال ضائع کرنے کا سبب:**...... یعنی دین اسلام سے پھر جانا اور اسی حالت پر اخیر تک قایم رہنا ایسی سخت بلا ہے کہ عمر بھر کے نیک کام اُن کے ضائع ہو جاتے ہیں کہ کسی بھلائی کے مستحق نہیں رہتے۔ دنیا میں نہ اُن کی جان و مال محفوظ رہے، نہ نکاح قائم رہے، نہ اُن کو میراث ملے، نہ آخرت میں ثواب ملے اور نہ کبھی جہنم سے نجات نصیب ہو، ہاں اگر پھر اسلام قبول کر لیا تو صرف اس اسلام کے بعد کے اعمال حسنہ کی جزا پوری ملے گی۔

فائدہ: [۳۵۲]...... آیت سابقہ سے جماعت اصحاب مذکورہ بالا کو یہ تو معلوم ہو گیا کہ ہمارے اوپر اس بارہ میں کوئی مواخذہ نہیں مگر یہ تردد اُن کو تھا کہ دیکھئے اس جہاد کا ثواب بھی ملتا ہے یا نہیں، اُس پر یہ آیت اتری کہ جو لوگ ایمان لائے اور ہجرت کی اور اللہ کے واسطے اس کے دشمنوں سے لڑے اپنی کوئی غرض اُس لڑائی میں نہ تھی وہ بیشک اللہ کی رحمت کے امیدوار اور اُس کے مستحق ہیں، اور اللہ اپنے بندوں کی خطا کیں بخشنے والا اور اُن پر انعام فرمانے والا ہے وہ ایسے تابعداروں کو محروم نہ کرے گا۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ؕ قُلْ فِيْهِمَآ اِثْمٌ كَبِيْرٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ ؗ وَاِثْمُهُمَآ

تجھ سے پوچھتے ہیں حکم شراب کا اور جوئے کا ف۳۵۳ کہہ دے ان دونوں میں بڑا گناہ ہے اور فائدے بھی ہیں لوگوں کو اور ان کا گناہ بہت

أَكْبَرُ مِن نَّفْعِهِمَا ۗ وَيَسْأَلُونَكَ مَاذَا يُنفِقُونَ ۖ قُلِ الْعَفْوَ ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ

بڑا ہے ان کے فائدہ سے ف ۳۵۴ اور تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا خرچ کریں کہہ دے جو بچے اپنے خرچ سے ف ۳۵۵

اللَّهُ لَكُمُ الْآيَاتِ لَعَلَّكُمْ تَتَفَكَّرُونَ ﴿٢١٩﴾ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۗ وَيَسْأَلُونَكَ عَنِ

اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے حکم تاکہ تم فکر کرو دنیا و آخرت کی باتوں میں ف ۳۵۶ اور تجھ سے پوچھتے ہیں

الْيَتَامَىٰ ۖ قُلْ إِصْلَاحٌ لَّهُمْ خَيْرٌ ۖ وَإِن تُخَالِطُوهُمْ فَإِخْوَانُكُمْ ۚ وَاللَّهُ

یتیموں کا حکم ف ۳۵۷ کہہ دے سنوارنا ان کے کام کا بہتر ہے اور اگر ان کا خرچ ملا لو تو وہ تمہارے بھائی ہیں اور اللہ جانتا ہے

يَعْلَمُ الْمُفْسِدَ مِنَ الْمُصْلِحِ ۚ وَلَوْ شَاءَ اللَّهُ لَأَعْنَتَكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٢٠﴾

خرابی کرنے والے اور سنوارنے والے کو ف ۳۵۸ اور اگر اللہ چاہتا تو تم پر مشقت ڈالتا ف ۳۵۹ بے شک اللہ زبردست ہے تدبیر والا ف ۳۶۰

وَلَا تَنكِحُوا الْمُشْرِكَاتِ حَتَّىٰ يُؤْمِنَّ ۚ وَلَأَمَةٌ مُّؤْمِنَةٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكَةٍ وَلَوْ

اور نکاح مت کرو مشرک عورتوں سے جب تک ایمان نہ لے آئیں اور البتہ لونڈی مسلمان بہتر ہے مشرک بی بی سے

أَعْجَبَتْكُمْ ۗ وَلَا تُنكِحُوا الْمُشْرِكِينَ حَتَّىٰ يُؤْمِنُوا ۚ وَلَعَبْدٌ مُّؤْمِنٌ خَيْرٌ مِّن مُّشْرِكٍ

اگرچہ وہ تم کو بھلی لگے اور نکاح نہ کردو مشرکین سے جب تک وہ ایمان نہ لے آویں اور البتہ غلام مسلمان بہتر ہے مشرک سے

وَلَوْ أَعْجَبَكُمْ ۗ أُولَٰئِكَ يَدْعُونَ إِلَى النَّارِ ۖ وَاللَّهُ يَدْعُو إِلَى الْجَنَّةِ وَالْمَغْفِرَةِ بِإِذْنِهِ ۖ

اگرچہ وہ تم کو بھلا لگے ف ۳۶۱ وہ بلاتے ہیں دوزخ کی طرف ف ۳۶۲ اور اللہ بلاتا ہے جنت کی اور بخشش کی طرف اپنے

وَيُبَيِّنُ آيَاتِهِ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٢١﴾ ع ۲۷

حکم سے اور بتلاتا ہے اپنے حکم لوگوں کو تاکہ وہ نصیحت قبول کریں

فائدہ: [۳۵۳]...... شراب اور جوئے کے حق میں کئی آیتیں اتریں، ہر ایک میں اُن کی بُرائی ظاہر کی گئی آخر سورۂ مائدہ کی آیت میں صاف ممانعت کردی گئی۔ اب جو چیزیں نشہ لادیں وہ سب حرام ہیں اور جو شرط بدی جائے [بازی لگانا] کسی چیز پر جس میں ہار اور جیت ہو وہ محض حرام ہے اور ایک طرف کی شرط حرام نہیں۔

فائدہ: [۳۵۴] شراب پینے اور جوئے بازی کی حرمت:...... شراب پینے سے عقل جاتی رہتی ہے جو تمام اُمورِ شنیعہ سے بچاتی ہے اور لڑائی اور قتل وغیرہ طرح طرح کی خرابیوں کی نوبت آتی ہے اور مختلف قسم کے امراض روحانی اور جسمانی پیدا ہوتے ہیں جو بسا اوقات باعثِ ہلاکت ہوتے ہیں اور جوا کھیلنے میں حرام مال کا کھانا اور سرقہ اور تضییعِ مال اور عیال باہم دشمنی وغیرہ طرح طرح کے مفاسد ظاہری و باطنی پیش آتے ہیں، ہاں ان میں سرسری نفع بھی ہے مثلاً: شراب پی کر لذت و سرور ہو گیا اور جوا کھیل کر بلا مشقت مال ہاتھ آ گیا۔

فائدہ: [۳۵۵] کس قدر مال خرچ کیا جائے؟:...... لوگوں نے پوچھا تھا کہ مال اللہ کے واسطے کس قدر خرچ کریں، حکم ہوا کہ جو اپنے

اخراجات ضروری سے الفو(زائد) ہو کیونکہ جیسا آخرت کا فکر ضرور ہے دنیا کا فکر بھی ضرور ہے اگر سارا مال اُٹھا ڈالو تو اپنی ضروریات کیوں کر پوری کرو اور جو حقوق تم پر لازم ہیں اُن کو کیوں کر ادا کرو، معلوم نہیں کس کس خرابی دینی اور دنیوی میں پھنسو۔

فائدہ: [۳۵۶]...... یعنی دنیا فانی مگر محلِ حوائج ہے اور آخرت باقی اور دارِ ثواب ہے اس لیے سوچ سمجھ کر ہر ایک امر میں اُس کے مناسب مال خرچ کرنا چاہیے اور مصلحت دنیا اور آخرت دونوں کو پیش نظر رکھنا مناسب ہے اور احکام کو واضح طور پر بیان فرمانے سے یہی مطلوب ہے کہ تم کو فکر کرنے کا موقع ملے۔

فائدہ: [۳۵۷] **یتیموں کے بارے میں حکم:**...... بعض لوگ یتیم کے مال میں احتیاط نہ کرتے تھے تو اُس پر حکم ہوا تھا ﴿وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ [الاسراء: ۳۴] اور ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا﴾ [النساء: ۱۰] الآیۃ اس پر جو لوگ یتیموں کی پرورش کرتے تھے وہ ڈر گئے اور یتیموں کے کھانے اور خرچ کو بالکل جُدا کر دیا کیونکہ شرکت کی حالت میں یتیم کا مال کھانا پڑتا تھا اس میں یہ دشواری ہوئی کہ ایک چیز یتیم کے واسطے تیار کی اب جو کچھ بچتی وہ خراب جاتی اور پھینکنی پڑتی اس احتیاط میں یتیموں کا نقصان ہونے لگا تو آپ سے عرض کیا تو اس پر اب یہ آیت نازل ہوئی۔

فائدہ: [۳۵۸] **اصل مقصد یتیم کے مال کا تحفظ:**...... یعنی مقصود تو صرف یہ بات ہے کہ یتیم کے مال کی درستی اور اصلاح ہو، سو جس موقع میں علیحدگی میں یتیم کا نفع ہو تو اُس کو اختیار کرنا چاہیے اور جہاں شرکت میں بہتری نظر آئے تو اُن کا خرچ شامل کر لو تو کچھ مضائقہ نہیں کہ ایک وقت اُن کی چیز کھالی تو دوسرے وقت اپنی چیز اُن کو کھلادی کیونکہ وہ یتیم بچے تمہارے دینی یا نسبی بھائی ہیں اور بھائیوں میں شرکت اور کھانا اور کھلانا بے جا نہیں، ہاں یہ ضرور ہے کہ [illegible] اصلاح کی رعایت پوری رہے اور اللہ خوب جانتا ہے کہ اس شرکت سے کس کو خیانت اور افسادِ مالِ یتیم مقصود ہے اور کس کو یتیموں کی [illegible] نفع رسانی منظور ہے۔

فائدہ: [۳۵۹]...... **مشقت ڈالتا** یعنی کھانے پینے میں یتیموں کی شرکت علیٰ وجہ الاصلاح بھی مباح نہ فرماتا یا یہ کہ بلا علم و بلا قصد مجبوراً بھی اگر کچھ کمی یا بیشی ہو جاتی تو اُس پر بھی مؤاخذہ کرتا۔

فائدہ: [۳۶۰]...... یعنی بھاری سے بھاری حکم دے سکتا ہے، اس لیے کہ وہ زبردست ہے لیکن ایسا نہ کیا بلکہ سہولت کا حکم دیا، اس لیے کہ وہ حکمت اور مصلحت کے موافق کرنے والا ہے۔

فائدہ: [۳۶۱] **مشرکین سے نکاح کی ممانعت:**...... پہلے مسلمان مرد اور کافر عورت اور اُس کے برعکس دونوں صورتوں میں نکاح کی اجازت تھی، اس آیت سے اُس کو منسوخ کر دیا گیا۔ اگر مرد یا عورت مشرک ہو تو اس کا نکاح مسلمان سے درست نہیں یا نکاح کے بعد ایک مشرک ہو گیا تو نکاح سابق ٹوٹ جائے گا اور شرک یہ کہ علم یا قدرت یا کسی اور صفتِ خداوندی میں کسی کو خدا کا مماثل سمجھے یا خدا کے مثل کسی کی تعظیم کرنے لگے مثلاً: کسی کو سجدہ کرے یا کسی کو مختار سمجھ کر اُس سے اپنی حاجت مانگے۔ باقی اتنی بات دیگر آیات سے معلوم ہوئی کہ یہود اور نصاریٰ کی عورتوں سے مسلمان مرد کا نکاح درست ہے، وہ ان مشرکین میں داخل نہیں بشرطیکہ وہ اپنے دین پر قائم ہوں، دہریہ اور ملحد نہ ہوں، جیسے اکثر نصاریٰ آج کل کے نظر آتے ہیں۔ خلاصہ تمام آیت کا یہ ہے کہ مسلمان مرد کو مشرک عورت سے نکاح کرنا درست نہیں تاوقتیکہ مسلمان نہ ہو جائے بیشک لونڈی مسلمان، کافر عورت سے بہتر ہے گو وہ آزاد بی بی ہی کیوں نہ ہو اگرچہ مشرک بی بی بسبب مال اور جمال اور شرافت کے تم کو پسند آئے اور ایسے ہی مسلمان عورت کا نکاح مشرک مرد سے نہ کرو، مسلمان غلام بھی مشرک سے بہت بہتر ہے گو وہ آزاد ہی کیوں نہ ہو اگرچہ مشرک مرد بسبب صورت اور دولت کے تم کو پسند ہوں یعنی مسلمان ادنیٰ سے ادنیٰ بھی مشرک سے بہت افضل ہے گو وہ اعلیٰ سے اعلیٰ ہی کیوں نہ ہو۔

فائدہ: [۳۶۲]...... یعنی مشرکین اور مشرکات جن کا ذکر ہوا ان کے اقوال ان کے افعال ان کی محبت ان کے ساتھ اختلاط کرنا شرک کی نفرت اور اُس کی برائی کو دل سے کم کرتا ہے اور شرک کی طرف رغبت کا باعث ہوتا ہے جس کا انجام دوزخ ہے اس لیے ایسوں کے ساتھ نکاح کرنے سے اجتناب کلی لازم ہے۔

وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْمَحِيْضِ ؕ قُلْ هُوَ اَذًى ۙ فَاعْتَزِلُوا النِّسَآءَ فِي الْمَحِيْضِ ۙ وَلَا

اور تجھ سے پوچھتے ہیں حکم حیض کا کہہ دے وہ گندگی ہے سو تم الگ رہو عورتوں سے حیض کے وقت ۳۶۳ اور نزدیک

تَقْرَبُوْهُنَّ حَتّٰى يَطْهُرْنَ ۚ فَاِذَا تَطَهَّرْنَ فَاْتُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ اَمَرَكُمُ اللّٰهُ ؕ اِنَّ

نہ ہو ان کے جب تک پاک نہ ہو ویں ۳۶۴ پھر جب خوب پاک ہو جاویں تو جاؤ ان کے پاس جہاں سے حکم دیا تم کو اللہ نے ۳۶۵ بے شک

اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ وَيُحِبُّ الْمُتَطَهِّرِيْنَ ﴿۲۲۲﴾ نِسَآؤُكُمْ حَرْثٌ لَّكُمْ ۪ فَاْتُوْا حَرْثَكُمْ

اللہ کو پسند آتے ہیں توبہ کرنے والے اور پسند آتے ہیں گندگی سے بچنے والے ۳۶۶ تمہاری عورتیں تمہاری کھیتی ہیں سو جاؤ اپنی کھیتی

اَنّٰى شِئْتُمْ ۫ وَقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ مُّلٰقُوْهُ ؕ

میں جہاں سے چاہو ۳۶۷ اور آگے کی تدبیر کرو اپنے واسطے ۳۶۸ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ تم کو اس سے ملنا ہے

وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۲۳﴾ وَلَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْا وَتَتَّقُوْا

اور خوشخبری سنا ایمان والوں کو اور مت بناؤ اللہ کے نام کو نشانہ اپنی قسمیں کھانے کے لئے کہ سلوک کرنے سے اور پرہیز گاری سے اور

وَتُصْلِحُوْا بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۴﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ

لوگوں میں صلح کرانے سے بچ جاؤ ۳۶۹ اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ۳۷۰ نہیں پکڑتا تم کو اللہ بیہودہ قسموں پر

اَيْمَانِكُمْ وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا كَسَبَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۲۲۵﴾

تمہاری ۳۷۱ لیکن پکڑتا ہے تم کو ان قسموں پر کہ جن کا قصد کیا تمہارے دلوں نے ۳۷۲ اور اللہ بخشنے والا تحمل کرنے والا ہے ۳۷۳

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ

جو لوگ قسم کھا لیتے ہیں اپنی عورتوں کے پاس جانے سے ان کے لئے مہلت ہے چار ماہ کی پھر اگر باہم مل گئے تو

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۲۶﴾ وَاِنْ عَزَمُوا الطَّلَاقَ فَاِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۲۷﴾

اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور اگر ٹھہرا لیا چھوڑ دینے کو تو بے شک اللہ سننے والا جاننے والا ہے ۳۷۴

فائدہ: [۳۶۳] حیض کے متعلق احکام: ...... حیض کہتے ہیں اُس خون کو جو عورتوں کی عادت ہے۔ اس حالت میں مجامعت کرنا نماز روزہ سب حرام ہیں اور خلاف عادت جو خون آئے وہ بیماری ہے اس میں مجامعت، نماز، روزہ، سب درست ہیں اُس کا حال ایسا ہے جیسا زخم یا

فصد سے خون نکلنے کا۔ یہود اور مجوس حالتِ حیض میں عورت کے ساتھ کھانے اور ایک گھر میں رہنے کو بھی جائز نہ سمجھتے تھے اور نصاریٰ مجامعت سے بھی پرہیز نہ کرتے تھے۔ آپ سے پوچھا گیا تو اس پر یہ آیت اتری آپ نے اس پر صاف فرما دیا کہ مجامعت اس حالت میں حرام ہے اور ان کے ساتھ کھانا پینا، رہنا سہنا سب درست ہیں، یہود کا افراط اور نصاریٰ کی تفریط دونوں مردود ہوگئیں۔

فائدہ:[۳۶۴] حیض سے پاکی کے متعلق حکم:...... پاک ہونے میں یہ تفصیل ہے کہ اگر حیض اپنی پوری مدت یعنی دس دن پر موقوف ہوا تو اُسی وقت سے مجامعت درست ہے اور اگر دس دن سے پہلے ختم ہو گیا مثلاً: چھ روز کے بعد اور عورت کی عادت بھی چھ روز کی تھی تو مجامعت خون کے موقوف ہوتے ہی درست نہیں، بلکہ جب عورت غسل کر لے یا نماز کا وقت ختم ہو جائے اس کے بعد مجامعت درست ہوگی اور اگر عورت کی عادت سات یا آٹھ دن کی تھی تو اُن دنوں کے پورا کرنے کے بعد مجامعت درست ہوگی۔

فائدہ:[۳۶۵]...... جس موقع سے مجامعت کی اجازت دی ہے یعنی آگے کی راہ سے کہ جہاں سے بچہ پیدا ہوتا ہے، دوسرا موقع یعنی لواطت حرام ہے۔

فائدہ:[۳۶۶]...... یعنی جو توبہ کرتے ہیں گناہ سے جو اُن سے اتفاقیہ صادر ہوا، مثلاً: حالتِ حیض میں وطی کا مرتکب ہوا اور ناپاکی یعنی گناہوں اور وطی حالتِ حیض اور وطی موقعِ نجس سے احتراز کرتے ہیں۔

فائدہ:[۳۶۷] عورت کی مثال کھیتی کی ہے:...... یہود عورت کی پشت کی طرف ہو کر وطی کرنے کو ممنوع کہتے تھے اور کہا کرتے تھے کہ اس سے بچہ اَحول [بھینگا، جس کو ایک کے دو نظر آئے] پیدا ہوتا ہے، آپ سے پوچھا گیا تو اُس پر یہ آیت اُتری [illegible]ہاری عورتیں تمہارے لیے بہ منزلہ کھیتی کے ہیں، جس میں نطفہ بجائے تخم اور اولاد بہ منزلہ پیداوار کے ہے یعنی اس سے مقصودِ اصلی صرف نسل کا باقی رکھنا اور اولاد کا پیدا ہونا ہے، سو تم کو اختیار ہے آگے سے [illegible] یا پس پشت سے پڑ کر یا بیٹھ کر جس طرح چاہو مجامعت کرو مگر یہ ضرور ہے کہ تخم ریزی اسی خاص موقع میں ہو جہاں پیداواری کی امید ہو یعنی مجامعت خاص فرج ہی میں ہو لواطت ہرگز ہرگز نہ ہو۔ یہود کا خیال غلط ہے کہ اس سے بچہ احول پیدا ہوتا ہے۔

فائدہ:[۳۶۸]...... یعنی اعمالِ صالحہ اپنے لیے کرتے رہو یا یہ کہ وطی سے اولادِ صالحہ مطلوب ہونی چاہیے محض حظِ نفس مقصود نہ ہو۔

فائدہ:[۳۶۹] قسموں کا غلط استعمال:...... یعنی کسی اچھے کام نہ کرنے پر خدا کی قسم کھا بیٹھے مثلاً: ماں باپ سے نہ بولوں گا یا فقیر کو کچھ نہ دوں گا یا باہم کسی میں مصالحت نہ کراؤں گا، ایسی قسموں میں خدا کے نام کو بُرے کاموں کے لیے ذریعہ بنانا ہوا، سو ایسا ہرگز مت کرو اور اگر کسی نے ایسی قسم کھائی تو اس کا توڑنا اور کفارہ دینا واجب ہے۔

فائدہ:[۳۷۰]...... یعنی اگر کوئی قسم کھاتا ہے تو اللہ ﷻ اس کو سنتا ہے اور اگر کوئی عظمت وجلالِ خداوندی کی وجہ سے قسم کھانے سے رُکتا ہے تو اللہ ﷻ اُس کی نیت کو خوب جانتا ہے تمہاری کوئی بات ظاہری اور باطنی اُس سے مخفی نہیں اس لیے نیتِ قلبی اور قولِ لسانی دونوں میں احتیاط لازم ہے۔

فائدہ:[۳۷۱] قسم کے احکام:...... لغو اور بیہودہ قسم وہ ہے کہ منہ سے عادت اور عرف کے موافق بے ساختہ اور ناخواستہ نکل جائے اور دل کو خبر تک نہ ہو ایسی قسم کا نہ کفارہ ہے، نہ اس میں گناہ ہے، البتہ اگر کوئی بالقصد الفاظِ قسم مثل واللہ اور باللہ کہے اور اس سے محض تاکید مقصود ہو قسم کا قصد نہ ہو تو اس پر ضرور کفارہ لازم ہوگا اور کفارہ کا بیان آگے آ جائے گا۔

فائدہ:[۳۷۲]...... یعنی جو قسم جان بوجھ کر کھائے کہ جس میں دل بھی زبان کے موافق ہو اس قسم کے توڑنے پر کفارہ لازم ہوگا۔

فائدہ:[۳۷۳]...... غفور ہے کہ لغو اور بیہودہ قسموں پر مؤاخذہ نہ فرمایا۔ حلیم ہے کہ مؤاخذہ میں جلدی نہیں فرماتا شاید بندہ توبہ کر لے۔

فائدہ:[۳۷۴] ایلاء کا مسئلہ:...... یعنی اگر کوئی قسم کھائے کہ میں اپنی عورت کے پاس نہ جاؤں گا تو اگر چار مہینے کے اندر عورت کے

پاس گیا تو قسم کا کفارہ دے گا اور عورت اُس کے نکاح میں رہے گی اور اگر چار مہینے گذر گئے اور اس کے پاس نہ گیا تو عورت پر طلاق بائن ہو جائے گی۔

فائدہ:...... ایلاء: شرع میں اس کو کہتے ہیں کہ عورت کے پاس جانے سے چار مہینے یا زائد کے لیے یا بلا قید مدت قسم کھالے اور چار مہینے سے کم ایلاء نہ ہوگا۔ ایلاء کی تینوں صورتوں میں چار مہینے کے اندر عورت کے پاس جائیگا تو کفارہ قسم کا دینا پڑے گا ورنہ چار ماہ کے ختم پر بلا طلاق دیے عورت مطلقہ بائنہ ہو جائیگی اور اگر چار مہینے سے کم پر قسم کھائے مثلاً: قسم کھائی کہ تین مہینے عورت کے پاس نہ جاؤں گا تو یہ ایلاء شرعی نہیں، اُس کا یہ حکم ہے کہ اگر قسم کو توڑا مثلاً: صورتِ مذکورہ میں تین مہینے کے اندر عورت کے پاس گیا تو قسم کا کفارہ لازم ہوگا اور اگر قسم کو پورا کیا یعنی تین مہینے تک مثلاً اس کے پاس نہ گیا تو نہ عورت پر طلاق پڑے گی، نہ کفارہ لازم ہوگا۔

وَالْمُطَلَّقٰتُ يَتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ ثَلٰثَةَ قُرُوْٓءٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَهُنَّ اَنْ يَّكْتُمْنَ مَا خَلَقَ اللّٰهُ

اور طلاق والی عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو تین حیض تک اور ان کو حلال نہیں کہ چھپا رکھیں جو پیدا کیا اللہ نے

فِيْٓ اَرْحَامِهِنَّ اِنْ كُنَّ يُؤْمِنَّ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ؕ وَبُعُوْلَتُهُنَّ اَحَقُّ بِرَدِّهِنَّ

ان کے پیٹ میں اگر وہ ایمان رکھتی ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر ف۳۷۵ اور ان کے خاوند حق رکھتے ہیں اُن کے لوٹا لینے کا اس

فِيْ ذٰلِكَ اِنْ اَرَادُوْٓا اِصْلَاحًا ؕ وَلَهُنَّ مِثْلُ الَّذِيْ عَلَيْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۪

مدت میں اگر چاہیں سلوک سے رہنا ف۳۷۶ اور عورتوں کا بھی حق ہے جیسا کہ مردوں کا ان پر حق ہے دستور کے موافق

وَلِلرِّجَالِ عَلَيْهِنَّ دَرَجَةٌ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۲۸﴾ اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ ۪ فَاِمْسَاكٌ ع ۲۸ ۱۲

اور مردوں کو عورتوں پر فضیلت ہے ف۳۷۷ اور اللہ زبردست ہے تدبیر والا طلاق رجعی ہے دو بار تک اس کے بعد رکھ لینا

بِمَعْرُوْفٍ اَوْ تَسْرِيْحٌ بِاِحْسَانٍ ؕ وَلَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَاْخُذُوْا مِمَّآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ شَيْـًٔا اِلَّآ

موافق دستور کے یا چھوڑ دینا بھلی طرح سے ف۳۷۸ اور تم کو روا نہیں کہ لے لو کچھ اپنا دیا ہوا عورتوں سے مگر جب کہ خاوند عورت

اَنْ يَّخَافَآ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا يُقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ۙ فَلَا جُنَاحَ

دونوں ڈریں اس بات سے کہ قائم نہ رکھ سکیں گے حکم اللہ کا ف۳۷۹ پھر اگر تم لوگ ڈرو اس بات سے کہ وہ دونوں قائم نہ رکھ سکیں گے اللہ کا حکم تو

عَلَيْهِمَا فِيْمَا افْتَدَتْ بِهٖ ؕ تِلْكَ حُدُوْدُ اللّٰهِ فَلَا تَعْتَدُوْهَا ۚ وَمَنْ يَّتَعَدَّ حُدُوْدَ

کچھ گناہ نہیں دونوں پر اس میں کہ عورت بدلہ دے کر چھوٹ جاوے ف۳۸۰ یہ اللہ کی باندھی ہوئی حدیں ہیں سو ان سے آگے مت بڑھو اور جو کوئی

اللّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۲۹﴾

بڑھ چلے اللہ کی باندھی ہوئی حدوں سے سو وہی لوگ ہیں ظالم ف۳۸۱

فائدہ:[۳۷۵] **طلاق یافتہ عورتوں کی عدت کا بیان:**...... جب مرد نے عورت کو طلاق دی تو ابھی اس عورت کو کسی دوسرے سے نکاح روا نہیں جب تک تین حیض پورے نہ ہو جائیں تاکہ حمل ہو تو معلوم ہو جائے اور کسی کی اولاد کسی کو نہ مل جائے، اس لیے عورت پر فرض ہے کہ جو اُن کے پیٹ میں ہو اس کو ظاہر کر دیں خواہ حمل ہو یا حیض آتا ہو اور اس مدت کو عدت کہتے ہیں۔

فائدہ:...... معلوم کرنا چاہیے کہ یہاں مطلقات سے خاص وہ عورتیں مراد ہیں کہ اُن سے نکاح کے بعد صحبت یا خلوتِ شرعیہ کی نوبت خاوند کو آ چکی ہو اور اُن عورتوں کو حیض بھی آتا ہو اور آزاد بھی ہوں کسی کی لونڈی نہ ہوں چونکہ جس عورت سے صحبت یا خلوت کی نوبت نہ آئے اُس کے اوپر طلاق کے بعد عدت بالکل نہیں اور جس عورت کو حیض نہ آئے مثلاً: صغیر سن ہے یا بہت بوڑھی ہوگئی یا اُس کو حمل ہے تو پہلی دونوں صورتوں میں اس کی عدت تین مہینے ہیں اور حاملہ کی عدت وضع حمل ہے اور جو عورت آزاد نہ ہو بلکہ کسی کی شرعی قاعدہ کے موافق لونڈی ہو اگر اُس کو حیض آتا ہو تو اُس کی عدت دو حیض اور حیض نہ آئے تو اگر وہ صغیرہ یا بڑھیا ہے تو اس کی عدت ڈیڑھ مہینہ ہے اور حاملہ ہے تو وہی وضع حمل ہے دوسری آیتوں اور حدیثوں سے یہ تفصیل ثابت ہے۔

فائدہ:[۳۷۶] **طلاق رجعی میں مرد کو رجوع کا حق:**...... یعنی عدت کے اندر مرد چاہے تو عورت کو پھر رکھ لے اگر چہ عورت کی خوشی نہ ہو، مگر اس لوٹانے سے مقصود سلوک اور اصلاح ہو۔ عورت کو ستانا یا اس دباؤ میں اُس سے مہر کا معاف کرانا منظور نہ ہو، یہ ظلم ہے اگر ایسا کرے گا گناہ گار ہوگا گو رجعت بھی صحیح ہو جائے گی۔

فائدہ:[۳۷۷]...... یعنی یہ امر تو حق ہے کہ جیسے مردوں کے حقوق عورتوں پر ہیں، ایسے ہی عورتوں کے حقوق مردوں پر ہیں جن کا قاعدہ کے موافق ادا کرنا ہر ایک پر ضروری ہے تو اب مرد کو عورت کے ساتھ بدسلوکی اور اُس کی ہر قسم کی حق تلفی ممنوع ہوگی مگر یہ بھی ہے کہ مردوں کو عورتوں پر فضیلت اور فوقیت ہے تو اس لیے رجعت میں اختیار مرد کو ہی دیا گیا۔

فائدہ:[۳۷۸] **طلاق کی حد مقرر کی گئی:**...... اسلام سے پہلے دستور تھا کہ دس بیس جتنی بار چاہتے زوجہ کو طلاق دیتے مگر عدت کے ختم ہونے سے پہلے رجعت کر لیتے پھر جب چاہتے طلاق دیتے اور رجعت کر لیتے اور اس صورت سے بعض شخص عورتوں کو اسی طرح بہت ستاتے، اس واسطے یہ آیت اتری کہ طلاق جس میں رجعت ہو سکے، کل دو بار ہے ایک یا دو طلاق تک تو اختیار دیا گیا کہ عدت کے اندر مرد چاہے تو عورت کو پھر دستور کے موافق رکھ لے یا بھلی طرح سے چھوڑ دے، پھر بعد عدت کے رجعت باقی نہیں رہتی، ہاں! اگر دونوں راضی ہوں تو دوبارہ نکاح کر سکتے ہیں اور اگر تیسری بار طلاق دے گا تو پھر ان میں نکاح بھی درست نہیں ہوگا جب تک دوسرا خاوند اس سے نکاح کر کے صحبت نہ کر لیوے۔

فائدہ:...... ﴿فَاِمْسَاكٌۢ بِمَعْرُوْفٍ﴾ اور ﴿اَوْ تَسْرِيْحٌۢ بِاِحْسَانٍ﴾ سے غرض یہ ہے کہ رجعت کرے تو موافقت اور حسن معاشرت کے ساتھ رہے عورت کو قید میں رکھنا اور ستانا مقصود نہ ہو جیسا کہ ان میں دستور تھا ورنہ سہولت اور عمدگی کے ساتھ اُس کو رخصت کرے۔

فائدہ:[۳۷۹] **طلاق کے بدلے مہر کی واپسی کا مطالبہ:**...... یعنی مردوں کو یہ روا نہیں کہ عورتوں کو جو مہر دیا ہے اُس کو طلاق کے بدلہ میں واپس لینے لگیں، البتہ یہ جب روا ہے کہ ناچاری ہو اور کسی طرح دونوں میں موافقت نہ آئے اور اُن کو اس بات کا اندیشہ ہو کہ بوجہ شدت مخالفت ہم احکام خداوندی کی پابندی معاشرت باہمی میں نہ کر سکیں گے اور مرد کی طرف سے ادائے حقوق زوجہ میں قصور بھی نہ ہو ورنہ مال لینا زوج کو حرام ہے۔

فائدہ:[۳۸۰] **خلع کا بیان:**...... یعنی اے مسلمانو! اگر تم کو یہ ڈر ہو کہ خاوند اور بیوی میں ایسی بیزاری ہے کہ اُن کی گذران موافقت سے نہ ہوگی تو پھر اُن دونوں پر کچھ گناہ نہیں کہ عورت مال دے کر اپنے آپ کو نکاح سے چھڑا لے اور مرد وہ مال لے لے

اس کو خلع کہتے ہیں اور جب اس ضرورت کی حالت میں زوجین کو خلع کرنا درست ہوا تو سب مسلمانوں کو اس میں سعی کرنی ضرور درست ہوگی۔

فائدہ:......ایک عورت آپ کی خدمت میں آئی اور عرض کیا کہ میں اپنے خاوند سے ناخوش ہوں، اُس کے یہاں رہنا نہیں چاہتی آپ نے تحقیق کیا تو عورت نے کہا کہ وہ میرے حقوق میں کوتاہی نہیں کرتا اور نہ اس کے اخلاق وتدین [دینداری] پر مجھ کو اعتراض ہے لیکن مجھ کو اُس سے منافرتِ طبعی ہے آپ نے عورت سے مہر واپس کرادیا اور زوج سے طلاق دلوادی اس پر یہ آیت اُتری۔

فائدہ:[۳۸۱]......یہ سب احکامِ مذکورہ یعنی طلاق اور رجعت اور خلع، حدود اور قواعد مقرر فرمودۂ حق تعالیٰ ہیں اُن کی پوری پابندی لازم ہے کسی قسم کا خلاف اور تغیر اور کوتاہی ان میں نہ کرنی چاہیئے۔

فَاِنْ طَلَّقَهَا فَلَا تَحِلُّ لَهٗ مِنْۢ بَعْدُ حَتّٰى تَنْكِحَ زَوْجًا غَيْرَهٗ ؕ فَاِنْ طَلَّقَهَا

پھر اگر اس عورت کو طلاق دی یعنی تیسری بار تو اب حلال نہیں اس کو وہ عورت اس کے بعد جب تک نکاح نہ کرے کسی خاوند سے اس کے سوا پھر اگر طلاق دے دے دوسرا

فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يَّتَرَاجَعَآ اِنْ ظَنَّآ اَنْ يُّقِيْمَا حُدُوْدَ اللّٰهِ ؕ وَتِلْكَ

خاوند تو کچھ گناہ نہیں ان دونوں پر کہ پھر باہم مل جاویں اگر خیال کریں کہ قائم رکھیں گے اللہ کا حکم اور یہ حدیں باندھی ہوئی ہیں

حُدُوْدُ اللّٰهِ يُبَيِّنُهَا لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۰﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ

اللہ بیان فرماتا ہے ان کو واسطے جاننے والوں کے ف۳۸۲ اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو پھر پہنچیں اپنی عدت

فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ سَرِّحُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ ۪ وَلَا تُمْسِكُوْهُنَّ ضِرَارًا

تک ف۳۸۳ تو رکھ لو ان کو موافق دستور کے یا چھوڑ دو ان کو بھلی طرح سے اور نہ روکے رکھو ان کو ستانے کے لئے تاکہ ان

لِّتَعْتَدُوْا ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَهٗ ؕ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا ؗ

پر زیادتی کرو ف۳۸۴ اور جو ایسا کرے گا وہ بے شک اپنا ہی نقصان کرے گا اور مت ٹھہراؤ اللہ کے احکام کو ہنسی

وَّاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمَآ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ وَالْحِكْمَةِ يَعِظُكُمْ

اور یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے اور اس کو کہ جو اتاری تم پر کتاب اور علم کی باتیں کہ تم کو نصیحت کرتا ہے

بِهٖ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۲۳۱﴾ وَاِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ ع

اس کے ساتھ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے ف۳۸۵ اور جب طلاق دی تم نے عورتوں کو

فَبَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا تَعْضُلُوْهُنَّ اَنْ يَّنْكِحْنَ اَزْوَاجَهُنَّ اِذَا تَرَاضَوْا

پھر پورا کر چکیں اپنی عدت کو تو اب نہ روکو ان کو اس سے کہ نکاح کرلیں اپنے انہی خاوندوں سے جب کہ راضی ہو جاویں آپس میں موافق دستور

بَيْنَهُمْ بِالْمَعْرُوفِ ۗ ذٰلِكَ يُوعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ مِنْكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ

کے ۳۸۶ یہ نصیحت اس کو کی جاتی ہے جو کہ تم میں سے ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر ۳۸۷

ذٰلِكُمْ اَزْكٰى لَكُمْ وَاَطْهَرُ ۗ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۳۲﴾

اس میں تمہارے واسطے بڑی ستھرائی ہے اور بہت پاکیزگی اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۳۸۸

فائدہ: [۳۸۲] **تیسری طلاق کا بیان اور حکم:** ...... یعنی اگر زوج اپنی عورت کو تیسری بار طلاق دیگا تو پھر وہ عورت اس کے لیے حلال نہ ہوگی تاوقتیکہ وہ عورت دوسرے شخص سے نکاح نہ کرلے اور وہ دوسرا خاوند اس سے صحبت کر کے اپنی خوشی سے طلاق نہ دیوے اُس کی عدت پوری کر کے پھر زوج اوّل سے نکاح جدید ہو سکتا ہے اُس کو حلالہ کہتے ہیں اور حلالہ کے بعد زوج اوّل کے ساتھ نکاح ہونا جب ہی ہے کہ اُن کو حکم خداوندی کے قائم رکھنے یعنی ایک دوسرے کے حقوق ادا کرنے کا خیال اور اُس پر اعتماد ہو ورنہ ضرور نزاع باہمی اور اتلاف حقوق کی نوبت آئے گی اور گناہ میں مبتلا ہوں گے۔

فائدہ: [۳۸۳] ...... یعنی عدت ختم ہونے کو آئی۔

فائدہ: [۳۸۴] ...... یعنی عدت کے ختم ہونے تک خاوند کو اختیار ہے کہ اُس عورت کو موافقت اور اتحاد کے ساتھ پھر ملا لے یا خوبی اور رضامندی کے ساتھ بالکل چھوڑ دے، یہ ہرگز جائز نہیں کہ قید میں رکھ کر اس کو ستانے کے قصد سے رجعت کرے جیسا کہ بعض اشخاص کیا کرتے تھے۔

فائدہ: ...... آیت سابقہ یعنی ﴿اَلطَّلَاقُ مَرَّتٰنِ﴾ الآیۃ میں یہ بتلایا تھا کہ دو طلاق تک زوج کو اختیار ہے عورت کو عمدگی سے پھر ملا لے یا بالکل چھوڑ دے اب اس آیت میں یہ ارشاد ہے کہ یہ اختیار صرف عدت تک ہے عدت کے بعد زوج کو اختیار مذکور حاصل نہ ہوگا اس لیے کوئی تکرار کا شبہ نہ کرے۔

فائدہ: [۳۸۵] **ذکر کردہ احکامات میں بڑی حکمتیں ہیں:** ...... نکاح، طلاق، ایلاء، خلع، رجعت، حلالہ وغیرہ ۔ بڑی حکمتیں اور مصلحتیں ہیں اُن میں حیلے کرنے اور بیہودہ اغراض کو دخل دینا مثلاً کوئی رجعت کرلے اور اُس سے مقصود عورت کو تنگ کرنا ہے تو گویا اللہ کے احکام کے ساتھ ٹھٹھے بازی [ہنسی مذاق] ٹھہری، نعوذ باللہ من ذٰلک۔ اللہ کو سب کچھ روشن ہے ایسے حیلوں سے بجز مضرت اور کیا حاصل ہو سکتا ہے۔

فائدہ: [۳۸۶] **طلاق یافتہ عورتوں کا سابقہ شوہروں سے نکاح:** ...... ایک عورت کو اُس کے خاوند نے ایک یا دو طلاق دی اور پھر عدت میں رجعت بھی نہ کی جب عدت ختم ہو چکی تو دوسرے لوگوں کے ساتھ زوج اوّل نے بھی نکاح کا پیام دیا عورت بھی اس پر راضی تھی مگر عورت کے بھائی کو غصہ آیا اور نکاح کو روک دیا اُس پر یہ حکم اترا کہ عورت کی خوشنودی اور بہبودی کو ملحوظ رکھو اسی کے موافق نکاح ہونا چاہیے اپنے کسی خیال اور ناخوشی کو دخل مت دو۔ اور یہ خطاب عام ہے نکاح سے روکنے والوں کو سب کو خواہ زوج اوّل جس نے کہ طلاق دی ہے وہ دوسری جگہ عورت کو نکاح کرنے سے روکے یا عورت کے ولی اور وارث عورت کو پہلے خاوند سے یا کسی دوسری جگہ نکاح کرنے سے مانع ہوں سب کو روکنے سے ممانعت آگئی، ہاں اگر خلاف قاعدہ کوئی بات ہو مثلاً غیر کفو میں عورت نکاح کرنے لگے یا پہلے خاوند کی عدت کے اندر کسی دوسرے سے نکاح کرنا چاہے تو بیشک ایسے نکاح سے روکنے کا حق ہے، ﴿بِالْمَعْرُوْفِ﴾ فرمانے کا یہی مطلب ہے۔

فائدہ: [۳۸۷] ...... یعنی حکم جو مذکور ہوئے اُن سے اہل ایمان کو نصیحت دی جاتی ہے کیونکہ اس نصیحت سے وہی منتفع ہوتے ہیں اور یوں تو نصیحت سب ہی کے لیے ہے کسی کی خصوصیت نہیں اور مومنین کے خاص کرنے سے دوسروں پر تہدید اور اُن کی تحقیر بھی مفہوم ہوتی ہے یعنی جو

لوگ ان حکموں پر عمل نہیں کرتے گویا اُن کو اللہ اور یوم آخرت پر ایمان ہی نہیں۔

فائدہ: [۳۸۸] دوبارہ نکاح کرنے میں پاکیزگی ہے:...... یعنی عورت کو نکاح سے نہ روکنے اور اُس کے نکاح ہو جانے میں وہ پاکیزگی ہے جو نکاح سے روکنے میں ہرگز نہیں اور عورت جب کہ پہلے خاوند کی طرف راغب ہو تو اُسی کے ساتھ نکاح ہو جانے میں وہ پاکیزگی ہے کہ دوسرے کے ساتھ نکاح کرنے میں ہرگز نہیں۔ اللہ تعالیٰ اُن کے دلوں کی باتوں کو اور نفع نقصان آئندہ کو خوب جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

وَالْوَالِدٰتُ يُرْضِعْنَ اَوْلَادَهُنَّ حَوْلَيْنِ كَامِلَيْنِ لِمَنْ اَرَادَ اَنْ يُّتِمَّ الرَّضَاعَةَ ؕ

اور بچے والی عورتیں دودھ پلا دیں اپنے بچوں کو دو برس پورے جو کوئی چاہے کہ پوری کرے دودھ کی مدت ف۳۸۹

وَعَلَى الْمَوْلُوْدِ لَهٗ رِزْقُهُنَّ وَكِسْوَتُهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ لَا تُكَلَّفُ نَفْسٌ اِلَّا وُسْعَهَا ۚ

اور لڑکے والے یعنی باپ پر ہے کھانا اور کپڑا ان عورتوں کا موافق دستور کے تکلیف نہیں دی جاتی کسی کو مگر اس کی گنجائش کے موافق نہ نقصان دیا جاوے

لَا تُضَآرَّ وَالِدَةٌۢ بِوَلَدِهَا وَلَا مَوْلُوْدٌ لَّهٗ بِوَلَدِهٖ ۚ وَعَلَى الْوَارِثِ مِثْلُ ذٰلِكَ ۚ

ماں کو اس کے بچہ کی وجہ سے اور نہ اُس کو کہ جس کا وہ بچہ ہے یعنی باپ کو اُس کے بچہ کی وجہ سے ف۳۹۰ اور وارثوں پر بھی یہی لازم ہے ف۳۹۱ پھر

فَاِنْ اَرَادَا فِصَالًا عَنْ تَرَاضٍ مِّنْهُمَا وَتَشَاوُرٍ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَا ؕ وَاِنْ اَرَدْتُّمْ

اگر ماں باپ چاہیں کہ دودھ چھڑا لیں یعنی دو برس کے اندر ہی اپنی رضا اور مشورہ سے تو ان پر کچھ گناہ نہیں ف۳۹۲ اور اگر تم لوگ چاہو

اَنْ تَسْتَرْضِعُوْٓا اَوْلَادَكُمْ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِذَا سَلَّمْتُمْ مَّآ اٰتَيْتُمْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ

کہ دودھ پلواؤ کسی دایہ سے اپنی اولاد کو تو بھی تم پر کچھ گناہ نہیں جب کہ حوالہ کر دو جو تم نے دینا ٹھہرایا تھا موافق دستور کے ف۳۹۳

وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ۝۲۳۳ وَالَّذِيْنَ يُتَوَفَّوْنَ

اور ڈرو اللہ سے اور جان رکھو کہ اللہ تمہارے سب کاموں کو خوب دیکھتا ہے اور جو لوگ مر جاویں تم میں سے

مِنْكُمْ وَيَذَرُوْنَ اَزْوَاجًا يَّتَرَبَّصْنَ بِاَنْفُسِهِنَّ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّعَشْرًا ۚ فَاِذَا

اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو چاہیے کہ وہ عورتیں انتظار میں رکھیں اپنے آپ کو چار مہینے اور دس دن ف۳۹۴

بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا فَعَلْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ

پھر جب پورا کر چکیں اپنی عدت کو تو تم پر کچھ گناہ نہیں اس بات میں کہ کریں وہ اپنے حق میں قاعدہ کے موافق ف۳۹۵

وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۲۳۴ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِيْمَا عَرَّضْتُمْ بِهٖ مِنْ خِطْبَةِ

اور اللہ کو تمہارے تمام کاموں کی خبر ہے اور کچھ گناہ نہیں تم پر اس میں کہ اشارہ میں کہو پیغام نکاح

النِّسَآءِ اَوْ اَكْنَنْتُمْ فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ ۭ عَلِمَ اللّٰهُ اَنَّكُمْ سَتَذْكُرُوْنَهُنَّ وَلٰكِنْ

ان عورتوں کا یا پوشیدہ رکھو اپنے دل میں اللہ کو معلوم ہے کہ تم البتہ ان عورتوں کا ذکر کرو گے لیکن ان سے نکاح کا

لَّا تُوَاعِدُوْهُنَّ سِرًّا اِلَّآ اَنْ تَقُوْلُوْا قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ڛ وَلَا تَعْزِمُوْا عُقْدَةَ النِّكَاحِ

وعدہ نہ کر رکھو چھپ کر مگر یہی کہ کہہ دو کوئی بات رواج شریعت کے موافق اور نہ ارادہ کرو نکاح کا یہاں تک

حَتّٰى يَبْلُغَ الْكِتٰبُ اَجَلَهٗ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ فَاحْذَرُوْهُ ۚ

کہ پہنچ جاوے عدت مقررہ اپنی انتہا کو ٣٩٦ اور جان رکھو کہ اللہ کو معلوم ہے جو کچھ تمہارے دل میں ہے سو

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿٢٣٥﴾

اس سے ڈرتے رہو اور جان رکھو کہ اللہ بخشنے والا اور تحمل کرنے والا ہے ٣٩٧

فائدہ: [٣٨٩] بچوں کو دودھ پلانے کے احکام:...... یعنی ماں کو حکم ہے کہ اپنے بچہ کو دو برس تک دودھ پلائے اور یہ مدت اُس کے لیے ہے جو ماں باپ بچہ کے دودھ پینے کی مدت کو پورا کرنا چاہیں ورنہ اس میں کمی بھی جائز ہے جیسا آیت کے اُخیر میں آتا ہے۔ اور اس حکم میں وہ مائیں بھی داخل ہیں جن کا نکاح باقی ہے اور وہ بھی جن کو طلاق مل چکی ہو یا اُن کی عدت بھی گزر چکی ہو، ہاں! اتنا فرق ہوگا کہ کھانا، کپڑا منکوحہ اور معتدہ کو تو دینا زوج کو ہر حال میں لازم ہے دودھ پلائے یا نہ پلائے اور عدت ختم ہو چکے گی تو پھر صرف دودھ پلانے کی وجہ سے دینا ہوگا۔ اور اس آیت سے یہ معلوم ہوا کہ دودھ کی مدت کو جس ماں سے پورا کرانا چاہیں یا جس صورت میں باپ سے دودھ پلانے کی اجرت ماں کو دلوانا چاہیں تو اُس کی انتہا دو برس کامل ہیں یہ معلوم نہیں ہوا کہ علی العموم دودھ پلانے کی مدت دو برس سے زیادہ نہیں۔

فائدہ: [٣٩٠] بچہ کی ماں کا نفقہ باپ کے ذمہ:...... یعنی باپ کو بچہ کی ماں کو کھانا کپڑا ہر حال میں دینا پڑے گا۔ اوّل صورت میں تو اس لیے کہ وہ اُس کے نکاح میں ہے، دوسری صورت میں عدّت میں ہے اور تیسری صورت میں دودھ پلانے کی اُجرت دینی ہوگی اور بچہ کے ماں باپ بچہ کی وجہ سے ایک دوسرے کو تکلیف نہ دیں مثلاً: ماں بلا وجہ دودھ پلانے سے انکار کرے یا باپ بلا سبب ماں سے بچہ کو جدا کر کے کسی اور سے دودھ پلوائے یا کھانے کپڑے میں تنگی کرے۔

فائدہ: [٣٩١]...... یعنی اگر باپ مر جاوے تو بچہ کے وارثوں پر بھی یہی لازم ہے کہ دودھ پلانے کی مدت میں اس کی ماں کے کھانے کپڑے کا خرچ اُٹھائیں اور تکلیف نہ پہنچائیں اور وارث سے مراد وہ وارث ہے جو محرم بھی ہو۔

فائدہ: [٣٩٢]...... یعنی اگر ماں باپ کسی مصلحت کی وجہ سے دو سال کے اندر ہی بچہ کی مصلحت کا لحاظ کر کے باہمی مشورہ اور رضامندی سے دودھ چھڑانا چاہیں تو اُس میں گناہ نہیں، مثلاً ماں کا دودھ اچھا نہ ہو۔

فائدہ: [٣٩٣]...... یعنی اے مردو! اگر تم کسی ضرورت و مصلحت سے ماں کے سوا کسی دوسری عورت سے دودھ پلوانا چاہو تو اس میں بھی گناہ نہیں مگر اس کی وجہ سے ماں کا کچھ حق نہ کاٹ رکھے بلکہ دستور کے موافق جو ماں کو دینا ٹھہرایا تھا وہ دے دے اور یہ مطلب بھی ہو سکتا ہے کہ دودھ پلانے والی کا حق نہ کاٹے۔

فائدہ: [٣٩٤] بیوہ کی عدت:...... پہلے گذر چکا ہے کہ طلاق کی عدّت میں تین حیض انتظار کرے اب فرمایا کہ موت کی عدّت میں چار

مہینے دس دن انتظار کرے سو اس مدت میں اگر معلوم ہو گیا کہ عورت کو حمل نہیں تو عورت کو نکاح کی اجازت ہو گی ورنہ وضع حمل کے بعد اجازت ہو گی اُس کی تشریح سورۂ طلاق میں آئے گی [طلاق: ۴] حقیقت میں تین حیض یا چار مہینے دس دن حمل کے انتظار اور اس کے دریافت کرنے کے لیے مقرر فرمائے۔

فائدہ: [۳۹۵]...... جب بیوہ عورتیں اپنی عدت پوری کر لیں یعنی غیر حاملہ چار ماہ دس روز اور حاملہ مدتِ حمل، تو اُن کو دستور شریعت کے موافق نکاح کر لینے میں کچھ گناہ نہیں اور زینت اور خوشبو سب حلال ہیں۔

فائدہ: [۳۹۶] **عدت کے دوران عورت کو صریح پیغام دینے کی ممانعت:**...... خلاصہ آیت کا یہ ہوا کہ عورت خاوند کے نکاح سے جدا ہوئی تو جب تک عدت میں ہے تو کسی دوسرے کو جائز نہیں کہ اس سے نکاح کر لے یا صاف وعدہ کرالے یا صاف پیام بھیجے لیکن اگر دل میں نیت رکھے کہ بعد عدت اس سے نکاح کروں گا یا اشارۃً اپنے مطلب کو اُسے سنادے تاکہ کوئی دوسرا اس سے پہلے پیام نہ دے بیٹھے مثلاً: عورت کو سنادے کہ تجھ کو ہر کوئی عزیز رکھے گا یا کہے کہ میرا ارادہ کہیں نکاح کرنے کا ہے تو کچھ گناہ نہیں مگر صاف پیام ہرگز نہ دے۔

فائدہ: [۳۹۷]...... یعنی حق تعالیٰ تمہارے جی کی باتیں جانتا ہے، سو ناجائز ارادہ سے بچتے رہو اور ناجائز ارادہ ہو گیا تو اُس سے توبہ کرو، اللہ بخشنے والا ہے اور گناہ گار پر عذاب نہ ہوا تو اس سے مطمئن نہ ہو جائے کیونکہ وہ حلیم ہے عقوبت میں جلدی نہیں فرماتا۔

لَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ مَا لَمْ تَمَسُّوْهُنَّ اَوْ تَفْرِضُوْا لَهُنَّ فَرِيْضَةً ۖ

کچھ گناہ نہیں تم پر اگر طلاق دو تم عورتوں کو اس وقت کہ ان کو ہاتھ بھی نہ لگایا ہو اور نہ مقرر کیا ہو ان کے لئے کچھ مہر

وَّمَتِّعُوْهُنَّ ۚ عَلَى الْمُوْسِعِ قَدَرُهٗ وَعَلَى الْمُقْتِرِ قَدَرُهٗ ۚ مَتَاعًا بِالْمَعْرُوْفِ ۚ حَقًّا عَلَى

اور ان کو کچھ خرچ دو مقدور والے پر اس کے موافق ہے اور تنگی والے پر اس کے موافق جو خرچ کہ قاعدہ کے موافق ہے لازم ہے

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۳۶﴾ وَاِنْ طَلَّقْتُمُوْهُنَّ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَمَسُّوْهُنَّ وَقَدْ فَرَضْتُمْ لَهُنَّ فَرِيْضَةً

نیکی کرنے والوں پر ف۳۹۸ اور اگر طلاق دو ان کو ہاتھ لگانے سے پہلے اور ٹھہرا چکے تھے تم ان کے لئے مہر تو لازم ہوا آدھا

فَنِصْفُ مَا فَرَضْتُمْ اِلَّآ اَنْ يَّعْفُوْنَ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۭ

اس کا کہ تم مقرر کر چکے تھے مگر یہ کہ درگزر کریں عورتیں یا درگزر کرے وہ شخص کہ اسے اختیار میں ہے گرہ نکاح کی یعنی خاوند

وَاَنْ تَعْفُوْٓا اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۭ وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ بَيْنَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا

اور تم مرد درگزر کرو تو قریب ہے پرہیزگاری سے اور نہ بھلا دو احسان کرنا آپس میں بے شک اللہ جو کچھ تم کرتے

تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۳۷﴾ حٰفِظُوْا عَلَى الصَّلَوٰتِ وَالصَّلٰوةِ الْوُسْطٰى ۤ وَقُوْمُوْا لِلّٰهِ قٰنِتِيْنَ ﴿۲۳۸﴾

ہو خوب دیکھتا ہے ف۳۹۹ خبردار رہو سب نمازوں سے اور بیچ والی نماز سے اور کھڑے رہو اللہ کے آگے ادب سے ف۴۰۰

فَإِنْ خِفْتُمْ فَرِجَالًا أَوْ رُكْبَانًا ۚ فَإِذَا أَمِنْتُمْ فَاذْكُرُوا اللَّهَ كَمَا عَلَّمَكُمْ مَّا

پھر اگر تم کو ڈر ہو کسی کا تو پیادہ پڑھ لو یا سوار پھر جس وقت تم امن پاؤ تو یاد کرو اللہ کو جس طرح کہ تم کو سکھایا

لَمْ تَكُونُوا تَعْلَمُونَ ﴿٢٣٩﴾ وَالَّذِينَ يُتَوَفَّوْنَ مِنكُمْ وَيَذَرُونَ أَزْوَاجًا ۚ وَصِيَّةً

ہے جس کو تم نہ جانتے تھے ۴۰۱ اور جو لوگ تم میں سے مر جاویں اور چھوڑ جاویں اپنی عورتیں تو وصیت کر دیں

لِّأَزْوَاجِهِم مَّتَاعًا إِلَى الْحَوْلِ غَيْرَ إِخْرَاجٍ ۚ فَإِنْ خَرَجْنَ فَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ فِي

اپنی عورتوں کے واسطے خرچ دینا ایک برس تک بغیر نکالنے کے گھر سے ۴۰۲ پھر اگر وہ عورتیں آپ نکل جاویں تو

مَا فَعَلْنَ فِي أَنفُسِهِنَّ مِن مَّعْرُوفٍ ۗ وَاللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٢٤٠﴾

کچھ گناہ نہیں تم پر اس میں کہ کریں وہ عورتیں اپنے حق میں بھلی بات اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ۴۰۳

فائدہ: [۳۹۸] مہر کے متعلق احکام: ...... اگر نکاح کے وقت مہر کا ذکر نہ آیا اور بلا مہر ہی نکاح کر لیا تو بھی نکاح درست ہے مہر بعد میں مقرر ہو رہے گا۔ لیکن اس صورت میں اگر ہاتھ لگانے سے پہلے یعنی مجامعت اور خلوتِ صحیحہ سے پہلے ہی طلاق دیدی تو مہر کچھ لازم نہ ہوگا۔ لیکن زوج کو لازم ہے کہ اپنے پاس سے عورت کو کچھ دیدے کم سے کم یہی کہ تین کپڑے کرتہ، سربند، چادر اپنی حالت کے موافق اور خوشی سے دے دے۔

فائدہ: [۳۹۹] ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق: ...... اگر نکاح کے وقت مہر مقرر ہو چکا تھا اور ہاتھ لگانے سے پہلے طلاق دیدی تو آدھا مہر دینا لازم ہے مگر عورت یا مرد کہ جس کے اختیار میں ہے نکاح کا قائم رکھنا اور توڑنا اپنے حق سے درگذر کریں تو بہتر ہے۔ عورت کی تو درگذر یہ کہ آدھا بھی معاف کر دے اور مرد کی درگذر یہ کہ جو مہر مقرر ہوا تھا پورا حوالہ کر دے یا تمام مہر ادا کر چکا تھا تو آدھا نہ لوٹاوے بلکہ سب مہر چھوڑ دے۔ پھر فرمایا کہ مرد درگذر کرے تو تقویٰ کے زیادہ مناسب ہے کیونکہ اللہ نے اُس کو بڑائی دی اور مختار کیا، نکاح باقی رکھنے کا اور طلاق دینے کا اور نفسِ نکاح سے تمام مہر لازم ہو جاتا ہے اور بدون ہاتھ لگائے طلاق دے کر زوج نصفِ مہر کو اپنے ذمہ سے ٹلاتا ہے یہ تقویٰ کے مناسب نہیں اور زوجہ کی طرف سے کسی قسم کی کوتاہی نہیں ہوئی جو کچھ کیا زوج نے کیا ان وجوہ سے زوج کو زیادہ مناسب ہے کہ درگذر کرے۔

فائدہ: ...... طلاق کی مہر اور وطی کے لحاظ سے چار صورتیں ہو سکتی ہیں: ایک تو یہ کہ نہ مہر ہو، نہ وطی۔ دوسری یہ کہ مہر تو مقرر ہو مگر وطی کی نوبت نہ آئے ان دونوں صورتوں کا حکم دونوں آیتوں میں معلوم ہو چکا۔ تیسری یہ کہ مہر مقرر ہو اور وطی کی نوبت آوے اس میں جو مہر مقرر کیا ہے پورا دینا ہوگا۔ یہ صورت کلام اللہ میں دوسرے موقع پر مذکور ہے۔ چوتھی یہ کہ مہر نہ ٹھہرایا تھا اور ہاتھ لگانے کے بعد طلاق دی اس میں مہر مثل پورا دینا پڑے گا یعنی جو اُس عورت کی قوم میں رواج ہے اور یہی چاروں صورتیں موتِ زوج میں نکلیں گی مگر موت کا حکم طلاق کے حکم سے جدا ہے اگر مہر مقرر نہ کیا تھا اور ہاتھ بھی نہیں لگایا تھا کہ زوج مر گیا یا ہاتھ لگانے کے بعد مرا ان دونوں صورتوں میں مہر مثل پورا لازم ہوگا اور اگر مہر مقرر کیا اور ہاتھ لگایا یا ہاتھ نہ لگایا تو ان دونوں صورتوں میں جو مہر مقرر ہوا تھا وہ پورا دینا ہوگا۔

فائدہ: [۴۰۰] نمازِ عصر کی بھرپور تاکید: ...... بیچ والی نماز سے مراد عصر کی نماز ہے کہ دن اور رات کے بیچ میں ہے اس کی تاکید زیادہ فرمائی کہ اس وقت دنیا کا مشغلہ زیادہ ہوتا ہے۔ اور فرمایا کھڑے رہو ادب سے یعنی نماز میں ایسی حرکت نہ کرو کہ جس سے معلوم ہو جائے کہ نماز نہیں پڑھتے، ایسی باتوں سے نماز ٹوٹ جاتی ہے جیسے کھانا یا پینا یا کسی سے بات کرنا یا ہنسنا۔

فائدۃ:...... طلاق کے حکموں میں نماز کے حکم کو بیان فرمانے کی یا یہ وجہ ہے کہ دنیا کے معاملات اور باہمی نزاعات میں پڑ کر کہیں خدا کی عبادت کو نہ بھلا دو اور یا یہ وجہ ہے کہ ہوا و ہوس کے بندوں کو بوجہ غلبۂ حرص و بخل عدل کو پورا کرنا اور انصاف سے کام لینا اور وہ بھی رنج اور طلاق کی حالت میں بہت دشوار ہے، پھر ﴿وَاَنْ تَعْفُوْٓا﴾ اور ﴿وَلَا تَنْسَوُا الْفَضْلَ﴾ پر اور اس حالت میں اُن سے عمل کرنے کی توقع بیشک مستبعد نظر آتی تھی سو اس کا علاج فرما دیا گیا کہ نماز کی محافظت اور اُس کی پابندی اور اُس کے حقوق کی رعایت عمدہ علاج ہے کہ نماز کو ازالۂ رذائل اور تحصیلِ فواضل میں بڑا اثر ہے۔

فائدۃ:[۴۰۱]...... یعنی لڑائی اور دشمن سے خوف کا وقت ہو تو ناچاری [مجبوری] کو، سواری پر اور پیادہ بھی اشارہ سے نماز درست ہے گو قبلہ کی طرف بھی منہ نہ ہو۔

فائدۃ:[۴۰۲]...... یہ حکمِ اوّل تھا اس کے بعد جب آیت میراث نازل ہوئی اور عورتوں کا حصہ بھی مقرر ہو چکا ادھر عورت کی عدت چار مہینے دس دن کی ٹھہرا دی گئی تب سے اس آیت کا حکم موقوف ہوا۔

فائدۃ:[۴۰۳]...... یعنی اگر وہ عورتیں اپنی خوشی سے سال کے ختم ہونے سے پہلے گھر سے نکلیں تو کچھ گناہ نہیں تم پر اے وارثو! اُس کام میں کہ کریں وہ عورتیں اپنے حق میں شریعت کے موافق یعنی چاہیں خاوند کریں یا اچھی پوشاک اور خوشبو کا استعمال کریں کچھ حرج نہیں۔

وَلِلْمُطَلَّقٰتِ مَتَاعٌۢ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ حَقًّا عَلَى الْمُتَّقِيْنَ ﴿۲۴۱﴾ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ

اور طلاق دی ہوئی عورتوں کے واسطے خرچ دینا ہے قاعدہ کے موافق لازم ہے پرہیزگاروں پر ف۴۰۴ اسی طرح بیان فرماتا ہے اللہ تمہارے

ع ۳۱ ۱۵ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿۲۴۲﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ وَهُمْ اُلُوْفٌ حَذَرَ

واسطے اپنے حکم تاکہ تم سمجھ لو ف۴۰۵ کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کو جو کہ نکلے اپنے گھروں سے اور وہ ہزاروں تھے

الْمَوْتِ ۪ فَقَالَ لَهُمُ اللّٰهُ مُوْتُوْا ۟ ثُمَّ اَحْيَاهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ

موت کے ڈر سے پھر فرمایا ان کو اللہ نے کہ مر جاؤ پھر ان کو زندہ کر دیا بے شک اللہ فضل کرنے والا ہے لوگوں

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ﴿۲۴۳﴾ وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

پر لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے ف۴۰۶ اور لڑو اللہ کی راہ میں اور جان لو کہ اللہ بے شک خوب

سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۴﴾ مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا فَيُضٰعِفَهٗ لَهٗٓ اَضْعَافًا

سنتا جانتا ہے کون شخص ہے ایسا جو کہ قرض دے اللہ کو اچھا قرض پھر دو گنا کر دے اللہ اس کو کئی

كَثِيْرَةً ؕ وَاللّٰهُ يَقْبِضُ وَيَبْصُۜطُ ۪ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ﴿۲۴۵﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الْمَلَاِ مِنْ بَنِيْٓ

گنا اور اللہ ہی تنگی کر دیتا ہے اور وہی کشادہ کرتا ہے اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے ف۴۰۷ کیا نہ دیکھا تو نے ایک جماعت بنی

وقف لازم

إِسْرَآءِيْلَ مِنْ بَعْدِ مُوْسٰى ۘ إِذْ قَالُوْا لِنَبِيٍّ لَّهُمُ ابْعَثْ لَنَا مَلِكًا نُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ

اسرائیل کو موسیٰ کے بعد ۴۰۸ جب انہوں نے کہا اپنے نبی سے مقرر کر دو ہمارے لئے ایک بادشاہ تاکہ ہم لڑیں اللہ کی راہ میں

اللّٰهِ ۭ قَالَ هَلْ عَسَيْتُمْ إِنْ كُتِبَ عَلَيْكُمُ الْقِتَالُ أَلَّا تُقَاتِلُوْا ۭ قَالُوْا وَمَا لَنَآ

پیغمبر نے کہا کیا تم سے یہ بھی توقع ہے کہ اگر حکم ہو تم کو لڑائی کا تو تم اس وقت نہ لڑو وہ بولے ہم کو کیا ہوا کہ ہم نہ لڑیں

أَلَّا نُقَاتِلَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَدْ أُخْرِجْنَا مِنْ دِيَارِنَا وَأَبْنَآئِنَا ۭ فَلَمَّا كُتِبَ عَلَيْهِمُ

اللہ کی راہ میں اور ہم تو نکال دیئے گئے اپنے گھروں سے اور بیٹوں سے پھر جب حکم ہوا ان کو لڑائی کا

الْقِتَالُ تَوَلَّوْا إِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۴۶﴾

تو وہ سب پھر گئے مگر تھوڑے سے ان میں کے اور اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے گناہ گاروں کو ۴۰۹

فائدہ: [۴۰۴] ...... پہلے خرچ یعنی جوڑا دینے کا حکم اُس طلاق پر آ چکا ہے کہ نہ مہر ٹھہرا ہو نہ زوج نے ہاتھ لگایا ہو اب اس آیت میں وہ حکم سب کے لیے آ گیا مگر اتنا فرق ہے کہ سب طلاق والیوں کو جوڑا دینا مستحب ہے، ضروری نہیں اور پہلی صورت میں ضروری ہے۔

فائدہ: [۴۰۵] ...... یعنی جس طرح اللہ تعالیٰ نے یہاں نکاح، طلاق، عدت کے احکام بیان فرمائے ایسے ہی اپنے احکام و آیات کو واضح فرماتا ہے کہ تم سمجھ لو اور عمل کر سکو۔ یہاں نکاح و طلاق کے احکام ختم ہو چکے۔

فائدہ: [۴۰۶] جہاد سے بھاگنا: ...... یہ پہلی اُمت کا قصہ ہے کہ کئی ہزار شخص گھر بار کو ساتھ لے کر وطن سے بھاگے۔ اُن کو ڈر ہوا تھا غنیم [دشمن] کا اور لڑنے سے جی چھپایا یا ڈر ہوا تھا وبا کا اور تقدیر پر توکل اور یقین نہ کیا پھر ایک منزل پر پہنچ کر بحکم الٰہی سب مر گئے پھر سات دن کے بعد پیغمبر کی دُعا سے زندہ ہوئے کہ آگے کو توبہ کریں۔ اس حال کو یہاں اس واسطے ذکر فرمایا کہ کافروں سے لڑنے یا فی سبیل اللہ مال خرچ کرنے میں جان اور مال کی محبت کے باعث دریغ نہ کریں اور جان لیویں کہ اللہ موت سے بھیجے تو چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں اور زندگی چاہے تو مردہ کو دَم کے دَم میں زندہ کر دے، زندہ کو موت سے بچالینا تو کوئی چیز ہی نہیں پھر اُس کی تعمیل حکم میں موت سے ڈر کر جہاد سے بچنا یا افلاس سے بچ کر صدقہ اور دوسروں پر احسان یا عفو اور فضل سے رکنا بد دینی کیساتھ حماقت بھی پوری ہے۔

فائدہ: [۴۰۷] قرضِ حسنہ قرآن کی نظر میں: ...... یعنی جب معلوم ہو چکا کہ اللہ کے حکم میں تمہاری جان اور مال ہے تو اب تم کو چاہیے کہ لڑو کافروں سے اللہ کے واسطے دین کے لیے اور جان لو کہ خدا تعالیٰ سنتا ہے بہانہ کرنے والوں کی باتیں اور جانتا ہے ان کے منصوبوں کو اور چاہیے کہ خرچ کرو اللہ کے رستہ میں مال اور تنگی سے مت ڈرو کہ کشایش اور تنگی سب اُس کے اختیار میں ہے اور اُسی کی طرف لوٹ کر سب کو جانا ہے۔ قرضِ حسنہ اُسے کہتے ہیں جو قرض دے کر تقاضا نہ کرے اور اپنا احسان نہ رکھے اور بدلہ نہ چاہے اور اُسے حقیر نہ سمجھے۔ اور خدا کو دینے سے جہاد میں خرچ کرنا مراد ہے یا محتاجوں کو دینا۔

فائدہ: [۴۰۸] ...... اس قصہ سے حق تعالیٰ کا بسط و قبض جو ابھی مذکور ہوا خوب ثابت ہوتا ہے یعنی فقیر کو بادشاہ بنانا اور بادشاہ سے بادشاہت چھین لینا اور ضعیف کو قوی اور قوی کو ضعیف کر دینا۔

فائدہ: [۴۰۹] بنی اسرائیل پر جالوت بادشاہ کا غلبہ: ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد کچھ عرصہ تک بنی اسرائیل کا کام درست رہا پھر جب اُن کی نیت بگڑی تب اُن پر ایک قوم عمالقہ کا فر بادشاہ جالوت نام مسلط ہوا۔ اُن کو شہر سے نکال دیا اور لوٹا اور اُن کو پکڑ کر بندہ بنایا بنی اسرائیل بھاگ کر بیت المقدس میں جمع ہوئے، اُس وقت حضرت اشموئیل علیہ السلام پیغمبر تھے اُن سے درخواست کی کہ کوئی بادشاہ ہم پر مقرر کر دو کہ اُس کے ساتھ ہو کر ہم جہاد کریں فی سبیل اللہ۔

وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ إِنَّ اللّٰهَ قَدْ بَعَثَ لَكُمْ طَالُوْتَ مَلِكًا ؕ قَالُوْٓا اَنّٰى يَكُوْنُ لَهُ

اور فرمایا ان سے ان کے نبی نے بے شک اللہ نے مقرر فرما دیا تمہارے لئے طالوت کو بادشاہ کہنے لگے کیونکر ہو سکتی ہے

الْمُلْكُ عَلَيْنَا وَنَحْنُ اَحَقُّ بِالْمُلْكِ مِنْهُ وَلَمْ يُؤْتَ سَعَةً مِّنَ الْمَالِ ؕ قَالَ اِنَّ

اس کی حکومت ہم پر اور ہم زیادہ مستحق ہیں سلطنت کے اس سے اور اس کو نہیں ملی کشایش مال میں پیغمبر نے کہا بے شک

اللّٰهَ اصْطَفٰىهُ عَلَيْكُمْ وَزَادَهٗ بَسْطَةً فِى الْعِلْمِ وَالْجِسْمِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ

اللہ نے پسند فرمایا اس کو تم پر اور زیادہ فراخی دی اس کو علم اور جسم میں اور اللہ دیتا ہے ملک اپنا جس کو چاہے اور اللہ ہے

مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۴۷﴾ وَقَالَ لَهُمْ نَبِيُّهُمْ اِنَّ اٰيَةَ مُلْكِهٖٓ اَنْ

فضل کرنے والا سب کچھ جاننے والا [۴۱۰] اور کہا بنی اسرائیل سے ان کے نبی نے کہ طالوت کی سلطنت کی نشانی یہ ہے کہ آوے

يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَبَقِيَّةٌ مِّمَّا تَرَكَ اٰلُ مُوْسٰى وَاٰلُ

تمہارے پاس ایک صندوق کہ جس میں تسلی خاطر ہے تمہارے رب کی طرف سے اور کچھ بچی ہوئی چیزیں ہیں ان میں سے جو چھوڑ گئی تھی موسیٰ

هٰرُوْنَ تَحْمِلُهُ الْمَلٰٓئِكَةُ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۴۸﴾ فَلَمَّا ع

اور ہارون کی اولاد اٹھا لاویں گے اس صندوق کو فرشتے بے شک اس میں پوری نشانی ہے تمہارے واسطے اگر تم یقین رکھتے ہو [۴۱۱] پھر جب

فَصَلَ طَالُوْتُ بِالْجُنُوْدِ ۙ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ مُبْتَلِيْكُمْ بِنَهَرٍ ۚ فَمَنْ شَرِبَ مِنْهُ

باہر نکلا طالوت فوجیں لے کر کہا بے شک اللہ تمہاری آزمایش کرتا ہے ایک نہر سے سو جس نے پانی پیا اس نہر کا تو

فَلَيْسَ مِنِّىْ ۚ وَمَنْ لَّمْ يَطْعَمْهُ فَاِنَّهٗ مِنِّىْٓ اِلَّا مَنِ اغْتَرَفَ غُرْفَةًۢ بِيَدِهٖ ۚ فَشَرِبُوْا

وہ میرا نہیں اور جس نے اس کو نہ چکھا تو وہ بے شک میرا ہے مگر جو کوئی بھرے ایک چلو اپنے ہاتھ سے پھر پی لیا سب نے اس کا پانی

مِنْهُ اِلَّا قَلِيْلًا مِّنْهُمْ ؕ فَلَمَّا جَاوَزَهٗ هُوَ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۙ قَالُوْا لَا طَاقَةَ

مگر تھوڑوں نے ان میں سے پھر جب پار ہوا طالوت اور ایمان والے ساتھ اس کے تو کہنے لگے طاقت نہیں ہم کو آج

لَنَا الْيَوْمَ بِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ ۙ كَمْ

جالوت اور اس کے لشکروں سے لڑنے کی کہنے لگے وہ لوگ جن کو خیال تھا کہ ان کو اللہ سے ملنا ہے بارہا تھوڑی جماعت

مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةًۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ﴿۲۴۹﴾ وَلَمَّا بَرَزُوْا

غالب ہوئی ہے بڑی جماعت پر اللہ کے حکم سے اور اللہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے ف۴۱۲ اور جب سامنے ہوئے

لِجَالُوْتَ وَجُنُوْدِهٖ قَالُوْا رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا

جالوت کے اور اس کی فوجوں کے تو بولے اے رب ہمارے ڈال دے ہمارے دلوں میں صبر اور جمائے رکھ ہمارے پاؤں اور مدد

عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۵۰﴾ؕ فَهَزَمُوْهُمْ بِاِذْنِ اللّٰهِ ۟ؕ وَقَتَلَ دَاوٗدُ جَالُوْتَ وَاٰتٰىهُ

کر ہماری اس کافر قوم پر پھر شکست دی مومنوں نے جالوت کے لشکر کو اللہ کے حکم سے اور مار ڈالا داؤد نے

اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ؕ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ ۙ

جالوت کو اور دی اللہ نے سلطنت اور حکمت اور سکھایا ان کو جو چاہا اور اگر نہ ہوتا دفع کرا دینا اللہ کا ایک کو دوسرے سے

لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۲۵۱﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا

تو خراب ہو جاتا ملک لیکن اللہ بہت مہربان ہے جہان کے لوگوں پر ف۴۱۳ یہ آیتیں اللہ کی ہیں ہم تجھ کو سناتے ہیں

عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ؕ وَاِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۲۵۲﴾

ٹھیک ٹھیک اور تو بے شک ہمارے رسولوں میں ہے ف۴۱۴

فَائِدَۃ: [۴۱۰] **حاکم وقت کی خصوصیات:**...... طالوت کی قوم میں آگے سے سلطنت نہ تھی غریب محنتی آدمی تھے اُن کی (بنی اسرائیل) نظر میں سلطنت کے قابل نظر نہ آئے، اور بوجہ مال ودولت اپنے آپ کو سلطنت کے لائق خیال کیا۔ نبی نے فرمایا کہ سلطنت کسی کا حق نہیں اور سلطنت کی بڑی لیاقت [خوبی، اچھائی] ہے عقل اور بدن میں، زیادتی اور وسعت ہونی جس میں طالوت تم سے افضل ہے۔

فَائِدَۃ:...... بنی اسرائیل نے جب یہ سنا تو پھر کہا پیغمبر سے کہ اس کے سوا کوئی اور دلیل بھی اُن کی بادشاہت پر دکھلا دو تا کہ ہمارے دل میں کوئی اِشتباہ نہ رہے۔ نبی نے دُعا کی جنابِ الٰہی میں اور طالوت کی سلطنت کی دوسری نشانی بیان فرمادی گئی۔

فَائِدَۃ: [۴۱۱] **سکینہ کا تابوت:**...... بنی اسرائیل میں ایک صندوق چلا آتا تھا اُس میں تبرکات تھے حضرت موسیٰ علیہ السلام وغیرہ انبیائے بنی اسرائیل اُس صندوق کو لڑائی میں آگے رکھتے، اللہ اُس کی برکت سے فتح دیتا جب جالوت غالب آیا اُن پر تو یہ صندوق بھی وہ لے گیا تھا جب اللہ تعالیٰ کو صندوق کا پہنچانا منظور ہوا تو یہ کیا کہ وہ کافر جہاں صندوق کو رکھتے وہیں وبا اور بلا آتی، پانچ شہر ویران ہوگئے ناچار ہو کر دو بیلوں پر اُس کو لاد کر ہانک دیا، فرشتے بیلوں کو ہانک کر طالوت کے دروازے پر پہنچا گئے بنی اسرائیل اس نشانی کو دیکھ کر طالوت کی بادشاہت پر یقین لائے اور طالوت نے جالوت پر فوج کشی کی اور موسم نہایت گرم تھا۔

فَائِدَہ: [۴۱۲] لشکر کا امتحان اور آزمائش: ...... ہوس سے طالوت کے ساتھ چلنے کو سب تیار ہو گئے، طالوت نے کہہ دیا کہ جو کوئی جوان زور آور اور بے فکر ہو وہ چلے، ایسے بھی اسی ہزار نکلے پھر طالوت نے اُن کو آزمانا چاہا، ایک منزل میں پانی نہ ملا دوسری منزل میں ایک نہر ملی طالوت نے حکم کر دیا کہ جو ایک چلو سے زیادہ پانی پیوے وہ میرے ساتھ نہ چلے، صرف تین سو تیرہ ان کے ساتھ رہ گئے اور سب جدا ہو گئے جنہوں نے ایک چلو سے زیادہ نہ پیا اُن کی پیاس بجھی اور جنہوں نے زیادہ پیا اُن کو اور پیاس زیادہ لگی اور آگے نہ چل سکے۔

فَائِدَہ: [۴۱۳] جالوت کے لشکر کی شکست: ...... جب سامنے ہوئے جالوت کے یعنی وہی تین سو تیرہ آدمی اور انہی تین سو تیرہ میں حضرت داؤد علیہ السلام کے والد اور اُن کے چھ بھائی اور خود حضرت داؤد بھی تھے، حضرت داؤد کو راہ میں تین پتھر ملے اور بولے کہ اُٹھا لے ہم کو ہم جالوت کو قتل کریں گے، جب مقابلہ ہوا جالوت خود باہر نکلا اور کہا میں اکیلا تم سب کو کافی ہوں میرے سامنے آتے جاؤ۔ حضرت اشموئیل علیہ السلام نے حضرت داؤد علیہ السلام کے باپ کو بلایا کہ اپنے بیٹے مجھ کو دکھلا اُس نے چھ بیٹے دکھائے جو قد آور تھے حضرت داؤد کو نہیں دکھایا اُن کا قد چھوٹا تھا اور بکریاں چراتے تھے پیغمبر نے اُن کو بلوایا اور پوچھا کہ تو جالوت کو مارے گا انہوں نے کہا ماروں گا پھر جالوت کے سامنے گئے اور اُنہی تینوں پتھروں کو فلاخن [گوپھن وہ رسی کا پھندا جس میں پتھر رکھ کے پھینکتے ہیں] میں رکھ کر مارا، جالوت کا صرف ماتھا کھلا تھا اور تمام بدن لوہے میں غرق تھا تینوں پتھر اس کے ماتھے پر لگے اور پیچھے کو نکل گئے۔ جالوت کا لشکر بھاگا اور مسلمانوں کو فتح ہوئی، پھر طالوت نے حضرت داؤد سے اپنی بیٹی کا نکاح کر دیا اور طالوت کے بعد یہ بادشاہ ہوئے۔ اُس سے معلوم ہو گیا کہ حکمِ جہاد ہمیشہ سے چلا آ رہا ہے اور اس میں اللہ جل جلالہٗ کی بڑی رحمت اور احسان ہے۔ نادان کہتے ہیں کہ لڑائی نبیوں کا کام نہیں۔

فَائِدَہ: [۴۱۴] ...... یہ قصہ جو بنی اسرائیل کا گذرا یعنی ہزاروں کا نکلنا اور اُن کا دفعۃً مرنا اور جینا اور طالوت کا بادشاہ ہونا، یہ سب اللہ کی آیتیں ہیں جو تجھ کو سنائی جاتی ہیں اور تم بیشک اللہ کے رسولوں میں ہو یعنی جیسے پہلے پیغمبر ہو چکے ہیں ویسے ہی تم بھی یقیناً رسول ہو کہ ان قصصِ قرونِ ماضیہ کو ٹھیک ٹھیک بیان کرتے ہو، حالانکہ نہ کسی کتاب میں آپ نے دیکھا اور نہ کسی آدمی سے سنا۔

............☆☆☆......الحمد للہ ۲ پارہ ختم ہوا......☆☆☆............

پارہ نمبر: ۳

تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ

یہ سب رسول فضیلت دی ہم نے ان میں بعض کو بعض سے کوئی تو وہ ہے کہ کلام فرمایا اس سے اللہ نے اور بلند کئے بعضوں

دَرَجٰتٍ ؕ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ ؕ وَلَوْ شَآءَ

کے درجے اور دیئے ہم نے عیسٰی مریم کے بیٹے کو معجزے صریح اور قوت دی اس کو روح القدس یعنی جبرائیل سے ۴۱۵ اور اگر اللہ چاہتا

اللّٰهُ مَا اقْتَتَلَ الَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ وَلٰكِنِ اخْتَلَفُوْا

تو نہ لڑتے وہ لوگ جو ہوئے ان پیغمبروں کے پیچھے بعد اسکے کہ پہنچ چکے ان کے پاس صاف حکم لیکن ان میں اختلاف پڑ گیا

فَمِنْهُمْ مَّنْ اٰمَنَ وَمِنْهُمْ مَّنْ كَفَرَ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۟ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ

پھر کوئی تو ان میں ایمان لایا اور کوئی کافر ہوا اور اگر چاہتا اللہ تو وہ باہم نہ لڑتے لیکن اللہ

مَا يُرِيْدُ ﴿۲۵۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ

کرتا ہے جو چاہے ۴۱۶ اے ایمان والو خرچ کرو اس میں سے جو ہم نے تم کو روزی دی پہلے اس دن کے آنے سے کہ جس میں

لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خُلَّةٌ وَّلَا شَفَاعَةٌ ؕ وَالْكٰفِرُوْنَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۵۴﴾ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ

نہ خرید و فروخت ہے اور نہ آشنائی اور نہ سفارش ۴۱۷ اور جو کافر ہیں وہی ہیں ظالم ۴۱۸ اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں

اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

زندہ ہے سب کا تھامنے والا ۴۱۹ نہیں پکڑ سکتی اس کو اونگھ اور نہ نیند اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے

مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ

ایسا کون ہے جو سفارش کرے اسکے پاس مگر اجازت سے جانتا ہے جو کچھ خلقت کے رو برو ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہے

وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ

اور وہ سب احاطہ نہیں کر سکتے کسی چیز کا اسکی معلومات میں سے مگر جتنا کہ وہی چاہے گنجائش ہے اس کی کرسی میں تمام آسمانوں

وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ﴿۲۵۵﴾

اور زمین کو اور گراں نہیں اس کو تھامنا ان کا اور وہی ہے سب سے برتر عظمت والا ۴۲۰

فَائِدَۃ:[۴۱۵] انبیاء کی ایک دوسرے پر فضیلت کا ذکر:...... یہ پیغمبر جن کا ذکر ہوا اُن میں فضیلت دی ہم نے بعض کو بعض پر، بعضے اُن میں ایسے ہیں کہ اُن سے بات کی خدا تعالیٰ نے جیسے آدم اور موسیٰ علیہما السلام، اور بلند کیا بعضوں کا درجہ جیسے کوئی ایک قوم کا نبی کوئی ایک گاؤں کا کوئی ایک شہر کا کوئی تمام جہان کا جیسے محمد رسول اللہ ﷺ اور عنایت ہوئے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو کھلے معجزے جیسے احیائے موتی اور ابراء اکمہ اور ابرص وغیرہ اور قوت دی ان کو روح پاک یعنی حضرت جبرئیل علیہ السلام کو اُن کی مدد کو بھیج کر۔

فَائِدَۃ:[۴۱۶] اللہ کے ہر کام میں حکمت کا ذکر:...... جو لوگ ان انبیاء علیہم السلام پر ایمان لے آئے اور صاف حکم اور روشن نشانیاں ہمارے پیغمبر ﷺ کے نبی ہونے کی دیکھ سن چکے، اگر خدا چاہتا تو یہ باہم نہ لڑتے اور مخالفت نہ کرتے اور کوئی ان میں مومن اور کوئی کافر نہ ہوتا لیکن حق تعالیٰ مختار ہے جو چاہتا ہے کرتا ہے کوئی فعل اُس کا حکمت سے خالی نہیں۔

فَائِدَۃ:[۴۱۷] اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم:...... اس سورت میں عبادات و معاملات کے متعلق احکام کثیرہ بیان فرمائے جن سب کی تعمیل نفس کو ناگوار اور بھاری ہے اور تمام اعمال میں زیادہ دشوار انسان کو جان اور مال کا خرچ کرنا ہوتا ہے۔ اور احکام الٰہی اکثر جو دیکھے جاتے ہیں یا جان کے متعلق ہیں یا مال کے اور گناہ میں بندہ کو جان یا مال کی محبت اور رعایت ہی اکثر مبتلا کرتی ہے گویا ان دونوں کی محبت گناہوں کی جڑ اور اُس سے نجات، جملہ طاعات کی سہولت کا منشاء ہے اس لیے ان احکامات کو بیان فرما کر قتال اور انفاق کو بیان فرمانا مناسب ہوا۔ ﴿وَقَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ﴾ [البقرۃ: ۲۴۴] اول کا بیان تھا تو ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ﴾ [البقرۃ: ۲۴۵] دوسرے کا ذکر ہے اُس کے بعد قصہ طالوت سے اول کی تاکید ہوئی تو اب ﴿اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰكُمْ﴾ الآیۃ سے دوسرے کی تاکید منظور ہے اور چونکہ انفاق مال پر، بہت سے امور عبادات و معاملات کے موقوف ہیں تو اس کے بیان میں زیادہ تفصیل اور تاکید سے کام لیا، چنانچہ اب جو رکوع آتے ہیں اُن میں اکثروں میں امر ثانی یعنی انفاق مال کا ذکر ہے۔ خلاصہ معنی یہ ہوا کہ عمل کا وقت ابھی ہے آخرت میں تو نہ عمل بکتے ہیں، نہ کوئی آشنائی سے دیتا ہے، نہ کوئی سفارش سے چھڑا سکتا ہے جب تک پکڑنے والا نہ چھوڑے۔

فَائِدَۃ:[۴۱۸]:...... یعنی کفار نے آپ اپنے اوپر ظلم کیا جس کی شامت سے ایسے ہوگئے کہ آخرت میں نہ کسی کی دوستی سے ان کو نفع ہو سکے اور نہ سفارش سے۔

فَائِدَۃ:[۴۱۹] آیت الکرسی:...... پہلی آیت سے حق سبحانہٗ کی عظمت شان بھی مفہوم ہوتی ہے اب اس کے بعد اس آیت کو جس میں توحید ذات اور اُس کا تقدس و جلال غایت عظمت و وضاحت کے ساتھ مذکور ہے، نازل فرمائی اور اسی کا لقب آیۃ الکرسی ہے اسی کو حدیث میں اعظم آیات کتاب اللہ فرمایا ہے اور بہت فضیلت اور ثواب منقول ہے۔ اور اصل بات یہ ہے کہ حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں رلا ملا کر تین قسم کے مضمون کو جگہ جگہ بیان فرمایا ہے: علم توحید و صفات، علم احکام، علم قصص و حکایات سے بھی توحید و صفات کی تقریر و تائید مقصود ہوتی ہے یا علم احکام کی تاکید و ضرورت اور علم توحید و صفات اور علم احکام بھی باہم ایسے مربوط ہیں کہ ایک دوسرے کے لیے علت اور علامت ہیں۔ صفات حق تعالیٰ احکام شرعیہ کے حق میں منشاء اور اصل ہیں تو احکام شرعیہ صفات کے لیے بہ منزلہ ثمرات اور فروع ہیں تو اب ظاہر ہے کہ علم قصص اور علم احکام سے علم توحید کو ضرور اعانت اور تقویت پہنچے گی اور علم قصص اور علم توحید و صفات سے ضرور علم احکام کی تاکید اور اس کی ضرورت بلکہ حقیقت اور اصلیت ثابت ہوگی اور یہ طریقہ جو تین طریقوں سے مرکب ہے بغایت احسن اور اسہل اور قابل قبول ہے۔ اول

تو اس وجہ سے کہ ایک طریقہ کی پابندی موجب ملال ہوتی ہے اور ایک علم سے دوسرے کی طرف منتقل ہو جانا ایسا ہو جاتا ہے جیسا ایک باغ کی سیر کر کے دوسرے باغ کی سیر کرنے لگے، دوسرے تینوں طریقوں سے ملکر حقیقت، منشاء، ثمرہ نتیجہ سب ہی معلوم ہو جائے گا اور اس میں تعمیل احکام نہایت شوق و مستعدی اور رغبت و بصیرت کے ساتھ ہوگی، اس لیے طریقۂ مذکورہ بغایت عمدہ اور مفید اور قرآن مجید میں کثیر الاستعمال ہے۔ اسی جگہ دیکھ لیجیے کہ اوّل احکام کو کس کثرت و تفصیل سے بیان فرمایا اُس کے بعد بقدر مصلحت قصص کو بیان کر کے تمام احکامات مذکورہ کے فوائد و نتائج گویا ہم کو آنکھوں سے دکھلا دیے اِن سب کے بعد آیۃ الکرسی جو کہ در بارۂ توحید و صفات ممتاز آیت ہے اُس کو بیان فرما کر جملہ احکامات کی جڑ کو دلوں میں ایسا مستحکم فرما دیا کہ اکھاڑے نہ اکھڑے۔

فَائِدَۃ: [۴۲۰] اللہ تعالیٰ کی صفت توحید کے ساتھ دوسری صفات کا تذکرہ:...... اس آیت میں توحید ذات اور عظمت صفات حق تعالیٰ کو بیان فرمایا کہ حق تعالیٰ موجود ہے ہمیشہ سے اور کوئی اس کا شریک نہیں تمام مخلوقات کا موجد وہی ہے تمام نقصان اور ہر طرح کے تبدل اور فتور سے منزہ ہے، سب چیزوں کا مالک ہے تمام چیزوں کا کامل علم اور سب پر پوری قدرت اور اعلیٰ درجہ کی عظمت اُس کو حاصل ہے، کسی کو نہ اتنا استحقاق نہ اتنی مجال کہ بغیر اُس کے حکم کے کسی کی سفارش بھی اُس سے کر سکے۔ کوئی امر ایسا نہیں جس کے کرنے میں اُس کو دشواری اور گرانی ہو سکے۔ تمام چیزوں اور سب کی عقلوں سے برتر ہے اُس کے مقابلہ میں سب حقیر ہیں۔ اس سے دو مضمون اور خوب ذہن نشین ہو گئے ایک تو حق تعالیٰ کی ربوبیت اور حکومت اور اپنی محکومیت اور عبدیت جس سے حق تعالیٰ کے تمام احکامات مذکورہ اور غیر مذکورہ کا بلا چوں و چرا واجب التصدیق اور واجب التعمیل ہونا اور اُس کے احکام میں کسی قسم کے شک وشبہ کا معتبر نہ ہونا معلوم ہو گیا۔ دوسرے عبادات و معاملاتِ کثیرہ مذکورۂ سابقہ کو اور اُن کے ساتھ تنعیم و تعذیب کو دیکھ کر کسی کو خلجان ہو سکتا تھا کہ ہر ہر فرد کے اس قدر معاملات و عباداتِ کثیرہ ہیں کہ جن کا مجموعہ اتنا ہوا جاتا ہے کہ اُن کا ضبط اور حساب کتاب محال معلوم ہوتا ہے، پھر اس کے مقابلہ میں ثواب و عقاب یہ بھی عقل سے باہر غیر ممکن معلوم ہوتا ہے سو اس آیت میں حق سبحانہ نے چند صفاتِ مقدسہ اپنی ایسی ذکر فرمائیں کہ وہ تمام خیالات بہ سہولت دور ہو گئے، یعنی اُس کا علم و قدرت ایسا کامل ہے کہ ایک چیز بھی ایسی نہیں جو اُس سے باہر ہو جس کا علم اور قدرت ایسا غیر متناہی اور ہمیشہ یکساں رہنے والا ہو اُس کو تمام جزئیات عالم کے ضبط رکھنے اور ان کا عوض عطا فرمانے میں کیا دقت ہو سکتی ہے۔

لَآ اِكْرَاهَ فِي الدِّيْنِ ۣ قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بِالطَّاغُوْتِ وَيُؤْمِنْۢ

زبردستی نہیں دین کے معاملہ میں بے شک جدا ہو چکی ہے ہدایت گمراہی سے ف۴۲۱ اب جو کوئی نہ مانے گمراہ کرنے والوں کو

بِاللّٰهِ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ۤ لَا انْفِصَامَ لَهَا ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵۶﴾

اور یقین لاوے اللہ پر تو اس نے پکڑ لیا حلقہ مضبوط جو ٹوٹنے والا نہیں اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ف۴۲۲

اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۙ يُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڛ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا

اللہ مددگار ہے ایمان والوں کا نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے روشنی کی طرف اور جو لوگ کافر ہوئے

اَوْلِيٰۗــــُٔــھُمُ الطَّاغُوْتُ ۙ يُخْرِجُوْنَهُمْ مِّنَ النُّوْرِ اِلَى الظُّلُمٰتِ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ

ان کے رفیق شیطان نکالتے ہیں ان کو روشنی سے اندھیروں کی طرف یہی لوگ ہیں دوزخ میں رہنے والے

ع ۴ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۵۷﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِىْ حَآجَّ اِبْرٰهٖمَ فِىْ رَبِّهٖٓ

وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے کیا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو جس نے جھگڑا کیا ابراہیم سے اس کے رب کی بابت

اَنْ اٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ ۘ اِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّىَ الَّذِىْ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ ۙ قَالَ اَنَا اُحْىٖ (وقف لازم)

اسی وجہ سے کہ دی تھی اللہ نے اس کو سلطنت جب کہا ابراہیم نے میرا رب وہ ہے جو زندہ کرتا ہے اور مارتا ہے وہ بولا میں بھی جلاتا

وَاُمِيْتُ ۭ قَالَ اِبْرٰهٖمُ فَاِنَّ اللّٰهَ يَاْتِىْ بِالشَّمْسِ مِنَ الْمَشْرِقِ فَاْتِ بِهَا مِنَ الْمَغْرِبِ

اور مارتا ہوں کہا ابراہیم نے کہ بے شک اللہ تو لاتا ہے سورج کو مشرق سے اب تو لے آ اس کو مغرب کی طرف

فَبُهِتَ الَّذِىْ كَفَرَ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۲۵۸﴾

سے تب حیران رہ گیا وہ کافر اور اللہ سیدھی راہ نہیں دکھاتا بے انصافوں کو ۴۲۳

فائدہ: [۴۲۱] **دین سختی کا نام نہیں:**...... جب دلائل توحید بخوبی بیان فرما دی گئیں جس سے کافر کا کوئی عذر باقی نہ رہا تو اب زور سے کسی کو مسلمان کرنے کی کیا حاجت ہو سکتی ہے عقل والوں کو خود سمجھ لینا چاہیے اور نہ شریعت کا یہ حکم ہے کہ زبردستی کسی کو مسلمان بناؤ۔ ﴿اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ﴾ [یونس:۹۹] خود نص موجود ہے اور جو جزیہ کو قبول کرے گا اُس کا جان و مال محفوظ ہو جائے گا۔

فائدہ: [۴۲۲]...... یعنی جب ہدایت و گمراہی میں تمیز ہو گئی تو اب جو کوئی گمراہی کو چھوڑ کر ہدایت کو منظور کرے گا تو اُس نے ایسی مضبوط چیز کو پکڑ لیا جس میں ٹوٹنے چھوٹنے کا ڈر نہیں اور حق تعالیٰ اقوالِ ظاہرہ کو خوب سنتا ہے اور نیت و حالتِ قلبی کو خوب جانتا ہے اُس سے کسی کی خیانت اور فسادِ نیت چھپا نہیں رہ سکتا۔

فائدہ: [۴۲۳] **حضرت ابراہیم علیہ السلام اور نمرود کے درمیان مناظرہ کا ذکر:**...... پہلی آیت میں اہلِ ایمان و اہلِ کفر اور اُن کے نورِ ہدایت اور ظلمتِ کفر کا ذکر تھا اب اُس کی تائید میں چند نظائر بیان فرماتے ہیں۔ نظیر اول میں نمرود بادشاہ کا ذکر ہے وہ اپنے آپ کو سلطنت کے غرور سے سجدہ کرواتا تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام اُس کے سامنے آئے تو سجدہ نہ کیا۔ نمرود نے دریافت کیا، تو فرمایا کہ میں اپنے رب کے سوا کسی کو سجدہ نہیں کرتا اُس نے کہا رب تو میں ہوں، انہوں نے جواب دیا کہ میں حاکم کو رب نہیں کہتا رب وہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ نمرود نے دو قیدی منگا کر بے قصور کو مار ڈالا اور قصوروار کو چھوڑ دیا اور کہا کہ دیکھا میں جس کو چاہوں مارتا ہوں جسے چاہوں نہیں مارتا۔ اس پر حضرت ابراہیم علیہ السلام نے آفتاب کی دلیل پیش فرما کر اُس مغرور احمق کو لاجواب کیا اور اُس کو ہدایت نہ ہوئی یعنی لاجواب ہو کر بھی ارشادِ ابراہیم پر ایمان نہ لایا۔ یا یوں کہو کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دوسری بات کا کچھ جواب نہ دے سکا حالانکہ جیسا جواب پہلے ارشاد کا دیا تھا ویسا جواب دینے کی یہاں بھی گنجائش تھی۔

اَوْ كَالَّذِىْ مَرَّ عَلٰى قَرْيَةٍ وَّهِىَ خَاوِيَةٌ عَلٰى عُرُوْشِهَا ۚ قَالَ اَنّٰى يُحْىٖ هٰذِهِ اللّٰهُ بَعْدَ

یا نہ دیکھا تو نے اس شخص کو کہ گزرا وہ ایک شہر پر اور وہ گرا پڑا تھا اپنی چھتوں پر بولا کیونکر زندہ کرے گا اس کو اللہ

مَوْتِهَا ۚ فَاَمَاتَهُ اللّٰهُ مِائَةَ عَامٍ ثُمَّ بَعَثَهٗ ؕ قَالَ كَمْ لَبِثْتَ ؕ قَالَ لَبِثْتُ

مر گئے پیچھے پھر مردہ رکھا اس شخص کو اللہ نے سو برس پھر اٹھایا اس کو ف۴۲۴ کہا تو کتنی دیر یہاں رہا بولا میں رہا

يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ؕ قَالَ بَلْ لَّبِثْتَ مِائَةَ عَامٍ فَانْظُرْ اِلٰى طَعَامِكَ وَ

ایک دن یا ایک دن سے کچھ کم ف۴۲۵ کہا نہیں تو رہا سو برس اب دیکھ اپنا کھانا اور

شَرَابِكَ لَمْ يَتَسَنَّهْ ۚ وَانْظُرْ اِلٰى حِمَارِكَ وَلِنَجْعَلَكَ اٰيَةً لِّلنَّاسِ وَانْظُرْ

پینا سڑ نہیں گیا اور دیکھ اپنے گدھے کو اور ہم نے تجھ کو نمونہ بنانا چاہا لوگوں کے واسطے اور دیکھ ہڈیوں

اِلَى الْعِظَامِ كَيْفَ نُنْشِزُهَا ثُمَّ نَكْسُوْهَا لَحْمًا ؕ فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗ ۙ قَالَ اَعْلَمُ

کی طرف کہ ہم ان کو کس طرح ابھار کر جوڑ دیتے ہیں پھر ان پر پہناتے ہیں گوشت ف۴۲۶ پھر جب اس پر ظاہر ہوا یہ حال تو کہہ

اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۵۹﴾ وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهٖمُ رَبِّ اَرِنِيْ كَيْفَ تُحْيِ

اٹھا کہ مجھ کو معلوم ہے کہ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۴۲۷ اور یاد کر جب کہا ابراہیم نے اے پروردگار میرے دکھلا دے مجھ کو کہ کیونکر

الْمَوْتٰى ؕ قَالَ اَوَلَمْ تُؤْمِنْ ؕ قَالَ بَلٰى وَلٰكِنْ لِّيَطْمَئِنَّ قَلْبِيْ ؕ قَالَ فَخُذْ

زندہ کرے گا تو مردے فرمایا کیا تو نے یقین نہیں کیا، کہا کیوں نہیں لیکن اس واسطے چاہتا ہوں کہ تسکین ہو جاوے میرے دل کو ف۴۲۸ فرمایا تو

اَرْبَعَةً مِّنَ الطَّيْرِ فَصُرْهُنَّ اِلَيْكَ ثُمَّ اجْعَلْ عَلٰى كُلِّ جَبَلٍ مِّنْهُنَّ جُزْءًا ثُمَّ

پکڑ لے چار جانور اڑنے والے پھر ان کو ہلا لے اپنے ساتھ پھر رکھ دے ہر پہاڑ پر ان کے بدن کا ایک ایک ٹکڑا پھر ان کو بلا چلے

ادْعُهُنَّ يَاْتِيْنَكَ سَعْيًا ؕ وَاعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶۰﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ ع ٣٥

آویں گے تیرے پاس دوڑتے ف۴۲۹ اور جان لے کہ بے شک اللہ زبردست ہے حکمت والا ف۴۳۰ مثال ان لوگوں کی

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ كَمَثَلِ حَبَّةٍ اَنْۢبَتَتْ سَبْعَ سَنَابِلَ فِيْ كُلِّ سُنْۢبُلَةٍ

جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں ایسی ہے کہ جیسے ایک دانہ اس سے اگیں سات بالیں ہر بال میں

مِّائَةُ حَبَّةٍ ؕ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۶۱﴾

سو سو دانے اور اللہ بڑھاتا ہے جس کے واسطے چاہے اور اللہ بے نہایت بخشش کرنے والا ہے سب کچھ جانتا ہے ف۴۳۱

فائدہ: [۴۲۴] حضرت عزیر علیہ السلام کا سبق آموز قصہ:......وہ شخص حضرت عزیر علیہ السلام پیغمبر تھے اور تمام توریت ان کو یاد تھی۔ بخت نصر کافر بادشاہ تھا اس نے بیت المقدس کو ویران کیا اور بنی اسرائیل سے بہت لوگوں کو قید کر کے لے گیا اُن میں حضرت عزیر علیہ السلام بھی تھے جب

قید سے چھوٹ آئے تب حضرت عزیر نے راہ میں ایک شہر دیکھا ویران اس کی عمارت گری ہوئی دیکھ کر اپنے جی میں کہا کہ یہاں کے ساکن سب مر گئے کیوں کر حق تعالیٰ ان کو جلا دے اور یہ شہر پھر آباد ہو۔ اسی جگہ اُن کی روح قبض ہوئی اور اُن کی سواری کا گدھا بھی مر گیا سو برس تک اسی حال میں رہے اور کسی نے نہ ان کو وہاں آکر دیکھا نہ اُن کی خبر ہوئی اس مدت میں بخت نصر بھی مر گیا اور کسی بادشاہ نے اس مدت میں بیت المقدس کو آباد کیا اور اُس شہر کو بھی خوب آباد کیا پھر سو برس کے بعد حضرت عزیر زندہ کیے گئے اُن کا کھانا پینا اُسی طرح پاس دھرا ہوا تھا اُن کا گدھا جو مر چکا تھا اور اُس کی بوسیدہ ہڈیاں اپنی حالت پر دھری تھیں وہ اُن کے رُوبرُو زندہ کیا گیا اور اس سو برس میں بنی اسرائیل قید سے خلاص ہو کر شہر میں آباد بھی ہو چکے تھے حضرت عزیر نے زندہ ہو کر آباد ہی دیکھا۔

فائدہ:[۴۲۵]:...... جب حضرت عزیر علیہ السلام مرے تھے اُس وقت کچھ دن چڑھا تھا اور جب زندہ ہوئے تو ابھی شام نہ ہوئی تھی تو یہ سمجھے کہ اگر میں یہاں کل آیا تھا تو ایک دن ہوا اور اگر آج ہی آیا تھا تو دن سے بھی کم رہا۔

فائدہ:[۴۲۶]:...... حضرت عزیر علیہ السلام کے سامنے وہ سب ہڈیاں موافق ترکیب بدن کے جمع کی گئیں پھر اُن پر گوشت پھیلایا گیا اور چمڑا درست ہوا، پھر خدا کی قدرت سے ایکبارگی اس میں جان آئی اور اٹھ کھڑا ہوا اور اپنی بولی بولا۔

فائدہ:[۴۲۷]:...... حضرت عزیر علیہ السلام نے اس تمام کیفیت کو ملاحظہ کرنے کے بعد فرمایا کہ مجھ کو خوب یقین ہوا کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے یعنی میں جو جانتا تھا کہ مُردہ کو جلانا خدا تعالیٰ کو آسان ہے سو اب اپنی آنکھ سے دیکھ لیا، یہ مطلب نہیں کہ پہلے یقین میں کچھ کمی تھی، ہاں مشاہدہ نہ ہوا تھا۔ پھر حضرت عزیر یہاں سے اٹھ کر بیت المقدس میں پہنچے کسی نے اُن کو نہ پہچانا کیونکہ یہ تو جوان رہے اور اُن کے آگے کے بچے بوڑھے ہو گئے جب اُنہوں نے توریت حفظ سنائی تب لوگوں کو اُن کا یقین آیا۔ بخت نصر بنی اسرائیل کی تمام کتابیں جلا گیا تھا جن میں توریت بھی تھی۔

فائدہ:[۴۲۸]:...... خلاصہ یہ ہوا کہ یقین پورا تھا صرف عین الیقین کے خواستگار تھے جو مشاہدہ پر موقوف ہے۔

فائدہ:[۴۲۹] حضرت ابراہیم علیہ السلام کا دلچسپ قصہ:...... حضرت ابراہیم علیہ السلام حسب ارشادِ الٰہی چار جانور لائے ایک مور، ایک مرغ، ایک کوا، ایک کبوتر اور چاروں کو اپنے ساتھ ہلایا تاکہ پہچان رہے اور بلانے سے آنے لگیں، پھر چاروں کو ذبح کیا پھر ایک پہاڑ پر چاروں کے سر رکھے، ایک پر پَر رکھے، ایک پر سب کے دھڑ رکھے، ایک پر پاؤں رکھے۔ پہلے بیچ میں کھڑے ہو کر ایک کو پکارا اس کا سر اٹھ کر ہوا میں کھڑا ہوا، پھر دھڑ ملا، پھر پر لگے، پھر پاؤں وہ دوڑتا چلا آیا پھر اسی طرح چاروں آگئے۔

فائدہ:[۴۳۰]:...... یہاں دو خلجان گذرنے کا قوی احتمال ہے اوّل تو جسم بے جان متفرق الاجزاء کا زندہ ہونا قابل انکار، دوسرے ان خصوصیات کو کہ وہ پرندے ہوں اور چار بھی ہوں اور چار بھی فلاں فلاں ہوں اور اس طرح ان کے اجزاء کو متفرق کر کے بلایا جائے تو زندہ ہو کر دوڑتے ہوئے چلے آئیں گے۔ اس کا کوئی دخل اور ان قیود کا کوئی نفع معلوم نہیں ہوتا اس لیے اوّل خلجان کے جواب میں عَزِيْزٌ اور دوسرے کے جواب میں حَكِيْمٌ فرما کر دونوں شبہوں کا قلع قمع فرما دیا یعنی اس کو خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ زبردست قدرت والا ہے جو چاہے کر سکتا ہے اور اُس کے ہر حکم میں اس قدر حکمتیں ہوتی ہیں کہ جن کا ادراک اور احاطہ اگر ہم کو نہ ہو تو یہ ہمارے نقصان علم کی بات ہے اس کی حکمت کا انکار ایسے امور سے ہرگز ممکن نہیں۔ واللہ اعلم! آیۃ الکرسی میں علم وقدرت وغیرہ صفاتِ الٰہی کو ذکر فرمایا اُس کے بعد یہ تین قصے بیان فرمائے کہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے ہدایت کر سکتا ہے اور جس کو چاہے گمراہ کر سکتا ہے اور مارنا جلانا سب اُس کے اختیار میں ہے۔ اب جہاد اور اللہ کی راہ میں مال خرچ کرنے کی فضیلت اور اُس کے متعلق قیود و شرائط بیان فرماتے ہیں جس کا ذکر کسی قدر گذر بھی چکا ہے کیونکہ جہاد وانفاق مال میں جو موانع نظر آتے ہیں حق تعالیٰ کے علم وقدرت کے یقین کر لینے کے بعد اور اُس کی عجائب قدرت کے حالات معلوم ہونے کے بعد اُن کا ازالہ ہو گا ورنہ نقصان تو اُن میں ضرور آنا چاہیے۔

فائدہ: [۴۳۱] **اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کا ثواب:** ...... یعنی اللہ ﷻ کی راہ میں تھوڑے مال کا بھی ثواب بہت ہے جیسا ایک دانہ سے سات سو دانے پیدا ہوں اور اللہ تعالیٰ بڑھائے جس کے واسطے چاہے اور سات سو سے سات ہزار اور اس سے بھی زیادہ کردے اور اللہ ﷻ بہت بخشش کرنے والا اور ہر ایک خرچ کرنے والے کی نیت اور اُس کے خرچ کی مقدار اور مال کی کیفیت کو خوب جانتا ہے یعنی ہر ایک سے اُس کے مناسب معاملہ فرماتا ہے۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ثُمَّ لَا يُتْبِعُوْنَ مَآ اَنْفَقُوْا مَنًّا وَّلَآ اَذًى ۙ

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں پھر خرچ کرنے کے بعد نہ احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں

لَّهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۶۲﴾

انہی کے لئے ہے ثواب ان کا اپنے رب کے یہاں اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ غمگین ہوں گے ۴۳۲

قَوْلٌ مَّعْرُوْفٌ وَّمَغْفِرَةٌ خَيْرٌ مِّنْ صَدَقَةٍ يَّتْبَعُهَآ اَذًى ۗ وَاللّٰهُ غَنِيٌّ حَلِيْمٌ ﴿۲۶۳﴾

جواب دینا نرم اور درگزر کرنا بہتر ہے اس خیرات سے جس کے پیچھے ہو ستانا اور اللہ بے پرواہ ہے نہایت تحمل والا ۴۳۳

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُبْطِلُوْا صَدَقٰتِكُمْ بِالْمَنِّ وَالْاَذٰى ۙ كَالَّذِيْ يُنْفِقُ مَالَهٗ رِئَآءَ

اے ایمان والو مت ضائع کرو اپنی خیرات احسان رکھ کر اور ایذاء دے کر اس شخص کی طرح جو خرچ کرتا ہے اپنا مال

النَّاسِ وَلَا يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۗ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ صَفْوَانٍ عَلَيْهِ تُرَابٌ

لوگوں کے دکھانے کو اور یقین نہیں رکھتا ہے اللہ پر اور قیامت کے دن پر ۴۳۴ سو اس کی مثال ایسی ہے جیسے صاف پتھر

فَاَصَابَهٗ وَابِلٌ فَتَرَكَهٗ صَلْدًا ۗ لَا يَقْدِرُوْنَ عَلٰى شَيْءٍ مِّمَّا كَسَبُوْا ۗ وَاللّٰهُ

کہ اس پر پڑی ہے کچھ مٹی پھر برسا اس پر زور کا مینہ تو کر چھوڑا اس کو بالکل صاف کچھ ہاتھ نہیں لگتا ایسے لوگوں کے ثواب اس چیز کا جو انہوں نے کمایا

لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶۴﴾ وَمَثَلُ الَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمُ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ

اور اللہ نہیں دکھاتا سیدھی راہ کافروں کو ۴۳۵ اور مثال ان کی جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی خوشی حاصل کرنے کو

اللّٰهِ وَتَثْبِيْتًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ كَمَثَلِ جَنَّةٍۢ بِرَبْوَةٍ اَصَابَهَا وَابِلٌ فَاٰتَتْ اُكُلَهَا

اور اپنے دلوں کو ثابت کر کر ایسی ہے جیسے ایک باغ ہے بلند زمین پر اس پر پڑا زور کا مینہ تو لایا وہ باغ اپنا پھل دو

ضِعْفَيْنِ ۚ فَاِنْ لَّمْ يُصِبْهَا وَابِلٌ فَطَلٌّ ۗ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۲۶۵﴾ اَيَوَدُّ اَحَدُكُمْ

چند اور اگر نہ پڑا اس پر مینہ تو پھوار ہی کافی ہے اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب دیکھتا ہے ۴۳۶ کیا پسند آتا ہے تم میں سے کسی کو

اَنۡ تَكُوۡنَ لَهٗ جَنَّةٌ مِّنۡ نَّخِيۡلٍ وَّاَعۡنَابٍ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُۙ لَهٗ فِيۡهَا مِنۡ كُلِّ

یہ کہ ہووے اس کا ایک باغ کھجور اور انگور کا بہتی نیچے اسکے نہریں اس کو اس باغ میں اور بھی سب طرح کا

الثَّمَرٰتِۙ وَاَصَابَهُ الۡكِبَرُ وَلَهٗ ذُرِّيَّةٌ ضُعَفَآءُ ۖۚ فَاَصَابَهَآ اِعۡصَارٌ فِيۡهِ نَارٌ

میوہ حاصل ہو اور آ گیا اس پر بڑھاپا اور اس کی اولاد ہیں ضعیف تب آ پڑا اس باغ پر ایک بگولا جس میں آگ

فَاحۡتَرَقَتۡ ‌ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَتَفَكَّرُوۡنَ ۝۲۶۶

تھی جس سے وہ باغ جل گیا یوں سمجھاتا ہے تم کو اللہ آیتیں تا کہ تم غور کرو ۴۳۶

فائدہ: [۴۳۲] : ...... جو لوگ اللہ ﷻ کی راہ میں خرچ کرتے ہیں اور خرچ کیے پر نہ زبان سے احسان رکھتے ہیں اور نہ ستاتے ہیں طعن سے اور نہ خدمت لینے سے اور نہ تحقیر کرنے سے اُنہی کے لیے ہے ثواب کامل اور نہ ڈر ہے اُن کو ثواب کم ہونے کا اور نہ غمگین ہوں گے ثواب کے نقصان سے۔

فائدہ: [۴۳۳] سوال کرنے والے کا لحاظ رکھنا: ...... یعنی مانگنے والے کو نرمی سے جواب دینا اور اُس کے اصرار اور بدخوئی پر درگزر کرنا بہتر ہے اُس خیرات سے کہ بار بار اُس کو شرمائے یا احسان رکھے یا طعنہ دے اور اللہ غنی ہے کسی کے مال کی اُس کو حاجت نہیں، جو صدقہ اُس کی راہ میں کرتا ہے اپنے واسطے کرتا ہے اور حلیم ہے کہ ستانے پر عذاب بھیجنے میں جلدی نہیں فرماتا۔

فائدہ: [۴۳۴] صدقہ اور دیگر اعمال ضائع ہونے کے اسباب: ...... یعنی صدقہ دے کر محتاج کو ستانے اور اُس پر احسان رکھنے سے صدقہ کا ثواب جاتا رہتا ہے یا اوروں کو دکھا کر اس لیے صدقہ دیتا ہے کہ لوگ سخی جانیں اس طرح کی بھی خیرات کا ثواب کچھ نہیں ہوتا، باقی یہ فرمانا کہ وہ یقین نہیں رکھتا ہے اللہ جل جلالہ پر اور قیامت کے دن پر یہ ابطالِ صدقہ کے لیے قید و شرط نہیں ہیں کیونکہ صدقہ تو صرف ریا سے ہی باطل ہو سکتا ہے اگرچہ خرچ کرنے والا مومن ہی کیوں نہ ہو مگر اس قید کو صرف اس نفع کی غرض سے بڑھایا کہ یہ معلوم ہو جائے کہ ریا کاری مومن کی شان سے بعید ہے بلکہ یہ امر منافقین کے مناسب حال ہے۔

فائدہ: [۴۳۵] دکھلاوا کر کے صدقہ کرنے کی مثال: ...... اوپر مثال بیان فرمائی تھی خیرات کی، کہ ایسی ہے جیسے ایک دانہ بویا اور اُس سے سات سو دانے پیدا ہو گئے۔ اب فرماتے ہیں کہ نیت شرط ہے اگر کسی نے ریا اور دکھاوے کی نیت سے صدقہ کیا تو اُس کی مثال ایسی سمجھو کہ کسی نے دانہ بویا ایسے پتھر پر کہ جس پر تھوڑی سی مٹی نظر آتی تھی جب مینہ برسا تو بالکل صاف رہ گیا اب اس پر دانہ کیا اُگے گا ایسے ہی صدقات میں ریا کاروں کو کیا ثواب ملے گا۔

فائدہ: [۴۳۶] : ...... زور کے مینہ سے مراد بہت مال خرچ کرنا اور پھوار سے مراد تھوڑا مال خرچ کرنا اور دلوں کو ثابت کرنے سے مراد یہ ہے کہ ثابت کریں دلوں کو ثواب پانے میں یعنی اُن کو یقین ہے کہ خیرات کا ثواب ضرور ملے گا سو اگر نیت درست ہے تو بہت خرچ کرنے میں بہت ثواب ملے گا اور تھوڑی خیرات میں بھی فائدہ ہو گا جیسے خالص زمین پر باغ ہے تو جتنا مینہ برسے گا اتنا ہی باغ کو فائدہ پہنچے گا۔ اور نیت درست نہیں تو جس قدر زیادہ خرچ کرے اُتنا ہی مال ضائع ہو گا اور نقصان پہنچے گا کیونکہ زیادہ مال دینے میں ریا اور دکھاوا بھی زیادہ ہو گا جیسا پتھر پر دانہ اُگے گا تو جتنا زور کا مینہ برسے گا اتنا ہی ضرر زیادہ ہو گا۔

فَائِدَة: [۴۳۷] مذکورہ طریقہ پر صدقہ کرنے کی ایک اور مثال:...... یہ مثال اُن کی ہے جو لوگوں کو دکھانے کو صدقہ خیرات کرتے ہیں یا خیرات کر کے احسان رکھتے ہیں اور ایذاء پہنچاتے ہیں یعنی جیسے کسی شخص نے جوانی اور قوت کے وقت باغ تیار کیا تا کہ ضعیفی اور بڑھاپے میں اُس سے میوہ کھائے اور ضرورت کے وقت کام آئے۔ پھر جب بڑھاپا آیا اور میوے کی پوری حاجت ہوئی تب وہ باغ عین حالتِ احتیاج میں جل گیا یعنی صدقہ مثلِ باغ میوہ دار کے ہے کہ اُس کا میوہ آخرت میں کام آئے۔ جب کسی کی نیت بُری ہے تو وہ باغ جل گیا پھر اس کا میوہ جو ثواب ہے کیونکر نصیب ہو، حق سبحانہٗ اسی طرح کھول کر سمجھاتا ہے تم کو آیتیں تا کہ غور کرو اور سمجھو۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْفِقُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا كَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ

اے ایمان والو خرچ کرو ستھری چیزیں اپنی کمائی میں سے اور اس چیز میں سے کہ جو ہم نے پیدا کیا تمہارے واسطے

الْاَرْضِ ۪ وَلَا تَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا

زمین سے اور قصد نہ کرو گندی چیز کا اس میں سے کہ اس کو خرچ کرو حالانکہ تم اس کو کبھی نہ لو گے مگر یہ کہ چشم پوشی کر جاؤ

فِيْهِ ۭ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝۲۶۷ اَلشَّيْطٰنُ يَعِدُكُمُ الْفَقْرَ وَيَاْمُرُكُمْ بِالْفَحْشَاۗءِ ۚ

اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ ہے خوبیوں والا ف۴۳۸ شیطان وعدہ دیتا ہے تم کو تنگ دستی کا اور حکم کرتا ہے بے حیائی کا

وَاللّٰهُ يَعِدُكُمْ مَّغْفِرَةً مِّنْهُ وَفَضْلًا ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝۲۶۸ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ

اور اللہ وعدہ دیتا ہے تم کو اپنی بخشش اور فضل کا اور اللہ بہت کشائش والا ہے سب کچھ جانتا ہے ف۴۳۹ عنایت کرتا ہے سمجھ

مَنْ يَّشَاۗءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّآ اُولُوا

جس کو چاہے اور جس کو سمجھ ملی اس کو بڑی خوبی ملی اور نصیحت وہی قبول کرتے ہیں جو

الْاَلْبَابِ ۝۲۶۹ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ نَّفَقَةٍ اَوْ نَذَرْتُمْ مِّنْ نَّذْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُهٗ ۭ وَ

عقل والے ہیں ف۴۴۰ اور جو خرچ کرو گے تم خیرات یا قبول کرو گے کوئی منت تو بے شک اللہ کو سب معلوم ہے اور

مَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۝۲۷۰ اِنْ تُبْدُوا الصَّدَقٰتِ فَنِعِمَّا هِيَ ۚ وَاِنْ تُخْفُوْهَا وَتُؤْتُوْهَا

ظالموں کا کوئی مددگار نہیں ف۴۴۱ اگر ظاہر کر کے دو خیرات تو کیا اچھی بات ہے اور اگر اس کو چھپاؤ اور فقیروں کو پہنچاؤ

الْفُقَرَاۗءَ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَيُكَفِّرُ عَنْكُمْ مِّنْ سَيِّاٰتِكُمْ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ۝۲۷۱

تو وہ بہتر ہے تمہارے حق میں اور دور کرے گا کچھ گناہ تمہارے اور اللہ تمہارے کاموں سے خوب خبردار ہے ف۴۴۲

لَيْسَ عَلَيْكَ هُدٰىهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ

تیرا ذمہ نہیں ان کو راہ پر لانا اور لیکن اللہ راہ پر لاوے جس کو چاہے اور جو کچھ خرچ کرو گے تم مال سو

فَلِاَنْفُسِكُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْنَ اِلَّا ابْتِغَآءَ وَجْهِ اللّٰهِ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ يُّوَفَّ

اپنے ہی واسطے جب تک کہ خرچ کرو گے اللہ ہی کی رضا جوئی میں اور جو کچھ خرچ کرو گے خیرات سو پوری ملے گی

اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ﴿۲۷۲﴾ لِلْفُقَرَآءِ الَّذِيْنَ اُحْصِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ لَا

تم کو اور تمہارا حق نہ رہے گا ۴۴۳ خیرات ان فقیروں کے لئے ہے جو رکے ہوئے ہیں اللہ کی راہ میں چل پھر

يَسْتَطِيْعُوْنَ ضَرْبًا فِي الْاَرْضِ ۫ يَحْسَبُهُمُ الْجَاهِلُ اَغْنِيَآءَ مِنَ التَّعَفُّفِ ۚ تَعْرِفُهُمْ

نہیں سکتے ملک میں سمجھے ان کو ناواقف مالدار ان کے سوال نہ کرنے سے تو پہچانتا ہے ان کو ان کے چہرہ سے نہیں

بِسِيْمٰهُمْ ۚ لَا يَسْـَٔلُوْنَ النَّاسَ اِلْحَافًا ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ عَلِيْمٌ ﴿۲۷۳﴾ ع ۳۷ ۵

سوال کرتے لوگوں سے لپٹ کر ۴۴۴ اور جو کچھ خرچ کرو گے کام کی چیز وہ بے شک اللہ کو معلوم ہے ۴۴۵

فَائِدَة:[۴۳۸] اللہ کے یہاں کس قسم کا صدقہ مقبول ہے؟......: یعنی عند اللہ صدقہ کے مقبول ہونے کی یہ بھی شرط ہے کہ مال حلال کمائی کا ہو، حرام کا مال اور شبہ کا مال نہ ہو اور اچھی سے اچھی چیز اللہ جل جلالہ کی راہ میں دے بری چیز خیرات میں نہ لگائے کہ اگر کوئی ایسی ویسی چیز دے تو جی نہ چاہے لینے کو مگر شرما شرمائی، پر خوشی سے ہرگز نہ لے، اور جان لو کہ اللہ جل جلالہ بے پروا ہے تمہارا محتاج نہیں اور خوبیوں والا ہے اگر بہتر سے بہتر چیز دل کے شوق اور محبت سے دے تو پسند فرماتا ہے۔

فَائِدَة:[۴۳۹] شیطان کا دھوکہ:...... جب کسی کے دل میں خیال آئے کہ اگر خیرات کروں گا تو مفلس رہ جاؤں گا اور حق تعالیٰ کی تاکید سن کر بھی یہی ہمت ہو اور دل چاہے کہ اپنا مال خرچ نہ کرے اور وعدۂ الٰہی سے اعراض کر کے وعدۂ شیطانی پر طبیعت کو میلان اور اعتماد ہو تو اس کو یقین کر لینا چاہیے کہ یہ مضمون شیطان کی طرف سے ہے۔ یہ نہ کہے کہ ''شیطان کی تو ہم نے کبھی صورت بھی نہیں دیکھی حکم کرنا تو درکنار رہا'' اور اگر یہ خیال آوے کہ صدقہ خیرات سے گناہ بخشے جائیں گے اور مال میں بھی ترقی اور برکت ہوگی تو جان لیوے کہ یہ مضمون اللہ جل جلالہ کی طرف سے آیا ہے اور خدا کا شکر کرے اور اللہ جل جلالہ کے خزانہ میں کمی نہیں سب کے ظاہر و باطن نیت عمل کو خوب جانتا ہے۔

فَائِدَة:[۴۴۰]:...... یعنی جس کو چاہتا ہے دین کی باتوں میں دانائی اور خیرات کرنے میں سمجھ عنایت کرتا ہے کہ کس نیت سے اور کس مال سے اور کس کو اور کس طرح محتاج کو دینا چاہیے اور جس کو سمجھ عنایت ہوئی اُس کو بڑی نعمت اور بڑی خوبی ملی۔

فَائِدَة:[۴۴۱] اللہ سے کوئی عمل پوشیدہ نہیں:...... یعنی جو کچھ خیرات کی جائے تھوڑی یا بہت بھلی نیت سے یا بُری نیت سے چھپا کر یا لوگوں کو دکھا کر یا منت مانی جائے کسی طرح کی تو بیشک خدا تعالیٰ کو پورا علم ہے سب کا۔ اور جو لوگ انفاقِ مال اور نذر میں حکمِ الٰہی کے خلاف کرتے ہیں ان کا کوئی مددگار نہیں اللہ جل جلالہ جو چاہے ان پر عذاب کرے۔ منت قبول کرنے سے واجب ہو جاتی ہے اب اگر ادا نہ کی تو گناہ گار ہوگا اور نذر اللہ جل جلالہ کے سوا کسی کی جائز نہیں مگر یہ کہے کہ اللہ جل جلالہ کے واسطے فلانے شخص کو دوں گا یا اس نذر کا ثواب فلاں کو پہنچے تو کچھ مضائقہ نہیں۔

فَائِدَة:[۴۴۲] صدقہ چھپا کر کیا جائے یا دِکھلا کر؟...... اگر لوگوں کے دکھانے کی نیت نہ ہو تو خیرات کرنا لوگوں کے رُوبرُو بھی بہتر ہے تاکہ اوروں کو بھی شوق اور رغبت ہو اور چھپا کر خیرات کرنا بھی بہتر ہے تاکہ لینے والا نہ شرمائے۔ خلاصہ یہ کہ اظہار و اخفا دونوں بہتر ہیں مگر ہر موقع اور مصلحت کا لحاظ ضروری بات ہے۔

فَائِدَة: [۴۴۳] صدقہ کرنے میں مسلمان ہونے کی کوئی تخصیص نہیں: ...... جب آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم کو مسلمانوں کے سوا اوروں پر صدقہ کرنے سے روکا اور اس میں یہ مصلحت تھی کہ مال ہی کی غرض سے دین حق کی طرف راغب ہوں، آگے یہ فرمادیا کہ یہ ثواب جب ہی تک ملے گا کہ اللہ جل جلالہ کی خوشی مطلوب ہوگی تو یہ آیت نازل ہوئی اور اس میں عام حکم آگیا کہ اللہ کی راہ میں جس کو مال دوگے تم کو اُس کا ثواب دیا جائے گا مسلم غیر مسلم کسی کی تخصیص نہیں یعنی جس پر صدقہ کرو اس میں مسلم کی تخصیص نہیں البتہ صدقہ میں یہ ضرور ہے کہ محض لوجہ اللہ ہو۔

فَائِدَة: [۴۴۴] اللہ کی راہ میں لگے ہوئے لوگوں پر خرچ کرنے کی ترغیب: ...... یعنی ایسوں کا دینا بڑا ثواب ہے جو اللہ کی راہ اور اُس کے دین کے کام میں مقید ہو کر چلنے پھرنے، کھانے کمانے سے رک رہے ہیں اور کسی پر اپنی حاجت ظاہر نہیں کرتے جیسے حضرت کے اصحاب تھے۔ اہلِ صفہ نے گھر بار چھوڑ کر حضرت کی صحبت اختیار کی تھی علمِ دین سیکھنے کو اور مفسدین فتنہ پردازوں [فتنہ برپا کرنے والوں] پر جہاد کرنے کو، اسی طرح اب بھی جو کوئی قرآن کو حفظ کرے یا علمِ دین میں مشغول ہو تو لوگوں پر لازم ہے کہ اُن کی مدد کریں۔ اور چہرہ سے ان کو پہچاننا اس کا مطلب یہ ہے کہ اُن کے چہرے زرد اور بدن دبلے ہو رہے ہیں اور آثارِ جدو جہد ان کی صورت سے نمودار ہیں۔

فَائِدَة: [۴۴۵]: ...... علی العموم اور خاص کر ایسے لوگوں پر جن کا ذکر ہوا۔

اَلَّذِيْنَ يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ

جو لوگ خرچ کرتے ہیں اپنے مال اللہ کی راہ میں رات کو اور دن کو چھپا کر اور ظاہر میں تو ان کے لئے ہے ثواب ان کا اپنے

رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۴﴾ اَلَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ الرِّبٰوا لَا يَقُوْمُوْنَ اِلَّا

رب کے پاس اور نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ف۴۴۶ جو لوگ کھاتے ہیں سود وہ نہیں اٹھیں گے قیامت

وقف منزل

كَمَا يَقُوْمُ الَّذِيْ يَتَخَبَّطُهُ الشَّيْطٰنُ مِنَ الْمَسِّ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْٓا اِنَّمَا

کو مگر جس طرح اٹھتا ہے وہ شخص کہ جس کے حواس کھو دیئے ہوں شیطان کے چھونے کی وجہ سے انہوں نے کہا کہ

وقف لازم

الْبَيْعُ مِثْلُ الرِّبٰوا ۘ وَاَحَلَّ اللّٰهُ الْبَيْعَ وَحَرَّمَ الرِّبٰوا ؕ فَمَنْ جَآءَهٗ مَوْعِظَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ

سوداگری بھی تو ایسی ہی ہے جیسے سود لینا حالانکہ اللہ نے حلال کیا ہے سوداگری کو اور حرام کیا ہے سود کو ف۴۴۷ پھر جس کو پہنچی نصیحت اپنے رب

فَانْتَهٰى فَلَهٗ مَا سَلَفَ ؕ وَاَمْرُهٗٓ اِلَى اللّٰهِ ؕ وَمَنْ عَادَ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

کی طرف سے اور وہ باز آگیا تو اس کے واسطے ہے جو پہلے ہو چکا اور معاملہ اس کا اللہ کے حوالہ ہے اور جو کوئی پھر سود لیوے تو وہی لوگ ہیں

النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷۵﴾ يَمْحَقُ اللّٰهُ الرِّبٰوا وَيُرْبِى الصَّدَقٰتِ ؕ وَاللّٰهُ لَا

دوزخ والے وہ اس میں ہمیشہ رہیں گے ف۴۴۸ مٹاتا ہے اللہ سود کو اور بڑھاتا ہے خیرات کو ف۴۴۹ اور اللہ خوش

يُحِبُّ كُلَّ كَفَّارٍ اَثِيْمٍ ﴿۲۷۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ

نہیں کسی ناشکر گناہ گار سے ف۴۵۰ جو لوگ ایمان لائے اور عمل نیک کئے اور قائم رکھا نماز کو

وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ لَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿۲۷۷﴾

اور دیتے رہے زکوٰۃ انکے لئے ہے ثواب ان کا اپنے رب کے پاس اور نہ ان کو خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے ۴۵۱

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَذَرُوْا مَا بَقِيَ مِنَ الرِّبٰوٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷۸﴾

اے ایمان والو ڈرو اللہ سے اور چھوڑ دو جو کچھ باقی رہ گیا ہے سود اگر تم کو یقین ہے اللہ کے فرمانے کا ۴۵۲

فائدہ: [۴۴۶] **سود کی مذمت کا بیان:** ...... یہاں تک خیرات کا بیان اور اُس کی فضیلت اور اُس کی قیود و شرائط کا مذکور تھا اور چونکہ خیرات کرنے سے ادھر تو معاملات میں سہولت و تسہیل کی عادت ہوتی ہے اور بے مروّتی و سخت گیری کی بُرائی دلنشین ہوتی ہے اور اُدھر یہ ہوتا ہے کہ معاملات و اعمال میں جو گناہ ہو جاتا ہے، خیرات سے اس کا کفارہ کر دیا جاتا ہے اور نیز خیرات کرنے سے اخلاق و مروّت و خیر اندیشی و نفع رسانی خلق اللہ میں ترقی ہوتی ہے تو ان وجوہ سے ان آیاتِ متعددہ میں اُس کا ذکر فرمایا گیا تھا۔ اب سود لینا چونکہ خیرات کی ضد ہے وہاں مروّت و نفع رسانی تھی تو سود میں محض بے مروّتی اور ضرر رسانی اور ظلم ہے۔ اس لیے خیرات کی فضیلت کے بعد سود کی مذمت اور اُس کی ممانعت کا ذکر بہت مناسب ہے، اور جس قدر خیرات میں بھلائی ہے اُتنی ہی سود میں بُرائی ہونی ضروری بات ہے۔

فائدہ: [۴۴۷] **سود کھانے والوں کا اُخروی (بھیانک) انجام:** ...... یعنی ربوا کھانے والے قیامت کو قبروں سے ایسے اٹھیں گے جیسے آسیب زدہ اور مجنون اور یہ حالت اس واسطے ہوگی کہ انہوں نے حلال و حرام کو یکساں کر دیا اور صرف اس وجہ سے کہ دونوں میں نفع مقصود ہوتا ہے دونوں کو حلال کہا، حالانکہ بیع اور ربوا میں بڑا فرق ہے کہ بیع کو حق تعالیٰ نے حلال کیا ہے اور سود کو حرام۔

فائدہ: ...... بیع میں جو نفع ہوتا ہے وہ مال کے مقابلہ میں ہوتا ہے جیسا کسی نے ایک درہم کی قیمت کا کپڑا دو درہم کو فروخت کیا اور سود وہ ہوتا ہے جس میں نفع بلا عوض ہو جیسے ایک درہم سے دو درہم خرید لیوے۔ اوّل صورت میں چونکہ کپڑا اور درہم دو جدی جدی قسم کی چیزیں ہیں اور نفع اور غرض ہر ایک کی دوسرے سے علیحدہ ہے اس لیے ان میں فی نفسہٖ موازنہ اور مساوات غیر ممکن ہے۔ بہ ضرورت خرید و فروخت موازنہ کرنے کی کوئی صورت اپنی اپنی ضرورت اور حاجت کے سوا اور کچھ نہیں ہو سکتی اور ضرورت اور رغبت ہر ایک کی از حد مختلف ہوتی ہے کسی کو ایک درہم کی اُتنی حاجت ہوتی ہے کہ دس روپیہ کی قیمت کے کپڑے کی بھی اس قدر نہیں ہوتی اور کسی کو ایک کپڑے کی جو کہ بازار میں ایک درہم کا شمار ہوتا ہے اتنی حاجت ہو سکتی ہے کہ دس درہم کی بھی اُتنی احتیاج اور رغبت نہیں ہوتی تو اب ایک کپڑے کو ایک درہم میں کوئی خریدے گا تو اس میں سود یعنی نفع خالی عن العوض نہیں۔ اور اگر بالفرض اُسی کپڑے کو ایک ہزار درہم کو خریدے گا تو سود نہیں ہو سکتا کیونکہ فی حدذاتہٖ تو اُن میں موازنہ اور مساوات ہو ہی نہیں سکتی، اُسکے لیے اگر پیمانہ ہے تو اپنی اپنی رغبت اور ضرورت اور اُس میں اتنا تفاوت ہے کہ خدا کی پناہ، تو سود متعین ہو تو کیونکر ہو اور ایک درہم کو دو درہم کے عوض فروخت کرے گا تو یہاں فی نفسہٖ مساوات ہو سکتی ہے، جس کے باعث ایک درہم ایک درہم کے مقابلہ میں معین ہوگا، اور دوسرا درہم خالی عن العوض، ہو کر سود ہوگا اور شرعاً یہ معاملہ حرام ہوگا۔

فائدہ: [۴۴۸] ...... یعنی سود کی حرمت سے پہلے جو تم نے سود لیا دنیا میں اُس کو مالک کی طرف واپس کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا یعنی تم کو اس سے مطالبہ کا حق نہیں اور آخرت میں حق تعالیٰ کو اختیار ہے چاہے اپنی رحمت سے اس کو بخش دے لیکن حرمت کے بعد بھی اگر کوئی باز نہ آیا بلکہ برابر سود لیے گیا تو وہ دوزخی ہے اور خدا تعالیٰ کے حکم کے سامنے اپنی عقلی دلیلوں کو پیش کرنے کی سزا ہی سزا ہے جو فرمائی۔

فائدہ: [۴۴۹] **سود اور صدقہ کا فرق:** ...... اللہ سود کے مال کو مٹاتا ہے یعنی اس میں برکت نہیں ہوتی بلکہ اصل مال بھی ضائع ہو جاتا ہے

چنانچہ حدیث میں ارشاد ہے کہ سود کا مال کتنا ہی بڑھ جائے انجام اُس کا افلاس ہے اور خیرات کے مال کو بڑھانے سے یہ مطلب ہے کہ اُس مال میں زیادتی ہوتی ہے اور اللہ برکت دیتا ہے اور اُس کا ثواب بڑھایا جاتا ہے چنانچہ احادیث میں وارد ہے۔

فَائِدَۃ:[۴۵۰]:......مطلب یہ کہ سود لینے والے نے مال دار ہو کر اتنا بھی نہ کیا کہ محتاج کو قرض ہی بلا سود دے دیتا، چاہیے تو یہ تھا کہ بطریق خیرات حاجت مند کو دیتا تو اب اس سے زیادہ اللہ کی نعمت کی ناشکری کیا ہو گی۔

فَائِدَۃ:[۴۵۱]:......اس آیت میں سود لینے والے کے مقابلہ میں اہلِ ایمان کے اوصاف اور اُنکا انعام ذکر کر دیا جو سود خوار کے اوصاف وحالات اور اس کے حکم کے خلاف اور ضد ہیں جس سے سود خوار کی پوری تہدید و تشنیع بھی ظاہر ہو گئی۔

فَائِدَۃ:[۴۵۲]:......یعنی ممانعت سے پہلے جو سود لے چکے، سو لے چکے لیکن ممانعت کے بعد جو چڑھا اس کو ہرگز نہ مانگو۔

فَاِنۡ لَّمۡ تَفۡعَلُوۡا فَاۡذَنُوۡا بِحَرۡبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوۡلِهٖ‌ۚ وَاِنۡ تُبۡتُمۡ فَلَكُمۡ رُءُوۡسُ

پھر اگر نہیں چھوڑتے تو تیار ہو جاؤ لڑنے کو اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اگر توبہ کرتے ہو تو تمہارے واسطے ہے اصل

اَمۡوَالِكُمۡ‌ۚ لَا تَظۡلِمُوۡنَ وَلَا تُظۡلَمُوۡنَ ﴿۲۷۹﴾ وَاِنۡ كَانَ ذُوۡ عُسۡرَةٍ فَنَظِرَةٌ اِلٰى مَيۡسَرَةٍ‌ ؕ

مال تمہارا نہ تم کسی پر ظلم کرو اور نہ کوئی تم پر ۴۵۳ اور اگر ہے تنگ دست تو مہلت دینی چاہیے کشایش ہونے تک

وَاَنۡ تَصَدَّقُوۡا خَيۡرٌ لَّكُمۡ‌ اِنۡ كُنۡتُمۡ تَعۡلَمُوۡنَ ﴿۲۸۰﴾ وَاتَّقُوۡا يَوۡمًا تُرۡجَعُوۡنَ فِيۡهِ اِلَى اللّٰهِ ۗ

اور بخش دو تو بہت بہتر ہے تمہارے لئے اگر تم کو سمجھ ہو ۴۵۴ اور ڈرتے رہو اس دن سے کہ جس دن لوٹائے جاؤ گے اللہ کی طرف پھر

ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفۡسٍ مَّا كَسَبَتۡ وَهُمۡ لَا يُظۡلَمُوۡنَ ﴿۲۸۱﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡۤا اِذَا ع ۳۸ ۶

پورا دیا جائے گا ہر شخص کو جو کچھ اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہو گا ۴۵۵ اے ایمان والو

تَدَايَنۡتُمۡ بِدَيۡنٍ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى فَاكۡتُبُوۡهُ‌ ؕ وَلۡيَكۡتُبْ بَّيۡنَكُمۡ كَاتِبٌ

جب تم آپس میں معاملہ کرو اُدھار کا کسی وقت مقرر تک تو اس کو لکھ لیا کرو اور چاہیے کہ لکھ دے تمہارے درمیان کوئی

بِالۡعَدۡلِ‌ وَلَا يَاۡبَ كَاتِبٌ اَنۡ يَّكۡتُبَ كَمَا عَلَّمَهُ اللّٰهُ‌ فَلۡيَكۡتُبۡ‌ۚ

لکھنے والا انصاف سے اور انکار نہ کرے لکھنے والا اس سے کہ لکھ دیوے جیسا سکھایا اس کو اللہ نے سو اس کو چاہیے کہ لکھ دے

وَلۡيُمۡلِلِ الَّذِىۡ عَلَيۡهِ الۡحَـقُّ وَلۡيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ وَلَا يَبۡخَسۡ مِنۡهُ شَيۡـئًا‌ ؕ

اور بتلاتا جاوے وہ شخص کہ جس پر قرض ہے اور ڈرے اللہ سے جو اس کا رب ہے اور کم نہ کرے اس میں سے کچھ ۴۵۶

فَاِنۡ كَانَ الَّذِىۡ عَلَيۡهِ الۡحَـقُّ سَفِيۡهًا اَوۡ ضَعِيۡفًا اَوۡ لَا يَسۡتَطِيۡعُ اَنۡ يُّمِلَّ هُوَ فَلۡيُمۡلِلۡ

پھر اگر وہ شخص کہ جس پر قرض ہے بے عقل ہے یا ضعیف ہے یا آپ نہیں بتلا سکتا تو بتلاوے کارگزار

وَلِیُّهٗ بِالْعَدْلِ ؕ وَاسْتَشْهِدُوْا شَهِیْدَیْنِ مِنْ رِّجَالِكُمْ ۚ فَاِنْ لَّمْ یَكُوْنَا رَجُلَیْنِ

اس کا انصاف سے ۴۵۷ اور گواہ کرو دو شاہد اپنے مردوں میں سے پھر اگر نہ ہوں دو مرد تو ایک مرد

فَرَجُلٌ وَّامْرَاَتٰنِ مِمَّنْ تَرْضَوْنَ مِنَ الشُّهَدَآءِ اَنْ تَضِلَّ اِحْدٰىهُمَا فَتُذَكِّرَ اِحْدٰىهُمَا

اور دو عورتیں ان لوگوں میں سے کہ جن کو تم پسند کرتے ہو گواہوں میں تاکہ اگر بھول جائے ایک ان میں سے تو یاد دلا دے اس کو وہ دوسری ۴۵۸

الْاُخْرٰى ؕ وَلَا یَاْبَ الشُّهَدَآءُ اِذَا مَا دُعُوْا ؕ وَلَا تَسْــٴَـمُوْۤا اَنْ تَكْتُبُوْهُ صَغِیْرًا

اور انکار نہ کریں گواہ جس وقت بلائے جاویں اور کاہلی نہ کرو اس کے لکھنے سے چھوٹا ہو معاملہ

اَوْ كَبِیْرًا اِلٰۤى اَجَلِهٖ ؕ ذٰلِكُمْ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ وَاَقْوَمُ لِلشَّهَادَةِ وَاَدْنٰۤى اَلَّا

یا بڑا اس کی میعاد تک اس میں پورا انصاف ہے اللہ کے نزدیک اور بہت درست رکھنے والا ہے گواہی کو اور نزدیک ہے

تَرْتَابُوْۤا اِلَّاۤ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً حَاضِرَةً تُدِیْرُوْنَهَا بَیْنَكُمْ فَلَیْسَ عَلَیْكُمْ جُنَاحٌ

کہ شبہ میں نہ پڑو ۴۵۹ مگر یہ کہ سودا ہو ہاتھوں ہاتھ لیتے دیتے ہو اس کو آپس میں تو تم پر کچھ گناہ نہیں اگر اس کو نہ لکھو

اَلَّا تَكْتُبُوْهَا ؕ وَاَشْهِدُوْۤا اِذَا تَبَایَعْتُمْ ۪ وَلَا یُضَآرَّ كَاتِبٌ وَّلَا شَهِیْدٌ ؕ وَاِنْ

اور گواہ کر لیا کرو جب تم سودا کرو اور نقصان نہ کرے لکھنے والا اور نہ گواہ ۴۶۰ اور اگر

تَفْعَلُوْا فَاِنَّهٗ فُسُوْقٌۢ بِكُمْ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَیُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ

ایسا کرو تو یہ گناہ کی بات ہے تمہارے اندر اور ڈرتے رہو اللہ سے اور اللہ تم کو سکھلاتا ہے اور اللہ

شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۲۸۲﴾

ہر ایک چیز کو جانتا ہے

فائدہ: [۴۵۳]:...... یعنی پہلے سود جو تم لے چکے ہو اس کو اگر تمہارے اصل مال میں محسوب کریں اور اس میں سے کاٹ لیویں تو تم پر ظلم ہے اور ممانعت کے بعد کا سود چڑھا ہوا اگر تم مانگو تو یہ تمہارا ظلم ہے۔

فائدہ: [۴۵۴]:...... یعنی جب سود کی ممانعت آ گئی اور اس کا لینا دینا موقوف ہو گیا تو اب تم مدیون مفلس سے تقاضا کرنے لگو، یہ ہرگز نہ چاہیے بلکہ مفلس کو مہلت دو اور توفیق ہو تو بخش دو۔

فائدہ: [۴۵۵]:...... یعنی قیامت کو تمام اعمال کی جزاء اور سزا ملے گی تو اب ہر کوئی اپنا فکر کر لے اچھے کام کرے یا برے سود لے یا خیرات کرے۔

فائدہ: [۴۵۶] قرضہ کے متعلق قرآنی احکام:...... پہلے صدقہ خیرات کی فضیلت اور اس کے احکام بیان فرمائے اس کے بعد ربوا اور

اس کی حرمت اور برائی مذکور ہوئی اب اُس معاملہ کا ذکر ہے جس میں قرض ہو اور آیندہ کسی مدت کا وعدہ ہو، اس کی نسبت یہ معلوم ہوا کہ ایسا معاملہ جائز ہے مگر چونکہ یہ معاملہ آیندہ مدت کے لیے ہوا ہے بھول چوک خلاف نزاع کا احتمال ہے، اس لیے یہ ضرور ہے کہ اُس کا تعین اور اہتمام ایسا کیا جائے کہ آیندہ کوئی قضیہ اور خلاف نہ ہو۔ اُس کی صورت یہی ہے کہ ایک کاغذ لکھو جس میں مدت کا تقرر ہو اور دونوں معاملہ والوں کا نام اور معاملہ کی تفصیل سب باتیں صاف صاف کھول کر لکھی جاویں، کاتب کو چاہیے بلا انکار جس طرح شرع کا حکم ہے اُس کے موافق انصاف میں کوتاہی نہ کرے اور چاہیے کہ مدیون اپنے ہاتھ سے لکھے یا کاتب کو اپنی زبان سے بتلائے اور دوسرے کے حق میں ذرا نقصان نہ ڈالے۔

فَائِدَۃ:[۴۵۷]:...... یعنی جو دین دار اور مدیون ہے وہ اگر بے عقل بھولا یا سست اور ضعیف ہے مثلاً: بچہ ہے یا بہت بوڑھا ہے کہ معاملہ کے سمجھنے کی سمجھ ہی نہیں ہے یا معاملہ کو کاتب کو بتلا نہیں سکتا تو ایسی صورتوں میں مدیون کے مختار اور وارث اور کارگذار کو چاہیے کہ معاملہ کو انصاف سے بلا کم وکاست [بغیر کمی بیشی کے] لکھوا دے۔

فَائِدَۃ:[۴۵۸] گواہوں کی اہمیت:...... اور تم کو چاہیے کہ اُس معاملہ پر کم سے کم دو گواہ مردوں میں۔ سے یا ایک مرد اور دو عورتیں گواہ بنائی جائیں اور گواہ قابل پسند یعنی لائق اعتبار اور اعتماد ہوں۔

فَائِدَۃ:[۴۵۹] گواہوں کے لئے قرآنی حکم:...... یعنی گواہ کو جس وقت گواہ بنانے کے لیے یا ادائے شہادت کے لیے بلائیں تو اس کو کنارہ یا انکار نہ چاہیے اور کاہلی اور سستی نہ کرو اُس کے لکھنے لکھانے میں معاملہ چھوٹا ہو یا بڑا کہ انصاف پورا اس میں ہے اور گواہی پر بھی کامل اعتماد اسی لکھ لینے میں ہے اور بھول چوک اور کسی کے حق ضائع ہونے سے اطمینان بھی اس میں ہے۔

فَائِدَۃ:[۴۶۰] اُدھار معاملے کے علاوہ بھی لکھت پڑھت کی اہمیت:...... یعنی اگر سوداگری کا معاملہ دست بدست ہو، جنس کے بدلے جنس یا نقد کی طرح معاملہ ہو مگر اُدھار کا قصہ نہ ہو تو اب نہ لکھنے میں گناہ نہیں مگر گواہ بنا لینا اس وقت بھی چاہیے کہ اُس معاملہ کے متعلق کوئی نزاع آیندہ پیش آئے تو کام آئے اور لکھنے والا اور گواہ نقصان نہ کرے یعنی مدعی اور مدعیٰ علیہ میں سے کسی کا بھی نقصان نہ کرے بلکہ جو حق واجبی ہو وہ ہی ادا کریں۔

وَاِنْ كُنْتُمْ عَلٰى سَفَرٍ وَّلَمْ تَجِدُوْا كَاتِبًا فَرِهٰنٌ مَّقْبُوْضَةٌ ؕ فَاِنْ اَمِنَ بَعْضُكُمْ

اور اگر تم سفر میں ہو اور نہ پاؤ کوئی لکھنے والا تو گرو ہاتھ میں رکھنی چاہیے پھر اگر اعتبار کرے ایک دوسرے کا تو چاہیے کہ

بَعْضًا فَلْيُؤَدِّ الَّذِى اؤْتُمِنَ اَمَانَتَهٗ وَلْيَتَّقِ اللّٰهَ رَبَّهٗ ؕ وَلَا تَكْتُمُوا الشَّهَادَةَ ؕ

پورا ادا کرے وہ شخص کہ جس پر اعتبار کیا اپنی امانت کو اور ڈرتا رہے اللہ سے جو رب ہے اس کا اور مت چھپاؤ گواہی کو

وَمَنْ يَّكْتُمْهَا فَاِنَّهٗۤ اٰثِمٌ قَلْبُهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ ع ۳۹ ۲

اور جو شخص اس کو چھپاوے تو بے شک گناہ گار ہے دل اس کا اور اللہ تمہارے کاموں کو خوب جانتا ہے اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آسمانوں

وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِىْۤ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ

اور زمین میں ہے اور اگر ظاہر کرو گے اپنے جی کی بات یا چھپاؤ گے اس کو حساب لے گا اس کا تم سے اللہ پھر

فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۲۸۴﴾ اٰمَنَ الرَّسُوْلُ

بخشے گا جس کو چاہے اور عذاب کرے گا جس کو چاہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۴۶۲ مان لیا رسول نے جو کچھ

بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۣ

اترا اس پر اس کے رب کی طرف سے اور مسلمانوں نے بھی سب نے مانا اللہ کو اور اس کے فرشتوں کو اور اس کی کتابوں کو اور اس کے رسولوں

لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۣ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۤ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا

کو کہتے ہیں کہ ہم جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے پیغمبروں میں سے اور کہہ اٹھے کہ ہم نے سنا اور قبول کیا تیری بخشش چاہتے ہیں اے ہمارے رب

وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸۵﴾ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ

اور تیری ہی طرف لوٹ کر جانا ہے ف۴۶۳ اللہ تکلیف نہیں دیتا کسی کو مگر جس قدر اس کی گنجائش ہے اسی کو ملتا ہے جو

وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ؕ رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ اِنْ نَّسِيْنَآ اَوْ اَخْطَاْنَا ۚ رَبَّنَا

اس نے کمایا اور اسی پر پڑتا ہے جو اس نے کیا اے رب ہمارے نہ پکڑ ہم کو اگر ہم بھولیں یا چوکیں اے رب ہمارے

وَلَا تَحْمِلْ عَلَيْنَآ اِصْرًا كَمَا حَمَلْتَهٗ عَلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِنَا ۚ رَبَّنَا وَلَا تُحَمِّلْنَا

اور نہ رکھ ہم پر بوجھ بھاری جیسا رکھا تھا ہم سے اگلے لوگوں پر اے رب ہمارے اور نہ اٹھوا ہم سے وہ بوجھ کہ جس

مَا لَا طَاقَةَ لَنَا بِهٖ ۚ وَاعْفُ عَنَّا ۥ وَاغْفِرْ لَنَا ۥ وَارْحَمْنَا ۥ اَنْتَ مَوْلٰىنَا فَانْصُرْنَا

کی ہم کو طاقت نہیں اور درگزر کر ہم سے اور بخش ہم کو اور رحم کر ہم پر تو ہی ہمارا رب ہے

عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۸۶﴾ ع ۸

مدد کر ہماری کافروں پر ف۴۶۴

فائدہ: [۴۶۱] رہن (گروی رکھنے) کے متعلق قرآنی حکم: ......یعنی اگر سفر میں قرض اور اُدھار کا معاملہ کرو اور دستاویز کے لیے کوئی کاتب نہ ملے تو قرض کے عوض کوئی چیز مدیون کو رہن رکھ دینی چاہیے۔

فائدہ: ......سفر میں رہن کی حاجت بہ نسبت حضر زیادہ ہوگی کیونکہ حضر میں کتابت وشہادت سے بھی بہ سہولت صاحب دَین کا اطمینان ممکن ہے اس لیے سفر میں رہن کا حکم ہوا ورنہ حضر میں اور کاتب کی موجودگی میں بھی رہن درست ہے جیسا کہ حدیث میں موجود ہے۔ اور اگر صاحب دَین کو مدیون پر اعتماد اور اُس کا اعتبار ہو اور اس لیے رہن کا طالب نہ ہو تو مدیون کو لازم ہے کہ صاحب دَین کا حق تمام وکمال ادا کردے اور خدا سے ڈرتا رہے صاحب حق کے حق میں امانت سے معاملہ کرے۔

فائدہ: [۴۶۲] سورت کے اختتام کے قریب اس آیت تہدید کا مقصد: ......اس سورت میں اصول وفروع، عبادات ومعاملات،

جانی ومالی ہرقسم کے احکامات بہت کثرت سے مذکور فرمائے اور شاید اس سورت کے سنام القرآن فرمانے کی یہی وجہ ہو اس لیے مناسب ہے کہ بندوں کو پوری تاکید وتہدید بھی ہر طرح سے فرمادی جائے تاکہ تعمیلِ احکام مذکورہ میں کوتاہی سے اجتناب کریں۔ سو اسی غرض کے لیے آخر سورت میں احکام کو بیان فرما کر اس آیت کو بطور تہدید وتنبیہ ارشاد فرما کر تمام احکام مذکورہ سابقہ کی پابندی پر سب کو مجبور کردیا اور طلاق ونکاح، قصاص وزکوٰۃ، بیع وربوا وغیرہ میں جو اکثر صاحب حیلوں اور اپنی ایجاد کردہ تدبیروں سے کام لیتے ہیں اور ناجائز امور کو جائز بنانے میں خود رائی اور سینہ زوری سے کام لیتے ہیں ان کو بھی اس میں پوری تنبیہ ہوگئی، دیکھئے! جس کو ہم پر استحقاق عبادت حاصل ہوگا اس کو مالک ہونا چاہیے اور جو ہماری ظاہری اور مخفی تمام اشیاء کا محاسبہ کرسکے اُس کو تمام امور کا علم ہونا ضروری ہے اور جو ہماری تمام چیزوں کا حساب لے سکے اور ہر ایک کے مقابلہ میں جزا و سزا دے سکے اُس کو تمام چیزوں پر قدرت ہونی ضروری ہے۔ سو انہی تین کمالات یعنی ملک اور علم اور قدرت کو یہاں بیان فرمایا اور انہی کا آیۃ الکرسی میں ارشاد ہو چکا ہے۔ مطلب یہی ہے کہ ذات پاک سبحانہٗ تمام چیزوں کی مالک اور خالق اُس کا علم سب کو محیط اُس کی قدرت سب پر شامل ہے تو پھر اُس کی نافرمانی کسی امر ظاہر یا مخفی میں کرکے بندہ کیوں کر نجات پاسکتا ہے۔

فَائِدَة: [۴۶۳] **انسان کو اُس کی طاقت کے بقدر مُکلّف ٹھہرایا گیا ہے:** ...... پہلی آیت سے جب یہ معلوم ہوا کہ دل کے خیالات پر بھی حساب اور گرفت ہے تو اس پر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم گھبرائے اور ڈرے اور اُن کو اتنا صدمہ ہوا کہ کسی آیت پر نہ ہوا تھا آپ سے شکایت کی تو آپ نے فرمایا: ﴿قُوْلُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾ یعنی اشکال نظر آئے یا دقت مگر حق تعالیٰ کے ارشاد کی تسلیم میں ادنیٰ توقف بھی مت کرو اور سینہ ٹھوک کر ﴿سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾ عرض کردو آپ کے ارشاد کی تعمیل کی، تو انشراح کے ساتھ یہ کلمات زبان پر بیساختہ جاری ہو گئے۔ مطلب ان کا یہ ہے کہ ہم ایمان لائے اور اللہ کے حکم کی اطاعت کی یعنی اپنی دقت اور خلجان سب کو چھوڑ کر ارشاد کی تعمیل میں مستعدی اور آمادگی ظاہر کی، حق تعالیٰ کو یہ بات پسند ہوئی تب یہ دونوں آیتیں اُتریں اول یعنی ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ﴾ اس میں رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور اُن کے بعد صحابہ کہ جن کو اشکال مذکور پیش آیا تھا ان کے ایمان کی حق سبحانہٗ نے تفصیل کے ساتھ مدح فرمائی جس سے ان کے دلوں میں اطمینان ترقی پاوے اور خلجان سابق زائل ہو، اس کے بعد دوسری آیت ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا﴾ میں فرمادیا کہ مقدور سے باہر کسی کو تکلیف نہیں دی جاتی اب اگر کوئی دل میں گناہ کا خیال اور خطرہ پائے اور اس پر عمل نہ کرے تو کچھ گناہ نہیں اور بھول چوک بھی معاف ہے۔ غرض صاف فرمادیا کہ جن باتوں سے بچنا طاقت سے باہر ہے جیسے بُرے کام کا خیال وخطرہ یا بھول چوک اُن پر مواخذہ نہیں۔ ہاں! جو باتیں بندہ کے ارادے اور اختیار میں ہیں اُن پر مواخذہ ہوگا اب آیتِ سابقہ کو سن کر جو صدمہ تھا اس کے معنی بھی اسی پچھلے قاعدہ کے موافق لینے چاہئیں چنانچہ ایسا ہی ہوا اور خلجان مذکور کا اب ایسا قلع قمع ہوگیا کہ سبحان اللہ!

فَائِدَة: ...... جدا نہیں کرتے کسی کو اس کے پیغمبروں میں سے یعنی یہود اور نصاریٰ کی طرح نہیں کہ کسی پیغمبر کو مانا اور کسی پیغمبر کو نہ مانا۔

فَائِدَة: [۴۶۴] **صحابہ کرام کی فکر پر پُر اثر اور جاندار دعاؤں کا نزول:** ...... اوّل آیت پر حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کو بڑی پریشانی ہوئی تھی اُن کی تسلی کے لیے یہ دو آیتیں ﴿اٰمَنَ الرَّسُوْلُ﴾ الآیۃ اور ﴿لَا یُکَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا﴾ الآیۃ نازل ہوئیں۔ اب اس کے بعد ﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ﴾ آخر سورت تک نازل فرما کر ایسا اطمینان دیا گیا کہ کسی صعوبت اور دشواری کا اندیشہ بھی باقی نہ چھوڑا کیونکہ جن دعاؤں کا ہم کو حکم ہوا ہے اُن کا مقصود یہ ہے کہ بیشک ہر طرح کا حقِ حکومت اور استحقاقِ عبادت تجھ کو ہم پر ثابت ہے مگر اے ہمارے رب! اپنی رحمت وکرم سے ہمارے لیے ایسے حکم بھیجے جائیں جن کے بجالانے میں ہم پر صعوبت اور بھاری مشقت نہ ہو، نہ بھول چوک میں ہم پکڑے جائیں، نہ مثل پہلی امتوں کے ہم پر شدید حکم اُتارے جائیں، نہ ہماری طاقت سے باہر کوئی حکم ہم پر مقرر ہو اس سہولت پر بھی ہم سے جو قصور ہو جائے اُس سے درگذر اور معافی اور ہم پر رحم فرمایا جائے۔ حدیث میں ہے کہ یہ سب دعائیں مقبول ہوئیں۔ اور جب اُس دشواری کے بعد جو

حضرات صحابہ کو پیش آ چکی تھی اللہ کی رحمت سے اب ہر ایک دشواری سے ہم کو امن مل گیا تو اب اتنا اور بھی ہونا چاہیے کہ کفار پر ہم کو غلبہ عنایت ہو ورنہ ان کی طرف سے مختلف دقتیں دینی اور دنیوی ہر طرح کی مزاحمتیں پیش آ کر جس صعوبت سے اللہ اللہ کر کے اللہ کے فضل سے جان بچی تھی کفار کے غلبہ کی حالت میں پھر وہی کھٹکا موجب بے اطمینانی ہوگا۔

﴿ اٰیاتھا ۲۰۰ ﴾ ﴿ ۳ سُوْرَۃُ اٰلِ عِمْرٰنَ مَدَنِيَّةٌ ۸۹ ﴾ ﴿ رکوعاتھا ۲۰ ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓ ﴿۱﴾ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ﴿۲﴾ نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا

الم اللہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں زندہ ہے سب کا تھامنے والا[۱] اتاری تجھ پر کتاب سچی[۲] تصدیق کرتی ہے

لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ﴿۳﴾ مِنْ قَبْلُ هُدًى لِّلنَّاسِ وَاَنْزَلَ

اگلی کتابوں کی اور اُتارا تورات اور انجیل کو اس کتاب سے پہلے لوگوں کی ہدایت کے لئے[۳] اور اتارے

الْفُرْقَانَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَاللّٰهُ

فیصلے[۴] بے شک جو منکر ہوئے اللہ کی آیتوں سے ان کے واسطے سخت عذاب ہے اور اللہ

عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ﴿۴﴾

زبردست ہے بدلہ لینے والا[۵]

فَائِدَة:[۱] سورت کا شانِ نزول :...... نجران کے ساٹھ عیسائیوں کا ایک مؤقر و معزز وفد نبی کریم ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس میں تین شخص عبدالمسیح عاقب بحیثیت امارت و سیادت کے، ایہم السید بلحاظ رائے و تدبیر کے، اور ابو حارثہ بن علقمہ باعتبار سب سے بڑے مذہبی عالم اور لاٹ پادری ہونے کے عام شہرت اور امتیاز رکھتے تھے۔ یہ تیسرا شخص اصل میں عرب کے مشہور قبیلہ ''بنی بکر بن وائل'' سے تعلق رکھتا تھا۔ پھر پکا نصرانی بن گیا۔ سلاطینِ روم نے اس کی مذہبی صلابت [مضبوطی و پختگی] اور مجد و شرف کو دیکھتے ہوئے بڑی تعظیم و تکریم کی۔ علاوہ بیش قرار مالی امداد کے اس کے لیے گرجے تعمیر کیے اور امورِ مذہبی کے اعلیٰ منصب پر مامور کیا۔ یہ وفد بارگاہ رسالت میں بڑی آن بان سے حاضر ہوا اور متنازع فیہ مسائل میں حضور ﷺ سے گفتگو کی جس کی پوری تفصیل محمد بن اسحٰق رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت میں منقول ہے۔ سورۂ ''آل عمران'' کا ابتدائی حصہ تقریباً اسی نوے آیات تک اسی واقعہ میں نازل ہوا، عیسائیوں کا پہلا اور بنیادی عقیدہ یہ تھا کہ حضرت مسیح علیہ السلام بعینہٖ خدا یا خدا کے بیٹے یا تین خداؤں میں کے ایک ہیں۔ سورۂ ہذا کی پہلی آیت میں توحیدِ خالص کا دعویٰ کرتے ہوئے خدا تعالیٰ کی جو صفات ''حیّ قیوم'' بیان کی گئیں وہ عیسائیوں کے اس دعوے کو صاف طور پر باطل ٹھہراتی ہیں۔ چنانچہ حضور ﷺ نے دورانِ مناظرہ میں اُن سے فرمایا: ''کیا تم نہیں جانتے کہ اللہ تعالیٰ حیّ (زندہ) ہے جس پر کبھی موت طاری نہیں ہو سکتی۔ اُسی نے تمام مخلوقات کو وجود عطا کیا اور سامانِ بقا

پیدا کر کے اُن کو اپنی قدرت کاملہ سے تھام رکھا ہے۔ برخلاف اس کے عیسیٰ علیہ السلام پر یقیناً موت وفنا آ کر رہے گی۔" اور ظاہر ہے جو شخص خود اپنی ہستی کو برقرار نہ رکھ سکے دوسری مخلوقات کی ہستی کیا برقرار رکھ سکتا ہے۔ "نصاریٰ" نے سن کر اقرار کیا (کہ بیشک صحیح ہے) شاید انہوں نے غنیمت سمجھا ہوگا کہ آپ اپنے اعتقاد کے موافق "عیسیٰ یاتی علیہ الفناء" کا سوال کر رہے ہیں۔ یعنی عیسیٰ پر فنا ضرور آئے گی، اگر جواب نفی میں دیا تو آپ ہمارے عقیدہ کے موافق کہ حضرت عیسیٰ کو عرصہ ہوا موت آچکی ہے۔ ہم کو اور زیادہ صریح طور پر ملزم اور مفحم [لاجواب] کر سکیں گے۔ اس لیے لفظی مناقشہ میں پڑنا مصلحت نہ سمجھا۔ اور ممکن ہے یہ لوگ اُن فرقوں میں سے ہوں جو عقیدۂ اسلام کے موافق مسیح کے قتل وصلیب کا قطعاً انکار کرتے تھے اور رفع جسمانی کے قائل تھے جیسا کہ حافظ ابن تیمیہ نے "الجواب الصحیح" میں اور "الفارق بین المخلوق والخالق" کے مصنف نے تصریح کی ہے کہ شام ومصر کے نصاریٰ عموماً اسی عقیدہ پر تھے۔ مدت کے بعد پولوس نے عقیدہ صلیب کی اشاعت کی۔ پھر یہ خیال یورپ سے مصر وشام وغیرہ پہنچا۔ بہرحال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا "اِن عیسیٰ اتی علیہ الفناء" کے بجائے "یاتی علیہ الفناء" فرمانا، درآں حالیکہ پہلے الفاظ تردیدِ الوہیتِ مسیح کے موقع پر زیادہ صاف اور مسکت ہوتے، ظاہر کرتا ہے کہ موقعِ الزام میں بھی مسیح پر موت سے پہلے لفظ موت کا اطلاق آپ نے پسند نہیں کیا۔

فائدہ: [۲]...... یعنی قرآن کریم جو عین حکمت کے موافق نہایت بروقت سچائی اور انصاف کو اپنی آغوش میں لے کر اترا۔

فائدہ: [۳]...... یعنی قرآن اگلی کتابوں کی تصدیق کرتا ہے اور اگلی کتابیں (تورات وانجیل وغیرہ) پہلے سے قرآن اور اُس کے لانے والے کی طرف لوگوں کی رہنمائی کر رہی تھیں۔ اور اپنے اپنے وقت میں مناسب احکام وہدایات دیتی تھیں۔ گویا بتلادیا کہ "الوہیت" یا "ابنیتِ مسیح" کا عقیدہ کسی آسمانی کتاب میں موجود نہ تھا کیونکہ اصولِ دین کے اعتبار سے تمام کتبِ سماویہ متفق ومتحد ہیں۔ مشرکانہ عقائد کی تعلیم کبھی نہیں دی گئی۔

فائدہ: [۴]...... یعنی ہر زمانہ کے مناسب ایسی چیزیں اتاریں جو حق وباطل، حلال وحرام اور جھوٹ سچ کے درمیان فیصلہ کرنے والی ہوں۔ اس میں قرآن کریم، کتبِ سماویہ، معجزاتِ انبیاء سب داخل ہوگئے اور ادھر بھی اشارہ ہوگیا کہ جن مسائل میں یہود ونصاریٰ جھگڑتے چلے آرہے ہیں ان اختلافات کا فیصلہ بھی قرآن کے ذریعہ سے کردیا گیا۔

فائدہ: [۵]...... یعنی ایسے مجرموں کو نہ سزا دیے بغیر چھوڑے گا نہ وہ اُس کے زبردست اقتدار سے چھوٹ کر بھاگ سکیں گے۔ اس میں بھی الوہیتِ مسیح کے ابطال کی طرف لطیف اشارہ ہوگیا۔ کیونکہ جو اختیار واقتدارِ کلی خدا کے لیے ثابت کیا گیا، ظاہر ہے وہ مسیح میں نہیں پایا جاتا۔ بلکہ نصاریٰ کے نزدیک حضرت مسیح علیہ السلام کسی کو سزا تو کیا دے سکتے، خود اپنے کو باوجود سخت تضرع والحاح [منت سماجت کر] کے ظالموں کے پنجہ سے نہ چھڑا سکے۔ پھر خدا یا خدا کا بیٹا کیسے بن سکتے ہیں؟ بیٹا وہ ہی کہلاتا ہے جو باپ کی نوع سے ہو۔ لہٰذا خدا کا بیٹا خدا ہی ہونا چاہیے۔ ایک عاجز مخلوق کو حقیقتاً قادر مطلق کا بیٹا کہنا، باپ اور بیٹے دونوں پر سخت عیب لگانا ہے۔ العیاذ باللہ!

اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ۝۵ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي

اللہ پر چھپی نہیں کوئی چیز زمین میں اور نہ آسمان میں ۱ وہی تمہارا نقشہ بناتا ہے ماں کے پیٹ

الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝۶ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلَيْكَ

میں جس طرح چاہے کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا زبردست ہے حکمت والا ۲ وہی ہے جس نے اتاری تجھ پر

الْكِتٰبَ مِنْهُ اٰيٰتٌ مُّحْكَمٰتٌ هُنَّ اُمُّ الْكِتٰبِ وَاُخَرُ مُتَشٰبِهٰتٌ ؕ فَاَمَّا

کتاب اس میں بعض آیتیں ہیں محکم یعنی ان کے معنی واضح ہیں وہ اصل ہیں کتاب کی اور دوسری ہیں متشابہ یعنی جن کے معنی معلوم یا معین نہیں

الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ فَيَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ

سو جن کے دلوں میں کجی ہے وہ پیروی کرتے ہیں متشابہات کی گمراہی پھیلانے کی غرض سے اور مطلب معلوم کرنے کی

آیاتِ متشابہات

تَاْوِيْلِهٖ ۚ وَمَا يَعْلَمُ تَاْوِيْلَهٗۤ اِلَّا اللّٰهُ ؔ وَالرّٰسِخُوْنَ فِي الْعِلْمِ يَقُوْلُوْنَ اٰمَنَّا بِهٖ ۙ

وجہ سے اور ان کا مطلب کوئی نہیں جانتا سوا اللہ کے اور مضبوط علم والے کہتے ہیں ہم اس پر یقین لائے سب ہمارے رب

كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ رَبِّنَا ۚ وَمَا يَذَّكَّرُ اِلَّاۤ اُولُوا الْاَلْبَابِ ۞

کی طرف سے اتری ہیں اور سمجھانے سے وہی سمجھتے ہیں جن کو عقل ہے ۸

فَائِدَة:[٦] اللہ تعالیٰ سے کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے:......یعنی جس طرح اُس کا اقتدار واختیار کامل ہے، علم بھی محیط ہے، عالم کی کوئی چھوٹی بڑی چیز ایک سیکنڈ کے لیے اُس سے غائب نہیں۔ سب مجرم و بری، اور تمام جرموں کی نوعیت و مقدار اس کے علم میں ہے۔ مجرم بھاگ کر روپوش ہونا چاہے تو کہاں ہوسکتا ہے؟ یہیں سے تنبیہ کردی گئی، کہ مسیح علیہ السلام خدا نہیں ہوسکتے۔ کیونکہ ایسا علمِ محیط ان کو حاصل نہ تھا۔ وہ اُسی قدر جانتے تھے جتنا حق تعالیٰ ان کو بتلادیتا تھا۔ جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے جواب میں خود نصاریٰ نجران نے اقرار کیا اور آج بھی اناجیلِ مروجہ سے ثابت ہے۔

فَائِدَة:[۷] رحمِ مادر میں اللہ تعالیٰ اپنی مرضی کا نقشہ بناتے ہیں:......یعنی اپنے علم وحکمت کے مطابق کمالِ قدرت سے جیسا اور جس طرح چاہا ماں کے پیٹ میں تمہارا نقشہ بنایا مذکر، مؤنث، خوبصورت، بدصورت، جیسا پیدا کرنا تھا کردیا۔ ایک پانی کے قطرہ کو کتنی پلٹیاں دیکر آدمی کی صورت عطا فرمائی۔ جس کی قدرت وصنعت کا یہ حال ہے کیا اُس کے علم میں کمی ہوسکتی ہے۔ یا کوئی انسان جو خود بھی بطنِ مادر کی تاریکیوں میں رہ کر آیا ہو اور عام بچوں کی طرح کھاتا پیتا، پیشاب، پاخانہ کرتا ہو، اس خداوندِ قدوس کا بیٹا یا پوتا کہلایا جاسکتا ہے؟ ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا﴾ [الکهف:۵] عیسائیوں کا سوال تھا کہ جب مسیح کا ظاہری باپ کوئی نہیں تو بجز خدا کے کس کو باپ کہیں؟ ﴿يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ﴾ میں اس کا جواب بھی ہوگیا۔ یعنی خدا کو قدرت ہے رحم میں جس طرح چاہے آدمی کا نقشہ تیار کردے، خواہ ماں باپ دونوں کے ملنے سے یا صرف ماں کی قوت منفعلہ سے، اسی لیے آگے فرمایا: ﴿هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ﴾ یعنی زبردست ہے جس کی قدرت کو کوئی محدود نہیں کرسکتا اور "حکیم" ہے جہاں جیسا مناسب جانتا ہے کرتا ہے۔ "حوا" کو بدون ماں کے "مسیح" کو بدون باپ کے "آدم" کو بدون ماں باپ دونوں کے پیدا کردیا۔ اسکی حکمتوں کا احاطہ کون کرسکے۔

فَائِدَة:[۸] دو قسم کی قرآنی آیات کا ذکر:......نصاریٰ نجران نے تمام دلائل سے عاجز ہوکر بطور معارضہ کہا تھا کہ آخر آپ حضرت مسیح علیہ السلام کو "کلمة اللّٰه" اور "روح اللّٰه" مانتے ہیں۔ بس ہمارے اثباتِ مدعا کے لیے یہ الفاظ کافی ہیں۔ یہاں اُس کا تحقیقی جواب ایک عام اصول اور ضابطہ کی صورت میں دیا۔ جس کے سمجھ لینے کے بعد ہزاروں نزاعات ومناقشات کا خاتمہ ہوسکتا ہے۔ اس کو یوں سمجھو کہ قرآنِ کریم بلکہ تمام کتبِ الٰہیہ میں دو قسم کی آیات پائی جاتی ہیں، ایک وہ جن کی مراد معلوم ومتعین ہو، خواہ اس لیے کہ لغت وترکیب وغیرہ کے لحاظ

سے الفاظ میں کوئی ابہام و اجمال نہیں، نہ عبارت کئی معنی کا احتمال رکھتی ہے۔ نہ جو مدلول سمجھا گیا وہ عام قواعدِ مسلّمہ کے مخالف ہے اور یا اس لیے کہ عبارت و الفاظ میں گو لغۃً کئی معنی کا احتمال ہو سکتا تھا لیکن شارع کی نصوصِ مستفیضہ یا اجماعِ معصوم یا مذہب کے عام اصولِ مسلّمہ سے قطعاً متعین ہو چکا کہ متکلم کی مراد وہ معنی نہیں، یہ ہے۔ ایسی آیات کو "محکمات" کہتے ہیں اور فی الحقیقت کتاب کی ساری تعلیمات کی جڑ اور اصل اصول یہ ہی آیات ہوتی ہیں۔ دوسری قسم آیات کی "متشابہات" کہلاتی ہے۔ یعنی جن کی مراد معلوم و متعین کرنے میں کچھ اشتباہ و التباس واقع ہو جائے صحیح طریقہ یہ ہے کہ اس دوسری قسم کی آیات کو پہلی قسم کی طرف راجع کر کے دیکھنا چاہیے جو معنی اُس کے خلاف پڑیں اُن کی قطعاً نفی کی جائے اور متکلم کی مراد وہ سمجھی جائے جو "آیاتِ محکمات" کے مخالف نہ ہو۔ اگر باوجود اجتہاد وسعی بلیغ کے متکلم کی مراد کی پوری پوری تعیین نہ کر سکیں تو دعویٰ ہمہ دانی [سب کچھ جاننے کا دعویٰ] کر کے ہم کو حد سے گزرنا نہیں چاہیے۔ جہاں قلتِ علم اور قصورِ استعداد کی وجہ سے بہت سی حقائق پر ہم دسترس نہیں پا سکتے اس کو بھی اُسی فہرست میں شامل کر لیں۔ مگر زنہار [ہرگز] ایسی تاویلات اور ہیر پھیر نہ کریں جو مذہب کے اصولِ مسلّمہ اور آیاتِ محکمہ کے خلاف ہوں مثلاً قرآن حکیم نے مسیح علیہ السلام کی نسبت تصریح کر دی ﴿اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَیْهِ﴾ [الزخرف:۵۹] یا ﴿اِنَّ مَثَلَ عِیْسٰی عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ﴾ [آل عمران:۵۹] یا ﴿ذٰلِكَ عِیْسَى ابْنُ مَرْیَمَ ۚ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِیْ فِیْهِ یَمْتَرُوْنَ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ یَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ﴾ [مریم:۳۴۔۳۵] اور جا بجا اُن کی الوہیت و ابنیت کا ردّ کیا۔ اب ایک شخص ان سب محکمات سے آنکھیں بند کر کے ﴿وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَاۤ اِلٰی مَرْیَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ﴾ [النساء:۱۷۱] وغیرہ متشابہات کو لے دوڑے اور اُس کے وہ معنی چھوڑ کر جو محکمات کے موافق ہوں ایسے سطحی معنی لینے لگے جو کتاب کی عام تصریحات اور متواتر بیانات کے منافی ہوں، یہ کجروی اور ہٹ دھرمی نہیں تو اور کیا ہو گی۔ بعض قاسی القلب [سخت دل قسم کے لوگ] تو چاہتے ہیں کہ اس طرح مغالطہ دے کر لوگوں کو گمراہی میں پھنسا دیں اور بعض کمزور عقیدہ والے، ڈھلمل یقین [کمزور اعتقاد والے لوگ] ایسے متشابہات سے اپنی رائے و ہوا کے مطابق کھینچ تان کر مطلب نکالنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اُن کا صحیح مطلب صرف اللہ ہی کو معلوم ہے، وہ ہی اپنے کرم سے جس کو جس قدر حصہ پر آگاہ کرنا چاہے کر دیتا ہے، جو لوگ مضبوط علم رکھتے ہیں وہ محکمات و متشابہات سب کو حق جانتے ہیں۔ انہیں یقین ہے کہ دونوں قسم کی آیات ایک ہی سرچشمہ سے آئی ہیں جن میں تناقض و تہافت کا امکان نہیں۔ اسی لیے وہ متشابہات کو محکمات کی طرف لوٹا کر مطلب سمجھتے ہیں اور جو حصہ اُن کے دائرۂ فہم سے باہر ہوتا ہے اسے اللہ پر چھوڑتے ہیں کہ وہ ہی بہتر جانے ہم کو ایمان سے کام ہے۔

تنبیہ:...... بندہ کے نزدیک اس آیت کا مضمون "سورۂ حج" کی آیت ﴿وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ وَّلَا نَبِیٍّ اِلَّاۤ اِذَا تَمَنّٰۤی﴾ [الحج:۵۲] کے مضمون سے بے حد مشابہ ہے جسے ان شاء اللہ اس کے موقع پر بیان کیا جائے گا۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَیْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ

اے رب نہ پھیر ہمارے دلوں کو جب تو ہم کو ہدایت کر چکا اور عنایت کر ہم کو اپنے پاس سے رحمت تو ہی ہے سب

الْوَهَّابُ ⑧ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ جَامِعُ النَّاسِ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا

کچھ دینے والا ۹ اے رب تو جمع کرنے والا ہے لوگوں کو ایک دن جس میں کچھ شبہ نہیں بیشک اللہ خلاف

ع یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ⑨ اِنَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِیَ عَنْهُمْ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ مِّنَ

نہیں کرتا اپنا وعدہ ۱۰ بے شک جو لوگ کافر ہیں ہرگز کام نہ آویں گے ان کو ان کے مال اور نہ ان کی اولاد

اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ وَقُوْدُ النَّارِ ۙ﴿۱۰﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَ الَّذِيْنَ مِنْ

اللہ کے سامنے کچھ اور وہی ہیں ایندھن دوزخ کے ولا جیسے دستور فرعون والوں کا اور جو ان سے پہلے تھے جھٹلایا انہوں نے ہماری آیتوں کو

قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ﴿۱۱﴾

پھر پکڑا ان کو اللہ نے ان کے گناہوں پر اور اللہ کا عذاب سخت ہے ف ١١

قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَتُغْلَبُوْنَ وَ تُحْشَرُوْنَ اِلٰى جَهَنَّمَ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۲﴾

کہہ دے کافروں کو کہ اب تم مغلوب ہو گے اور ہانکے جاؤ گے دوزخ کی طرف اور کیا برا ٹھکانا ہے ف ١٢

فائدۃ:[۹] راسخین فی العلم کی دعاءِ استقامت: ...... یعنی راسخین فی العلم اپنے کمالِ علمی اور قوت ایمانی پر مغرور و مطمئن نہیں ہوتے، بلکہ ہمیشہ حق تعالیٰ سے استقامت اور مزید فضل وعنایت کے طلب گار رہتے ہیں، تاکہ کمائی ہوئی پونجی ضائع نہ ہو جائے اور خدا نہ کردہ دل سیدھے ہونے کے بعد کج نہ کر دیئے جائیں۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ (امت کو سنانے کے لیے) اکثر یہ دعا کیا کرتے تھے: "یامُقَلِّبَ الْقُلُوْبِ ثَبِّتْ قَلْبِیْ عَلٰی دِیْنِکَ"۔

فائدۃ:[۱۰] زائغین کا فیصلہ ہو کر رہے گا: وہ دن ضرور آ کر رہے گا اور "زائغین" (کجرو) جن مسائل میں جھگڑتے تھے سب کا دو ٹوک فیصلہ ہو جائے گا۔ پھر ہر ایک مجرم کو اپنی کجروی اور ہٹ دھرمی کی سزا بھگتنی پڑے گی۔ اسی خوف سے ہم اُن کے راستہ سے بیزار اور آپ کی رحمت واستقامت کے طالب ہوتے ہیں۔ ہمارا زائغین کے خلاف راستہ اختیار کرنا کسی بدنیتی اور نفسانیت کی بنا پر نہیں محض اخروی فلاح مقصود ہے۔

فائدۃ:[۱۱] اللہ کے عذاب سے کوئی چیز نہیں بچا سکتی: ...... قیامت کے ذکر کے ساتھ کافروں کا انجام بھی بتلا دیا کہ اُن کو کوئی چیز دنیا وآخرت میں خدائی سزا سے نہیں بچا سکتی جیسا کہ میں ابتداءِ سورت میں لکھ چکا ہوں۔ ان آیات میں اصلی خطاب وفد "نجران" کو سمجھنا چاہیے جو عیسائی مذہب وقوم کی سب سے بڑی نمائندہ جماعت کہنا چاہیے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے محمد بن اسحاق رحمۃ اللہ علیہ کی سیرت سے نقل کیا ہے کہ جس وقت یہ وفد "نجران" سے بہ قصد مدینہ روانہ ہوا تو ان کا بڑا پادری ابو حارثہ بن علقمہ خچر پر سوار تھا۔ خچر نے ٹھوکر کھائی تو اس کے بھائی کرز بن علقمہ کی زبان سے نکلا "تَعِسَ الْأَبْعَدُ" (ابعد سے مراد محمد ﷺ تھے۔ العیاذ باللہ) ابو حارثہ نے کہا: "تَعِسَتْ اُمُّکَ" کرز نے حیران ہو کر اس کلمہ کا سبب پوچھا۔ ابو حارثہ نے کہا واللہ ہم خوب جانتے ہیں کہ یہ (محمد ﷺ) وہ ہی نبی منتظر ہیں جن کی بشارت ہماری کتابوں میں دی گئی تھی۔ کرز نے کہا پھر مانتے کیوں نہیں؟ بولا: "لأن هؤلاء الملوك أعطونا أموالاً كثيرة وأكرمونا فلو آمنا بمحمد (ﷺ) لأخذوا منا كل هذه الأشياء" (اگر محمد ﷺ پر ایمان لے آئے تو یہ بادشاہ جو بے شمار دولت ہم کو دے رہے ہیں اور اعزاز و اکرام کر رہے ہیں سب واپس کر لیں گے) کرز نے اس کلمہ کو اپنے دل میں رکھا اور آخر کار یہ ہی کلمہ اُن کے اسلام کا سبب ہوا رضی اللہ عنہ وأرضاہ۔ میرے نزدیک ان آیات میں ابو حارثہ کے اُن ہی کلمات کا جواب ہے، گویا دلائل عقلیہ ونقلیہ سے اُن کے فاسد عقیدہ کا رد کر کے متنبہ فرما دیا کہ وضوح حق کے بعد جو لوگ محض دنیوی متاع (اموال واولاد وغیرہ) کی خاطر ایمان نہیں لاتے وہ خوب سمجھ لیں کہ مال و دولت اور جتھے [جماعت] نہ اُن کو دنیا میں خدائی سزا سے بچا سکتے ہیں، نہ آخرت میں عذاب عظیم سے۔ چنانچہ اس کی تازہ مثال ابھی 'بدر' کے موقع پر مسلمان اور مشرکین کی لڑائی میں دیکھ چکے ہو۔ دنیا کی بہار محض چند روزہ ہے، مستقبل کی کامیابی اُن ہی کے لیے ہے جو خدا سے

ڈرتے اور تقویٰ اختیار کرتے ہیں۔ دور تک یہ مضمون چلا گیا ہے اور عموم الفاظ کے اعتبار سے یہود و مشرکین وغیرہ دوسرے کفار کو بھی خطاب میں لپیٹ لیا گیا۔ گو اصلی مخاطب نصاریٰ نجران تھے۔ واللہ اعلم!

فَائِدَہ: [۱۲]...... یعنی کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتا اور جس طرح وہ پکڑے گئے تم بھی خدا کی پکڑ میں آنے والے ہو۔

فَائِدَہ: [۱۳] **کفار سمیت یہود و نصاریٰ کے مغلوب ہونے کا اعلان:**...... یعنی وقت آگیا ہے کہ تم سب، کیا یہود، کیا نصاریٰ اور کیا مشرکین عنقریب خدائی لشکر کے سامنے مغلوب ہو کر ہتھیار ڈالو گے، یہ تو دنیا کی ذلت ہوئی اور آخرت میں جو گرم مکان تیار ہے وہ الگ رہا۔ بعض روایات میں ہے کہ ''بدر'' سے فاتحانہ واپسی کے بعد حضور ﷺ نے یہود کو فرمایا کہ تم حق کو قبول کرلو، ورنہ جو حال قریش کا ہوا، تمہارا ہوگا۔ کہنے لگے: اے محمد! اس دھوکہ میں نہ رہیے کہ تم نے قریش کے چند ناتجربہ کاروں پر فتح حاصل کرلی۔ ہم سے مقابلہ ہوا تو پتہ لگ جائے گا کہ ہم (جنگ آزمودہ سپاہی اور بہادر) آدمی ہیں اُس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ''بدر'' کی فتح دیکھ کر ''یہود'' کچھ تصدیق کی طرف مائل ہونے لگے تھے۔ پھر کہا کہ جلدی مت کرو، دیکھو آئندہ کیا ہوتا ہے۔ دوسرے سال ''اُحد'' کی عارضی پسپائی دیکھ کر اُن کے دل سخت ہوگئے اور حوصلے بڑھ گئے۔ حتیٰ کہ عہد شکنی کر کے مسلمانوں سے لڑائی کا سامان کیا، کعب بن اشرف ساٹھ سواروں کے ساتھ مکہ معظمہ جا کر ابوسفیان وغیرہ سردارانِ قریش سے ملا اور کہا ہم تم ایک ہیں۔ متحدہ محاذ قائم کر کے محمد کا مقابلہ کرنا چاہیے۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ واللہ اعلم! بہرحال تھوڑے ہی دنوں بعد خدا نے دکھلا دیا کہ جزیرۃ العرب میں مشرک کا نام نہ رہا۔ ''قریظہ'' کے بدعہد یہود تلوار کے گھاٹ اُتار دیے گئے۔ ''بنی نضیر'' جلاوطن ہوئے، نجران کے عیسائیوں نے ذلیل ہو کر سالانہ جزیہ دینا قبول کیا۔ اور تقریباً ایک ہزار سال تک دنیا کی بڑی بڑی مغرور و متکبر قومیں مسلمانوں کی بلندی و برتری کا اعتراف کرتی رہیں۔ فالحمد للہ علیٰ ذلک!

قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ط فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى

ابھی گزر چکا ہے تمہارے سامنے ایک نمونہ دو فوجوں میں جن میں مقابلہ ہوا ایک فوج ہے کہ لڑتی ہے اللہ کی راہ میں اور دوسری فوج

كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ط وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط اِنَّ

کافروں کی ہے دیکھتے ہیں یہ ان کو اپنے سے دو چند صریح آنکھوں سے اور اللہ زور دیتا ہے اپنی

فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ⑬ زُيِّنَ لِلنَّاسِ حُبُّ الشَّهَوٰتِ مِنَ النِّسَآءِ

مدد کا جس کو چاہے اسی میں عبرت ہے دیکھنے والوں کو ۱۳ فریفتہ کیا ہے لوگوں کو مرغوب چیزوں کی محبت نے جیسے عورتیں و ۱۵

وَالْبَنِيْنَ وَالْقَنَاطِيْرِ الْمُقَنْطَرَةِ مِنَ الذَّهَبِ وَالْفِضَّةِ وَالْخَيْلِ الْمُسَوَّمَةِ

اور بیٹے اور خزانے جمع کئے ہوئے سونے اور چاندی کے اور گھوڑے نشان لگائے ہوئے ۱۶

وَالْاَنْعَامِ وَالْحَرْثِ ط ذٰلِكَ مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ج وَاللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ الْمَاٰبِ ⑭

اور مویشی اور کھیتی یہ فائدہ اٹھانا ہے دنیا کی زندگی میں اور اللہ کے پاس ہے اچھا ٹھکانا ۱۷

قُلْ اَؤُنَبِّئُكُمْ بِخَيْرٍ مِّنْ ذٰلِكُمْ ط لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ

کہہ دے کیا بتاؤں میں تم کو اس سے بہتر پرہیزگاروں کے لئے اپنے رب کے ہاں باغ ہیں جن کے نیچے جاری ہیں

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَاَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ وَّرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ ط وَاللّٰهُ

نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور عورتیں ہیں ستھری ف۱۸ اور رضامندی اللہ کی ف۱۹ اور اللہ کی

بَصِيْرٌۢ بِالْعِبَادِ ﴿۱۵﴾ اَلَّذِيْنَ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اِنَّنَآ اٰمَنَّا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَقِنَا عَذَابَ

نگاہ میں ہیں بندے ف۲۰ وہ جو کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے ہیں سو بخش دے ہم کو گناہ ہمارے اور بچا ہم کو دوزخ کے

النَّارِ ﴿۱۶﴾ اَلصّٰبِرِيْنَ وَالصّٰدِقِيْنَ وَالْقٰنِتِيْنَ وَالْمُنْفِقِيْنَ وَالْمُسْتَغْفِرِيْنَ بِالْاَسْحَارِ ﴿۱۷﴾

عذاب سے ف۲۱ وہ صبر کرنے والے ہیں اور سچے اور حکم بجالانے والے اور خرچ کرنے والے اور گناہ بخشوانے والے پچھلی رات میں ف۲۲

فائدہ: [۱۴] **غزوہ بدر کا پس منظر:** ...... جنگ بدر میں کفار تقریباً ایک ہزار تھے جن کے پاس سات سو اونٹ اور ایک سو گھوڑے تھے دوسری طرف مسلمان مجاہدین تین سو سے کچھ اوپر تھے جن کے پاس کل ستر اونٹ، دو گھوڑے، چھ زرہیں اور آٹھ تلواریں تھیں۔ اور تماشہ یہ تھا کہ ہر ایک فریق کو حریف مقابل اپنے سے دوگنا نظر آتا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ کفار کے دل مسلمانوں کی کثرت کا تصور کر کے مرعوب ہوتے تھے اور مسلمان اپنے سے دوگنی تعداد دیکھ کر اور زیادہ حق تعالیٰ کی طرف متوجہ ہوتے اور کامل توکل واستقلال سے خدا کے وعدہ ﴿فَاِنْ يَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ يَّغْلِبُوْا مِائَتَيْنِ﴾ [الانفال:۶۶] پر اعتماد کر کے فتح ونصرت کی امید رکھتے تھے۔ اگر ان کی پوری تعداد جو گنی تھی، منکشف ہوتی تو ممکن تھا خوف طاری ہو جاتا اور یہ فریقین کا دوگنی تعداد دیکھنا بعض احوال میں تھا ورنہ بعض احوال وہ تھے جب ہر ایک کو دوسرے فریق کی جمعیت کم محسوس ہوئی جیسا کہ سورۂ انفال [آیت: ۴۴] میں آئے گا۔ بہر حال ایک قلیل اور بے سروسامان جماعت کو ایسی مضبوط جمعیت کے مقابلہ میں اُن پیشین گوئیوں کے موافق جو مکہ میں کی گئی تھیں، اس طرح مظفر ومنصور کرنا، آنکھیں رکھنے والوں کے لیے بہت بڑا عبرتناک واقعہ ہے۔

فائدہ: [۱۵] **فتنہ میں ڈالنے والی اشیاء کا ذکر:** ...... یعنی جب ان میں پھنس کر آدمی خدا سے غافل ہو جائے۔ اسی لیے حدیث میں فرمایا: "مَا تَرَكْتُ بَعْدِيْ فِتْنَةً اَضَرَّ عَلَى الرِّجَالِ مِنَ النِّسَاءِ" (میرے بعد مردوں کے لیے کوئی ضرر رساں فتنہ عورتوں سے بڑھ کر نہیں) [صحیح بخاری ۷/۱۳۵، حدیث نمبر ۵۰۹۶، باب مَا يُتَّقٰى مِنْ شُؤْمِ الْمَرْاَةِ وَقَوْلِهٖ تَعَالٰى (اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ)] ہاں! اگر عورت سے مقصود عفاف اور کثرت اولاد ہو، تو وہ مذموم نہیں بلکہ مطلوب ومندوب ہے۔ چنانچہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا کی بہترین متاع نیک بیوی ہے کہ اگر اُس کی طرف دیکھے تو خوش ہو، حکم دے تو فرمانبردار پائے، کہیں غائب ہو تو پیٹھ پیچھے شوہر کے مال اور اپنی عصمت کے معاملہ میں اُسکی حفاظت کرے۔ اسی طرح جتنی چیزیں آگے متاع دنیا کے سلسلہ میں بیان ہوئیں سب کا محمود ومذموم ہونا نیت اور طریق کار کے تفاوت سے متفاوت ہوتا رہے گا۔ مگر چونکہ دنیا میں کثرت ایسے افراد کی ہے جو عیش وعشرت کے سامانوں میں پھنس کر خدا تعالیٰ کو اور اپنے انجام کو بھول جاتے ہیں، اس لیے ﴿زُيِّنَ لِلنَّاسِ﴾ میں سطح کلام کی عام رکھی گئی ہے۔

فائدہ: [۱۶] ...... یعنی جن پر نمبر یا نشان لگائے جائیں یا پنچ کلیان گھوڑے جن کے ہاتھ، پاؤں اور پیشانی پر قدرتی نشان ہوتے ہیں یا جو

گھوڑے چراگاہ میں چرنے کے لیے چھوڑے گئے ہوں۔

فَائِدَۃ:[۱۷] دنیا کی تمام نعمتوں کی حقیر سی حیثیت:......یعنی ابدی فلاح ان چیزوں سے حاصل نہیں ہوتی محض دنیا میں چند روز فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے، کامیاب مستقبل اور اچھا ٹھکانا چاہتے ہو تو خدا کے پاس ملے گا۔ اُس کی خوشنودی اور قرب حاصل کرنے کی فکر کرو۔ اگلی آیت میں بتلاتے ہیں کہ وہ اچھا ٹھکانا کیا ہے اور کن لوگوں کو ملتا ہے۔

فَائِدَۃ:[۱۸]......یعنی ہر قسم کی صوری و معنوی گندگی سے پاک و صاف ہوں گی۔

فَائِدَۃ:[۱۹]......کہ اُس سے بڑھ کر کیا نعمت ہو سکتی ہے بلکہ جنت بھی فی الحقیقت اس لیے مطلوب ہے کہ وہ محلِ رضا ہے۔

فَائِدَۃ:[۲۰]......بندوں کے تمام اعمال واحوال اُس کے سامنے ہیں جو جس جزا و سزا کا مستحق ہوگا بلا کم و کاست دی جائے گی۔ دنیا کی بہار پر مرنے والے اور اُس کے فانی مزوں سے پرہیز کرنے والے سب اپنے اپنے ٹھکانے پہنچا دیے جائیں گے۔ یا یہ مطلب لیا جائے کہ پرہیز گار بندوں پر خدا کی نگاہِ لطف و کرم ہے، جو دنیا کی ابلہ فریب [چال باز] سحر کاریوں سے اُن کو محفوظ رکھتی ہے۔ چنانچہ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ جب خدا کسی بندہ کو محبوب رکھتا ہے تو اُسی طرح دنیا سے اس کا پرہیز کرا دیتا ہے جیسے تم اپنے مریض کو پانی (وغیرہ) سے پرہیز کراتے ہو۔

فَائِدَۃ:[۲۱]......معلوم ہوا کہ گناہ معاف ہونے کے لیے ایمان لانا شرط ہے۔

فَائِدَۃ:[۲۲] اللہ کے محبوب بندوں کے اوصاف:......یعنی اللہ کے راستہ میں بڑی بڑی تکلیفیں اٹھا کر بھی اُس کی فرماں برداری پر جمے رہتے اور معصیت سے رُکے رہتے ہیں۔ زبان کے، دل کے، نیت کے، معاملہ کے سچے ہیں۔ پوری تسلیم وانقیاد کے ساتھ خدا کے احکام بجالاتے ہیں۔ خدا کی دی ہوئی دولت کو اُسکے بتلائے ہوئے مواقع میں خرچ کرتے ہیں۔ اور پچھلی رات میں اٹھ کر (جو طمانینت واجابت کا وقت ہوتا ہے لیکن اُٹھنا اس وقت سہل نہیں ہوتا) اپنے رب سے گناہ اور تقصیرات معاف کراتے ہیں: ﴿كَانُوْا قَلِيْلًا مِّنَ الَّيْلِ مَا يَهْجَعُوْنَ وَبِالْاَسْحَارِ هُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ﴾ [الذاریات: ۱۷۔۱۸] یعنی اکثر رات عبادت میں گزارتے اور سحر کے وقت استغفار کرتے کہ خداوندا! عبادت میں جو تقصیر رہ گئی اپنے فضل سے معاف فرمانا۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا ۢ بِالْقِسْطِ ؕ

اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی نہیں اُس کے سوا ۲۳ اور فرشتوں نے ۲۴ اور علم والوں نے بھی ۲۵ وہی حاکم انصاف کا ہے

لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۞ ۱۸ اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ

کسی کی بندگی نہیں سوا اس کے زبردست ہے حکمت والا ۲۶ بے شک دین جو ہے اللہ کے ہاں سو یہی مسلمانی حکم برداری ہے ۲۷ اور مخالف نہیں ہوئے

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا ۢ بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ

کتاب والے مگر جب ان کو معلوم ہو چکا آپس کی ضد اور حسد سے ۲۸ اور جو کوئی

يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۞ ۱۹

انکار کرے اللہ کے حکموں کا تو اللہ جلدی حساب لینے والا ہے ۲۹

النصف

فائدہ:[۲۳] توحید کے گواہ:......ابتداء میں نصاریٰ ''نجران'' سے خطاب تھا اور نہایت لطیف انداز سے الوہیت مسیح کے عقیدہ کا ابطال اور توحیدِ خالص کا اعلان کر کے ایمان لانے کی ترغیب دی گئی تھی۔ درمیان میں اُن موانع کا ذکر فرمایا جو انسان کو وضوحِ حق کے باوجود شرفِ ایمان سے محروم رکھتے ہیں۔ یعنی مال و اولاد اور سامانِ عیش و عشرت۔ ان آیات میں مومنین کی صفات بیان کرنے کے بعد پھر اصل مضمونِ توحید وغیرہ کی طرف عود کیا گیا ہے۔ یعنی توحیدِ خالص کے ماننے میں کیا تردد ہو سکتا ہے۔ جبکہ خود حق تعالیٰ اپنی تمام کتابوں میں برابر اس مضمون کی گواہی دیتا رہا ہے۔ اور اس کی فعلی کتاب (صحیفۂ کائنات) کا ایک ایک ورق بلکہ ایک ایک نقطہ شہادت دیتا ہے کہ بندگی کے لائق رب العالمین کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا ۔ ع

وفی کل شیءٍ لہ اٰیۃ تَدُلُّ علی اَنَّہ وَاحِدٌ

﴿سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۗ أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ﴾ [فصلت: ۵۳]

فائدہ:[۲۴]......ظاہر ہے فرشتوں کی گواہی خدا کی گواہی کے خلاف کیسے ہو سکتی ہے۔ فرشتہ تو نام ہی اُس مخلوق کا ہے جو صدق و حق کے راستہ سے سرتابی نہ کر سکے۔ چنانچہ فرشتوں کی تسبیح و تحمید تمام تر توحید و تفرید باری پر مشتمل ہے۔

فائدہ:[۲۵]......علم والے ہر زمانہ میں توحید کی شہادت دیتے رہے ہیں اور آج تو عام طور پر توحید کے خلاف ایک لفظ کہنا جہلِ محض کا مرادف سمجھا جاتا ہے، مشرکین بھی دل میں مانتے ہیں کہ علمی اصول کبھی مشرکانہ عقائد کی تائید نہیں کر سکتے۔

فائدہ:[۲۶] کس قسم کا انصاف مضبوط ہے:......انصاف کرنے کے لیے دو باتیں ضروری ہیں: (۱) زبردست ہو کہ اُس کے فیصلہ سے کوئی سرتابی نہ کر سکے۔ اور (۲) حکیم ہو کہ حکمت و دانائی سے پوری طرح جانچ تول کر ٹھیک فیصلہ کرے کوئی حکم بے موقع نہ دے۔ چونکہ حق تعالیٰ عزیز و حکیم ہے، لہٰذا اُس کے منصف علی الاطلاق ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ غالباً اس لفظ ''قَآئِمًا بِالْقِسْطِ'' میں عیسائیوں کے مسئلہ کفارہ کا بھی رد ہو گیا۔ بھلا یہ کہاں کا انصاف ہو گا کہ ساری دنیا کے جرائم ایک شخص پر لاد دیے جائیں اور وہ تنہا سزا پا کر سب مجرموں کو ہمیشہ کے لیے بری اور پاک کر دے۔ خدائے عادل و حکیم کی بارگاہ ایسی گستاخیوں سے کہیں بالا و برتر ہے۔

فائدہ:[۲۷] اب اللہ کے نزدیک صرف اسلام ہی معتبر ہے قیامت تک:......''اسلام'' کے اصلی معنی سونپ دینے کے ہیں، ''مذہبِ اسلام'' کو بھی اسی لحاظ سے اسلام کہا جاتا ہے کہ ایک مسلم اپنے کو ہمہ تن خدائے واحد کے سپرد کر دینے اور اس کے احکام کے سامنے گردن ڈال دینے کا اقرار کرتا ہے، گویا ''اسلام'' انقیاد و تسلیم کا اور ''مسلمانی'' حکم برداری کا دوسرا نام ہوا۔ یوں تو شروع سے اخیر تک تمام پیغمبر یہی مذہب اسلام لے کر آئے اور اپنے اپنے زمانہ میں اپنی اپنی قوم کو مناسبِ وقت احکام پہنچا کر طاعت و فرمانبرداری اور خالص خدائے واحد کی پرستش کی طرف بلاتے رہے ہیں۔ لیکن اس سلسلہ میں خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ نے تمام دنیا کو جو اکمل، جامع ترین، عالمگیر اور ناقابلِ تنسیخ ہدایات دیں، وہ تمام شرائعِ سابقہ حقہ پر مع شئے زائد مشتمل ہونے کی وجہ سے خصوصی رنگ میں اسلام کے نام سے موسوم و ملقب ہوئیں۔ بہر حال اس آیت میں نصاریٰ نجران کے سامنے خصوصاً اور تمام اقوام و ملل کے سامنے عموماً اعلان کیا گیا ہے کہ دین و مذہب صرف ایک ہی چیز کا نام ہو سکتا ہے وہ یہ کہ بندہ دل و جان سے اپنے کو خداوند قدوس کے سپرد کر دے اور جس وقت جو حکم اُس کی طرف سے پائے بے چون و چرا گردنِ تسلیم جھکا دے۔ اب جو لوگ خدا کے لیے بیٹے، پوتے تجویز کریں، مسیح و مریم کی تصویروں اور صلیب کی لکڑی کو پوجیں، خنزیر کھائیں، آدمی کو خدا یا خدا کو آدمی بنا دیں، انبیاء و اولیاء کو قتل کر ڈالنا معمولی بات سمجھیں، دینِ حق کو مٹانے کی ناپاک کوششوں میں لگے رہیں، موسیٰ و مسیح علیہما السلام کی بشارات کے موافق جو پیغمبر ان دونوں سے بڑھ کر شان و نشان دکھلاتا ہوا آیا، جان بوجھ کر اُس کی تکذیب اور اُس کے لائے ہوئے کلام و احکام سے ٹھٹھا کریں، یا جو بے وقوف پتھروں، درختوں، ستاروں اور چاند سورج کے آگے سجدہ

کریں اور حلال وحرام کا معیار محض ہوائے نفس کو ٹھہرالیں، کیا ان میں کوئی جماعت اس لائق ہے کہ اپنے کو مسلم اور ملتِ ابراہیمی کا پیرو کہہ سکے۔ العیاذ باللہ!" وفی روایة محمد بن اسحاق فقال رسول اللہ ﷺ: أسلموا فقالوا: قد أسلمنا۔ فقال ﷺ: کذبتم، کیف یصح إسلامکم وأنتم تثبتون للہ ولداً وتعبدون الصلیب وتأکلون الخنزیر۔" (تفسیر کبیر)

فائدہ:[۲۸] اہلِ کتاب کا اسلام سے روگردانی کا سبب:...... یعنی اسلام ایک واضح اور روشن چیز ہے۔ جس قسم کے دلائل سے موسیٰ و مسیح علیہما السلام کی رسالت یا تورات وانجیل کا کتاب سماوی ہونا ثابت کیا جاسکتا ہے، اُس سے بہتر، مضبوط، اور زندہ دلائل محمد ﷺ کی رسالت اور قرآن کے کلام الٰہی ہونے کے موجود ہیں۔ بلکہ خود وہ کتابیں آپ کی حقانیت کی شہادت دے رہی ہیں۔ توحیدِ خالص ایک صاف مضمون ہے جس کے خلاف باپ بیٹے کا نظریہ محض ایک بے معنی چیستاں [پہیلی] ہو کر رہ جاتی ہے۔ جس کی کوئی علمی اصول تائید نہیں کرتا، اب جو اہلِ کتاب مخالفِ اسلام ہو کر ان روشن حقائق کو جھٹلائیں اور حق تعالیٰ کی حکم برداری سے سرتابی کریں بجز اس کے کیا کہا جاسکتا ہے کہ محض ضد، حسد، عناد اور رجاہ ومال کی حرص میں ایسا کر رہے ہیں۔ جیسا کہ پہلے ﴿إِنَّ الَّذِينَ كَفَرُوا لَن تُغْنِيَ عَنْهُمْ أَمْوَالُهُمْ﴾ [آل عمران:۱۰] کے فوائد میں خود ابوحارثہ بن علقمہ رئیس وفد نجران کا اقرار واعتراف نقل کیا جاچکا ہے۔ اور یہ اُن لوگوں کی قدیم عادت ہے۔ یہود ونصاریٰ کے باہم جو اختلافات ہوئے یا ہر ایک مذہب میں جو بہت سے فرقے بنے، پھر مخالفت باہمی خوفناک محاربات اور خونریزیوں پر منتہی ہوئی۔ تاریخ بتلاتی ہے کہ اس کا منشاء عموماً غلط فہمی یا جہل نہ تھا، بلکہ اکثر حالات میں محض سیم وزر کی محبت اور جاہ پرستی سے یہ فرقہ وارا اختلافات پیدا ہوئے۔

فائدہ:[۲۹] ...... دنیا میں بھی، ورنہ آخرت میں تو ضرور ہے۔

فَإِنْ حَآجُّوكَ فَقُلْ أَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلَّهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ۗ وَقُل لِّلَّذِينَ أُوتُوا

پھر بھی اگر تجھ سے جھگڑیں تو کہہ دے میں نے تابع کیا اپنا منہ اللہ کے حکم پر اور انہوں نے بھی کہ جو میرے ساتھ ہیں ف۳۰ اور کہہ دے

الْكِتَابَ وَالْأُمِّيِّينَ أَأَسْلَمْتُمْ ۚ فَإِنْ أَسْلَمُوا فَقَدِ اهْتَدَوا ۖ وَّإِن تَوَلَّوْا فَإِنَّمَا

کتاب والوں کو اور اَن پڑھوں کو کہ تم بھی تابع ہوتے ہو پھر اگر وہ تابع ہوئے تو انہوں نے پائی راہ سیدھی اور اگر منہ پھیریں تو تیرے ذمہ

عَلَيْكَ الْبَلَاغُ ۗ وَاللَّهُ بَصِيرٌ بِالْعِبَادِ ﴿٢٠﴾ إِنَّ الَّذِينَ يَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَيَقْتُلُونَ ع ۱۱

صرف پہنچا دینا ہے اور اللہ کی نگاہ میں ہیں بندے ف۳۱ بے شک جو لوگ انکار کرتے ہیں اللہ کے حکموں کا اور قتل کرتے ہیں

النَّبِيِّينَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّيَقْتُلُونَ الَّذِينَ يَأْمُرُونَ بِالْقِسْطِ مِنَ النَّاسِ فَبَشِّرْهُم

پیغمبروں کو ناحق اور قتل کرتے ہیں ان کو جو حکم کرتے ہیں انصاف کرنے کا لوگوں میں سے سو خوشخبری سنا دے ان

بِعَذَابٍ أَلِيمٍ ﴿٢١﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُم

کو عذاب دردناک کی یہی ہیں جن کی محنت ضائع ہوئی دنیا میں اور آخرت میں اور کوئی

مِّن نَّاصِرِينَ ﴿٢٢﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ أُوتُوا نَصِيبًا مِّنَ الْكِتَابِ يُدْعَوْنَ إِلَىٰ كِتَابِ

نہیں ان کا مددگار ف۳۲ کیا نہ دیکھا تو نے ان لوگوں کو جن کو ملا کچھ ایک حصہ کتاب کا ف۳۳ ان کو بلاتے ہیں اللہ کی کتاب کی طرف

اللّٰہِ لِیَحْکُمَ بَیْنَہُمْ ثُمَّ یَتَوَلّٰی فَرِیْقٌ مِّنْہُمْ وَہُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿۲۳﴾ ذٰلِکَ بِاَنَّہُمْ

تاکہ وہ کتاب انہیں حکم کرے پھر منہ پھیرتے ہیں بعضے ان میں سے تغافل کر کے ۳۲ یہ اس واسطے کہ کہتے ہیں

قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَیَّامًا مَّعْدُوْدٰتٍ ۪ وَغَرَّہُمْ فِیْ دِیْنِہِمْ مَّا

وہ ہم کو ہرگز نہ لگے گی آگ دوزخ کی مگر چند دن گنتی کے اور بہکے ہیں اپنے دین میں

کَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۲۴﴾ فَکَیْفَ اِذَا جَمَعْنٰہُمْ لِیَوْمٍ لَّا رَیْبَ فِیْہِ ۣ وَوُفِّیَتْ کُلُّ نَفْسٍ

اپنی بنائی باتوں پر ۳۳ پھر کیا ہوگا حال جب ہم ان کو جمع کریں گے ایک دن کہ اس کے آنے میں کچھ شبہ نہیں اور پورا پاوے گا ہر کوئی

مَّا کَسَبَتْ وَہُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ﴿۲۵﴾

اپنا کیا ۳۴ اور ان کی حق تلفی نہ ہوگی ۳۵

فائدہ: [۳۰] **اصل اسلام کن لوگوں کا ہے:** ...... جیسا کہ دو فوائد میں پہلے نقل کیا جا چکا۔ وہ جھگڑتے تھے کہ ہم بھی مسلمان ہیں۔ یہاں ان کو بتلایا گیا کہ ایسا (فرضی) اسلام کس کام کا۔ آؤ دیکھو، اسلام اسے کہتے ہیں جو محمد ﷺ اور اُن کے جاں نثار ساتھیوں کے پاس ہے۔ ابھی بیان ہو چکا کہ اسلام نام ہے تسلیم وانقیاد کا۔ یعنی بندہ ہمہ تن اپنے کو خدا کے ہاتھ میں دیدے، سو محمد ﷺ اور مہاجرین وانصار کو دیکھے لو کس طرح انہوں نے شرک، بت پرستی، بداخلاقی، فسق وفجور اور ظلم وعدوان کا مقابلہ کرتے ہوئے اپنی جان، مال، وطن، کنبہ، بیوی بچے، غرض تمام مرغوب ومحبوب چیزیں حق تعالیٰ کی خوشنودی پر نثار کر دیں اور کس طرح اُن کا چہرہ اور آنکھیں ہر وقت حکمِ الٰہی کی طرف لگی رہتی ہیں کہ ادھر سے حکم آئے اور ہم تعمیل کریں۔ اس کے بالمقابل تم اپنا حال دیکھو کہ خود اپنی خلوتوں میں اقرار کرتے ہو کہ محمد ﷺ حق پر ہیں، مگر اُن پر ایمان لائیں تو دنیا کا مال وجاہ چھنتا ہے۔ بہرحال اگر باوجود وضوحِ حق کے اسلام کی طرف نہیں آتے تم جانو، ہم تو اپنے کو ایک خدا کے سپرد کر چکے ہیں۔

فائدہ: [۳۱] ...... یعنی سوچ لو، کیا تم بھی ہماری طرح خدا کے تابعدار بندے بنے ہو یا اب بنتے ہو، ایسا ہو تو سمجھ لو سیدھے رستہ پر لگ گئے اور ہمارے بھائی بن گئے ورنہ ہمارا کام سمجھا دینا اور نشیب وفراز [اونچ نیچ] بتلا دینا تھا، وہ کر چکے۔ آگے سب بندے' اور ان کے اعمالِ ظاہری وباطنی خدا کی نظر میں ہیں، وہ ہر ایک کا بھگتان [فیصلہ] کر دے گا۔

تنبیہ: ...... اَن پڑھ کہتے تھے عرب کے مشرکوں کو کہ اُن کے پاس کتبِ سماویہ کا علم نہ تھا۔

فائدہ: [۳۲] **بنی اسرائیل کے ظالمانہ کارنامے:** ...... حدیث میں ہے کہ "بنی اسرائیل" نے ایک دن میں تینتالیس نبی اور ایک سو ستر یا ایک سو بارہ صالحین کو شہید کیا۔ یہاں نصاریٰ نجران اور دوسرے کفار کو سنایا جا رہا ہے کہ احکامِ الٰہی سے منکر ہو کر انبیاء اور انصاف پسند ناصحین سے مقابلہ کرنا اور پرلے درجہ کی شقاوت وسنگ دلی سے اُن کے خون میں ہاتھ رنگنا معمولی چیز نہیں۔ ایسے لوگ سخت دردناک عذاب کے مستحق اور دونوں جہان کی کامیابی سے محروم ہیں۔ اُن کی محنت برباد اور اُن کی کوششیں اَکارت ہوں گی اور دنیا وآخرت میں جب سزا ملے گی تو کوئی بچانے والا اور مدد کرنے والا نہ ملے گا۔

فائدہ: [۳۳] ...... یعنی تھوڑا بہت حصہ تورات وانجیل وغیرہ کا جو اُن کی تحریفاتِ لفظی ومعنوی سے بچ بچا کر رہ گیا ہے۔ یا جو تھوڑا بہت حصہ

لہم کتاب کاملا۔

فَائِدَہ:[۳۴] علماء اہل کتاب کی ہٹ دھرمی:...... یعنی جب اُنہیں دعوت دی جاتی ہے کہ قرآن کریم کی طرف آؤ جو خود تمہاری تسلیم کردہ کتابوں کی بشارات کے موافق آیا اور تمہارے اختلافات کا ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے، تو اُن کے علماء کا ایک فریق تغافل برت کر منہ پھیر لیتا ہے۔ حالانکہ قرآن کی طرف دعوت فی الحقیقت تورات وانجیل کی طرف دعوت دینا ہے۔ بلکہ کچھ بعید نہیں کہ اس جگہ کتاب اللہ سے مراد تورات وانجیل ہی ہو۔ یعنی لو ہم تمہارے نزاعات کا فیصلہ تمہاری ہی کتاب پر چھوڑتے ہیں مگر غضب تو یہ ہے کہ وہ اپنی خواہشات اور پست اغراض کے سامنے خود اپنی کتاب کی ہدایات سے بھی منہ پھیر لیتے ہیں۔ نہ اس کی بشارات سنتے ہیں نہ احکام پر کان دھرتے ہیں۔ چنانچہ رجم زانی کے مسئلہ میں تورات کے حکم منصوص سے صریح روگردانی کی جیسا کہ آگے سورۂ مائدہ (آیت: ۴۴) میں آئے گا۔

فَائِدَہ:[۳۵] یہود کی شرارت اور شیطانی کا سبب:...... یعنی اُن کے تمرّد وطغیان اور گناہوں پر جری ہونے کا سبب یہ ہے کہ سزا کی طرف سے بے خوف ہیں، اُن کے بڑے جھوٹ بنا کر کہہ گئے کہ ہم میں اگر کوئی سخت گناہ گار بھی ہوگا تو گنتی کے چند روز سے زیادہ عذاب نہ پائے گا جیسا کہ سورہ ''بقرۃ'' (آیت: ۸۰) میں گزر چکا۔ اور اسی طرح کی بہت سی باتیں گھڑ رکھی ہیں مثلاً کہتے تھے کہ ہم تو اللہ کے چہیتے بیٹے ہیں یا انبیاء کی اولاد ہیں اور اللہ تعالیٰ یعقوب علیہ السلام سے وعدہ کر چکا ہے کہ اُن کی اولاد کو سزا نہ دے گا مگر یونہی برائے نام قسم کھانے کو، اور نصاریٰ نے تو کفارہ کا مسئلہ نکال کر گناہ ومعصیت کا سارا حساب ہی بے باق کر دیا۔ اللّٰھُمَّ أعذنا من شرور أنفسنا۔

فَائِدَہ:[۳۶]...... یعنی اس وقت پتہ چلے گا کہ کس اندھیرے میں پڑے ہوئے تھے۔ جب محشر میں تمام اوّلین وآخرین اور خود اپنے بزرگوں کے سامنے رسوا ہوں گے اور ہر عمل کا پورا پورا بدلہ ملے گا۔ نہ کفارہ کا مسئلہ یاد آئے گا، نہ نسبی تعلقات اور من گھڑت عقیدے کام دیں گے۔

فَائِدَہ:[۳۷]...... یعنی فرضی جرائم پر سزا نہ ہوگی، اُن کاموں پر ہوگی جن کا جرم ہونا خود تسلیم کریں گے اور جس قدر سزا کا استحقاق ہوگا، اُس سے زیادہ نہ دی جائے گی، نہ کسی کی ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی ضائع ہو سکے گی۔

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۚ

تو کہہ یا اللہ مالک سلطنت کے تو سلطنت دیوے جس کو چاہے اور سلطنت چھین لیوے جس سے چاہے

وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿٢٦﴾

اور عزت دیوے جس کو چاہے اور ذلیل کرے جس کو چاہے تیرے ہاتھ ہے سب خوبی بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے ۳۸

تُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِي الَّيْلِ ۡ وَتُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَتُخْرِجُ

تو داخل کرتا ہے رات کو دن میں اور داخل کرے دن کو رات میں ۳۹ اور تو نکالے زندہ مردہ سے اور نکالے

الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۡ وَتَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ﴿٢٧﴾ لَا يَتَّخِذِ الْمُؤْمِنُوْنَ الْكٰفِرِيْنَ

مردہ زندہ سے ۴۰ اور تو رزق دے جس کو چاہے بے شمار ۴۱ نہ بناویں مسلمان کافروں کو دوست

اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ فَلَيْسَ مِنَ اللّٰهِ فِيْ شَيْءٍ اِلَّآ اَنْ

مسلمانوں کو چھوڑ کر اور جو کوئی یہ کام کرے تو نہیں اس کو اللہ سے کوئی تعلق مگر اس حالت میں کہ کرنا

تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً ؕ وَيُحَذِّرُكُمُ اللّٰهُ نَفْسَهٗ ؕ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ﴿۲۸﴾

چاہو تم ان سے بچاؤ ۴۲ اور اللہ تم کو ڈراتا ہے اپنے سے اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ۴۳

فَائِدَة: [۳۸] حکومت لینا دینا اور عزت و ذلت سب اللہ کے ہاتھ میں ہے:...... جیسا کہ پہلے نقل کیا جا چکا ہے وفدِ نجران کے رئیس ابو حارثہ بن علقمہ نے کہا تھا کہ ہم محمد (ﷺ) پر ایمان لائیں تو روم کے بادشاہ جو ہماری عزت اور مالی خدمت کرتے ہیں سب بند کر لیں گے۔ شاید یہاں دعا و مناجات کے رنگ میں اُس کا جواب دیا کہ جن بادشاہوں کی سلطنت اور اُن کی دی ہوئی عزتوں پر تم مفتون [عاشق] ہو رہے ہو، تو خوب سمجھ لو کہ کل سلطنت و عزت کا اصلی مالک خداوند قدوس ہے، اُسی کے قبضۂ قدرت میں ہے جس کو چاہے دے اور جس سے چاہے سلب کر لے۔ کیا یہ امکان نہیں کہ روم و فارس کی سلطنتیں اور عزتیں چھین کر مسلمانوں کو دیدی جائیں، بلکہ وعدہ ہے کہ ضرور دی جائیں گی۔ آج مسلمانوں کی موجودہ بے سروسامانی اور دشمنوں کی طاقت کو دیکھتے ہوئے بیشک یہ چیز تمہاری سمجھ میں نہیں آسکتی۔ اسی لیے یہود و منافقین مذاق اُڑاتے تھے کہ قریش کے حملہ سے ڈر کر مدینہ کے گرد خندق کھودنے والے مسلمان قیصر و کسریٰ کے تاج و تخت پر قبضہ پانے کے خواب دیکھتے ہیں۔ مگر حق تعالیٰ نے چند ہی سال میں دکھلا دیا کہ روم و فارس کے جن خزانوں کی کنجیاں اُس نے اپنے پیغمبر کے ہاتھ میں دی تھیں، فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں وہ کس طرح مجاہدینِ اسلام کے درمیان تقسیم ہوئے۔ اصل یہ ہے کہ یہ مادی سلطنت و عزت کیا چیز ہے جب خداوندِ قادر و حکیم نے روحانی سلطنت و عزت کا آخری مقام (یعنی منصب نبوت و رسالت) بنی اسرائیل سے منتقل کر کے بنی اسمٰعیل میں پہنچا دیا تو روم و عجم کی ظاہری سلطنت کا عرب کے خانہ بدوشوں کی طرف منتقل کر دینا کیا مستبعد ہے۔ گویا یہ دعا ایک طرح کی پیشین گوئی تھی کہ عنقریب دنیا کی کایا پلٹ ہونے والی ہے۔ جو قوم دنیا سے الگ تھلگ پڑی تھی عزتوں اور سلطنتوں کی مالک ہوگی، اور جو بادشاہت کر رہے تھے، اُن کو اپنی بداعمالیوں کی بدولت پستی و ذلت کے غار میں گرایا جائے گا۔

تنبیہ:...... ﴿بِيَدِكَ الْخَيْرُ﴾ بیشک خدا کے ہاتھ میں ہر قسم کی خیر و خوبی ہے اور "شر" کا پیدا کرنا بھی اُس کے اعتبار سے خیر ہی ہے۔ کیونکہ مجموعۂ عالم کے اعتبار سے اس میں ہزار ہا حکمتیں پوشیدہ ہیں۔ فی الحدیث الصحیح: "الخَيْرُ كُلُّهٗ فِي يَدَيْكَ وَالشَّرُّ لَيْسَ إِلَيْكَ۔" [مسند أبي يعلى ۱/۲۶۹، حدیث عمران بن حصین]

فَائِدَة: [۳۹] ...... یعنی کبھی رات کو گھٹا کر دن کو بڑھا دیتا ہے، کبھی اس کا عکس کرتا ہے۔ مثلاً: ایک موسم میں چودہ گھنٹہ کی رات اور دس گھنٹہ کا دن ہے۔ چند ماہ بعد رات کے چار گھنٹہ کاٹ کر دن میں داخل کر دیے۔ اب رات دس گھنٹہ کی رہ گئی اور دن چودہ گھنٹہ کا ہو گیا۔ یہ سب اُلٹ پھیر تیرے ہاتھ میں ہیں۔ کیونکہ شمس و قمر وغیرہ تمام سیارات بدون تیرے ارادہ کے ذرا حرکت نہیں کر سکتے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ کبھی کے دن بڑے اور کبھی کی رات۔

فَائِدَة: [۴۰] ...... یعنی بیضہ کو مرغی سے، مرغی کو بیضہ سے، آدمی کو نطفہ سے، نطفہ کو آدمی سے، جاہل کو عالم سے، عالم کو جاہل سے، کامل کو ناقص سے، ناقص کو کامل سے نکالنا تیری ہی قدرت کا کام ہے۔

فَائِدَة: [۴۱] ...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "یہود جانتے تھے کہ پہلے جو بزرگی ہم میں تھی وہ ہی ہمیشہ رہے گی۔ اللہ کی قدرت سے غافل ہیں، جس کو چاہے عزیز کرے اور سلطنت دے اور جس سے چاہے چھین لے اور ذلیل کر دے اور جاہلوں میں کامل پیدا کرے۔ (جیسے عرب کے اُمیوں میں سے کیے) اور کاملوں میں سے جاہل (جیسے بنی اسرائیل میں ہوا) اور جس کو چاہے (حسّی و معنوی) رزق بے حساب دیوے۔

فَائِدَة:[۴۲] اللہ کے دشمنوں سے دوستی رکھنے کی ممانعت:...... یعنی جب حکومت وسلطنت، جاہ وعزت، اور ہرقسم کے تقلبات و تصرفات کی زمام اکیلے خداوند قدوس کے ہاتھ میں ہوئی۔ تو مسلمانوں کو جو صحیح معنی میں اس پر یقین رکھتے ہیں، شایان نہیں کہ اپنے اسلامی بھائیوں کی اخوت ودوستی پر اکتفا نہ کر کے خواہ مخواہ دشمنانِ خدا کی "والات ومدارات کی طرف قدم بڑھائیں، خدا اور رسول کے دشمن اُن کے دوست کبھی نہیں بن سکتے۔ جو اس خبط [پاگل پن] میں پڑے گا، سمجھو! کہ خدا کی محبت وموالات سے اُسے کچھ سروکار نہیں۔ ایک مسلمان کی سب اُمیدیں اور خوف صرف خداوند رب العزت سے وابستہ ہونے چاہئیں۔ اور اُس کے اعتماد ووثوق اور محبت ومناصرت کے مستحق وہ ہی لوگ ہیں جو حق تعالیٰ سے اسی قسم کا تعلق رکھتے ہوں۔ ہاں تدبیر وانتظام کے درجہ میں کفار کے ضررِ عظیم سے اپنے ضروری بچاؤ کے پہلو اور حفاظت کی صورتیں معقول ومشروع طریقہ پر اختیار کرنا، ترک موالات کے حکم سے اُسی طرح مستثنیٰ ہیں، جیسے سورۂ انفال میں ﴿وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗ﴾ سے ﴿مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ﴾ [الانفال:۱۶] کو مستثنیٰ کیا گیا ہے۔ جس طرح وہاں تحرّف وتحیّز کی حالت میں حقیقتاً فرار من الزحف نہیں ہوتا، محض صورتاً ہوتا ہے، یہاں بھی ﴿اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً﴾ کو حقیقت موالات نہیں، فقط صورت موالات سمجھنا چاہیے جس کو ہم مدارات کے نام سے موسوم کرتے ہیں اس مسئلہ کی مزید تفصیل سورۂ مائدہ کی آیت ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰٓى اَوْلِيَاۗءَ الاٰية﴾ [المائدة:۵۱] کے فوائد میں ملاحظہ کرلی جائے۔ اور بندہ کا مستقل رسالہ بھی اس موضوع پر چھپا ہوا ہے جو حضرة الاستاذ (مترجم محقق) قدس اللہ سرہٗ کے ایماء پر لکھا گیا تھا۔ فلیراجع۔

فَائِدَة:[۴۳]...... یعنی مومن کے دل میں اصلی ڈر خدا کا ہونا چاہیے۔ کوئی ایسی بات نہ کرے جو اُس کی ناراضی کا سبب ہو، مثلاً جماعتِ اسلام سے تجاوز کر کے بے ضرورت کفار کے ساتھ ظاہری یا باطنی موالات کرے یا ضرورت کے وقت صورت موالات اختیار کرنے میں حدودِ شرع سے گذر جائے۔ یا محض موہوم وحقیر خطرات کو یقینی اور اہم خطرات ثابت کرنے لگے۔ اور اسی قسم کی مستثنیات یا شرعی رخصتوں کو ہوائے نفس کی پیروی کا حیلہ بنالے۔ اُسے یاد رکھنا چاہیے کہ سب کو خداوند قدوس کی عدالتِ عالیہ میں حاضر ہونا ہے، وہاں جھوٹے حیلے حوالے کچھ پیش نہ جائیں گے۔ مومن قوی کی شان تو یہ ہونی چاہیے کہ رخصت سے گذر کر عزیمت پر عمل پیرا ہو اور مخلوق سے زیادہ خالق سے خوف کھائے۔

قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْ تُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

تو کہہ اگر تم چھپاؤ گے اپنے جی کی بات یا اسے ظاہر کرو گے جانتا ہے اُس کو اللہ ۴۴ اور اس کو معلوم ہے جو کچھ

الْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۲۹ يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ

کہ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ۴۵ جس دن موجود پاوے گا ہر شخص جو کچھ کہ کی ہے

مُّحْضَرًا ۚۖ وَّمَا عَمِلَتْ مِنْ سُوْۗءٍ ۚ تَوَدُّ لَوْ اَنَّ بَيْنَهَا وَبَيْنَهٗٓ اَمَدًۢا بَعِيْدًا ۭ وَيُحَذِّرُكُمُ

اس نے نیکی اپنے سامنے اور جو کچھ کہ کی ہے اس نے برائی آرزو کرے گا کہ مجھ میں اور اس میں فرق پڑ جاوے دور کا ۴۶ اور اللہ

اللّٰهُ نَفْسَهٗ ۭ وَاللّٰهُ رَءُوْفٌۢ بِالْعِبَادِ ۝۳۰ قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ

ڈراتا ہے تم کو اپنے سے اور اللہ بہت مہربان ہے بندوں پر ۴۷ تو کہہ اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی تو میری راہ چلو تاکہ

معانقہ ۲ ع ۱۰

يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ﴿۳۱﴾ قُلۡ اَطِيۡعُوا اللّٰهَ

محبت کرے تم سے اللہ اور بخشے گناہ تمہارے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۴۸ تو کہہ حکم مانو اللہ کا

وَالرَّسُوۡلَ ۚ فَاِنۡ تَوَلَّوۡا فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّ اللّٰهَ اصۡطَفٰٓى اٰدَمَ وَنُوۡحًا

اور رسول کا پھر اگر اعراض کریں تو اللہ کو محبت نہیں ہے کافروں سے ف۴۹ بے شک اللہ نے پسند کیا آدم کو اور نوح کو

وَّاٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ وَاٰلَ عِمۡرٰنَ عَلَى الۡعٰلَمِيۡنَ ۙ﴿۳۳﴾

اور ابراہیم کے گھر کو اور عمران کے گھر کو ف۵۰ سارے جہان سے۔

فَائِدَة:[۴۴]...... یعنی ممکن ہے آدمی اپنی نیت اور دل کی بات آدمیوں سے چھپالے لیکن وہ اس طرح خدا کو فریب نہیں دے سکتا ﴿وَاللّٰهُ يَعۡلَمُ الۡمُفۡسِدَ مِنَ الۡمُصۡلِحِ﴾ [البقرة:۲۲۰]

فَائِدَة:[۴۵]...... جب علم اس قدر محیط اور قدرت ایسی عام و تام ہے تو مجرم کے لیے اخفاء جرم یا سزا سے بچ کر بھاگ جانے کی کوئی صورت نہیں۔

فَائِدَة:[۴۶]...... یعنی قیامت کے دن ہر نیکی بدی، آدمی کے سامنے حاضر ہوگی۔ عمر بھر کا اعمال نامہ ہاتھ میں پکڑا دیا جائے گا۔ اُس وقت مجرمین آرزو کریں گے کہ کاش! یہ دن ہم سے دور ہی رہتا۔ یا ہم میں اور اُن بُرے اعمال میں بڑی دور کا فاصلہ ہوتا کہ ان کے قریب بھی نہ جاتے۔

فَائِدَة:[۴۷]...... یہ بھی اُس کی مہربانی ہے کہ تم کو اُس خوفناک دن کے آنے سے پہلے ڈراتا اور آگاہ کرتا ہے۔ تاکہ بُرائی کے طریقے خصوصاً موالاتِ کفار ترک کر کے اور بھلائی کے راستہ پر چل کر اپنے کو خداوند قہار کے غصہ سے بچالینے کا قبل از وقت انتظام کر رکھو۔ قرآن کریم کا یہ خاص طرز ہے کہ عموماً خوف کے ساتھ رجاء اور رجاء کے ساتھ خوف کا مضمون سناتا ہے۔ یہاں بھی مضامینِ ترہیب کو معتدل بنانے کے لیے اخیر میں ﴿وَاللّٰهُ رَءُوۡفٌ بِالۡعِبَادِ﴾ فرمادیا۔ یعنی خدا سے ڈر کر اگر بُرائی چھوڑ دو گے تو اس کی مہربانی پھر تمہارا استقبال کرنے کو تیار ہے، ناامید ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ آؤ! تم کو ایسا دروازہ بتائیں جس سے داخل ہو کر مغفرت و رحمت کے پورے مستحق بلکہ خدا تعالیٰ کے محبوب بن سکتے ہو: ﴿قُلۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ تُحِبُّوۡنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوۡنِىۡ يُحۡبِبۡكُمُ اللّٰهُ وَيَغۡفِرۡ لَكُمۡ ذُنُوۡبَكُمۡ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ﴾ [آل عمران:۳۱]

فَائِدَة:[۴۸] محبتِ خداوندی کا معیار:...... دشمنانِ خدا کی موالات و محبت سے منع کرنے کے بعد خدا سے محبت کرنے کا معیار بتلاتے ہیں۔ یعنی اگر دنیا میں آج کسی شخص کو اپنے مالکِ حقیقی کی محبت کا دعویٰ یا خیال ہو تو لازم ہے کہ اُس کو اتباعِ محمدی کی کسوٹی پر کس کر دیکھ لے، سب کھرا کھوٹا معلوم ہو جائے گا۔ جو شخص جس قدر حبیبِ خدا محمد رسول اللہ ﷺ کی راہ چلتا اور آپ کی لائی ہوئی روشنی کو مشعلِ راہ بناتا ہے اُسی قدر سمجھنا چاہیے کہ خدا کی محبت کے دعوے میں سچا اور کھرا ہے۔ اور جتنا اس دعوے میں سچا ہوگا اُتنا ہی حضور کی پیروی میں مضبوط و مستعد پایا جائیگا۔ جس کا پھل یہ ملے گا کہ حق تعالیٰ اُس سے محبت کرنے لگے گا اور اللہ کی محبت۔ اور حضور ﷺ کے اتباع کی برکت سے پچھلے گناہ معاف ہو جائیں گے اور آئندہ طرح طرح کی ظاہری و باطنی مہربانیاں مبذول ہوں گی۔ گویا توحید وغیرہ کے بیان سے فارغ ہو کر یہاں سے نبوت کا بیان شروع کیا گیا اور پیغمبر آخر الزمان کی اطاعت کی دعوت دی گئی۔

فَائِدَة:[۴۹] اللہ کے محبوب ہونے کا معیار:...... یہود و نصاریٰ کہتے تھے: ﴿نَحۡنُ اَبۡنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ﴾ [المائدة:۱۸] (ہم خدا کے بیٹے اور محبوب ہیں) یہاں بتلا دیا گیا کہ کافر کبھی خدا کا محبوب نہیں ہو سکتا۔ اگر واقعی محبوب بننا چاہتے ہو تو اُس کے احکام کی تعمیل کرو، پیغمبر کا

کہا مانو اور خدا کے سب سے بڑے محبوب کے نقشِ قدم پر چلے آؤ۔ وفدِ نجران نے یہ بھی کہا تھا کہ ہم مسیح کی تعظیم و عبادت، اللہ کی محبت و تعظیم کے لیے کرتے ہیں، اُس کا بھی جواب ہوگیا۔ آگے خدا تعالیٰ کے چند محب و محبوب بندوں کا حال سنایا گیا اور وفدِ نجران کی رعایت سے حضرت مسیح علیہ السلام کی سوانح زیادہ شرح و بسط کے ساتھ بیان کی گئی ہے۔ جو تمہید ہے خاتم الانبیاء ﷺ کے ذکرِ مبارک کی جیسا کہ آگے چل کر معلوم ہوگا۔

فائدہ: [۵۰] آیت میں عمران سے مراد:...... "عمران" دو ہیں ایک حضرت موسیٰ علیہ السلام کے والد، دوسرے حضرت مریم رضی اللہ عنہا کے والد، اکثر سلف و خلف نے یہاں عمران ثانی مراد لیا ہے کیونکہ آگے ﴿اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ﴾ الآیۃ سے اسی دوسرے عمران کے گھرانے کا قصہ بیان ہوا ہے۔ اور غالباً سورت کا نام "آل عمران" اسی بنا پر ہوا کہ اس میں عمران ثانی کے گھرانے (یعنی حضرت مریم رضی اللہ عنہا و مسیح علیہ السلام) کا واقعہ بہت بسط و تفصیل سے ذکر کیا گیا ہے۔

ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ ۗ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۳۴﴾ اِذْ قَالَتِ امْرَاَتُ عِمْرٰنَ

جو اولاد تھے ایک دوسرے کی ف۵۱ اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ف۵۲ جب کہا عمران کی عورت نے کہ

رَبِّ اِنِّيْ نَذَرْتُ لَكَ مَا فِيْ بَطْنِيْ مُحَرَّرًا فَتَقَبَّلْ مِنِّيْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِيْعُ

اے رب میں نے نذر کیا تیرے جو کچھ میرے پیٹ میں ہے سب سے آزاد رکھ کر سو تو مجھ سے قبول کر بے شک تو ہی ہے اصل سننے والا

الْعَلِيْمُ ﴿۳۵﴾ فَلَمَّا وَضَعَتْهَا قَالَتْ رَبِّ اِنِّيْ وَضَعْتُهَآ اُنْثٰى ۗ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا

جاننے والا ف۵۳ پھر جب اُس کو جنا بولی اے رب میں نے تو اس کو لڑکی جنی ف۵۴ اور اللہ کو خوب معلوم ہے

وَضَعَتْ ۗ وَلَيْسَ الذَّكَرُ كَالْاُنْثٰى ۚ وَاِنِّيْ سَمَّيْتُهَا مَرْيَمَ وَاِنِّيْٓ اُعِيْذُهَا بِكَ

جو کچھ اس نے جنا اور بیٹا نہ ہو جیسی وہ بیٹی ف۵۵ اور میں نے اس کا نام رکھا مریم اور میں تیری پناہ میں دیتی ہوں اس کو

وَذُرِّيَّتَهَا مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ ﴿۳۶﴾

اور اس کی اولاد کو شیطان مردود سے ف۵۶

فائدہ: [۵۱] تمام مخلوقات میں بنی آدم کی فضیلت:...... خدا کی مخلوقات میں زمین، آسمان، چاند، سورج، ستارے، فرشتے، جن، شجر، حجر سب ہی شامل تھے۔ مگر اس نے اپنے علمِ محیط اور حکمتِ بالغہ سے ملکاتِ روحانیہ اور کمالاتِ جسمانیہ کا جو مجموعہ ابوالبشر آدم علیہ السلام میں ودیعت کیا وہ مخلوقات میں سے کسی کو نہ دیا۔ بلکہ آدم علیہ السلام کو مسجودِ ملائکہ بنا کر ظاہر فرما دیا کہ آدم کا اعزاز و اکرام اس کی بارگاہ میں ہر مخلوق سے زیادہ ہے۔ آدم کا یہ انتخابی اور اصطفائی فضل و شرف جسے ہم "نبوت" سے تعبیر کرتے ہیں کچھ اُن کی شخصیت پر محدود و مقصور نہ تھا، بلکہ منتقل ہو کر ان کی اولاد میں نوح علیہ السلام کو ملا۔ پھر منتقل ہوتا ہوا نوح کی اولاد حضرت ابراہیم علیہ السلام تک پہنچا۔ یہاں سے ایک نئی صورت پیدا ہوگئی۔ آدم و نوح علیہما السلام کے بعد جتنے انسان دنیا میں آباد رہے تھے وہ سب اِن دونوں کی نسل سے تھے۔ کوئی خاندان ان دونوں کی ذریت سے باہر نہ تھا۔ برخلاف اس کے ابراہیم علیہ السلام کے بعد ان کی نسل کے علاوہ دنیا میں دوسرے بہت خاندان موجود رہے۔ لیکن جس خدا نے اپنی بے شمار مخلوقات میں سے منصبِ نبوت کے لیے آدم کا انتخاب کیا تھا اسی کے علمِ محیط اور اختیارِ کامل نے آئندہ کے لیے ہزاروں گھرانوں میں

سے اس منصب جلیل کے واسطے ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے کو مخصوص فرما دیا۔ جس قدر انبیاء و رسل ابراہیم کے بعد آئے اُن ہی کے دو صاحبزادوں اسحٰق و اسمٰعیل علیہما السلام کی نسل سے آئے۔ چونکہ عموماً نسب کا سلسلہ باپ کی طرف سے چلتا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام بن باپ کے پیدا ہوئے تھے اس لحاظ سے وہم ہو سکتا تھا کہ ان کو نسلِ ابراہیمی سے مستثنیٰ کرنا پڑے گا۔ اس لیے حق تعالیٰ نے ''آلِ عمران'' اور ﴿ذُرِّيَّةً بَعْضُهَا مِنْ بَعْضٍ﴾ فرما کر متنبہ کر دیا کہ حضرت مسیح علیہ السلام جب صرف ماں سے پیدا ہوئے تو اُن کا سلسلۂ نسب بھی ماں ہی کی طرف سے لیا جائے گا، نہ کہ معاذ اللہ خدا کی طرف سے۔ اور ظاہر ہے کہ ان کی والدہ مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کے باپ عمران کا سلسلہ آخر حضرت ابراہیم علیہ السلام پر منتہی ہوتا ہے تو آلِ عمران، آلِ ابراہیم کی ایک شاخ ہوئی اور کوئی پیغمبر خاندان ابراہیمی سے باہر نہ ہوا۔

فَائِدَۃ:[۵۲]...... سب کی دعاؤں اور باتوں کو سنتا اور سب کے ظاہری و باطنی احوال و استعداد کو جانتا ہے۔ لہٰذا یہ وہم نہ کرنا چاہیے کہ یوں ہی کَیْفَ مَا اتَّفَقَ [بغیر سوچے سمجھے] انتخاب کر لیا ہوگا۔ وہاں کا ہر کام پورے علم و حکمت پر مبنی ہے۔

فَائِدَۃ:[۵۳] عمران کی زوجہ کی منت:...... عمران کی عورت کا نام ہے ''حنہ بنت فاقوذا'' اس نے اپنے زمانہ کے رواج کے موافق منت مانی تھی کہ خداوندا! جو بچہ میرے پیٹ میں ہے میں اُسے ''مُحَرَّر'' (تیرے نام پر آزاد) کرتی ہوں۔ اس کا مطلب یہ تھا کہ وہ تمام دنیوی مشاغل اور قیدِ نکاح وغیرہ سے آزاد رہ کر ہمیشہ خدا کی عبادت اور کلیسا کی خدمت میں لگا رہے گا۔ اے اللہ! تو اپنی مہربانی سے میری نذر قبول فرما۔ تو میری عرض کو سنتا اور میری نیت و اخلاص کو جانتا ہے۔ گویا لطیف طرز میں استدعا ہوئی کہ لڑکا پیدا ہو، کیونکہ لڑکیاں اس خدمت کے لیے قبول نہیں کی جاتی تھیں۔

فَائِدَۃ:[۵۴]...... یہ حسرت و افسوس سے کہا، کیونکہ خلافِ توقع پیش آیا۔ اور لڑکی قبول کرنے کا دستور نہ تھا۔

فَائِدَۃ:[۵۵]...... یہ درمیان میں بطور جملۂ معترضہ حق تعالیٰ کا کلام ہے۔ یعنی اُسے معلوم نہیں کیا چیز جنی۔ اس لڑکی کی قدر و قیمت کو خدا ہی جانتا ہے جس طرح کے بیٹے کی اُسے خواہش تھی وہ اس بیٹی کو کہاں پہنچ سکتا تھا۔ یہ بیٹی بذاتِ خود مبارک و مسعود ہے اور اس کے وجود میں ایک عظیم الشان مبارک و مسعود بیٹے کا وجود مُنطوی [لپٹا ہوا] ہے۔

فَائِدَۃ:[۵۶] حضرت مریم و عیسیٰ کی خصوصی حفاظت شیطان کے مس سے:...... حق تعالیٰ نے یہ دعا قبول فرمائی۔ حدیث میں ہے کہ آدمی کے بچہ کو ولادت کے وقت جب ماں سے جدا ہو کر زمین پر آ رہتا ہے، شیطان مس کرتا ہے۔ مگر عیسیٰ علیہ السلام اور مریم رضی اللہ عنہا مستثنیٰ ہیں۔ اس کا مطلب دوسری احادیث کے ملانے سے یہ ہوا کہ بچہ اصل فطرتِ صحیحہ پر پیدا کیا جاتا ہے جس کا ظہور بڑے ہو کر عقل و تمیز آنے کے بعد ہوگا۔ لیکن گرد و پیش کے حالات اور خارجی اثرات کے سامنے بسا اوقات اصل فطرت دب جاتی ہے جس کو حدیث میں ''فَأَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهِ أَوْ يُنَصِّرَانِهِ'' [مصنف عبدالرزاق ۱۱/۱۱۹، حدیث نمبر ۲۰۰۸۷] سے تعبیر کیا ہے پھر جس طرح ایمان و طاعت کا بیج اُس کے جوہرِ فطرت میں غیر مرئی طور پر رکھ دیا گیا۔ حالانکہ اُس وقت اُس کو ایمان تو کیا، موٹی موٹی محسوسات کا ادراک و شعور بھی نہیں تھا۔ اسی طرح خارجی اثر اندازی کی ابتداء بھی ولادت کے بعد ایک قسم کے مسِ شیطانی سے غیر محسوس طور پر ہو گئی۔ یہ ضروری نہیں کہ ہر شخص اس مسِ شیطانی کا اثر قبول کرے یا قبول کر لے تو آئندہ چل کر وہ برابر باقی رہے۔ تمام انبیاء علیہم السلام کی عصمت کا تکفل چونکہ حق تعالیٰ نے کیا ہے اس لیے اگر فرض کرو ابتدائے ولادت میں یہ صورت اُن کو پیش آئی ہو اور مریم و عیسیٰ کی طرح اس ضابطہ سے مستثنیٰ نہ ہوں تو اس میں پھر بھی کوئی شبہ نہیں کہ ان مقدس و معصوم بندوں پر شیطان کی اس حرکت کا کوئی مضر اثر قطعاً نہیں پڑ سکتا۔ فرق صرف اتنا ہوگا کہ مریم و عیسیٰ کو کسی مصلحت سے یہ صورت سرے سے پیش ہی نہ آئی ہو۔ اور وں کو پیش آئی مگر کوئی اثر نہ ہوا۔ اس قسم کے جزئی امتیازات فضیلتِ کلی ثابت کرنے کا موجب نہیں ہو سکتے۔ حدیث میں ہے کہ دو بچیاں کچھ اشعار گا رہی تھیں۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اُدھر سے منہ پھیر لیا۔ ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے مگر لڑکیاں بدستور

مشغول رہیں، اُس کے بعد حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ آئے۔ لڑکیاں اُٹھ کر بھاگ گئیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "عمر جس راستہ پر چلتا ہے شیطان وہ رستہ چھوڑ کر بھاگ جاتا ہے۔" کیا اس سے کوئی خوش فہم یہ مطلب لے سکتا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے سے افضل ثابت کر رہے ہیں۔ ہاں ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا مسِ شیطان کی حدیث کو آیتِ ہذا کی تفسیر بنانا بظاہر چسپاں نہیں ہوتا۔ اِلّا یہ کہ آیت ﴿وَاِنِّیْٓ اُعِیْذُھَا بِكَ﴾ الآیۃ میں واوِ عطف کو ترتیب کے لیے نہ سمجھا جائے۔ یا حدیث میں استثناء سے صرف مسیح کے مریم سے پیدا ہونے کا واقعہ مراد ہو۔ مریم و مسیح الگ الگ مراد نہ ہوں۔ چنانچہ بخاری کی ایک روایت میں صرف حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ واللہ اعلم!

فَتَقَبَّلَهَا رَبُّهَا بِقَبُوْلٍ حَسَنٍ وَّاَنْۢبَتَهَا نَبَاتًا حَسَنًا ۙ وَّكَفَّلَهَا زَكَرِيَّا ۚ كُلَّمَا

پھر قبول کیا اس کو اس کے رب نے اچھی طرح کا قبول اور بڑھایا اس کو اچھی طرح بڑھانا اور سپرد کی زکریا کو ف۵۷ جس

دَخَلَ عَلَيْهَا زَكَرِيَّا الْمِحْرَابَ ۙ وَجَدَ عِنْدَهَا رِزْقًا ۚ قَالَ يٰمَرْيَمُ اَنّٰى لَكِ هٰذَا ۭ

وقت آتے اس کے پاس زکریا حجرے میں پاتے اُس کے پاس کچھ کھانا ف۵۸ کہا اے مریم کہاں سے آیا تیرے پاس یہ

قَالَتْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝۳۷ هُنَالِكَ دَعَا

کہنے لگی یہ اللہ کے پاس سے آتا ہے اللہ رزق دیتا ہے جس کو چاہے بے قیاس ف۵۹ وہیں دعا کی زکریا نے

زَكَرِيَّا رَبَّهٗ ۚ قَالَ رَبِّ هَبْ لِيْ مِنْ لَّدُنْكَ ذُرِّيَّةً طَيِّبَةً ۚ اِنَّكَ سَمِيْعُ

اپنے رب سے کہا اے رب میرے عطا کر مجھ کو اپنے پاس سے اولاد پاکیزہ بے شک تو سننے والا

الدُّعَاۗءِ ۝۳۸ فَنَادَتْهُ الْمَلٰۗىِٕكَةُ وَھُوَ قَاۗىِٕمٌ يُّصَلِّيْ فِي الْمِحْرَابِ ۙ اَنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكَ

ہے دعا کو ف۶۰ پھر اس کو آواز دی فرشتوں نے جب وہ کھڑے تھے نماز میں حجرے کے اندر کہ اللہ تجھ کو خوشخبری دیتا ہے

بِيَحْيٰى مُصَدِّقًۢا بِكَلِمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَسَيِّدًا وَّحَصُوْرًا وَّنَبِيًّا مِّنَ

یحییٰ کی ف۶۱ جو گواہی دیگا اللہ کے ایک حکم کی ف۶۲ اور سردار ہوگا اور عورت کے پاس نہ جائے گا ف۶۳ اور نبی ہوگا

الصّٰلِحِيْنَ ۝۳۹ قَالَ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِيْ غُلٰمٌ وَّقَدْ بَلَغَنِىَ الْكِبَرُ وَامْرَاَتِيْ

صالحین سے ف۶۴ کہا اے رب کہاں سے ہوگا میرے لڑکا اور پہنچ چکا مجھ کو بڑھاپا

عَاقِرٌ ۭ قَالَ كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَاۗءُ ۝۴۰ قَالَ رَبِّ اجْعَلْ لِّيْٓ اٰيَةً ۭ قَالَ

اور عورت میری بانجھ ہے فرمایا اسی طرح اللہ کرتا ہے جو چاہے ف۶۵ کہا اے رب مقرر کر میرے لئے کچھ نشانی ف۶۶ فرمایا

اٰيَتُكَ اَلَّا تُكَلِّمَ النَّاسَ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ اِلَّا رَمْزًا ۭ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ كَثِيْرًا

نشانی تیرے لئے یہ ہے کہ نہ بات کرے گا تو لوگوں سے تین دن مگر اشارہ سے ف۶۷ اور یاد کر اپنے رب

وَّسَبِّحۡ بِالۡعَشِیِّ وَالۡاِبۡكَارِ ۝۴۱

کو بہت اور تسبیح کر شام اور صبح ۶۸

فائدہ:[۵۷] حضرت مریم کی کفالت کی صورت:...... یعنی گو لڑکی تھی مگر حق تعالیٰ نے لڑکے سے بڑھ کر اسے قبول فرمایا۔ بیت المقدس کے مجاورین کے دلوں میں ڈال دیا کہ عام دستور کے خلاف لڑکی کو قبول کر لیں۔ اور ویسے بھی مریم رضی اللہ عنہا کو قبول صورت بنایا اور اپنے مقبول بندہ زکریا علیہ السلام کی کفالت میں دیا اور اپنی بارگاہ میں حسنِ قبول سے سرفراز کیا۔ جسمانی، روحانی، علمی، اخلاقی ہر حیثیت سے غیر معمولی طور پر بڑھایا۔ جب مجاورین میں اس کی پرورش کے متعلق اختلاف ہوا تو قرعۂ انتخاب حضرت زکریا کے نام نکال دیا۔ تاکہ لڑکی اپنی خالہ کی آغوشِ شفقت میں تربیت پائے اور زکریا کے علم و دیانت سے مستفید ہو۔ زکریا نے پوری مراعات اور جدوجہد کی۔ جب مریم رضی اللہ عنہا سیانی ہوئیں تو مسجد کے پاس ان کے لیے ایک حجرہ مخصوص کر دیا۔ مریم رضی اللہ عنہا دن بھر وہاں عبادت وغیرہ میں مشغول رہتی اور رات اپنی خالہ کے گھر گزارتی۔

فائدہ:[۵۸] حضرت مریمؑ کی کرامات:...... اکثر سلف کے نزدیک ''رزق'' سے مراد ظاہری کھانا ہے۔ کہتے ہیں مریم رضی اللہ عنہا کے پاس بے موسم میوے آتے، گرمی کے پھل سردی میں، سردی کے گرمی میں۔ اور مجاہد رحمۃ اللہ علیہ سے ایک روایت ہے کہ ''رزق'' سے مراد علمی صحیفے ہیں جن کو روحانی غذا کہنا چاہیے۔ بہرحال اب کھلم کھلا مریم رضی اللہ عنہا کی برکات و کرامات اور غیر معمولی نشانات ظاہر ہونے شروع ہوئے جن کا بار بار مشاہدہ ہونے پر زکریا علیہ السلام سے نہ رہا گیا اور از راہِ تعجب سے پوچھنے لگے کہ مریم! یہ چیزیں تم کو کہاں سے پہنچتی ہیں؟

فائدہ:[۵۹]...... یعنی خدا کی قدرت ایسی طرح مجھ کو یہ چیزیں پہنچاتی ہے جو قیاس و گمان سے باہر ہے۔

فائدہ:[۶۰] حضرت زکریا کی اولاد کے لئے دعا:...... حضرت زکریا بالکل بوڑھے ہو چکے تھے، اُن کی بیوی بانجھ تھی، اولاد کی کوئی ظاہری امید نہ تھی۔ مریم رضی اللہ عنہا کی نیکی و برکت اور یہ غیر معمولی خوارق [کرامتیں] دیکھ کر دفعۃً قلب میں ایک جوش اُٹھا اور فوری تحریک ہوئی کہ میں بھی اولاد کی دعا کروں۔ امید ہے مجھے بھی بے موسم میوہ مل جائے۔ یعنی بڑھاپے میں اولاد مرحمت ہو۔

فائدہ:[۶۱]...... دعا قبول ہوئی، بشارت ملی کہ لڑکا ہوگا، جس کا نام یحییٰ رکھا گیا۔

فائدہ:[۶۲]...... ایک حکم سے یہاں حضرت مسیح علیہ السلام مراد ہیں جو خدا کے حکم سے بدون باپ کے پیدا ہوئے۔ حضرت یحییٰ علیہ السلام لوگوں کو پہلے سے خبر دیتے تھے کہ مسیح علیہ السلام پیدا ہونے والے ہیں۔

فائدہ:[۶۳] حضرت یحییٰ کی مخصوص صفت:...... یعنی لذات و شہوات سے بہت زیادہ رُکنے والا ہوگا، اللہ کی عبادت میں اس قدر مشغول رہے گا کہ عورت کی طرف التفات کرنے کی نوبت نہ آئے گی۔ یہ حضرت یحییٰ علیہ السلام کا مخصوص حال تھا، جس سے اُمتِ محمدیہ کے لیے کوئی ضابطہ نہیں بن سکتا۔ ہمارے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کا اعلیٰ امتیاز یہ ہے کہ کمالِ معاشرت کے ساتھ کمالِ عبادت کو جمع فرمایا۔

فائدہ:[۶۴]...... یعنی صلاح و رشد کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہوگا جسے نبوّت کہتے ہیں یا ''صالح'' کے معنی ''شائستہ'' کے لیے جائیں یعنی نہایت شائستہ ہوگا۔

فائدہ:[۶۵] اللہ کی قدرت اسباب پر حاوی ہے:...... یعنی اُس کی قدرت و مشیت سلسلۂ اسباب کی پابند نہیں۔ گو اس عالم میں اُس کی عادت یہی ہے کہ اسبابِ عادیہ سے مسبّبات کو پیدا کرے لیکن کبھی کبھی اسبابِ عادیہ کے خلاف غیر معمولی طریقہ سے کسی چیز کا پیدا کر دینا بھی اس کی خاص عادت ہے۔ اصل یہ ہے کہ مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کے پاس خارقِ عادت طریقہ سے رزق کا پہنچنا اور بہت سے غیر معمولی

واقعات کا ظہور پذیر ہونا، یہ دیکھ کر مریم کے حجرہ میں بیساختہ حضرت زکریا علیہ السلام کا دعا مانگنا پھر ان کو اور ان کی بانجھ عورت کو بڑھاپے میں غیر معتاد طور پر اولاد ملنا، ان سب نشانات کو قدرت کی طرف سے اُس عظیم الشان آیت الٰہیہ کی تمہید سمجھنا چاہیے جو مریم کے وجود سے بدون قربان زوج مستقبل قریب میں ظاہر ہونے والی تھی۔ گویا حضرت یحییٰ علیہ السلام کی غیر معتاد ولادت پر ﴿كَذٰلِكَ اللّٰهُ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ﴾ فرمانا تمہید تھی ﴿كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ﴾ کی جو آگے حضرت مسیح علیہ السلام کی غیر معتاد ولادت کے سلسلہ میں آیا چاہتا ہے۔

فائدہ: [٦٦]...... جس سے معلوم ہو جائے کہ اب حمل قرار پا گیا ہے تا کہ قرب ولادت کے آثار دیکھ کر مسرت تازہ حاصل ہو، اور شکرِ نعمت میں بیش از بیش مشغول رہوں۔

فائدہ: [٦٧] **حمل ٹھہرنے کے لئے مخصوص علامت:** ...... یعنی جب تجھ کو یہ حالت پیش آئے کہ تین دن رات لوگوں سے بجز اشارہ کے کوئی کلام نہ کر سکے اور تیری زبان خالص ذکر الٰہی کے لیے وقف ہو جائے تو سمجھ لینا کہ اب استقرار حمل ہو گیا۔ سبحان اللہ! نشانی بھی ایسی مقرر کی کہ نشانی کی نشانی ہو اور اطلاع پانے سے جو غرض تھی (شکرِ نعمت) وہ علیٰ وجہ الکمال حاصل ہو جائے۔ گویا خدا کے ذکر و شکر کے سوا چاہیں بھی تو زبان سے دوسری بات نہ کر سکیں۔

فائدہ: [٦٨]...... یعنی اُس وقت خدا کو بہت کثرت سے یاد کرنا اور صبح و شام تسبیح و تہلیل میں لگے رہنا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آدمیوں سے کلام نہ کر سکنا گو اضطراری تھا تا کہ اُن دنوں میں محض ذکر و شکر کے لیے فارغ کر دیے جائیں، لیکن خود ذکر و فکر میں مشغول رہنا اضطراری نہ تھا۔ اسی لیے اس کا امر فرمایا گیا۔

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى

اور جب فرشتے بولے اے مریم اللہ نے تجھ کو پسند کیا اور ستھرا بنایا اور پسند کیا تجھ کو

نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٤٢﴾ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ﴿٤٣﴾ ذٰلِكَ

سب جہان کی عورتوں پر ٦٩ اے مریم بندگی کر اپنے رب کی اور سجدہ کر ٧٠ اور رکوع کر ساتھ رکوع کرنے والوں کے ٧١ یہ خبریں

مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ

غیب کی ہیں جو ہم بھیجتے ہیں تجھ کو ٧٢ اور تو نہ تھا ان کے پاس جب ڈالنے لگے اپنے قلم کہ کون پرورش میں

اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۪ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ﴿٤٤﴾ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ

لے مریم کو اور تو نہ تھا ان کے پاس جب وہ جھگڑتے تھے ٧٣ جب کہا فرشتوں نے اے

يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا

مریم اللہ تجھ کو بشارت دیتا ہے ایک اپنے حکم کی جس کا نام مسیح ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا مرتبہ والا دنیا میں

فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا

اور آخرت میں اور اللہ کے مقربوں میں ٧٤ اور باتیں کرے گا لوگوں سے جب کہ ماں کی گود میں ہو گا اور جب کہ پوری عمر کا ہو گا اور

وَّمِنَ الصّٰلِحِیْنَ﴿۴۶﴾ قَالَتْ رَبِّ اَنّٰی یَکُوْنُ لِیْ وَلَدٌ وَّلَمْ یَمْسَسْنِیْ بَشَرٌ ؕ

نیک بختوں میں ہے ۶۹ بولی اے رب کہاں سے ہو گا میرے لڑکا اور مجھ کو ہاتھ نہیں لگایا کسی آدمی نے ۷۰

قَالَ کَذٰلِکِ اللّٰہُ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ

فرمایا اسی طرح اللہ پیدا کرتا ہے جو چاہے جب ارادہ کرتا ہے کسی کام کا تو یہی کہتا ہے اس کو کہ ہو جا سو وہ

فَیَکُوْنُ﴿۴۷﴾ وَیُعَلِّمُہُ الْکِتٰبَ وَالْحِکْمَۃَ وَالتَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ﴿۴۸﴾ۚ

ہو جاتا ہے ۷۱ اور سکھا دے گا اس کو کتاب اور تہ کی باتیں اور توراۃ اور انجیل ۷۲

فائدہ:[۶۹] حضرت مریم کی فضیلت:...... حضرت زکریا و یحییٰ علیہما السلام کا قصہ جو ضمنی مناسبات سے درمیان میں آ گیا تھا اور جس میں اصطفاء آلِ عمران کی تاکید اور حضرت مسیح علیہ السلام کے قصہ کی تمہید تھی، یہاں ختم کر کے پھر مریم و مسیح کے واقعات کی طرف کلام منتقل کیا گیا ہے۔ چنانچہ مسیح سے پہلے اُن کی والدہ کا فضل و شرف ذکر فرماتے ہیں۔ یعنی فرشتوں نے مریم رضی اللہ عنہا سے کہا کہ اللہ نے تجھے پہلے دن سے چھانٹ لیا کہ باوجود لڑکی ہونے کے اپنی نیاز میں قبول کیا۔ طرح طرح کے احوالِ رفیعہ اور کرامات سنیہ عنایت فرمائیں۔ ستھرے اخلاق، پاک طبیعت اور ظاہری و باطنی نزاہت عطا فرما کر اپنی مسجد کی خدمت کے لائق بنایا اور جہان کی عورتوں پر تجھ کو بعض وجوہ سے فضیلت بخشی۔ مثلاً ایسی استعداد رکھی کہ بدون مسِ بشر تنہا اُس کے وجود سے حضرت مسیح علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر پیدا ہوں۔ یہ امتیاز دنیا میں کسی عورت کو حاصل نہیں ہوا۔

فائدہ:[۷۰]...... یعنی خدا نے جب ایسی عزت اور بلند مرتبہ تجھ کو عطا فرمایا تو چاہیے کہ ہمیشہ اخلاص و تذلّل کے ساتھ اپنے پروردگار کے آگے جھکی رہے اور وظائفِ عبودیت کے انجام دینے میں بیش از بیش سرگرمی دکھلائے، تا حق تعالیٰ نے تجھے جس امرِ عظیم کے بروئے کار لانے کا ذریعہ تجویز کیا ہے وہ ظہور پذیر ہو۔

فائدہ:[۷۱]...... جیسے راکعین خدا کے آگے رکوع کرتے ہیں، تُو بھی اُسی طرح رکوع کرتی رہ۔ یا یہ مطلب ہے کہ جماعت کے ساتھ نماز ادا کر۔ اور چونکہ کم از کم رکوع میں امام کے ساتھ شریک ہونے والا اس رکعت کو پانے والا سمجھا جاتا ہے، شاید اس لیے نماز کو بعنوان رکوع تعبیر کیا گیا۔ "کما یفھم من کلام ابن تیمیہ فی فتاواہ۔ واللہ اعلم!" اس تقدیر پر اگر اقْنُتِیْ میں "قنوت" سے قیام مراد لیں تو قیام، رکوع، سجود تینوں ہیئات صلوٰۃ کا ذکر آیت میں ہو جائے گا۔

تنبیہ:...... ممکن ہے اُس وقت عورتوں کو عام طور پر جماعت میں شریک ہونا جائز ہو یا خاص فتنہ سے مامون ہونے کی صورت میں اجازت ہو یا مریم کی خصوصیت ہو یا مریم اپنے حجرہ میں رہ کر تنہا یا دوسری عورتوں کے ہمراہ امام کی اقتدا کرتی ہوں، سب احتمالات ہیں۔ واللہ اعلم!

فائدہ:[۷۲]...... یعنی ظاہری حیثیت سے آپ کچھ پڑھے لکھے نہیں، پہلے سے اہلِ کتاب کی کوئی معتدبہ صحبت نہیں رہی جن سے واقعاتِ ماضیہ کی ایسی تحقیقی معلومات ہو سکیں۔ اور صحبت رہتی بھی تو کیا تھا۔ وہ لوگ خود ہی اوہام و خرافات کی اندھیریوں میں پڑے بھٹک رہے تھے۔ کسی نے عداوت میں اور کسی نے حد سے زیادہ محبت میں آ کر صحیح واقعات کو مسخ کر رکھا تھا۔ پھر اندھے کی آنکھ سے روشنی حاصل ہونے کی کیا توقع ہو سکتی تھی۔ اندریں حالات "مدنی" اور "مکی" دونوں قسم کی سورتوں میں ان واقعات کو ایسی صحت اور بسط و تفصیل سے سنانا جو بڑے بڑے مدعیانِ علم کتاب کی آنکھوں میں چکا چوند کر دیں اور کسی کو مجالِ انکار باقی نہ رہے اس کی کھلی دلیل ہے کہ بذریعہ وحی آپ کو یہ علم دیا گیا تھا۔ کیونکہ آپ نے نہ بچشمِ خود ان حالات کا معائنہ کیا، اور نہ علم حاصل کرنے کا کوئی خارجی ذریعہ آپ کے پاس موجود تھا۔

فائدۃ:[۷۳] **حضرت مریم کی کفالت کے لئے قرعہ اندازی:**...... جب حضرت مریم علیہا السلام نذر میں قبول کر لی گئیں، تو مسجد کے مجاورین میں جھگڑا ہوا کہ اُنہیں کس کی پرورش میں رکھا جائے؟ آخر قرعہ اندازی کی نوبت آئی۔ سب نے اپنے اپنے قلم جن سے تورات لکھتے تھے، چلتے پانی میں چھوڑ دیئے کہ جس کا قلم پانی کے بہاؤ پر نہ بہے بلکہ اُلٹا پھر جائے اسی کو حقدار سمجھیں۔ اس میں بھی قرعہ حضرت زکریا علیہ السلام کے نام نکلا اور حق حقدار کو پہنچ گیا۔

فائدۃ:[۷۴] **لفظ کلمۃ اللہ اور مسیح کا مطلب:**...... حضرت مسیح علیہ السلام کو یہاں اور قرآن وحدیث میں کئی جگہ "کلمۃ اللہ" فرمایا ہے ﴿اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰىهَاۤ اِلٰى مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ﴾ [النساء:۱۷۱] یوں تو اللہ کے کلمات بے شمار ہیں جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا﴾ [الکہف:۱۰۹] لیکن بالتخصیص حضرت مسیح علیہ السلام کو "کلمۃ اللہ" (اللہ کا حکم) کہنا اس حیثیت سے ہے کہ ان کی پیدائش باپ کے توسط کے بدون عام سلسلۂ اسباب کے خلاف محض خدا کے حکم سے ہوئی اور جو فعل عام اسبابِ عادیہ کے سلسلہ سے خارج ہو، عموماً اس کی نسبت براہِ راست حق تعالیٰ کی طرف کردی جاتی ہے جیسے فرمایا: ﴿وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ [الأنفال:۱۷]

تنبیہ:...... "مسیح" اصل عبرانی میں "ماشح" یا "مشیحا" تھا جس کے معنیٰ "مبارک" کے ہیں۔ معرّب ہوکر "مسیح" بن گیا۔ باقی دجال کو جو "مسیح" کہا جاتا ہے وہ بالاجماع عربی لفظ ہے جس کی وجہ تسمیہ اپنے موقع پر کئی طرح بیان کی گئی ہے۔ "مسیح" کا دوسرا نام یا لقب "عیسیٰ" ہے، یہ اصل عبرانی میں "ایشوع" تھا معرّب ہوکر "عیسیٰ" بنا۔ جس کے معنیٰ "سیّد" کے ہیں۔ یہ بات خاص طور پر قابلِ غور ہے کہ قرآن کریم نے یہاں "ابن مریم" کو حضرت مسیح علیہ السلام کے لیے بطور جزء علَم کے استعمال کیا ہے۔ کیونکہ خود مریم علیہا السلام کو بشارت سناتے وقت یہ کہنا کہ تجھے "کلمۃ اللہ" کی خوشخبری دی جاتی ہے۔ جس کا نام "مسیح عیسیٰ ابن مریم" ہوگا۔ عیسیٰ کا پتہ بتلانے کے لیے نہ تھا۔ بلکہ اس پر متنبہ کرنا تھا کہ باپ نہ ہونے کی وجہ سے اُس کی نسبت صرف ماں ہی کی طرف ہوا کرے گی۔ حتیٰ کہ لوگوں کو خدا کی یہ آیت عجیبہ ہمیشہ یاد دلانے اور مریم علیہا السلام کی بزرگی ظاہر کرنے کے لیے گویا نام کا جزء بنادی گئی۔ ممکن تھا کہ حضرت مریم علیہا السلام کو بہ مقتضائے بشریت یہ بشارت سن کر تشویش ہو کہ دنیا کس طرح باور کرے گی کہ تنہا عورت سے لڑکا پیدا ہو جائے۔ ناچار مجھ پر تہمت رکھیں گے اور بچہ کو ہمیشہ بُرے لقب سے مشہور کرکے ایذا پہنچائیں گے۔ میں کس طرح برأت کروں گی، اس لیے آگے ﴿وَجِيْهًا فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ کہہ کر اطمینان کر دیا کہ خدا اس کو نہ صرف آخرت میں بلکہ دنیا میں بھی بڑی عزت و وجاہت عطا کرے گا اور دشمنوں کے سارے الزام جھوٹے ثابت کردے گا۔ "وجیہ" کا لفظ یہاں ایسا سمجھو جیسے موسیٰ علیہ السلام کے متعلق فرمایا: ﴿يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ اٰذَوْا مُوْسٰى فَبَرَّاَهُ اللّٰهُ مِمَّا قَالُوْا ۚ وَكَانَ عِنْدَ اللّٰهِ وَجِيْهًا﴾ [الأحزاب:۶۹] گویا جو لوگ "وجیہ" کہلاتے ہیں ان کو حق تعالیٰ خصوصی طور پر جھوٹے طعن و تشنیع یا الزامات سے بری کرتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کے نسب پر جو خبیث باطن طعن کریں گے یا خدا کو یا کسی انسان کو جھوٹ موٹ ان کا باپ بتلائیں گے یا خلاف واقع ان کو مصلوب و مقتول یا بحالتِ زندگی مردہ کہیں گے یا اُلوہیت و ابنیت وغیرہ کے باطل عقائد کی مشرکانہ تعلیم اُن کی طرف منسوب کریں گے، اس طرح کے تمام الزامات سے حق تعالیٰ دنیا اور آخرت میں علانیہ بری ظاہر کرکے اُن کی وجاہت و نزاہت کا علیٰ رؤس الاشہاد اظہار فرمائے گا۔ جو وجاہت اُن کو ولادت و بعثت کے بعد دنیا میں حاصل ہوئی، اس کی پوری پوری تکمیل نزول کے بعد ہوگی جیسا کہ اہلِ اسلام کا اجماعی عقیدہ ہے۔ پھر آخرت میں خصوصیت کے ساتھ اُن سے ﴿ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ﴾ الآیۃ [المائدۃ:۱۱۶] کا سوال کرکے اور انعامات خصوصی یاد دلاکر تمام اوّلین و آخرین کے رُو برو وجاہت و کرامت کا اظہار ہوگا۔ جیسا کہ سورۂ "مائدہ" (آیت:۱۱۶) میں مذکور ہے اور نہ صرف یہ کہ دنیا و آخرت میں باوجاہت ہوں گے بلکہ خدا تعالیٰ کے اخص خواص مقربین میں اُن کا شمار ہوگا۔

فَائِدَة:[۷۵] حضرت عیسیٰؑ کے متعلق کم عمری میں بات کرنے کی پیشین گوئی:......یعنی نہایت شائستہ اور اعلیٰ درجہ کے نیک ہوں گے اور اوّل ماں کی گود میں، پھر بڑے ہو کر عجیب وغریب باتیں کریں گے۔ ان الفاظ سے فی الحقیقت مریم علیہا السلام کی پوری تسکین کر دی گئی۔ گذشتہ بشارات سے ممکن تھا، یہ خیال کرتیں کہ وجاہت تو جب کبھی حاصل ہوگی، مگر یہاں تو ولادت کے بعد ہی طعن وتشنیع کا ہدف بنا پڑے گا۔ اس وقت برأت کی کیا صورت ہوگی؟ اس کا جواب دے دیا کہ گھبراؤ نہیں، تم کو زبان ہلانے کی ضرورت نہ پڑے گی، بلکہ تم کہہ دینا کہ میں نے آج روزہ رکھ چھوڑا ہے کلام نہیں کر سکتی۔ بچہ خود جواب وہی کرلے گا جیسا کہ سورۂ "مریم" (آیت: ۲۹-۳۰) میں پوری تفصیل آئے گی۔ بعض محرّفین نے کہا ہے کہ ﴿وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا﴾ الآیۃ سے صرف مریم کی تسلی کرنی تھی کہ لڑکا گونگا نہ ہوگا، تمام لڑکوں کی طرح بچپن اور کہولت میں کلام کرے گا۔ لیکن عجیب بات ہے کہ محشر میں بھی لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو یوں خطاب کریں گے: "یاعیسٰی أنتَ رَسُولُ اللّٰہِ وَکَلِمتُہٗ أَلقاھا إلی مریم وروحٌ منہ وَکلمتَ النّاسَ فی المَھدِ صبیًا" اور خود حق تعالیٰ بھی قیامت کے دن فرمائیں گے: ﴿اذْكُرْ نِعْمَتِي عَلَيْكَ وَعَلَىٰ وَالِدَتِكَ إِذْ أَيَّدتُّكَ بِرُوحِ الْقُدُسِ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِي الْمَهْدِ وَكَهْلًا﴾ [المائدۃ:۱۱۰] کیا وہاں بھی اس خاص نشان کا بیان فرمانا اسی لیے ہے کہ مریم کو اطمینان ہو جائے کہ لڑکا گونگا نہیں، عام لڑکوں کی طرح بولنے والا ہے؟ أعاذنا اللّٰہ من الغوایۃ والضلالۃ!

فَائِدَة:[۷۶]......معلوم ہوا کہ وہ بشارت سے یہ ہی سمجھیں کہ لڑکا بحالت موجودہ ہونے والا ہے۔ ورنہ تعجب کا کیا موقع تھا۔

فَائِدَة:[۷۷] حضرت عیسیٰؑ کی بغیر باپ کے پیدائش:......یعنی اسی طرح بدون مسِ بشر کے ہو جائے گا۔ خلاف عادت ہونے کی وجہ سے تعجب نہ کر، حق تعالیٰ جو چاہے اور جس طرح چاہے پیدا کر دے اس کی قدرت کی حد بندی نہیں ہو سکتی۔ ایک کام کا ارادہ کیا، اور ہو گیا، نہ وہ مادہ کا محتاج نہ اسباب کا پابند۔

فَائِدَة:[۷۸]......یعنی لکھنا سکھائے گا، یا عام کتب ہدایت کا عموماً اور تورات وانجیل کا خصوصاً علم عطا فرمائے گا اور بڑی گہری حکمت کی باتیں تلقین کرے گا۔ اور بندہ کے خیال میں ممکن ہے کتاب وحکمت سے مراد قرآن وسنت ہو، کیونکہ حضرت مسیح نزول کے بعد قرآن وسنت رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم کے موافق حکم کریں گے اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ ان چیزوں کا علم دیا جائے۔ واللّٰہ اعلم!

وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ۬ اَنِّیْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّیْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ

اور کرے گا اس کو پیغمبر بنی اسرائیل کی طرف بے شک میں آیا ہوں تمہارے پاس نشانیاں لے کر تمہارے رب کی طرف سے ۷۹ کہ میں بنا دیتا

الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًۢا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ

ہوں تم کو گارے سے پرندہ کی شکل پھر اس میں پھونک مارتا ہوں تو ہو جاتا ہے وہ اڑتا جانور اللہ کے حکم سے ۸۰ اور اچھا کرتا ہوں

الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْیِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا

مادر زاد اندھے کو اور کوڑھی کو اور جلاتا ہوں مردے اللہ کے حکم سے ۸۱ اور بتا دیتا ہوں تم کو جو کھا کر آؤ اور جو

تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِیْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۴۹

رکھ آؤ اپنے گھر میں ۸۲ اس میں نشانی پوری ہے تم کو اگر تم یقین رکھتے ہو

وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِيْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ

اور سچا بتاتا ہوں اپنے سے پہلی کتاب کو جو توریت ہے اور اس واسطے کہ حلال کر دوں تم کو بعضی وہ چیزیں جو حرام تھیں تم پر ف۸۳

وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝۵۰ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ

اور آیا ہوں تمہارے پاس نشانی لے کر تمہارے رب کی سو ڈرو اللہ سے اور میرا کہا مانو ف۸۴ بے شک اللہ ہے رب میرا

وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝۵۱ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ الْكُفْرَ

اور رب تمہارا سو اس کی بندگی کرو یہی راہ سیدھی ہے ف۸۵ پھر جب معلوم کیا عیسیٰ نے بنی اسرائیل کا کفر ف۸۶

قَالَ مَنْ اَنْصَارِيْٓ اِلَى اللّٰهِ قَالَ الْحَوَارِيُّوْنَ نَحْنُ اَنْصَارُ اللّٰهِ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ

بولا کون ہے کہ میری مدد کرے اللہ کی راہ میں ف۸۷ کہا حواریوں نے ہم ہیں مدد کرنے والے اللہ کے ف۸۸ ہم یقین لائے اللہ پر

وَاشْهَدْ بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ۝۵۲ رَبَّنَآ اٰمَنَّا بِمَآ اَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُوْلَ فَاكْتُبْنَا

اور تو گواہ رہ کہ ہم نے حکم قبول کیا ف۸۹ اے رب ہم نے یقین کیا اس چیز کا جو تو نے اتاری اور ہم تابع ہوئے رسول کے سو تو لکھ لے

مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝۵۳

ہم کو ماننے والوں میں ف۹۰

فَائدَہ: [۷۹]......یعنی پیغمبر ہو کر اپنی قوم بنی اسرائیل سے یہ فرمائیں گے۔

فَائدَہ: [۸۰] **حضرت عیسیٰ کے مختلف معجزات:**......محض شکل و صورت بنانے کو "خلق" سے تعبیر کرنا صرف ظاہری حیثیت سے ہے۔ جیسے حدیث صحیح میں معمولی تصویر بنانے کو "خلق" سے تعبیر فرمایا: "أحیوا ما خلقتم" یا خدا کو ﴿اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ﴾ [الصافات:۱۲۵] فرما کر بتلا دیا کہ محض ظاہری صورت کے لحاظ سے غیر اللہ پر بھی یہ لفظ بولا جا سکتا ہے۔ اگرچہ حقیقت تخلیق کے لحاظ سے حق تعالیٰ کے سوا کوئی "خالق" نہیں کہلا سکتا۔ شاید اسی لیے یہاں یوں نہ فرمایا: إني أخلق لكم من الطين طيراً (میں مٹی سے پرندہ بنا دیتا ہوں) یوں کہا کہ میں مٹی سے پرندہ کی شکل بنا کر اس میں پھونک مارتا ہوں پھر وہ پرندہ اللہ کے حکم سے بن جاتا ہے۔ بہرحال یہ معجزہ آپ نے دکھلایا اور کہتے ہیں بچپن میں ہی بطور "ارہاص" [ایسی عادت جو کسی نبی کو بعثت سے پہلے اللہ کی طرف سے عطا ہو] آپ سے یہ خرقِ عادت ظاہر ہوا تاکہ تہمت لگانے والوں کو ایک چھوٹا سا نمونہ قدرتِ خداوندی کا دکھلا دیں کہ جب میرے نفخہ (پھونکنے) پر خدا تعالیٰ مٹی کی بے جان صورت کو جاندار بنا دیتا ہے۔ اسی طرح اگر اس نے بدون مس بشر محض روح القدس کے نفخہ سے ایک برگزیدہ عورت کے پانی پر روحِ عیسوی فائض کر دی تو کیا تعجب ہے۔ بلکہ حضرت مسیح چونکہ نفخۂ جبرئیلیہ سے پیدا ہوئے ہیں، اس مسیحائی نفخہ کو اُسی نوعیت ولادت کا ایک اثر سمجھنا چاہیے۔ سورۂ مائدہ (آیت:۱۱۰) کے آخر میں حضرت مسیح علیہ السلام کے ان معجزات و خوارق پر دوسرے رنگ میں کلام کیا جائے گا وہاں ملاحظہ کیا جائے۔ خلاصہ یہ کہ حضرت مسیح پر کمالاتِ ملکیہ و روحیہ کا غلبہ تھا۔ اسی کے مناسب آثار ظاہر ہوتے تھے، لیکن اگر بشر کو ملک پر فضیلت حاصل ہے اور اگر ابو البشر کو مسجودِ ملائکہ بنایا گیا ہے تو کوئی شبہ نہیں کہ جس میں تمام کمالاتِ بشریہ (جو عبارت ہے مجموعہ کمالاتِ روحانیہ و جسمانیہ سے) اعلیٰ درجہ

پر ہوں گے اُس کو حضرت مسیح سے افضل ماننا پڑے گا اور وہ ذات قدسی صفات محمد رسول اللہ ﷺ کی ہے۔

فَائِدَۃ:[۸۱]......اس زمانہ میں اطباء وحکماء کا زور تھا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کو ایسے معجزات مرحمت ہوئے جو لوگوں پر ان کے سب سے زیادہ مایۂ نازفن میں حضرت مسیح کا نمایاں تفوق ثابت کریں بلا شبہ مُردہ کو زندہ کرنا حق تعالیٰ کی صفت ہے، جیسا کہ ﴿بِاِذْنِ اللّٰہِ﴾ کی قید سے صاف ظاہر ہے مگر مسیح اُس کا ذریعہ ہونے کی وجہ سے توسعاً اپنی طرف نسبت کر رہے ہیں۔ یہ کہنا کہ حق تعالیٰ قرآن کریم میں یا نبی کریم ﷺ احادیث میں اعلان کر چکے ہیں کہ ازل سے ابد تک کسی مُردہ کو دنیا میں دوبارہ زندہ نہیں کیا جائے گا۔ نرا دعویٰ ہے جس کا کوئی ثبوت نہیں۔ اگر اُس نے قرآن میں ﴿فَيُمْسِكُ الَّتِي قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ﴾ [الزمر: ۴۲] فرما کر یہ بتلایا کہ مرنے والے کی روح خدا تعالیٰ روک لیتا ہے اور سونے والے کی اس طرح نہیں روکتا۔ تو یہ کب کہا ہے کہ اس روک لینے کے بعد دوبارہ اُسے چھوڑ دینے کا اختیار نہیں رہتا۔ یاد رکھو! معجزہ وہی ہے جو حق تعالیٰ کی عام عادت کے خلاف مدعی نبوت کی تصدیق کے لیے ظاہر کیا جائے۔ پس ایسی نصوص کو لے کر جو کسی چیز کی نسبت خدا کی عام عادت بیان کرتی ہوں، یہ استدلال کرنا کہ ان سے معجزات کی نفی ہوتی ہے، سرے سے معجزہ کے وجود کا انکار اور اپنی حماقت وغباوت کا اظہار ہے۔ معجزہ اگر عام قانونِ عادت کے موافق آیا کرے تو اُسے معجزہ کیوں کہیں گے۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا بن باپ پیدا ہونا یا ابراء اکمہ وابرص اور احیاء موتی وغیرہ معجزات دکھلانا، اہلِ اسلام میں تمام سلف وخلف کے نزدیک مسلم رہا ہے۔ صحابہ وتابعین میں ایک قول بھی اس کے انکار میں دکھلایا نہیں جاسکتا۔ آج جو ملحد یہ دعویٰ کرے کہ ان خوارق کا ماننا محکماتِ قرآنی کے خلاف ہے۔ گویا وہ ایسی چیزوں کو ''محکمات'' بتلاتا ہے جن کا صحیح مطلب سمجھنے سے تمام امت عاجز رہی؟ یا سب کے سب محکمات کو چھوڑ کر اور ''متشابہات'' کے پیچھے پڑ کر ﴿فِيْ قُلُوْبِهِمْ زَيْغٌ﴾ [آل عمران: ۷] کے مصداق بن گئے؟ آج کل کے ملحدین کے سوا ''متشابہات'' کو ''محکمات'' کی طرف لوٹانے کی کسی کو توفیق نہ ہوئی؟ العیاذ باللہ۔ حق یہ ہے کہ وہ آیات جن کے ظاہری معنی کو ساری اُمت مانتی چلی آئی ہے، ''محکمات'' ہیں۔ اور ان کو توڑ مروڑ کر محض استعارات وتمثیلات پر حمل کرنا اور معجزات کی نفی پر عموم عادت سے دلیل لانا یہ ہی ''زائغین'' کا کام ہے جن سے حذر [بچاؤ] کرنے کی حضور ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے۔

فَائِدَۃ:[۸۲]......آئندہ کے لیے یعنی بعض مغیبات ماضیہ ومستقبلہ پر تم کو مطلع کر دیتا ہوں۔ عملی معجزات کے بعد یہ ایک علمی معجزہ ذکر کر دیا۔

فَائِدَۃ:[۸۳]......یعنی تورات کی تصدیق کرتا ہوں کہ خدا کی کتاب ہے اور اس کے عام اصول واحکام کو بحالہٖ قائم رکھتے ہوئے زمانہ کے مناسب حق تعالیٰ کے حکم سے چند جزئی وفرعی تغیرات کروں گا۔ مثلاً: بعض احکام میں پہلے جو سختی تھی وہ اب اٹھا دی جائے گی۔ اس کا نام خواہ نسخ رکھ لو یا تکمیل، اختیار ہے۔

فَائِدَۃ:[۸۴]......یعنی میری صداقت کے نشان جب دیکھ چکے تو اب خدا سے ڈر کر میری باتیں مانی چاہئیں۔

فَائِدَۃ:[۸۵]......یعنی سب باتوں کی ایک بات اور ساری جڑوں کی اصل جڑ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کو میرا اور اپنا، دونوں کا یکساں رب سمجھو (باپ بیٹے کے رشتے قائم نہ کرو) اور اسی کی بندگی کرو۔ سیدھا راستہ رضائے الٰہی تک پہنچنے کا یہ ہی توحید، تقویٰ اور اطاعتِ رسول ہے۔

فَائِدَۃ:[۸۶]......یعنی یہ میرا دین قبول نہ کریں گے بلکہ دشمنی اور ایذارسانی کے درپے رہیں گے۔

فَائِدَۃ:[۸۷]......یعنی میرا ساتھ دے اور دینِ الٰہی کو رواج دینے میں میری مدد کرے۔

فَائِدَۃ:[۸۸]......اللہ کی مدد کرنا یہ ہی ہے کہ اُس کے دین وآئین اور پیغمبروں کی مدد کی جائے۔ جس طرح انصارِ مدینہ نے اپنے پیغمبر ﷺ اور دینِ حق کی مدد کر کے دکھلائی۔

فَائِدَۃ:[۸۹] لفظ حواری سے مراد:...... ''حواری'' کون لوگ تھے اور یہ لقب اُن کا کس وجہ سے ہوا؟ اس میں علماء کے بہت اقوال ہیں، مشہور یہ ہے کہ پہلے دو شخص جو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تابع ہوئے دھوبی تھے اور کپڑے صاف کرنے کی وجہ سے حواری کہلاتے تھے۔ حضرت عیسیٰ نے ان کو کہا کہ کپڑے کیا دھوتے ہو، آؤ! میں تم کو دل دھونے سکھادوں۔ وہ ساتھ ہو لیے پھر ایسے سب ساتھیوں کا یہی لقب پڑ گیا۔

فَائِدَۃ:[۹۰]...... پیغمبر کے سامنے اقرار کرنے کے بعد پروردگار کے سامنے یہ اقرار کیا کہ ہم انجیل پر ایمان لا کر تیرے رسول کا اتباع کرتے ہیں۔ آپ اپنے فضل و توفیق سے ہمارا نام ماننے والوں کی فہرست میں ثبت فرمادیں۔ گویا ایمان کی رجسٹری ہو جائے کہ پھر لوٹنے کا احتمال نہ رہے۔

وَمَكَرُوْا وَمَكَرَ اللّٰهُ ؕ وَاللّٰهُ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ﴿۵۴﴾ اِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسٰٓى اِنِّىْ ع ۵ / ۱۲

اور مکر کیا ان کافروں نے اور مکر کیا اللہ نے اور اللہ کا داؤ سب سے بہتر ہے ۹۱ جس وقت کہا اللہ نے اے عیسیٰ میں

مُتَوَفِّيْكَ وَرَافِعُكَ اِلَىَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَجَاعِلُ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ

لے لوں گا تجھ کو اور اُٹھالوں گا اپنی طرف اور پاک کردوں گا تجھ کو کافروں سے اور رکھوں گا ان کو جو تیرے تابع ہیں غالب ان

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ اِلَىَّ مَرْجِعُكُمْ فَاَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيْمَا

لوگوں سے جو انکار کرتے ہیں قیامت کے دن تک پھر میری طرف ہے تم سب کو پھر آنا پھر فیصلہ کردونگا تم

كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۵۵﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَاُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا فِى الدُّنْيَا

میں جس بات میں تم جھگڑتے تھے سو وہ لوگ جو کافر ہوئے ان کو عذاب کروں گا سخت عذاب دنیا میں

وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ

اور آخرت میں اور کوئی نہیں ان کا مددگار اور وہ لوگ جو ایمان لائے اور کام نیک کئے سو ان

فَيُوَفِّيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۷﴾ ذٰلِكَ نَتْلُوْهُ عَلَيْكَ مِنَ الْاٰيٰتِ

کو پورا دیگا ان کا حق اور اللہ کو خوش نہیں آتے بے انصاف ۹۲ یہ پڑھ سناتے ہیں ہم تجھ کو آیتیں

وَالذِّكْرِ الْحَكِيْمِ ﴿۵۸﴾ اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ ؕ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ

اور بیان تحقیقی بے شک عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی بنایا اس کو مٹی سے پھر کہا اس کو

قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ﴿۵۹﴾ اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۶۰﴾

کہ ہو جا وہ ہو گیا ۹۳ حق وہ ہے جو تیرا رب کہے پھر تو مت رہ شک لانے والوں سے ۹۴

فَائِدَہ:[۹۱] لفظ مکر کا مطلب:...... ''مکر'' کہتے ہیں لطیف وخفیہ تدبیر کو۔ اگر وہ اچھے مقصد کے لیے ہو، اچھا ہے اور برائی کے لیے ہو تو برا ہے۔ اسی لیے ﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ﴾ [فاطر:۴۳] میں مکر کے ساتھ سیئ کی قید لگائی۔ اور یہاں خدا کو ﴿خَيْرُ الْمَاكِرِينَ﴾ کہا۔ مطلب یہ ہے کہ یہود نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے خلاف طرح طرح کی سازشیں اور خفیہ تدبیریں شروع کر دیں۔ حتیٰ کہ بادشاہ کے کان بھر دیے کہ یہ شخص (معاذ اللہ) ملحد ہے۔ تورات کو بدلنا چاہتا ہے سب کو بد دین بنا کر چھوڑے گا۔ اُس نے مسیح علیہ السلام کی گرفتاری کا حکم دے دیا، اُدھر یہ ہو رہا تھا اور ادھر حق تعالیٰ کی لطیف وخفیہ تدبیر اُن کے توڑ میں اپنا کام کر رہی تھی۔ جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ بیشک خدا کی تدبیر سب سے بہتر اور مضبوط ہے۔ جسے کوئی نہیں توڑ سکتا۔

فَائِدَہ:[۹۲] عیسیٰ کے زندہ آسمان پر اُٹھائے جانے کے متعلق حکم:...... بادشاہ نے لوگوں کو مامور کیا کہ مسیح علیہ السلام کو پکڑیں۔ صلیب (سولی) پر چڑھائیں اور ایسی عبرتناک سزائیں دیں جسے دیکھ کر دوسرے لوگ اُس کا اتباع کرنے سے رک جائیں۔ ''فَبَعَثَ فِي طَلَبِه مَنْ يَأْخُذُهُ وَيَصْلُبُهُ وَيُنَكِّلُ بِه''۔ (ابن کثیر) خداوندِ قدوس نے اس کے جواب میں مسیح علیہ السلام کو مطمئن فرما دیا کہ میں ان اشقیاء کے ارادوں اور منصوبوں کو خاک میں ملا دوں گا۔ یہ چاہتے ہیں کہ تجھے پکڑ کر قتل کر دیں اور پیدائش وبعثت سے جو مقصد ہے پورا نہ ہونے دیں اور اس طرح خدا کی نعمتِ عظیمہ کی بے قدری کریں۔ لیکن میں ان سے اپنی یہ نعمت لے لوں گا۔ تیری عمرِ مقدر اور جو مقصد عظیم اُس سے متعلق ہے پورا کر کے رہوں گا۔ اور تجھ کو پورے کا پورا صحیح وسالم لے جاؤں گا کہ ذرا بھی تیرا بال بیکا نہ کر سکیں۔ بجائے اس کے کہ وہ لے جائیں۔ خدا تجھ کو اپنی پناہ میں لے جائے گا۔ وہ صلیب پر چڑھانا چاہتے ہیں خدا تجھ کو آسمان پر چڑھائے گا۔ اُن کا ارادہ ہے کہ رسواکن اور عبرتناک سزائیں دے کر لوگوں کو تیرے اتباع سے روک دیں لیکن خدا ان کے ناپاک ہاتھ تیرے تک نہ پہنچنے دے گا بلکہ اس گندے اور نجس مجمع کے درمیان سے تجھ کو بالکل پاک وصاف اٹھا لے گا۔ اور اس کے بجائے کہ تیری بے عزتی ہو اور لوگ ڈر کر تیرے اتباع سے رُک جائیں، تیرا اتباع کرنے والوں اور نام لینے والوں کو قربِ قیامت تک منکروں پر غالب وقاہر رکھے گا۔ جب تک تیرا انکار کرنے والے یہود اور اقرار کرنے والے مسلمان یا نصاریٰ دنیا میں رہیں گے، ہمیشہ اقرار کرنے والے منکرین پر فائق وغالب رہیں گے۔ بعدہٗ ایک وقت آئے گا جب تجھ کو اور تیرے موافق ومخالف سب لوگوں کو میرے حکم کی طرف لوٹنا ہے۔ اس وقت میں تمہارے سب جھگڑوں کا دوٹوک فیصلہ کر دوں گا اور سب اختلافات ختم کر دیئے جائیں گے۔ یہ فیصلہ کب ہوگا؟ اس کی جو تفصیل ﴿فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا﴾ سے بیان کی گئی ہے وہ بتلاتی ہے کہ آخرت سے پیشتر دنیا ہی میں اس کا نمونہ شروع کر دیا جائے گا۔ یعنی اُس وقت تمام کافر عذاب شدید کے نیچے ہوں گے۔ کوئی طاقت ان کی مدد اور فریاد کو نہ پہنچ سکے گی۔ اس کے بالمقابل جو ایمان والے رہیں گے ان کو دنیا وآخرت میں پورا پورا اجر دیا جائے گا اور بے انصاف ظالموں کی جڑ کاٹ دی جائے گی۔ امت مرحومہ کا اجماعی عقیدہ ہے کہ جب یہود نے اپنی ناپاک تدبیریں پختہ کر لیں تو حق تعالیٰ نے حضرت مسیح کو زندہ آسمان پر اٹھا لیا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی متواتر احادیث کے موافق قیامت کے قریب جب دنیا کفر وضلالت اور دجل وشیطنت سے بھر جائے گی، خدا تعالیٰ خاتم انبیاء بنی اسرائیل (حضرت مسیح) کو خاتم الانبیاء علی الاطلاق حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ایک نہایت وفادار جرنل کی حیثیت میں نازل کر کے دنیا کو دکھلا دے گا کہ انبیائے سابقین کو بارگاہ خاتم النبیین کے ساتھ کس قسم کا تعلق ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام دجال کو قتل کریں گے اور اس کے اَتباع یہود کو چن چن کر ماریں گے، کوئی یہودی جان نہ بچا سکے گا۔ شجر وحجر تک پکاریں گے کہ ہمارے پیچھے یہ یہودی کھڑا ہے قتل کرو! حضرت مسیح صلیب کو توڑیں گے۔ نصاریٰ کے باطل عقائد وخیالات کی اصلاح کر کے تمام دنیا کو ایمان کے راستہ پر ڈال دیں گے۔ اُس وقت تمام جھگڑوں کا فیصلہ ہو کر اور مذہبی اختلافات مٹ مٹا کر ایک خدا کا سچا دین (اسلام) رہ جائے گا، اسی وقت کی نسبت فرمایا: ﴿وَإِنْ مِنْ أَهْلِ الْكِتَابِ إِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهِ قَبْلَ مَوْتِهِ﴾ [النساء:۱۵۹] جس کی پوری تقریر اور رفع مسیح کی کیفیت سورۂ نساء میں آئے گی، بہر حال میرے نزدیک ﴿ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ﴾ الآیہ صرف

آخرت سے متعلق نہیں بلکہ دنیا و آخرت دونوں سے تعلق رکھتا ہے جیسا کہ آگے تفصیل کے موقع پر ﴿فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ﴾ کا لفظ صاف شہادت دے رہا ہے۔ اور یہ اس کا قرینہ ہے کہ ﴿اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ﴾ کے معنی قربِ قیامت کے ہیں۔ چنانچہ احادیثِ صحیحہ میں مصرّح ہے کہ قیامت سے پہلے ایک مبارک وقت ضرور آنے والا ہے، جب سب اختلافات مٹ مٹا کر ایک دین باقی رہ جائے گا۔ وَلِلّٰہِ الحمد اولاً و آخراً۔

فَائِدَہ: [۹۳] **لفظ توفی اور موت کی تحقیق:** ...... چند اُمور اس آیت کے متعلق یاد رکھنے چاہئیں: لفظ ''توفی'' کے متعلق ''کلیات ابوالبقاء'' میں ہے: ''التوفي: الإماتة قبض الروح، وعليه استعمال العامة، أو الاستيفاء وأخذ الحق، وعليه استعمال البلغاء'' اھ (''توفی'' کا لفظ عوام کے یہاں موت دینے اور جان لینے کے لیے استعمال ہوتا ہے لیکن بلغاء کے نزدیک اس کے معنی ہیں پورا وصول کرنا اور ٹھیک لینا) گویا اُن کے نزدیک موت پر بھی ''توفی'' کا اطلاق اسی حیثیت سے ہوا کہ موت میں کوئی عضو خاص نہیں بلکہ خدا کی طرف سے پوری جان وصول کر لی جاتی ہے۔ اب اگر فرض کرو خدا تعالیٰ نے کسی کی جان بدن سمیت لے لی تو اسے بطریق اولیٰ ''توفی'' کہا جائے گا۔ جن اہلِ لغت نے ''توفی'' کے معنی قبضِ روح کے لکھے ہیں۔ انہوں نے یہ نہیں کہا کہ قبضِ روح مع البدن کو ''توفی'' نہیں کہتے۔ نہ کوئی ایسا ضابطہ بتلایا ہے کہ جب ''توفی'' کا فاعل اللہ اور مفعول ذی روح ہو تو بجز موت کے کوئی معنی نہ ہو سکیں۔ ہاں چونکہ عموماً قبضِ روح کا وقوع بدن سے جُدا کر کے ہوتا ہے۔ اس لیے کثرت و عادت کے لحاظ سے اکثر موت کا لفظ اُس کے ساتھ لکھ دیتے ہیں ورنہ لفظ کا لغوی مدلول قبضِ روح مع البدن کو شامل ہے۔ دیکھئے ﴿اللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَالَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا﴾ [الزمر: ۴۲] میں ''توفی نفس'' (قبضِ روح) کی دو صورتیں بتلائیں، موت اور نیند، اس تقسیم سے نیز ''توفی'' کو ''انفس'' پر وارد کر کے اور حِيْنَ مَوْتِهَا کی قید لگا کر بتلا دیا کہ ''توفی'' اور ''موت'' دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ اصل یہ ہے کہ قبضِ روح کے مختلف مدارج ہیں۔ ایک درجہ وہ ہے جو موت کی صورت میں پایا جائے۔ دوسرا وہ جو نیند کی صورت میں ہو۔ قرآن کریم نے بتلا دیا کہ وہ دونوں پر ''توفی'' کا لفظ اطلاق کرتا ہے۔ کچھ موت کی تخصیص نہیں ﴿يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ﴾ [الانعام: ۶۰] اب جس طرح اس نے دو آیتوں میں نوم پر ''توفی'' کا اطلاق جائز رکھا، حالانکہ نوم میں قبضِ روح بھی پورا نہیں ہوتا۔ اسی طرح اگر ''آل عمران'' اور ''مائدہ'' کی دو آیتوں میں ''توفی'' کا لفظ قبضِ روح مع البدن پر اطلاق کر دیا گیا تو کون سا استحالہ لازم آتا ہے۔ بالخصوص جب یہ دیکھا جائے کہ موت اور نوم میں لفظ ''توفی'' کا استعمال قرآن کریم ہی نے شروع کیا ہے۔ جاہلیت والے تو عموماً اس حقیقت سے ہی نا آشنا تھے کہ موت یا نوم میں خدا تعالیٰ کوئی چیز آدمی سے وصول کر لیتا ہے۔ اسی لیے لفظ ''توفی'' کا استعمال موت اور نوم پر اُن کے یہاں شائع نہ تھا۔ قرآن کریم نے موت وغیرہ کی حقیقت پر روشنی ڈالنے کے لیے اول اس لفظ کا استعمال شروع کیا۔ تو اسی کو حق ہے کہ موت و نوم کی طرح اخذ روح مع البدن کے نادر مواقع میں بھی اسے استعمال کر لے۔ بہر حال آیتِ حاضرہ میں جمہور کے نزدیک ''توفی'' سے موت مراد نہیں۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے بھی صحیح ترین روایت یہی ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام زندہ آسمان پر اٹھائے گئے۔ کمافی ''روح المعانی'' وغیرہ۔ زندہ اٹھائے جانے یا دوبارہ نازل ہونے کا انکار سلف میں کسی سے منقول نہیں۔ بلکہ ''التلخیص الحبیر'' میں حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے احادیثِ نزول کو متواتر کہا ہے اور ''اکمال اکمال المعلم'' میں امام مالک رحمۃ اللہ علیہ سے اس کی تصریح نقل کی ہے۔ پھر جو معجزات حضرت مسیح علیہ السلام نے دکھلائے اُن میں علاوہ دوسری حکمتوں کے ایک خاص مناسبت آپ کے رفع الی السماء کے ساتھ پائی جاتی ہے۔ آپ نے شروع ہی سے متنبہ کر دیا کہ جب ایک مٹی کا پتلا میرے پھونک مارنے سے باذن اللہ پرند بن کر اوپر اُڑا چلا جاتا ہے کیا وہ بشر جس پر خدا نے روح اللہ کا لفظ اطلاق کیا اور ''روح القدس'' کے نفخہ سے پیدا ہوا، یہ ممکن نہیں کہ خدا کے حکم سے اڑ کر آسمان تک چلا جائے۔ جس کے ہاتھ لگانے یا دو لفظ کہنے پر حق تعالیٰ کے حکم سے اندھے اور کوڑھی اچھے اور مُردے زندہ ہو جائیں، اگر وہ اس موطنِ کون و فساد سے الگ ہو کر ہزاروں برس

فرشتوں کی طرح آسمان پر زندہ اور تندرست رہے، تو کیا استبعاد ہے؟ قال قتادۃ: فطار مع الملائکۃ فھو معھم حول العرش وصار إنسیاً ملکیاً سماویاً أرضیا (بغوی) اس موضوع پر مستقل رسالے اور کتابیں شائع ہو چکی ہیں۔ مگر میں اہل علم کو توجہ دلاتا ہوں کہ ہمارے مخدوم علامہ فقید النظیر حضرت مولانا سید محمد انور شاہ کشمیری أطال اللہ بقائہ نے رسالہ ''عقیدۃ الاسلام'' میں جو علمی لعل وجواہر ودیعت کیے ہیں، اُن سے متمتع ہونے کی ہمت کریں میری نظر میں ایسی جامع کتاب اس موضوع پر نہیں لکھی گئی۔

فائدۃ: [۹۳] حضرت عیسیٰ کی پیدائش حضرت آدمؑ کی پیدائش کے مثل ہے:...... نصاریٰ اس بات پر حضرت سے بہت جھگڑے کہ عیسیٰ بندہ نہیں اللہ کا بیٹا ہے۔ آخر کہنے لگے کہ وہ اللہ کا بیٹا نہیں، تو تم بتاؤ کس کا بیٹا ہے؟ اُس کے جواب میں یہ آیت اُتری کہ آدم علیہ السلام کے تو نہ باپ تھا نہ ماں۔ عیسیٰ علیہ السلام کے باپ نہ ہو تو کیا عجب ہے۔ (موضح القرآن) اس حساب سے تو آدم کو خدا کا بیٹا ثابت کرنے پر زیادہ زور دینا چاہیے۔ حالانکہ کوئی بھی اس کا قائل نہیں۔

فائدۃ: [۹۴]...... یعنی مسیح علیہ السلام کے متعلق جو کچھ حق تعالیٰ نے فرمایا وہ ہی حق ہے جس میں شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہیں۔ جو بات تھی بلا کم وکاست سمجھادی گئی۔

فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا

پھر جو کوئی جھگڑا کرے تجھ سے اس قصہ میں بعد اس کے کہ آچکی تیرے پاس خبر سچی تو تو کہہ دے آؤ بلاویں ہم اپنے بیٹے

وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ۣ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ

اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہاری عورتیں اور اپنی جان اور تمہاری جان پھر التجاء کریں ہم سب اور لعنت کریں اللہ کی

اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۱﴾ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ ۭ وَاِنَّ

ان پر کہ جو جھوٹے ہیں ف۹۵ بے شک یہی ہے بیان سچا اور کسی کی بندگی نہیں ہے سوا اللہ کے ف۹۶ اور اللہ جو

اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ﴿۶۲﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلْ

ع ۱۲

ہے وہی ہے زبردست حکمت والا ف۹۷ پھر اگر قبول نہ کریں تو اللہ کو معلوم ہیں فساد کرنے والے ف۹۸ تو کہہ اے

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا

اہل کتاب آؤ ایک بات کی طرف جو برابر ہے ہم میں اور تم میں کہ بندگی نہ کریں ہم مگر اللہ کی اور شریک نہ

نُشْرِكَ بِهٖ شَيْـًٔا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۭ فَاِنْ تَوَلَّوْا

ٹھہراویں اس کا کسی کو اور نہ بناوے کوئی کسی کو رب سوا اللہ کے ف۹۹ پھر اگر وہ قبول نہ کریں تو کہہ دو

فَقُوْلُوا اشْهَدُوْا بِاَنَّا مُسْلِمُوْنَ ﴿۶۴﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمَآ

گواہ رہو کہ ہم تو حکم کے تابع ہیں ف۱۰۰ اے اہل کتاب کیوں جھگڑتے ہو ابراہیم کی بابت اور

أُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَالْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝۶۵

توارات اور انجیل تو اتریں اس کے بعد کیا تم کو عقل نہیں

فائدہ:[۹۵] نجران کے عیسائیوں کو مباہلہ کی دعوت: ...... اللہ تعالیٰ نے حکم فرمایا کہ نصاریٰ نجران اس قدر سمجھانے پر بھی اگر قائل نہ ہوں تو انکے ساتھ "مباہلہ" کرو۔ جسکی زیادہ مؤثر اور مکمل صورت یہ تجویز کی گئی کہ دونوں فریق اپنی جان سے اور اولاد سے حاضر ہوں اور خوب گڑگڑا کر دعا کریں کہ جو کوئی ہم میں جھوٹا ہے اُس پر خدا کی لعنت اور عذاب پڑے۔ یہ "مباہلہ" کی صورت پہلے ہی قدم پر اس بات کا اظہار کر دے گی کہ کون فریق کس حد تک خود اپنے دل میں اپنی صداقت وحقانیت پر وثوق ویقین رکھتا ہے۔ چنانچہ دعوتِ "مباہلہ" سن کر وفدِ نجران نے مہلت لی کہ ہم آپس میں مشورہ کر کے جواب دیں گے۔ آخر مجلسِ مشاورت میں انکے ہوش مند تجربہ کار ذمہ داروں نے کہا کہ "اے گروہِ نصاریٰ! تم یقیناً دلوں میں سمجھ چکے ہو کہ محمد نبی مرسل ہیں اور حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق انہوں نے صاف صاف فیصلہ کن باتیں کہی ہیں تم کو معلوم ہے کہ اللہ نے بنی اسمٰعیل میں نبی بھیجنے کا وعدہ کیا تھا۔ کچھ بعید نہیں یہ وہی نبی ہوں، پس ایک نبی سے مباہلہ وملاعنہ کرنے کا نتیجہ کسی قوم کے حق میں یہ ہی نکل سکتا ہے کہ انکا کوئی چھوٹا بڑا اہلاکت یا عذابِ الٰہی سے نہ بچے۔ اور پیغمبر کی لعنت کا اثر نسلوں تک پہنچ کر رہے۔ بہتر یہی ہے کہ ہم ان سے صلح کر کے اپنی بستیوں کی طرف روانہ ہو جائیں۔ کیونکہ سارے عرب سے لڑائی مول لینے کی طاقت ہم میں نہیں۔" یہ ہی تجویز پاس کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں پہنچے۔ آپ حضرت حسن، حسین، فاطمہ، علی رضی اللہ عنہم کو ساتھ لیے باہر تشریف لا رہے تھے۔ یہ نورانی صورتیں دیکھ کر ان کے لاٹ پادری نے کہا کہ میں ایسے پاک چہرے دیکھ رہا ہوں جنکی دعا پہاڑوں کو انکی جگہ سے سرکا سکتی ہے، ان سے مباہلہ کر کے ہلاک نہ ہو، ورنہ ایک نصرانی زمین پر باقی نہ رہے گا۔ آخر انہوں نے مقابلہ چھوڑ کر سالانہ جزیہ دینا قبول کیا اور صلح کر کے واپس چلے گئے۔ حدیث میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ "اگر مباہلہ کرتے تو وادی آگ بن کر ان پر برستی اور خدا تعالیٰ نجران کا بالکل استیصال کر دیتا۔ ایک سال کے اندر اندر تمام نصاریٰ ہلاک ہو جاتے۔"

تنبیہ: ...... قرآن نے یہ نہیں بتلایا کہ مباہلہ کی صورت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد بھی اختیار کی جا سکتی ہے اور یہ کہ مباہلہ کا اثر کیا ہمیشہ وہ ہی ظاہر ہونا چاہیے جو آپ کے مباہلہ میں ظاہر ہونے والا تھا۔ بعض سلف کے طریقِ عمل اور بعض فقہائے حنفیہ کی تصریحات سے معلوم ہوتا ہے کہ مباہلہ کی مشروعیت اب بھی باقی ہے مگر ان چیزوں میں جنکا ثبوت بالکل قطعی ہو، یہ ضروری نہیں کہ مباہلہ میں بچوں، عورتوں کو بھی شریک کیا جائے۔ نہ مباہلین پر اُس قسم کا عذاب آنا ضروری ہے جو پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کے مباہلہ پر آتا۔ بلکہ ایک طرح کا اتمام حجت کر کے بحث وجدال سے الگ ہو جانا ہے۔ اور میرے خیال میں مباہلہ ہر ایک کاذب کے ساتھ نہیں صرف کاذب معاند کے ساتھ ہونا چاہیے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں: ثم قال تعالىٰ امراً رسوله صلى الله عليه وسلم أن يباهل من عاند الحق في أمر عيسىٰ بعد ظهور البيان۔ والله أعلم!

فائدہ:[۹۶] ...... دعوتِ مباہلہ کے ساتھ بتلا دیا کہ مباہلہ اس پر کیا جاتا تھا کہ جو کچھ حضرت مسیح علیہ السلام کے متعلق قرآن میں بیان ہوا، وہ ہی سچا بیان ہے اور خدا کی بارگاہ ہر قسم کے شرک اور باپ بیٹے وغیرہ کے تعلقات سے پاک ہے۔

فائدہ:[۹۷] ...... اپنی زبردست قدرت وحکمت سے جھوٹے اور سچے کے ساتھ وہ ہی معاملہ کرے گا جو اُس کے حسب حال ہو۔

فائدہ:[۹۸] ...... اگر نہ دلائل سے مانیں، نہ مباہلہ پر آمادہ ہوں تو سمجھ لو کہ احقاقِ حق مقصود نہیں، نہ دل میں اپنے عقائد کی صداقت پر وثوق ہے۔ محض فتنہ وفساد پھیلانا ہی پیشِ نظر ہے تو خوب سمجھ لیں کہ سب مفسدین اللہ کی نظر میں ہیں۔

فائدہ:[۹۹] عقیدۂ توحید میں اشتراک کی دعوت: ...... پہلے نقل کیا جا چکا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے جب وفدِ نجران کو کہا: أَسْلِمُوْا (مسلم بن

جاؤ) تو کہنے لگے اَسْلَمْنَا (ہم مسلم ہیں) اس سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کی طرح ان کو بھی مسلم ہونے کا دعویٰ تھا۔ اسی طرح جب یہود و نصاریٰ کے سامنے توحید پیش کی جاتی تو کہتے کہ ہم بھی خدا کو ایک کہتے ہیں۔ بلکہ ہر مذہب والا کسی نہ کسی رنگ میں اوپر جا کر اقرار کرتا ہے کہ بڑا خدا ایک ہی ہے۔ یہاں اسی طرف توجہ دلائی گئی کہ بنیادی عقیدہ (خدا کا ایک ہونا اور اپنے کو مسلم ماننا) جس پر ہم دونوں متفق ہیں، ایسی چیز ہے جو ہم سب کو ایک کر سکتا ہے بشرطیکہ آگے چل کر اپنے تصرف اور تحریف سے اس کی حقیقت بدل نہ ڈالیں۔ ضرورت اس کی ہے کہ جس طرح زبان سے مسلم وموحد کہتے ہو۔ حقیقتاً و عملاً بھی اپنے کو تنہا خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سپرد کر دو۔ نہ اس کے سوا کسی کی بندگی کرو، نہ اس کی صفات خاصہ میں کسی کو شریک ٹھہراؤ، نہ کسی اور عالم، فقیر، پیر، پیغمبر کے ساتھ وہ معاملہ کرو جو صرف ربِّ قدیر کے ساتھ کیا جانا چاہیے۔ مثلاً: کسی کو اس کا بیٹا، پوتا بنانا، یا نصوصِ شریعت سے قطع نظر کر کے محض کسی کے حلال وحرام کر دینے پر اشیاء کی حلت وحرمت کا مدار رکھنا جیسا کہ ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ [التوبۃ:۳۱] کی تفسیر سے ظاہر ہوتا ہے یہ سب امور، دعوائے اسلام و توحید کے منافی ہیں۔

فَائِدَۃ: [۱۰۰]..... یعنی تم دعوائے اسلام وتوحید کر کے پھر گئے، ہم بحمد اللہ اس پر قائم ہیں کہ اپنے کو محض خدائے واحد کے سپرد کر دیا ہے اور اسی کے تابع فرمان ہیں۔

هٰٓاَنْتُمْ هٰٓؤُلَآءِ حَاجَجْتُمْ فِيْمَا لَكُمْ بِهٖ عِلْمٌ فَلِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْمَا لَيْسَ لَكُمْ بِهٖ

سنتے ہو تم لوگ جھگڑ چکے جس بات میں تم کو کچھ خبر تھی اب کیوں جھگڑتے ہو جس بات میں تم

عِلْمٌ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٦﴾ مَا كَانَ اِبْرٰهِيْمُ يَهُوْدِيًّا وَّلَا نَصْرَانِيًّا

کو کچھ خبر نہیں اور اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۱۰۱ نہ تھا ابراہیم یہودی اور نہ تھا نصرانی لیکن تھا

وَّلٰكِنْ كَانَ حَنِيْفًا مُّسْلِمًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٦٧﴾ اِنَّ اَوْلَى النَّاسِ بِاِبْرٰهِيْمَ

حنیف یعنی سب جھوٹے مذہبوں سے بیزار اور حکم بردار اور نہ تھا مشرک ۱۰۲ بے شک لوگوں میں زیادہ مناسبت ابراہیم سے

لَلَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ وَهٰذَا النَّبِيُّ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٨﴾ وَدَّتْ

ان کو تھی جو ساتھ اس کے تھے اور اس نبی کو اور جو ایمان لائے اس نبی پر ۱۰۳ اور اللہ والی ہے مسلمانوں کا ۱۰۴ آرزو ہے

طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ لَوْ يُضِلُّوْنَكُمْ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ وَمَا

بعضے اہل کتاب کو کہ کسی طرح گمراہ کریں تم کو اور گمراہ نہیں کرتے مگر اپنے آپ کو اور

يَشْعُرُوْنَ ﴿٦٩﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَاَنْتُمْ تَشْهَدُوْنَ ﴿٧٠﴾

نہیں سمجھتے ۱۰۵ اے اہل کتاب کیوں انکار کرتے ہو اللہ کے کلام کا اور تم قائل ہو ۱۰۶

يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تَلْبِسُوْنَ الْحَقَّ بِالْبَاطِلِ وَتَكْتُمُوْنَ الْحَقَّ وَاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٧١﴾ ع ۸ ۱۵

اے اہل کتاب کیوں ملاتے ہو سچ میں جھوٹ اور چھپاتے ہو سچی بات جان کر ۱۰۷

فائدہ:[۱۰۱] حضرت ابراہیم کے متعلق یہود ونصاریٰ کے دعویٰ کی تردید:...... جیسے دعوائے اسلام وتوحید سب میں مشترک تھا، اسی طرح حضرت ابراہیم خلیل اللہ کی تعظیم وتکریم میں بھی سب شریک تھے اور یہود ونصاریٰ میں سے ہر ایک فرقہ دعویٰ کرتا تھا کہ ابراہیم ہمارے دین پر تھے۔ یعنی معاذ اللہ! یہودی تھے یا نصرانی، اُسکا جواب دیا کہ تورات وانجیل جن کے پیرو یہودی یا نصرانی کہلائے، ابراہیم علیہ السلام سے سیکڑوں برس بعد اتری۔ پھر ابراہیم علیہ السلام کو نصرانی یا یہودی کیسے کہہ سکتے ہیں؟ بلکہ جس طرح کے تم یہودی یا نصرانی ہو، اس معنی سے تو خود موسیٰ یا عیسیٰ علیہ السلام کو بھی یہودی یا نصرانی نہیں کہا جا سکتا۔ اور اگر یہ مطلب ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی شریعت ہمارے مذہب سے زیادہ قریب تھی تو یہ بھی غلط ہے۔ اس کا علم تم کو کہاں سے ہوا؟ تمہاری کتابوں میں مذکور نہیں۔ نہ خدا نے خبر دی، نہ تم کوئی ثبوت پیش کر سکتے ہو۔ پھر ایسی بات میں جھگڑنا جس کا کچھ علم آدمی کو نہ ہو، حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔ جن چیزوں کی تمہیں کچھ تھوڑی بہت خبر تھی گو محض ناتمام اور سرسری تھی، مثلاً مسیح علیہ السلام کے واقعات یا نبی آخر الزمان ﷺ کی بشارات وغیرہ۔ اُن میں تم جھگڑ چکے، لیکن جس چیز سے تمہیں بالکل مس نہیں، نہ اُس کی کبھی ہوا لگی، اُسے تو خدا کے سپرد کردو۔ وہ ہی جانتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام کیا تھے اور آج دنیا میں کونسی جماعت کا مسلک اُس سے قریب تر ہے۔

فائدہ:[۱۰۲] لفظ حنیف کی وضاحت:...... یعنی ابراہیم علیہ السلام نے اپنے تئیں حنیف یا مسلم کہا ہے۔ حنیف کے معنی: ''جو کوئی ایک راہِ حق پکڑے اور سب باطل راہیں چھوڑ دے'' اور مسلم کے معنی حکم بردار، اب خود اندازہ کرلو کہ آج کس نے سب سے ٹوٹ کر خدا کی راہ پکڑی اور اپنے کو خالص اُسی کے سپرد کر دیا ہے۔ وہ ہی ابراہیم سے زیادہ اقرب واشبہ ہوگا۔

تنبیہ:...... یہاں مُسْلِماً میں اسلام سے خاص شریعتِ محمدیہ مراد لینے کی ضرورت نہیں۔ بلکہ تسلیم وتفویض اور فرمانبرداری کے معنی ہیں۔ جو تمام انبیاء کا دین رہا ہے اور ابراہیم علیہ السلام نے خصوصیت سے اس نام ولقب کو بہت زیادہ روشن کیا: ﴿اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ [البقرۃ:۱۳۱] حضرت ابراہیم علیہ السلام کی سوانح حیات کا ایک ایک حرف بتلاتا ہے کہ وہ ہمہ تن اسلام اور تسلیم ورضا کے پیکر مجسم تھے۔ ذبحِ اسمٰعیل کے واقعہ میں ﴿فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَتَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ﴾ [الصافات:۱۰۳] کا لفظ اُن کی شانِ اسلام کو بہت وضاحت سے نمایاں کرتا ہے۔ صلی اللہ علی نبینا وعلیہ وبارک وسلم۔

فائدہ:[۱۰۳] اُمتِ محمدیہ کی مناسبت حضرت ابراہیمؑ سے زیادہ ہے:...... اللہ تعالیٰ نے بتلا دیا کہ زیادہ مناسبت ابراہیم علیہ السلام سے اُس وقت کی اُمت کو تھی یا پچھلی امتوں میں اس نبی کی امت کو ہے تو یہ امت نام میں بھی اور راہ ٹیں بھی ابراہیم سے مناسبت زیادہ رکھتی ہے اور اس اُمت کا پیغمبر خلقاً وخُلقاً صورتاً وسیرتاً حضرت ابراہیم علیہ السلام سے اشبہ ہے اور ان کی دعا کے موافق آیا ہے جیسا کہ سورۂ ''بقرہ'' میں گزرا ﴿رَبَّنَا وَابْعَثْ فِیْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِكَ﴾ [البقرۃ:۱۲۹] اسی لیے حبشہ کا نصرانی بادشاہ (نجاشی) مسلمان مہاجرین کو ''حزبِ ابراہیم'' کہتا تھا۔ شاید اسی قسم کی مناسبات کی وجہ سے درود شریف میں كَمَا صَلَّیْتَ عَلٰۤی اِبْرَاهِیْمَ فرمایا۔ یعنی اُس نوعیت اور نمونہ کی صلوٰۃ نازل فرمائے جو ابراہیم وآلِ ابراہیم پر کی تھی۔ جامع ترمذی میں حدیث ہے: ''اِنَّ لِکُلِّ نَبِیٍّ وُلَاۃً مِنَ النَّبِیِّیْنَ وَاِنَّ وَلِیِّی أَبِیْ وَخَلِیْلُ رَبِّیْ'' [۱۱/۲۳۳، حدیث نمبر ۳۲۶۳، باب وَمِنْ سُوْرَۃِ اٰلِ عِمْرَانَ] اس مضمون کی تفصیل آئندہ کسی سورت میں آئے گی۔ اِنْ شاءَ اللہ!

فائدہ:[۱۰۴]...... یعنی اپنی راہ کے حق ہونے پر محض کسی کی موافقت ومشابہت سے دلیل جب پکڑے کہ اپنے اوپر وحی نہ آتی ہو۔ سو اللہ ''والی'' ہے مسلمانوں کا کہ (یہ براہِ راست) اس کے حکم پر چلتے ہیں۔ (موضح القرآن)

فائدہ:[۱۰۵] اہلِ کتاب کی تمام حرکتوں کا وبال انہیں پر ہے:...... پہلے کہا تھا: ﴿وَاللّٰهُ وَلِیُّ الْمُؤْمِنِیْنَ﴾ یہاں بتلایا کہ جب مومنین کا ولی اللہ ہے تو تمہارا داؤ اُن پر کیا چل سکتا ہے۔ بیشک بعض اہلِ کتاب چاہتے ہیں کہ جس طرح خود گمراہ ہیں مسلمانوں کو بھی راہِ حق

سے بتادیں، لیکن مسلمان تو اُن کے جال میں پھنسنے والے نہیں۔ البتہ یہ لوگ اپنی گمراہی کے وبال میں مزید اضافہ کررہے ہیں۔ اُن کی معنویات [گمراہ کرنے والی] کوششوں کا ضرر خود اُن ہی کو پہنچے گا جسے وہ فی الحال نہیں سمجھتے۔

فَائِدَة:[۱۰۶] اہل کتاب کی کتب میں بھی آپ ﷺ کی بشارت:...... یعنی تم تورات وغیرہ کے قائل ہو جس میں پیغمبر عربی ﷺ اور قرآن کریم کے متعلق بشارات موجود ہیں۔ جن کو تمہارے دل سمجھتے ہیں اور اپنی خلوتوں میں ان چیزوں کا اقرار بھی کرتے ہو۔ پھر کھلم کھلا قرآن پر ایمان لانے اور خاتم الانبیاء کی صداقت کا اقرار کرنے سے کیا چیز مانع ہے۔ خوب سمجھ لو قرآن کا انکار کرنا تمام پچھلی کتب سماویہ کا انکار کرنا ہے۔

فَائِدَة:[۱۰۷]...... تورات کے بعض احکام تو اغراض دنیوی کی خاطر سرے سے موقوف ہی کر ڈالے تھے۔ بعض آیات میں تحریف لفظی کی تھی۔ بعض کے معنی بدل دیے تھے اور بعض چیزیں چھپا رکھی تھیں، ہر کسی کو خبر نہ کرتے تھے جیسے بشارات پیغمبر آخرالزمان ﷺ کی۔

وَقَالَتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اٰمِنُوْا بِالَّذِيْٓ اُنْزِلَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَجْهَ النَّهَارِ

اور کہا بعضے اہل کتاب نے مان لو جو کچھ اُترا مسلمانوں پر دن چڑھے

وَاكْفُرُوْٓا اٰخِرَهٗ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ﴿٧٢﴾ وَلَا تُؤْمِنُوْٓا اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ ؕ

اور منکر ہو جائے آخر دن میں شاید وہ پھر جاویں ف۱۰۸ اور نہ مانیو مگر اسی کی جو چلے تمہارے دین پر ف۱۰۹

قُلْ اِنَّ الْهُدٰى هُدَى اللّٰهِ ۙ اَنْ يُّؤْتٰٓى اَحَدٌ مِّثْلَ مَآ اُوْتِيْتُمْ اَوْ يُحَآجُّوْكُمْ

کہہ دے کہ بے شک ہدایت وہی ہے جو اللہ ہدایت کرے ف۱۱۰ اور یہ سب کچھ اس لئے ہے کہ اور کسی کو بھی کیوں مل گیا جیسا کچھ تم کو ملا تھا یا وہ غالب کیوں

عِنْدَ رَبِّكُمْ ؕ قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ ۚ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ

آ گئے تم پر تمہارے رب کے آگے ف۱۱۱ تو کہہ بڑائی اللہ کے ہاتھ میں ہے دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ بہت

عَلِيْمٌ ﴿٧٣﴾ يَّخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ﴿٧٤﴾ وَمِنْ

گنجائش والا ہے خبردار خاص کرتا ہے اپنی مہربانی جس پر چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے ف۱۱۲ اور بعضے

اَهْلِ الْكِتٰبِ مَنْ اِنْ تَاْمَنْهُ بِقِنْطَارٍ يُّؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اِنْ تَاْمَنْهُ

اہل کتاب میں وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس امانت رکھے ڈھیر مال کا تو ادا کر دیں تجھ کو اور بعضے ان میں وہ ہیں کہ اگر تو ان کے پاس امانت

بِدِيْنَارٍ لَّا يُؤَدِّهٖٓ اِلَيْكَ اِلَّا مَا دُمْتَ عَلَيْهِ قَآئِمًا ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ

رکھے ایک اشرفی تو ادا نہ کریں تجھ کو مگر جب تک کہ تو رہے اس کے سر پر کھڑا ف۱۱۳ یہ اس واسطے کہ انہوں نے کہہ رکھا ہے کہ نہیں ہے ہم پر اُمّی

عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿٧٥﴾

لوگوں کے حق لینے میں کچھ گناہ ف۱۱۴ اور جھوٹ بولتے ہیں اللہ پر اور وہ جانتے ہیں ف۱۱۵

فائدہ:[۱۰۸] اہل کتاب کی خیانتوں کا ذکر:...... ان آیتوں میں اہل کتاب کی چالاکیاں اور خیانتیں ذکر کی جارہی ہیں۔ اُن میں سے ایک یہ تھی کہ اپنے کچھ آدمی صبح کے وقت بظاہر مسلمان بن جائیں اور مسلمانوں کے ساتھ نماز پڑھیں اور شام کو یہ کہہ کر کہ ہم کو اپنے بڑے بڑے علماء سے تحقیق کرنے پر معلوم ہوا کہ یہ وہ نبی نہیں جن کی بشارت دی گئی تھی اور تجربہ سے ان کے حالات بھی اہل حق کی طرح کے ثابت نہ ہوئے، اسلام سے پھر جایا کریں۔ نتیجہ یہ ہوگا کہ بہت سے ضعیف الایمان ہماری یہ حرکت دیکھ کر اسلام سے پھر جائیں گے۔ اور سمجھ لیں گے کہ مذہب اسلام میں ضرور کوئی عیب و نقص دیکھا ہوگا، جو یہ لوگ داخل ہونے کے بعد اُس سے نکلے۔ نیز عرب کے جاہلوں میں اہل کتاب کے علم و فضل کا چرچا تھا، اُس بنا پر یہ خیال پیدا ہو جائے گا کہ یہ جدید مذہب اگر سچا ہوتا تو ایسے اہل علم اُسے رَد نہ کرتے۔ بلکہ سب سے آگے بڑھ کر قبول کرتے۔

فائدہ:[۱۰۹] بعض یہود کا بظاہر اسلام لانا:...... یعنی جو یہود مسلمانوں کے سامنے جا کر نفاق سے اپنے کو مسلمان ظاہر کریں، انہیں یہ برابر ملحوظ رہے کہ وہ سچ مچ مسلمان نہیں بن گئے۔ بلکہ بدستور یہودی ہیں اور سچے دل سے اُنہی کی بات مان سکتے ہیں جو اُن کے دین پر چلتا ہو اور شریعتِ موسوی کے اتباع کا دعویٰ رکھتا ہو۔ بعض نے ﴿اِلَّا لِمَنْ تَبِعَ دِيْنَكُمْ﴾ کے یہ معنی کیے ہیں کہ ظاہری طور پر جو ایمان لاؤ اور اپنے کو مسلمان بتاؤ، وہ محض ان لوگوں کی وجہ سے جو تمہارے دین پر چلنے والے ہیں، یعنی اس تدبیر سے اپنے ہم مذہبوں کی حفاظت مقصود ہونی چاہیے کہ وہ مسلمان نہ بن جائیں یا جو بن چکے ہیں اس تدبیر سے واپس آجائیں۔

فائدہ:[۱۱۰]...... یعنی ہدایت تو اللہ کے دیئے سے ملتی ہے۔ جس کے دل میں خدا نے ہدایت کا نور ڈال دیا، تمہاری اُن پر فریب چالبازیوں سے وہ گمراہ ہونے والا نہیں۔

فائدہ:[۱۱۱] اہل کتاب کا حسد:...... یعنی یہ مکاریاں اور تدبیریں محض از راہِ حسد اس جلن میں کی جاتی ہیں کہ دوسروں کو اس طرح کی شریعت اور نبوت و رسالت کیوں دی جارہی ہے جیسی پہلے تم کو دی گئی تھی۔ یا مذہبی و دینی جدوجہد میں دوسرے لوگ تم پر غالب آکر کیوں آگے نکلے جارہے ہیں اور خدا کے آگے تمہیں ملزم گردان رہے ہیں۔ یہود ہمیشہ اس خیال کی اشاعت کرتے رہے تھے کہ دنیا میں تنہا ہماری ہی قوم علم شرعیات کی اجارہ دار ہے، تورات ہم پر اُتری، موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر ہم میں آئے۔ پھر عرب کے اُمیوں کو اس فضل و کمال سے کیا واسطہ؟ لیکن تورات سفرِ استثناء [تورات کے ایک باب کا نام] کی عظیم الشان پیشین گوئی غلط نہیں ہوسکتی تھی۔ جس میں بتایا گیا تھا کہ اللہ تعالیٰ بنی اسرائیل کے بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے ایک موسیٰ جیسا (صاحب شریعت مستقلہ) نبی اٹھائے گا۔ اپنا کلام (قرآن کریم) اُس کے منہ میں ڈالے گا، ﴿اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا﴾ [المزمل:۱۵] چنانچہ بنی اسمٰعیل کو یہ دولت ملی اور وہ علم و فضل، حجت و برہان اور مذہبی جدوجہد کے میدان مقابلہ میں نہ صرف بنی اسرائیل بلکہ دنیا کی تمام اقوام سے گوئے سبقت لے گئے۔ فالحمد لله علی ذالک!

تنبیہ:...... اس آیت کی تقریر کئی طرح سے کی گئی ہے لیکن ہم نے وہ ہی تقریر اختیار کی جس کی طرف مترجم محقق رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ اشارہ کر رہے ہیں۔

فائدہ:[۱۱۲] تمام کام اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے:...... اللہ کے خزانوں میں کمی نہیں، اور اُسی کو خبر ہے کہ کس کو کیا بڑائی ملنی چاہیے۔ نبوت، شریعت، ایمان و اسلام اور ہر قسم کی مادی و روحانی فضائل و کمالات کا تقسیم کرنا اُسی کے ہاتھ میں ہے جس وقت جسے مناسب جانے عطا کرتا ہے ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ [الانعام:۱۲۴]

فائدہ:[۱۱۳] اہل کتاب کی امانت داری کا حال:...... اہل کتاب کی دینی خیانت و نفاق کے سلسلہ میں دنیوی خیانت کا ذکر آگیا۔

جس سے اس پر روشنی پڑتی ہے کہ جو لوگ چار پیسہ پر نیت خراب کر لیں اور امانتداری نہ برت سکیں، اُن سے کیا توقع ہو سکتی ہے کہ دینی معاملات میں امین ثابت ہوں گے۔ چنانچہ ان میں بہت سے وہ ہیں جن کے پاس زیادہ تو کیا، ایک اشرفی بھی امانت رکھی جائے تو تھوڑی دیر بعد مکر جائیں اور جب تک کوئی تقاضہ کیلئے ہر وقت اُن کے سر پر کھڑا نہ رہے اور پیچھا کرنے والا نہ ہو، امانت ادا نہ کریں۔ بیشک ان میں سب کا حال ایسا نہیں بعض ایسے بھی ہیں جن کے پاس اگر سونے کا ڈھیر رکھ دیا جائے تو ایک رتی خیانت نہ کریں۔ لیکن یہ ہی خوش معاملہ اور امین لوگ ہیں جو یہودیت سے بیزار ہو کر اسلام کے حلقہ بگوش بنتے جارہے ہیں۔ مثلاً: حضرت عبداللہ بن سلام وغیرہ رضی اللہ عنہ۔

فَائِدَہ:[۱۱۴]......یعنی پرایا حق کھانے کو یہ مسئلہ بنالیا کہ عرب کے اُمّی جو ہمارے مذہب پر نہیں، اُن کا مال جس طرح ملے رَوا ہے۔ غیر مذہب والوں کی امانت میں خیانت کی جائے تو کچھ گناہ نہیں۔ خصوصاً وہ عرب جو اپنا آبائی دین چھوڑ کر مسلمان بن گئے ہیں۔ خدا نے ان کا مال ہمارے لیے حلال کر دیا ہے۔

فَائِدَہ:[۱۱۵] خدا کی طرف جھوٹی نسبت:......یعنی جان بوجھ کر خدا کی طرف جھوٹی بات منسوب کر رہے ہیں۔ امانت میں خیانت کرنے کی خدا نے ہرگز اجازت نہیں دی۔ آج بھی اسلامی فقہ کا مسئلہ یہ ہی ہے کہ مسلم ہو یا کافر، کسی کی امانت میں خیانت جائز نہیں۔

بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ۝٧٦ اِنَّ الَّذِيْنَ يَشْتَرُوْنَ

کیوں نہیں جو کوئی پورا کرے اپنا قرار اور وہ پرہیزگار ہے تو اللہ کو محبت ہے پرہیزگاروں سے ف۱۱۶ جو لوگ مول لیتے ہیں اللہ

بِعَهْدِ اللّٰهِ وَاَيْمَانِهِمْ ثَمَنًا قَلِيْلًا اُولٰٓئِكَ لَا خَلَاقَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ وَلَا يُكَلِّمُهُمُ

کے قرار پر اور اپنی قسموں پر تھوڑا سا مول ف۱۱۷ ان کا کچھ حصہ نہیں آخرت میں اور نہ بات کرے گا ان سے اللہ

اللّٰهُ وَلَا يَنْظُرُ اِلَيْهِمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَلَا يُزَكِّيْهِمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝٧٧

اور نہ نگاہ کرے گا ان کی طرف قیامت کے دن اور نہ پاک کرے گا ان کو اور ان کے واسطے عذاب ہے دردناک ف۱۱۸

وَاِنَّ مِنْهُمْ لَفَرِيْقًا يَّلْوٗنَ اَلْسِنَتَهُمْ بِالْكِتٰبِ لِتَحْسَبُوْهُ مِنَ الْكِتٰبِ وَمَا

اور بے شک ان میں ایک فریق ہے کہ زبان مروڑ کر پڑھتے ہیں کتاب تا کہ تم جانو کہ وہ کتاب میں ہے اور وہ

هُوَ مِنَ الْكِتٰبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَمَا هُوَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ

نہیں کتاب میں اور کہتے ہیں وہ اللہ کا کہا ہے اور وہ نہیں اللہ کا کہا ف۱۱۹ اور اللہ

عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ۝٧٨ مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ يُّؤْتِيَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ

پر جھوٹ بولتے ہیں جان کر کسی بشر کا کام نہیں کہ اللہ اس کو دیوے کتاب

وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ ثُمَّ يَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّيْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ

اور حکمت اور پیغمبر کرے پھر وہ کہے لوگوں کو کہ تم میرے بندے ہو جاؤ اللہ کو چھوڑ کر ف۱۲۰ لیکن یوں کہے کہ

كُونُوا رَبّٰنِيّٖنَ بِمَا كُنْتُمْ تُعَلِّمُوْنَ الْكِتٰبَ وَبِمَا كُنْتُمْ تَدْرُسُوْنَ ﴿۷۹﴾

تم اللہ والے ہو جاؤ جیسے کہ تم سکھلاتے تھے کتاب اور جیسے کہ تم آپ بھی پڑھتے تھے اُسے ف۱۲۱

فائدہ:[۱۱۶]......یعنی خیانت و بدعہدی میں گناہ کیوں نہیں، جب کہ خدا تعالیٰ کا عام قانون یہ ہے کہ جو کوئی خدا کے اور بندوں کے جائز عہد پورے کرے، اور خدا سے ڈر کر تقویٰ کی راہ چلے یعنی فاسد خیالات، مذموم اعمال اور پست اخلاق سے پرہیز کرے۔ اُسی سے خدا محبت کرتا ہے۔ اس میں امانت داری کی خصلت بھی آ گئی۔

فائدہ:[۱۱۷]......یعنی جو لوگ دنیا کی متاعِ قلیل لے کر خدا کے عہد اور آپس کی قسموں کو توڑ ڈالتے ہیں، نہ باہمی معاملات درست رکھتے ہیں، نہ خدا سے جو قول و قرار کیا تھا اُس پر قائم رہتے ہیں۔ بلکہ مال و جاہ کی حرص میں احکام شرعیہ کو بدلتے اور کتب سماویہ میں تحریف کرتے رہتے ہیں، اُن کا انجام آگے مذکور ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''یہ یہود میں صفت تھی کہ اللہ نے اُن سے اقرار لیا تھا اور قسمیں دی تھیں کہ ہر نبی کے مددگار رہو۔ پھر غرضِ دنیا کے واسطے پھر گئے اور جو کوئی جھوٹی قسم کھائے دنیا لینے کے واسطے اس کا یہ ہی حال ہے۔''

فائدہ:[۱۱۸]......اس قسم کی آیت سورۂ ''بقرہ'' کے اکیسویں رکوع (آیت: ۱۷۴) میں گزر چکی، وہاں کے فوائد میں الفاظ کی تشریح دیکھ لی جائے۔

فائدہ:[۱۱۹] اہل کتاب کی اپنی کتاب میں تحریف:......یہ اہلِ کتاب کی تحریف کا حال بیان فرمایا یعنی آسمانی کتاب میں کچھ چیزیں اپنی طرف سے بڑھا گھٹا کر ایسے انداز اور لہجہ میں پڑھتے ہیں کہ ناواقف سننے والا دھوکہ میں آ جائے۔ اور یہ سمجھے کہ یہ بھی آسمانی کتاب کی عبارت ہے۔ یہ ہی نہیں بلکہ زبان سے دعویٰ بھی کرتے ہیں کہ یہ سب اللہ کے پاس سے آیا ہوا ہے۔ حالانکہ نہ وہ مضمون کتاب میں موجود ہے اور نہ خدا کے پاس سے آیا ہے بلکہ خود اس تحریف شدہ کتاب کو بھی بہیئتِ مجموعی خدا کی کتاب نہیں کہہ سکتے۔ کیونکہ اُس میں طرح طرح کے تصرفات اور جعل سازیاں کی گئی ہیں۔ آج بائبل کے جو نسخے دنیا میں موجود ہیں اُن میں باہم شدید اختلاف پایا جاتا ہے۔ اور بعض ایسے مضامین درج ہیں جو قطعاً خدا کی طرف سے نہیں ہو سکتے۔ اس کی کچھ تفصیل ''روح المعانی'' میں موجود ہے اور اثبات تحریف پر ہمارے علماء نے مبسوط بحثیں کی ہیں۔ جزاهم الله أحسن الجزاء۔

فائدہ:[۱۲۰] نبی کی تعلیم کا مقصد اپنی عبادت کروانا نہیں:......وفدِ نجران کی موجودگی میں بعض یہود و نصاریٰ نے کہا تھا کہ اے محمد! کیا تم چاہتے ہو کہ ہم تمہاری اُسی طرح پرستش کرنے لگیں، جیسے نصاریٰ عیسیٰ ابن مریم کو پوجتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: معاذ اللہ! کہ ہم غیر اللہ کی بندگی کریں یا دوسروں کو اس کی دعوت دیں۔ حق تعالیٰ نے ہم کو اس کام کے لیے نہیں بھیجا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی جس بشر کو حق تعالیٰ کتاب و حکمت اور قوتِ فیصلہ دیتا، اور پیغمبری کے منصب جلیل پر فائز کرتا ہے کہ وہ ٹھیک ٹھیک پیغام الٰہی پہنچا کر لوگوں کو اُس کی بندگی اور وفاداری کی طرف متوجہ کرے، اُس کا یہ کام کبھی نہیں ہو سکتا کہ اُن کو خالص ایک خدا کی بندگی سے ہٹا کر خود اپنا یا کسی دوسری مخلوق کا بندہ بنانے لگے۔ اس کے تو یہ معنی ہوں گے کہ خداوند قدوس نے جس کو جس منصب کا اہل جان کر بھیجا تھا، فی الواقع وہ اس کا اہل نہ تھا۔ دنیا کی کوئی گورنمنٹ بھی اگر کسی شخص کو ایک ذمہ داری کے عہدہ پر مامور کرتی ہے تو پہلے دو باتیں سوچ لیتی ہے: (۱) یہ شخص گورنمنٹ کی پالیسی کو سمجھنے اور اپنے فرائض کو انجام دینے کی لیاقت رکھتا ہے یا نہیں؟ (۲) گورنمنٹ کے احکام کی تعمیل کرنے اور رعایا کو جادۂ وفاداری پر قائم رکھنے کی کہاں تک اُس سے توقع کی جا سکتی ہے؟ کوئی بادشاہ یا پارلیمنٹ ایسے آدمی کو نائب السلطنت یا سفیر مقرر نہیں کر سکتی جس کی نسبت حکومت کے خلاف بغاوت پھیلانے یا اس کی پالیسی اور احکام سے انحراف کرنے کا ادنیٰ شبہ ہو، بیشک یہ ممکن ہے کہ ایک شخص کی قابلیت یا

جذبۂ وفاداری کا اندازہ حکومت صحیح طور پر نہ کر سکی ہو لیکن خداوند قدوس کے یہاں یہ بھی احتمال نہیں۔ اگر کسی فرد کی نسبت اُس کو علم ہے کہ یہ میری وفاداری اور اطاعت شعاری سے بال برابر تجاوز نہ کرے گا تو محال ہے کہ وہ آگے چل کر اُس کے خلاف ثابت ہو سکے۔ ورنہ علم الٰہی کا غلط ہونا لازم آتا ہے۔ العیاذ باللہ! یہیں سے عصمت انبیاء علیہم السلام کا مسئلہ سمجھ میں آجاتا ہے (کمانبه علیه أبوحیان فی "البحر" وفضله مولانا قاسم العلوم والخیرات فی تصانیفه) پھر جب انبیاء علیہم السلام ادنیٰ عصیان سے پاک ہیں تو شرک اور خدا کے مقابلہ میں بغاوت کرنے کا امکان کہاں باقی رہ سکتا ہے۔ اس میں نصاریٰ کے اُس دعوے کا بھی رد ہو گیا جو کہتے تھے کہ ابنیت والوہیت مسیح کا عقیدہ ہم کو خود مسیح علیہ السلام نے تعلیم فرمایا ہے۔ اور ان مسلمانوں کو بھی نصیحت کر دی گئی جنہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا تھا کہ ہم سلام کی بجائے آپ کو سجدہ کیا کریں تو کیا حرج ہے اور اہل کتاب پر بھی تعریض ہو گئی جنہوں نے اپنے احبار و رہبان کو خدائی کا درجہ دے رکھا تھا۔ العیاذ باللہ!

تنبیہ:...... ﴿مَا كَانَ لِبَشَرٍ﴾ الآیة میں ابوحیان رحمہ اللہ کے نزدیک اُسی طرح کی نفی ہے جیسے ﴿مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا﴾ [النمل:۶۰] میں یا ﴿وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ﴾ [آل عمران:۱۴۵] میں۔ وهو أصوب عندی۔

فائدہ: [۱۲۱] موضح القرآن میں ہے:...... ''جس کو اللہ نبی بنائے اور وہ لوگوں کو کفر و شرک سے نکال کر مسلمانی میں لائے۔ پھر کیوں کر ان کو کفر سکھلائے گا۔ ہاں تم کو (اے اہلِ کتاب!) یہ کہتا ہے کہ تم میں جو آگے دینداری تھی۔ کتاب کا پڑھنا اور سکھانا وہ نہیں رہی۔ اب میری صحبت میں پھر وہی کمال حاصل کرو۔'' اور عالم، حکیم، فقیہ، عارف، مدبر، متقی اور پکے خدا پرست بن جاؤ اور یہ بات اب قرآن کریم پڑھنے پڑھانے اور سیکھنے سکھانے سے حاصل ہو سکتی ہے۔

وَلَا يَاْمُرَكُمْ اَنْ تَتَّخِذُوا الْمَلٰٓئِكَةَ وَالنَّبِيّٖنَ اَرْبَابًا ؕ اَيَاْمُرُكُمْ بِالْكُفْرِ بَعْدَ اِذْ

اور نہ یہ کہے تم کو کہ ٹھہرا لو فرشتوں کو اور نبیوں کو رب ف۱۲۲ کیا تم کو کفر سکھائے گا بعد اس کے

اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝۸۰ وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ لَمَآ اٰتَيْتُكُمْ مِّنْ كِتٰبٍ وَّ ع

کہ تم مسلمان ہو چکے ہو ف۱۲۳ اور جب لیا اللہ نے عہد نبیوں سے کہ جو کچھ میں نے تم کو دیا کتاب اور

حِكْمَةٍ ثُمَّ جَآءَكُمْ رَسُوْلٌ مُّصَدِّقٌ لِّمَا مَعَكُمْ لَتُؤْمِنُنَّ بِهٖ وَلَتَنْصُرُنَّهٗ ؕ

علم پھر آوے تمہارے پاس کوئی رسول کہ سچا بتا دے تمہارے پاس والی کتاب کو تو اس رسول پر ایمان لاؤ گے اور اس کی مدد کرو گے

قَالَ ءَاَقْرَرْتُمْ وَاَخَذْتُمْ عَلٰى ذٰلِكُمْ اِصْرِيْ ؕ قَالُوْٓا اَقْرَرْنَا ؕ قَالَ فَاشْهَدُوْا

فرمایا کہ کیا تم نے اقرار کیا ف۱۲۴ اور اس شرط پر میرا عہد قبول کیا بولے ہم نے اقرار کیا فرمایا تو اب گواہ ہو

وَاَنَا مَعَكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ۝۸۱ فَمَنْ تَوَلّٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ۝۸۲

اور میں بھی تمہارے ساتھ گواہ ہوں ف۱۲۵ پھر جو کوئی پھر جاوے اس کے بعد تو وہی لوگ ہیں نافرمان ف۱۲۶

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا

اب کوئی اور دین ڈھونڈتے ہیں سوا دین اللہ کے اور اُسی کے حکم میں ہے جو کوئی آسمان اور زمین میں ہے خوشی سے یا لاچاری سے ف۱۲۷

وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ﴿۸۳﴾ قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَاۤ اُنْزِلَ عَلٰۤى اِبْرٰهِيْمَ

اور اُسی کی طرف سب پھر جاویں گے ف۱۲۸ تو کہہ ہم ایمان لائے اللہ پر اور جو کچھ اُترا ہم پر اور جو کچھ اُترا ابراہیم پر

وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَالْاَسْبَاطِ وَمَاۤ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى

اور اسماعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور اس کی اولاد پر اور جو ملا موسیٰ کو اور عیسیٰ کو

وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۪ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۫ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ﴿۸۴﴾

اور جو ملا سب نبیوں کو ان کے پروردگار کی طرف سے ہم جُدا نہیں کرتے ان میں کسی کو اور ہم اسی کے فرماں بردار ہیں ف۱۲۹

فائدہ:[۱۲۲]...... جیسے نصاریٰ نے مسیح وروح القدس کو بعض یہود نے عزیر کو، اور بعض مشرکین نے فرشتوں کو ٹھہرالیا تھا۔ جب فرشتے اور پیغمبر خدائی میں شریک نہیں ہوسکتے تو پتھر کے بت اور صلیب کی لکڑی تو کس شمار میں ہے۔

فائدہ:[۱۲۳]...... یعنی پہلے تو ''ربانی'' (اللہ والا) اور مسلم موحد بنانے میں کوشش کی، جب لوگوں نے قبول کرلیا تو کیا پھر انہیں شرک و کفر کی طرف لے جاکر اپنی ساری محنت اور کمائی اپنے ہاتھ سے برباد کردے گا؟ یہ بات سمجھ میں نہیں آسکتی۔

فائدہ:[۱۲۴] انبیاء کی تعلیم کا میدان:...... یعنی کوئی نبی اپنی بندگی کی تعلیم نہیں دے سکتا۔ بندگی صرف ایک خدا کی سکھائی جاتی ہے۔ البتہ انبیاء کا حق یہ ہے کہ لوگ اُن پر ایمان لائیں، ان کا کہا مانیں، اور ہر قسم کی مدد کریں۔ عام لوگوں کا تو کیا ذکر ہے حق تعالیٰ نے خود پیغمبروں سے بھی یہ پختہ عہد لے چھوڑا ہے کہ جب تم میں سے کسی نبی کے بعد دوسرا نبی آئے (جو یقیناً پہلے انبیاء اوران کی کتابوں کی اجمالاً یا تفصیلاً تصدیق کرتا ہوا آئے گا) تو ضروری ہے کہ پہلا نبی پچھلے کی صداقت پر ایمان لائے اور اُس کی مدد کرے۔ اگر اُس کا زمانہ پائے تو بذات خود بھی، ورنہ پائے تو اپنی امت کو پوری طرح ہدایت وتاکید کرجائے کہ بعد میں آنے والے پیغمبر پر ایمان لاکر اُس کی اعانت ونصرت کرنا، کہ یہ وصیت کرجانا بھی اس کی مدد کرنے میں داخل ہے۔ اس عام قاعدہ سے روز روشن کی طرح ظاہر ہے کہ خاتم الانبیاء محمد رسول اللہ ﷺ پر ایمان لانے اوران کی مدد کرنے کا عہد بلا استثناء تمام انبیائے سابقین سے لیا گیا ہوگا اور انہوں نے اپنی اپنی امتوں سے یہ ہی قول وقرار لیے ہوں گے۔ کیونکہ ایک آپ ہی کی مخزن الکمالات ہستی تھی جو عالم غیب میں سب سے پہلے اور عالم شہادت میں سب انبیاء کے بعد جلوہ افروز ہونے والی تھی اور جس کے بعد کوئی نبی آنے والا نہ تھا اور آپ ہی کا وجود باجود تمام انبیائے سابقین اور کتب سماویہ کی حقانیت پر مہر تصدیق ثبت کرنے والا تھا۔ چنانچہ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سے منقول ہے کہ اس قسم کا عہد انبیاء سے لیا گیا اور خود آپ نے ارشاد فرمایا کہ اگر آج موسیٰ علیہ السلام زندہ ہوتے تو ان کو میری اتباع کے بدون چارہ نہ ہوتا۔ اور فرمایا کہ عیسیٰ علیہ السلام جب نازل ہوں گے تو کتاب اللہ (قرآن کریم) اور تمہارے نبی کی سنت پر فیصلے کریں گے۔ محشر میں شفاعت کبریٰ کے لیے پیش قدمی کرنا اور تمام بنی آدم کا آپ کے جھنڈے تلے جمع ہونا اور شب معراج میں بیت المقدس کے اندر تمام انبیاء کی امامت کرانا، حضور ﷺ کی اسی سیادت عامہ اور امامت عظمیٰ کے آثار میں سے ہے۔ اللّٰھم صل علی سیدنا محمد وعلی اٰل سیدنا محمد وبارک وسلم۔

فائدہ:[۱۲۵]...... یہ الفاظ محض عہد کی تاکید واہتمام کیلئے فرمائے۔ کیونکہ جس عہد نامہ پر خدا تعالیٰ اور پیغمبروں کی گواہی ہو، اُس سے زیادہ پکی دستاویز کہاں ہوسکتی ہے۔

فائدہ:[۱۲۶] پرلے درجے کا نافرمان:...... جس چیز کا عہد خدا نے تمام انبیاء سے لیا اور انبیاء نے اپنی اپنی امتوں سے، اب اگر دنیا

میں کوئی شخص اس سے روگردانی کرے تو بلاشبہ پرلے درجہ کا بدعہد اور نافرمان ہوگا۔ بائبل، اعمال رسل باب ۳، آیت ۲۱ میں ہے: ''ضرور ہے کہ آسمان اُسے لیے رہے اس وقت تک کہ سب چیزیں جن کا ذکر خدا نے اپنے سب پاک نبیوں کی زبانی شروع سے کیا۔ اپنی حالت پر آویں کیونکہ موسیٰ نے باپ دادوں سے کہا کہ خداوند جو تمہارا خدا ہے تمہارے بھائیوں میں سے تمہارے لیے ایک نبی میری مانند اٹھائے گا۔ جو کچھ وہ تمہیں کہے اس کی سب سنو۔''

فَائِدَۃ:[۱۲۷] فلاح اور نجات کا راستہ ہمیشہ سے دینِ اسلام رہا:...... یعنی ہمیشہ سے خدا کا دین اسلام رہا ہے، جس کے معنی ہیں حکم برداری۔ مطلب یہ ہے کہ جس وقت حق تعالیٰ کا جو حکم کسی راست باز اور صادق القول پیغمبر کے توسط سے پہنچے اس کے سامنے گردن جھکا دو۔ پس آج جو احکام و ہدایات سید المرسلین خاتم الانبیاء لے کر آئے وہ ہی خدا کا دین ہے۔ کیا اُسے چھوڑ کر نجات و فلاح کا کوئی اور راستہ ڈھونڈتے ہیں؟ خوب سمجھ لیں کہ خدا کا دین چھوڑ کر کہیں ابدی نجات اور حقیقی کامیابی نہیں مل سکتی۔ آدمی کو سزاوار نہیں کہ اپنی خوشی اور شوق ورغبت سے اُس خدا کی حکم برداری اختیار نہ کرے، جس کے حکمِ تکوینی کے نیچے تمام آسمان وزمین کی چیزیں ہیں۔ خواہ وہ حکم تکوینی اُن کے ارادہ اور خوشی کے توسط سے ہو جیسے فرشتے اور فرمانبردار بندوں کی اطاعت میں، یا مجبوری اور لاچاری سے جیسے عالم کا ذرہ ذرہ اُن آثارِ حوادث میں جن کا وقوع وظہور بدونِ مخلوق کی مشیت وارادہ کے ہوتا ہے، حق تعالیٰ کی مشیت وارادہ کا تابع ہے۔

فَائِدَۃ:[۱۲۸]......سب کو آخر کار جب وہیں لوٹ کر جانا ہے تو عقلمند کو چاہیے کہ پہلے سے تیاری کر رکھے۔ یہاں نافرمانیاں کیں تو وہاں کیا منہ دکھلائے گا۔

فَائِدَۃ:[۱۲۹] مسلمان ہونے کا مطلب تمام احکامات کو ماننا ہے:...... یعنی جو کچھ جس زمانہ میں خدا کی طرف سے اترا یا کسی پیغمبر کو دیا گیا، ہم بلاتفریق سب کو حق مانتے ہیں۔ ایک مسلم فرمانبردار کا یہ وتیرہ [طریقہ] نہیں کہ خدا کے بعض پیغمبروں کو مانے بعض کو نہ مانے، گویا اخیر میں ﴿وَنَحْنُ لَهُ مُسْلِمُوْنَ﴾ کہہ کر اسلام کی حقیقت بتلادی اور آگاہ کر دیا کہ اسلام کسی نبی برحق اور کسی آسمانی کتاب کی تکذیب کا روادار نہیں۔ اُس کے نزدیک جس طرح قرآن کریم اور پیغمبر عربی ﷺ کا نہ ماننا کفر ہے، ایسے ہی کسی ایک نبی یا کتابِ سماوی کا انکار کرنے سے بھی انسان کافر ہو جاتا ہے۔ بیشک پیغمبر آخر الزمان کی یہ ہی شان ہونی چاہیے کہ وہ تمام پہلی کتابوں اور نبوتوں کا مصدق ہو، اور اس طرح کی تمام اقوام کو جن کے پاس مقامی ''نذیر'' و ''ہادی'' آتے رہے تھے، جامعیتِ کبریٰ کے سب سے بڑے جھنڈے کے نیچے جمع ہونے کا راستہ بتلائے۔

تنبیہ:......اسی قسم کی آیت پارہ الٓمّ (بقرہ: ۱۳۶) کے آخر میں آچکی ہے اُس کے فوائد ملاحظہ کر لیے جائیں۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۸۵﴾

اور جو کوئی چاہے سوا دین اسلام کے اور کوئی دین سو اس سے ہرگز قبول نہ ہوگا ف۱۳ اور وہ آخرت میں خراب ہے ف۱۳۱

كَيْفَ يَهْدِي اللّٰهُ قَوْمًا كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ وَشَهِدُوْٓا اَنَّ الرَّسُوْلَ حَقٌّ

کیوں کر راہ دے گا اللہ ایسے لوگوں کو کہ کافر ہو گئے ایمان لا کر اور گواہی دے کر کہ بے شک رسول سچا ہے اور آئیں

وَّجَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۶﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَاۤؤُهُمْ اَنَّ

ان کے پاس نشانیاں روشن اور اللہ راہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو ف۱۳۲ ایسے لوگوں کی سزا یہ ہے کہ ان

عَلَيۡهِمۡ لَعۡنَةَ اللّٰهِ وَالۡمَلٰٓـئِكَةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ ۝٨٧ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا‌ ۚ لَا يُخَفَّفُ

پر لعنت ہے اللہ کی اور فرشتوں کی اور لوگوں کی سب کی ؏۱۳۳ ہمیشہ رہیں گے اس میں ؏۱۳۴ نہ

عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ ۝٨٨ اِلَّا الَّذِيۡنَ تَابُوۡا مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِكَ وَاَصۡلَحُوۡا

ہلکا ہو گا ان سے عذاب اور نہ ان کو فرصت ملے ؏۱۳۵ مگر جنہوں نے توبہ کی اس کے بعد اور نیک کام کیے

فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ رَّحِيۡمٌ ۝٨٩ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بَعۡدَ اِيۡمَانِهِمۡ ثُمَّ ازۡدَادُوۡا كُفۡرًا

تو بے شک اللہ غفور رحیم ہے ؏۱۳۶ بے شک جو لوگ منکر ہوئے مان کر پھر بڑھتے رہے انکار

لَّنۡ تُقۡبَلَ تَوۡبَتُهُمۡ‌ ۚ وَاُولٰٓـئِكَ هُمُ الضَّآلُّوۡنَ ۝٩٠ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا وَمَاتُوۡا

میں ہرگز قبول نہ ہو گی ان کی توبہ اور وہی ہیں گمراہ ؏۱۳۷ بے شک جو لوگ کافر ہوئے اور مر گئے کافر ہی تو ہرگز

وَهُمۡ كُفَّارٌ فَلَنۡ يُّقۡبَلَ مِنۡ اَحَدِهِمۡ مِّلۡءُ الۡاَرۡضِ ذَهَبًا وَّلَوِ افۡتَدٰى بِهٖ‌ ؕ

قبول نہ ہو گا کسی ایسے سے زمین بھر کر سونا ؏۱۳۸ اور اگرچہ بدلا دیوے اس قدر

اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ عَذَابٌ اَلِيۡمٌ وَّمَا لَهُمۡ مِّنۡ نّٰصِرِيۡنَ ۝٩١ ع ۱۷

سو ان کو عذاب دردناک ہے اور کوئی نہیں ان کا مددگار ؏۱۳۹

فائدہ:[۱۳۰] قبولیت کا معیار اب صرف دین اسلام ہے:...... یعنی جب خدا کا دین (اسلام) اپنی مکمل صورت میں آ پہنچا تو کوئی جھوٹا یا نامکمل دین قبول نہیں کیا جا سکتا۔ طلوع آفتاب کے بعد مٹی کے چراغ جلانا یا گیس، بجلی اور ستاروں کی روشنی تلاش کرنا محض لغو اور کھلی حماقت ہے۔ مقامی نبوتوں اور ہدایتوں کا عہد گزر چکا۔ اب سب سے بڑی آخری اور عالمگیر نبوت وہدایت سے ہی روشنی حاصل کرنی چاہیے کہ یہی تمام روشنیوں کا خزانہ ہے، جس میں پہلی تمام روشنیاں مدغم ہو چکی ہیں ؎

فانک شمس والملوک کواکب اِذا طلعت لم یبد منھن کوکب

فائدہ:[۱۳۱] ...... یعنی ثواب و کامیابی سے قطعاً محروم ہے۔ اس سے بڑا خسارہ کیا ہو گا کہ راس المال ہی کھو بیٹھا۔ حق تعالیٰ نے جس صحیح فطرت پر پیدا کیا تھا، اپنے سوءِ اختیار اور غلط کاری سے اسے بھی تباہ کر ڈالا۔

فائدہ:[۱۳۲] ہٹ دھرم لوگوں کو ہدایت نہیں ملتی:...... جن لوگوں نے وضوحِ حق کے بعد جان بوجھ کر کفر اختیار کیا۔ یعنی دل میں یقین رکھتے ہیں اور آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں بلکہ اپنی خاص مجلسوں میں اقرار کرتے ہیں کہ یہ رسول سچا ہے۔ اس کی حقانیت وصداقت کے روشن دلائل، کھلے نشانات اور صاف بشارات اُن کو پہنچ چکی ہیں۔ اس پر بھی کبر وحسد اور حب جاہ ومال، اسلام قبول کرنے اور کفر وعدوان کے چھوڑنے سے مانع ہے۔ جیسا کہ عموماً یہود ونصاریٰ کا حال تھا، ایسے ہٹ دھرم، ضدی معاندین کی نسبت کیوں کر توقع کی جا سکتی ہے کہ باوجود اس طرح کا رویہ قائم رکھنے کے خدا تعالیٰ ان کو نجات وفلاح اور اپنی خوشنودی کے راستہ پر لے جائے گا یا جنت تک پہنچنے کی راہ دے گا۔ اُس کی عادت نہیں کہ ایسے بے انصاف، متعصب ظالموں کو حقیقی کامیابی کی راہ دے۔ اسی پر اُن بدبختوں کو قیاس کر لو جو قلبی معرفت و

یقین کے درجہ سے بڑھ کر ایک مرتبہ مسلمان بھی ہو چکے تھے۔ پھر دنیوی اغراض اور شیطانی اغواء سے مرتد ہو گئے۔ یہ اُن پہلوں سے بھی زیادہ کجرو اور بے حیا واقع ہوئے ہیں۔ اس لیے اُن سے بڑھ کر لعنت وعقوبت کے مستحق ہوں گے۔

فَائِدَۃ: [۱۳۳]......یعنی خدا، فرشتے اور مسلمان لوگ سب اُن پر لعنت بھیجتے ہیں، بلکہ ہر انسان حتی کہ وہ خود بھی اپنے اوپر لعنت کرتے ہیں۔ جب کہتے ہیں کہ ظالموں اور جھوٹوں پر خدا کی لعنت، گو اُس وقت سمجھتے نہیں کہ یہ لعنت خود ان ہی پر واقع ہو رہی ہے۔

فَائِدَۃ: [۱۳۴]......یعنی اس لعنت کا اثر ہمیشہ رہے گا۔ دنیا میں پھٹکار اور آخرت میں خدا کی مار۔

فَائِدَۃ: [۱۳۵]......یعنی انہیں نہ کسی وقت عذاب کی شدت میں کمی محسوس ہوگی اور نہ ذراسی دیر کے لیے عذاب ملتوی کر کے آرام دیا جائے گا۔

فَائِدَۃ: [۱۳۶] **اللہ تعالیٰ ہر قسم کے مجرموں کو معاف کر دیتا ہے:**......ایسے سخت بے حیا مجرموں اور شدید ترین باغیوں کو کون بادشاہ معافی دے سکتا ہے؟ لیکن یہ اس غفور رحیم ہی کی بارگاہ ہے کہ اس قدر شدید جرائم اور بغاوتوں کے بعد بھی اگر مجرم نادم ہو کر سچے دل سے توبہ اور نیک چال چلن اختیار کرلے تو سب گناہ یک قلم معاف کر دیے جاتے ہیں۔ اَللّٰھم اغفر ذنوبی فانک غفور رحیم۔

فَائِدَۃ: [۱۳۷] **مجبوری کی توبہ کسی کام کی نہیں:**......یعنی جو لوگ حق کو مان کر اور سمجھ بوجھ کر منکر ہوئے پھر اخیر تک انکار میں ترقی کرتے رہے، نہ کبھی کفر سے ہٹنے کا نام لیا، نہ حق اور اہل حق کی عداوت ترک کی، بلکہ حق پرستوں کے ساتھ بحث ومناظرہ اور جنگ وجدل کرتے رہے۔ جب مرنے کا وقت آیا اور فرشتے جان نکالنے لگے تو توبہ کی سوجھی۔ یا کبھی کسی مصلحت سے ظاہر طور پر رسمی الفاظ توبہ کے کہہ لیے یا کفر پر برابر قائم رہتے ہوئے بعض دوسرے اعمال سے توبہ کرلی جنہیں اپنے زعم میں گناہ سمجھ رہے تھے۔ یہ توبہ کسی کام کی نہیں۔ بارگاہ رب العزت میں اُس کے قبول کی کوئی امید نہ رکھیں۔ ایسے لوگوں کو سچی توبہ نصیب ہی نہ ہوگی جو قبول ہو۔ اُن کا کام ہمیشہ گمراہی کی وادیوں میں پڑے بھٹکتے رہنا ہے۔

فَائِدَۃ: [۱۳۸] **اللہ کے یہاں دنیا کا مال واسباب کام نہیں آئے گا:**......یعنی دنیا کی حکومتوں کی طرح وہاں سونے چاندی کی رشوت نہ چلے گی، وہاں تو صرف دولتِ ایمان کام دے سکتی ہے۔ فرض کرو ایک کافر کے پاس اگر اتنا ڈھیر سونے کا ہو، جس سے ساری زمین بھر جائے اور وہ سب کا سب پُن [صدقہ] خیرات کر دے تو خدا کے یہاں اُس کی ذرّہ برابر وقعت نہیں، نہ آخرت میں یہ عمل کچھ کام دے گا۔ کیونکہ عمل کی روح ایمان ہے جو عمل روحِ ایمان سے خالی ہو مُردہ عمل ہوگا۔ جو آخرت کی ابدی زندگی میں کام نہیں دے سکتا۔

فَائِدَۃ: [۱۳۹]......یعنی اگر فرض کرو کافر کے پاس وہاں اتنا مال ہو اور خود اپنی طرف سے درخواست کر کے بطور فدیہ پیش کرے کہ یہ لے کر مجھے چھوڑ دو تب بھی قبول نہیں کیا جا سکتا اور بدون پیش کیے تو پوچھتا ہی کون ہے۔ دوسری جگہ فرمایا: ﴿اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ اَنَّ لَھُمْ مَّا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا وَّمِثْلَہٗ مَعَہٗ لِیَفْتَدُوْا بِہٖ مِنْ عَذَابِ یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ مَا تُقُبِّلَ مِنْھُمْ ۚ وَلَھُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ [المائدۃ:۳۶]

............☆☆☆......الحمد للہ ۳ پارہ ختم ہوا......☆☆☆............

پارہ نمبر: ۴

الجزء ٤ لَنْ تَنَالُوا الْبِرَّ حَتّٰى تُنْفِقُوْا مِمَّا تُحِبُّوْنَ ۬ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ شَيْءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ بِهٖ

ہرگز نہ حاصل کر سکو گے نیکی میں کمال جب تک نہ خرچ کرو اپنی پیاری چیز سے کچھ اور جو چیز خرچ کرو گے سو اللہ کو معلوم

عَلِيْمٌ ﴿٩٢﴾ كُلُّ الطَّعَامِ كَانَ حِلًّا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِلَّا مَا حَرَّمَ اِسْرَآءِيْلُ عَلٰى

ہے ف۱۴۰ سب کھانے کی چیزیں حلال تھیں بنی اسرائیل کو مگر وہ جو حرام کر لی تھی اسرائیل نے

نَفْسِهٖ مِنْ قَبْلِ اَنْ تُنَزَّلَ التَّوْرٰىةُ ۭ قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ اِنْ كُنْتُمْ

اپنے اوپر تورات نازل ہونے سے پہلے ف۱۴۱ تو کہہ! لاؤ تورات اور پڑھو

صٰدِقِيْنَ ﴿٩٣﴾ فَمَنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٩٤﴾ وقف جبرئیل

اگر سچے ہو ف۱۴۲ پھر جو کوئی جوڑے اللہ پر جھوٹ اس کے بعد تو وہی ہیں بڑے بے انصاف ف۱۴۳

قُلْ صَدَقَ اللّٰهُ ۣ فَاتَّبِعُوْا مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۭ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿٩٥﴾

تو کہہ سچ فرمایا اللہ نے اب تابع ہو جاؤ دین ابراہیم کے جو ایک ہی کا ہو رہا تھا اور نہ تھا شرک کرنے والا ف۱۴۴

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّھُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿٩٦﴾ۚ

بے شک سب سے پہلا گھر جو مقرر ہوا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکہ میں ہے ف۱۴۵ برکت والا اور ہدایت جہان کے لوگوں کو

فَائِدَة: [۱۴۰] ...... یعنی اللہ کو معلوم ہے کہ کیسی چیز خرچ کی، کہاں خرچ کی اور کس کے لیے خرچ کی۔ جتنی محبوب اور پیاری چیز جس طرح کے مصرف میں جس قدر اخلاص و حسن نیت سے خرچ کرو گے اُسی کے موافق خدا تعالیٰ کے یہاں سے بدلہ ملنے کی امید رکھو، اعلیٰ درجہ کی نیکی حاصل کرنا چاہو تو اپنی محبوب و عزیز ترین چیزوں میں سے کچھ خدا کے راستہ میں نکالو۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''یعنی جس چیز سے دل بہت لگا ہو اُس کے خرچ کرنے کا بڑا درجہ ہے، یوں ثواب ہر چیز میں ہے شاید یہود (ونصاریٰ) کے ذکر میں یہ آیت اس واسطے نازل فرمائی کہ اُن کو اپنی ریاست بہت عزیز تھی جس کے تھامنے کو نبی کے تابع نہ ہوتے تھے۔ تو جب تک وہ ہی اللہ کے راستہ میں نہ چھوڑیں درجۂ ایمان نہ پائیں گے۔'' پہلی آیت سے یہ مناسبت ہوئی کہ وہاں کافر کا مال خرچ کرنا بیکار بتلایا تھا، اب اُس کے بالمقابل بتلا دیا کہ مومن جو خرچ کرے اُس سے نیکی میں کمال حاصل ہوتا ہے۔

فَائِدَة: [۱۴۱] ...... یہود آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور مسلمانوں سے کہتے تھے کہ تم اپنے کو دینِ ابراہیم پر کیسے بتلاتے ہو جب کہ وہ چیزیں

کھاتے ہو جو اللہ تعالیٰ نے ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے پر حرام کی تھیں جیسے اونٹ کا گوشت اور دودھ۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جتنی چیزیں اب لوگ کھاتے ہیں، سب ابراہیم علیہ السلام کے وقت میں حلال تھیں جب تک تورات نازل ہوئی، بیشک تورات میں خاص بنی اسرائیل پر بعض چیزیں حرام ہوئی ہیں۔ مگر ایک اونٹ تورات سے پہلے حضرت اسرائیل (یعقوب) علیہ السلام نے اُس کے کھانے سے قسم کھائی تھی۔ اُن کی پیروی میں اُن کی اولاد نے بھی چھوڑ دیا تھا اور اس قسم کا سبب یہ تھا کہ یعقوب علیہ السلام کو "عرق النساء" کا درد تھا۔ اُس وقت نذر کی کہ اگر صحت پاؤں تو جو چیز میری رغبت کی ہے اُسے چھوڑ دوں گا اُن کو یہی (اونٹ کا گوشت اور دودھ) بہت مرغوب تھا، سو نذر کے سبب چھوڑ دیا۔ اس قسم کی نذر جو تحریم حلال پر مشتمل ہو ہماری شریعت میں روا نہیں کما قال تعالیٰ ﴿ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰہُ لَکَ ﴾ (تحریم:۱) اگر کر لی تو توڑ دے اور کفارہ ادا کرے۔

(تنبیہ):...... پہلی آیت میں محبوب چیز کے خرچ کرنے کا ذکر تھا۔ اس آیت میں یعقوب علیہ السلام کا ایک محبوب چیز کو چھوڑ دینا مذکور ہے۔ اس طرح دونوں آیتوں میں لطیف مناسبت ہوگئی۔ نیز ان آیات میں متنبہ کیا گیا ہے کہ پہلی شرائع میں نسخ واقع ہوا ہے جو چیز ایک زمانہ میں حلال تھی بعد میں حرام ہوگئی۔ اگر اسی طرح اب شریعتِ محمدیہ اور شرائع سابقہ میں حلال وحرام کے اعتبار سے تفاوت ہو تو انکار و استبعاد کی کوئی وجہ نہیں۔

فائدہ: [۱۴۲]...... یعنی اگر تم سچے ہو کہ یہ چیزیں ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے حرام تھیں تو لاؤ یہ مضمون خود اپنی مسلم کتاب تورات میں دکھلا دو۔ اگر اس میں بھی نہ نکلا تو تمہارے کاذب و مُفتری ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ روایات میں ہے کہ یہود نے یہ زبردست چیلنج منظور نہ کیا۔ اور اس طرح نبی اُمّی صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت پر ایک اور دلیل قائم ہوگئی۔

فائدہ: [۱۴۳]...... یعنی بڑی بے انصافی ہوگی اگر اس کے بعد بھی وہی مرغے کی ایک ٹانگ گاتے رہو کہ نہیں، یہ چیزیں ابراہیم علیہ السلام کے زمانہ سے حرام ہیں اور دینِ ابراہیم کے اصلی پیرو ہم ہیں۔

فائدہ: [۱۴۴]...... یعنی خدا تعالیٰ نے حلال وحرام کے متعلق نیز اسلام اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے باب میں سچی سچی اور کھری کھری باتیں تم کو سنا دیں جن کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا۔ اب چاہیے کہ تم بھی مسلمانوں کی طرح اصلی دینِ ابراہیم کی پیروی اور اُس کے اصول کا اتباع کرنے لگو جن میں سب سے بڑی چیز توحید خالص تھی۔ چاہیے کہ تم بھی عزیر و مسیح اور احبار و رہبان کی پرستش چھوڑ کر پکے موحد مسلم بن جاؤ۔

فائدہ: [۱۴۵]...... مسلمانوں کے اس دعوے پر کہ ہم سب سے زیادہ ابراہیم علیہ السلام سے اشبہ و اقرب ہیں، یہود کو یہ بھی اعتراض تھا کہ ابراہیم علیہ السلام نے وطنِ اصلی (عراق) چھوڑ کر شام کو ہجرت کی وہیں رہے وہیں وفات پائی، بعدہٗ اُن کی اولاد شام میں رہی، کتنے انبیاء اسی مقدس سرزمین میں مبعوث ہوئے سب کا قبلہ بیت المقدس رہا۔ کیا پھر تم حجاز کے رہنے والے جنہوں نے بیت المقدس کو چھوڑ کر کعبہ کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے، اور سرزمینِ شام سے دور ایک طرف پڑے ہو، کس منہ سے دعویٰ کر سکتے ہو کہ ابراہیم و ملتِ ابراہیم سے تم کو زیادہ قرب و مناسبت حاصل ہے؟ اس آیت میں معترضین کو بتلایا گیا کہ بیت المقدس وغیرہ مقاماتِ مقدسہ تو بعد میں تعمیر ہوئے ہیں، دنیا میں سب سے پہلا متبرک گھر جو لوگوں کی توجہ الی اللہ کے لیے مقرر کیا گیا اور بطور ایک عبادت گاہ اور نشانِ ہدایت کے بنایا گیا، وہ یہی کعبہ شریف ہے جو اس مبارک شہر مکہ معظمہ میں واقع ہوا ہے۔

فِيْهِ اٰيٰتٌۢ بَيِّنٰتٌ مَّقَامُ اِبْرٰهِيْمَ ۚ وَمَنْ دَخَلَهٗ كَانَ اٰمِنًا ۭ وَلِلّٰهِ عَلَى النَّاسِ

اس میں نشانیاں ہیں ظاہر جیسے مقام ابراہیم اور جو اس کے اندر آیا اس کو امن ملا ۱۴۶ اور اللہ کا حق ہے لوگوں پر حج

حِجُّ الْبَيْتِ مَنِ اسْتَطَاعَ إِلَيْهِ سَبِيلًا ۚ وَمَن كَفَرَ فَإِنَّ اللَّهَ غَنِيٌّ عَنِ

کرنا اس گھر کا جو شخص قدرت رکھتا ہو اس کی طرف راہ چلنے کی اور جو نہ مانے تو پھر اللہ پروا نہیں رکھتا جہان

الْعَالَمِينَ ﴿٩٧﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَكْفُرُونَ بِآيَاتِ اللَّهِ وَاللَّهُ شَهِيدٌ عَلَىٰ مَا

کے لوگوں کی ف۱۴۷ تو کہہ اے اہل کتاب کیوں منکر ہوتے ہو اللہ کے کلام سے اور اللہ کے رو برو ہے

تَعْمَلُونَ ﴿٩٨﴾ قُلْ يَا أَهْلَ الْكِتَابِ لِمَ تَصُدُّونَ عَن سَبِيلِ اللَّهِ مَنْ آمَنَ تَبْغُونَهَا

جو تم کرتے ہو ف۱۴۸ تو کہہ اے اہل کتاب کیوں روکتے ہو اللہ کی راہ سے ایمان لانے والوں کو کہ ڈھونڈتے ہو

عِوَجًا وَأَنتُمْ شُهَدَاءُ ۗ وَمَا اللَّهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُونَ ﴿٩٩﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا إِن

اس میں عیب اور تم خود جانتے ہو اور اللہ بے خبر نہیں تمہارے کام سے ف۱۴۹ اے ایمان والو اگر تم

تُطِيعُوا فَرِيقًا مِّنَ الَّذِينَ أُوتُوا الْكِتَابَ يَرُدُّوكُم بَعْدَ إِيمَانِكُمْ كَافِرِينَ ﴿١٠٠﴾

کہا مانو گے بعضے اہل کتاب کا تو پھر کر دیں گے وہ تم کو ایمان لائے پیچھے کافر ف۱۵۰

وَكَيْفَ تَكْفُرُونَ وَأَنتُمْ تُتْلَىٰ عَلَيْكُمْ آيَاتُ اللَّهِ وَفِيكُمْ رَسُولُهُ ۗ وَمَن

اور تم کس طرح کافر ہوتے ہو اور تم پر پڑھی جاتی ہیں آیتیں اللہ کی اور تم میں اس کا رسول ہے اور جو

يَعْتَصِم بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلَىٰ صِرَاطٍ مُّسْتَقِيمٍ ﴿١٠١﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا اتَّقُوا ع ۱۰

کوئی مضبوط پکڑے اللہ کو تو اس کو ہدایت ہوئی سیدھے راستہ کی ف۱۵۱ اے ایمان والو ڈرتے

اللَّهَ حَقَّ تُقَاتِهِ وَلَا تَمُوتُنَّ إِلَّا وَأَنتُم مُّسْلِمُونَ ﴿١٠٢﴾ وَاعْتَصِمُوا بِحَبْلِ اللَّهِ جَمِيعًا

رہو اللہ سے جیسا چاہیے اس سے ڈرنا اور نہ مریو مگر مسلمان ف۱۵۲ اور مضبوط پکڑو رسی اللہ کی سب

وَلَا تَفَرَّقُوا ۚ وَاذْكُرُوا نِعْمَتَ اللَّهِ عَلَيْكُمْ إِذْ كُنتُمْ أَعْدَاءً فَأَلَّفَ بَيْنَ

مل کر اور پھوٹ نہ ڈالو ف۱۵۳ اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر جب کہ تھے تم آپس میں دشمن پھر الفت دی

قُلُوبِكُمْ فَأَصْبَحْتُم بِنِعْمَتِهِ إِخْوَانًا وَكُنتُمْ عَلَىٰ شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ

تمہارے دلوں میں اب ہو گئے اس کے فضل سے بھائی ف۱۵۴ اور تم تھے کنارے پر ایک آگ کے گڑھے کے

فَأَنقَذَكُم مِّنْهَا ۗ كَذَٰلِكَ يُبَيِّنُ اللَّهُ لَكُمْ آيَاتِهِ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ ﴿١٠٣﴾ وَلْتَكُن

پھر تم کو اس سے نجات دی ف۱۵۵ اسی طرح کھولتا ہے اللہ تم پر آیتیں تاکہ تم راہ پاؤ ف۱۵۶ اور چاہیے کہ

مِّنۡکُمۡ اُمَّۃٌ یَّدۡعُوۡنَ اِلَی الۡخَیۡرِ وَیَاۡمُرُوۡنَ بِالۡمَعۡرُوۡفِ وَیَنۡہَوۡنَ عَنِ الۡمُنۡکَرِ ؕ

رہے تم میں ایک جماعت ایسی جو بلاتی رہے نیک کام کی طرف اور حکم کرتی رہے اچھے کاموں کا اور منع کریں برائی سے

وَاُولٰٓئِکَ ہُمُ الۡمُفۡلِحُوۡنَ ﴿۱۰۴﴾

اور وہی پہنچے اپنی مراد کو ف ۱۵۷

فَائِدَۃ:[۱۴۶] شانِ ہدایت اور گہوارۂ امن:...... حق تعالیٰ نے شروع سے اس گھر کو ظاہری و باطنی، حسی و معنوی برکات سے معمور کیا اور سارے جہان کی ہدایت کا سرچشمہ ٹھہرایا ہے۔ روئے زمین پر جس کسی مکان میں برکت و ہدایت پائی جاتی ہے۔ اسے بیت مقدس کا ایک عکس اور پرتو سمجھنا چاہیے۔ یہیں سے رسول الثقلین کو اٹھایا، مناسکِ حج ادا کرنے کے لیے سارے جہان کو اسی کی طرف دعوت دی۔ عالمگیر مذہب اسلام کے پیروؤں کو مشرق و مغرب میں اسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھنے کا حکم ہوا۔ اس کے طواف کرنے والوں پر عجیب و غریب برکات و انوار کا افاضہ فرمایا۔ انبیائے سابقین بھی حج ادا کرنے کے لیے نہایت شوق و ذوق سے تلبیہ پکارتے ہوئے اسی شمع کے پروانے بنے اور طرح طرح کی ظاہر و باہر نشانیاں قدرت نے بیت اللہ کی برکت سے اس سرزمین میں رکھدیں۔ اسی لیے ہر زمانہ میں مختلف مذاہب والے اس کی غیر معمولی تعظیم و احترام کرتے رہے اور ہمیشہ وہاں داخل ہونے والے کو مامون سمجھا گیا اس کے پاس مقام ابراہیم کی موجودگی پتہ دے رہی ہے کہ یہاں ابراہیم علیہ السلام کے قدم آئے ہیں اور اُس کی تاریخ جو تمام عرب کے نزدیک بلانکیر مسلم چلی آرہی ہے بتلاتی ہے کہ یہ وہ پتھر ہے جس پر کھڑے ہو کر ابراہیم علیہ السلام نے کعبہ تعمیر کیا تھا اور خدا کی قدرت سے اس پتھر میں ابراہیم کے قدم کا نشان پڑ گیا تھا جو آج تک محفوظ چلا آتا ہے۔ گویا علاوہ تاریخی روایات کے اس مقدس پتھر کا وجود ایک ٹھوس دلیل اس کی ہے کہ یہ گھر طوفانِ نوح کی تباہی کے بعد حضرت ابراہیم علیہ السلام کے پاک ہاتھوں سے تعمیر ہوا جن کی مدد کے لیے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام شریکِ کار رہے، جیسا کہ پارہ الٓمّ کے آخر میں گذر چکا۔

فَائِدَۃ:[۱۴۷] دیارِ محبوب میں حاضری کا حکم:...... اس پاک گھر میں جمالِ خداوندی کی کوئی خاص تجلی ہے جس کی وجہ سے ادائے حج کے لیے اُسے مخصوص کیا گیا۔ کیونکہ حج ایک ایسی عبادت ہے جس کی ہر ادا اُس جمیلِ مطلق اور محبوبِ برحق کے عشق و محبت کے جذبہ کا اظہار کرتی ہے پس ضروری ہے کہ جسے اُسکی محبت کا دعویٰ ہو اور بدنی و مالی حیثیت سے بیت اللہ تک پہنچنے کی قدرت رکھتا ہو، کم از کم عمر میں ایک مرتبہ دیارِ محبوب میں حاضری دے اور دیوانہ وار وہاں کا چکر لگائے (اس مضمون کو حضرت مولانا محمد قاسم رحمۃ اللہ علیہ نے ''قبلہ نما'' میں بڑے شرح و بسط سے لکھا ہے) جو مدعی محبت اتنی تکلیف اٹھانے سے بھی انکار کرے سمجھ لو کہ جھوٹا عاشق ہے۔ اختیار ہے جہاں چاہے دھکے کھاتا پھرے خود محروم و مہجور رہے گا۔ اس محبوبِ حقیقی کو کسی کی کیا پرواہ ہے کوئی یہودی ہو کر مرے یا نصرانی ہو کر، اُسکا کیا بگڑتا ہے۔ (احکام حج کی تفصیل کتب فقہ میں دیکھنی چاہیے)

فَائِدَۃ:[۱۴۸] کلام اللہ کے انکار پر تنبیہ:...... پہلے سے خطاب یہود و نصاریٰ کو کیا جارہا تھا۔ درمیان میں اُن کے بعض شبہات کا جواب دیا گیا۔ یہاں سے پھر اُن کو تنبیہ و توبیخ کی گئی۔ یعنی حق و صداقت کے واضح دلائل اور قرآن کریم کی ایسی تپی اور پکی باتیں سننے کے بعد بھی تمہیں کیا ہوا کہ باوجود اہلِ کتاب کہلانے کے برابر کلام اللہ اور اُس کے لانے والے کے انکار پر تلے ہوئے ہو۔ یاد رکھو! تمہاری سب کارروائیاں خدا کے سامنے ہیں تمہاری نیتوں اور تدبیروں کو وہ خوب جانتا ہے، جس وقت پکڑے گا، رتی رتی کا حساب لے کر چھوڑے گا۔

فَائِدَۃ:[۱۴۹] ایمانی سعادت سے برگشتہ:...... یعنی نہ صرف یہ کہ خود ایمانی سعادت حاصل کرنے سے محروم ہو، دوسروں کو بھی چاہتے

ہو کہ اللہ کے راستہ سے روک دو اور جو سعید روحیں مشرف بایمان ہو چکی ہیں اُنکو اسلام کے فرضی عیب بتلا کر دین اسلام سے واپس لے آؤ۔ پھر یہ حرکتیں محض جہل و بے خبری سے نہیں کر رہے بلکہ سمجھ بوجھ کر سیدھی باتوں کو ٹیڑھا ثابت کرنے کی فکر میں رہتے ہو۔ تمہارے اس ہیر پھیر سے خدا بے خبر نہیں۔ مناسب وقت پر اکٹھی سزا دے گا۔

فَائِدَہ:[۱۵۰] سازشی عناصر سے بچئے: ...... پہلے اہلِ کتاب کو ڈانٹا گیا تھا کہ جان بوجھ کر کیوں لوگوں کو گمراہ کرتے پھرتے ہو۔ یہاں مسلمانوں کو نصیحت کی گئی کہ تم اِن مفسدین کے بھرّے [دھوکہ، فریب] میں نہ آنا۔ اگر انکے اشاروں پر چلو گے تو اندیشہ ہے کہ آہستہ آہستہ نورِ ایمان سے نکل کر کفر کے تاریک گڑھے میں دوبارہ نہ جا گرو۔

فَائِدَہ:[۱۵۱] اے اہل ایمان! سازش کو پہچانئے: ......یعنی بہت بعید ہے کہ وہ قوم ایمان لائے پیچھے کافر بن جائے یا کافروں جیسے کام کرنے لگے، جس کے درمیان خدا کا عظیم الشان پیغمبر جلوہ افروز ہو، جو شب و روز اُن کو اللہ کا روح پرور کلام اور اس کی تازہ بہ تازہ آیتیں پڑھ کر سناتا رہتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ جس نے ہر طرف سے قطع نظر کر کے ایک خدا کو مضبوط پکڑ لیا اور اُسی پر دل سے اعتماد و توکل کیا اُسے کوئی طاقت کامیابی کے سیدھے رستہ سے اِدھر اُدھر نہیں ہٹا سکتی۔

(تنبیہ): ...... انصارِ مدینہ کے دو خاندانوں اَوس و خزرج کے باہم اسلام سے قبل سخت عداوت اور دشمنی تھی، ذرا ذرا بات پر لڑائی اور خونریزی کا بازار گرم ہو جاتا تھا جو برسوں تک سرد نہ ہوتا تھا۔ چنانچہ ''بعاث'' کی مشہور جنگ ایک سو بیس سال تک رہی، آحضر پیغمبر عربی ﷺ کی ہجرت پر ان کی قسمت کا ستارہ چمکا اور اسلام اور نبی کریم ﷺ کی تعلیم اور نبی کریم ﷺ کے فیضِ صحبت نے دونوں قبیلوں کو جو صدیوں سے ایک دوسرے کے خون کے پیاسے رہتے تھے، ملا کر شیر و شکر کر دیا اور نہایت مضبوط برادرانہ تعلقات قائم کر دیئے۔ یہودِ مدینہ کو ان دونوں حریف خاندانوں کا اس طرح مل بیٹھنا اور متفقہ طاقت سے اسلام کی خدمت و حمایت کرنا ایک آنکھ نہ بھاتا تھا۔ ایک اندھے یہودی شماس بن قیس نے کسی فتنہ پرداز شخص کو بھیجا کہ جس مجلس میں دونوں خاندان جمع ہوں وہاں کسی ترکیب سے بعاث کی لڑائی کا ذکر چھیڑ دے۔ چنانچہ اس نے مناسب موقع پا کر بعاث کی یاد تازہ کرنے والے اشعار سنانے شروع کر دیئے۔ اشعار کا سننا تھا کہ ایک مرتبہ بجھی ہوئی چنگاریاں پھر سلگ اٹھیں۔ زبانی جنگ سے گذر کر ہتھیاروں کی لڑائی شروع ہونے کو تھی کہ نبی کریم ﷺ جماعتِ مہاجرین کو ہمراہ لیے ہوئے موقع پر پہنچ گئے۔ آپ نے فرمایا اے گروہِ مسلمین! اللہ سے ڈرو، میں تم میں موجود ہوں۔ پھر یہ جاہلیت کی پکار کیسی؟ خدا نے تم کو ہدایت دی، اسلام سے مشرف کیا۔ جاہلیت کی تاریکیوں کو محو فرما دیا، کیا اُن ہی کفریات کی طرف پھر اُلٹے پاؤں لوٹنا چاہتے ہو، جن سے نکل کر آئے تھے۔ اس پیغمبرانہ آواز کا سننا تھا کہ شیطانی جال کے سب حلقے ایک ایک کر کے ٹوٹ گئے۔ اَوس و خزرج نے ہتھیار پھینک دیئے اور ایک دوسرے سے گلے مل کر رونے لگے۔ سب نے سمجھ لیا کہ یہ سب اُن کے دشمنوں کی فتنہ انگیزی تھی جس سے آئندہ ہمیشہ ہشیار رہنا چاہیے۔ اسی واقعہ کے متعلق یہ کئی آیتیں نازل ہوئیں۔

فَائِدَہ:[۱۵۲] حرف اور حرف خط سے ڈریئے: ......یعنی ہر مسلمان کے دل میں پورا ڈر خدا ﷻ کا ہونا چاہیے کہ اپنے مقدور بھر پرہیز گاری و تقویٰ کی راہ سے نہ ہٹے اور ہمیشہ اُس سے استقامت کا طالب رہے۔ شیاطین چاہتے ہیں کہ تمہارا قدم اسلام کے راستہ سے ڈگمگا دیں۔ تم کو چاہیے کہ اُنہیں مایوس کر دو۔ اور مرتے دم تک کوئی حرکت مسلمانی کے خلاف نہ کرو۔ تمہارا جینا اور مرنا خالص اسلام پر ہونا چاہیے۔

فَائِدَہ:[۱۵۳] حیاتِ تازہ حاصل کرنے کا بہترین نسخہ: ......یعنی ہر مسلمان کے دل میں پورا ڈر خدا ﷻ کا ہونا چاہیے کہ اپنے مقدور بھر پرہیز گاری و تقویٰ کی راہ سے نہ ہٹے اور ہمیشہ اُس سے استقامت کا طالب رہے۔ شیاطین چاہتے ہیں کہ تمہارا قدم اسلام کے راستہ سے ڈگمگا دیں۔ تم کو چاہیے کہ اُنہیں مایوس کر دو۔ اور مرتے دم تک کوئی حرکت مسلمانی کے خلاف نہ کرو۔ تمہارا جینا اور مرنا خالص اسلام پر ہونا چاہیے۔

فَائِدَۃ: [۱۵۴] تذکیرِ نعمت اور شکرِ نعمت کی ترغیب: ......یعنی سب مل کر قرآن کو مضبوط تھامے رہو جو خدا کی مضبوط رسی ہے۔ یہ رسی ٹوٹ تو نہیں سکتی ہاں چھوٹ سکتی ہے۔ اگر سب مل کر اس کو پوری قوت سے پکڑے رہو گے۔ کوئی شیطان شرانگیزی میں کامیاب نہ ہو سکے گا۔ اور انفرادی زندگی کی طرح مسلم قوم کی اجتماعی قوت بھی غیر متزلزل اور ناقابل اختلال ہو جائے گی، قرآن کریم سے تمسک کرنا ہی وہ چیز ہے جس سے بکھری ہوئی قوتیں جمع ہوتی ہیں اور ایک مردہ قوم حیاتِ تازہ حاصل کرتی ہے لیکن تمسک بالقرآن کا یہ مطلب نہیں کہ قرآن کو اپنی آراء واہواء کا تختۂ مشق بنالیا جائے۔ بلکہ قرآنِ کریم کا مطلب وہ ہی معتبر ہوگا۔ جو احادیثِ صحیحہ اور سلفِ صالحین کی متفقہ تصریحات کے خلاف نہ ہو۔

فَائِدَۃ: [۱۵۵] دینی و دنیوی احسانات کو یاد رکھو: ......یعنی صدیوں کی عداوتیں اور کینے نکال کر خدا ﷻ نے نبی کریم ﷺ کی برکت سے تم کو بھائی بھائی بنادیا۔ جس سے تمہارا دین اور دنیا دونوں درست ہوئے، اور ایسی ساکھ قائم ہوگئی جسے دیکھ کر تمہارے دشمن مرعوب ہوتے ہیں۔ یہ برادرانہ اتحاد خدا ﷻ کی اتنی بڑی نعمت ہے جو روئے زمین کا خزانہ خرچ کر کے بھی میسر نہ آ سکتی تھی۔

فَائِدَۃ: [۱۵۶] تبیینِ آیات کا مقصد: ......یعنی کفر و عصیان کی بدولت دوزخ کے بالکل کنارے پر کھڑے تھے کہ موت آئی اور اُس میں گرے۔ خدا نے تمہارا ہاتھ پکڑ کر اُس سے بچایا اور نبی کریم ﷺ کے ذریعہ سے ایمان و ایقان کی روشنی سینوں میں ڈالی۔ حق تعالیٰ کے ان عظیم الشان دینی و دنیوی احسانات کو یاد رکھو گے تو کبھی گمراہی کی طرف واپس نہ جاؤ گے۔

فَائِدَۃ: [۱۵۷] داعیانِ رشد و ہدایت کا وجود ایک قومی ضرورت: ......یعنی یہ باتیں اس قدر کھول کھول کر سنانے سے مقصود یہ ہے کہ ہمیشہ ٹھیک راستہ پر چلتے رہو۔ ایسی مہلک و خطرناک غلطی کا پھر اعادہ نہ کرو اور کسی شیطان کے اغواء سے استقامت کی راہ نہ چھوڑو۔

فَائِدَۃ: یہود و نصاریٰ کی پیروی نہ کرو: ......یعنی تقویٰ، اعتصام بحبل اللہ، اتحاد و اتفاق، قومی زندگی، اسلامی مواخات، یہ سب چیزیں اُس وقت باقی رہ سکتی ہیں جبکہ مسلمانوں میں ایک جماعت خاص دعوت و ارشاد کے لیے قائم رہے۔ اُسکا وظیفہ یہ ہی ہو کہ اپنے قول و عمل سے دنیا کو قرآن و سنت کی طرف بلائے اور جب لوگوں کو اچھے کاموں میں ست یا برائیوں میں مبتلا دیکھے۔ اُس وقت بھلائی کی طرف متوجہ کرنے اور برائی سے روکنے میں اپنے مقدور کے موافق کوتاہی نہ کرے۔ ظاہر ہے کہ یہ کام وہ ہی حضرات کر سکتے ہیں جو معروف و منکر کا علم رکھنے اور قرآن و سنت سے باخبر ہونے کے ساتھ ذی ہوش اور موقع شناس ہوں، ورنہ بہت ممکن ہے کہ ایک جاہل آدمی معروف کو منکر یا منکر کو معروف خیال کر کے بجائے اصلاح کے سارا نظام ہی مختل کر دے، یا ایک منکر کی اصلاح کا ایسا طریقہ اختیار کرے جو اُس سے بھی زیادہ منکرات کے حدوث کا موجب ہو جائے۔ یا نرمی کی جگہ سختی اور سختی کے موقع میں نرمی برتنے لگے۔ شاید اسی لیے مسلمانوں میں سے ایک مخصوص جماعت کو اس منصب پر مامور کیا گیا جو ہر طرح دعوت الی الخیر، امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہل ہو۔ حدیث میں ہے کہ جب لوگ منکرات میں پھنس جائیں اور کوئی روکنے والا نہ ہو تو عام عذاب آنے کا اندیشہ ہے۔ باقی یہ کہ کن احوال و اوقات میں امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے ترک میں آدمی معذور سمجھا جا سکتا ہے اور کن مواقع میں واجب یا مستحب ہے اُسکی تفصیل کا یہ موقع نہیں، ابوبکر رازی رحمۃ اللہ علیہ نے ''احکام القرآن'' میں اس پر نہایت مبسوط کلام کیا ہے۔ فلیراجع

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ؕ

اور مت ہو ان کی طرح جو متفرق ہو گئے اور اختلاف کرنے لگے بعد اس کے کہ پہنچ چکے ان کو حکم صاف

وَاُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٠٥﴾ يَّوْمَ تَبْيَضُّ وُجُوْهٌ وَّتَسْوَدُّ وُجُوْهٌ ۚ فَاَمَّا

اوران کو بڑا عذاب ہے ف ۱۵۸ جس دن کہ سفید ہوں گے بعضے منہ اور سیاہ ہوں گے بعضے ف ۱۵۹ منہ

الَّذِيْنَ اسْوَدَّتْ وُجُوْهُهُمْ ۣ اَكَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا

سو وہ لوگ کہ سیاہ ہوئے منہ ان کے ان سے کہا جائے گا کیا تم کافر ہو گئے ایمان لا کر ف ۱۶۰ اب چکھو عذاب

كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿١٠٦﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ ابْيَضَّتْ وُجُوْهُهُمْ فَفِيْ رَحْمَةِ اللّٰهِ ۭ هُمْ فِيْهَا

بدلہ اس کفر کرنے کا اور وہ لوگ کہ سفید ہوئے منہ ان کے سو رحمت میں ہیں اللہ کی وہ اس میں ہمیشہ

خٰلِدُوْنَ ﴿١٠٧﴾ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۭ وَمَا اللّٰهُ يُرِيْدُ ظُلْمًا

رہیں گے ف ۱۶۱ یہ حکم ہیں اللہ کے ہم سناتے ہیں تجھ کو ٹھیک اور اللہ ظلم کرنا نہیں چاہتا

لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿١٠٨﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ﴿١٠٩﴾ ع ۱۱

خلقت پر ف ۱۶۲ اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ کہ ہے زمین میں اور اللہ کی طرف رجوع ہے ہر کام کا ف ۱۶۳

فَائِدَة: [۱۵۸] یہود ونصاریٰ کی پیروی نہ کرو: ...... یعنی یہود ونصاریٰ کی طرح مت بنو جو خدا تعالیٰ کے صاف احکام پہنچنے کے بعد محض اَوہام واَہواء کی پیروی کر کے اصولِ شرع میں متفرق اور فروع میں مختلف ہو گئے۔ آخر فرقہ بندیوں نے اُن کے مذہب وقومیت کو تباہ کر دیا، اور سب کے سب عذابِ الٰہی کے نیچے آ گئے۔

تنبیہ: ...... اس آیت سے اُن اختلافات اور فرقہ بندیوں کا مذموم ومہلک ہونا معلوم ہوا جو شریعت کے صاف احکام پر مطلع ہونے کے بعد پیدا کیے جائیں۔ افسوس ہے کہ آج مسلمان کہلانے والوں میں بھی سینکڑوں فرقے شریعتِ اسلامیہ کے صاف وصریح اور مُسلم۔ ومحکم اصول سے الگ ہو کر اور اُن میں اختلاف ڈال کر اس عذاب کے نیچے آئے ہوئے ہیں۔ تاہم اسی طوفانِ بے تمیزی میں اللہ ورسول کے وعدہ کے موافق ایک عظیم الشان جماعت بحمد اللہ خدا کی رسّی کو مضبوط تھامے ہوئے ما أنا علیه وأصحابی کے مسلک پر قائم ہے اور تا قیامِ قیامت قائم رہے گی۔ باقی فروعی اختلافات جو صحابہ رضی اللہ عنہم اور ائمہ مجتہدین رحمہم اللہ علیہم میں ہوئے ہیں۔ ان کو آیتِ حاضرہ سے کوئی تعلق نہیں۔ اس فروعی اختلاف کے اسباب پر حضرت شاہ ولی اللہ قدس سرہٗ نے اپنی تصانیف میں کافی وشافی بحث کی ہے۔

فَائِدَة: [۱۵۹] نورانی اور ظلماتی چہرے: ...... یعنی بعضوں کے چہرہ پر ایمان وتقویٰ کا نور چمکتا ہوگا اور عزت ووقار کے ساتھ شاداں و فرحاں نظر آئیں گے۔ اُن کے برخلاف بعضوں کے منہ کفر ونفاق یا فسق وفجور کی سیاہی سے کالے ہوں گے، صورت سے ذلت ورسوائی ٹپک رہی ہوگی۔ گویا ہر ایک کا ظاہر باطن کا آئینہ بن جائے گا۔

فَائِدَة: [۱۶۰] اختلاف اور تفریق مذموم کا وبال: ...... یہ الفاظ مُرتدین، منافقین، اہلِ کتاب، عام کفار یا مبتدعین وفساق فجار سب کو کہے جا سکتے ہیں۔ ''مُرتد'' تو اُسی کو کہتے ہیں جو ایمان لانے کے بعد کافر ہو جائے۔ ''منافق'' زبان سے اقرار کرنے کے بعد دل سے کافر رہتا ہے۔ ''اہلِ کتاب'' اپنے نبیوں اور کتابوں پر ایمان لانے کے مدعی ہیں جس کا مطلب یہ ہے کہ ان کی سب بشارتوں کو جو نبی کریم

ﷺ کے متعلق دی گئی تھیں، تسلیم کریں اور اُن کی ہدایات کے موافق حضور ﷺ پر ایمان لائیں، مگر وہ انکار میں سب سے آگے رہتے ہیں گویا اپنے نبی اور کتاب پر ایمان لانے کے بعد کافر بن رہے ہیں۔ مبتدعین کا دعویٰ زبان سے یہ ہوتا ہے کہ ہم قرآن وسنت کے متبع ہیں اور نبی کریم ﷺ پر ایمان لا چکے ہیں، مگر اس کے بعد بہت سی بے اصل اور باطل چیزیں دین میں شامل کر کے یا بعض ضروریاتِ دین کا انکار کر کے اصل دین سے نکل جاتے ہیں۔ اس طرح وہ بھی ایک درجہ میں ﴿أَكَفَرْتُمْ بَعْدَ إِيمَانِكُمْ﴾ کے مخاطب ہوئے۔ رہے فساق جن کا عقیدہ صحیح ہو، اگر اُن سے یہ خطاب ہوا تو یہ مطلب ہوگا کہ ایمان لانے کے بعد کافروں جیسے عمل کیوں کیے۔ گویا کفر سے عملی کفر مراد ہوگا اور اگر عام کفار کے حق میں یہ خطاب مانا جائے تو یہ حاصل ہے کہ خدا تعالیٰ نے سب کو دینِ فطرت پر پیدا کیا۔ اس فطرتِ ایمانی کو ضائع کر کے کافر کیوں بنے۔ باقی سیاقِ آیات سے ظاہر یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہاں کفر سے کفرِ فعلی یعنی اختلاف وتفریقِ مذموم مراد ہو۔ واللہ اعلم!

فائدہ: [١٦١] اطاعت خداوندی کا ثمرہ: ...... یعنی جنت میں۔ کیونکہ جنت محض عمل سے نہیں ملتی، عمل کے بعد خدا کی رحمت سے ملتی ہے اور وہ ہی جگہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے ہر قسم کی رحمت کے سامان کیے ہیں۔ .... ؏

بہشت آنجا کہ آزارے نہ باشد

فائدہ: [١٦٢] اللہ کا ہر حکم اور ہر معاملہ عین حکمت ہے: ...... حقیقی معنی میں ظلم تو وہاں ممکن ہی نہیں لیکن ظاہری طور پر جسے تم ظلم کہہ سکتے ہو۔ اُسکا صدور بھی خدا تعالیٰ سے نہیں ہوتا۔ مثلاً ایسے سخت احکام بندوں کو بھیجے جن سے غرض محض ستانا اور دق کرنا ہو، یا مستحق رحمت پر عذاب کرنے لگے یا تھوڑی سزا کی جگہ زائد سزا جاری کر دے، یا کسی کی ادنیٰ ترین نیکی کا صلہ نہ دے وغیر ذٰلک۔ خوب سمجھ لو، اُسکا جو حکم ہے خالص بندوں کی تربیت کے لیے اور جو معاملہ کسی کیساتھ ہے عین حکمت ومصلحت کے موافق ہے۔

فائدہ: [١٦٣] حقیقی بادشاہت: ...... جب ہر چیز اللہ کی مخلوق ومملوک اور ہر کام کا انجام اُسی کے ہاتھ میں ہے تو ظلم کیوں کر اور کس لیے کیا جائے گا۔

كُنْتُمْ خَيْرَ أُمَّةٍ أُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ تَأْمُرُونَ بِالْمَعْرُوفِ وَتَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ

تم ہو بہتر سب امتوں سے جو بھیجی گئی عالم میں ف ١٦٤ حکم کرتے ہو اچھے کاموں کا اور منع کرتے ہو برے کاموں سے ف ١٦٥

وَتُؤْمِنُونَ بِاللَّهِ ۗ وَلَوْ آمَنَ أَهْلُ الْكِتَابِ لَكَانَ خَيْرًا لَهُمْ ۚ مِنْهُمُ الْمُؤْمِنُونَ

اور ایمان لاتے ہو اللہ پر ف ١٦٦ اور اگر ایمان لاتے اہل کتاب تو ان کے لئے بہتر تھا، کچھ تو ان میں سے ہیں ایمان پر

وَأَكْثَرُهُمُ الْفَاسِقُونَ ﴿١١٠﴾ لَنْ يَضُرُّوكُمْ إِلَّا أَذًى ۖ وَإِنْ يُقَاتِلُوكُمْ يُوَلُّوكُمُ

اور اکثر ان میں نافرمان ہیں ف ١٦٧ وہ کچھ نہ بگاڑ سکیں گے تمہارا مگر ستانا زبان سے اور اگر تم سے لڑیں گے تو پیٹھ دیں

الْأَدْبَارَ ثُمَّ لَا يُنْصَرُونَ ﴿١١١﴾ ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ أَيْنَ مَا ثُقِفُوا إِلَّا بِحَبْلٍ

گے پھر ان کی مدد نہ ہوگی ف ١٦٨ ماری گئی ان پر ذلت جہاں دیکھے جائیں سوائے دستاویز

مِنَ اللَّهِ وَحَبْلٍ مِنَ النَّاسِ وَبَاءُوا بِغَضَبٍ مِنَ اللَّهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ

اللہ کے اور دستاویز لوگوں کے ف ١٦٩ اور کمایا انہوں نے غصہ اللہ کا اور لازم کر دی گئی ان کے

الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ

اوپر حاجت مندی یہ اس واسطے کہ وہ انکار کرتے رہے ہیں اللہ کی آیتوں سے اور قتل کرتے رہے ہیں پیغمبروں کو ناحق

حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ

یہ اس واسطے کہ نافرمانی کی انہوں نے اور حد سے نکل گئے ف ۱۷۰ وہ سب برابر نہیں اہل کتاب میں ایک فرقہ ہے

اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ

سیدھی راہ پر پڑھتے ہیں آیتیں اللہ کی راتوں کے وقت اور وہ سجدے کرتے ہیں ایمان لاتے ہیں اللہ پر

وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِي

اور قیامت کے دن پر اور حکم کرتے ہیں اچھی بات کا اور منع کرتے ہیں برے کاموں سے اور دوڑتے ہیں

الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

نیک کاموں پر اور وہی لوگ نیک بخت ہیں ف ۱۷۱

فائدہ: [۱۶۴] امت محمدیہ ﷺ بہترین خیر خواہ امت ہے:...... گذشتہ رکوع کے شروع میں فرمایا تھا ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ حَقَّ تُقٰتِهٖ﴾ الآیۃ [آل عمران: ۱۰۲] درمیان میں اُسی کے مناسب کچھ اوامر ونواہی اور وعدہ وعید آ گئی۔ یہاں سے پھر اُسی اول مضمون کی تکمیل کی جاتی ہے۔ یعنی اے مسلمانو! خدا تعالیٰ نے تم کو تمام امتوں میں بہترین امت قرار دیا ہے، اُس کے علم ازلی میں پہلے سے یہ ہی مقدر ہو چکا تھا جس کی خبر بعض انبیائے سابقین کو بھی دی گئی تھی کہ جس طرح نبی آخر الزمان محمد رسول اللہ ﷺ تمام نبیوں سے افضل ہونگے۔ آپ کی اُمت بھی جملہ اُمم واقوام پر گوئے سبقت لے جائیگی کیونکہ اسکو سب سے اشرف واکرم پیغمبر نصیب ہوگا، اَقوم واکمل شریعت ملے گی، علوم ومعارف کے دروازے اُس پر کھول دیئے جائینگے، ایمان وعمل وتقویٰ کی تمام شاخیں اُسکی محنت اور قربانیوں سے سرسبز وشاداب ہونگی وہ کسی خاص قوم ونسب یا مخصوص ملک واقلیم میں محصور نہ ہوگی بلکہ اُسکا دائرۂ عمل سارے عالم کو اور انسانی زندگی کے تمام شعبوں کو محیط ہوگا۔ گویا اُسکا وجود ہی اسلئے ہوگا کہ دوسروں کی خیر خواہی کرے اور جہاں تک ممکن ہو اُنہیں جنت کے دروازوں پر لاکر کھڑا کر دے۔ ﴿اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ﴾ میں اسی طرف اشارہ ہے۔

(تنبیہ):...... اس سورت کے نویں رکوع میں ﴿وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ النَّبِيّٖنَ...الآیۃ﴾ سے نبی کریم ﷺ کی امامت وجامعیتِ کبریٰ کا بیان ہوا تھا۔ دسویں رکوع میں ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ﴾ سے اس امت کے قبلہ کی برتری دکھلائی گئی۔ گیارہویں رکوع میں ﴿وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا...الآیۃ﴾ سے اس امت کی کتاب وشریعت کی مضبوطی کا اظہار فرمایا، اب یہاں بارہویں رکوع کے آغاز سے خود امتِ مرحومہ کی فضیلت وعظمت کا اعلان کیا جا رہا ہے۔

فائدہ: [۱۶۵] خیر خواہی کی عظیم جھلک:...... ''منکر'' (برے کاموں) میں کفر، شرک، بدعات، رسوم قبیحہ، فسق وفجور اور ہر قسم کی بد اخلاقی اور نامعقول باتیں شامل ہیں۔ ان سے روکنا بھی کئی طرح ہوگا۔ کبھی زبان سے، کبھی ہاتھ سے، کبھی قلم سے کبھی تلوار سے، غرض ہر قسم کا

جہاد اس میں داخل ہو گیا۔ یہ صفت جس قدر عموم واہتمام سے امتِ محمدیہ میں پائی گئی، پہلی امتوں میں اس کی نظیر نہیں ملتی۔

فائدہ:[۱۶۶] بہترین بننے کا طریقہ:...... اللہ پر ایمان لانے میں اُس کی توحید، اس کے رسولوں پر اور کتابوں پر ایمان لانا بھی داخل ہے اور سچ تو یہ ہے کہ توحید خالص وکامل کا اتنا شیوع واہتمام کبھی کسی اُمت میں نہیں رہا جو بحمد اللہ اس اُمت میں رہا ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے فرمایا جو شخص تم میں سے چاہتا ہے کہ اس اُمت (خیر الامم) میں شامل ہو، چاہیے کہ اللہ کی شرط پوری کرے یعنی اُمر بالمعروف، نہی عن المنکر اور ایمان باللہ جس کا حاصل ہے خود درست ہو کر دوسروں کو درست کرنا۔ جو شان حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم کی تھی۔

فائدہ:[۱۶۷] یہود ونصاریٰ کو بہترین بننے کی دعوت:...... یعنی اہلِ کتاب اگر ایمان لے آتے تو وہ بھی اس خیر الامم میں شامل ہو سکتے تھے۔ جس سے دنیا میں عزت بڑھتی اور آخرت میں دوہرا اجر ملتا۔ مگر افسوس ہے اُن میں سے چند افراد کے سوا (مثلاً عبد اللہ بن سلام یا نجاشی وغیرہ) کسی نے حق کو قبول نہ کیا۔ باوجود وضوحِ حق کے نافرمانی ہی پر اڑے رہے۔

فائدہ:[۱۶۸] مسلمانوں کے مقابلہ میں اہل کتاب کو شکست:...... یعنی اگر اکثر نافرمان ہیں تو ہونے دو، تم کو ان کی اکثریت یا مادی ساز وسامان سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں (اے خیر الامم!) خدا کا وعدہ ہے کہ یہ شیطانی لشکر تمہارا کچھ نہ بگاڑ سکے گا (بشرطیکہ تم اپنے کو خیر الامم ثابت کرو) بس یہ اتنا ہی کر سکتے ہیں کہ زبان سے گالی دیں اور نامردوں کی طرح تم کو بُرا بھلا کہتے پھریں یا کوئی چھوٹی موٹی عارضی تکلیف پہنچا ئیں، باقی تم پر غالب ومسلط ہو جائیں یا کوئی بڑا قومی نقصان پہنچا سکیں یہ کبھی نہ ہوگا۔ اگر لڑائی میں تمہارے مقابلہ پر آئے تو پیٹھ دے کر بھاگیں گے اور کسی طرف سے اُن کو مدد نہ پہنچے گی جو اُن کی ہزیمت کو روک سکے۔ یہ پیشین گوئی حرف بحرف پوری ہوئی۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کے عہد میں اہلِ کتاب کا یہی حشر ہوا۔ اسلام اور مسلمانوں کی تباہی کے لیے انہوں نے ایڑی چوٹی کا زور خرچ کر دیا مگر بال بینکا نہ کر سکے۔ جہاں مقابلہ ہوا ﴿حمر مستنفرہ﴾ کی طرح بھاگے۔ ہر موقع پر خدا کی نصرت وامداد خیر الامم کے شاملِ حال رہی اور دشمن بدحواسی اور بیکسی کی حالت میں مقہور ومخذول ہو کر بھاگے یا قید ہوئے یا رعیت بن کر رہے یا جہنم میں پہنچ گئے۔ فللہ الحمد والمنة!

فائدہ:[۱۶۹] یہود پر اللہ کا غضب اور ذلت آمیز مسکنت:...... یہ آیتیں اہلِ کتاب میں سے خاص یہود کے متعلق معلوم ہوتی ہیں جیسا کہ سیاقِ کلام اور قرآن کی دوسری آیات سے ظاہر ہے، یعنی یہود پر ہمیشہ کے لیے ذلت کی مہر کر دی گئی۔ یہ بدبخت جہاں کہیں پائے جائیں ذلت کا نقش اُن سے محو نہیں ہو سکتا۔ بڑے بڑے کروڑ پتی یہود بھی آزادی وخود مختاری سے اپنے جان ومال کی حفاظت نہیں کر سکتے۔ کیونکہ اُن کی آزاد حکومت کسی جگہ نہیں "سوائے دستاویز اللہ کے" یعنی بعض بچی کھچی رسمیں تورات کی عمل میں لاتے ہیں اس کے طفیل سے پڑے ہیں اور "سوائے دستاویز لوگوں کے" یعنی کسی کی رعیت ہیں اس کی پناہ میں پڑے ہیں۔ (کذافی الموضح) بعض مفسرین نے ﴿حَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ﴾ سے اللہ کا ذمہ اور مسلمانوں کا عہد مراد لیا ہے یعنی بجز اس کے کہ مسلمانوں سے عہد کر کے خدا کے ذمہ میں آجائیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ﴿بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ﴾ سے اسلام مراد ہے یعنی اسلام لا کر اس ذلت سے نکل سکتے ہیں یا معاہد بن کر، کیونکہ معاہدہ بھی جان ومال کی طرف سے مامون کر دیتا ہے۔ واللہ اعلم!

فائدہ:[۱۷۰] یہود پر اللہ کا غضب اور ذلت آمیز مسکنت:...... یعنی نافرمانی کرتے کرتے حد سے نکل گئے جس کا انتہائی اثر یہ تھا کہ اللہ کی صریح آیتوں کے انکار اور معصوم پیغمبروں کے قتل پر آمادہ ہو گئے۔ اسی مضمون کی آیت "بقرہ" پارہ "الم" میں گذر چکی ہے، وہاں کے فوائد ملاحظہ کیے جائیں۔

فائدہ:[۱۷۱] اسلام کی آغوش میں آنے والی چند سعید روحوں کے اوصاف:...... یعنی سب اہلِ کتاب کا حال یکساں نہیں، اتنے بُروں میں کچھ اچھے بھی ہیں۔ ان ہی مسوخ اشقیاء کے درمیان چند سعید روحیں ہیں جن کو حق تعالیٰ نے قبولِ حق کی توفیق دی اور اسلام کی

آغوش میں آگئے اور جادۂ حق پر ایسے مستقیم ہو گئے کہ کوئی طاقت ہلا نہیں سکتی۔ وہ رات کی تاریکی میں میٹھی نینداور نرم بستر ے چھوڑ کر خدا کے سامنے کھڑے ہوتے ہیں، اپنے مالک کے سامنے خضوع و تذلل اختیار کرتے ہیں، جبینِ نیاز زمین پر رکھتے ہیں، نماز میں اُس کا کلام پڑھتے ہیں۔ اللہ پر اور یوم آخر پر ٹھیک ٹھیک ایمان لاتے ہیں، خالص توحید کے قائل ہیں، قیامت کے دن سے ڈرتے ہیں، اور جب کسی نیک کام کی طرف پکارا جائے دوڑ کر دوسروں سے آگے نکلنا چاہتے ہیں، پھر نہ صرف یہ کہ خود راہِ راست پر ہیں، دوسروں کو بھی سیدھے راستے پر لانا چاہتے ہیں۔ بلاشبہ اُن یہود میں سے یہ لوگ ہیں جن کو خدا نے نیک بختی اور صلاح و رُشد کا خاص حصہ عطا فرمایا ہے۔ یہ عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور اُن کے ساتھیوں کا ذکر ہوا۔

وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ۭ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ﴿١١٥﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ

اور جو کچھ کریں گے وہ لوگ نیک کام اس کی ہرگز ناقدری نہ ہوگی ف ۱۷۲ اور اللہ کو خبر ہے پرہیزگاروں کی ف ۱۷۳ وہ لوگ جو

كَفَرُوْا لَنْ تُغْنِىَ عَنْھُمْ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔـا ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ

کافر ہیں ہرگز کام نہ آوینگے ان کو ان کے مال اور نہ اولاد اللہ کے آگے کچھ اور وہی لوگ رہنے والے ہیں آگ میں

اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ ھُمْ فِيْھَا خٰلِدُوْنَ ﴿١١٦﴾ مَثَلُ مَا يُنْفِقُوْنَ فِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

دوزخ کی وہ اس آگ میں ہمیشہ رہیں گے جو کچھ خرچ کرتے ہیں اس دنیا کی زندگی میں اس کی مثال

كَمَثَلِ رِيْحٍ فِيْھَا صِرٌّ اَصَابَتْ حَرْثَ قَوْمٍ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَھُمْ فَاَھْلَكَتْهُ ۭ وَمَا

جیسے ایک ہوا کہ اس میں ہو پالا جا لگی کھیتی کو اس قوم کی کہ انہوں نے اپنے حق میں برا کیا تھا پھر اس کو نابود کر گئی ف ۱۷۴ اور

ظَلَمَھُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَھُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٧﴾ يٰٓاَيُّھَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً

اللہ نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن وہ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں ف ۱۷۵ اے ایمان والو نہ بناؤ بھیدی کسی کو اپنوں کے سوا

مِّنْ دُوْنِكُمْ لَا يَاْلُوْنَكُمْ خَبَالًا ۭ وَدُّوْا مَا عَنِتُّمْ ۚ قَدْ بَدَتِ الْبَغْضَاۗءُ مِنْ

وہ کمی نہیں کرتے تمہاری خرابی میں ان کی خوشی ہے تم جس قدر تکلیف میں رہو نکلی پڑتی

اَفْوَاهِھِمْ ښ وَمَا تُخْفِيْ صُدُوْرُھُمْ اَكْبَرُ ۭ قَدْ بَيَّنَّا لَكُمُ الْاٰيٰتِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١١٨﴾

ہے دشمنی ان کی زبان سے اور جو کچھ مخفی ہے ان کے جی میں وہ اس سے بہت زیادہ ہے ہم نے بتا دیئے تم کو پتے اگر تم کو عقل ہے ف ۱۷۶

فائدہ: [۱۷۲] اسلام کی آغوش میں آنے والی چند سعید روحوں کے اوصاف: ...... بلکہ دُگنا اجر ملے گا جیسا کہ دوسری جگہ ارشاد ہوا۔ ﴿اُولٰۗىِٕكَ يُؤْتَوْنَ اَجْرَھُمْ مَّرَّتَيْنِ بِمَا صَبَرُوْا﴾ [قصص: ۵۴] اور حدیث صحیح میں نبی کریم ﷺ نے اُس کی تشریح فرما دی۔

فائدہ: [۱۷۳] :...... اِسی لیے جب یہود کی برائیوں کا ذکر آتا ہے حق تعالیٰ ان پرہیزگاروں کو مستثنیٰ کر دیتا ہے اور پرہیزگاری کے موافق دنیا و آخرت میں اُن کے ساتھ معاملہ بھی بالکل ممتاز کیا جائے گا۔

فَائِدَۃ:[۱۷۴] کافر کا ہر ایک عمل بے جان اور مردہ ہے:...... صالحین ومتقین کے بالمقابل یہاں کافروں کا حال وانجام کا ذکر فرماتے ہیں۔ پہلے فرمایا تھا ﴿وَمَا یَفْعَلُوْا مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ یُّکْفَرُوْہُ﴾ وہ یعنی مومنین کی ادنیٰ ترین نیکی بھی کام آئیگی۔ اُنکے کسی بھلے کام کی بے قدری نہیں کی جائیگی۔ اسکے برخلاف کافر جو کچھ مال وقوت دنیا میں خرچ کرے، خواہ اپنے نزدیک بڑا ثواب اور خیرات کا کام سمجھ کر کرتا ہو، آخرت میں اسکی کوئی قدر وقیمت اور پرسش نہیں۔ کیونکہ ایمان ومعرفتِ صحیحہ کی روح نہ ہونے سے اُسکا ہر ایک عمل بے جان اور مردہ ہے۔ اُسکی جزا بھی ایسی ہی فانی وزائل اس دارِ فانی میں۔ مل ملا رہے گی۔ عمل کی ابدی حفاظت کرنیوالی چیز ایمان وایقان ہے، اُسکے بدون عمل کی مثال ایسی سمجھو جیسے کسی شریر ظالم نے کھیتی یا باغ لگایا، اور اُسکو برف پالے سے بچانے کا کوئی انتظام نہ کیا۔ چندروز اسکی سرسبزی و شادابی کو دیکھ کر خوش ہوتا اور بہت کچھ امیدیں باندھتا رہا۔ یکا یک اُسکی شرارت وبدبختی سے سرد ہوا چلی، برف پالا اس قدر گرا کہ ایک دم میں ساری لہلہاتی کھیتی جلا کر رکھ دی، آخرا پنی کلی: تباہی وبربادی پر کفِ افسوس ملتا رہ گیا، نہ امیدیں پوری ہوئیں، نہ احتیاج کے وقت اُسکی پیداوار سے منتفع ہوا۔ اور چونکہ یہ تباہی ظلم وشرارت کی سزا تھی۔ اسلئے اس مصیبت پر کوئی اجرِ اُخروی بھی نہ ملا، جیسا کہ مومنین کو ملتا ہے۔ بعینہ یہ مثال اُن کفار کی ہے جو کفر وشرک پر قائم رہتے ہوئے اپنے خیال میں بہت: پن خیرات کرتے ہیں، باقی وہ بدبخت جن کا زور وقوت اور پیسہ حق اور اہلِ حق کی دشمنی یا فسق وفجور میں خرچ ہوتا ہوا نکا تو پوچھنا ہی کیا ہے، وہ نہ صرف بیکار خرچ کررہے ہیں، بلکہ روپیہ خرچ کرکے اپنے لیے اور زیادہ وبال خرید رہے ہیں۔ ان سب کو یاد رکھنا چاہیے کہ مال ہو یا اولاد کوئی چیز عذابِ الٰہی سے نہ بچاسکے گی اور نہ متقین کے مقابلہ پر وہ اپنی توقعات میں کامیاب ہونگے۔

(**تنبیہ**):...... "ریح" کا لفظ مفرد، قرآن میں عموماً عذاب کے موقع پر استعمال ہوا ہے: ﴿رِیْحٌ فِیْھَا عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ [احقاف: ۲۴] ﴿وَلَئِنْ اَرْسَلْنَا رِیْحًا﴾ [روم: ۵۱] ﴿اَرْسَلْنَا عَلَیْھِمْ رِیْحًا صَرْصَرًا﴾ [قمر: ۱۹] اور رحمت کے موقع پر جمع کا لفظ "ریاح" لائے ہیں: ﴿یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ﴾ [روم: ۴۶] ﴿وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ﴾ [حجر: ۲۲] ﴿یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا﴾ [اعراف: ۵۷] کذا ذکرہ ابوحیان (۳/۳۰۶)۔

فَائِدَۃ:[۱۷۵] کفر کا وبال:...... یہ نہ سمجھا جائے کہ کافر کی کوئی نیکی قبول نہیں کی جاتی تو اُس پر معاذ اللہ خدا کی طرف سے ظلم ہوا، نہیں یہ ظلم تو انہوں نے اپنی جانوں پر خود اپنے ہاتھوں سے کیا ہے، نہ کفر اختیار کرتے، نہ یہ روزِ بد دیکھنا پڑتا۔

فَائِدَۃ:[۱۷۶] یہودیوں کے چہرے سے نقاب کشائیاں اور راز دار بنانے کی ممانعت:...... یہ آیتیں، بعض کہتے ہیں یہود کے متعلق نازل ہوئیں، کیونکہ بعض مسلمان جوار (ہمسائیگی) حلف (دوستانہ معاہدہ) وغیرہ کی بنا پر جو تعلقات قبل از اسلام اُن سے رکھتے چلے آرہے تھے، بعد از اسلام بھی بدستور اُن پر قائم رہے اور دوستی پر اعتماد کرکے اُن سے مسلمانوں کے بعض راز دارانہ مشوروں کے اخفا کا بھی اہتمام نہ کیا۔ اور بعض کے نزدیک یہ آیتیں منافقین کے حق میں نازل ہوئیں، کیونکہ عام طور پر لوگ ظاہر میں مسلمان سمجھ کر اُن سے پوری احتیاط نہ کرتے تھے جس سے سخت نقصان پہنچنے کا اندیشہ تھا، حق تعالیٰ نے یہاں صاف صاف آگاہ کردیا کہ مسلمان اپنے اسلامی بھائیوں کے سوا کسی کو بھیدی اور راز دار نہ بنائیں۔ کیونکہ یہود ہوں یا نصاریٰ، منافقین ہوں یا مشرکین، ان میں کوئی جماعت تمہاری حقیقی خیر خواہ نہیں۔ بلکہ ہمیشہ یہ لوگ اس کوشش میں رہتے ہیں کہ تمہیں پاگل بنا کر نقصان پہنچائیں اور دینی ودنیوی خرابیوں میں مبتلا کریں۔ انکی خواہش اسی میں ہے کہ تم تکلیف میں رہو اور کسی نہ کسی تدبیر سے تم کو دینی یا دنیوی ضرر پہنچ جائے۔ جو دشمنی اور بغض اُنکے دلوں میں ہے وہ تو بہت ہی زیادہ ہے۔ لیکن بسا اوقات عداوت وغیظ کے جذبات سے مغلوب ہوکر کھلم کھلا ایسی باتیں کرگذرتے ہیں جو اُنکی گہری دشمنی کا صاف پتہ دیتی ہیں۔ مارے دشمنی اور حسد کے اُنکی زبان قابو میں نہیں رہتی، پس عقل مند آدمی کا کام نہیں کہ ایسے خبیث باطن دشمنوں کو اپنا

رازدار بنائے۔ خدا تعالیٰ نے دوست دشمن کے پتے اور موالات وغیرہ کے احکام کھول کر بتلا دیئے ہیں جس میں عقل ہوگی اُن سے کام لے گا۔ (موالاتِ کفار کے متعلق کچھ تفصیل پہلے اسی سورت میں گذر چکی اور کچھ "مائدہ" وغیرہ میں آئے گی، آیت: ۵۱۔ ۵۷)

هٰٓاَنْتُمْ اُولَآءِ تُحِبُّوْنَهُمْ وَلَا يُحِبُّوْنَكُمْ وَتُؤْمِنُوْنَ بِالْكِتٰبِ كُلِّهٖ ۚ وَاِذَا لَقُوْكُمْ

سن لو تم لوگ ان کے دوست ہو اور وہ تمہارے دوست نہیں اور تم سب کتابوں کو مانتے ہو ف۱۷۷ اور جب تم سے ملتے ہیں

قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۖ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ ۭ قُلْ مُوْتُوْا

کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں ف۱۷۸ اور جب اکیلے ہوتے ہیں تو کاٹ کاٹ کھاتے ہیں تم پر انگلیاں غصہ ف۱۷۹ سے تو کہہ مرو

بِغَيْظِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۱۱۹﴾ اِنْ تَمْسَسْكُمْ حَسَنَةٌ

تم اپنے غصہ میں ف۱۸۰ اللہ کو خوب معلوم ہیں دلوں کی باتیں ف۱۸۱ اگر تم کو ملے کچھ بھلائی تو

تَسُؤْھُمْ ۡ وَاِنْ تُصِبْكُمْ سَيِّئَةٌ يَّفْرَحُوْا بِھَا ۭ وَاِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا لَا

بری لگتی ہے ان کو اور اگر تم پر پہنچے کوئی برائی تو خوش ہوں ف۱۸۲ اس سے اور اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو تو کچھ نہ بگڑے گا

ع ۱۲/۱۱ يَضُرُّكُمْ كَيْدُھُمْ شَـيْـــًٔـا ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۱۲۰﴾ وَاِذْ غَدَوْتَ مِنْ اَھْلِكَ

تمہارا ان کے فریب سے بے شک جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے بس میں ہے ف۱۸۳ اور جب صبح کو نکلا تو اپنے گھر سے بٹھلانے

تُبَوِّئُ الْمُؤْمِنِيْنَ مَقَاعِدَ لِلْقِتَالِ ۭ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۲۱﴾ اِذْ ھَمَّتْ طَّاۗىِٕفَتٰنِ

لگا مسلمانوں کو لڑائی کے ٹھکانوں پر اور اللہ سب کچھ جانتا ہے۔ جب قصد کیا دو فرقوں نے

مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا ۙ وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلَقَدْ

تم میں سے کہ نامردی کریں اور اللہ مددگار تھا ان کا اور اللہ ہی پر چاہیے بھروسہ کریں مسلمان اور تمہار

نَصَرَكُمُ اللّٰهُ بِبَدْرٍ وَّاَنْتُمْ اَذِلَّةٌ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِذْ تَقُوْلُ

ی مدد کر چکا ہے اللہ بدر کی لڑائی میں اور تم کمزور تھے سو ڈرتے رہو اللہ سے تاکہ تم احسان مانو ف۱۸۴ جب تو کہنے لگا

لِلْمُؤْمِنِيْنَ اَلَنْ يَّكْفِيَكُمْ اَنْ يُّمِدَّكُمْ رَبُّكُمْ بِثَلٰثَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰۗىِٕكَةِ

مسلمانوں کو کیا تم کو کافی نہیں کہ تمہاری مدد کو بھیجے رب تمہارا تین ہزار فرشتے آسمان سے

مُنْزَلِيْنَ ﴿۱۲۴﴾ بَلٰٓى ۙ اِنْ تَصْبِرُوْا وَتَتَّقُوْا وَيَاْتُوْكُمْ مِّنْ فَوْرِھِمْ ھٰذَا يُمْدِدْكُمْ

اترنے والے ف۱۸۵ البتہ اگر تم صبر کرو اور بچتے رہو اور وہ آئیں تم پر اسی دم تو مدد بھیجے

رَبُّكُمْ بِخَمْسَةِ اٰلٰفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ مُسَوِّمِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى لَكُمْ

تمہارا رب پانچ ہزار فرشتے نشان دار گھوڑوں پر ف ۱۸۶ اور یہ تو اللہ نے تمہارے دل کی خوشی کی

وَلِتَطْمَئِنَّ قُلُوْبُكُمْ بِهٖ ۭ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ﴿۱۲۶﴾

اور تاکہ تسکین ہو تمہارے دلوں کو اس سے اور مدد ہے صرف اللہ ہی کی طرف سے جو کہ زبردست ہے حکمت والا ف ۱۸۷

لِيَقْطَعَ طَرَفًا مِّنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَوْ يَكْبِتَهُمْ فَيَنْقَلِبُوْا خَآئِبِيْنَ ﴿۱۲۷﴾

تاکہ ہلاک کرے بعضے کافروں کو یا ان کو ذلیل کرے تو پھر جاویں محروم ہو کر ف ۱۸۸

فائدہ:[۱۷۷] اے اہل اسلام! نفرت کرنے والے دوست نہیں ہو سکتے:......یعنی یہ کیسی بے موقع بات ہے کہ تم اُنکی دوستی کا دم بھرتے ہو، اور وہ تمہارے دوست نہیں بلکہ جڑ کاٹنے والے دشمن ہیں۔ اور طرفہ یہ ہے کہ تم تمام آسمانی کتابوں کو مانتے ہو خواہ وہ کسی قوم کی ہوں اور کسی زمانہ میں کسی پیغمبر پر نازل ہوئی ہوں (جنکے خدا نے نام بتلا دیے اُن پر علی التعیین اور جن کے نام نہیں بتلائے اُن پر بالاجمال ایمان رکھتے ہو) اس کے برخلاف یہ لوگ تمہاری کتاب اور پیغمبر کو نہیں مانتے، بلکہ خود اپنی کتابوں پر بھی انکا ایمان صحیح نہیں۔ اس لحاظ سے چاہیے تھا کہ وہ تم سے قدرے محبت کرتے اور تم اُن سے سخت نفور و بیزار رہتے مگر یہاں معاملہ برعکس ہو رہا ہے۔

فائدہ:[۱۷۸] دھوکے باز:......منافقین تو کہتے ہی تھے، عام یہود و نصاریٰ بھی بحث و گفتگو میں اٰمَنَّا (ہم مسلمان ہیں) کہہ کر یہ مطلب لے لیتے تھے کہ ہم اپنی کتابوں پر ایمان رکھتے ہیں اور اُن کو تسلیم کرتے ہیں۔

فائدہ:[۱۷۹] اہل کتاب کی بے بسی:......یعنی اسلام کا عروج اور مسلمانوں کی باہمی الفت و محبت دیکھ کر یہ لوگ جلے مرتے ہیں۔ اور چونکہ اس کے خلاف کچھ بس نہیں چلتا، اس لیے فرط غیظ و غضب سے دانت پیستے اور اپنی انگلیاں کاٹ کاٹ کھاتے ہیں۔

فائدہ:[۱۸۰] جلے مرجاؤ:......یعنی خدا تعالیٰ اسلام اور مسلمانوں کو اور زیادہ ترقیات و فتوحات عنایت فرمائے گا، تم غیظ کھا کھا کر مرتے رہو۔ اگر ایڑیاں رگڑ کر مر جاؤ گے تب بھی تمہاری آرزوئیں پوری نہ ہونگی، خدا اسلام کو غالب اور سربلند کر کے رہیگا۔

فائدہ:[۱۸۱] جیسی کرنی ویسی بھرنی:......اسی لیے مسلمانوں کو ان شریروں کے باطنی حالات اور قلبی جذبات پر مطلع کر دیا اور سزا بھی اُن کو ایسی دیگا جو اندرونی شرارتوں اور خفیہ عداوتوں کے مناسب ہو۔

فائدہ:[۱۸۲] کمینوں کی کمینگی:......اگر تمہاری ذرا سی بھلائی دیکھتے ہیں، مثلاً مسلمانوں کا اتحاد و یکجہتی یا دشمنوں پر غلبہ تو حسد کی آگ میں بھننے لگتے ہیں۔ اور جہاں تم پر کوئی مصیبت نظر آئی خوشی کے مارے پھولے نہیں سماتے۔ بھلا ایسی کمینہ قوم سے ہمدردی اور خیر خواہی کی کیا توقع ہو سکتی ہے، جو دوستی کا ہاتھ اُن کی طرف بڑھایا جائے۔

فائدہ:[۱۸۳] کفار کی سازشوں سے حفاظت صبر و استقلال اور تقویٰ کی بدولت ممکن ہے:......ممکن تھا کسی کو یہ خیال گذرے کہ جب ہم اُن سے دوستانہ تعلقات نہ رکھیں گے تو وہ زیادہ غیظ و غضب میں آکر ہمارے خلاف تدبیریں کریں گے اور بیش از بیش نقصان پہنچانا چاہیں گے۔ اس کا جواب دیا کہ تم صبر و استقلال اور تقویٰ و طہارت پر ٹھیک ٹھیک قائم رہو گے تو اُن کا کوئی داؤ فریب تم پر کارگر نہ ہوگا، جو کارروائیاں وہ کرتے ہیں سب خدا کے علم میں ہیں اور اُس کو ہر وقت قدرت حاصل ہے کہ اُن کا تار و پود (تانا، بانا) بکھیر کر رکھ دے، تم اپنا معاملہ خدا سے صاف رکھو، پھر تمہارے راستہ سے سب کانٹے صاف کر دیئے جائیں گے۔ آگے غزوۂ اُحد کا واقعہ یاد دلاتے ہیں کہ اُس

میں بعض مسلمان منافقین کی مغویانہ حرکات سے کچھ اثر پذیر ہو گئے تھے اور قریب تھا کہ مسلمانوں کے دو قبیلے صبر و تقویٰ کا دامن ہاتھ سے چھوڑ بیٹھیں جس سے منافقین کو خوش ہونے کا موقع ہاتھ آئے، مگر خدا نے دستگیری فرمائی اور ان قبیلوں کو سخت مہلک ٹھوکر سے بچا لیا۔

فَائِدَہ: [۱۸۴] اللہ کی طرف سے نصرت کی جھلک اور تقویٰ کا سبق:...... اس آیت میں جنگ اُحد کا واقعہ یاد دلایا ہے، بصورت یہ ہوئی تھی کہ رمضان المبارک ۲ھ میں بدر کے مقام پر قریشی فوج اور مسلمان مجاہدین میں مڈبھیڑ ہو گئی۔ جس میں کفار مکہ کے ستر نامور اشخاص مارے گئے اور اسی قدر گرفتار ہوئے۔ اس تباہ کن اور ذلت آمیز شکست سے قریش کا شعلۂ انتقام بھڑک اُٹھا، جو سردار مارے گئے تھے اُن کے اقارب نے تمام عرب کو غیرت دلائی اور اہلِ مکہ سے اپیل کی کہ تجارتی قافلہ (کہ وہ ہی باعث جنگِ بدر کا ہوا تھا) جو مال شام سے لایا ہے سب اِسی مہم کی نذر کر دیں تا کہ ہم محمد اور اُنکے ساتھیوں سے اپنے مقتولین کا بدلہ لے سکیں، سب نے منظور کیا اور ۳ھ میں قریش کے ساتھ بہت سے دوسرے قبائل بھی مدینہ پر چڑھائی کرنے کی غرض سے نکل پڑے حتیٰ کہ عورتیں بھی ساتھ آئیں تا کہ موقع پیش آنے پر مردوں کو غیرت دلا کر پسپائی سے روک سکیں۔ جس وقت یہ تین ہزار کا لشکر اسلحہ وغیرہ سے پوری طرح آراستہ ہو کر مدینہ سے تین چار میل جبلِ اُحد کے قریب خیمہ زن ہوا تو نبی کریم ﷺ نے مسلمانوں سے مشورہ لیا۔ آپ کی رائے مبارک یہ تھی کہ مدینہ کے اندر رہ کر دشمن کا مقابلہ بہت آسانی اور کامیابی کے ساتھ کیا جا سکتا ہے اسی کی تائید آپ کے ایک خواب سے ہوئی تھی، یہ پہلا موقع تھا کہ رئیس المنافقین عبداللہ بن اُبی سے بھی رائے لی گئی جو حضور ﷺ کی رائے سے موافق تھی۔ مگر بعض پر جوش مسلمان جنہیں بدر کی شرکت نصیب نہ ہوئی تھی اور شوقِ شہادت بے چین کر رہا تھا، مصر ہوئے کہ ہم کو باہر نکل کر مقابلہ کرنا چاہیے، تا دشمن ہماری نسبت بزدلی اور کمزوری کا گمان نہ کرے۔ کثرتِ رائے اسی طرف ہو گئی۔ اسی حیص بیص (شش و پنج) میں آپ مکان کے اندر تشریف لے گئے اور زرہ پہن کر باہر آئے، اُس وقت بعض لوگوں کو خیال ہوا کہ ہم نے آپ کی رائے کے خلاف مدینہ سے باہر لڑائی کرنے پر مجبور کیا۔ اُنہوں نے عرض کیا کہ یا رسول اللہ! اگر آپ کا منشا نہ ہو تو یہیں تشریف رکھیے۔ فرمایا: ایک پیغمبر کو سزاوار نہیں کہ جب وہ زرہ پہن لے اور ہتھیار لگا لے پھر بدونِ قتال کیے بدن سے اتارے۔ جب آپ مدینہ سے باہر تشریف لے گئے تقریباً ایک ہزار آدمی آپ کے ساتھ تھے مگر عبداللہ بن اُبی تقریباً تین سو آدمیوں کو (جن میں بعض مسلمان بھی تھے) ساتھ لے کر راستہ سے یہ کہتا ہوا واپس ہو گیا کہ جب میرا مشورہ نہ مانا اور دوسروں کی رائے پر عمل کیا تو ہم کو لڑنے کی ضرورت نہیں، کیوں خواہ مخواہ اپنے کو ہلاکت میں ڈالیں۔ بعض بزرگوں نے سمجھایا بھی مگر کچھ اثر نہیں ہوا، آخر آپ کل سات سو سپاہیوں کی جمعیت لے کر میدانِ جنگ میں پہنچ گئے۔ آپ نے بنفسِ نفیس فوجی قاعدہ سے صفیں ترتیب دیں۔ ہر ایک دستہ کو اُس کے مناسب ٹھکانہ پر بٹھلایا اور فرمایا جب تک میں حکم نہ دوں کوئی قتال نہ کرے۔ اسی اثنا میں عبداللہ بن اُبی کی علیحدگی سے دو قبیلے بنو حارثہ اور بنو سلمہ کے دلوں میں کچھ کمزوری پیدا ہوئی۔ مسلمانوں کی قلیل جمعیت پر نظر کر کے دل چھوڑنے لگے اور خیال آیا کہ میدان سے سرک جائیں۔ مگر حق تعالیٰ نے اُن کی مدد اور دستگیری فرمائی، دلوں کو مضبوط کر دیا اور سمجھا دیا کہ مسلمانوں کا بھروسہ تنہا خدائے واحد کی اعانت و نصرت پر ہونا چاہیے۔ تعداد اور سامان وغیرہ کوئی چیز نہیں۔ جب وہ ظفر و منصور کرنا چاہے تو سب سامان رکھے رہ جاتے ہیں اور غیبی تائید سے فتح مبین حاصل ہو جاتی ہے جیسے معرکۂ بدر میں ہوا۔ پس مسلمانوں کو صرف اللہ سے ڈرنا چاہیے تا کہ اُس کی طرف سے مزید انعام و احسان ہو اور مزید شکر گزاری کا موقع ملے۔ (غزوۂ بدر کی پوری تفصیل سورۂ انفال میں آئے گی وہاں کے فوائد ملاحظہ کیے جائیں)

(تنبیہ):...... دو فرقوں سے مراد وہی بنو سلمہ و بنو حارثہ ہیں، گو اس آیت میں اُن پر چشمک (طعنہ زنی، طنز) کی گئی، لیکن اُن میں سے بعض بزرگ فرمایا کرتے تھے کہ اس آیت کا نازل نہ ہونا ہم کو پسند نہ تھا کیونکہ ﴿وَاللّٰهُ وَلِيُّهُمَا﴾ کی بشارت عتاب سے بڑھ کر ہے۔

فائدہ:[١٨٥]......یعنی جو آسمان سے خاص اسی کام کے لیے اتارے گئے ہوں۔ اکثر علماء کے نزدیک رجح یہ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ بدر کا ہے جب کفار کی جمعیت اور تیاری دیکھ کر مسلمانوں کو تشویش ہوئی تو آپ نے تسلی کے لیے ایسا فرمایا۔ چنانچہ فرشتوں کی کمک آسمان سے پہنچی سورۂ انفال میں اس کا مفصل بیان آئے گا۔ وہیں نزول ملائکہ کی حکمت اور عدد ملائکہ کے ظاہری تعارض پر کلام کیا جائے گا۔[انفال:١٠۔١٤]

فائدہ:[١٨٦]......یعنی تین ہزار بیشک کافی ہیں تاہم اگر تم نے صبر واستقلال کا ثبوت دیا اور تقویٰ اختیار کر کے نافرمانی سے بچتے رہے، اور کفار کی فوج ایک دم تم پر ٹوٹ پڑی تو تین ہزار کے بجائے پانچ ہزار فرشتے بھیج دیئے جائیں گے جن کی خاص علامتیں ہوں گی اور اُن کے گھوڑوں پر بھی خاص نشان ہوں گے۔ چونکہ بدر میں کفار کی تعداد ایک ہزار تھی، اولاً اس کے مناسب ایک ہزار فرشتوں کا وعدہ فرمایا جیسا کہ سورۂ انفال [آیت:٩] میں آئے گا۔ پھر مسلمانوں کی گھبراہٹ دور فرمانے کے لیے تعداد تگنی کردی گئی کیونکہ کفار کی تعداد مسلمانوں سے تگنی تھی، اُس کے بعد شعبی رحمۃ اللہ علیہ کی روایت کے موافق جب مسلمانوں کو یہ خبر ملی کہ کرز بن جابر بڑی کمک لیکر مشرکین کی مدد کے لیے آرہا ہے تو ایک جدید اضطراب پیدا ہو گیا، اُس وقت مزید تسکین وتقویت کے لیے وعدہ فرمایا کہ اگر تم صبر وتقویٰ سے کام لو گے تو ہم پانچ ہزار فرشتے تمہاری مدد کو بھیج دیں گے، اگر مشرکین کی کمک بالکل ناگہانی طور پر آ پہنچے تب بھی فکر مت کرو، خدا تعالیٰ بروقت تمہاری مدد کرے گا۔ شاید پانچ ہزار کا عدد اس لیے رکھا ہو کہ لشکر کے پانچ حصے ہوتے تھے، ہر ایک حصہ کو ایک ایک ہزار کی کمک پہنچادی جائے گی۔ چونکہ کرز بن جابر کی مدد مشرکین کو نہ پہنچی، اس لیے بعض کہتے ہیں کہ پانچ ہزار کا وعدہ پورا نہیں کیا گیا، کیونکہ وہ ﴿وَيَأْتُوكُمْ مِنْ فَوْرِهِمْ هَذَا﴾ پر معلق تھا۔ اور بعض کا قول ہے کہ پانچ ہزار فرشتے نازل ہوئے۔ واللہ اعلم! (اس کا مزید بیان "انفال" [آیت:١٠] میں دیکھو۔)

فائدہ:[١٨٧] تسکین قلوب کیلئے فرشتوں کا نزول:......یعنی یہ سب غیبی سامان غیر معمولی طور پر ظاہری اسباب کی صورت میں محض اسلئے مہیا کیے گئے کہ تمہارے دلوں سے اضطراب و ہراس دور ہو کر سکون واطمینان نصیب ہو، ورنہ خدا کی مدد کچھ ان چیزوں پر محدود و مقصور نہیں، نہ اسباب کی پابند ہے وہ چاہے تو محض اپنی زبردست قدرت سے بدون فرشتوں کے تمہارا کام بنادے، یا بدون تمہارے توسط کے کفار کو خائب وخاسر کردے، یا ایک فرشتہ سے وہ کام لے لے جو پانچ ہزار سے لیا جاتا ہے۔ فرشتے بھی جو امداد پہنچاتے ہیں وہ اُسی خداوندِ قدیر کی قدرت ومشیت سے پہنچاسکتے ہیں، مستقل طاقت واختیار کسی میں نہیں، آگے یہ اُس کی حکمت ہے کہ کس موقع پر کس قسم کے اسباب و وسائط سے کام لینا مناسب ہے، تکوینیات کے رازوں کا کوئی احاطہ نہیں کرسکتا ۔ع

حدیث از مطرب و مے گو و راز دہر کمتر جو
کہ کس نکشود و نکشاید بہ حکمت ایں معما را

فائدہ:[١٨٨] مسلمانوں کے ہاتھوں مشرکین کی ذلت اور رسوائی:......یعنی فرشتے بھیجنے سے مقصود تمہاری مدد کرنا تھا کہ تمہارے دل مضبوط ہوں اور خدا کی طرف سے بشارت وطمانینت پا کر پوری دلجمعی اور پامردی کے ساتھ دشمن کا مقابلہ کرو، جس سے یہ غرض تھی کہ کافروں کا زور ٹوٹے، اُن کا بازو کٹ جائے، پُرانے نامور مشرک کچھ مارے جائیں، کچھ ذلیل وخوار ہوں، اور بقیۃ السیف بہزار رسوائی ونا کامی واپس ہو جائیں، چنانچہ ایسا ہی واقع ہوا، ستر سردار جن میں اس اُمت کا فرعون ابوجہل بھی تھا، مارے گئے، ستر قید ہوئے، اور نہایت ذلیل ونامراد ہو کر مکہ واپس جانا پڑا۔

لَيْسَ لَكَ مِنَ الْأَمْرِ شَيْءٌ أَوْ يَتُوبَ عَلَيْهِمْ أَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَإِنَّهُمْ ظَالِمُونَ ١٢٨

تیرا اختیار کچھ نہیں یا ان کو توبہ دیوے خدا تعالیٰ یا ان کو عذاب کرے کہ وہ ناحق پر ہیں ف ١٨٩

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

اور اللہ ہی کا مال ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے بخش دے جس کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے اور

وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۲۹﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوا الرِّبٰوٓا اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً ۪ ع ۱۳

اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف ۱۹۰ اے ایمان والو مت کھاؤ سود ف ۱۹۱ دونے پر دونا ف ۱۹۲

وَّاتَّقُوا اللّٰهَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۱۳۰﴾ وَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْٓ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۱﴾

اور ڈرو اللہ سے تاکہ تمہارا بھلا ہو ف ۱۹۳ اور بچو اس آگ سے جو تیار ہوئی کافروں کے واسطے ف ۱۹۴

وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۱۳۲﴾

اور حکم مانو اللہ کا اور رسول کا تاکہ تم پر رحم ہو ف ۱۹۵

فائدہ: [۱۸۹] **اللہ تعالیٰ جو چاہے ان سے معاملہ کرے:**...... اُحد میں ستر صحابہ شہید ہوئے تھے جن میں حضور ﷺ کے چچا سید الشہداء حضرت حمزہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی تھے، مشرکین نے نہایت وحشیانہ طور پر شہداء کا مثلہ کیا (ناک کان وغیرہ کاٹے) پیٹ چاک کیے حتیٰ کہ حضرت حمزہ کا جگر نکال کر ہندہ نے چبایا۔ مفصل واقعہ آگے آئے گا۔ خلاصہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ کو بھی اس لڑائی میں چشم زخم پہنچا۔ سامنے کے چار دانتوں میں سے نیچے کا دایاں دانت شہید ہوا، خود کی کڑیاں ٹوٹ کر رخسار مبارک میں گھس گئیں، پیشانی زخمی ہوئی اور بدن مبارک لہولہان تھا، اسی حالت میں آپ کا پاؤں لڑکھڑایا اور زمین پر گر کر بیہوش ہو گئے۔ کفار نے مشہور کر دیا ''اِن محمداً قد قُتِلَ'' (محمد مارے گئے) اس سے مجمع بدحواس ہو گیا، تھوڑی دیر کے بعد آپ کو ہوش آیا، اُس وقت زبانِ مبارک سے نکلا: ''وہ قوم کیوں کر فلاح پائے گی جس نے اپنے نبی کا چہرہ زخمی کیا جو اُن کو خدا کی طرف بلاتا تھا۔'' مشرکین کے وحشیانہ شدائد و مظالم کو دیکھ کر آپ سے نہ رہا گیا اور اُن میں سے چند نامور اشخاص کے حق میں آپ نے بددعا کا ارادہ کیا یا شروع کر دی جس میں ظاہر ہے آپ ہر طرح حق بجانب تھے مگر حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ آپ اپنے منصبِ جلیل کے موافق اس سے بھی بلند مقام پر کھڑے ہوں۔ وہ ظلم کرتے جائیں آپ خاموش رہیں۔ جتنی بات کا آپ کو حکم ہے (مثلاً دعوت و تبلیغ اور جہاد وغیرہ) اُسے انجام دیتے رہیں، باقی اُن کا انجام خدا کے حوالے کریں، اُس کی جو حکمت ہوگی کرے گا۔ آپ کی بدُعا سے وہ ہلاک کر دیئے جائیں، کیا اس کی جگہ یہ بہتر نہیں کہ اِن ہی دشمنوں کو اسلام کا محافظ اور آپ کا جاں نثار عاشق بنا دیا جائے؟ چنانچہ جن لوگوں کے حق میں آپ بددعا کرتے تھے، چند روز کے بعد سب کو خدا تعالیٰ نے آپ کے قدموں پر لا ڈالا، اور اسلام کا جانباز سپاہی بنا دیا۔ غرض ﴿لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ﴾ آنحضرت ﷺ کو متنبہ فرمایا کہ بندہ کو اختیار نہیں، نہ اُس کا علم محیط ہے، اللہ تعالیٰ جو چاہے سو کرے۔ اگرچہ کافر تمہارے دشمن ہیں اور ظلم پر ہیں، لیکن چاہے وہ اُن کو ہدایت دے، چاہے عذاب کرے تم اپنی طرف سے بددعا نہ کرو۔ بعض روایات سے اِن آیات کی شانِ نزول کچھ اور معلوم ہوتی ہے۔ یہاں تفصیل کی گنجائش نہیں، ''فتح الباری'' میں کئی جگہ اس پر شافی کلام کیا ہے۔ فلیراجع۔

فائدہ: [۱۹۰] **قدرت خداوندی کی طرف اشارہ:**...... یعنی تمام زمین آسمان میں خدائے واحد کا اختیار چلتا ہے، سب اُسی کی مملوک و مخلوق ہے، وہ جس کو مناسب جانے ایمان کی توفیق دے کر بخش دے اور جسے چاہے کفر کی سزا میں پکڑ لے۔ شاید اخیر میں ﴿وَاللّٰهُ

﴿غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ﴾ فرما کر اشارہ کر دیا کہ ان لوگوں کو جن کے حق میں آپ بد دعا کرنا چاہتے تھے، ایمان دیکر مغفرت و رحمت کا مورد بنایا جائے گا۔

فائدہ: [۱۹۱] سود کے اثرات بد اور ممانعت: ...... جنگِ اُحد کے تذکرہ میں سود کی ممانعت کا ذکر بظاہر بے تعلق معلوم ہوتا ہے مگر شاید یہ مناسبت ہو کہ اُوپر ﴿اِذْ هَمَّتْ طَّآىِٕفَتٰنِ مِنْكُمْ اَنْ تَفْشَلَا﴾ [آل عمران: ۱۲۲] میں "جہاد" کے موقع پر نامردی دکھلانے کا ذکر ہوا تھا اور سود کھانے سے نامردی پیدا ہوتی ہے دو سبب سے، ایک یہ کہ مال حرام کھانے سے توفیقِ طاعت کم ہوتی ہے اور بڑی طاعت جہاد ہے۔ دوسرے یہ کہ سود لینا انتہائی بخل پر دلالت کرتا ہے، کیونکہ سود خور چاہتا ہے کہ اپنا مال جتنا دیا تھا لے لے اور بیچ میں کسی کا کام نکلا، یہ بھی مفت نہ چھوڑے، اس کا علیحدہ معاوضہ وصول کرے۔ تو جس کو مال میں اتنا بخل ہو کہ خدا کے لیے کسی کی ذرّہ بھر ہمدردی نہ کر سکے، وہ خدا کی راہ میں جان کب دے سکے گا۔ ابو حیانؒ نے لکھا ہے کہ اُس وقت یہود وغیرہ سے مسلمانوں کے سودی معاملات اکثر ہوتے رہتے تھے، اسی لیے اُن سے تعلقات قطع کرنا مشکل تھا۔ چونکہ پہلے ﴿لَا تَتَّخِذُوْا بِطَانَةً﴾ کا حکم ہو چکا ہے اور اُحد کے قصہ میں بھی منافقین یہود کی حرکات کو بہت دخل تھا، اس لیے متنبہ فرمایا کہ سودی لین دین ترک کرو، ورنہ اس کی وجہ سے خواہی نہ خواہی اُن ملعونوں کے ساتھ تعلقات قائم رہیں گے جو آیندہ نقصان اٹھانے کا موجب ہوں گے۔

فائدہ: [۱۹۲] سود کی حرمت اور شناعت: ...... اس کا مطلب یہ نہیں کہ تھوڑا سود لے لیا کرو، دُونے پر دونا مت لو، بات یہ ہے کہ جاہلیت میں سود اسی طرح لیا جاتا تھا جیسے ہمارے یہاں کے بنیے لیتے ہیں، سو روپے دیئے اور سود در سود بڑھاتے چلے گئے یہاں تک کہ سو روپے میں ہزاروں روپیہ کی جائیدادوں کے مالک بن بیٹھے۔ اسی صورت کو یہاں ﴿اَضْعَافًا مُّضٰعَفَةً﴾ سے تعبیر فرمایا، یعنی اول تو سود مطلقاً حرام و قبیح، اور یہ صورت تو بہت ہی زیادہ شنیع و قبیح ہے۔ جیسے کوئی کہے میاں مسجد میں گالیاں مت بکو۔ اس کا مطلب یہ نہیں کہ مسجد سے باہر بکنے کی اجازت ہے بلکہ مزید تقبیح و تشنیع کے موقع پر ایسے الفاظ بولتے ہیں۔

فائدہ: [۱۹۳] حقیقی بھلائی سود چھوڑنے میں ہے: ...... یعنی سود کھانے میں بھلا نہیں، بلکہ تمہارا بھلا اس میں ہے کہ خدا سے ڈر کر سود کھانا چھوڑ دو۔

فائدہ: [۱۹۴] کا سود کھانے کا انجام: ...... یعنی سود کھانے والا دوزخ میں جاتا ہے جو اصل میں کافروں کے واسطے بنائی گئی تھی۔

فائدہ: [۱۹۵] کامیابی اور خدا کی رحمت اطاعتِ رسول ﷺ میں ہے: ...... رسول کا حکم ماننا بھی فی الحقیقت خدا ہی کا حکم ماننا ہے کیونکہ اُس نے حکم دیا ہے کہ ہم پیغمبر کا حکم مانیں اور اُن کی پوری اطاعت کریں، جن احمقوں کو اطاعت اور عبادت میں فرق نظر نہ آیا وہ اطاعتِ رسول کو شرک کہنے لگے۔ چونکہ جنگِ اُحد میں رسول کے حکم کی خلاف ورزی ہوئی تھی (جیسا کہ آگے آتا ہے) اس لیے آیندہ کے لیے ہوشیار کیا جاتا ہے کہ خدا کی رحمت اور فلاح و کامیابی کی اُمید اُسی وقت ہو سکتی ہے، جب اللہ و رسول کے کہنے پر چلو۔

وَسَارِعُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَجَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ ۙ اُعِدَّتْ

اور دوڑو بخشش کی طرف اپنے رب کی اور جنت کی طرف ف ۱۹۶ جس کا عرض ہے آسمان اور زمین ف ۱۹۷ تیار ہوئی ہے واسطے

لِلْمُتَّقِیْنَ ۙ ﴿۱۳۳﴾ الَّذِیْنَ یُنْفِقُوْنَ فِی السَّرَّآءِ وَالضَّرَّآءِ وَالْكٰظِمِیْنَ الْغَیْظَ

پرہیزگاروں کے جو خرچ کیے جاتے ہیں خوشی میں اور تکلیف میں ف ۱۹۸ اور دبا لیتے ہیں غصہ اور معاف کرتے

وَالْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٣٤﴾ وَالَّذِيْنَ اِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً

ہیں لوگوں کو اور اللہ چاہتا ہے نیکی کرنے والوں کو ف ۱۹۹ اور وہ لوگ کہ جب کر بیٹھیں کچھ کھلا گناہ

اَوْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ ذَكَرُوا اللّٰهَ فَاسْتَغْفَرُوْا لِذُنُوْبِهِمْ ۠ وَمَنْ يَّغْفِرُ الذُّنُوْبَ

یا برا کام کریں اپنے حق میں تو یاد کریں اللہ کو اور بخشش مانگیں اپنے گناہوں کی اور کون ہے گناہ بخشنے والا

اِلَّا اللّٰهُ ۠ وَلَمْ يُصِرُّوْا عَلٰى مَا فَعَلُوْا وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ﴿١٣٥﴾ اُولٰٓئِكَ جَزَآؤُهُمْ مَّغْفِرَةٌ

سوا اللہ کے اور اڑتے نہیں اپنے کیے پر اور وہ جانتے ہیں انہی کی جزا ہے بخشش ان کے رب کی

مِّنْ رَّبِّهِمْ وَجَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ وَنِعْمَ اَجْرُ

اور باغ جن کے نیچے نہریں بہتی ہیں ہمیشہ رہینگے وہ لوگ ان باغوں میں اور کیا خوب مزدوری ہے کام کرنے

الْعٰمِلِيْنَ ﴿١٣٦﴾ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِكُمْ سُنَنٌ ۙ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا كَيْفَ

والوں کی ف ۲۰۱ ہو چکے ہیں تم سے پہلے واقعات سو پھرو زمین میں اور دیکھو کہ کیا ہوا انجام

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿١٣٧﴾ هٰذَا بَيَانٌ لِّلنَّاسِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿١٣٨﴾

جھٹلانے والوں کا ف ۲۰۲ یہ بیان ہے لوگوں کے واسطے اور ہدایت اور نصیحت ہے ڈرنے والوں کو ف ۲۰۳

وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٣٩﴾

اور سست نہ ہو اور نہ غم کھاؤ اور تم ہی غالب رہو گے اگر تم ایمان رکھتے ہو۔ ف ۲۰۴

فَائِدَة: [۱۹۶] **اسبابِ مغفرت کی طرف لپکو:**...... یعنی اُن اعمال و اخلاق کی طرف جھپٹو جو حسبِ وعدۂ خداوندی اُس کی بخشش اور جنت کا مستحق بناتے ہیں۔

فَائِدَة: [۱۹۷] **جنت کی وسعت کی طرف اشارہ:**...... چونکہ آدمی کے دماغ میں آسمان و زمین کی وسعت سے زیادہ اور کوئی وسعت نہیں آسکتی تھی۔ اس لیے سمجھانے کے لیے جنت کے عرض کو اُسی سے تشبیہ دی گئی۔ گویا بتلا دیا کہ جنت کا عرض زیادہ سے زیادہ سمجھو پھر جب عرض اتنا ہے تو طول کا حال خدا جانے کیا کچھ ہوگا۔

فَائِدَة: [۱۹۸] **متقین کے اوصاف اور احسان کی ترغیب:**...... یعنی نہ عیش و خوشی میں خدا کو بھولتے ہیں نہ تنگی و تکلیف کے وقت خرچ کرنے سے جان چراتے ہیں۔ ہر موقع پر اور ہر حال میں حسبِ مقدرت خرچ کرنے کے لیے تیار رہتے ہیں۔ سود خواروں کی طرح بخیل اور پیسہ کے پجاری نہیں۔ گویا جانی جہاد کے ساتھ مالی جہاد بھی کرتے ہیں۔

فَائِدَة: [۱۹۹]:...... غصہ کو پی جانا ہی بڑا کمال ہے اُس پر مزید یہ کہ لوگوں کی زیادتی یا غلطیوں کو بالکل معاف کر دیتے ہیں، اور نہ صرف معاف کرتے ہیں، بلکہ احسان اور نیکی سے پیش آتے ہیں۔ غالباً پہلے جن لوگوں کی نسبت بددعا کرنے سے روکا تھا، یہاں اُن کے متعلق

غصہ دبانے اور عفو و درگذر سے کام لینے کی ترغیب دی گئی ہے۔ نیز جن بعض صحابہ نے جنگِ اُحد میں عدول حکمی کی تھی، یا فرار اختیار کیا تھا، ان کی تقصیر معاف کرنے اور شانِ عفو و احسان اختیار کرنے کی طرف متوجہ کیا گیا ہے۔

فَائِدَہ:[۲۰۰] توبہ اور اس کے ثمرات:...... یعنی کھلم کھلا کوئی بے حیائی کا کام کر گذریں جس کا اثر دوسروں تک متعدی ہو یا کسی اور بری حرکت کے مرتکب ہو جائیں جس کا ضرر اُن ہی کی ذات تک محدود رہے۔

فَائِدَہ:[۲۰۱]:...... یعنی خدا کی عظمت و جلال، اُس کے عذاب و ثواب، اُس کے حقوق و احکام، اُس کی عدالت کی پیشی اور وعدہ وعید کو دل سے یاد کر کے زبان سے بھی اُس کی یاد شروع کر دی۔ خوفزدہ اور مضطرب ہو کر اُسے پکارا، اس کے سامنے سربسجود ہوئے (جیسا کہ ''صلوٰۃ التوبہ'' کی حدیث میں آیا ہے) پھر جو شرعی طریقہ گناہوں کے معاف کرانے کا ہے اُس کے موافق معافی اور بخشش طلب کی، مثلاً: اہلِ حقوق کے حقوق ادا کیے یا اُن سے معاف کرائے اور خدا کے سامنے توبہ و استغفار کیا (کیونکہ اصل بخشنے والا تو وہی ہے) جو گناہ بہ مقتضائے بشریت ہو گیا تھا اُس پر اَڑے نہیں۔ بلکہ یہ جان کر کہ حق تعالیٰ بندوں کی سچی توبہ قبول کرتا ہے، ندامت و اقلاع [چھوڑ دینا، ترک کرنا] کے ساتھ توبہ کرتے ہوئے اُس کے حضور میں حاضر ہو گئے۔ یہ لوگ بھی دوسرے درجہ کے متقین میں ہیں جن کے لیے جنت تیار کی گئی ہے۔ حق تعالیٰ ان تائبین کے گناہ معاف کر کے اپنی جنت میں جگہ دے گا اور جو توبہ یا اور عمل نیک کیے ہوں گے اُن کا بہترین معاوضہ ملے گا۔

فَائِدَہ:[۲۰۲] گذشتہ حوادث و واقعات سے عبرت کی ترغیب:...... یعنی تم سے پہلے بہت قومیں اور ملتیں گذر چکیں بڑے بڑے واقعات پیش آ چکے، خدا تعالیٰ کی عادت بھی بار بار معلوم کرا دی گئی کہ اُن میں سے جنہوں نے انبیاء علیہم السلام کی عداوت اور حق کی تکذیب پر کمر باندھی اور خدا اور رسول کی تصدیق و اطاعت سے منہ پھیر کر حرام خوری اور ظلم و عصیان پر اصرار کرتے رہے، اُن کا کیسا برا انجام ہوا، یقین نہ ہو تو زمین میں چل پھر کر ان کی تباہی کے آثار دیکھ لو جو آج بھی تمہارے ملک کے قریب موجود ہیں۔ اِن واقعات میں غور کرنے سے معرکہ ''اُحد'' کے دونوں حریفوں کو سبق لینا چاہیے، یعنی مشرکین جو پیغمبر خدا کی عداوت میں حق کو کچلنے کے لیے نکلے، اپنی تھوڑی سی عارضی کامیابی پر مغرور نہ ہوں کہ اُن کا آخری انجام بجز ہلاکت و بربادی کے کچھ نہیں اور مسلمان کفار کی سختیوں اور وحشیانہ دراز دستیوں یا اپنی ہنگامی پسپائی سے ملول و مایوس نہ ہوں کہ آخر حق غالب و منصور ہو کر رہے گا، قدیم سے سنت اللہ یہ ہی ہے جو ٹل نہیں سکتی۔

فَائِدَہ:[۲۰۳]...... یعنی عام لوگوں کے کان کھولنے کے لیے قرآن میں یہ مضامین بیان کیے جا رہے ہیں جن کو سن کر خدا سے ڈرنے والے ہدایت و نصیحت حاصل کرتے ہیں، باقی جس کے دل میں خدا کا خوف نہ ہو، ناصحانہ تنبیہات سے کیا منتفع ہو سکتا ہے۔

فَائِدَہ:[۲۰۴] باہمت مومنین ہی غالب رہیں گے:...... یہ آیات جنگِ اُحد کے بارہ میں نازل ہوئیں، جب مسلمان مجاہدین زخموں سے چور چور ہو رہے تھے، اُن کے بڑے بڑے بہادروں کی لاشیں آنکھوں کے سامنے مُثلہ کی ہوئی پڑی تھیں۔ پیغمبر ﷺ کو بھی اشقیاء نے مجروح کر دیا تھا اور بظاہر کامل ہزیمت کے سامان نظر آ رہے تھے۔ اُس ہجوم شدائد و یاس میں خداوند قدوس کی آواز سنائی دی ﴿وَلَا تَهِنُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَاَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِیْنَ﴾ (دیکھنا! سختیوں سے گھبرا کر دشمنانِ خدا کے مقابلہ میں نامردی اور سستی پاس نہ آنے پائے، پیش آمدہ حوادث و مصائب پر غمگین ہو کر بیٹھ رہنا مومن کا شیوہ نہیں۔ یاد رکھو! آج بھی تم ہی معزز و سربلند ہو کہ حق کی حمایت میں تکلیفیں اٹھا رہے اور جانیں دے رہے ہو اور یقیناً آخری فتح بھی تمہاری ہے انجام کار تم ہی غالب ہو کر رہو گے بشرطیکہ ایمان و ایقان کے راستہ پر مستقیم رہو اور حق تعالیٰ کے وعدوں پر کامل وثوق رکھتے ہوئے اطاعتِ رسول اور جہاد فی سبیل اللہ سے قدم پیچھے نہ ہٹاؤ) اس خدائی آواز نے ٹوٹے ہوئے دلوں کو جوڑ دیا اور پژمردہ جسموں میں حیاتِ تازہ پھونک دی، نتیجہ یہ ہوا کہ کفار جو بظاہر غالب آ چکے تھے، زخم خوردہ مجاہدین کے جوابی حملہ کی تاب نہ لا سکے اور سر پر پاؤں رکھ کر میدان سے بھاگے۔

إِنْ يَمْسَسْكُمْ قَرْحٌ فَقَدْ مَسَّ الْقَوْمَ قَرْحٌ مِّثْلُهٗ ؕ وَتِلْكَ الْاَيَّامُ نُدَاوِلُهَا

اگر پہنچا تم کو زخم تو پہنچ چکا ہے ان کو بھی زخم ایسا ہی اور یہ دن ہاری باری بدلتے رہتے ہیں

بَيْنَ النَّاسِ ۚ وَلِيَعْلَمَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَتَّخِذَ مِنْكُمْ شُهَدَآءَ ؕ وَاللّٰهُ

ہم ان کو لوگوں میں ف ٢٠٥ اور اس لئے کہ معلوم کرے اللہ جن کو ایمان ہے ف ٢٠٦ اور کرے تم میں سے شہید اور اللہ کو محبت نہیں

لَا يُحِبُّ الظّٰلِمِيْنَ ۝١٤٠ۙ وَلِيُمَحِّصَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَيَمْحَقَ الْكٰفِرِيْنَ ۝١٤١ اَمْ

ظلم کرنے والوں سے ف ٢٠٧ اور اس واسطے کہ پاک صاف کرے اللہ ایمان والوں کو اور مٹا دیوے کافروں کو ف ٢٠٨ کیا تم

حَسِبْتُمْ اَنْ تَدْخُلُوا الْجَنَّةَ وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَيَعْلَمَ

کو خیال ہے کہ داخل ہو جاؤ گے جنت میں اور ابھی تک معلوم نہیں کیا اللہ نے جو لڑنے والے ہیں تم میں اور معلوم نہیں کیا ثابت قدم رہنے

الصّٰبِرِيْنَ ۝١٤٢ وَلَقَدْ كُنْتُمْ تَمَنَّوْنَ الْمَوْتَ مِنْ قَبْلِ اَنْ تَلْقَوْهُ ۠ فَقَدْ رَاَيْتُمُوْهُ

والوں کو ف ٢٠٩ اور تم تو آرزو کرتے تھے مرنے کی اس کی ملاقات سے پہلے سو اب دیکھ لیا تم نے

وَاَنْتُمْ تَنْظُرُوْنَ ۝١٤٣ؑ وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ؕ ع

اس کو آنکھوں کے سامنے ف ٢١٠ اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم تو ایک رسول ہے ہو چکے

اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ اَوْ قُتِلَ انْقَلَبْتُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ ؕ وَمَنْ يَّنْقَلِبْ عَلٰى عَقِبَيْهِ فَلَنْ

اس سے پہلے بہت رسول پھر کیا اگر وہ مر گیا یا مارا گیا تو تم پھر جاؤ گے الٹے پاؤں اور جو کوئی پھر جائے گا الٹے پاؤں تو ہرگز

يَّضُرَّ اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ وَسَيَجْزِي اللّٰهُ الشّٰكِرِيْنَ ۝١٤٤ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تَمُوْتَ اِلَّا

نہ بگاڑیگا اللہ کا کچھ اور اللہ ثواب دے گا شکر گزاروں کو ف ٢١١ اور کوئی مر نہیں سکتا بغیر حکم اللہ کے لکھا ہوا ہے ایک وقت

بِاِذْنِ اللّٰهِ كِتٰبًا مُّؤَجَّلًا ؕ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ

مقرر ف ٢١٢ اور جو کوئی چاہے گا بدلہ دنیا کا دیویں گے ہم اس کو دنیا ہی سے ف ٢١٣ اور جو کوئی چاہے گا بدلہ آخرت کا اس میں سے

الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَسَنَجْزِي الشّٰكِرِيْنَ ۝١٤٥

دیویں گے ہم اس کو ف ٢١٤ اور ہم ثواب دینگے احسان ماننے والوں کو ف ٢١٥

فَائِدَۃ: [٢٠٥] تسلی، مؤمنین اور شہادتوں کے باوجود حمایت حق پر ڈٹے رہنے کی ترغیب:...... مسلمانوں کو جنگ میں جو شدید نقصان اٹھانا پڑا تھا، اُس سے سخت شکستہ خاطر تھے۔ مزید برآں منافقین اور دشمنوں کے طعنے سن کر اور زیادہ اذیت پہنچتی تھی۔ کیونکہ منافقین

کہتے تھے کہ محمد سچے پیغمبر ہوتے تو یہ نقصانات کیوں پہنچتے، یا تھوڑی دیر کے لیے بھی عارضی ہزیمت کیوں پیش آتی۔ حق تعالیٰ نے ان آیات میں مسلمانوں کو تسلی دی کہ اگر اس لڑائی میں تم کو زخم پہنچا، یا تکلیف اٹھانی پڑی تو اس طرح کے حوادث فریقِ مقابل کو پیش آچکے ہیں۔ اُحد میں تمہارے پچھتر آدمی شہید اور بہت سے زخمی ہوئے، تو ایک سال پہلے بدر میں اُن کے ستر جہنم رسید اور بہت سے زخمی ہو چکے ہیں۔ اور خود اس لڑائی میں بھی ابتداءً اُن کے بہت آدمی مقتول و مجروح ہوئے جیسا کہ ﴿وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ﴾ [آل عمران: ۱۵۲] کے الفاظ سے ظاہر ہے۔ پھر بدر میں اُن کے ستر آدمی ذلت کے ساتھ قید ہوئے، تمہارا ایک فرد نے بھی یہ ذلت قبول نہ کی۔ بہر حال اپنے نقصان کا اُن کے نقصان سے مقابلہ کرو تو غم وافسوس کا کوئی موقع نہیں، نہ اُن کے لیے کبر و غرور سے سر اٹھانے کی جگہ ہے۔ باقی ہماری عادت ہمیشہ یہ رہی ہے کہ سختی نرمی، دُکھ سکھ، تکلیف و راحت کے دنوں کو لوگوں میں اَدل بدل کرتے رہتے ہیں جس میں بہت سی حکمتیں مضمر ہیں۔ پھر جب وہ دُکھ اٹھا کر باطل کی حمایت میں ہمت نہیں ہارے، تو تم حق کی حمایت میں کیوں کر ہمت ہار سکتے ہو۔

فَائِدَہ:[۲۰۶]...... یعنی سچے ایمان والوں کو منافقوں سے الگ کر دے۔ دونوں کا رنگ صاف صاف اور جدا جدا نظر آنے لگے۔

فَائِدَہ:[۲۰۷]...... ''ظالمین'' سے مراد اگر مشرکین ہیں جو ''اُحد'' میں فریقِ مقابل تھے۔ تو یہ مطلب ہوگا کہ اُن کی عارضی کامیابی کا سبب یہ نہیں کہ خدا اُن سے محبت کرتا ہے، بلکہ دوسرے اسباب ہیں۔ اور منافقین مراد ہوں جو عین موقع پر مسلمانوں سے الگ ہو گئے تھے، تو یہ بتلا دیا کہ خدا کے نزدیک مبغوض تھے، اس لیے ایمان و شہادت کے مقام سے اُنہیں دور پھینک دیا گیا۔

فَائِدَہ:[۲۰۸]...... یعنی فتح اور شکست بدلتی چیز ہے اور مسلمانوں کو شہادت کا مقام بلند عطا فرمانا تھا۔ مومن و منافق کا پرکھنا، مسلمانوں کو سدھانا، یا ذنوب سے پاک کرنا اور کافروں کو آہستہ آہستہ مٹا دینا منظور تھا کہ جب وہ اپنے عارضی غلبہ اور وقتی کامیابی پر مسرور و مغرور ہو کر کفر و طغیان میں بیش از بیش غلو کریں گے، خدا کے قہر و غضب کے اور زیادہ مستحق ہوں گے۔ اس واسطے یہ عارضی ہزیمت مسلمانوں کو ہوئی، نہیں تو اللہ کافروں سے راضی نہیں ہے۔

فَائِدَہ:[۲۰۹] **سختیاں جھیلنے اور قربانیاں پیش کرنے والے ہی مقامات عالیہ پر فائز کیے جاتے ہیں:**...... یعنی جنت کے جن اعلیٰ مقامات اور بلند درجات پر خدا تم کو پہنچانا چاہتا ہے کیا تم سمجھتے ہو کہ بس یونہی آرام سے وہاں جا پہنچیں گے اور خدا تمہارا امتحان لیکر یہ نہ دیکھے گا کہ تم میں کتنے خدا کی راہ میں لڑنے والے اور کتنے لڑائی کے وقت ثابت قدم رہنے والے ہیں، ایسا خیال نہ کرنا۔ مقاماتِ عالیہ پر وہی لوگ فائز کیے جاتے ہیں جو خدا کے راستہ میں ہر طرح کی سختیاں جھیلنے اور قربانیاں پیش کرنے کے لیے تیار ہوں ؎

یہ رتبہ بلند ملا جس کو مل گیا ہر مدعی کیواسطے دار و رسن کہاں

فَائِدَہ:[۲۱۰] **مومنین کو تنبیہ:**...... جو صحابہ بدر کی شرکت سے محروم رہ گئے تھے، شہدائے بدر کے فضائل سن سن کر تمنا کیا کرتے تھے کہ خدا پھر کوئی موقع لائے جو ہم بھی خدا کی راہ میں مارے جائیں اور شہادت کے مراتب حاصل کریں۔ انہی حضرات نے اُحد میں یہ مشورہ دیا تھا کہ مدینہ سے باہر نکل کر لڑنا چاہیے، اُن کو فرمایا کہ جس چیز کی پہلے تمنا رکھتے تھے وہ تمہاری آنکھوں کے سامنے آچکی اب آگے بڑھنے کے بجائے پیچھے ہٹنا کیسا؟ حدیث میں ہے کہ لقاءِ عدو کی تمنا مت کرو اور جب ایسا موقع پیش آ جائے تو ثابت قدم رہو۔

فَائِدَہ:[۲۱۱] **واقعۂ احد اور نقشۂ عبرت:**...... واقعہ یہ ہے کہ اُحد میں نبی کریم ﷺ نے بنفسِ نفیس نقشۂ جنگ قائم کیا، تمام صفوف درست کرنے کے بعد پہاڑ کا ایک درّہ باقی رہ گیا، جہاں سے اندیشہ تھا کہ دشمن لشکرِ اسلام کے عقب پر حملہ آور ہو جائے، اُس پر آپ نے پچاس تیر اندازوں کو جنکے سردار حضرت عبداللہ بن جبیر رضی اللہ عنہ تھے، مامور فرما کر تاکید کر دی کہ ہم خواہ کسی حالت میں ہوں تم یہاں سے مت ٹلنا، مسلمان غالب ہوں یا مغلوب، حتیٰ کہ اگر تم دیکھو کہ پرندے اُنکا گوشت نوچ کر کھا رہے ہیں تب بھی اپنی جگہ مت چھوڑنا۔ ''وَاِنَّا لَنْ

نزال غَالِبِیْنَ ماثبتم مکانکم" (بغوی) "ہم برابر اس وقت تک غالب رہیں گے جب تک تم اپنی جگہ قائم رہو گے۔" الغرض فوج کو پوری ہدایت دینے کے بعد جنگ شروع کی گئی، میدانِ کارزار گرم تھا، غازیانِ اسلام بڑھ بڑھ کر جوہر شجاعت دکھا رہے تھے۔ ابودجانہ، علی مرتضیٰ اور دوسرے مجاہدین رضی اللہ عنہم کی بسالت [بہادری] و بے جگری کے سامنے مشرکین قریش کی کمریں ٹوٹ چکی تھیں۔ اُنکو راہِ فرار کے سوا اب کوئی راستہ نظر نہ آتا تھا کہ حق تعالیٰ نے اپنا وعدہ پورا کر دکھایا۔ کفار کو شکست فاش ہوئی وہ بدحواس ہو کر بھاگے، انکی عورتیں جو غیرت دلانے کو آئی تھیں، پائنچے چڑھا کر اِدھر اُدھر بھاگتی نظر آئیں۔ مجاہدین نے مالِ غنیمت پر قبضہ کرنا شروع کر دیا۔ یہ منظر جب تیراندازوں نے دیکھا تو سمجھے کہ اب فتح کامل ہو چکی دشمن بھاگ رہا ہے۔ یہاں بیکار ٹھہرنا کیا ضروری ہے چل کر دشمن کا تعاقب کریں اور غنیمت میں حصہ لیں۔ عبداللہ بن جبیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد اُنکو یاد دلایا وہ سمجھے کہ آپ کے ارشاد کا اصلی منشا ہم پورا کر چکے ہیں، یہاں ٹھہرنے کی حاجت نہیں، یہ خیال کر کے سب غنیمت پر جا پڑے، صرف عبداللہ بن جبیر اور اُنکے گیارہ ساتھی درّہ کی حفاظت پر باقی رہ گئے، مشرکین کے سواروں کا رِسالہ [فوج کا دستہ] خالد بن الولید کے زیرِ کمان تھا (جو اُس وقت تک "حضرت" اور "رضی اللہ تعالیٰ عنہ" نہیں بنے تھے) اُنہوں نے پلٹ کر درّہ کی طرف سے حملہ کر دیا، دس بارہ تیرانداز ڈھائی سو سواروں کی یلغار کو کہاں روک سکتے تھے، تاہم عبداللہ بن جبیر اور اُنکے رفقاء نے مدافعت میں کوئی دقیقہ اُٹھا نہ رکھا اور اسی میں جان دیدی۔

مسلمان مجاہدین اپنے عقب سے مطمئن تھے کہ ناگہاں مشرکین کا رسالہ [فوج کا دستہ] اُن کے سروں پر جا پہنچا اور سامنے سے مشرکین کی فوج جو بھاگی جا رہی تھی، پیچھے پلٹ پڑی، مسلمان دونوں طرف سے گھر گئے اور بہت زور کا رَن پڑا، کتنے ہی مسلمان شہید اور زخمی ہوئے، اُسی افراتفری میں ابنِ قمیئہ نے ایک بھاری پتھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر پھینکا، جس سے دندانِ مبارک شہید اور چہرۂ انور زخمی ہوا۔ ابنِ قمیئہ نے چاہا کہ آپ کو قتل کرے، مگر مصعب بن عمیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے (جنکے ہاتھ میں اسلام کا جھنڈا تھا) مدافعت کی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم زخم کی شدت سے زمین پر گرے، کسی شیطان نے آواز لگا دی کہ آپ قتل کر دیئے گئے، یہ سنتے ہی مسلمانوں کے ہوش خطا ہو گئے، اور پاؤں اُکھڑ گئے، بعض مسلمان ہاتھ پاؤں چھوڑ کر بیٹھ رہے، بعض ضعفاء کو خیال ہوا کہ مشرکین کے سردار ابوسفیان سے اَمن حاصل کر لیں، بعض منافقین کہنے لگے کہ جب محمد قتل کر دیئے گئے تو اسلام چھوڑ کر اپنے قدیم مذہب میں واپس چلا جانا چاہیے۔ اُس وقت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چچا انس بن النضر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ اگر محمد مقتول ہو گئے تو ربِّ محمد تو مقتول نہیں ہوا، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد تمہارا زندہ رہنا کس کام کا ہے جس چیز پر آپ قتل ہوئے تم بھی اُسی پر کٹ مرو، اور جس چیز پر آپ نے جان دی ہے، اُسی پر تم بھی جان دیدو۔ یہ کہہ کر آگے بڑھے، حملہ کیا، لڑے اور مارے گئے رضی اللہ تعالیٰ عنہ، اسی اثنا میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے آواز دی "اِلَیَّ عِبَادَ اللّٰہِ اَنَا رسول اللّٰہ" (اللہ کے بندو اِدھر آؤ! میں خدا کا پیغمبر ہوں) کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ آپ کو پہچان کر چلائے "یامعشر المسلمین" (مسلمانو! بشارت حاصل کرو! رسول اللہ یہاں موجود ہیں) آواز کا سننا تھا کہ مسلمان اُدھر ہی سمٹنا شروع ہو گئے، تیس صحابہ نے آپ کے قریب ہو کر مدافعت کی اور مشرکین کی فوج کو منتشر کر دیا۔ اس موقع پر سعد بن ابی وقاص، طلحہ، ابوطلحہ اور قتادہ بن النعمان رضی اللہ عنہم وغیرہ نے بڑی جانبازیاں دکھلائیں۔ آخر مشرکین میدان چھوڑ کر چلے جانے پر مجبور ہوئے اور یہ آیات نازل ہوئیں ﴿وَمَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ﴾ یعنی محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) بھی آخر خدا تو نہیں، ایک رسول ہیں۔ ان سے پہلے کتنے رسول گزر چکے، جنکے بعد اُنکے متبعین نے دین کو سنبھالا اور جان و مال فدا کر کے قائم رکھا، آپ کا اس دنیا سے گذرنا بھی کچھ اچنبھا نہیں۔ اس وقت نہ سہی، اگر کسی وقت آپ کی وفات ہو گئی یا شہید کر دیئے گئے، تو کیا تم دین کی خدمت و حفاظت کے راستہ سے اُلٹے پاؤں پھر جاؤ گے اور جہاد فی سبیل اللہ ترک کر دو گے (جیسے اُس وقت محض خبرِ قتل سن کر بہت سے لوگ حوصلہ چھوڑ کر بیٹھنے لگے تھے) یا منافقین کے مشورہ کے موافق (العیاذ باللہ) سرے سے دین کو خیرباد کہہ دو گے، تم سے ایسی امید ہرگز نہیں اور کسی نے ایسا کیا تو اپنا ہی نقصان کرے گا، خدا کا کیا

بگاڑ سکتا ہے۔ وہ تمہاری مدد کا محتاج نہیں بلکہ تم شکر کرو اگر اس نے اپنے دین کی خدمت میں لگالیا ؎

منت منہ کہ خدمت سلطاں ہمی کنم منت شناس ازو کہ بخدمت گذاشتت

اور شکر یہی ہے کہ ہم بیش از بیش خدمتِ دین میں مضبوط و ثابت قدم ہوں۔ اس میں اشارہ نکلتا ہے کہ حضرت کی وفات پر بعضے لوگ دین سے پھر جائیں گے اور جو قائم رہیں گے اُنکو بڑا ثواب ہے، اسی طرح ہوا کہ بہت لوگ حضرت کے بعد مرتد ہوئے، صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے انکو پھر مسلمان کیا اور بعض مارے گئے۔

(تنبیہ):...... ﴿قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ میں ''خلت'' ''خلو'' سے مشتق ہے جسکے معنی ''ہو چکنے'' ''گذرنے'' اور ''چھوڑ کر چلے جانے'' کے ہیں۔ اسکے لیے موت لازم نہیں جیسے فرمایا ﴿وَاِذَا لَقُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا ۚ وَاِذَا خَلَوْا عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ﴾ [آل عمران:۱۱۹] یعنی جب تمہیں چھوڑ کر علیحدہ ہوتے ہیں۔ نیز ''الرسل'' میں لام استغراق نہیں، لام جنس ہے۔ کیونکہ اثبات مدعا میں استغراق کو کوئی دخل نہیں۔ بعینہ اسی قسم کا جملہ حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت فرمایا: ﴿مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ﴾ [مائدہ:۷۵] کیا لام استغراق لے کر اسکے یہ معنی ہوں گے کہ تمام پیغمبر مسیح سے پہلے گذر چکے کوئی اُنکے بعد آنے والا نہ رہا۔ لامحالہ لام جنس لینا ہوگا، وہی یہاں لیا جائے۔ اسکی تائید اس سے ہوتی ہے کہ عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ کے مصحف اور ابن عباس رضی اللہ عنہ کی قرأت میں ''الرسل'' نہیں، رسل نکرہ ہے باقی ''خلو'' کی تفصیل میں صرف موت یا قتل کا ذکر اسلئے کیا کہ موت طبعی بہرحال آنے والی تھی اور قتل کی خبر اس وقت مشہور کی گئی تھی۔ اور چونکہ صورت موت کا وقوع میں آنا مقدر تھا اسلئے اُسکو قتل پر مقدم کیا گیا۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی وفات کے بعد جب صحابہ کے مجمع میں یہ پوری آیت ﴿الشّٰكِرِيْنَ﴾ تک بلکہ آیت ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّاِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ﴾ [زمر:۳۰] بھی پڑھی تو لوگ ﴿قَدْ خَلَتْ﴾ اور ﴿اَفَا۟ئِنْ مَّاتَ﴾ اور ﴿اِنَّكَ مَيِّتٌ﴾ سے ''خلو'' اور ''موت'' کے جواز و عدم استبعاد پر متنبہ ہو گئے، جو صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی غرض تھی۔ موت کے واقع ہو چکنے پر نہ صدیق اکبر نے اس سے استدلال کیا، نہ کسی اور نے سمجھا۔ اگر یہ الفاظ موت واقع ہو چکنے کی خبر دیتے تو چاہیے تھا کہ نزولِ آیت کے وقت یعنی وفات کے سات برس پہلے ہی سمجھ لیا جاتا کہ آپ کی وفات ہو چکی ہے۔ اس تقریر سے بعض محرفین کی سب تحریفات ھَبَآءً مَّنْثُوْرًا [ختم] ہو جاتی ہیں، بخوفِ تطویل ہم زیادہ بسط نہیں کر سکتے۔ اہلِ علم کے لیے اشارے کر دیئے ہیں۔

فَائِدَہ: [۲۱۲] موت ایک اٹل حقیقت:...... جب کوئی شخص بدون حکمِ الٰہی کے نہیں مر سکتا، خواہ کتنے ہی اسباب موت کے جمع ہوں اور ہر ایک کی موت وقت مقدر پر آنی ضرور ہے، خواہ بیماری سے ہو یا قتل سے یا کسی اور سبب سے، تو خدا پر توکل کرنے والوں کو اُس سے گھبرانا نہیں چاہیے اور نہ کسی بڑے یا چھوٹے کی موت کو سن کر مایوس و بددِل ہو کر بیٹھ رہنا چاہیے۔

فَائِدَہ: [۲۱۳]...... یعنی اگر چاہیں کما قال: ﴿عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ﴾ [بنی اسرائیل:۱۸]

فَائِدَہ: [۲۱۴]...... یعنی اس کو آخرت میں یقیناً بدلہ ملے گا۔ اس آیت کے پہلے جملہ میں اُن لوگوں پر تعریض ہے جنہوں نے مالِ غنیمت کی طمع میں عدولِ حکمی کی اور دوسرے میں اُن کا ذکر ہے جو برابر فرماں برداری پر ثابت قدم رہے۔

فَائِدَہ: [۲۱۵] شکر گزاروں کے مزے:...... یعنی جو لوگ اس دین پر ثابت قدم رہیں گے اُن کو دین بھی ملے گا اور دنیا بھی، لیکن جو کوئی اس نعمت کی قدر جانے۔ (کذا فی الموضح)

وَكَاَيِّنْ مِّنْ نَّبِيٍّ قٰتَلَ ۙ مَعَهٗ رِبِّيُّوْنَ كَثِيْرٌ ۚ فَمَا وَهَنُوْا لِمَآ اَصَابَهُمْ فِيْ سَبِيْلِ

اور بہت نبی ہیں جن کے ساتھ ہو کر لڑے ہیں بہت خدا کے طالب پھر نہ ہارے ہیں کچھ تکلیف پہنچنے سے اللہ کی راہ میں

اللّٰهِ وَمَا ضَعُفُوْا وَمَا اسْتَكَانُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الصّٰبِرِيْنَ ﴿١٤٦﴾ وَمَا كَانَ قَوْلَهُمْ اِلَّآ

اور نہ سست ہوئے ہیں اور نہ دب گئے ہیں اور اللہ محبت کرتا ہے ثابت قدم رہنے والوں سے ف ۲۱۶ اور کچھ نہیں بولے مگر یہی کہا کہ

اَنْ قَالُوْا رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَاِسْرَافَنَا فِيْٓ اَمْرِنَا وَثَبِّتْ اَقْدَامَنَا وَانْصُرْنَا

اے رب ہمارے بخش ہمارے گناہ اور جو ہم سے زیادتی ہوئی ہمارے کام میں اور ثابت رکھ قدم ہمارے

عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿١٤٧﴾ فَاٰتٰىهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ

اور مدد دے ہم کو قوم کفار پر ف ۲۱۷ پھر دیا اللہ نے ان کو ثواب دنیا کا اور خوب ثواب آخرت کا اور

ع ۶ الْاٰخِرَةِ ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿١٤٨﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تُطِيْعُوا الَّذِيْنَ

اللہ محبت رکھتا ہے نیک کام کرنے والوں سے ف ۲۱۸ اے ایمان والو اگر تم کہا

كَفَرُوْا يَرُدُّوْكُمْ عَلٰٓى اَعْقَابِكُمْ فَتَنْقَلِبُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿١٤٩﴾ بَلِ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ

مانو گے کافروں کا تو وہ تم کو پھیر دیں گے الٹے پاؤں پھر جا پڑو گے تم نقصان میں ف ۲۱۹ بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے

وَهُوَ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ﴿١٥٠﴾ سَنُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ بِمَآ اَشْرَكُوْا

اور اس کی مدد سب سے بہتر ہے ف ۲۲۰ اب ڈالیں گے ہم کافروں کے دل میں ہیبت اس واسطے کہ انہوں نے شریک ٹھہرایا

بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا ۚ وَمَاْوٰىهُمُ النَّارُ ؕ وَبِئْسَ مَثْوَى الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٥١﴾

اللہ کا جس کی اس نے کوئی سند نہیں اُتاری اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے ظالموں کا ف ۲۲۱

فائدہ: [۲۱۶] **اللہ کی خاص محبت کے حصول کی ترغیب:** ...... یعنی تم سے پہلے بہت اللہ والوں نے نبیوں کے ساتھ ہو کر کفار سے جنگ کی ہے۔ جس میں بہت تکلیفیں اور سختیاں اٹھائیں، لیکن اُن شدائد و مصائب سے نہ اُن کے ارادوں میں سستی ہوئی، نہ ہمت ہارے نہ کمزوری دکھائی، نہ دشمن کے سامنے دبے، اللہ تعالیٰ ایسے ثابت قدم رہنے والوں سے خاص محبت کرتا ہے۔ یہ اُن مسلمانوں کو تنبیہ فرمائی اور غیرت دلائی جنہوں نے اُحد میں کمزوری دکھلائی تھی۔ حتیٰ کہ بعض نے یہ کہہ دیا تھا کہ کسی کو بیچ میں ڈال کر ابوسفیان سے امن حاصل کر لیا جائے۔ مطلب یہ ہے کہ جب پہلی اُمتوں کے حق پرستوں نے مصائب و شدائد میں اس قدر صبر و استقلال کا ثبوت دیا تو اس امت کو (جو خیر الامم ہے) اُن سے بڑھ کر صبر و استقامت کا ثبوت دینا چاہیے۔

فائدہ: [۲۱۷] **مصائب و شدائد میں اللہ کی طرف رجوع کی قابلِ تقلید مثال:** ...... یعنی مصائب و شدائد کے ہجوم میں نہ گھبراہٹ کی کوئی بات کہی، نہ مقابلہ سے ہٹ جانے اور دشمن کی اطاعت قبول کرنے کا ایک لفظ زبان سے نکالا۔ بولے تو یہ ہی بولے کہ خداوندا! تو ہم سب کی تقصیرات اور زیادتیوں کو معاف فرما دے، ہمارے دلوں کو مضبوط و مستقل رکھ، تا ہمارا قدم جادۂ حق سے نہ لڑکھڑائے اور ہم کو کافروں کے مقابلہ میں مدد پہنچا۔ وہ سمجھے کہ بسا اوقات مصیبت کے آنے میں لوگوں کے گناہوں اور کوتاہیوں کو دخل ہوتا ہے۔ اور ہم میں کون دعویٰ کر سکتا ہے کہ اُس

سے کبھی کوئی تقصیر نہ ہوئی ہوگی۔ بہرحال بجائے اس کے کہ مصیبت سے گھبرا کر مخلوق کی طرف جھکتے اپنے خالق ومالک کی طرف جھکے۔

فَائِدَة: [۲۱۸] **ثابت قدمی پر انعام ربانی:**...... یعنی دنیا میں اُن کی فتح وظفر کا سکہ بٹھادیا۔ وجاہت وقبول عطا کیا اور آخرت کا جو بہترین ثواب ملا اُس کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ دیکھو! جو لوگ خدا تعالیٰ سے اپنا معاملہ ٹھیک رکھیں اور نیک کام کریں اُن سے خدا ایسی محبت کرتا ہے اور ایسا پھل دیتا ہے۔

فَائِدَة: [۲۱۹] **دشمن کے پروپیگنڈہ:**...... یعنی جنگِ اُحد میں مسلمانوں کے دل ٹوٹے تو کافروں اور منافقوں نے موقع پایا بعض الزام اور طعنے دینے لگے، بعض خیرخواہی کے پردہ میں سمجھانے لگے، تا آیندہ لڑائی پر دلیری نہ کریں۔ حق تعالیٰ خبردار کرتا ہے کہ دشمن کا فریب مت کھاؤ، اگر خدا نہ کردہ اُن کے چکموں میں آ ؤ گے تو جس ظلمت سے خدا نے نکالا ہے پھر اُلٹے پاؤں اُسی میں جا گرو گے اور رفتہ رفتہ دینِ حق کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جائے گا، جس کا نتیجہ دنیا وآخرت کے خسارے کے سوا کچھ نہیں۔ پہلے اللہ والوں کی راہ پر چلنے کی ترغیب دی تھی، یہاں بدباطن شریروں کا کہا ماننے سے منع کیا تا مسلمان ہوشیار رہیں اور اپنا نفع نقصان سمجھ سکیں۔

فَائِدَة: [۲۲۰] **اللہ کی مدد ہی سب سے بہتر ہے:**...... لہٰذا اُسی کا کہنا ماننا چاہیے اور اُسی کی مدد پر بھروسہ رکھنا چاہیے جس کی مدد پر خدا ہو اُس کو کیا حاجت ہے کہ دشمنانِ خدا کی مدد کا منتظر رہے یا اُن کے سامنے گردنِ اطاعت خم کرے۔ حدیث میں ہے کہ اُحد سے واپسی کے وقت ابوسفیان نے ''ہبل'' کی جے پکاری اور کہا: ﴿لَنَا الْعُزّٰى وَلَا عُزّٰى لَكُم﴾ آپ نے فرمایا جواب دو ﴿الله مولانا ولا مولىٰ لكم﴾۔

فَائِدَة: [۲۲۱] **مدد کا نمونہ اور کفار ومشرکین کی کمزوردلی کا بیان:**...... یعنی یہ تو تمہارا امتحان تھا۔ اب ہم کافروں کے دلوں میں ایسی ہیبت اور رعب ڈالدیں گے کہ وہ باوجود تمہارے زخمی اور کمزور ہونے اور نقصان اُٹھانے کے تم پر پلٹ کر حملہ کرنے کی جرأت نہ کرسکیں۔ چنانچہ یہ ہی ہوا ابوسفیان اپنی فوج لے کر بے نیل ومرام میدان سے بھاگا، راستہ میں ایک مرتبہ خیال بھی آیا کہ ایک تھکی ماندی زخم خوردہ فوج کو ہم یوں ہی آزاد چھوڑ کر چلے آئے، چلو پھر واپس ہو کر ان کا کام تمام کردیں، مگر ہیبتِ حق اور رعبِ اسلام کے اثر سے ہمت نہ ہوئی کہ اس خیال کو عمل میں لاسکے۔ برخلاف اس کے مسلمان مجاہدین نے ''حمراء الاسد'' تک اُن کا تعاقب کیا اور اس کے بعد کبھی موقع نہ دیا کہ اُحد کے واقعات کا اعادہ ہوسکے۔

(**تنبیہ**):...... مشرک خواہ کتنا ہی زور دکھلائے اُس کا دل کمزور ہوتا ہے، کیونکہ وہ کمزور مخلوق کی عبادت کرتا ہے، بس جیسا معبود ویسے عابد ﴿ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ﴾ [حج: ۷۳] اور ویسے بھی اصلی زور وقوت تو فی الحقیقت خدا کی تائید وامداد سے ہے جس سے کفار مشرکین یقیناً محروم ہیں۔ اِسی لیے جب تک مسلمان، مسلمان رہے، ہمیشہ کفار اُن سے خائف ومرعوب رہے۔ بلکہ ہم آج تک مشاہدہ کرتے ہیں کہ باوجود مسلمانوں کے سخت انتشار وتشتت اور ضعف وتنزل کے دنیا کی تمام کافر طاقتیں اس سوئے ہوئے زخمی شیر سے ڈرتی رہتی ہیں اور ہمیشہ فکر رکھتی ہیں کہ یہ قوم بیدار ہونے نہ پائے۔ علمی اور مذہبی مناظروں میں بھی اسلام کا یہ ہی رعب مشاہدہ کیا جاتا ہے، حدیث میں آپ نے فرمایا کہ میرا رعب ایک مہینہ کی مسافت سے دشمنوں کے دل میں ڈالدیا جاتا ہے۔ بیشک اسی کا اثر ہے جو امتِ مسلمہ کو ملا۔ فللّٰہ الحمد علیٰ ذٰلک ولہ المنّۃ۔

وَلَقَدْ صَدَقَكُمُ اللّٰهُ وَعْدَهٗٓ اِذْ تَحُسُّوْنَهُمْ بِاِذْنِهٖ ۚ حَتّٰٓى اِذَا فَشِلْتُمْ وَتَنَازَعْتُمْ

اور اللہ تو سچا کر چکا تم سے اپنا وعدہ جب تم قتل کرنے لگے ان کو اس کے حکم سے ف۲۲۲ یہاں تک کہ جب تم نے نامردی کی اور کام

فِي الْاَمْرِ وَعَصَيْتُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَآ اَرٰىكُمْ مَّا تُحِبُّوْنَ ؕ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الدُّنْيَا

میں جھگڑا ڈالا اور نافرمانی کی ف۲۲۳ بعد اس کے کہ تم کو دکھا چکا تمہاری خوشی کی چیز کوئی تم میں سے چاہتا تھا دنیا

وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ۚ ثُمَّ صَرَفَكُمْ عَنْهُمْ لِيَبْتَلِيَكُمْ ۚ وَلَقَدْ عَفَا

اور کوئی تم میں سے چاہتا تھا آخرت ف۲۲۴ پھر تم کو الٹ دیا ان پر سے تا کہ تم کو آزماوے ف۲۲۵ اور وہ

عَنْكُمْ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٥٢﴾ اِذْ تُصْعِدُوْنَ وَلَا تَلْوٗنَ عَلٰٓى اَحَدٍ

تو تم کو معاف کر چکا ف۲۲۶ اور اللہ کا فضل ہے ایمان والوں پر ف۲۲۷ جب تم چڑھے چلے جاتے تھے اور پیچھے پھر کر نہ

وَّالرَّسُوْلُ يَدْعُوْكُمْ فِيْٓ اُخْرٰىكُمْ فَاَثَابَكُمْ غَمًّاۢ بِغَمٍّ لِّكَيْلَا تَحْزَنُوْا

دیکھتے تھے کسی کو اور رسول ﷺ پکارتا تھا تم کو تمہارے پیچھے سے ف۲۲۸ پھر پہنچا تم کو غم عوض میں غم کے تا کہ تم غم نہ کیا کرو اس پر جو ہاتھ

عَلٰى مَا فَاتَكُمْ وَلَا مَآ اَصَابَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿١٥٣﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ عَلَيْكُمْ

سے نکل جاوے اور نہ اس پر کہ جو کچھ پیش آ جاوے ف۲۲۹ اور اللہ کو خبر ہے تمہارے کام کی ف۲۳۰ پھر تم پر اتارا تنگی کے

مِّنْۢ بَعْدِ الْغَمِّ اَمَنَةً نُّعَاسًا يَّغْشٰى طَآئِفَةً مِّنْكُمْ ۙ وَطَآئِفَةٌ قَدْ اَهَمَّتْهُمْ

بعد امن کو جو اونگھ تھی کہ ڈھانک لیا اس اونگھ نے بعض کو تم میں سے ف۲۳۱ بعضوں کو فکر پڑ رہا تھا اپنی

اَنْفُسُهُمْ يَظُنُّوْنَ بِاللّٰهِ غَيْرَ الْحَقِّ ظَنَّ الْجَاهِلِيَّةِ ؕ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ

جان کا ف۲۳۲ خیال کرتے تھے اللہ پر جھوٹے خیال جاہلوں جیسے ف۲۳۳ کہتے تھے کچھ بھی کام ہے

مِنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ ؕ يُخْفُوْنَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ مَّا لَا يُبْدُوْنَ لَكَ ؕ

ہمارے ہاتھ میں ف۲۳۴ تو کہہ سب کام ہے اللہ کے ہاتھ ف۲۳۵ وہ اپنے جی میں چھپاتے ہیں جو تجھ سے ظاہر نہیں کرتے

يَقُوْلُوْنَ لَوْ كَانَ لَنَا مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا ؕ قُلْ لَّوْ كُنْتُمْ فِيْ بُيُوْتِكُمْ

کہتے ہیں اگر کچھ کام ہوتا ہمارے ہاتھ تو ہم مارے نہ جاتے اس جگہ ف۲۳۶ تو کہہ اگر تم ہوتے اپنے گھروں میں

لَبَرَزَ الَّذِيْنَ كُتِبَ عَلَيْهِمُ الْقَتْلُ اِلٰى مَضَاجِعِهِمْ ۚ وَلِيَبْتَلِيَ اللّٰهُ مَا فِيْ

البتہ باہر نکلتے جن پر لکھ دیا تھا مارا جانا اپنے پڑاؤ پر ف۲۳۷ اور اللہ کو آزمانا تھا جو کچھ تمہارے

صُدُوْرِكُمْ وَلِيُمَحِّصَ مَا فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿١٥٤﴾ اِنَّ

جی میں ہے اور صاف کرنا تھا اس کا جو تمہارے دل میں ہے اور اللہ جانتا ہے دلوں کے بھید ف۲۳۸ جو لوگ

اَلَّذِيْنَ تَوَلَّوْا مِنْكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ ۙ اِنَّمَا اسْتَزَلَّهُمُ الشَّيْطٰنُ بِبَعْضِ مَا
تم میں سے ہٹ گئے جس دن لڑیں دو فوجیں سو ان کو بہکا دیا شیطان نے ان کے گناہ کی
كَسَبُوْا ۚ وَلَقَدْ عَفَا اللّٰهُ عَنْهُمْ ۗ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۵۵﴾
شامت سے اور ان کو بخش چکا اللہ، اللہ بخشنے والا ہے تحمل کرنے والا ف ۲۳۹

فائدہ: [۲۲۲] اللہ کا وعدہ پورا ہو کر ہی رہتا ہے:...... نبی کریم ﷺ نے پہلے ہی فرما دیا تھا کہ اگر صبر و استقلال سے کام لو گے، حق تعالیٰ تم کو غالب کریگا۔ چنانچہ خدا نے اپنا وعدہ ابتدائے جنگ میں سچا کر دکھایا، اُنہوں نے خدا کے حکم سے کفار کو مار مار کر ڈھیر کر دیا۔ سات یا نو آدمی جنکے ہاتھ میں مشرکین کا جھنڈا یکے بعد دیگرے دیا گیا تھا، سب وہیں کھیت [قتل] ہوئے، آخر بدحواس ہو کر بھاگے، مسلمان فتح و کامرانی کا چہرہ صاف دیکھ رہے تھے اور اموال غنیمت اُنکے سامنے پڑے تھے کہ تیر اندازوں کی غلطی سے خالد بن الولید نے فائدہ اٹھایا اور یک بیک لڑائی کا نقشہ بدل دیا جیسا کہ ہم پہلے لکھ چکے ہیں۔ [آیت: ۱۴۴]

فائدہ: [۲۲۳] عارضی پسپائی کا سبب:...... یعنی پیغمبر ﷺ نے جو حکم تیر اندازوں کو دیا تھا اُس کا خلاف کیا اور آپس میں جھگڑنے لگے، کوئی کہتا تھا کہ ہم کو یہیں جمے رہنا چاہیے، اکثر نے کہا اب یہاں ٹھہرنے کی ضرورت نہیں، چل کر غنیمت حاصل کرنی چاہیے۔ آخر اکثر تیر انداز اپنی جگہ چھوڑ کر چلے گئے۔ مشرکین نے اُسی راستہ سے دفعتہ حملہ کر دیا۔ دوسری طرف حضور ﷺ کے قتل کی خبر مشہور ہوگئی۔ اِن چیزوں نے قلوب میں کمزوری پیدا کر دی جس کا نتیجہ فشل وجبن کی صورت میں ظاہر ہوا۔ گویا فشل کا سبب تنازع اور تنازع کا سبب عصیان تھا۔

فائدہ: [۲۲۴]...... یعنی بعضے لوگ دنیوی متاع (مال غنیمت) کی خوشی میں پھسل پڑے۔ جس کا خمیازہ سب کو بھگتنا پڑا۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس آیت کے نزول سے پہلے میں نے کبھی محسوس نہ کیا تھا کہ ہم میں کوئی آدمی دنیا کا طالب بھی ہے۔

فائدہ: [۲۲۵] پسپائی کا نقشہ اور آئینہ حقیقت:...... یعنی یا تو وہ تمہارے سامنے سے بھاگ رہے تھے، اب تم اُن کے آگے سے بھاگنے لگے۔ تمہاری غلطی اور کوتاہی سے معاملہ اُلٹا اور اس میں بھی تمہاری آزمائش تھی تا پکے اور کچے صاف ظاہر ہو جائیں۔

فائدہ: [۲۲۶] معافی کا اعلان:...... یعنی جو غلطی ہوئی، خدا تعالیٰ اُسے بالکل معاف کر چکا۔ اب کسی کو جائز نہیں کہ اُن پر اس حرکت کی وجہ سے طعن و تشنیع کرے۔

فائدہ: [۲۲۷] دور دفاع کا اظہار؟...... کہ ان کی کوتاہیوں کو معاف کر دیتا ہے اور عتاب میں بھی لطف و شفقت کا پہلو ملحوظ رکھتا ہے۔

فائدہ: [۲۲۸] رسول اللہ ﷺ کی شان استقامت:...... یعنی تم بھاگ کر پہاڑوں اور جنگلوں کو چڑھے جا رہے تھے اور گھبراہٹ میں پیچھے مڑ کر بھی کسی کو نہ دیکھتے تھے۔ اُس وقت خدا کا پیغمبر بدستور اپنی جگہ کھڑا ہوا تم کو اس قبیح حرکت سے روکتا تھا اور اپنی طرف بلا رہا تھا۔ مگر تم تشویش و اضطراب میں آواز کہاں سننے والے تھے۔ آخر جب کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ چلائے تب لوگوں نے سنا اور واپس آکر اپنے نبی کے گرد جمع ہو گئے۔

فائدہ: [۲۲۹] عزت و عظمت رسول کے تحفظ کا خدائی دستور:...... یعنی تم نے رسول کا دل تنگ کیا اُسکے بدلے تم پر تنگی آئی۔ غم کا بدلہ غم ملا۔ تا آگے کو یاد رکھو کہ ہر حالت میں رسول کے حکم پر چلنا چاہیے، خواہ کوئی نفع کی چیز مثلاً غنیمت وغیرہ ہاتھ سے جائے، یا کچھ بلا سامنے آئے۔

(تنبیہ):...... اکثر مفسرین نے ﴿فَاَثَابَكُمْ غَمًّا بِغَمٍّ﴾ کے معنی یوں کیے ہیں کہ خدا نے تم کو غم پر غم دیا۔ یعنی ایک غم تو ابتدائی فتح و

کامیابی کے فوت ہونے کا تھا۔ دوسرا اپنے آدمیوں کے مارے جانے اور زخمی ہونے اور نبی کریم ﷺ کی خبر شہادت مشہور ہونے سے پہنچا۔ بعض نے یہ مطلب لیا ہے کہ فتح و کامرانی کے فوت ہونے، غنیمت کے ہاتھ سے نکل جانے، اور نقصان جانی و بدنی اٹھانے کا جو غم تھا، اُس کے عوض میں ایک ایسا بڑا غم دیدیا گیا۔ جس نے پہلے سب غموں کو بھلا دیا، یعنی نبی کریم ﷺ کے مقتول ہونے کی افواہ۔ اسی غم کی شدت میں آگے پیچھے کا کچھ ہوش نہ رہا حتیٰ کہ حضور کی آواز بھی نہ سنی، جیسا کہ ایک طرف ہمہ تن ملتفت ہونے کے وقت دوسری طرف سے ذہول وغفلت پیش آجاتی ہے۔

فَائِدَة: [۲۳۰] ...... یعنی تمہارے احوال اور نیتوں کو جانتا ہے اور اُسی کے موافق معاملہ کرتا ہے۔

فَائِدَة: [۲۳۱] ہلکی ہلکی نیند فتح وخوشی کی علامت ہوتی ہے: ...... یعنی اُس جنگ میں جن کو شہید ہونا تھا ہو چکے، اور جن کو ہٹنا تھا ہٹ گئے اور جو میدان میں باقی رہے اُن میں سے مخلص مسلمانوں پر حق تعالیٰ نے ایک دم غنودگی طاری کر دی، لوگ کھڑے کھڑے اونگھنے لگے۔ حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاتھ سے کئی مرتبہ تلوار چھوٹ کر زمین پر گری۔ یہ ایک حسی اثر اُس باطنی سکون واطمینان کا تھا جو ایسے ہنگامہ رُستخیز [قیامت] میں مومنین کے قلوب پر محض خدا کے فضل ورحمت سے وارد ہوا اُس کے بعد دشمن کا خوف وہراس سب کافور ہو گیا۔ یہ کیفیت عین اُس وقت پیش آئی جب لشکرِ مجاہدین میں نظم وضبط قائم نہ رہا تھا۔ بیسیوں لاشیں خاک وخون میں تڑپ رہی تھیں، سپاہی زخموں سے چور ہو رہے تھے، حضور ﷺ کے قتل کی افواہ نے رہے سہے ہوش وحواس کھو دیے تھے، گویا یہ سونا بیدار ہونے کا پیام تھا۔ غنودگی طاری کر کے اُن کی ساری تھکن دور کر دی گئی اور متنبہ فرما دیا کہ خوف وہراس اور تشویش واضطراب کا وقت جا چکا۔ اب مامون ومطمئن ہو کر اپنا فرض انجام دو۔ فوراً صحابہ نے حضور ﷺ کے گرد جمع ہو کر لڑائی کا محاذ قائم کر دیا۔ تھوڑی دیر بعد مطلع صاف تھا۔ دشمن سامنے سے بھاگتا نظر آیا۔

(تنبیہ): ...... ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ عین لڑائی کے موقع پر نعاس (اونگھ) کا طاری ہونا اللہ کی طرف سے (فتح وظفر کی علامت ہے) حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی فوج کو "صفین" میں ایسا ہی واقعہ پیش آیا۔

فَائِدَة: [۲۳۲] منافقین کی حالت اور ان بیان طعن وتشنیع: ...... یہ بزدل اور ڈرپوک منافقین ہیں جن کو نہ اسلام کی فکر تھی، نہ نبی کریم ﷺ کی، محض اپنی جان بچانے کی فکر میں ڈوبے ہوئے تھے کہ کہیں ابوسفیان کی فوج نے دوبارہ حملہ کر دیا تو ہمارا کیا حشر ہوگا۔ اس خوف وفکر میں اونگھ یا نیند کہاں؟

فَائِدَة: [۲۳۳]: ...... یعنی وہ اللہ کے وعدے کہاں گئے؟ معلوم ہوتا ہے کہ اسلام کا قصہ ختم ہوا۔ اب پیغمبر اور مسلمان اپنے گھر واپس جانے والے نہیں۔ سب یہیں کام آئیں گے۔ جیسے دوسری جگہ فرمایا: ﴿بَلْ ظَنَنْتُمْ اَنْ لَّنْ يَّنْقَلِبَ الرَّسُوْلُ وَالْمُؤْمِنُوْنَ اِلٰٓى اَهْلِيْهِمْ اَبَدًا﴾ [فتح: ۱۲]

فَائِدَة: [۲۳۴]: ...... یعنی کچھ بھی ہمارا کام بنا رہے گا یا بالکل بگڑ چکا۔ یا یہ کہ ہم محمد کا ساتھ دینے والوں کے ہاتھ میں کچھ بھی فتح وظفر آئی۔ یا یہ معنی کہ اللہ نے جو چاہا سو کیا، ہمارا یا کسی کا کیا اختیار؟ یہ تو الفاظ کے ظاہری معنی تھے، لیکن جو دل میں نیت تھی وہ آگے آتی ہے۔

فَائِدَة: [۲۳۵]: ...... یعنی منافقین کا یہ قول ﴿هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ﴾، كلمة حق أريد بها الباطل ہے۔ بیشک یہ صحیح ہے کہ تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں، سب کام اللہ کے ہاتھ میں ہے۔ جس کو چاہے بنائے یا بگاڑے، غالب کرے یا مغلوب، آفت بھیجے یا راحت، کامیاب کرے یا ناکام۔ ایک ہی واقعہ کو ایک قوم کے حق میں رحمت اور دوسری کے لیے نقمت بنا دے۔ سب اُس کے قبضہ میں ہے۔ مگر تم اس قول سے اپنے دل میں جو معنی لے رہے ہو خدا تمہارے دل کے چور سے واقف ہے، جسے آگے بیان کیا جائے گا۔

فَائِدَة: [۲۳۶]: ...... اصل چور دل کا یہ تھا ﴿هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ﴾ کہہ کر دل میں یہ مطلب لیتے تھے، اور پکے مسلمانوں سے

علیحدہ ہو کر آپس میں بھی کہتے ہوں گے کہ میاں شروع میں ہماری رائے نہ مانی۔ چند جوشیلے ناتجربہ کاروں کے کہنے پر مدینہ سے باہر لڑنے چلے گئے، آخر منہ کی کھائی۔ اگر کچھ کام ہمارے اختیار میں ہوتا اور ہمارے مشورہ پر عمل کیا جاتا تو اس قدر نقصان کیوں اٹھانا پڑتا، ہماری برادری کے اتنے آدمی مارے گئے، یہ کیوں مارے جاتے، (اکثر منافقین نسباً انصار مدینہ کی برادری میں شامل تھے اس لیے ﴿مَّا قُتِلْنَا هٰهُنَا﴾ میں ان کے مارے جانے کو اپنا مارا جانا کہا) یا یہ مطلب ہے کہ اگر محمد کے کہنے کے موافق فتح وظفر اور غلبہ مسلمانوں کے لیے ہوتا تو یہ قتل و جرح کی مصیبت ہم پر کیوں ٹوٹتی۔

(تنبیہ):...... بظاہر یہ باتیں منافقین نے مدینہ میں کہیں۔ کیونکہ عبداللہ بن اُبی جنگ شروع ہونے سے پیشتر اپنی جمعیت کو ساتھ لیکر واپس ہو گیا تھا۔ اس صورت میں ﴿هٰهُنَا﴾ کا اشارہ قرب کی وجہ سے اُحد کی طرف ہوگا۔ لیکن بعض روایات سے ایک منافق مُعتّب بن قشیر کا میدانِ جنگ میں یہ کلمات کہنا ثابت ہوتا ہے۔ تو شاید بعض منافقین عبداللہ بن اُبی کے ہمراہ کسی مصلحت سے واپس نہ ہوئے ہوں گے۔ واللہ اعلم!

فَائِدَہ: [۲۳۷] منافقین کو جواب اور مومنین کی اصلاح:...... یعنی اس طعن و تشنیع یا حسرت و افسوس سے کچھ حاصل نہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک کی جو اجل، موت کی جگہ، سبب اور وقت لکھدیا ہے کبھی ٹل نہیں سکتا۔ اگر تم گھروں میں گھسے بیٹھے رہتے اور فرض کرو تمہاری ہی رائے سنی جاتی تب بھی جنکی قسمت میں اُحد کے قریب جس جس پڑاؤ پر مارا جانا لکھا جا چکا تھا وہ کسی نہ کسی سبب سے ضرور اُدھر نکلتے اور وہیں مارے جاتے، یہ خدا کا انعام ہے کہ جہاں مارا جانا مقدر تھا مارے گئے، مگر اللہ کے راستہ میں خوشی کے ساتھ بہادروں کی موت شہید ہوئے، پھر اس پر پچھتانے اور افسوس کرنے کا کیا موقع ہے، مردانِ خدا کو اپنے پر قیاس مت کرو۔

فَائِدَہ: [۲۳۸]:...... یعنی اللہ تعالیٰ تو دلوں کے پوشیدہ بھید جانتا ہے، اُس سے کسی کی کوئی حالت پوشیدہ نہیں۔ مقصود یہ تھا کہ تم سب کو ایک آزمائش میں ڈالا جائے، تا جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے وہ باہر نکل پڑے، امتحان کی بھٹی میں کھرا کھوٹا الگ ہو جائے، مخلصین کامیابی کا صلہ پائیں اور اُن کے قلوب آئندہ کے لیے وساوس اور کمزوریوں سے پاک و صاف ہوں، منافقین کا اندرونی نفاق کھل جائے اور لوگ صاف طور پر ان کے خبثِ باطن کو سمجھنے لگیں۔

فَائِدَہ: [۲۳۹]:...... مخلصین سے بھی بعض اوقات کوئی چھوٹا بڑا گناہ سرزد ہو جاتا ہے، اور جس طرح ایک طاعت سے دوسری طاعت کی توفیق بڑھتی ہے، ایک گناہ کی نحوست سے شیطان کو موقع ملتا ہے کہ دوسری غلطیوں اور لغزشوں کی طرف آمادہ کرے، جنگِ اُحد میں بھی جو مخلص مسلمان ہٹ گئے تھے، کسی پچھلے گناہ کی شامت سے شیطان نے بہکا کر اُن کا قدم ڈگمگا دیا۔ چنانچہ ایک گناہ تو یہی تھا کہ تیر اندازوں کی بڑی تعداد نے نبی کریم ﷺ کے حکم کی پابندی نہ کی مگر خدا کا فضل دیکھو کہ اس کی سزا میں کوئی تباہ کن شکست نہیں دی، بلکہ ان حضرات پر اب کوئی گناہ بھی نہیں رہا حق تعالیٰ کلیۃً اُن کی تقصیر معاف فرما چکا ہے، کسی کو طعن و ملامت کا حق نہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَقَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ اِذَا ضَرَبُوْا فِي

اے ایمان والو تم نہ ہو ان کی طرح جو کافر ہوئے ف۲۴۰ اور کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو ف۲۴۱ جب وہ سفر کو نکلیں

الْاَرْضِ اَوْ كَانُوْا غُزًّى لَّوْ كَانُوْا عِنْدَنَا مَا مَاتُوْا وَمَا قُتِلُوْا ۚ لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ

ملک میں یا ہوں جہاد میں اگر رہتے ہمارے پاس تو نہ مرتے اور نہ مارے جاتے تاکہ اللہ ڈالے اس گمان

حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿١٥٦﴾ وَلَىِٕنْ

سے افسوس ان کے دلوں میں ف۲۴۲ اور اللہ ہی جلاتا ہے اور مارتا ہے ف۲۴۳ اور اللہ تمہارے سب کام دیکھتا ہے ف۲۴۴ اور

قُتِلْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوْ مُتُّمْ لَمَغْفِرَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَحْمَةٌ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ﴿١٥٧﴾

اگر تم مارے گئے اللہ کی راہ میں یا مر گئے ف۲۴۵ تو بخشش اللہ کی اور مہربانی اس کی بہتر ہے اس چیز سے جو وہ جمع کرتے ہیں

وَلَىِٕنْ مُّتُّمْ اَوْ قُتِلْتُمْ لَاِالَى اللّٰهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿١٥٨﴾ فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ

اور اگر تم مر گئے یا مارے گئے تو البتہ اللہ ہی کے آگے اکٹھے ہو گے تم سب ف۲۴۶ سو کچھ اللہ ہی کی رحمت ہے جو تو نرم دل مل گیا ان کو اور

لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيْظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوْا مِنْ حَوْلِكَ ۠ فَاعْفُ عَنْهُمْ

اگر تو ہوتا تندخو سخت دل تو متفرق ہو جاتے تیرے پاس سے سو تو ان کو معاف کر اور ان کے واسطے بخشش مانگ

وَاسْتَغْفِرْ لَهُمْ وَشَاوِرْھُمْ فِي الْاَمْرِ ۚ فَاِذَا عَزَمْتَ فَتَوَكَّلْ عَلَي اللّٰهِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ

اور ان سے مشورہ لے کام میں پھر جب قصد کر چکا تو اس کام کا تو پھر بھروسہ کر اللہ پر اللہ کو

يُحِبُّ الْمُتَوَكِّلِيْنَ ﴿١٥٩﴾ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا

محبت ہے توکل والوں سے ف۲۴۷ اگر اللہ تمہاری مدد کرے گا تو کوئی تم پر غالب نہ ہو سکے گا اور اگر مدد نہ کرے تمہاری تو پھر ایسا کون ہے جو

الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَعَلَي اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿١٦٠﴾ وَمَا كَانَ لِنَبِيٍّ

مدد کر سکے تمہاری اس کے بعد اور اللہ ہی پر بھروسہ چاہیے مسلمانوں کو ف۲۴۸ اور نبی کا کام نہیں کہ

اَنْ يَّغُلَّ ۭ وَمَنْ يَّغْلُلْ يَاْتِ بِمَا غَلَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا

کچھ چھپا رکھے اور جو کوئی چھپاویگا وہ لائیگا اپنی چھپائی چیز دن قیامت کے پھر پورا پاویگا ہر کوئی جو

كَسَبَتْ وَھُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿١٦١﴾ اَفَمَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَ اللّٰهِ كَمَنْۢ بَاۗءَ بِسَخَطٍ مِّنَ اللّٰهِ

اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا ف۲۴۹ کیا ایک شخص جو "تابع" ہے اللہ کی مرضی کا برابر ہو سکتا ہے اس کے جس نے کمایا غصہ اللہ کا

وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ﴿١٦٢﴾ ھُمْ دَرَجٰتٌ عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا

اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کیا ہی بری جگہ پہنچا ف۲۵۰ لوگوں کے مختلف درجے ہیں اللہ کے ہاں اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ

يَعْمَلُوْنَ ﴿١٦٣﴾ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَي الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ

کرتے ہیں ف۲۵۱ اللہ نے احسان کیا ایمان والوں پر جو بھیجا ان میں رسول انہی میں کا ف۲۵۲ پڑھتا ہے ان پر آیتیں

النصف

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ ۚ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ

اس کی اور پاک کرتا ہے ان کو (یعنی شرک وغیرہ سے) اور سکھلاتا ہے ان کو کتاب اور کام کی بات اور وہ تو

قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾ اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ

پہلے سے صریح گمراہی میں تھے ف۲۵۳ کیا جس وقت پہنچی تم کو ایک تکلیف کہ تم پہنچا چکے ہو اس سے دو چند تو کہتے ہو

قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۶۵﴾ وَمَآ

یہ کہاں سے آئی ف۲۵۴ تو کہہ دے یہ تکلیف تم کو پہنچی تمہاری ہی طرف سے ف۲۵۵ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور جو

اَصَابَكُمْ يَوْمَ الْتَقَى الْجَمْعٰنِ فَبِاِذْنِ اللّٰهِ وَلِيَعْلَمَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۶۶﴾ ۙ وَلِيَعْلَمَ

کچھ تم کو پیش آیا اس دن کہ ملیں دو فوجیں سو اللہ کے حکم سے اور اس واسطے کہ معلوم کرے ایمان والوں کو اور تاکہ معلوم

الَّذِيْنَ نَافَقُوْا ښ وَقِيْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا قَاتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَوِ ادْفَعُوْا ۭ قَالُوْا لَوْ

کرے ان کو جو منافق تھے ف۲۵۶ اور کہا گیا ان کو کہ آؤ لڑو اللہ کی راہ میں یا دفع کرو دشمن کو ف۲۵۷ بولے اگر ہم

نَعْلَمُ قِتَالًا لَّاتَّبَعْنٰكُمْ ۭ ھُمْ لِلْكُفْرِ يَوْمَىِٕذٍ اَقْرَبُ مِنْھُمْ لِلْاِيْمَانِ ۚ

کو معلوم ہو لڑائی تو البتہ تمہارے ساتھ ہیں ف۲۵۸ وہ لوگ اس دن کفر کے قریب ہیں بہ نسبت ایمان کے ف۲۵۹

يَقُوْلُوْنَ بِاَفْوَاهِھِمْ مَّا لَيْسَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ ۭ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا يَكْتُمُوْنَ ﴿۱۶۷﴾ ۚ

کہتے ہیں اپنے منہ سے جو نہیں ان کے دل میں اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں ۔ف۲۶۰

فائدہ: [۲۴۰]:...... یعنی تم اِن کافر منافقوں کی طرح ایسے لغو خیالات کو زنہار [ہرگز] دل میں جگہ نہ دینا کہ گھر میں بیٹھے رہتے تو نہ موت آتی، نہ مارے جاتے۔

فائدہ: [۲۴۱]:...... چونکہ منافقین ظاہر میں مسلمان بنے ہوئے تھے، اس لیے مسلمانوں کو اپنا بھائی کہا، یا اس لیے کہ نسبی طور پر وہ اور انصارِ مدینہ برادری کے بھائی بند تھے اور چونکہ یہ بات خیر خواہی و ہمدردی کے پیرایہ میں کہتے تھے اِس لیے لفظ اخوان سے تعبیر کیا گیا۔

فائدہ: [۲۴۲] **منافقین حسرت کی آگ:**...... یعنی خواہ مخواہ باہر نکل کر مرے، ہمارے پاس اپنے گھر پڑے رہتے تو کیوں مرتے یا کیوں مارے جاتے۔ یہ کہنا اس غرض سے تھا کہ سننے والے مسلمانوں کے دل میں حسرت و افسوس پیدا ہو کہ واقعی بے سوچے سمجھے نکل کھڑے ہونے اور لڑائی کی آگ میں کود پڑنے کا یہ نتیجہ ہوا۔ گھر رہتے تو یہ مصیبت کیوں دیکھنی پڑتی، مگر مسلمان ایسے کچے نہ تھے جو ان چکموں میں آ جاتے، اِن باتوں سے اُلٹا منافقین کا بھرم کھل گیا۔ بعض مفسرین نے ﴿لِيَجْعَلَ اللّٰهُ ذٰلِكَ حَسْرَةً فِيْ قُلُوْبِهِمْ﴾ میں "لام عاقبت" لے کر یوں معنی کیے ہیں کہ منافقین کے زبان و دل پر یہ باتیں اس لیے جاری کی گئیں کہ خدا اُن کو ہمیشہ اسی حسرت و افسوس کی آگ میں جلتا چھوڑ دے اور دوسری حسرت اُن کو یہ رہے کہ مسلمان ہماری طرح نہ ہوئے اور ہماری باتوں پر کسی نے کان نہ دھرا، گویا اس طرح

﴿لِيَجْعَلَ﴾ کا تعلق ﴿لَا تَكُوْنُوْا﴾ الآیۃ سے بھی ہو سکتا ہے۔

فَائِدَۃ: [۲۴۳] **بزدلوں کیلئے نسخۂ اکسیر:** ...... یعنی مارنا جلانا اللہ کا کام ہے۔ بہتیرے آدمی عمر بھر سفر کرتے اور لڑائیوں میں جاتے ہیں، مگر موت گھر میں بستر پر آتی ہے اور کتنے ہی آدمی گھر کے کونے میں پڑے رہنے کے خوگر ہیں، لیکن اخیر میں خدا کوئی سبب کھڑا کر دیتا ہے کہ وہ باہر نکلیں اور وہیں مریں یا مارے جائیں، بندہ کی روک تھام سے یہ چیز ٹلنے اور بدلنے والی نہیں۔ حضرت خالد بن الولید رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے وفات کے وقت فرمایا کہ میرے بدن پر ایک بالشت جگہ تلوار یا نیزہ کے زخم سے خالی نہیں، مگر آج میں اونٹ کی طرح (گھر میں) مر رہا ہوں "فَلَا نَامَتْ أَعْيُنُ الْجُبَنَاءِ" [البحر المحیط: ۳/ ۴۰۴] (خدا کرے یہ دیکھ کر نامردوں کی آنکھیں کھلیں)۔

فَائِدَۃ: [۲۴۴] : ...... کہ منافقین و کفار کس راستہ پر جا رہے ہیں اور مسلمان کہاں تک ان کے تشبہ اور پیروی سے علیحدہ رہتے ہیں۔ ہر ایک کو اس کی حالت کے مناسب بدلہ دے گا۔

فَائِدَۃ: [۲۴۵] : ...... یعنی اسی کی راہ میں۔

فَائِدَۃ: [۲۴۶] **دائمی بقا کا راز:** ...... یعنی فرض کرو تم سفر یا جہاد میں نہ نکلے اور فی الحال موت سے بچ گئے مگر ضروری ہے کہ کبھی نہ کبھی مرو گے یا مارے جاؤ گے، پھر بہر حال خدا کے سامنے سب کو جمع ہونا ہے۔ اُس وقت پتہ چل جائے گا کہ جو خوش قسمت اللہ کی راہ میں نیک کام کرتے ہوئے مرے یا مارے گئے تھے اُن کو خدا تعالیٰ کی بخشش و مہربانی سے کیسا وافر حصہ ملا، جس کے سامنے تمہاری دنیا کی کمائی اور جمع کی ہوئی دولت و ثروت سب ہیچ ہے۔ الحاصل اگر منافقین ہی کا قول تسلیم کر لیا جائے کہ گھر سے نہ نکلتے تو نہ مارے جاتے، تب بھی سراسر خسارہ تھا۔ کیونکہ اس صورت میں اُس موت سے محروم رہ جاتے جس پر ایسی ایسی لاکھوں زندگیاں قربان کی جا سکتی ہیں۔ بلکہ جو حقیقت میں موت نہیں حیاتِ ابدی ہے۔ ......ع

فنا فی اللہ کی تہ میں بقا کا راز مضمر ہے
جو جینا ہے تو مرنے کے لیے تیار ہو جاؤ

فَائِدَۃ: [۲۴۷] **صحابہ کی دل جوئی:** ...... مسلمانوں کو اُن کی کوتاہیوں پر متنبہ فرمانے اور معافی کا اعلان سنانے کے بعد نصیحت کی تھی کہ آئندہ اس مارِ آستین جماعت کی باتوں سے فریب مت کھانا۔ اس آیت میں اُن کے عفو تقصیر کی تکمیل کی گئی ہے۔ چونکہ جنگِ اُحد میں سخت خوفناک غلطی اور زبردست کوتاہی مسلمانوں سے ہوئی تھی۔ شاید آپ کا دل خفا ہوا ہو گا اور چاہا ہو گا کہ آئندہ ان سے مشورہ لے کر کام نہ کیا جائے۔ اس لیے حق تعالیٰ نے نہایت عجیب و غریب پیرایہ میں اُن کی سفارش کی اوّل اپنی طرف سے معافی کا اعلان کر دیا، کیونکہ خدا کو معلوم تھا کہ آپ کا غصہ اور رنج خالص اپنے پروردگار کے لیے ہوتا ہے، پھر فرمایا ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ﴾ یعنی اللہ کی کتنی بڑی رحمت آپ پر اور اُن پر ہے کہ آپ کو اِس قدر خوش اخلاق اور نرم خو بنا دیا۔ کوئی اور ہوتا تو خدا جانے ایسے سخت معاملہ میں کیا رویہ اختیار کرتا، یہ کچھ اللہ ہی کی مہربانی ہے کہ تجھ جیسا شفیق، نرم دل پیغمبر ان کو مل گیا۔ فرض کیجیے اگر خدانہ کردہ آپ کا دل سخت ہوتا اور مزاج میں شدت ہوتی تو یہ قوم آپ کے گرد کہاں جمع رہ سکتی تھی، ان سے کوئی غلطی ہوتی اور آپ سخت پکڑتے تو شرم و دہشت کے مارے پاس بھی نہ آ سکتے، اس طرح یہ لوگ بڑی خیر و سعادت سے محروم رہ جاتے اور جمعیتِ اسلامی کا شیرازہ بکھر جاتا، لیکن حق تعالیٰ نے آپ کو نرم دل اور نرم خو بنایا۔ آپ اصلاح کے ساتھ اُن کی کوتاہیوں سے اغماض کرتے رہتے ہیں۔ سو یہ کوتاہی بھی جہاں تک آپ کے حقوق کا تعلق ہے معاف کر دیجیے اور گو خدا اپنا حق معاف کر چکا ہے، تاہم ان کی مزید دلجوئی اور تطییبِ خاطر کے لیے ہم سے بھی ان کے لیے معافی طلب کریں، تا یہ شکستہ دل آپ کی خوشنودی اور انبساط محسوس کر کے بالکل مطمئن و منشرح ہو جائیں۔ اور صرف معاف کر دینا ہی نہیں، آئندہ بدستور ان سے معاملات میں

مشورہ لیا کریں، مشاورت کے بعد جب ایک بات طے ہو جائے اور پختہ ارادہ کر لیا جائے، پھر خدا پر توکل کر کے اُس کو بلا پس و پیش کر گذرے۔ خدا تعالیٰ متوکلین کو پسند کرتا اور اُن کے کام بنا دیتا ہے۔

(تنبیہ):...... حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا گیا: ''عزم'' کیا ہے؟ فرمایا: ''مشاورة أهل الرأي ثم اتباعهم.'' (ابن کثیر: ۲/۱۵۰) اور مجمع الزوائد میں حضرت علی کی حدیث ہے یا رسول اللہ! جو بات ہم کتاب و سنت میں نہ پائیں اُس میں کیا طریقہ استعمال کریں؟ فرمایا فقہاء عابدین (سمجھدار خدا پرستوں) سے مشورہ کرو وَلَا تمضوا فيه رأي خاصة (مجمع الزوائد: ۱/۲۱۷) (اور کسی اِکّے دُکّے کی رائے مت جاری کرو)۔

فَائِدَة: [۲۴۸] بھروسہ صرف اللہ پر:...... پہلے آپ کو فرمایا تھا: ''بھروسہ کر اللہ پر'' یہاں بتلایا کہ بھروسہ کے لائق ایسی ہی ذات ہو سکتی ہے جو سب سے زبردست اور غالب ہو سب مسلمانوں کو اُس کی امداد پر توکل کرنا چاہیے۔ گویا مسلمانوں کی تقصیر خود معاف کرنے اور اپنے پیغمبر سے معاف کرا دینے کے بعد اُن کو نصیحت کی جاتی ہے کہ کسی کے کہنے سننے میں نہ آئیں۔ خالص خدا پر بھروسہ رکھیں، اُس کی مدد ہوگی تو کوئی طاقت تم پر غالب نہیں آ سکتی، جیسے ''بدر'' میں دیکھ چکے، اور کسی مصلحت سے وہ مدد نہ کرے تو پھر کوئی مدد نہیں کر سکتا جیسا کہ اُحد میں تجربہ ہو گیا۔

فَائِدَة: [۲۴۹] پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کی شان عظمت و عصمت اور مسلمانوں کو تنبیہ:...... اس سے غرض یا تو مسلمانوں کی پوری طرح خاطر جمع کرنا ہے، تا یہ وسوسہ نہ لائیں کہ شاید حضرت نے ہم کو بظاہر معاف کر دیا اور دل میں خفا ہیں پھر کبھی خفگی نکالیں گے؟ یہ کام نبیوں کا نہیں کہ دل میں کچھ اور ظاہر میں کچھ، یا مسلمانوں کو سمجھانا ہے کہ حضرت کی عظمت اور عصمت و امانت کو پوری طرح مستحضر رکھیں، آپ کی نسبت کبھی کوئی لغو اور بیہودہ خیال نہ لائیں، مثلاً یہ گمان نہ کریں کہ غنیمت کا کچھ مال چھپا رکھیں گے؟ (العیاذ باللہ) شاید یہ اس واسطے فرمایا کہ وہ تیر انداز غنیمت کے لیے مورچہ چھوڑ کر دوڑے تھے، کیا حضرت اُن کو حصہ نہ دیتے؟ یا بعضی چیزیں چھپا رکھتے؟ اور بعض روایات میں ہے کہ بدر کی لڑائی میں ایک چیز (چادر یا تلوار) غنیمت میں سے گم ہو گئی تھی، کسی نے کہا شاید حضرت نے اپنے واسطے رکھی ہوگی، اُس پر یہ آیت نازل ہوئی بہر حال مسلمانوں کو سمجھانا ہے، کہ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اپنی نرم خوئی اور خوش خلقی سے تمہاری غلطیوں کو معاف کرتے ہیں تو تم کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی عظمتِ شان اور عصمت و نزاہت کا بہت زیادہ پاس رکھنا چاہیے، کسی قسم کا کمزور اور رکیک خیال مومنین کے پاس نہ آنے پائے، دوسری طرف چونکہ آپ کی شفقت و نرم دلی یاد دلا کر جنگِ اُحد کے متعلق مسلمانوں کی کوتاہی کو معاف کرایا جا رہا تھا، اسی ذیل میں ایک دوسری کوتاہی بھی یاد دلا دی جو بدر سے متعلق تھی کہ آپ اپنی نرم خوئی سے اس پر بھی کچھ دھیان نہ کریں۔

(تنبیہ):...... ''غلول'' کے اصل معنی غنیمت میں خیانت کرنے کے ہیں لیکن کبھی مطلق خیانت کے معنی میں آتا ہے بلکہ بعض اوقات محض ایک چیز کے چھپا لینے پر اس کا اطلاق ہوتا ہے، جیسے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا: غُلُّوا مصاحِفَكُمْ (فتح الباری: ۹/۴۸)

فَائِدَة: [۲۵۰]:...... یعنی پیغمبر جو ہر حال میں خدا کی مرضی کا تابع بلکہ دوسروں کو بھی اُس کی مرضی کا تابع بنانا چاہتا ہے، کیا اُن لوگوں کے ایسے کام کر سکتا ہے جو خدا کے غضب کے نیچے اور دوزخ کے مستحق ہیں؟ ممکن نہیں۔

فَائِدَة: [۲۵۱]:...... یعنی نبی اور سب خلقت برابر نہیں، طمع وغیرہ کے پست اور ذلیل کام نبیوں سے نہیں ہو سکتے۔ حق تعالیٰ سب کو جانتا ہے کہ کون کس درجہ کا ہے اور سب کے کام دیکھتا ہے، کیا وہ ایسی پست طبیعت والوں کو منصبِ نبوت پر سرفراز فرمائے گا؟ العیاذ باللہ!

فَائِدَة: [۲۵۲] اللہ کا عظیم احسان:...... یعنی اُنہی کی جنس اور قوم میں کا ایک آدمی رسول بنا کر بھیجا جس کے پاس بیٹھنا، بات چیت کرنا، زبان سمجھنا اور ہر قسم کے انوار و برکات کا استفادہ کرنا آسان ہے، اُس کے احوال، اخلاق، سوانحِ زندگی، امانت و دیانت، خدا ترسی اور

پاکبازی سے وہ خوب طرح واقف ہیں، اپنی ہی قوم اور کنبے کے آدمی سے جب معجزات ظاہر ہوتے دیکھتے ہیں تو یقین لانے میں زیادہ سہولت ہوتی ہے۔ فرض کرو کوئی جن یا فرشتہ رسول بنا کر بھیجا جاتا تو معجزات دیکھ کر یہ خیال کر لینا ممکن تھا کہ چونکہ جنسِ بشر سے جداگانہ مخلوق ہے شاید یہ خوارق اس کی خاص صورتِ نوعیہ اور طبیعتِ ملکیہ وجنیہ کا نتیجہ ہوں، ہمارا اُس سے عاجز رہ جانا دلیلِ نبوت نہیں بن سکتا، بہرحال مومنین کو خدا کا احسان ماننا چاہیے کہ اس نے ایسا رسول بھیجا جس سے بے تکلف فیض حاصل کر سکتے ہیں اور وہ باوجود معزز ترین اور بلند ترین منصب پر فائز ہونے کے اُن کے مجمع میں نہایت نرم خوئی اور ملاطفت کے ساتھ گھلا ملا رہتا ہے۔

فَائِدَة: [۲۵۳] مقاصدِ بعثت: ...... اس مضمون کی آیت سورۂ بقرہ میں دو جگہ گزر چکی ہے [آیت: ۱۲۹، ۱۵۱]۔ خلاصہ یہ ہے کہ حضور ﷺ کی چار شانیں بیان کی گئیں: (۱) "تلاوتِ آیات" (اللہ کی آیات پڑھ کر سنانا) جن کے ظاہری معنی وہ لوگ اہلِ زبان ہونے کی وجہ سے سمجھ لیتے تھے اور اُس پر عمل کرتے تھے۔ (۲) "تزکیۂ نفوس" (نفسانی آلائشوں اور تمام مراتبِ شرک ومعصیت سے اُن کو پاک کرنا اور دلوں کو مانجھ کر صیقل بنانا) یہ چیز آیات اللہ کے عام مضامین پر عمل کرنے، حضور ﷺ کی صحبت، اور قلبی توجہ وتصرف سے باذن اللہ حاصل ہوتی تھی۔ (۳) "تعلیمِ کتاب" (کتاب اللہ کی مراد بتلانا) اس کی ضرورت خاص خاص مواقع میں پیش آتی تھی۔ مثلاً ایک لفظ کے کچھ معنی عام تبادُر اور محاورہ کے لحاظ سے سمجھ کر صحابہ کو کوئی اشکال پیش آیا، اُس وقت آپ کتاب اللہ کی اصلی مراد جو قرائنِ مقام سے متعین ہوتی تھی بیان فرما کر شبہات کا ازالہ فرمادیتے تھے، جیسے ﴿اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْۤا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ﴾ [انعام: ۸۲] اور دوسرے مقامات میں ہوا۔ (۴) "تعلیمِ حکمت" (حکمت کی گہری باتیں سکھلانا) اور قرآن کریم کے غامض اسرار ولطائف اور شریعت کی دقیق و عمیق علل پر مطلع کرنا، خواہ تصریحاً یا اشارۃً۔ آپ نے خدا کی توفیق واعانت سے علم وعمل کے اِن اعلیٰ مراتب پر اُس درماندہ قوم کو فائز کیا جو صدیوں سے انتہائی جہل وحیرت اور صریح گمراہی میں غرق تھی۔ آپ کی چند روزہ تعلیم وصحبت سے وہ ساری دنیا کے لیے ہادی ومعلم بن گئی، لہٰذا انہیں چاہیے کہ اس نعمتِ عظمیٰ کی قدر پہچانیں۔ اور کبھی بھولے سے ایسی حرکت نہ کریں جس سے آپ کا دل متالم ہو۔

فَائِدَة: [۲۵۴] تسلّی وتسکینِ مومنین: ...... پہلے سے اُحد کا قصہ چلا آتا تھا، درمیان میں جو کوتاہی ہوئی تھی اُس کے عفو کا ذکر ہوا اور اُسی کی مناسبت سے نبی کریم ﷺ کے اخلاق وحقوق یاد دلائے گئے۔ اب پھر اُحُد کے قصہ کی طرف عود کیا جاتا ہے۔ یعنی جنگِ اُحد میں جو تکلیف اور نقصان اٹھانا پڑا کیا اُس پر تم تعجب سے کہتے ہو کہ یہ مصیبت کہاں سے آگئی، ہم تو مسلمان مجاہد تھے جو خدا کے راستہ میں اس کے دشمنوں سے لڑنے کے لیے نکلے تھے۔ خدا تعالیٰ پیغمبر کی زبانی نصرت وامداد کا وعدہ فرما چکا تھا، پھر یہ مصیبت ہم پر کیونکر اور کدھر سے نازل ہوئی۔ ایسا کہتے وقت سوچنا چاہیے کہ جس قدر تکلیف تم کو پہنچی اُس سے دو چند تکلیف اُن کو تم سے پہنچ چکی ہے۔ اُحُد میں تمہارے تقریباً ستر آدمی شہید ہوئے، بدر میں اُن کے ستر مارے جاچکے اور ستر تمہارے ہاتھ قید ہوئے جن پر تم کو پورا قابو حاصل تھا، چاہتے تو قتل کر ڈالتے۔ پھر اُحد میں بھی ابتداءً اُن کے بیس سے زائد قتل ہو چکے ہیں۔ اگر تھوڑی دیر کے لیے تم کو ہزیمت ہوئی تو "بدر" میں اُن کو تباہ کن ہزیمت مل چکی اور اُحد میں بھی جب تم جم کر لڑے وہ منہزم ہوئے، پھر آخر میں میدان چھوڑ کر چلے گئے۔ ایسی صورت میں انصافاً تم کو اپنی تکلیف کا شکوہ کرنے اور زیادہ بددل ہونے کا موقع نہیں۔

فَائِدَة: [۲۵۵]: ...... اگر غور کرو تو تم خود ہی اس مصیبت کا سبب بنے ہو۔ تم نے جوش میں آکر پیغمبر کی اور بہت سے تجربہ کاروں کی رائے قبول نہ کی، اپنی پسند واختیار سے مدینہ کے باہر محاذِ جنگ قائم کیا، پھر باوجود نہیٔ شدید کے تیراندازوں نے اہم مورچہ چھوڑ کر مرکز خالی کر دیا اور ایک سال پہلے جب اُساریٔ بدر کے متعلق تم کو اختیار دیا گیا تھا کہ یا انہیں قتل کر دو یا فدیہ لے کر چھوڑ دو، اس شرط پر کہ آئندہ اتنے ہی آدمی تم سے لیے جائیں گے تو تم نے فدیہ کی صورت اختیار کی اور شرط کو قبول کر لیا۔ اب وہ ہی شرط پوری کرائی گئی تو تعجب وانکار کا کیا موقع

ہے۔ یہ چیز تو خود اپنی طرف سے تم قبول کر چکے تھے (اُساریٰ بدر کا پورا قصہ سورۂ انفال [آیت : ۶۷] میں آئے گا)۔

فَائِدَة: [۲۵۶] مصلحت و حکمت خداوندی: ...... جس کو جب چاہے غالب اور جب چاہے مغلوب کر دے۔ مغلوب کرنا اس لیے نہیں کہ وہ اس وقت غالب کرنے پر قادر نہ تھا، بلکہ اس لیے ہے کہ تمہارے کسب واختیار سے صورت حال ایسی پیدا ہوگئی کہ کلی غلبہ عطا کرنے میں مصلحت نہ تھی۔ بہر حال جو کچھ ہوا اُس کے حکم ومشیت سے ہوا جس کا سبب تم تھے اور حکمت یہ تھی کہ ایک طرف ہر مومن مخلص کے ایمان و اخلاص کا اور دوسری جانب ہر منافق کے نفاق کا درجہ ظاہر ہو جائے، کھرے کھوٹے اور کچے پکے میں کسی کو کچھ التباس نہ رہے۔

فَائِدَة: [۲۵۷] منافقین پر اتمام حجت: ...... جنگ شروع ہونے سے پہلے جب رئیس المنافقین عبد اللہ بن اُبی تین سو آدمیوں کو ساتھ لے کر واپس جانے لگا، اُس وقت کہا گیا تھا کہ عین موقع پر کہاں بھاگتے ہو، آ ؤ! اگر دعوائے اسلام میں سچے ہو تو اللہ کی راہ میں لڑو، ورنہ کم از کم دشمن کو دفع کرنے میں حصہ لو یعنی مجمع میں شریک رہو، تا کثرتِ تعداد کا اثر دشمن پر پڑے، یا یہ کہ خدا کی راہ میں دین کی خاطر نہیں لڑتے تو حمیتِ وطنی وقومی یا اپنے اموال واولاد کی حفاظت کے لیے دشمن کی مدافعت کرو، کیونکہ دشمن اگر کامیاب ہوا تو انتقام لینے میں مومنین و منافقین کی تمیز نہ کرے گا، عام مسلمانوں کی طرح تم بھی نقصان اُٹھاؤ گے۔ غرض اُن پر ہر طرح اُن کے مذاق کے موافق اِتمام حجت کیا گیا، تا جو کچھ دلوں میں ہے علانیہ ظاہر ہو جائے۔

فَائِدَة: [۲۵۸] جھوٹے حیلے: ...... یعنی لڑائی ہوتی نظر نہیں آتی، خواہ مخواہ کا ڈھونگ ہے اگر ہمیں معلوم ہوتا کہ واقعی لڑائی ہونے والی ہے تو ضرور تمہارے ساتھ چلتے، جب لڑائی دیکھیں گے شامل ہو جائیں گے۔ یا یہ مطلب تھا کہ کوئی ڈھنگ کا مقابلہ ہوتا تو ساتھ رہتے، بھلا یہ کوئی مقابلہ ہے کہ ایک طرف تین ہزار کا لشکر اور دوسری طرف صرف ایک ہزار بے سروسامان آدمی۔ یہ لڑائی کیا ہے محض اپنے کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ یا ﴿لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا﴾ سے یہ ظاہر کرتے تھے کہ صاحب! ہم فنونِ جنگ اور لڑائی کے قاعدوں سے واقف ہوتے تو آپ کے ساتھ رہتے۔ گویا دل میں طعن دیا کہ ہمارے مشورہ پر چلے نہیں، اوروں کی رائے پر عمل کیا۔ تو ہم کو لڑائی کے قاعدوں سے ناواقف سمجھے اور آپ واقف بنے، پھر ہمیں ساتھ کیوں لیتے ہو؟ بہر حال جھوٹے حیلے حوالے کر کے چلے گئے۔

فَائِدَة: [۲۵۹] نفاق آشکار: ...... منافقین دل سے کافر اور زبان سے ایمان کا اظہار کرتے تھے اور اسی زبانی اسلام کی بنا پر مسلمانوں میں ملے جلے رہتے تھے۔ اُس روز عین موقع پر پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو چھوڑ کر چلے جانے اور جھوٹے حیلے تراشنے سے اچھی طرح نفاق کی قلعی کھل گئی۔ اب ظاہر میں بھی بہ نسبت ایمان کے کفر سے زیادہ قریب ہو گئے اور اپنے فعل سے مسلمانوں کو نقصان اور کافروں کو تقویت پہنچائی۔

فَائِدَة: [۲۶۰]: ...... یعنی زبان سے ﴿لَوْ نَعْلَمُ قِتَالًا لَّا تَّبَعْنٰكُمْ﴾ کہتے ہیں اور جو دل میں ہے صاف نہیں کہتے۔ دل میں یہ تھا کہ اچھا ہے مسلمان مغلوب وذلیل ہوں اور ہم خوشی سے بغلیں بجائیں۔

اَلَّذِيْنَ قَالُوْا لِاِخْوَانِهِمْ وَقَعَدُوْا لَوْ اَطَاعُوْنَا مَا قُتِلُوْا ؕ قُلْ فَادْرَءُوْا عَنْ

وہ لوگ ہیں جو کہتے ہیں اپنے بھائیوں کو اور آپ بیٹھ رہے ہیں اگر وہ ہماری بات مانتے تو مارے نہ جاتے ف ۲۶۱ تو کہہ دے اب

اَنْفُسِكُمُ الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۶۸﴾ وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ

ہٹا دے جو اپنے اوپر سے موت کو اگر تم سچے ہو ف ۲۶۲ اور تو نہ سمجھ ان لوگوں کو جو مارے گئے اللہ کی راہ

اللّٰهِ اَمْوَاتًا ؕ بَلْ اَحْيَآءٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُوْنَ ﴿١٦٩﴾ فَرِحِيْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ

میں مردے بلکہ وہ زندہ ہیں اپنے رب کے پاس کھاتے پیتے خوشی کرتے ہیں اس پر جو دیا ان کو اللہ نے

فَضْلِهٖ ۙ وَيَسْتَبْشِرُوْنَ بِالَّذِيْنَ لَمْ يَلْحَقُوْا بِهِمْ مِّنْ خَلْفِهِمْ ۙ اَلَّا خَوْفٌ

اپنے فضل سے اور خوش وقت ہوتے ہیں ان کی طرف سے جو ابھی تک نہیں پہنچے ان کے پاس ان کے پیچھے سے

عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿١٧٠﴾ يَسْتَبْشِرُوْنَ بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ وقف لازم

اس واسطے کہ نہ ڈر ہے ان پر اور نہ ان کو غم خوش ہوتے ہیں اللہ کی نعمت اور فضل سے اور اس بات سے

لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٧١﴾ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْۢ بَعْدِ مَآ ع ١٦

کہ اللہ ضائع نہیں کرتا مزدوری ایمان والوں کی ف ٢٦٣ جن لوگوں نے حکم مانا اللہ کا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا بعد اس

اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛؕ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿١٧٢﴾ اَلَّذِيْنَ قَالَ مع

کے کہ پہنچ چکے تھے ان کو زخم جو ان میں نیک ہیں اور پرہیزگار ان کو ثواب بڑا ہے جن کو کہا لوگوں نے

لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا

کہ مکہ والے آدمیوں نے جمع کیا ہے سامان تمہارے مقابلہ کو سو تم ان سے ڈرو تو اور زیادہ ہوا ان کا ایمان اور بولے کافی ہے

حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ﴿١٧٣﴾ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ

ہم کو اللہ اور کیا خوب کارساز ہے ف ٢٦٤ پھر چلے آئے مسلمان اللہ کے احسان اور فضل کے ساتھ کچھ نہ پہنچی

سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ﴿١٧٤﴾ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ

ان کو برائی اور تابع ہوئے اللہ کی مرضی کے اور اللہ کا فضل بڑا ہے ف ٢٦٥ یہ جو ہے سو شیطان ہے کہ ڈراتا ہے

يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۠ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿١٧٥﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ

اپنے دوستوں سے سو تم ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو اگر ایمان رکھتے ہو ف ٢٦٦ اور غم میں نہ ڈالیں

الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ فِى الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ

تجھ کو وہ لوگ جو دوڑتے ہیں کفر کی طرف وہ نہ بگاڑیں گے اللہ کا کچھ اللہ چاہتا ہے کہ ان کو فائدہ نہ

لَهُمْ حَظًّا فِى الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿١٧٦﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْكُفْرَ

دے آخرت میں اور ان کے لئے عذاب ہے بڑا ف ٢٦٧ جنہوں نے مول لیا کفر کو ایمان

بِالۡاِیۡمَانِ لَنۡ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیۡئًا ۚ وَلَہُمۡ عَذَابٌ اَلِیۡمٌ ﴿۱۷۷﴾ وَلَا یَحۡسَبَنَّ الَّذِیۡنَ

کے بدلے وہ نہ بگاڑیں گے اللہ کا کچھ اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک ف ۲۶۸ اور یہ نہ سمجھیں کافر کہ

کَفَرُوۡۤا اَنَّمَا نُمۡلِیۡ لَہُمۡ خَیۡرٌ لِّاَنۡفُسِہِمۡ ؕ اِنَّمَا نُمۡلِیۡ لَہُمۡ لِیَزۡدَادُوۡۤا اِثۡمًا ۚ وَلَہُمۡ

ہم جو مہلت دیتے ہیں ان کو کچھ بھلا ہے ان کے حق میں ہم تو مہلت دیتے ہیں ان کو تاکہ ترقی کریں وہ گناہ میں اور ان کے

عَذَابٌ مُّہِیۡنٌ ﴿۱۷۸﴾

لئے عذاب ہے خوار کرنے والا۔ ف ۲۶۹

فَائِدَہ: [۲۶۱] **منافقین کا فریب:**...... یعنی خود نامرد بن کر بیٹھ رہے اور اپنی برادری کے بھائیوں (انصارِ مدینہ) کو کہتے ہیں کہ ہماری بات مان کر گھر میں بیٹھے رہتے تو مارے نہ جاتے۔

فَائِدَہ: [۲۶۲] **دندان شکن جواب:**...... یعنی اگر گھر میں بیٹھ رہنے سے جان بچ سکتی ہے تو دیکھیں موت کو گھر میں کس طرح نہ آنے دیں گے۔ اگر یہاں رہ کر بھی موت پیچھا نہیں چھوڑتی تو پھر بہادروں کی طرح میدان میں عزت کی موت کیوں نہ مریں۔

فَائِدَہ: [۲۶۳] **نعمتوں سے بھرپور حیات جاودانی:**...... یعنی گھر میں بیٹھے رہنے سے موت تو رک نہیں سکتی، ہاں آدمی اُس موت سے محروم رہتا ہے جس کو موت کے بجائے حیاتِ جاودانی کہنا چاہیے۔ شہیدوں کو مرنے کے بعد ایک خاص طرح کی زندگی ملتی ہے جو اور مردوں کو نہیں ملتی، اُن کو حق تعالیٰ کا ممتاز قرب حاصل ہوتا ہے۔ بڑے عالی درجات و مقامات پر فائز ہوتے ہیں، جنت کا رزق آزادی سے پہنچتا ہے۔ جس طرح ہم اعلیٰ درجہ کے ہوائی جہازوں میں بیٹھ کر ذرا سی دیر میں جہاں چاہیں اُڑے چلے جاتے ہیں، شہداء کی ارواح ''حواصلِ طیورِ خضر'' میں داخل ہو کر جنت کی سیر کرتی رہتی ہیں۔ اُن ''طیورِ خضر'' کی کیفیت وکلانی [لمبائی] کو اللہ ہی جانے، وہاں کی چیزیں ہمارے احاطۂ خیال میں کہاں آسکتی ہیں۔ اُس وقت شہداء بے حد مسرور و مُبتہج ہوتے ہیں کہ اللہ نے اپنے فضل سے دولتِ شہادت عنایت فرمائی، اپنی عظیم نعمتوں سے نوازا اور اپنے فضل سے ہر آن مزید انعامات کا سلسلہ قائم کر دیا، جو وعدے شہیدوں کے لیے پیغمبر ﷺ کی زبانی کیے گئے۔ تھے اُنہیں آنکھوں سے مشاہدہ کر کے بے انتہا خوش ہوتے ہیں اور دیکھتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کی محنت ضائع نہیں کرتا۔ بلکہ خیال و گمان سے بڑھ کر بدلہ دیتا ہے، پھر نہ صرف یہ کہ اپنی حالت پر شاداں و فرحاں ہوتے ہیں بلکہ اپنے اُن مسلمان بھائیوں کا تصور کر کے بھی اُنہیں ایک خاص خوشی حاصل ہوتی ہے جن کو اپنے پیچھے جہاد فی سبیل اللہ اور دوسرے اُمورِ خیر میں مشغول چھوڑ آئے ہیں کہ وہ بھی اگر ہماری طرح اللہ کی راہ میں مارے گئے یا کم از کم ایمان پر مرے تو اپنی اپنی حیثیت کے موافق ایسی ہی پُرلطف اور بے خوف زندگی کے مزے لوٹیں گے، نہ اُن کو اپنے آگے کا ڈر ہو گا نہ پیچھے کا غم، مامون و مطمئن سیدھے خدا کی رحمت میں داخل ہو جائیں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ شہدائے اُحد یا شہدائے بیرِ معونہ نے خدا کے ہاں پہنچ کر تمنا کی تھی کہ کاش! ہمارے اس عیش و تنعّم کی خبر کوئی ہمارے بھائیوں کو پہنچا دے تا وہ بھی اس زندگی کی طرف جھپٹیں اور جہاد سے جان نہ چرائیں حق تعالیٰ نے فرمایا کہ میں پہنچا تا ہوں۔ اُس پر یہ آیات نازل کیں اور اُن کو مطلع کر دیا گیا کہ ہم نے تمہاری تمنا کے موافق خبر پہنچا دی، اس پر وہ اور زیادہ خوش ہوئے۔

فَائِدَہ: [۲۶۴] **صحابہ کرام کی بے مثال اطاعت اور بہادری:**...... ابوسفیان جب اُحد سے مکہ کو واپس گیا تو راستہ میں خیال آیا کہ ہم نے بڑی غلطی کی، ہزیمت یافتہ اور زخم خوردہ مسلمانوں کو یونہی چھوڑ کر چلے آئے، مشورے ہونے لگے کہ پھر مدینہ واپس چل کر اُن کا

قصہ تمام کر دیں۔ آپ کو خبر ہوئی تو آعلان فرمادیا کہ جو لوگ کل ہمارے ساتھ لڑائی میں حاضر تھے آج دشمن کا تعاقب کرنے کے لیے تیار ہو جائیں۔ مسلمان مجاہدین باوجودیکہ تازہ زخم کھائے ہوئے تھے، اللہ اور رسول کی پکار پر نکل پڑے، آپ اِن مجاہدین کی جمعیت لے کر مقام حمراء الاسد تک (جو مدینہ سے آٹھ میل ہے) پہنچے ابوسفیان کے دل میں یہ سن کر کہ مسلمان اُس کے تعاقب میں چلے آ رہے ہیں سخت رُعب و دہشت طاری ہوگئی، دوبارہ حملہ کا ارادہ فسخ کر کے مکہ کی طرف بھاگا۔ عبدالقیس کا ایک تجارتی قافلہ مدینہ آ رہا تھا۔ ابوسفیان نے اُن لوگوں کو کچھ دے کر آمادہ کیا کہ وہ مدینہ پہنچ کر ایسی خبریں شائع کریں جن کو سن کر مسلمان ہماری طرف سے مرعوب وخوفزدہ ہو جائیں، انہوں نے مدینہ پہنچ کر کہنا شروع کیا کہ مکہ والوں نے بڑا بھاری لشکر اور سامان مسلمانوں کے اِستیصال [جڑ سے اُکھیڑنے] کی غرض سے تیار کیا ہے۔ یہ سن کر مسلمانوں کے دلوں میں خوف کی جگہ جوشِ ایمان بڑھ گیا اور کفار کی جمعیت کا حال سن کر کہنے لگے ﴿حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ﴾ ساری دنیا کے مقابلہ میں اکیلا خدا ہم کو کافی ہے۔ اسی پر یہ آیات نازل ہوئیں، بعض کہتے ہیں کہ جنگ اُحد تمام ہونے پر ابو سفیان نے اعلان کیا تھا کہ اگلے سال بدر پر پھر لڑائی ہے، حضرت نے قبول کر لیا، جب اگلا سال آیا حضرت نے لوگوں کو حکم دیا کہ جہاد کے لیے چلو، اگر کوئی نہ جائے گا تب بھی اللہ کا رسول تنہا جائے گا۔ ادھر سے ابوسفیان فوج لے کر مکہ سے نکلا، تھوڑی دور چل کر کمر ہمت ٹوٹ گئی رعب چھا گیا، قحط سالی کا عذر کر کے چاہا کہ مکہ واپس جائے، مگر صورت ایسی ہو کہ الزام مسلمانوں پر رہے، ایک شخص مدینہ جاتا تھا، اُس کو کچھ دینا کیا کہ وہاں پہنچ کر اس طرف کی ایسی خبریں مشہور کرنا جن کو سن کر مسلمان خوف کھائیں اور جنگ کو نہ نکلیں، وہ مدینہ پہنچ کر کہنے لگا: کہ مکہ والوں نے بڑی بھاری جمعیت اکٹھی کی ہے، تم کو لڑنا بہتر نہیں۔ مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے استقلال دیا، اُنہوں نے یہ ہی کہا: کہ ہم کو اللہ کافی ہے۔ آخر مسلمان حسب وعدہ بدر پہنچے، وہاں بڑا بازار لگتا تھا، تین روز رہ کر تجارت کر کے خوب نفع کما کر مدینہ واپس آئے، اس غزوہ کو بدر صغریٰ کہتے ہیں۔ اُس وقت جن لوگوں نے رفاقت کی اور تیار ہوئے اُن کو یہ بشارت ہے کہ اُحد میں زخم کھا کر اور نقصان اٹھا کر پھر ایسی جرأت کی، مسلمانوں کی اس جرأت و مستعدی کی خبر سن کر مشرکین راستہ سے لوٹ گئے۔ چنانچہ مکہ والوں نے اس مہم کا نام ''جیش السویق'' رکھ دیا، یعنی وہ لشکر جو محض ستو پینے گیا تھا، پی کر واپس آ گیا۔

تنبیہ: ...... یہ جو فرمایا ﴿لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا﴾ محض ان کی مدح سرائی اور تنویہ شان [شان کو بلند کرنے] کے لیے ہے ورنہ وہ سب کے سب ایسے ہی تھے۔

فائدہ: [۲۶۵] :...... یعنی اللہ کا فضل دیکھو، نہ کچھ لڑائی کرنی پڑی نہ کانٹا چبھا، مفت میں ثواب کمایا، تجارت میں نفع حاصل کر کے اور دشمنوں پر دھاک بٹھلا کر خدا تعالیٰ کی خوشنودی لیے ہوئے صحیح سلامت گھر واپس آ گئے۔

تنبیہ: ...... ''بدر صغریٰ'' کی طرح ''غزوہ حمراء الاسد'' میں بھی ایک تجارتی قافلہ کے ساتھ سامان کی خرید و فروخت ہوئی تھی اور مسلمانوں نے بھاری نفع کمایا تھا، غالباً ﴿وَفَضْلٍ﴾ سے یہ ہی مالی نفع مراد ہے۔

فائدہ: [۲۶۶] **شیطنت کو پہچانو:** ...... یعنی جو ادھر سے آ کر مرعوب کن خبریں پھیلاتا ہے وہ شیطان ہے یا شیطان کے اغوا سے ایسا کر رہا ہے، جس کی غرض یہ ہے کہ اپنے چیلے چانٹوں اور بھائی بندوں کا رُعب تم پر بٹھلا کر خوفزدہ کر دے، سو تم اگر ایمان رکھتے ہو (اور ضرور رکھتے ہو جس کا ثبوت عملاً دے چکے) تو ان شیطانوں سے اصلاً مت ڈرو صرف مجھ سے ڈرتے رہو کہ...... ؏

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید
ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید

فائدہ: [۲۶۷] **منافقین کا انجام:** ...... یعنی شیطان کی دھمکیوں سے مومن نہیں ڈرتے، ہاں منافق اُس کی باتیں سن کر کفر کی طرف

دوڑتے ہیں آپ اِن ملعون منافقوں کی حرکات سے کچھ غمگین اور فکر مند نہ ہوں، یہ اللہ کے دین اور اُس کے پیغمبر کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، اپنا ہی نقصان کرتے ہیں۔ ان کا حد سے زیادہ نفاق وشقاق پتہ دے رہا ہے کہ حق تعالیٰ انہیں انجام کار حقیقی کامیابی اور فوائد سے محروم رکھے گا اور بہت سخت سزا دے گا۔ جو لوگ ایسے معاند اور شریر بجز دھوں اللہ کی عادت اُن کے ساتھ یہ ہی ہے۔ ایسوں کے غم میں اپنے کو زیادہ گھلانے کی ضرورت نہیں۔

فائدہ: [۲۶۸] ایمان سے روگردانی کی سزا:...... یعنی جنہوں نے ایمانی فطرت کو بدل کر کفر اختیار کیا، خواہ یہود و نصاریٰ ہوں یا مشرکین، یا منافقین، یا کوئی اور، وہ سب مل کر بھی اللہ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے، ہاں اپنے پاؤں پر خود اپنے ہاتھ سے کلہاڑی مار رہے ہیں۔ جس کا نتیجہ دردناک عذاب کی صورت میں بھگتنا پڑے گا۔

فائدہ: [۲۶۹] دولت کی فراوانی اللہ کے نزدیک کامیابی کی دلیل نہیں ہے:...... یعنی ممکن ہے کافروں کو اپنی لمبی عمریں، خوش حالی اور دولت وثروت وغیرہ کی فراوانی دیکھ کر خیال گزرے کہ ایسے مغضوب ومطرود ہوتے تو ہم کو اتنی فراخی اور مہلت کیوں دی جاتی اور ایسی بھلی حالت میں کیوں رکھے جاتے؟ سو واضح رہے کہ یہ مہلت دینا اُن کے حق میں کچھ بھلی بات نہیں، مہلت دینے کا نتیجہ تو یہ ہی ہوگا کہ جن کو گناہ سمیٹ کفر پر مرنا ہے وہ اپنے اختیار اور آزادی سے خوب جی بھر کر ارمان نکال لیں اور گناہوں کا ذخیرہ فراہم کر لیں۔ وہ سمجھتے رہیں کہ ہم بڑی عزت سے ہیں حالانکہ ذلیل وخوار کرنے والا عذاب اُن کے لیے تیار ہے، اب سوچ لیں کہ مہلت دینا اُن جیسوں کے حق میں بھلا ہوا یا برا۔ نعوذ باللہ من شرور أنفسنا۔

مَا كَانَ اللّٰهُ لِيَذَرَ الْمُؤْمِنِيْنَ عَلٰى مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ حَتّٰى يَمِيْزَ الْخَبِيْثَ مِنَ

اللہ وہ نہیں کہ چھوڑ دے مسلمانوں کو اس حالت پر جس پر تم ہو جب تک کہ جدا نہ کر دے ناپاک

الطَّيِّبِ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ

کو پاک سے اور اللہ نہیں ہے کہ تم کو خبر دے غیب کی لیکن اللہ چھانٹ لیتا ہے اپنے رسولوں میں جس

مَنْ يَّشَآءُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَاِنْ تُؤْمِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَلَكُمْ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ﴿۱۷۹﴾

کو چاہے ف ۲۷۰ سو تم یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور اگر تم یقین پر رہو اور پرہیزگاری پر تو تم کو بڑا ثواب ہے ف ۲۷۱

وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ بِمَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ هُوَ خَيْرًا لَّهُمْ ؕ بَلْ

اور نہ خیال کریں وہ لوگ جو بخل کرتے ہیں اس چیز پر جو اللہ نے ان کو دی ہے اپنے فضل سے کہ یہ بخل بہتر ہے ان کے حق میں بلکہ

هُوَ شَرٌّ لَّهُمْ ؕ سَيُطَوَّقُوْنَ مَا بَخِلُوْا بِهٖ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلِلّٰهِ مِيْرَاثُ السَّمٰوٰتِ

یہ بہت برا ہے ان کے حق میں طوق بنا کر ڈالا جائے گا ان کے گلوں میں وہ مال جس میں بخل کیا تھا قیامت کے دن ف ۲۷۲ اور اللہ وارث ہے

ع ۱۸/۹ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرٌ ﴿۱۸۰﴾ لَقَدْ سَمِعَ اللّٰهُ قَوْلَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ

آسمان اور زمین کا ف ۲۷۳ اور اللہ جو کرتے ہو سو جانتا ہے ف ۲۷۴ بے شک اللہ نے سنی ان کی بات جنہوں نے کہا کہ اللہ

فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ ۘ سَنَكْتُبُ مَا قَالُوْا وَقَتْلَهُمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ۙ

فقیر ہے اور ہم مالدار ف ۲۷۵ اب لکھ رکھیں گے ہم ان کی بات اور جو خون کئے ہیں انہوں نے انبیاء کے ناحق

وَّنَقُوْلُ ذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿١٨١﴾

اور کہیں گے چکھو عذاب جلتی آگ کا۔ف ۲۷۶

فَائِدَة: [۲۷۰] **مصائب وحوادث کی تکوینی حکمت:** ...... یعنی جس طرح خوش حالی اور مہلت دینا کفار کے حق میں مقبولیت کی دلیل نہیں، اسی طرح اگر مخلص مسلمانوں کو مصائب اور ناخوش گوار حوادث پیش آئیں (جیسے جنگ اُحد میں آئے) یہ اس کی دلیل نہیں کہ وہ اللہ کے نزدیک مغضوب ہیں، بات یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ مسلمانوں کو اس گول مول حالت پر چھوڑنا نہیں چاہتا جس پر اب تک رہے ہیں، یعنی بہت سے کافر ازراہِ نفاق کلمہ پڑھ کر دھوکہ دینے کے لیے اُن میں ملے جلے رہتے تھے جن کے ظاہر حال پر منافق کا لفظ کہنا مشکل تھا۔ لہٰذا ضرور ہے کہ خدا تعالیٰ ایسے واقعات وحالات بروئے کار لائے جو کھرے کو کھوٹے سے اور پاک کو ناپاک سے کھلے طور پر جدا کر دیں۔ بیشک خدا کو آسان تھا کہ تمام مسلمانوں کو بدوں امتحان میں ڈالے منافقوں کے ناموں اور کاموں سے مطلع کر دیتا، لیکن اُسکی حکمت و مصلحت مقتضی نہیں کہ سب لوگوں کو اس قسم کے غیوب سے آگاہ کر دیا کرے، ہاں وہ اپنے رسولوں کا انتخاب کر کے جس قدر غیوب کی یقینی اطلاع دینا چاہے دے دیتا ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ عام لوگوں کو بلا واسطہ کسی غیب کی یقینی اطلاع نہیں دی جاتی انبیاء علیہم السلام کو دی جاتی ہے، مگر جس قدر خدا تعالیٰ چاہے۔

فَائِدَة: [۲۷۱] ...... یعنی خدا کا جو خاص معاملہ پیغمبروں سے ہے، اور پاک وناپاک کو جدا کرنے کی نسبت جو عام عادت حق تعالیٰ کی رہی ہے۔ اُس میں زیادہ کاوش کی ضرورت نہیں، تمہارا کام یہ ہے کہ اللہ ورسول کی باتوں پر یقین رکھو اور تقویٰ و پرہیز گاری پر قائم رہو، یہ کر لیا تو سب کچھ کما لیا۔

فَائِدَة: [۲۷۲] **بخل کی مذمت:** ...... ابتدائے سورت کا بڑا حصہ اہلِ کتاب (یہود ونصاریٰ) سے متعلق تھا۔ درمیان میں خاص مناسبات ووجوہ کی بنا پر غزوۂ اُحد کی تفصیلات آ گئیں۔ اُنہیں بقدر کفایت تمام کر کے یہاں سے پھر اہلِ کتاب کی شنائع بیان کی جاتی ہیں۔ چونکہ اُن میں سے یہود کا معاملہ بہت مضرت رساں اور تکلیف دہ تھا۔ منافقین بھی اکثر انہی میں کے تھے۔ اور اوپر کی آیت میں آگاہ کیا گیا تھا کہ خدا تعالیٰ اب خبیث کو طیب سے جدا کر کے رہیگا۔ سو یہ جدائی جس طرح جانی وبدنی جہاد کے وقت ظاہر ہوتی تھی اِسی طرح مالی جہاد کے وقت بھی کھرا کھوٹا اور کچا پکا صاف طور پر الگ ہو جاتا تھا۔ اس لیے بتلا دیا کہ یہود منافقین جیسے جہاد کے موقع سے بھاگتے ہیں، مال خرچ کرنے سے بھی جی چراتے ہیں، لیکن جس طرح جہاد سے بچ کر دنیا میں چند روز کی مہلت حاصل کر لینا اُنکے حق میں کچھ بہتر نہیں، ایسے ہی بخل کر کے بہت مال اکٹھا کر لینا بھی کوئی فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ اگر دنیا میں فرض کرو کوئی مصیبت پیش نہ بھی آئی تو قیامت کے دن یقیناً یہ جمع کیا ہوا مال، عذاب کی صورت میں اُنکے گلے کا ہار بن کر رہیگا۔ اس میں مسلمانوں کو بھی کھٹکھٹا دیا کہ زکوٰۃ دینے اور ضروری مصارف میں خرچ کرنے سے کبھی جی نہ چرائیں، ورنہ جو شخص بخل وحرص وغیرہ رذیل خصلتوں میں یہود منافقین کی رَوِش اختیار کرے گا، اُسے بھی اپنے درجہ کے موافق اسی طرح کی سزا کا منتظر رہنا چاہیے۔ چنانچہ احادیثِ صحیحہ سے ثابت ہے کہ مانعینِ زکوٰۃ کا مال سخت زہریلے اژدہے کی صورت میں متمثل کر کے اُنکے گلے میں ڈالا جائیگا۔ نعوذ باللہ منہ۔

فَائِدَة: [۲۷۳] ...... یعنی آخر تم مرجاؤ گے اور سب مال اُسی کا ہو رہے گا۔ جس کا حقیقت میں پہلے سے تھا انسان اپنے اختیار سے

دے تو ثواب پائے۔

فائدہ:[۲۷۴]: ...... یعنی بخل یا سخاوت جو کچھ کرو گے اور جیسی نیت کرو گے خدا تعالیٰ سب کی خبر رکھتا ہے اُسی کے موافق بدلہ دے گا۔

فائدہ:[۲۷۵] یہودیوں کی ہرزہ سرائی: ...... یعنی محض اتنا ہی نہیں کہ یہود انتہائی بخل کی وجہ سے پیسہ خرچ کرنا نہیں جانتے، بلکہ جب خدا کی راہ میں خرچ کرنے کا حکم سنتے ہیں۔ تو مذاق اُڑاتے ہیں اور حق تعالیٰ کی جناب میں گستاخانہ کلمات بکنے سے بھی نہیں شرماتے۔ چنانچہ جب آیت ﴿مَنْ ذَا الَّذِيْ يُقْرِضُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا﴾ [بقرہ: ۲۴۵] نازل ہوئی، کہنے لگے اللہ ہم سے قرض مانگتا ہے تو اللہ فقیر محتاج ہے اور ہم غنی مالدار ہیں۔ حالانکہ ایک غبی اور کوڑ مغز بھی سمجھ سکتا ہے کہ انفاق فی وجوہ الخیر کو قرض سے تعبیر فرمانے میں انتہائی رحمت وشفقت کا اظہار تھا۔ ظاہر ہے کہ خدا اپنا دیا ہوا مال ہم سے ہماری مصالح میں ہمارے ہی دنیوی واُخروی فائدہ کے لیے خرچ کراتا ہے۔ اُسکو ہمارے خرچ سے کوئی نفع نہیں پہنچ سکتا اور بفرضِ محال پہنچے بھی تو مال اور ہر چیز اُسی کی مملوک ہے، پھر حقیقی معنی میں اُسکو قرض کیسے کہہ سکتے ہیں۔ یہ اسکا کمال کرم واحسان ہے کہ اس خرچ کا بہترین معاوضہ دینا بھی اپنے ذمہ لازم کر لیا اور اُس کو لفظ قرض سے ادا کر کے اس لزوم کو بے حد مؤکد ومُسجّل کر دیا، مگر یہود اپنی کور چشمی اور خبثِ باطن سے احسان ماننے کے بجائے اِن لفظوں کی ہنسی اُڑانے لگے اور اللہ تعالیٰ کی جناب رفیع میں مسخراپن کرنے سے باز نہ رہے، اُسکو فرمایا کہ اللہ نے تمہاری یہ باتیں سن لیں، اس پر جو کارروائی ہوگی اُسکے منتظر رہو۔

فائدہ:[۲۷۶] جرائم کی فہرست میں اضافہ اور سزا کا اعلان: ...... یعنی عام ضابطہ کے موافق یہ ملعون اور ناپاک اقوال تمہارے دفتر سیئات میں درج کرائے دیتے ہیں، جہاں تمہاری قوم کے دوسرے ملعون اور ناپاک افعال درج ہیں، مثلاً معصوم نبیوں کا ناحق خون بہانا، کیونکہ جس طرح یہ نالائق جملہ ایک نمونہ ہے تمہاری خداشناسی کا، وہ نالائق کام نمونہ ہے تمہاری تعظیم انبیاء کا، جب یہ پوری مسل [مقدمہ کے کاغذات] پیش ہوگی اُس وقت کہا جائیگا کہ لو اپنی شرارتوں کا مزہ چکھو اور جس طرح تم نے طعن وتمسخر سے اولیاء اللہ کے دل جلائے تھے، اب عذاب الٰہی کی بھٹی میں جلتے رہو۔

ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۱۸۲﴾ اَلَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ

یہ بدلہ اس کا ہے جو تم نے اپنے ہاتھوں آگے بھیجا اور اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر ف ۲۷۷ وہ لوگ جو کہتے ہیں

اللّٰهَ عَهِدَ اِلَيْنَآ اَلَّا نُؤْمِنَ لِرَسُوْلٍ حَتّٰى يَاْتِيَنَا بِقُرْبَانٍ تَاْكُلُهُ النَّارُ ؕ قُلْ قَدْ

کہ اللہ نے ہم کو کہہ رکھا ہے کہ یقین نہ کریں کسی رسول کا جب تک نہ لاوے ہمارے پاس قربانی کہ کھا جائے اس کو آگ ف ۲۷۸

جَآءَكُمْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِيْ بِالْبَيِّنٰتِ وَبِالَّذِيْ قُلْتُمْ فَلِمَ قَتَلْتُمُوْهُمْ اِنْ كُنْتُمْ

تو کہہ تم میں آ چکے کتنے رسول مجھ سے پہلے نشانیاں لے کر اور یہ بھی جو تم نے کہا پھر ان کو کیوں قتل کیا تم نے اگر

صٰدِقِيْنَ ﴿۱۸۳﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقَدْ كُذِّبَ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ جَآءُوْ بِالْبَيِّنٰتِ وَالزُّبُرِ

تم سچے ہو ف ۲۷۹ پھر اگر یہ تجھ کو جھٹلا دیں تو پہلے تجھ سے جھٹلائے گئے بہت رسول جو لائے نشانیاں

وَالْكِتٰبِ الْمُنِيْرِ ﴿۱۸۴﴾ كُلُّ نَفْسٍ ذَآئِقَةُ الْمَوْتِ ؕ وَاِنَّمَا تُوَفَّوْنَ اُجُوْرَكُمْ يَوْمَ

اور صحیفے اور کتاب روشن ف ۲۸۰ ہر جی کو چکھنی ہے موت اور تم کو پورے بدلے ملیں گے قیامت

الْقِيٰمَةِ ؕ فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ ؕ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ

کے دن ف ۲۸۱ پھر جو کوئی دور کیا گیا دوزخ سے اور داخل کیا گیا جنت میں اس کا کام تو بن گیا اور نہیں زندگانی دنیا

اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ ﴿۱۸۵﴾ لَتُبْلَوُنَّ فِيْٓ اَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ ۟ وَلَتَسْمَعُنَّ مِنَ الَّذِيْنَ

کی مگر پونجی دھوکے کی ف ۲۸۲ البتہ تمہاری آزمائش ہو گی مالوں میں اور جانوں میں اور البتہ سنو گے تم

اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَمِنَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْٓا اَذًى كَثِيْرًا ؕ وَاِنْ تَصْبِرُوْا

اگلی کتاب والوں سے اور مشرکوں سے بد گوئی بہت اور اگر تم صبر کرو

وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ ذٰلِكَ مِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ﴿۱۸۶﴾

اور پرہیزگاری کرو تو یہ ہمت کے کام ہیں۔ ف ۲۸۳

فائدہ: [۲۷۷] **ظلم نہیں، عدل:** ...... یعنی جو کمایا تھا سامنے آیا، خدا کے یہاں ذرہ برابر ظلم نہیں ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ﴾ (نساء: ۴۰) اگر بفرض محال ظلم کرنا خدا کی صفت ہوتی تو اُس کی دوسری صفات کی طرح وہ بھی کامل ہی ہوتی اِس لیے اگر معاذ اللہ خدا کو ظالم فرض کیا جائے تو پھر "ظالم" کیا "ظلام" ہی کہنا پڑے گا۔ اُس کا ایک رتی ظلم بھی پہاڑوں سے کم نہیں ہوسکتا گویا "ظلام" کا صیغہ لاکر متنبہ کردیا کہ اس کی بارگاہ میں ادنیٰ سے ادنیٰ ظلم تجویز کرنا، انتہائی ظالم قرار دینے کا مرادف ہے۔ ﴿تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا﴾۔

فائدہ: [۲۷۸] **یہودیوں کے بہانے:** ...... بعضے رسولوں سے یہ معجزہ ظاہر ہوا تھا کہ قربانی یا کوئی چیز اللہ کے نام کی نیاز کی، تو آسمان سے آگ آکر اس کو کھا گئی، یہ علامت تھی اُس کے قبول ہونے کی چنانچہ موجودہ "بائبل" میں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام کے متعلق ایسا واقعہ مذکور ہے۔ اب یہود بہانہ پکڑتے تھے کہ ہم کو یہ حکم ہے کہ جس سے یہ معجزہ نہ دیکھیں اُس پر یقین نہ لاویں اور یہ محض جھوٹے بہانے تھے۔ اس قسم کا کوئی حکم اُن کی کتابوں میں موجود نہ تھا، اور نہ آج موجود ہے ورنہ ہر ایک نبی کی نسبت یہ ثابت کیا جاسکتا ہے کہ اُس کو یہ معجزہ ملا تھا، ہر پیغمبر کو حق تعالیٰ نے اوقات واحوال کے مناسب معجزات دیئے ہیں، لازم نہیں کہ ہر نبی ایک ہی معجزہ دکھلائے تو سچا ثابت ہو۔

فائدہ: [۲۷۹] **سچائی کے دعویٰ کا پول کھل گیا:** ...... یعنی اگر واقعی اپنے دعوے میں سچے ہو اور اسی خاص معجزہ کے دکھلانے پر تمہارا ایمان لانا موقوف ہے تو پہلے ایسے نبیوں کو تم نے کیوں قتل کیا جو اپنی صداقت کی کھلی نشانیوں کے ساتھ خاص یہ معجزہ بھی لے کر آئے تھے؟ تمہارے اسلاف کا یہ فعل جس پر تم بھی آج تک راضی ہو، کیا اس کی دلیل نہیں کہ یہ سب تمہاری حیلہ سازی اور ہٹ دھرمی ہے کہ کوئی پیغمبر جب تک خاص یہی معجزہ نہ دکھلائے گا ہم نہ مانیں گے۔

فائدہ: [۲۸۰] **تسلی رسول** صلی اللہ علیہ وسلم**:** ...... آپ کو تسلی دی جاتی ہے کہ ان ملعونوں کی کج بحثی اور ہٹ دھرمی سے ملول ودل گیر نہ ہوں اور نہ دوسرے مکذبین کی پروا کریں۔ آپ سے پہلے کتنے رسول جھٹلائے جاچکے ہیں جو صاف نشانیاں (معجزات) چھوٹے صحیفے اور بڑی روشن کتابیں لے کرآئے تھے۔ انبیائے صادقین کی تکذیب، معاندین کی قدیم عادت رہی ہے۔ آپ کو کچھ انوکھی بات پیش نہیں آئی۔

فائدہ: [۲۸۱] **موت اور اعمال کا بدلہ یقینی ہے:** ...... یعنی موت کا مزہ سب کو چکھنا ہے، اُس کے بعد قیامت کے دن ہر جھوٹے سچے اور مصدق ومکذب کو اپنے کیے کا پورا بدلہ مل رہے گا۔ پورے کا یہ مطلب ہے کہ کچھ تھوڑا سا ممکن ہے قیامت سے پہلے ہی مل جائے مثلاً

دنیا میں یا قبر میں۔

فَائِدَہ:[۲۸۲] اصلی کامیابی کی فکر:...... یعنی دنیا کی عارضی بہار اور ظاہری ٹیپ ٹاپ بہت دھوکہ میں ڈالنے والی چیز ہے جس پر مفتون ہو کر اکثر بے وقوف آخرت سے غافل ہو جاتے ہیں، حالانکہ انسان کی اصلی کامیابی یہ ہے کہ یہاں رہ کر انجام کو سوچے اور وہ کام کرے جو عذابِ الٰہی سے بچانے والا اور جنت تک پہنچانے والا ہو۔

(تنبیہ):...... آیت میں اُن بعض متصوفین کا بھی ردّ ہو گیا جو دعویٰ کیا کرتے ہیں کہ ہمیں نہ جنت کی طلب نہ دوزخ کا ڈر، معلوم ہوا کہ دوزخ سے دور رہنا اور جنت میں داخل ہو جانا ہی اصل کامیابی ہے۔ کوئی اعلیٰ ترین کامیابی جنت سے باہر رہ کر نصیب نہیں ہو سکتی۔ وفی الحدیث: وَحَوْلَهَا نُدَنْدِنُ [سنن ابی داود: ۱/۲۹۲، ابن ماجه: ۲/۷۵] اللہ تعالیٰ اپنے فضل و رحمت سے ہم کو بھی یہ کامیابی عنایت فرمائے۔

فَائِدَہ:[۲۸۳] آزمائش کی اطلاع:...... یہ خطاب مسلمانوں کو ہے کہ آئندہ بھی جان و مال میں تمہاری آزمائش ہوگی اور ہر قسم کی قربانیاں کرنی پڑیں گی، قتل کیا جانا، زخمی ہونا، قید و بند کی تکلیف اٹھانا، بیمار پڑنا، اموال کا تلف ہونا، اقارب کا چھوٹنا، اس طرح کی سختیاں پیش آئیں گی، نیز اہلِ کتاب اور مشرکین کی زبانوں سے بہت جگر خراش اور دل آزار باتیں سننا پڑیں گی۔ اُن سب کا علاج صبر و تقویٰ ہے، اگر صبر و استقلال اور پرہیزگاری سے اِن سختیوں کا مقابلہ کرو گے تو یہ بڑی ہمت اور اولوالعزمی کا کام ہوگا۔ جس کی تاکید حق تعالیٰ نے فرمائی ہے۔

تنبیہ:...... بخاری کی ایک حدیث سے ظاہر ہوتا ہے کہ یہ آیت بدر سے پہلے نازل ہوئی، قتال کا حکم اس کے بعد ہوا، تاہم صبر و تقویٰ کا حکم مشروعیتِ قتال کے باوجود بھی فی الجملہ باقی ہے جس پر اخیر تک عمل ہوتا رہا ہے۔ ہاں صبر و عفو اور تغلیظ و تشدید کے مواقع کا پہچاننا ضروری ہے، جو نصوصِ شرعیہ سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ اس آیت کو یہاں رکھنے سے شاید یہ غرض ہے کہ تم اِن کفار و منافقین کی گستاخیوں اور شرارتوں پر حد سے زیادہ طیش مت کھاؤ، ابھی بہت کچھ سننا پڑے گا، تکلیفیں اُٹھانی پڑیں گی، صبر و استقلال سے اُن کا مقابلہ کرنے کے لیے تیار رہو، نیز دنیا کی زندگانی میں پڑ کر جو محض دھوکہ کی ٹٹی ہے، اس بات سے غافل نہ ہونا کہ خدا تعالیٰ جان اور مال دونوں میں تمہاری آزمائش کرنے والا ہے۔

وَاِذْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ لَتُبَيِّنُنَّهٗ لِلنَّاسِ وَلَا

اور جب اللہ نے عہد لیا کتاب والوں سے کہ اس کو بیان کرو گے لوگوں سے

تَكْتُمُوْنَهٗ فَنَبَذُوْهُ وَرَآءَ ظُهُوْرِهِمْ وَاشْتَرَوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۭ فَبِئْسَ مَا

اور نہ چھپاؤ گے پھر پھینک دیا انہوں نے وہ عہد اپنی پیٹھ کے پیچھے اور خرید لیا اس کے بدلے تھوڑا سا مول، سو کیا

يَشْتَرُوْنَ ۱۸۷ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ يَفْرَحُوْنَ بِمَآ اَتَوْا وَّيُحِبُّوْنَ اَنْ يُّحْمَدُوْا بِمَا لَمْ

برا ہے جو خریدتے ہیں ف ۲۸۴ تو نہ سمجھ کہ جو لوگ خوش ہوتے ہیں اپنے کیے پر اور تعریف چاہتے ہیں

يَفْعَلُوْا فَلَا تَحْسَبَنَّهُمْ بِمَفَازَةٍ مِّنَ الْعَذَابِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۱۸۸ وَلِلّٰهِ

بن کیے پر سو مت سمجھ ان کو کہ چھوٹ گئے عذاب سے اور ان کے لئے عذاب ہے دردناک ف ۲۸۵ اور اللہ ہی

عؕ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ١٨٩ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ

کے لئے ہے سلطنت آسمان اور زمین کی اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف ٢٨٦ بے شک آسمان

وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ١٩٠ الَّذِيْنَ

اور زمین کا بنانا اور رات اور دن کا آنا جانا اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو ف ٢٨٧ وہ جو یاد

يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰي جُنُوْبِهِمْ وَيَتَفَكَّرُوْنَ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ

کرتے ہیں اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور کروٹ پر لیٹے ف ٢٨٨ اور فکر کرتے ہیں آسمان

وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ١٩١

اور زمین کی پیدائش میں کہتے ہیں، اے رب ہمارے تو نے یہ عبث نہیں بنایا تو پاک ہے سب عیبوں سے سو ہم کو بچا دوزخ کے عذاب سے ف ٢٨٩

فائدہ: [٢٨٤] **اہل کتاب کی عہد شکنی:**...... یعنی علمائے اہلِ کتاب سے عہد لیا گیا تھا کہ جو احکام و بشارات کتاب اللہ میں ہیں انہیں صاف صاف لوگوں کے سامنے بیان کریں گے اور کوئی بات نہیں چھپائیں گے نہ ہیر پھیر کر کے اُن کے معنی بدلیں گے، مگر انہوں نے ذرہ برابر پروانہ کی اور دنیا کے تھوڑے سے نفع کی خاطر سب عہد و پیمان توڑ کر احکام شریعت بدل ڈالے، آیات اللہ میں لفظی و معنوی تحریفات کیں جس چیز کا ظاہر کرنا سب سے زیادہ ضروری تھا یعنی پیغمبر آخر الزماں ﷺ کی بشارت، اُسی کو سب سے زیادہ چھپایا، جس قدر مال خرچ کرنے میں بخل کرتے اُس سے بڑھ کر علم خرچ کرنے میں کنجوسی دکھائی، اور اس کنجوسی کا منشا بھی مال و جاہ اور متاعِ دنیا کی محبت کے سوا کچھ نہ تھا، یہاں ضمناً مسلمان اہلِ علم کو متنبہ فرمادیا کہ تم دنیا کی محبت میں پھنس کر ایسا نہ کرنا۔

فائدہ: [٢٨٥] **جھوٹے اعذار اور چالاکیوں کا وبال:**...... یہود مسئلے غلط بتاتے، رشوتیں کھاتے اور پیغمبر ﷺ کی صفات و بشارات جان بوجھ کر چھپاتے تھے پھر خوش ہوتے کہ ہماری چالاکیوں کو کوئی پکڑ نہیں سکتا اور اُمید رکھتے کہ لوگ ہماری تعریف کریں کہ بڑے عالم اور دیندار حق پرست ہیں۔ دوسری طرف منافقین کا حال بھی اُن کے مشابہ تھا، جب جہاد کا موقع آتا گھر میں چھپ کر بیٹھ رہتے اور اپنی اس حرکت پر خوش ہوتے کہ دیکھو کیسے جان بچائی، جب حضور ﷺ جہاد سے واپس تشریف لاتے تو غیر حاضری کے جھوٹے عذر پیش کر کے چاہتے کہ آپ سے اپنی تعریف کرائیں، اِن سب کو بتلا دیا گیا کہ یہ باتیں دنیا و آخرت میں خدا کے عذاب سے چھڑا نہیں سکتیں۔ اوّل تو ایسے لوگ دنیا ہی میں فضیحت ہوتے ہیں اور کسی وجہ سے یہاں بچ گئے تو وہاں کسی تدبیر سے نہیں چھوٹ سکتے۔

تنبیہ:...... آیت میں گو تذکرہ یہود یا منافقین کا ہے لیکن مسلمانوں کو بھی سنانا ہے کہ برا کام کر کے خوش نہ ہوں، بھلا کر کے اِترائیں نہیں اور جو اچھا کام کیا نہیں، اُس پر تعریف کے اُمیدوار نہ رہیں بلکہ کرنے کے بعد بھی مدح سرائی کی ہوس نہ رکھیں۔

فائدہ: [٢٨٦]:...... جب آسمان و زمین میں اسی کی سلطنت ہے تو مجرم بھاگ کر پناہ کہاں لے سکتا ہے اور جو ہر چیز پر قادر ہے اُس کے نفوذ و اختیار سے کون باہر ہو سکتا ہے۔

فائدہ: [٢٨٧] **عقلمندوں کیلئے نشانیاں:**...... یعنی عقلمند آدمی جب آسمان و زمین کی پیدائش اور اُن کے عجیب و غریب احوال و روابط اور دن رات کے مضبوط و محکم نظام میں غور کرتا ہے تو اُس کو یقین کرنا پڑتا ہے کہ یہ سارا مرتب و منظم سلسلہ ضرور کسی ایک مختارِ کل اور قادرِ مطلق

فرمانروا کے ہاتھ میں ہے جس نے اپنی عظیم قدرت واختیار سے ہر چھوٹی بڑی مخلوق کی حد بندی کر رکھی ہے۔ کسی چیز کی مجال نہیں کہ اپنے محدود وجود اور دائرۂ عمل سے باہر قدم نکال سکے۔ اگر اس عظیم الشان مشین کا ایک پرزہ یا اس کارخانہ کا ایک مزدور بھی مالک علی الاطلاق کی قدرت واختیار سے باہر ہوتا تو مجموعۂ عالم کا یہ مکمل ومحکم نظام ہرگز قائم نہ رہ سکتا۔

فَائِدَہ:[۲۸۸] عقلمندوں کی صفات:......یعنی کسی حال خدا سے غافل نہیں ہوتے، اُس کی یاد ہمہ وقت ان کے دل میں اور زبان پر جاری رہتی ہے جیسے حدیث میں رسول اللہ ﷺ کی نسبت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا: (کَانَ یَذْکُرُ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ اَحْیَانِہٖ) نماز بھی خدا کی بہت بڑی یاد ہے، اسی لیے آپ نے فرمایا کہ جو کھڑا ہو کر نہ پڑھ سکے بیٹھ کر اور جو بیٹھ نہ سکے لیٹ کر پڑھ لے۔ بعض روایات میں ہے کہ جس رات میں یہ آیات نازل ہوئیں۔ نبی کریم ﷺ کھڑے، بیٹھے، لیٹے، ہر حالت میں اللہ کو یاد کر کے روتے رہے۔

فَائِدَہ:[۲۸۹] عقلمندوں کا نتیجہ فکر اور دعائیں:......یعنی ذکر وفکر کے بعد کہتے ہیں کہ خداوندا! یہ عظیم الشان کارخانہ آپ نے بیکار پیدا نہیں کیا جس کا کوئی مقصد نہ ہو، یقیناً ان عجیب وغریب حکیمانہ انتظامات کا سلسلہ کسی عظیم وجلیل نتیجہ پر منتہی ہونا چاہیے۔ گویا یہاں سے اُن کا ذہن تصور آخرت کی طرف منتقل ہو گیا جو فی الحقیقت دنیا کی موجودہ زندگی کا آخری نتیجہ ہے اسی لیے آگے دوزخ کے عذاب سے محفوظ رہنے کی دعا کی، اور درمیان میں خدا تعالیٰ کی تسبیح وتنزیہ بیان کر کے اشارہ کر دیا کہ جو احمق قدرت کے ایسے صاف وصریح نشان دیکھتے ہوئے تجھ کو نہ پہچانیں یا تیری شان کو گھٹائیں یا کارخانۂ عالم کو محض عبث ولعب سمجھیں، تیری بارگاہ اُن سب کی ہزلیات وخرافات سے پاک ہے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ آسمان وزمین اور دیگر مصنوعاتِ الٰہیہ میں غور وفکر کرنا وہی محمود ہو سکتا ہے جس کا نتیجہ خدا کی یاد اور آخرت کی طرف توجہ ہو، باقی جو مادہ پرست اِن مصنوعات کے تاروں میں اُلجھ کر رہ جائیں اور صانع کی صحیح معرفت تک نہ پہنچ سکیں، خواہ دنیا انہیں بڑا محقق اور سائنسداں کہا کرے، مگر قرآن کی زبان میں وہ اولوا الالباب نہیں ہو سکتے، بلکہ پرلے درجہ کے جاہل واحمق ہیں۔

رَبَّنَآ اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿۱۹۲﴾ رَبَّنَآ

اے رب ہمارے جسکو تو نے دوزخ میں ڈالا سو اس کو رسوا کر دیا ف۲۹۰ اور نہیں کوئی گنہگاروں کا مددگار ف۲۹۱ اے رب

اِنَّنَا سَمِعْنَا مُنَادِيًا يُّنَادِيْ لِلْاِيْمَانِ اَنْ اٰمِنُوْا بِرَبِّكُمْ فَاٰمَنَّا ۖ

ہمارے ہم نے سنا کہ ایک پکارنے والا پکارتا ہے ایمان لانے کو کہ ایمان لاؤ اپنے رب پر ف۲۹۲ سو ہم ایمان لے آئے ف۲۹۳

رَبَّنَا فَاغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَا وَكَفِّرْ عَنَّا سَيِّاٰتِنَا وَتَوَفَّنَا مَعَ الْاَبْرَارِ ﴿۱۹۳﴾

اے رب ہمارے اب بخش دے گناہ ہمارے اور دور کر دے ہم سے برائیاں ہماری اور موت دے ہم کو نیک لوگوں کے ساتھ ف۲۹۴

رَبَّنَا وَاٰتِنَا مَا وَعَدْتَّنَا عَلٰى رُسُلِكَ وَلَا تُخْزِنَا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّكَ لَا تُخْلِفُ

اے رب ہمارے اور دے ہم کو جو وعدہ کیا تو نے ہم سے اپنے رسولوں کے واسطہ سے اور رسوا نہ کر ہم کو قیامت کے دن ف۲۹۵ بیشک تو وعدہ

الْمِيْعَادَ ﴿۱۹۴﴾ فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ

کے خلاف نہیں کرتا ف۲۹۶ پھر قبول کی ان کی دعا ان کے رب نے کہ میں ضائع نہیں کرتا محنت کسی محنت کرنے والے کی تم میں سے مرد

اَوْ اُنْثٰی ۚ بَعْضُکُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۚ فَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِیَارِهِمْ

ہو یا عورت تم آپس میں ایک ہو ف ۲۹۷ پھر وہ لوگ کہ ہجرت کی انہوں نے اور نکالے گئے اپنے گھروں سے

وَ اُوْذُوْا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ قٰتَلُوْا وَ قُتِلُوْا لَاُکَفِّرَنَّ عَنْهُمْ سَیِّاٰتِهِمْ وَ لَاُدْخِلَنَّهُمْ

اور ستائے گئے میری راہ میں اور لڑے اور مارے گئے البتہ دور کرونگا میں ان سے برائیاں ان کی اور داخل کرو

جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ ثَوَابًا مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ وَ اللّٰهُ عِنْدَهٗ حُسْنُ

نگا ان کو باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ف ۲۹۸ یہ بدلہ ہے اللہ کے ہاں سے اور اللہ کے

الثَّوَابِ ﴿۱۹۵﴾ لَا یَغُرَّنَّكَ تَقَلُّبُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فِی الْبِلَادِ ؕ﴿۱۹۶﴾ مَتَاعٌ قَلِیْلٌ ۟ ثُمَّ

ہاں ہے اچھا بدلہ ف ۲۹۹ تجھ کو دھوکا نہ دے چلنا پھرنا کافروں کا شہروں میں یہ فائدہ ہے تھوڑا سا پھر

مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۹۷﴾

ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ بہت برا ٹھکانا ہے۔ ف ۳۰۰

فائدہ: [۲۹۰] **منتخب نکات:**...... جو شخص جتنی دیر دوزخ میں رہے گا اُسی قدر رسوائی سمجھو۔ اس قاعدہ سے دائمی رسوائی صرف کفار کے لیے ہے۔ جن آیات میں عامۂ مومنین سے خزیٔ (رسوائی) کی نفی کی گئی ہے وہاں یہ ہی معنی سمجھنے چاہئیں۔

فائدہ: [۲۹۱]:...... یعنی جس کو خدا دوزخ میں ڈالنا چاہے، کوئی حمایت کر کے بچا نہیں سکتا۔ ہاں جن کو ابتدا میں یا آخر میں چھوڑنا اور معاف کر دینا ہی منظور ہوگا (جیسے عصاۃ مومنین) اُن کے لیے شفعاء کو اجازت دیجائے گی کہ سفارش کر کے بخشوائیں۔ وہ اس کے مخالف نہیں، بلکہ آیات و احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

فائدہ: [۲۹۲]:...... یعنی نبی کریم ﷺ جنھوں نے بڑی اونچی آواز سے دنیا کو پکارا۔ یا قرآن کریم جس کی آواز گھر گھر میں پہنچ گئی۔

فائدہ: [۲۹۳]:...... پہلے ایمانِ عقلی کا ذکر تھا، یہ ایمانِ سمعی ہوا جس میں ایمان بالرسول اور ایمان بالقرآن بھی درج ہو گیا۔

فائدہ: [۲۹۴]:...... یعنی ہمارے بڑے بڑے گناہ بخش دے، اور چھوٹی موٹی برائیوں پر پردہ ڈال دے اور جب اٹھانا ہو نیک بندوں کے زمرہ میں شامل کر کے دنیا سے اُٹھا لے۔

فائدہ: [۲۹۵]:...... یعنی پیغمبروں کی زبانی اُن کی تصدیق کرنے پر جو وعدے آپ نے کیے ہیں، (مثلاً دنیا میں آخر کار اعداء اللہ پر غالب و منصور کرنا اور آخرت میں جنت و رضوان سے سرفراز فرمانا) اُن سے ہم کو اس طرح بہرہ اندوز کیجیے کہ قیامت کے دن ہماری کسی قسم کی ادنیٰ سے ادنیٰ رسوائی بھی نہ ہو۔

فائدہ: [۲۹۶]:...... یعنی آپ کے ہاں تو وعدہ خلافی کا احتمال نہیں، ہم میں احتمال ہے کہ مبادا ایسی غلطی نہ کر بیٹھیں جو آپ کے وعدوں سے مستفید نہ ہو سکیں۔ اس لیے درخواست ہے کہ ہم کو اُن اعمال پر مستقیم رہنے کی توفیق دیجیے جن کی آپ کے وعدوں سے متمتع ہونے کے لیے ضرورت ہے۔

فائدہ:[۲۹۷] **جزاء اعمال میں مرد و عورت یکساں:**......یعنی مرد ہو یا عورت ہمارے ہاں کسی کی محنت ضائع نہیں جاتی، جو کام کرے گا اُس کا پھل پائے گا، یہاں عمل شرط ہے۔ نیک عمل کر کے ایک عورت بھی اپنی استعداد کے موافق آخرت کے وہ درجات حاصل کر سکتی ہے جو مرد حاصل کر سکتے ہیں۔ جب تم مرد و عورت ایک نوعِ انسانی کے افراد ہو، ایک آدم سے پیدا ہوئے ہو، ایک رشتۂ اسلامی میں منسلک ہو، ایک اجتماعی زندگی اور امورِ معاشرت میں شریک رہتے ہو تو اعمال اور ان کے ثمرات میں بھی اپنے کو ایک ہی سمجھو۔ روایات میں ہے کہ اُمِّ سلمہ رضی اللہ عنہا نے عرض کیا تھا: یا رسول اللہ! قرآن میں کہیں ہم عورتوں کی ہجرت وغیرہ اعمالِ حسنہ کا بالتخصیص ذکر نہیں آتا؟ اس کا جواب اس آیت میں دیا گیا۔

فائدہ:[۲۹۸] **مہاجرین و مجاہدین کیلئے جنت اور دیدارِ خداوندی کی بشارت:**......یعنی جب کسی عمل کرنے والے کا چھوٹا موٹا عمل بھی ضائع نہیں ہوتا۔ پھر اُن مردانِ خدا کا تو پوچھنا ہی کیا ہے جنہوں نے کفر و عصیان چھوڑنے کے ساتھ دارالکفر بھی چھوڑ دیا وطن، خویش و اقارب، اہل و عیال اور مال و منال سب کو خیرباد کہہ کر دارالاسلام کی طرف نکل کھڑے ہوئے، کفار نے اُن پر وہ ظلم و ستم توڑے کہ گھر دوں میں ٹھہرنا محال ہو گیا۔ وطن چھوڑنے اور گھر بار ترک کرنے پر بھی دشمنوں نے چین نہ لینے دیا۔ طرح طرح کی ایذائیں پہنچاتے رہے اور یہ سب کچھ اس لیے ہوا کہ وہ میرا نام لیتے تھے اور میرا کلمہ پڑھتے تھے: ﴿يُخۡرِجُوۡنَ الرَّسُوۡلَ وَاِيَّاكُمۡ اَنۡ تُؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ رَبِّكُمۡ﴾ [ممتحنہ:۱] ﴿وَمَا نَقَمُوۡا مِنۡهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡا بِاللّٰهِ الۡعَزِيۡزِ الۡحَمِيۡدِ﴾ [بروج:۸] آخر وہ میرے راستہ میں لڑے اور لڑ کر جان دیدی۔ یہ بندے ہیں جن کی تمام تقصیرات معاف کر دی گئیں اور جنت اُن کا انتظار کر رہی ہے۔

فائدہ:[۲۹۹]:......یعنی اچھا بدلہ تو خدا ہی کے پاس ہے اور کہیں سے نہیں مل سکتا۔ یا یہ مطلب ہو کہ اس بدلہ سے بھی اچھا بدلہ خدا کے پاس ہے یعنی اس کا دیدارِ مبارک۔ رزقنا اللہ وسائر المؤمنین۔

فائدہ:[۳۰۰] **بزنس مین کافروں کی چندروزہ بہار سے دھوکہ نہ کھاؤ:**......یعنی کفار جو اِدھر اُدھر تجارت وغیرہ کر کے دولت کماتے اور اکڑتے پھرتے ہیں، مسلمان کو چاہیے کہ اُن سے دھوکہ نہ کھائے، یہ محض چند روز کی بہار ہے۔ اگر ایک شخص کو چار دن پلاؤ، قورمے کھلانے کے بعد پھانسی یا حبسِ دوام کی سزا دی جائے تو وہ کیا خوش عیش ہوا، خوش عیش وہ ہے جو تھوڑی سی محنت اور تکلیف اٹھا کر ہمیشہ کے لیے اعلیٰ درجہ کی راحت و آسائش کا سامان مہیا کر لے۔

لٰكِنِ الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا رَبَّهُمۡ لَهُمۡ جَنّٰتٌ تَجۡرِىۡ مِنۡ تَحۡتِهَا الۡاَنۡهٰرُ خٰلِدِيۡنَ فِيۡهَا

لیکن جو لوگ ڈرتے رہے اپنے رب سے ان کے لئے باغ ہیں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں ف ۳۰۱ مہمانی ہے اللہ کے

نُزُلًا مِّنۡ عِنۡدِ اللّٰهِ ‌ؕ وَمَا عِنۡدَ اللّٰهِ خَيۡرٌ لِّلۡاَبۡرَارِ ﴿۱۹۸﴾ وَاِنَّ مِنۡ اَهۡلِ الۡكِتٰبِ لَمَنۡ

ہاں ف ۳۰۲ سے اور جو اللہ کے ہاں ہے سو بہتر ہے نیک بختوں کے واسطے اور کتاب والوں میں بعضے وہ بھی ہیں جو

يُّؤۡمِنُ بِاللّٰهِ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡهِمۡ خٰشِعِيۡنَ لِلّٰهِ ۙ لَا يَشۡتَرُوۡنَ

ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور جو اترا تمہاری طرف اور جو اترا ان کی طرف عاجزی کرتے ہیں اللہ کے آگے نہیں خریدتے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيۡلًا ؕ اُولٰٓـئِكَ لَهُمۡ اَجۡرُهُمۡ عِنۡدَ رَبِّهِمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيۡعُ

اللہ کی آیتوں پر مول تھوڑا یہی ہیں جن کے لئے مزدوری ہے ان کے رب کے ہاں ف ۳۰۳ بے شک اللہ جلد

الثلثة

الْحِسَابِ۝١٩٩ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اصْبِرُوْا وَصَابِرُوْا وَرَابِطُوْا ۣ وَاتَّقُوا اللّٰهَ

لیتا ہے حساب ف۳۰۴ اے ایمان والو صبر کرو اور مقابلہ میں مضبوط رہو اور لگے رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۝٢٠٠ ع ٢٠/١١

تا کہ تم اپنی مراد کو پہنچو۔ ف۳۰۵

فَائِدَہ:[۳۰۱]:......اب اس عیش وکامیابی کا اُس چندروزہ بہار سے مقابلہ کرو کہ یہ بہتر ہے یا وہ؟

فَائِدَہ:[۳۰۲]:......مہمان اس لیے کہا کہ مہمان کو اپنے کھانے پینے کی کچھ فکر کرنی نہیں پڑتی۔عزت اور آرام سے بیٹھے بٹھائے ہر چیز تیار ملتی ہے۔

فَائِدَہ:[۳۰۳] دوہرا اجر:......اوپر عام متقین کا حال بیان ہوا تھا۔اب اہلِ کتاب میں جو متقی ہوں اُن کا خصوصیت سے ذکر فرماتے ہیں۔یعنی جو اہلِ کتاب اللہ پر ٹھیک ٹھیک ایمان لائے،قرآن کو مانا اور چونکہ خود قرآن تورات وانجیل کی تصدیق کرتا ہے اُن کو بھی مانا،مگر اس طرح نہیں،جیسے دنیا پرست احبار مانتے تھے کہ تھوڑے سے دنیوی فائدہ کی خاطر آیات اللہ کو چھپالیا یا بدل ڈالا،بلکہ خدا کے آگے عاجزی اور اخلاص سے گرے اور جس طرح اُس نے کتابیں اتاری تھیں ٹھیک ٹھیک اُسی اصلی رنگ میں اُن کو تسلیم کیا،نہ بشارات کو چھپایا،نہ احکام کو بدلا،ایسے پاکباز حق پرست اہلِ کتاب کے لیے اللہ کے ہاں مخصوص اجر ہے۔چنانچہ قرآن وحدیث کی تصریحات سے ثابت ہے کہ ایسے اہلِ کتاب کو دوہرا اجر ملے گا۔

فَائِدَہ:[۳۰۴]:......یعنی حساب کا دن کچھ دور نہیں،جلد آنے والا ہے اور جب حساب شروع ہوگا تمام دنیا کا پائی پائی حساب بہت جلد بیباق کر دیا جائے گا۔

فَائِدَہ:[۳۰۵] ڈٹ جاؤ:......خاتمہ پر مسلمانوں کو ایک نہایت جامع ونافع نصیحت فرمادی،جو گویا ساری سورت کا ماحصل ہے۔یعنی اگر کامیاب ہونا اور دنیا اور آخرت میں مراد کو پہنچنا چاہتے ہو تو سختیاں اٹھا کر بھی طاعت پر جمے رہو،معصیت سے رُکو،دشمن کے مقابلہ میں مضبوطی اور ثابت قدمی دکھلاؤ،اسلام اور حدودِ اسلام کی حفاظت میں لگے رہو،جہاں سے دشمن کے حملہ آور ہونے کا خطرہ ہو وہاں آہنی دیوار کی طرح سینہ سپر ہو کر ڈٹ جاؤ:﴿وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ وَعَدُوَّكُمْ﴾[انفال:۶۰] اور ہر وقت ہر کام میں خدا سے ڈرتے رہو۔یہ کرلیا تو سمجھو کہ مراد کو پہنچ گئے۔[اَللّٰهُمَّ اجْعَلْنَا مفلحين وفائزين بفضلك ورحمتك في الدُّنيا وَالاٰخِرة امين]۔حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ تہجد کے لیے اُٹھتے تو آسمان کی طرف نظر اُٹھا کر یہ دس آیتیں﴿اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾[آل عمران:۱۹۰] سے ختم سورت تک تلاوت کرتے تھے۔

تم سورة آل عمران بمنه وحسن توفيقه،فله الحمد والمنة وعلى رسوله الف الف سلام وتحية۔

آیاتھا ١٧٦ — سُوْرَةُ النِّسَآءِ مَدَنِيَّةٌ ٩٢ — رکوعاتھا ٢٤

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا

اے لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے جس نے پیدا کیا تم کو ایک جان سے اور اسی نے پیدا کیا اس

زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ

کا جوڑا اور پھیلائے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں ف ١ اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے واسطہ سے سوال کرتے ہو آپس میں

وَالْاَرْحَامَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا ①

اور خبردار رہو قرابت والوں سے ف ٢ بے شک اللہ تم پر نگہبان ہے۔ ف ٣

فائدہ:[١] اطاعت باری تعالیٰ اتفاق امت:...... یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے اول تو حضرت حوا کو اُن کی بائیں پسلی سے نکالا، پھر ان دونوں سے تمام مرد اور عورتوں کو پیدا کیا، اور دنیا میں پھیلایا تو حقیقت میں تمام آدمی ایک جان اور ایک شخص سے اللہ تعالیٰ نے پیدا کیے، مطلب یہ ہے کہ جب تم سب کو عدم سے وجود میں لانے والا اور پھر تم کو باقی اور قائم رکھنے والا وہی ہے تو اُس سے ڈرنا اور اُس کی فرمانبرداری ضروری بات ہے۔ اس سے اشارہ ہو گیا دو مضمونوں کی طرف، اوّل یہ کہ اللہ تعالیٰ تم سب کا خالق اور موجد ہے، دوسرے یہ کہ تمام آدمیوں کے لیے سبب وجود کہ جس سے اللہ تعالیٰ نے سب کو پیدا فرمایا، ایک ہی جان یعنی ابوالبشر آدم علیہ السلام ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ ہمارا اصلی تعلق تو اللہ سے ہے کیونکہ علتِ تامہ اور اس کے معلول میں جس قدر تعلق اور قرب اور علاقۂ احتیاج ہوتا ہے وہ کسی میں ممکن نہیں۔ اُس کے بعد وہ تعلق اور قرب ہے جو افرادِ انسانی میں باہم پایا جاتا ہے کیونکہ اُن کا سبب وجود اور مخلوق منہ بالکل شے واحد ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ اوّل تو ہمارے ذمہ پر خدا تعالیٰ کی اطاعت لازم ہونی چاہیے کہ وہ ہمارا خالق ہے اُس کے بعد تمام مخلوقات میں خاص اپنے بنی نوع کی رعایت اور اُن کے ساتھ حسنِ سلوک کرنا ہم پر ضروری ہونا چاہیے، کیونکہ اللہ تعالیٰ نے ہم سب کے لیے مخلوق منہ اور سبب وجود ایک چیز کو مقرر فرمایا تو جو قرب اور جو اتحاد افرادِ انسانی میں باہم موجود ہے وہ کسی دوسری چیز کے ساتھ حاصل نہیں اسی وجہ سے شرعاً اور عقلاً آدمیوں میں باہم حسنِ سلوک ایسا ضروری اور بدسلوکی اس قدر مذموم ہے جو اوروں کے ساتھ نہیں، جس کی تفصیل نصوص اور احکامِ شرعیہ میں برابر موجود ہے۔ شیخ رحمۃ اللہ علیہ نے اسی مضمون کو بیان کیا ہے۔ قطعہ...............؏

بنی آدم اعضائے یک دیگر اند — کہ در آفرینش زیک جوہر اند

چوں عضوے بدرد آورد روزگار دگر عضوہا را نماند قرار

تو اس موقع میں حق تعالیٰ نے اپنی خالقیت ظاہر فرما کر اپنی اطاعت کا حکم دیا اور بنی آدم کے اتحادِ اصلی کو جتلا کر اس طرف اشارہ فرمایا کہ باہم ایک ہو کر رہو چنانچہ آیت کے آئندہ حصہ میں اس اشارہ کو ظاہر کر دیا۔

فَائِدَة:[۲] قرابت والوں سے حسن سلوک کا حکم:...... خالق اور رب یعنی موجد اور مبقی ہونے کے علاوہ اللہ سے ڈرنے اور اُس کی اطاعت کے وجوب کی ایک یہ بھی وجہ ہے کہ تم اُس کا واسطہ دے کر آپس میں ایک دوسرے سے اپنے حقوق اور فوائد طلب کرتے ہو اور آپس میں اُسکی قسمیں دیتے ہو اور اُن پر اطمینان حاصل کرتے کراتے ہو۔ یعنی اپنے باہمی معاملات اور حاجاتِ عارضہ میں بھی اُسی کا ذریعہ پکڑتے ہو، مطلب یہ ہوا کہ وجود اور بقا ہی میں احتیاج منحصر نہیں، بلکہ تمام حاجتوں اور کاموں میں بھی اُس کے محتاج ہو اس لیے اُس کی اطاعت کا ضروری ہونا اور بھی محقق ہو گیا، اُس کے بعد تم کو یہ حکم ہے کہ قرابت سے بھی ڈرو یعنی اہلِ قرابت کے حقوق ادا کرتے رہو، اور قطعِ رحم اور بدسلوکی سے بچو۔ بنی نوع یعنی تمام افرادِ انسانی کے ساتھ علی العموم سلوک کرنا تو آیت کے پہلے حصہ میں آ چکا تھا اہلِ قرابت کے ساتھ چونکہ قرب واتحاد مخصوص اور بڑھا ہوا ہے اس لیے اُن کی بدسلوکی سے اب خاص طور پر ڈرایا گیا، کیونکہ اُن کے حقوق دیگر افرادِ انسانی سے بڑھے ہوئے ہیں، چنانچہ حدیث قدسی: [قال الله تبارک وتعالی: أنا الله وأنا الرحمن خلقت الرحم وشققت لها من اسمی فمن وصلها وصلته ومن قطعها قطعته]۔ اور حدیث: [خلق الله الخلق فلما فرغ منه قامت الرحم فأخذت بحقوی الرحمن فقال: مه، قالت: هذا مقام العائذ منک من القطیعة. قال: [الأترضین أن اصل من وصلک وأقطع من قطعک؟ قالت: بلی یا رب! قال: فذاک]۔ اور حدیث: [الرحم شجنة من الرحمن، فقال الله: من وصلک وصلته ومن قطعک قطعته]۔ اور حدیث: [الرحم معلقة بالعرش تقول: من وصلنی وصله الله ومن قطعنی قطعه الله] اس پر شاہد ہیں اور رحم کے اختصاص مذکور اور تعلق کی طرف مشیر ہیں تو ثواب نتیجہ یہ نکلا کہ معدن وجود اور منشائے وجود کے اتحاد کے باعث تو تمام بنی آدم میں رعایتِ حقوق اور حسنِ سلوک ضروری ہے۔ اس کے بعد اگر کسی موقع میں کسی خصوصیت کی وجہ سے اتحاد میں زیادتی ہو جائے گی جیسے اقارب میں یا کسی موقع میں شدت احتیاج پائی جائے گی جیسے یتامیٰ اور مساکین وغیرہ تو وہاں رعایتِ حقوق میں بھی ترقی ہو جائے گی، ان کے علاوہ جب حکمِ خداوندی بھی صاف آ گیا کہ ارحام کے حقوق کی رعایت اور حفاظت رکھو تو اب تو اُس کی تاکید انتہا کو پہنچ گئی چنانچہ اس سورت میں اکثر احکام اسی تعلق عام اور دیگر تعلقاتِ خاصہ کے متعلق مذکور ہیں گویا وہ احکام اس امرِ کلی کی جو کہ یہاں مذکور ہوا تفصیل ہیں۔

فَائِدَة:[۳] ماننے میں ہی خیر ہے:...... یعنی تمہارے تمام احوال واعمال سے واقف ہے اُس کے حکم کی متابعت کرو گے تو ثواب پاؤ گے ورنہ مستحقِ عذاب ہو گے اور تمہارے تعلقاتِ ارحام اور اُن کے مراتب اور ہر ایک کے مناسب اُس کے حقوق کو بھی خوب جانتا ہے اس لیے اس کے متعلق جو تم کو حکم دے اس کو حق سمجھو اور اس پر عمل کرو۔

وَاٰتُوا الْيَتٰمٰٓى اَمْوَالَهُمْ وَلَا تَتَبَدَّلُوا الْخَبِيْثَ بِالطَّيِّبِ ۠ وَلَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَهُمْ

اور دے ڈالو یتیموں کو ان کا مال اور بدل نہ لو برے مال کو اچھے مال سے اور نہ کھاؤ ان کے مال

اِلٰٓى اَمْوَالِكُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حُوْبًا كَبِيْرًا ۝۲ وَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا تُقْسِطُوْا فِي الْيَتٰمٰى

اپنے مالوں کے ساتھ بے شک یہ ہے بڑا وبال ف۴ اور اگر ڈرو کہ انصاف نہ کر سکو گے یتیم لڑکیوں کے حق

فَانْكِحُوْا مَا طَابَ لَكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ مَثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۚ فَاِنْ خِفْتُمْ اَلَّا

میں تو نکاح کر لو اور جو عورتیں تم کو خوش آویں دو دو تین تین چار چار ف ۵ پھر اگر ڈرو کہ ان میں انصاف نہ کر سکو گے تو ایک ہی نکاح

تَعْدِلُوْا فَوَاحِدَةً اَوْ مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَلَّا تَعُوْلُوْا ۝۳ وَاٰتُوا

کرو یا لونڈی جو اپنا مال ہے ف ۶ اس میں امید ہے کہ ایک طرف نہ جھک پڑو گے ف ۷ اور دے

النِّسَآءَ صَدُقٰتِهِنَّ نِحْلَةً ۭ فَاِنْ طِبْنَ لَكُمْ عَنْ شَيْءٍ مِّنْهُ نَفْسًا فَكُلُوْهُ هَنِيْۗـــًٔا

ڈالو عورتوں کو مہر ان کے خوشی سے پھر اگر وہ اس میں سے کچھ چھوڑ دیں تم کو اپنی خوشی سے ف ۸ تو اس کو کھاؤ

مَّرِيْۗـــًٔا ۝۴ وَلَا تُؤْتُوا السُّفَهَاۗءَ اَمْوَالَكُمُ الَّتِىْ جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمْ قِيٰمًا وَّارْزُقُوْھُمْ

رچتا پچتا ف ۹ اور مت پکڑا دو بے عقلوں کو اپنے وہ مال جن کو بنایا ہے اللہ نے تمہارے گزران کا

فِيْهَا وَاكْسُوْھُمْ وَقُوْلُوْا لَھُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ۝۵

سبب اور ان کو اس میں سے کھلاتے اور پہناتے رہو اور کہو ان سے بات معقول ف ۱۰

فائدہ: [۴] مال یتیم میں ناجائز تصرف گناہ عظیم ہے:...... یعنی یتیم بچے جن کا کہ باپ مر گیا ہو اُن کے متعلق اُن کے ولی اور سرپرست کو یہ حکم ہے کہ جب وہ بالغ ہو جائیں تو ان کا مال اُن کے سپرد کر دے اور زمانہ تولیت میں یتیموں کی کسی اچھی چیز کو لے کر اُس کے معاوضہ میں بری اور گھٹیا چیز اُن کے مال میں شامل نہ کر دے اور ان کے مال کو اپنے مال کے ساتھ ملا کر نہ کھاوے، مثلاً ولی کو اجازت ہے کہ اپنا اور یتیم کا کھانا مشترک اور شامل رکھے مگر یہ ضرور ہے کہ یتیم کا نقصان نہ ہونے پائے یہ نہ ہو کہ اس شرکت کے بہانے سے یتیم کا مال کھا جاوے اور اپنا نفع کر لے کیونکہ یتیم کا مال کھانا سخت گناہ ہے۔ احکام متعلقہ ارحام میں یتیموں کے حکم کو شاید اس لیے مقدم بیان فرمایا کہ یتیم اپنی بے سروسامانی اور مجبوری اور بیچارگی اور بیکسی کے باعث رعایت وحفاظت اور شفقت کا نہایت محتاج ہے اور اسی اہتمام کی وجہ سے تبدیل اور شرکت کے نقصان کی بھی کھول کر ممانعت فرمادی اور آئندہ متعدد آیات میں بھی یتیموں کے متعلق چند احکام ارشاد ہوئے جن سے اہتمام مذکور ظاہر و باہر معلوم ہوتا ہے۔ اور یہ تمام احکام اور تاکیدات جملہ یتیموں کے حق میں ہیں البتہ وہ یتیم جو قرابتدار ہیں اُن کے بارہ میں تاکید میں زیادہ شدت ہوگی اور وہی شانِ نزول اور سبب ربط بین الآیات ہیں اور عادت وعرف کے بھی موافق ہیں کیونکہ یتیم بچہ کا ولی اکثر اس کا کوئی قریب ہی ہوتا ہے۔

فائدہ: [۵] یتیم لڑکیوں کی بسلسلہ نکاح حق تلفی کا انسداد:...... احادیثِ صحیحہ میں منقول ہے کہ یتیم لڑکیاں جو اپنے ولی کی تربیت میں ہوتی تھیں۔ اور وہ لڑکی اس ولی کے مال اور باغ میں بوجہ قرابت باہمی شریک ہوتی تو اب دو صورتیں پیش آتیں، کبھی تو یہ ہوتا کہ ولی کو اس کا جمال اور مال دونوں مرغوب ہوتے تو وہ ولی اس سے تھوڑے سے مہر پر نکاح کر لیتا کیونکہ دوسرا شخص اُس لڑکی کا حق مانگنے والا تو کوئی ہے ہی نہیں اور کبھی یہ ہوتا کہ یتیم لڑکی کی صورت تو مرغوب نہ ہوتی مگر ولی یہ خیال کرتا کہ دوسرے سے نکاح کر دوں گا تو لڑکی کا مال میرے قبضہ سے نکل جائے گا اور میرے مال میں دوسرا شریک ہو جاوے گا۔ اس مصلحت سے نکاح تو جوں توں کر لیتا مگر منکوحہ سے کچھ رغبت نہ رکھتا، اُس پر یہ آیت اتری اور اولیاء کو ارشاد ہوا کہ اگر تم کو اس بات کا ڈر ہے کہ یتیم لڑکیوں کی بابت انصاف نہ کر سکو گے اور اُن کے مہر اور اُن کے

ساتھ حسنِ معاشرت میں تم سے کوتاہی ہوگی تو تم اُن سے نکاح مت کرو بلکہ اور عورتیں جو تم کو مرغوب ہوں اُن سے ایک چھوڑ چار تک کی تم کو اجازت ہے، قاعدۂ شریعت کے موافق اُن سے نکاح کرلو تاکہ یتیم لڑکیوں کو بھی نقصان نہ پہنچے کیونکہ تم اُن کے حقوق کے حامی رہو گے اور تم بھی کسی خرابی اور گناہ میں نہ پڑو۔

چار شادیوں کی اجازت:...... جاننا چاہیے کہ مسلمان آزاد کے لیے زیادہ سے زیادہ چار نکاح تک اور غلام کے لیے دو تک کی اجازت ہے، اور حدیثوں میں بھی اس کی تصریح ہے اور ائمۂ دین کا بھی اسی پر اجماع ہے اور تمام اُمت کے لیے یہی حکم ہے، صرف رسول اللہ ﷺ کی خصوصیت اور آپ کا امتیاز ہے کہ اس سے زائد کی اجازت ہے۔

فَائِدَۃ:...... یتیم لڑکیوں کے نکاح کی تیسری صورت یہ بھی حدیث میں ہے کہ جس یتیم لڑکی کی طرف صورت اور مال دونوں وجہ سے بے رغبتی ہوتی تھی اُس کا نکاح ولی دوسری جگہ کر دیتا تھا مگر ظاہر ہے کہ اس آیت کو اُس صورت سے تعلق نہیں۔

فَائِدَۃ:[۶]...... یعنی اگر تم کو اس کا ڈر ہو کہ کئی عورتوں میں انصاف اور مساوات کے مطابق معاملہ نہ کر سکو گے تو پھر ایک ہی نکاح پر قناعت کرو یا صرف لونڈیوں پر، ایک ہو یا زیادہ، بس کرو یا چاہو تو ایک منکوحہ کے ساتھ ایک یا چند لونڈیوں کو جمع کرلو۔

فَائِدَۃ:[۷] بیوی اور مملوکہ لونڈی میں فرق:...... یعنی صرف ایک عورت سے نکاح کرنے میں یا فقط اپنی لونڈی یا اپنی لونڈیوں پر قناعت کرنے میں یا ایک نکاح کیساتھ ایک لونڈی یا چند لونڈیوں کو جمع کرنے میں اس بات کی توقع ہے کہ تم بے انصافی اور خلاف عدل سے محفوظ رہو کیونکہ زوجات کے جو حقوق ہیں وہ اپنی مملوکہ لونڈی کے نہیں کہ اُن میں عدل نہ ہونے سے تم پر مواخذہ ہو، نہ اُن کے لیے مہر ہے نہ معاشرت کے لیے کوئی حد مقرر ہے۔

فَائِدَۃ: بیویوں میں عدم مساوات پر شدید وعید:...... جس کی کئی عورتیں ہوں تو اس پر واجب ہے کہ کھانے پینے اور لینے دینے میں اُن کو برابر رکھے اور رات کو اُن کے پاس رہنے میں باری برابر باندھے، اگر برابری نہ کرے گا تو قیامت کو وہ مفلوج ہوگا، ایک کروٹ گھسٹتی چلے گی اور کسی کے نکاح میں ایک حرہ اور ایک لونڈی ہو تو لونڈی کو حرہ سے نصف باری ملے گی اور جو لونڈی اپنی مِلک میں ہو اُس کا باری میں کوئی حق مقرر نہیں مالک کی خوشی پر ہے۔

فَائِدَۃ:[۸] خوش دلی سے مہر کی ادائیگی کا حکم:...... یعنی جن عورتوں سے نکاح کرو اُن کے مہر خوش دلی اور رغبت کے ساتھ خود ادا کردو، اُن کا کوئی حامی اور تم سے تقاضا کر کے وصول کرنے والا ہو یا نہ ہو، ایسا کرو تو پھر یتیم لڑکیوں سے نکاح کرنے میں کوئی حرج ہی نہیں، حرج تو جب ہے کہ مہر دینے میں یا اُن کے کسی حق کے ادا کرنے میں گرانی ہو۔

فَائِدَۃ:[۹] بیوی اپنی خوشی سے دے تو لینا جائز:...... یعنی اگر عورت اپنی خوشی سے مہر میں سے کوئی مقدار زوج کو معاف کردے یا لے کر پھر زوج کو ہبہ کردے تو اس میں کچھ حرج نہیں زوج اُس کو خوشی سے کھالے۔ جو کھانا لذیذ ہو اور طبیعت اس کو رغبت کے ساتھ قبول کرلے اس کو ہنی کہتے ہیں اور جو کھانا ہضم ہو کر بخوبی جزو بدن اور موجب صحت وقوت ہو وہ مری ہے۔

فَائِدَۃ:[۱۰] یتیموں کے مال کے بارے میں سنہری ہدایت:...... یعنی بے سمجھ لڑکوں کے ہاتھ میں اُن کا وہ مال مت دے دو کہ جس کو اللہ تعالیٰ نے آدمیوں کے لیے سامانِ معیشت بنایا ہے، بلکہ اس کی پوری حفاظت رکھو اور اندیشۂ ہلاکت سے بچاؤ اور جب تک اُن کو نفع نقصان کا ہوش نہ آئے، اُس وقت تک اُن کو اس میں سے کھلاؤ پہناؤ اور تسلی کرتے رہو کہ یہ سب مال تمہارا ہی ہے، ہم تو تمہاری خیر خواہی کرتے ہیں، جب سمجھدار ہوجاؤ گے تم کو ہی دے دیں گے۔

وَابْتَلُوا الْيَتٰمٰى حَتّٰىٓ اِذَا بَلَغُوا النِّكَاحَ ۚ فَاِنْ اٰنَسْتُمْ مِّنْهُمْ رُشْدًا فَادْفَعُوْٓا

اور سدھاتے رہو یتیموں کو جب تک پہنچیں نکاح کی عمر کو پھر اگر دیکھو ان میں ہوشیاری تو حوالہ کر دو

اِلَيْهِمْ اَمْوَالَهُمْ ۚ وَلَا تَاْكُلُوْهَآ اِسْرَافًا وَّبِدَارًا اَنْ يَّكْبَرُوْا ؕ وَمَنْ كَانَ غَنِيًّا

ان کے مال ان کا ف ١١ اور کھا نہ جاؤ یتیموں کا مال ضرورت سے زیادہ اور حاجت سے پہلے کہ یہ بڑے نہ ہو جائیں ف ١٢ اور جس کو

فَلْيَسْتَعْفِفْ ۚ وَمَنْ كَانَ فَقِيْرًا فَلْيَاْكُلْ بِالْمَعْرُوْفِ ؕ فَاِذَا دَفَعْتُمْ اِلَيْهِمْ

حاجت نہ ہو تو مال یتیم سے بچتا رہے اور جو کوئی محتاج ہو تو کھاوے موافق دستور کے ف ١٣ پھر جب ان کو حوالہ کرو ان

اَمْوَالَهُمْ فَاَشْهِدُوْا عَلَيْهِمْ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ حَسِيْبًا ⑥ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا

کے مال تو گواہ کر لو اس پر اور اللہ کافی ہے حساب لینے کو ف ١٤ مردوں کا بھی حصہ ہے اس میں

تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ۪ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ

جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے اور عورتوں کا بھی حصہ ہے اس میں جو چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت

مِمَّا قَلَّ مِنْهُ اَوْ كَثُرَ ؕ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ⑦ وَاِذَا حَضَرَ الْقِسْمَةَ اُولُوا الْقُرْبٰى

والے تھوڑا ہو یا بہت ہو حصہ مقرر کیا ہوا ہے ف ١٥ اور جب حاضر ہوں تقسیم کے وقت رشتہ دار

وَالْيَتٰمٰى وَالْمَسٰكِيْنُ فَارْزُقُوْهُمْ مِّنْهُ وَقُوْلُوْا لَهُمْ قَوْلًا مَّعْرُوْفًا ⑧ وَلْيَخْشَ

اور یتیم اور محتاج تو ان کو کچھ کھلا دو اس میں سے اور کہہ دو ان کو بات معقول ف ١٦ اور چاہیے

الَّذِيْنَ لَوْ تَرَكُوْا مِنْ خَلْفِهِمْ ذُرِّيَّةً ضِعٰفًا خَافُوْا عَلَيْهِمْ ۪ فَلْيَتَّقُوا اللّٰهَ

کہ ڈریں وہ لوگ کہ اگر چھوڑیں اپنے پیچھے اولاد ضعیف تو ان پر اندیشہ کریں یعنی ہمارے پیچھے ایسا ہی حال ان کا ہوگا تو چاہیے

وَلْيَقُوْلُوْا قَوْلًا سَدِيْدًا ⑨

کہ ڈریں اللہ سے اور کہیں بات سیدھی۔ ف ١٧

فَائِدَة: [١١] **حفاظت اور انتظامِ مال میں یتیم کی تربیت کا حکم:** ...... یعنی یتیموں کو سدھاتے اور آزماتے رہو، بلوغ کے وقت تک پھر بلوغ کے بعد اگر اُن میں اپنے نفع نقصان کی سمجھ اور حفاظت وانتظامِ مال کا سلیقہ پاؤ تو ان کا مال اُن کے حوالے کردو یتیموں کے سدھانے اور آزمانے کی عمدہ صورت یہی ہے کہ کم قیمت معمولی چیزوں کی ان سے خرید وفروخت کرائی جائے اور اُس کا طریقہ ان کو بتایا جائے۔ اس سے معلوم ہوا کہ نابالغ کی بیع وشرا ولی کی اجازت سے جو ہوگی وہ درست ہوگی، امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہی مذہب ہے اور اگر بالغ ہو کر بھی اُس میں ہوشیاری نہ آئے تو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کا یہ مذہب ہے کہ پچیس برس کی عمر تک انتظار کرو، اس درمیان میں جب اُس کو سمجھ

آ جائے مال اس کے حوالے کردو، ورنہ پچیس سال پر ہر حال میں اُس کا مال اُس کو دے دو، پوری سمجھ آئے یا نہ آئے۔

فَائِدَہ:[۱۲] بے جا تصرف کی ممانعت:...... یعنی یتیم کے مال کو ضرورت سے زیادہ صرف کرنا منع ہے، مثلاً ایک پیسہ کی جگہ دو پیسے صرف کردو اور یہ بھی منع ہے کہ اس بات سے گھبرا کر کہ یتیم بڑے ہو کر اپنا مال ہم سے لے لیں گے فرچ کرنے میں جلدی کرنے لگو، خلاصہ یہ ہوا کہ یتیم کے مال کو بقدرِ ضرورت اور بروقتِ ضرورت صرف کرنا چاہیے۔

فَائِدَہ:[۱۳] محتاج ولی کو کچھ لینے کی اجازت:...... یعنی یتیم کا مال ولی اپنے خرچ میں نہ لائے اور اگر یتیم کی پرورش کرنے والا محتاج ہو تو البتہ اپنی خدمت کرنے کے موافق یتیم کے مال میں سے تحقیق لے لیوے مگر غنی کو کچھ لینا ہرگز جائز نہیں۔

فَائِدَہ:[۱۴] یتیم کو مال سپرد کرتے وقت گواہ بنانا:...... جب کسی بچہ کا باپ مرجائے تو چاہیے کہ چند مسلمانوں کے رُوبرُو یتیم کا مال لکھ کر امانت دار کو سونپ دیں، جب یتیم بالغ ہوشیار ہوجائے تو اس تحریر کے موافق اس کا مال اس کے حوالہ کردیں اور جو کچھ خرچ ہوا ہو وہ اس کو سمجھا دیں، اور جو کچھ یتیم کے حوالہ کیا جائے شاہدوں کو دکھلا کر حوالہ کریں۔ شاید کسی وقت اختلاف ہو تو بہ سہولت طے ہوسکے اور اللہ تعالیٰ ہر ہر چیز کی حفاظت کرنے والا اور حساب سمجھنے والا کافی ہے، اُس کو کسی حساب یا شہادت کی حاجت نہیں، یہ سب باتیں تمہاری سہولت اور صفائی کی وجہ سے مقرر فرمائیں۔ جاننا چاہیے کہ یتیم کا مال لینے اور دینے کے وقت گواہ کرنا اور اس کو لکھ لینا مستحب ہے۔

فَائِدَہ:[۱۵] میراث میں مرد، عورت، بالغ و نابالغ کا حصہ:...... حضرت پیغمبر ﷺ کے زمانہ سے پہلے یہ رسم تھی کہ بیٹیوں کو چھوٹی ہوں یا بڑی میراث نہیں دیتے تھے اور بیٹے جو نابالغ ہوتے تھے اُن کو بھی میراث نہیں ملتی تھی صرف مردوں کو جو بڑے اور دشمنوں سے مقاتلہ کے کام کے ہوتے تھے وہ وارث سمجھے جاتے تھے جس کی وجہ سے یتیم بچوں کو میراث سے کچھ بھی نہ ملتا تھا، اُن کے بارہ میں یہ آیت اُتری جس کا خلاصہ یہ ہے کہ ماں باپ اور دیگر قرابت والوں کے مالِ متروکہ میں سے مردوں یعنی بیٹوں خواہ وہ بچے ہوں یا جوان اُن کا حصہ نکلے گا اور عورتوں یعنی بیٹیوں کو بھی بالغ ہوں یا نابالغ ماں باپ وغیرہ اقارب کے ترکہ میں سے اُن کا حصہ دیا جائے گا۔ اور یہ حصے مقرر کیے ہوئے ہیں جن کا دینا ضروری ہے، خواہ مال تھوڑا ہو یا بہت، اس سے اہلِ جاہلیت کی رسم مذموم کا اِبطال ہو گیا اور یتیموں وغیرہ کے حقوق کی حفاظت فرما کر اُن کی حق تلفی کو روک دیا۔

فَائِدَہ:...... اس آیت میں حق والوں کا حق اور اس کا تقرر اور تعین بالاجمال بتلایا گیا آئندہ رکوع میں وارثوں کے حصہ کی تفصیل آتی ہے۔

فَائِدَہ:[۱۶] غیر مستحقین سے حسن سلوک:...... یعنی تقسیمِ میراث کے وقت برادری اور کنبہ کے لوگ جمع ہوں تو جو رشتہ دار ایسے ہوں جن کو میراث میں حصہ نہیں پہنچتا، یا جو یتیم اور محتاج ہوں ان کو کچھ کھلا کر رخصت کرو، یا کوئی چیز ترکہ میں سے حسبِ موقع اُن کو بھی دے دو، کہ یہ سلوک کرنا مستحب ہے۔ اور اگر مالِ میراث میں سے کھلانے یا کچھ دینے کا موقع نہ ہو مثلاً وہ یتیموں کا مال ہے اور میت نے وصیت بھی نہیں کی تو ان لوگوں سے معقول بات کہہ کر رخصت کردو یعنی نرمی سے عذر کردو کہ یہ مال یتیموں کا ہے اور میت نے وصیت بھی نہیں کی اس لیے ہم مجبور ہیں۔ ابتدائے سورت میں بیان ہو چکا ہے کہ تمام قرابت والے درجہ بہ درجہ سلوک اور مراعات کے مستحق ہیں اور یتامیٰ اور مساکین بھی اور جو قریب یتیم یا مسکین بھی ہو تو اُس کی رعایت اور بھی زیادہ ہونی چاہیے، اس لیے تقسیمِ میراث کے وقت اُن کو حتی الوسع کچھ نہ کچھ دینا چاہیے، اگر کسی وجہ سے وارث نہ ہو تو حسنِ سلوک سے محروم نہ رہیں۔

فَائِدَہ:[۱۷] جیسی کرنی ویسی بھرنی:...... یہ ارشاد اصل میں تو یتیم کے ولی اور وصی کے لیے ہے درجہ بہ درجہ اوروں کو بھی اس کا خیال رہے۔ مطلب یہ ہے کہ اپنے مرنے کے بعد جیسا ہر کوئی اس بات سے ڈرتا ہے کہ میری اولاد کے ساتھ سختی اور برائی سے معاملہ کیا جائے، ایسا ہی تم کو بھی چاہیے کہ یتیم کے ساتھ وہ معاملہ کرو جو اپنے بعد اپنی اولاد کے ساتھ پسند کرتے ہو اور اللہ سے ڈرو اور یتیموں سے سیدھی اور اچھی

بات کہو، یعنی جس سے اُن کا دل نہ ٹوٹے اور اُن کا نقصان نہ ہو بلکہ اُن کی اصلاح ہو۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ الْيَتٰمٰى ظُلْمًا اِنَّمَا يَاْكُلُوْنَ فِىْ بُطُوْنِهِمْ نَارًا ؕ

جو لوگ کہ کھاتے ہیں مال یتیموں کا ناحق وہ لوگ اپنے پیٹوں میں آگ ہی بھر رہے ہیں

وَسَيَصْلَوْنَ سَعِيْرًا ﴿۱۰﴾ يُوْصِيْكُمُ اللّٰهُ فِىْۤ اَوْلَادِكُمْ ۚ لِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ

اور عنقریب داخل ہونگے آگ میں ف ۱۸ حکم کرتا ہے تم کو اللہ تمہاری اولاد کے حق میں کہ ایک مرد کا حصہ ہے برابر دو عورتوں کے ف ۱۹

الْاُنْثَيَيْنِ ۚ فَاِنْ كُنَّ نِسَآءً فَوْقَ اثْنَتَيْنِ فَلَهُنَّ ثُلُثَا مَا تَرَكَ ۚ وَاِنْ كَانَتْ

پھر اگر صرف عورتیں ہی ہوں دو سے زیادہ تو ان کے لئے ہے دو تہائی اس مال سے جو چھوڑ مرا اور اگر ایک ہی ہو

وَاحِدَةً فَلَهَا النِّصْفُ ؕ وَلِاَبَوَيْهِ لِكُلِّ وَاحِدٍ مِّنْهُمَا السُّدُسُ مِمَّا تَرَكَ اِنْ كَانَ

تو اس کے لئے آدھا ہے ف ۲۰ اور میت کے ماں باپ کو ہر ایک کے لئے دونوں میں سے چھٹا حصہ ہے اس مال سے جو کہ چھوڑ مرا اگر میت

لَهٗ وَلَدٌ ۚ فَاِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلَدٌ وَّوَرِثَهٗۤ اَبَوٰهُ فَلِاُمِّهِ الثُّلُثُ ۚ فَاِنْ كَانَ لَهٗۤ اِخْوَةٌ

کے اولاد ہے ف ۲۱ اور اگر اس کے اولاد نہیں اور وارث ہیں اس کے ماں باپ تو اس کی ماں کا ہے تہائی ف ۲۲ پھر اگر میت کے کئی بھائی

فَلِاُمِّهِ السُّدُسُ مِنْۢ بَعْدِ وَصِيَّةٍ يُّوْصِىْ بِهَاۤ اَوْ دَيْنٍ ؕ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ لَا

ہیں تو اس کی ماں کا ہے چھٹا حصہ ف ۲۳ بعد وصیت کے جو کر مرا یا بعد ادائے قرض کے ف ۲۴ تمہارے باپ

تَدْرُوْنَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ لَكُمْ نَفْعًا ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۱﴾

اور بیٹے تم کو معلوم نہیں کون نفع پہنچائے تم کو زیادہ حصہ مقرر کیا ہوا اللہ کا ہے بے شک اللہ خبردار ہے حکمت والا۔ ف ۲۵

فَائِدَة: [۱۸] **یتیم کا مال کھانے پر وعید:**...... آیاتِ متعددہ سابقہ میں یتیموں کے مال کے متعلق مختلف طرح سے احتیاط کرنے کا حکم تھا اور ان کے مال میں خیانت کو بڑا گناہ بتایا گیا ہے، اب اخیر میں مالِ یتیم میں خیانت کرنے پر وعیدِ شدید بیان فرما کر اُس حکم کو خوب مؤکد کر دیا کہ جو کوئی یتیم کا مال بلا استحقاق کھاتا ہے وہ اپنے پیٹ میں جہنم کی آگ بھر رہا ہے۔ یعنی اُس کھانے کا یہ انجام ہوگا اور جملۂ اخیر میں اس کو ظاہر کر دیا گیا۔

فَائِدَة: [۱۹] **بیٹے اور بیٹی کو میراث میں کتنا حصہ ملے گا:**...... اُوپر اقاربِ میت کے وارث ہونے کا ذکر ہوا تھا اور اُنکے حصوں کے تقرر اور تعین کی طرف اجمالی اشارہ فرما دیا تھا اب اقارب اور انکے حصوں کی تفصیل بتلائی جاتی ہے، اور اُس سے پہلے سے یتیموں کے حق میں تشدد اور تاکیدات کا ذکر چلا آ رہا تھا جس سے یہ بات بھی معلوم ہوگئی کہ اقاربِ میت میں اگر کوئی یتیم ہو تو اُسکا حصہ دینے میں بہت ہی احتیاط اور اہتمام چاہیے۔ اہلِ عرب کی قدیم رسم کے موافق اُن کو میراث سے محروم کر دینا سخت ظلم اور بڑا گناہ ہے، اب اقارب میں سب سے پہلے اولاد کے حصہ کو بیان فرمایا کہ اگر کسی میت کی اولاد بیٹا بیٹی دونوں ہوں تو اُنکی میراث دینے کا یہ قاعدہ ہے کہ ایک بیٹا دو بیٹیوں کے

برابر حصہ پائے گا، مثلاً اگر ایک بیٹا اور دو بیٹیاں ہوں تو نصف مال بیٹے کا اور نصف دونوں بیٹیوں کا ہوگا، اور اگر ایک بیٹا اور ایک بیٹی ہوگی تو دو ثلث بیٹے کا اور ایک ثلث بیٹی کا ہوگا۔

فَائِدَہ:[۲۰] اگر کسی آدمی کی صرف بیٹیاں ہیں تو ان کو میراث میں کتنا حصہ ملے گا:...... یعنی اور اگر کسی میت نے اولاد میں صرف عورتیں یعنی بیٹیاں ہی چھوڑیں بیٹا نہیں چھوڑا تو وہ اگر دو سے زیادہ ہوں تب بھی اُنکو دو تہائی ملے گا اور اگر صرف ایک ہی بیٹی چھوڑی تو اُسکو میت کے ترکہ کا نصف ملے گا۔ جاننا چاہیے کہ ﴿فَلِلذَّكَرِ مِثْلُ حَظِّ الْأُنْثَيَيْنِ﴾ کے ذیل میں معلوم ہو چکا ہے کہ ایک بیٹی کو ایک بیٹے کے ساتھ ایک ثلث ملے گا تو اُس سے معلوم ہو گیا کہ ایک بیٹی کو دوسری بیٹی کے ساتھ بطریق اولیٰ ایک ثلث ملے گا کیونکہ بیٹے کا حصہ بیٹی سے زاید ہے تو جب بیٹے کی وجہ سے اس کا حصہ ایک ثلث سے کم نہیں ہوا تو دوسری بیٹی کی وجہ سے کیسے گھٹ سکتا ہے سو دو بیٹیوں کا حکم چونکہ پہلی آیت سے معلوم ہو چکا تھا۔ اس لیے اس آیت میں دو بیٹیوں سے زاید کا حکم بتلا دیا تا کہ کسی کو یہ شبہ نہ ہو کہ دو بیٹیوں کا حق جب ایک بیٹی سے زاید ہے تو شاید تین یا چار بیٹیوں کا حق دو بیٹیوں سے زاید ہوگا سو یہ بات ہرگز نہیں بلکہ بیٹیاں جب ایک سے زاید ہوں گی دو ہوں یا دس اُن کو دو ثلث ملے گا۔

فَائِدَہ: اگر کسی آدمی کے صرف بیٹا ہو ایک، ہو یا زیادہ اسکو کیا ملے گا:...... اولاد کے وارث ہونے کی دو صورتیں آیت میں مذکور ہوئیں: اوّل یہ کہ لڑکا اور لڑکی دونوں طرح کی اولاد ہو۔ دوسری یہ کہ صرف دختری اولاد ہو اس کی دو صورتیں ہیں ایک لڑکی ہو یا ایک سے زاید تو اب صرف ایک صورت باقی رہ گئی وہ یہ کہ صرف پسری اولاد ہو۔ سو اس کا حکم یہ ہے کہ تمام میراث اس کو مل جائے گی خواہ ایک بیٹا ہو یا زاید۔

فَائِدَہ:[۲۱] اگر کسی میت کی اولاد ہو تو ماں باپ کو کتنا حصہ ملے گا:...... اب ماں باپ کی میراث کی تین صورتیں بیان فرماتے ہیں صورت اوّل کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر میت کی اولاد ہو بیٹا یا بیٹی تو میت کے ماں باپ کو ترکہ میت میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا۔

فَائِدَہ:[۲۲] اگر کسی میت کی اولاد نہ ہو تو والدین کو کتنا ملے گا:...... دوسری صورت یہ ہے کہ اگر میت کی اولاد کچھ نہ ہو اور صرف ماں باپ ہی وارث ہوں تو اس کی ماں کو ایک ثلث ملے گا۔ یعنی باقی دو ثلث اس کے باپ کو ملیں گے۔

فَائِدَہ:[۲۳] اگر کسی میت کی اولاد تو نہ ہو لیکن بہن بھائی ہوں تو والدین کو کتنا ملے گا:...... تیسری صورت یہ ہے کہ اگر میت کے ایک سے زیادہ بھائی بہن ہوں خواہ حقیقی ہوں یا صرف باپ یا صرف ماں میں شریک ہوں اور اولاد کچھ بھی نہیں تو اب اسکی ماں کو چھٹا حصہ ملے گا یعنی باقی سب اُسکے باپ کو ملے گا، بھائی بہن کو کچھ نہ ملے گا۔ اور اگر صرف ایک بھائی یا ایک بہن ہوگی تو ماں کو ایک ثلث اور باپ کو دو ثلث ملیں گے جیسا کہ دوسری صورت مذکورہ بالا میں تھا۔

فَائِدَہ:[۲۴] میت کے ورثا کو جو ملے گا وہ اس کے قرضے اور وصیت سے باقی مال سے ملے گا:...... یعنی جس قدر وارثوں کے حصے گزر چکے یہ سب میت کی وصیت اور اس کے قرض کو جدا کر لینے کے بعد وارثوں کو دیئے جائیں گے اور وارثوں کا مال وہی ہوگا جو مقدار وصیت و قرض کے نکال لینے کے بعد باقی رہے گا اور نصف اور ثلث وغیرہ اسی کا مراد ہے نہ تمام مال کا۔

فَائِدَہ: میت کے مال کو کس طرح خرچ کیا جائے گا:...... میت کا مال اوّل اس کے کفن اور دفن کو لگایا جائے جو اس سے بچے وہ اُس کے قرض میں دیا جائے پھر جو باقی رہے اُس کو میت کی وصیت میں ایک تہائی تک صرف کیا جائے اس کے بعد جو رہے وارثوں پر تقسیم کیا جائے۔

فَائِدَہ:[۲۵] اللہ تعالیٰ نے جو حصہ مقرر فرمایا وہ دے دو:...... اس آیت میں دو میراث بیان فرمائیں اولاد کی اور ماں باپ کی، اب فرماتے ہیں کہ چونکہ یہ بات تم کو معلوم نہیں کہ کس سے تم کو نفع پہنچے گا اور کتنا نفع پہنچے گا اس لیے تم کو اس میں دخل نہ دینا چاہیے جو کچھ کسی کا حصہ حق تعالیٰ نے مقرر فرما دیا ہے اس کی پابندی کرو کہ اُس کو تمام چیزوں کی خبر بھی ہے اور بڑا حکمت والا ہے۔

وَلَكُمۡ نِصۡفُ مَا تَرَكَ أَزۡوَٰجُكُمۡ إِن لَّمۡ يَكُن لَّهُنَّ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَهُنَّ وَلَدٌ

اور تمہارا ہے آدھا مال جو کہ چھوڑ مریں تمہاری عورتیں اگر نہ ہو ان کے اولاد اور اگر ان کے

فَلَكُمُ ٱلرُّبُعُ مِمَّا تَرَكۡنَ مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُوصِينَ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ ۚ وَلَهُنَّ ٱلرُّبُعُ مِمَّا

اولاد ہے تو تمہارے واسطے چوتھائی ہے اس میں سے جو چھوڑ گئیں بعد وصیت کے جو کر گئیں یا بعد قرض کے ف۲۶ اور عورتوں کے لئے چوتھائی

تَرَكۡتُمۡ إِن لَّمۡ يَكُن لَّكُمۡ وَلَدٌ ۚ فَإِن كَانَ لَكُمۡ وَلَدٌ فَلَهُنَّ ٱلثُّمُنُ مِمَّا تَرَكۡتُم

مال ہے اس میں سے جو چھوڑ مرو تم اگر نہ ہو تمہاری اولاد اور اگر تمہاری اولاد ہے تو ان کے لئے آٹھواں حصہ ہے اس میں سے جو کچھ تم نے چھوڑا بعد

مِّنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ تُوصُونَ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ ۗ وَإِن كَانَ رَجُلٌ يُورَثُ كَلَٰلَةً أَوِ ٱمۡرَأَةٌ وَلَهُۥٓ

وصیت کے جو تم کر مرو یا قرض کے ف۲۷ اور اگر وہ مرد کہ جس کی میراث ہے باپ بیٹا کچھ نہیں رکھتا

أَخٌ أَوۡ أُخۡتٌ فَلِكُلِّ وَٰحِدٍ مِّنۡهُمَا ٱلسُّدُسُ ۚ فَإِن كَانُوٓاْ أَكۡثَرَ مِن ذَٰلِكَ فَهُمۡ

یا عورت ہو ایسی ہی اور اس میت کے ایک بھائی ہو یا بہن ہو تو دونوں میں سے ہر ایک کا چھٹا حصہ ہے ف۲۸ اور اگر زیادہ ہوں اس سے تو

شُرَكَآءُ فِي ٱلثُّلُثِ مِنۢ بَعۡدِ وَصِيَّةٍ يُوصَىٰ بِهَآ أَوۡ دَيۡنٍ غَيۡرَ مُضَآرٍّ ۚ وَصِيَّةً مِّنَ

سب شریک ہیں ایک تہائی میں بعد وصیت کے جو ہو چکی ہے یا قرض کے جب اوروں کا نقصان نہ کیا ہو ف۲۹ یہ حکم ہے اللہ کا

ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ عَلِيمٌ حَلِيمٌ ﴿١٢﴾ تِلۡكَ حُدُودُ ٱللَّهِ ۚ وَمَن يُطِعِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ يُدۡخِلۡهُ

اور اللہ ہے سب کچھ جاننے والا تحمل کرنے والا ف۳۰ یہ حدیں باندھی ہوئی اللہ کی ہیں اور جو کوئی حکم پر چلے اللہ کے اور رسول کے اس کو داخل

جَنَّٰتٍ تَجۡرِي مِن تَحۡتِهَا ٱلۡأَنۡهَٰرُ خَٰلِدِينَ فِيهَا ۚ وَذَٰلِكَ ٱلۡفَوۡزُ ٱلۡعَظِيمُ ﴿١٣﴾ وَمَن

کریگا جنتوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں گے ان میں اور یہی ہے بڑی مراد ملنی اور جو کوئی

يَعۡصِ ٱللَّهَ وَرَسُولَهُۥ وَيَتَعَدَّ حُدُودَهُۥ يُدۡخِلۡهُ نَارًا خَٰلِدًا فِيهَا وَلَهُۥ

نافرمانی کرے اللہ کی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی اور نکل جاوے اس کی حدوں سے ڈالے گا اس کو آگ میں ہمیشہ رہیگا اس میں اور اس کے

عَذَابٌ مُّهِينٌ ﴿١٤﴾ وَٱلَّٰتِي يَأۡتِينَ ٱلۡفَٰحِشَةَ مِن نِّسَآئِكُمۡ فَٱسۡتَشۡهِدُواْ عَلَيۡهِنَّ ع ۱۲

لئے ذلت کا عذاب ہے ف۳۱ اور جو کوئی بدکاری کرے تمہاری عورتوں میں سے تو گواہ لاؤ ان پر چار مرد اپنوں میں

أَرۡبَعَةً مِّنكُمۡ ۖ فَإِن شَهِدُواْ فَأَمۡسِكُوهُنَّ فِي ٱلۡبُيُوتِ حَتَّىٰ يَتَوَفَّىٰهُنَّ ٱلۡمَوۡتُ

سے پھر اگر وہ گواہی دیویں تو بند رکھو ان عورتوں کو گھروں میں یہاں تک کہ اٹھا لیوے ان کو موت

اَوْ يَجْعَلَ اللّٰهُ لَهُنَّ سَبِيْلًا ﴿۱۵﴾ وَالَّذٰنِ يَاْتِيٰنِهَا مِنْكُمْ فَاٰذُوْهُمَا ۚ فَاِنْ تَابَا

یا مقرر کردے اللہ ان کے لئے کوئی راہ ف۳۲ اور جو دو مرد کریں تم میں سے وہی بدکاری تو ان کو ایذاء دو ف۳۳ پھر اگر وہ دونوں توبہ

وَاَصْلَحَا فَاَعْرِضُوْا عَنْهُمَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ﴿۱۶﴾ اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ

کریں اور اپنی اصلاح کر لیں تو ان کا خیال چھوڑ دو بے شک اللہ توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ف۳۴ توبہ قبول کرنی اللہ کو ضرور تو

لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْۗءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ يَتُوْبُوْنَ مِنْ قَرِيْبٍ فَاُولٰۗىِٕكَ يَتُوْبُ اللّٰهُ

ان کی ہے جو کرتے ہیں برا کام جہالت سے پھر توبہ کرتے ہیں جلدی سے تو ان کو اللہ معاف کر

عَلَيْهِمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷﴾

دیتا ہے اور اللہ سب کچھ جاننے والا ہے حکمت والا ف۳۵

فائدہ: [۲۶] زوجین میں سے کوئی فوت ہو جائے تو دوسرے کو کتنا حصہ ملے گا:...... اب زوجین کی میراث کو بیان فرمایا جاتا ہے کہ مرد کو اُس کی عورت کے مال میں سے آدھا مال ملے گا اگر عورت کے کچھ اولاد نہ ہو۔ اور اگر عورت کے اولاد ہے خواہ ایک ہی بیٹا یا بیٹی ہو اور اسی مرد سے ہو یا دوسرے مرد سے تو مرد کو عورت کے مال میں سے ایک چوتھائی مال ملے گا قرض اور وصیت کے بعد۔

فائدہ: [۲۷] زوجین میں سے کوئی فوت ہو جائے تو دوسرے کو کتنا حصہ ملے گا:...... اور اسی طرح عورت کو اُس کے خاوند کے مال میں سے چوتھائی حصہ ملے گا۔ اگر مرد کی اولاد کچھ نہ ہو اور اگر مرد کے اولاد ہے خواہ اسی عورت سے یا دوسری عورت سے تو عورت کو آٹھواں حصہ ملے گا خاوند کے اُس مال میں سے جو وصیت اور قرض ادا کرنے کے بعد بچے گا مال کی ہر قسم میں سے نقد ہو یا جنس، سلاح ہو یا زیور، حویلی ہو یا باغ، باقی رہا عورت کا مہر وہ میراث سے جدا ہے وہ قرض میں داخل ہے۔ یہ کل دو صورتیں ہوئیں جیسا کہ مرد کی میراث میں یہی دو صورتیں تھیں۔

فائدہ: [۲۸] وہ بہن بھائی جو صرف ماں شریک ہوں ان کو میراث میں کتنا حصہ ملے گا:...... یہاں سے اخیافی بھائی بہن کی میراث کا ذکر ہے جو کہ صرف ماں میں شریک ہوں۔ سو جاننا چاہیے کہ باپ اور بیٹے کے ہوتے تو بھائی اور بہن کو کچھ نہیں پہنچتا، ہاں! اگر باپ اور بیٹا نہ ہوگا تو بھائی اور بہن کو میراث ملے گی۔ بھائی اور بہن تین طرح کے ہیں: سگے جو ماں باپ دونوں میں شریک ہوں جن کو عینی کہتے ہیں، یا وہ سوتیلے جو صرف باپ میں شریک ہوں جن کو علاتی کہتے ہیں یا وہ سوتیلے جو صرف ماں میں شریک ہوں جن کو اخیافی کہتے ہیں۔ اس آیت میں قسم اخیر کا ذکر ہے۔ چنانچہ متعدد صحابہ رضی اللہ عنہم کی قراءت میں ﴿لَهٗٓ اَخٌ اَوْ اُخْتٌ﴾ کے بعد من الامّ کا کلمہ صریح موجود ہے اور اس پر سب کا اجماع ہے آیت کا مطلب یہ ہے کہ جس میت کے خواہ وہ مرد ہو یا عورت ماں باپ بیٹا بیٹی کچھ نہ ہو اور اس کے ایک بھائی یا ایک بہن اخیافی ہو تو اُن دونوں میں سے ہر ایک کو چھٹا حصہ ملے گا اور مرد اور عورت یعنی اخیافی بھائی اور بہن کا برابر حصہ ہے کمی زیادتی نہیں۔ باقی رہے دو قسم کے بھائی بہن یعنی عینی اور علاتی سو ان دونوں قسموں کا حکم مثل اولاد کے ہے بشرطیکہ میت کے باپ بیٹا کچھ نہ ہو۔ مقدم عینی ہے وہ نہ ہو تو پھر علاتی، اسی سورت کے اخیر میں ان دونوں کی میراث کا ذکر آئے گا۔

فائدہ: وہ آدمی جس کے نہ اصول ہوں نہ فروغ ہوں تو اسکی میراث کیسے تقسیم کی جائے گی:...... جاننا چاہیے کہ کلالہ کی تفسیر جو یہ کی

گئی ہے کہ اُس کے باپ بیٹا نہ ہو یہ سب کو مسلم ہے مگر امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ دادی اور پوتی کی بھی نفی کرتے ہیں اور جو حکم باپ بیٹے کا ہے وہی دادی پوتی کا فرماتے ہیں اور حضرات صحابہؓ کے وقت سے یہ اختلاف علماء میں چلا آتا ہے۔

فائدہ:[۲۹] آدمی کی وصیت اور قرض کو میراث پر مقدم کیا جائے گا:...... یعنی اگر اخیافی بھائی یا بہن ایک سے زیادہ ہوں تو ان سب کو ایک تہائی مال میراث میں ملے گا اور پہلی صورت میں سدس اور دوسری صورت میں ثلث جو دیا جائے گا تو وصیت اور دین کے بعد جو باقی رہے گا اس کا سدس اور ثلث دیا جائے گا۔ اور وصیت میراث پر مقدم جب ہوگی جب اوروں کو نقصان نہ پہنچایا ہو۔ اور نقصان کی دو صورتیں ہیں: ایک یہ کہ تہائی مال سے زیادہ کی وصیت ہو، دوسری یہ کہ جس وارث کو میراث میں سے حصہ ملے گا اس کے لیے کچھ وصیت بھی کر جائے یہ دونوں صورتیں درست نہیں البتہ اگر سب وارث اسکو قبول کرلیں تو خیر ورنہ یہ وصیتیں مردود۔

فائدہ: وصیت کو دین پر مقدم کرنے کی وجہ:...... وارثوں سے چونکہ اندیشہ تھا کہ ترکہ میت میں سے میت کا دین اور وصیت ادا نہ کریں بلکہ تمام مال آپ ہی رکھ لیں اس لیے میراث کے ساتھ بار بار دین اور وصیت کا حکم تاکیداً بیان کیا گیا۔ اور وصیت چونکہ تبرع اور احسان ہے اور بسا اوقات کوئی شخص معین اُس کا مستحق نہیں ہوتا اور اس وجہ سے اس کے ضائع ہونے کا احتمال قوی تھا تو اس لیے بغرض اہتمام واحتیاط وصیت کو ہر جگہ دین سے پہلے ذکر فرمایا حالانکہ وصیت کا درجہ دین کے بعد ہے جیسا پہلے گذرا، نیز وصیت حق مورث ہے جیسے تجہیز و تکفین بخلاف وراثت اور دین کے کہ وہ دوسروں کا حق ہے تو اس حیثیت سے وصیت دین سے مقدم ہوگی گو دوسری وجہ سے دین وصیت پر مقدم ہے اور یہاں جو "غیر مضار" کی قید لگائی یہی قید مقامات سابقہ میں بھی معتبر ہوگی۔

فائدہ:[۳۰] میراث کے احکام بیان کرنے کو حدود فرمایا کہ یہ اللہ کا حکم ہے اس میں کمی نہ کرو اس لئے کہ اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں کسی نے اس کو حکم کو پورا کیا اور کسی نے کمی:...... شروع رکوع سے یہاں تک جو میراثیں بیان فرمائیں وہ پانچ ہیں: بیٹا بیٹی اور ماں باپ اور زوج اور زوجہ اور اخیافی بھائی بہن ان پانچوں کو ذوی الفروض اور حصہ دار کہتے ہیں، ان پانچوں میراث کو بیان فرما کر بطور تاکید فرمادیا کہ یہ حکم ہے اللہ کا اس کی تعمیل ضروری ہے اور اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے کس نے اطاعت کی اور کس نے نافرمانی کی، کس نے میراث ووصیت و دین میں حق اور انصاف کے موافق کیا، کس نے بے انصافی کی اور ضرر پہنچایا باقی ظلم و بے انصافی کی سزا میں تاخیر ہونے سے کوئی دھوکہ نہ کھائے کیونکہ حق تعالیٰ کا حلم بھی بہت کامل ہے۔

فائدہ: عصبہ کسے کہتے ہیں اور اسکو میراث میں کیا ملے گا:...... جاننا چاہیے کہ ذوی الفروض کے سوا کہ جن کا بیان اس رکوع میں گزرا ایک دوسری قسم کے وارث ہیں جن کو عصبہ کہتے ہیں اُن کے لیے کوئی حصہ مثل نصف ثلث وغیرہ کے مقرر نہیں بلکہ ذوی الفروض سے جو فاضل ہوگا وہ ان کو ملے گا۔ مثلاً اگر کسی کے عصبہ ہو اور ذوی الفروض میں سے کوئی نہ ہو تو اس کا مال تمام عصبہ کو ملے گا اور جو دونوں ہوں تو ذوی الفروض کو دے کر جو مال بچے گا وہ عصبہ کو دیا جائے گا اور اگر کچھ نہ بچا تو عصبہ کو کچھ نہ ملے گا۔ اور عصبہ اصل میں تو وہ ہے جو مرد ہو عورت نہ ہو اور اس میں اور میت میں عورت کا واسطہ بھی نہ ہو۔ اور اس کے چار درجے ہیں: اول درجہ میں بیٹا اور پوتا ہے، دوسرے درجہ میں باپ اور دادا، تیسرے درجہ میں بھائی اور بھتیجا، چوتھے درجہ میں چچا اور چچا کا بیٹا یا اس کا پوتا۔ اگر کئی شخص ہوں تو جو میت سے قریب ہے وہ مقدم ہوگا جیسے پوتے سے بیٹا، بھتیجے سے بھائی مقدم ہے، پھر سوتیلے سے سگا مقدم ہے اور ان چاروں کے سوا اولاد میں اور بھائیوں میں مرد کے ساتھ عورت بھی عصبہ ہوتی ہے یعنی بیٹے کے ساتھ بیٹی اور بھائی کے ساتھ بہن بھی عصبہ ہوگی۔ یہ عصبہ اصلی نہیں بلکہ غیر اصلی ہیں اور اولاد اور بھائیوں کے سوا عورت عصبہ نہ ہوگی مثلاً چچا کا بیٹا عصبہ ہے، مگر اس کے ساتھ ہو کر چچازاد بہن عصبہ نہیں ہوسکتی۔

فائدہ: ذوی الارحام کے بارے میں امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ کا مسلک:...... ان دونوں قسم مذکورہ بالا یعنی ذوی الفروض اور عصبہ کے سوا

امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک وارث کی تیسری قسم ذوی الارحام ہیں یعنی ایسے قرابت والے کہ اُن میں اور میت میں عورت کا واسطہ ہو اور ذوی الفروض میں نہ ہو اور عصبہ بھی نہ ہو جیسے نواسہ اور نانا اور بھانجا اور ماموں اور خالہ اور پھوپھی اور ان کی اولاد جب کسی میت کے ذوی الفروض اور عصبہ کوئی بھی نہ ہو گا تو اس کی میراث ذوی الارحام کو ملے گی۔ تفصیل کتب فرائض میں مذکور ہے۔

فائدہ:[۳۱] جو اللہ کے حکموں کو مانے گا اسکے لئے ہمیشہ کی جنت جو نافرمانی کرے گا اس کے لئے دائمی عذاب ہوگا:...... یعنی تمام احکام مذکورۂ سابقہ متعلق حقوق یتامی اور وصیت اور میراث اللہ کے مقرر فرمودہ ضابطے اور قاعدے ہیں۔ اور جو کوئی اطاعت کرے گا احکامِ الٰہی کی جن میں حکمِ وصیت و میراث بھی داخل ہے اس کے لیے ہمیشہ کو جنت ہے اور جو کوئی نافرمانی کرے گا اور حدود خداوندی سے بالکل خارج ہو جائے گا وہ ہمیشہ کو ذلت کے ساتھ عذابِ جہنم میں گرفتار رہے گا۔

فائدہ:[۳۲] جو عورت زنا کرے تو اس پر گواہ بنا کر اس کو گھر میں قید کیا جائے اور اس کو سزا دی جائے جو شریعت نے مقرر کی ہے:...... یتامی اور مواریث کو بیان فرما کر اب دیگر احکام متعلقہ اقارب کو بتلایا جاتا ہے پہلے عورتوں کے متعلق چند باتیں ارشاد ہوتی ہیں جس کا خلاصہ یہ ہے کہ عورتوں کی تادیب اور سیاست ضروری امر ہے اور اُن پر کسی قسم کی تعدی اور ظلم بھی نہ کیا جائے۔ اہلِ جاہلیت کے یہاں عورتوں کی بابت دونوں باتوں میں بہت بے اعتدالیاں ہوتی تھیں اور اس آیت میں تادیب کے متعلق حکم ہے کہ اگر کسی کی زوجہ کا مرتکب زنا ہونا معلوم ہو تو اُس کے لیے چار گواہ مسلمانوں میں سے عاقل بالغ آزاد قائم ہونے چاہئیں۔ اگر چار آدمی گواہی دیں تو اس عورت کو گھر میں مقید رکھنا چاہیے گھر سے باہر جانا اور کسی سے ملنا انتظاماً بالکل روک دیا جائے یہاں تک کہ وہ عورت مرجائے یا اللہ تعالیٰ اس کے لیے کوئی حکم اور سزا مقرر فرمائے۔ اس وقت تک زانیہ کے لیے کوئی حد مقرر نہیں فرمائی بلکہ اُس کا وعدہ کیا۔ چنانچہ کچھ عرصہ کے بعد سورۂ نور میں اس کی حد نازل فرمادی کہ باکرہ کے لیے سو کوڑے اور

فائدہ:[۳۳] زنا اور لواطت کی ایک ہی سزا ہوگی یا دونوں میں فرق ہے:...... یعنی دو شخص خواہ ایک مرد اور ایک عورت ہو، خواہ دونوں مرد ہوں اگر فعل بد کریں تو اُن کی سزا مجملاً ایذا دینا ارشاد فرمایا زبان سے، ہاتھ سے بقدرِ مناسب اُن کو تنبیہ و تادیب کرنے کا حکم ہوا۔ اِس سے معلوم ہوا کہ اُس وقت زنا اور لواطت دونوں کا یہی حکم تھا کہ حاکم اور قاضی کے نزدیک زجر و عبرت کے لیے جتنی سزا اور شتم و ضرب مناسب ہو، اتنی سزا دی جائے اس کے بعد حسبِ وعدہ حدِ زنا جب نازل ہوئی تو لواطت کے لیے کوئی جدا حد بیان نہ فرمائی۔ اُس میں علماء کا اختلاف رہا کہ لواطت کی بھی وہی حد ہے جو زنا کے لیے بیان ہوئی یا لواطت کی وہی سزا باقی رہی جو پہلے تھی یا اُس کی سزا تلوار سے قتل کرنا یا کسی دوسرے طریقہ سے مار ڈالنا ہے۔

فائدہ:...... اس آیت کو بہت سے علماء نے زنا پر حمل کیا ہے اور بعض نے لواطت پر اور بعض نے دونوں کو شامل رکھا ہے۔

فائدہ:[۳۴] اگر کوئی آدمی برائی سے توبہ کرے تو تم اس کا پیچھا چھوڑ دو:...... یعنی اُس کے بعد اگر وہ بدکاری سے توبہ کرلیں اور آئندہ کو اپنے اعمال کی درستی کرلیں تو اب اُن کے پیچھے مت پڑو اور زجر و ملامت سے ستانا چھوڑ دو، اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی توبہ قبول کرنے والا اور اُن پر مہربانی فرمانے والا ہے تم کو بھی ایسا کرنا چاہیے۔

فائدہ:[۳۵] کس قسم کے آدمی کی توبہ قبول کی جاتی ہے:...... یعنی توبہ تو بیشک ایسی چیز ہے کہ زنا اور لواطت جیسے سنگین جرم بھی اس سے اللہ تعالیٰ معاف فرمادیتا ہے جیسا کہ آیتِ سابقہ سے مفہوم ہوا۔ لیکن اس کا بھی ضرور لحاظ رکھو کہ اللہ تعالیٰ نے جو اپنے فضل سے قبول توبہ کا ذمہ لے لیا ہے وہ اصل میں اُن لوگوں کے ساتھ مخصوص ہے جو ناواقفیت اور نادانی سے کوئی صغیرہ یا کبیرہ گناہ کر لیتے ہیں مگر جب اپنی خرابی پر متنبہ اور مطلع ہوتے ہیں تو جب ہی نادم ہوتے ہیں اور توبہ کرتے ہیں، سو ایسوں کی خطائیں اللہ ضرور معاف فرمادیتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب

کچھ جانتا ہے۔ اُس کو معلوم ہے کس نے نادانی سے گناہ کیا اور کس نے اخلاص سے توبہ کی، اور حکمت والا ہے جس توبہ کا قبول کرنا موافق حکمت ہوتا ہے اُس کو قبول فرمالیتا ہے۔

فَائِدَة:..... قیدِ جہالت اور قیدِ قریب سے معلوم ہوگیا کہ جو شخص گناہ تو کرے نادانی سے اور تنبیہ کے بعد توبہ کرلے جلدی سے تو بقاعدۂ عدل وحکمت اُس کی توبہ مقبول ہونی ضرور ہے۔ اور جس نے جان بوجھ کر دیدہ ودانستہ اللہ کی نافرمانی پر جرأت کی یا اطلاع کے بعد اس نے توبہ میں تاخیر کی اور پہلی ہی حالت پر قائم رہا تو بقاعدۂ عدل وانصاف اُس کی خطا اصل میں معافی کے قابل نہیں اُس کا قبول کرلینا اللہ تعالیٰ کا محض فضل ہے کہ اپنے فضل سے اللہ تعالیٰ ان دونوں کی توبہ کو بھی قبول کرلیتا ہے یہ اس کا احسان ہے مگر ذمہ داری صرف اوّل صورت میں ہے باقی میں نہیں۔

وَلَيْسَتِ التَّوْبَةُ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۚ حَتّٰٓى اِذَا حَضَرَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ

اور ایسوں کی توبہ نہیں جو کئے جاتے ہیں برے کام یہاں تک جب سامنے آجائے ان میں سے کسی کی موت تو کہنے

قَالَ اِنِّىْ تُبْتُ الْـٰٔنَ وَلَا الَّذِيْنَ يَمُوْتُوْنَ وَهُمْ كُفَّارٌ ۭ اُولٰۗىِٕكَ اَعْتَدْنَا لَھُمْ

لگا میں توبہ کرتا ہوں اب اور نہ ایسوں کی توبہ جو مرتے ہیں حالت کفر میں ان کے لئے تو ہم نے تیار

عَذَابًا اَلِيْمًا ۱۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا يَحِلُّ لَكُمْ اَنْ تَرِثُوا النِّسَاۗءَ كَرْهًا ۭ وَلَا

کیا ہے عذاب دردناک ف۳۶ اے ایمان والو حلال نہیں تم کو کہ میراث میں لے لو عورتوں کو زبردستی اور نہ

تَعْضُلُوْھُنَّ لِتَذْهَبُوْا بِبَعْضِ مَآ اٰتَيْتُمُوْھُنَّ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيْنَ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ ۚ

روکے رکھو ان کو اس واسطے کہ لے لو ان سے کچھ اپنا دیا ہوا مگر یہ کہ وہ کریں بے حیائی صریح ف۳۷ اور گزران کرو

وَعَاشِرُوْھُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ ۚ فَاِنْ كَرِھْتُمُوْھُنَّ فَعَسٰٓى اَنْ تَكْرَهُوْا شَـيْـــًٔـا وَّيَجْعَلَ

عورتوں کے ساتھ اچھی طرح پھر اگر وہ تم کو نہ بھاویں تو شاید تم کو پسند نہ آوے ایک چیز اور اللہ

اللّٰهُ فِيْهِ خَيْرًا كَثِيْرًا ۱۹ وَاِنْ اَرَدْتُّمُ اسْتِبْدَالَ زَوْجٍ مَّكَانَ زَوْجٍ ۙ وَّاٰتَيْتُمْ

نے رکھی ہو اس میں بہت خوبی ف۳۸ اور اگر بدلنا چاہو ایک عورت کی جگہ دوسری عورت کو اور دے چکے ہو ایک

اِحْدٰىھُنَّ قِنْطَارًا فَلَا تَاْخُذُوْا مِنْهُ شَـيْـــًٔـا ۭ اَتَاْخُذُوْنَهٗ بُهْتَانًا وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ۲۰

کو بہت سا مال تو مت پھیر لو اس میں سے کچھ کیا لیا چاہتے ہو اس کو ناحق اور صریح گناہ سے ف۳۹

وَكَيْفَ تَاْخُذُوْنَهٗ وَقَدْ اَفْضٰى بَعْضُكُمْ اِلٰى بَعْضٍ وَّاَخَذْنَ مِنْكُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ۲۱

اور کیونکر اس کو لے سکتے ہو اور پہنچ چکا ہے تم میں کا ایک دوسرے تک اور لے چکیں وہ عورتیں تم سے عہد پختہ۔ ف۴۰

فَائِدَۃ:[۳۶] وہ آدمی جو موت کے وقت توبہ کرے اور اسی طرح جو کفر پر مرے اس کی بھی توبہ قبول نہیں:...... یعنی اور ایسے لوگوں کی توبہ قبول نہیں ہوتی جو برابر گناہ کیے جاتے ہیں اور باز نہیں آتے یہاں تک کہ جب موت ہی نظر آ گئی تو اس وقت کہنے لگا کہ اب میں توبہ کرتا ہوں۔ اور نہ اُن کی توبہ قبول ہوگی جو کفر پر مر گئے اور اس کے بعد عذابِ اُخروی کو دیکھ کر توبہ کریں ایسے لوگوں کے واسطے عذابِ شدید تیار ہے۔ جاننا چاہیے کہ یہ دونوں آیتیں جو در بارۂ قبولِ توبہ اور عدم قبولِ توبہ یہاں مذکور ہیں ہم نے جو اُن کا مطلب بیان کیا یہ بعض اکابر محققین کی تحقیق کے موافق ہے اور اس میں یہ خوبی ہے کہ قیدِ جہالت اور لفظِ قریب دونوں اپنے ظاہری معنی پر قائم رہے اور ﴿عَلَى اللّٰهِ﴾ کے معنی بھی سہولت سے بن گئے اور اس موقع پر قبول اور عدم قبولِ توبہ کے ذکر فرمانے سے جو مقصد ہے یعنی توبہ کیف ما اتفق مقبول نہیں۔ اور توبہ کی چند صورتیں ہیں اور ان کی مقبولیت میں باہم فرق ہے تاکہ کوئی توبہ کے اعتماد پر معاصی پر جری نہ ہو جائے۔ یہ مقصد بھی اس صورت میں خوب حاصل ہو جاتا ہے مگر مفسرین حضرات نے علی العموم جو ان آیتوں کا مطلب ارشاد فرمایا ہے تو قیدِ جہالت کو احترازی اور شرطی نہیں لیتے بلکہ قیدِ واقعی فرماتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ گناہ ہمیشہ جہل اور حماقت سے ہوتا ہے اور قریب کے معنی یہ لیتے ہیں کہ حضورِ موت سے پہلے جس قدر وقت ہے وہ قریب ہی ہے کیونکہ دنیا کی زندگی قلیل ہے۔ اِس صورت میں مطلب یہ ہوگا کہ اللہ کا توبہ قبول فرمانے کا وعدہ اُن سے ہے کہ سفاہت اور عدمِ انجام بینی سے گناہ کر لیتے ہیں اور پھر موت کے آنے سے پہلے تائب ہو جاتے ہیں اور جو لوگ کہ موت کو مشاہدہ کر چکے اور نزع کی حالت کو پہنچ چکے یا جو لوگ کہ کفر پر مر چکے اُن کی توبہ ہرگز قبول نہ ہوگی۔ اس تقریر کے موافق توبہ کرنے والوں کی وہ دو صورتیں جن ہیں جو تقریرِ اوّل میں مذکور ہوئیں شقِ اوّل یعنی قبولِ توبہ کے اندر شمار ہوں گی۔

فَائِدَۃ: کس وقت کی توبہ قبول ہوتی ہے:...... جب موت کا یقین ہو چکے اور دوسرا عالم نظر آنے لگے تو اس وقت کی توبہ قبول نہیں اور عالمِ آخرت کے دیکھنے سے پہلے کی توبہ البتہ قبول ہوتی ہے، اتنا فرق ہے کہ حسبِ تقریرِ اوّل صورتِ اوّل میں تو قبولِ توبہ قاعدۂ عدل و انصاف کے موافق ہے اور دوسری صورتوں میں قبولِ توبہ اُس کا محض فضل ہے۔ کمامرّ

فَائِدَۃ:[۳۷] اگر کسی عورت کا خاوند مر جائے تو وہ خود مختار ہے میت کا وارث اس کو زبردستی اپنے نکاح میں نہیں لے سکتا:...... حسبِ بیانِ سابق عورتوں کی بدافعالی کی بابت تادیب و سیاست کا حکم دے کر اب اہلِ جاہلیت کی اُس ظلم و تعدی کو روکا جاتا ہے. جو تعدی عورتوں پر وہ طرح طرح سے کیا کرتے تھے۔ سو منجملہ اُن صورتوں کے ایک صورت یہ ہوتی تھی کہ جب کوئی مر جاتا تو اس کی عورت کو میت کا سوتیلا بیٹا یا بھائی یا اور کوئی وارث لے لیتا پھر چاہتا تو اُس سے نکاح کر لیتا یا بغیر نکاح ہی اپنے گھر میں رکھتا یا کسی دوسرے سے نکاح کر کے اُس کا مہر کل یا بعض لے لیتا یا ساری عمر اُس کو اپنی قید میں رکھتا اور اس کے مال کا وارث ہوتا۔ اس کی بابت یہ آیت نازل ہوئی جس کا خلاصہ یہ ہے کہ جب کوئی مر جائے تو اُس کی عورت اپنے نکاح کی مختار ہے میت کے بھائی اور اس کے کسی وارث کو یہ اختیار نہیں کہ زبردستی اپنے نکاح میں لے لے، نہ وہ عورت کو نکاح سے روک سکتے ہیں کہ وہ مجبور ہو کر خاوند کے ورثہ سے جو اُس کو ملا تھا کچھ پھیر دے۔ ہاں! اگر صریح بدچلنی کریں تو اُن کو روکنا چاہیے۔

فَائِدَۃ:[۳۸] عورتوں کے ساتھ حسنِ سلوک کا حکم ہے اگر ان کی کوئی عادت بری بھی لگے تو ہو سکتا ہے کہ اس کے اندر اللہ نے تمہارے لئے بھلائی رکھی ہو:...... یعنی عورتوں کے ساتھ گفتگو اور معاملات میں اخلاق اور سلوک سے معاملہ رکھو جاہلیت میں جیسا ذلت اور سختی کا برتاوا عورتوں کے ساتھ کیا جاتا تھا اُس کو چھوڑ دو۔ پھر اگر تم کو کسی عورت کی کوئی خو اور عادت خوش نہ آئے تو صبر کرو شاید اُس میں کوئی خوبی بھی ہو اور ممکن ہے کہ تم کو ناپسندیدہ ہو کوئی چیز اور اللہ تعالیٰ اس میں تمہارے لیے کوئی بڑی منفعت دینی یا دنیوی رکھ دے سو تم کو تحمل کرنا

چاہیے اور بدخو کے ساتھ بدخوئی نہ چاہیے۔

فائدہ:[۳۹] اگر کسی دوسری عورت سے نکاح کرنا چاہتے ہوتو پہلی بیوی سے مہر میں سے کچھ بھی نہیں واپس لے سکتے:...... اسلام سے پہلے یہ بھی ہوتا تھا کہ جب کوئی چاہتا کہ پہلی عورت کو چھوڑ کر دوسری عورت سے نکاح کرے تو پہلی عورت پر تہمت لگاتا اور مختلف طرح سے اُس پر زیادتی اور سختی کرتا کہ مجبور ہو کر مہر واپس کر دے اور نکاح جدید میں کام آئے، یہ آیت اُس کی ممانعت میں نازل ہوئی کہ جب پہلی عورت کو چھوڑ کر دوسری کرو اور پہلی عورت کو بہت سا مال دے چکے ہو تو اب اس میں سے کچھ بھی واپس مت لو، کیا تم بہتان باندھ کر اور صریح ظلم کر کے زوجۂ اولیٰ سے وہ مال لینا چاہتے ہو یہ ہرگز جائز نہیں۔

فائدہ:[۴۰] جب مرد اپنی بیوی سے محبت کر چکا تو اس کا مہر دبا بھی نہیں سکتا اور اگر دے دیا ہے تو واپس بھی نہیں لے سکتا: ......یعنی جب مرد اور عورت نکاح کے بعد مل چکے اور صحبت کی نوبت آ چکی تو اس کے معاوضہ میں تمام مہر دینا مرد پر واجب ہو چکا تو اب کس وجہ سے مرد اُس مہر کو واپس لے سکتا ہے اور درصورت مہر ادا نہ کرنے کے کیسے اُس کے مہر کو دبا سکتا ہے اب تو بجز اس کے کہ عورت ہی اپنی خوشی سے معاف کر بیٹھے کوئی صورت رستگاری کی نہیں ہو سکتی اور وہ عورتیں تو بہت مضبوط اور گاڑھا اقرار تم سے لے چکیں جس کی وجہ سے وہ تمہارے قبضہ اور تصرف میں آ چکیں اور تم اُن سے پورے منتفع ہو چکے نہیں تو تم کو اُن پر تصرف کا کیا اختیار تھا۔ اب اس قدر تکمیل اور قبضۂ کامل اور تصرف تام کے بعد عورتوں کے مہر کو واپس لینا یا اُن کا مہر نہ دینا کیسے ہو سکتا ہے۔

فائدہ: خلوت صحیحہ کے بعد پورا مہر واجب ہے اگرچہ صحبت نہ کی گئی ہو ورنہ نصف مہر ہوگا:...... جاننا چاہیے کہ جیسا مجامعت کے بعد تمام مہر زوج کے ذمہ لازم ہو جاتا ہے۔ ایسا ہی اگر مجامعت کی نوبت نہ آئے مگر خلوتِ صحیحہ ہو گئی تو بھی پورا مہر واجب الادا ہوگا، ہاں اگر خلوتِ صحیحہ کی بھی نوبت نہ آئی اور زوج نے طلاق دے دی تو پھر نصف مہر ادا کرنا ہوگا۔

وَلَا تَنْكِحُوْا مَا نَكَحَ اٰبَآؤُكُمْ مِّنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ۭ اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً

اور نکاح میں نہ لاؤ جن عورتوں کو نکاح میں لائے تمہارے باپ مگر جو پہلے ہو چکا یہ بے حیائی ہے

ع وَّمَقْتًا ۭ وَسَآءَ سَبِيْلًا ﴿۲۲﴾ حُرِّمَتْ عَلَيْكُمْ اُمَّهٰتُكُمْ وَبَنٰتُكُمْ وَاَخَوٰتُكُمْ

اور کام ہے غضب کا اور برا چلن ہے ف۴۱ حرام ہوئی ہیں تم پر تمہاری مائیں اور بیٹیاں اور بہنیں

وَعَمّٰتُكُمْ وَخٰلٰتُكُمْ وَبَنٰتُ الْاَخِ وَبَنٰتُ الْاُخْتِ وَاُمَّهٰتُكُمُ الّٰتِيْٓ اَرْضَعْنَكُمْ

اور پھوپھیاں اور خالائیں اور بیٹیاں بھائی کی اور بہن کی ف۴۲ اور جن ماؤں نے تم کو دودھ پلایا اور دودھ کی بہنیں ف۴۳

وَاَخَوٰتُكُمْ مِّنَ الرَّضَاعَةِ وَاُمَّهٰتُ نِسَآىِٕكُمْ وَرَبَاۗىِٕبُكُمُ الّٰتِيْ فِيْ حُجُوْرِكُمْ مِّنْ

اور تمہاری عورتوں کی مائیں اور ان کی بیٹیاں جو تمہاری پرورش میں ہیں جن کو جنا ہے

نِّسَآىِٕكُمُ الّٰتِيْ دَخَلْتُمْ بِهِنَّ ۡ فَاِنْ لَّمْ تَكُوْنُوْا دَخَلْتُمْ بِهِنَّ فَلَا جُنَاحَ

تمہاری ان عورتوں نے جن سے تم نے صحبت کی اور اگر تم نے ان سے صحبت نہیں کی تو تم پر کچھ گناہ نہیں

عَلَيْكُمْ ۙ وَحَلَآئِلُ اَبْنَآئِكُمُ الَّذِيْنَ مِنْ اَصْلَابِكُمْ ۙ وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ

اس نکاح میں اور عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو تمہاری پشت سے ہیں اور یہ کہ اکٹھا کرو دو

الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۲۳﴾

بہنوں کو مگر جو پہلے ہو چکا بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ف ۴۴

فائدہ:[۴۱] زمانہ جاہلیت میں لوگ اپنے باپ کی منکوحہ سے بھی شادی کر لیتے تھے اس کے اندر اسکی تفصیل بیان کی ہے کہ کس کس سے نکاح کر سکتے ہیں اور کس کس سے نکاح نہیں کر سکتے:...... جاہلیت والے اپنی سوتیلی ماں اور بعض دیگر محرمات سے بھی نکاح کر لیتے تھے جسکا تذکرہ ابھی گذرا اُسکی ممانعت کی جاتی ہے کہ جن عورتوں سے تمہارے باپ نے نکاح کیا ہو اُن سے نکاح مت کرو یہ بے حیائی اور اللہ کے غضب اور نفرت کرنے کی بات ہے اور بہت برا طریقہ ہے۔ زمانہ جاہلیت میں بھی سمجھدار لوگ اس کو مذموم سمجھتے تھے اور اس نکاح کو نکاح مقت اور اس نکاح سے جو اولاد ہوتی اس کو مقتی کہتے تھے سوایسے نکاح جو ہو چکے ہو چکے، آئندہ کو ہرگز ایسا نہ ہو۔

فائدہ:...... باپ کی منکوحہ کا جو حکم ہے اسی حکم میں دادے اور نانے کی منکوحہ بھی داخل ہے کتنا ہی اُوپر کا دادا اور نانا کیوں نہ ہو۔

فائدہ:[۴۲]:...... سوتیلی ماں کی حرمت بیان فرما کر اب جن عورتوں سے نکاح جائز نہیں اُن سب کو بیان فرماتے ہیں، وہ عورتیں چند قسم ہیں اول ان کو بیان کیا جاتا ہے جو علاقہ نسب کی وجہ سے حرام ہیں اور وہ سات ہیں: ماں، بیٹی، بہن، پھوپھی، خالہ، بھتیجی، بھانجی ان میں سے کسی کے ساتھ کسی کو نکاح کرنا جائز نہیں۔

فائدہ:...... ماں کے حکم میں دادی، نانی اوپر تک کی سب داخل ہیں ایسے ہی بیٹی میں پوتی اور نواسی نیچے تک کی سب داخل ہیں اور بہن میں عینی اور علاتی اور اخیافی سب داخل ہیں اور پھوپھی میں باپ دادا اور اُوپر تک کی پشتوں کی بہن سگی ہو یا سوتیلی سب آ گئیں اور خالہ میں ماں اور نانی اور نانی کی نانی سب کی بہن تینوں قسم کی داخل ہیں اور بھتیجی میں تینوں قسم کے بھائیوں کی اولاد اور اولاد اولاد سب داخل ہیں اور بھانجی میں تینوں قسم کی بہنوں کی اولاد اور اولاد اولاد داخل ہیں۔

فائدہ:[۴۳]:...... محرمات نسبی کے بعد اب محرمات رضاعی کو بیان کیا جاتا ہے اور وہ دو ہیں، ماں اور بہن اور اس میں اشارہ ہے کہ ساتوں رشتے جو نسب میں بیان ہوئے، رضاعت میں بھی حرام ہیں، یعنی رضاعی بیٹی اور پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی بھی حرام ہیں، چنانچہ حدیثوں میں یہ حکم موجود ہے۔

فائدہ:[۴۴]:...... اب محرمات مصاہرت کا ذکر ہے یعنی علاقہ نکاح کی وجہ سے جن سے نکاح حرام ہوتا ہے اور اس کی دو قسمیں ہیں: اول وہ کہ ان سے ہمیشہ کے لیے نکاح ناجائز ہے اور وہ زوجہ کی ماں اور اس زوجہ کی بیٹی ہے جس زوجہ سے کہ تم نے صحبت کی ہو لیکن اگر صحبت سے پہلے کسی عورت کو طلاق دیدی تو اس کی بیٹی سے نکاح ہو سکتا ہے اور تمہارے بیٹوں کی عورتیں ہیں اور اس میں نیچے تک کے پوتوں اور نواسوں کی عورتیں داخل ہیں کہ اُن سے کبھی تمہارا نکاح درست نہیں ہو سکتا۔ دوسری قسم وہ ہے کہ اُن سے ہمیشہ کے لیے نکاح کی ممانعت نہ ہو بلکہ جب تک کوئی عورت تمہارے نکاح میں رہے اُس وقت تک اُس عورت کی اُن قرابت والی عورتوں سے نکاح کی ممانعت رہی جب اُس عورت کو طلاق دیدی یا وہ مرگئی تو اُن سے نکاح درست ہو جائے گا اور وہ زوجہ کی بہن ہے کہ زوجہ کی موجودگی میں تو اس سے نکاح نہیں ہو سکتا اور بعد میں درست ہے، اور یہی حکم ہے زوجہ کی پھوپھی اور خالہ اور بھتیجی اور بھانجی کا۔

فَائِدَۃٌ:...... یہ جو فرمایا کہ عورتیں تمہارے بیٹوں کی جو کہ تمہاری پشت سے ہیں اس کا مطلب یہ ہے کہ تمہارے بیٹے یا پوتے نسبی ہوں منہ بولے یعنی لے پالک نہ ہوں جس کو مُتَبَنّٰی کہتے ہیں رضائی سے احتراز نہیں۔ اور ﴿اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ﴾ کا یہ مطلب ہے کہ زمانہ جاہلیت میں اس حکم سے پہلے جو دو بہنوں کو جمع کر لیتے تھے وہ معاف ہے۔ اور ﴿فِیْ حُجُوْرِکُمْ﴾ فرمانے سے یہ مطلب ہے کہ جن کو تم اپنی گود میں پالتے ہو اور ان کی پرورش کرتے ہو یعنی اولاد جیسا ان سے معاملہ کرتے ہو اور گویا اولاد ہی سمجھتے ہو اس سے ان کے نکاح کی حرمت اور ظاہر ہو گئی یہ مطلب نہیں کہ ان کی حرمت کے لیے گود میں رکھنا ضروری ہے۔

............☆☆☆......الحمد للہ ۴ پارہ ختم ہوا......☆☆☆............

پارہ نمبر:۵

وَّالْمُحْصَنٰتُ مِنَ النِّسَآءِ اِلَّا مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ ۚ كِتٰبَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۚ

اور خاوند والی عورتیں مگر جن کے مالک ہو جائیں تمہارے ہاتھ حکم ہو اللہ کا تم پر ف۴۵ اور حلال ہیں

وَاُحِلَّ لَكُمْ مَّا وَرَآءَ ذٰلِكُمْ اَنْ تَبْتَغُوْا بِاَمْوَالِكُمْ مُّحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ ؕ

تم کو سب عورتیں ان کے سواء بشرطیکہ طلب کرو ان کو اپنے مال کے بدلے قید میں لانے کو نہ مستی نکالنے کو ف۴۶

فَمَا اسْتَمْتَعْتُمْ بِهٖ مِنْهُنَّ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ فَرِيْضَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ

پھر جس کو کام میں لائے تم ان عورتوں میں سے تو ان کو دو ان کے حق جو مقرر ہوئے ف۴۷ اور گناہ نہیں تم کو اس بات

فِيْمَا تَرٰضَيْتُمْ بِهٖ مِنْۢ بَعْدِ الْفَرِيْضَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۲۴﴾ وَمَنْ لَّمْ

میں کہ ٹھہرا لو تم دونوں آپس کی رضا سے مقرر کیے پیچھے بے شک اللہ ہے خبردار حکمت والا ف۴۸ اور جو کوئی نہ رکھے

يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ

تم میں مقدور اس کا کہ نکاح میں لائے بیبیاں مسلمان تو نکاح کر لے ان سے جو تمہارے ہاتھ کا مال ہیں

اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاِيْمَانِكُمْ ؕ بَعْضُكُمْ مِّنْۢ

جو تمہارے آپس کی لونڈیاں ہیں مسلمان ف۴۹ اور اللہ کو خوب معلوم ہے تمہاری مسلمانی تم آپس میں

بَعْضٍ ۚ فَانْكِحُوْهُنَّ بِاِذْنِ اَهْلِهِنَّ وَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ مُحْصَنٰتٍ

ایک ہو ف۵۰ سو ان سے نکاح کرو ان کے مالکوں کی اجازت سے اور دو ان کے مہر موافق دستور کے قید میں آنے والیاں ہوں

غَيْرَ مُسٰفِحٰتٍ وَّلَا مُتَّخِذٰتِ اَخْدَانٍ ۚ فَاِذَآ اُحْصِنَّ فَاِنْ اَتَيْنَ بِفَاحِشَةٍ

نہ مستی نکالنے والیاں اور نہ چھپی یاری کرنے والیاں ف۵۱ پھر جب وہ قید نکاح میں آ چکیں تو اگر کریں بے حیائی کا کام

فَعَلَيْهِنَّ نِصْفُ مَا عَلَى الْمُحْصَنٰتِ مِنَ الْعَذَابِ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ

تو ان پر آدھی سزا ہے بیبیوں کی سزا سے ف۵۲ یہ اس کے واسطے ہے جو کوئی تم میں ڈرے تکلیف میں

ع ۴

مِنْكُمْ ؕ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۵﴾

پڑنے سے اور صبر کرو تو بہتر ہے تمہارے حق میں اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ ف ۵۳

فَائِدَۃ: [۴۵]...... محرمات کو ذکر فرما کر اخیر میں اب ان عورتوں کی حرمت بیان فرمائی جو کسی کے نکاح میں ہوں یعنی جو عورت کسی کے نکاح میں ہے اس کا نکاح اور کسی سے نہیں ہو سکتا تاوقتیکہ وہ بذریعہ طلاق یا وفات زوج نکاح سے جدا نہ ہو جائے۔ اور عدتِ طلاق یا عدتِ وفات پوری نہ کر لے اس وقت تک کوئی اس سے نکاح نہیں کر سکتا۔ لیکن اگر کوئی عورت خاوند والی تمہاری ملک میں آ جائے تو وہ اس حکمِ حرمت سے مستثنیٰ ہے اور وہ تم پر حلال ہے گو اُس کا خاوند زندہ ہے اور اس نے طلاق بھی اُس کو نہیں دی۔ اور اس کی صورت یہ ہے کہ کافر مرد اور کافر عورت میں باہم نکاح ہو اور مسلمان دار الحرب پر چڑھائی کر کے اس عورت کو قید کر کے دار الاسلام میں لے آئیں تو وہ عورت جس مسلمان کو ملے گی اس کو حلال ہے گو اس کا زوج دار الحرب میں زندہ موجود ہے اور اس نے طلاق بھی نہیں دی۔ اب سب محرمات کو بیان فرما کر اخیر میں تاکید فرما دی کہ یہ اللہ کا حکم ہے اس کی پابندی تم پر لازم ہے۔

فَائِدَۃ:...... جو عورت کافرہ دار الحرب سے پکڑی ہوئی آئے اس کے حلال ہونے کے لیے یہ ضروری ہے کہ ایک حیض گزر جائے اور وہ عورت مشرک بت پرست نہ ہو بلکہ اہلِ کتاب میں سے ہو۔

فَائِدَۃ: [۴۶]...... یعنی جن عورتوں کی حرمت بیان ہو چکی ان کے سوا سب حلال ہیں چار شرطوں کے ساتھ: اوّل یہ کہ طلب کرو یعنی زبان سے ایجاب و قبول دونوں طرف سے ہو جائے۔ دوسری یہ کہ مال یعنی مہر دینا قبول کرو۔ تیسری یہ کہ ان عورتوں کو قید میں لانا اور اپنے قبضہ میں رکھنا مقصود ہو صرف مستی نکالنا اور شہوت رانی مقصود نہ ہو جیسا کہ زنا میں ہوتا ہے، یعنی ہمیشہ کے لیے وہ اسکی زوجہ ہو جائے، چھوڑے بغیر کبھی نہ چھوٹے۔ مطلب یہ کہ کوئی مدت مقرر نہ ہو اس سے متعہ کا حرام ہونا معلوم ہو گیا جس پر اہلِ حق کا اجماع ہے۔ چوتھی شرط جو دوسری آیتوں میں مذکور ہے یہ ہے کہ مخفی طور پر دوستی نہ ہو یعنی کم سے کم دو مرد یا ایک مرد اور دو عورت اس معاملہ کی گواہ ہوں اگر بدون دو گواہوں کے ایجاب و قبول ہو گا تو وہ نکاح درست نہ ہو گا زنا سمجھا جائے گا۔

فَائِدَۃ: [۴۷]...... یعنی جس عورت سے نکاح کیا اور اس کے بعد زوج نے اس سے کسی مدتِ معین قلیل یا طویل تک نفع بھی حاصل کر لیا، کم سے کم یہ کہ ایک ہی دفعہ وطی یا خلوتِ صحیحہ کی نوبت آ گئی تو اب اس عورت کا پورا مہر دینا لازم ہے بدون عورت کے بخشے کسی طرح چھوٹ نہیں سکتا۔ البتہ جب تک عورت بالکل کام میں نہ آوے اور زوج طلاق دے دے تو مہرِ مقررہ کا آدھا دینا ہو گا اور اگر عورت نے انتفاع سے پہلے کوئی ایسی بات کی کہ نکاح ٹوٹ گیا تو زوج کے ذمہ سے سب مہر اتر جائے گا کچھ دینا نہ پڑے گا۔

فَائِدَۃ: [۴۸]...... یعنی اگر زوجین مہر مقرر کر لینے کے بعد کسی بات پر راضی ہو جائیں مثلاً عورت اپنی خوشی سے مہر میں سے کچھ کم کر دے یا مرد اپنی رضا سے مہرِ مقررہ سے کچھ زیادہ دے تو وہ مختار ہیں اس میں کچھ گناہ نہیں، یہ نہیں کہ مہرِ مقررہ سے زوج کچھ کم دے یا عورت اُس سے کچھ زیادہ لے تو ناجائز ہے، ہاں ارضائے باہمی ضرور ہونی چاہیے۔ اخیر میں فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تمہاری مصلحتوں اور ہر طرح کے نفع و نقصان کو خوب جانتا ہے اور جو حکم فرماتا ہے وہ سراسر حکمت آمیز ہوتا ہے اس کی متابعت میں تمہارے لیے دارین کی خوبی اور بہبودی ہے اور مخالفت میں سراسر نقصان اور خرابی ہے۔

فَائِدَۃ: [۴۹]...... یعنی جس کو اس بات کا مقدور نہ ہو کہ آزاد عورت سے نکاح کر سکے اور اس کے مہر اور نفقہ کا تحمل کر سکے تو بہتر ہے کہ ایسا شخص آپس میں کسی کی مسلمان لونڈی سے نکاح کر لے کہ اس کا مہر کم ہوتا ہے، اور نفقہ میں بھی یہ سہولت ہے کہ اگر مالک نے اس کو

اپنے یہاں رکھا جیسا کہ اکثر ہوتا ہے تو زوج اس کے نفقہ سے فارغ البال رہے گا اور اگر زوج کے حوالہ کر دیا تو بھی بہ نسبت نفقۂ حرّہ تخفیف ضرور رہے گی۔

فائدہ:...... جس کو آزاد عورت سے نکاح کرنے کی مقدرت ہو اس کو لونڈی سے نکاح کرنا امام شافعی رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ کے نزدیک حرام ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے مذہب میں مکروہ تنزیہی ہے۔ ایسے ہی صحت نکاح کے لیے لونڈی کا مسلمان ہونا اکثر علماء کے نزدیک ضروری ہے اور امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک افضل ہے۔ اگر لونڈی کتابیہ سے نکاح کرلے گا تو وہ بھی امام صاحب کے نزدیک جائز ہوگا، ہاں! اگر کسی کے نکاح میں آزاد عورت ہو تو اس کو لونڈی سے نکاح کرنا سب کے نزدیک حرام ہے۔

فائدہ:[۵۰]...... یعنی اللہ تعالیٰ کو تم سب کے ایمان کی اصلی کیفیت معلوم ہے تم کو تو ظاہر پر اکتفا کرنا چاہیے بعضی لونڈی کا ایمان اللہ ﷻ کے نزدیک بعضی آزاد عورت کے ایمان سے بہتر اور افضل ہو سکتا ہے تو اب حیثیت ایمانی سے لونڈی کے ساتھ نکاح کر لینے میں قباحت اور انکار نہ ہونا چاہیے اور آپس میں تم سب ایک ہو، ایک اصل سے پیدا ہوئے ہو، ایک دین میں شریک ہو پھر لونڈیوں سے نکاح کرنے کو کیوں معیوب اور ننگ و عار سمجھتے ہو۔ اس کلام سے لونڈیوں کے نکاح کی طرف توجہ دلانا اور ان سے نفرت کو دور کرنا مطلوب ہے۔

فائدہ:[۵۱]...... یعنی تو اب مناسب ہے کہ حسب بیان بالا ان لونڈیوں سے نکاح کر لیا کرو ان کے مالکوں سے اجازت لے کر اور قاعدہ اور دستور کے موافق ان کا مہر دیدیا کرو جب کہ وہ خوشی سے قید نکاح میں آئیں مستی نکالنے والیاں اور چھپی اور مخفی یاری کرنے والیاں ہرگز نہ ہوں۔ یعنی زنانہ ہو کہ اس میں مہر ہرگز لازم نہ ہو سکے گا اس سے معلوم ہو گیا کہ زنا میں مہر لازم نہیں ہوتا اور نکاح کے لیے گواہوں کا ہونا ضروری ہے۔

فائدہ:[۵۲]...... یعنی جو آزاد مرد یا عورت نکاح سے فائدہ اٹھا چکے یعنی مجامعت کی نوبت آچکی ہو اور پھر وہ زنا کرے تو وہ سنگسار کیا جائے گا اور اگر نکاح نہیں ہوا بلکہ نکاح سے پہلے ہی زنا کیا تو اس کے لیے سو کوڑوں کا حکم ہے اور لونڈی اور غلام کے لیے قبل نکاح اور بعد نکاح ہر حالت میں صرف پچاس کوڑے ہیں زیادہ نہیں۔

فائدہ:[۵۳]...... یعنی لونڈیوں سے نکاح کرنے کا ارشاد اور استحسان اسی کے حق میں ہے جو کوئی شخص تم میں ڈرتا ہو مشقت یعنی زنا میں مبتلا ہونے سے اور اگر تم صبر کرو اور باندیوں سے نکاح نہ کرو تو بہت اچھا ہے تمہارے حق میں کیونکہ اولاد آزاد ہوگی، ہاں! جس کو صبر و تحمل میں کھٹکا ہو تو اس کو بہتر ہے کہ ایسی حالت میں کسی کی لونڈی سے نکاح کرلے اور اللہ تعالیٰ بخشنے والا مہربان ہے صبر کرنے والوں پر۔

يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُبَيِّنَ لَكُمْ وَيَهْدِيَكُمْ سُنَنَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَيَتُوْبَ عَلَيْكُمْ ؕ

اللہ چاہتا ہے کہ بیان کرے تمہارے واسطے اور چلائے تم کو پہلوں کی راہ اور معاف کرے تم کو

وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۶﴾ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْكُمْ ۟ وَيُرِيْدُ الَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ

اور اللہ جاننے والا ہے حکمت والا[۵۴] اور اللہ چاہتا ہے کہ تم پر متوجہ ہووے اور چاہتے ہیں وہ لوگ جو لگے ہوئے ہیں

الشَّهَوٰتِ اَنْ تَمِيْلُوْا مَيْلًا عَظِيْمًا ﴿۲۷﴾ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّخَفِّفَ عَنْكُمْ ۚ وَخُلِقَ

اپنے مزوں کے پیچھے کہ تم پھر جاؤ راہ سے بہت دور[۵۵] اللہ چاہتا ہے کہ تم سے بوجھ ہلکا کرے اور

الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا ﴿٢٨﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ

انسان بنا ہے کمزور ف ۵۶ اے ایمان والو! نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق

اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۟ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ

مگر یہ کہ تجارت ہو آپس کی خوشی سے ف ۵۷ اور نہ خون کرو آپس میں بے شک

بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿٢٩﴾ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ عُدْوَانًا وَّظُلْمًا فَسَوْفَ نُصْلِيْهِ نَارًا ؕ وَكَانَ

اللہ تم پر مہربان ہے ف ۵۸ اور جو کوئی یہ کام کرے تعدی اور ظلم سے تو ہم اس کو ڈالیں گے آگ میں اور یہ

ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿٣٠﴾

اللہ پر آسان ہے ف ۵۹

فَائِدَہ: [۵۴]......یعنی اللہ تعالیٰ کو ان احکام کے ارشاد سے مطلوب یہی ہے کہ تم کو حلال اور حرام کا حال معلوم ہو جائے اور تم کو پہلے انبیاء کا رستہ نصیب ہو جیسے حضرت ابراہیم علیہ السلام وغیرہ اور مغفرت کرے تمہاری اور اللہ جل جلالہ کو تمہارے مصالح اور تمام حالات کا پورا علم ہے اور اس کے ہر حکم اور ہر تدبیر میں حکمت ہے، تو اب اگر اسکے حکم کی اطاعت نہ کرو گے تو ہدایت سے بھی محروم اور پہلوں کے بھی مخالف اور اللہ جل جلالہ کی رحمت اور مغفرت سے محروم رہو گے۔

فَائِدَہ:...... پہلے سے زنا اور لواطت کی حرمت اور ان سے توبہ کرنا اور عورتوں کے متعلق بعضے احکام اور جن عورتوں سے نکاح حرام ہے اُنکا ذکر اور نکاح کے متعلق مہر وغیرہ قیود و شرائط کا تذکرہ اور بدکاری سے ممانعت اور اس پر سزا کا ذکر تھا۔ اور بہ چند وجوہ لوگوں کو ان حکموں کی اطاعت دشوار تھی اس لیے اس آیت میں اور آیندہ کی دو آیتوں میں ان احکام کی پابندی کو خوب مؤکد اور مستحکم کر کے مخالفت سے روک دیا۔ واللہ اعلم!

فَائِدَہ: [۵۵]......یعنی یہ مختلف قیدیں جو پہلے گذریں اس سے مطلوب تم پر رحمت فرمانا ہے۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے ان قیدوں کی نسبت حکم فرمایا اور جو لوگ اپنی شہوتوں پر فریفتہ ہیں وہ البتہ یہی چاہتے ہیں کہ تم سیدھے راستہ سے دور جا پڑو یعنی انہی کی طرح تم بھی اپنی شہوات کا اتباع کرو اور گمراہ ہو جاؤ تو اب جو کچھ کرو سمجھ کر کرو۔

فَائِدَہ: [۵۶]......یعنی انسان کو اللہ جل جلالہ نے ضعیف بنایا ہے اسکو خوب معلوم ہے کہ یہ اپنی شہوات و مرغوبات سے کہاں تک صبر کر سکتا ہے تو اسلئے ہر حکم میں تخفیف کا بھی لحاظ فرمایا گیا ہے یہ نہیں ہوا کہ انسان کے حق میں جو مفید دیکھا وہ اسکے ذمہ لگا دیا سہل ہو یا دشوار، مثلاً عورتوں اور شہوت سے صبر کرنا آدمی کو بہت دشوار تھا اسلئے اسکی خواہش پورا کر لینے کیلئے طریقے جائز اللہ نے بتلا دئے کہ اس سے اپنا مطلب حاصل کر سکے یہ نہیں کہ قضائے شہوت سے بالکل روک دیا گیا ہو۔ حق تعالیٰ نے اپنی رحمت سے شریعت میں تنگی نہیں فرمائی کہ کوئی حلال کو چھوڑے اور حرام کی طرف دوڑے۔ خلاصہ ان آیتوں کا یہ نکلا کہ نفس کو شہوات سے بچانا اور ان تمام قیدوں کا پابند ہونا جو عورتوں کے بارہ میں مذکور ہوئیں ہرگز دشوار امر نہیں اور انکی پابندی نہایت ضروری اور سراسر مفید ہے۔

فَائِدَہ: [۵۷]......مطلب یہ ہے کہ کسی کو کسی کا مال ناحق کھا لینا مثلاً جھوٹ بول کر یا دغابازی سے یا چوری سے ہرگز درست نہیں، ہاں!

اگر سوداگری یعنی بیع وشراء کر و تم باہمی رضا مندی سے تو اس میں کچھ حرج نہیں اس مال کو کھالو جس کا خلاصہ یہی نکلا کہ جائز طریقہ سے لینے کی ممانعت نہیں جو مال کو ترک کرنا تم پر دشوار ہو۔

فَائِدَہ:[۵۸]......یعنی آپس میں ایک دوسرے کو قتل بھی مت کرو بیشک اللہ تعالیٰ تم پر مہربان ہے کہ بلا وجہ کسی کے مال یا جان میں تصرف کرنے کو منع فرمادیا اور تم پر ایسے احکام بھیجے جن میں سراسر تمہارے لیے بہبودی اور خیریت ہے۔

فَائِدَہ:[۵۹]......یعنی اور جو کوئی ظلم اور زیادتی سے باز نہ آئے بلکہ ناحق اوروں کا مال کھائے یا ظلما کسی کو قتل کر ڈالے تو اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور ایسے ظالموں کو آگ میں ڈال دینا خدا تعالیٰ کو دشوار نہیں بالکل سہل اور آسان ہے تو اب کوئی یہ نہ سمجھ بیٹھے کہ ہم تو مسلمان ہیں دوزخ میں کیسے جاسکتے ہیں اللہ تعالیٰ مالک ومختار ہے اس کو عدل وانصاف سے کون چیز روک سکتی ہے۔

اِنۡ تَجۡتَنِبُوۡا كَبَآئِرَ مَا تُنۡهَوۡنَ عَنۡهُ نُكَفِّرۡ عَنۡكُمۡ سَيِّاٰتِكُمۡ وَنُدۡخِلۡكُمۡ

اگر تم بچتے رہو گے ان چیزوں سے جو گناہوں میں بڑی ہیں تو ہم معاف کریں گے تم سے چھوٹے گناہ تمہارے اور داخل کریں گے

مُّدۡخَلًا كَرِيۡمًا ﴿۳۱﴾

تم کو عزت کے مقام میں ف۶۰

فَائِدَہ:[۶۰]......پہلی آیت میں مذکور تھا کہ جو کوئی ظلماً کسی کے مال یا جان کو نقصان پہنچائے گا تو اس کی سزا جہنم ہے جس سے معلوم ہو گیا تھا کہ حق تعالیٰ کی نافرمانی بندہ کے لیے موجب عذاب ہے۔اب اس آیت میں گناہوں سے بچنے کی ترغیب اور گناہوں سے اجتناب کرنے پر وعدۂ مغفرت اور جنت کی توقع اور طمع دلائی جاتی ہے تا کہ اس کو معلوم کر کے ہر ایک آدمی گناہوں سے احتراز کرنے میں کوشش کرے اور معلوم ہو جائے کہ جو کبیرہ گناہ مثلاً کسی کا مال غصب یا سرقہ کرنے یا کسی کو ظلماً قتل کرنے سے بچ گیا جن کا ذکر ابھی گذرا تو اس کے وہ تمام صغیرہ گناہ بخشے جائیں گے جن کا مرتکب بغرض تحصیل وتکمیل سرقہ اور قتل ہوا تھا۔اس آیت میں چند باتیں بحث طلب ہیں مگر اصل سب کی یہی ہے کہ آیت کا اصلی اور عمدہ مطلب معلوم ہو جائے جس سے تمام امور کا جان لینا سہل ہو جائے۔

سو معتزلہ اور ان کے موافقین نے سرسری طور پر اس آیت کا یہ مضمون سمجھ لیا کہ اگر کبیرہ گناہوں سے بچتے رہو گے یعنی کبیرہ گناہ ایک بھی نہ کرو گے تو پھر محض صغیرہ گو کتنے ہی ہوں ضرور معاف کر دیے جائیں گے۔اور اگر صغائر کے ساتھ کبیرہ کیف ما اتفق ایک یا دو بھی شامل ہو گیا تو اب معافی ممکن نہیں بلکہ سب کی سزا ضروری ہوگی۔اور اہل سنت فرماتے ہیں کہ ان دونوں صورتوں میں اللہ تعالیٰ کو معافی اور مواخذہ کا اختیار بدستور محقق ہے، اوّل صورت میں معافی کا لازم ہونا اور دوسری صورت میں مواخذہ کو واجب سمجھنا معتزلہ کی بدفہمی اور کم فہمی ہے اور اس آیت کے ظاہری الفاظ اور سرسری مضمون سے جو معتزلہ کا مذہب راجح نظر آتا ہے اس کا جواب کسی نے تو یہ دیا کہ انتفاء شرط سے انتفاء مشروط کوئی ضروری امر ہرگز نہیں، کسی نے یہ کہا کہ لفظ کبائر سے جو آیت میں مذکور ہے اکبر الکبائر یعنی خاص شرک مراد لے لیا اور لفظ کبائر کی جمع لانے کی وجہ تعدد انواع شرک کو قرار دیا اور اسی کے ذیل میں چند اور باتیں بھی زیر بحث آگئیں مگر ہم ان سب امور کو نظر انداز کر کے صرف اس آیت کے محقق اور عمدہ معنی ایسے بیان کیے دیتے ہیں جو نصوص اور عقل کے مطابق اور قواعد اور ارشادِ محققین کے موافق ہوں اور بشرط فہم وانصاف معنی مذکور کے بعد تمام ضمنی باتیں خود بخود حل ہو جائیں اور خلاف معتزلہ خود بخود مضمحل ہو کر معتزلہ کے عدم تدبر اور کم فہمی پر حجت قوی بن جائے اور اہل حق کو اس کے ابطال وتردید کی طرف توجہ فرمانے کی حاجت ہی نہ رہے۔سو غور سے سنیے کہ یہ تو ظاہر ہے کہ

ارشاد ﴿اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآئِرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ﴾ جو کہ یہاں مذکور ہے اور ارشاد ﴿اَلَّذِيْنَ يَجْتَنِبُوْنَ كَبٰٓئِرَ الْاِثْمِ وَالْفَوَاحِشَ اِلَّا اللَّمَمَ﴾ جو سورۂ نجم (آیت:۳۲) میں موجود ہے ان ہر دو ارشاد کا مدعیٰ یک ہے صرف لفظوں میں تھوڑا سا فرق ہے تو اب جو مطلب ایک آیت کا ہوگا وہی دوسری آیت کا لیا جائے گا۔ سو سورۂ نجم کی آیت کی نسبت حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کا ارشاد بخاری وغیرہ کتب حدیث میں صاف موجود ہے۔ عن ابن عباس قال: ما رأیت شیئا اشبه باللمم مما قال ابو هریرة عن النبیا: ان الله کتب علی ابن آدم حظه من الزنی ادرک ذلک لا محالة فزنی العین النظر وزنی اللسان المنطق والنفس تمنی وتشتهی والفرج یصدق ذلک ویکذبه۔ بشرط فہم اس حدیث سے ہر دو آیات سابقہ کے واقعی اور تحقیقی مطلب کا پورا سراغ لگ گیا۔

اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما حبر الامۃ اور لسان القرآن کے فرمانے سے یہ بھی معلوم ہو گیا کہ لمم اور علیٰ ہذا القیاس سیآت کے معنی اس سے بہتر نہیں ملتے تو اب اس مطلب کے مقابلہ میں کوئی دوسری تقریر مضمون آیت کے متعلق کیوں کر قابل ترجیح اور لائق پسند ہو سکتی ہے۔ بالخصوص معتزلہ کی ہرزہ گوئی کیسے قابل التفات اور لائق جواب سمجھی جا سکتی ہے اور واقعی حدیث مذکور کا مطلب اور حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہم نے جو اس سے بات نکالی ایسی عجیب اور قابل قبول تحقیق ہے کہ جس سے مضمون ہر دو آیت خوب محقق ہو گیا اور معتزلہ کے خرافات کی گنجائش اور اہل حق کو اسکی تردید کی ضرورت بھی نہ رہی اور ذیلی اور ضمنی اقوال واختلافات بھی بہت خوبی سے طے ہو گئے۔ چنانچہ [illegible] تامل سے سمجھ سکتے ہیں بغرض توضیح ہم بھی حدیث مذکور کا خلاصہ عرض کیے دیتے ہیں۔ حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ آیت [illegible] نجم میں جو لفظ لمم فرمایا گیا ہے جس کی کہ معافی کا وعدہ کیا ہے اس کی تعیین اور تحقیق کے متعلق حدیث ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے بہتر ہم کو کوئی چیز معلوم نہیں ہوئی۔ جس کا خلاصہ یہ ہے کہ حضرت رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ نے ابن آدم کے ذمہ پر جو زنا کا حصہ مقرر فرما دیا ہے وہ ضرور اس کو حاصل کر رہے گا سو فعل زنا میں آنکھ کا حصہ تو دیکھنا ہے اور زبان کا حصہ یہ ہے کہ اس سے وہ باتیں کی جائیں جو فعل زنا کے لیے مقدمات اور اسباب ہوں اور نفس کا حصہ یہ ہے کہ زنا کی تمنا اور اس کی خواہش کرے۔ لیکن فعل زنا کا تحقق اور اسکا بطلان دراصل فرج یعنی شرمگاہ پر موقوف ہے یعنی اگر فرج سے زنا کا صدور ہو گیا تو آنکھ زبان دل سب کا زانی ہونا محقق ہو گیا اور اگر باوجود تحصیل جملہ اسباب و ذرائع صرف فعل فرج کا تحقق نہ ہوا بلکہ زنا سے توبہ اور اجتناب نصیب ہو گیا تو اب تمام وسائل زنا جو کہ فی نفسہ مباح تھے فقط زنا کی تبعیت کے باعث گناہ قرار دیئے گئے تھے وہ سب کے سب لائق مغفرت ہو گئے۔ یعنی ان کا زنا ہونا باطل ہو گیا اور گویا ان کا قلب ماہیت ہو کر بجائے زنا، عبادت بن گئی کیونکہ فی نفسہ تو وہ افعال نہ معصیت تھے نہ عبادت بلکہ مباح تھے صرف اس وجہ سے کہ وہ زنا کے لیے وسیلہ بنتے تھے معصیت میں داخل ہو گئے تھے۔ جب زنا کے لیے وسیلہ نہ رہے بلکہ زنا ہی بوجہ اجتناب معدوم ہو چکا تو اب ان وسائل کا زنا کے ذیل میں شمار ہونا اور انکو معصیت قرار دینا انصاف کے صریح مخالف ہے۔ مثلاً: ایک شخص مسجد میں پہنچا چوری کے خیال سے مگر وہاں جا کر عین موقع پر تنبہ پیش آیا اور چوری سے توبہ کی اور رات بھر اللہ کے واسطے نماز پڑھتا رہا تو ظاہر ہے کہ جو رفتار سرقہ کا ذریعہ نظر آتا تھا وہ اب توبہ اور نماز کا ذریعہ ہو گیا تو اس حدیث ابو ہریرہ کو سن کر عبداللہ بن عباس سمجھ گئے کہ لَمَم وہ باتیں ہیں جو دراصل گناہ نہیں مگر گناہ کا سبب ہو کر گناہ بن جاتی ہیں۔ تو آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ وہ لوگ بڑے گناہ اور کھلے گناہ سے تو بچتے ہیں ہاں صدور لَمَم کی نوبت آ جاتی ہے مگر بڑے اور اصلی گناہ کے صدور سے پہلے ہی وہ اپنے قصور سے تائب اور مجتنب ہو جاتے ہیں، تو اب ابن عباس نے جیسے حدیث ابو ہریرہ سے آیت سورۂ نجم کا مطلب سمجھ لیا ہم کو چاہیے کہ وہی معنی حسب ارشاد ابن عباس ہم آیت سورۂ نساء کے بے تکلف سمجھ لیں جس کے بعد بحمد اللہ نہ ہم کو اس کی ضرورت ہو گی کہ اس آیت کی توضیح میں گناہ صغیرہ اور کبیرہ کی مختلف تفسیریں نقل کریں اور نہ معتزلہ کے استدلال کے جواب کا فکر ہوگا اور تکفیر سیآت کی وجہ اور دخول جنت کا سبب بھی بہ سہولت مطابق قواعد معلوم ہو جائے گا اور اجتناب کے معنی بھی ظاہر ہو جائیں گے اور چھوٹی چھوٹی باتیں ان شاء اللہ بشرط تدبر طے ہو جائیں گی۔ خلاصہ ہر دو آیت مذکور کا حسب ارشاد حدیث و بیان ابن عباس یہ ہوا کہ جو لوگ ان گناہوں

سے رکیں گے اور ان کے ارتکاب سے اپنے نفس کو ہٹاتے رہیں گے جو گناہ کہ گناہوں کے سلسلہ میں مقصود اور بڑے سمجھے جاتے ہیں تو اس اجتناب اور رک جانے کی وجہ سے ان کے وہ برے کام جو انہوں نے کسی بڑے گناہ کے حصول کی طمع میں کیے ہیں معاف کر دیے جائیں گے اور حسب ارشاد ﴿وَاَمَّا مَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ وَنَهَى النَّفْسَ عَنِ الْهَوٰى ۝ فَاِنَّ الْجَنَّةَ هِيَ الْمَاْوٰى ۝﴾ [نازعات: ۴۰] وہ لوگ جنت میں داخل ہوں گے۔ یہ مطلب نہیں کہ سلسلۂ زنا کے صغائر کسی دوسرے سلسلہ کے بڑے گناہ مثلاً شراب خواری نہ کرنے سے فروگذاشت ہو جائیں گے یا شراب خواری کی وجہ سے ان کا مواخذہ لازم اور واجب ہو جائے گا۔ واللہ اعلم!

وَلَا تَتَمَنَّوْا مَا فَضَّلَ اللّٰهُ بِهٖ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ لِلرِّجَالِ نَصِيْبٌ مِّمَّا

اور ہوس مت کرو جس چیز میں بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر ف ۶۱ مردوں کو حصہ ہے

اكْتَسَبُوْا ؕ وَلِلنِّسَآءِ نَصِيْبٌ مِّمَّا اكْتَسَبْنَ ؕ وَسْـَٔلُوا اللّٰهَ مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

اپنی کمائی سے اور عورتوں کو حصہ ہے اپنی کمائی سے اور مانگو اللہ سے اس کا فضل بے شک

كَانَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمًا ۝۳۲ وَلِكُلٍّ جَعَلْنَا مَوَالِيَ مِمَّا تَرَكَ الْوَالِدٰنِ وَالْاَقْرَبُوْنَ ؕ

اللہ کو ہر چیز معلوم ہے ف ۶۲ اور ہر کسی کے لئے ہم نے مقرر کر دیے ہیں وارث اس مال کے کہ چھوڑ مریں ماں باپ اور قرابت والے

وَالَّذِيْنَ عَقَدَتْ اَيْمَانُكُمْ فَاٰتُوْهُمْ نَصِيْبَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

اور جن سے معاہدہ ہوا تمہارا ان کو دے دو ان کا حصہ بے شک اللہ کے رو برو

شَهِيْدًا ۝۳۳ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ع۶

ہے ہر چیز ف ۶۳ مرد حاکم ہیں عورتوں پر اس واسطے کہ بڑائی دی اللہ نے ایک کو ایک پر اور اس واسطے کہ خرچ کیے

وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ ؕ فَالصّٰلِحٰتُ قٰنِتٰتٌ حٰفِظٰتٌ لِّلْغَيْبِ بِمَا حَفِظَ

انہوں نے اپنے مال ف ۶۴ پھر جو عورتیں نیک ہیں سو تابعدار ہیں نگہبانی کرتی ہیں پیٹھ پیچھے اللہ کی حفاظت سے ف ۶۵

اللّٰهُ ؕ وَالّٰتِيْ تَخَافُوْنَ نُشُوْزَهُنَّ فَعِظُوْهُنَّ وَاهْجُرُوْهُنَّ فِي الْمَضَاجِعِ

اور جن کی بدخوئی کا ڈر ہو تم کو تو ان کو سمجھاؤ اور جدا کرو سونے میں اور مارو ف ۶۶

وَاضْرِبُوْهُنَّ ۚ فَاِنْ اَطَعْنَكُمْ فَلَا تَبْغُوْا عَلَيْهِنَّ سَبِيْلًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيًّا كَبِيْرًا ۝۳۴

پھر اگر کہا مانیں تمہارا تو مت تلاش کرو ان پر راہ الزام کی بے شک اللہ ہے سب سے اوپر بڑا۔ ف ۶۷

فائدہ: [۶۱] غیر اختیاری فضائل کی تمنا ممنوع:...... یعنی حق تعالیٰ جو کسی کو کسی پر کسی امر میں شرافت و فضیلت اور اختصاص و امتیاز عنایت فرمائے تو تم اس کی ہوس اور حرص مت کرو کیونکہ یہ بھی گویا ایسا ہی ہے کہ کسی کے خاص مال اور جان میں بلا وجہ دست اندازی کی

جائے، جس کی حرمت ابھی گذر چکی اور نیز اس سے باہم تحاسد وتباغض پیدا ہوتا ہے اور حکمتِ الٰہی کی مخالفت بھی لازم آتی ہے۔ بعض عورتوں نے آپ کی خدمت میں عرض کیا کہ کیا سبب ہے کہ ہر جگہ حق تعالیٰ مردوں کو خطاب فرماتا ہے اور ان کو حکم کرتا ہے، عورتوں کا ذکر نہیں کیا جاتا اور میراث میں مرد کو دوہرا حصہ دیا جاتا ہے عورت سے، اس آیت میں ان سب کا جواب ہوگیا۔

فَائِدَہ: [۶۲]......یعنی مردوں اور عورتوں کے لیے حصہ مقرر ہے جیسا کچھ وہ کام کرتے ہیں۔ خلاصہ یہ ہوا کہ ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ پورا ملتا ہے اس میں ہرگز کمی نہیں کی جاتی جو کسی کو شکایت کا موقع ملے، ہاں! یہ بات دوسری ہے کہ وہ اپنی حکمت اور رحمت کے مطابق کسی کو خاص بڑائی اور فضیلت عنایت کرے اس کی حرص اور شکایت کرنی بیجا ہوس ہے۔ البتہ اپنے عمل کے معاوضہ سے اور زیادہ ثواب وانعام مانگو تو بہتر اور مناسب ہے، اس میں کچھ خرابی نہیں تو اب جو فضل کا طالب ہو اس کو لازم ہے کہ عمل کے ذریعہ سے طلب کرے حسد اور تمنی سے فضل کا طالب نہ ہو۔ اور اللہ تعالیٰ کو ہر ایک چیز کا پورا علم ہے ہر ایک کے درجے اور اس کے استحقاق کو خوب جانتا ہے اور ہر ایک کے مناسب شان اس سے معاملہ کرتا ہے تو اب جس کو فضیلت عطا کرتا ہے سراسر علم اور حکمت کے مطابق ہے کوئی اپنی لاعلمی کی وجہ سے کیوں اس میں خلجان کرے۔

فَائِدَہ: [۶۳] ورثاء کا تقرر عین حکمت ہے:......یعنی مرد ہو یا عورت ہر ایک کے لیے تم میں سے اے مسلمانو! ہم نے وارث مقرر کردیئے اس مال کے جس کو چھوڑ مریں والدین اور قرابت والے، کسی کو اس سے محروم نہیں رکھا اور جن لوگوں سے تمہارا معاہدہ ہوا ہے ان کو ان کا حصہ ضرور پہنچا دو۔ اللہ تعالیٰ کو تمام امور کا علم ہے کہ وارثوں کا کیا حصہ ہونا چاہیے اور جن سے معاہدہ ہوا ہے ان کو کیا ملنا چاہیے اور ہمارے ان احکام کو کون بجالاتا ہے اور کون نافرمانی کرتا ہے۔

فَائِدَہ:......اکثر لوگ حضرت کے ساتھ اکیلے اکیلے مسلمان ہو گئے تھے اور ان کا سب کنبہ اور تمام اقربا کافر چلے آتے تھے تو اس وقت حضرت ﷺ نے دو دو مسلمانوں کو آپس میں بھائی بھائی کر دیا تھا وہی دونوں آپس میں ایک دوسرے کے وارث ہوتے جب ان کے اقربا بھی مسلمان ہوگئے تب یہ آیت اتری کہ میراث تو اقربا اور رشتہ داروں ہی کا حق ہے۔ اب رہ گئے وہ منہ بولے بھائی تو ان کے لیے میراث نہیں۔ ہاں زندگی میں ان کے ساتھ سلوک ہے اور مرتے وقت کچھ وصیت کردے تو مناسب ہے مگر میراث میں کوئی حصہ نہیں۔

فَائِدَہ: [۶۴] اللہ نے مردوں کو عورتوں پر حاکم ونگران بنایا:......پہلی آیتوں میں مذکور تھا کہ مرد اور عورتوں کے حقوق کی پوری رعایت فرمائی گئی اگر رعایت حقوق میں فرق ہوتا تو عورتوں کو شکایت کا موقع ہوتا۔ اب اس آیت میں مرد اور عورت کے درجہ کو بتلاتے ہیں کہ مرد کا درجہ بڑھا ہوا ہے عورت کے درجہ سے اس لیے فرق مدارج کے باعث جو احکام میں فرق ہوگا وہ سراسر حکمت اور قابل رعایت ہوگا۔ اس میں عورت اور مرد بہ قاعدۂ حکمت ہرگز برابر نہیں ہوسکتے عورتوں کو اس کی خواہش کرنی بالکل بے جا ہے۔ خلاصہ یہ ہے کہ مردوں کو عورتوں پر اللہ تعالیٰ نے حاکم اور نگران حال بنایا دو وجہ سے: اوّل بڑی اور وہبی وجہ تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اصل سے بعضوں کو بعضوں پر یعنی مردوں کو عورتوں پر علم وعمل میں کہ جن دونوں پر تمام کمالات کا مدار ہے فضیلت اور بڑائی عطا فرمائی جس کی تشریح احادیث میں موجود ہے، دوسری وجہ جو کسبی ہے یہ ہے کہ مرد عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں اور مہر اور خوراک اور پوشاک جملہ ضروریات کا تکفل کرتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ عورتوں کو مردوں کی حکم برداری چاہیے۔

فَائِدَہ:......ایک صحابیہ نے اپنے خاوند کی نافرمانی بہت کی، آخر کو مرد نے ایک طمانچہ مارا، عورت نے اپنے باپ سے فریاد کی، عورت کے باپ نے حضرت ﷺ کی خدمت میں آکر احوال ظاہر کیا آپ نے فرمایا: کہ خاوند سے بدلہ لیوے اتنے میں یہ آیت اتری اس پر آپ نے فرمایا: کہ ہم نے کچھ چاہا اور اللہ تعالیٰ نے کچھ اور چاہا اور جو کچھ اللہ نے چاہا وہی خیر ہے۔

فَائِدَہ: [۶۵] اطاعت شعار عورتوں کی تعریف:......یعنی جو عورتیں نیک ہیں وہ مردوں کی تابع داری کرتی ہیں اور اللہ کے حکم کے موافق

خاوند کے پیٹھ پیچھے اس کی رضا کے موافق اپنے نفس اور خاوند کے مال کی حفاظت کرتی ہیں اپنے نفس اور مال زوج میں کسی قسم کی خیانت نہیں کرتیں۔

فائدہ:[٦٦] نافرمان بیوی کی اصلاح کا طریقہ:......یعنی اگر کوئی عورت خاوند سے بدخوئی کرے تو پہلا درجہ تو یہ ہے کہ مرد اس کو زبانی فہمایش کرے اور سمجھاوے اگر نہ مانے تو دوسرا درجہ یہ ہے کہ جدا سووے لیکن اسی گھر میں، اس پر بھی نہ مانے تو آخری درجہ یہ ہے کہ اس کو مارے بھی، پر نہ ایسا کہ جس کا نشان باقی رہے، یا ہڈی ٹوٹے، ہر تقصیر کا ایک درجہ ہے اسی کے موافق تادیب اور تنبیہ کی اجازت ہے جس کے تین درجے ترتیب وار آیت میں مذکور ہیں اور مارنا پیٹنا آخر کا درجہ ہے، سرسری قصور پر نہ مارے، ہاں! قصور زیادہ ہو پھر مارنے میں حرج نہیں، جس قدر مناسب ہو مارے پیٹے مگر اس کا لحاظ رہے کہ ہڈی نہ ٹوٹے اور نہ ایسا زخم پہنچائے کہ جس کا نشان باقی رہ جائے۔

فائدہ:[٦٧] بال کی کھال نہ اتارو:......یعنی وہ عورتیں تمہاری نصیحت یا علیحدگی یا ضرب و تادیب کے بعد اگر بدخوئی اور نافرمانی سے باز آ جائیں اور بظاہر مطیع ہو جائیں تو تم بھی بس کر جاؤ اور ان کے قصوروں کی کھود کرید مت کرو اور خواہ مخواہ ان کے ملزم بنانے میں خدا سے ڈرو، بیشک اللہ تم سب سے غالب اور سب پر حاکم ہے، نہ عورتوں کے معاملہ میں خواہ مخواہ کی بدگمانی سے کام لو اور نہ تھوڑے قصور پر اخیر کی سزا دینے لگو، بلکہ ہر قصور کی ایک حد ہے اور مارنا اخیر کا درجہ ہے۔

وَاِنۡ خِفۡتُمۡ شِقَاقَ بَيۡنِهِمَا فَابۡعَثُوۡا حَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهٖ وَحَكَمًا مِّنۡ اَهۡلِهَا ۚ اِنۡ

اور اگر تم ڈرو کہ وہ دونوں آپس میں ضد رکھتے ہیں تو کھڑا کرو ایک منصف مرد والوں میں سے اور ایک منصف عورت والوں میں سے ف ٦٨ اگر

يُّرِيۡدَاۤ اِصۡلَاحًا يُّوَفِّقِ اللّٰهُ بَيۡنَهُمَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيۡمًا خَبِيۡرًا ۝٣٥ وَاعۡبُدُوا اللّٰهَ

یہ دونوں چاہیں گے کہ صلح کرا دیں تو اللہ موافقت کر دے گا ان دونوں میں بے شک اللہ سب کچھ جاننے والا خبردار ہے ف ٦٩ اور بندگی کرو اللہ

وَلَا تُشۡرِكُوۡا بِهٖ شَيۡـئًا ‌ۖ وَّبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا وَّبِذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡيَتٰمٰى وَالۡمَسٰكِيۡنِ

کی اور شریک نہ کرو اس کا کسی کو ف ٧٠ اور ماں باپ کے ساتھ نیکی کرو اور قرابت والوں کے ساتھ اور یتیموں اور فقیروں

وَالۡجَـارِ ذِى الۡقُرۡبٰى وَالۡجَـارِ الۡجُـنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالۡجَـنۡۢبِ وَابۡنِ السَّبِيۡلِ ۙ وَمَا

اور ہمسایہ قریب اور ہمسایہ اجنبی اور پاس بیٹھنے والے اور مسافر کے ساتھ اور اپنے ہاتھ کے مال

مَلَـكَتۡ اَيۡمَانُكُمۡ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنۡ كَانَ مُخۡتَالًا فَخُوۡرَا ۙ ۝٣٦ اۨلَّذِيۡنَ يَـبۡخَلُوۡنَ

یعنی غلام باندیوں کے ساتھ بے شک اللہ کو پسند نہیں آتا اترانے والا بڑائی کرنے والا ف ٧١ وہ لوگ جو بخل کرتے

وَيَاۡمُرُوۡنَ النَّاسَ بِالۡبُخۡلِ وَيَكۡتُمُوۡنَ مَاۤ اٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ ؕ وَاَعۡتَدۡنَا

ہیں اور سکھاتے ہیں لوگوں کو بخل اور چھپاتے ہیں جو ان کو دیا اللہ نے اپنے فضل سے اور تیار کر رکھا ہے ہم نے

لِلۡكٰفِرِيۡنَ عَذَابًا مُّهِيۡنًا ۚ ۝٣٧ وَالَّذِيۡنَ يُنۡفِقُوۡنَ اَمۡوَالَهُمۡ رِئَآءَ النَّاسِ وَلَا

کافروں کے لئے عذاب ذلت کا ف ٧٢ اور وہ لوگ جو خرچ کرتے ہیں اپنے مال لوگوں کے دکھانے کو

يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ ۭ وَمَنْ يَّكُنِ الشَّيْطٰنُ لَهٗ قَرِيْنًا فَسَآءَ قَرِيْنًا ﴿٣٨﴾

اور ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ قیامت کے دن پر اور جس کا ساتھی ہوا شیطان تو وہ بہت برا ساتھی ہے۔ ف ۷۳

فَائِدَة: [۶۸] گھریلو جھگڑوں میں منصف بنانے کا حکم: ......یعنی اے مسلمانو! اگر تم کو اندیشہ ہو کہ خاوند اور عورت میں مخالفت اور ضد ہے وہ اپنے باہمی نزاع کو خود نہ سلجھا سکیں گے تو تم کو چاہیے کہ ایک منصف مرد کے اقارب میں سے اور ایک منصف عورت کے اقارب میں سے مقرر کر کے بغرض فیصلہ زوجین کے پاس بھیجو کیونکہ اقارب کو ان کے حالات بھی زیادہ معلوم ہوں گے اور ان سے خیر خواہی کی بھی زیادہ امید ہے۔ یہ دونوں منصف احوال کی تحقیق کریں گے اور جس کا جتنا قصور دیکھیں گے اس کو سمجھا کر باہم موافقت کرا دیں گے۔

فَائِدَة: [۶۹] منصفین کی نیک نیتی پر غیبی امداد کی خوشخبری: ......یعنی اگر دونوں منصف اصلاح بین الزوجین کا قصد کریں گے تو اللہ تعالیٰ ان کے حسنِ نیت اور حسنِ سعی سے زوجین میں موافقت کرا دے گا بیشک اللہ تعالیٰ کو تمام چیزوں کا علم اور اطلاع ہے، رفع نزاع اور حصول اتفاق کے اسباب اور کیفیات اس کو خوب معلوم ہیں اس لیے نزاع زوجین کے رفع ہونے میں کوئی دشواری نہ ہوگی ان شاء اللہ۔

فَائِدَة: [۷۰] ......یعنی عبادت اور نیک عمل خدا پر یقین کر کے اور ثواب آخرت کی توقع سے کرو، فخر اور ریا سے مال دینا یہ بھی شرک ہے گو کم درجہ کا ہے۔

فَائِدَة: [۷۱] حقوق العباد درجہ بہ درجہ: ...... یتامیٰ اور نساء اور ورثاء اور زوجین کے حقوق اور انکے ساتھ حسن معاملہ کو بیان فرما کر اب یہ ارشاد ہے کہ ہر ایک کا حق درجہ بدرجہ تعلق کے موافق اور حاجت مندی کے مناسب ادا کرو، سب سے مقدم اللہ تعالیٰ کا حق ہے پھر ماں باپ کا پھر درجہ بہ درجہ سب واسطہ داروں اور حاجت مندوں کا اور ہمسایہ قریب اور غیر قریب سے مراد قرب و بعد نسبی ہے یا قرب و بعد مکانی۔ صورتِ اولیٰ میں یہ مطلب ہوگا کہ ہمسایہ قرابتی کا حق ہمسایہ اجنبی سے زیادہ ہوگا اور صورتِ ثانیہ کا مدعا یہ ہوگا کہ پاس کے ہمسایہ کا حق ہمسایہ بعید یعنی جو کہ فاصلہ سے رہتا ہے اس سے زیادہ ہے اور پاس بیٹھنے والے میں رفیق سفر اور پیشہ کے اور کام کے شریک اور ایک آقا کے دو نوکر اور ایک استاد کے دو شاگرد اور دوست اور شاگرد اور مرید وغیرہ سب داخل ہیں۔ اور مسافر میں مہمان غیر مہمان دونوں آ گئے اور مال مملوک غلام اور لونڈی کے علاوہ دیگر حیوانات کو بھی شامل ہے۔ آخر میں فرما دیا کہ جسکے مزاج میں تکبر اور خود پسندی ہوتی ہے کہ کسی کو اپنے برابر نہ سمجھے اپنے مال پر مغرور اور عیش میں مشغول ہو وہ ان حقوق کو ادا نہیں کرتا، سو اس سے احتراز رکھو اور جدا رہو۔

فَائِدَة: [۷۲] ناپسندیدہ افراد: ......یعنی اللہ تعالیٰ دوست نہیں رکھتا خود پسند اور تکبر کرنے والوں کو جو کہ بخل کرتے ہیں اور اپنے مال اور علم خداداد کو لوگوں سے چھپاتے ہیں کسی کو نفع نہیں پہنچاتے اور قولاً اور عملاً دوسروں کو بھی بخل کی ترغیب دلاتے ہیں اور ان کافروں کے لیے ہم نے ذلت کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

فَائِدَة: ...... یہ آیت یہودیوں کے بارہ میں نازل ہوئی جو فی سبیل اللہ خرچ کرنے میں خود بھی بخل کرتے تھے اور مسلمانوں کو بھی روکنا چاہتے تھے اور رسول اللہ ﷺ کے اوصاف جو توریت میں مذکور تھے اور حقانیتِ اسلام کی آیات جو موجود تھیں ان کو چھپاتے تھے۔ سو مسلمانوں کو اس سے احتراز لازم ہے۔

فَائِدَة: [۷۳] ریاکار شیطان کے رفیق: ......اور وہ خود پسند متکبر وہ لوگ ہیں کہ اپنا مال لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرتے ہیں یعنی اللہ کے لیے خرچ کرنے میں تو خود بھی بخل کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی بخل کی ترغیب دیتے ہیں، لیکن لوگوں کے دکھانے کو اپنا مال خرچ کرتے

رہتے ہیں اور ان کو نہ اللہ پر ایمان ہے، نہ قیامت کے دن پر کہ حصول رضائے حق تعالیٰ اور تحصیل ثواب اخروی ان کو مقصود ہو۔ اور اللہ کے یہاں مقبول اور پسندیدہ یہ ہے کہ ان حق داروں کو دیا جائے جن کا اوّل ذکر ہو چکا اور دینے میں اللہ کی خوشنودی اور آخرت کے ثواب کی توقع ہو۔ اس سے معلوم ہو گیا کہ اللہ کی راہ میں جیسا بخل کرنا برا ہے ویسا ہی لوگوں کے دکھانے کو خرچ کرنا برا ہے اور ایسا کام وہی کرتے ہیں جن کا رفیق شیطان ہے جو ان کو ایسے کام پر آمادہ کرتا ہے۔

وَمَاذَا عَلَيْهِمْ لَوْ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ ؕ وَكَانَ

اور کیا نقصان تھا ان کا اگر ایمان لاتے اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور خرچ کرتے اللہ کے دیئے ہوئے میں سے اور اللہ کو

اللّٰهُ بِهِمْ عَلِيْمًا ﴿٣٩﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ وَاِنْ تَكُ حَسَنَةً يُّضٰعِفْهَا

ان کی خوب خبر ہے ف ۷۴ بے شک اللہ حق نہیں رکھتا کسی کا ایک ذرہ برابر اور اگر نیکی ہو تو اس کو دونا کر دیتا ہے

وَيُؤْتِ مِنْ لَّدُنْهُ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٤٠﴾ فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا

اور دیتا ہے اپنے پاس سے بڑا ثواب ف ۷۵ پھر کیا حال ہوگا جب بلاویں گے ہم ہر امت میں سے احوال کہنے والا اور بلاویں گے

بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ﴿٤١﴾ يَوْمَئِذٍ يَّوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَعَصَوُا الرَّسُوْلَ لَوْ

تجھ کو ان لوگوں پر احوال بتانے والا ف ۷۶ اس دن آرزو کریں گے وہ لوگ جو کافر ہوئے تھے اور رسول کی نافرمانی کی تھی

تُسَوّٰى بِهِمُ الْاَرْضُ ؕ وَلَا يَكْتُمُوْنَ اللّٰهَ حَدِيْثًا ﴿٤٢﴾ ع

کاش برابر کئے جاویں وہ زمین میں اور نہ چھپا سکیں گے اللہ سے کوئی بات ف ۷۷

فائدہ: [۷۴] **ترغیب انفاق اور پر حکمت لطیف اشارہ:** ...... یعنی ان کافروں کا کچھ نقصان نہ تھا اگر وہ بجائے کفر، اللہ اور دن قیامت پر ایمان لاتے اور بجائے بخل و ریا، اللہ کی راہ میں مال کو خرچ کرتے بلکہ ان کا سراسر نفع تھا، ضرر تو اس میں ہے جس کو وہ اختیار کر رہے ہیں اور اللہ خوب جانتا ہے کہ وہ کیا اور کس نیت سے کر رہے ہیں اسی کا عوض انکو ملے گا۔ پہلی آیت میں ﴿يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ﴾ فرمایا تھا مال کو انکی طرف منسوب کیا تھا۔ اب ﴿وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ﴾ فرمایا اس میں لطیف اشارہ ہے کہ وہ لوگ اپنا مال سمجھ کر جس طرح جی چاہتا ہے خرچ کرتے ہیں، ان کو چاہیے تھا کہ اللہ کا مال سمجھ کر اس کے حکم کے موافق خرچ کرتے۔

فائدہ: [۷۵] ...... یعنی اللہ تعالیٰ کسی کا حق ایک ذرہ برابر بھی ضائع نہیں فرماتا، سو ان کافروں پر جو عذاب ہوگا وہ عین انصاف اور ان کی بد اعمالی کا بدلہ ہے اور اگر ذرہ برابر بھی کسی کی نیکی ہوگی تو اضعاف مضاعف اس کا اجر دے گا اور اپنی طرف سے ثواب عظیم بطور انعام اس کو عنایت کرے گا۔

فائدہ: [۷۶] **رسول اللہ ﷺ کی آخرت میں گواہی:** ...... یعنی ان کافروں کا کیا برا حال ہوگا جس وقت کہ بلائیں گے ہم ہر امت اور ہر قوم میں سے گواہ ان کے حالات بیان کرنے والا اور ان کے واقعی معاملات ظاہر کرنے والا، اس سے مراد ہر امت کا نبی اور ہر عہد کے صالح اور معتبر لوگ ہیں کہ وہ قیامت کو نافرمانوں کی نافرمانی اور فرماں برداروں کی فرمانبرداری بیان کریں گے اور سب کے حالات کی گواہی دیں

گے اور تم کو اے محمد (ﷺ) ان پر یعنی تمہاری امت پر مثل دیگر انبیاء علیہم السلام کے احوال بتانے والا اور گواہ بنا کر لا دیں گے اور یہ بھی احتمال ہے کہ ﴿هٰؤُلَآءِ﴾ کا اشارہ انبیائے سابقین یا کفار مذکورہ بالا کی طرف ہو۔ اوّل صورت میں انبیاء مراد ہوں تو مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ انبیائے سابقین کی صداقت پر گواہی دیں گے جب کہ ان کی امتیں ان کی تکذیب کریں گی۔ اور دوسرے احتمال سے کفار مراد ہوں تو مطلب یہ ہے کہ انبیائے سابقین جیسا اپنی اپنی امت کے کفار فساق کے کفر و فسق کی گواہی دیں گے تم بھی اے محمد (ﷺ) ان سب کی بداعمالی پر گواہ ہو گے جس سے ان کی خرابی اور برائی خوب محقق ہو گی۔

فَائِدَة: [۷۷] **کافروں اور نافرمانوں کی حسرت:**...... یعنی جس دن ہر امت میں سے ان کے حالات بیان کرنے والا بلایا جائے گا اس دن کافر اور نافرمان لوگ اس بات کی تمنا کریں گے کہ کاش ہم زمین میں ملا دیئے جاتے اور مٹی میں مل کر نیست و نابود ہو جاتے، آج پیدا نہ ہوتے اور ہم سے حساب و کتاب نہ ہوتا اور وہ لوگ اللہ تعالیٰ سے کسی بات کا اخفا نہ کر سکیں گے اور ذرہ ذرہ کا حساب ہو گا۔ شروع سورت سے مسلمانوں کو اقارب اور زوجین وغیرہ کے ادائے حقوق کی تاکید اور کسی کی حق تلفی کرنے اور جانی مالی نقصان پہنچانے کی ممانعت اور معاصی کی خرابی پر مطلع کر کے اس کے بعد ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا﴾ [نساء: ۳۶] فرما کر اقارب اور یتامیٰ اور مساکین اور ہمسایوں وغیرہ کے ساتھ احسان و سلوک کرنے کا ارشاد کر کے اسی کے ذیل میں تکبر اور خود پسندی اور بخل و ریا سے ڈرایا تھا جو ایسے عیب ہیں کہ دوسروں کے حق ادا کرنے اور کسی کے ساتھ سلوک کرنے سے روکتے بھی ہیں اور روپیہ پیسہ دینے والوں اور لوگوں کے ساتھ سلوک کرنے والوں کی طبیعت میں خواہ مخواہ آنے بھی لگتے ہیں۔

اقامت صلوٰۃ...... شرائط و آداب:...... اب ان تمام حکموں کے آخر میں پھر مسلمانوں کو صریح خطاب فرما کر خاص نماز کی بابت جو سب عبادتوں میں اعلیٰ اور افضل ہے اور شریعت میں جس قدر اس کا اہتمام کیا ہے اور اس کے ارکان و شرائط و آداب وغیرہ کو مفصل بتلایا ہے کسی عبادت کا اس قدر اہتمام نہیں کیا۔ دو باتوں کی تاکید فرمائی جو امور متعلقہ صلوٰۃ میں سب سے اہم اور نفس پر شاق ہیں اور ارکان صلوٰۃ کی صحت اور خوبی کے لیے جسم اور جان ہیں۔ اوّل یہ کہ نشہ کی حالت میں نماز کے پاس نہ جاؤ تاوقتیکہ جو منہ سے نکلے اس کو سمجھ بھی لو اور جنابت میں بھی نماز سے دور رہو یہاں تک کہ غسل کر کے تمام بدن کو خوب پاک کر لو کیونکہ نماز میں دو امر مہتم بالشان ہیں: ایک حضور اور خشوع دوسرے طہارت اور نظافت، اور جملہ امورِ متعلقہ صلوٰۃ میں یہی دو امر نفس پر شاق بھی ہیں اور نشہ خشوع اور حضور کے مخالف ہے تو جنابت طہارت اور نظافت کے منافی ہے بلکہ نشہ چونکہ مثل نوم اور غشی ناقضِ وضو ہے تو اس لیے طہارت کے بھی مخالف ہے تو مطلب یہ ہوا کہ نماز کو پورے اہتمام سے پڑھو اور جملہ امورِ ظاہری اور باطنی کا لحاظ رکھو گو نفس پر شاق ہو۔ باقی اس خاص موقع پر اس تاکید اور تقیید کے ارشاد فرمانے سے دو نفعے معلوم ہوتے ہیں: اوّل یہ کہ احکام کثیرہ مذکورۂ بالا جن میں حقوق اور معاملاتِ باہمی اور عباداتِ جانی و مالی کا ذکر تھا ان سب کو بجا لانے کے ساتھ بخل اور ریا اور خود پسندی اور بڑائی سے بھی مجتنب رہنا چونکہ نفس پر شاق ہے اور سننے والوں کو خلجان کا موقع ہے تو اس دشواری اور خلجان کا علاج بتانا منظور ہے۔ یعنی نماز کو اس کی شرائط و آدابِ ظاہری و باطنی کے ساتھ ادا کرو گے تو جملہ اوامر و نواہی مذکورۂ بالا کی تعمیل تم پر سہل ہو جائے گی کیونکہ نماز کی وجہ سے جملہ اوامر و عبادات میں سہولت اور رغبت اور تمام منہیات اور معاصی سے نفرت پیدا ہو جاتی ہے جیسا کہ دیگر آیات و احادیث میں مذکور ہے اور علمائے محققین نے تصریح فرمائی ہے۔ دوسرے یہ کہ احکام کثیرہ سابقہ کو سن کر بعید نہیں جو کاہل کم ہمت اپنے آپ کو مجبور خیال کر کے ہمت ہار دیں اور اس کاہلی کا اثر نماز میں بھی ظاہر ہونے لگے جس کے شرائط و آداب بہت کچھ ہیں اور جو ہر وقت موجود ہے اس لیے نماز کا اہتمام مناسب ہوا۔ الحاصل جو کوئی اقامتِ صلوٰۃ کا اہتمام اور التزام رکھے گا اس کو دیگر احکام جانی و مالی میں بھی آسانی اور سہولت ہو گی اور جو کوئی دیگر احکام میں کاہلی اور بے پروائی کرتا ہے اس سے اقامتِ صلوٰۃ میں بھی کوتاہی کرنا بعید نہیں۔ واللہ اعلم!

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْتُمْ سُكٰرٰى حَتّٰى تَعْلَمُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ

اے ایمان والو! نزدیک نہ جاؤ نماز کے جس وقت کہ تم نشہ میں ہو یہاں تک کہ سمجھنے لگو جو کہتے

وَلَا جُنُبًا اِلَّا عَابِرِيْ سَبِيْلٍ حَتّٰى تَغْتَسِلُوْا ۭ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَوْ عَلٰي سَفَرٍ

ہو اور نہ اس وقت کہ غسل کی حاجت ہو مگر راہ چلتے ہوئے یہاں تک کہ غسل کر لو ف ۷۸ اور اگر تم مریض ہو یا سفر میں یا آیا ہے

اَوْ جَاۗءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَاۗىِٕطِ اَوْ لٰمَسْتُمُ النِّسَاۗءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَاۗءً فَتَيَمَّمُوْا

کوئی شخص تم میں جائے ضرور سے یا پاس گئے ہو عورتوں کے پھر نہ ملا تم کو پانی تو ارادہ کرو

صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا غَفُوْرًا ۝۴۳

زمین پاک کا پھر ملو اپنے منہ کو اور ہاتھوں کو ف ۷۹ بے شک اللہ ہے معاف کرنے والا بخشنے والا ف ۸۰

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ اُوْتُوْا نَصِيْبًا مِّنَ الْكِتٰبِ يَشْتَرُوْنَ الضَّلٰلَةَ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ

کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جن کو ملا ہے کچھ حصہ کتاب سے خرید کرتے ہیں گمراہی اور چاہتے ہیں کہ تم بھی

تَضِلُّوا السَّبِيْلَ ۝۴۴ۭ

بہک جاؤ راہ سے

فَائِدَة: [۷۸] **نشہ و جنابت میں نماز ممنوع ہے:**...... پہلی آیات میں مسلمانوں کو خطاب تھا ﴿وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا﴾ الیٰ آخر الآیات، اور اسی کے ذیل میں کفار کی مذمت بیان فرمائی تھی جو کہ امورِ مذکورۂ سابقہ کی مخالفت کرتے تھے، اب اس کے بعد پھر مسلمانوں کو در بارۂ صلوٰۃ بعض خاص ہدایتیں کی جاتی ہیں اور ان ہدایات کو ماقبل کے ساتھ یہ مناسبت ہے کہ اس سے پہلے کفار اور اہلِ کتاب کی دو خرابیوں کا خاص طور پر ذکر تھا ایک اللہ پر ایمان نہ لانا، دوسرے اپنا مال اللہ کے لیے خرچ نہ کرنا بلکہ لوگوں کے دکھانے کو اور اپنی عزت بڑھانے کو مال خرچ کرنا اور ظاہر ہے کہ پہلی خرابی کا منشا تو علم کا نقصان اور جہل کا غلبہ ہے اور دوسری خرابی کی وجہ ہوائے نفس اور اپنی خواہش ہے جس سے معلوم ہو گیا کہ گمراہی کے بڑے سبب دو ہیں: اوّل جہل جس میں حق و باطل کی تمیز ہی نہیں ہوتی، دوسرے خواہش و شہوت جس سے باوجود تمیزِ حق و باطل، حق کے موافق عمل نہیں کر سکتا کیونکہ شہوات سے قوتِ ملکی ضعیف اور قوتِ بہیمیہ قوی ہو جاتی ہے جس کا نتیجہ ملائکہ سے بعد اور شیاطین سے قرب ہے جو بہت سی خرابیوں کی جڑ ہے۔ تو اب اس مناسبت سے حق تعالیٰ شانہٗ نے مسلمانوں کو نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے سے اوّل منع فرمایا کہ یہ جہل کی حالت ہے، اسکے بعد جنابت میں نماز پڑھنے سے روکا کہ یہ حالت ملائکہ سے بعد اور شیاطین سے قرب کی حالت ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ جہاں جنبی ہوتا ہے وہاں ملائکہ نہیں آتے۔ واللہ اعلم! اب آیت کا مطلب یہ ہوا کہ اے ایمان والو! جب تم کو کفر اور ریا کی خرابی معلوم ہو چکی اور ان کے اضداد کی خوبی واضح ہو چکی تو اس سے نشہ اور جنابت کی حالت میں نماز پڑھنے کی خرابی کو بھی خوب سمجھ لو کہ اُنکا منشا بھی وہی ہے جو کفر و ریا کا منشا تھا، اس لیے نشہ میں نماز کے نزدیک نہ جانا چاہیے تاوقتیکہ تم کو اس قدر ہوش نہ آ جائے کہ جو منہ سے کہو اُس کو سمجھ بھی سکو اور نہ حالتِ جنابت میں نماز کے نزدیک جانا چاہیے تاوقتیکہ غسل نہ کر لو مگر حالتِ سفر، میں

اس کا حکم آگے مذکور ہے۔

فائدہ:...... یہ حکم اُس وقت تھا کہ نشہ اُس وقت تک حرام نہ ہوا تھا لیکن نشہ کی حالت میں نماز پڑھنے کی ممانعت کردی گئی تھی۔ روایات میں منقول ہے کہ ایک جماعت صحابہ کی (حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ہاں) دعوت میں جمع تھی چونکہ شراب اُس وقت تک حرام نہ ہوئی تھی اس لیے اُنہوں نے شراب پی تھی، مغرب کا وقت آ گیا تو سب اُسی حالت میں نماز کو کھڑے ہو گئے (حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ امام بنے۔ تفسیر میرٹھی: ۸۱۲) امام نے سورۂ ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا الْكٰفِرُوْنَ﴾ میں ﴿لَآ اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ کی جگہ ﴿اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ﴾ بیہوشی میں پڑھ دیا جس سے معنی بالکل خلاف اور غلط ہو گئے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ اب اگر نیند کے غلبہ یا بیماری کی وجہ سے کسی کا ایسا حال ہو جائے کہ اس کی خبر نہ رہے کہ میں نے کیا کہا تو ایسی حالت کی نماز بھی درست نہ ہوگی، جب ہوش آئے تو اس کی قضا ضرور کرلے۔

فائدہ: [۷۹] تیمم کا بیان:...... یعنی حالتِ جنابت میں نماز کا نہ پڑھنا تاوقتیکہ غسل نہ کرلے یہ حکم جب ہے کہ کوئی عذر نہ ہو اور اگر کوئی ایسا عذر پیش آئے کہ پانی کے استعمال سے معذوری ہو اور طہارت کا حاصل کرنا ضروری ہو تو ایسے وقت میں زمین سے تیمم کرلینا کافی ہے۔ اب پانی کے استعمال سے معذوری کی تین صورتیں بتلائیں: ایک بیماری کہ اس میں پانی ضرر کرتا ہے، دوسری یہ کہ سفر درپیش ہے اور پانی اتنا موجود ہے کہ وضو کرلے تو پیاس سے ہلاک ہونے کا اندیشہ ہے دور تک پانی نہ ملے گا۔ تیسری یہ کہ پانی بالکل موجود ہی نہیں۔ اس پانی موجود نہ ہونے کی صورت کے ساتھ دو صورتیں طہارت کے ضروری ہونے کی بیان فرمائیں ایک یہ کہ کوئی جائے ضرور سے فارغ ہو کر آیا اس کو وضو کی حاجت ہے، دوسری یہ کہ عورت سے صحبت کی ہو تو اُس کو غسل کی ضرورت ہے۔

فائدہ:...... تیمم کی صورت یہ ہے کہ پاک زمین پر دونوں ہاتھ مارے پھر سارے منہ پر اچھی طرح مل لیوے پھر دونوں ہاتھ زمین پر مار کر دونوں ہاتھوں کو کہنیوں تک مل لے۔ مٹی طاہر ہے اور بعض چیزوں کے لیے مثل پانی کے مُطہّر بھی ہے مثلاً خف [موزہ]، تلوار، آئینہ وغیرہ اور جو نجاست زمین پر گر کر خاک ہو جاتی ہے وہ بھی پاک ہو جاتی ہے اور نیز ہاتھ اور چہرہ پر مٹی ملنے میں تذلل اور عجز بھی پورا ہے جو گناہوں سے معافی مانگنے کی اعلیٰ صورت ہے۔ سو جب مٹی ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی نجاست کو زائل کرتی ہے تو اس لیے بوقت معذوری پانی کی قائم مقام کی گئی، اس کے سوا مقتضائے آسانی و سہولت جس پر حکم تیمم مبنی ہے یہ ہے کہ پانی کی قائم مقام ایسی چیز کی جائے جو پانی سے زیادہ سہل الوصول ہو، سو زمین کا ایسا ہونا ظاہر ہے، کیونکہ وہ سب جگہ موجود ہے، مع ہذا خاک انسان کی اصل ہے اور اپنی اصل کی طرف رجوع کرنے میں گناہوں اور خرابیوں سے بچاؤ ہے، کافر بھی آرزو کریں گے کہ کسی طرح خاک میں مل جائیں جیسا پہلی آیت میں مذکور ہوا۔

فائدہ: [۸۰]...... یعنی اللہ تعالیٰ نے ضرورت کے وقت تیمم کی اجازت دے دی اور مٹی کو پانی کے قائم مقام کر دیا اس لیے کہ وہ سہولت اور معافی دینے والا ہے اور بندوں کی خطائیں بخشنے والا ہے، اپنے بندوں کے نفع اور آسایش کو پسند فرماتا ہے جس سے یہ بھی معلوم ہوتا ہے کہ نماز میں نشہ کی حالت میں جو کچھ کا کچھ پڑھا گیا تھا وہ بھی معاف کر دیا گیا جس سے یہ خلجان نہ رہا کہ آیندہ کو تو ایسی حالت میں نماز نہ پڑھیں گے مگر جو پہلے غلطی ہوگئی شاید اس کی نسبت مواخذہ ہو۔

وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۡ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ۝۴۵ مِنَ الَّذِيْنَ

اور اللہ خوب جانتا ہے تمہارے دشمنوں کو اور اللہ کافی ہے حمایتی اور اللہ کافی ہے مددگار ف۸۱ بعضے لوگ یہودی

هَادُوْا يُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا وَاسْمَعْ غَيْرَ

پھیرتے ہیں بات کو اس کے ٹھکانے سے ف۸۲ اور کہتے ہیں ہم نے سنا اور نہ مانا ف۸۳ اور کہتے ہیں کہ سن نہ سنایا جائیو ف۸۴

مُسْمَعٍ وَّرَاعِنَا لَيًّا بِاَلْسِنَتِهِمْ وَطَعْنًا فِي الدِّيْنِ ؕ وَلَوْ اَنَّهُمْ قَالُوْا سَمِعْنَا

اور کہتے ہیں راعنا ف۸۵ موڑ کر اپنی زبان کو اور عیب لگانے کو دین میں ف۸۶ اور اگر وہ کہتے ہم نے سنا

وَاَطَعْنَا وَاسْمَعْ وَانْظُرْنَا لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَقْوَمَ ۙ وَلٰكِنْ لَّعَنَهُمُ اللّٰهُ

اور مانا اور سن اور ہم پر نظر کر تو بہتر ہوتا ان کے حق میں اور درست لیکن لعنت کی ان پر اللہ نے

بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿٤٦﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اٰمِنُوْا بِمَا

ان کے کفر کے سبب سو وہ ایمان نہیں لاتے مگر بہت کم ف۸۷ اے کتاب والو ایمان لاؤ اس پر جو ہم نے نازل کیا

نَزَّلْنَا مُصَدِّقًا لِّمَا مَعَكُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّطْمِسَ وُجُوْهًا فَنَرُدَّهَا عَلٰٓى اَدْبَارِهَآ اَوْ

تصدیق کرتا ہے اس کتاب کی جو تمہارے پاس ہے پہلے اس سے کہ ہم مٹا ڈالیں بہت سے چہروں کو پھر الٹ دیں انکو پیٹھ کی طرف یا

نَلْعَنَهُمْ كَمَا لَعَنَّآ اَصْحٰبَ السَّبْتِ ؕ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ مَفْعُوْلًا ﴿٤٧﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ

لعنت کریں ان پر جیسی ہم نے لعنت کی ہفتہ کے دن والوں پر اور اللہ کا حکم تو ہو کر ہی رہتا ہے ف۸۸ بے شک اللہ نہیں بخشتا اس

اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى

کو جو اس کا شریک کرے اور بخشتا ہے اس سے نیچے کے گناہ جس کے چاہے اور جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا اس

اِثْمًا عَظِيْمًا ﴿٤٨﴾

نے بڑا طوفان باندھا ف۸۹

فَائِدَہ: [۸۱] **یہود کی قباحتوں اور مکروفریب کا بیان:**...... ان آیات میں یہود کے بعض قبائح اور ان کے مکروفریب کا بیان ہے اور ان کی ضلالت اور کفر پر خود اُن کو اور نیز دوسروں کو مطلع کرنا ہے تاکہ ان سے علیحدہ رہیں چنانچہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ مُخْتَالًا فَخُوْرَا﴾ سے لے کر ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْرَبُوا الصَّلٰوةَ﴾ تک یہود کے قبائح مذکور ہو چکے ہیں۔ بیچ میں ایک خاص مناسبت سے نشہ اور جنابت میں نماز سے ممانعت فرما کر پھر یہود کے قبائح کا بیان ہے۔ یہود کو کتاب سے کچھ حصہ ملا یعنی لفظ پڑھنے کو ملے اور عمل کرنا جو اصل مقصود تھا نہیں ملا اور گمراہی خرید کرتے ہیں یعنی پیغمبر آخر الزماں ﷺ کے حالات اور اوصاف کو دنیا کی عزت اور رشوت کے واسطے چھپاتے ہیں اور جان بوجھ کر انکار کرتے ہیں اور چاہتے ہیں کہ مسلمان بھی دین سے پھر کر گمراہ ہو جائیں۔ اور اللہ تعالیٰ اے مسلمانو! تمہارے دشمنوں کو خوب جانتا ہے تم ایسا ہرگز نہیں جانتے، سو اللہ کے فرمانے پر اطمینان کرو اور اُن سے بچو اور اللہ تعالیٰ تم کو نفع پہنچانے اور نقصان سے بچانے کے لیے کافی ہے اس لیے دشمنوں سے اُس قسم کا اندیشہ مت کرو اور دین پر قائم رہو۔

فَائِدَہ: [۸۲] **یہودیوں کی چند شرارتیں:**...... یعنی یہود میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جو توریت میں نازل فرمایا اس کو اپنے ٹھکانے سے پھیرتے اور بدلتے ہیں یعنی تحریف لفظی اور معنوی کرتے ہیں۔

فائدہ:[۸۳]......یعنی جب رسول اللہ ﷺ ان کو کوئی حکم سناتے تو یہود جواب میں کہتے ہم نے سن لیا مطلب یہ ہوا کہ قبول کر لیا لیکن آہستہ سے کہتے تھے کہ نہ مانا یعنی ہم نے فقط کان سے سنا دل سے نہیں مانا۔

فائدہ:[۸۴]......یعنی اور جب یہود حضرت ﷺ سے خطاب کرتے ہیں تو کہتے ہیں سن، نہ سنایا جائیو تو۔یعنی ایسے کلام بولتے ہیں جس کے دو معنی ہوں ایک معنی کے اعتبار سے دعا یا تعظیم ہو تو دوسرے معنی کی رُو سے بددعا اور تحقیر ہو سکے چنانچہ یہ کلام بظاہر دعائے خیر ہے۔مطلب یہ کہ تو ہمیشہ غالب اور معزز رہے کوئی تجھ کو بری اور خلاف بات نہ سنا سکے اور دل میں نیت یہ رکھے کہ تو بہرا ہو جائیو۔

فائدہ:[۸۵]......یعنی حضرت ﷺ کی خدمت میں آتے تو یہود ﴿رَاعِنَا﴾ کہتے اس کے بھی دو معنی ہیں ایک اچھے ایک برے جن کا بیان سورۂ بقرہ (آیت:۱۰۴) میں گذر چکا اچھے معنی تو یہ کہ ہماری رعایت کرو اور شفقت کی نظر کرو کہ تمہارا مطلب سمجھ لیں اور جو پوچھنا ہو پوچھ سکیں اور برے معنی یہ کہ یہود کی زبان میں یہ کلمہ تحقیر کا ہے یا زبان کو دبا کر راعینا کہتے یعنی تو ہمارا چرواہا ہے اور یہ ان کی محض شرارت تھی کیونکہ وہ خوب جانتے تھے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور دیگر پیغمبروں نے بھی بکریاں چرائی ہیں۔

فائدہ:[۸۶]......یعنی یہود ان کلمات کو اپنے کلام میں رلا ملا کر ایسے انداز سے کہتے کہ سننے والے اچھے ہی معنوں پر حمل کرتے اور برے معنوں کی طرف دھیان بھی نہ جاتا اور دل میں برے معنی مراد لیتے اور پھر دین میں یہ عیب لگاتے کہ اگر یہ شخص نبی ہوتا تو ہمارا فریب ضرور معلوم کر لیتا، سو اللہ تعالیٰ نے ان کے فریب کو خوب کھول دیا۔

فائدہ:[۸۷] **ترغیب ہدایت اور شرارتوں کا وبال:**......حق تعالیٰ یہود کے تین قول مذموم بیان فرما کر اب بطور ملامت و ہدایت ارشاد کرتے ہیں کہ اگر یہود ﴿عَصَيْنَا﴾ کی جگہ ﴿أَطَعْنَا﴾ کہتے اور بجائے ﴿اسْمَعْ غَيْرَ مُسْمَعٍ﴾ کے صرف ﴿اسْمَعْ﴾ کہتے اور ﴿رَاعِنَا﴾ کے عوض ﴿انْظُرْنَا﴾ کہتے تو ان کے حق میں بہتر ہوتا اور یہ بات درست اور سیدھی ہوتی اور اس بے ہودگی اور شرارت کی گنجائش نہ ہوتی جو کلمات سابقہ سے یہود برے معنی اپنے دل میں مراد لیا کرتے تھے۔لیکن چونکہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو اُن کے کفر کے باعث اپنی رحمت اور ہدایت سے دُور کر دیا اس لیے وہ مفید اور سیدھی باتوں کو نہیں سمجھتے اور ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے سے آدمی کہ وہ ان خباثتوں اور شرارتوں سے مجتنب رہے اور اس وجہ سے اللہ کی لعنت سے محفوظ رہے جیسے حضرت عبداللہ بن سلام اور ان کے ساتھی رضی اللہ عنہم۔

فائدہ:[۸۸] **یہودیوں کو دعوت ایمان اور مخالفت پر وعید:**......آیاتِ سابقہ میں یہود کی ضلالت اور مختلف قبائح کا ذکر فرما کر اب ان کو بطور خطاب ایمان اور تصدیقِ قرآن کا حکم کیا جاتا ہے اور اس کی مخالفت سے ڈرایا جاتا ہے۔مطلب یہ ہے کہ اے اہلِ کتاب! ایمان لاؤ قرآن پر جس کے احکام مصدق اور موافق ہیں توریت کے، ایمان لاؤ اس سے پہلے کہ مٹا ڈالیں ہم تمہارے چہروں کے نشانات یعنی آنکھ ناک وغیرہ۔مطلب یہ کہ تمہاری صورتیں بدل دی جائیں پھر الٹ دیں تمہارے چہروں کو پیٹھ کی طرف یعنی چہرہ کو مطموس اور ہموار کر کے پیچھے کی طرف اور گدی کو آگے کی طرف کر دیں یا ہفتہ کے دن والوں کی طرح تم کو مسخ کر کے جانور بنا دیں اصحاب سبت کا قصہ سورۂ اعراف میں مذکور ہے۔(اعراف:۱۶۳)

فائدہ:[۸۹] **مشرک کی بخشش نہیں:**......یعنی مشرک کبھی نہیں بخشا جاتا بلکہ اس کی سزا دائمی ہے البتہ شرک سے نیچے جو گناہ ہیں صغیرہ ہوں یا کبیرہ وہ سب قابلِ مغفرت ہیں، اللہ تعالیٰ جس کی مغفرت چاہے اُس کے صغیرہ کبیرہ گناہ بخش دیتا ہے کچھ عذاب دے کر یا بلا عذاب دیئے، اشارہ اُس کی طرف ہے کہ یہود چونکہ کفر اور شرک میں مبتلا ہیں وہ مغفرت کی توقع نہ رکھیں۔

أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ يُزَكُّونَ أَنْفُسَهُمْ ۚ بَلِ اللَّهُ يُزَكِّي مَنْ يَشَاءُ وَلَا يُظْلَمُونَ

کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جو اپنے آپ کو پاکیزہ کہتے ہیں بلکہ اللہ ہی پاکیزہ کرتا ہے جس کو چاہے اور ان پر ظلم نہ ہوگا

فَتِيۡلًا ﴿۴۹﴾ اُنۡظُرۡ كَيۡفَ يَفۡتَرُوۡنَ عَلَى اللّٰهِ الۡكَذِبَ‌ؕ وَكَفٰى بِهٖۤ اِثۡمًا مُّبِيۡنًا ﴿۵۰﴾ اَلَمۡ ع ۸

تاگے برابر ف۹۰ دیکھ کیسا باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ اور کافی ہے یہی گناہ صریح ف۹۱ کیا تو نے

تَرَ اِلَى الَّذِيۡنَ اُوۡتُوۡا نَصِيۡبًا مِّنَ الۡكِتٰبِ يُؤۡمِنُوۡنَ بِالۡجِبۡتِ وَالطَّاغُوۡتِ

نہ دیکھا ان کو جن کو ملا ہے کچھ حصہ کتاب کا جو مانتے ہیں بتوں کو اور شیطان

وَيَقُوۡلُوۡنَ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا هٰٓؤُلَۤاءِ اَهۡدٰى مِنَ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا سَبِيۡلًا ﴿۵۱﴾ اُولٰۤـئِكَ

کو اور کہتے ہیں کافروں کو کہ یہ لوگ زیادہ راہ راست پر ہیں مسلمانوں سے ف۹۲ یہ وہی ہیں

الَّذِيۡنَ لَعَنَهُمُ اللّٰهُ‌ؕ وَمَنۡ يَّلۡعَنِ اللّٰهُ فَلَنۡ تَجِدَ لَهٗ نَصِيۡرًا ﴿۵۲﴾ؕ اَمۡ لَهُمۡ نَصِيۡبٌ

جن پر لعنت کی ہے اللہ نے اور جس پر لعنت کرے اللہ نہ پاویگا تو اس کا کوئی مددگار ف۹۳ کیا ان کا کچھ حصہ ہے سلطنت

مِّنَ الۡمُلۡكِ فَاِذًا لَّا يُؤۡتُوۡنَ النَّاسَ نَقِيۡرًا ﴿۵۳﴾ۙ اَمۡ يَحۡسُدُوۡنَ النَّاسَ عَلٰى مَاۤ

میں پھر تو یہ نہ دیں گے لوگوں کو ایک تل برابر ف۹۴ یا حسد کرتے ہیں لوگوں کا اس پر جو دیا ہے

اٰتٰٮهُمُ اللّٰهُ مِنۡ فَضۡلِهٖ‌ۚ فَقَدۡ اٰتَيۡنَاۤ اٰلَ اِبۡرٰهِيۡمَ الۡـكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَاٰتَيۡنٰهُمۡ

ان کو اللہ نے اپنے فضل سے سو ہم نے تو دی ہے ابراہیم کے خاندان میں کتاب اور علم اور ان کو دی

مُّلۡكًا عَظِيۡمًا ﴿۵۴﴾ فَمِنۡهُمۡ مَّنۡ اٰمَنَ بِهٖ وَمِنۡهُمۡ مَّنۡ صَدَّ عَنۡهُ‌ ؕ وَكَفٰى بِجَهَنَّمَ

ہے ہم نے بڑی سلطنت ف۹۵ پھر ان میں سے کسی نے اس کو مانا اور کوئی اس سے ہٹا رہا اور کافی ہے دوزخ کی

سَعِيۡرًا ﴿۵۵﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا بِاٰيٰتِنَا سَوۡفَ نُصۡلِيۡهِمۡ نَارًا ؕ كُلَّمَا نَضِجَتۡ

بھڑکتی آگ ف۹۶ بے شک جو منکر ہوئے ہماری آیتوں سے ان کو ہم ڈالیں گے آگ میں ف۹۷ جس وقت جل جائے گی کھال

جُلُوۡدُهُمۡ بَدَّلۡنٰهُمۡ جُلُوۡدًا غَيۡرَهَا لِيَذُوۡقُوا الۡعَذَابَ‌ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَزِيۡزًا حَكِيۡمًا ﴿۵۶﴾

ان کی تو ہم بدل دیویں گے ان کو اور کھال تاکہ چکھتے رہیں عذاب ف۹۸ بے شک اللہ ہے زبردست حکمت والا ف۹۹

فائدہ: [۹۰] **یہودیوں کی شیخی:**...... یعنی یہود باوجود اس قدر خرابیوں کے پھر بھی اپنے آپ کو پاک صاف اور مقدس کہتے ہیں حتی کہ اپنے آپ کو ابناء اللہ اور احباء اللہ بتلاتے ہیں جو بالکل لغویات ہے بلکہ اللہ تعالیٰ جس کو چاہے اس کو پاکیزہ اور مقدس کرتا ہے یہود کے کہنے سے کچھ نہیں ہو سکتا اور ان جھوٹی شیخی کرنے والوں پر ادنیٰ سا ظلم بھی نہ ہوگا یعنی یہ لوگ اپنے عذاب بے نہایت میں گرفتار ہوں گے ان پر ناحق عذاب ہرگز نہ ہوگا۔

فائدہ:...... یہودی جو گوسالہ [بچھڑا] کو پوجتے تھے اور حضرت عزیر علیہ السلام کو ابن اللہ کہتے تھے انہوں نے جب آیت سابقہ ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا

يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ ﴾ کو سنا تو کہنے لگے: ہم مشرک نہیں بلکہ ہم تو خاص بندے اور پیغمبر زادے ہیں اور پیغمبری ہماری میراث ہے، خدا تعالیٰ کو ان کی یہ شیخی پسند نہ آئی اس پر یہ آیت نازل فرمائی۔

فَائِدَة:[۹۱] ...... یعنی کیسی تعجب کی بات ہے کہ اللہ پر کیسی جھوٹی تہمت لگاتے ہیں اور باوجود ارتکاب کفر اور شرک کے اپنے آپ کو اللہ کا دوست کہتے ہیں اور اللہ کے نزدیک مقبول ہونے کے مدعی ہیں اور ایسی سخت تہمت صریح گناہ گار ہونے کے لیے بالکل کافی ہے۔

فَائِدَة:[۹۲] یہود کی شرارت اور خباثت: ...... اس آیت میں یہود کی شرارت اور خباثت کا اظہار ہے، قصہ یہ ہے کہ یہودیوں کو حضرت ﷺ سے عداوت بڑھی تو مشرکینِ مکہ سے ملے اور ان سے متفق ہوئے اور ان کی خاطر داری کی ضرورت سے بتوں کی تعظیم کی اور کہا: کہ تمہارا دین مسلمانوں کے دین سے بہتر ہے اور اس کی وجہ صرف حسد تھا اس پر کہ نبوت اور دین کی ریاست ہمارے سوا دوسروں کو کیوں مل گئی، اس پر اللہ تعالیٰ ان کو الزام دیتا ہے۔ ان آیات میں اسی کا مذکور ہے۔

فَائِدَة:[۹۳] یہودیوں پر اللہ کی لعنت: ...... یعنی یہ لوگ جنہوں نے اہلِ کتاب ہو کر اغراضِ نفسانی کی وجہ سے بتوں کی تعظیم کی اور طریقۂ کفر کو طریقۂ اسلام سے افضل بتلایا ان پر اللہ کی لعنت ہے اور جس پر لعنت کرے اللہ اس کا دنیا اور آخرت میں کوئی حامی اور مددگار نہیں ہو سکتا۔ سو اب انہوں نے اپنی اعانت کی طمع میں جو مشرکینِ مکہ سے موافقت کی، بالکل لغو ہے۔ چنانچہ دنیا میں یہود نے از حد ذلتیں اُٹھائیں اور آخرت میں بھی عذاب میں مبتلا ہوں گے۔

فَائِدَة:[۹۴] یہودیوں کا بے مثال بخل: ...... یہود اپنے خیال میں جانتے تھے کہ پیغمبری اور دین کی سرداری ہماری میراث ہے اور ہمیں کو لائق ہے، اس لیے عرب کے پیغمبر کی متابعت سے عار کرتے تھے اور کہتے تھے: کہ آخر کو حکومت اور بادشاہت ہمیں کو پہنچ رہے گی برائے چندے اوروں کو بھی مل جائے تو کچھ مضائقہ نہیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی، مطلب آیت کا یہ ہے کہ کیا یہود کا کچھ حصہ ہے سلطنت میں یعنی ہرگز نہیں اگر یہ حاکم ہو جائیں تو لوگوں کو تل برابر بھی نہ دیں، یعنی ایسے بخیل ہیں کہ بادشاہت میں فقیر کو تل برابر بھی نہ دیں۔

فَائِدَة:[۹۵] یہود بیہود کا حسد بلا وجہ ہے: ...... یعنی کیا یہود حضرت محمد رسول اللہ ﷺ اور ان کے اصحاب پر اللہ کے فضل و انعام کو دیکھ کر حسد میں مرے جاتے ہیں سو یہ تو بالکل ان کی بیہودگی ہے، کیونکہ ہم نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے میں کتاب اور علم اور سلطنت عظیم عنایت کی ہے، پھر یہود آپ کی نبوت اور عزت پر کیسے حسد اور انکار کرتے ہیں، اب بھی تو ابراہیم ہی کے گھر میں ہے۔

فَائِدَة:[۹۶] ...... یعنی حضرت ابراہیم علیہ السلام کے گھرانے میں خدائے تعالیٰ نے ہمیشہ سے بزرگی دی ہے اور اب بھی اسی کے گھرانے میں ہے سو جو کوئی بلا وجہ محض حسد سے اسکو نہ مانے اسکے جلانے کے لیے دوزخ کی بھڑکتی آگ کافی ہے۔

فَائِدَة:[۹۷] کفار کے عذاب کی جھلک: ...... پہلی آیت میں مومن و کافر کا ذکر تھا اب مطلق مومن اور کافر کی جزا و سزا بطور قاعدۂ کلیہ کے ذکر فرماتے ہیں تاکہ ایمان کی طرف پوری ترغیب اور کفر سے پوری ترہیب ہو جائے۔

فَائِدَة:[۹۸] ...... یعنی کافروں کے عذاب میں نقصان اور کمی نہ آنے کی غرض سے ان کی کھال کے جل جانے کے وقت دوسری کھال بدل دی جائے گی۔ مطلب یہ ہوا کہ کافر ہمیشہ عذاب میں یکساں مبتلا رہیں گے۔

فَائِدَة:[۹۹] ...... یعنی اللہ تعالیٰ بیشک زبردست اور غالب ہے کافروں کو ایسی سزا دینے میں کوئی دِقت اور دشواری نہیں اور حکمت والا ہے کافروں کو یہ سزا دینی عین حکمت کے موافق ہے۔

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

اور جو لوگ ایمان لائے اور کام کئے نیک البتہ ان کو ہم داخل کریں گے باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ لَهُمْ فِيْهَآ اَزْوَاجٌ مُّطَهَّرَةٌ ۫ وَّنُدْخِلُهُمْ ظِلًّا ظَلِيْلًا ﴿۵۷﴾ اِنَّ

ان میں ہمیشہ ان کیلئے وہاں عورتیں ہیں ستھری اور ان کو ہم داخل کریں گے گھنی چھاؤں میں ف۱۰۰ بے شک

اللّٰهَ يَاْمُرُكُمْ اَنْ تُؤَدُّوا الْاَمٰنٰتِ اِلٰۤى اَهْلِهَا ۙ وَاِذَا حَكَمْتُمْ بَيْنَ النَّاسِ اَنْ

اللہ تم کو فرماتا ہے کہ پہنچا دو امانتیں امانت والوں کو اور جب فیصلہ کرنے لگو لوگوں میں

تَحْكُمُوْا بِالْعَدْلِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ نِعِمَّا يَعِظُكُمْ بِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ﴿۵۸﴾ يٰۤاَيُّهَا

تو فیصلہ کرو انصاف سے ف۱۰۱ بے شک اللہ اچھی نصیحت کرتا ہے تم کو بے شک اللہ ہے سننے والا دیکھنے والا ف۱۰۲ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِي الْاَمْرِ مِنْكُمْ ۚ فَاِنْ

ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور حکم مانو رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا اور حاکموں کا جو تم میں سے ہوں ف۱۰۳ پھر اگر

تَنَازَعْتُمْ فِيْ شَيْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَى اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

جھگڑ پڑو کسی چیز میں تو اس کو رجوع کرو طرف اللہ کے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے اگر یقین رکھتے ہو اللہ پر اور قیامت کے دن پر ف۱۰۴

الْاٰخِرِ ؕ ذٰلِكَ خَيْرٌ وَّاَحْسَنُ تَاْوِيْلًا ﴿۵۹﴾ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يَزْعُمُوْنَ اَنَّهُمْ اٰمَنُوْا ع

یہ بات اچھی ہے اور بہت بہتر ہے اس کا انجام ف۱۰۵ کیا تو نے نہ دیکھا ان کو جو دعویٰ کرتے ہیں کہ ایمان لائے ہیں

بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَاۤ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَحَاكَمُوْۤا اِلَى الطَّاغُوْتِ

اس پر جو اترا تیری طرف اور جو اترا تجھ سے پہلے چاہتے ہیں کہ قضیہ لے جائیں شیطان کی طرف

وَقَدْ اُمِرُوْۤا اَنْ يَّكْفُرُوْا بِهٖ ؕ وَيُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّضِلَّهُمْ ضَلٰلًا بَعِيْدًا ﴿۶۰﴾

اور حکم ہو چکا ہے ان کو کہ اس کو نہ مانیں اور چاہتا ہے شیطان کہ ان کو بہکا کر دور جا ڈالے ف۱۰۶

فائدۃ:[۱۰۰] مومنین کے انعام کی جھلک: ......یعنی مومن ہمیشہ جنت میں رہیں گے اور ان کو عورتیں ایسی ملیں گی جو حیض اور دیگر آلائشوں سے پاک ہوں گی اور ان کو گہری اور گنجان چھاؤں میں داخل کریں گے جو آفتاب کی دھوپ سے بالکل محفوظ ہو گی۔

فائدۃ:[۱۰۱] انصاف اور امانت کی ادائیگی کا حکم: ......یہود میں عادت تھی کہ امانت میں خیانت کرتے اور فصلِ خصومات میں رشوت وغیرہ کی وجہ سے کسی کی خاطر اور رعایت کر کے خلافِ حق حکم دیتے اس لیے مسلمانوں کو ان دونوں باتوں سے اس آیت میں روکا گیا۔ منقول ہے کہ فتح مکہ کے دن آپ نے خانہ کعبہ کے اندر داخل ہونا چاہا تو عثمان بن طلحہ کلید بردار خانہ کعبہ نے کنجی دینے سے انکار کیا تو

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس سے چھین کر دروازہ کھول دیا، آپ فارغ ہو کر جب باہر تشریف لائے تو حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے آپ سے درخواست کی کہ یہ کنجی مجھ کو مل جائے اس پر آیت نازل ہوئی اور کنجی عثمان بن طلحہ ہی کے حوالہ کی گئی۔

فائدہ:[۱۰۲] اولی الامر کی اطاعت کا حکم:...... یعنی اللہ تعالیٰ جو تم کو ادائے امانت اور عدل کے موافق حکم دینے کا حکم فرماتا ہے تمہارے لیے سراسر مفید ہے اور اللہ تعالیٰ تمہاری کھلی اور چھپی اور موجودہ اور آئندہ باتوں کو خوب جانتا ہے تو اب اگر تم کو کہیں ادائے امانت یا عدل مفید معلوم نہ ہو تو حکمِ الٰہی کے مقابلہ میں اس کا اعتبار نہ ہوگا۔

فائدہ:[۱۰۳]...... پہلی آیت میں حکام کو عدل کا حکم فرما کر اب اوروں کو حکام کی متابعت کا حکم دیا جاتا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ حکام کی اطاعت جب ہی واجب ہوگی جب وہ حق کی اطاعت کریں گے۔

فائدہ:...... حاکمِ اسلام بادشاہ یا اُس کا صوبہ دار یا قاضی یا سردارِ لشکر اور جو کوئی کسی کام پر مقرر ہو ان کے حکم کا ماننا ضروری ہے جب تک کہ وہ خدا اور رسول کے خلاف حکم نہ دیں اگر خدا اور رسول کے حکم کے صریح خلاف کرے تو اس حکم کو ہرگز نہ مانے۔

فائدہ:[۱۰۴] نزاع میں تصفیہ کی صورت:...... یعنی اور اگر تم میں اور اُولوالامر میں باہم اختلاف ہو جائے کہ حاکم کا یہ حکم اللہ اور رسول کے حکم کے موافق ہے یا مخالف تو اس کو کتاب اللہ اور سنتِ رسول اللہ کی طرف رجوع کر کے طے کر لیا کرو کہ وہ حکم فی الحقیقت اللہ اور رسول کے حکم کے موافق ہے یا مخالف اور جو بات محقق ہو جائے اسی کو بالاتفاق مُسلّم اور معمول بہ سمجھنا چاہیے اور اختلاف کو دور کر دینا چاہیے اگر تم کو اللہ اور قیامت کے دن پر ایمان ہے، کیونکہ جس کو اللہ اور قیامت پر ایمان ہوگا وہ ضرور اختلاف کی صورت میں اللہ اور رسول کے حکم کی طرف رجوع کرے گا اور ان کے حکم کی مخالفت سے بے حد ڈرے گا، جس سے معلوم ہو گیا کہ جو اللہ اور رسول کے حکم سے بھاگے گا وہ مسلمان نہیں! اس لیے اگر دو مسلمان آپس میں جھگڑیں ایک نے کہا چلو شرع کی طرف رجوع کریں، دوسرے نے کہا میں شرع کو نہیں سمجھتا یا مجھ کو شرع سے کام نہیں تو اس کو بیشک کافر کہیں گے۔

فائدہ:[۱۰۵] رجوع ہی اچھی صورت ہے:...... یعنی اپنے متنازعات اور اختلافات کو اللہ اور رسول کی طرف رجوع کرنا اور اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرنی مفید ہے، آپس میں جھگڑنے یا اپنی رائے کے موافق فیصلہ کرنے سے، اس رجوع کا انجام بہتر ہے۔

فائدہ:[۱۰۶] گستاخ رسول منافق کے بارے میں فاروقی فیصلہ:...... یہود فصل خصومات میں رعایت و رشوت کے عادی تھے اس لیے جو لوگ جھوٹے اور منافق اور خائن ہوتے وہ اپنا معاملہ یہودیوں کے عالموں کے پاس لے جانا پسند کرتے کہ وہ خاطر کرینگے اور آپ کے پاس ایسے لوگ اپنا معاملہ لانا پسند نہ کرتے کہ آپ حق کی رعایت کرینگے اور کسی کی اصلا رعایت نہ کرینگے، سو مدینے میں ایک یہودی اور ایک منافق کہ ظاہر میں مسلمان تھا کسی امر میں دونوں جھگڑ پڑے، یہودی جو سچا تھا اس نے کہا: کہ چل محمد کے پاس اور منافق جو جھوٹا تھا اس نے کہا: کہ چل کعب بن اشرف کے پاس جو یہودیوں میں عالم اور سردار تھا۔ آخر وہ دونوں آپ کی خدمت میں جھگڑا لے کر آئے تو آپ نے یہودی کا حق ثابت فرمایا: منافق جو باہر نکلا تو کہنے لگا: کہ اچھا حضرت عمر کے پاس چلو جو وہ فیصلہ کر دیں وہی منظور۔ اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے فیصلہ پر راضی نہ ہوا، غالباً یہ سمجھا ہوگا کہ میں مدعیٔ اسلام ہوں اس لیے یہودی کے مقابلہ میں میری رعایت کریں گے اور حضرت عمر آپ کے حکم سے مدینہ میں جھگڑے فیصل کیا کرتے تھے، چنانچہ وہ دونوں حضرت عمر کے پاس آئے، جب حضرت عمر نے یہ جھگڑا سنا اور یہودی کے بیان سے ان کو یہ بھی معلوم ہو گیا کہ یہ قضیہ آپ کی خدمت میں جا چکا ہے اور آپ اس معاملہ میں یہودی کو سچا اور غالب کر چکے ہیں تو حضرت عمر نے اس منافق کو قتل کر دیا اور فرمایا: کہ جو کوئی ایسے قاضی کے فیصلہ کو نہ مانے اس کا فیصلہ یہی ہے، اس کے وارث حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آئے اور حضرت عمر پر قتل کا دعویٰ کیا اور قسمیں کھانے لگے کہ حضرت عمر کے پاس تو صرف اس وجہ سے

گئے تھے کہ شاید وہ اس معاملہ میں باہم صلح کرا دیں، یہ وجہ نہ تھی کہ حضرت ﷺ کے فیصلہ سے انکار تھا۔ اس پر یہ آیتیں نازل ہوئیں۔ ان آیات میں اصل حقیقت ظاہر فرما دی گئی اور حضرت عمر کا لقب فاروق فرمایا۔

وَإِذَا قِيلَ لَهُمْ تَعَالَوْا إِلَىٰ مَا أَنزَلَ اللَّهُ وَإِلَى الرَّسُولِ رَأَيْتَ الْمُنَافِقِينَ
اور جب ان کو کہیے کہ آؤ اللہ کے حکم کی طرف جو اس نے اتارا اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف تو دیکھے تو منافقوں
يَصُدُّونَ عَنكَ صُدُودًا ﴿٦١﴾ فَكَيْفَ إِذَا أَصَابَتْهُم مُّصِيبَةٌ بِمَا قَدَّمَتْ أَيْدِيهِمْ
کو کہ ہٹتے ہیں تجھ سے رک کر ف ۱۰۷ پھر کیا ہو کہ جب ان کو پہنچے مصیبت اپنے ہاتھوں کے کیے ہوئے سے پھر آویں تیرے
ثُمَّ جَاءُوكَ يَحْلِفُونَ بِاللَّهِ إِنْ أَرَدْنَا إِلَّا إِحْسَانًا وَتَوْفِيقًا ﴿٦٢﴾ أُولَٰئِكَ الَّذِينَ
پاس قسمیں کھاتے ہوئے اللہ کی ہم کو غرض نہ تھی مگر بھلائی اور ملاپ ف ۱۰۸ یہ وہ لوگ ہیں کہ
يَعْلَمُ اللَّهُ مَا فِي قُلُوبِهِمْ فَأَعْرِضْ عَنْهُمْ وَعِظْهُمْ وَقُل لَّهُمْ فِي أَنفُسِهِمْ
اللہ جانتا ہے جو ان کے دل میں ہے سو تو ان سے تغافل کر اور ان کو نصیحت کر اور ان سے کہہ ان کے حق
قَوْلًا بَلِيغًا ﴿٦٣﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِن رَّسُولٍ إِلَّا لِيُطَاعَ بِإِذْنِ اللَّهِ ۚ وَلَوْ أَنَّهُمْ إِذ
میں بات کام کی ف ۱۰۹ اور ہم نے کوئی رسول نہیں بھیجا مگر اسی واسطے کہ اس کا حکم مانیں اللہ کے فرمانے سے اور اگر وہ لوگ
ظَّلَمُوا أَنفُسَهُمْ جَاءُوكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللَّهَ وَاسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُولُ لَوَجَدُوا
جس وقت انہوں نے اپنا برا کیا تھا آتے تیرے پاس پھر اللہ سے معافی چاہتے اور رسول صلی اللہ علیہ وسلم بھی ان کو بخشواتا تو البتہ اللہ کو پاتے
اللَّهَ تَوَّابًا رَّحِيمًا ﴿٦٤﴾ فَلَا وَرَبِّكَ لَا يُؤْمِنُونَ حَتَّىٰ يُحَكِّمُوكَ فِيمَا شَجَرَ بَيْنَهُمْ ثُمَّ لَا
معاف کرنے والا مہربان ف ۱۱۰ سو قسم ہے تیرے رب کی وہ مومن نہ ہوں گے یہاں تک کہ تجھ کو ہی منصف جانیں اس جھگڑے میں جو ان میں
يَجِدُوا فِي أَنفُسِهِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَيْتَ وَيُسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ﴿٦٥﴾ وَلَوْ أَنَّا كَتَبْنَا
اٹھے پھر نہ پاویں اپنے جی میں تنگی تیرے فیصلہ سے اور قبول کریں خوشی سے ف ۱۱۱ اور اگر ہم ان پر حکم کرتے
عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِن دِيَارِكُم مَّا فَعَلُوهُ إِلَّا قَلِيلٌ
کہ ہلاک کرو اپنی جان یا چھوڑ نکلو اپنے گھر تو ایسا نہ کرتے مگر تھوڑے ان
مِّنْهُمْ ۖ وَلَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا مَا يُوعَظُونَ بِهِ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَأَشَدَّ تَثْبِيتًا ﴿٦٦﴾
میں سے اور اگر یہ لوگ کریں وہ جو ان کو نصیحت کی جاتی ہے تو البتہ ان کے حق میں بہتر ہو اور زیادہ ثابت رکھنے والا ہو دین میں

وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٦٧﴾ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿٦٨﴾

اور اس وقت البتہ دیں ہم ان کو اپنے پاس سے بڑا ثواب اور چلاویں ان کو سیدھی راہ ف ۱۱۲

فائدہ:[۱۰۷] رسول اللہ ﷺ کو منصف بنانے سے منافقین کا گریز:......یعنی جب کسی جھگڑے میں منافقوں سے کہا جائے کہ اللہ نے جو حکم نازل فرمایا ہے اس کی طرف آؤ اور اس کے رسول کے رُو بہ رُو اپنے جھگڑے کو لاؤ تو ظاہر میں چونکہ مدعیٔ اسلام ہیں، اس لیے صاف طور پر تو انکار نہیں کر سکتے مگر آپ کے پاس آنے سے اور حکمِ الٰہی پر چلنے سے بچتے ہیں اور رُکتے ہیں کہ کسی ترکیب سے جان بچ جائے اور رسول کو چھوڑ کر جہاں ہمارا جی چاہے اپنا جھگڑا لے جائیں۔

فائدہ:[۱۰۸] فاروقی فیصلہ کی توثیق اور منافقین کے حیلے:......یعنی یہ تو سب کچھ ہوا مگر یہ منافق لوگ اس وقت کیا کریں گے جس وقت پہنچنے لگے ان کو عذاب ان کے کرتوت کا یعنی فصل خصومات میں آپ کے پاس آنے سے جو رکتے اور بچتے ہیں جب اس کا عذاب ان پر آنے لگے۔تو پھر یہ منافق اس وقت کیا کر سکتے ہیں اس کے سوا کہ آئیں رسول کی خدمت میں قسمیں کھاتے ہوئے کہ ہم تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں صرف اس وجہ سے گئے تھے کہ شاید وہ باہم صلح اور ملاپ کرادیں رسول ﷺ کے ارشاد سے اعراض کرنا اور جان بچانا ہرگز ہم کو منظور نہ تھا۔

فائدہ:[۱۰۹] منافقین کی تکذیب:......اس آیت میں حق تعالیٰ نے ان کی قسم اور ان کی معذرتِ سابقہ کی تکذیب فرمائی کہ منافقین جو کچھ زبانی باتیں بنائیں بنانے دو اللہ تعالیٰ کو ان کے دل کی باتیں خوب معلوم ہیں یعنی ان کے نفاق اور انکے جھوٹ کو خوب جانتا ہے۔سو آپ بھی علمِ خداوندی پر بس کر کے منافقوں کی بات سے تغافل کیجیے اور انکی بات کی پروا نہ کیجیے مگر انکو نصیحت کرنے اور کام کی باتیں بتانے میں ہرگز کوتاہی نہ فرمائیں اور ان کی ہدایت سے مایوس نہ ہوجیے۔

فائدہ:[۱۱۰] قصور کے اعتراف میں خیر ہے:......یعنی اللہ تعالیٰ جس رسول کو اپنے بندوں کی طرف بھیجتا ہے سو اسی غرض کے لیے بھیجتا ہے کہ اللہ کے حکم کے موافق بندے ان کے کہنے کو مانیں۔تو اب ضرور تھا کہ یہ لوگ رسول کے ارشاد کو بلا تامل پہلے ہی سے دل و جان سے تسلیم کرتے اور اگر گناہ اور بُرا کرنے کے بعد بھی متنبہ ہوجاتے اور اللہ سے معافی چاہتے اور رسول بھی ان کی معافی کی دعا کرتا تو پھر بھی حق تعالیٰ انکی توبہ قبول فرمالیتا۔مگر انہوں نے تو یہ غضب کیا کہ اوّل تو رسول اللہ ﷺ کے حکم سے جو بعینہ اللہ تعالیٰ کا حکم تھا ہٹے اور بچے پھر جب اس کا وبال ان پر پڑا تو اب بھی متنبہ اور تائب نہ ہوئے بلکہ لگے جھوٹی قسمیں کھانے اور تاویلیں گھڑنے پھر ایسوں کی مغفرت ہو تو کیوں کر ہو۔

فائدہ:[۱۱۱] باہمی جھگڑوں میں رسول اللہ ﷺ کو بخوشی فیصل بنائے بغیر ایمان ممکن نہیں:......یعنی منافق لوگ کس بیہودہ خیال میں ہیں اور کیسے بیہودہ حیلوں سے کام نکالنا چاہتے ہیں ان کو خوب سمجھ لینا چاہیے۔ہم قسم کھا کر کہتے ہیں کہ جب تک یہ لوگ تم کو اے رسول! اپنے تمام چھوٹے بڑے مالی جانی نزاعات میں منصف اور حاکم نہ جان لیں گے کہ تمہارے فیصلہ اور حکم سے ان کے جی میں کچھ تنگی اور ناخوشی نہ آنے پائے اور تمہارے ہر ایک حکم کو خوشی کے ساتھ دل سے قبول نہ کرلیں گے اُس وقت تک ہرگز اُن کو ایمان نصیب نہیں ہوسکتا اب جو کرنا ہو سوچ سمجھ کر کریں۔

فائدہ:[۱۱۲] منافقین کو نصیحت:......یعنی سب کی جانوں کا مالک چونکہ خدا تعالیٰ ہے اس لیے اس کے حکم میں تو کسی کو جان سے بھی دریغ نہ کرنا چاہیے۔سو اگر اللہ تعالیٰ لوگوں کو کہیں اپنی جانوں کے ہلاک کر ڈالنے اور جلا وطن ہوجانے کا حکم فرمادیتا جیسے کہ بنی اسرائیل پر حکم کر دیا تھا تو بجا نہ لاتے اُس حکم کو مگر گنے چنے صرف سچے اور پکے ایمان والے۔یہ منافق ایسے حکم پر کیسے عمل کر سکتے تھے اب ان کو سمجھنا چاہیے کہ ان

کو ہم نے جو حکم دے رکھے ہیں وہ محض ان کی نصیحت اور خیر خواہی کے ہیں، نہ جان کی ہلاکت کا حکم دیا گیا، نہ جلاوطن ہونے کا گران ہی آسان اور سہل حکموں پر چلیں تو نفاق بالکل جاتا رہے اور خالص مسلمان ہو جائیں مگر افسوس سمجھتے نہیں اور حالتِ موجودہ کو غنیمت نہیں سمجھتے کہ ذرا سی بات میں دین و دنیا دونوں درست ہوئے جاتے ہیں۔

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ

اور جو کوئی حکم مانے اللہ کا اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا سو وہ ان کے ساتھ ہیں جن پر اللہ نے انعام کیا کہ وہ نبی

وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ﴿٦٩﴾ ذٰلِكَ

اور صدیق اور شہید اور نیک بخت ہیں اور اچھی ہے ان کی رفاقت ف ۱۱۳ یہ فضل

الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ﴿٧٠﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا خُذُوْا حِذْرَكُمْ

ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ کافی ہے جاننے والا ف ۱۱۴ اے ایمان والو! لے لو اپنے ہتھیار پھر نکلو

فَانْفِرُوْا ثُبَاتٍ اَوِ انْفِرُوْا جَمِيْعًا ﴿٧١﴾ وَاِنَّ مِنْكُمْ لَمَنْ لَّيُبَطِّئَنَّ ۚ فَاِنْ

جدی جدی فوج ہو کر یا سب اکٹھے ف ۱۱۵ اور بے شک تم میں بعضا ایسا ہے کہ البتہ دیر لگا دے گا ف ۱۱۶ پھر اگر

اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَالَ قَدْ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيَّ اِذْ لَمْ اَكُنْ مَّعَهُمْ شَهِيْدًا ﴿٧٢﴾ وَلَئِنْ

تم کو کوئی مصیبت پہنچے تو کہے اللہ نے مجھ پر فضل کیا کہ میں نہ ہوا ان کے ساتھ ف ۱۱۷ اور اگر تم کو

اَصَابَكُمْ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰهِ لَيَقُوْلَنَّ كَاَنْ لَّمْ تَكُنْۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهٗ مَوَدَّةٌ يّٰلَيْتَنِيْ

پہنچا فضل اللہ کی طرف سے تو اس طرح کہنے لگے گا کہ گویا نہ تھی تم میں اور اس میں کچھ دوستی اے کاش کہ میں

كُنْتُ مَعَهُمْ فَاَفُوْزَ فَوْزًا عَظِيْمًا ﴿٧٣﴾ فَلْيُقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ الَّذِيْنَ يَشْرُوْنَ

ہوتا ان کے ساتھ تو پاتا بڑی مراد ف ۱۱۸ سو چاہیے لڑیں اللہ کی راہ میں وہ لوگ جو بیچتے ہیں دنیا کی

الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ ۭ وَمَنْ يُّقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيُقْتَلْ اَوْ يَغْلِبْ فَسَوْفَ

زندگی آخرت کے بدلے اور جو کوئی لڑے اللہ کی راہ میں پھر مارا جاوے یا غالب ہووے تو ہم دیں گے

نُؤْتِيْهِ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿٧٤﴾

اس کو بڑا ثواب ف ۱۱۹

فائدہ: [۱۱۳] انعام یافتہ اور ان کے رفقاء کون؟...... نبی وہ ہیں جن پر اللہ کی طرف سے وحی آئے یعنی فرشتہ ظاہر میں آکر پیغام کہہ جائے، اور صدیق وہ کہ جو پیغام اور احکام خدا تعالیٰ کی طرف سے پیغمبروں کو آئے انکا جی آپ ہی اس پر گواہی دے اور بلا دلیل اسکی

تصدیق کرے، اور شہید وہ کہ پیغمبروں کے حکم پر جان دینے کو حاضر ہیں اور صالح اور نیک بخت وہ کہ جنکی طبیعت نیکی ہی پر پیدا ہوئی ہے اور بری باتوں سے اپنے نفس اور بدن کی اصلاح اور صفائی کر چکے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ یہ چار قسمیں مذکورہ جوامت کے باقی افراد سے افضل ہیں انکے ماسوا جو مسلمان ہیں اور درجہ میں انکے برابر نہیں لیکن اللہ اور رسول کی فرمانبرداری میں مشغول ہیں وہ لوگ بھی ان ہی کی شمار اور ذیل میں لیے جائیں گے اور ان حضرات کی رفاقت بہت ہی خوبی اور فضیلت کی بات ہے اس کو کوئی حقیر نہ سمجھے۔

فَائِدَة:...... اس آیت میں اشارہ ہو گیا کہ منافقین جن کا ذکر پہلے سے ہو رہا ہے وہ اس رفاقت اور معیت سے محروم ہیں۔

فَائِدَة: [۱۱۴]...... یعنی اللہ اور رسول کے حکم ماننے والوں کو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی رفاقت میسر آنی اللہ کا بڑا انعام اور اس کا محض فضل ہے، ان کی اطاعت کا معاوضہ نہیں جس سے منافقین بالکل محروم ہیں۔ اور اللہ کافی ہے جاننے والا اور خبر رکھنے والا وہ ہر ایک مخلص اور منافق اور ہر مطیع کی طاعت اور اس کے استحقاقِ اصلی اور مقدارِ فضل کو بالتفصیل جانتا ہے تو اب کسی کو ان امور کی تفاصیل کی وجہ سے وعدۂ الٰہی کے پورا ہونے میں خلجان پیدا نہ ہو۔

فَائِدَة: [۱۱۵] **مسلمانوں کو جہاد کی تیاری کا حکم:**...... یہاں سے جہاد کا ذکر ہے اس سے پہلی آیت میں یہ ذکر تھا کہ جو اللہ اور رسول کی فرمانبرداری کرے گا اس کو انبیاء اور صدیقین اور شہداء اور صالحین کی رفاقت انعام میں ملے گی اور احکام خداوندی میں حکمِ جہاد چونکہ شاق اور دشوار ہے خصوصاً منافقین پر جن کا ذکر اوپر سے آ رہا ہے اس لیے جہاد کا حکم فرمایا کہ ہر کوئی حضرات انبیاء، صدیقین وغیرہم کی رفاقت اور معیت کی امید نہ کرنے لگے۔ منقول ہے کہ شروع اسلام میں بہت سے ضعیف الاسلام بھی دعوتِ اسلامی کو قبول کر چکے تھے پھر جب جہاد فرض ہو گیا تو بعض متزلزل ہو گئے اور بعض کفار کے ہم زبان ہو کر آپ کی مخالفت کرنے لگے اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ مطلب یہ ہے کہ اے مسلمانو! منافقوں کی کیفیت تو تم کو پہلے سے معلوم ہو چکی اب خیر اسی میں ہے کہ تم اپنا ہر طرح سے بچاؤ اور اپنی خبرداری اور احتیاط کر لو ہتھیاروں سے ہو یا تدبیر سے، عقل سے ہو یا سامان سے اور دشمنوں کے مقابلہ اور مقاتلہ کے لیے گھر سے باہر نکلو متفرق طور پر یا سب اکٹھے ہو کر جیسا موقع ہو۔

فَائِدَة: [۱۱٦] **منافقین کی جہاد سے پہلوتہی:**...... یعنی اے مسلمانو! تمہاری جماعت میں بعضے ایسے بھی گھسے ہوئے ہیں کہ جہاد کو جانے میں دیر لگاتے ہیں اور رکتے ہیں اور حکمِ خداوندی کی تعمیل نہیں کرتے بلکہ نفعِ دنیوی کو تکتے رہتے ہیں۔ اور اس سے مراد منافق ہیں جیسے عبداللہ بن اُبی اور اس کے ساتھی کہ یہ لوگ گو ظاہر میں اسلام قبول کر چکے تھے مگر ان کو سب باتوں سے مقصود صرف دنیا کا نفع تھا حق تعالیٰ کی فرمانبرداری سے کوئی غرض ان کو نہ تھی۔

فَائِدَة: [۱۱۷] **منافقین کی بے عقلی:**...... پہلے گذر چکا کہ منافق لوگ نکلنے میں دیر لگاتے ہیں اور جہاد میں جانے والوں کی حالت کو تکتے رہتے ہیں کہ کیا گذری، اب فرماتے ہیں کہ جانے کے بعد اگر مسلمانوں کو جہاد میں کوئی صدمہ پہنچ گیا مثلاً مقتول ہو گئے یا شکست پیش آ گئی تو منافق بہت خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ کا بڑا فضل ہوا کہ ہم لڑائی میں ان کے ساتھ نہ تھے ورنہ ہماری بھی خیر نہ تھی۔ الحمدللہ خوب بچے!

فَائِدَة: [۱۱۸] **منافقین کا حسد:**...... یعنی اور اگر مسلمانوں پر اللہ کا فضل ہو گیا مثلاً فتح ہو گئی یا مالِ غنیمت بہت سا ہاتھ آ گیا تو منافق سخت پچھتاتے ہیں اور دشمنوں کی طرح غلبۂ حسد سے کہتے ہیں ہائے افسوس! میں جہاد میں مسلمانوں کے ساتھ ہوتا تو مجھ کو بھی بڑی کامیابی نصیب ہوتی۔ یعنی لوٹ کا مال ہاتھ آتا یعنی منافقوں کو فقط اپنی محرومی پر افسوس نہیں ہوتا بلکہ اپنی محرومی سے زیادہ مسلمانوں کی کامیابی پر حسد اور قلق ہوتا ہے۔

فَائِدَة: [۱۱۹] **نہ مالِ غنیمت، نہ کشور کشائی:**...... یعنی اگر منافق لوگ جہاد سے رکیں تو رکیں اور اپنے نشیب و فراز دنیوی کو تکتے رہیں تو تکتے

رہیں مگر جو لوگ کہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا پر لات مار چکے ہیں، ان کو چاہیے کہ اللہ کی راہ میں بے تامل لڑیں اور دنیا کی زندگی اور اس کے مال ودولت پر نظر نہ رکھیں اور سمجھ لیں کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور حکم برداری میں ہر طرح نفع ہے، غالب ہوں یا مغلوب، مال ملے یا نہ ملے۔

وَمَا لَكُمْ لَا تُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ وَالْمُسْتَضْعَفِينَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَاءِ
اور تم کو کیا ہوا کہ نہیں لڑتے اللہ کی راہ میں اور ان کے واسطے جو مغلوب ہیں مرد اور عورتیں
وَالْوِلْدَانِ الَّذِينَ يَقُولُونَ رَبَّنَا أَخْرِجْنَا مِنْ هَٰذِهِ الْقَرْيَةِ الظَّالِمِ أَهْلُهَا
اور بچے جو کہتے ہیں اے رب ہمارے نکال ہم کو اس بستی سے کہ ظالم ہیں یہاں کے لوگ
وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ وَلِيًّا ۚ وَاجْعَلْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ نَصِيرًا ﴿٧٥﴾ الَّذِينَ آمَنُوا
اور کر دے ہمارے واسطے اپنے پاس سے کوئی حمایتی اور کر دے ہمارے واسطے اپنے پاس سے مددگار ف ۱۲۰ جو لوگ ایمان
يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ اللَّهِ ۖ وَالَّذِينَ كَفَرُوا يُقَاتِلُونَ فِي سَبِيلِ الطَّاغُوتِ
والے ہیں سو لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں اور جو کافر ہیں سو لڑتے ہیں شیطان کی
فَقَاتِلُوا أَوْلِيَاءَ الشَّيْطَانِ ۖ إِنَّ كَيْدَ الشَّيْطَانِ كَانَ ضَعِيفًا ﴿٧٦﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى ع
راہ میں سو لڑو تم شیطان کے حمایتیوں سے بے شک فریب شیطان کا سست ہے ف ۱۲۱ کیا تو نے نہ
الَّذِينَ قِيلَ لَهُمْ كُفُّوا أَيْدِيَكُمْ وَأَقِيمُوا الصَّلَاةَ وَآتُوا الزَّكَاةَ ۖ فَلَمَّا كُتِبَ
دیکھا ان لوگوں کو جن کو حکم ہوا تھا کہ اپنے ہاتھ تھامے رکھو اور قائم رکھو نماز اور دیتے رہو زکوٰۃ ف ۱۲۲ پھر جب حکم ہوا
عَلَيْهِمُ الْقِتَالُ إِذَا فَرِيقٌ مِنْهُمْ يَخْشَوْنَ النَّاسَ كَخَشْيَةِ اللَّهِ أَوْ أَشَدَّ
ان پر لڑائی کا اسی وقت ان میں ایک جماعت ڈرنے لگی لوگوں سے جیسا ڈر ہو اللہ کا یا اس سے بھی
خَشْيَةً ۚ وَقَالُوا رَبَّنَا لِمَ كَتَبْتَ عَلَيْنَا الْقِتَالَ ۖ لَوْلَا أَخَّرْتَنَا إِلَىٰ أَجَلٍ
زیادہ ڈر اور کہنے لگے اے رب ہمارے کیوں فرض کی ہم پر لڑائی کیوں نہ چھوڑے رکھا ہم کو تھوڑی
قَرِيبٍ ۗ قُلْ مَتَاعُ الدُّنْيَا قَلِيلٌ ۚ وَالْآخِرَةُ خَيْرٌ لِمَنِ اتَّقَىٰ وَلَا تُظْلَمُونَ
مدت تک ف ۱۲۳ کہہ دے کہ فائدہ دنیا کا تھوڑا ہے اور آخرت بہتر ہے پرہیزگار کو اور تمہارا حق نہ رہے گا ایک
فَتِيلًا ﴿٧٧﴾ أَيْنَمَا تَكُونُوا يُدْرِكْكُمُ الْمَوْتُ وَلَوْ كُنْتُمْ فِي بُرُوجٍ مُشَيَّدَةٍ ۗ
تاگے برابر ف ۱۲۴ جہاں کہیں تم ہو گے موت تم کو آ پکڑے گی اگرچہ تم ہو مضبوط قلعوں میں ف ۱۲۵

وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا

اور اگر پہنچے لوگوں کو کچھ بھلائی تو کہیں یہ اللہ کی طرف سے ہے اور اگر ان کو پہنچے کچھ برائی

هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ؕ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ فَمَالِ هٰۤؤُلَآءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ

تو کہیں یہ تیری طرف سے ہے ف١٢٦ کہہ دے کہ سب اللہ کی طرف سے ہے سو کیا حال ہے ان لوگوں کا ہرگز نہیں

يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ۝٧٨

لگتے کہ سمجھیں کوئی بات ف١٢٧

فَائِدَة: [١٢٠] جہاد کے دو مقاصد: ...... یعنی دو وجہ سے تم کو کافروں سے لڑنا ضروری ہے: ایک تو اللہ کے دین کو بلند اور غالب کرنے کی غرض سے، دوسرے جو لوگ مظلوم مسلمان کافروں کے ہاتھ میں بے بس پڑے ہیں اُن کو چھڑانے اور خلاصی دینے کی وجہ سے۔ مکہ میں بہت لوگ تھے کہ حضرت ﷺ کے ساتھ ہجرت نہ کر سکے اور ان کے اقرباء اُن کو ستانے لگے کہ پھر کافر ہو جائیں سو خدا تعالیٰ نے مسلمانوں کو فرمایا کہ تم کو دو وجہ سے کافروں سے لڑنا ضرور ہے تاکہ اللہ کا دین بلند ہو اور مسلمان جو کہ مظلوم اور کمزور ہیں کفارِ مکہ کے ظلم سے نجات پائیں۔

فَائِدَة: [١٢١] جہاد کی ترغیب: ...... یعنی جب یہ بات ظاہر ہے کہ مسلمان اللہ کی راہ میں لڑتے ہیں اور کافر لوگ شیطان کی راہ میں، سو پھر تو مسلمانوں کو شیطان کے دوستوں یعنی کافروں کے ساتھ لڑنا بلا تامل ضروری ہوا اللہ تعالیٰ ان کا مددگار ہے، کسی قسم کا تردد نہ چاہیے اور سمجھ لو کہ شیطان کا حیلہ اور فریب کمزور ہے مسلمانوں پر نہ چل سکے گا۔ اس سے مقصود مسلمانوں کو جہاد پر ترغیب دِلانا اور ہمت بندھانا ہے جس کا ذکر آیات آئندہ میں بالتصریح آتا ہے۔

فَائِدَة: [١٢٢] اطاعت خداوندی کا سبق: ...... مکہ میں ہجرت کرنے سے پہلے کافر مسلمانوں کو بہت ستاتے تھے اور ان پر ظلم کرتے تھے مسلمان آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر شکایت کرتے اور رخصت مانگتے کہ ہم کفار سے مقاتلہ کریں اور ان سے ظلم کا بدلہ لیں؟ آپ مسلمانوں کو لڑائی سے روکتے کہ مجھ کو مقاتلہ کا حکم نہیں ہوا بلکہ صبر اور درگذر کرنے کا حکم ہے۔ اور فرماتے کہ نماز اور زکوٰۃ کا جو حکم تم کو ہو چکا ہے اس کو برابر کیے جاؤ کیونکہ جب تک آدمی اطاعتِ خداوندی میں اپنے نفس پر جہاد کرنے کا اور تکالیفِ جسمانی کا خوگر نہ ہو اور اپنے مال خرچ کرنے کا عادی نہ ہو تو اس کو جہاد کرنا اور اپنی جان کا دینا بہت دشوار ہے اس بات کو مسلمانوں نے قبول کر لیا تھا۔

فَائِدَة: [١٢٣] جہاد سے سستی پر تنبیہ: ...... یعنی ہجرت کرنے کے بعد جب مسلمانوں کو کافروں سے لڑنے کا حکم ہوا تو اُن کو تو خوش ہونا چاہیے تھا کہ ہماری درخواست قبول ہوئی اور مراد ملی۔ مگر بعضے کچے مسلمان کافروں کے مقاتلہ سے ایسے ڈرنے لگے جیسا کہ اللہ کے عذاب سے ڈرنا چاہیے یا اس سے بھی زیادہ اور آرزو کرنے لگے کہ تھوڑی مدت اور بھی قتال کا حکم نہ آتا اور ہم زندہ رہتے تو خوب ہوتا۔

فَائِدَة: [١٢٤] ثواب آخرت کی ترغیب: ...... یعنی چونکہ حیات اور منافعِ دنیوی کی رغبت کے باعث اُن لوگوں کو حکمِ جہاد بھاری معلوم ہوا تو اس لیے حق تعالیٰ فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ دنیا کے تمام منافع حقیر اور سریع الزوال ہیں اور ثواب آخرت کا بہتر ہے ان کے لیے جو اللہ کی نافرمانی سے پرہیز کرتے ہیں۔ سو تم کو چاہیے کہ منافع دنیا کا لحاظ نہ کرو اور حق تعالیٰ کی فرمانبرداری میں کوتاہی نہ کرو اور جہاد کرنے سے نہ ڈرو اور اطمینان رکھو کہ تمہاری محنت اور جانفشانی کا ثواب ادنیٰ سا بھی ضائع نہ ہوگا سو تم کو ہمت اور شوق کے ساتھ جہاد میں مصروف ہونا چاہیے۔

فَائِدَة: [١٢٥] موت اپنے وقت پر ضرور آئے گی: ...... یعنی کیسے ہی مضبوط اور محفوظ اور مامون مکان میں رہو مگر موت تم کو کسی طرح نہ

چھوڑے گی کیونکہ موت ہرایک کے واسطے مقدر اور مقرر ہو چکی ہے اپنے وقت پر ضرور آئے گی کہیں ہو، سو اگر جہاد میں نہ جاؤ گے تو بھی موت سے ہرگز نہیں بچ سکتے تو اب جہاد سے گھبرانا اور موت سے ڈرنا اور کافروں کے مقابلہ سے خوف کرنا بالکل نادانی اور اسلام میں کچے ہونے کی بات ہے۔

فَائِدَہ: [۱۲۶] منافقین کا خبثِ باطن: ...... یعنی ان منافقین کا اور عجیب حال سنو! اگر تدبیر لڑائی کی درست آئی اور فتح ہوئی اور غنیمت کا مال ہاتھ آ گیا تو کہتے ہیں یہ خدا کی طرف سے ہے یعنی اتفاقی بات ہو گئی، رسول اللہ ﷺ کی تدبیر کے قائل نہ ہوتے اور اگر تدبیر بگڑ جاتی اور ہزیمت ونقصان پیش آ جاتا تو الزام رکھتے آپ کی تدبیر پر۔

فَائِدَہ: [۱۲۷] منافقین کو اجمالی جواب: ...... اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اے محمد ﷺ! ان کو جواب دے دو کہ بھلائی اور برائی سب اللہ کی طرف سے ہے سب باتوں کا موجد اور خالق اللہ تعالیٰ ہے اس میں کسی دوسرے کو دخل نہیں اور پیغمبر ﷺ کی تدبیر بھی اللہ ہی کی طرف سے ہے اور اللہ ہی کا الہام ہے۔ تمہارا الزام رکھنا نبی پر غلط اور سراسر کم فہمی ہے اور بگڑی کو بگڑا نہ سمجھو یہ اللہ کی حکمت ہے وہ تم کو سدھاتا ہے اور آزماتا ہے تمہارے قصوروں پر۔ یہ جواب اجمالی ہوا منافقین کے الزام کا، اگلی آیت میں اس کی تفصیل آتی ہے۔

مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ۫ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ

جو پہنچے تجھ کو کوئی بھلائی سو اللہ کی طرف سے ہے اور جو پہنچے تجھ کو کوئی برائی سو تیرے نفس کی طرف سے ہے ف ۱۲۸

وَاَرْسَلْنٰكَ لِلنَّاسِ رَسُوْلًا ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ۝٧٩ مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ

اور ہم نے تجھ کو بھیجا پیغام پہنچانے والا لوگوں کو اور اللہ کافی ہے سامنے دیکھنے والا ف ۱۲۹ جس نے حکم مانا رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا

اَطَاعَ اللّٰهَ ۚ وَمَنْ تَوَلّٰى فَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۝٨٠ وَيَقُوْلُوْنَ طَاعَةٌ ۫ فَاِذَا

اس نے حکم مانا اللہ کا اور جو الٹا پھرا تو ہم نے تجھ کو نہیں بھیجا ان پر نگہبان ف ۱۳۰ اور کہتے ہیں کہ قبول ہے پھر جب باہر گئے

بَرَزُوْا مِنْ عِنْدِكَ بَيَّتَ طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ غَيْرَ الَّذِيْ تَقُوْلُ ؕ وَاللّٰهُ يَكْتُبُ مَا

تیرے پاس سے تو مشورہ کرتے ہیں بعضے بعضے ان میں سے رات کو اس کے خلاف جو تجھ سے کہہ چکے تھے اور اللہ لکھتا ہے

يُبَيِّتُوْنَ ۚ فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ۝٨١ اَفَلَا

جو وہ مشورہ کرتے ہیں سو تو تغافل کر ان سے اور بھروسہ کر اللہ پر اور اللہ کافی ہے کارساز ف ۱۳۱ کیا غور

يَتَدَبَّرُوْنَ الْقُرْاٰنَ ؕ وَلَوْ كَانَ مِنْ عِنْدِ غَيْرِ اللّٰهِ لَوَجَدُوْا فِيْهِ اخْتِلَافًا كَثِيْرًا ۝٨٢

نہیں کرتے قرآن میں اور اگر یہ ہوتا کسی اور کا سوا اللہ کے تو ضرور پاتے اس میں بہت تفاوت ف ۱۳۲

وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ ؕ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ

اور جب ان کے پاس پہنچتی ہے کوئی خبر امن کی یا ڈر کی تو اس کو مشہور کر دیتے ہیں ف ۱۳۳ اور اگر اسکو پہنچا دیتے رسول صلی اللہ علیہ وسلم تک

وَاِلٰٓى اُولِى الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ ؕ وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ

اور اپنے حاکموں تک تو تحقیق کرتے اس کو جو ان میں تحقیق کرنے والے ہیں اس کی ف ۱۳۴ اور اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر

عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ لَاتَّبَعْتُمُ الشَّيْطٰنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۸۳﴾

اور اس کی مہربانی تو البتہ تم پیچھے ہو لیتے شیطان کے مگر تھوڑے ف ۱۳۵

فَائِدَۃ:[۱۲۸] تفصیلی جواب: ......یعنی اصل بات یہ ہے کہ جملہ بھلائی اور برائی کا موجد ہر چند اللہ ہے مگر بندہ کو چاہیے کہ نیکی اور بھلائی کو حق تعالیٰ کا فضل اور احسان سمجھے اور سختی اور برائی کو اپنے اعمال کی شامت جانے، اس کا الزام پیغمبر ﷺ پر نہ رکھے پیغمبران امور کے لیے نہ موجد ہے نہ سبب بلکہ موجد یعنی ان باتوں کا پیدا کرنے والا تو اللہ ہے اور سبب تمہارے عمل۔

فَائِدَۃ:[۱۲۹] آپ ﷺ تمام لوگوں کے رسول ہیں: ......حق تعالیٰ رسول سے منافقوں کے الزام کو دور فرما کر ارشاد کرتا ہے کہ ہم نے تم کو تمام لوگوں کے لیے رسول کر کے بھیجا اور ہم کو سب کچھ معلوم ہے، ہم سب کے اعمال کا بدلہ دے لیں گے، تم کسی کے بیہودہ انکار و الزام کی پروانہ کرو اپنا کار رسالت کیے جاؤ۔

فَائِدَۃ:[۱۳۰] ......آپ کی رسالت کو محقق فرما کر اب خدا تعالیٰ آپ کے متعلق یہ حکم سناتا ہے کہ جو ہمارے رسول ﷺ کی فرماں برداری کرے گا وہ بیشک ہمارا تابع دار ہے اور جو اس سے روگردانی کرے گا تو ہم نے تجھ کو اے رسول! ان لوگوں پر نگہبان بنا کر نہیں بھیجا کہ ان کو گناہ نہ کرنے دے ہم ان کو دیکھ لیں گے، تیرا کام صرف پیغام پہنچانا ہے، آگے ثواب یا عقاب یہ ہمارا کام ہے۔

فَائِدَۃ:[۱۳۱] منافقین کی ایک اور مکاری: ......ان منافقین کی اور مکاری سنو! آپ کے روبرو آ کر تو کہہ جاتے ہیں ہم نے قبول کیا حکم تیرا اور باہر جا کر مشورہ کرتے ہیں اس کے خلاف، یعنی تیری نافرمانی اور مخالفت کا مشورہ کرتے ہیں اور اللہ کے یہاں اُن کے سب مشورے لکھے جاتے ہیں اُن کو سزا دینے کے لیے۔ سو اے نبی! اُن سے منہ پھیر لے اور کسی بات کی پروا مت کر اور اپنے سب کام اللہ کے حوالے کر دے وہ تیرے لیے کافی ہے۔

فَائِدَۃ:[۱۳۲] قرآن اللہ ہی کا کلام ہے: ......پہلی آیات سے حضرت محمد ﷺ کا رسول اللہ ہونا اور انکی اطاعت بعینہٖ خدا کی اطاعت ہونی اور انکے نافرمانوں پر حق تعالیٰ کا عذاب ہونا تو خوب ظاہر ہو گیا۔ مگر منافق اور آپ کے مخالف یہ کہہ سکتے ہیں کہ خدا کی گواہی اور اسکے ارشادات کی تسلیم و تصدیق میں تو ہم کو تامل ہرگز نہیں، مگر یہ کیونکر معلوم ہو کہ یہ خدا کا کلام ہے بشر کا بنایا ہوا نہیں، تو حق تعالیٰ اسکا جواب دیتا ہے کہ یہ لوگ قرآن میں غور نہیں کرتے جس سے صاف معلوم ہو جائے کہ قرآن اللہ کا کلام ہے۔ دیکھو! اگر قرآن اللہ کا کلام نہ ہوتا جیسا کہ تم گمان کرتے ہو تو ضرور قرآن میں بہت سے مواقع میں طرح طرح کے اختلافات ملتے، دیکھو! آدمی ہر حالت میں اسی حالت کے موافق کلام کرتا ہے جو حالت پیش ہوتی ہے دوسری حالت کا دھیان نہیں ہوتا، غصہ میں مہربانی والوں کا دھیان نہیں رہتا اور مہربانی میں غصہ والوں کا، دنیا کے بیان میں آخرت کا لحاظ نہ رہے اور آخرت کے بیان میں دنیا کا، بے پروائی میں عنایت کا ذکر نہیں اور عنایت میں بے پروائی کا، بالجملہ ایک حال کا کلام دوسرے حال کے کلام سے مختلف نظر آئے گا لیکن قرآن شریف چونکہ خالق کا کلام ہے یہاں ہر چیز کے بیان میں دوسری جانب بھی نظر رہتی ہے، غور و فہم سے معلوم ہوتا ہے کہ قرآن میں ہر چیز کا بیان ہر مقام میں ایک انداز پر ہے۔ دیکھیے! یہاں منافقوں کا مذکور تھا جو سخت عتاب کے مستحق ہیں سو یہاں بھی انکی باتوں پر اسی قدر الزام ہے جتنا چاہیے اور جو الزام انکی ایک خاص جماعت پر تھا وہ

خاص انہی پر لگایا گیا اور فرمادیا کہ بعض ان میں سے ایسا کرتے ہیں، یہ نہیں کہ غصہ وغیرہ کی حالت میں کلام اپنی حد سے نکل جائے اور دوسری حالت کے کلام سے مختلف نظر آئے۔ اور نیز یہ مطلب بھی ہے کہ ہم برابر دیکھتے ہیں کہ جب آدمی کوئی کلام طویل کرتا ہے تو وہ یکساں نہیں ہوتا بلکہ کوئی جملہ فصیح، کوئی غیر فصیح، کوئی صحیح، کوئی غلط، کوئی سچا، کوئی کاذب، کوئی موافق، کوئی باہم متناقض ضرور معلوم ہوتا ہے اور قرآن اتنی بڑی کتاب ان جملہ اختلافات سے پاک ہے، جو طاقتِ بشر سے باہر ہے۔

فَائِدَة:...... اس میں اس کی طرف بھی اشارہ ہو گیا کہ جو تدبر اور فہم سے کام نہ لے وہ قرآن میں شبہات اور اختلافات کا وہم چلا سکتا ہے مگر فہیم ایسا نہیں کر سکتا، دیکھو اجو اسی مقام میں تدبر نہ کرے وہ کہہ سکتا ہے کہ اوّل تو فرمادیا ﴿قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ﴾ پھر فرمادیا ﴿وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ﴾ سو یہ تو تناقض اور اختلاف ہو گیا۔ واللہ اعلم!

فَائِدَة: [۱۳۳] افواہ پھیلانے کی مذمت:...... یعنی ان منافقوں اور کم سمجھ مسلمانوں کی ایک خرابی یہ ہے کہ جب کوئی بات امن کی پیش آتی ہے، مثلاً رسول اللہ ﷺ کا کسی سے صلح کا قصد فرمانا یا لشکرِ اسلام کی فتح کی خبر سننا یا کوئی خبر خوفناک سن لیتے ہیں جیسے دشمنوں کا کہیں جمع ہونا یا مسلمانوں کی شکست کی خبر آنا تو انکو بلا تحقیق کیے مشہور کرنے لگتے ہیں اور اس میں اکثر فساد و نقصان مسلمانوں کو پیش آجاتا ہے۔ منافق ضرر رسانی کی غرض سے اور کم سمجھ مسلمان کم فہمی کی وجہ سے ایسا کرتے تھے۔

فَائِدَة: [۱۳۴] بڑوں کی طرف رجوع کا حکم:...... یعنی کہیں سے کچھ خبر آئے تو چاہیے کہ اوّل پہنچائیں سردار تک اور اس کے نائبوں تک جب وہ اس خبر کو تحقیق اور تسلیم کر لیویں تو ان کے کہنے کے موافق اس کو کہیں نقل کریں اور اس پر عمل کریں۔

فَائِدَة:...... حضرت ﷺ نے ایک شخص کو ایک قوم کے یہاں زکوٰۃ لینے کو بھیجا وہ قوم اس کے استقبال کو باہر نکلی اس نے خیال کیا کہ میرے مارنے کو آئے ہیں، لوٹ کر مدینہ میں آ گیا اور مشہور کر دیا کہ فلاں قوم مرتد ہو گئی تمام شہر میں شہرت ہو گئی آخر کو غلط نکلی۔

فَائِدَة: [۱۳۵]...... یعنی اگر اللہ اپنے فضل سے تمہاری اصلاح اور تربیت کے لیے احکام نہ بھیجتا اور تم کو وقتاً فوقتاً حسب ضرورت ہدایت اور تنبیہ نہ فرماتا رہتا جیسا کہ اس موقع پر رسول اور سرداروں کی طرف رجوع کرنے کو فرمایا تو تم گمراہ ہو جاتے مگر چند خواص جو کامل العقل اور کامل الایمان ہیں۔ ان تنبیہات کو اللہ تعالیٰ کا انعام سمجھو اور شکر کرو اور پوری تعمیل کرو۔

فَقَاتِلْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ لَا تُكَلَّفُ اِلَّا نَفْسَكَ وَحَرِّضِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۚ عَسَى اللّٰهُ

سو تو لڑ اللہ کی راہ میں، تو ذمہ دار نہیں مگر اپنی جان کا اور تاکید کر مسلمانوں کو، قریب ہے کہ اللہ بند کر دے

اَنْ يَّكُفَّ بَاْسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ وَاللّٰهُ اَشَدُّ بَاْسًا وَّاَشَدُّ تَنْكِيْلًا ۝۸۴ مَنْ يَّشْفَعْ

لڑائی کافروں کی ف ۱۳۶ اور اللہ بہت سخت ہے لڑائی میں اور بہت سخت ہے سزا دینے میں ف ۱۳۷

شَفَاعَةً حَسَنَةً يَّكُنْ لَّهٗ نَصِيْبٌ مِّنْهَا ۚ وَمَنْ يَّشْفَعْ شَفَاعَةً سَيِّئَةً يَّكُنْ لَّهٗ

جو کوئی سفارش کرے نیک بات میں اس کو بھی ملے گا اس میں سے ایک حصہ اور جو کوئی سفارش کرے بری بات میں اس پر بھی ہے

كِفْلٌ مِّنْهَا ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا ۝۸۵ وَاِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا

ایک بوجھ اس میں سے ف ۱۳۸ اور اللہ ہے ہر چیز پر قدرت رکھنے والا ف ۱۳۹ اور جب تم کو دعا دیوے کوئی تو تم بھی دعا دو

النصف

بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْ رُدُّوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ حَسِیْبًا ﴿۸۶﴾ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا

اس سے بہتر یا وہی کہو الٹ کر بے شک اللہ ہے ہر چیز کا حساب کرنے والا ف ۱۴۰ اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں

هُوَ ؕ لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ

بے شک تم کو جمع کریگا قیامت کے دن اس میں کچھ شبہ نہیں اور اللہ سے سچی کس

حَدِیْثًا ﴿۸۷﴾ فَمَا لَكُمْ فِی الْمُنٰفِقِیْنَ فِئَتَیْنِ وَاللّٰهُ اَرْكَسَهُمْ بِمَا كَسَبُوْا ؕ

ع ۱۱ / ۸

کی بات ف ۱۴۱ پھر تم کو کیا ہوا کہ منافقوں کے معاملہ میں دو فریق ہو رہے ہو اور اللہ نے ان کو الٹ دیا بسبب ان کے اعمال کے

اَتُرِیْدُوْنَ اَنْ تَهْدُوْا مَنْ اَضَلَّ اللّٰهُ ؕ وَمَنْ یُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ سَبِیْلًا ﴿۸۸﴾

کیا تم چاہتے ہو کہ راہ پر لاؤ جس کو گمراہ کیا اللہ نے اور جس کو گمراہ کرے اللہ ہرگز نہ پاویگا تو اس کے لئے کوئی راہ ف ۱۴۲

فَائِدَة: [۱۳۶] **آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو ترغیب علی القتال کا خصوصی حکم:**...... یعنی اگر کافروں کی لڑائی سے یہ منافق اور کچے مسلمان جنکا ذکر اوپر گذرا ڈرتے ہیں تو اے رسول! تو تنہا اپنی ذات سے جہاد کرنے میں توقف مت کر اللہ تعالیٰ تیرا مددگار ہے اور مسلمانوں کو جہاد کی تاکید کردے جو ساتھ نہ دے اسکی پرواہ مت کر۔ امید ہے کہ اللہ تعالیٰ کافروں کی لڑائی کو روک دیگا۔

فَائِدَة:...... جب یہ آیت نازل ہوئی تو آپ نے فرمایا کہ میں ضرور جہاد کیلئے جاتا ہوں اگرچہ ایک بھی میرے ساتھ نہ ہو اور کل ستر ہمراہیوں کے ساتھ بدرِ صغریٰ کو بغرضِ جہاد تشریف لے گئے جسکا وعدہ ابوسفیان سے غزوۂ اُحد کے بعد ہوا تھا جسکا ذکر پہلی سورت میں گذر چکا ہے (آل عمران: ۱۷۲-۱۷۳) حق تعالیٰ نے ابوسفیان اور کفارِ قریش کے دل میں رعب اور خوف ڈال دیا کوئی مقابلہ میں نہ آیا اور وعدے سے جھوٹے ہوئے اور حق سبحانہٗ نے اپنے ارشاد کے موافق کافروں کی لڑائی کو بند کر دیا اور آپ ہمراہیوں سمیت خیر اور سلامتی کے ساتھ واپس تشریف لے آئے۔

فَائِدَة: [۱۳۷] **جہاد نہ کرنے پر سخت وعید:**...... یعنی اللہ تعالیٰ کی لڑائی اور اُس کا عذاب کافروں کے ساتھ لڑنے سے بہت سخت ہے سو جو لوگ کافروں کے ساتھ لڑنے اور اُن کو مارنے اور اُن کے ہاتھ سے مارے جانے سے ڈرتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ کے غصہ اور اُس کے عذاب کا کیوں کر تحمل کر سکتے ہیں۔

فَائِدَة: [۱۳۸] **سفارش کا بیان:**...... یعنی اگر کوئی نیک کام میں سعی سفارش کرے جیسا نبی علیہ السلام کا مسلمانوں کو جہاد کی تاکید فرمانا یا کوئی بُری بات میں ساعی ہو جیسا منافق اور سست مسلمانوں کا جہاد سے ڈر کر دوسروں کو بھی ڈرانا تو اوّل صورت میں ثواب کا اور دوسری صورت میں گناہ کا حصہ ملے گا۔ ایسے ہی اگر کوئی محتاج کی سفارش کر کے دولتمند سے کچھ دلوا دے تو یہ بھی خیرات کے ثواب میں شریک ہوگا اور جو کوئی کافر مفسد یا سارق کو سفارش کر کے چھڑا دے پھر وہ فساد اور چوری کرے تو یہ بھی شریک ہوگا فساد اور چوری میں۔

فَائِدَة: [۱۳۹]...... یعنی خدا تعالیٰ تمام چیزوں پر قادر اور ہر چیز کا حصہ بانٹنے والا ہے تو نیکی اور بدی کے حصہ دینے میں اس کو کوئی دشواری نہیں۔

فَائِدَة: [۱۴۰] **سلام کا بیان:**...... یعنی کسی مسلمان کو سلام کرنا یا دعا دینا در حقیقت اللہ سے اسکی شفاعت کرنا ہے تو حق تعالیٰ شفاعتِ حسنہ

کی ایک خاص صورت کو جو مسلمانوں میں شائع ذائع ہے صراحت کیساتھ بیان فرماتا ہے کہ جب کوئی اے مسلمانو! تم کو دعا دے یا سلام کرے تو تم کو بھی اسکا جواب دینا ضرور چاہیے یا تو وہی کلمہ تم بھی اسکو کہو، یا اس سے بہتر مثلاً اگر کسی نے کہا السلام علیکم تو واجب ہے تم پر کہ اسکے جواب میں وعلیکم السلام کہو اور زیادہ ثواب چاہو تو ورحمۃ اللہ بھی بڑھا دو اور اگر اس نے یہ لفظ بڑھایا ہو تو تم ''وبرکاتہ'' زیادہ کر دو۔ اللہ کے یہاں ہر ہر چیز کا حساب ہوگا اور اسکی جزا ملے گی، سلام اور اسـ ...ب بھی اس میں آ گیا۔

فَائِدَة:...... اس سے شفاعتِ حسنہ کی پوری ترغیب ہوگئی اور شفا... ئہ کی خرابی اور مضرت معلوم ہوگئی کیونکہ جو شفاعتِ حسنہ کرے گا اس کو اللہ تعالیٰ ثواب دے گا اور جسکی شفاعت کی ہے اس پر اسکے ساتھ حسنِ سلوک اور مکافات کا حکم فرما دیا بخلاف شفاعتِ سیئہ کے کہ بجز معصیت اور محرومی کے کچھ نہ ملے گا۔

فَائِدَة: [۱۴۱] ...... یعنی قیامت کا آنا اور ثواب وعقاب کے سب وعدوں کا پورا ہونا سب سچ ہے اس میں تخلف نہیں ہوگا ان باتوں کو سرسری خیال نہ کرو۔

فَائِدَة: [۱۴۲] **منافقین کو دوست نہ بناؤ:**...... ان منافقوں میں وہ لوگ داخل ہیں جو ظاہر میں بھی ایمان نہ لائے تھے بلکہ ظاہر و باطن کفر پر قائم تھے لیکن حضرت ﷺ اور مسلمانوں کے ساتھ ظاہری میل جول اور محبت کا معاملہ رکھتے تھے، اور غرض ان کی یہ تھی کہ مسلمانوں کی فوج ہماری قوم پر چڑھائی کرے تو ہمارے جان و مال اس حیلہ سے محفوظ رہیں۔ جب مسلمانوں کو معلوم ہوگیا کہ ان کا آنا جانا اس غرض سے ہے دل کی محبت سے نہیں تو بعض مسلمانوں نے کہا کہ ان شریروں سے ملنا ترک کر دینا چاہیے تاکہ ہم سے جدا ہو جائیں اور بعضوں نے کہا ان سے ملے جائیے شاید ایمان لے آئیں۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی کہ ہدایت و گمراہی اللہ کے قبضہ میں ہے تم اس کا ہرگز فکر مت کرو اور ان لوگوں سے بالاتفاق وہ معاملہ کرنا چاہیے جو آئندہ مذکور ہے دو فریق مت بنو۔

وَدُّوْا لَوْ تَكْفُرُوْنَ كَمَا كَفَرُوْا فَتَكُوْنُوْنَ سَوَآءً فَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ اَوْلِيَآءَ

چاہتے ہیں کہ تم بھی کافر ہو جاؤ جیسے وہ کافر ہوئے تو پھر تم سب برابر ہو جاؤ سو تم ان میں سے کسی کو دوست مت

حَتّٰى يُهَاجِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَخُذُوْهُمْ وَاقْتُلُوْهُمْ حَيْثُ

بناؤ یہاں تک کہ وطن چھوڑ آویں اللہ کی راہ میں پھر اگر اس کو قبول نہ کریں تو ان کو پکڑو اور مار ڈالو جہاں پاؤ

وَجَدْتُّمُوْهُمْ ۪ وَلَا تَتَّخِذُوْا مِنْهُمْ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۸۹﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ يَصِلُوْنَ اِلٰى

اور نہ بناؤ ان میں سے کسی کو دوست اور نہ مددگار ف۱۴۳ مگر وہ لوگ جو ملاپ رکھتے ہیں

قَوْمٍۢ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ مِّيْثَاقٌ اَوْ جَآءُوْكُمْ حَصِرَتْ صُدُوْرُهُمْ اَنْ يُّقَاتِلُوْكُمْ

ایک قوم سے کہ تم میں اور ان میں عہد ہے یا آئے ہیں تمہارے پاس کہ تنگ ہو گئے ہیں دل ان کے تمہاری لڑائی سے اور اپنی قوم کی لڑائی

اَوْ يُقَاتِلُوْا قَوْمَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَسَلَّطَهُمْ عَلَيْكُمْ فَلَقٰتَلُوْكُمْ ۚ فَاِنِ

سے بھی اور اگر اللہ چاہتا تو ان کو تم پر زور دے دیتا تو ضرور لڑتے تم سے سو اگر یکسو رہیں

اعۡتَزَلُوۡكُمۡ فَلَمۡ يُقَاتِلُوۡكُمۡ وَاَلۡقَوۡا اِلَيۡكُمُ السَّلَمَ ۙ فَمَا جَعَلَ اللّٰهُ لَكُمۡ
وہ تم سے پھر تم سے نہ لڑیں اور پیش کریں تم پر صلح تو اللہ نے

عَلَيۡهِمۡ سَبِيۡلًا ﴿۹۰﴾ سَتَجِدُوۡنَ اٰخَرِيۡنَ يُرِيۡدُوۡنَ اَنۡ يَّاۡمَنُوۡكُمۡ وَيَاۡمَنُوۡا
نہیں دی تم کو ان پر راہ ف ۱۴۴ اب تم دیکھو گے ایک اور قوم کو جو چاہتے ہیں کہ امن میں رہیں تم سے

قَوۡمَهُمۡ ؕ كُلَّمَا رُدُّوۡۤا اِلَى الۡفِتۡنَةِ اُرۡكِسُوۡا فِيۡهَا ۚ فَاِنۡ لَّمۡ يَعۡتَزِلُوۡكُمۡ وَيُلۡقُوۡۤا
بھی اور اپنی قوم سے بھی جب کبھی لوٹائے جاتے ہیں وہ فساد کی طرف تو اس کی طرف لوٹ جاتے ہیں پھر اگر وہ تم سے یکسو نہ رہیں اور نہ

اِلَيۡكُمُ السَّلَمَ وَيَكُفُّوۡۤا اَيۡدِيَهُمۡ فَخُذُوۡهُمۡ وَاقۡتُلُوۡهُمۡ حَيۡثُ ثَقِفۡتُمُوۡهُمۡ ؕ
پیش کریں تم پر صلح اور اپنے ہاتھ نہ روکیں تو ان کو پکڑو اور مار ڈالو جہاں

وَاُولٰۤـئِكُمۡ جَعَلۡنَا لَكُمۡ عَلَيۡهِمۡ سُلۡطٰنًا مُّبِيۡنًا ﴿۹۱﴾ وَمَا كَانَ لِمُؤۡمِنٍ اَنۡ يَّقۡتُلَ ع ۱۲
پاؤ اور ان پر ہم نے تم کو دی ہے کھلی سند ف ۱۴۵ اور مسلمان کا کام نہیں کہ

مُؤۡمِنًا اِلَّا خَطَـئًا ۚ وَمَنۡ قَتَلَ مُؤۡمِنًا خَطَـئًا فَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ وَّدِيَةٌ
قتل کرے مسلمان کو مگر غلطی سے ف ۱۴۶ اور جو قتل کرے مسلمان کو غلطی سے تو آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی اور خون

مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهۡلِهٖۤ اِلَّاۤ اَنۡ يَّصَّدَّقُوۡا ؕ فَاِنۡ كَانَ مِنۡ قَوۡمٍ عَدُوٍّ لَّكُمۡ وَهُوَ مُؤۡمِنٌ
بہا پہنچائے اس کے گھر والوں کو مگر یہ کہ وہ معاف کر دیں پھر اگر مقتول تھا ایسی قوم میں سے کہ وہ تمہارے دشمن ہیں اور خود وہ مسلمان تھا

فَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ ؕ وَاِنۡ كَانَ مِنۡ قَوۡمٍ بَيۡنَكُمۡ وَبَيۡنَهُمۡ مِّيۡثَاقٌ فَدِيَةٌ
تو آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی اور اگر وہ تھا ایسی قوم میں سے کہ تم میں اور ان میں عہد ہے تو خون بہا پہنچائے اس کے

مُّسَلَّمَةٌ اِلٰۤى اَهۡلِهٖ وَتَحۡرِيۡرُ رَقَبَةٍ مُّؤۡمِنَةٍ ۚ فَمَنۡ لَّمۡ يَجِدۡ فَصِيَامُ شَهۡرَيۡنِ
گھر والوں کو اور آزاد کرے گردن ایک مسلمان کی پھر جس کو میسر نہ ہو تو روزے رکھے دو مہینے کے برابر، گناہ

مُتَتَابِعَيۡنِ تَوۡبَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيۡمًا حَكِيۡمًا ﴿۹۲﴾
بخشوانے کو اللہ سے اور اللہ جاننے والا حکمت والا ہے ف ۱۴۷

فائدہ: [۱۴۴]......یعنی یہ منافق لوگ تو کفر پر ایسے جمے ہوئے ہیں کہ خود تو اسلام کیا قبول کریں گے وہ تو یہ چاہتے ہیں کہ تم بھی ان کی مثل کافر ہو کر ان کے برابر ہو جاؤ، سو اب تم کو چاہیے کہ وہ جب تک ایمان قبول کر کے اپنا وطن چھوڑ کر تمہارے پاس نہ چلے آئیں اس وقت تک

ان کو دوست نہ بناؤ، نہ اپنے کسی کام میں ان کو دخل دو اور نہ ان کی حمایت اور اعانت کرو اور اگر وہ لوگ ایمان اور ہجرت کو قبول نہ کریں تو ان کو قید کرو اور قتل کرو جہاں قابو پاؤ اور اجتناب کلی رکھو اور ان سے کوئی تعلق نہ رکھو۔

فائدہ:[۱۴۴] منافقین سے قتال و معاملات کا حکم:......یعنی اس ظاہری ملنے جلنے سے ان کو قید اور قتل سے مت بچاؤ مگر کل دو طرح سے: ایک تو یہ کہ جن لوگوں سے تمہاری صلح ہے ان سے ان کا بھی معاہدہ اور مصالحت ہو تو وہ بھی صلح میں داخل ہو گئے، دوسری طرح یہ کہ جو لوگ لڑائی سے عاجز ہو کر تم سے صلح کریں اور اس بات کا عہد کریں کہ نہ اپنی قوم کے طرفدار ہو کر تم سے لڑیں گے اور نہ تمہارے ساتھ ہو کر اپنی قوم سے لڑیں گے اور اس عہد پر قائم بھی رہیں تو ایسے لوگوں سے بھی مت لڑو اور ان کی مصالحت کو منظور کر لو اور اللہ تعالیٰ کا احسان سمجھو کہ تمہاری لڑائی سے باز آئے، اللہ چاہتا تو ان کو تم پر جری اور غالب تر کر دیتا۔

فائدہ:[۱۴۵] معاہد قوموں سے قتال کا حکم:......یعنی بعضے لوگ ایسے بھی ہیں کہ تم سے عہد کر جاتے ہیں کہ نہ تم سے لڑیں گے، نہ اپنی قوم سے تاکہ تم سے اور اپنی قوم دونوں سے امن میں رہیں لیکن اس عہد پر قائم نہیں رہتے بلکہ جب اپنی قوم کا غلبہ دیکھتے ہیں تو ان کے مددگار ہو جاتے ہیں تو ایسے لوگوں سے تم بھی درگذر مت کرو تمہارے ہاتھ تو صریح حجت آ گئی کہ انہوں نے اپنا عہد خود توڑ ڈالا۔

فائدہ:[۱۴۶] قتل خطا کے احکام:......اس موقع پر قتل خطا کے احکام بیان فرمائے جاتے ہیں اور یہ کہ کلمہ اسلام کہنے والے کو قتل کرنا گناہ عظیم ہے۔ ہاں اگر غلطی سے مارا گیا تو مجبوری کی بات ہے اور اس کے احکام یہ ہیں اور اسی کے ذیل میں مجاہدین کی فضیلت اور دار کفر سے دارالاسلام کی طرف ہجرت کرنے کی ضرورت اور سفر اور خوف کی نماز کی کیفیت بیان فرمائی جاتی ہے۔

فائدہ:......قتلِ خطا یعنی مسلمان کو غلطی سے قتل کر دینے کی کئی صورتیں ہیں، مثلاً: غلطی سے مسلمان کو شکار سمجھ کر مار ڈالا یا تیر اور گولی شکار پر چلائی چوک کر کسی مسلمان کے جا لگی۔ ایک صورت قتل خطا کی یہ بھی ہے کہ ایک مسلمان کافروں میں ہو اور اس کو کوئی مسلمان کافر سمجھ کر بوجہ لاعلمی قتل کر ڈالے اور یہاں اسی صورت کا بیان فرمانا مقصود ہے، مجاہدین کو یہ بات اکثر پیش آ جاتی ہے اور آیات سابقہ کے یہی مناسب ہے، گو قتل خطا کی اور صورتوں کا بھی حکم یہی ہے وہ صورتیں بھی اس میں آ گئیں۔

فائدہ:[۱۴۷]......اس آیت میں قتل خطا کے دو حکم بتلائے گئے: ایک تو آزاد کرنا بردہ [غلام، قیدی] مسلمان کا اور اس کا مقدور نہ ہو تو دو مہینے متصل روزے رکھنا یہ کفارہ ہے خدا تعالیٰ کی جناب میں اپنی خطا کا، دوسرے اس مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینا یہ ان کا حق ہے۔ اُن کے معاف کرنے سے معاف بھی ہو سکتا ہے اور کفارہ کسی کے معاف کرنے سے معاف نہیں ہو سکتا۔ اس کے متعلق تین صورتیں ہو سکتی ہیں: کیونکہ جس مسلمان کو غلطی سے قتل کیا اس کے وارث مسلمان ہوں گے یا کافر، اگر کافر ہیں تو ان سے مصالحت ہے یا دشمنی، اوّل دونوں صورتوں میں مقتول کے وارثوں کو خون بہا دینا پڑے گا۔ تیسری صورت میں خون بہا لازم نہ ہو گا اور کفارہ سب صورتوں میں ادا کرنا ہو گا۔

فائدہ:......خون بہا مذہب حنفی میں تخمیناً دو ہزار سات سو چالیس روپے ہوتے ہیں یہ روپیہ قاتل کی برادری کو تین برس میں متفرق طور پر دینا ہو گا مقتول کے وارثوں کو۔

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خٰلِدًا فِيْهَا وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ

اور جو کوئی قتل کرے مسلمان کو جان کر تو اس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہے گا اسی میں اور اللہ کا اس پر غضب ہوا

وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ﴿۹۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا ضَرَبْتُمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اور اس کو لعنت کی اور اس کے واسطے تیار کیا بڑا عذاب ف ۱۴۸ اے ایمان والو! جب سفر کرو اللہ کی راہ میں تو تحقیق کر لیا کرو

فَتَبَيَّنُوْا وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَنْ اَلْقٰٓى اِلَيْكُمُ السَّلٰمَ لَسْتَ مُؤْمِنًا ۚ تَبْتَغُوْنَ

اور مت کہو اس شخص کو جو تم سے سلام علیک کرے کہ تو مسلمان نہیں تم چاہتے ہو

عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ فَعِنْدَ اللّٰهِ مَغَانِمُ كَثِيْرَةٌ ؕ كَذٰلِكَ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلُ

اسباب دنیا کی زندگی کا سو اللہ کے ہاں بہت غنیمتیں ہیں ف۱۴۹ تم بھی تو ایسے ہی تھے اس سے پہلے پھر اللہ

فَمَنَّ اللّٰهُ عَلَيْكُمْ فَتَبَيَّنُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۹۴﴾ لَا يَسْتَوِى

نے تم پر فضل کیا سو اب تحقیق کر لو ف۱۵۰ بے شک اللہ تمہارے کاموں سے خبردار ہے ف۱۵۱ برابر نہیں

الْقٰعِدُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ غَيْرُ اُولِى الضَّرَرِ وَالْمُجٰهِدُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

بیٹھ رہنے والے مسلمان جن کو کوئی عذر نہیں اور وہ مسلمان جو لڑنے والے ہیں اللہ کی راہ میں اپنے مال سے

بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ؕ فَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ عَلَى

اور جان سے اللہ نے بڑھا دیا لڑنے والوں کا اپنے مال اور جان سے بیٹھ رہنے والوں پر

الْقٰعِدِيْنَ دَرَجَةً ؕ وَكُلًّا وَّعَدَ اللّٰهُ الْحُسْنٰى ؕ وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِيْنَ عَلَى

درجہ اور ہر ایک سے وعدہ کیا اللہ نے بھلائی کا اور زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو

الْقٰعِدِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۹۵﴾ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَمَغْفِرَةً وَّرَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا

بیٹھ رہنے والوں سے اجر عظیم میں جو کہ درجے ہیں اللہ کی طرف سے اور بخشش ہے اور مہربانی ہے ف۱۵۲ اور اللہ ہے بخشنے

ع رَّحِيْمًا ﴿۹۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِىْٓ اَنْفُسِهِمْ قَالُوْا فِيْمَ كُنْتُمْ ؕ

والا مہربان ف۱۵۳ بے شک وہ لوگ کہ جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اس حالت میں کہ وہ برا کر رہے ہیں اپنا، کہتے ہیں ان سے فرشتے تم کس

قَالُوْا كُنَّا مُسْتَضْعَفِيْنَ فِى الْاَرْضِ ؕ قَالُوْٓا اَلَمْ تَكُنْ اَرْضُ اللّٰهِ وَاسِعَةً

حال میں تھے وہ کہتے ہیں ہم تھے بے بس اس ملک میں، کہتے ہیں فرشتے کیا نہ تھی زمین اللہ کی کشادہ جو چلے جاتے

فَتُهَاجِرُوْا فِيْهَا ؕ فَاُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۹۷﴾ اِلَّا

وطن چھوڑ کر وہاں سو ایسوں کا ٹھکانا ہے دوزخ اور وہ بہت بری جگہ پہنچے مگر جو ہیں

الْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الرِّجَالِ وَالنِّسَآءِ وَالْوِلْدَانِ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ حِيْلَةً وَّلَا

بے بس مردوں اور عورتوں اور بچوں میں سے جو نہیں کر سکتے کوئی تدبیر

يَهْتَدُوْنَ سَبِيْلًا ﴿٩٨﴾

اور نہ جانتے ہیں کہیں کا راستہ

فَائِدَہ: [۱۴۸] قتل عمد کی سزا:...... یعنی اگر ایک مسلمان دوسرے مسلمان کو غلطی سے نہیں بلکہ قصداً اور مسلمان معلوم کرنے کے بعد قتل کرے گا تو اس کے لیے آخرت میں جہنم اور لعنت اور عذابِ عظیم ہے کفارہ سے اس کی رہائی نہیں ہوگی باقی رہی دنیوی سزا وہ سورہ بقرہ (آیت: ۱۷۸،۱۷۹) میں گذر چکی۔

فَائِدَہ:...... جمہور علماء کے نزدیک خلود اس کے لیے ہے جو مسلمان کے قتل کو حلال سمجھے کیونکہ اس کے کفر میں شک نہیں، یا خلود سے مراد یہ ہے کہ مدت دراز تک جہنم میں رہے گا، یا وہ شخص مستحق تو اسی سزا کا ہے آگے اللہ مالک ہے جو چاہے کرے۔ واللہ اعلم!

فَائِدَہ: [۱۴۹] مسلمان سمجھنے کیلئے علاماتِ اسلام کافی ہیں:...... حضرت ﷺ نے ایک فوج کو ایک قوم پر جہاد کے لیے بھیجا اس قوم میں ایک شخص مسلمان تھا جو اپنا مال واسباب اور مواشی ان میں سے نکال کر علیحدہ کھڑا ہو گیا تھا اس نے مسلمانوں کو دیکھ کر السلام علیکم کہا، مسلمانوں نے یہ سمجھا کہ یہ بھی کافر ہے اپنی جان اور مال بچانے کی غرض سے اپنے آپ کو مسلمان ظاہر کرتا ہے اس لیے اس کو مار ڈالا اور اس کے مواشی اور اسباب سب لے لیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور مسلمانوں کو تنبیہ اور تاکید فرمائی گئی کہ جب تم جہاد کے لیے سفر کرو تو تحقیق سے کام لو، بے سوچے سمجھے کام مت کرو جو تمہارے سامنے اسلام ظاہر کرے اس کے مسلمان ہونے کا ہرگز انکار مت کرو، اللہ کے پاس بہت کچھ غنیمتیں ہیں ایسے حقیر سامان پر نظر نہ کرنی چاہیے۔

فَائِدَہ: [۱۵۰]...... تم ایسے ہی تھے اس سے پہلے یعنی اسلام سے پہلے دنیا کی غرض سے ناحق خون کیا کرتے تھے لیکن اب مسلمان ہو کر ہرگز ایسا نہ کرنا چاہیے بلکہ جس پر مسلمان ہونے کا احتمال بھی ہو تو اس کے قتل سے بچو۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس سے پہلے شروع زمانہ اسلام میں تم بھی کافروں کے شہر میں رہتے تھے تمہاری مستقل حکومت اور مستقل بود و باش نہ تھی تو جیسا اس حالت میں تمہارا اسلام معتبر سمجھا گیا اور تمہارے جان و مال کی حفاظت و رعایت کی گئی ایسا ہی اب تم کو بھی اس طرح کے مسلمانوں کی رعایت و حفاظت لازم ہے بلا تحقیق اُن کو قتل مت کرو احتیاط اور غور سے کام کرنا چاہیے۔

فَائِدَہ: [۱۵۱]...... یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے ظاہر اعمال اور دلی اغراض سب پر مطلع ہے تو اب جس کو قتل کرو محض اللہ کے حکم کے موافق قتل کرو اپنی کسی غرض کا اصلاً دخل نہ ہو۔ اور یہ بھی مقصد ہے کہ اگر کوئی کافر فقط اپنے جان و مال کے خوف سے تمہارے رُوبرُو اسلام ظاہر کرے اور دھوکا دے کر اپنی جان بچالے تو اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے اس کے عذاب سے نہیں بچ سکتا، مگر تم اس کو کچھ مت کہو یہ تمہارے کرنے کی بات نہیں ہم دیکھ لیں گے۔

فَائِدَہ: [۱۵۲] مجاہدین کے درجات:...... اس سے پہلے مسلمان کو نادانستگی اور چوک سے قتل کر دینے پر عتاب اور تنبیہ فرمائی تھی اس لیے یہ احتمال تھا کہ کوئی جہاد کرنے سے رک جائے کیونکہ مجاہدین کو ایسی صورت پیش آ ہی جاتی ہے اس لیے مجاہدین کی فضیلت بیان فرما کر جہاد کی رغبت دلائی گئی۔ خلاصہ آیت کا یہ ہے کہ لنگڑے، لنجے، اندھے، بیمار، معذور لوگوں کو تو جہاد کرنے کا حکم نہیں، باقی سب مسلمانوں میں جہاد کرنے والوں کے بڑے درجے ہیں جو جہاد نہ کرنے والوں کے نہیں اگرچہ جنتی وہ بھی ہیں جو جہاد نہیں کرتے اس سے معلوم ہو گیا کہ جہاد فرضِ کفایہ ہے فرضِ عین نہیں۔ یعنی اگر مسلمانوں کی کافی مقدار اور ضرورت کے موافق جماعت جہاد کرتی رہے تو جہاد نہ کرنے والوں پر کوئی گناہ نہیں ورنہ سب گناہ گار ہوں گے۔

فائدہ: [۱۵۳] ......یعنی حق تعالیٰ غفور ورحیم ہے جہاد کرنے والوں کے بارہ میں اجر ومغفرت ورحمت کے جو وعدے فرمائے ہیں وہ ضرور پورے فرمائے گا یا یہ کہ مجاہد کے ہاتھ سے نادانستگی میں اگر کوئی مسلمان قتل ہو گیا تو حق تعالیٰ معاف فرما دے گا اس اندیشہ سے جہاد سے مت رکو۔

فَاُولٰٓئِكَ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّعْفُوَ عَنْهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَفُوًّا غَفُوْرًا ﴿۹۹﴾ وَمَنْ يُّهَاجِرْ فِيْ

سو ایسوں کو امید ہے کہ اللہ معاف کرے اور اللہ ہے معاف کرنے والا بخشنے والا ف۱۵۴ اور جو کوئی وطن چھوڑے

سَبِيْلِ اللّٰهِ يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ يَّخْرُجْ مِنْۢ بَيْتِهٖ

اللہ کی راہ میں پاوے گا اس کے مقابلہ میں جگہ بہت اور کشائش اور جو کوئی نکلے اپنے گھر

مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ يُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ

سے ہجرت کر کے اللہ اور رسول کی طرف پھر آ پکڑے اس کو موت تو مقرر ہو چکا اس کا ثواب اللہ کے ہاں اور ہے

اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۰﴾ وَاِذَا ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ ع ۱۴/۱۱

اللہ بخشنے والا مہربان ف۱۵۵ اور جب تم سفر کرو ملک میں تو تم پر گناہ نہیں کہ کچھ

تَقْصُرُوْا مِنَ الصَّلٰوةِ ۖ اِنْ خِفْتُمْ اَنْ يَّفْتِنَكُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ اِنَّ الْكٰفِرِيْنَ

کم کرو نماز میں سے اگر تم کو ڈر ہو کہ ستاویں گے تم کو کافر البتہ

كَانُوْا لَكُمْ عَدُوًّا مُّبِيْنًا ﴿۱۰۱﴾ وَاِذَا كُنْتَ فِيْهِمْ فَاَقَمْتَ لَهُمُ الصَّلٰوةَ فَلْتَقُمْ

کافر تمہارے صریح دشمن ہیں ف۱۵۶ اور جب تو ان میں موجود ہو پھر نماز میں کھڑا کرے تو چاہیے ایک جماعت ان کی

طَآئِفَةٌ مِّنْهُمْ مَّعَكَ وَلْيَاْخُذُوْٓا اَسْلِحَتَهُمْ ۫ فَاِذَا سَجَدُوْا فَلْيَكُوْنُوْا مِنْ

کھڑی ہو تیرے ساتھ اور ساتھ لے لیویں اپنے ہتھیار پھر جب یہ سجدہ کریں تو ہٹ جاویں

وَّرَآئِكُمْ ۠ وَلْتَاْتِ طَآئِفَةٌ اُخْرٰى لَمْ يُصَلُّوْا فَلْيُصَلُّوْا مَعَكَ وَلْيَاْخُذُوْا

تیرے پاس سے اور آوے دوسری جماعت جس نے نماز نہیں پڑھی وہ نماز پڑھیں تیرے ساتھ اور ساتھ لیویں

حِذْرَهُمْ وَاَسْلِحَتَهُمْ ۚ وَدَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ تَغْفُلُوْنَ عَنْ اَسْلِحَتِكُمْ

اپنا بچاؤ اور ہتھیار کافر چاہتے ہیں کسی طرح تم بے خبر ہو اپنے ہتھیاروں سے

وَاَمْتِعَتِكُمْ فَيَمِيْلُوْنَ عَلَيْكُمْ مَّيْلَةً وَّاحِدَةً ؕ وَلَا جُنَاحَ عَلَيْكُمْ اِنْ كَانَ

اور اسباب سے تاکہ تم پر حملہ کریں یکبارگی ف۱۵۷ اور تم پر کچھ گناہ نہیں اگر تم کو تکلیف

بِكُمْ اَذًى مِّنْ مَّطَرٍ اَوْ كُنْتُمْ مَّرْضٰٓى اَنْ تَضَعُوْٓا اَسْلِحَتَكُمْ ۚ وَخُذُوْا

ہو مینہ سے یا تم بیمار ہو کہ اتار رکھو اپنے ہتھیار اور ساتھ

حِذْرَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ اَعَدَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۱۰۲

لے لوا پنا بچاؤ ف ۱۵۸ بے شک اللہ نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے عذاب ذلت کا ف ۱۵۹

فائدہ: [۱۵۴] **دار الکفر سے ہجرت کی فرضیت:**...... بعضے مسلمان ایسے بھی ہیں کہ دل سے تو سچے مسلمان ہیں مگر کافروں کی حکومت میں ہیں اور ان سے مغلوب ہیں اور کافروں کے خوف سے اسلامی باتوں کو کھل کر نہیں کر سکتے، نہ حکم جہاد کی تعمیل کر سکتے ہیں سو ان پر فرض ہے کہ وہاں سے ہجرت کریں۔ اس رکوع میں اسی کا ذکر ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اپنے اوپر ظلم کرتے ہیں یعنی کافروں کے ساتھ مل رہے ہیں اور ہجرت نہیں کرتے تو فرشتے ان سے مرنے کے وقت پوچھتے ہیں کہ تم کس دین پر تھے؟ وہ کہتے ہیں کہ ہم تو مسلمان تھے مگر بوجہ ضعف و کمزوری کے دین کی باتیں نہ کر سکتے تھے۔ فرشتے کہتے ہیں کہ اللہ کی زمین تو بہت وسیع تھی تم یہ تو کر سکتے تھے کہ وہاں سے ہجرت کر جاتے سوا ایسوں کا ٹھکانا جہنم ہے البتہ جو لوگ ضعیف ہیں اور عورتیں اور بچے کہ نہ وہ ہجرت کی تدبیر کر سکتے ہیں نہ ان کو کوئی ہجرت کا رستہ معلوم ہے وہ قابل معافی ہیں۔

فائدہ:...... اس سے معلوم ہو گیا کہ مسلمان جس ملک میں کھلا نہ رہ سکے وہاں سے ہجرت فرض ہے اور سوائے ان لوگوں کے جو بالکل معذور اور بے بس ہوں اور کسی کو وہاں پڑے رہنے کی اجازت نہیں۔

فائدہ: [۱۵۵] **ترغیب ہجرت اور تسلی مہاجرین:**...... اس آیت میں ہجرت کی ترغیب ہے، اور مہاجرین کو تسلی دی جاتی ہے یعنی جو شخص اللہ کے واسطے ہجرت کرے گا اور اپنا وطن چھوڑے گا تو اس کو رہنے کے لیے بہت جگہ ملے گی اور اس کی روزی اور معیشت میں فراخی ہو گی تو ہجرت کرنے میں اس سے مت ڈرو کہ کہاں رہیں گے اور کیا کھائیں گے؟ اور یہ بھی خطرہ نہ کرو کہ شاید رستہ میں موت آ جائے تو ادھر کے ہوں، نہ اُدھر کے، کیونکہ اس صورت میں بھی ہجرت کا پورا ثواب ملے گا اور موت تو اپنے وقت ہی پر آتی ہے وقت مقرر سے پہلے نہیں آ سکتی۔

فائدہ: [۱۵۶] **سفر میں نماز قصر:**...... یعنی جب تم جہاد وغیرہ کے لیے سفر کرو اور کافروں سے جو کہ تمہارے صریح دشمن ہیں اس کا خوف ہو کہ وہ موقع پا کر ستائیں گے تو نماز کو مختصر کرو یعنی جو نماز حضر میں چار رکعت کی ہو اس کی دو رکعت پڑھو۔

فائدہ:...... ہمارے یہاں سفر تین منزل (یعنی سوا ستتر کلو میٹر۔ رمض) کا ہونا ضروری ہے، اس سے کم ہو گا تو قصر جائز نہ ہو گا اور کافروں کے ستانے کا ڈر اس وقت موجود تھا جب یہ حکم نازل ہوا جب یہ ڈر جاتا رہا تو اسکے بعد بھی آپ سفر میں دو رکعت ہی پڑھتے رہے اور صحابہ رضی اللہ عنہم کو بھی اسی کی تاکید فرمائی، اب ہمیشہ سفر میں قصر کرنے کا حکم ہے خوف مذکور ہو یا نہ ہو اور یہ اللہ تعالیٰ کا فضل ہے شکریہ کے ساتھ قبول کرنا لازم ہے جیسا کہ حدیث میں ارشاد ہے۔

فائدہ: [۱۵۷] **نماز خوف کا بیان:**...... پہلے نماز سفر کا بیان تھا یہ نماز خوف کا بیان ہے یعنی کافروں کی فوج مقابلہ میں ہو تو مسلمانوں کی فوج دو حصے ہو جائے ایک حصہ امام کے ساتھ آدھی نماز پڑھ کر دشمن کے مقابلہ میں جا کر کھڑا ہو جائے، دوسرا حصہ آ کر امام کے ساتھ نصف باقی پڑھ لے، امام کے سلام کے بعد دونوں جماعتیں اپنی آدھی نماز رہی ہوئی جدا جدا پڑھ لیں۔ اگر مغرب کی نماز ہو تو اوّل جماعت دو رکعت اور دوسری جماعت ایک رکعت امام کے ساتھ پڑھے۔ اور اس حالت میں نماز کے اندر آمد و رفت معاف ہے اور تلوار زرہ سپر وغیرہ کے اپنے ساتھ رکھنے کا بھی ارشاد فرمایا تا کہ کفار موقع پا کر یکبارگی حملہ نہ کر دیں۔

فائدہ:[۱۵۸]......یعنی اگر بارش یا بیماری اور ضعف کی وجہ سے ہتھیار کا اٹھانا مشکل ہو تو ایسی حالت میں ہتھیار اُتار کر رکھ دینے کی اجازت ہے لیکن اپنا بچاؤ کر لینا چاہیے مثلاً ڈھال، سپر خود ساتھ لے لو۔

فائدہ:......اگر دشمنوں کے خوف سے اتنی مہلت بھی نہ ملے کہ نماز خوف بصورتِ مذکورہ ادا کر سکیں تو جماعت موقوف کر کے تنہا تنہا نماز پڑھ لیں، پیادہ ہو کر اور سواری سے اُترنے کا بھی موقع نہ ملے تو سواری پر اشارہ سے نماز پڑھ لیں، اگر اس کی بھی مہلت نہ ملے تو پھر نماز کو قضا کر دیں۔

فائدہ:[۱۵۹]......یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کے موافق تدبیر اور احتیاط اور اہتمام کے ساتھ کام کرو اور اللہ کے فضل سے امید رکھو وہ کافروں کو تمہارے ہاتھ سے ذلیل و خوار کرا دے گا، کافروں سے خوف مت کرو۔

فَاِذَا قَضَيْتُمُ الصَّلٰوةَ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّقُعُوْدًا وَّعَلٰى جُنُوْبِكُمْ ۚ فَاِذَا

پھر جب تم نماز پڑھ چکو تو یاد کرو اللہ کو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے ف۱۶۰ پھر جب

اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوةَ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا

خوف جاتا رہے تو درست کرو نماز کو بے شک نماز مسلمانوں پر فرض ہے اپنے مقرر

مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ وَلَا تَهِنُوْا فِي ابْتِغَآءِ الْقَوْمِ ۭ اِنْ تَكُوْنُوْا تَاْلَمُوْنَ فَاِنَّهُمْ يَاْلَمُوْنَ

وقتوں میں ف۱۶۱ اور ہمت نہ ہارو ان کا پیچھا کرنے سے اگر تم بے آرام ہوتے ہو تو وہ بھی بے آرام ہوتے ہیں جس طرح

كَمَا تَاْلَمُوْنَ ۚ وَتَرْجُوْنَ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا يَرْجُوْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۰۴﴾ اِنَّآ ع۱۵/۱۲

تم ہوتے ہو اور تم کو اللہ سے امید ہے جو ان کو نہیں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۱۶۲ بے

اَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَآ اَرٰىكَ اللّٰهُ ۭ وَلَا تَكُنْ

شک ہم نے اتاری تیری طرف کتاب سچی کہ تو انصاف کرے لوگوں میں جو کچھ سمجھاوے تجھ کو اللہ اور تو مت ہو دغا بازوں

لِّلْخَآئِنِيْنَ خَصِيْمًا ﴿۱۰۵﴾ وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿۱۰۶﴾ وَلَا تُجَادِلْ

کی طرف سے جھگڑنے والا ف۱۶۳ اور بخشش مانگ اللہ سے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱۶۴ اور مت جھگڑ

عَنِ الَّذِيْنَ يَخْتَانُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ مَنْ كَانَ خَوَّانًا اَثِيْمًا ﴿۱۰۷﴾

ان کی طرف سے جو اپنے جی میں دغا رکھتے ہیں بے شک اللہ کو پسند نہیں جو کوئی ہو دغا باز گنہگار

فائدہ:[۱۶۰] کثرت سے اللہ کو یاد کرو:......یعنی خوف کے وقت بوجہ تنگی اور بے اطمینانی اگر نماز میں کسی طرح کی کوتاہی ہوگئی تو نماز خوف سے فراغت کے بعد ہر وقت اور ہر حالت میں کھڑے ہو یا بیٹھے یا لیٹے اللہ کو یاد کرو حتیٰ کہ عین ہجوم اور مقاتلہ کے وقت بھی کیونکہ وقت کی تعیین اور دیگر قیود کی پابندی تو بحالت نماز تھی جن کی وجہ سے تنگی اور بے اطمینانی پیش آنے کا موقع ہے۔ اس کے سوا ہر حالت میں بلا وقت

اللہ کو یاد کر سکتے ہو کسی حالت میں اس کی یاد سے غافل نہ رہو۔ عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے اس آیت کے ذیل میں فرمایا کہ صرف وہ شخص کہ جس کے عقل وحواس کسی وجہ سے مغلوب ہو جائیں البتہ معذور ہے، ورنہ کوئی شخص اللہ کی یاد نہ کرنے میں معذور نہیں۔

فَائِدَة: [۱۶۱] **نمازوں کے اوقات مقرر ہیں:**...... یعنی جب خوف مذکور جاتا رہے اور خاطر جمع ہو جائے تو پھر جو نماز پڑھو اطمینان اور تعدیلِ ارکان اور رعایتِ شروط اور محافظتِ آداب کے ساتھ پڑھو جیسا کہ امن کی حالت میں پڑھنی چاہیے اور جن حرکاتِ زائدہ کی اجازت دی گئی وہ حالتِ خوف کے ساتھ مخصوص ہے۔ بیشک نماز فرض ہے وقتِ معین میں سفر، حضر، اطمینان، خوف ہر حالت میں اسی وقت میں ادا کرنا ضرور ہے، یہ نہیں کہ جب چاہو پڑھ لو۔ یا یہ مطلب ہے کہ نماز کے متعلق حق تعالیٰ نے پورا ضبط اور تعین فرما دیا ہے کہ حضر میں کیسا ہونا چاہیے؟ اور سفر میں کیا؟ اطمینان میں کیا کرنا چاہیے؟ اور خوف میں کیا؟ سو ہر حالت میں اس کی پابندی چاہیے۔

فَائِدَة: [۱۶۲] **کفار کے تعاقب میں ہمت سے کام لو:**...... یعنی کفار کی جستجو اور ان کے تعاقب میں ہمت سے کام لو اور کوتاہی نہ کرو اگر تم کو ان کی لڑائی سے زخم اور درد پہنچا ہے تو اس تکلیف میں تو وہ بھی شریک ہیں اور آئندہ تم کو حق تعالیٰ سے وہ امیدیں ہیں جو اُن کو نہیں۔ یعنی دنیا میں کفار پر غلبہ اور آخرت میں ثوابِ عظیم اور اللہ تعالیٰ تمہارے مصالح اور تمہارے اعمال کو خوب جانتا ہے اس کا جو حکم ہے اس میں تمہارے لیے بڑے منافع اور حکمتیں ہیں دین اور دنیا دونوں کے لیے، سو اس کے امتثال کو غنیمت اور بڑی نعمت سمجھو۔

فَائِدَة: [۱۶۳] **چوری کا واقعہ اور قبل از تحقیق طرفداری کی ممانعت:**...... منافق اور ضعیف الاسلام لوگوں میں جب کوئی کسی گناہ اور خرابی کا مرتکب ہوتا تو سزا اور بدنامی سے بچنے کے لیے حیلہ گھڑتے اور آپ کی خدمت میں ایسے انداز سے اُس کا اظہار کرتے کہ آپ اُن کو بری سمجھ جائیں بلکہ کسی بری الذمہ کے ذمہ تہمت لگا کر اُس کے مجرم بنانے میں سعی کرتے اور رَل مل کر باہم مشورہ کرتے۔ چنانچہ ایک دفعہ یہ ہوا کہ (جمادی الثانیہ ۴ھ میں) ایک ایسے ہی مسلمان (بشیر یا طمہ، از ماف۔ رمض) نے دوسرے مسلمان (حضرت رفاعہؓ) کے گھر میں نقب دیا، ایک تھیلا آٹے کا اور اس کے ساتھ کچھ ہتھیار چرا کر لے گیا، اس تھیلے میں اتفاقاً سوراخ تھا چور کے گھر تک رستہ میں آٹا گرتا گیا، چور نے یہ تدبیر کی کہ مال اپنے گھر میں نہ رکھا بلکہ رات ہی میں وہ مال لے جا کر ایک یہودی کے پاس امانت رکھ آیا جو اُس کا واقف تھا، صبح کو مالک نے آٹے کے سراغ پر چور کو جا پکڑا مگر تلاشی پر اُس کے گھر میں کچھ نہ نکلا، اِدھر چور نے قسم کھالی کہ مجھ کو کچھ خبر نہیں، آٹے کا سراغ آگے کو چلتا نظر آیا تو مالک نے اسی سراغ پر یہودی کو جا پکڑا، اُس نے مال کا اقرار کر لیا کہ میرے گھر میں موجود ہے مگر میرے پاس تو رات فلاں شخص امانت رکھ گیا ہے میں چور نہیں ہوں۔ مالک نے یہ قضیہ حضرت فخرِ عالم ﷺ کی خدمت میں پہنچایا، چور کی قوم اور اُس کی جماعت نے اتفاق کیا کہ جس طرح ہو سکے اُس پر چوری ثابت نہ ہونے دو، یہودی کو چور بناؤ۔ چنانچہ یہودی سے جھگڑے اور آپ کی خدمت میں چور کی براءت پر قسمیں کھائیں گواہی دی، قریب تھا کہ یہودی چور سمجھا جائے اور مجرم قرار دیا جائے، اس پر حق سبحانہٗ نے متعدد آیتیں نازل فرمائیں اور حضرت رسول مقبول ﷺ کو اور سب کو متنبہ فرما دیا کہ چور یہی مسلمان ہے، یہودی اس میں سچا اور بے قصور ہے اور ہمیشہ کے لیے ایسے لوگوں کی قلعی کھول کر سب کو متنبہ کر دیا۔ آیت کا مطلب یہ ہے کہ اے رسول! ہم نے اپنی سچی کتاب تجھ پر اس لیے اُتاری کہ ہمارے سمجھانے اور بتلانے کے موافق تمام لوگوں میں نیک ہوں یا بد، مومن ہوں یا کافر، حکم اور انصاف کیا جائے اور جو دغاباز ہیں اُن کی بات کا اعتبار اور انکی طرفداری ہرگز مت کرو اور اُنکی قسم اور اُنکی گواہی پر کسی بے قصور کو مجرم مت بناؤ یعنی اُن دغابازوں کی طرف ہو کر یہودی سے مت جھگڑو۔

فَائِدَة: [۱۶۴] ...... یعنی قبلِ تحقیق صرف ظاہرِ حال کو دیکھ کر چور کو بری اور یہودی مذکور کو چور خیال کر لینا تمہاری عصمت اور عظمتِ شان کے مناسب نہیں اس سے استغفار چاہیے، اس میں کامل تنبیہ ہوگئی ان مخلصین صحابہ رضی اللہ عنہم کو جو بوجہ تعلقِ اسلامی یا قومی وغیرہ چور پر حسنِ ظن کر کے یہودی کے چور بنانے میں ساعی ہوئے۔

يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَا لَا
شرماتے ہیں لوگوں سے اور نہیں شرماتے اللہ سے اور وہ ان کے ساتھ ہے جب کہ مشورہ کرتے ہیں رات کو اس
يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ﴿١٠٨﴾ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ جٰدَلْتُمْ
بات کا جس سے اللہ راضی نہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں سب اللہ کے قابو میں ہے ف ۱۶۵ سنتے ہو تم لوگ جھگڑا کرتے ہو
عَنْهُمْ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فَمَنْ يُّجَادِلُ اللّٰهَ عَنْهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ اَمْ مَّنْ يَّكُوْنُ
ان کی طرف سے دنیا کی زندگی میں پھر کون جھگڑا کرے گا ان کے بدلے اللہ سے قیامت کے دن
عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ﴿١٠٩﴾ وَمَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا اَوْ يَظْلِمْ نَفْسَهٗ ثُمَّ يَسْتَغْفِرِ اللّٰهَ يَجِدِ اللّٰهَ
یا کون ہو گا ان کا کارساز ف ۱۶۶ اور جو کوئی کرے گناہ یا اپنا برا کرے پھر اللہ سے بخشوا دے تو پاوے
غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١١٠﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ اِثْمًا فَاِنَّمَا يَكْسِبُهٗ عَلٰى نَفْسِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا
اللہ کو بخشنے والا مہربان ف ۱۶۷ اور جو کوئی کرے گناہ سو کرتا ہے اپنے ہی حق میں اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت
حَكِيْمًا ﴿١١١﴾ وَمَنْ يَّكْسِبْ خَطِيْٓئَةً اَوْ اِثْمًا ثُمَّ يَرْمِ بِهٖ بَرِيْٓـئًا فَقَدِ احْتَمَلَ بُهْتَانًا
والا ہے ف ۱۶۸ اور جو کوئی کرے خطا یا گناہ پھر تہمت لگا دے کسی بے گناہ پر تو اس نے اپنے سر دھرا طوفان
وَّاِثْمًا مُّبِيْنًا ﴿١١٢﴾ ع وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ وَرَحْمَتُهٗ لَهَمَّتْ طَّآئِفَةٌ مِّنْهُمْ اَنْ ع ۱۶ ۸ ۱۴
اور گناہ صریح ف ۱۶۹ اور اگر نہ ہوتا تجھ پر اللہ کا فضل اور اس کی رحمت تو قصد کر ہی چکی تھی ان میں ایک جماعت کہ
يُّضِلُّوْكَ ؕ وَمَا يُضِلُّوْنَ اِلَّاۤ اَنْفُسَهُمْ وَمَا يَضُرُّوْنَكَ مِنْ شَىْءٍ ؕ وَاَنْزَلَ اللّٰهُ
تجھ کو بہکا دیں اور بہکا نہیں سکتے مگر اپنے آپ کو اور تیرا کچھ نہیں بگاڑ سکتے اور اللہ نے اتاری تجھ
عَلَيْكَ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ ؕ وَكَانَ فَضْلُ اللّٰهِ عَلَيْكَ
پر کتاب اور حکمت اور تجھ کو سکھائیں وہ باتیں جو تو نہ جانتا تھا اور اللہ کا فضل تجھ پر بہت
عَظِيْمًا ﴿١١٣﴾ لَا خَيْرَ فِىْ كَثِيْرٍ مِّنْ نَّجْوٰىهُمْ اِلَّا مَنْ اَمَرَ بِصَدَقَةٍ اَوْ مَعْرُوْفٍ اَوْ الثلثة
بڑا ہے ف ۱۷۰ کچھ اچھے نہیں ان کے اکثر مشورے مگر جو کوئی کہ کہے صدقہ کرنے کو یا نیک کام
اِصْلَاحٍۢ بَيْنَ النَّاسِ ؕ وَمَنْ يَّفْعَلْ ذٰلِكَ ابْتِغَآءَ مَرْضَاتِ اللّٰهِ فَسَوْفَ نُؤْتِيْهِ
کو یا صلح کرانے کو لوگوں میں اور جو کوئی یہ کام کرے اللہ کی خوشی کے لئے تو ہم اس

اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿١١٤﴾

کو دیں گے بڑا ثواب ف ١٧٠

فائدہ: [١٦٥] دغابازوں کی سفارش کی ممانعت:...... پہلی آیت میں جب اُن لوگوں کی دغا اور برائی صاف بتلا دی گئی تو شاید رسول اللہ ﷺ نے بوجہ غلبۂ شفقت جو آپ کو تمام خلق بالخصوص اپنی اُمت پر تھا حق تعالیٰ سے اُن خطاواروں کی معافی چاہی۔ اس پر ارشاد ہوا کہ اُن دغابازوں کی طرف ہو کر اللہ سے کیوں جھگڑتے ہو ایسے لوگ اللہ کو خوش نہیں آتے یہ تو لوگوں سے چھپ چھپ کر راتوں کو ناجائز مشورہ کرتے ہیں اور اللہ سے نہیں شرماتے جو ہر وقت اُن کے ساتھ ہے اور اُن کے تمام اُمور پر حاوی ہے۔ اور اگر آپ نے اُن کی معافی نہ بھی مانگی ہو تو آپ کی معافی مانگنے کا احتمال تو بالیقین موجود تھا، دیکھئے! دوسری جگہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی بابت ﴿يُجَادِلُنَا فِي قَوْمِ لُوْطٍ ۝ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ مُّنِيْبٌ ۝﴾ [ہود] ارشادِ صریح موجود ہے۔ سو اس کی پیش بندی کے لیے حق تعالیٰ نے یہ ارشاد فرما کر ان لوگوں کی سفارش سے آپ کو روک دیا۔ واللہ اعلم!

فائدہ: [١٦٦]...... اس میں خطاب ہے چور کی قوم اور اُن لوگوں کو جو چور کے طرف دار ہوئے تھے یعنی اللہ تعالیٰ کو سب کچھ معلوم ہے اس بے جا حمایت سے چور کو قیامت میں کوئی نفع نہیں ہو سکتا۔

فائدہ: [١٦٧] سوء اور ظلم کی وضاحت اور توبہ کی ترغیب:...... سوء اور ظلم سے بڑے اور چھوٹے گناہ مراد ہیں یا سوء سے وہ گناہ مراد ہے جس سے دوسرے کو درد پہنچے جیسے کسی پر تہمت لگانی اور ظلم وہ ہے کہ اس کی خرابی اپنے ہی نفس تک رہے، یعنی گناہ کیسا ہی ہو اُس کا علاج استغفار اور توبہ ہے، توبہ کے بعد اللہ تعالیٰ البتہ معاف فرما دیتا ہے۔ اگر آدمیوں نے جان بوجھ کر فریب سے کسی مجرم کی برأت ثابت کر دی یا غلطی سے مجرم کو بے قصور سمجھ گئے تو اس سے اس کے جرم میں تخفیف بھی نہیں ہو سکتی البتہ توبہ سے بالکل معاف ہو سکتا ہے۔ اس میں اس چور کو اور اس کے سب طرف داروں کو جو دیدہ و دانستہ طرف دار بنے ہوں یا غلطی سے۔ سبھی کو توبہ اور استغفار کا ارشاد ہو گیا اور اشارۂ لطیف اس طرف بھی ہو گیا کہ اب بھی اگر کوئی اپنی بات پر جما رہے گا اور توبہ نہ کرے گا تو اللہ کی بخشش اور اس کی رحمت سے محروم ہوگا۔

فائدہ: [١٦٨]...... یعنی جو اپنے قصد سے گناہ کرے گا اُس کا وبال تو اُسی پر پڑے گا اور اُس کی سزا خاص اُسی کو دی جائے گی کسی دوسرے کو سزا نہیں ہو سکتی، کیونکہ ایسا تو وہ کر سکتا ہے جس کو واقعی بات کی خبر نہ ہو یا حکمت سے بے بہرہ ہو مگر حق سبحانہٗ وتعالیٰ تو بلا مبالغہ بصیغۂ مبالغہ علیم و حکیم ہے وہاں اسکی گنجائش کہاں؟ تو اب خود چوری کر کے یہودی کے سر لگانے سے کیا نفع ہو سکتا ہے۔

فائدہ: [١٦٩] بہتان تراشی کا وبال:...... یعنی جس نے چھوٹا یا بڑا گناہ کر کے کسی بے گناہ کے ذمہ لگایا تو اس پر تو دو گناہ لازم ہو گئے، ایک جھوٹی تہمت، دوسرا وہ اصلی گناہ۔ تو ظاہر ہو گیا کہ خود چوری کر کے یہودی پر تہمت دھرنے سے اور وبال بڑھ گیا نفع خاک بھی نہ ہوا اور معلوم ہو گیا کہ گناہ چھوٹا ہو یا بڑا توبہ خالص کے سوا اس کا کوئی علاج نہیں۔

فائدہ: [١٧٠] رسول اللہ ﷺ کی عظمت شان اور عصمت کا بیان:...... اس میں خطاب ہے رسول ﷺ کی طرف، اور اظہار ہے ان خائنوں کے فریب کا، اور بیان ہے آپ کی عظمتِ شان اور عصمت کا اور اس کا کہ آپ کمالِ علمی میں جو کہ تمام کمالات سے افضل اور اوّل ہے سب سے فائق ہیں اور اللہ کا فضل آپ پر بے نہایت ہے جو ہمارے بیان اور ہماری سمجھ میں نہیں آ سکتا۔ اور اشارہ ہے اس بات کی طرف کہ آپ کو جو چور کی برأت کا خیال ہوا تھا وہ ظاہرِ حال کو دیکھ کر اور اقوال و شہادت کو سن کر اور اس کو سچ سمجھ کر ہو گیا تھا، میلان عن الحق یا مداہنت فی الحق ہرگز ہرگز اس کا باعث نہ تھا اور اتنی بات میں کچھ برائی نہ تھی بلکہ یہی ہونا ضروری تھا۔ جب اللہ تعالیٰ کے فضل سے حقیقت

الامر ظاہر ہوگئی کوئی خلجان باقی نہ رہا اور ان سب باتوں سے مقصود یہ ہے کہ آیندہ کو وہ فریب باز تو آپ کے بہکانے اور دھوکہ دینے سے رُک جائیں اور مایوس ہو جائیں اور آپ اپنی عظمت اور تقدس کے موافق غور اور احتیاط سے کام لیں۔ واللہ اعلم!

فائدہ: [۱۷۱] منافقین کے خفیہ مشورے خیر سے خالی ہیں: ...... منافق اور حیلہ گر آ کر آپ سے کان میں باتیں کرتے تاکہ لوگوں میں اپنا اعتبار بڑھائیں اور مجلس میں بیٹھ کر آپس میں بیہودہ سرگوشی کیا کرتے، کسی کی عیب جوئی، کسی کی غیبت، کسی کی شکایت کرتے اس پر ارشاد ہوا کہ جو لوگ باہم کانوں میں مشورت کرتے ہیں، اکثر مشورے خیر سے خالی ہوتے ہیں صاف اور سچی بات کو چھپانے کی حاجت نہیں اس میں کوئی فریب ہوتا ہے، البتہ چھپاوے تو صدقہ اور خیرات کی بات کو چھپاوے تاکہ لینے والا شرمندہ نہ ہو، یا کسی ناواقف کو غلطی سے بچائے اور اس کو اچھی بات اور صحیح مسئلہ بتائے تو چھپا کر بتائے تاکہ اس کو ندامت نہ ہو، یا دو میں لڑائی ہو اور غصہ والا جوش میں صلح نہیں کرتا تو اوّل کوئی تدبیر بنا کر پھر اس کو سمجھائے حتیٰ کہ توریہ کی بھی اجازت ہے۔ آخر میں فرمادیا کہ جو کوئی امور مذکورہ کو اللہ تعالیٰ کی رضامندی کے لیے کرے گا اسکو بڑا عظیم الشان ثواب عنایت ہوگا یعنی ریاکاری یا کسی اور غرضِ دنیوی کے لیے نہ ہونا چاہیے۔

وَمَنْ يُّشَاقِقِ الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُ الْهُدٰى وَيَتَّبِعْ غَيْرَ سَبِيْلِ

اور جو کوئی مخالفت کرے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی جب کہ کھل چکی اس پر سیدھی راہ اور چلے سب مسلمانوں کے رستہ کے خلاف تو ہم حوالہ کریں گے

الْمُؤْمِنِيْنَ نُوَلِّهٖ مَا تَوَلّٰى وَنُصْلِهٖ جَهَنَّمَ ؕ وَسَآءَتْ مَصِيْرًا ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ

اس کو وہی طرف جو اس نے اختیار کی اور ڈالیں گے ہم اس کو دوزخ میں اور وہ بہت بری جگہ پہنچا ف۱۷۲ بے شک اللہ نہیں بخشتا اس کو

اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَيَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ

جو اس کا شریک کرے کسی کو اور بخشتا ہے اس کے سوا جس کو چاہے ف۱۷۳ جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا وہ بہک

ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۱۶﴾ اِنْ يَّدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اِنٰثًا ۚ وَاِنْ يَّدْعُوْنَ اِلَّا شَيْطٰنًا

کر دور جا پڑا ف۱۷۴ اللہ کے سوا نہیں پکارتے مگر عورتوں کو اور نہیں پکارتے مگر شیطان سرکش کو جس پر لعنت

مَّرِيْدًا ﴿۱۱۷﴾ لَّعَنَهُ اللّٰهُ ۘ وَقَالَ لَاَتَّخِذَنَّ مِنْ عِبَادِكَ نَصِيْبًا مَّفْرُوْضًا ﴿۱۱۸﴾

کی اللہ نے ف۱۷۵ اور کہا شیطان نے کہ میں البتہ لونگا تیرے بندوں سے حصہ مقررہ ف۱۷۶

وَّلَاُضِلَّنَّهُمْ وَلَاُمَنِّيَنَّهُمْ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ فَلَيُبَتِّكُنَّ اٰذَانَ الْاَنْعَامِ وَلَاٰمُرَنَّهُمْ

اور ان کو بہکاؤں گا اور ان کو امیدیں دلاؤں گا اور ان کو سکھلاؤں گا کہ چیریں جانوروں کے کان اور ان کو سکھلاؤں گا کہ

فَلَيُغَيِّرُنَّ خَلْقَ اللّٰهِ ؕ وَمَنْ يَّتَّخِذِ الشَّيْطٰنَ وَلِيًّا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَقَدْ خَسِرَ

بدلیں صورتیں بنائی ہوئی اللہ کی ف۱۷۷ اور جو کوئی بناوے شیطان کو دوست اللہ کو چھوڑ کر تو

ع ۱۷

وقف لازم

خُسْرَانًا مُّبِيْنًا ﴿۱۱۹﴾ يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۚ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۱۲۰﴾

وہ پڑا صریح نقصان میں ان کو وعدہ دیتا ہے اور ان کو امیدیں دلاتا ہے اور جو کچھ وعدہ دیتا ہے ان کو شیطان سو سب فریب ہے

فائدہ:[۱۷۲] رسول اللہ ﷺ اور مسلمانوں کی مخالفت پر عذاب کا اعلان:......یعنی جب کسی کو حق بات واضح ہو چکے پھر اس کے بعد بھی رسول کے حکم کی مخالفت کرے اور سب مسلمانوں کو چھوڑ کر اپنی جدا راہ اختیار کرے تو اُس کا ٹھکانا جہنم ہے جیسا کہ اُس چور نے کیا جس کا ذکر ہو چکا بجائے اس کے کہ قصور کا اعتراف کر کے توبہ کرتا یہ کیا کہ ہاتھ کٹنے کے خوف سے مکہ بھاگ گیا اور مشرکین میں مل گیا۔

فائدہ: اجماع امت کی حجیت کا ثبوت:......اکابر علماء نے اس آیت سے یہ مسئلہ بھی نکالا کہ اجماعِ اُمت کا مخالف اور منکر جہنمی ہے یعنی اجماعِ اُمت کو ماننا فرض ہے۔ حدیث میں وارد ہے کہ اللہ کا ہاتھ ہے مسلمانوں کی جماعت پر، جس نے جدا راہ اختیار کی وہ دوزخ میں جا پڑا۔

فائدہ:[۱۷۳] شرک کی سزا دائمی ہے:......یعنی شرک سے نیچے کے گناہ جس کے چاہے گا اللہ بخش دے گا مگر شرک کو ہرگز نہیں بخشے گا، مشرک کے لیے عذاب ہی مقرر فرما چکا تو چوری کرنا اور تہمت جھوٹی لگانا اگرچہ کبیرہ گناہ تھے مگر یہ بھی احتمال تھا کہ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے اُس چور کو بخش دیتا لیکن جب وہ چور رسول کے حکم سے بھاگا اور مشرکوں سے جا ملا تو اب اُس کی مغفرت کا احتمال بھی نہ رہا۔

فائدہ:......اس سے یہ معلوم ہوا کہ شرک یہی نہیں کہ اللہ کے سوا کسی کی پرستش کرے بلکہ اللہ کے حکم کے مقابلہ میں کسی کے حکم کو پسند کرنا یہ بھی شرک ہے۔

فائدہ:[۱۷۴]......دور جا پڑا اس لیے کہ وہ شخص تو اللہ ہی سے صریح منحرف ہو گیا اور اللہ کے مقابلہ میں دوسرا معبود بنا کر شیطان کا پورا مطیع ہو چکا، اللہ تعالیٰ کی اطاعت اور اُس کی رحمت سب سے مستغنی ہو بیٹھا اور جواتنی دُور جا پڑا تو اللہ کی رحمت اور اُس کی مغفرت کا کیسے مستحق ہو سکتا ہے بلکہ ایسے شخص کی مغفرت تو خلافِ حکمت ہونی چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ ایسے لوگوں کو مغفرت سے صاف مایوس فرما دیا گیا اور مسلمان کتنا ہی سخت گناہ گار ہو چونکہ اُس کی خرابی صرف اعمال تک ہے اُس کا عقیدہ اور تعلق اور توقع سب جوں کی توں موجود ہیں اُس کی مغفرت ضرور ہو گی جلدی یا دیر کے بعد اللہ جب چاہے گا بخش دے گا۔

فائدہ:[۱۷۵] مشرکین کی ضلالت و جہالت:......یعنی اُن مشرکوں نے اللہ کے سوا جو اپنا معبود بنایا تو اُن بتوں کو جن کو عورتوں کے نام سے نامزد کر رکھا ہے جیسے عزّیٰ اور مناۃ اور نائلہ وغیرہ اور حقیقۃ الامر دیکھیے تو یہ مشرکین شیطان سرکش ملعون الٰہی کی عبادت کرتے ہیں اُسی نے تو بہکا کر ایسا کرایا اور بت پرستی کرنے میں اس کی اطاعت اور اُس کی عین خوشی ہے۔ اس سے مشرکین کی پرلے سرے کی ضلالت اور جہالت ظاہر فرمانی مقصود ہے۔ دیکھیے! اوّل تو اللہ کے سوا کسی کو معبود بنانا اُس سے بڑھ کر ضلالت کیا ہو سکتی ہے، پھر بنایا تو کس کو؟ پتھروں کو؟ جن میں کسی قسم کی حس و حرکت بھی نہیں اور عورتوں کے نام سے موسوم ہیں۔ اور کس کے بتلانے سے؟ شیطان مردود ملعون خداوندی کے بہکانے سے؟ کیا اس ضلالت اور جہالت کی نظیر مل سکتی ہے اور کوئی احمق سے احمق بھی اس کو قبول کر سکتا ہے؟

فائدہ:[۱۷۶] شیطان کی انسان دشمنی:......یعنی جب شیطان سجدہ نہ کرنے پر ملعون اور مردود کیا گیا تو اُس نے تو اُسی وقت کہا تھا کہ میں تو غارت ہو ہی چکا مگر میں بھی تیرے بندوں اور اولادِ آدم میں سے اپنے لیے ایک مقدارِ معلوم اور بڑا حصہ لوں گا، یعنی اُن کو گمراہ کر کے اپنے ساتھ جہنم میں لے جاؤں گا جیسا کہ سورۂ حجر (آیت: ۳۹) اور بنی اسرائیل (آیت: ۶۳) وغیرہ میں مذکور ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ متمرد اور ملعون ہونے کے علاوہ شیطان تو جملہ بنی آدم کا اوّل روز سے سخت دشمن اور بدخواہ ہے اور اِس دشمنی کو صاف ظاہر کر چکا ہے، تو اب سے

احتمال بھی نہ رہا کہ گو شیطان ہر طرح سے خبیث و گمراہ ہے مگر شاید کسی کو خیر خواہانہ کوئی نفع کی بات بتلادے بلکہ یہ معلوم ہو گیا کہ وہ دشمنِ ازلی تو بنی آدم کو جو کچھ بتلائے گا اُن کی گمراہی اور بربادی ہی کی بات بتلائے گا پھر ایسے گمراہ اور بدخواہ کی اطاعت کرنی کس قدر جہالت اور نادانی ہے، حصہ مقررہ لینے کے ایک معنی یہ بھی ہیں کہ تیرے بندے اپنے مال میں میرا حصہ ٹھہرائیں گے جیسا کہ لوگ بت یا جن وغیرہ غیر اللہ کی نذر اور نیاز کرتے ہیں۔

فَائِدَہ: [۱۷۷] **شیطانی تعلیم اور شیطانی کام:**...... یعنی جو لوگ میرے حصہ میں آئیں گے اُن کو طریقِ حق سے گمراہ کروں گا اور اُن کو حیاتِ دنیوی اور خواہشاتِ دنیوی کے حصول کی اور قیامت اور حساب و کتاب امورِ اخروی کے نہ ہونے کی آرزو دلاؤں گا۔ اور اِس بات کی تعلیم دوں گا کہ جانوروں کے کان چیر کر بتوں کے نام پر ان کو چھوڑیں گے اور اللہ کی پیدا کی ہوئی صورتوں کو اور اس کی مقرر کی ہوئی باتوں کو بدل ڈالیں گے۔

فَائِدَہ:...... کافروں کا دستور تھا گائے، بکری، اونٹ کا بچہ بت کے نام کا کر دیتے اور اس کا کان چیر کر یا اس کے کان میں نشانی ڈال کر چھوڑ دیتے اور صورت بدلنا جیسے خوجہ کرنا یا بدن کو سوئی سے گود کر تل بنانا یا نیلا داغ دینا یا بچوں کے سر پر چوٹیاں رکھنی کسی کے نام کی۔ مسلمانوں کو ان کاموں سے بچنا ضرور ہے۔ ڈاڑھی منڈوانا بھی اسی تغیر میں داخل ہے۔ اور اللہ کے جتنے احکام ہیں کسی میں تغیر کرنا بہت سخت بات ہے جو چیز اس نے حلال کر دی اس کو حرام کرنا یا حرام کو حلال کرنا اسلام سے نکال دیتا ہے۔ تو جو کوئی ان باتوں میں مبتلا ہو اس کو یقین کر لینا چاہیے کہ میں شیطان کے مقررہ حصہ میں داخل ہوں جس کا ذکر گذرا۔

أُولَٰٓئِكَ مَأْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ۡ وَلَا يَجِدُوْنَ عَنْهَا مَحِيْصًا ﴿۱۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

ایسوں کا ٹھکانا ہے دوزخ اور نہ پاویں گے وہاں سے کہیں بھاگنے کو جگہ ف۱۷۸ اور جو لوگ ایمان لائے اور عمل کئے

الصّٰلِحٰتِ سَنُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ

اچھے ان کو ہم داخل کرینگے باغوں میں کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں ان میں ہی ہمیشہ

وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ قِيْلًا ﴿۱۲۲﴾ لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ

وعدہ ہے اللہ کا سچا اور اللہ سے سچا کون ف۱۷۹ نہ تمہاری امیدوں پر مدار ہے اور نہ اہل کتاب کی

الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ﴿۱۲۳﴾

امیدوں پر جو کوئی برا کام کرے گا اس کی سزا پاوے گا اور نہ پاوے گا اللہ کے سوا اپنا کوئی حمایتی اور نہ کوئی مددگار

وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ مِنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ

اور جو کوئی کام کرے اچھے مرد ہو یا عورت اور وہ ایمان رکھتا ہو سو وہ لوگ داخل ہونگے جنت

الْجَنَّةَ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ﴿۱۲۴﴾ وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ

میں اور ان کا حق ضائع نہ ہو گا تل بھر ف۱۸۰ اور اس سے بہتر کس کا دین ہو گا جس نے پیشانی رکھی اللہ کے حکم پر

وَهُوَ مُحْسِنٌ وَّاتَّبَعَ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ وَاتَّخَذَ اللّٰهُ اِبْرٰهِيْمَ خَلِيْلًا ﴿۱۲۵﴾ وَلِلّٰهِ

اور نیک کام میں لگا ہوا ہے اور چلا دین ابراہیم پر جو ایک ہی طرف کا تھا اور اللہ نے بنا لیا ابراہیم کو خالص دوست ف۱۸۱ اور اللہ ہی

مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطًا ﴿۱۲۶﴾ وَيَسْتَفْتُوْنَكَ ع ۱۱

کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ ہے زمین میں اور سب چیزیں اللہ کے قابو میں ہیں ف۱۸۲ اور تجھ سے رخصت

فِي النِّسَآءِ ؕ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِيْهِنَّ ۙ وَمَا يُتْلٰى عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ فِيْ يَتٰمَى

مانگتے ہیں عورتوں کے نکاح کی کہہ دے اللہ تم کو اجازت دیتا ہے ان کی اور وہ جو تم کو سنایا جاتا ہے قرآن میں سو حکم ہے ان یتیم عورتوں کا

النِّسَآءِ الّٰتِيْ لَا تُؤْتُوْنَهُنَّ مَا كُتِبَ لَهُنَّ وَتَرْغَبُوْنَ اَنْ تَنْكِحُوْهُنَّ

جن کو تم نہیں دیتے جو ان کے لئے مقرر کیا ہے اور چاہتے ہو کہ ان کو نکاح میں لے آؤ

وَالْمُسْتَضْعَفِيْنَ مِنَ الْوِلْدَانِ ۙ وَاَنْ تَقُوْمُوْا لِلْيَتٰمٰى بِالْقِسْطِ ؕ وَمَا تَفْعَلُوْا

اور حکم ہے ناتوان لڑکوں کا اور یہ کہ قائم رہو یتیموں کے حق میں انصاف پر ف۱۸۳

مِنْ خَيْرٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِهٖ عَلِيْمًا ﴿۱۲۷﴾ وَاِنِ امْرَاَةٌ خَافَتْ مِنْ بَعْلِهَا نُشُوْزًا اَوْ

اور جو کرو گے بھلائی سو وہ اللہ کو معلوم ہے ف۱۸۴ اور اگر کوئی عورت ڈرے اپنے خاوند کے لڑنے سے یا جی

اِعْرَاضًا فَلَا جُنَاحَ عَلَيْهِمَآ اَنْ يُّصْلِحَا بَيْنَهُمَا صُلْحًا ؕ وَالصُّلْحُ خَيْرٌ ؕ

پھر جانے سے تو کچھ گناہ نہیں دونوں پر کہ کر لیں آپس میں کسی طرح صلح اور صلح خوب چیز ہے ف۱۸۵

وَاُحْضِرَتِ الْاَنْفُسُ الشُّحَّ ؕ وَاِنْ تُحْسِنُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ

اور دلوں کے سامنے موجود ہے حرص ف۱۸۶ اور اگر تم نیکی کرو اور پرہیزگاری کرو تو اللہ کو تمہارے سب کاموں

خَبِيْرًا ﴿۱۲۸﴾ وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَآءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا

کی خبر ہے ف۱۸۷ اور تم ہرگز برابر نہ رکھ سکو گے عورتوں کو اگرچہ اس کی حرص کرو سو بالکل پھر بھی نہ جاؤ کہ ڈال رکھو

كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْهَا كَالْمُعَلَّقَةِ ؕ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا

ایک عورت کو جیسے ادھر میں لٹکتی ف۱۸۸ اور اگر اصلاح کرتے رہو اور پرہیزگاری کرتے رہو تو اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمًا ﴿۱۲۹﴾ وَاِنْ يَّتَفَرَّقَا يُغْنِ اللّٰهُ كُلًّا مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ وَاسِعًا حَكِيْمًا ﴿۱۳۰﴾

مہربان ہے ف۱۸۹ اور اگر دونوں جدا ہو جاویں تو اللہ ہر ایک کو بے پروا کر دیگا اپنی کشایش سے اور اللہ کشایش والا تدبیر جاننے والا ہے ف۱۹۰

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں اور ہم نے حکم دیا ہے پہلے کتاب والوں کو

قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

اور تم کو کہ ڈرتے رہو اللہ سے اور اگر نہ مانو گے تو اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو

الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ﴿۱۳۱﴾ وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ

کچھ زمین میں اور ہے اللہ بے پروا سب خوبیوں والا اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں

وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿۱۳۲﴾

اور اللہ کافی ہے کارساز ۱۹۱

فائدہ:[۱۷۸] شیطانی کاموں کی سزا:...... یعنی جب شیطان کی خباثت و شرارت اور اس کی عداوت کی کیفیت خوب معلوم ہو چکی تو اب اس میں کچھ شک نہ رہا کہ اپنے سچے معبود سے منحرف ہو کر جو کوئی اس کی موافقت کرے گا سخت نقصان میں پڑے گا اس کے تمام وعدے اور امیدیں محض فریب ہیں، نتیجہ یہ ہوگا کہ ان سب کا ٹھکانا دوزخ ہے اس سے نکلنے کی کوئی صورت نہ ہوگی۔

فائدہ:[۱۷۹] مومنین کیلئے انعام کا اعلان:...... یعنی اور وہ لوگ جو شیطان کی خرابی سے محفوظ ہیں اور ارشاد خداوندی کے موافق ایمان لائے اور اچھے عمل کیے وہ ہمیشہ کے لیے باغ و بہار میں رہیں گے اور یہ اللہ کا وعدہ ہے جس سے سچی کسی کی بات نہیں ہو سکتی پھر ایسے سچے وعدہ کو چھوڑ کر شیطان کی جھوٹی باتوں میں آنا کس قدر گمراہی اور کتنی بڑی مضرت کو سر پر لینا ہے۔

فائدہ:[۱۸۰] نجات اور جنت اعمال سے ملے گی، آرزو سے نہیں:...... کتاب والوں یعنی یہودیوں اور نصرانیوں کو خیال تھا کہ ہم خاص بندے ہیں جن گناہوں پر خلقت پکڑی جائیگی ہم نہ پکڑے جائیں گے ہمارے پیغمبر حمایت کر کے ہم کو بچا لیں گے اور نادان اہلِ اسلام بھی اپنے حق میں یہی خیال کر لیا کرتے ہیں۔ سو فرما دیا کہ نجات اور ثواب کسی کی امید اور خیال پر موقوف اور منحصر نہیں جو برا کرے گا پکڑا جائے گا کوئی ہو، اللہ کے عذاب کے وقت کسی کی حمایت کام نہیں آسکتی اللہ جس کو پکڑے وہی چھوڑے تو چھوٹے۔ دنیا کی مصیبت اور بیماری کو دھیان کر لو اور جو کوئی عمل نیک کرے گا بشرطیکہ ایمان بھی رکھتا ہو سو ایسے لوگ جنت میں جائیں گے اور اپنی نیکیوں کا پورا ثواب پائیں گے۔ خلاصہ یہ کہ ثواب و عقاب کا تعلق اعمال سے ہے کسی کی امید اور آرزو سے کچھ نہیں ہوتا سو ان امیدوں پر لات مارو اور نیک کاموں میں ہمت کرو۔

فائدہ:[۱۸۱] نمونۂ عمل:...... پہلے معلوم ہو چکا کہ اللہ کے نزدیک اعمال کا اعتبار ہے بیہودہ آرزو کا کوئی نتیجہ نہیں۔ اہلِ کتاب وغیرہ سب کے لیے یہی قاعدہ مقرر ہے جس میں اشارہ تھا اہل اسلام یعنی حضرات صحابہ کی تعریف اور فضیلت کی طرف اور اہلِ کتاب کی مذمت اور برائی کی طرف، اب کھول کر فرماتے ہیں کہ دینداری میں ایسے شخص کا مقابلہ کون کر سکتا ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ کے حکم پر سر رکھے ہوئے ہو اور نیک کاموں میں دل سے لگا ہوا ہو اور حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دین کی سچی پیروی کرتا ہو جو سب کو چھوڑ کر اللہ کا ہو گیا تھا اور اس کو اللہ نے اپنا دوست بنا لیا، ظاہر ہے کہ یہ تینوں خوبی حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں علیٰ وجہ الکمال موجود تھیں نہ کہ اہلِ کتاب میں، اب اس سے اہلِ کتاب کی وہ آرزو جو پہلے گذری لغو محض اور باطل ہو گئی۔

فَائِدَة: [۱۸۲] سب کچھ اللہ کی ملکیت اور قدرت میں ہے:......یعنی زمین اور آسمان میں جو کچھ ہے سب اس کے بندے اور اس کی مخلوق اور مملوک ہیں اور اس کے قبضہ میں ہیں، اپنی رحمت اور حکمت سے جس کے ساتھ جیسا چاہے معاملہ کرے، اس کو کسی کی حاجت نہیں خلیل بنانے سے کوئی دھوکا نہ کھائے اور اہلِ عالم کے جملہ اعمال خیر و شر کی جزا اور سزا میں تردد نہ کرے۔

فَائِدَة: [۱۸۳] یتیم لڑکیوں سے نکاح کا بیان:......اس سورت کے اوّل میں تاکید فرمائی تھی یتیموں کے حق ادا کرنے کی اور فرمایا تھا کہ یتیم لڑکی جس کا والی مثلاً چچا کا بیٹا ہو اگر جانے کہ میں اُس کا حق پورا ادا نہ کرسکوں گا تو خود اُس لڑکی سے نکاح نہ کرے بلکہ کسی اور سے اُس کا نکاح کردے اور آپ اُس کا حمایتی بنا رہے، اِس پر مسلمانوں نے ایسی عورتوں سے نکاح کرنا موقوف کردیا تھا مگر تجربہ سے معلوم ہوا کہ بعضی جگہ لڑکی کے حق میں یہی بہتر ہے کہ اُس کا والی ہی اپنے نکاح میں لائے، جیسی رعایت وہ کرے گا غیر نہ کرے گا، تب مسلمانوں نے حضرت ﷺ سے نکاح کی اجازت مانگی اِس پر یہ آیت نازل ہوئی اور رخصت مل گئی اور فرمایا کہ وہ جو پہلی ممانعت سنائی گئی تھی وہ خاص اس صورت میں تھی کہ اُن کا حق پورا ادا نہ کرو اور یتیموں کے حق ادا کرنے کی تاکید کی گئی تھی اور جو یتیموں کے ساتھ سلوک اور بھلائی کرنے کے ارادہ سے ایسا نکاح کیا جائے تو اجازت ہے۔

فَائِدَة: عورتوں کے حقوق:......عرب والے عورتوں، بچوں، یتیموں کو بعض حقوق میں محروم رکھتے تھے میراث نہ دیتے تھے اور کہتے تھے کہ میراث اُس کا حق ہے جو دشمنوں سے لڑائی کرے، یتیم لڑکیوں سے اُن کے اولیاء نکاح کر کے نفقہ اور مہر میں کمی اور اُن کے مال میں بے جا تصرف کرتے تھے۔ چنانچہ اس سورت کے اوّل میں ان باتوں کی تاکیدات گزر چکیں اب اِس موقع پر چند رکوع پہلے سے جو ارشاد چلا آرہا ہے اُس کا خلاصہ یہ ہے کہ واجب الاتباع حکمِ الٰہی ہے، کسی کی عقل کسی کا دستور کسی کا حکم کسی کی آرزو اور قیاس قابلِ اعتبار نہیں ہو سکتا، اللہ تعالیٰ کے حکم کے سامنے کسی کی بات سُننی اور اللہ کے حکم کو چھوڑ کر اس پر عمل کرنا صریح کفر اور گمراہی ہے اور اس مضمون کو طرح طرح سے تاکیداتِ بلیغہ کے ساتھ ظاہر کر کے دکھلایا ہے۔ اب اِس کے بعد آیات سابقہ کا حوالہ دے کر بعضے اور مسائل عورتوں اور یتیم لڑکیوں کے نکاح کے متعلق بتلائے جاتے ہیں تاکہ اِن تاکیدات کے بعد کسی کو عورتوں کے حقوق دینے میں کوئی بات باقی نہ رہے۔ روایت ہے کہ جب عورتوں کے متعلق حضرت ﷺ نے حکمِ میراث ظاہر فرمایا تو بعض عرب کے سردار آپ کی خدمت میں آئے اور تعجب سے کہا کہ ہم نے سنا ہے کہ آپ بہن اور بیٹی کو میراث دلواتے ہیں؟ حالانکہ میراث تو اُن کا حق ہے جو دشمنوں سے لڑیں اور غنیمت کا مال لائیں۔ آپ نے فرمایا کہ بیشک حق تعالیٰ کا یہی حکم ہے کہ اُن کو میراث دی جائے، نیز اشارہ ہے اس طرف کہ ارشاد ﴿وَمَنْ اَحْسَنُ دِيْنًا مِّمَّنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ﴾ [نساء: ۱۲۵] کے مصداق حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم ہیں کہ نکاح، مہر، نفقہ معاملات میں اپنے زیردستوں کی ادنیٰ حق تلفی روا نہیں رکھتے اور حکمِ خداوندی کے مقابلہ میں اپنے منافع اور اغراضِ ذاتی اور اپنی قوم کے رسم و رواج کی اصلاً پروا نہیں کرتے، یہی حکمِ الٰہی کی مخالفت کے احتمال سے بھی پرہیز کرتے ہیں، جو کرتے ہیں صاف اجازت لینے کے بعد کرتے ہیں۔ واللہ اعلم!

فَائِدَة: [۱۸۴]......یعنی اللہ تعالیٰ کو تمہاری ذرہ ذرہ بھلائی معلوم ہے سو یتیموں اور عورتوں کے حق میں جو بھلائی کرو گے اُس کا ثواب ضرور پاؤ گے۔

فَائِدَة: [۱۸۵] زوجین میں مصالحت بہت ہی اچھی بات ہے:......یعنی اگر کوئی عورت خاوند کا دل اپنے سے پھرا دیکھے اور اُس کو خوش اور متوجہ کرنے کو اپنے مہر یا نفقہ وغیرہ میں سے کچھ چھوڑ کر اُس کو راضی کرلے تو اس مصالحت میں کسی کے ذمہ کچھ گناہ نہیں، زوجین میں مصالحت اور موافقت بہت ہی اچھی بات ہے، البتہ بے وجہ عورت کو تنگ کرنا اور بلا رضا اُس کے مال میں تصرف کرنا گناہ ہے۔

فَائِدَة: [۱۸۶]......یعنی اپنے نفع اور مال کی حرص اور بخیلی ہر ایک کے جی میں گھسی ہوئی ہے، سو نظر بر مصلحت اگر عورت مرد کو کچھ نفع پہنچائے

گی تو مرد خوش ہو جائے گا۔

فائدہ:[۱۸۷] عورتوں سے نیک سلوک کی ترغیب: ...... یعنی اگر عورتوں کے ساتھ سلوک نیک کرو گے اور بدسلوکی اور لڑائی سے پرہیز رکھو گے تو اللہ تعالیٰ تو تمہاری سب باتوں سے خبردار ہے، اس نیکی کا ثواب ضرور عنایت کرے گا۔ ظاہر ہے کہ اس صورت میں نہ اعراض اور ناخوشی کی نوبت آئے گی اور نہ راضی کرنے اور اپنے کسی حق چھوڑنے کی ضرورت ہوگی۔

فائدہ:[۱۸۸] بیویوں کے درمیان امور اختیاریہ میں مساوات: ...... یعنی اگر کئی عورتیں نکاح میں ہوں تو یہ تو تم سے نہ ہو سکے گا کہ محبتِ قلبی اور ہر ہر امر میں بالکل مساوات اور برابری رکھو مگر ایسا ظلم بھی نہ کرو کہ ایک کی طرف تو بالکل جھک جاؤ اور دوسری کو درمیان میں لٹکتی رکھو، نہ خود ہی آرام سے رکھو، نہ بالکل علیحدہ ہی کرو جو دوسرے سے نکاح کر سکے۔

فائدہ:[۱۸۹] ...... یعنی اگر اصلاح اور مصالحت کا معاملہ کرو گے اور تعدی اور حق تلفی سے تابہ مقدور بچتے رہو گے تو اس کے بعد اللہ تعالیٰ معاف فرمانے والا ہے۔

فائدہ:[۱۹۰] بصورت دیگر جدائی میں حرج نہیں: ...... یعنی اگر زوجین جدائی ہی کو پسند کریں اور طلاق کی نوبت آئے تو کچھ حرج نہیں اللہ تعالیٰ ہر ایک کا کارساز ہے، اور سب کی حاجات کا پورا کرنے والا ہے۔ اس میں اشارہ ہے اس طرف کہ زوجہ کو راحت سے رکھے اور ایذا نہ دے اور اس پر قادر نہ ہو تو پھر طلاق دے دینا مناسب ہے۔ واللہ اعلم!

فائدہ:[۱۹۱] اللہ سے ڈرتے رہو، سب کچھ اسی کا ہے: ...... اوپر سے ترغیب و ترہیب کا ذکر چلا آتا تھا یعنی حکم خداوندی کی اطاعت کرنا اور اس کی مخالفت سے بچنا سب کو ضرور ہے اس کے ہوتے ہوئے کسی کی بات کی طرف کان رکھنا ہرگز جائز نہیں، بیچ میں چند حکم یتیموں اور عورتوں کے متعلق جن میں لوگ مبتلا تھے بیان فرما کر پھر اسی ترغیب و ترہیب کا بیان ہے۔ ان دونوں آیتوں کا خلاصہ یہ ہے کہ تم کو اور تم سے پہلوں کو سب کو یہ حکم سنا دیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو اور اُس کی نافرمانی نہ کرو، تو اب اگر کوئی اُس کے حکم کو نہ مانے تو وہ سب چیزوں کا مالک ہے اُس کو کسی کی پروا نہیں، یعنی اپنا ہی کچھ بگاڑے گا اُس کا کچھ نقصان نہیں اور فرماں برداری کرو گے تو سمجھ لو کہ وہ تمام چیزوں کا مالک ہے، تمہارے سب کام بنا سکتا ہے۔ تین دفعہ فرمایا کہ اللہ کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے، اوّل سے کشائش اور وسعت مقصود ہے کہ اس کے یہاں کسی چیز کی کمی نہیں، دوسری سے بے نیازی اور بے پروائی کا بیان مقصود ہے کہ اُس کو کسی کی پروا نہیں اگر تم منکر ہو، تیسری دفعہ میں رحمت اور کارسازی کا اظہار ہے بشرطیکہ تقویٰ کرو۔

إِن يَشَأْ يُذْهِبْكُمْ أَيُّهَا النَّاسُ وَيَأْتِ بِآخَرِينَ ۚ وَكَانَ اللَّهُ عَلَىٰ ذَٰلِكَ قَدِيرًا ﴿١٣٣﴾

اگر چاہے تو تم کو دور کر دے اے لوگو اور لے آئے اور لوگوں کو اور اللہ کو یہ قدرت ہے ف۱۹۲

مَّن كَانَ يُرِيدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِندَ اللَّهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ ۚ وَكَانَ اللَّهُ

جو کوئی چاہتا ہو ثواب دنیا کا سو اللہ کے یہاں ہے ثواب دنیا کا اور آخرت کا ف۱۹۳ اور اللہ

سَمِيعًا بَصِيرًا ﴿١٣٤﴾ يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُونُوا قَوَّامِينَ بِالْقِسْطِ شُهَدَاءَ لِلَّهِ وَلَوْ

سب کچھ سنتا دیکھتا ہے ف۱۹۴ اے ایمان والو قائم رہو انصاف پر گواہی دو اللہ کی طرف کی اگرچہ نقصان ہو تمہارا

ع ۱۹/۱۶

عَلٰٓى اَنْفُسِكُمْ اَوِ الْوَالِدَيْنِ وَالْاَقْرَبِيْنَ ۚ اِنْ يَّكُنْ غَنِيًّا اَوْ فَقِيْرًا فَاللّٰهُ اَوْلٰى

یا ماں باپ کا یا قرابت والوں کا ف۱۹۵ اگر کوئی مالدار ہے یا محتاج ہے تو اللہ ان کا خیر خواہ تم سے

بِهِمَا ۖ فَلَا تَتَّبِعُوا الْهَوٰٓى اَنْ تَعْدِلُوْا ۚ وَاِنْ تَلْوٗٓا اَوْ تُعْرِضُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِمَا

زیادہ ہے سو تم پیروی نہ کرو دل کی خواہش کی انصاف کرنے میں ف۱۹۶ اور اگر تم زبان ملو گے یا بچا جاؤ گے تو اللہ تمہارے

تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا ﴿۱۳۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْ

سب کاموں سے واقف ہے ف۱۹۷ اے ایمان والو یقین لاؤ اللہ پر اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کتاب پر جو نازل کی

نَزَّلَ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَالْكِتٰبِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنْ قَبْلُ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ

ہے اپنے رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر اور اس کتاب پر جو نازل کی تھی پہلے اور جو کوئی یقین نہ رکھے اللہ پر اور اس کے فرشتوں پر

وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًۢا بَعِيْدًا ﴿۱۳۶﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ثُمَّ

اور کتابوں پر اور رسولوں پر اور قیامت کے دن پر وہ بہک کر دور جا پڑا ف۱۹۸ جو لوگ مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے

كَفَرُوْا ثُمَّ اٰمَنُوْا ثُمَّ كَفَرُوْا ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّمْ يَكُنِ اللّٰهُ لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا

پھر مسلمان ہوئے پھر کافر ہو گئے پھر بڑھتے رہے کفر میں تو اللہ ان کو ہرگز بخشنے والا نہیں اور نہ

لِيَهْدِيَهُمْ سَبِيْلًا ﴿۱۳۷﴾ بَشِّرِ الْمُنٰفِقِيْنَ بِاَنَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمَا ﴿۱۳۸﴾ الَّذِيْنَ يَتَّخِذُوْنَ

دکھلاوے ان کو راہ ف۱۹۹ خوشخبری سنا دے منافقوں کو کہ ان کے واسطے ہے عذاب دردناک وہ جو بناتے ہیں

الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۭ اَيَبْتَغُوْنَ عِنْدَهُمُ الْعِزَّةَ فَاِنَّ الْعِزَّةَ

کافروں کو اپنا رفیق مسلمانوں کو چھوڑ کر کیا ڈھونڈتے ہیں ان کے پاس عزت سو عزت تو اللہ ہی کے

لِلّٰهِ جَمِيْعًا ﴿۱۳۹﴾

واسطے ہے ساری ف۲۰۰

فائدہ: [۱۹۲] اللہ جل شانہ کی عظیم قدرت کی جھلکی:...... یعنی اللہ تعالیٰ اس پر قادر ہے کہ تم سب کو فنا کر دے اور دنیا سے اُٹھا لے اور دوسرے لوگ مطیع و فرماں بردار پیدا کر دے۔ اس سے بھی حق تعالیٰ کا استغنا اور بے نیازی خوب ظاہر ہو گئی اور نافرمانوں کو پوری تہدید اور تخویف بھی ہو گئی۔

فائدہ: [۱۹۳]...... یعنی اگر اُس کی تابع داری کرو تو تم کو دنیا بھی دے اور آخرت بھی، پھر صرف دنیا کے پیچھے پڑنا اور اُس کی نافرمانی کر کے آخرت سے محروم رہنا بڑی نادانی ہے۔

فَائِدَة:[۱۹۴]......یعنی اللہ تعالیٰ تمہارے سب کام دیکھتا ہے اور سب باتیں سنتا ہے جس کے طالب ہو گے وہی ملے گا۔

فَائِدَة:[۱۹۵] سچی گواہی دینے کی ہدایت:......یعنی گواہی سچی اور اللہ کے حکم کے موافق دینی چاہیے اگرچہ اس میں تمہارا یا تمہارے کسی عزیز قریب کا نقصان ہوتا ہو، جو حق ہو اُس کو صاف ظاہر کر دینا چاہیے دنیوی نفع کے لیے آخرت کا نقصان نہ لو۔

فَائِدَة:[۱۹۶] انصاف میں دلی خواہش کی پیروی نہ کرو:......یعنی سچی گواہی دینے میں اپنی کسی نفسانی خواہش کی پیروی نہ کرو کہ مالدار کی رعایت کر کے یا محتاج پر ترس کھا کر سچ کو چھوڑ بیٹھو جو حق ہو سو کہو، اللہ تعالیٰ تم سے زیادہ اُن کا خیر خواہ اور اُن کے مصالح سے واقف ہے اور اُس کے یہاں کس چیز کی کمی ہے۔

فَائِدَة:[۱۹۷] گواہی سچی، صاف اور پوری دینی چاہیے:......زبان ملنا یہ کہ سچی بات تو کہی مگر زبان داب کر اور پیچ سے کہ سننے والے کو شبہ پڑ جائے یعنی صاف صاف سچ نہ بولا اور بچا جانا یہ کہ پوری بات نہ کہی بلکہ کچھ بات کام کی رکھ لی، سو ان دونوں صورتوں میں گو جھوٹ تو نہیں بولا مگر بوجہ عدم اظہار حق گناہ گار ہوگا۔ گواہی سچی اور صاف اور پوری دینی چاہیے۔

فَائِدَة:[۱۹۸] تمام حکموں پر دل سے یقین ضروری ہے:......یعنی جو اسلام قبول کرے اُس کو ضرور ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام حکموں پر دل سے یقین لائے اُس کے ارشادات میں سے اگر کسی ایک ارشاد پر بھی یقین نہ لائے گا تو وہ مسلمان نہیں صرف ظاہری اور زبانی بات کا اعتبار نہیں ہے۔

فَائِدَة:[۱۹۹] ظاہری مسلمانی کچھ کام نہ آئے گی:......یعنی ظاہر میں تو مسلمان ہوئے اور دل میں مذبذب رہے اور آخر کو بے یقین لائے ہی مر گئے اُن کو نجات کا رستہ نہیں ملے گا وہ کافر ہیں، ظاہری مسلمانی کچھ کام نہ آئے گی۔ اِس سے مراد منافقین ہیں اور بعض فرماتے ہیں کہ یہ آیت یہودیوں کی شان میں ہے کہ اوّل ایمان لائے، پھر گوسالہ کی عبادت کر کے کافر ہو گئے، پھر توبہ کر کے مومن ہوئے، پھر عیسیٰ علیہ السلام سے منکر ہو کر کافر ہوئے اُس کے بعد رسول اللہ ﷺ کی رسالت کا انکار کر کے کفر میں ترقی کر گئے۔

فَائِدَة:[۲۰۰] حصول عزت کیلئے کافروں سے دوستی پر سخت عذاب کا اعلان:......یعنی منافق لوگ جو مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں اُن کے لیے سخت عذاب ہے اور اُن کا یہ خیال کہ کافروں کے پاس بیٹھ کر ہم کو دنیا میں عزت ملے گی بالکل غلط ہے، سب عزت اللہ تعالیٰ کے واسطے ہے جو اُس کی اطاعت کرے گا اُس کو عزت ملے گی، خلاصہ یہ ہوا کہ ایسے لوگ دنیا اور آخرت دونوں میں ذلیل و خوار رہیں گے۔

وَقَدْ نَزَّلَ عَلَيْكُمْ فِي الْكِتٰبِ اَنْ اِذَا سَمِعْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ يُكْفَرُ بِهَا وَيُسْتَهْزَاُ بِهَا

اور حکم اتار چکا تم پر قرآن میں کہ جب سنو اللہ کی آیتوں پر انکار ہوتے اور ہنسی ہوتے

فَلَا تَقْعُدُوْا مَعَهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ غَيْرِهٖٓ ۖ اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ ۭ اِنَّ

تو نہ بیٹھو ان کے ساتھ یہاں تک کہ مشغول ہوں کسی دوسری بات میں، نہیں تو تم بھی انہی جیسے ہو گئے

اللّٰهَ جَامِعُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْكٰفِرِيْنَ فِيْ جَهَنَّمَ جَمِيْعَا ۝١٤٠ الَّذِيْنَ يَتَرَبَّصُوْنَ بِكُمْ ۚ

اللہ اکٹھا کرے گا منافقوں کو اور کافروں کو دوزخ میں ایک جگہ ف۲۰۱ وہ منافق جو تمہاری تاک میں ہیں

فَاِنْ كَانَ لَكُمْ فَتْحٌ مِّنَ اللّٰهِ قَالُوْۤا اَلَمْ نَكُنْ مَّعَكُمْ ۖ وَاِنْ كَانَ لِلْكٰفِرِيْنَ
پھر اگر تم کو فتح ملے اللہ کی طرف سے تو کہیں کیا ہم نہ تھے تمہارے ساتھ اور اگر نصیب ہو کافروں کو تو
نَصِيْبٌ ۙ قَالُوْۤا اَلَمْ نَسْتَحْوِذْ عَلَيْكُمْ وَنَمْنَعْكُمْ مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ فَاللّٰهُ
کہیں کیا ہم نے گھیر نہ لیا تھا تم کو اور بچا دیا تم کو مسلمانوں سے ف ۲۰۲ سو اللہ فیصلہ کرے گا تم
يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ وَلَنْ يَّجْعَلَ اللّٰهُ لِلْكٰفِرِيْنَ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ
میں قیامت کے دن اور ہرگز نہ دے گا اللہ کافروں کو مسلمانوں پر
سَبِيْلًا ﴿۱۴۱﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ يُخٰدِعُوْنَ اللّٰهَ وَهُوَ خَادِعُهُمْ ۚ وَاِذَا قَامُوْۤا اِلَى ع ۲۰ ۱۷
غلبہ کی راہ ف ۲۰۳ البتہ منافق دغابازی کرتے ہیں اللہ سے اور وہی ان کو دغا دیگا ف ۲۰۴ اور جب کھڑے ہوں نماز کو تو کھڑے ہوں
الصَّلٰوةِ قَامُوْا كُسَالٰى ۙ يُرَآءُوْنَ النَّاسَ وَلَا يَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۱۴۲﴾
ہارے جی سے لوگوں کے دکھانے کو اور یاد نہ کریں اللہ کو مگر تھوڑا سا ف ۲۰۵
مُّذَبْذَبِيْنَ بَيْنَ ذٰلِكَ ۖ لَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ وَلَاۤ اِلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَنْ تَجِدَ
ادھر میں لٹکتے ہیں دونوں کے بیچ نہ ان کی طرف اور نہ ان کی طرف اور جس کو گمراہ کرے اللہ تو ہرگز نہ پاوے گا تو اس
لَهٗ سَبِيْلًا ﴿۱۴۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الْكٰفِرِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ
کے واسطے کہیں راہ ف ۲۰۶ اے ایمان والو نہ بناؤ کافروں کو اپنا رفیق مسلمانوں
الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ اَتُرِيْدُوْنَ اَنْ تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ عَلَيْكُمْ سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿۱۴۴﴾ اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ
کو چھوڑ کر کیا لیا چاہتے ہو اپنے اوپر اللہ کا الزام صریح بے شک منافق
فِى الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ نَصِيْرًا ﴿۱۴۵﴾ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا
ہیں سب سے نیچے درجہ میں دوزخ کے اور ہرگز نہ پاوے گا تو ان کے واسطے کوئی مددگار ف ۲۰۷ مگر جنہوں نے توبہ
وَاَصْلَحُوْا وَاعْتَصَمُوْا بِاللّٰهِ وَاَخْلَصُوْا دِيْنَهُمْ لِلّٰهِ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ
کی اور اپنی اصلاح کی اور مضبوط پکڑا اللہ کو اور خالص حکم بردار ہوئے اللہ کے سو وہ ہیں ایمان والوں کے ساتھ
وَسَوْفَ يُؤْتِ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ اَجْرًا عَظِيْمًا ﴿۱۴۶﴾ مَا يَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ
اور جلد دے گا اللہ ایمان والوں کو بڑا ثواب ف ۲۰۸ کیا کرے گا اللہ تم کو عذاب کر کے اگر تم حق کو مانو

شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ط وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا ﴿۱۴۷﴾

اور یقین رکھو اور اللہ قدردان ہے سب کچھ جاننے والا ف ۲۰۹

فَائِدَة: [۲۰۱] **اسلام اور قرآن کا مذاق اڑانے والوں کی مجالس کے بائیکاٹ کا حکم:**......یعنی اے مسلمانو! خدا تعالیٰ پہلے قرآن شریف میں تم پر حکم بھیج چکا ہے کہ جس مجلس میں احکام خداوندی کا انکار اور تمسخر کیا جاتا ہو وہاں ہرگز نہ بیٹھو ورنہ تم بھی ویسے ہی سمجھے جاؤ گے البتہ جس وقت دوسری باتوں میں مشغول ہوں تو اس وقت ان کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت نہیں۔ منافقوں کی مجالس میں آیات واحکام الٰہی پر انکار واستہزا ہوتا تھا اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور یہ جو فرمایا کہ حکم اُتار چکا تم پر، یہ اشارہ ہے آیت ﴿وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ﴾ الی آخرہ [انعام: ۶۸] کی طرف جو پہلے نازل ہو چکی تھی۔

فَائِدَة:......اس سے معلوم ہو گیا کہ جو شخص مجلس میں اپنے دین پر طعنہ اور عیب سنے اور پھر انہی میں بیٹھا سنا کرے اگرچہ آپ کچھ نہ کہے وہ منافق ہے۔

فَائِدَة: [۲۰۲] **منافقین کی دورخی:**......یعنی یہ منافق وہ ہیں جو برابر تمہاری تاک اور انتظار میں لگے رہتے ہیں پھر اگر تمہاری فتح ہو تو تم سے کہتے ہیں کہ کیا ہم تمہارے ساتھی نہیں؟ مالِ غنیمت میں ہم کو بھی شریک کرو اور اگر کافروں کو لڑائی میں کچھ حصہ مل گیا یعنی وہ غالب ہوئے تو ان سے کہتے ہیں کہ کیا ہم نے تم کو گھیر نہ لیا تھا اور تمہاری حفاظت نہیں کی اور ہم نے کیا تم کو مسلمانوں کے ضرر سے نہیں بچایا؟ لوٹ میں ہم کو بھی حصہ دو۔

فَائِدَة: نفاق کی بات:......اس سے معلوم ہوا کہ دینِ حق پر ہو کر گمراہوں سے بھی بنائے رکھنا یہ بھی نفاق کی بات ہے۔

فَائِدَة: [۲۰۳]......یعنی اللہ تعالیٰ تم میں اور ان میں حکم فیصل فرما دے گا کہ تم کو جنت دے گا اور ان کو جہنم میں ڈالے گا دنیا میں جو کچھ ان سے ہو سکے کر دیکھیں مگر اہلِ ایمان کی بیخ کنی ہرگز نہ کر سکیں گے جو اُن کی دلی تمنا ہے۔

فَائِدَة: [۲۰۴] **منافقین کی علامات، اور دغابازی کی سزا:**......یعنی دل سے کافر ہیں اور ظاہر میں مسلمان تاکہ دونوں طرف کی مضرت اور ایذا سے محفوظ رہیں اور دونوں سے فائدہ اٹھاتے رہیں، حق تعالیٰ نے اُن کی اِس دغابازی کی یہ سزا دی کہ اُن کی تمام شرارتوں اور مخفی خباثتوں کو اپنے نبی پر ظاہر فرما کر ایسا ذلیل کیا کہ کسی قابل نہ رہے اور سب دغابازی مسلمانوں پر کھل گئی اور آخرت میں جو اُس کی سزا ملے گی وہ بھی ظاہر فرما دی چنانچہ آیاتِ آئندہ میں ذکر آتا ہے۔ خلاصہ یہ کہ اُن کی دھوکہ بازی سے تو کچھ نہ ہوا اور اللہ نے ان کو ایسا دھوکہ میں ڈالا کہ دنیا وآخرت دونوں غارت ہوئیں۔

فَائِدَة: [۲۰۵]......یعنی نماز جو نہایت ضروری اور خالص عبادت ہے اور اُس کے ادا کرنے میں جانی مالی کسی مضرت کا بھی اندیشہ نہیں، منافق لوگ اس سے بھی جان چراتے ہیں، بہ مجبوری لوگوں کے دکھانے کو اور دھوکہ دینے کو پڑھ لیتے ہیں کہ ان کے کفر کی کسی کو اطلاع نہ ہو اور مسلمان سمجھے جاویں، پھر ایسوں سے کسی اور بات کی کیا توقع ہو سکتی ہے اور وہ کیسے مسلمان ہو سکتے ہیں۔

فَائِدَة: [۲۰۶]......یعنی منافقین تو بالکل تردد اور حیرت میں گرفتار ہیں نہ اُن کو اسلام پر اطمینان ہے، نہ کفر پر، سخت پریشانی میں مبتلا ہیں، کبھی ایک طرف جھکتے ہیں، کبھی دوسری طرف اور اللہ جس کو بھٹکانا اور گمراہ کرنا چاہے اس کو نجات کا راستہ کہاں مل سکتا ہے۔

فَائِدَة: [۲۰۷] **کافروں سے دوستی نفاق کی دلیل ہے:**......یعنی مسلمانوں کو چھوڑ کر کافروں سے دوستی کرنا دلیل ہے نفاق کی جیسا کہ منافقین کرتے ہیں۔ سو تم اے مسلمانو! ایسا ہرگز مت کرنا ورنہ خداوند تعالیٰ کا صریح الزام اور پوری حجت تم پر قائم ہو جائے گی کہ تم بھی منافق

ہو اور منافقوں کے لیے دوزخ کا سب سے نیچا طبقہ مقرر ہے اور کوئی اُن کا مددگار بھی نہیں ہو سکتا کہ اس طبقہ سے اُن کو نکالے یا عذاب میں کچھ تخفیف کرا دے، مسلمانوں کو ایسی بات سے دور رہنا چاہیے۔

فَائِدَة: [۲۰۸] توبہ کرنے والوں کو بڑا ثواب ملے گا:...... یعنی جو منافق اپنے نفاق سے توبہ کرے اور اپنے اعمال کی درستی کرے اور اللہ کے پسندیدہ دین کو خوب مضبوط پکڑے اور اللہ پر توکل کرے اور ریا وغیرہ خرابیوں سے دین کو پاک وصاف رکھے تو وہ خالص مسلمان ہے، دین و دنیا میں ایمان والوں کے ساتھ ہوگا اور ایمان والوں کو بڑا ثواب ملنے والا ہے، ان کے ساتھ ان کو بھی ملے گا جنہوں نے نفاق سے سچی توبہ کی۔

فَائِدَة: [۲۰۹] عذاب تو سرکش اور نافرمانوں کو ملتا ہے:...... یعنی اللہ تعالیٰ نیک کاموں کا قدرداں ہے اور بندوں کی سب باتوں کو خوب جانتا ہے، سو جو شخص اس کے حکم کو ممنونیت اور شکر گذاری کے ساتھ تسلیم کرتا ہے اور اس پر یقین رکھتا ہے تو اللہ عادل رحیم کو ایسے شخص پر عذاب کرنے سے کوئی تعلق نہیں، یعنی ایسے شخص کو ہرگز عذاب نہ دے گا وہ تو سرکش اور نافرمانوں کو عذاب دیتا ہے۔

............☆☆☆......الحمد اللہ ۵ پارہ ختم ہوا......☆☆☆............

پارہ نمبر:٦

الجزء ٦ لَا يُحِبُّ اللّٰهُ الْجَهْرَ بِالسُّوْٓءِ مِنَ الْقَوْلِ اِلَّا مَنْ ظُلِمَ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًا عَلِيْمًا ﴿١٤٨﴾

اللہ کو پسند نہیں کسی کی بری بات کا ظاہر کرنا مگر جس پر ظلم ہوا ہو اور اللہ ہے سننے والا جاننے

اِنْ تُبْدُوْا خَيْرًا اَوْ تُخْفُوْهُ اَوْ تَعْفُوْا عَنْ سُوْٓءٍ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَفُوًّا قَدِيْرًا ﴿١٤٩﴾

والا ف ٢١٠ اگر تم کھول کر کرو کوئی بھلائی یا اس کو چھپاؤ یا معاف کرو برائی کو تو اللہ بھی معاف کرنے والا بڑی قدرت والا

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَيُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَرُسُلِهٖ

ہے ف ٢١١ جو لوگ منکر ہیں اللہ سے اور اس کے رسولوں سے اور چاہتے ہیں کہ فرق نکالیں اللہ میں

وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّنَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ

اور اس کے رسولوں میں اور کہتے ہیں ہم مانتے ہیں بعضوں کو اور نہیں مانتے بعضوں کو اور چاہتے ہیں کہ نکالیں اس کے بیچ

ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿١٥٠﴾ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ﴿١٥١﴾

میں ایک راہ ایسے لوگ وہی ہیں اصل کافر اور ہم نے تیار کر رکھا ہے کافروں کے واسطے ذلت کا عذاب ف ٢١٢

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ

اور جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر اور جدا نہ کیا ان میں

ع ٢١ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ﴿١٥٢﴾ يَسْئَلُكَ اَهْلُ الْكِتٰبِ اَنْ تُنَزِّلَ عَلَيْهِمْ كِتٰبًا

سے کسی کو ان کو جلد دے گا ان کے ثواب اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف ٢١٣ تجھ سے درخواست کرتے ہیں اہل کتاب

مِّنَ السَّمَآءِ فَقَدْ سَاَلُوْا مُوْسٰٓى اَكْبَرَ مِنْ ذٰلِكَ فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ

کہ تو ان پر اتار لاوے لکھی ہوئی کتاب آسمان سے سو مانگ چکے ہیں موسیٰ سے اس سے بھی بڑی چیز اور کہا ہم کو

الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ فَعَفَوْنَا

دکھلا دے اللہ کو بالکل سامنے سو آ پڑی ان پر بجلی ان کے گناہ کے باعث پھر بنا لیا بچھڑے کو بہت کچھ نشانیاں پہنچ

عَنْ ذٰلِكَ ۚ وَاٰتَيْنَا مُوْسٰى سُلْطٰنًا مُّبِيْنًا ﴿١٥٣﴾

چکنے کے بعد پھر ہم نے وہ بھی معاف کیا ف ۲۱۴ اور دیا ہم نے موسیٰ کو غلبہ صریح ف ۲۱۵

فائدہ: [۲۱۰] **ظلم کی شکایت اور حکایت جائز ہے:** ......یعنی اگر کسی میں دین یا دنیا کا عیب معلوم ہو تو اس کو مشہور نہ کرنا چاہئے، خداتعالیٰ سب کی بات سنتا ہے، اور سب کے کام کو جانتا ہے، ہر ایک کو اس کے موافق جزا دے گا، اسی کو غیبت کہتے ہیں، البتہ مظلوم کو رخصت ہے کہ ظالم کا ظلم لوگوں سے بیان کرے، ایسے ہی بعضی اور صورتوں میں بھی غیبت روا ہے اور یہ حکم یہاں شاید اس لیے فرمایا کہ مسلمان کو چاہیے کہ کسی منافق کا نام مشہور نہ کرے اور علی الاعلان اس کو بدنام نہ کرے، اس میں وہ بگڑ کر شاید بے باک ہوجائے، بلکہ مبہم نصیحت کرے، منافق آپ سمجھ لے گا، یا تنہائی میں نصیحت کرے، اس طرح شاید ہدایت قبول کرلے، چنانچہ حضرت ﷺ بھی ایسا ہی کرتے تھے کسی کا نام لے کر مشہور نہیں فرماتے تھے۔

فائدہ: [۲۱۱] **معاف کرنا افضل ہے:** ......اس آیت میں مظلوم کو معافی کی رغبت دلانی منظور ہے کہ حق تعالیٰ زبردست اور قدرت والا ہو کر خطا والوں کی خطا بخشتا ہے، بندۂ زبردست عاجز کو تو بطریق اولیٰ دوسروں کا قصور معاف کردینا چاہیے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ مظلوم کو ظالم سے بدلہ لینا جائز ہے مگر افضل یہ ہے کہ صبر کرے اور بخش دے۔ آیت میں اشارہ ہے اس طرف کہ منافقوں کی اصلاح چاہتے ہو تو ان کی ایذا اور شرارت پر صبر کرو اور نرمی اور پردہ سے ان کو سمجھاؤ، ظاہر کی طعن اور لعن سے بچو اور کھلا مخالف مت بناؤ۔

فائدہ: [۲۱۲] **تفریق کرنے والے پکے کافر:** ......یہاں سے ذکر ہے یہود کا چونکہ یہود میں نفاق کا مضمون بہت تھا اور آپ کے زمانہ میں جو منافق تھے وہ یہود تھے یا یہودیوں سے ربط اور محبت رکھنے والے اور اُن کے مشورہ پر چلنے والے تھے اس لیے قرآن شریف میں اکثر ان دونوں فریق کا ذکر اکٹھا فرمایا ہے۔ آیت کا خلاصہ یہ ہے کہ جو لوگ اللہ سے اور اُس کے رسولوں سے منکر ہیں اور اللہ اور اُس کے رسولوں میں فرق کرنا چاہتے ہیں یعنی اللہ پر ایمان لاتے ہیں اور رسولوں پر ایمان نہیں لاتے اور بعض رسولوں کو تو مانتے ہیں اور بعض کو نہیں مانتے اور مطلب یہ ہے کہ اسلام اور کفر کے بیچ میں ایک نیا مذہب اپنے لیے نکالیں ایسے ہی لوگ اصل اور ٹھیٹ کافر ہیں ان کے لیے خواری اور ذلت کا عذاب تیار ہے۔

فائدہ: ......اللہ کا ماننا جب ہی معتبر ہے کہ اپنے زمانہ کے پیغمبر کی تصدیق کرے اور اس کا حکم مانے، بدون تصدیق نبی کے اللہ کا ماننا غلط ہے اس کا اعتبار نہیں، بلکہ ایک نبی کی تکذیب اللہ کی اور تمام رسولوں کی تکذیب سمجھی جاتی ہے، یہود نے جب رسول اللہ ﷺ کی تکذیب کی تو حق تعالیٰ کی اور تمام انبیاء کی تکذیب کرنے والے قرار دیئے گئے اور کٹے کافر سمجھے گئے۔

فائدہ: [۲۱۳] **سب رسولوں کو ماننے والے پکے مسلمان:** ......یعنی اور جن لوگوں نے کسی نبی کو جدا نہیں کیا بلکہ ایمان لائے اللہ پر اور اس کے سب رسولوں پر اللہ تعالیٰ اپنی رحمت سے ان کو بڑے ثواب عطا فرمائے گا، اس سے مراد مسلمان ہیں جو رسول اللہ ﷺ اور سب پر ایمان لائے۔

فائدہ: [۲۱۴] **یہودیوں کے عناد اور سرکشی کی جھلکیاں:** ...... یہودیوں کے چند سردار آپ کی خدمت میں آئے اور کہا کہ اگر تم سچے پیغمبر ہو تو ایک کتاب لکھی لکھائی یکبارگی آسمان سے لادو جیسے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام توریت لائے تھے، اس پر یہ آیت نازل ہوئی اور اس تمام رکوع میں الزامات کو ان کے جواب میں ذکر فرمایا ہے، اس کے بعد تحقیقی جواب دیا ہے۔ مطلب آیت کا یہ ہے کہ اے محمد! یہودی جو تم سے عناداً ایسی کتاب طلب کرتے ہیں ان کی یہ بے باکی اور سرکشی تعجب کی بات نہیں، ان کے بزرگوں نے تو اس سے بھی بڑی اور سخت بات اپنے نبی موسیٰ علیہ السلام سے طلب کی تھی کہ خداوند تعالیٰ کو آشکارا ہم کو دکھا دو، ورنہ ہم تمہارا یقین نہ کریں گے جیسا کہ

سورۂ بقرہ میں گزرا، اس پر یہ ہوا کہ ان کہنے والوں پر بجلی آ پڑی اور سب مر گئے، پھر حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے ان کو زندہ کر دیا، ایسی عظیم الشان نشانیاں دیکھ کر پھر یہ کیا کہ بچھڑے کو پوجنے لگے بالآخر حق تعالیٰ نے اس سے بھی درگذر فرمائی۔ سورۂ بقرہ [آیت :۵۱] میں کسی قدر تفصیل سے مذکور ہو چکا ہے۔

فائدہ: [۲۱۵] ..... غلبہ یہ کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اس بچھڑے کو تو ذبح کر کے آگ میں جلا دیا اور اس کی راکھ ہوا میں دریا پر اڑا دی اور ستر ہزار آدمی بچھڑے کو سجدہ کرنے والے قتل کیے گئے۔

وَرَفَعْنَا فَوْقَهُمُ الطُّوْرَ بِمِيْثَاقِهِمْ وَقُلْنَا لَهُمُ ادْخُلُوا الْبَابَ سُجَّدًا وَّقُلْنَا

اور ہم نے اٹھایا ان پر پہاڑ قرار لینے کے واسطے ف ۲۱۶ اور ہم نے کہا داخل ہو دروازہ میں سجدہ کرتے ہوئے ف ۲۱۷ اور ہم نے کہا

لَهُمْ لَا تَعْدُوْا فِي السَّبْتِ وَاَخَذْنَا مِنْهُمْ مِّيْثَاقًا غَلِيْظًا ﴿١٥٤﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ

کہ زیادتی مت کرو ہفتہ کے دن میں اور ہم نے ان سے لیا قول مضبوط ف ۲۱۸ ان کو جو سزا ملی سو ان

مِّيْثَاقَهُمْ وَكُفْرِهِمْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَقَتْلِهِمُ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ وَّقَوْلِهِمْ قُلُوْبُنَا

کی عہد شکنی پر اور منکر ہونے پر اللہ کی آیتوں سے اور خون کرنے پر پیغمبروں کا ناحق اور اس کہنے پر کہ ہمارے دل پر غلاف ہے

غُلْفٌ ؕ بَلْ طَبَعَ اللّٰهُ عَلَيْهَا بِكُفْرِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْنَ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿١٥٥﴾ وَّبِكُفْرِهِمْ

سو یہ نہیں بلکہ اللہ نے مہر کر دی ان کے دل پر کفر کے سبب سو ایمان نہیں لاتے مگر کم ف ۲۱۹ اور ان کے کفر پر

وَقَوْلِهِمْ عَلٰى مَرْيَمَ بُهْتَانًا عَظِيْمًا ﴿١٥٦﴾ وَّقَوْلِهِمْ اِنَّا قَتَلْنَا الْمَسِيْحَ عِيْسَى ابْنَ

اور مریم پر بڑا طوفان باندھنے پر اور ان کے اس کہنے پر کہ ہم نے قتل کیا مسیح عیسیٰ مریم کے

مَرْيَمَ رَسُوْلَ اللّٰهِ ۚ وَمَا قَتَلُوْهُ وَمَا صَلَبُوْهُ وَلٰكِنْ شُبِّهَ لَهُمْ ؕ وَاِنَّ الَّذِيْنَ

بیٹے کو جو رسول تھا اللہ کا ف ۲۲۰ اور انہوں نے نہ اس کو مارا اور نہ سولی پر چڑھایا لیکن وہی صورت بن گئی ان کے آگے اور جو لوگ اس میں

اخْتَلَفُوْا فِيْهِ لَفِيْ شَكٍّ مِّنْهُ ؕ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ اِلَّا اتِّبَاعَ الظَّنِّ ۚ وَمَا

مختلف باتیں کرتے ہیں تو وہ لوگ اس جگہ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں کچھ نہیں ان کو اس کی خبر صرف اٹکل پر چل رہے ہیں اور اس کو

قَتَلُوْهُ يَقِيْنًا ﴿١٥٧﴾ بَلْ رَّفَعَهُ اللّٰهُ اِلَيْهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿١٥٨﴾ وَاِنْ مِّنْ اَهْلِ

قتل نہیں کیا بے شک بلکہ اس کو اٹھا لیا اللہ نے اپنی طرف اور اللہ ہے زبردست حکمت والا ف ۲۲۱ اور جتنے فرقے ہیں اہل

الْكِتٰبِ اِلَّا لَيُؤْمِنَنَّ بِهٖ قَبْلَ مَوْتِهٖ ۚ وَيَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكُوْنُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا ﴿١٥٩﴾

کتاب کے سو عیسیٰ پر یقین لاویں گے اس کی موت سے پہلے اور قیامت کے دن ہو گا ان پر گواہ ف ۲۲۲

فَبِظُلۡمٍ مِّنَ الَّذِيۡنَ هَادُوۡا حَرَّمۡنَا عَلَيۡهِمۡ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتۡ لَهُمۡ وَبِصَدِّهِمۡ عَنۡ

سو یہود کے گناہوں کی وجہ سے ہم نے حرام کیں ان پر بہت سی پاک چیزیں جو ان پر حلال تھیں اور اس وجہ سے کہ روکتے تھے

سَبِيۡلِ اللّٰهِ كَثِيۡرًا ۙ‏ ﴿۱۶۰﴾

اللہ کی راہ سے بہت

فَائِدَہ: [۲۱۶] ...... یعنی جب یہود نے کہا تھا کہ توریت کے حکم سخت ہیں ہم نہیں مانتے تو اس وقت کوہ طور کو زمین سے اٹھا کر ان کے سروں پر معلق قائم کر دیا تھا کہ ان حکموں کو قبول کرو اور مضبوطی سے پکڑو ورنہ پہاڑ ڈالا جاتا ہے۔

فَائِدَہ: [۲۱۷] ...... یہود کو حکم ہوا تھا کہ شہر میں داخل ہو سجدہ کر کے اور سر جھکائے ہوئے، انہوں نے سجدہ کے بدلے سرین پر سرکنا اور پھسلنا شروع کیا۔ جب شہر میں پہنچے تو ان پر طاعون پڑا، دوپہر میں قریب ستر ہزار کے مر گئے۔

فَائِدَہ: [۲۱۸] ...... یہودیوں کو حکم تھا کہ ہفتہ کے دن مچھلی کا شکار نہ کریں اور سب دنوں سے زیادہ ہفتہ ہی کے دن مچھلیاں دریا میں بکثرت نظر آتیں، یہودیوں نے یہ حیلہ کیا کہ دریا کے پاس حوض بنائے ہفتہ کے دن جب مچھلیاں دریا سے حوضوں میں آتیں تو ان کو بند کر رکھتے، پھر دوسرے دن حوضوں میں سے شکار کرتے، اس فریب اور عہد شکنی پر اللہ تعالیٰ نے ان کو بندر کر دیا، جو جانوروں میں بہت خسیس اور مکار ہے۔

فَائِدَہ: [۲۱۹] ...... یعنی یہود نے اس عہد کو توڑ دیا تو حق تعالیٰ نے ان کی اس عہد شکنی پر اور آیات الٰہی سے منکر ہونے پر اور انبیاء علیہم السلام کے ناحق قتل کرنے پر اور ان کے اس کہنے پر کہ ہمارے دل تو غلاف میں ہیں ان پر سخت سخت عذاب مسلط فرمائے۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہودیوں کو ہدایت کی تو کہنے لگے ہمارے دل پردہ میں ہیں تمہاری بات وہاں تک پہنچ نہیں سکتی۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ بات نہیں بلکہ کفر کے سبب ان کے دلوں پر اللہ نے مہر لگا دی ہے جس کے باعث ان کو ایمان نصیب نہیں ہو سکتا مگر تھوڑے لوگ اس سے مستثنیٰ ہیں جیسے حضرت عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور ان کے ساتھی۔

فَائِدَہ: [۲۲۰] ...... یعنی اور نیز اس وجہ سے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے منکر ہو کر دوسرا کفر کمایا اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر طوفانِ عظیم باندھا اور ان کے اس قول پر کہ فخر سے کہتے تھے ہم نے مار ڈالا عیسیٰ علیہ السلام مریم کے بیٹے کو جو رسول اللہ تھا، ان تمام وجوہ سے یہود پر عذاب اور مصیبتیں نازل ہوئیں۔

فَائِدَہ: [۲۲۱] **قولِ یہود کی تردید اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے آسمان پر ہونے کی تصریح:** ...... اللہ تعالیٰ انکے قول کی تکذیب فرماتا ہے کہ یہودیوں نے نہ عیسیٰ علیہ السلام کو قتل کیا، نہ سولی پر چڑھایا، یہود جو مختلف باتیں اس بارہ میں کہتے ہیں اپنی اپنی اٹکل سے کہتے ہیں، اللہ نے انکو شبہ میں ڈال دیا، خبر کسی کو بھی نہیں، واقعی بات یہ ہے اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو آسمان پر اٹھا لیا اور اللہ تعالیٰ سب چیزوں پر قادر ہے اور اسکے ہر کام میں حکمت ہے۔ قصہ یہ ہوا کہ جب یہودیوں نے حضرت مسیح کے قتل کا عزم کیا تو پہلے ایک آدمی ان کے گھر میں داخل ہوا حق تعالیٰ نے انکو تو آسمان پر اٹھا لیا اور اس شخص کی صورت حضرت مسیح کی صورت کے مشابہ کر دی، جب باقی لوگ گھر میں گھسے تو اسکو مسیح سمجھ کو قتل کر دیا، پھر خیال آیا تو کہنے لگے کہ اسکا چہرہ تو مسیح کے چہرہ کے مشابہ ہے اور باقی بدن ہمارے ساتھی کا معلوم ہوتا ہے، کسی نے کہا کہ یہ مقتول مسیح ہے تو ہمارا آدمی کہاں گیا؟ اور ہمارا آدمی ہے تو مسیح کہاں ہے؟ اب صرف اٹکل سے کسی نے کچھ کہا، کسی نے کچھ کہا علم کسی کو بھی نہیں۔ حق یہی ہے کہ حضرت عیسیٰ ہرگز مقتول نہیں ہوئے بلکہ آسمان پر اللہ نے اٹھا لیا اور یہود کو شبہ میں ڈال دیا۔

فَائِدَة: [۲۲۲] حیات عیسیٰ علیہ السلام:...... حضرت عیسیٰ علیہ السلام زندہ موجود ہیں آسمان پر، جب دجال پیدا ہوگا تب اس جہان میں تشریف لا کر اسے قتل کریں گے اور یہود اور نصاریٰ ان پر ایمان لائیں گے کہ بیشک عیسیٰ علیہ السلام زندہ ہیں مرے نہ تھے اور قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام ان کے حالات اور اعمال کو ظاہر کریں گے کہ یہود نے میری تکذیب اور مخالفت کی اور نصاریٰ نے مجھ کو خدا کا بیٹا کہا۔

وَّاَخۡذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدۡ نُهُوۡا عَنۡهُ وَاَكۡلِهِمۡ اَمۡوَالَ النَّاسِ بِالۡبَاطِلِ ؕ وَاَعۡتَدۡنَا

اور اس وجہ سے کہ سود لیتے تھے اور ان کو اس کی ممانعت ہو چکی تھی اور اس وجہ سے کہ لوگوں کا مال کھاتے تھے ناحق اور تیار کر رکھا ہے ہم نے کافروں

لِلۡكٰفِرِيۡنَ مِنۡهُمۡ عَذَابًا اَلِيۡمًا ﴿۱۶۱﴾ لٰكِنِ الرّٰسِخُوۡنَ فِى الۡعِلۡمِ مِنۡهُمۡ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ

کے واسطے جو ان میں ہیں عذاب دردناک ف ۲۲۳ لیکن جو پختہ ہیں علم میں ان میں اور ایمان والے سو مانتے ہیں

يُؤۡمِنُوۡنَ بِمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ مِنۡ قَبۡلِكَ وَالۡمُقِيۡمِيۡنَ الصَّلٰوةَ وَالۡمُؤۡتُوۡنَ

اس کو جو نازل ہوا تجھ پر اور جو نازل ہوا تجھ سے پہلے اور آفریں ہے نماز پر قائم رہنے والوں کو اور جو دینے

الزَّكٰوةَ وَالۡمُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ ؕ اُولٰۤئِكَ سَنُؤۡتِيۡهِمۡ اَجۡرًا عَظِيۡمًا ﴿۱۶۲﴾ ع ۲۲

والے ہیں زکوٰۃ کے اور یقین رکھنے والے ہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر سو ایسوں کو ہم دیں گے بڑا ثواب ف ۲۲۴ ہم

اِنَّاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلَيۡكَ كَمَاۤ اَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى نُوۡحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنۡۢ بَعۡدِهٖ ۚ وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰٓى

نے وحی بھیجی تیری طرف ف ۲۲۵ جیسے وحی بھیجی نوح پر اور ان نبیوں پر جو اس کے بعد ہوئے ف ۲۲۶ اور وحی

اِبۡرٰهِيۡمَ وَاِسۡمٰعِيۡلَ وَاِسۡحٰقَ وَيَعۡقُوۡبَ وَالۡاَسۡبَاطِ وَعِيۡسٰى وَاَيُّوۡبَ وَيُوۡنُسَ

بھیجی ابراہیم پر اور اسماعیل پر اور اسحاق پر اور یعقوب پر اور اس کی اولاد پر اور عیسیٰ پر اور ایوب پر اور یونس

وَهٰرُوۡنَ وَسُلَيۡمٰنَ ۚ وَاٰتَيۡنَا دَاوٗدَ زَبُوۡرًا ﴿۱۶۳﴾ وَرُسُلًا قَدۡ قَصَصۡنٰهُمۡ عَلَيۡكَ مِنۡ

پر اور ہارون پر اور سلیمان پر اور ہم نے دی داؤد کو زبور اور بھیجے ایسے رسول کہ جن کا احوال ہم نے سنایا تجھ کو اس سے

قَبۡلُ وَرُسُلًا لَّمۡ نَقۡصُصۡهُمۡ عَلَيۡكَ ؕ وَكَلَّمَ اللّٰهُ مُوۡسٰى تَكۡلِيۡمًا ﴿۱۶۴﴾

پہلے اور ایسے رسول جن کا احوال نہیں سنایا تجھ کو اور باتیں کیں اللہ نے موسیٰ سے بول کر ف ۲۲۷

فَائِدَة: [۲۲۳] دنیا اور آخرت میں یہود پر سختی کی وجہ:...... یہود کی اگلی پچھلی سخت سخت شرارتیں ذکر فرما کر جس سے انکی سرکشی اور انکا گناہوں پر دلیر ہونا ظاہر ہوگیا، اب فرماتے ہیں کہ اسی واسطے ہم نے ان پر شریعت بھی سخت رکھی کہ انکی سرکشی ٹوٹے تو اب یہ شبہ نہ رہا کہ تحریم طیبات تو ان پر توریت میں کی گئی تھی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام سے مخالفت کرنا اور حضرت مریم رضی اللہ عنہا پر تہمت لگانا نزول توریت کے بہت بعد میں ہوا تو سزا جرم سے مقدم کیسے ہوگئی۔ اس تمام رکوع کا خلاصہ یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے زمانہ سے اہل کتاب برابر ایک سے ایک

زائد شرارت اور نافرمانی اور عہد شکنی اور حضرات انبیاء علیہم السلام کو ایذا رسانی کرتے چلے آئے ہیں، اب اگر اے محمد رسول اللہ (ﷺ)! تم سے عناداً توریت جیسی کتاب دفعۃً واحدۃً طلب کریں اور قرآن شریف جو سب کتابوں سے افضل ہے اس پر کفایت نہ کریں تو ان متعصب نالائقوں سے کیا مستبعد ہے، انکی اس قسم کی ناشائستہ حرکات سے تعجب مت کرو اور متحیر نہ ہو، انکی تمام حرکات چھوٹی بڑی اگلی پچھلی ہم کو خوب معلوم ہیں، ہم نے بھی شریعت سخت انکے لیے دنیا میں رکھی اور آخرت میں عذاب شدید انکے واسطے تیار کر رکھا ہے۔

فائدہ:[۲۲۴] یہود میں سے ایمان لانے والوں کو ثواب عظیم:...... یعنی بنی اسرائیل میں جن کا علم مضبوط ہے جیسے عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی اور جو لوگ کہ صاحب ایمان ہیں وہ مانتے ہیں قرآن اور توریت و انجیل سب کو اور نماز کو قائم رکھنے والوں کا تو کیا کہنا ہے اور دینے والے زکوٰۃ کے اور ایمان رکھنے والے اللہ پر اور قیامت پر، ایسے لوگوں کو ہم دیں گے بڑا ثواب، بخلاف اوّل فریق کے کہ ان کے لیے عذاب سخت موجود ہے۔

فائدہ:[۲۲۵] وحی کی عظمت اور کفار کے بیہودہ شبہات کا رد:...... اہل کتاب اور مشرکین مکہ جملہ کفار قرآن مجید کی حقانیت اور صداقت میں طرح طرح سے بیہودہ شبہ پیدا کرتے، دیکھئے! اس موقع میں یہی کہہ دیا کہ جیسے توریت سب کی سب ایک دفعہ اتری تھی ایسے ہی تم بھی ایک کتاب آسمان سے لا دو تو ہم تم کو سچا جانیں بقول شخصے "خوئے بدرا بہانہ بسیار" سو حق تعالیٰ نے اس جگہ چند آیتیں نازل فرما کر اس کی حقیقت واضح کر دی اور وحی کی عظمت اور کفار کے سب خیالات اور شبہات بیہودہ کو توڑ دیا اور وحیِ الٰہی کی متابعت کو عامۃً اور قرآن مجید کی اطاعت کو تخصیص کے ساتھ بیان فرما کر بتلا دیا کہ حکم الٰہی کا ماننا سب پر فرض ہے کسی کا کوئی عذر اس میں نہیں چل سکتا جو اس کے تسلیم کرنے میں تردد یا تامل یا انکار کرے وہ گمراہ اور بے دین ہے، اب یہاں سے تحقیقی جواب دیا جاتا ہے۔

فائدہ:[۲۲۶] وحی الٰہی قرآن کو نہ ماننے والا عذاب عظیم کا مستحق ہے:...... اس سے معلوم ہو گیا کہ وحی خاص اللہ کا حکم اور اس کا پیام ہے جو پیغمبروں پر بھیجا جاتا ہے اور انبیائے سابقین پر جیسے وحیِ الٰہی نازل ہوئی ویسے ہی حضرت محمد رسول اللہ ﷺ پر اللہ تعالیٰ نے اپنی وحی بھیجی، تو جس نے اس کو مانا اس کو بھی ضرور ماننا چاہیے اور جس نے اس کا انکار کیا گویا ان سب کا منکر ہو گیا، اور حضرت نوح علیہ السلام اور ان سے پچھلوں کے ساتھ مشابہت کی وجہ شاید یہ ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کے وقت سے جو وحی شروع ہوئی تو اس وقت بالکل ابتدائی حالت تھی، حضرت نوح پر اس کی تکمیل ہو گئی، گویا اوّل حالت محض تعلیمی حالت تھی، حضرت نوح کے زمانہ میں وہ حالت پوری ہو کر اس قابل ہو گئی کہ ان کا امتحان لیا جائے اور فرماں برداروں کو انعام اور نافرمانوں کو سزا دی جائے، چنانچہ انبیائے اولوالعزم کا سلسلہ بھی حضرت نوح سے ہی شروع ہوا اور وحیِ الٰہی سے سرتابی کرنے والوں پر بھی اوّل عذاب حضرت نوح کے وقت سے شروع ہوا۔ خلاصہ یہ کہ پہلے حکم الٰہی اور انبیاء کی مخالفت پر عذاب نازل نہیں ہوتا تھا بلکہ ان کو معذور سمجھ کر ان کو ڈھیل دی جاتی تھی اور سمجھانے ہی میں کوشش کی جاتی تھی، حضرت نوح کے زمانہ میں جب مذہبی تعلیم خوب ظاہر ہو چکی اور لوگوں کو حکم خداوندی کی متابعت کرنے میں کوئی خفا باقی نہ رہا تو اب نافرمانوں پر عذاب نازل ہوا۔ اوّل حضرت نوح کے زمانہ میں طوفان آیا اس کے بعد حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت شعیب علیہ السلام وغیرہ کے زمانہ میں کافروں پر قسم قسم کے عذاب آئے تو آپ کی وحی کو حضرت نوح اور ان سے پچھلوں کی وحی کے ساتھ تشبیہ دینے میں اہل کتاب اور مشرکین مکہ کو پوری تنبیہ کر دی گئی کہ جو آپ کی وحی یعنی قرآن کو نہ مانے گا وہ عذاب عظیم کا مستحق ہو گا۔

فائدہ:[۲۲۷] نزول وحی کی متعدد صورتیں:...... حضرت نوح علیہ السلام کے بعد جو انبیاء ہوئے ان سب کو بالاجمال ذکر فرما کر جو ان میں اولوالعزم ہیں اور جو مشہور اور جلیل القدر ہیں ان کو تخصیص اور تفصیل کے ساتھ ذکر فرما دیا، جس سے خوب معلوم ہو گیا کہ آپ کے اوپر جو وحی نازل ہوئی اس کا حق ہونا اور اس کا ماننا ایسا ہی ضروری ہے جیسا تمام اولوالعزم اور مشاہیر انبیاء کی وحی کو اور یہ بھی معلوم ہو گیا کہ انبیاء پر جو وحی آتی ہے کبھی

فرشتہ پیغام لے کر آتا ہے، کبھی کتاب لکھی ہوئی مل جاتی ہے، کبھی بغیر پیغام اور بدون واسطہ کے خود اللہ تعالیٰ اپنے رسول سے بات کرتا ہے مگر ان سب صورتوں میں چونکہ وہ اللہ کا ہی حکم ہے کسی دوسرے کا حکم نہیں تو بندوں پر اس کی اطاعت یکساں فرض ہے، بندوں تک پہنچنے کا طریقہ تحریر ہو، خواہ تقریر ہو، خواہ پیغام ہو تو اب یہود کا یہ کہنا کہ توریت کی طرح پوری کتاب ایک دفعہ میں آسمان سے لاؤ گے تو ہم تم کو سچا جانیں گے ورنہ نہیں کتنی بے ایمانی اور حماقت ہے۔ جب وحی حکمِ الٰہی ہے اور اس کے نازل ہونے کی صورتیں البتہ متعدد ہیں تو پھر کسی صورت میں آوے اس کے ماننے میں تردد اور انکار کرنا، یا یہ کہنا کہ فلاں خاص طریقہ سے آئے گی تو مانوں گا ورنہ نہیں، صریح کفر ہے اور کھلی حماقت۔

رُسُلًا مُّبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ لِئَلَّا يَكُوْنَ لِلنَّاسِ عَلَى اللّٰهِ حُجَّةٌۢ بَعْدَ الرُّسُلِؕ

بھیجے پیغمبر خوشخبری اور ڈر سنانے والے تاکہ باقی نہ رہے لوگوں کو اللہ پر الزام کا موقع رسولوں کے بعد

وَكَانَ اللّٰهُ عَزِيْزًا حَكِيْمًا ﴿۱۶۵﴾ لٰكِنِ اللّٰهُ يَشْهَدُ بِمَآ اَنْزَلَ اِلَيْكَ اَنْزَلَهٗ بِعِلْمِهٖ ۚ

اور اللہ زبردست ہے حکمت والا ف ۲۲۸ لیکن اللہ شاہد ہے اس پر جو تجھ پر نازل کیا کہ یہ نازل کیا ہے اپنے علم کے ساتھ

وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَشْهَدُوْنَ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا ﴿۱۶۶﴾ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ

اور فرشتے بھی گواہ ہیں اور اللہ کافی ہے حق ظاہر کرنے والا ف ۲۲۹ جو لوگ کافر ہوئے اور روکا

سَبِيْلِ اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ﴿۱۶۷﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَظَلَمُوْا لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ

اللہ کی راہ سے وہ بہک کر دور جا پڑے جو لوگ کافر ہوئے اور حق دبا رکھا ہرگز اللہ بخشنے

لِيَغْفِرَ لَهُمْ وَلَا لِيَهْدِيَهُمْ طَرِيْقًا ﴿۱۶۸﴾ۙ اِلَّا طَرِيْقَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ

والا نہیں ان کو اور نہ دکھلاوے گا ان کو سیدھی راہ مگر راہ دوزخ کی رہا کریں اس میں ہمیشہ

وَكَانَ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرًا ﴿۱۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الرَّسُوْلُ بِالْحَقِّ مِنْ

اور یہ اللہ پر آسان ہے ف ۲۳۰ اے لوگو تمہارے پاس رسول آ چکا ٹھیک بات لے کر

رَّبِّكُمْ فَاٰمِنُوْا خَيْرًا لَّكُمْ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

تمہارے رب کی سو مان لو تاکہ بھلا ہو تمہارا اور اگر نہ مانو گے تو اللہ ہی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں

وَكَانَ اللّٰهُ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ﴿۱۷۰﴾ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِىْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ

اور ہے اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ف ۲۳۱ اے کتاب والو مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں اور مت کہو اللہ

اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَكَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى

کی شان میں مگر پکی بات بے شک مسیح جو ہے عیسیٰ مریم کا بیٹا وہ رسول ہے اللہ کا اور اس کا کلام ہے جس کو ڈالا

مَرْيَمَ وَرُوْحٌ مِّنْهُ ۡ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ ۚ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ ۭ اِنْتَهُوْا خَيْرًا

مریم کی طرف اور روح ہے اس کے ہاں کی سو مانو اللہ کو اور اس کے رسولوں کو اور نہ کہو کہ خدا تین ہیں اس بات کو چھوڑو بہتر ہوگا

لَّكُمْ ۭ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۘ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي

تمہارے واسطے بے شک اللہ معبود ہے اکیلا اس کے لائق نہیں ہے کہ اس کے اولاد ہو ف۲۳۲ اسی کا ہے جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ

الْاَرْضِ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِيْلًا ﴿١٧١﴾

زمین میں ہے اور کافی ہے اللہ کارساز ف۲۳۳

وقف لازم ع ۲۳

فائدہ:[۲۲۸] پیغمبروں کی آمد کا مقصد:......اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو برابر بھیجا کہ مومنوں کو خوشخبری سنائیں اور کافروں کو ڈرائیں تا کہ لوگوں کو قیامت کے دن اس عذر کی جگہ نہ رہے کہ ہم کو تیری مرضی اور غیر مرضی معلوم نہ تھی، معلوم ہوتی تو ضرور اس پر چلتے سو جب اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کو معجزے دے کر بھیجا اور پیغمبروں نے راہ حق بتلائی تو اب دین حق کے قبول نہ کرنے میں کسی کا کوئی عذر نہیں سنا جا سکتا۔ وحیٔ الٰہی ایسی قطعی حجت ہے کہ اس کے رُو بہ رُو کوئی حجت نہیں چل سکتی بلکہ سب حجتیں قطع ہو جاتی ہیں اور یہ اللہ کی حکمت اور تدبیر ہے اور زبردستی کرے تو کون روک سکتا ہے مگر اس کو پسند نہیں۔

فائدہ:[۲۲۹] وحی کا تسلسل، عظمت قرآن اور شرف مصطفیٰ:......یعنی وحی ہر پیغمبر کو آتی رہی یہ کچھ نئی بات نہیں سب کو معلوم ہے لیکن اس قرآن میں اللہ نے اپنا خاص علم اُتارا اور اللہ اس حق کو ظاہر کر دے گا، چنانچہ جاننے والے جانتے ہیں کہ جو علوم اور حقائق قرآن مجید میں سے حاصل ہوئے اور برابر حاصل ہوتے رہیں گے وہ کسی کتاب سے نہیں ہوئے اور جس قدر ہدایت لوگوں کو حضرت ﷺ سے ہوئی اور کسی سے نہیں ہوئی۔

فائدہ:[۲۳۰]......قرآن مجید اور حضرت پیغمبر ﷺ کی تصدیق اور توثیق کے بعد فرماتے ہیں کہ اب جو لوگ آپ سے منکر ہوئے اور توریت میں جو آپ کے اوصاف اور حالات موجود تھے ان کو چھپا لیا اور لوگوں پر کچھ کا کچھ ظاہر کر کے ان کو بھی دین حق سے باز رکھا سو ایسوں کو نہ مغفرت نصیب ہو، نہ ہدایت۔ جس سے خوب واضح ہو گیا کہ ہدایت آپ کی متابعت میں منحصر ہے اور گمراہی آپ کی مخالفت کا نام ہے جس سے یہود کو پوری سرزنش ہو گئی اور ان کے خیالات کی تغلیط واضح ہو گئی۔

فائدہ:[۲۳۱] رسول ﷺ کی بات ماننے میں ہی خیریت ہے:......آپ کی اور آپ کی کتاب کی تصدیق اور آپ کے مخالفین یعنی اہلِ کتاب کی تغلیط اور تضلیل بیان فرما کر اب عام سب لوگوں کو منادی کی جاتی ہے کہ اے لوگو! ہمارا رسول سچی کتاب اور سچا دین لے کر تمہارے پاس پہنچ چکا، اب تمہاری خیریت اسی میں ہے کہ اس کی بات مانو اور نہ مانو گے تو خوب سمجھ لو کہ اللہ تعالیٰ ہی کا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اور تمہارے تمام احوال اور افعال سے خبردار ہے، تمہارے اعمال کا پورا حساب و کتاب ہو کر اس کا بدلہ ملے گا۔ (فائدہ) اس ارشاد سے بھی صاف معلوم ہو گیا کہ وحی جو پیغمبر پر نازل ہو اس کا ماننا فرض اور اس کا انکار کفر ہے۔

فائدہ:[۲۳۲] شرک، غلو فی الدین کی ممانعت اور تثلیث کی تردید:......اہلِ کتاب اپنے انبیاء کی تعریف میں غلو سے کام لیتے اور حد سے نکل جاتے خدا اور خدا کا بیٹا کہنے لگتے سو خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ دین کی بات میں مبالغہ مت کرو اور جس سے اعتقاد ہو اس کی تعریف میں حد سے نہ بڑھنا چاہیے، جتنی بات تحقیق ہو اس سے زیادہ نہ کہے اور حق تعالیٰ کی شانِ مقدس میں بھی وہی بات کہو جو سچی اور محقق ہو اپنی طرف سے کچھ مت کہو، تم نے یہ کیا غضب کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جو کہ رسول اللہ ہیں اور اللہ کے حکم سے پیدا ہوئے تھے انکو وحی کے خلاف خدا کا

بیٹا کہنے لگے اور تین خدا کے معتقد ہو گئے ایک خدا دوسرے حضرت عیسیٰ علیہ السلام تیسرے حضرت مریم رضی اللہ عنہا ان باتوں سے باز آ ؤ۔ اللہ تعالیٰ واحد اور یکتا ہے کوئی اس کا شریک نہیں اور نہ کوئی اسکا بیٹا ہو سکے، اسکی ذات پاک اس سے منزہ اور مقدس ہے، یہ تمام خرابی اسکی ہے کہ تم نے وحی کی اطاعت اور پابندی نہ کی، وحی کی متابعت کرتے تو خدا کے لیے بیٹا نہ مانتے اور تین خدا کے قائل ہو کر صریح مشرک نہ ہوتے اور محمد رسول اللہ سید الرسل ﷺ اور قرآن مجید افضل الکتب کی تکذیب کر کے آج ڈبل کافر نہ بنتے۔ (فائدہ) اہل کتاب کے ایک فریق نے تو حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو رسول بھی نہ مانا اور قتل کرنا پسند کیا جنکا ذکر پہلے گزرا، دوسرے فریق نے انکو خدا کا بیٹا کہا دونوں کافر ہو گئے۔ دونوں فریق کی گمراہی کا سبب یہی ہوا کہ وحی کا خلاف کیا، اس سے ظاہر ہو گیا کہ نجات وحی کی متابعت میں منحصر ہے۔

فائدہ: [٢٣٣] **اللہ واحد ہے اولاد اور شریک سے منزہ ہے:**...... یعنی آسمانوں اور زمین میں نیچے سے اوپر تک جو کچھ ہے سب اسکی مخلوق اور اسکی مملوک اور اسکے بندے ہیں، پھر کیسے اسکا شریک یا اسکا بیٹا کون اور کیونکر ہو سکتا ہے اور اللہ تعالیٰ سب کام بنانے والا ہے اور سب کی کارسازی کے لیے وہی کافی اور بس ہے کسی دوسرے کی حاجت نہیں، پھر بتلایئے اسکو شریک یا بیٹے کی حاجت کیسے ہو سکتی ہے۔ خلاصہ یہ ہوا کہ نہ کسی مخلوق میں اسکے شریک بننے کی قابلیت اور لیاقت اور نہ اسکی ذات پاک میں اسکی گنجائش اور نہ اسکو اسکی حاجت، جس سے معلوم ہو گیا کہ مخلوقات میں سے کسی کو خدا تعالیٰ کا شریک یا بیٹا کہنا اسکا کام ہے جو ایمان اور عقل دونوں سے محروم ہو۔

فائدہ:...... مضمون بالا سے یہ سمجھ میں آ گیا کہ جو کوئی حق تعالیٰ کے لیے بیٹا یا کسی کو اسکا شریک مانتا ہے وہ حقیقت میں جمیع موجودات کو مخلوقِ باری اور باری تعالیٰ کو خالق جملہ موجودات نہیں مانتا اور نیز اللہ تعالیٰ کو سب کی حاجت براری اور کارسازی کے لیے کافی نہیں جانتا، گویا خدا کو خدائی سے نکال کر مخلوقات اور ممکنات میں داخل کر دیا تو اب ارشاد ﴿سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ یَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ﴾ میں جس ناپا کی کی طرف اشارہ خفی تھا اسکا پتہ چل گیا اور فرزندِ حقیقی اور فرزندِ مجازی اور ظاہری دونوں میں وہ ناپا کی چونکہ برابر موجود ہے تو خوب سمجھ میں آ گیا کہ اس کی ذاتِ مقدس جیسے اس سے پاک ہے کہ اسکے بیٹا پیدا ہو، ایسا ہی اس سے بھی پاک اور برتر ہے کہ اپنی مخلوق میں سے کسی کو بیٹا بنائے۔

لَنْ یَّسْتَنْكِفَ الْمَسِیْحُ اَنْ یَّكُوْنَ عَبْدًا لِّلّٰهِ وَلَا الْمَلٰٓىِٕكَةُ الْمُقَرَّبُوْنَ ؕ وَمَنْ

مسیح کو اس سے ہرگز عار نہیں کہ وہ بندہ ہو اللہ کا اور نہ فرشتوں کو جو مقرب ہیں ف ٢٣٤ اور جس کو

یَّسْتَنْكِفْ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَیَسْتَكْبِرْ فَسَیَحْشُرُهُمْ اِلَیْهِ جَمِیْعًا ﴿١٧٢﴾ فَاَمَّا الَّذِیْنَ

عار آوے اللہ کی بندگی سے اور تکبر کرے سو وہ جمع کرے گا ان سب کو اپنے پاس اکٹھا پھر جو لوگ

اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فَیُوَفِّیْهِمْ اُجُوْرَهُمْ وَیَزِیْدُهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۚ وَاَمَّا

ایمان لائے اور عمل کئے انہوں نے اچھے تو ان کو پورا دے گا ان کا ثواب اور زیادہ دے گا اپنے فضل سے اور جنہوں

الَّذِیْنَ اسْتَنْكَفُوْا وَاسْتَكْبَرُوْا فَیُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۙ وَّلَا یَجِدُوْنَ لَهُمْ مِّنْ

نے عار کی اور تکبر کیا سو ان کو عذاب دے گا عذاب دردناک اور نہ پاویں گے اپنے

دُوْنِ اللّٰهِ وَلِیًّا وَّلَا نَصِیْرًا ﴿١٧٣﴾ یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور نہ مددگار ف ٢٣٥ اے لوگو تمہارے پاس پہنچ چکی تمہارے رب کی طرف سے سند

وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ﴿۱۷۴﴾ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ

اور اتاری ہم نے تم پر روشنی واضح سو جو لوگ ایمان لائے اللہ پر اور اس کو مضبوط

فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ﴿۱۷۵﴾

پکڑا تو ان کو داخل کرے گا اپنی رحمت اور فضل میں اور پہنچا دے گا ان کو اپنی طرف سیدھے راستہ پر ف ۲۳۶

فَائِدَۃ:[۲۳۴]......یعنی اللہ کا بندہ ہونا اور اس کی عبادت کرنا اور اس کے حکموں کو بجالانا تو اعلیٰ درجہ کی شرافت اور عزت ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام اور ملائکہ مقربین سے اس نعمت کی قدر اور ضرورت پوچھئے ان کو اس سے کیسے ننگ اور عار آ سکتا ہے، البتہ ذلت اور غیرت تو اللہ کے سوا کسی دوسرے کی بندگی میں ہے، جیسے نصاریٰ نے حضرت مسیح علیہ السلام کو "ابن اللہ" اور معبود مان لیا اور مشرکین فرشتوں کو اللہ کی بیٹیاں مان کر ان کی اور بتوں کی عبادت کرنے لگے سو ان کے لیے ہمیشہ کو عذاب اور ذلت ہے۔

فَائِدَۃ:[۲۳۵] بندگی پر ثواب عظیم اور سرکشی پر عذاب عظیم:......یعنی جو شخص اللہ تعالیٰ کی بندگی سے ناک چڑھاوے گا اور سرکشی کرے گا تو وہ یونہی نہ چھوڑ دیا جائے گا بلکہ ایک روز سب کو اللہ کے سامنے جمع ہونا ہے اور حساب دینا ہے، سو جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے یعنی اللہ کی بندگی پوری بجالائے ان کو ان کے کاموں کا پورا ثواب ملے گا، بلکہ اللہ کے فضل سے بڑی بڑی نعمتیں ان کے ثواب سے زیادہ بھی ان کو عنایت ہوں گی اور جنہوں نے اللہ تعالیٰ کی بندگی سے ناک چڑھائی اور سرکشی کی وہ عذاب عظیم میں گرفتار ہوں گے اور کوئی ان کا خیرخواہ اور مددگار نہ ہوگا، جن کو اللہ کی بندگی میں شریک کر کے عذاب میں پڑے وہ بھی کام نہ آئیں گے، سو اب نصاریٰ خوب سمجھ لیں کہ ان دونوں صورتوں میں سے ان کے مناسب حال کیا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کے موافق شان کیا ہے۔

فَائِدَۃ:[۲۳۶] قرآن مجید ہدایت کیلئے کافی اور وافی ہے:...... پہلے سے وحی الٰہی اور بالخصوص قرآن مجید کی عظمت اور اس کی حقانیت کا بیان اور اس کی متابعت اور اتباع کی تاکیدات کا ذکر تھا، اسی کے ذیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کی الوہیت اور ان کے ابن اللہ ہونے کا ذکر کیا تھا جس کے قائل نصاریٰ تھے، اس کی تردید اور ابطال کے بعد اب اخیر میں پھر اسی اصلی اور ضروری بات کی سب کو تاکید فرمائی جاتی ہے کہ اے لوگو! تمہارے پاس رب العالمین کی طرف سے حجت کامل اور نور روشن پہنچ چکا جو ہدایت کے لیے کافی اور وافی ہے یعنی قرآن مجید، اب کسی تامل اور تردد کی گنجائش نہیں، سو جو کوئی اللہ پر ایمان لائے گا اور اس مقدس کتاب کو مضبوط پکڑے گا وہ اللہ کی رحمت اور فضل میں داخل ہوگا اور براہ راست اس تک پہنچے گا اور جو اس کے خلاف کریگا اس کی گمراہی اور خرابی اسی سے سمجھ لیجیے۔

يَسْتَفْتُوْنَكَ ۭ قُلِ اللّٰهُ يُفْتِيْكُمْ فِي الْكَلٰلَةِ ۭ اِنِ امْرُؤٌا هَلَكَ لَيْسَ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَهٗ

حکم پوچھتے ہیں تجھ سے سو کہہ دے اللہ حکم بتاتا ہے تم کو کلالہ کا ف ۲۳۷ اگر کوئی مرد مر گیا اور اس کے بیٹا نہیں اور اس

اُخْتٌ فَلَهَا نِصْفُ مَا تَرَكَ ۚ وَهُوَ يَرِثُهَآ اِنْ لَّمْ يَكُنْ لَّهَا وَلَدٌ ۭ فَاِنْ كَانَتَا

کے ایک بہن ہے تو اس کو پہنچے آدھا اس کا جو چھوڑ مرا ف ۲۳۸ اور وہ بھائی وارث ہے اس بہن کا اگر نہ ہو اس کے بیٹا ف ۲۳۹

اثْنَتَيْنِ فَلَهُمَا الثُّلُثٰنِ مِمَّا تَرَكَ ؕ وَاِنْ كَانُوْۤا اِخْوَةً رِّجَالًا وَّنِسَآءً فَلِلذَّكَرِ

پھر اگر بہنیں دو ہوں تو ان کو پہنچے دو تہائی اس مال کا جو چھوڑ مرا ف ۲۴۰ اور اگر کئی شخص ہوں اسی رشتہ کے کچھ مرد اور کچھ عورتیں تو ایک مرد کا

مِثْلُ حَظِّ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اَنْ تَضِلُّوْا ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝١٧٦ ع ۲۴

حصہ ہے برابر دو عورتوں کے ف ۲۴۱ بیان کرتا ہے اللہ تمہارے واسطے تا کہ تم گمراہ نہ ہو ف ۲۴۲ اور اللہ ہر چیز سے واقف ہے ف ۲۴۳

فائدہ: [۲۳۷] کلالہ کی میراث کا بیان: ......شروع سورت میں آیت میراث میں کلالہ کی میراث کا ذکر گزر چکا ہے، اس کے بعد جو بعض صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس کے متعلق زیادہ تفصیل پوچھنی چاہی تو اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ کلالہ کے معنی کمزور اور ضعیف، یہاں وہ شخص مراد ہے جس کے وارثوں میں باپ اور اولاد میں سے کوئی نہ ہو جیسا کہ پہلے بیان ہوا، کیونکہ اصلی وارث والد اور ولد ہی ہیں، جس کے یہ نہیں تو اس کے حقیقی بھائی بہن کو بیٹا بیٹی کا حکم ہے اور اگر حقیقی نہ ہوں تو یہی حکم سوتیلوں کا ہے جو کہ باپ میں شریک ہوں، ایک بہن ہو تو آدھا اور دو بہن ہوں تو دو تہائی اور اگر بھائی اور بہن دونوں ہیں تو مرد کو دوہرا حصہ اور عورت کو اکہرا حصہ ملے گا اور اگر فقط بھائی ہوں بہن کوئی نہ ہو تو وہ بہن کے مال کے وارث ہوں گے یعنی ان کا کوئی حصہ معین نہیں کیونکہ وہ عصبہ ہیں جیسا کہ آیت میں آگے یہ سب صورتیں مذکور ہیں، اب باقی رہ گئے وہ بھائی بہن جو صرف ماں میں شریک ہوں جن کو اخیافی کہتے ہیں سو ان کا حکم شروع سورت میں فرما دیا گیا ان کا حصہ معین ہے۔

فائدہ: [۲۳۸] ......یعنی اگر کوئی مرد مر گیا اور اس نے ایک بہن چھوڑی، نہ بیٹا چھوڑا، نہ باپ، تو اس کو میراث میں نصف مال ملے گا۔

فائدہ: [۲۳۹] ......یعنی اور اگر اس کے برعکس ہو، یعنی کوئی عورت لاولد مر گئی اور اس نے بھائی اعیانی یا علاتی چھوڑا تو وہ بہن کے مال کا وارث ہوگا، کیونکہ وہ عصبہ ہے اور اگر اس نے لڑکا چھوڑا تو بھائی کو کچھ نہ ملے گا اور لڑکی چھوڑی تو لڑکی سے جو بچے گا وہ اس بھائی کو ملے گا اور بھائی یا بہن اخیافی چھوڑے گی تو اس کے لیے چھٹا حصہ معین ہے جیسا کہ ابتداء سورت میں ارشاد ہوا۔

فائدہ: [۲۴۰] ......اور اگر دو سے زیادہ بہنیں چھوڑے تو ان کو بھی دو تہائی دیا جائے گا۔

فائدہ: [۲۴۱] ......کچھ مرد اور کچھ عورتیں یعنی کچھ بھائی اور کچھ بہنیں چھوڑیں تو بھائی کا دوہرا اور بہن کا اکہرا حصہ ہے جیسا کہ اولاد کا حکم ہے۔

فائدہ: [۲۴۲] احکام ربانی گمراہی سے حفاظت اور ہدایت کا سامان ہیں: ......یعنی اللہ رحیم و کریم محض اپنے بندوں کی ہدایت کے لیے اور ان کو گمراہی سے بچانے کی غرض سے اپنے احکام حقہ صادقہ بیان فرماتا ہے، جیسا یہاں میراث کلالہ کو بیان فرما دیا۔ اس کی اس میں کوئی غرض نہیں وہ سب سے غنی اور بے نیاز ہے، تو اب جو اس مہربانی کی قدر نہ کرے بلکہ اس کے حکم سے انحراف کرے اس کی شقاوت کا کیا ٹھکانا؟ اس سے معلوم ہو گیا کہ بندہ کو جملہ احکام کی تابعداری لازم ہے اگر ایک معمولی اور جزوی امر میں بھی خلاف کرے گا تو گمراہی ہے، پھر جو لوگ اس کی ذات پاک اور اس کی صفات کمال میں اس کے حکم کا خلاف کرتے ہیں اور اپنی عقل اور اپنی خواہش کو اس کے مقابلہ میں اپنا مقتدا بناتے ہیں اُن کی ضلالت اور خباثت کو اسی سے سمجھ لیجیے کہ کس درجہ کی ہوگی۔

فائدہ: [۲۴۳] مسائل دینیہ کے استفسار کی ترغیب اور فوائد: ......اس سے پہلے معلوم ہوا تھا کہ حق سبحانہ اپنے بندوں کی ہدایت کو پسند فرماتا ہے اب فرمایا کہ اس کو سب چیزیں معلوم ہیں تو مطلب یہ نکلا کہ مسائل دینیہ میں جو ضرورت پیش آئے اسکو پوچھ لو، سو اس ارشاد میں صحابہ نے جو کلالہ کے مسئلہ میں استفسار فرمایا تھا اس کی تحسین کی طرف اور آئندہ کو ایسے سوالات کرنے کی ترغیب کی طرف اشارہ سمجھ میں آتا ہے۔ اور یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ اللہ سب کچھ جانتا ہے یعنی تم نہیں جانتے، تم تو یہ بھی نہیں بتلا سکتے کہ کلالہ اور اس کے سوا دیگر صورتوں

میں جو حصہ مقرر فرمایا گیا اس کی وجہ حقیقت میں کیا ہے؟ پھر آدمی کی عقل اس قابل کب ہوسکتی ہے کہ اس کے بھروسے حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی ذات وصفات میں وحی کے خلاف پر جرأت کرے، جو اپنے تعلقات اور اپنے اقارب کے فرق اور امتیاز سے عاجز ہو وہ ذات بے چون وبے چگوں [جس کی صفات تک عقل کی رسائی نہ ہو مراد اللہ تعالیٰ] اور اس کی صفات کو بدون اس کے بتلائے کیا سمجھ سکتا ہے۔

فَائِدَة: اہل کتاب اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں نمایاں فرق:...... اس جگہ کلالہ کے حکم اور اس کے سبب نزول کو بیان فرمانے سے چند باتیں معلوم ہوئیں: اوّل یہ کہ جیسا پہلے ﴿وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ﴾ [نساء: ۱۷۰] فرما کر اسکے بعد بطریق تمثیل اہل کتاب کا حال ذکر فرمایا تھا، ایسے ہی ارشاد ﴿فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ﴾ [نساء: ۱۷۵] کے بعد اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وعلیہم اجمعین کو بطریق تمثیل ذکر فرمایا تاکہ وحی سے انحراف کرنے والوں کی گمراہی اور برائی اور وحی کا اتباع کرنے والوں کی حقانیت اور بھلائی خوب سمجھ میں آجائے، اسی کے ذیل میں دوسری بات یہ بھی ظاہر ہوگئی کہ اہل کتاب نے تو یہ غضب کیا کہ ذات اقدس سبحانہٗ وتعالیٰ کے لیے شریک اور اولاد جیسے شنیع امر کو اپنا ایمان بنالیا اور وحی الٰہی کا خم ٹھونک کر خلاف کیا اور اصحاب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی یہ حالت ہے کہ اصول ایمان اور عبادات تو درکنار معاملات جزئیہ اور معمولی مسائل متعلقۂ میراث نکاح وغیرہ میں بھی وحی کے متجسس اور منتظر رہتے ہیں اور ہر امر میں رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے منہ کو تکتے ہیں اپنی عقل اور خواہش کو حاکم نہیں سمجھتے اگر ایک دفعہ میں تشفی نہ ہوئی تو مکرر حاضر خدمت ہوکر دریافت کرتے ہیں۔ مصرعہ...... ع

ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بہ کجا

اور یہ بھی معلوم ہوگیا کہ حضرت سید المرسلین بھی بلا حکم وحی اپنی طرف سے حکم نہ فرماتے تھے اگر کسی امر میں حکم وحی موجود نہ ہوتا تو حکم فرمانے میں نزول وحی کا انتظار فرماتے، جب وحی آتی تب حکم فرماتے۔ اس سے صاف معلوم ہوگیا کہ ذات پاک وحدہٗ لاشریک لہٗ کے سوا کوئی حاکم نہیں، چنانچہ آیات متعددہ میں ﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ وغیرہ صاف مذکور ہے، باقی جو ہیں وہ سب واسطہ ہیں ان کے ذریعہ سے اوروں کو حکم الٰہی پہنچایا جاتا ہے، البتہ اتنا فرق ہے کوئی واسطہ قریب ہے کوئی بعید، جیسا حکم سلطانی پہنچانے کے لیے وزیراعظم اور دیگر مقربین شاہی اور حکام اعلیٰ اور ادنیٰ درجہ بدرجہ سب واسطہ ہوتے ہیں، پھر اس سے زیادہ گمراہی کیا ہوگی کہ کسی امر میں وحی الٰہی کے مقابلہ میں کوئی گمراہ کسی کی بات سنے اور اس پر عمل کرے۔ شعر

آنانکہ زروئے تو بجائے نگر انند
کوتہ نظر انند چہ کوتہ نظرانند

نیز اشارہ ہے اس طرف کہ ایک دفعہ تمام کتاب کے نازل ہونے میں جیسا کہ اہل کتاب درخواست کرتے ہیں وہ خوبی نہیں جو حسب حاجت اور حسب موقع متفرق نازل ہونے میں ہے، کیونکہ ہر کوئی اپنی ضرورت کے موافق اس صورت میں سوال کرسکتا ہے اور بذریعہ وحی متلو اس کو جواب مل سکتا ہے جیسا کہ اس موقع میں اور قرآن مجید کے بہت سے مواقع میں موجود ہے اور یہ صورت مفیدتر ہونے کے علاوہ بوجہ شرافت ذکر خداوندی وعزت خطاب حق عزوجل ایسے فخر عظیم پر مشتمل ہے جو کسی امت کو نصیب نہیں ہوا ﴿وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ﴾۔ جس صحابی کی بھلائی میں یا اسکے سوال کے جواب میں کوئی آیت نازل ہوئی وہ اس کے مناقب میں شمار ہوتی ہے اور اختلاف کے موقع میں جسکی رائے یا جس کے قول کے موافق وحی متلو اتری قیامت تک ان کی خوبی اور نام نیک باقی رہے گا۔ سو کلالہ کے متعلق سوال و جواب کا ذکر فرما کر اس طرح کے بالعموم سوالات اور جوابات کی طرف اشارہ فرمادیا اور شاید اسی اشارہ کی غرض سے سوال کو مطلق رکھا مسئول عنہ کو سوال کے ساتھ ذکر نہ فرمایا بلکہ جواب میں اس کی تصریح فرمائی، جس کی دوسری نظیر قرآن شریف میں نہیں اور نیز جواب کو

بالتصریح حق تعالیٰ کی طرف منسوب فرمایا۔ واللہ اعلم واللہ الہادی! الحاصل جملہ احکام کے لیے وحی الٰہی منشا اور اصل ہے اور ہدایت اسی کی متابعت پر موقوف ہے اور کفر و ضلالت اسی کی مخالفت میں منحصر ہے اور چونکہ آپ کے زمانہ میں یہود و نصاریٰ اور جملہ مشرکین اور جملہ اہل ضلالت کی گمراہی کی جڑ یہی مخالفت تھی اس لیے حق تعالیٰ نے اپنے کلام پاک میں بہت جگہ وحی کی متابعت کی خوبی اور اسکی مخالفت کی خرابی پر متنبہ فرمایا، بالخصوص اس موقع میں تو دو رکوع اس مہتم بالشان مضمون کے لیے نازل فرمائے اور تفصیل اور تمثیل کیساتھ بیان فرمایا، شاید اسی وجہ سے امام بخاری رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں باب ''کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ'' منعقد فرما کر آیت ﴿اِنَّاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ كَمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ﴾ [نساء: ۱۶۳] کو ترجمۃ الباب میں داخل کیا اور ان دونوں رکوع کی طرف اشارہ کر گئے گویا مطلب یہ ہے دقولہ تعالیٰ: ﴿اِنَّاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ كَمَاۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلٰى نُوْحٍ وَّالنَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ الیٰ آخر مضمون الوحی۔ واللہ اعلم!

ایاتہا ١٢١ — ٥ سُوْرَةُ الْمَآىِٕدَةِ مَدَنِيَّةٌ ١١٢ — رکوعاتہا ١٦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ ۭ اُحِلَّتْ لَكُمْ بَهِيْمَةُ الْاَنْعَامِ اِلَّا مَا يُتْلٰى

اے ایمان والو پورا کرو عہدوں کو ف ١ حلال ہوئے تمہارے لئے چوپائے مویشی ف ٢ سوائے ان کے جو تم کو آگے سنائے جاویں گے ف ٣

عَلَيْكُمْ غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ مَا يُرِيْدُ ①

مگر حلال نہ جانو شکار کو احرام کی حالت میں ف ٤ اللہ حکم کرتا ہے جو چاہے ف ٥

فائدہ: [١] **ایفائے عہد کی ترغیبی ہدایت:**...... ایمان شرعی دو چیزوں کا نام ہے صحیح معرفت اور تسلیم وانقیاد۔ یعنی خدا اور رسول کے جملہ ارشادات کو صحیح وصادق سمجھ کر تسلیم وقبول کے لیے اخلاص سے گردن جھکا دینا۔ اس تسلیمی جزء کے لحاظ سے ایمان فی الحقیقت تمام قوانین و احکامِ الٰہیہ کے ماننے اور جملہ حقوق ادا کرنے کا ایک مضبوط عہد واقرار ہے گویا حق تعالیٰ کی ربوبیتِ کاملہ کا وہ اقرار جو عہدِ الست ..... کے سلسلہ میں لیا گیا تھا جس کا نمایاں اثر انسان کی فطرت اور سرشت [پیدائش] میں آج تک موجود ہے اسی کی تجدید وتشریح ایمان شرعی سے ہوتی ہے۔ پھر ایمان شرعی میں جو کچھ اجمالی عہد وپیان تھا اسی کی تفصیل پورے قرآن وسنت میں دکھلائی گئی ہے، اس صورت میں دعوائے ایمان کا مطلب یہ ہوا کہ بندہ تمام احکامِ الٰہیہ میں خواہ ان کا تعلق براہِ راست خدا سے ہو یا بندوں سے، جسمانی تربیت سے ہو یا روحانی اصلاح سے، دنیوی مفاد سے ہو یا اُخروی فلاح سے، شخصی زندگی سے ہو یا حیاتِ اجتماعی سے، صلح سے ہو یا جنگ سے، اس کا عہد کرتا ہے کہ ہر نہج سے اپنے مالک کا وفادار رہے گا۔ نبی کریم ﷺ جو عہد وپیان اسلام، جہاد، سمع وطاعت، یا دوسرے عمدہ خصال اور اُمورِ خیر کے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم سے بشکلِ بیعت لیتے تھے، وہ اسی عہد ایمانی کی ایک محسوس صورت تھی۔ اور چونکہ ایمان کے ضمن میں بندہ کو حق تعالیٰ کے جلال و جبروت کی صحیح معرفت اور اس کی شان انصاف وانتقام اور وعدوں کی سچائی کا پورا پورا یقین بھی حاصل ہو چکا ہے، اس کا مقتضا یہ ہے کہ وہ بدعہدی اور غداری کے مہلک عواقب سے ڈر کر اپنے تمام عہدوں کو جو خدا سے یا بندوں سے یا خود اپنے نفس سے کیے ہوں، اس طرح پورا کرے کہ مالک حقیقی کی وفاداری میں کوئی فرق نہ آنے پائے۔ اس تقریر کے موافق عقود (عہدوں) کی تفسیر میں جو مختلف چیزیں سلف سے منقول ہیں ان سب میں تطبیق ہو جاتی ہے اور آیت میں "ایمان والو" کے لفظ سے خطاب فرمانے کا لطفِ مزید حاصل ہوتا ہے۔

فائدہ: [٢] **حلال جانوروں سے انتفاع کی اجازت:**...... "سورہ نساء" میں گذر چکا کہ یہود کو ظلم وبدعہدی کی سزا میں بعض حلال و طیب چیزوں سے محروم کر دیا گیا تھا: ﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ﴾ [نساء: ١٦٠] جن کی تفصیل "سورہ انعام" میں ہے: اب اُمتِ مرحومہ کو ایفائے عہد کی ہدایت کے ساتھ ان چیزوں سے بھی منتفع ہونے کی اجازت دے دی گئی یعنی اونٹ، گائے،

المنزل (٢)

بھیڑ، بکری اور اسی جنس کے تمام اہلی اور وحشی (پالتو اور جنگلی) چوپائے مثلاً: ہرن، نیل گائے وغیرہ تمہارے لیے ہر حالت میں حلال کیے گئے، بجز ان حیوانات یا حالات کے جن کے متعلق حق تعالیٰ نے قرآنِ کریم میں یا نبی کریم ﷺ کی زبانی تمہارے جسمانی یا روحانی یا اخلاقی مصلحت کے لیے ممانعت فرما دی ہے۔

فائدہ: [۳]...... غالباً اس سے مراد وہ چیزیں ہیں جو اسی رکوع کی تیسری آیت میں بیان کی گئی ہیں۔ یعنی ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ﴾ سے ﴿ذٰلِكُمْ فِسْقٌ﴾ تک۔

فائدہ: [۴] **حرم اور حالتِ احرام میں شکار جائز نہیں:**...... محرم کو صرف خشکی کے جانور کا شکار جائز نہیں۔ دریائی شکار کی اجازت ہے اور جب حالتِ احرام کی رعایت اس قدر ہے کہ اس میں شکار کرنا ممنوع ٹھہرا تو خود حرم شریف کی حرمت کا لحاظ اس سے کہیں زیادہ ہونا چاہیے۔ یعنی حرم کے جانور کا شکار محرم و غیر محرم سب کے لیے حرام ہوگا جیسا کہ ﴿لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ﴾ کے عموم سے مترشح ہوتا ہے۔

فائدہ: [۵] **خدائی اختیار:**...... جس خدا نے تمام مخلوقات کو پیدا کیا پھر کمالِ حکمت سے ان میں باہم فرق مراتب رکھا ہر نوع میں اس کی استعداد کے موافق جدا جدا فطری خواص و قویٰ ودیعت کیے، زندگی اور موت کی مختلف صورتیں تجویز کیں بلاشبہ اسی خدا کو اپنی مخلوقات میں یہ حق حاصل ہے کہ اپنے اختیار کامل، علم محیط اور حکمت بالغہ کے اقتضاء سے جس چیز کو جس کسی کیلئے جن حالات میں چاہے، حلال یا حرام کر دے: ﴿لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ﴾ [انبیاء: ۲۳]

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا

اے ایمان والو حلال نہ سمجھو اللہ کی نشانیوں کو ف ٦ اور نہ ادب والے مہینے کو ف ٧ اور نہ اس جانور کو جو نیاز کعبہ کی ہو اور

الْقَلَآئِدَ وَلَآ آٰمِّيْنَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ يَبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّهِمْ وَرِضْوَانًا ؕ وَاِذَا

نہ جن کے گلے میں پٹا ڈال کر لے جاویں کعبہ کو ف ٨ اور نہ آنے والوں کو حرمت والے گھر کی طرف جو ڈھونڈتے ہیں فضل اپنے رب کا اور اس کی خوشی ف ٩

حَلَلْتُمْ فَاصْطَادُوْا ؕ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ اَنْ صَدُّوْكُمْ عَنِ الْمَسْجِدِ

اور جب احرام سے نکلو تو شکار کر لو ف ١٠ اور باعث نہ ہو تم کو اس قوم کی دشمنی جو کہ تم کو روکتی تھی حرمت والی مسجد

الْحَرَامِ اَنْ تَعْتَدُوْا ۘ وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰى ۪ وَلَا تَعَاوَنُوْا عَلَى الْاِثْمِ

سے اس پر کہ زیادتی کرنے لگو ف ١١ اور آپس میں مدد کرو نیک کام پر اور پرہیزگاری پر اور مدد نہ کرو گناہ پر

وَالْعُدْوَانِ ۪ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۲

اور ظلم پر ف ١٢ اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے ف ١٣

وقف لازم

ع ١

فائدہ: [٦] **شعائر کی بے حرمتی مت کرو:**..... یعنی جو چیزیں حق تعالیٰ کی عظمت و معبودیت کے لیے علامات اور نشانات خاص قرار دی گئی ہیں ان کی بے حرمتی مت کرو۔ ان میں حرم محترم بیت اللہ شریف، جمرات، صفا مروہ، ہدی، احرام، مساجد کتب سماویہ وغیرہ تمامی حدود و فرائض اور احکام دینیہ شامل ہیں۔ آگے ان نشانیوں میں سے بعض مخصوص چیزوں کا جو مناسک سے متعلق ہیں، ذکر فرماتے ہیں جیسا کہ اس

سے پہلی آیت میں بھی محرم کے بعض احکام ذکر کیے گئے تھے۔

فَائِدَہ:[۷] ادب والے مہینوں میں خصوصی احترام کی ہدایت:...... ادب والے مہینے چار ہیں ﴿مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ﴾[توبہ:۳٦] ذوالقعدہ، ذی الحجہ، محرم، رجب۔ ان کی تعظیم واحترام یہ ہے کہ دوسرے مہینوں سے بڑھ کران میں نیکی اور تقویٰ کولازم پکڑے اور شروفساد سے بچنے کا اہتمام کیا جائے خصوصاً حجاج کوستا کر اور دق کر کے حج بیت اللہ سے نہ روکا جائے۔ گو یہ اُمور سال کے بارہ مہینوں میں واجب العمل ہیں لیکن ان محترم مہینوں میں بالخصوص بہت زیادہ مؤکد قرار دیے گئے۔ باقی دشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں جارحانہ اقدام، تو جمہور کا مذہب یہ ہی ہے بلکہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے اس پر اجماع نقل کیا ہے کہ اس کی ان مہینوں میں ممانعت نہیں رہی اس کا بیان سورۂ توبہ [آیت: ۳٦] میں آئے گا۔ ان شاء اللہ!

فَائِدَہ:[۸] ''ہدی'' سے تعرض ممنوع:...... قلائد، قلادہ کی جمع ہے، جس سے مراد وہ ہار یا پٹا ہے جو''ہدی'' کے جانور (یعنی جس کو حاجی حرم میں قربانی کے لئے لے جاتا ہے) کے گلے میں نشان کے طور پر ڈالتے تھے تا کہ ہدی کا جانور سمجھ کر اس سے تعرض نہ کیا جائے اور دیکھنے والوں کو اسی جیسا عمل کرنے کی ترغیب بھی ہو قرآن کریم نے ان چیزوں کی تعظیم وحرمت کو باقی رکھا۔ اور ہدی یا اس کی علامات سے تعرض کرنے کو ممنوع قرار دیا۔

فَائِدَہ:[۹] عازمین حج وعمرہ کی تعظیم واحترام:...... بظاہر یہ شان صرف مسلمانوں کی ہے۔ یعنی جو مخلص مسلمان حج وعمرہ کے لیے جائیں انکی تعظیم واحترام کرو، اور انکی راہ میں روڑے مت اٹکاؤ اور جو مشرکین حج بیت اللہ کیلئے آتے تھے، اگر وہ بھی اس آیت کے عموم میں داخل ہوں کیونکہ وہ بھی اپنے زعم اور عقیدہ کے موافق خدا کے فضل وقرب اور خوشنودی کے طالب ہوتے تھے، تو کہنا پڑے گا کہ یہ حکم اس وقت سے پہلے کا ہے جب کہ ﴿اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ هٰذَا﴾[توبہ:۲۸] کی منادی کرائی گئی۔

فَائِدَہ:[۱۰]...... یعنی حالت احرام میں شکار کی جو ممانعت کی گئی تھی، وہ احرام کھول دینے کے بعد باقی نہیں رہی۔

فَائِدَہ:[۱۱] عداوت کے جوش میں حد سے تجاوز نہ کرو:...... پچھلی آیت میں جن شعائر کو حق تعالیٰ نے معظم ومحترم قرار دیا تھا سن ٦ ہجری میں مشرکینِ مکہ نے ان سب کی اہانت کی، نبی کریم ﷺ اور تقریباً ڈیڑھ ہزار صحابہ ماہ ذیقعدہ میں محض عمرہ ادا کرنے کے لیے مدینہ طیبہ سے روانہ ہوئے، حدیبیہ کے مقام پر پہنچ کر مشرکین نے اس مذہبی وظیفہ کی بجا آوری سے روک دیا نہ حالتِ احرام کا خیال کیا، نہ کعبہ کی حرمت کا، نہ محترم مہینہ کا، نہ ہدی وقلائد کا، مسلمان شعائر اللہ کی اس توہین اور مذہبی فرائض سے روک دیئے جانے پر ایسی ظالم اور وحشی قوم کے مقابلہ میں جس قدر بھی غیظ وغضب اور بغض وعداوت کا اظہار کرتے وہ حق بجانب تھے اور جوشِ انتقام سے برافروختہ ہو کر جو کارروائی بھی کر بیٹھتے وہ ممکن تھی، لیکن اسلام کی محبت وعداوت دونوں جچی تلی ہیں۔ قرآنِ کریم نے ایسے جابر وظالم دشمن کے مقابلہ پر بھی اپنے جذبات کو قابو میں رکھنے کا حکم دیا، عموماً آدمی زیادہ محبت یا زیادہ عداوت کے جوش میں حد سے گزر جاتا ہے، اس لیے فرمایا کہ سخت سے سخت دشمنی تمہارے لیے اس کا باعث نہ ہو کہ تم زیادتی کر بیٹھو اور عدل وانصاف کو ہاتھ سے چھوڑ دو۔

فَائِدَہ:[۱۲] زیادتی روکنے کی تدبیر:...... اگر کوئی شخص بالفرض جوشِ انتقام میں زیادتی کر بیٹھے تو اس کے روکنے کی تدبیر یہ ہے کہ جماعتِ اسلام اس کے ظلم وعدوان کی اعانت نہ کرے۔ بلکہ سب مل کر نیکی اور پرہیزگاری کا مظاہرہ کریں اور اشخاص کی زیادتیوں اور بے اعتدالیوں کو روکیں۔

فَائِدَہ:[۱۳] اندیشۂ عذاب:...... یعنی حق پرستی، انصاف پسندی اور تمام عمدہ اخلاق کی جڑ خدا کا خوف ہے اور اگر خدا سے ڈر کر نیکی سے تعاون اور بدی سے ترکِ تعاون نہ کیا گیا تو عام عذاب کا اندیشہ ہے۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيرِ وَمَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللَّهِ بِهِ

حرام ہوا تم پر مردہ جانور ف ۱۴ اور لہو ف ۱۵ اور گوشت سور کا اور جس جانور پر نام پکارا جائے اللہ کے سوا کسی اور کا اور جو مر

وَالْمُنْخَنِقَةُ وَالْمَوْقُوذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيحَةُ وَمَا أَكَلَ السَّبُعُ إِلَّا مَا

گیا ہو گلا گھونٹنے سے یا چوٹ سے یا اونچے سے گر کر یا سینگ مارنے سے اور جس کو کھایا ہو درندہ نے مگر جس کو تم نے

ذَكَّيْتُمْ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ ذَٰلِكُمْ فِسْقٌ

ذبح کر لیا اور حرام ہے جو ذبح ہوا کسی تھان پر ف۱٦ اور یہ کہ تقسیم کرو جوئے کے تیروں سے یہ گناہ

الْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِينَ كَفَرُوا مِنْ دِينِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ الْيَوْمَ

کا کام ہے، آج نا امید ہو گئے کافر تمہارے دین سے سو ان سے مت ڈرو اور مجھ سے ڈرو ف۱۸

أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ

آج میں پورا کر چکا تمہارے لئے دین تمہارا ف۱۹ اور پورا کیا تم پر میں نے احسان اپنا ف۲۰ اور پسند کیا میں نے

دِينًا فَمَنِ اضْطُرَّ فِي مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِإِثْمٍ فَإِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَحِيمٌ ③

تمہارے واسطے اسلام کو دین ف۲۱ پھر جو کوئی لاچار ہو جاوے بھوک میں لیکن گناہ پر مائل نہ ہو تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۲۲

فائدہ:[۱۴] حرام جانور اور حرمت کی وجہ:......اس آیت سے جن چیزوں کا کھانا حرام ہوا ان میں اوّل میتۃ (مردار جانور) ہے جو واجب الذبح جانور ذبح کیے بدون [بغیر] خود اپنی موت سے مرجائے اسکا خون اور حرارت غریزیہ [طبعی حرارت] گوشت ہی میں مختقن [رکتی ہے] اور جذب ہوکر رہ جاتی ہے جسکی سمیت [زہریلا پن] اور گندگی سے کئی قسم کے بدنی اور دینی مضار [نقصانات] لاحق ہوتے ہیں۔(ابن کثیر) شاید اسی تعلیل پر متنبہ فرمانے کے لیے میتۃ (مردہ جانور) کے بعد دَم (خون) کی حرمت مذکور ہوئی اس کے بعد حیوانات کی ایک خاص نوع (خنزیر) کی تحریم کا ذکر کیا، جس کی بے انتہا نجاست خوری اور بے حیائی مشہور عام ہے شاید اسی لیے شریعت حقہ نے دَم (خون) کی طرح اسکو نجس العین قرار دیا ان تین چیزوں کے ذکر کے بعد جنکی ذوات میں مادی گندگی اور خباثت پائی جاتی تھی، محرمات کی ایک اور قسم کا ذکر فرمایا یعنی وہ جانور جو اپنی ذات کے اعتبار سے حلال وطیب ہے، مگر مالک حقیقی کے سوا کسی اور کی نیاز کے طور پر نامزد کر دیا گیا ہو اسکا کھانا بھی نیت کی خباثت اور عقیدہ کی گندگی کی بنا پر حرام ہے، کسی جاندار کی جان صرف اسی مالک وخالق کے حکم اور نام پر لی جاسکتی ہے جس کے حکم اور ارادہ سے اس پر موت وحیات طاری ہوتی ہے۔ باقی ''منخنقہ'' وغیرہ غیر مذبوح جانور سب میتۃ کے حکم میں داخل ہیں جیسا کہ ﴿مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾، ﴿مَا أُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ کے ساتھ ملحق ہے، جاہلیت میں ان سب چیزوں کے کھانے کی عادت تھی اسی لیے اس قدر تفصیل سے ان کا بیان فرمایا۔

فائدہ:[۱۵]......یعنی بہتا ہوا خون ﴿أَوْ دَمًا مَّسْفُوحًا﴾ [انعام:۱۴۵]

فائدہ:[۱٦] تھان کی وضاحت:......تھوڑا سا پہلے ہدی کے ادب واحترام کا ذکر فرمایا تھا یعنی وہ جانور جو تقرب الی اللہ کی غرض سے

خدائے واحد کی سب سے پہلی عبادت گاہ کی نیاز کے طور پر ذبح کیا جاتا ہے اسکے بالمقابل اس جانور کا بیان فرمایا جسے خدا کے سوا کسی دوسرے کے نام پر یا خانۂ خدا کے سوا کسی دوسرے مکان کی تعظیم کے لیے ذبح کیا جائے۔ (موضح القرآن) اس دوسری صورت میں بھی فی الحقیقت نیت نذر غیر اللہ ہی کی ہوتی ہے گو ذبح کے وقت زبان سے ''بسم اللہ اللہ اکبر'' کہا جائے۔ اس تقریر کے موافق ﴿وَمَآ أُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ﴾ [بقرہ: ۱۷۳] اور ﴿مَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ﴾ کا فرق واضح ہو گیا۔ (ابن کثیر)

فَائِدَة: [۱۷] **جوئے کے تیر اور شرکیہ رسم کی حرمت:**...... بعض مفسرین نے ﴿اَزْلَامِ﴾ سے تقسیم کے تیر مراد لیے ہیں جو زمانۂ جاہلیت میں لحم ذبیحہ وغیرہ کے بانٹنے میں استعمال ہوتے تھے اور وہ ایک صورت قمار (جوئے) کی تھی جیسے آج کل چٹھی ڈالنے [قرعہ اندازی] کی رسم ہے لیکن حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محققین کے نزدیک راجح یہ ہے کہ ﴿اَزْلَامِ﴾ سے مراد وہ تیر ہیں جن سے مشرکینِ مکہ کسی اشکال اور تردّد کے وقت اپنے ارادوں اور کاموں کا فیصلہ کرتے تھے یہ تیر خانہ کعبہ میں قریش کے سب سے بڑے بت ''ہبل'' کے پاس رکھے تھے۔ ان میں سے کسی پر ''امرنی ربی'' لکھا تھا (میرے پروردگار نے حکم دیا) کسی پر ''نہانی ربی'' تحریر تھا (میرے رب نے مجھ کو منع کر دیا) اسی طرح ہر تیر پر یوں ہی اٹکل پچو باتیں لکھ چھوڑی تھیں۔ جب کسی کام میں تذبذب ہوا تو تیر نکال کر دیکھ لیے۔ اگر ''امرنی ربی'' والا تیر نکل آیا تو کام شروع کر دیا اور اسکے خلاف نکلا تو رک گئے وعلیٰ ہذا القیاس، گویا بتوں سے ایک قسم کا مشورہ اور استعانت تھی۔ چونکہ اس رسم کا مبنیٰ خالص جہل، شرک، اوہام پرستی اور افترا علی اللہ پر تھا اس لیے قرآن کریم نے متعدد مواقع میں نہایت تغلیظ و تشدید کے ساتھ اسکی حرمت کو ظاہر فرمایا ہے اس تقریر کے موافق ﴿اَزْلَامِ﴾ کا ذکر نُصُب کی مناسبت سے ہوا اور مردار، خون، خنزیر وغیرہ نہایت ہی خبیث اور گندی چیزوں کی تحریم کے سلسلہ میں منسلک کر کے بتلا دیا کہ اسکی معنوی اور اعتقادی نجاست و خباثت ان چیزوں سے کم نہیں جیسا کہ ایک دوسری آیت میں ﴿رِجْسٌ﴾ کے اطلاق سے ظاہر ہوتا ہے۔

فَائِدَة: [۱۸] **خشیت الٰہی اور شانِ تقویٰ پر کاربند رہنے کی تلقین:**...... یہ آیت اس وقت نازل ہوئی جب کہ زندگی کے ہر شعبہ اور علوم ہدایت کے ہر باب کے متعلق اصول و قواعد ایسی طرح ممہد [تیار] ہو چکے تھے اور فروع و جزئیات کا بیان بھی اتنی کافی تفصیل اور جامعیت سے کیا جا چکا تھا کہ پیروانِ اسلام کے لیے قیامت تک قانونِ الٰہی کے سوا کوئی دوسرا قانون قابل التفات نہیں رہتا۔ نبی کریم ﷺ کی تربیت سے ہزاروں سے متجاوز خدا پرست، جانباز اور سرفروش ہادیوں اور معلموں کی ایسی عظیم الشان جماعت تیار ہو چکی تھی جسکو قرآنی تعلیم کا مجسم نمونہ کہا جا سکتا تھا، مکہ معظمہ فتح ہو چکا تھا، صحابہ رضی اللہ عنہم کامل وفاداری کیساتھ خدا سے عہد و پیمان پورے کر رہے تھے، نہایت گندی غذائیں اور مردار کھانے والی قوم مادّی اور روحانی طیبات کے ذائقہ سے لذت اندوز ہو رہی تھی، شعائر الٰہیہ کا ادب و احترام قلوب میں راسخ ہو چکا تھا۔ ظنون و اوہام اور انصاب و ازلام کا تار و پود بکھر چکا تھا، شیطان جزیرۃ العرب کی طرف سے ہمیشہ کیلئے مایوس کر دیا گیا تھا کہ دوبارہ وہاں اسکی پرستش ہو سکے، ان حالات میں ارشاد ہوا ﴿اَلْيَوْمَ يَئِسَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ دِيْنِكُمْ فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ﴾ یعنی آج کفار اس بات سے مایوس ہو گئے ہیں کہ تم کو تمہارے دین قیم سے ہٹا کر پھر ''انصاب'' و ''ازلام'' وغیرہ کی طرف لیجائیں یا دین اسلام کو مغلوب کر لینے کی توقعات باندھیں، یا احکام دینیہ میں کسی تحریف و تبدیل کی امید قائم کر سکیں۔ آج تم کو کامل و مکمل مذہب مل چکا جس میں کسی ترمیم کا آیندہ امکان نہیں، خدا کا انعام تم پر پورا ہو چکا جس کے بعد تمہاری جانب سے اسکے ضائع کر دینے کا کوئی اندیشہ نہیں۔ خدا نے ابدی طور پر اسی دین اسلام کو تمہارے لیے پسند کر لیا اسلئے اب کسی ناسخ کے آنے کا بھی احتمال نہیں ایسے حالات میں تم کو کفار سے خوف کھانے کی کوئی وجہ نہیں وہ تمہارا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ البتہ اس محسن جلیل اور منعم حقیقی کی ناراضی سے ہمیشہ ڈرتے رہو جسکے ہاتھ میں تمہاری ساری نجاح و فلاح اور کل سود و زیاں ہے گویا ﴿فَلَا تَخْشَوْهُمْ وَاخْشَوْنِ﴾ میں اس پر متنبہ فرما دیا کہ آیندہ مسلم قوم کو کفار سے اس وقت

تک کوئی اندیشہ نہیں جب تک ان میں خشیتِ الٰہی اور تقویٰ کی شان موجود ہے۔

فائدہ:[١٩] دین قیم کی تکمیل وتعمیم کا اعلان:...... یعنی اس کے اخبار وقصص میں پوری سچائی، بیان میں پوری تاثیر، اور قوانین واحکام میں پورا توسط واعتدال موجود ہے۔ جو حقائق کتب سابقہ اور دوسرے ادیانِ سماویہ میں محدود و ناتمام تھیں ان کی تکمیل وتعمیم اس دین قیم سے کردی گئی۔ قرآن وسنت نے "حلت" و "حرمت" وغیرہ کے متعلق تنصیصاً یا تعلیلاً جو احکام دیے ان کا اظہار وایضاح تو ہمیشہ ہوتا رہے گا لیکن اضافہ یا ترمیم کی مطلق گنجائش نہیں چھوڑی۔

فائدہ:[٢٠] بیش بہا احسان کا جانفزا تذکرہ:...... سب سے بڑا احسان تو یہی ہے کہ اسلام جیسا مکمل اور ابدی قانون اور خاتم الانبیاء ﷺ جیسا نبی تم کو مرحمت فرمایا مزید براں اطاعت واستقامت کی توفیق بخشی۔ روحانی غذاؤں اور دنیوی نعمتوں کا دسترخوان تمہارے لیے بچھا دیا، حفاظت قرآن، غلبۂ اسلام اور اصلاح عالم کے سامان مہیا فرما دیے۔

فائدہ:[٢١] رضائے ربانی میں ہی نجات ہے:...... یعنی اس عالمگیر اور مکمل دین کے بعد اب کسی اور دین کا انتظار کرنا سفاہت ہے "اسلام" جو تفویض وتسلیم کا مترادف ہے، اس کے سوا مقبولیت اور نجات کا کوئی دوسرا ذریعہ نہیں۔

تنبیہ:...... اس آیت ﴿اَلْیَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِیْنَكُمْ﴾ الآیۃ کا نازل فرمانا بھی من جملہ نعمائے عظیمہ کے ایک نعمت ہے۔ اسی لیے بعض یہود نے حضرت عمر رضی اللہ عنہ سے عرض کیا کہ امیر المومنین! اگر یہ آیت ہم پر نازل کی جاتی تو ہم اس کے یوم نزول کو عید منایا کرتے۔ حضرت عمر نے فرمایا: مجھے معلوم نہیں کہ جس روز یہ ہم پر نازل کی گئی مسلمانوں کی دو عیدیں جمع ہوگئی تھیں۔ یہ آیت سن ١٠ ہجری میں "حجۃ الوداع" کے موقع پر "عرفہ" کے روز "جمعہ" کے دن "عصر" کے وقت نازل ہوئی جب کہ میدانِ عرفات میں نبی کریم ﷺ کی اونٹنی کے گرد چالیس ہزار سے زائد اتقیاء وابرار رضی اللہ عنہم کا مجمع کثیر تھا۔ اس کے بعد صرف اکیاسی روز حضور ﷺ اس دنیا میں جلوہ افروز رہے۔

فائدہ:[٢٢] بے بس اور لاچار پر خدائی مہربانی:...... یعنی حلال وحرام کا قانون تو مکمل ہو چکا، اس میں اب کوئی تغیر وتبدل نہیں ہوسکتا۔ البتہ مضطر جو بھوک پیاس کی شدت سے بیتاب اور لاچار ہو وہ اگر حرام چیز کھا پی کر جان بچا لے بشرطیکہ مقدار ضرورت سے تجاوز نہ کرے اور لذت مقصود نہ ہو ﴿غَیْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ﴾ [بقرہ: ١٧٣] تو حق تعالیٰ اس تناول محرم کو اپنی بخشش اور مہربانی سے معاف فرما دے گا۔ گویا وہ چیز تو حرام ہی رہی مگر اسے کھا پی کر جان بچانے والا خدا کے نزدیک مجرم نہ رہا۔ یہ بھی اتمامِ نعمت کا ایک شعبہ ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ مَاذَآ اُحِلَّ لَهُمْ ۭ قُلْ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۙ وَمَا عَلَّمْتُمْ مِّنَ

تجھ سے پوچھتے ہیں کہ کیا چیز ان کے لئے حلال ہے کہہ دے تم کو حلال ہیں ستھری چیزیں ف٢٣ اور جو سدھاؤ شکاری جانور

الْجَوَارِحِ مُكَلِّبِيْنَ تُعَلِّمُوْنَهُنَّ مِمَّا عَلَّمَكُمُ اللّٰهُ ۡ فَكُلُوْا مِمَّآ اَمْسَكْنَ عَلَيْكُمْ

شکار پر دوڑانے کو کہ ان کو سکھاتے ہو اس میں جو اللہ نے تم کو سکھایا ہے سو کھاؤ اس میں سے جو پکڑ رکھیں تمہارے واسطے

وَاذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلَيْهِ ۠ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۝ اَلْيَوْمَ اُحِلَّ

اور اللہ کا نام لو اس پر ف٢٤ اور ڈرتے رہو اللہ سے بے شک اللہ جلد لینے والا ہے حساب ف٢٥ آج حلال ہوئیں

لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ۭ وَطَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ حِلٌّ لَّكُمْ ۠ وَطَعَامُكُمْ حِلٌّ

تم کو سب ستھری چیزیں ف۲٦ اور اہل کتاب کا کھانا تم کو حلال ہے ف۲۷ اور تمہارا کھانا ان کو حلال

لَّهُمْ ۡ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الْمُؤْمِنٰتِ وَالْمُحْصَنٰتُ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ

ہے ف۲۸ اور حلال ہیں تم کو پاک دامن عورتیں مسلمان ف۲۹ اور پاک دامن عورتیں ان میں سے جن کو دی گئی کتاب ف۳۰ تم

مِنْ قَبْلِكُمْ اِذَآ اٰتَيْتُمُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ مُحْصِنِيْنَ غَيْرَ مُسٰفِحِيْنَ وَلَا مُتَّخِذِيْٓ

سے پہلے جب دو ان کو مہر ان کے قید میں لانے کو ف۳۱ نہ مستی نکالنے کو اور نہ چھپی آشنائی

اَخْدَانٍ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ ۡ وَهُوَ فِي الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ۝ ع

کرنے کو ف۳۲ اور جو منکر ہوا ایمان سے تو ضائع ہوئی محنت اس کی اور آخرت میں وہ ٹوٹے (گھاٹے، نقصان) والوں میں ہے ف۳۳

فَائِدَۃ: [۲۳] **ستھری اور پاکیزہ چیزیں حلال ہیں:**...... پچھلی آیات میں بہت سی حرام چیزوں کی فہرست دی گئی تو قدرتی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ حلال چیزیں کیا کیا ہیں؟ اس کا جواب دیدیا کہ حلال کا دائرہ تو بہت وسیع ہے، چند چیزوں کو چھوڑ کر جن میں کوئی دینی یا بدنی نقصان تھا دنیا کی تمام ستھری اور پاکیزہ چیزیں حلال ہی ہیں۔ اور چونکہ شکاری جانور سے شکار کرنے کے متعلق بعض لوگوں نے خصوصیت سے سوال کیا تھا اس لیے آیت کے اگلے حصہ میں اس کو تفصیلاً بتلادیا گیا۔

فَائِدَۃ: [۲۴] **شکاری جانور میں ضروری شرائط:**...... شکاری کتے یا باز وغیرہ سے شکار کیا ہوا جانور ان شروط سے حلال ہے: (۱) شکاری جانور سدھا ہوا ہو، (۲) شکار پر چھوڑا جائے، (۳) اسے اس طریقہ سے تعلیم دی گئی ہو جس کو شریعت نے معتبر رکھا ہے، یعنی کتے کو سکھلایا جائے کہ شکار کو پکڑ کر کھائے نہیں اور باز کو یہ تعلیم دی جائے کہ جب اس کو بلاؤ گو شکار کے پیچھے جارہا ہو فوراً چلا آئے، اگر کتا شکار کو خود کھانے لگے یا باز بلانے سے نہ آئے تو سمجھا جائے گا کہ جب اس کے کہنے میں نہیں تو شکار بھی اس کے لیے نہیں پکڑا بلکہ اپنے لیے پکڑا ہے۔ اسی کو حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''جب اس نے آدمی کی خو [عادت، خصلت] سیکھی تو گویا آدمی نے ذبح کیا'' (۴) چھوڑنے کے وقت اللہ کا نام لو یعنی بسم اللہ کہہ کر چھوڑ دے۔ ان چار شرطوں کی تصریح تو نص قرآنی میں ہوگئی۔ (۵) شرط جو امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک معتبر ہے کہ شکاری جانور شکار کو زخمی بھی کردے کہ خون بہنے لگے اس کی طرف لفظ ''جوارح'' اپنے مادہ ''جرح'' کے اعتبار سے مشعر [خبرو اطلاع دینے والا] ہے۔ ان میں سے اگر ایک شرط بھی مفقود ہوئی تو شکاری جانور کا مارا ہوا شکار حرام ہے۔ ہاں! اگر مرا نہ ہو اور ذبح کر لیا جائے تو ﴿وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ﴾ [مائدۃ: ۳] کے قاعدہ سے حلال ہوگا۔

فَائِدَۃ: [۲۵] **خدا کو مت بھولو:**...... یعنی ہر حالت میں خدا سے ڈرتے رہو، کہیں ''طیبات'' کے استعمال اور شکار وغیرہ سے منتفع ہونے میں حدود و قیود شرعیہ سے تجاوز نہ ہوجائے۔ عموماً آدمی دنیوی لذتوں میں منہمک ہو کر اور شکار وغیرہ مشاغل میں پڑ کر خدا اور آخرت سے غافل ہوجاتا ہے اس لیے تنبیہ کی ضرورت تھی کہ خدا کو مت بھولو اور یاد رکھو کہ حساب کا دن کچھ دور نہیں۔ خدا کے انعامات اور تمہاری شکر گزاری کا موازنہ اور عمر عزیز کے ایک ایک لمحہ کا حساب ہونے والا ہے۔

فَائِدَۃ: [۲٦] **پاکیزہ نعمتیں ہمیشہ کیلئے حلال:**...... یعنی جیسے آج دین کامل تم کو دیا گیا، دنیا کی تمام پاکیزہ نعمتیں بھی تمہارے لیے دائمی

طور پر حلال کردی گئیں جو کبھی منسوخ نہ ہوں گی۔

فَائِدَہ:[۲۷] غیر مرتد اہل کتاب کا ذبیحہ:...... یہاں طعام (کھانے) سے مراد ''ذبیحہ'' ہے یعنی کوئی یہودی یا نصرانی (بشرطیکہ اسلام سے مرتد ہو کر یہودی یا نصرانی نہ بنا ہو) اگر حلال جانور ذبح کرتے وقت غیر اللہ کا نام نہ لے تو اس کا کھانا مسلمان کو حلال ہے۔ مرتد کے احکام جداگانہ ہیں۔

فَائِدَہ:[۲۸]...... اس مقام پر اس کا ذکر بطور مجازات و مکافات کے استطراداً فرما دیا۔ یعنی بعض احادیث میں جو آیا ہے: ''لا یأکل طعامک إلا تقی'' [ابوداؤد، باب من یؤمران یجالس: ۴/۴۰۷] (تیرا کھانا نہ کھائے مگر پرہیز گار) اس کا مطلب یہ نہیں کہ غیر پرہیز گاروں کے لیے تمہارا کھانا حرام ہے۔ جب مسلمان کے لیے کافر کتابی کے ذبیحہ کی اجازت ہوگئی تو ایک موحد مسلم کا ذبیحہ اور کھانا دوسروں کے لیے کیوں حرام ہوگا۔

فَائِدَہ:[۲۹]...... ''پاکدامن'' کی قید شاید ترغیب کے لیے ہو یعنی ایک مسلمان کو چاہیے کہ نکاح کرتے وقت پہلی نظر عورت کی عفت اور پاکدامنی پر ڈالے۔ یہ مطلب نہیں کہ پاکدامن کے سوا کسی اور سے نکاح صحیح نہیں ہوگا۔

فَائِدَہ:[۳۰] ایک عمدہ وضاحت:...... اہلِ کتاب کے ایک مخصوص حکم کے ساتھ دوسرا مخصوص حکم بھی بیان فرما دیا۔ یعنی یہ کہ کتابی عورت سے نکاح کرنا شریعت میں جائز ہے، مشرکہ سے اجازت نہیں: ﴿وَلَا تَنْكِحُوا الْمُشْرِكٰتِ حَتّٰى يُؤْمِنَّ﴾ [بقرہ:۲۲۱] مگر یہ یاد رہے کہ ہمارے زمانہ کے ''نصاریٰ'' عموماً برائے نام نصاریٰ ہیں ان میں بکثرت وہ ہیں جو نہ کسی کتاب آسمانی کے قائل ہیں، نہ مذہب کے، نہ خدا کے، ان پر اہلِ کتاب کا اطلاق نہیں ہو سکتا۔ لہٰذا ان کے ذبیحہ اور نساء کا حکم اہلِ کتاب کا سا نہ ہوگا۔ نیز یہ ملحوظ رہے کہ کسی چیز کے حلال ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اس میں فی حد ذاتہٖ کوئی وجہ تحریم کی نہیں۔ لیکن اگر خارجی اثرات و حالات ایسے ہوں کہ اس حلال سے منتفع ہونے میں بہت سے حرام کا ارتکاب کرنا پڑتا ہے بلکہ کفر میں مبتلا ہونے کا احتمال ہو تو ایسے حلال سے انتفاع کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ موجودہ زمانہ میں یہود و نصاریٰ کے ساتھ کھانا پینا، بے ضرورت اختلاط کرنا، ان کی عورتوں کے جال میں پھنسنا، یہ چیزیں جو خطرناک نتائج پیدا کرتی ہیں وہ مخفی نہیں۔ لہٰذا بدی اور بد دینی کے اسباب و ذرائع سے اجتناب ہی کرنا چاہیے۔

فَائِدَہ:[۳۱]...... یعنی قیدِ نکاح میں لانے کو۔ گویا اس طرف اشارہ ہو گیا کہ نکاح بظاہر قید ہے لیکن یہ قید ان آزادیوں اور ہوس رانیوں سے بہتر ہے جن کی طلب میں انسان نما بہائم سلسلۂ ازدواج ہی کو معدوم کر دینا چاہتے ہیں۔

فَائِدَہ:[۳۲]...... جس طرح پہلے عورت کی پاک دامنی کا ذکر کیا تھا، یہاں مرد کو پاکباز اور عفیف رہنے کی ہدایت فرما دی ﴿وَالطَّيِّبٰتُ لِلطَّيِّبِيْنَ وَالطَّيِّبُوْنَ لِلطَّيِّبٰتِ﴾ [نور:۲۶] اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ حق تعالیٰ کی نظر میں نکاح کی غرض گوہر عصمت کو محفوظ اور مقصد تزویج کو پورا کرنا ہے، شہوت رانی اور ہوا پرستی مقصود نہیں۔

فَائِدَہ:[۳۳]...... جن کتابی عورتوں سے نکاح کی اجازت ہوئی، اس کا فائدہ یہ ہونا چاہیے کہ مومن قانت کی حقانیت عورت کے دل میں گھر کر جائے، نہ یہ کہ کتابیات پر مفتون ہو کر الٹا اپنی متاع ایمانی ہی کو گنوا بیٹھے اور ﴿خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ﴾ [حج:۱۱] کا مصداق ہو کر رہ جائے۔ چونکہ کافر عورت سے نکاح کرنے میں اس فتنہ کا قوی احتمال ہو سکتا ہے، اس لیے ﴿وَمَنْ يَّكْفُرْ بِالْاِيْمَانِ فَقَدْ حَبِطَ عَمَلُهٗ﴾ کی تہدید نہایت ہی برمحل ہے۔ یہ میرا خیال ہے، باقی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اہلِ کتاب کو کفار سے دو حکم میں مخصوص کیا یہ فقط دنیا میں ہے اور آخرت میں ہر کافر خراب ہے اگر عمل نیک بھی کرے تو قبول نہیں۔''

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ وَاَيْدِيَكُمْ اِلَى

اے ایمان والو ف۳۴ جب تم اٹھو ف۳۵ نماز کو تو دھو لو اپنے منہ اور ہاتھ

الْمَرَافِقِ وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ اِلَى الْكَعْبَيْنِ ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ جُنُبًا

کہنیوں تک اور مل لو اپنے سر کو ف۳۶ اور پاؤں ٹخنوں تک ف۳۷ اور اگر تم کو جنابت ہو تو خوب طرح

فَاطَّهَّرُوْا ؕ وَاِنْ كُنْتُمْ مَّرْضٰۤى اَوْ عَلٰى سَفَرٍ اَوْ جَآءَ اَحَدٌ مِّنْكُمْ مِّنَ الْغَآئِطِ اَوْ

پاک ہو ف۳۸ اور اگر تم بیمار ہو یا سفر میں یا کوئی تم میں آیا ہے جائے ضرور سے یا پاس گئے

لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ فَلَمْ تَجِدُوْا مَآءً فَتَيَمَّمُوْا صَعِيْدًا طَيِّبًا فَامْسَحُوْا

ہو عورتوں کے پھر نہ پاؤ تم پانی تو قصد کرو مٹی پاک کا اور مل

بِوُجُوْهِكُمْ وَاَيْدِيْكُمْ مِّنْهُ ؕ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ

لو اپنے منہ اور ہاتھ اس سے ف۳۹ اللہ نہیں چاہتا کہ تم پر تنگی کرے ف۴۰ لیکن

يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑥

چاہتا ہے کہ تم کو پاک کرے ف۴۱ اور پورا کرے اپنا احسان تم پر تاکہ تم احسان مانو ف۴۲

فائدہ: [۳۴] وضو کی ضرورت وفضیلت:...... اُمت محمدیہ پر جو عظیم الشان احسانات کیے گئے، ان کا بیان سن کر ایک شریف اور حق شناس مومن کا دل شکر گذاری اور اظہارِ وفاداری کے جذبات سے لبریز ہو جائے گا اور فطری طور پر اس کی یہ خواہش ہوگی کہ اس منعم حقیقی کی بارگاہِ رفیع میں دست بستہ حاضر ہو کر جبینِ نیاز خم کرے اور اپنی غلامانہ منت پذیری اور انتہائی عبودیت کا عملی ثبوت دے۔ اس لیے ارشاد ہوا کہ جب ہمارے دربار میں حاضری کا ارادہ کرو یعنی نماز کے لیے اٹھو تو پاک وصاف ہو کر آؤ۔ جن لذائذ دنیوی اور مرغوبات طبعی سے متمتع ہونے کی آیت وضو سے پہلی آیت میں اجازت دی گئی (یعنی طیبات اور محصنات) وہ ایک حد تک انسان کو ملکوتی صفات سے دور اور بہیمیت سے نزدیک کرنے والی چیزیں ہیں اور کل اَحداث (موجبات وضو وغسل) ان ہی کے استعمال سے لازمی نتیجہ کے طور پر پیدا ہوتے ہیں۔ لہٰذا مرغوبات نفسانی سے یکسو ہو کر جب ہماری طرف آنے کا قصد کرو تو پہلے بہیمیت کے اثرات اور "اکل وشرب" وغیرہ کے پیدا کیے ہوئے تکدرات سے پاک ہو جاؤ یہ پاکی "وضو" اور "غسل" سے حاصل ہوتی ہے۔ نہ صرف یہ کہ وضو کرنے سے مومن کا بدن پاک وصاف ہو جاتا ہے، بلکہ جب وضو باقاعدہ کیا جائے تو پانی کے قطرات کے ساتھ گناہ بھی جھڑتے جاتے ہیں۔

فائدہ: [۳۵]...... یعنی سو کر اٹھو یا دنیا کے مشاغل چھوڑ کر نماز کے لیے اٹھ کھڑے ہو، تو پہلے وضو کر لو۔ لیکن وضو کرنا ضروری اس وقت ہے جب کہ پیشتر سے باوضو نہ ہو۔ آیت کے آخر میں ان احکام کی جو غرض وغایت ﴿وَلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ﴾ سے بیان فرمائی ہے اس سے معلوم ہو گیا کہ ہاتھ منہ وغیرہ دھونے کا وجوب اسی لیے ہے کہ حق تعالیٰ تم کو پاک کر کے اپنے دربار میں جگہ دے۔ اگر یہ پاکی پہلے سے حاصل ہے اور کوئی ناقض وضو پیش نہیں آیا تو پاک کو پاک کرنے کی ضرورت نہیں، بلکہ اس کو ضروری قرار دینے سے امت "حرج" میں پڑتی

ہے جس کی نفی ﴿مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ﴾ میں کی گئی۔ ہاں! مزید نظافت، نورانیت اور نشاط حاصل کرنے کے لیے اگر تازہ وضو کر لیا جائے تو مستحب ہوگا۔ شاید اسی لیے ﴿اِذَا قُمْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ فَاغْسِلُوْا وُجُوْهَكُمْ﴾ الآیۃ میں سطح کلام کی ایسی رکھی ہے جس سے ہر مرتبہ نماز کی طرف جانے کے وقت تازہ وضو کی ترغیب ہوتی ہے۔

فَائِدَة:[۳۶] سر کا مسح: ...... یعنی تر ہاتھ سر پر پھیر لو۔ نبی کریم ﷺ سے مدۃ العمر میں مقدار ناصیہ سے کم کا مسح ثابت نہیں ہوتا "مقدار ناصیہ" چوتھائی سر کے قریب ہے۔ ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ اس قدر مسح کو فرض کہتے ہیں۔ باقی اختلافات اور دلائل کی تفصیل کا یہ موقع نہیں۔

فَائِدَة:[۳۷] وضو میں پاؤں کا حکم: ...... مترجم محقق نے پاؤں کے بعد لفظ "کو" نہ لکھ کر نہایت لطیف اشارہ فرما دیا کہ ﴿اَرْجُلَكُمْ﴾ کا عطف مغسولات پر ہے۔ یعنی جس طرح منہ، ہاتھ دھونے کا حکم ہے، پاؤں بھی ٹخنوں تک دھونے چاہئیں سر کی طرح مسح کافی نہیں۔ چنانچہ اہلِ سنت والجماعت کا اس پر اجماع ہے اور احادیثِ کثیرہ سے یہی ثابت ہوتا ہے کہ اگر پاؤں میں موزے نہ ہوں تو دھونا فرض ہے۔ ہاں! "موزوں" پر ان شرائط کے موافق جو کتب فقہ میں مذکور ہیں۔ مقیم ایک دن رات اور مسافر تین دن تک مسح کر سکتا ہے۔

فَائِدَة:[۳۸] غسل جنابت: ...... یعنی جنابت سے پاک ہونے میں صرف اعضائے اربعہ کا دھونا اور مسح کرنا کافی نہیں۔ سطح بدن کے جس حصہ تک پانی بدون تضرر کے پہنچ سکتا ہو وہاں تک پہنچانا ضروری ہے، اسی لیے حنفیہ غسل میں "مضمضہ" اور "استنشاق" (کلی کرنا اور ناک میں پانی ڈالنا) کو بھی ضروری کہتے ہیں۔ وضو میں ضروری نہیں، سنت ہے۔

فَائِدَة:[۳۹] تیمم کی اجازت: ...... یعنی مرض کی وجہ سے پانی کا استعمال مضر ہو یا سفر میں پانی بقدر کفایت نہ ملے یا مثلاً کوئی قضائے حاجت کر کے آیا اور وضو کی ضرورت ہے، یا جنابت کی وجہ سے غسل ناگزیر ہے مگر پانی کے حاصل کرنے یا استعمال کرنے پر کسی وجہ سے قادر نہیں تو ان صورتوں میں وضو یا غسل کی جگہ تیمم کر لے۔ وضو اور غسل دونوں کے تیمم میں کوئی فرق نہیں کیونکہ تیمم کی مشروعیت سے جو غرض ہے وہ بہرصورت یکساں طور پر حاصل ہوتی ہے۔ "تیمم" کے اسرار و مسائل اور اس آیت کے فوائد "سورۂ نساء" کے ساتویں رکوع (آیت: ۴۳) میں مفصل گذر چکے۔

تنبیہ: ...... مترجم محقق (قدس اللہ سرہٗ) نے ﴿لٰمَسْتُمُ النِّسَآءَ﴾ کا جو ترجمہ کیا ہے (پاس گئے ہو عورتوں کے) وہ محاورہ کے اعتبار سے حالت جنابت ہی پر دلالت کرتا ہے۔ یہ ترجمہ ابن عباس اور ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہم کی تفسیر کے موافق ہے جسے ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی سکوتاً تسلیم کیا ہے (کمافی البخاری) نیز مترجم علام نے ﴿فَتَيَمَّمُوْا﴾ کے ترجمہ میں "قصد کرو" کہہ کر اشارہ فرما دیا کہ اصل لغت کے اعتبار سے "تیمم" کے معنی میں "قصد" معتبر ہے اور اس لغوی معنی کی مناسبت کا خیال رکھتے ہوئے "تیمم شرعی" میں بھی قصد یعنی نیت کو علماء نے ضروری قرار دیا ہے۔

فَائِدَة:[۴۰] تنگی کی بجائے آسانیاں: ...... اسی لیے جو احداث کثیر الوقوع تھے ان میں سارے جسم کا دھونا ضروری نہ رکھا صرف وہ اعضا (منہ، ہاتھ، پاؤں، سر) جن کو اکثر بلاد متمدنہ کے رہنے والے عموماً کھلا رکھنے میں مضائقہ نہیں سمجھتے ان کا دھونا اور مسح کرنا ضروری بتلایا کہ کوئی تنگی اور دقت نہ ہو۔ ہاں! "حدثِ اکبر" بمعنی "جنابت" جو احیاناً پیش آتی ہے اور اس حالت میں نفس کو ملکوتی [فرشتوں جیسی] خصال کی طرف ابھارنے کے لیے کسی غیر معمولی تنبیہ کی ضرورت ہے، اس کے ازالہ کے لیے تمام بدن کا دھونا فرض کیا۔ پھر "مرض" اور "سفر" وغیرہ حالات میں کس قدر آسانی فرما دی، اوّل تو پانی کی جگہ "مٹی" کو مطہر بنا دیا، پھر اعضائے وضو میں سے نصف کی تخفیف اس طرح کر دی کہ جہاں پہلے ہی سے تخفیف تھی یعنی سر کا مسح اسے بالکل اڑا دیا اور پاؤں کو شاید اس لیے ساقط کر دیا کہ وہ عموماً مٹی میں یا مٹی کے قریب رہتے ہیں اور تمام اعضائے بدن کی نسبت سے گرد و غبار میں ان کا تلوث شدید تر ہے۔ لہٰذا ان پر مٹی کا ہاتھ پھیرنا بے کار سا تھا۔ بس دو عضو رہ گئے

''منہ'' اور ''ہاتھ'' ان ہی کو ملنے سے وضو اور غسل دونوں کا ''تیمم'' ہو جاتا ہے۔

فَائِدَۃ: [۴۱] ...... کیونکہ وہ خود پاک ہے تو پاکی ہی پسند کرتا ہے۔

فَائِدَۃ: [۴۲] آسانیوں پر شکر کرنا چاہیے: ...... پچھلے رکوع میں جو نعمائے عظیمہ بیان ہوئی تھیں ان کو سن کر بندہ کے دل میں جوش اٹھا کہ اس منعم حقیقی کی بندگی کے لیے فوراً کھڑا ہو جائے۔ اسے بتلا دیا کہ ہماری طرف آؤ، تو کس طریقہ سے پاک ہو کر آؤ۔ یہ بتلانا خود ایک نعمت ہوئی اور بدن کی سطحِ ظاہر پر پانی ڈالنے یا مٹی لگانے سے اندرونی پاکی عطا فرما دینا یہ دوسری نعمت ہوئی۔ بندہ ابھی پچھلی نعمتوں کا شکر ادا نہیں کر سکا تھا قصد ہی کر رہا تھا کہ یہ جدید انعامات فائض ہو گئے۔ اس لیے ارشاد ہوا ﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ یعنی ان پہلی نعمتوں کو یاد کرنے سے پہلے ان جدید نعمتوں کا جو 'احکام وضو' وغیرہ کے ضمن میں مبذول ہوئیں، شکر ادا کرنا چاہیے۔ شاید اسی ﴿لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ سے حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے تحیۃ الوضو کا سراغ لگایا ہو۔ اس درمیانی نعمت کے شکریہ پر متوجہ کرنے کے بعد اگلی آیت میں ان سابق نعمتوں اور احساناتِ عظیمہ کو پھر اجمالاً یاد دلاتے ہیں جن کی شکر گذاری کے لیے بندہ اپنے مولا کے حضور میں کھڑا ہونا چاہتا تھا چنانچہ فرماتے ہیں ﴿وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ﴾ الأیۃ۔

وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖۤ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا

اور یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر اور عہد اس کا جو تم سے ٹھہرایا تھا جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے سنا

وَاَطَعْنَا ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۞ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

اور مانا ف۴۳ اور ڈرتے رہو اللہ سے، اللہ خوب جانتا ہے دلوں کی بات ف۴۴ اے ایمان والو

كُوْنُوْا قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ ۫ وَلَا يَجْرِمَنَّكُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰۤى اَلَّا تَعْدِلُوْا ؕ

کھڑے ہو جایا کرو اللہ کے واسطے گواہی دینے کو انصاف کی ف۴۵ اور کسی قوم کی دشمنی کے باعث انصاف کو ہرگز نہ چھوڑو ف۴٦

اِعْدِلُوْا ۟ هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى ۫ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۞

عدل کرو یہی بات زیادہ نزدیک ہے تقویٰ سے ف۴۷ اور ڈرتے رہو اللہ سے اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کرتے ہو ف۴۸

فَائِدَۃ: [۴۳] ...... غالباً یہ عہد وہ ہی ہے جو سورۂ بقرہ کے آخر میں مومنین کی زبان سے نقل فرمایا تھا: ﴿وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ﴾ [بقرہ: ۲۸٦] جب صحابہ رضی اللہ عنہم آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کرتے تھے، اس وقت بھی یہ اقرار کرتے تھے کہ ہم اپنی استطاعت کے موافق آپ کی ہر بات کو سنیں گے اور مانیں گے خواہ ہمارے منشا اور طبیعت کے موافق ہو یا خلاف، یہ تو عام عہد تھا اس کے بعد بعض ارکانِ اسلام یا مناسب حال اہم چیزوں کے متعلق خصوصیت سے بھی عہد لیا جاتا تھا گویا اس سورت کے شروع میں جو ﴿اَوْفُوْا بِالْعُقُوْدِ﴾ فرمایا تھا، درمیان میں بہت سے احسانات کا ذکر کر کے جن کو سن کر ایفائے عہد کی مزید ترغیب ہوتی ہے پھر وہ ہی اصلی سبق یاد دلایا گیا۔

فَائِدَۃ: [۴۴] ...... ایک شریف اور حیادار آدمی کی گردن اپنے محسنِ اعظم کے سامنے جھک جانی چاہیے۔ مزید احسانات کی توقع اسی کو مقتضی ہے کہ بندہ اس منعمِ حقیقی کا بالکل تابع فرمان بن جائے۔ خصوصاً جب کہ زبان سے اطاعت و وفاداری کا پختہ عہد و اقرار بھی کر چکا ہے۔ ممکن

ہے حق تعالیٰ کی بے انتہا مہربانیاں دیکھ کر بندہ مغرور ہو جائے اس کی نعمتوں کی قدر اور اپنے قول و قرار کی کوئی پروا نہ کرے اس لیے فرمایا ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ﴾ یعنی خدا سے ہمیشہ ڈرتے رہو، وہ ایک لمحہ میں تم سے سب نعمتیں چھین سکتا ہے اور ناشکری اور بدعہدی کی سزا میں بہت سخت پکڑ سکتا ہے۔ بہرحال مروت، شرافت، امید اور خوف ہر چیز کا تقاضا یہ ہے کہ ہم اس کی مخلصانہ اطاعت اور وفاداری میں پوری مستعدی دکھلائیں۔ آگے وہ ﴿عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ ہے ہم جو کچھ کریں گے وہ ہمارے اخلاص یا نفاق، ریاکاری یا قلبی نیازمندی کو خوب جانتا ہے۔ فقط زبان سے ﴿سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا﴾ کہنے یا شکرگذاری کی رسمی اور ظاہری نمائش سے ہم اس کو دھوکہ نہیں دے سکتے۔

فَائِدَة:[٤٥] ادائیگیٔ حقوق کی ترغیب: ......اس سے پہلی آیت میں مومنین کو حق تعالیٰ کے احسانات اور اپنا عہد و پیمان یاد کرنے کا حکم دیا تھا۔ یہاں بتلادیا کہ صرف زبان سے یاد کرنا نہیں، بلکہ عملی رنگ میں ان سے اس کا ثبوت مطلوب ہے۔ اس آیت میں سی پر تنبیہ کی گئی ہے کہ اگر تم نے خدا کے بے شمار احسانات اور اپنے عہد و اقرار کو بھلا نہیں دیا تو لازم ہے کہ اس محسن حقیقی کے حقوق ادا کرنے اور اپنے عہد کو سچا کر دکھانے کے لیے ہر وقت کمربستہ رہو اور جب کوئی حکم اپنے آقائے ولی نعمت کی طرف سے ملے فوراً تعمیلِ حکم کے لیے کھڑے ہو جاؤ اور خدا کے حقوق کے ساتھ مخلوق کے حقوق ادا کرنے میں بھی پوری جد و جہد اور اہتمام کرو۔ چنانچہ ﴿قَوّٰمِيْنَ لِلّٰهِ﴾ میں ''حقوق اللہ'' اور ﴿شُهَدَآءَ بِالْقِسْطِ﴾ میں ''حقوق العباد'' کی طرف اشارہ ہے۔ اسی قسم کی ایک آیت ﴿وَالْمُحْصَنٰتُ﴾ کے آخر میں گزر چکی ہے، صرف اس قدر فرق ہے کہ وہاں ﴿بِالْقِسْطِ﴾ کو ﴿لِلّٰهِ﴾ پر مقدم کر دیا ہے شاید اس لیے کہ وہاں دور سے ''حقوق العباد'' کا ذکر چلا آرہا تھا اور یہاں پہلے سے ''حقوق اللہ'' پر زیادہ زور دیا گیا ہے۔ اس لحاظ سے وہاں ﴿بِالْقِسْطِ﴾ کی اور یہاں ﴿لِلّٰهِ﴾ کی تقدیم مناسب ہوئی۔ نیز یہاں لحاق میں مبغوض دشمن سے معاملہ کرنے کا ذکر ہے جس کے ساتھ ''قسط'' کو یاد دلانے کی ضرورت ہے اور ''سورۂ نساء'' کے لحاق میں محبوب چیزوں کا ذکر ہے اس لیے وہاں سب سے بڑے محبوب (اللہ) کو یاد دلایا گیا۔

فَائِدَة:[٤٦] عدل و انصاف کی تاکید: ......''عدل'' کا مطلب ہے کسی شخص کے ساتھ بدون افراط و تفریط کے وہ معاملہ کرنا جس کا وہ واقعی مستحق ہے عدل و انصاف کی ترازو ایسی صحیح اور برابر ہونی چاہیے کہ عمیق سے عمیق محبت اور شدید سے شدید عداوت بھی اس کے دونوں پلوں میں سے کسی پلہ کو جھکا نہ سکے۔

فَائِدَة:[٤٧] تقویٰ اور تحصیل تقویٰ: ......جو چیزیں شرعاً مہلک یا کسی درجہ میں مضر ہیں ان سے بچاؤ کرتے رہنے سے جو ایک خاص نورانی کیفیت آدمی کے دل میں راسخ ہو جاتی ہے اس کا نام ''تقویٰ'' ہے۔ تحصیلِ تقویٰ کے اسباب قریبہ و بعیدہ بہت سے ہیں۔ تمام اعمالِ حسنہ اور خصالِ خیر کو اس کے اسباب و معدات میں شمار کیا جا سکتا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ ''عدل و قسط'' یعنی دوست و دشمن کے ساتھ یکساں انصاف کرنا اور حق کے معاملہ میں جذباتِ محبت و عداوت سے قطعاً مغلوب نہ ہونا، یہ خصلت حصولِ تقویٰ کے مؤثر ترین اور قریب ترین اسباب میں سے ہے اسی لیے ﴿هُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰى﴾ فرمایا (یعنی یہ عدل جس کا حکم دیا گیا تقویٰ سے نزدیک تر ہے) کہ اس کی مزاولت [مشق] کے بعد تقویٰ کی کیفیت بہت جلد حاصل ہو جاتی ہے۔

فَائِدَة:[٤٨] ......یعنی ایسا عدل و انصاف جسے کوئی دوستی یا دشمنی نہ روک سکے اور جس کے اختیار کرنے سے آدمی کو متقی بننا سہل ہو جاتا ہے اس کے حصول کا واحد ذریعہ خدا کا ڈر اور اس کی شانِ انتقام کا خوف ہے اور یہ خوف ﴿اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ﴾ کے مضمون کا بار بار مراقبہ کرنے سے پیدا ہوتا ہے۔ جب کسی مومن کے دل میں یہ یقین مستحضر ہوگا کہ ہماری کوئی چھپی یا کھلی حرکت حق تعالیٰ سے پوشیدہ نہیں تو اس کا قلب خشیتِ الٰہی سے لرزنے لگے گا۔ جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ تمام معاملات میں عدل و انصاف کا راستہ اختیار کرے گا اور احکامِ الٰہیہ کے امتثال کے لیے غلامانہ تیار رہے گا۔ پھر اس نتیجہ پر ثمرہ وہ ملے گا جسے اگلی آیت میں بیان فرمایا ہے ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا﴾ الآیۃ۔

وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ عَظِيْمٌ ⑨

وعدہ کیا اللہ نے ایمان والوں سے جو نیک عمل کرتے ہیں کہ ان کے واسطے بخشش اور بڑا ثواب ہے ف۴۹

وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ⑩ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا

اور جن لوگوں نے کفر کیا اور جھٹلائیں ہماری آیتیں وہ ہیں دوزخ والے ف۵۰ اے ایمان والو یاد رکھو

اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ

احسان اللہ کا اپنے اوپر جب قصد کیا لوگوں نے کہ تم پر ہاتھ چلاویں پھر روک دیئے تم سے ان کے ہاتھ

اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ⑪ ع

اور ڈرتے رہو اللہ سے اور اللہ ہی پر چاہیے بھروسہ ایمان والوں کو ف۵۱

فَائِدَة:[۴۹]......یعنی نہ صرف یہ کہ ان کوتاہیوں کو معاف کر دیں گے جو بمقتضائے بشریت رہ جاتی ہیں بلکہ عظیم الشان اجر وثواب بھی عطا فرمائیں گے۔

فَائِدَة:[۵۰]......یہ پہلے فریق کے بالمقابل اس جماعت کی سزا ذکر کی گئی جس نے قرآن کریم کی ان صاف وصریح حقائق کو جھٹلایا یا ان نشانات کی تکذیب کی جو سچائی کی طرف رہنمائی کرنے کے لیے خدا کی طرف سے دکھلائے جاتے ہیں۔

فَائِدَة:[۵۱] احسان عظیم اور مومنانہ سیاست:......عموی احسانات یاددلانے کے بعد بعض خصوصی احسان یاددلاتے ہیں۔یعنی قریش مکہ اور ان کے پٹھوؤں نے حضور پرنور ﷺ کو صدمہ پہنچانے اور اسلام کو مٹانے کے لیے کس قدر ہاتھ پاؤں مارے مگر حق تعالیٰ کے فضل و رحمت نے ان کا کوئی داؤ چلنے نہ دیا۔اس احسان عظیم کا اثر یہ ہونا چاہیے کہ مسلمان غلبہ اور قابو حاصل کر لینے کے باوجود اپنے دشمنوں کو ہر قسم کے ظلم اور زیادتی سے محفوظ رکھیں اور جوشِ انتقام میں عدل وانصاف کا رشتہ ہاتھ سے نہ چھوڑیں جیسا کہ پچھلی آیات میں اس کی تاکید کی گئی ہے۔ممکن ہے کسی کو یہ شبہ گذرے کہ ایسے معاند دشمنوں کے حق میں اس قدر رواداری کی تعلیم کہیں اصولِ سیاست کے خلاف تو نہ ہوگی، کیونکہ ایسا نرم برتاؤ دیکھ کر مسلمانوں کے خلاف شریروں اور بدباطنوں کی جرأت بڑھ جانے کا قوی احتمال ہے اس کا ازالہ ﴿وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ﴾ سے فرمادیا یعنی مومن کی سب سے بڑی سیاست "تقویٰ" اور توکل علی اللہ (خدا سے ڈرنا اور اسی پر بھروسہ کرنا) ہے۔خدا سے ڈرنے کا مطلب یہ ہے کہ ظاہر وباطن میں اس سے اپنا معاملہ صاف رکھو اور جو عہد واقرار کیے ہیں ان میں پوری وفاداری دکھلاتے رہو، پھر بحمد اللہ کسی سے کوئی خطرہ نہیں۔اگلی آیت میں ہماری عبرت کے لیے ایک ایسی قوم کا ذکر فرمادیا جس نے خدا سے نڈر ہو کر بدعہدی اور غداری کی تھی وہ کس طرح ذلیل وخوار ہوئی۔

وَلَقَدْ اَخَذَ اللّٰهُ مِيْثَاقَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيْبًا ۭ

اور لے چکا ہے اللہ عہد بنی اسرائیل سے ف۵۲ اور مقرر کیے ہم نے ان میں بارہ سردار ف۵۳

وَقَالَ اللّٰهُ اِنِّیْ مَعَكُمْ ؕ لَىِٕنْ اَقَمْتُمُ الصَّلٰوةَ وَاٰتَیْتُمُ الزَّكٰوةَ وَاٰمَنْتُمْ بِرُسُلِیْ

اور کہا اللہ نے میں تمہارے ساتھ ہوں ف ۵۴ اگر تم قائم رکھو گے نماز اور دیتے رہو گے زکوٰۃ اور یقین لاؤ گے میرے رسولوں پر

وَعَزَّرْتُمُوْهُمْ وَاَقْرَضْتُمُ اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا لَّاُكَفِّرَنَّ عَنْكُمْ سَیِّاٰتِكُمْ

اور مدد کرو گے ان کی ف ۵۵ اور قرض دو گے اللہ کو ف ۵٦ اچھی طرح کا قرض ف ۵۷ تو البتہ دور کرونگا میں تم سے گناہ تمہارے

وَلَاُدْخِلَنَّكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۚ فَمَنْ كَفَرَ بَعْدَ ذٰلِكَ مِنْكُمْ فَقَدْ

اور داخل کروں گا تم کو باغوں میں کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ف ۵۸ پھر جو کوئی کافر ہوا تم میں سے اس کے بعد تو وہ بے شک

ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ ﴿۱۲﴾ فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّیْثَاقَهُمْ لَعَنّٰهُمْ وَجَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ

گمراہ ہوا سیدھے راستہ سے ف ۵۹ سو ان کے عہد توڑنے پر ہم نے ان پر لعنت کی ف ٦٠ اور کر دیا ہم نے ان کے دلوں کو

قٰسِیَةً ۚ یُحَرِّفُوْنَ الْكَلِمَ عَنْ مَّوَاضِعِهٖ ۙ وَنَسُوْا حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۚ وَلَا تَزَالُ

سخت، پھیرتے ہیں کلام کو اس کے ٹھکانے سے ف ٦١ اور بھول گئے نفع اٹھانا اس نصیحت سے جو ان کو کی گئی تھی ف ٦٢ اور ہمیشہ

تَطَّلِعُ عَلٰی خَآىِٕنَةٍ مِّنْهُمْ اِلَّا قَلِیْلًا مِّنْهُمْ فَاعْفُ عَنْهُمْ وَاصْفَحْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

تو مطلع ہوتا رہتا ہے ان کی کسی دغا پر ف ٦٣ مگر تھوڑے لوگ ان میں سے ف ٦٤ سو معاف کر اور درگزر کر ان سے، اللہ دوست رکھتا

یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ ﴿۱۳﴾ وَمِنَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰۤی اَخَذْنَا مِیْثَاقَهُمْ فَنَسُوْا

ہے احسان کرنے والوں کو ف ٦٥ اور وہ جو کہتے ہیں اپنے کو نصاریٰ ف ٦٦ ان سے بھی لیا تھا ہم نے عہد ان کا پھر بھول گئے نفع اٹھانا

حَظًّا مِّمَّا ذُكِّرُوْا بِهٖ ۠ فَاَغْرَیْنَا بَیْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ ؕ

اس نصیحت سے جو ان کو کی گئی تھی ف ٦٧ پھر ہم نے لگا دی آپس میں ان کے دشمنی اور کینہ ف ٦٨ قیامت کے دن تک ف ٦٩

وَسَوْفَ یُنَبِّئُهُمُ اللّٰهُ بِمَا كَانُوْا یَصْنَعُوْنَ ﴿۱۴﴾

اور آخر جتا دے گا ان کو اللہ جو کچھ کرتے تھے ف ٧٠

فائدہ: [۵۲] ......یعنی کچھ امت محمدیہ ہی کی خصوصیت نہیں پہلی امتوں سے بھی عہد لیے جا چکے ہیں۔

فائدہ: [۵۳] بارہ سرداروں کا تذکرہ:...... بنی اسرائیل کے بارہ قبائل میں سے بارہ سردار حضرت موسیٰ علیہ السلام نے چن لیے تھے جن کے نام بھی مفسرین نے تورات سے نقل کیے ہیں، ان کا فرض یہ تھا کہ وہ اپنی قوم پر عہد پورا کرنے کی تاکید اور ان کے احوال کی نگرانی رکھیں۔ عجب اتفاق یہ ہے کہ ہجرت سے پہلے جب "انصار" نے "لیلۃ العقبۃ" میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہاتھ پر بیعت کی تو ان میں سے بھی بارہ ہی "نقیب" نامزد ہوئے، ان ہی بارہ آدمیوں نے اپنی قوم کی طرف سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔ جابر بن سمرہ کی ایک

حدیث میں نبی کریم ﷺ نے اس امت کے متعلق جو بارہ خلفاء کی پیشین گوئی فرمائی ان کا عدد بھی ''نقبائے بنی اسرائیل'' کے عدد کے موافق ہے اور مفسرین نے تورات سے نقل کیا ہے کہ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام سے حق تعالیٰ نے فرمایا کہ ''میں تیری ذریت میں سے بارہ سردار پیدا کروں گا'' غالباً یہ وہی ''بارہ'' ہیں جن کا ذکر جابر بن سمرہ کی حدیث میں ہے۔

فَائِدَہ:[۵۴] خبردار رہو:...... یا تو یہ خطاب بارہ سرداروں کو ہے یعنی تم اپنا فرض ادا کرو میری حمایت اور امداد تمہارے ساتھ ہے، یا سب بنی اسرائیل کو، کہ میں تمہارے ساتھ ہوں یعنی کسی وقت تم مجھے اپنے سے دور مت سمجھو۔ جو کچھ معاملہ تم سرًا یا علانیتاً کرو گے وہ ہر جگہ اور ہر وقت میں دیکھ رہا اور سن رہا ہوں۔ اس لیے جو کچھ کرو خبردار ہو کر کرو۔

فَائِدَہ:[۵۵] بنی اسرائیل سے عہد:...... یعنی جو رسول حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد آتے رہیں گے ان سب کی تصدیق کرو گے اور دلی تعظیم سے پیش آؤ گے اور دشمنانِ حق کے مقابلہ پر ان کا پورا ساتھ دو گے جان سے بھی اور مال سے بھی۔

فَائِدَہ:[۵٦] خدا کو قرض دینے کا مطلب:...... خدا کو قرض دینے سے مراد اس کے دین اور اس کے پیغمبروں کی حمایت میں مال خرچ کرنا ہے جس طرح روپیہ قرض دینے والا اس امید پر دیتا ہے کہ اس کا روپیہ واپس مل جائے گا اور قرض لینے والا اس کے ادا کرنے کو اپنے ذمہ پر لازم کر لیتا ہے۔ اسی طرح خدا ہی کی دی ہوئی جو چیز یہاں اسی کے راستہ میں خرچ کی جائے گی وہ ہرگز گم یا کم نہیں ہوگی، حق تعالیٰ نے کسی مجبوری سے نہیں محض اپنے فضل و رحمت سے اپنے ذمہ لازم کر لیا ہے کہ وہ چیز تم کو عظیم الشان نفع کی صورت میں واپس کر دے۔

فَائِدَہ:[۵۷]...... ''اچھی طرح'' سے مراد یہ ہے کہ اخلاص سے دو اور اپنے محبوب و مرغوب اور پاک و صاف مال میں سے دو۔

فَائِدَہ:[۵۸] خوشنودی اور قربِ حق کا انعام:...... یعنی نیکیاں جب کثرت سے ہوں تو وہ برائیوں کو دبا لیتی ہیں۔ جب آدمی خدا کے عہد کو پورا کرنے کی کوشش میں لگا رہے تو حق تعالیٰ اس کی کمزوریوں کو دور کر کے اپنی خوشنودی اور قرب کے مکان میں جگہ دیتا ہے۔

فَائِدَہ:[۵۹] عہد شکنی کی جھلک:...... یعنی ایسے صاف اور پختہ عہد و پیمان کے بعد بھی جو شخص خدا کا وفادار ثابت نہ ہوا اور غدر و خیانت پر کمربستہ ہو گیا تو سمجھ لو کہ اس نے کامیابی اور نجات کا راستہ گم کر دیا۔ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ ہلاکت کے کس گڑھے میں جا کر گرے گا، بنی اسرائیل سے جن باتوں کے عہد لینے کا یہاں ذکر ہے وہ یہ ہیں نماز، زکوٰۃ، پیغمبروں پر ایمان لانا، ان کی جان و مال سے مدد کرنا۔ ان میں سے پہلی عبادت بدنی ہے، دوسری مالی، تیسری قلبی مع لسانی، چوتھی فی الحقیقت تیسری کی اخلاقی تکمیل ہے۔ گویا ان چیزوں کو ذکر کر کے اشارہ فرما دیا کہ جان و مال اور قلب و قالب ہر چیز سے خدا کی اطاعت اور وفا شعاری کا اظہار کرو، لیکن بنی اسرائیل نے چن چن کر ایک ایک عہد کی خلاف ورزی کی، کسی قول و قرار پر قائم نہ رہے۔ ان عہد شکنیوں کا جو نتیجہ ہوا اسے اگلی آیت میں بیان فرماتے ہیں۔

فَائِدَہ:[٦۰] عہد شکنی کی سزا:...... ''لعن'' کے معنی طرد و ابعاد کے ہیں یعنی عہد شکنی اور غداری کی وجہ سے ہم نے اپنی رحمت سے انہیں دور پھینک دیا۔ اور ان کے دلوں کو سخت کر دیا ﴿فَبِمَا نَقْضِهِمْ مِّيْثَاقَهُمْ﴾ کے لفظ سے ظاہر فرما دیا کہ ان کے ملعون اور سنگدل ہونے کا سبب عہد شکنی اور بے وفائی ہے جو خود انہی کا فعل ہے۔ اسباب پر مسبب کا مرتب کرنا چونکہ خدا ہی کا کام تھا اس لحاظ سے ﴿جَعَلْنَا قُلُوْبَهُمْ قٰسِيَةً﴾ کی نسبت اسی کی طرف کی گئی۔

فَائِدَہ:[٦۱]...... یعنی خدا کے کلام میں تحریف کرتے ہیں کبھی اس کے الفاظ میں، کبھی معنی میں، کبھی تلاوت میں۔ تحریف کی یہ سب اقسام قرآنِ کریم اور کتبِ حدیث میں بیان کی گئی ہیں، جس کا قدرے اعتراف آج کل بعض یورپین عیسائیوں کو بھی کرنا پڑا ہے۔

فَائِدَہ:[٦۲] برا نتیجہ:...... یعنی چاہیے تو یہ تھا کہ ان قیمتی نصیحتوں سے فائدہ اٹھاتے جو مثلاً: نبی آخر الزمان ﷺ کی آمد اور دوسرے مہمات دینیہ کے متعلق ان کی کتابوں میں موجود تھیں مگر اپنی غفلتوں اور شرارتوں میں پھنس کر یہ سب بھول گئے بلکہ نصیحتوں کا وہ ضروری حصہ

ہی گم کر دیا اور اب بھی جو نصیحتیں اور مفید باتیں خاتم النبیین ﷺ کی زبان سے ان کو یاد دلائی جاتی ہیں ان کا کوئی اثر قبول نہیں کرتے۔ حافظ ابن رجب حنبلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ''نقض عہد'' کے سبب سے ان میں دو باتیں آئیں: ''ملعونیت'' اور ''قسوت قلب'' ان دونوں کا نتیجہ یہ دو چیزیں ہوئیں: ''تحریف کلام اللہ'' اور ''عدم انتفاع بالذکر'' یعنی لعنت کے اثر سے ان کا دماغ مسوخ ہو گیا حتی کہ نہایت بیبا کی اور بدعقلی سے کتب سماویہ کی تحریف پر آمادہ ہو گئے۔ دوسری طرف جب عہد شکنی کی نحوست سے دل سخت ہو گئے تو قبول حق اور نصیحت سے متاثر ہونے کا مادہ نہ رہا اس طرح علمی اور عملی دونوں قسم کی قوتیں ضائع کر بیٹھے۔

فَائِدَة: [٦٣] یہودیوں کی خیانت کا تسلسل: ...... یعنی ان کی دغابازی اور خیانت کا سلسلہ آج تک چل رہا ہے اور آئندہ بھی چلتا رہے گا۔ اسی لیے ہمیشہ ان کی کسی نہ کسی دغابازی اور مکر و فریب پر آپ مطلع ہوتے رہتے ہیں۔

فَائِدَة: [٦٤] ...... یعنی عبداللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ وغیرہ جو اسلام میں داخل ہو چکے۔

فَائِدَة: [٦٥] ...... یعنی جب ان کی عادت قدیمہ ہی یہ ہے تو ایسے لوگوں سے ہر جزئی پر الجھنے اور ان کی ہر خیانت کا پردہ فاش کرنے کی ضرورت نہیں ان کو چھوڑ یئے اور درگزر کیجیے اور ان کی برائی کا بدلہ عفو و احسان سے دیجیے شاید اسی سے کچھ متاثر ہوں۔ قتادہ وغیرہ نے کہا ہے کہ یہ آیت منسوخ ہے ﴿قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ [توبہ: ٢٩] سے مگر اس کی کچھ حاجت نہیں۔ قتال کے حکم سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی وقت اور کسی موقع پر بھی ایسی قوم کے مقابلہ میں عفو و درگزر اور تالیفِ قلب سے کام نہ لیا جا سکے۔

فَائِدَة: [٦٦] لفظ نصاریٰ کی تشریح: ...... ''نصاریٰ'' کا ماخذ یا تو ''نصر'' ہے جس کے معنی مدد کرنے کے ہیں اور یا ''ناصرہ'' کی طرف نسبت ہے، جو ملک شام میں اس بستی کا نام ہے جہاں حضرت مسیح علیہ السلام رہے تھے۔ اسی لیے اُن کو ''مسیح ناصری'' کہتے ہیں جو لوگ اپنے کو ''نصاریٰ'' کہتے تھے وہ گویا اس بات کے مدعی تھے کہ ہم خدا کے سچے دین اور پیغمبروں کے حامی و ناصر اور حضرت مسیح ناصری کے متبع ہیں، اس زبانی دعوے اور لقبی تفاخر کے باوجود دین کے معاملہ میں جو رویہ تھا وہ آگے ذکر کیا گیا ہے۔

فَائِدَة: [٦٧] نصاریٰ کی عہد شکنی و بے وفائی: ...... یعنی یہود کی طرح ان سے بھی عہد لیا گیا لیکن یہ بھی عہد شکنی اور بے وفائی میں اپنے پیشرووں سے کچھ کم نہیں رہے۔ انہوں نے بھی ان بیش بہا نصائح سے جن پر نجات و فلاح ابدی کا مدار تھا کوئی فائدہ نہ اٹھایا بلکہ ''بائبل'' میں نصیحتوں کا وہ حصہ باقی ہی نہ چھوڑا جو حقیقتاً مذہب کا مغز تھا۔

فَائِدَة: [٦٨] آپس میں دائمی بغض و عداوت: ...... یعنی باہم ''نصاریٰ'' میں یا ''یہود'' اور ''نصاریٰ'' دونوں میں عداوتیں اور جھگڑے ہمیشہ کے لیے قائم ہو گئے۔ آسمانی سبق کو ضائع کرنے اور بھلا دینے کا جو نتیجہ ہونا چاہیے تھا وہ ہوا۔ یعنی جب وحیٔ الٰہی کی اصلی روشنی ان کے پاس نہ رہی تو اوہام و اہواء کی اندھیریوں میں ایک دوسرے سے الجھنے لگا۔ مذہب تو نہ رہا پر مذہب کے جھگڑے رہ گئے۔ بیسیوں فرقے پیدا ہو کر اندھیرے میں ایک دوسرے سے ٹکرانے لگے۔ یہ ہی فرقہ وار تصادم آخر کار آپس کی شدید ترین عداوت و بغض پر منتہی ہوا۔ کوئی شبہ نہیں کہ آج مسلمانوں میں بھی بے حد تفرق و تشتت اور مذہبی تصادم موجود ہے لیکن چونکہ ہمارے پاس وحیٔ الٰہی اور قانونِ سماوی بحمد اللہ بلاکم و کاست محفوظ ہے اس لیے اختلافات کی موجودگی میں بھی مسلمانوں کی بہت بڑی جماعت برابر مرکزِ حق و صداقت پر قائم رہی ہے اور رہے گی۔ اس کے برخلاف ''یہود'' و ''نصاریٰ'' کے اختلافات یا مثلاً ''پروٹسٹنٹ'' اور ''رومن کیتھولک'' وغیرہ فرقوں کی باہمی مخالفت میں کوئی ایک فریق بھی نہ آج شاہراہِ حق و صداقت پر قائم ہے اور نہ قیامت تک ہو سکتا ہے۔ کیونکہ وہ وحیٔ الٰہی کی روشنی کو جس کے بدون، کوئی انسان خدا تعالیٰ اور اس کے قوانین کی صحیح معرفت حاصل نہیں کر سکتا اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے ضائع کر چکے ہیں۔ اب جب تک وہ اس محرف ''بائبل'' کے دامن سے وابستہ رہیں گے محال ہے کہ قیامت تک ان کو رانہ [اندھاپن] اور محض بے اصول اختلافات اور فرقہ وار

بغض وعناد کی ظلمت سے نکل کر حق کا راستہ دیکھ سکیں اور نجات ابدی کی شاہراہ پر چل سکیں۔ باقی جو لوگ آج نفس مذہب خصوصاً عیسائیت کا مذاق اڑاتے ہیں اور جنہوں نے لفظ ''مسیحیت'' یا موجودہ ''بائبل'' کو محض چند سیاسی ضرورتوں کے لیے رکھ چھوڑا ہے اس آیت میں اُن نصاریٰ کا ذکر نہیں اور اگر مان لیا جائے کہ وہ بھی آیت کے تحت میں داخل ہیں تو ان کی باہمی عداوتیں اور ایک دوسرے کے خلاف خفیہ ریشہ دوانیاں اور علانیہ محاربات بھی باخبر اصحاب پر پوشیدہ نہیں ہیں۔

فَائِدَة: [٦٩] ضروری وضاحت:...... یعنی جب تک وہ رہیں گے یہ اختلاف اور بغض وعناد بھی ہمیشہ رہے گا۔ یہاں ''قیامت تک'' کا لفظ ایسا ہے جیسے ہمارے محاورات میں کہہ دیتے ہیں کہ فلاں شخص تو قیامت تک بھی فلاں حرکت سے باز نہ آئے گا، اس کے یہ معنی نہیں ہوتے کہ وہ شخص قیامت تک زندہ رہے گا اور یہ حرکت کرتا رہے گا، مراد یہ ہے کہ اگر قیامت تک بھی زندہ رہے تو اس بات کو نہ چھوڑے گا اسی طرح آیت میں ﴿اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ﴾ کا لفظ آنے سے یہ ثابت نہیں ہوتا کہ ''یہود'' و ''نصاریٰ'' کا وجود قیامت تک رہے جیسا کہ ہمارے زمانہ کے بعض مُبطلین نے اپنی تفسیر میں لکھ دیا ہے۔

فَائِدَة: [٧٠]...... یعنی آخرت میں پوری طرح اور دنیا میں بھی بعض واقعات کے ذریعہ سے ان کو اپنی کرتوت کا نتیجہ معلوم ہو جائے گا۔

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا يُبَيِّنُ لَكُمْ كَثِيْرًا مِّمَّا كُنْتُمْ تُخْفُوْنَ مِنَ

اے کتاب والو تحقیق آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا ظاہر کرتا ہے تم پر بہت سی چیزیں جن کو تم چھپاتے تھے کتاب میں

الْكِتٰبِ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۬ قَدْ جَآءَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ نُوْرٌ وَّ كِتٰبٌ مُّبِيْنٌ ۙ﴿۱۵﴾ يَّهْدِيْ

اور درگزر کرتا ہے بہت چیزوں سے ف ۷۱ بے شک تمہارے پاس آئی ہے اللہ کی طرف سے روشنی اور کتاب ظاہر کرنے والی جس سے

بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ

اللہ ہدایت کرتا ہے اس کو جو تابع ہوا اس کی رضا کا سلامتی کی راہیں اور ان کو نکالتا ہے اندھیروں سے روشنی میں

بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۶﴾

اپنے حکم سے اور ان کو چلاتا ہے سیدھی راہ ف ۷۲

فَائِدَة: [٧١] یہود و نصاریٰ کو خطاب:...... یہ سب ''یہود'' و ''نصاریٰ'' کو خطاب ہے کہ وہ نبی آخر الزماں ﷺ جن کی آمد کی بشارات تمہاری کتابوں میں اس قدر تحریف ہونے پر بھی کسی نہ کسی عنوان سے موجود ہیں، تشریف لے آئے۔ جنکے منہ میں خدا نے اپنا کلام ڈالا ہے اور جنہوں نے ان حقائق کی تکمیل کی جو حضرت مسیح علیہ السلام ناتمام چھوڑ گئے تھے۔ ''تورات'' و ''انجیل'' کی جن باتوں کو تم چھپاتے تھے اور بدل سدل کر بیان کرتے تھے ان میں کی سب ضروری باتیں اس نبی آخر الزماں ﷺ نے ظاہر فرما دیں اور جن باتوں کی اب چنداں ضرورت نہ تھی ان سے درگزر کیا۔

فَائِدَة: [٧٢]...... شاید ''نور'' سے خود نبی کریم ﷺ اور ''کتاب مبین'' سے قرآن کریم مراد ہے۔ یعنی یہود و نصاریٰ جو وحیٔ الٰہی کی روشنی کو ضائع کر کے اہواء و آراء کی تاریکیوں اور باہمی خلاف و شقاق کے گڑھوں میں پڑے دھکے کھا رہے ہیں جس سے نکلنے کا بحالت موجودہ قیامت تک امکان نہیں ان سے کہہ دو کہ خدا کی سب سے بڑی روشنی آ گئی اگر نجات ابدی کے صحیح راستہ پر چلنا چاہتے ہو تو اس روشنی میں حق

تعالیٰ کی رضا کے پیچھے چل پڑو، سلامتی کی راہیں کھلی پاؤ گے اور اندھیرے سے نکل کر اجالے میں بے کھٹکے چل سکو گے اور جسکی رضا کے تابع ہو کر چل رہے ہو اسکی دستگیری سے صراط مستقیم کو بے تکلف طے کر لو گے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ

بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا کہ اللہ تو وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا ف۷۳ تو کہہ دے پھر کس کا بس چل سکتا ہے اللہ کے

شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ يُّهْلِكَ الْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ؕ

آگے اگر وہ چاہے کہ ہلاک کرے مسیح مریم کے بیٹے کو اور اس کی ماں کو اور جتنے لوگ ہیں زمین میں سب کو ف۷۴

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ درمیان ان دونوں کے ہے پیدا کرتا ہے جو چاہے ف۷۵ اور اللہ ہر

شَىْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۷﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ

چیز پر قادر ہے ف۷۶ اور کہتے ہیں یہود اور نصاریٰ ہم بیٹے ہیں اللہ کے اور اس کے پیارے ف۷۷ تو کہہ پھر کیوں

يُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ

عذاب کرتا ہے تم کو تمہارے گناہوں پر ف۷۸ کوئی نہیں بلکہ تم بھی ایک آدمی ہو اس کی مخلوق میں ف۷۹ بخشے جس کو چاہے اور عذاب کرے جس

يَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؗ وَاِلَيْهِ الْمَصِيْرُ ﴿۱۸﴾

کو چاہے ف۸۰ اور اللہ ہی کے لیے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ دونوں کے بیچ میں ہے اور اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے ف۸۱

فَائِدَة: [۷۳] **نصاریٰ کا کفریہ عقیدہ:**...... "یعنی مسیح علیہ السلام کے علاوہ خدا کوئی اور چیز نہیں" کہتے ہیں کہ یہ عقیدہ نصاریٰ میں سے "فرقہ یعقوبیہ" کا ہے جن کے نزدیک مسیح کے قالب میں خدا حلول کیے ہوئے ہے (معاذ اللہ) یا یوں کہا جائے کہ جب "نصاریٰ" حضرت مسیح کی نسبت "الوہیت" کے قائل ہیں اور ساتھ ہی توحید کا بھی زبان سے اقرار کرتے جاتے ہیں یعنی خدا ایک ہی ہے تو ان دونوں دعووں کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ انکے نزدیک مسیح کے سوا کوئی خدا نہ ہو۔ بہر حال کوئی صورت لی جائے اس عقیدہ کے کفر صریح ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔

فَائِدَة: [۷۴] **کفریہ عقیدہ کی تردید:**...... یعنی اگر فرض کرو خدائے قادر و قہار یہ چاہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام اور مریم رضی اللہ عنہا اور اگلے پچھلے کل زمین پر بسنے والوں کو اکٹھا کر کے ایک دم میں ہلاک کر دے، تو تم ہی بتلاؤ کہ اسکا ہاتھ کون پکڑ سکتا ہے۔ یعنی ازل و ابد کے سارے انسان بھی اگر فرض کرو مجتمع کر دیئے جائیں اور خدا ایک آن میں سب کو ہلاک کرنا چاہے تو سب کی اجتماعی قوت بھی خدا کے ارادہ کو تھوڑی دیر کیلئے ملتوی نہیں کر سکتی۔ کیونکہ مخلوقات کی قدرت جو عطائی اور محدود ہے، خدا کی ذاتی اور لامحدود قدرت کے مقابلہ میں عاجز محض ہے جسکا اعتراف خود وہ لوگ بھی کرتے ہیں جنکے ردّ میں یہ خطاب کیا جا رہا ہے بلکہ خود مسیح ابن مریم بھی جن کو یہ لوگ خدا بنا رہے ہیں اسکے معترف ہیں۔ چنانچہ "مرقس" کی انجیل میں حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ مقولہ موجود ہے: "اے باپ! ہر چیز تیری قدرت کے تحت میں ہے تو مجھ سے یہ (موت کا) پیالہ ٹلا دے اس طرح نہیں جو میں چاہتا ہوں بلکہ اس طرح جیسے تیرا ارادہ ہے۔" پس جب حضرت مسیح علیہ السلام جن کو تم خدا کہتے ہو اور انکی

والدہ ماجدہ مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا جو تمہارے زعم میں خدا کی ماں ہوئی۔ وہ دونوں بھی تمام ﴿مَنْ فِی الْاَرْضِ﴾ کیساتھ ملکر خدا کی مشیت وارادہ کے سامنے عاجز ٹھہرے تو خود سوچ لو کہ انکی یا انکی والدہ یا کسی اور مخلوق کی نسبت خدائی کا دعویٰ کرنا کس قدر گستاخی اور شوخ چشمی ہوگی۔ آیت کی اس تقریر میں ہم نے "ہلاک" کو "موت" کے معنی میں لیا ہے مگر ﴿جَمِیْعًا﴾ کے لفظ کی تھوڑی سی وضاحت کر دی جو مدلول لفظ ﴿جَمِیْعًا﴾ کا ہم نے بیان کیا وہ ائمۂ عربیہ کی تصریحات کے عین موافق ہے۔ اسکے سوا یہ بھی ممکن ہے کہ آیت میں "ہلاک" کے معنی "موت" کے نہ لیے جائیں جیسا کہ راغب نے لکھا ہے کبھی "ہلاک" کے معنی ہوتے ہیں "کسی چیز کا مطلقاً فنا اور نیست و نابود ہو جانا" مثلاً ﴿کُلُّ شَیْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ﴾ [قصص: ۸۸] یعنی خدا کی ذات کے سوا ہر چیز نابود ہونے والی ہے۔ اس معنی پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ اگر خدائے قدیر حضرت مسیح علیہ السلام اور انکی والدہ اور تمام ﴿مَنْ فِی الْاَرْضِ﴾ کو قطعاً نیست و نابود اور بالکلیہ فنا کر ڈالنے کا ارادہ کرلے تو کون ہے جو اس کے ارادہ کو روک دے گا ...... ؎

اوست سلطان ہر چہ خواہد آں کند عالمے را در دمے ویراں کند

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کسی جگہ نبیوں کے حق میں ایسی بات فرماتے ہیں تاکہ انکی امت بندگی کی حد سے زیادہ نہ چڑھاوے، وَاِلّا نبی اس لائق" "کا ہے" [کیوں] کو ہیں کہ ان کے مرتبۂ عالی اور وجاہت عند اللہ کا خیال کرتے ہوئے ایسا خطاب کیا جاتا۔

فَائِدَة: [۷۵] ...... جو چاہے اور جس طرح چاہے مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام کو بدون باپ کے حضرت حوا علیہا السلام کو بدون ماں کے اور حضرت آدم علیہ السلام کو بدون ماں اور باپ کے پیدا کر دیا۔

فَائِدَة: [۷۶] ...... کسی کا زور اس کے سامنے نہیں چل سکتا۔ سب اخیار و ابرار بھی وہاں مجبور ہیں۔

فَائِدَة: [۷۷] **خدا کے چہیتے ہونے کا دعویٰ:** ...... شاید اپنے کو "بیٹے" یعنی اولاد اس لیے کہتے ہوں کہ ان کی "بائبل" میں خدا نے اسرائیل (یعقوب علیہ السلام) کو اپنا پہلوٹا بیٹا [فرزند اوّلین، وہ لڑکا جو پہلے پہل پیدا ہوا ہو] اور اپنے کو اس کا باپ کہا ہے۔ ادھر نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو "ابن اللہ" مانتے ہیں تو اسرائیل کی اولاد اور حضرت مسیح کی امت ہونے کی وجہ سے غالباً ابناء اللہ کا لفظ اپنی نسبت استعمال کیا ہوگا اور یہ بھی ممکن ہے کہ "بیٹا" کہنے سے مراد یہ ہو کہ ہم خدا کے خواص اور محبوب ہونے کی وجہ سے گویا اولاد ہی جیسے ہیں اس صورت میں "ابناء" کا حاصل وہی ہو جائے گا جو لفظ "احباء" کا ہے۔

فَائِدَة: [۷۸] **دعویٰ مذکورہ کی تردید:** ...... چونکہ کسی مخلوق کا حقیقتاً "ابن اللہ" ہونا بالکل محال اور بدیہی البطلان ہے اور خدا کا محبوب بن جانا ممکن تھا ﴿یُّحِبُّهُمْ وَیُحِبُّوْنَهٗۤ﴾ [مائدہ: ۵۴] اسلئے اس جملہ میں اوّل "محبوبیت" (پیارے ہونے) کے دعوے کا رد کیا گیا یعنی جو قوم علانیہ بغاوتوں اور شدید ترین گناہوں کی بدولت یہاں بھی کئی طرح کی رسوائیوں اور عذاب میں گرفتار ہو چکی اور آخرت میں بھی حبسِ دوام کی سزا کا عقلاً و نقلاً استحقاق رکھتی ہے۔ کیا ایسی باغی و عاصی قوم کی نسبت ایک لمحہ کیلئے بھی کوئی ذی شعور یہ خیال کر سکتا ہے کہ وہ خدا کی محبوب اور پیاری ہوگی؟ خدا سے کسی کا نسبی رشتہ نہیں۔ اسکا پیار اور اسکی محبت صرف اطاعت اور حسنِ عمل سے حاصل ہو سکتی ہے۔ ایسے کٹر مجرموں کو جو سخت سے سخت سزا کے مستحق اور مورد بن چکے ہوں، شرمانا چاہیے کہ وہ ﴿نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ﴾ کا دعویٰ کریں۔ حضرت نوح علیہ السلام کے بیٹے کو باوجودیکہ انکا صلبی بیٹا تھا خدا نے فرمادیا ﴿اِنَّهٗ لَیْسَ مِنْ اَهْلِكَ ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَیْرُ صَالِحٍ﴾ [ہود: ۴۶]۔

فَائِدَة: [۷۹] ...... ﴿بَشَرٌ﴾ اصل لغت میں کھال کی اوپر والی سطح کو کہتے ہیں۔ تھوڑی سی مناسبت سے آدمی کو ﴿بَشَرٌ﴾ کہنے لگے۔ شاید اس لفظ کے یہاں اختیار کرنے میں یہ نکتہ ہو کہ تم کو خدا کا بیٹا اور پیارا تو درکنار، شریف اور ممتاز انسان بھی نہیں کہا جا سکتا۔ صرف بشرہ اور شکل وصورت کے لحاظ سے خدا کے پیدا کیے ہوئے ایک معمولی آدمی کہلائے جا سکتے ہو جن کی پیدائش بھی اسی معتاد طریقہ سے ہوئی ہے جس طرح

عام انسانوں کی ہوتی ہے پھر بھلا ''ابنیت'' کا وہم کدھر سے راہ پا سکتا ہے۔

فَائِدَۃ:[۸۰]...... کیونکہ وہ ہی جانتا ہے کہ کون بخشنے کے لائق ہے اور کسے سزا دی جائے۔

فَائِدَۃ:[۸۱]...... تو جسے وہ اپنی رحمت اور حکمت سے معاف کرنا چاہے یا عدل وانصاف سے سزا دینا چاہے اس میں کون مزاحم ہو سکتا ہے؟ نہ کسی مجرم کے لیے یہ گنجائش ہے کہ اس کے قلم رو [علمداری، بادشاہی] آسمان وزمین سے باہر نکل جائے، اور نہ یہ کہ مرنے کے بعد دوسری زندگی میں کہیں اور بھاگ جائے۔

يَٰٓأَهۡلَ ٱلۡكِتَٰبِ قَدۡ جَآءَكُمۡ رَسُولُنَا يُبَيِّنُ لَكُمۡ عَلَىٰ فَتۡرَةٖ مِّنَ ٱلرُّسُلِ

اے کتاب والو! آیا ہے تمہارے پاس رسول ہمارا کھولتا ہے تم پر ف۸۲ رسولوں کے انقطاع کے بعد، کبھی

أَن تَقُولُواْ مَا جَآءَنَا مِنۢ بَشِيرٖ وَلَا نَذِيرٖۖ فَقَدۡ جَآءَكُم بَشِيرٞ وَنَذِيرٞۗ وَٱللَّهُ

تم کہنے لگو کہ ہمارے پاس نہ آیا کوئی خوشی یا ڈر سنانے والا سو آ چکا تمہارے پاس خوشی اور ڈر سنانے والا ف۸۳ اور اللہ ہر

عَلَىٰ كُلِّ شَيۡءٖ قَدِيرٞ ۝١٩ وَإِذۡ قَالَ مُوسَىٰ لِقَوۡمِهِۦ يَٰقَوۡمِ ٱذۡكُرُواْ نِعۡمَةَ ٱللَّهِ عَلَيۡكُمۡ إِذۡ ع۸

چیز پر قادر ہے ف۸۴ اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو اے قوم یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر ف۸۵

جَعَلَ فِيكُمۡ أَنۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُم مُّلُوكٗا وَءَاتَىٰكُم مَّا لَمۡ يُؤۡتِ أَحَدٗا مِّنَ

جب پیدا کیے تم میں نبی ف۸۶ اور کر دیا تم کو بادشاہ ف۸۷ اور دیا تم کو جو نہیں دیا تھا کسی

ٱلۡعَٰلَمِينَ ۝٢٠ يَٰقَوۡمِ ٱدۡخُلُواْ ٱلۡأَرۡضَ ٱلۡمُقَدَّسَةَ ٱلَّتِي كَتَبَ ٱللَّهُ لَكُمۡ وَلَا تَرۡتَدُّواْ

کو جہان میں ف۸۸ اے قوم داخل ہو زمین پاک میں جو مقرر کر دی ہے اللہ نے تمہارے واسطے ف۸۹ اور نہ

عَلَىٰٓ أَدۡبَارِكُمۡ فَتَنقَلِبُواْ خَٰسِرِينَ ۝٢١ قَالُواْ يَٰمُوسَىٰٓ إِنَّ فِيهَا قَوۡمٗا جَبَّارِينَ

لوٹو اپنی پیٹھ کی طرف پھر جا پڑو گے نقصان میں ف۹۰ بولے اے موسیٰ وہاں ایک قوم ہے زبردست ف۹۱

وَإِنَّا لَن نَّدۡخُلَهَا حَتَّىٰ يَخۡرُجُواْ مِنۡهَا فَإِن يَخۡرُجُواْ مِنۡهَا فَإِنَّا دَٰخِلُونَ ۝٢٢

اور ہم ہرگز وہاں نہ جاویں گے یہاں تک کہ وہ نکل جاویں اس میں سے پھر اگر وہ نکل جاویں گے اس میں سے تو ہم ضرور داخل ہوں گے ف۹۲

فَائِدَۃ:[۸۲] اہل کتاب کو درستگی عقیدہ اور ایمان کی ترغیب:...... یعنی ہمارے احکام وشرائع نہایت توضیح کے ساتھ کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔ اس رکوع کے شروع سے ''بنی اسرائیل'' (یہود ونصاریٰ) کی مختلف قسم کی شرارتوں اور حماقتوں کو بیان فرما کر یہ بتلایا تھا کہ اب ہمارا رسول تمہارے پاس آ چکا جو تمہاری غلط کاریوں کو واضح کرتا ہے اور تم کو ظلمت سے نکال کر نور کی طرف لے جانا چاہتا ہے اس کے بعد اس پر متنبہ فرمایا کہ اب نور ہدایت کی طرف جانا دو چیزوں پر موقوف ہے۔ ایک یہ کہ خدا تعالیٰ کی صحیح معرفت حاصل کرو اور مخلوق و خالق کے تعلق کے متعلق غلط عقیدے مت جماؤ ﴿لَقَدۡ كَفَرَ ٱلَّذِينَ قَالُوٓاْ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ ٱلۡمَسِيحُ ٱبۡنُ مَرۡيَمَ﴾ [مائدہ:۱۷] سے یہاں تک

اسی جز و کا بیان تھا، دوسری چیز یہ ہے کہ نبی الانبیاء ﷺ پر ایمان لاؤ جو تمام انبیائے سابقین کے کمالات کے جامع اور شرائع الٰہیہ کے سب سے بڑے اور آخری شارح ہیں اس جزو کا بیان اس آیت ﴿ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ قَدْ جَآءَكُمْ رَسُوْلُنَا یُبَیِّنُ لَكُمْ عَلٰى فَتْرَةٍ ﴾ میں کیا گیا ہے۔

فائدہ: [۸۳] ہادیٔ برحق کی آمد: ...... حضرت مسیح علیہ السلام کے بعد تقریباً چھ سو برس سے انبیاء کی آمد کا سلسلہ منقطع ہو چکا تھا، ساری دنیا ''اِلّا ماشاء اللہ'' جہل، غفلت اور اوہام واہواء کی تاریکیوں میں پڑی تھی، ہدایت کے چراغ گل ہو چکے تھے، ظلم وعدوان فساد والحاد کی گھٹا تمام آفاق پر چھا رہی تھی، اس وقت سارے جہان کی اصلاح کے لیے خدا نے سب سے بڑا ''ہادی'' اور ''نذیر'' و ''بشیر'' بھیجا، جو جاہلوں کو فلاح دارین کے راستے بتلائے، غافلوں کو اپنے انداز وتخویف سے بیدار کرے اور پست ہمتوں کو بشارتیں سنا کر ابھارے اس طرح ساری مخلوق پر خدا کی حجت تمام ہوگئی۔ کوئی مانے یا نہ مانے۔

فائدہ: [۸۴] ...... یعنی تم اگر اس پیغمبر کی بات نہ مانو گے تو خدا کو قدرت ہے کہ کوئی دوسری قوم کھڑی کر دے جو اس کے پیغام کو پوری طرح قبول کرے گی اور پیغمبر کا ساتھ دے گی خدا کا کام کچھ تم پر موقوف نہیں۔

فائدہ: [۸۵] تذکیر احسان: ...... موضح القرآن میں ہے کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اپنے باپ کا وطن چھوڑ نکلے اللہ کی راہ میں اور ملک شام میں آکر ٹھہرے اور مدت تک ان کے اولاد نہ ہوئی تب اللہ تعالیٰ نے بشارت دی کہ تیری اولاد بہت پھیلاؤں گا اور زمین شام اُن کو دوں گا اور نبوت، دین، کتاب اور سلطنت ان میں رکھوں گا۔ پھر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے وقت وہ وعدہ پورا کیا، بنی اسرائیل کو فرعون کی بیگار سے خلاص کیا اور اس کو غرق کیا اور ان کو فرمایا کہ جہاد کرو عمالقہ سے، ملکِ شام فتح کر لو پھر ہمیشہ وہ ملکِ شام تمہارا ہے۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بارہ شخص بارہ قبائل بنی اسرائیل پر سردار کیے تھے ان کو بھیجا کہ اس ملک کی خبر لادیں وہ خبر لائے تو ملک شام کی بہت خوبیاں بیان کیں اور وہاں جو عمالقہ مسلط تھے ان کا زور وقوت بیان کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ان کو کہا کہ تم قوم کے سامنے ملک کی خوبی بیان کرو اور دشمن کی قوت کا ذکر مت کرو۔ ان میں سے دو شخص اس حکم پر رہے اور دس نے خلاف کیا۔ قوم نے سنا تو نامردی کرنے لگی اور چاہا کہ پھر الٹے مصر چلے جائیں۔ اس تقصیر کی وجہ سے چالیس برس فتح میں دیر لگی۔ اس قدر مدت جنگلوں میں بھٹکتے پھرتے رہے، جب اس قرن کے لوگ مر چکے مگر وہ دو شخص کہ وہ ہی حضرت موسیٰ علیہ السلام کے بعد خلیفہ ہوئے ان کے ہاتھ سے فتح ہوئی۔

فائدہ: [۸۶] اجرائے نبوت کا احسان: ...... یعنی تمہارے جدِ اعلیٰ حضرت ابراہیم علیہ السلام سے لے کر آج تک کتنے نبی تم میں پیدا کیے مثلاً حضرت اسمٰعیل، اسحٰق، یعقوب، یوسف علیہ السلام اور خود موسیٰ وہارون علیہ السلام پھر ان کے بعد بھی یہ ہی سلسلہ مدت دراز تک ان میں قائم رکھا۔

فائدہ: [۸۷] آزادی و بادشاہت: ...... یعنی فرعونیوں کی ذلیل ترین غلامی سے آزادی دلا کر ان کے اموال واملاک پر قابض کیا اور اس سے پہلے تم ہی میں سے حضرت یوسف علیہ السلام کو مصر کے خزائن اور سلطنت پر کیسا تسلط عطا فرمایا۔ پھر مستقبل میں بھی حضرت سلیمان علیہ السلام وغیرہ نبی اور بادشاہ پیدا کیے گویا دین اور دنیا دونوں کی اعلیٰ نعمتوں سے تم کو سرفراز کیا۔ کیونکہ دینی مناصب میں سب سے بڑا منصب نبوت اور دنیوی اقبال کی آخری حد آزادی اور بادشاہت ہے، یہ دونوں چیزیں مرحمت کی گئیں۔

فائدہ: [۸۸] دور موسوی میں نوازشات: ...... یعنی اس وقت جب موسیٰ علیہ السلام کو یہ خطاب فرما رہے تھے بنی اسرائیل پر تمام دنیا کے لوگوں سے زیادہ خدا کی نوازشیں ہوئیں۔ اور اگر ﴿ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِیْنَ ﴾ کو عموم پر حمل کیا جائے تو یہ اس لیے صحیح نہیں کہ امت محمدیہ کی نسبت خود قرآن میں تصریح ہے ﴿ كُنْتُمْ خَیْرَ اُمَّةٍ اُخْرِجَتْ لِلنَّاسِ ﴾ [آل عمران: ۱۱۰] اور ﴿ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ ﴾ [بقرہ: ۱۴۳]

فائدہ: [۸۹] ...... یعنی خدا نے پیشتر حضرت ابراہیم علیہ السلام سے وعدہ فرمایا تھا کہ تیری اولاد کو یہ ملک دوں گا وہ وعدہ ضرور پورا ہونا ہے۔

خوش قسمت ہوں گے وہ لوگ جن کے ہاتھوں پر پورا ہو۔

فائدہ:[۹۰] یہودیوں کی بزدلی اور پست ہمتی:.......یعنی جہاد فی سبیل اللہ میں بزدلی اور پست ہمتی دکھا کر غلامی کی زندگی کی طرف مت بھاگو۔

فائدہ:[۹۱].......یعنی بہت قوی ہیکل، تنومند اور پُر رعب۔

فائدہ:[۹۲].......یعنی مقابلہ کی ہمت ہم میں نہیں، ہاں! بدون ہاتھ پاؤں ہلائے پکی پکائی کھالیں گے، آپ معجزہ کے زور سے انہیں نکال دیں۔

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ

کہا دو مردوں نے اللہ سے ڈرنے والوں میں سے کہ خدا کی نوازش تھی ان دو پر ف۹۳ گھس جاؤ ان پر حملہ کر کے دروازہ میں

فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۚ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝۲۳

پھر جب تم اس میں گھس جاؤ گے تو تم ہی غالب ہو گے ف۹۴ اور اللہ پر بھروسہ کرو اگر یقین رکھتے ہو ف۹۵

قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِنَّا لَنْ نَّدْخُلَهَآ اَبَدًا مَّا دَامُوْا فِيْهَا فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ

بولے اے موسیٰ ہم ہرگز نہ جاویں گے ساری عمر جب تک وہ رہیں گے اس میں، سو تو جا اور تیرا رب اور تم دونوں

اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ ۝۲۴ قَالَ رَبِّ اِنِّىْ لَآ اَمْلِكُ اِلَّا نَفْسِىْ وَاَخِىْ فَافْرُقْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ

لڑو ہم تو یہیں بیٹھے ہیں ف۹۶ بولا اے رب میرے میرے اختیار میں نہیں مگر میری جان اور میرا بھائی ف۹۷ سو جدائی کر دے

الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝۲۵ قَالَ فَاِنَّهَا مُحَرَّمَةٌ عَلَيْهِمْ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۚ يَتِيْهُوْنَ فِى

تو ہم میں اور اس نافرمان قوم میں فرمایا تحقیق وہ زمین حرام کی گئی ہے ان پر چالیس برس، سر مارتے

ع ۸ الْاَرْضِ ۭ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْفٰسِقِيْنَ ۝۲۶ۧ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ ابْنَىْ اٰدَمَ

پھریں گے ملک میں سو تو افسوس نہ کر نافرمان لوگوں پر ف۹۸ اور سنا ان کو حال واقعی آدم کے

وقف لازم بِالْحَقِّ ۘ اِذْ قَرَّبَا قُرْبَانًا فَتُقُبِّلَ مِنْ اَحَدِهِمَا وَلَمْ يُتَقَبَّلْ مِنَ الْاٰخَرِ ۭ قَالَ

دو بیٹوں کا ف۹۹ جب نیاز کی دونوں نے کچھ نیاز اور مقبول ہوئی ایک کی ف۱۰۰ اور نہ مقبول ہوئی دوسرے کی، کہا میں

النصف لَاَقْتُلَنَّكَ ۭ قَالَ اِنَّمَا يَتَقَبَّلُ اللّٰهُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ۝۲۷ لَىِٕنْۢ بَسَطْتَّ اِلَىَّ يَدَكَ

تجھ کو مار ڈالوں گا ف۱۰۱ وہ بولا اللہ قبول کرتا ہے تو پرہیزگاروں سے ف۱۰۲ اگر تو ہاتھ چلاوے گا مجھ پر

لِتَقْتُلَنِىْ مَآ اَنَا بِبَاسِطٍ يَّدِىَ اِلَيْكَ لِاَقْتُلَكَ ۚ اِنِّىْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ۝۲۸

مارنے میں، نہ ہاتھ چلاؤں گا تجھ پر مارنے کو ف۱۰۳ میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو پروردگار ہے سب جہان کا ف۱۰۴

اِنِّیْٓ اُرِیْدُ اَنْ تَبُوْٓاَ بِاِثْمِیْ وَاِثْمِكَ فَتَكُوْنَ مِنْ اَصْحٰبِ النَّارِ ۚ وَذٰلِكَ جَزٰٓؤُا

میں چاہتا ہوں کہ تو حاصل کرے میرا گناہ اور اپنا گناہ ف۱۰۵ پھر ہو جاوے تو دوزخ والوں میں اور یہی ہے

الظّٰلِمِیْنَ ﴿۲۹﴾ فَطَوَّعَتْ لَهٗ نَفْسُهٗ قَتْلَ اَخِیْهِ فَقَتَلَهٗ فَاَصْبَحَ مِنَ الْخٰسِرِیْنَ ﴿۳۰﴾

سزا ظالموں کی ف۱۰۶ پھر اس کو راضی کیا اس کے نفس نے خون پر اپنے بھائی کے پھر اس کو مار ڈالا سو ہو گیا نقصان اٹھانے والوں میں ف۱۰۷

فَبَعَثَ اللّٰهُ غُرَابًا یَّبْحَثُ فِی الْاَرْضِ لِیُرِیَهٗ كَیْفَ یُوَارِیْ سَوْءَةَ اَخِیْهِ ؕ قَالَ

پھر بھیجا اللہ نے ایک کوا جو کریدتا تھا زمین کو تاکہ اس کو دکھلاوے کس طرح چھپاتا ہے لاش اپنے بھائی کی بولا

یٰوَیْلَتٰٓی اَعَجَزْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِثْلَ هٰذَا الْغُرَابِ فَاُوَارِیَ سَوْءَةَ اَخِیْ ۚ فَاَصْبَحَ

اے افسوس مجھ سے اتنا نہ ہو سکا کہ ہوں برابر اس کوے کی کہ میں چھپاؤں لاش اپنے بھائی کی ف۱۰۸

مِنَ النّٰدِمِیْنَ ﴿۳۱﴾

پھر لگا پچھتانے ف۱۰۹

معانقة ٥

فَائِدَہ: [۹۳] ......وہ دو شخص حضرت یوشع بن نون اور کالب بن یوفنا علیہما السلام تھے جو خدا سے ڈرتے تھے۔ اسی لیے عمالقہ وغیرہ کا کچھ ڈر ان کو نہ رہا

ہر کہ ترسید از حق و تقویٰ گزید ترسد از وے جن و انس و ہر کہ دید

فَائِدَہ: [۹۴] ......یعنی ہمت کر کے شہر کے پھاٹک تک تو چلو پھر خدا تم کو غالب کرے گا، خدا اسی کی مدد کرتا ہے جو خود بھی اپنی مدد کرے۔

فَائِدَہ: [۹۵] توکل اور تعطل کا مفہوم: ......معلوم ہوا کہ اسبابِ مشروعہ کو ترک کرنا توکل نہیں "توکل" یہ ہے کہ کسی نیک مقصد کے لیے انتہائی کوشش اور جہاد کرے، پھر اس کے مثمر و منتج ہونے کے لیے خدا پر بھروسہ رکھے، اپنی کوشش پر نازاں اور مغرور نہ ہو۔ باقی اسباب مشروعہ کو چھوڑ کر خالی امیدیں باندھتے رہنا توکل نہیں تعطل ہے۔

فَائِدَہ: [۹۶] ......یہ اس قوم کا مقولہ ہے جو ﴿نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ﴾ [مائدہ:۱۸] کا دعویٰ رکھتی تھی مگر یہ گستاخانہ کلمات ان کے متمرد و طغیان [دائمی سرکشی] سے کچھ بھی مستبعد [بعید، دور] نہیں۔

فَائِدَہ: [۹۷] ......حضرت موسیٰ علیہ السلام نے سخت دل گیر ہو کر یہ دعا فرمائی۔ چونکہ تمام قوم کی عدول حکمی اور بزدلانہ عصیان کو مشاہدہ فرما رہے تھے، اس لیے دعا میں بھی اپنے اور اپنے بھائی ہارون علیہ السلام کے سوا کہ وہ بھی نبی معصوم تھے اور کسی کا ذکر نہیں کیا۔ یوشع اور کالب بھی دونوں کے ساتھ تبعاً آ گئے۔

فَائِدَہ: [۹۸] مسلمانوں اور یہودیوں میں فرق: ......یعنی جدائی کی دعا حسی اور ظاہری طور پر تو قبول نہ ہوئی۔ ہاں! معنی جدائی ہو گئی کہ وہ سب تو عذابِ الٰہی میں گرفتار ہو کر حیران و سرگرداں پھرتے تھے اور حضرت موسیٰ علیہ السلام و ہارون علیہ السلام پیغمبرانہ اطمینان اور پورے قلبی سکون کے ساتھ اپنے منصب ارشاد و اصلاح پر قائم رہے۔ جیسے کسی بستی میں عام وبا پھیل پڑی اور ہزاروں بیماروں کے مجمع میں دو چار تندرست اور قوی القلب ہوں جو ان کے معالجہ، چارہ سازی اور تفقدِ احوال میں مشغول رہیں۔ اگر ﴿فَافْرُقْ بَیْنَنَا﴾ کا ترجمہ "جدائی

کردے'' کی جگہ ''فیصلہ کردے'' ہوتا تو یہ مطلب زیادہ واضح ہوجاتا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ سب قصہ اہلِ کتاب کو سنایا اس پر کہ تم پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی رفاقت نہ کروگے (جیسے تمہارے اجداد نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کی رفاقت چھوڑ دی تھی اور جہاد سے جان چرا بیٹھے تھے) تو یہ نعمت اوروں کو نصیب ہوگی، چنانچہ نصیب ہوئی۔ ایک لمحہ کے لیے اس سارے رکوع کو سامنے رکھ کر اُمتِ محمدیہ کے احوال پر غور کیجیے ان پر خدا کے وہ انعامات ہوئے جو نہ پہلے کسی اُمت پر ہوئے نہ آیندہ ہوں گے۔ ان کے لیے خاتم الانبیاء سید الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کو ابدی شریعت دے کر بھیجا، ان میں وہ علماء اور ائمہ پیدا کیے جو باوجود غیر نبی ہونے کے انبیاء علیہم السلام کے وظائف کو نہایت خوش اسلوبی سے انجام دیتے رہے، ایسے ایسے خلفاء نبی علیہ السلام کے بعد اُمت کے قائد بنے جنہوں نے سارے جہان کو اخلاق اور اصولِ سیاست وغیرہ کی ہدایت کی۔ اس اُمت کو بھی جہاد کا حکم ہوا، عمالقہ کے مقابلہ میں نہیں رُوئے زمین کے تمام جبارین کے مقابلے میں۔ محض سرزمین ''شام'' فتح کرنے کے لیے نہیں بلکہ شرق وغرب میں ''کلمۃ اللہ'' بلند کرنے اور فتنہ کی جڑ کاٹنے کے لیے، بنی اسرائیل سے خدا نے ارض مقدسہ کا وعدہ کیا تھا لیکن اس اُمت سے یہ فرمایا: ﴿وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۠ وَلَيُمَكِّنَنَّ لَهُمْ دِيْنَهُمُ الَّذِي ارْتَضٰى لَهُمْ وَلَيُبَدِّلَنَّهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ خَوْفِهِمْ اَمْنًا﴾ [نور: ۵۵] اگر بنی اسرائیل کو موسیٰ علیہ السلام نے جہاد میں پیٹھ پھیرنے سے منع کیا تھا تو اس اُمت کو بھی خدا نے اس طرح خطاب کیا ﴿يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ﴾ [انفال: ۱۵] انجام یہ ہوا کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رفقاء تو عمالقہ سے ڈر کر یہاں تک کہہ گذرے کہ ﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴾ تم اور تمہارا پروردگار جا کر لڑلو ہم یہاں بیٹھے ہیں۔ لیکن اصحابِ محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کہا کہ خدا کی قسم! اگر آپ سمندر کی موجوں میں گھس جانے کا حکم دیں گے تو ہم اسی میں کود پڑیں گے اور ایک شخص بھی ہم میں سے علیحدہ نہیں رہے گا، امید ہے کہ خدا آپ کو ہماری طرف سے وہ چیز دکھلائے گا جس سے آپ کی آنکھیں ٹھنڈی ہوجائیں گی۔ ہم اپنے پیغمبر کے ساتھ ہو کر اس کے دائیں اور بائیں، آگے اور پیچھے ہر طرف جہاد کریں گے، خدا کے فضل سے ہم وہ نہیں ہیں جنہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہہ دیا تھا: ﴿فَاذْهَبْ اَنْتَ وَرَبُّكَ فَقَاتِلَآ اِنَّا هٰهُنَا قٰعِدُوْنَ﴾۔ اسی کا یہ نتیجہ ہے کہ جتنی مدت بنی اسرائیل فتوحات سے محروم ہو کر ''وادئ تیہ'' میں بھٹکتے رہے اس سے کم مدت میں محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب نے مشرق ومغرب میں ہدایت وارشاد کا جھنڈا گاڑ دیا۔ ﴿رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ۭ ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ رَبَّهٗ﴾ [البینۃ: ۸]

فائدہ: [۹۹] ہابیل وقابیل کا قصہ:...... یعنی آدم علیہ السلام کے دو صلبی بیٹوں قابیل وہابیل کا قصہ ان کو سناؤ۔ کیونکہ اس قصہ میں ایک بھائی کے دوسرے بھائی کی مقبولیت اور تقویٰ پر حسد کرنے اور اسی غیظ میں اس کو ناحق قتل کر ڈالنے کا ذکر ہے اور ناحق خون کرنے کے عواقب بیان کیے ہیں۔ پچھلے رکوع میں یہ بتلایا تھا کہ بنی اسرائیل کو جب یہ حکم دیا گیا کہ ظالموں اور جابروں سے قتال کرو تو خوف زدہ ہو کر بھاگنے لگے۔ اب ہابیل وقابیل کا قصہ سنانا اس کی تمہید ہے کہ متقی اور مقبول بندوں کا قتل جو شدید ترین جرائم میں سے ہے اور جس سے ان لوگوں کو بے انتہا تہدید وتشدید کے ساتھ منع کیا گیا تھا اس کے لیے یہ ملعون ہمیشہ کیسے مستعد اور تیار نظر آتے ہیں۔ پہلے بھی کتنے نبیوں کو قتل کیا اور آج بھی خدا کے سب سے بڑے پیغمبر کے خلاف ازراہِ بغض وحسد کیسے کیسے منصوبے گانٹھتے رہتے ہیں۔ گویا ظالموں اور شریروں کے مقابلہ سے جان چرانا اور بے گناہ معصوم بندوں کے خلاف قتل وآسر کی سازشیں کرنا یہ اس قوم کا شیوہ رہا ہے اور اس پر ﴿نَحْنُ اَبْنٰۗؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّاۗؤُهٗ﴾ [مائدہ: ۱۸] کا دعویٰ بھی رکھتے ہیں۔ اس تقریر کے موافق قابیل وہابیل کا قصہ، پھر اس پر ﴿مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ڔ كَتَبْنَا عَلٰي بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ﴾ کی تفریع، یہ سب تمہید ہوگی اس مضمون کی جو اس قصہ اور تفریع کے خاتم پر فرمایا: ﴿وَلَقَدْ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَيِّنٰتِ ۡ ثُمَّ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ ذٰلِكَ فِي الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ. اِنَّمَا جَزٰۗؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾۔

فَائِدَۃ:[۱۰۰]......یعنی آدم علیہ السلام دستور کے موافق جولڑکی ہابیل کے نکاح میں دینا چاہتے تھے، قابیل اس کا طلب گار رہا۔ آخر حضرت آدم کے اشارہ سے دونوں نے خدا کے لیے کچھ نیاز کی کہ جس کی نیاز مقبول ہو جائے، لڑکی اسی کو دے دی جائے۔ آدم علیہ السلام کو غالباً یہ یقین تھا کہ ہابیل ہی کی نیاز مقبول ہوگی، چنانچہ ایسا ہی ہوا، آتش آسمانی ظاہر ہوئی اور ہابیل کی نیاز کو کھا گئی۔ یہی علامت اس وقت قبول، عنداللہ کی تھی۔

فَائِدَۃ:[۱۰۱]......قابیل یہ دیکھ کر آتشِ حسد میں جلنے لگا اور بجائے اس کے کہ مقبولیت کے وسائل اختیار کرتا غیظ وغضب میں اپنے حقیقی بھائی کو قتل کی دھمکیاں دینے لگا۔

فَائِدَۃ:[۱۰۲]......یعنی ہابیل نے کہا کہ میرا اس میں کیا قصور ہے، خدا کے یہاں کسی کی زبردستی نہیں چلتی تقویٰ چلتا ہے۔ گویا میری نیاز جو قبول کرلی گئی اس کا سبب تقویٰ ہے، تو بھی اگر تقویٰ اختیار کرلے تو خدا کو تجھ سے کوئی ضد نہیں۔

فَائِدَۃ:[۱۰۳] ایک عمدہ بات:......حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اگر کوئی ناحق کسی کو مارنے لگے اس کو رخصت ہے کہ ظالم کو مارے اور اگر صبر کرے تو شہادت کا درجہ ہے۔'' اور یہ حکم اپنے مسلمان بھائی کے مقابلہ میں ہے ورنہ جہاں انتقام ومدافعت میں شرعی مصلحت وضرورت ہو وہاں ہاتھ پاؤں توڑ کر بیٹھ رہنا جائز نہیں مثلاً کافروں یا باغیوں سے قتال کرنا ﴿وَالَّذِيْنَ اِذَآ اَصَابَهُمُ الْبَغْيُ هُمْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾ [شوریٰ:۳۹]

فَائِدَۃ:[۱۰۴] سیدنا عثمان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت:......یعنی میں تجھ سے ڈر کر نہیں بلکہ خدا سے ڈر کر یہ چاہتا ہوں کہ جہاں تک شرعاً گنجائش ہے بھائی کے خون میں اپنے ہاتھ رنگین نہ کروں۔ ایوب سختیانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ امتِ محمدیہ میں سے پہلا شخص جس نے اس آیت پر عمل کر کے دکھلایا حضرت عثمان بن عفان رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہے (ابن کثیر) جنہوں نے اپنا گلا کٹوا دیا لیکن اپنی رضا سے کسی مسلمان کی انگلی نہ کٹنے دی۔

فَائِدَۃ:[۱۰۵] آیت کا صحیح مطلب اور ہابیل کی استقامت:......یعنی میرے قتل کا گناہ بھی اپنے دوسرے گناہوں کے ساتھ حاصل کرلے۔ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے مفسرین کا اجماع نقل کیا ہے کہ ﴿بِاِثْمِيْ﴾ کے معنی یہی ہیں۔ باقی جنہوں نے یہ لکھا ہے کہ قیامت میں مظلوم کے گناہ ظالم پر ڈالے جائیں گے وہ مضمون بھی ایک حیثیت سے صحیح ہے۔ مگر محققین کے نزدیک وہ اس آیت کی تفسیر نہیں۔ اب ہابیل کے کلام کا حاصل یہ ہوا کہ اگر تو نے یہی ٹھان لی ہے کہ میرے قتل کا وبال اپنے سر رکھے تو میں نے بھی ارادہ کرلیا ہے کہ کوئی مدافعت اپنی جانب سے نہ کروں حتیٰ کہ ترکِ عزیمت کا حرف بھی مجھ پر نہ آنے پائے۔

فَائِدَۃ:[۱۰۶]......یعنی تیرے عمر بھر کے گناہ تجھ پر ثابت رہیں اور میرے خون کا گناہ چڑھے اور مظلومیت کی وجہ سے میرے گناہ اتریں۔ (موضح القرآن)

فَائِدَۃ:[۱۰۷]......شاید ابتدا میں کچھ جھجک ہوگی۔ شدہ شدہ نفس امارہ نے خیال پختہ کردیا اور یہی کیفیت عموماً معاصی کی ابتدا میں ہوتی ہے۔

فَائِدَۃ:[۱۰۸] سزا ہی سزا:......دنیوی خسران تو یہ کہ ایسا نیک بھائی جو قوت بازو بنتا، ہاتھ سے کھویا اور خود پاگل ہو کر مرا۔ حدیث میں ہے کہ ''ظلم'' اور ''قطع رحم'' دو گناہ ایسے ہیں جن کی سزا آخرت سے پہلے یہاں بھی ملتی ہے اور اخروی خسران یہ کہ ظلم، قطع رحم، قتل عمد اور بدامنی کا دروازہ دنیا میں کھول دینے سے ان سب گناہوں کی سزا کا مستوجب ہوا اور آیندہ بھی جتنے اس نوعیت کے گناہ دنیا میں کیے جائیں گے سب میں بانی ہونے کی وجہ سے اس کی شرکت رہی جیسا کہ حدیث میں مصرح ہے۔

فَائِدَۃ:[۱۰۹] کوّے کے ذریعہ تنبیہ:......چونکہ اس سے پہلے کوئی انسان مرا نہ تھا، اس لیے قتل کے بعد اس کی سمجھ میں نہ آیا کہ لاش کو کیا کرے؟ آخر ایک کوّے کو دیکھا کہ زمین کرید رہا ہے یا دوسرے مردہ کوّے کو مٹی ہٹا کر زمین میں چھپا رہا ہے۔ اسے دیکھ کر کچھ عقل آئی کہ میں بھی اپنے بھائی کی لاش کو دفن کردوں اور افسوس بھی ہوا کہ میں عقل وفہم اور بھائی کی ہمدردی میں اس جانور سے بھی گیا گذرا ہوا۔ شاید اسی

لیے حق تعالیٰ نے ایک ادنیٰ جانور کے ذریعے سے اسے تنبیہ فرمائی کہ وہ اپنی وحشت اور حماقت پر کچھ شرمائے، جانوروں میں کوے کی یہ خصوصیت ہے کہ اپنے بھائی کی لاش کو کھلا چھوڑ دینے پر بہت شور مچاتا ہے۔

فائدہ:[۱۱۰] اب پچھتائے کیا ہوت:...... پچھتانا، وہ نافع ہے جس کے ساتھ گناہ سے معذرت وانکسار اور فکر و تدارک بھی ہو۔ اس موقع پر اس کا پچھتانا حق تعالیٰ کے عصیان پر نہیں بلکہ اپنی بدحالی پر تھا جو قتل کے بعد اس سے لاحق ہوئی۔

مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ ۛ كَتَبْنَا عَلٰى بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ

اسی سبب سے لکھا ہم نے ف ۱۱۱ بنی اسرائیل پر کہ جو کوئی قتل کرے ایک جان کو بلا عوض جان کے یا بغیر

فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ مَنْ اَحْیَاهَا فَكَاَنَّمَاۤ اَحْیَا

فساد کرنے کے ملک میں ف ۱۱۲ تو گویا قتل کر ڈالا اس نے سب لوگوں کو اور جس نے زندہ رکھا ایک جان کو تو

النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَ لَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُنَا بِالْبَیِّنٰتِ ؗ ثُمَّ اِنَّ كَثِیْرًا مِّنْهُمْ بَعْدَ

گویا زندہ کر دیا سب لوگوں کو ف ۱۱۳ اور لا چکے ہیں ان کے پاس رسول ہمارے کھلے ہوئے حکم ف ۱۱۴ پھر بہت لوگ ان میں سے

ذٰلِكَ فِی الْاَرْضِ لَمُسْرِفُوْنَ ﴿۳۲﴾ اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِیْنَ یُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ

اس پر بھی ملک میں دست درازی کرتے ہیں ف ۱۱۵ یہی سزا ہے ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے

وَ یَسْعَوْنَ فِی الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ یُّقَتَّلُوْۤا اَوْ یُصَلَّبُوْۤا اَوْ تُقَطَّعَ اَیْدِیْهِمْ

اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو ف ۱۱۶ کہ ان کو قتل کیا جائے یا سولی چڑھائے جاویں یا کاٹے جاویں

وَ اَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ یُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْیٌ فِی الدُّنْیَا

ان کے ہاتھ اور پاؤں مخالف جانب سے ف ۱۱۷ یا دور کر دیے جاویں اس جگہ سے ف ۱۱۸ یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں

وَ لَهُمْ فِی الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِیْمٌ ﴿۳۳﴾ اِلَّا الَّذِیْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا

اور ان کے لیے آخرت میں بڑا عذاب ہے ف ۱۱۹ مگر جنہوں نے توبہ کی تمہارے قابو پانے

عَلَیْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ﴿۳۴﴾

سے پہلے تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف ۱۲۰

فائدہ:[۱۱۱] ......یعنی ناحق قتل میں جو دنیوی اور اخروی خسران ہے اور جو بدنتائج اس پر مرتب ہوتے ہیں حتیٰ کہ خود قاتل بھی اس حرکت کے بعد بسا اوقات پچھتاتا اور کف افسوس ملتا ہے۔ اسی سبب سے ہم نے بنی اسرائیل کو یہ ہدایت کی کہ ﴿اَنَّهٗ مَنْ قَتَلَ نَفْسًۢا بِغَیْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِی الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِیْعًا﴾۔

فَائِدَہ: [۱۱۲] ......ملک میں فساد کرنے کی بہت سی صورتیں ہیں مثلاً: اہلِ حق کو دین حق سے روکے یا پیغمبروں کی اہانت کرے یا "العیاذ باللہ" مرتد ہو کر اپنے وجود سے دوسروں کو مرتد ہونے کی ترغیب دے۔ وقس علیٰ ذٰلک!

فَائِدَہ: [۱۱۳] ناحق قتل، انسانیت کا قتل عام ہے: ......یعنی اوّل روئے زمین پر بڑا گناہ یہ ہی ہوا کہ قابیل نے ہابیل کو قتل کیا، اس کے بعد رسم پڑ گئی۔ اسی سبب سے توریت میں اس طرح فرمایا کہ "ایک کو مارا جیسے سب کو مارا" یعنی ایک کے ناحق خون کرنے سے دوسرے بھی اس جرم پر دلیر ہوتے ہیں تو اس حیثیت سے جو شخص ایک کو قتل کر کے بدامنی کی جڑ قائم کرتا ہے گویا وہ سب انسانوں کے قتل اور عام بدامنی کا دروازہ کھول رہا ہے اور جو کسی ایک کو زندہ کرتا ہے یعنی کسی ظالم قاتل کے ہاتھ سے بچاتا ہے گویا وہ اپنے عمل سے سارے انسانوں کے بچانے اور مامون کرنے کی دعوت دے رہا ہے۔

فَائِدَہ: [۱۱۴] ......مترجم (قدس اللہ سرہٗ) نے "بینات" سے کھلے ہوئے حکم مراد لیے اور یہ بھی ممکن ہے کہ بینات سے وہ کھلے کھلے نشان مراد لیے جائیں جن سے کسی پیغمبر کے من عند اللہ ہونے کی تصدیق ہوتی ہو۔

فَائِدَہ: [۱۱۵] شیوۂ یہود: ......یعنی "بنی اسرائیل" کے بہت سے لوگ ایسے کھلے نشان دیکھ کر اور ایسے کھلے احکام سن کر بھی اپنے ظلم و طغیان اور دست درازیوں سے باز نہ آئے انبیائے معصومین کو قتل اور آپس میں ناحق خون کرنا ان کا ہمیشہ سے وتیرہ [شیوہ طریقہ] رہا ہے اور آج بھی خاتم الانبیاء ﷺ کے (معاذ اللہ) قتل یا ایذا رسانی اور مسلمانوں کی تذلیل کے لیے ہر قسم کی ناپاک سازشیں کرتے رہتے ہیں اور اتنا نہیں سمجھتے کہ جب حکم تورات کے موافق کیف ما اتفق کسی ایک آدمی کا ناحق مار ڈالنا اتنا بڑا جرم ہے کہ گویا اس کا قاتل تمام دنیا کے انسانوں کا قاتل ہے تو دنیا کے سب سے زیادہ کامل و اکمل انسان اور سب سے زیادہ مقبول و مقدس جماعت کے قتل و ایذا رسانی کے درپے ہونا اور ان سے لڑائی اور مقابلہ کے لیے کمر باندھنا خدا کے نزدیک کتنا بھاری جرم ہوگا۔ خدا کے سفراء سے لڑائی تو درحقیقت خدا ہی سے لڑائی کرنا ہے، شاید اسی لیے اگلی آیت میں ان لوگوں کی دنیوی اور اُخروی سزا کا ذکر کیا گیا ہے جو خدا اور پیغمبر سے لڑائی کرتے ہیں یا دنیا میں طرح طرح کے فساد پھیلا کر "مسرفون فی الارض" کے مصداق بنتے ہیں۔

فَائِدَہ: [۱۱۶] فساد اور بدامنی پھیلانے کی سزا: ......یعنی بدامنی کرنے کو اکثر مفسرین نے اس جگہ رہزنی اور ڈکیتی مراد لی ہے مگر الفاظ کو عموم پر رکھا جائے تو مضمون زیادہ وسیع ہو جاتا ہے۔ آیت کی جو شان نزول احادیثِ صحیحہ میں بیان ہوئی وہ بھی اسی کو مقتضی ہے کہ الفاظ کو ان کے عموم پر رکھا جائے "اللہ اور اس کے رسول سے جنگ کرنا" یا "زمین میں فساد اور بدامنی پھیلانا" یہ دو لفظ ایسے ہیں جن میں کفار کے حملے، ارتداد کا فتنہ، رہزنی، ڈکیتی، ناحق قتل و نہب [لوٹنا]، مجرمانہ سازشیں اور مغویانہ پروپیگنڈا سب داخل ہو سکتے ہیں اور ان میں سے ہر جرم ایسا ہے جس کا ارتکاب کرنے والا ان چار سزاؤں میں سے جو آگے مذکور ہیں کسی نہ کسی سزا کا ضرور مستحق ٹھہرتا ہے۔

فَائِدَہ: [۱۱۷] ......یعنی داہنا ہاتھ اور بایاں پاؤں۔

فَائِدَہ: [۱۱۸] ......کہیں اور لے جا کر انہیں قید کر دیں کما ہو مذہب الامام ابی حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ۔

فَائِدَہ: [۱۱۹] ......ڈاکوؤں کے احوال چار ہو سکتے تھے: (۱) قتل کیا ہو مگر مال لینے کی نوبت نہ آئی۔ (۲) قتل بھی کیا اور مال بھی لیا۔ (۳) مال چھین لیا مگر قتل نہیں کیا۔ (۴) نہ مال چھین سکے نہ قتل کر سکے قصد اور تیاری کرنے کے بعد ہی گرفتار ہوئے۔ چاروں حالتوں میں بالترتیب یہ ہی چار سزائیں ہیں جو بیان ہوئیں۔

فَائِدَہ: [۱۲۰] حقوق العباد محض توبہ سے معاف نہیں ہوں گے: ......یعنی مذکورہ بالا سزائیں جو حدود اور حق اللہ کے طور پر تھیں وہ گرفتاری سے قبل توبہ کر لینے سے معاف ہو جاتی ہیں، حقوق العباد معاف نہیں ہوں گے مثلاً اگر کسی کا مال لیا تھا تو ضمان دینا ہوگا، قتل کیا تھا تو

قصاص لیا جائے گا۔ ہاں! ان چیزوں کے معاف کرنے کا حق صاحب مال اور ولی مقتول کو حاصل ہے۔

تنبیہ:...... اس حد کے سوا باقی حدود مثلاً حد زنا، حد شرب خمر، حد سرقہ، حد قذف توبہ سے مطلقاً ساقط نہیں ہوتیں۔

يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَٱبْتَغُوٓا۟ إِلَيْهِ ٱلْوَسِيلَةَ وَجَٰهِدُوا۟ فِى سَبِيلِهِۦ

اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور ڈھونڈو اس تک وسیلہ ف ۱۲۱ اور جہاد کرو اس کی راہ

لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُونَ ﴿٣٥﴾ إِنَّ ٱلَّذِينَ كَفَرُوا۟ لَوْ أَنَّ لَهُم مَّا فِى ٱلْأَرْضِ جَمِيعًا وَمِثْلَهُۥ

میں تاکہ تمہارا بھلا ہو ف ۱۲۲ جو لوگ کافر ہیں اگر ان کے پاس ہو جو کچھ زمین میں ہے سارا اور اس

مَعَهُۥ لِيَفْتَدُوا۟ بِهِۦ مِنْ عَذَابِ يَوْمِ ٱلْقِيَٰمَةِ مَا تُقُبِّلَ مِنْهُمْ ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ

کے ساتھ اتنا ہی اور ہوتا کہ بدلہ میں دیں اپنے قیامت کے عذاب سے تو ان سے قبول نہ ہو گا اور ان کے واسطے عذاب

أَلِيمٌ ﴿٣٦﴾ يُرِيدُونَ أَن يَخْرُجُوا۟ مِنَ ٱلنَّارِ وَمَا هُم بِخَٰرِجِينَ مِنْهَا ۖ وَلَهُمْ عَذَابٌ

دردناک ہے ف ۱۲۳ چاہیں گے کہ نکل جاویں آگ سے اور وہ اس سے نکلنے والے نہیں اور ان کے لیے عذاب

مُّقِيمٌ ﴿٣٧﴾ وَٱلسَّارِقُ وَٱلسَّارِقَةُ فَٱقْطَعُوٓا۟ أَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَٰلًا مِّنَ

دائمی ہے ف ۱۲۴ اور چوری کرنے والا مرد اور چوری کرنے والی عورت کاٹ ڈالو ان کے ہاتھ ف ۱۲۵ سزا میں ان کی کمائی کی، تنبیہ ہے

ٱللَّهِ ۗ وَٱللَّهُ عَزِيزٌ حَكِيمٌ ﴿٣٨﴾

اللہ کی طرف سے اور اللہ غالب ہے حکمت والا ف ۱۲۶

فائدہ: [۱۲۱] "وسیلہ" کی تفسیر:...... "وسیلہ" کی تفسیر ابن عباس رضی اللہ عنہ، مجاہد، ابو وائل، حسن رحمۃ اللہ علیہ وغیرہم اکابر سلف نے قربت سے کی ہے تو وسیلہ ڈھونڈنے کے معنی یہ ہوں گے کہ اسکا قرب و وصول تلاش کرو۔ قتادہ رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: "ای تقربوا الیہ بطاعتہ والعمل بمایرضیہ" خدا کی نزدیکی حاصل کرو اس کی فرمانبرداری اور پسندیدہ عمل کے ذریعہ سے۔ ایک شاعر کہتا ہے

اذا غفل الواشون عدنا لوصلنا

وعاد التصافی بیننا والوسائل

اس میں یہ ہی معنی قرب و اتصال کے مراد ہیں۔ اور وہ جو حدیث میں آیا ہے کہ "وسیلہ" جنت میں ایک نہایت ہی اعلیٰ منزل ہے جو دنیا میں سے کسی ایک بندہ کو ملے گی۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ تم اذان کے بعد میرے لیے خدا سے وہ ہی مقام طلب کیا کرو۔ تو اس مقام کا نام بھی "وسیلہ" اسی لیے رکھا گیا کہ جنت کی تمام منزلوں میں وہ سب سے زیادہ عرش رحمن کے قریب ہے اور حق تعالیٰ کے مقامات قرب میں سب سے بلند واقع ہوا ہے۔ بہر حال پہلے فرمایا کہ ڈرتے رہو اللہ سے لیکن یہ ڈر ایسا نہیں جیسے آدمی سانپ، بچھو یا شیر، بھیڑیے سے ڈر کر دور بھاگتا ہے بلکہ اس بات سے ڈرنا کہ کہیں اسکی خوشنودی اور رحمت سے دور نہ جا پڑو، اسی لیے ﴿اتَّقُوا اللهَ﴾ کے بعد ﴿وَابْتَغُوْٓا اِلَيْهِ الْوَسِيْلَةَ﴾ فرمایا۔ یعنی اسکی ناخوشی اور بعد و ہجر سے ڈر کر قرب و وصول حاصل کرنے کی کوشش کرو، اور ظاہر ہے کہ کسی چیز سے قریب ہم اُسی

وقت ہو سکتے ہیں جب کہ درمیانی راستہ قطع کرلیں جس پر چل کر اسکے پاس پہنچ سکتے ہوں۔ اسی کو فرمایا: ﴿وَجَاهِدُوْا فِيْ سَبِيْلِهٖ﴾ جہاد کرو اس کی راہ میں یعنی اس پر چلنے کی پوری پوری کوشش کرو، ﴿لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾ تاکہ تم اسکی نزدیکی حاصل کرنے میں کامیاب ہو سکو۔

فَائِدَة: [۱۲۲] جہاد اور امن قائم کرنے کا حکم:...... پچھلے رکوع کے آخر میں ان لوگوں کی دنیوی واخروی سزا بیان فرمائی تھی جو خدا اور رسول سے جنگ کرتے اور ملک میں بدامنی اور فساد پھیلاتے ہیں، اس رکوع میں مسلمانوں کو ان سزاؤں سے ڈرا کر بتلایا گیا کہ جب شقی اور بدبخت لوگ خدا اور رسول سے جنگ کریں تو تم خدا اور رسول کی طرف ہو کر جہاد کرو۔ وہ اگر زمین پر فساد پھیلاتے ہیں تو تم اپنی کوشش اور حسن عمل سے امن وسکون قائم کرنے کی فکر کرو۔

فَائِدَة: [۱۲۳] آخرت میں کامیابی کا نسخہ:...... پچھلی آیت میں بتلایا تھا کہ انسان خدا سے ڈرنے، اس کا قرب حاصل کرنے اور اس کی راہ میں جہاد کرنے ہی سے فلاح وکامیابی کی امید کرسکتا ہے، اس آیت میں متنبہ فرمادیا کہ جن لوگوں نے خدا سے روگردانی کی وہ آخرت میں اگر روئے زمین کے سارے خزانے بلکہ اس سے بھی زائد خرچ کر ڈالیں گے اور فدیہ دے کر عذاب الٰہی سے چھوٹنا چاہیں گے تو یہ ممکن نہ ہوگا۔ غرض وہاں کی کامیابی ''تقویٰ'' ''ابتغائے وسیلہ'' اور ''جہاد فی سبیل اللہ'' سے حاصل ہوتی ہے، رشوت اور فدیہ سے نہیں ہو سکتی۔

فَائِدَة: [۱۲۴] کافروں کیلئے دائمی عذاب:...... احادیثِ کثیرہ سے ثابت ہے کہ بہت سے گناہ گار مؤمنین ایک مدت تک دوزخ میں رہ کر پھر نکالے جائیں گے اور حق تعالیٰ اپنے فضل ورحمت سے جنت میں داخل کرے گا۔ یہ آیت ان احادیث کے مخالف نہیں کیونکہ یہاں شروع آیت سے صرف کفار کا حال بیان کیا گیا ہے، مومنین کے متعلق اس آیت میں کوئی حرف نہیں۔

فَائِدَة: [۱۲۵] چوری کی سزا:...... یعنی پہلی مرتبہ چوری کرے تو داہنا ہاتھ گٹے پر سے کاٹ دو، باقی تفاصیل کتب فقہ میں ملیں گی۔ پچھلے رکوع میں ڈکیتی وغیرہ کی سزا ذکر کی گئی تھی درمیان میں بعض مناسبات کی وجہ سے جن کو ہم بیان کر چکے ہیں۔ مومنین کو چند ضروری نصائح کی گئیں، اب پھر اسی پچھلے مضمون کی تکمیل کی جاتی ہے۔ یعنی وہاں ڈکیتی کی سزا مذکور ہوئی تھی اس آیت میں چوری کی سزا بتلادی۔

فَائِدَة: [۱۲۶] سزا کا مقصد:...... یعنی جو سزا چور کو دی جارہی ہے وہ مالِ مسروق کا بدلہ نہیں، بلکہ اسکے فعل ''سرقہ'' کی سزا ہے تاکہ اسے اور دوسرے چوروں کو تنبیہ ہو جائے۔ بلاشبہ جہاں کہیں یہ حدود جاری ہوتی ہیں دو چار ہی کی سزایابی کے بعد چوری کا دروازہ قطعاً بند ہو جاتا ہے۔ آج کل مدعیان ''تہذیب'' اس قسم کی حدود کو وحشیانہ سزا سے موسوم کرتے ہیں لیکن چوری کرنا اگر ان صاحبوں کے نزدیک کوئی مہذب فعل نہیں ہے تو یقیناً آپ کی مہذب سزا اس غیر مہذب دستبرد [دست برد یعنی لوٹ کھسوٹ] کے استیصال میں کامیاب نہیں ہو سکتی۔ اگر تھوڑی سی وحشت کا تحمل کرنے سے بہت سے چور مہذب بنائے جاسکتے ہوں تو حاملین تہذیب کو خوش ہونا چاہیے کہ ان کے ''تہذیبی مشن'' میں اس وحشت سے مدد مل رہی ہے۔ بعض نام نہاد مفسر بھی اس کوشش میں ہیں کہ ''قطع ید'' (ہاتھ کاٹنے) کی سزا کو چوری کی انتہائی سزا قرار دیکر اس سے ہلکی سزا دہی کا اختیار شریعتِ حقہ سے حاصل کرلیں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ نہ تو چوری کی اس سے ہلکی سزا قرآن کریم میں کہیں موجود ہے اور نہ عہدِ نبوت یا عہدِ صحابہ میں اس کی کوئی نظیر پائی گئی۔ کیا کوئی شخص یہ دعویٰ کرسکتا ہے کہ اتنے طویل عرصہ میں جتنے چور پکڑے گئے ان میں ایک بھی ابتدائی چور نہ تھا جس پر کم از کم بیان جواز ہی کے طور پر قطع ید سے ہلکی کوئی ابتدائی سزا جاری کی جاتی؟ کسی ملحد نے پرانے زمانہ میں اس ''حدِ سرقہ'' پر یہ بھی شبہ کیا تھا کہ جب شریعت نے ایک ہاتھ کی دیت پانسو [پانچ سو] دینار رکھی ہے تو اتنا قیمتی ہاتھ جس کے کٹنے پر پانسو دینار واجب ہوں دس پانچ روپیہ کی چوری میں کس طرح کاٹا جاسکتا ہے۔ ایک عالم نے اس کے جواب میں کیا خوب فرمایا: ''انها لما كانت امينة كانت ثمينة فلما خانت هانت'' یعنی جو ہاتھ امین تھا وہ قیمتی تھا جب (چوری کرکے) خائن ہوا تو ذلیل ہوا۔

فائدہ:[۱۲۷] غلبہ وحکمت کی دلنشین تعبیر:...... چونکہ غالب ہے اس لیے اسے حق ہے کہ جو چاہے قانون نافذ کردے کوئی چون وچرا نہیں کرسکتا، لیکن چونکہ حکمت والا بھی ہے اس لیے یہ احتمال نہیں کہ محض اپنے اختیار کامل سے کام لے کر کوئی قانون بے موقع نافذ کرے۔ نیز وہ اپنے ناتواں بندوں کے اموال کی حفاظت کا کوئی انتظام نہ کرسکے، یہ اس کی عزت اور غلبہ کے منافی ہے اور چوروں ڈاکوؤں کو یونہی آزاد چھوڑ دے یہ اس کی حکمت کے خلاف ہے۔

فَمَنۡ تَابَ مِنۡۢ بَعۡدِ ظُلۡمِهٖ وَاَصۡلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوۡبُ عَلَيۡهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوۡرٌ

پھر جس نے توبہ کی اپنے ظلم کے پیچھے اور اصلاح کی تو اللہ قبول کرتا ہے اس کی توبہ بے شک اللہ بخشنے والا

رَّحِيۡمٌ ﴿۳۹﴾ اَلَمۡ تَعۡلَمۡ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلۡكُ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ ؕ يُعَذِّبُ مَنۡ يَّشَآءُ

مہربان ہے ف۱۲۸ تجھ کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی کے واسطے ہے سلطنت آسمانوں اور زمین کی عذاب کرے جس کو چاہے

وَيَغۡفِرُ لِمَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ﴿۴۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ لَا يَحۡزُنۡكَ

اور بخشے جس کو چاہے اور اللہ سب چیز پر قادر ہے ف۱۲۹ اے رسول غم نہ کر ان کا جو

الَّذِيۡنَ يُسَارِعُوۡنَ فِى الۡـكُفۡرِ مِنَ الَّذِيۡنَ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا بِاَفۡوَاهِهِمۡ وَلَمۡ تُؤۡمِنۡ

دوڑ کر گرتے ہیں کفر میں ف۱۳۰ وہ لوگ جو کہتے ہیں ہم مسلمان ہیں اپنے منہ سے اور ان

قُلُوۡبُهُمۡ ۛۚ وَمِنَ الَّذِيۡنَ هَادُوۡا ۛۚ سَمّٰعُوۡنَ لِلۡكَذِبِ سَمّٰعُوۡنَ لِقَوۡمٍ اٰخَرِيۡنَ ۙ لَمۡ

کے دل مسلمان نہیں اور وہ جو یہودی ہیں ف۱۳۱ جاسوسی کرتے ہیں جھوٹ بولنے کے لیے وہ جاسوس ہیں دوسری جماعت کے

يَاۡتُوۡكَ ؕ يُحَرِّفُوۡنَ الۡـكَلِمَ مِنۡۢ بَعۡدِ مَوَاضِعِهٖ ۚ يَقُوۡلُوۡنَ اِنۡ اُوۡتِيۡتُمۡ هٰذَا فَخُذُوۡهُ

جو تجھ تک نہیں آئے ف۱۳۲ بدل ڈالتے ہیں بات کو اس کا ٹھکانا چھوڑ کر ف۱۳۳ کہتے ہیں اگر تم کو یہ حکم ملے تو قبول کرلینا

وَاِنۡ لَّمۡ تُؤۡتَوۡهُ فَاحۡذَرُوۡا ؕ وَمَنۡ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتۡنَتَهٗ فَلَنۡ تَمۡلِكَ لَهٗ مِنَ اللّٰهِ شَيۡــئًا ؕ

اور اگر یہ حکم نہ ملے تو بچتے رہنا ف۱۳۴ اور جس کو اللہ نے گمراہ کرنا چاہا سو تو اس کے لیے کچھ نہیں کرسکتا اللہ کے ہاں ف۱۳۵

اُولٰۤـئِكَ الَّذِيۡنَ لَمۡ يُرِدِ اللّٰهُ اَنۡ يُّطَهِّرَ قُلُوۡبَهُمۡ ؕ لَهُمۡ فِى الدُّنۡيَا خِزۡىٌ ۖۚ وَّلَهُمۡ فِى

یہ وہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے نہ چاہا کہ دل پاک کرے ان کے ف۱۳۶ ان کو دنیا میں ذلت ہے اور ان کو

الۡاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۴۱﴾

آخرت میں بڑا عذاب ہے۔

فائدہ:[۱۲۸] قبولیت توبہ اور ضروریات توبہ:...... یعنی توبہ اگر ٹھیک ٹھیک ہوسکے لیے یہ بھی ضروری ہے کہ چوری کا مال مالک کو واپس

کرے اور اگر تلف ہو گیا ہو تو ضمان دے اور ضمان نہ دے سکے تو معاف کرائے اور اپنے فعل پر نادم ہو اور آئندہ کے لیے اس سے مجتنب رہنے کا عزم رکھے، تو اس طرح کی توبہ سے امید ہے کہ حق تعالیٰ اخروی عقوبت جسکے مقابلہ میں دنیوی سزا کی کچھ حقیقت نہیں، اس پر سے اٹھا لے۔

فَائِدَہ:[۱۲۹] کلی اختیارات اللہ کے پاس ہیں:...... جب حقیقی سلطنت وحکومت اسی کی ہے تو بلا شبہ اسی کو یہ اختیار ہوگا کہ جسے مناسب جانے معاف کر دے اور جسے اپنی حکمت وعدل کے موافق سزا دینا چاہے سزا دے اور نہ صرف یہ کہ اسے معاف کرنے اور سزا دینے کے کلی اختیارات حاصل ہیں بلکہ ان اختیارات کے استعمال سے کوئی روکنے والا بھی نہیں، کیونکہ ہر چیز پر وہ پوری قدرت رکھتا ہے۔

فَائِدَہ:[۱۳۰] یہود کی حدود اللہ میں تحریف کا مفصل واقعہ:...... پچھلی آیات میں ڈکیتی اور چوری وغیرہ کی حدود بیان کی گئی تھیں۔ اب بعض ان اقوام کا حال سناتے ہیں جنہوں نے ''حدود اللہ'' میں تحریف [تبدیلی] کر کے اپنے کو عذابِ عظیم کا مستحق ٹھہرایا، ان کا مفصل واقعہ بغوی نے یہ لکھا ہے کہ خیبر کے ایک یہودی مرد اور عورت نے جو کنوارے نہ تھے، زنا کیا، باوجودیکہ تورات میں اس جرم کی سزا ''رجم'' (سنگسار کرنا) تھی مگر ان دونوں کی بڑائی مانع تھی کہ یہ سزا جاری کی جائے، آپس میں یہ مشورہ ہوا کہ یہ شخص جو ''یثرب'' میں ہے (یعنی محمد ﷺ) ان کی کتاب میں ''زانی'' کے لیے ''رجم'' کا حکم نہیں، کوڑے مارنے کا ہے تو ''بنی قریظہ'' کے یہود میں سے کچھ آدمی ان کے پاس بھیجو، کیونکہ وہ ان کے ہمسایہ ہیں اور ان سے صلح کا معاہدہ بھی کر چکے ہیں، وہ ان کا خیال معلوم کر لیں گے۔ چنانچہ ایک جماعت اس کام کے لیے روانہ کی گئی کہ نبی کریم ﷺ کا عندیہ معلوم کرلے کہ ''زانی محصن'' کی کیا سزا تجویز کرتے ہیں؟ اگر وہ کوڑے مارنے کا حکم دیں تو ان پر رکھ کر قبول کر لو اور ''رجم'' کا حکم دیں تو مت مانو۔ ان کے دریافت کرنے پر حضور ﷺ نے فرمایا: کہ تم میرے فیصلہ پر رضامند ہو گے؟ انہوں نے اقرار کرلیا۔ خدا کی طرف سے جبرئیل ''رجم'' کا حکم لے آئے مگر وہ لوگ اپنے اقرار سے پھر گئے، آخر حضور ﷺ نے فرمایا: فدک کا رہنے والا ''ابن صوریا'' تم میں کیسا شخص ہے؟ سب نے کہا: کہ آج روئے زمین پر ''شرائع موسویہ'' کا اس سے زیادہ جاننے والا کوئی نہیں۔ آپ نے اس کو بلوایا اور نہایت ہی شدید حلف دے کر پوچھا کہ ''تورات'' میں اس گناہ کی سزا کیا ہے؟ باوجودیکہ دوسرے یہود اس حکم کو چھپانے کی ہر ممکن کوشش کر رہے تھے جس کا پردہ حضرت عبد اللہ بن سلام رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے ذریعہ سے فاش ہو چکا تھا۔ تاہم ابنِ صوریا نے جو ان کا مسلم معتمد تھا کسی نہ کسی وجہ سے اس کا اقرار کرلیا کہ بیشک تورات میں اس جرم کی سزا رجم ہی ہے، بعدہٗ اس نے سب حقیقت ظاہر کی کہ کس طرح یہود نے رجم کو اڑا کر زنا کی سزا یہ رکھ دی کہ زانی کو کوڑے لگائے جائیں اور کالا منہ کر کے اور گدھے پر الٹا سوار کرا کر گشت کرایا جائے۔ الحاصل! حضور پر نور ﷺ نے ان دونوں مرد وعورت پر رجم کی سزا جاری کی اور فرمایا: کہ اے اللہ! آج میں پہلا شخص ہوں جس نے تیرے حکم کو دنیا میں زندہ کیا اس کے بعد کہ وہ اسے مردہ کر چکے تھے۔ یہ واقعہ ہے۔

فَائِدَہ:[۱۳۱]...... یعنی منافقین اور یہود بنی قریظہ۔

فَائِدَہ:[۱۳۲]...... ﴿سَمّٰعُوْنَ﴾ کے معنی ہیں بہت زیادہ سننے والے اور کان دھرنے والے، پھر ''بہت زیادہ سننا'' کبھی تو جاسوسی پر اطلاق کیا جاتا ہے اور کبھی اس کے معنی ہوتے ہیں ''بہت زیادہ قبول کرنے والا'' جیسے ''سمع اللہ لمن حمدہ'' میں سننے کے معنی قبول کرنے کے ہیں۔ مترجم رحمۃ اللہ علیہ نے یہاں پہلے معنی مراد لیے ہیں، لیکن ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ محققین نے دوسرے معنی پر حمل کیا ہے ﴿سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ﴾ یعنی جھوٹ اور باطل کو بہت زیادہ ماننے اور قبول کرنے والے ﴿سَمّٰعُوْنَ لِقَوْمٍ اٰخَرِيْنَ﴾ یعنی دوسری جماعت جس نے ان کو بھیجا اور خود تمہارے پاس نہیں آئی ان کی بات بہت زیادہ ماننے والے۔

فَائِدَہ:[۱۳۳]...... یعنی خدا کے احکام میں تحریف کرتے ہیں یا کہیں کی بات کہیں لگا دیتے ہیں۔

فَائِدَہ:[۱۳۴]...... یعنی اگر کوڑے لگانے کا حکم ملے تو قبول کرو، ورنہ نہیں۔ گویا خدا کی شریعت کو اپنی ہوا کے تابع رکھنا چاہتے تھے۔

فَائِدَۃ: [۱۳۵] اللہ ہی سب چیزوں کا خالق: ...... ہدایت و ضلالت، خیر و شر کوئی چیز بھی بدون ارادہ خداوندی کے عالم وجود میں نہیں آ سکتی، یہ ایک ایسا اصول ہے کہ جسکا انکار کرنا اس کے تسلیم کرنے سے زیادہ مشکل ہے، فرض کرو کہ ایک شخص چوری کرنے کا ارادہ کرتا ہے لیکن خدا کا ارادہ یہ ہے کہ چوری نہ کرے اب وہ شخص اگر اپنے ارادہ میں کامیاب رہا تو لازم آتا ہے کہ خدا اس کے مقابلہ میں معاذ اللہ! عاجز ہو اور اگر خدا ہی کا ارادہ بندہ کے ارادہ پر غالب رہتا ہے، تو لازم آتا ہے کہ دنیا میں کہیں چوری وغیرہ کسی "شر" کا وجود نہ رہے اور اگر خدا تعالیٰ خیر و شر میں سے کسی کا بھی ارادہ نہیں کرتا تو اس سے معاذ اللہ اس کا تعطل یا غفلت و سفاہت لازم آتی ہے۔ تعالی اللہ عن کل الشرور و تقدس۔ ان تمام شقوق پر غور کرنے کے بعد ناچار وہ ہی ماننا پڑے گا کہ کوئی چیز بھی اس کے ارادہ تخلیق کے بدون موجود نہیں ہو سکتی۔ یہ مسئلہ نہایت مہم اور طویل الذیل ہے، ہمارا قصد ہے کہ اس قسم کے مسائل کے متعلق مستقل مضمون لکھ کر فوائد کے ساتھ ملحق کر دیا جائے۔ واللہ الموفق!

فَائِدَۃ: [۱۳۶] یہود کی محرومی اور اس کے اسباب: ...... اوّل منافقین اور یہود کا طرزِ عمل بیان فرمایا جس میں یہ چند اعمال بالخصوص ذکر کیے گئے، ہمیشہ جھوٹ اور باطل کی طرف جھکنا، اہلِ حق کے خلاف جاسوسی کرنا، بد باطن اور شریر جماعتوں کو مدد پہنچانا، ہدایت کی باتوں کو تحریف کر کے بدل ڈالنا، اپنی خواہش اور مرضی کے خلاف کسی حق بات کو قبول نہ کرنا۔ جس قوم میں یہ خصال پائی جائیں اس کی مثال ایسے مریض کی سمجھو، جو نہ دوا استعمال کرے نہ مہلک اور مضر چیزوں سے پرہیز قائم رکھ سکے، اطباء اور ڈاکٹروں کا مذاق اڑائے، فہمائش کرنے والوں کو گالیاں دے، نسخہ پھاڑ کر پھینک دے، یا اپنی رائے سے اس کے اجزاء بدل ڈالے اور یہ عہد بھی کر لے کہ جو دوا میری خواہش اور مذاق کے خلاف ہوگی کبھی استعمال نہ کروں گا۔ ان حالات کی موجودگی میں کوئی ڈاکٹر یا طبیب خواہ اس کا باپ ہی کیوں نہ ہو، اگر معالجہ سے دست بردار ہو کر یہ ہی ارادہ کر لے کہ ایسے مریض کو اب اس کی بے اعتدالیوں، غلط کاریوں، ضد اور ہٹ کا خمیازہ بھگتنے دو تو کیا یہ طبیب کی بے رحمی یا بے اعتنائی کا ثبوت ہوگا یا خود مریض کی خودکشی سمجھی جائے گی؟ اب اگر مریض اس بیماری سے ہلاک ہو گیا تو طبیب کو موردِ الزام نہیں ٹھہرا سکتے کہ اس نے علاج نہ کیا اور تندرست کرنا نہ چاہا، بلکہ بیمار خود ملزم ہے کہ اس نے اپنے ہاتھوں سے اپنے کو تباہ کیا اور طبیب کو موقع نہ دیا کہ وہ اس کی صحت واپس لانے کی کوشش کرتا۔ ٹھیک اسی طرح یہاں یہود کی شرارت، ہوا پرستی، ضد اور ہٹ دھرمی کو بیان فرما کر جو یہ لفظ فرمائے ﴿وَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ فِتْنَتَهٗ﴾ (جس کو اللہ نے گمراہ کرنا چاہا) اور ﴿اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَمْ يُرِدِ اللّٰهُ اَنْ يُّطَهِّرَ قُلُوْبَهُمْ﴾ (یہ ہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے نہ چاہا کہ ان کے دلوں کو پاک کرے) اس کا یہ ہی مطلب ہے کہ خدا نے ان کی سوء استعداد اور بدکاریوں کی وجہ سے اپنی نظر لطف و عنایت ان پر سے اُٹھالی، جس کے بعد ان کے راہ پر آنے اور پاکی قبول کرنے کی کوئی توقع نہیں رہی، آپ ان کے غم میں اپنے کو نہ گھلائیں لقولہ تعالیٰ: ﴿لَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ ...﴾ باقی یہ شبہ کہ خدا تو اس پر بھی قادر تھا کہ انکی سب شرارتوں اور غلط کاریوں کو جبراً روک دیتا اور مجبور کر دیتا کہ وہ کوئی ضد اور ہٹ کر ہی نہ سکیں، تو بیشک میں تسلیم کرتا ہوں کہ خدا کی قدرت کے سامنے یہ چیز کچھ مشکل نہ تھی ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا﴾ [یونس: ۹۹] لیکن اس دنیا کا سارا نظام ہی ایسا رکھا گیا ہے کہ بندوں کو خیر و شر کے اکتساب میں مجبور محض نہ بنایا جائے اگر صرف خیر کے اختیار پر سب کو مجبور کر دیا جاتا تو تخلیقِ عالم کی حکمت و مصلحت پوری نہ ہوتی اور حق تعالیٰ کی بہت سی صفات ایسی رہ جاتیں کہ ان کے ظہور کے لیے کوئی محل نہ ملتا مثلاً: عفوٌ، غفور، حلیم، منتقم، ذو البطش الشدید، قائم بالقسط، مالک یوم الدین وغیرہ۔ حالانکہ عالم کے پیدا کرنے سے غرض ہی یہ ہے کہ اس کی تمام صفاتِ کمالیہ کا مظاہرہ ہو، کوئی مذہب یا کوئی انسان جو خدا کو فاعل مختار مانتا ہے انجام کار اس کے سوا کوئی دوسری غرض نہیں بتلا سکا ﴿لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ [ملک: ۷] اس سے زائد تفصیل کی یہاں گنجایش نہیں بلکہ اس قدر بھی ہمارے موضوع سے زائد ہی ہے۔

سَمّٰعُوْنَ لِلْكَذِبِ اَكّٰلُوْنَ لِلسُّحْتِ ۭ فَاِنْ جَاۗءُوْكَ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ اَوْ اَعْرِضْ

جاسوسی کرنے والے جھوٹ بولنے کے لیے اور بڑے حرام کھانے والے، سو اگر آویں وہ تیرے پاس تو فیصلہ کر دے ان میں یا منہ پھیر لے

عَنْهُمْ ۚ وَاِنْ تُعْرِضْ عَنْهُمْ فَلَنْ يَّضُرُّوْكَ شَيْـــًٔا ۭ وَاِنْ حَكَمْتَ فَاحْكُمْ

ان سے ف ١٣٧ اور اگر تو منہ پھیر لے گا ان سے تو وہ تیرا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے اور اگر تو فیصلہ کرے تو فیصلہ

بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ ۝ وَكَيْفَ يُحَكِّمُوْنَكَ وَعِنْدَهُمُ

کر ان میں انصاف سے، بے شک اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو ف ١٣٨ اور وہ تجھ کو کس طرح منصف بنائیں گے اور ان

التَّوْرٰىةُ فِيْهَا حُكْمُ اللّٰهِ ثُمَّ يَتَوَلَّوْنَ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ ۭ وَمَآ اُولٰۗىِٕكَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ ع ١٠

کے پاس تو تورات ہے جس میں حکم ہے اللہ کا پھر اس کے پیچھے (بعد) پھرے جاتے ہیں اور وہ ہرگز ماننے والے نہیں ہیں۔ ف ١٣٩

فائدہ: [١٣٧] ...... ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ، مجاہد اور عکرمہ رحمۃ اللہ علیہما وغیرہ اکابر سلف سے منقول ہے کہ حضور ﷺ کو یہ اختیار ابتدا میں تھا، آخر میں جب اسلام کا تسلط اور نفوذ کامل ہو گیا تو ارشاد ہوا ﴿وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ [آیت: ٤٩] یعنی ان کے نزاعات کا فیصلہ قانون شریعت کے موافق کر دیا کرو۔ مطلب یہ کہ اعراض اور کنارہ کشی کی ضرورت نہیں۔

فائدہ: [١٣٨] **تسلی رسول اور حکم انصاف:** ...... قرآن کریم نے بار بار اس پر زور دیا ہے کہ کوئی شخص کتنا ہی شریر ظالم اور بدمعاش کیوں نہ ہو مگر اس کے حق میں بھی تمہارا دامن عدالت ناانصافی کے چھینٹوں سے داغدار نہ ہونے پائے۔ یہی وہ خصلت ہے جس کے سہارے زمین و آسمان کا نظام قائم رہ سکتا ہے۔

فائدہ: [١٣٩] **یہود کی بے دینی:** ...... یعنی تعجب کی بات ہے کہ آپ کو حکم ٹھہراتے ہیں اور جس تورات کو کتاب آسمانی مانتے ہیں اس کے فیصلہ پر بھی راضی نہیں تو حقیقت میں ان کا ایمان کسی پر بھی نہیں، نہ قرآن پر، نہ تورات پر۔ اگلے رکوع میں تورات و انجیل کی مدح فرما کر متنبہ کیا ہے کہ کیسی عمدہ کتاب اور کیسے علوم ہدایت تھے جن کی ان نالائقوں نے بے قدری کی اور انہیں ایسا ضائع کیا کہ آج اصل چیز کا پتہ لگانا بھی مشکل ہو گیا۔ آخر حق تعالیٰ نے اپنی رحمت کاملہ سے بالکل آخر میں وہ کتاب بھیجی جو ان سب پہلی کتابوں کے مطالب اصلیہ کی محافظ اور مُصَدِّق ہے اور جس کی ابدی حفاظت کا انتظام نازل کرنے والے نے خود اپنے ذمہ لیا ہے۔

فللہ الحمد والمنۃ

اِنَّآ اَنْزَلْنَا التَّوْرٰىةَ فِيْهَا هُدًى وَّنُوْرٌ ۚ يَحْكُمُ بِهَا النَّبِيُّوْنَ الَّذِيْنَ اَسْلَمُوْا

ہم نے نازل کی تورات کہ اس میں ہدایت اور روشنی ہے ف ١٤٠ اس پر حکم کرتے تھے پیغمبر جو کہ حکم بردار تھے اللہ

لِلَّذِيْنَ هَادُوْا وَالرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ بِمَا اسْتُحْفِظُوْا مِنْ كِتٰبِ اللّٰهِ وَكَانُوْا

کے یہود کو اور حکم کرتے تھے درویش اور عالم ف ١٤١ اس واسطے کہ وہ نگہبان ٹھہرائے گئے تھے اللہ کی کتاب پر اور اس

عَلَيْهِ شُهَدَآءَ ۚ فَلَا تَخْشَوُا النَّاسَ وَاخْشَوْنِ وَلَا تَشْتَرُوْا بِاٰيٰتِيْ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ

کی خبر گیری پر مقرر تھے ف١٤٢ سو تم نہ ڈرو لوگوں سے اور مجھ سے ڈرو اور مت خریدو میری آیتوں پر مول تھوڑا ف١٤٣

وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَكَتَبْنَا عَلَيْهِمْ فِيْهَآ

اور جو کوئی حکم نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں کافر ف١٤٤ اور لکھ دیا ہم نے ان پر اس کتاب

اَنَّ النَّفْسَ بِالنَّفْسِ ۙ وَالْعَيْنَ بِالْعَيْنِ وَالْاَنْفَ بِالْاَنْفِ وَالْاُذُنَ بِالْاُذُنِ

میں کہ جی کے بدلے جی اور آنکھ کے بدلے آنکھ اور ناک کے بدلے ناک اور کان کے بدلے کان

وَالسِّنَّ بِالسِّنِّ ۙ وَالْجُرُوْحَ قِصَاصٌ ؕ فَمَنْ تَصَدَّقَ بِهٖ فَهُوَ كَفَّارَةٌ لَّهٗ ؕ وَمَنْ لَّمْ

اور دانت کے بدلے دانت اور زخموں کے بدلہ ان کے برابر ف١٤٥ پھر جس نے معاف کر دیا تو وہ گناہ سے پاک ہو گیا ف١٤٦ اور جو کوئی حکم

يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿٤٥﴾ وَقَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِعِيْسَى

نہ کرے اس کے موافق جو کہ اللہ نے اتارا سو وہی لوگ ہیں ظالم ف١٤٧ اور پیچھے بھیجا ہم نے انہی کے قدموں پر

ابْنِ مَرْيَمَ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ ۠ وَاٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ فِيْهِ هُدًى

عیسیٰ مریم کے بیٹے کو ف١٤٨ تصدیق کرنے والا توارت کی جو آگے سے تھی اور اس کو دی ہم نے انجیل جس میں ہدایت

وَّنُوْرٌ ۙ وَّمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَهُدًى وَّمَوْعِظَةً لِّلْمُتَّقِيْنَ ﴿٤٦﴾ؕ

اور روشنی تھی اور تصدیق کرتی تھی اپنے سے اگلی کتاب تورات کی اور راہ بتلانے والی اور نصیحت تھی ڈرنے والوں کو ف١٤٩

فَائِدَة: [١٤٠] تورات روشنی تھی: ......یعنی وصول الی اللہ کے طالبین کے لیے ہدایت کا اور شبہات و مشکلات کی ظلمت میں پھنس جانے والوں کے لیے روشنی کا کام دیتی ہے۔

فَائِدَة: [١٤١] تورات میں آئین ہدایت تھا: ......یعنی تورات میں ایسا عظیم الشان دستور العمل اور آئین ہدایت تھا کہ کثیر التعداد پیغمبر اور اہل اللہ اور علماء برابر اسی کے موافق حکم دیتے اور نزاعات کے فیصلے کرتے رہے۔

فَائِدَة: [١٤٢] تورات دنیا پرستوں کے ہاتھوں تحریف کے بعد ضائع ہوئی: ......یعنی تورات کی حفاظت کا ان کو ذمہ دار بنایا گیا تھا۔ قرآن کریم کی طرح ﴿وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ [حجر: ٩] کا وعدہ نہیں ہوا تو جب تک علماء و احبار نے اپنی ذمہ داری کا احساس کیا "تورات" محفوظ و معمول رہی، آخر دنیا پرست علمائے سوء کے ہاتھوں سے تحریف ہو کر ضائع ہوئی۔

فَائِدَة: [١٤٣] آسمانی کتاب میں تحریف کی ممانعت اور مسلمانوں کی برتری: ......یعنی لوگوں کے خوف یا دنیوی طمع کی وجہ سے آسمانی کتاب میں تبدیل و تحریف مت کرو، اس کے احکام و اخبار کو مت چھپاؤ اور خدا کی تعذیب و انتقام سے ڈرتے رہو۔ تورات کی عظمت شان اور مقبولیت جتلانے کے بعد یہ خطاب یا تو ان رؤسا و علماء یہود کو کیا گیا ہے جو نزول قرآن کے وقت موجود تھے، کیونکہ انہوں نے حکم

"رجم" سے انکار کر دیا تھا اور نبی کریم ﷺ کے متعلق پیشین گوئیوں کو چھپاتے اور ان کے معنی میں عجیب طرح کے ہیر پھیر کرتے تھے۔ اور یاد رمیان میں امتِ مسلمہ کو نصیحت ہے کہ تم دوسری قوموں کی طرح کسی سے ڈر کر یا حب مال وجاہ میں پھنس کر اپنی آسمانی کتاب کو ضائع مت کرنا، چنانچہ اس امت نے بحمد اللہ ایک حرف بھی اپنی کتاب کا کم نہیں کیا اور آج تک اس کو مُبطلین کی تغییر وتحریف سے محفوظ رکھنے میں کامیاب رہے اور ہمیشہ رہیں گے۔

فَائِدَة: [۱۴۴] **حقیقی کافر یا عملی کافر:**...... ﴿مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ کے موافق حکم نہ کرنے سے غالباً یہ مراد ہے کہ منصوص حکم کے وجود ہی سے انکار کر دے اور اس کی جگہ دوسرے احکام اپنی رائے اور خواہش سے تصنیف کر لے جیسا کہ یہود نے حکم "رجم" کے متعلق کیا تھا، تو ایسے لوگوں کے کافر ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے اور اگر مراد یہ ہو کہ ﴿مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ کو عقیدۃً ثابت مان کر پھر فیصلہ عملاً اسکے خلاف کرے تو کافر سے مراد عملی کافر ہوگا، یعنی اس کی عملی حالت کافروں جیسی ہے۔

فَائِدَة: [۱۴۵] **قصاص کا حکم:**...... قصاص کا یہ حکم شریعت موسوی میں تھا اور بہت سے علماء اصول نے تصریح کی ہے کہ جو پچھلی شرائع قرآن کریم یا ہمارے پیغمبر ﷺ نے نقل فرمائیں بشرطیکہ ان کی نسبت کسی جگہ حضور ﷺ نے کوئی انکار یا ترمیم نہ فرمائی ہو تو وہ اس امت کے حق میں بھی تسلیم کی جائیں گی۔ گویا بدون ردّ وانکار کے ان کو سنانا تلقی بالقبول کی دلیل ہے۔

فَائِدَة: [۱۴۶] **معاف کرنا گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے:**...... یعنی جروح کے قصاص کو معاف کر دینا مجروح کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے جیسا کہ بعض احادیث میں اس کی تصریح آئی ہے۔ اور بعض مفسرین نے اس آیت کو جارح کے حق میں رکھا ہے یعنی اگر مجروح نے جارح کو معافی دیدی تو اس کا گناہ معاف ہو جائے گا۔ والراجح ھو الاول!

فَائِدَة: [۱۴۷] **یہود کی حکم قصاص میں عملی مخالفت:**...... یہود نے حکم قصاص کے خلاف بھی تعامل قائم کر لیا تھا۔ ان میں "بنی نضیر" جو زیادہ معزز اور قوی سمجھے جاتے تھے، "بنو قریظہ" سے پوری دیت وصول کرتے اور جب ان کو دینے کی نوبت آتی تو نصف دیت ادا کرتے، "بنی قریظہ" نے اپنی کمزوری کی وجہ سے ان سے اس طرح کا معاہدہ کر رکھا تھا، اتفاقاً بنی قریظہ کے ہاتھ سے "بنی نضیر" کا آدمی مارا گیا، انہوں نے دستور سابق کے موافق ان سے پوری دیت طلب کی، بنی قریظہ نے جواب دیا کہ جاؤ وہ زمانہ گیا جب ہم نے تمہاری قوت سے مجبور ہو کر یہ ظلم منظور کر لیا تھا۔ اب محمد مدینہ میں آچکے ہیں ان کا دور دورہ ہے یہ ممکن نہیں کہ ہم جو دیت تم سے لیتے ہیں اس سے دگنی ادا کریں۔ اس سے غرض یہ تھی کہ جناب محمد رسول اللہ ﷺ کی موجودگی میں محال ہے کہ کوئی قوی ضعیف کو کچل سکے یا دبا سکے، کیونکہ سب کو یقین تھا کہ آپ ہر ضعیف وقوی کے ساتھ یکساں انصاف کرتے ہیں، اور اقویاء کے مظالم کے مقابلہ میں ضعفاء کی دستگیری فرماتے ہیں۔ انجام کار یہ معاملہ حضور ﷺ کی عدالت میں پیش ہوا اور بنی قریظہ نے جو خیال اس پیکرِ عدل وانصاف کی نسبت ظاہر کیا تھا بلا کم وکاست صحیح نکلا۔ حکم قصاص کے بعد ﴿وَمَنْ لَّمْ یَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ فرمانے سے اسی واقعہ کی طرف اشارہ ہے۔ اور چونکہ "رجم" کی طرح قصاص کے حکم شرعی ہونے سے صریحاً انکار نہیں کیا تھا بلکہ آپس کی مفاہمت سے خلاف حکم شرعی ایک دستور قائم کر لیا تھا، تو قانونِ عدل کی یہ اعتقادی نہیں صرف عملی مخالفت ہوئی، اسی لیے یہاں کافرون کی جگہ ظلمون فرمایا۔ یعنی یہ ظلم صریح ہے کہ قوی سے کم اور ضعیف سے زیادہ دیت لی جائے۔

فَائِدَة: [۱۴۸]...... یعنی ان کے نقش قدم پر یہ بھی چلتے تھے۔

فَائِدَة: [۱۴۹] **تورات کی تصدیق:**...... یعنی حضرت عیسیٰ علیہ السلام خود اپنی زبان سے تورات کی تصدیق فرماتے تھے اور جو کتاب (انجیل) ان کو دی گئی تھی وہ بھی تورات کی تصدیق کرتی تھی اور انجیل کی نوعیت بھی نور وہدایت ہونے میں تورات کی طرح تھی، احکام وشرائع کے اعتبار سے دونوں میں بہت ہی قلیل فرق تھا جیسا کہ ﴿وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِیْ حُرِّمَ عَلَیْكُمْ﴾ [آل عمران: ۵۰] میں اشارہ کیا گیا ہے، اور یہ

فرق تورات کی تصدیق کے منافی نہیں جیسے آج ہم قرآن کو ماننے اور صرف اسی کے احکام کو تسلیم کرنے کے باوجود بحمد اللہ تمام کتب سماویہ کے من عند اللہ ہونے کی تصدیق کرتے ہیں۔

وَلْيَحْكُمْ اَهْلُ الْاِنْجِيْلِ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ فِيْهِ ؕ وَمَنْ لَّمْ يَحْكُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ

اور چاہیے کہ حکم کریں انجیل والے موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے اس میں اور جو کوئی حکم نہ کرے موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿۴۷﴾ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ

نے سو وہی لوگ ہیں نافرمان ف ۱۵۰ اور تجھ پر اتاری ہم نے کتاب سچی تصدیق کرنے والی سابقہ

يَدَيْهِ مِنَ الْكِتٰبِ وَمُهَيْمِنًا عَلَيْهِ فَاحْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ

کتابوں کی اور ان کے مضامین پر نگہبان ف ۱۵۱ سو تو حکم کر ان میں موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے ف ۱۵۲ اور ان کی خوشی پر

اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ ؕ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ

مت چل چھوڑ کر سیدھا راستہ جو تیرے پاس آیا ف ۱۵۳ ہر ایک کو تم میں سے دیا ہم نے ایک دستور اور راہ ف ۱۵۴ اور

شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا

اللہ چاہتا تو تم کو ایک دین پر کر دیتا لیکن تم کو آزمانا چاہتا ہے اپنے دیے ہوئے حکموں میں ف ۱۵۵ سو تم دوڑ

الْخَيْرٰتِ ؕ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۴۸﴾

کر لو خوبیاں، اللہ کے پاس تم سب کو پہنچنا ہے پھر جتاوے گا جس بات میں تم کو اختلاف تھا ف ۱۵۶

فَائِدَہ: [۱۵۰] عیسائیوں کی تنبیہ:...... یا تو عیسائی جو نزول انجیل کے وقت موجود تھے ان کو یہ حکم دیا گیا تھا اسی کو یہاں نقل فرما رہے ہیں۔ اور ہو سکتا ہے کہ نزول قرآن کے وقت جو عیسائی مخاطب تھے ان سے کہا گیا ہو کہ جو کچھ انجیل میں اللہ تعالیٰ نے اتارا ہے اس کے موافق ٹھیک حکم کریں۔ یعنی ان پیشینگوئیوں کو چھپانے یا لغو اور مہمل تاویلات سے بدلنے کی کوشش نہ کریں جو انجیل میں پیغمبر آخر الزمان ﷺ اور مقدس "فارقلیط" کی نسبت حضرت مسیح علیہ السلام کی زبانی کی گئی ہیں۔ یہ خدا تعالیٰ کی سخت نافرمانی ہوگی کہ جس ہادی جلیل اور مصلح عظیم کے متعلق حضرت مسیح یہ فرمائیں کہ "جب وہ روح حق آئے گی تو تمہیں سچائی کی ساری راہیں بتائے گی۔ اسی کی تکذیب پر کمربستہ ہو کر اپنے لیے ابدی خسران قبول کرو۔" کیا مقدس مسیح اور اس کے پروردگار کی فرمانبرداری کے یہی معنی ہیں؟

فَائِدَہ: [۱۵۱] کتب سابقہ کے مضامین کی محافظت اور تکمیل:...... ﴿مُهَيْمِنًا﴾ کے کئی معنی بیان کیے گئے ہیں: امین، غالب، حاکم، محافظ و نگہبان اور ہر معنی کے اعتبار سے قرآن کریم کا کتب سابقہ کیلئے ﴿مُهَيْمِنًا﴾ ہونا صحیح ہے۔ خدا کی جو امانت تورات و انجیل وغیرہ کتب سماویہ میں ودیعت کی گئی تھی وہ مع شے زائد قرآن میں محفوظ ہے جس میں کوئی خیانت نہیں ہوئی اور جو بعض فروعی چیزیں ان کتابوں میں اس زمانہ یا ان مخصوص مخاطبین کے حسب حال تھیں ان کو قرآن نے منسوخ کر دیا اور جو حقائق ناتمام تھیں ان کی پوری تکمیل فرما دی ہے اور جو حصہ اس وقت کے اعتبار سے غیر مہم تھا اسے بالکل نظر انداز کر دیا ہے۔

فَائِدَۃ: [۱۵۲] رشوتی اسلام اور آپ ﷺ نے ناانصافی کو مسترد کر دیا:...... یہود میں باہم کچھ نزاع ہو گئی تھی۔ ایک فریق جس میں ان کے بڑے بڑے مشہور علماء اور مقتدا شامل تھے آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور فصل نزاع کی درخواست کی اور یہ بھی کہا کہ آپ کو معلوم ہے کہ عموماً قوم یہود ہمارے اختیار واقتدار میں ہے، اگر آپ فیصلہ ہمارے موافق کر دیں گے تو ہم مسلمان ہو جائیں گے اور ہمارے اسلام لانے سے جمہور یہود اسلام قبول کر لیں گے۔ نبی کریم ﷺ نے اس رشوتی اسلام کو منظور نہ کیا اور ان کی خواہشات کی پیروی سے صاف انکار فرما دیا۔ اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ (ابن کثیر)

فَائِدَۃ: [۱۵۳] محمد ﷺ کی شانِ عصمت اور انبیاء علیہم السلام کی معصومیت کا مطلب:...... گزشتہ فائدہ میں ان آیات کی جو شان نزول ہم لکھ چکے ہیں اس سے صاف عیاں ہے کہ آیت کا نزول بعد اسکے ہوا کہ آپ انکی خوشی اور خواہش پر چلنے سے انکار فرما چکے تھے، تو یہ آیات آپ کی استقامت کی تصویب اور آیندہ بھی ایسی ہی شانِ عصمت پر ثابت قدم رہنے کی تاکید کے لیے نازل ہوئیں۔ جو لوگ اس قسم کی آیات کو نبی ﷺ کی شانِ عصمت کے خلاف تصور کرتے ہیں وہ نہایت ہی قاصر الفہم ہیں۔ اوّل تو کسی چیز سے منع کرنا اسکی دلیل نہیں کہ جس کو منع کیا جا رہا ہے وہ اس ممنوع چیز کا ارتکاب کرنا چاہتا تھا۔ دوسرے انبیاء علیہم السلام کی "معصومیت" کا مطلب یہ ہے کہ خدا کی معصیت ان سے صادر نہیں ہو سکتی۔ یعنی کسی کام کو یہ سمجھتے ہوئے کہ خدا کو ناپسند ہے ہرگز اختیار نہیں کر سکتے، اور اگر اتفاقاً کسی وقت بھول چوک یا رائے و اجتہاد کی غلطی سے راجح وافضل کی جگہ مرجوح ومفضول کو اختیار کر لیں یا غیر مرضی کو مرضی سمجھ کر عمل کر گذریں، جس کو اصطلاح میں "زلّۃ" کہتے ہیں تو اس طرح کے واقعات مسئلہ عصمت کے منافی نہیں جیسا کہ حضرت آدم علیہ السلام اور بعض دیگر انبیاء علیہم السلام کے واقعات شاہد ہیں۔ اس حقیقت کو سمجھ لینے کے بعد ﴿وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ عَمَّا جَآءَكَ مِنَ الْحَقِّ﴾ اور ﴿وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ﴾ اور اسی طرح کی دوسری آیات کا مطلب سمجھنے میں کوئی خلجان نہیں رہتا۔ کیونکہ ان میں صرف اس بات پر متنبہ کیا گیا ہے کہ آپ ان ملعونوں کی تلمیع [ظاہری ٹیپ ٹاپ، بناوٹ] اور سخن سازی سے قطعاً متاثر نہ ہوں اور کوئی ایسی رائے قائم نہ فرمالیں جس میں بلاقصد ان کی خواہشات کے اتباع کی صورت پیدا ہو جائے مثلاً اسی قصہ میں جو ان آیات کی شانِ نزول ہے۔ یہود نے کیسی عیارانہ اور پُرفریب صورت حضور ﷺ کے سامنے پیش کی تھی کہ اگر آپ ان کے حسب منشا فیصلہ کر دیں تو سب یہود مسلمان ہو جائیں گے۔ وہ جانتے تھے کہ اسلام سے بڑھ کر دنیا میں کوئی چیز آپ کے نزدیک محبوب اور عزیز نہیں۔ ایسے موقع پر امکان تھا کہ بڑے سے بڑا مستقیم انسان بھی یہ رائے قائم کر لے کہ ان کی ایک چھوٹی سی خواہش کے قبول کر لینے میں جب کہ اتنی عظیم الشان دینی منفعت کی توقع ہو، کیا مضائقہ ہے۔ اس طرح کے خطرناک اور مزلۃ الاقدام موقع پر قرآنِ کریم پیغمبر علیہ السلام کو متنبہ کرتا ہے کہ دیکھو بھول کر بھی کوئی ایسی رائے قائم نہ کر لیجیے جو آپ کی شانِ رفیع کے مناسب نہ ہو۔ حضور کا کمال تقویٰ اور انتہائی فہم وتدبر تو نزولِ آیت سے پہلے ہی ان ملاعین [ملعون کی جمع] کے مکر وفریب کو رَدّ کر چکا تھا لیکن فرض کیجیے۔ اگر ایسا نہ ہو چکا ہوتا تب بھی آیت کا مضمون جیسا کہ ہم تقریر کر چکے ہیں حضور کی شانِ عصمت کے اصلاً مخالف نہیں۔

فَائِدَۃ: [۱۵۴] شریعتوں میں فروعی اختلاف کی حقیقت:...... یعنی خدا نے ہر امت کا آئین اور طریق کار اسکے احوال واستعداد کے مناسب جداگانہ رکھا ہے اور باوجودیکہ تمام انبیاء اور مللِ سماویہ اصولِ دین اور مقاصدِ کلیہ میں جن پر نجاتِ ابدی کا مدار ہے، باہم متحد اور ایک دوسرے کے مصدق رہے ہیں۔ پھر بھی جزئیات اور فروع کے لحاظ سے ہر امت کو انکے ماحول اور مخصوص استعداد کے موافق خاص خاص احکام وہدایات دی گئیں، اس آیت میں اسی فرعی اختلاف کی طرف اشارہ ہے۔ صحیح بخاری کی ایک حدیث میں جو سب انبیاء علیہم السلام کو آپس میں علاتی بھائی فرمایا ہے جنکا باپ ایک ہو اور مائیں مختلف ہوں۔ اسکا مطلب بھی یہی ہے کہ اصول سب کے ایک ہیں اور فروع میں اختلاف ہے۔ اور چونکہ بچہ کی تولید میں باپ فاعل ومفیض اور ماں قابل اور محل افاضہ بنتی ہے، اس سے نہایت لطیف اشارہ اس طرف بھی

ہوگیا کہ شرائع سماویہ کا اختلاف مخاطبین کی قابلیت واستعداد پر مبنی ہے، ورنہ مبداء فیاض میں کوئی اختلاف وتعدد نہیں، سب شرائع وادیانِ سماویہ کا سرچشمہ ایک ہی ذات اور اسکا علمِ ازلی ہے۔

فائدہ:[۱۵۵] **اختلاف کی حکمت**:......یعنی کون تم میں سے خدا کی مالکیتِ مطلقہ، علمِ محیط اور حکمت بالغہ پر یقین کر کے ہر نئے حکم کو حق و صواب سمجھ کر بطوع [بخوشی] ورغبت قبول کرتا ہے اور ایک وفادار غلام کی طرح ہر جدید حکم کے سامنے گردن جھکا دینے کے لیے تیار رہتا ہے۔

فائدہ:[۱۵٦] **"وصول الی اللہ" کا نسخہ**:......یعنی شرائع کے اختلاف کو دیکھ کر خواہ مخواہ کی قیل وقال اور کج بحثیوں [نامعقول گفتگو] میں پڑ کر وقت نہ گنواؤ، وصول الی اللہ کا ارادہ کرنے والوں کو عملی زندگی میں اپنی دوڑ دھوپ رکھنی چاہیے اور جو عقائد، اخلاق اور اعمال کی خوبیاں شریعتِ سماویہ پیش کر رہی ہے ان کے لینے میں چستی دکھلانی چاہیے۔

فائدہ:[۱۵۷]......تو انجام کا خیال کر کے حسنات وخیرات کی تحصیل میں مستعدی دکھلاؤ، اختلافات کی سب حقیقت وہاں جا کر کھل جائے گی۔

وَاَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَهُمْ وَاحْذَرْهُمْ اَنْ يَّفْتِنُوْكَ

اور یہ فرمایا کہ حکم کر ان میں موافق اس کے جو کہ اتارا اللہ نے اور مت چل ان کی خوشی پر اور بچتا رہ ان سے کہ تجھ کو بہکا نہ دیں

عَنْۢ بَعْضِ مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكَ ؕ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّصِيْبَهُمْ

کسی ایسے حکم سے جو اللہ نے اتارا تجھ پر ف۱۵۸ پھر اگر نہ مانیں تو جان لے کہ اللہ نے یہی چاہا کہ پہنچاوے ان کو کچھ سزا

بِبَعْضِ ذُنُوْبِهِمْ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ﴿۴۹﴾ اَفَحُكْمَ الْجَاهِلِيَّةِ

ان کے گناہوں کی ف۱۵۹ اور لوگوں میں بہت ہیں نافرمان ف۱٦۰ اب کیا حکم چاہتے

يَبْغُوْنَ ؕ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ حُكْمًا لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ﴿۵۰﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا

ہیں کفر کے وقت کا اور اللہ سے بہتر کون ہے حکم کرنے والا یقین کرنے والوں کے واسطے ف۱٦۱ اے ایمان والو مت

تَتَّخِذُوا الْيَهُوْدَ وَالنَّصٰرٰۤى اَوْلِيَآءَ ؔۘ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ

بناؤ یہود اور نصاریٰ کو دوست ف۱٦۲ وہ آپس میں دوست ہیں ایک دوسرے کے ف۱٦۳ اور جو کوئی تم میں

مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۱﴾

سے دوستی کرے ان سے تو وہ انہی میں ہے ف۱٦۴ اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو ف۱٦۵

وقف لازم ع ۱۱

فائدہ:[۱۵۸]......یعنی آپس کے اختلافات میں خواہ دنیا کیسی ہی دست وگریباں رہے آپ کو یہی حکم ہے کہ ﴿مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ کے موافق حکم دیتے رہیں اور کسی کے کہنے سننے کی کوئی پروا نہ کریں۔

فائدہ:[۱۵۹] **مجرم کو کچھ سزا دنیا میں بھی ملتی ہے**:......پوری سزا تو قیامت میں ملے گی۔ لیکن کچھ تھوڑی سی سزا دے کر یہاں بھی مجرم کو یا دوسرے دیکھنے والوں کو ایک گونہ تنبیہ کر دی جاتی ہے۔

فَائِدَۃ:[۱٦۰] تسلی رسول:......یعنی آپ ان لوگوں کے اعراض وانحراف سے زیادہ ملول نہ ہوں دنیا میں فرمانبردار بندے ہمیشہ تھوڑے ہی ہوتے ہیں ﴿وَمَآ اَکْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِیْنَ﴾ [یوسف:۱۰۳]

فَائِدَۃ:[۱٦۱]......یعنی جولوگ خدا کی شہنشاہیت، رحمت کاملہ اور علم محیط پر یقین کامل رکھتے ہیں۔ ان کے نزدیک دنیا میں کسی کا حکم خدا کے حکم کے سامنے لائق التفات نہیں ہوسکتا۔ پھر کیا یہ لوگ احکام الٰہیہ کی روشنی آجانے کے بعد ظنون واھواء اور کفر وجاہلیت کے اندھیرے ہی کی طرف جانا پسند کرتے ہیں۔

فَائِدَۃ:[۱٦۲] یہودیوں اور عیسائیوں سے دوستانہ تعلقات جائز نہیں:......''اولیاء'' ولی کی جمع ہے۔ ''ولی'' دوست کو بھی کہتے ہیں، قریب کو بھی، ناصر اور مددگار کو بھی۔ غرض یہ ہے کہ ''یہود ونصاریٰ'' بلکہ تمام کفار سے، جیسا کہ سورہ ''نساء'' میں تصریح کی گئی ہے مسلمان دوستانہ تعلقات قائم نہ کریں۔ اس موقع پر یہ ملحوظ رکھنا چاہیے کہ موالات، مروّت وحسن سلوک، مصالحت، رواداری اور عدل وانصاف یہ سب چیزیں الگ الگ ہیں۔ اہل اسلام اگر مصلحت سمجھیں تو ہر کافر سے صلح اور عہد وپیمان مشروع طریقہ پر کرسکتے ہیں ﴿وَاِنْ جَنَحُوْا لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَکَّلْ عَلَی اللّٰہِ﴾ [انفال:٦۱] عدل وانصاف کا حکم جیسا کہ گذشتہ آیات سے معلوم ہوچکا مسلم وکافر ہر فرد بشر کے حق میں ہے۔ ''مروّت'' اور ''حسن سلوک'' یا ''رواداری'' کا برتاؤ ان کفار کے ساتھ ہوسکتا ہے جو جماعت اسلام کے مقابلہ میں دشمنی اور عناد کا مظاہرہ نہ کریں جیسا کہ سورۃ الممتحنہ [آیت:۱] میں تصریح ہے۔ باقی ''موالات'' یعنی دوستانہ اعتماد اور برادرانہ مناصرت ومعاونت، تو کسی مسلمان کو حق نہیں کہ یہ تعلق کسی غیر مسلم سے قائم کرے، البتہ صوری موالات جو ﴿اِلَّآ اَنْ تَتَّقُوْا مِنْهُمْ تُقٰىةً﴾ [آل عمران:۲۸] کے تحت میں داخل ہو، اور عام تعاون جس کا اسلام اور مسلمانوں کی پوزیشن پر کوئی برا اثر نہ پڑے اس کی اجازت ہے۔ بعض خلفائے راشدین سے اس بارہ میں جو غیر معمولی تشدید وتضییق منقول ہے اس کو محض سد ذرائع اور مزید احتیاط پر مبنی سمجھنا چاہیے۔

فَائِدَۃ:[۱٦۳] کفار آپس میں دشمنی کے باوجود مسلمانوں کے خلاف ایک ہوجاتے ہیں:......یعنی مذہبی فرقہ بندی اور اندرونی بغض وعداوت کے باوجود وہ باہم ایک دوسرے سے دوستانہ تعلقات رکھتے ہیں یہودی یہودی کا، نصرانی نصرانی کا دوست بن سکتا ہے اور جماعت اسلام کے مقابلہ میں سب کفار ایک دوسرے کے دوست اور معاون بن جاتے ہیں: الکفر ملة واحدة۔

فَائِدَۃ:[۱٦۴] کافروں سے دوستی کا نتیجہ بے ایمانی ہے:......یعنی ان ہی کے زمرہ میں شامل ہے۔ یہ آیتیں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی کے باب میں نازل ہوئی تھیں، یہود سے اس کا بہت دوستانہ تھا، اس کا گمان یہ تھا کہ اگر مسلمانوں پر کوئی افتاد پڑی اور پیغمبر ﷺ کی جماعت مغلوب ہوگئی تو یہود سے ہماری یہ دوستی کام آئے گی۔ اسی واقعہ کی طرف اگلی آیت میں اشارہ کیا گیا ہے تو فی الحقیقت یہود کے ساتھ منافقین کی موالات کا اصلی منشا یہ تھا کہ یہود جماعتِ اسلام کے مدِ مقابل اور مذہب اسلام کے بدترین دشمن تھے۔ ظاہر ہے کہ جو شخص یہود ونصاریٰ یا کسی جماعتِ کفار کے ساتھ اس نیت اور حیثیت سے موالات کرے کہ وہ دشمن اسلام ہے اس کے کفر میں کیا شبہ ہوسکتا ہے۔ منافقین میں کچھ لوگ اور بھی تھے جنہوں نے جنگِ اُحد میں لڑائی کا پانسا بدلا ہوا دیکھ کر کہنا شروع کیا تھا کہ ہم تو اب فلاں یہودی یا فلاں نصرانی سے دوستانہ گانٹھیں گے اور ضرورت پیش آنے پر ان ہی کا مذہب اختیار کرلیں گے، اس قماش کے لوگوں کی نسبت بھی ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾ کا ظاہری مدلول علانیہ صادق ہے۔ رہے وہ مسلمان جو اس قسم کی نیت اور منشا سے خالی ہوکر یہود ونصاریٰ کے ساتھ دوستانہ تعلقات قائم کریں، چونکہ ان کی نسبت بھی قوی خطرہ رہتا ہے کہ وہ کفار کی حد سے زیادہ ہم نشینی اور اختلاط سے متاثر ہوکر رفتہ رفتہ ان ہی کا مذہب اختیار کرلیں یا کم از کم شعائرِ کفر اور رسوم شرکیہ سے کارہ اور متنفر نہ رہیں۔ اس اعتبار سے ﴿فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾ کا اطلاق ان کے حق میں بھی ہوسکتا ہے جیسا کہ حدیث المرء مع من احب نے اس مضمون کی طرف توجہ دلائی ہے۔

فَائِدَة:[١٦٥]......یعنی جولوگ کہ دشمنانِ اسلام سے موالات کر کے خود اپنی جان پر اور مسلمانوں پر ظلم کرتے ہیں اور جماعتِ اسلام کے مغلوب ومقہور ہونے کا انتظار کر رہے ہیں ایسی بدبخت، معاند اور دغاباز قوم کی نسبت یہ امید نہیں کی جاسکتی کہ وہ کبھی راہِ ہدایت پر آئے گی۔

فَتَرَى الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ يُّسَارِعُوْنَ فِيْهِمْ يَقُوْلُوْنَ نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا

اب تو دیکھے گا ان کو جن کے دل میں بیماری ہے دوڑ کر ملتے ہیں ان میں کہتے ہیں کہ ہم کو ڈر ہے کہ نہ آ جائے

دَآئِرَةٌ ؕ فَعَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَ بِالْفَتْحِ اَوْ اَمْرٍ مِّنْ عِنْدِهٖ فَيُصْبِحُوْا عَلٰى مَآ اَسَرُّوْا

ہم پر گردش زمانہ کی ف١٦٦ سو قریب ہے کہ اللہ جلد ظاہر فرما دے فتح یا کوئی حکم اپنے پاس سے تو لگیں اپنے جی کی

فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ نٰدِمِيْنَ ﴿٥٢﴾ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ

چھپی بات پر پچھتانے ف١٦٧ اور کہتے ہیں مسلمان کیا یہ وہی لوگ ہیں جو قسمیں کھاتے تھے اللہ کی

اَيْمَانِهِمْ ۙ اِنَّهُمْ لَمَعَكُمْ ؕ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فَاَصْبَحُوْا خٰسِرِيْنَ ﴿٥٣﴾ يٰٓاَيُّهَا

تاکید سے کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں برباد گئے ان کے عمل پھر رہ گئے نقصان میں اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ

ایمان والو جو کوئی تم میں پھرے گا اپنے دین سے تو اللہ عنقریب لاوے گا ایسی قوم کو کہ اللہ ان کو چاہتا ہے

وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ۫ يُجَاهِدُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

اور وہ اس کو چاہتے ہیں نرم دل ہیں مسلمانوں پر زبردست ہیں کافروں پر لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں

وَلَا يَخَافُوْنَ لَوْمَةَ لَآئِمٍ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ﴿٥٤﴾

اور ڈرتے نہیں کسی کے الزام سے ف١٦٨ یہ فضل ہے اللہ کا دے گا جس کو چاہے اور اللہ کشائش والا ہے خبردار ف١٦٩

فَائِدَة:[١٦٦] **منافقوں کے یہودیوں کے تعلقات:**......یہ وہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں شک اور نفاق کی بیماری ہے جن کو خدا کے وعدوں پر اعتماد اور مسلمانوں کی حقانیت پر یقین نہیں، اسی لیے دوڑ دوڑ کر کافروں کی آغوش میں پناہ لینا چاہتے ہیں، تا کہ ان کے موہوم غلبہ کے وقت ثمرات فتح سے متمتع [نفع حاصل کرنے والا] ہو سکیں اور ان کے زعم میں جو گردشیں اور آفات جماعتِ اسلام پر آنے والی تھیں ان سے محفوظ رہیں۔ ﴿نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ﴾ کے یہ ہی معنی ان کے دلوں میں مکنون [پوشیدہ] تھے لیکن یہ ہی الفاظ ﴿نَخْشٰٓى اَنْ تُصِيْبَنَا دَآئِرَةٌ﴾ جب پیغمبر علیہ السلام اور مخلص مسلمانوں کے سامنے یہود سے دوستانہ رکھنے کی معذرت میں کہتے تھے تو گردش زمانہ کا یہ مطلب ظاہر کرتے کہ یہود ہمارے ساہوکار ہیں ہم ان سے قرض دوام لے لیتے ہیں۔ اگر کوئی مصیبت قحط وغیرہ کی پڑی تو وہ ہمارے دوستانہ تعلقات کی وجہ سے آڑے وقت میں کام آ جائیں گے، ان ہی خیالات کا جواب آگے دیا گیا ہے۔

فَائِدَة:[١٦٧] **غلبۂ اسلام اور منافقین کی فضیحت کی پیش گوئی:**......یعنی وہ وقت نزدیک ہے کہ حق تعالیٰ اپنے نبی ﷺ کو فیصلہ کن

فتوحات اور غلبہ عطا فرمائے اور مکہ معظمہ میں بھی جو تمام عرب کا مسلمہ مرکز تھا، حضور کو فاتحانہ داخل کرے یا اس کے ماسوا اپنی قدرت اور حکم سے کچھ اور امور بروئے کار لائے جنہیں دیکھ کر ان منافقین کی ساری باطل توقعات کا خاتمہ ہو اور انہیں منکشف ہو جائے کہ دشمنانِ اسلام کی موالات کا نتیجہ دنیوی ذلت و رسوائی اور اخروی عذاب الیم کے سوا کچھ نہیں، جب فضیحت و خسران کے یہ نتائج سامنے آ جائیں گے اس وقت بجز پچھتانے اور کفِ افسوس ملنے کے کچھ حاصل نہ ہوگا الاٰن قد ندمت و ماینفع الندم۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اسلام کے عام غلبہ اور فتح مکہ وغیرہ کو دیکھ کر تمام اعدائے اسلام کے حوصلے پست ہو گئے بہت سے یہود مارے گئے، بہت سے جلا وطن ہوئے، منافقین کی ساری امیدوں پر پانی پھر گیا، مسلمانوں کے سامنے صریح طور پر جھوٹے ثابت ہوئے، موالات یہود میں جو کوششیں کی تھیں وہ اکارت گئیں اور خسران دنیوی اور ہلاکتِ ابدی کا طوق گلے میں پڑا۔ اگلی آیت میں اسی مضمون کو بیان فرمایا ہے۔

فائدہ: [۱٦٨] **اسلام کی ابدی بقاو حفاظت کی پیشین گوئی:**...... اس آیت میں اسلام کی ابدی بقا اور حفاظت کے متعلق عظیم الشان پیشین گوئی کی گئی ہے۔ پچھلی آیات میں کفار کی موالات سے منع کیا گیا تھا۔ ممکن تھا کہ کوئی شخص یا قوم موالات کفار کی بدولت صریحاً اسلام سے پھر جائے جیسا کہ ﴿وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ فَاِنَّهٗ مِنْهُمْ﴾ میں تنبیہ کی گئی ہے، قرآن کریم نے نہایت قوت اور صفائی سے آگاہ کر دیا کہ ایسے لوگ اسلام سے پھر کر کچھ اپنا ہی نقصان کریں گے، اسلام کو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکتے، حق تعالیٰ مرتدین کے بدلے میں یا انکے مقابلہ پر ایسی قوم لے آئیگا جن کو خدا کا عشق ہو اور خدا ان سے محبت کرے، وہ مسلمانوں پر شفیق و مہربان اور دشمنان اسلام کے مقابلہ میں غالب اور زبردست ہوں گے۔ یہ پیشین گوئی بحول اللہ وقوتہ ہر قرن میں پوری ہوتی رہی...... ارتداد کا سب سے بڑا فتنہ نبی کریم ﷺ کی وفات کے بعد صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں پھیلا، کئی طرح کے مرتدین اسلام کے مقابلہ میں کھڑے ہو گئے، مگر صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایمانی جرأت اور انکی تدبر اور مخلص مسلمانوں کی سرفروشانہ اور عاشقانہ خدماتِ اسلام نے اس آگ کو بجھایا اور سارے عرب کو متحد کر کے از سر نو اخلاص و ایمان کے راستہ پر گامزن کر دیا۔ آج بھی ہم مشاہدہ کرتے رہتے ہیں کہ جب کبھی چند جاہل اور طامع افراد اسلام کے حلقہ سے نکلنے لگتے ہیں تو ان سے زیادہ اور ان سے بہتر تعلیم یافتہ اور محقق غیر مسلموں کو اسلام فطری کشش سے اپنی طرف جذب کر لیتا ہے اور مرتدین کی سرکوبی کے لیے خدا ایسے وفادار اور جاں نثار مسلمانوں کو کھڑا کر دیتا ہے جنہیں خدا کے راستہ میں کسی کی ملامت اور طعن و تشنیع کی پروا نہیں ہوتی۔

فائدہ: [۱٦٩]...... انسان کی بڑی سعادت اور اس پر خدا کا بڑا فضل یہ ہے کہ وہ فتنہ کے وقت خود جادۂ حق پر ثابت قدم رہ کر دوسروں کو ہلاکت سے بچانے کی فکر کرے۔ خدا جن بندوں کو چاہے اس سعادتِ کبریٰ اور فضلِ عظیم سے حصہ وافر عطا فرماتا ہے، اس کا فضل غیر محدود ہے اور وہی خوب جانتا ہے کہ کونسا بندہ اس کا اہل اور مستحق ہے۔

اِنَّمَا وَلِيُّكُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ يُقِيْمُوْنَ الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ

تمہارا رفیق تو وہی اللہ ہے اور اس کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم اور جو ایمان والے ہیں جو کہ قائم ہیں نماز پر اور دیتے ہیں

الزَّكٰوةَ وَهُمْ رٰكِعُوْنَ ﴿٥٥﴾ وَمَنْ يَّتَوَلَّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَاِنَّ حِزْبَ

زکوٰۃ اور وہ عاجزی کرنے والے ہیں ف۱۷۰ اور جو کوئی دوست رکھے اللہ کو اور اس کے رسول ﷺ کو اور ایمان والوں کو تو اللہ کی جماعت وہی

اللّٰهِ هُمُ الْغٰلِبُوْنَ ﴿٥٦﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوا الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَكُمْ

سب پر غالب ہے ف۱۷۱ اے ایمان والو مت بناؤ ان لوگوں کو جو ٹھہراتے ہیں تمہارے دین کو

هُزُوًا وَّلَعِبًا مِّنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَالْكُفَّارَ اَوْلِيَآءَ ۚ وَاتَّقُوا

ہنسی اور کھیل وہ لوگ جو کتاب دیے گئے تم سے پہلے اور نہ کافروں کو ف ۱۷۲ اپنا دوست اور ڈرو

اللّٰهَ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۵۷﴾ وَاِذَا نَادَيْتُمْ اِلَى الصَّلٰوةِ اتَّخَذُوْهَا هُزُوًا وَّلَعِبًا ۭ

اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے ف ۱۷۳ اور جب تم پکارتے ہو نماز کے لیے تو وہ ٹھہراتے ہیں اس کو ہنسی اور کھیل

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْقِلُوْنَ ﴿۵۸﴾ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ

یہ اس واسطے کہ وہ لوگ بے عقل ہیں ف ۱۷۴ تو کہہ اے کتاب والو کیا ضد ہے تم کو ہم سے مگر یہی کہ ہم

اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۵۹﴾

ایمان لائے اللہ پر اور جو نازل ہوا ہم پر اور جو نازل ہو چکا پہلے اور یہی کہ تم میں اکثر نافرمان ہیں ف ۱۷۵

فائدہ: [۱۷۰] **مسلمانوں کے اصلی دوست:** ...... پچھلی آیتوں میں یہود و نصاریٰ کی موالات اور رفاقت سے مسلمانوں کو منع کیا گیا تھا، جس کو سننے کے بعد طبعی طور پر سوال پیدا ہوتا ہے کہ پھر مسلمانوں کے تعلقات محبت و وداد اور معاملات رفاقت کن سے ہونے چاہئیں؟ اس آیت میں بتلا دیا گیا کہ ان کا رفیق اصلی خدا اور پیغمبر ﷺ اور مخلص مسلمانوں کے سوا کوئی نہیں ہو سکتا۔

فائدہ: [۱۷۱] **منقبت عبادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور تسلی مومنین:** ...... کفار کی کثرت اور مسلمانوں کی قلت عدد کو دیکھتے ہوئے ممکن تھا کہ کوئی ضعیف القلب اور ظاہر بین مسلمان اس تردد میں پڑ جاتا کہ تمام دنیا سے موالات منقطع کرنے اور چند مسلمانوں کی رفاقت پر اکتفا کر لینے کے بعد غالب ہونا تو در کنار، کفار کے حملوں سے اپنی زندگی اور بقا کی حفاظت بھی دشوار ہے۔ ایسے لوگوں کی تسلی کیلئے فرما دیا کہ مسلمانوں کی قلت اور ظاہری بے سروسامانی پر نظر مت کرو۔ جس طرف خدا اور اسکا رسول اور سچے وفادار مسلمان ہونگے، وہ ہی پلہ بھاری رہیگا۔ یہ آیتیں خصوصیت سے حضرت عبادہ بن صامت رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی منقبت میں نازل ہوئی ہیں، یہود بنی قینقاع سے انکے بہت زیادہ دوستانہ تعلقات تھے۔ مگر خدا اور رسول کی موالات اور مومنین کی رفاقت کے سامنے انہوں نے اپنے سب تعلقات منقطع کر دیے۔

فائدہ: [۱۷۲] ...... کفار سے مراد یہاں مشرکین ہیں جیسا کہ عطف سے ظاہر ہے۔

فائدہ: [۱۷۳] **کفار سے دوستی نہ رکھنے کا تاکیدی حکم:** ...... گذشتہ آیات میں مسلمانوں کو موالات کفار سے منع فرمایا تھا، اس آیت میں ایک خاص موثر عنوان سے اسی ممانعت کی تاکید کی گئی اور موالات سے نفرت دلائی گئی ہے۔ ایک مسلمان کی نظر میں کوئی چیز اپنے مذہب سے زیادہ معظم و محترم نہیں ہو سکتی۔ لہٰذا اسے بتایا گیا کہ یہود و نصاریٰ اور مشرکین تمہارے مذہب پر طعن و استہزا کرتے ہیں اور شعائر اللہ (اذان وغیرہ) کا مذاق اڑاتے ہیں اور جو ان میں خاموش ہیں وہ بھی ان افعال شنیعہ کو دیکھ کر اظہار نفرت نہیں کرتے بلکہ خوش ہوتے ہیں۔ کفار کی ان احمقانہ اور کمینہ حرکات پر مطلع ہو کر کوئی فرد مسلم جس کے دل میں خشیتِ الٰہی اور غیرت ایمانی کا ذرا سا شائبہ ہو کیا ایسی قوم سے موالات اور دوستانہ راہ و رسم پیدا کرنے یا قائم رکھنے کو ایک منٹ کے لیے گوارا کرے گا۔ اگر ان کے کفر و عناد اور عداوتِ اسلام سے بھی قطع نظر کر لی جائے تو دینِ قیم کے ساتھ ان کا یہ تمسخر و استہزا ہی علاوہ دوسرے اسباب کے ایک مستقل سبب ترکِ موالات کا ہے۔

فائدہ: [۱۷۴] **پیغمبر اسلام ﷺ کی گستاخی کرنے والا جل مرا:** ...... یعنی جب اذان کہتے ہو تو اس سے جلتے ہیں اور ٹھٹھا کرتے ہیں

جو ان کی کمال حماقت اور بے عقلی کی دلیل ہے۔ کلماتِ اذان میں خداوند قدوس کی عظمت و کبریا کا اظہار، توحید کا اعلان، نبی کریم ﷺ جو تمام انبیائے سابقین اور کتب سماویہ کے مصداق ہیں، ان کی رسالت کا اقرار، نماز جو تمام اوضاع عبودیت کو جامع اور غایت درجہ کی بندگی پر دال ہے، اس کی طرف دعوت، فلاح دارین اور اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی حاصل کرنے کے لیے بلاوا۔ ان چیزوں کے سوا اور کیا ہوتا ہے، پھر ان میں کونسی چیز ہے جو ہنسی اڑانے کے قابل ہو، ایسی نیکی اور حق وصداقت کی آواز پر مسخراپن کرنا صرف اسی شخص کا کام ہوسکتا ہے جس کا دماغ عقل سے یکسر خالی ہو اور جسے نیک وبد کی قطعاً تمیز باقی نہ رہے۔ بعض روایات میں ہے کہ مدینہ میں ایک نصرانی جب اذان میں ''اشہد ان محمداً رسول اللّٰہ'' سنتا تو کہتا ''قد حرق الکاذب'' (جھوٹا جل گیا یا جل جائے) اس کی نیت تو ان الفاظ سے جو کچھ ہو مگر یہ بات بالکل اس کے حسب حال تھی۔ کیونکہ وہ خبیث جھوٹا تھا اور اسلام کا عروج وشیوع دیکھ کر آتشِ حسد میں جلا جاتا تھا، اتفاقاً ایک شب میں کوئی چھوکری آگ لے کر اس کے گھر میں آئی، وہ اور اس کے اہل وعیال سور ہے تھے ذراسی چنگاری نادانستہ اس کے ہاتھ سے گرگئی، جس سے سارا گھر مع سونے والوں کے جل گیا اور اس طرح خدا نے دکھلا دیا کہ جھوٹے لوگ دوزخ کی آگ سے پہلے ہی دنیا کی آگ میں کس طرح جل جاتے ہیں۔ اذان کے ساتھ استہزا کرنے کا ایک اور واقعہ صحیح روایات میں منقول ہے وہ یہ کہ فتح مکہ کے بعد آپ حنین سے واپس ہو رہے تھے، راستہ میں حضرت بلال رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اذان کہی، چند نوعمر لڑکے جن میں ابومحذورہ بھی تھے، اذان کی ہنسی اور نقل کرنے لگے، آپ نے سب کو پکڑ بلوایا، آخر نتیجہ یہ ہوا کہ ابومحذورہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے دل میں خدا نے اسلام ڈال دیا اور حضور ﷺ نے ان کو مکہ کا مؤذن مقرر فرما دیا۔ اس طرح خدا کی قدرت نقل سے اصل بن گئی۔

فائدہ: [۱۷۵] اہل کتاب کی مسلمانوں سے ضد صرف اسلام کی وجہ سے ہے:...... کسی کام پر طعن کرنا یا ہنسی اڑانا دو وجہ سے ہوسکتا ہے، یا تو وہ کام ہی قابل استہزا ہو یا کام کرنے والے کی حالت تمسخر کے لائق ہو۔ پچھلی آیت میں بتلا دیا گیا کہ اذان کوئی ایسی چیز نہیں جس پر بجز پرلے درجہ کے احمق اور خفیف العقل کے کوئی شخص طعن یا استہزا کر سکے۔ اس آیت میں اذان دینے والوں کے مقدس حالات پر بعنوان سوال متنبہ کیا گیا ہے یعنی استہزا کرنے والے جو خیر سے اہلِ کتاب اور عالم شرائع ہونے کا بھی دعویٰ رکھتے ہیں وہ ذرا سوچ کر انصاف سے بتائیں کہ مسلمانوں سے ان کو اتنی ضد کیوں ہے اور کیا ایسی برائی وہ ہماری طرف دیکھتے ہیں جو ان کے زعم میں لائق استہزا ہو بجز اس کے کہ ہم اس خدائے وحدہ لاشریک لہ پر اور اس کی اتاری ہوئی تمام کتابوں اور اس کے بھیجے ہوئے تمام پیغمبروں پر صدقِ دل سے ایمان رکھتے ہیں اور اس کے بالمقابل استہزا کرنے والوں کا حال یہ ہے کہ نہ خدا کی سچی اور صحیح توحید پر قائم ہیں اور نہ تمام انبیاء ورسل کی تصدیق وتکریم کرتے ہیں۔ اب تم ہی انصاف سے کہو کہ انتہا درجہ کے نافرمان کو خدا کے فرمانبردار بندوں پر آوازہ کسنے اور طعن وتشنیع کرنے کا کہاں تک حق حاصل ہے۔

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَغَضِبَ عَلَيْهِ

تو کہہ میں تم کو بتلاؤں ان میں کس کی بری جزا ہے اللہ کے ہاں، وہی جس پر اللہ نے لعنت کی اور اس پر غضب نازل کیا

وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ وَعَبَدَ الطَّاغُوْتَ ؕ اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ

اور ان میں سے بعضوں کو بندر کر دیا اور بعض کو سور اور جنہوں نے بندگی کی شیطان کی وہی لوگ بدتر ہیں درجہ میں اور بہت بہکے

عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ ۞ وَاِذَا جَآءُوْكُمْ قَالُوْٓا اٰمَنَّا وَقَدْ دَّخَلُوْا بِالْكُفْرِ وَهُمْ قَدْ

ہوئے ہیں سیدھی راہ سے ف۱۷۶ اور جب تمہارے پاس آتے ہیں تو کہتے ہیں ہم ایمان لائے اور حالت یہ ہے کہ کافر ہی آئے تھے اور

خَرَجُوْا بِهٖ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا كَانُوْا يَكْتُمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَتَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يُسَارِعُوْنَ

کافر ہی چلے گئے اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ چھپائے ہوئے تھے ف۱۷۷ اور تو دیکھے گا بہتوں کو ان میں سے کہ دوڑتے ہیں

فِى الْاِثْمِ وَالْعُدْوَانِ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٢﴾ لَوْلَا

گناہ پر اور ظلم اور حرام کھانے پر بہت برے کام ہیں جو کر رہے ہیں ف۱۷۸ کیوں نہیں

يَنْهٰىهُمُ الرَّبّٰنِيُّوْنَ وَالْاَحْبَارُ عَنْ قَوْلِهِمُ الْاِثْمَ وَاَكْلِهِمُ السُّحْتَ ؕ لَبِئْسَ

منع کرتے ان کے درویش اور علماء گناہ کی بات کہنے سے اور حرام کھانے سے

مَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿٦٣﴾

بہت ہی برے عمل ہیں جو کر رہے ہیں ف۱۷۹

فائدہ:[۱۷٦] یہودی خود ہی اپنی طعن و استہزاء کے مستحق ہیں: ..... یعنی اگر "باللہ" پر مستقیم ہونا اور ہر اس چیز کی جو خدا کی طرف سے کسی زمانہ میں نازل ہو سچے دل سے تصدیق کرنا ہی تمہارے زعم میں مسلمانوں کا سب سے بڑا جرم اور سب سے بڑی برائی ہے اور اسی وجہ سے تم ان کو مورد طعن و ملام بناتے ہو، تو آؤ کہ میں تم کو ایک ایسی قوم کا پتہ بتلاؤں جو اپنی شرارت اور گندگی کی وجہ سے بدترین خلائق ہے جن پر خدا کی لعنت اور غضب کا اثر آج بھی نمایاں طور پر آشکارا ہے جسکے بہت سے افراد اپنی مکاری اور بے حیائی اور حرص دنیا کی سزا میں بندر اور سور بنائے جا چکے ہیں اور جس نے خدا کی بندگی سے نکل کر شیطان کی غلامی اختیار کر لی۔ اگر انصاف سے دیکھا جائے تو یہ بدترین خلائق اور گم کردہ راہ قوم ہی اصلی معنی میں تمہارے طعن و استہزا کی مستحق ہو سکتی ہے اور وہ خود تم ہی ہو۔

فائدہ:[۱۷۷] یہود و نصاریٰ کے مضحکہ انگیز افعال و حرکات: ..... یہاں ان ہی استہزا کرنیوالوں کے بعض مخصوص افراد کا بیان ہے جو غائبانہ تو مذہب اسلام پر طعن و تشنیع کرتے اور مسلمانوں کا مذاق اڑاتے تھے، لیکن جب نبی کریم ﷺ یا مخلص مسلمانوں سے ملتے تو از راہ نفاق اپنے کو مسلمان ظاہر کرتے۔ حالانکہ شروع سے آخر تک ایک منٹ کیلئے بھی انہیں اسلام سے تعلق نہیں ہوا، نہ پیغمبر علیہ السلام کے زبانی وعظ و تذکیر کا کوئی اثر انہوں نے قبول کیا۔ کیا محض لفظ ایمان و اسلام زبان سے بول کر وہ خدا کو معاذ اللہ دھوکا دے سکتے ہیں؟ اگر اس "عالم الغیب والشہادۃ" کی نسبت جو ہر قسم کے ضمائر و سرائر پر مطلع ہے اُن کا گمان یہ ہو کہ محض لفظی ایمان سے اسے خوش کر لینگے تو اس سے بڑھ کر کونسی حرکت قابل استہزا و تمسخر ہو سکتی ہے گویا اس آیت سے یہود و نصاریٰ کے ان مضحکہ انگیز افعال و حرکات کا بیان شروع ہوا۔ جن پر متنبہ کیے جانے کے بعد مسلمانوں کا استہزا کرنے کے بجائے انہیں خود اپنا استہزا کرنا چاہیے۔ اگلی آیات میں بھی اسی مضمون کی تتمیم و تکمیل ہے۔

فائدہ:[۱۷۸] یہودی عوام کی زبوں حالی اور حرام خوری: ..... غالباً "اثم" سے لازمی اور "عدوان" سے متعدی گناہ مراد ہیں۔ یعنی ان لوگوں کا حال یہ ہے کہ بہت شوق اور رغبت سے ہر قسم کے گناہوں کی طرف جھپٹتے ہیں۔ خواہ ان کا اثر اپنی ذات تک محدود ہو یا دوسروں تک پہنچے جن کی اخلاقی حالت ایسی زبوں ہو اور حرام خوری ان کا شیوہ ٹھہر گیا ہو، ان کی برائی میں کسے شبہ ہو سکتا ہے۔ یہ تو ان کے عوام کا حال تھا آگے خواص کا بیان کیا گیا ہے۔

فائدہ:[۱۷۹] یہودی خواص گونگے شیطان: ..... جب خدا کسی قوم کو تباہ کرتا ہے تو اسکے عوام گناہوں اور نافرمانیوں میں غرق ہو جاتے

ہیں اور اسکے خواص یعنی درویش او علماء گونگے شیطان بن جاتے ہیں۔ بنی اسرائیل کا حال یہ ہی ہوا کہ لوگ عموماً دنیوی لذات وشہوات میں منہمک ہو کر خدا تعالیٰ کی عظمت وجلال اور اسکے قوانین واحکام کو بھلا بیٹھے اور جو مشائخ اور علماء کہلاتے تھے انہوں نے ''امر بالمعروف ونہی عن المنکر'' کا فریضہ ترک کر دیا، کیونکہ دنیا کی حرص اور اتباع شہوات میں وہ اپنے عوام سے بھی آگے گئے تھے، مخلوق کا خوف یا دنیا کا لالچ حق کی آواز بلند کرنے سے مانع ہوتا تھا، اسی سکوت اور مداہنت سے پہلی قومیں تباہ ہوئیں۔ اسی لیے اُمتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم کو قرآن و حدیث کی بے شمار نصوص میں بہت ہی سخت تاکید وتہدید کی گئی ہے کہ کسی وقت اور کسی شخص کے مقابلہ میں اس فرض ''امر بالمعروف'' کے ادا کرنے سے تغافل نہ برتیں۔

وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ ط غُلَّتْ اَيْدِيْهِمْ وَلُعِنُوْا بِمَا قَالُوْا م بَلْ يَدٰهُ (وقف لازم)

اور یہود کہتے ہیں اللہ کا ہاتھ بند ہو گیا ف ١٨٠ انہی کے ہاتھ بند ہو جاویں ف ١٨١ اور لعنت ہے ان کو اس کہنے پر بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ

مَبْسُوْطَتٰنِ لا يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ط وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ

کھلے ہوئے ہیں ف ١٨٢ خرچ کرتا ہے جس طرح چاہے ف ١٨٣ اور ان میں بہتوں کو بڑھے گی اس کلام سے جو تجھ پر

رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّ كُفْرًا ط وَاَلْقَيْنَا بَيْنَهُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ ط

اترا تیرے رب کی طرف سے شرارت اور انکار ف ١٨٤ اور ہم نے ڈال رکھی ہے ان میں دشمنی اور بیر قیامت کے دن تک ف ١٨٥

كُلَّمَآ اَوْقَدُوْا نَارًا لِّلْحَرْبِ اَطْفَاَهَا اللّٰهُ لا وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا ط وَاللّٰهُ

جب کبھی آگ سلگاتے ہیں لڑائی کے لیے اللہ اس کو بجھا دیتا ہے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرتے ہوئے اور اللہ پسند نہیں

لَا يُحِبُّ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿٦٤﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْكِتٰبِ اٰمَنُوْا وَاتَّقَوْا لَكَفَّرْنَا عَنْهُمْ

کرتا فساد کرنے والوں کو ف ١٨٦ اور اگر اہل کتاب ایمان لاتے اور ڈرتے تو ہم دور کر دیتے ان سے

سَيِّاٰتِهِمْ وَلَاَدْخَلْنٰهُمْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ﴿٦٥﴾

ان کی برائیاں اور ان کو داخل کرتے نعمت کے باغوں میں ف ١٨٧

فائدہ: [١٨٠] اللہ کی شان میں یہود کی گستاخیاں:...... نبی کریم ﷺ کی بعثت کے وقت اہلِ کتاب کے قلوب انکی شرارت، کفر و طغیان، بدکاری، حرام خوری وغیرہ کی ممارست [مشق، تجربہ] سے اس قدر مسخ ہو گئے تھے کہ بارگاہِ ربوبیت میں گستاخی کرنے سے بھی انکو کچھ باک نہ ہوتا تھا، خداوند قدوس کا رُتبہ انکے یہاں ایک معمولی انسان کی حیثیت سے زیادہ نہ رہا تھا۔ حق تعالیٰ کی جناب میں بے تکلف ایسے واہی تباہی کلمات بک دیتے تھے جنہیں سن کر انسان کے رونگٹے کھڑے ہو جائیں کبھی کہتے ﴿اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ وَّنَحْنُ اَغْنِيَآءُ﴾ [آل عمران: ١٨١] کبھی یہ الفاظ منہ سے نکالتے ﴿يَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ﴾ (خدا کا ہاتھ بند ہو گیا) اس سے مراد یا تو وہ ہی ہو گی جو ﴿اِنَّ اللّٰهَ فَقِيْرٌ﴾ سے تھی کہ خدا (معاذ اللہ) تنگ دست ہو گیا، اسکے خزانہ میں کچھ رہا نہیں اور یا ''غل ید'' کنایہ بخل وامساک سے ہو۔ یعنی تنگ دست تو نہیں مگر آج کل بخل کرنے لگا ہے (العیاذ باللہ) بہرحال کوئی معنی لو، اس کلمۂ کفر کا منشا یہ تھا کہ جب تمرد [گستاخی، نافرمانی] وطغیان [سرکشی] کی

پاداش میں حق تعالیٰ نے ان ملاعین [ملعون کی جمع] پر ذلت ونکبت [غربت] ضیق عیش، بدحالی اور تنگ میدانی مسلط فرما دی تو بجائے اسکے کہ اپنی سیہ کاریوں اور شرارتوں پر متنبہ اور نادم ہوتے، اسلئے حق تعالیٰ کی جناب میں گستاخیاں کرنے لگے۔ شاید یہ خیال ہوا ہوگا کہ ہم تو پیغمبروں کی اولاد بلکہ خدا کے بیٹے اور اسکے پیارے تھے، پھر یہ کیا معاملہ ہونے لگا کہ آج بنی اسمٰعیل تو دنیا میں پھیلتے جارہے ہیں، زمینی فتوحات اور آسمانی برکات توان پر کشادہ کردی گئی ہیں اور ہم بنی اسرائیل کہ خدا صرف ہمارا اور ہم اسکے تھے اس طرح ذلیل ومغلوب اور تنگ حال ہوکر دربدر بھٹکتے پھرتے ہیں۔ ہم تو وہ ہی اسرائیل کی اولاد اور ﴿اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ﴾ [مائدہ:١٨] آج بھی ہیں جو پہلے تھے۔ مگر معلوم ہوتا ہے کہ جس خدا کے ہم اولاد اور محبوب تھے (معاذ اللہ) اسکے خزانہ میں کمی آگئی یا آج کل بخل وامساک نے اسکا ہاتھ بند کردیا ہے۔ احمق اتنا نہ سمجھے کہ حق تعالیٰ کے خزائن تو لامحدود اور اسکے کمالات غیر متبدل اور غیر متناہی ہیں۔ اگر معاذ اللہ! اسکے خزانہ میں کچھ نہ رہتا یا مخلوق کی تربیت واعانت سے وہ ہاتھ کھینچ لیتا تو دنیا کا نظام کس طرح قائم رہ سکتا تھا اور جوروز افزوں عروج وفروغ پیغمبر علیہ السلام اور انکے رفقاء کا تم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہو، یہ کس کے خزانہ اور دستِ کرم کا رہینِ منت ہوتا۔ لہٰذا تم کو سمجھ لینا چاہیے کہ اسکا ہاتھ بند نہیں ہوا، البتہ گستاخیوں اور شرارتوں کی نحوست سے خدا کی جو لعنت اور پھٹکار تم پر پڑی ہے اس نے تمہارے حق میں خدا کی زمین باوجود وسعت کے تنگ کردی ہے اور آئندہ اور زیادہ تنگ ہونے والی ہے۔ اپنی تنگ حالی کو خدا کی تنگدستی سے منسوب کرنا تمہاری انتہائی سفاہت ہے۔

فَائِدَہ: [١٨١] ...... یہ دعا کے رنگ میں پیشین گوئی یا ان کی حالت واقعی کی خبر دی گئی ہے۔ چنانچہ واقع میں بخل وجبن [بزدلی، کم ہمتی] نے ان کے ہاتھ بالکل بند کردیئے تھے۔

فَائِدَہ: [١٨٢] **اللہ کی طرف صفات جسمانیہ کی نسبت کا مطلب:** ...... حق تعالیٰ کیلئے جہاں ہاتھ، پاؤں، آنکھ وغیرہ نعوت ذکر کی گئی ہیں۔ ان سے بھول کر بھی یہ وہم نہ ہونا چاہیے کہ وہ (معاذ اللہ) مخلوق کی طرح جسم اور اعضائے جسمانی رکھتا ہے۔ بس جس طرح خدا کی ذات اور وجود، حیات، علم، وغیرہ تمامی صفات کی کوئی نظیر اور مثال اور کیفیت اس کے سوا بیان نہیں ہوسکتی:

اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم — وز ہر چہ گفتہ اند وشنیدیم وخواندہ ایم
دفتر تمام گشت و بپایاں رسید عمر — ماہم چناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم

اسی طرح ان نعوت وصفات کو خیال کرو۔ خلاصہ یہ کہ جیسے خدا کی ذات بے چون وبے چگوں ہے، اس کے سمع، بصر، ید وغیرہ نعوت وصفات کے معانی بھی اس کی ذات اور شانِ اقدس کے لائق اور ہمارے کیف وکم اور تعبیر وبیان کے احاطہ سے بالکل وراء الوراء ہیں: ﴿لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ﴾ [شوریٰ:١١] حضرت شاہ عبد القادر (قدس اللہ سرہٗ) نے ان آیات پر جو فائدہ لکھا ہے اس میں دو ہاتھوں سے مراد ''مہر'' کا اور ''قہر'' کا ہاتھ لیا ہے۔ یعنی آج کل خدا کی مہر کا ہاتھ ''امت محمدیہ'' پر اور قہر کا ''بنی اسرائیل'' پر کھلا ہوا ہے جیسا کہ اگلی آیتوں میں اشارہ فرمایا۔

فَائِدَہ: [١٨٣] **اللہ ہی خوب جانتا ہے:** ...... یعنی اسکو وہ ہی خوب جانتا ہے کہ کس وقت، کس پر، کس قدر خرچ کیا جائے۔ کبھی ایک وفادار کو امتحان یا اصلاح حال کی غرض سے تنگی اور عسرت میں مبتلا کردیتا ہے اور کبھی اس کی وفاداری کے صلہ میں نعمائے آخرت سے پہلے دنیوی برکات کے دروازے بھی کھول دیتا ہے۔ اس کے بالمقابل ایک مجرم متمرد پر کبھی آخرت کی سزا سے پہلے تنگ حالی، ضیق عیش اور مصائب وآفات دنیوی کی سزا بھیجتا ہے اور کسی وقت دنیوی ساز وسامان کو فراخ کرکے مزید مہلت دیتا ہے کہ یا خدا کے احسانات سے متاثر ہوکر اپنے فسق وفجور پر کچھ شرمائے اور یا اپنی شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لبریز کرکے انتہائی سزا کا مستحق ہو، ان مختلف احوال واغراض اور متنوع حکمتوں کی موجودگی میں کسی شخص کے مقبول ومردود ہونے کا فیصلہ خدا کی اطلاع یا قرائن واحوال خارجیہ کی بنا پر کیا جاسکتا ہے۔ جس طرح

ایک چور کا ہاتھ کاٹا جائے، یا ڈاکٹر کسی مریض کا ہاتھ کاٹے، دونوں کی نسبت ہم احوال خارجہ اور قرائن سے سمجھ لیتے ہیں کہ ایک بطور سزا اور دوسرا از راہِ شفقت وعلاج کاٹا گیا ہے۔

فَائِدَۃ:[١٨٤] مزاج کی خرابی:......انکی گستاخی کا جواب دیا جا چکا ہے، لیکن قرآن کے ایسے حکیمانہ جوابات سے ان معاندین اور سفہاء کو تسکین نہیں ہوگی، بلکہ کلام الٰہی سن کر شرارت اور انکار میں اور زیادہ ترقی کریں گے۔ اگر غذائے صالح ایک بیمار کے معدہ میں پہنچ کر اس کے مرض کو زیادہ کر دیتی ہے تو اس میں غذا کا قصور نہیں، مریض کے مزاج کی خرابی ہے۔

فَائِدَۃ:[١٨٥]......اگرچہ قریب میں خاص یہود کا مقولہ نقل کیا تھا، لیکن ﴿اَلْقَیْنَا بَیْنَہُمْ﴾ سے مراد غالباً وہ اور انکے بھائی بند سب ہیں، یعنی یہود ونصاریٰ سب اہلِ کتاب کا حال بیان فرمایا ہے جیسا کہ پہلے اسی سورت میں گذر چکا اور اگلی آیت میں بھی سب اہلِ کتاب کو خطاب فرمایا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جوں جوں ان کی شرارت اور انکار کو ترقی ہوگی اسی قدر اسلام اور مسلمانوں کے خلاف سازشیں اور منصوبے گانٹھیں گے اور لڑائی کی آگ سلگانے کے لیے تیار ہونگے، لیکن انکے آپس میں پھوٹ پڑ چکی ہے جو مٹ نہیں سکتی۔ اس سبب سے اسلامی برادری کے خلاف انکی جنگی تیاریاں کامیاب نہیں ہوئیں۔

فَائِدَۃ:[١٨٦] مسلمانوں کی کامیابی کا راز:......اس سے معلوم ہوا کہ اہلِ اسلام میں جب تک باہمی محبت اور اُخوت مستحکم رہے گی اور رشد وصلاح کے طریق پر گامزن ہو کر فتنہ اور فساد سے مجتنب رہنے کا اہتمام رہے گا جیسا کہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں تھا۔ اس وقت تک اہلِ کتاب کی سب کوششیں ان کے مقابلہ میں بے کار ثابت ہوں گی۔

فَائِدَۃ:[١٨٧] ایمان وتقویٰ کی برکات:......یعنی باوجود ایسے شدید جرائم اور سخت شرارتوں کے اگر اب بھی اہلِ کتاب اپنے رویہ سے تائب ہو کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور قرآن پر ایمان لے آتے اور تقویٰ اختیار کر لیتے تو دروازہ توبہ کا بند نہیں ہوا۔ حق تعالیٰ کمال فضل ورحمت سے انکو اُخروی ودنیوی نعمتوں سے سرفراز فرما دیتا، اسکی رحمت بڑے سے بڑے مجرم کو بھی جب وہ شرمسار اور معترف ہو کر آئے مایوس نہیں کرتی۔

وَلَوْ اَنَّہُمْ اَقَامُوا التَّوْرٰىۃَ وَالْاِنْجِیْلَ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَیْہِمْ مِّنْ رَّبِّہِمْ لَاَکَلُوْا مِنْ

اور اگر وہ قائم رکھتے تورات اور انجیل کو اور اس کو جو کہ نازل ہوا ان پر ان کے رب کی طرف سے ف١٨٨ تو کھاتے

فَوْقِہِمْ وَمِنْ تَحْتِ اَرْجُلِہِمْ ؕ مِنْہُمْ اُمَّۃٌ مُّقْتَصِدَۃٌ ؕ وَکَثِیْرٌ مِّنْہُمْ سَآءَ مَا

اپنے اوپر سے اور اپنے پاؤں کے نیچے سے ف١٨٩ کچھ لوگ ان میں ہیں سیدھی راہ پر ف١٩٠ اور بہت سے ان میں برے کام

یَعْمَلُوْنَ ﴿٦٦﴾ یٰۤاَیُّہَا الرَّسُوْلُ بَلِّغْ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکَ مِنْ رَّبِّکَ ؕ وَاِنْ لَّمْ تَفْعَلْ فَمَا ع ١٢

کر رہے ہیں اے رسول پہنچا دے جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے اور اگر ایسا نہ کیا تو تو نے کچھ

بَلَّغْتَ رِسَالَتَہٗ ؕ وَاللّٰہُ یَعْصِمُکَ مِنَ النَّاسِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہْدِی الْقَوْمَ

نہ پہنچایا اس کا پیغام اور اللہ تجھ کو بچا لے گا لوگوں سے بے شک اللہ راستہ نہیں دکھلاتا

الْکٰفِرِیْنَ ﴿٦٧﴾ قُلْ یٰۤاَھْلَ الْکِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰی شَیْءٍ حَتّٰی تُقِیْمُوا التَّوْرٰىۃَ

قوم کفار کو ف١٩١ کہہ دے اے کتاب والو تم کسی راہ پر نہیں جب تک نہ قائم کرو تورات

وَالۡاِنۡجِيۡلَ وَمَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكُمۡ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ ؕ وَلَيَزِيۡدَنَّ كَثِيۡرًا مِّنۡهُمۡ مَّاۤ اُنۡزِلَ

اور انجیل کو اور جو تم پر اترا تمہارے رب کی طرف سے ف۱۹۲ اور ان میں بہتوں کو بڑھے گی اس کلام سے

اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ طُغۡيَانًا وَّكُفۡرًا ۚ فَلَا تَاۡسَ عَلَى الۡقَوۡمِ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿٦٨﴾

جو تجھ پر اترا تیرے رب کی طرف سے شرارت اور کفر سو تو افسوس نہ کر اس قوم کفار پر ف۱۹۳

فَائدَة: [۱۸۸] **قرآن پر عمل تورات وانجیل کو قائم رکھنا ہے:** ...... یعنی قرآن کریم جو تورات وانجیل کے بعد ان کی تنبیہ اور ہدایت کے لیے نازل ہوا، اس کو قائم کرتے، کیونکہ اس کی تسلیم کے بدون تورات وانجیل کی بھی صحیح معنی میں اقامت نہیں ہوسکتی بلکہ تورات وانجیل اور جملہ کتب سماویہ کی اقامت کا مطلب ہی اب یہ ہوسکتا ہے کہ قرآن کریم اور پیغمبر آخر الزماں ﷺ جو کتب سابقہ کی پیشین گوئیوں کے مطابق بھیجے گئے ہیں، ان کو قبول کیا جائے گویا اقامت تورات وانجیل کا حوالہ دے کر آگاہ فرمادیا کہ اگر قرآن کو انہوں نے قبول نہ کیا تو اس کے معنی یہ ہی ہیں کہ اپنی کتابوں کے قبول کرنے سے بھی منکر ہوگئے۔

فَائدَة: [۱۸۹] ...... یعنی تمام ارضی وسماوی برکات سے ان کو متمتع کیا جاتا اور ذلت، بدحالی اور ضیق [تنگی] عیش کی جو سزا ان کے عصیان و تمرد پر دی گئی تھی وہ اٹھالی جاتی۔

فَائدَة: [۱۹۰] ...... یہ وہ معدود افراد ہیں جنہوں نے فطری سعادت سے توسط واعتدال کی راہ اختیار کی اور حق کی آواز پر لبیک کہا مثلاً عبداللہ بن سلام اور ملک حبشہ نجاشی وغیرہ رضی اللہ عنہم۔

فَائدَة: [۱۹۱] **رسول اللہ ﷺ کو فرض منصبی کی انجام دہی کا حکم اور وعدۂ حفاظت:** ...... پچھلی آیات میں اہل کتاب کی شرارت، کفر اور سیہ کاریوں کا ذکر کرکے تورات، انجیل، قرآن اور کل کتب سماویہ کی اقامت کی ترغیب دی گئی تھی۔ آیندہ ﴿قُلۡ يٰۤاَهۡلَ الۡكِتٰبِ لَسۡتُمۡ عَلٰى شَىۡءٍ﴾ سے اہل کتاب کے مجمع میں اعلان کرنا چاہتے ہیں کہ اس "اقامت" کے بدون تمہاری مذہبی زندگی بالکل صفر اور لاشے محض ہے ﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ بَلِّغۡ مَاۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ﴾ میں اسی دوٹوک اعلان کیلئے حضور ﷺ کو تیار کیا گیا ہے، یعنی آپ پر جو کچھ پروردگار کی طرف سے اتارا جائے خصوصاً اس طرح کے فیصلہ کن اعلانات آپ بے خوف وخطر اور بلا تامل پہنچاتے رہیے، اگر بفرض محال کسی ایک چیز کی تبلیغ میں بھی آپ سے کوتاہی ہوئی تو بحیثیت رسول (خدائی پیغامبر) ہونے کے رسالت وپیغام رسانی کا جو منصب جلیل آپ کو تفویض ہوا ہے، سمجھا جائیگا کہ آپ نے اسکا حق کچھ بھی ادا نہ کیا۔ بلاشبہ نبی کریم ﷺ کے حق میں فریضۂ تبلیغ کی انجام دہی پر بیش از بیش ثابت قدم رکھنے کیلئے اس سے بڑھ کر کوئی مؤثر عنوان نہ ہوسکتا تھا، آپ نے بیس بائیس سال تک جس بینظیر اولوالعزمی، جانفشانی، مسلسل جدوکد اور صبر واستقلال سے فرض رسالت وتبلیغ کو ادا کیا، وہ اسکی واضح دلیل تھی کہ آپ کو دنیا میں ہر چیز سے بڑھ کر اپنے فرض منصبی (رسالت وبلاغ) کی اہمیت کا احساس ہے۔ حضور ﷺ کے اس احساس قوی اور تبلیغی جہاد کو ملحوظ رکھتے ہوئے وظیفۂ تبلیغ میں مزید استحکام وتثبت کی تاکیدؔ کے موقع پر مؤثر ترین عنوان یہ ہی ہوسکتا تھا کہ حضور ﷺ کو ﴿يٰۤاَيُّهَا الرَّسُوۡلُ﴾ سے خطاب کرکے صرف اتنا کہہ دیا جائے کہ اگر بفرضِ محال تبلیغ میں ادنیٰ سی کوتاہی ہوئی تو سمجھو کہ آپ اپنے فرض منصبی کے ادا کرنے میں کامیاب نہ ہوئے اور ظاہر ہے کہ آپ کی تمام تر کوششوں اور قربانیوں کا مقصد وحید ہی یہ تھا کہ آپ خدا کے سامنے فرض رسالت کی انجام دہی میں اعلیٰ سے اعلیٰ کامیابی حاصل فرمائیں، لہٰذا یہ کسی طرح ممکن ہی نہیں کہ کسی ایک پیغام کے پہنچانے میں بھی ذرا سی کوتاہی کریں۔ عموماً یہ تجربہ ہوا ہے کہ فریضۂ تبلیغ ادا کرنے میں انسان چند وجوہ سے مقصر رہتا ہے، یا تو اسے اپنے فرض کی اہمیت کا کافی احساس اور شغف نہ

ہو یا لوگوں کی عام مخالفت سے نقصان شدید پہنچے یا کم از کم بعض فوائد کے فوت ہونے کا خوف ہو اور یا مخاطبین کے عام تمرد و طغیان کو دیکھتے ہوئے جیسا کہ پچھلی اور اگلی آیات میں اہل کتاب کی نسبت بتلایا گیا ہے، تبلیغ کے مثمر اور منتج ہونے سے مایوسی ہو، پہلی وجہ کا جواب ﴿یٰٓاَیُّهَا الرَّسُوْلُ﴾ سے ﴿فَمَا بَلَّغْتَ رِسَالَتَهٗ﴾ تک، دوسری کا ﴿وَاللّٰهُ یَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ﴾ میں، اور تیسری کا ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِی الْقَوْمَ الْكٰفِرِیْنَ﴾ میں دے دیا گیا۔ یعنی تم اپنا فرض ادا کیے جاؤ خدا تعالیٰ آپ کی جان اور عزت و آبرو کی حفاظت فرمانے والا ہے، وہ تمام روئے زمین کے دشمنوں کو بھی آپ کے مقابلہ پر کامیابی کی راہ نہ دکھلائے گا، باقی ہدایت و ضلالت خدا کے ہاتھ میں ہے۔ ایسی قوم جس نے کفر و انکار ہی پر کمر باندھ لی ہے اگر راہ راست پر نہ آئی تو تم غم نہ کرو اور نہ مایوس ہو کر اپنے فرض کو چھوڑو۔ نبی کریم ﷺ نے اس ہدایت ربانی اور آئین آسمانی کے موافق امت کو ہر چھوٹی بڑی چیز کی تبلیغ کی، نوعِ انسانی کے عوام و خواص میں سے جو بات، جس طبقہ کے لائق اور جس کی استعداد کے مطابق تھی آپ نے بلا کم و کاست اور بے خوف و خطر پہنچا کر خدا کی حجت بندوں پر تمام کر دی، اور وفات سے دو ڈھائی مہینے پہلے حجۃ الوداع کے موقع پر جہاں چالیس ہزار سے زائد خادمانِ اسلام اور عاشقانِ تبلیغ کا اجتماع تھا، آپ نے علی رؤس الاشہاد اعلان فرما دیا کہ ''اے خدا! تو گواہ رہ، میں (تیری امانت) پہنچا چکا۔''

فائدہ: [۱۹۲]...... یعنی کل کتب سماویہ جن کا خاتم اور مہیمن قرآن کریم ہے۔ پچھلے رکوع میں اس آیت کی تفسیر گذر چکی۔

فائدہ: [۱۹۳]...... یعنی اس غم اور افسوس میں پڑ کر تنگ دل نہ ہوں، اپنا فرض امن و اطمینان سے ادا فرماتے رہیں۔

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰی مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ

بے شک جو مسلمان ہیں اور جو یہودی ہیں اور فرقہ صابی اور نصاریٰ جو کوئی ایمان لاوے اللہ پر اور روز

الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَلَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۶۹﴾ لَقَدْ اَخَذْنَا مِیْثَاقَ

قیامت پر اور عمل کرے نیک نہ ان پر ڈر ہے نہ وہ غمگین ہونگے ف۱۹۴ ہم نے لیا تھا پختہ قول

بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ وَاَرْسَلْنَآ اِلَیْهِمْ رُسُلًا ؕ كُلَّمَا جَآءَهُمْ رَسُوْلٌۢ بِمَا لَا تَهْوٰٓی

بنی اسرائیل سے ف۱۹۵ اور بھیجے ان کی طرف رسول جب لایا ان کے پاس کوئی رسول وہ حکم جو خوش

اَنْفُسُهُمْ ۙ فَرِیْقًا كَذَّبُوْا وَفَرِیْقًا یَّقْتُلُوْنَ ﴿۷۰﴾ وَحَسِبُوْٓا اَلَّا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ فَعَمُوْا

نہ آیا ان کے جی کو تو بہتوں کو جھٹلایا اور بہتوں کو قتل کر ڈالتے تھے ف۱۹۶ اور خیال کیا کہ کچھ خرابی نہ ہوگی سو اندھے ہو گئے

وَصَمُّوْا ثُمَّ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ ثُمَّ عَمُوْا وَصَمُّوْا كَثِیْرٌ مِّنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ بَصِیْرٌۢ بِمَا

اور بہرے پھر توبہ قبول کی اللہ نے ان کی پھر اندھے اور بہرے ہوئے ان میں سے بہت ف۱۹۷ اور اللہ دیکھتا ہے جو کچھ وہ

یَعْمَلُوْنَ ﴿۷۱﴾ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ؕ وَقَالَ

کرتے ہیں ف۱۹۸ بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ وہی مسیح ہے مریم کا بیٹا اور مسیح نے کہا

الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۭ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ

ہے کہ اے بنی اسرائیل بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا ، بے شک جس نے شریک ٹھہرایا اللہ کا

حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ ۭ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ﴿٧٢﴾

سو حرام کی اللہ نے اس پر جنت اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور کوئی نہیں گناہ گاروں کی مدد کرنے والا ۱۹۹

فَائِدَة: [۱۹۴] **حقیقی کامیابی کا معیار:** ......یعنی جو قوم مسلمان کہلاتی ہے، یا یہود یا نصاریٰ یا صابی (یا اور کچھ، تمثیلاً چند مشہور مذاہب کا ذکر کیا گیا) کوئی شخص ان ناموں کی بدولت یا نسل، رنگ، پیشہ، وطن وغیرہ احوال وخصائص کے لحاظ سے حقیقی فلاح اور دائمی کامیابی حاصل نہیں کرسکتا۔ کامیاب اور مامون ومصون ہونے کا ایک اور صرف ایک معیار ہے، یعنی ایمان وعمل صالح۔ جس قوم کو اپنے مقرب الٰہی یا کامیاب ہونے کا دعویٰ ہو وہ اسی کسوٹی پر اپنے کو کس کر دیکھ لے۔ اگر اس میں کھری اترے تو بے خوف وخطر مفلح اور کامیاب ہے، ورنہ ہر وقت اپنے کو خدا کے غضب وقہر کے نیچے سمجھے۔ پچھلی آیات میں خاص اہل کتاب کو تبلیغ تھی اس آیت میں تمام اقوام وملل کے سامنے بلا رو رعایت ایسا عجیب وغریب، معقول اور منصفانہ قانون پیش کیا گیا ہے جس کے بعد کسی سلیم الفطرت انسان کو اسلام کی صداقت اور ہمہ گیری میں شبہ نہیں رہ سکتا۔ ایک شخص جب تک خدا (یعنی اس کے وجود، وحدانیت، صفات کمالیہ، نشانہائے قدرت، تمام احکام بقوانین، کل نائبین و سفراء) پر اور روز جزا پر ایمان نہ لائے اور نیکی اختیار نہ کرے، کیا عقل سلیم قبول کرسکتی ہے کہ وہ نعیم دائم رضائے حق اور سرور ابدی سے ہمکنار ہو سکے گا؟ ''ایمان باللہ'' کے تحت میں یہ سب چیزیں داخل ہیں۔ فرض کرو ایک شخص روشن دلائل نبوت کی موجودگی میں کسی پیغمبر کی توہین کرتا ہے (اور اس کو دعویٰ نبوت میں جھوٹا کہنا بھی اس کی توہین ہے) تو کیا کسی حکومت کے سفیر کی توہین اور اس کے صاف وصریح اسناد سفارت کی تکذیب اس حکومت کی توہین وتکذیب نہیں؟ اسی طرح سمجھ لو کہ جو شخص کسی ایک سچے پیغمبر کی تکذیب کرتا ہے اور اس کو قبول نہیں کرتا وہ فی الحقیقت خدا کے ان صاف وصریح نشانات ودلائل کو جھٹلا رہا ہے جو اس نے تصدیق نبوت کے لیے اتارے تھے ﴿فَاِنَّهُمْ لَا يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ﴾ [انعام: ۳۳] کیا اللہ کی آیات اور صریح وعلانیہ نشانات کو جھٹلانے کے بعد بھی ''ایمان باللہ'' کا دعویٰ رہ سکے گا۔ قرآن کریم نے جن تفصیلات کی طرف ''ایمان باللہ وعمل صالح'' کے اجمالی عنوان سے یہاں اشارہ فرمایا ہے دوسرے مواضع میں وہ شرح وبسط سے مذکور ہیں۔ میرے نزدیک زیادہ صحیح اور قوی قول یہ ہے کہ صابئین عراق میں ایک فرقہ تھا جن کے مذہبی اصول عموماً حکمائے اشراقیین اور فلاسفہ طبیعیین کے اصول سے ماخوذ تھے، یہ لوگ روحانیات کے متعلق نہایت غلو رکھتے بلکہ ان کی پرستش کرتے تھے، ان کا خیال یہ تھا کہ ارواح مجردہ اور مدبرات فلکیہ وغیرہ کی استعانت واستمداد سے ہی ہم رب الارباب (یعنی بڑے معبود) تک پہنچ سکتے ہیں، لہٰذا ریاضات شاقہ اور کسر شہوات سے روح میں تجرد اور صفائی پیدا کر کے ''عالم روحانیات'' کے ساتھ ہم کو اپنا رشتہ پیدا کرنا چاہیے، پھر ان کی خوشنودی اور دستگیری سے خدا تک پہنچ سکتے ہیں، اتباع انبیاء کی ضرورت نہیں۔ کواکب کی ارواح مدبرہ اور اسی طرح دوسری روحانیات کو اپنے سے خوش رکھنے کے لیے ہیاکل بناتے تھے اور انہی ارواح کے لیے نماز، روزہ اور قربانی وغیرہ کرتے تھے۔ خلاصہ یہ کہ حنفاء کے مقابلہ میں صابئین کی جماعت تھی جن کا سب سے بڑا حملہ نبوت اور اس کے لوازم وخواص پر ہوتا تھا۔ حضرت ابراہیم حنیف ﷺ کی بعثت کے وقت نمرود کی قوم صابی العقیدہ تھی جس کے رد وابطال میں خدا کے خلیل نے جانبازی دکھلائی۔

فَائِدَة: [۱۹۵] ......گذشتہ آیت میں جو معیار قبول عند اللہ کا بیان ہوا تھا یعنی ایمان اور عمل صالح، یہاں یہ دکھلانا ہے کہ یہود اس معیار پر

کہاں تک پورے اترے ہیں۔

فائدہ: [۱۹۶]......غلام کی وفاداری کا امتحان اس میں ہے کہ جس بات کو دل نہ چاہے آقا کے حکم سے کرگزرے اور اپنی رائے یا خواہش کو آقا کی مرضی کے تابع بنادے، ورنہ صرف ان چیزوں کا مان لینا جو مرضی اور خواہش کے موافق ہوں، یہ کونسا کمال ہے۔

فائدہ: [۱۹۷] خدا سے غداری:......یعنی پختہ عہد و پیمان توڑ کر خدا سے غداری کی، اس کے سفراء میں سے کسی کو جھٹلایا، کسی کو قتل کیا، یہ تو ان کے ''ایمان باللہ اور عمل صالح'' کا حال تھا۔ ''ایمان بالیوم الآخر'' کا اندازہ اس سے کرلو کہ اس قدر شدید مظالم اور باغیانہ جرائم کا ارتکاب کر کے بالکل بے فکر ہو بیٹھے۔ گویا ان حرکات کا کوئی خمیازہ بھگتنا نہیں پڑیگا اور ظلم و بغاوت کے خراب نتائج کبھی سامنے نہ آئیں گے۔ یہ خیال کر کے خدائی نشانات اور خدائی کلام کی طرف سے بالکل ہی اندھے اور بہرے ہو گئے اور جو نا کردنی کام تھے، وہ کیے حتیٰ کہ بعض انبیاء کو قتل اور بعض کو قید کیا۔ آخر خدا تعالیٰ نے ان پر 'بخت نصر کو مسلط فرمایا پھر ایک مدت دراز کے بعد بعض ملوک فارس نے بخت نصر کی قید ذلت ورسوائی سے چھڑا کر بابل سے بیت المقدس کو واپس کیا۔ اس وقت ان لوگوں نے توبہ کی اور اصلاح حال کی طرف متوجہ ہوئے، خدا نے توبہ قبول کی لیکن کچھ زمانے کے بعد پھر وہی شرارتیں سوجھیں اور بالکل اندھے بہرے ہو کر حضرت زکریا اور حضرت یحییٰ علیہما السلام کے قتل کی جرأت کی اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے قتل پر تیار ہو گئے۔

فائدہ: [۱۹۸]......یعنی وہ اگرچہ خدا کے غضب و قہر کی طرف سے اندھے ہو گئے ہیں لیکن خدا ان کی تمام حرکات کو برابر دیکھتا رہا ہے۔ چنانچہ ان حرکات کی سزا اب اُمتِ محمدیہ کے ہاتھوں سے دلوا رہا ہے۔

فائدہ: [۱۹۹] نصاریٰ کا شرک:......یہاں سے نصاریٰ کے ایمان باللہ کی کیفیت دکھلائی گئی ہے کہ وہ کہاں تک حقانیت کے اس معیار پر پورے اترے۔ ان کے ایمان باللہ کا حال یہ ہے کہ عقل کے خلاف فطرتِ سلیمہ کے خلاف اور خود حضرت مسیح علیہ السلام کی تصریحات کے خلاف مسیح ابن مریم کو خدا بنادیا۔ ''ایک تین اور تین ایک'' کی بھول بھلیاں تو محض برائے نام ہیں حقیقتاً سارا زور و قوت صرف حضرت مسیح کی الوہیت ثابت کرنے پر صرف کیا جاتا ہے۔ حالانکہ خود حضرت مسیح علیہ السلام خدا کے رب ہونے اور دوسرے آدمیوں کی طرح اپنے مربوب ہونے کا علانیہ اعتراف فرما رہے ہیں۔ اور جس شرک میں ان کی امت مبتلا ہونے والی تھی اس کی برائی کس زور و شور سے بیان کر رہے ہیں پھر بھی ان اندھوں کو عبرت نہیں ہوتی۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۭ وَاِنْ

بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا اللہ ہے تین میں کا ایک ف۲۰۰ حالانکہ کوئی معبود نہیں بجز ایک معبود کے اور اگر

لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾ اَفَلَا

نہ باز آویں گے اس بات سے کہ کہتے ہیں تو بے شک پہنچے گا ان میں سے کفر پر قائم رہنے والوں کو عذاب دردناک کیوں نہیں

يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۴﴾ مَا الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ

توبہ کرتے اللہ کے آگے اور گناہ بخشواتے اس سے اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف۲۰۱ نہیں ہے مسیح مریم کا

اِلَّا رَسُوْلٌ ۚ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِ الرُّسُلُ ۭ وَاُمُّهٗ صِدِّيْقَةٌ ۭ كَانَا يَاْكُلٰنِ

بیٹا مگر رسول، گزر چکے اس سے پہلے بہت رسول ف۲۰۲ اور اس کی ماں ولی ہے ف۲۰۳ دونوں کھاتے تھے کھانا، دیکھ

وقف لازم

الطَّعَامَ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ نُبَيِّنُ لَهُمُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ انْظُرْ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ۝٧٥ قُلْ

ہم کیسے بتلاتے ہیں ان کو دلیلیں، پھر دیکھ وہ کہاں الٹے جا رہے ہیں ف٢٠٤ تو کہہ

اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا ۭ وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ

دے کیا تم ایسی چیز کی بندگی کرتے ہو اللہ کو چھوڑ کر جو مالک نہیں تمہارے برے کی اور نہ بھلے کی اور اللہ وہی ہے سننے والا

الْعَلِيْمُ ۝٧٦ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ غَيْرَ الْحَقِّ وَلَا تَتَّبِعُوْٓا اَهْوَاۗءَ

جاننے والا ف٢٠٥ تو کہہ اے اہل کتاب مت مبالغہ کرو اپنے دین کی بات میں ناحق کا ف٢٠٦ اور مت چلو خیالات

قَوْمٍ قَدْ ضَلُّوْا مِنْ قَبْلُ وَاَضَلُّوْا كَثِيْرًا وَّضَلُّوْا عَنْ سَوَاۗءِ السَّبِيْلِ ۝٧٧ لُعِنَ ع ١١

پر ان لوگوں کے جو گمراہ ہو چکے پہلے اور گمراہ کر گئے بہتوں کو اور بہک گئے سیدھی راہ سے ف٢٠٧ ملعون

الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ عَلٰي لِسَانِ دَاوٗدَ وَعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ۭ ذٰلِكَ

ہوئے کافر بنی اسرائیل میں کے داؤد کی زبان پر اور عیسیٰ بیٹے مریم کی یہ اس

بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝٧٨ كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ۭ لَبِئْسَ

لیے کہ وہ نافرمان تھے اور حد سے گزر گئے تھے ف٢٠٨ آپس میں منع نہ کرتے برے کام سے جو وہ کر رہے تھے ف٢٠٩ کیا ہی

مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝٧٩ تَرٰى كَثِيْرًا مِّنْهُمْ يَتَوَلَّوْنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ۭ لَبِئْسَ مَا

برا کام ہے جو کرتے تھے تو دیکھتا ہے ان میں کہ بہت سے لوگ دوستی کرتے ہیں کافروں سے ف٢١٠ کیا ہی برا سامان

قَدَّمَتْ لَهُمْ اَنْفُسُهُمْ اَنْ سَخِطَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَفِي الْعَذَابِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ۝٨٠ وَلَوْ

بھیجا انہوں نے اپنے واسطے وہ یہ کہ اللہ کا غضب ہوا ان پر اور وہ ہمیشہ عذاب میں رہنے والے ہیں ف٢١١ اور اگر

كَانُوْا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالنَّبِيِّ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مَا اتَّخَذُوْهُمْ اَوْلِيَاۗءَ وَلٰكِنَّ كَثِيْرًا

وہ یقین رکھتے اللہ پر اور نبی پر اور جو نبی پر اترا تو کافروں کو دوست نہ بناتے ف٢١٢ لیکن ان میں سے بہت

مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝٨١ لَتَجِدَنَّ اَشَدَّ النَّاسِ عَدَاوَةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الْيَهُوْدَ وَالَّذِيْنَ

سے لوگ نافرمان ہیں ف٢١٣ تو پاوے گا سب لوگوں سے زیادہ دشمن مسلمانوں کا یہودیوں کو

اَشْرَكُوْا ۚ وَلَتَجِدَنَّ اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوا الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّا نَصٰرٰى ۭ

اور مشرکوں کو اور پاوے گا سب سے نزدیک محبت میں مسلمانوں کے ان لوگوں کے جو کہتے ہیں کہ ہم نصاریٰ ہیں،

ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا وَّاَنَّهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿٨٢﴾

یہ اس واسطے کہ نصاریٰ میں عالم ہیں اور درویش ہیں اور اس واسطے کہ وہ تکبر نہیں کرتے۔

فَائِدَة:[۲۰۰] عجیب وغریب عقیدۂ تثلیث:...... یعنی حضرت مسیح علیہ السلام، روح القدس اور اللہ۔ یا مسیح، مریم اور اللہ تینوں خدا ہیں (العیاذ باللہ) ان میں کا ایک حصہ دار اللہ ہوا۔ پھر وہ تینوں ایک اور وہ ایک تین ہیں۔ عیسائیوں کا عام عقیدہ یہ ہی ہے اور اس خلاف عقل و بداہت عقیدہ کو عجیب گول مول اور پیچ دار عبارتوں سے ادا کرتے ہیں اور جب کسی کی سمجھ میں نہیں آتا تو اس کو ایک ماوراء العقل حقیقت قرار دیتے ہیں سچ ہے: لن یصلح العطار ماافسدہ الدھر۔

فَائِدَة:[۲۰۱]...... یہ اسی غفور رحیم کی شان ہے کہ ایسے ایسے باغی اور گستاخ مجرم بھی جب شرمندہ ہو کر اور اصلاح کا عزم کر کے حاضر ہوں تو ایک منٹ میں عمر بھر کے جرائم معاف فرما دیتا ہے۔

فَائِدَة:[۲۰۲]...... یعنی اسی مقدس و معصوم جماعت کے یہ بھی ایک فرد ہیں، انہیں خدا بنا لینا تمہاری سفاہت ہے۔

فَائِدَة:[۲۰۳] منصبِ نبوت صرف مردوں میں:...... جمہور اُمت کی تحقیق یہ ہی ہے کہ خواتین میں نبوت نہیں آئی، یہ منصب رجال ہی کے لیے مخصوص رہا ہے ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى﴾ [یوسف:۱۰۹] حضرت مریم بتول بھی ایک ولی بی بی تھیں، نبی نہیں۔

فَائِدَة:[۲۰۴] الوہیت مسیح و مریم کا ابطال:...... غور کرنے سے معلوم ہو سکتا ہے کہ جو شخص کھانے پینے کا محتاج ہے وہ تقریباً دنیا کی ہر چیز کا محتاج ہے، زمین، ہوا، پانی، سورج، حیوانات حتیٰ کہ میلے اور کھاد سے بھی اسے استغنا نہیں ہو سکتا، غلہ کے پیٹ میں پہنچنے اور ہضم ہونے تک خیال کرو بالواسطہ یا بلاواسطہ کتنی چیزوں کی ضرورت ہے، پھر کھانے سے جو اثرات و نتائج پیدا ہوں گے ان کا سلسلہ کہاں تک جاتا ہے، احتیاج و افتقار کے اس طویل الذیل سلسلہ کو ملحوظ رکھتے ہوئے ہم الوہیت مسیح و مریم کے ابطال کو بشکل استدلال یوں بیان کر سکتے ہیں کہ مسیح و مریم اکل و شرب کی ضروریات سے مستغنی نہ تھے جو مشاہدہ اور تواتر سے ثابت ہے، اور جو اکل و شرب سے مستغنی نہ ہو وہ دنیا کی کسی چیز سے مستغنی نہیں ہو سکتا، پھر تم ہی کہو کہ جو ذات تمام انسانوں کی طرح اپنی بقا میں عالمِ اسباب سے مستغنی نہ ہو وہ خدا کیوں کر بن سکتی ہے۔ یہ ایسی قوی اور واضح دلیل ہے جسے عالم و جاہل یکساں طور پر سمجھ سکتے ہیں یعنی کھانا پینا الوہیت کے منافی ہے۔ اگرچہ نہ کھانا الوہیت کی دلیل نہیں، ورنہ سارے فرشتے خدا بن جائیں۔ معاذ اللہ!

فَائِدَة:[۲۰۵] تمام مشرکین کا رد:...... یعنی جب مسیح علیہ السلام کو خدا کہا تو لازم ہے کہ معبود بھی کہو۔ مگر معبود بننا صرف اسی ذات کے ساتھ مختص ہے جو ہر قسم کے نفع و ضرر کا مالک اور پورا با اختیار ہو، کیونکہ عبادت انتہائی تذلل کا نام ہے اور انتہائی تذلل اسی کے سامنے اختیار کر سکتے ہیں جو انتہائی عزت اور غلبہ رکھنے والا، ہر آن سب کی سننے والا اور سب کے احوال کا پوری طرح جاننے والا ہو۔ اس میں تثلیث کے عقیدۂ شرکیہ کے ساتھ تمام مشرکین کا رد ہو گیا۔

فَائِدَة:[۲۰۶] دین میں مبالغہ:...... عقیدہ کا مبالغہ یہ ہے کہ ایک مولود بشری کو خدا بنا دیا اور عمل میں غلو وہ ہے جسے رہبانیت کہتے ہیں: ﴿وَرَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ﴾ [الحدید:۲۷] یہود کی جو قبائح بیان کی جا چکیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ دنیا پرستی میں غرق ہونے کی وجہ سے دین اور دین داروں کی ان کے یہاں کوئی عظمت و وقعت نہ تھی، حتیٰ کہ انبیاء علیہم السلام کی اہانت و قتل وغیرہ ان کا خاص شعار تھا۔ برخلاف اس کے نصاریٰ نے تعظیم انبیاء میں اس قدر غلو کیا کہ ان میں سے بعض کو خدا یا خدا کا بیٹا کہنے لگے اور ترک دنیا کر کے رہبانیت

اختیار کرلی۔

فائدہ:[۲۰۷] بے بنیاد عقیدہ:...... یعنی اصل انجیل وغیرہ کتب سماویہ میں اس عقیدۂ شرکیہ کا کہیں پتہ نہ تھا، بعد میں یونانی بت پرستوں کی تقلید میں "پولوس" نے ایجاد کیا، اسی پر سب چل پڑے اور اسی پر جمے رہے۔ ایسی اندھی تقلید سے نجات کی توقع رکھنا کسی عاقل کو زیبا نہیں۔

فائدہ:[۲۰۸] انبیاء کی زبانی بنی اسرائیل پر لعنت:...... یوں تو تمام کتب سماویہ میں کافروں پر لعنت کی گئی ہے لیکن بنی اسرائیل کے کافروں پر جب وہ عصیان و تمرد میں حد سے گذر گئے کہ نہ مجرم کسی طرح ارتکاب جرائم سے باز آتا تھا اور نہ غیر مجرم مجرم کو روکتا تھا بلکہ سب شیر و شکر ہو کر بے تکلف ایک دوسرے کے ہم پیالہ و ہم نوالہ بنے ہوئے تھے، منکرات و فواحش کا ارتکاب کرنے والوں پر کسی طرح کے انقباض، تکدر اور ترشروئی کا اظہار بھی نہ ہوتا تھا۔ تب خدا نے حضرت داؤد علیہ السلام اور حضرت مسیح علیہ السلام کی زبان سے ان پر لعنت کی، جیسے گناہوں پر ان کی جسارت حد سے گذر چکی تھی یہ لعنت بھی جو ایسے جلیل القدر انبیاء کے توسط سے کی گئی، غیر معمولی طور پر تباہ کن ثابت ہوئی۔ غالباً اسی لعنت کے نتیجہ میں ان میں کے بہت سے افراد ظاہراً و باطناً بندر اور خنزیر کی شکل میں مسخ کر دیے گئے اور باطنی مسخ کا دائرہ تو اس قدر وسیع ہوا کہ ان کے بہت سے لوگ آج بھی ان مسلمانوں کو چھوڑ کر جو خدا کی تمام کتب سماویہ تمام انبیاء کی تصدیق و تعظیم کرتے ہیں، مشرکینِ مکہ سے جو خالص بت پرست اور نبوت وغیرہ سے جاہل محض ہیں، مسلمانوں کے خلاف دوستی گانٹھتے ہیں۔ اگر ان اہل کتاب کو خدا پر، نبی پر اور وحی الٰہی پر واقعی اعتقاد ہوتا تو کیا یہ ممکن تھا کہ اس قوم کی ضد میں جو ان تمام چیزوں کو مکمل طور پر مانتے ہیں بت پرستوں سے ساز باز کرتے۔ یہ بے حسی، بدمذاقی اور خدا پرستوں سے بھاگ کر بت پرستوں سے دوستی کرنا، اسی لعنت اور پھٹکار کا اثر ہے جس نے انہیں خدا کی رحمتِ عظیمہ سے کوسوں دور پھینک دیا ہے۔ پچھلی آیات میں ان کی گذشتہ کفریات اور جرائم کو بیان کر کے غلو فی الدین اور گمراہوں کی کورانہ تقلید سے منع فرمایا تھا تاکہ اب بھی اپنی ملعون حرکات سے تائب ہو کر حق و صداقت کے راستہ پر چلنے کی کوشش کریں۔ اس رکوع میں ان کی موجودہ حالت پر متنبہ کرتے ہوئے بتلایا کہ جو لعنت داؤد اور مسیح علیہما السلام کی زبانی ہوئی تھی اس کے آثار آج تک موجود ہیں۔ اہل اللہ اور عارفین سے نفرت و عداوت اور جاہل مشرکوں سے محبت، یہ کھلی دلیل اس کی ہے کہ ان کے قلوب خدائی لعنت کے اثر سے بالکل مسوخ ہو چکے ہیں۔ اگر اب بھی انہوں نے اپنی حالت کو نہ سنبھالا اور حق کی طرف رجوع نہ کیا تو ایسی شدید لعنت کے مورد بنیں گے جو خدا تعالیٰ سید الانبیاء خاتم الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے ان پر بھیجے گا۔

فائدہ:[۲۰۹] برائی کی روک تھام نہ کرنے سے عذاب عام کا اندیشہ:...... ﴿لَا یَتَنَاهَوْنَ﴾ کے دو معنی ہو سکتے ہیں: (۱) "نہیں رکتے تھے۔" (کما فی روح المعانی) (۲) "نہیں روکتے تھے ایک دوسرے کو۔" (کما ہو المشہور) جب بدی کسی قوم میں پھیلے اور کوئی روکنے ٹوکنے والا بھی نہ ہو تو عذاب عام کا اندیشہ ہے۔

فائدہ:[۲۱۰]...... کافروں سے مراد مشرکین ہیں اور ان آیات کا مصداق یہودِ مدینہ تھے۔ جنہوں نے مشرکینِ مکہ کے ساتھ سازش کر کے مسلمانوں سے لڑائی کی ٹھانی تھی۔

فائدہ:[۲۱۱]...... یعنی جو ذخیرہ اعمال کا مرنے سے پہلے آخرت کے لیے بھیج رہے ہیں وہ ایسا ہے جو ان کو غضب الٰہی اور عذاب ابدی کا مستحق بناتا ہے۔

فائدہ:[۲۱۲] دشمنانِ اسلام سے دوستی قبیح حرکت ہے:...... ﴿النَّبِیِّ﴾ سے بعض مفسرین نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اور بعض نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو مراد لیا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ اگر ان یہود کو واقعی یقین حضرت موسیٰ علیہ السلام کی صداقت اور تعلیمات پر ہوتا تو نبی آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں جن کی بشارت خود موسیٰ علیہ السلام دے چکے ہیں مشرکین سے دوستی نہ کرتے یا یہ کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر مخلصانہ

ایمان لے آتے تو ایسی حرکت ان سے سرزد نہ ہوتی کہ دشمنان سے ساز باز کریں۔ اس دوسری تقدیر پر آیت منافقین یہود کے حق میں ہوگی۔

فَائِدَہ: [۲۱۳] ...... خدا کی اور خود اپنے تسلیم کردہ پیغمبر کی نافرمانی کرتے کرتے یہ حالت ہوگئی کہ اب موحدین پر مشرکین کو ترجیح دیتے ہیں۔ افسوس! کہ آج ہم بہت سے نام نہاد مسلمانوں کی حالت بھی یہی پاتے ہیں کہ مسلمان اور کفار کے مقابلہ کے وقت کافروں کو دوست بناتے اور انہی کی حمایت ووکالت کرتے ہیں۔

اللھم احفظنا من شرور انفسنا و من سیئات اعمالنا۔

............☆☆☆...... الحمد اللہ ٦ پارہ ختم ہوا......☆☆☆............

پارہ نمبر: ۷

الجزء ۷ وَإِذَا سَمِعُوْا مَآ أُنْزِلَ إِلَى الرَّسُوْلِ تَرٰٓى اَعْيُنَهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ مِمَّا
اور جب سنتے ہیں اس کو جو اترا رسول پر تو دیکھے تو ان کی آنکھوں کو کہ ابلتی ہیں آنسوؤں سے اس وجہ سے کہ انہوں نے پہچان لیا
عَرَفُوْا مِنَ الْحَقِّ ۚ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَآ اٰمَنَّا فَاكْتُبْنَا مَعَ الشّٰهِدِيْنَ ۝﴿۸۳﴾ وَمَا لَنَا لَا
حق بات کو، کہتے ہیں اے رب ہمارے ہم ایمان لائے سو تو لکھ ہم کو ماننے والوں کے ساتھ اور ہم کو کیا ہوا کہ
نُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَمَا جَآءَنَا مِنَ الْحَقِّ ۙ وَنَطْمَعُ اَنْ يُّدْخِلَنَا رَبُّنَا مَعَ الْقَوْمِ
یقین نہ لاویں اللہ پر اور اس چیز پر جو پہنچی ہم کو حق سے اور توقع رکھیں اس کی کہ داخل کرے ہم کو رب ہمارا ساتھ
الصّٰلِحِيْنَ ۝﴿۸۴﴾ فَاَثَابَهُمُ اللّٰهُ بِمَا قَالُوْا جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ
نیک بختوں کے پھر ان کو بدلے میں دیئے اللہ نے اس کہنے پر ایسے باغ کہ جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں رہا کریں ان
فِيْهَا ۭ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْمُحْسِنِيْنَ ۝﴿۸۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَكَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَآ اُولٰٓئِكَ
میں ہی اور یہ ہے بدلا نیکی کرنے والوں کا اور جو لوگ منکر ہوئے اور جھٹلانے لگی ہماری آیتوں کو وہ
ع اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝﴿۸۶﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تُحَرِّمُوْا طَيِّبٰتِ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكُمْ وَلَا
ہیں دوزخ کے رہنے والے ف۲۱۴ اے ایمان والو مت حرام ٹھہراؤ وہ لذیذ چیزیں جو اللہ نے تمہارے لئے حلال کردیں اور حد سے نہ بڑھو
تَعْتَدُوْا ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ۝﴿۸۷﴾ وَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠
بے شک اللہ پسند نہیں کرتا حد سے بڑھنے والوں کو اور کھاؤ اللہ کے دیئے ہوئے میں سے جو چیز حلال پاکیزہ ہو
وَّاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْٓ اَنْتُمْ بِهٖ مُؤْمِنُوْنَ ۝﴿۸۸﴾ لَا يُؤَاخِذُكُمُ اللّٰهُ بِاللَّغْوِ فِيْٓ اَيْمَانِكُمْ
اور ڈرتے رہو اللہ سے جس پر تم ایمان رکھتے ہو ف۲۱۵ نہیں پکڑتا تم کو اللہ تمہاری بیہودہ قسموں پر ف۲۱۶
وَلٰكِنْ يُّؤَاخِذُكُمْ بِمَا عَقَّدْتُّمُ الْاَيْمَانَ ۚ فَكَفَّارَتُهٗٓ اِطْعَامُ عَشَرَةِ مَسٰكِيْنَ
لیکن پکڑتا ہے اس پر جس قسم کو تم نے مضبوط باندھا سو اس کا کفارہ کھانا دینا ہے دس محتاجوں

مِنْ اَوْسَطِ مَا تُطْعِمُوْنَ اَهْلِيْكُمْ اَوْ كِسْوَتُهُمْ اَوْ تَحْرِيْرُ رَقَبَةٍ ؕ فَمَنْ لَّمْ يَجِدْ

کو اوسط درجہ کا کھانا جو دیتے ہو اپنے گھر والوں کو ف ۲۱۷ یا کپڑا پہنا دینا دس محتاجوں کو ف ۲۱۸ یا ایک گردن آزاد کرنی ف ۲۱۹ پھر جس کو

فَصِيَامُ ثَلٰثَةِ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ كَفَّارَةُ اَيْمَانِكُمْ اِذَا حَلَفْتُمْ ؕ وَاحْفَظُوْٓا

میسر نہ ہو تو روزے رکھنے ہیں تین دن کے ف ۲۲۰ یہ کفارہ ہے تمہاری قسموں کا جب قسم کھا بیٹھو اور حفاظت رکھو

اَيْمَانَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۸۹﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

اپنی قسموں کی ف ۲۲۱ اسی طرح بیان کرتا ہے اللہ تمہارے لئے اپنے حکم تاکہ تم احسان مانو ف ۲۲۲ اے ایمان

اٰمَنُوْٓا اِنَّمَا الْخَمْرُ وَالْمَيْسِرُ وَالْاَنْصَابُ وَالْاَزْلَامُ رِجْسٌ مِّنْ عَمَلِ الشَّيْطٰنِ

والوں یہ جو ہے شراب اور جوا اور بت اور پانسے ف ۲۲۳ سب گندے کام ہیں شیطان

فَاجْتَنِبُوْهُ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۹۰﴾

کے سو ان سے بچتے رہو تاکہ تم نجات پاؤ ف ۲۲۴

فائدہ: [۲۱۴] دورِ نبوی میں عیسائی یہود و مشرکین سے بہتر تھے:...... ان آیات میں بتلایا گیا کہ یہود کا مشرکین سے دوستی کرنا محض اسلام اور مسلمانوں کی عداوت و بغض کی وجہ سے ہے۔ نبی کریم ﷺ کو جن اقوام سے زیادہ سابقہ پڑتا تھا ان میں یہ دونوں قومیں یہود اور مشرکین علی الترتیب اسلام و مسلمین کی شدید ترین دشمن تھیں، مشرکین مکہ کی ایذا رسانیاں تو اظہر من الشمس ہیں لیکن ملعون یہود نے بھی کوئی کمینہ سے کمینہ حرکت اٹھا کر نہیں رکھی، حضور ﷺ کو بے خبری میں پتھر کی چٹان گرا کر شہید کرنا چاہا، کھانے میں زہر دینے کی کوشش کی، سحر اور ٹونکے کرائے، غرض غضب پر غضب اور لعنت پر لعنت حاصل کرتے رہے۔ اس کے بالمقابل نصاریٰ باوجودیکہ وہ بھی کفر میں مبتلا تھے، اسلام سے جلتے تھے، مسلمانوں کا عروج ان کو ایک نظر نہ بھاتا تھا، تاہم ان میں قبولِ حق کی استعداد ان دونوں گروہوں سے زیادہ تھی ان کے دل اسلام اور مسلمانوں سے محبت کرنے کی طرف نسبتاً جلد مائل ہو جاتے تھے۔ اس کا سبب یہ تھا کہ اس وقت تک "عیسائیوں" میں علم دین کا چرچا دوسری قوموں سے زائد تھا، اپنے طریقہ کے موافق ترکِ دنیا اور زاہدانہ زندگی اختیار کرنے والے ان میں بکثرت پائے جاتے تھے، نرم دلی اور تواضع ان کی خاص صفت تھی۔ جس قوم میں یہ خصال کثرت سے پائی جائیں ان کا لازمی نتیجہ یہ ہونا چاہیے کہ اس میں قبولِ حق اور سلامت روی کا مادہ دوسری اقوام سے زیادہ ہو کیونکہ قبولِ حق سے عموماً تین چیزیں مانع ہوتی ہیں: (۱) جہل، (۲) حب دنیا یا (۳) حسد و تکبر وغیرہ۔ نصاریٰ میں قسیسین کا وجود جہل کو، رہبان کی کثرت حب دنیا کو، نرمیٔ دل اور تواضع کی صفت کبر و نخوت وغیرہ کو کم کرتی تھی۔ چنانچہ قیصرِ روم، مقوقسِ مصر اور نجاشی ملکِ حبشہ نے جو کچھ برتاؤ نبی کریم ﷺ کے پیغامِ رسالت کے ساتھ کیا وہ اس کا شاہد ہے کہ اس وقت نصاریٰ میں قبولِ حق اور مودت مسلمین کی صلاحیت نسبتاً دوسری قوموں سے زائد تھی۔ مشرکینِ مکہ کے ظلم و ستم سے تنگ آ کر جب ایک جماعت صحابہ رضی اللہ عنہم نے "حبشہ" کو ہجرت کی اور مشرکین نے وہاں بھی ملکِ حبشہ کے دربار تک اپنا پروپیگنڈا نہ چھوڑا تو بادشاہ نے ایک روز مسلمانوں کو بلا کر کچھ سوالات کیے اور حضرت مسیح علیہ السلام کی نسبت بھی ان کا عقیدہ دریافت کیا۔ حضرت جعفر رضی اللہ عنہ نے سورۂ مریم کی آیات پڑھیں اور اپنا عقیدہ صاف صاف بیان فرمایا، بادشاہ بے انتہا متاثر ہوا اور اقرار کیا کہ جو کچھ قرآن نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی نسبت عقیدہ

ظاہر کیا ہے، وہ بلاکم وکاست صحیح ہے۔ اس نے کتب سابقہ کی بشارات کے موافق حضور پرنور ﷺ کو نبی آخرالزمان تسلیم کیا۔ قصہ طویل ہے، انجام کار ہجرت کے کئی سال بعد ایک وفد جو ستر نومسلم عیسائیوں پر مشتمل تھا نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں روانہ کیا، یہ لوگ جب مدینہ پہنچے اور قرآن کریم کے سماع سے لذت اندوز ہوئے تو کلام الٰہی سن کر وقف گریہ وبکا ہو گئے، آنکھوں سے آنسو اور زبان پر ﴿رَبَّنَآ اٰمَنَّا﴾ یہ کلمات جاری تھے۔ ان آیات میں اسی جماعت کا حال بیان فرمایا ہے۔ قیامت تک کے لیے کوئی خبر نہیں دی گئی کہ ہمیشہ عیسائیوں اور یہود ومشرکین وغیرہ کے تعلقات کی نوعیت اسلام ومسلمین کے ساتھ یہ ہی رہے گی۔ آج جو لوگ عیسائی کہلاتے ہیں ان میں کتنے قسیس و رہبان اور متواضع ومنکسرالمزاج ہیں اور کتنے ہیں جنکی آنکھوں سے کلام الٰہی سنکر آنسو ٹپک پڑتے ہیں جب ﴿اَقْرَبَهُمْ مَّوَدَّةً﴾ کی علت ہی جو ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ﴾ [مائدہ: ۸۲] سے بیان کی گئی، موجود نہیں تو معلول یعنی ''قرب مودت'' کیوں موجود ہوگا۔ بہرحال جو اوصاف عہد نبوی کے عیسائیوں اور یہود ومشرکین کے بیان ہوئے، وہ جب کبھی اور جہاں کہیں جس مقدار میں موجود ہوں گے، اسی نسبت سے اسلام ومسلمین کی محبت وعداوت کو خیال کر لیا جائے۔

فَائِدَة: [۲۱۵] **عالمگیر مذہب کا بے نظیر اعتدال:** ...... آغاز سورت میں ''ایفائے عہود'' کی تاکید کے بعد حلال وحرام کا بیان شروع ہوا تھا۔ اسی ضمن میں خاص خاص مناسبات سے جن کا ذکر موقع بہ موقع ہم کر چکے ہیں، دوسرے مفید مضامین کا سلسلہ شروع ہو گیا ''الشيء بالشيء يذكر'' بات میں سے بات نکلتی رہی تمام استطرادی مضامین کو تمام کر کے اس پارہ کے پہلے رکوع سے پھر اصل موضوع بحث کی طرف عود کیا گیا ہے اور لطف یہ ہے کہ اس رکوع سے متصل پہلے رکوع میں جو مضمون گذرا اس سے بھی رکوع حاضر کا مضمون پوری طرح مربوط ہے، کیونکہ پچھلے رکوع میں یہود ونصاریٰ کی جو فضائح [رسوائیاں] بیان کی گئیں سمجھنے والوں کے نزدیک ان کا خلاصہ دو چیزیں تھیں: یعنی یہود کا لذات وشہوات دنیا اور حرام خوری میں انہماک جو ''تفریط فی الدین'' کا سبب ہوا۔ اور نصاریٰ کا دین میں غلو اور افراط جو آخر کار رہبانیت وغیرہ پر منتہی ہوا۔ بلاشبہ رہبانیت جسے دینداری یا روحانیت کا ہیضہ کہنا چاہیے، نیت اور منشائے اصلی کے اعتبار سے فی الجملہ محمود ہو سکتی تھی، اسی لیے ﴿ذٰلِكَ بِاَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا﴾ [مائدہ: ۸۲] کو من وجہ معرض مدح میں پیش کیا گیا۔ لیکن چونکہ اس طرح کا تجرد وترک دنیا، اس مقصد عظیم اور قانون قدرت کے راستہ میں حائل تھا جو فاطر عالم نے عالم کی تخلیق میں مرعی [ملحوظ] رکھا ہے۔ اس لیے وہ عالمگیر مذہب جو ابدی طور پر تمام بنی نوع انسان کی فلاح دارین اور اصلاح معاش ومعاد کا متکفل [کفیل، ضامن] ہو کر آیا ہے، ضروری تھا کہ اس طرح کے مبتدعانہ [خود ساختہ] طریق عبادت پر سختی سے نکتہ چینی کرے۔ کوئی آسمانی کتاب آج تک ایسی جامع، معتدل، فطری تعلیم انسانی ترقیات کے ہر شعبہ کے متعلق پیش نہیں کر سکتی جو قرآن کریم نے ان دو آیتوں میں پیش کی ہے، ان آیتوں میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو صاف طور پر اس سے روک دیا کہ وہ کسی لذیذ حلال وطیب چیز کو اپنے اوپر عقیدۃً یا عملاً حرام ٹھہرالیں، نہ صرف یہ ہی بلکہ ان کو خدا کی پیدا کی ہوئی حلال و طیب نعمتوں سے متمتع ہونے کی ترغیب دی ہے، مگر سلبی اور ایجابی دو شرطوں کے ساتھ: (۱) اعتداء نہ کریں (حد سے نہ بڑھیں) (۲) اور تقویٰ اختیار کریں (خدا سے ڈرتے رہیں) اعتداء کے دو مطلب ہو سکتے ہیں: (۱) حلال چیزوں کے ساتھ حرام کا سا معاملہ کرنے لگیں اور نصاریٰ کی طرح رہبانیت میں مبتلا ہو جائیں۔ (۲) یا لذائذ وطیبات سے تمتع کرنے میں حد اعتدال سے گذر جائیں، حتیٰ کہ لذات وشہوات میں منہمک ہو کر یہود کی طرح حیات دنیا ہی کو اپنا مطمح نظر بنالیں۔ الغرض غلو وجفا اور افراط وتفریط کے درمیان متوسط ومعتدل راستہ اختیار کرنا چاہیے، نہ تو لذائذ دنیوی میں غرق ہونے کی اجازت ہے اور نہ از راہ رہبانیت مباحات وطیبات کو چھوڑنے کی۔ ''از راہ رہبانیت'' کی قید ہم نے اس لیے لگائی کہ بعض اوقات بدنی یا نفسی علاج کی غرض سے کسی مباح سے عارضی طور پر پرہیز کرنا ممانعت میں داخل نہیں۔ نیز مسلمان تقویٰ کے مامور ہیں جس کے معنی ہیں خدا سے ڈر کر ممنوعات سے اجتناب کرنا، اور تجربہ سے معلوم ہے کہ بعض مباحات کا استعمال بعض

اوقات کسی حرام یا ممنوع کے ارتکاب کی طرف مُفضی ہو جاتا ہے۔ایسے مباحات کو عہد وقسم یا تقرب کے طور پر نہیں بلکہ بطریقِ احتیاط اگر کوئی شخص کسی وقت باوجود اعتقادِ اباحت ترک کردے تو یہ رہبانیت نہیں بلکہ ورع وتقویٰ میں شامل ہے۔حدیث میں ہے: لا یبلغ العبدان یکون من المتقین حتی یدع مالا بأس به حذرا مما به بأس۔ (ترمذی) الحاصل ترکِ اعتداء اور اختیارِ تقویٰ کی قید کو ملحوظ رکھ کر ہر قسم کے طیبات سے مومن مستفید ہو سکتا ہے اور زندگی کے ہر شعبہ میں ترقیات کے دروازے کھلے ہوئے ہیں۔

فائدہ: [۲۱۶] **قسم کے احکام:**......یعنی ان پر دنیا میں کفارہ نہیں جیسا کہ ''یمینِ منعقدہ'' میں واجب ہے۔''لغو'' وبیہودہ قسم کی تفسیر پارہ سیقول کے اواخر (بقرہ:۲۲۵) میں گذر چکی چونکہ اوپر تحریم طیبات کا ذکر تھا اور تحریم کی ایک قسم ''یمین'' بھی ہے اس لیے ''یمین'' کے احکام بیان کیے جاتے ہیں۔

فائدہ: [۲۱۷] **کفارہ کی وضاحت:**......یعنی قسم توڑنے کے بعد یہ کفارہ دیا جائے گا۔کھانا دینے میں اختیار ہے خواہ دس مساکین کو گھر بٹھلا کر کھانا کھلا دے یا صدقۂ فطر کی برابر ہر مسکین کو غلہ یا اس کی قیمت ادا کردے۔

فائدہ: [۲۱۸]......اس قدر جس سے بدن کا اکثر حصہ ڈھک جائے مثلاً کرتہ اور پاجامہ یا لنگی اور چادر۔

فائدہ: [۲۱۹]......یعنی ایک بردہ آزاد کرنا،اس میں مومن ہونا شرط نہیں۔

فائدہ: [۲۲۰]......یعنی متواتر روزے تین دن کے رکھے اور میسر نہ ہونے سے مراد یہ ہے کہ صاحب نصاب نہ ہو،کذا فی روح المعانی۔

فائدہ: [۲۲۱]......قسموں کی حفاظت یہ ہے کہ بے ضرورت بات بات پر قسمیں نہ کھائے یہ عادت بھلی نہیں،اور اگر قسم کھائی تو تامقدور پوری کرے،اور اگر کسی وجہ سے توڑے تو کفارہ ادا کرے۔یہ سب چیزیں حفاظت یمین میں داخل ہیں۔

فائدہ: [۲۲۲] **عظیم احسان:**......کتنا بڑا احسان ہے کہ ہم نے طیبات سے گریز کیا تو اس گریز سے منع فرمایا،اور اگر کسی نے غلطی سے طیبات کو اپنے اوپر حرام ہی کرلیا تو اس کو حفاظت یمین کے ساتھ اس سے حلال ہونے کا طریقہ بھی بتلا دیا۔

فائدہ: [۲۲۳]......''انصاب'' و''ازلام'' کی تفسیر اسی سورت کی ابتداء میں ﴿وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَأَنْ تَسْتَقْسِمُوا بِالْأَزْلَامِ﴾ [مائدہ: ۳] کے تحت میں گذر چکی۔

فائدہ: [۲۲۴] **شراب کی حرمت:**......اس آیت سے پہلے بھی بعض آیات خمر (شراب) کے بارے میں نازل ہو چکی تھیں۔اوّل یہ آیت نازل ہوئی: ﴿يَسْأَلُونَكَ عَنِ الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ ۖ قُلْ فِيهِمَا إِثْمٌ كَبِيرٌ وَمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَإِثْمُهُمَا أَكْبَرُ مِنْ نَفْعِهِمَا﴾ [بقرہ:۲۱۹] گو اس سے نہایت واضح اشارہ تحریم خمر کی طرف کیا جارہا تھا مگر چونکہ صاف طور پر اسکے چھوڑنے کا حکم نہ تھا اس لیے حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سنکر کہا اللّٰھم بین لنا بیانا شافیا اسکے بعد دوسری آیت آئی: ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لَا تَقْرَبُوا الصَّلَاةَ وَأَنْتُمْ سُكَارَىٰ﴾ الی آخر الآیۃ [نساء: ۴۳] اس میں بھی تحریم خمر کی تصریح نہ تھی گو نشہ کی حالت میں نماز کی ممانعت ہوئی اور یہ قرینہ اسی کا تھا کہ غالباً یہ چیز عنقریب کلیۃً حرام ہونے والی ہے،مگر چونکہ عرب میں شراب کا رواج انتہا کو پہنچ چکا تھا اور اس کا دفعۃً چھڑا دینا مخاطبین کے لحاظ سے سہل نہ تھا اس لیے نہایت حکیمانہ تدریج سے اولاً قلوب میں اسکی نفرت بٹھلائی گئی اور آہستہ آہستہ حکم تحریم سے مانوس کیا گیا۔چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اس دوسری آیت کو سنکر پھر وہی لفظ کہے ''اللّٰھم بین لنا بیانا شافیا'' آخر کار مائدہ کی یہ آیتیں جو اس وقت ہمارے سامنے ہیں ﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا﴾ سے ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ تک نازل کی گئیں جس میں صاف صاف بت پرستی کی طرح اس گندی چیز سے بھی اجتناب کرنے کی ہدایت تھی۔چنانچہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ﴿فَهَلْ أَنْتُمْ مُنْتَهُونَ﴾ سنتے ہی چلا اٹھے ''انتھینا انتھینا'' لوگوں نے شراب کے مٹکے توڑ ڈالے،خم خانے برباد کردیئے،مدینہ کی گلی کوچوں میں شراب پانی کی طرح بہتی پھرتی تھی۔سارا عرب اس گندی شراب کو چھوڑ کر معرفتِ

ربانی اور محبت واطاعت نبوی کی شراب طہور سے مخمور ہو گیا اور ام الخبائث کے مقابلہ پر حضور ﷺ کا یہ جہاد ایسا کامیاب ہوا جس کی نظیر تاریخ میں نہیں مل سکتی۔ خدا کی قدرت دیکھو کہ جس چیز کو قرآن کریم نے اتنا پہلے اتنی شدت سے روکا تھا، آج سب سے بڑے شراب خوار ملک امریکہ وغیرہ اس کی خرابیوں اور نقصانات کو محسوس کر کے اس کے مٹا دینے پر تلے ہوئے ہیں۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

اِنَّمَا يُرِيْدُ الشَّيْطٰنُ اَنْ يُّوْقِعَ بَيْنَكُمُ الْعَدَاوَةَ وَالْبَغْضَآءَ فِي الْخَمْرِ وَالْمَيْسِرِ

شیطان تو یہی چاہتا ہے کہ ڈالے تم میں دشمنی اور بیر بذریعہ شراب اور جوئے کے

وَيَصُدَّكُمْ عَنْ ذِكْرِ اللّٰهِ وَعَنِ الصَّلٰوةِ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّنْتَهُوْنَ ﴿۹۱﴾ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ

اور روکے تم کو اللہ کی یاد سے اور نماز سے سو اب بھی تم باز آؤ گے ف ۲۲۵ اور حکم مانو اللہ کا

وَاَطِيْعُوا الرَّسُوْلَ وَاحْذَرُوْا ۚ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا عَلٰى رَسُوْلِنَا الْبَلٰغُ

اور حکم مانو رسول کا اور بچتے رہو پھر اگر تم پھر جاؤ گے تو جان لو کہ ہمارے رسول کا ذمہ صرف پہنچا دینا

الْمُبِيْنُ ﴿۹۲﴾ لَيْسَ عَلَى الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جُنَاحٌ فِيْمَا طَعِمُوْٓا اِذَا

ہے کھول کر ف ۲۲۶ جو لوگ ایمان لائے اور کام نیک کئے ان پر گناہ نہیں اس میں جو کچھ پہلے کھا چکے

مَا اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاٰمَنُوْا ثُمَّ اتَّقَوْا وَّاَحْسَنُوْا ؕ

جب کہ آئندہ کے لیے ڈر گئے اور ایمان لائے اور عمل نیک کئے پھر ڈرتے رہے اور یقین کیا پھر ڈرتے رہے اور نیکی کی

وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۹۳﴾ ع ۱۲

اور اللہ دوست رکھتا ہے نیکی کرنے والوں کو ف ۲۲۷

فائدہ: [۲۲۵] **شراب اور جوئے کے نقصانات:**...... شراب پی کر جب عقل جاتی رہتی ہے تو بعض اوقات شرابی پاگل ہو کر آپس میں لڑ پڑتے ہیں حتیٰ کہ نشہ اترنے کے بعد بھی بعض دفعہ لڑائی کا اثر باقی رہتا ہے اور باہمی عداوتیں قائم ہو جاتی ہیں۔ یہی حال بلکہ کچھ بڑھ کر جوئے کا ہے اس میں ہار جیت پر سخت جھگڑے اور فساد برپا ہوتے ہیں جس سے شیطان کو اودھم مچانے کا خوب موقع ملتا ہے، یہ تو ظاہری خرابی ہوئی اور باطنی نقصان یہ ہے کہ ان چیزوں میں مشغول ہو کر انسان خدا کی یاد اور عبادت الٰہی سے بالکل غافل ہو جاتا ہے، اس کی دلیل مشاہدہ اور تجربہ ہے۔ شطرنج کھیلنے والوں ہی کو دیکھ لو نماز تو کیا، کھانے پینے اور گھر بار کی بھی خبر نہیں رہتی۔ جب یہ چیز اس قدر ظاہری و باطنی نقصانات پر مشتمل ہے تو کیا ایک مسلمان اتنا سن کر بھی باز نہ آئے گا۔

فائدہ: [۲۲۶] ...... اگر کسی چیز کے منافع ومضار کا احاطہ نہ کر سکو تب بھی خدا اور رسول کے احکام کا امتثال کرو اور قانون کی خلاف ورزی سے بچتے رہو، اگر نہ بچو گے تو ہمارے پیغمبر تم کو قانون واحکام الٰہی کھول کر پہنچا چکے، نتیجہ خلاف ورزی کا خود سوچ لو کیا ہو گا۔

فائدہ: [۲۲۷] **ایک سوال کا جواب:**...... نہایت صحیح اور قوی احادیث میں ہے کہ جب تحریم خمر کی آیات نازل ہوئیں تو صحابہ رضی اللہ عنہم نے

سوال کیا کہ یارسول اللہ! ان مسلمانوں کا کیا حال ہوگا جنہوں نے حکم تحریم آنے سے پہلے شراب پی اور اسی حالت میں انتقال کر گئے، مثلاً بعض صحابہ جو جنگ اُحد میں شراب پی کر شریک ہوئے اور اسی حالت میں شہید ہو گئے کہ پیٹ میں شراب موجود تھی، اس پر یہ آیات نازل ہوئیں۔ عموم الفاظ اور دوسری روایات کو دیکھتے ہوئے ان آیات کا مطلب یہ ہے کہ زندہ ہوں یا مردہ جو لوگ ایمان اور عملِ صالح رکھتے ہیں ان کے لیے کسی مباح چیز کے بوقت اباحت کھا لینے میں کوئی مضائقہ نہیں، خصوصاً جب کہ وہ لوگ عام احوال میں تقویٰ اور ایمان کی خصال سے متصف ہوں، پھر ان خصال میں برابر ترقی کرتے رہے ہوں حتی کہ مدارجِ تقویٰ و ایمان میں ترقی کرتے کرتے مرتبۂ احسان تک جا پہنچے ہوں جو ایک مومن کے لیے روحانی ترقیات کا انتہائی مقام ہو سکتا ہے، جہاں پہنچ کر حق تعالیٰ اپنے بندے کے ساتھ خصوصی محبت کرتا ہے (وفی حدیث جبریل الاحسان ان تعبد اللہ کانک تراہ) پس جو پاکباز صحابہ ایمان و تقویٰ میں عمر گذار کر اور نسبت احسان حاصل کر کے خدا کی راہ میں شہید ہو چکے ان کی نسبت اس طرح کے خلجان اور توہمات پیدا کرنے کی قطعاً گنجائش نہیں کہ وہ ایک ایسی چیز کا استعمال کرتے ہوئے دنیا سے رخصت ہوئے ہیں جو اس وقت حرام نہیں تھی مگر بعد کو حرام ہوئی۔ محققین نے لکھا ہے کہ تقویٰ (یعنی مضار دینی سے مجتنب ہونے کے) کئی درجے ہیں، اور ایمان و یقین کے مراتب بھی بلحاظ قوت و ضعف متفاوت ہیں۔ تجربہ اور نصوصِ شرعیہ سے ثابت ہے کہ جس قدر آدمی ذکر و فکر، عمل صالح اور جہاد فی سبیل اللہ میں ترقی کرتا ہے اسی قدر خدا کے خوف اور اس کی عظمت و جلال کے تصور سے قلب معمور اور ایمان و یقین مضبوط و مستحکم ہوتا رہتا ہے، مراتب سیر الی اللہ کی اسی ترقی و عروج کی طرف اس آیت میں تقویٰ اور ایمان کی تکرار سے اشارہ فرمایا اور سلوک کے آخری مقام "احسان" اور اس کے ثمرہ پر بھی تنبیہ فرما دی اور جن حضرات صحابہ کے متعلق سوال کیا گیا تھا اس کا جواب ایک عام و تام ضابطہ بیان فرما کر ایسے عنوان سے دے دیا گیا جس میں ان مرحومین کی فضیلت و منقبت کی طرف بھی لطیف اشارہ ہو گیا۔ ذخیرۂ احادیثِ صحیحہ میں دو موقع ایسے ہیں جہاں صحابہ رضی اللہ عنہم نے اس قسم کا سوال کیا ہے، ایک موقع تو یہی "تحریم خمر" کے متعلق ہے اور دوسرا تحویلِ قبلہ کے وقت سوال کیا گیا تھا کہ یارسول اللہ! جو لوگ حکم تحویل سے پہلے وفات پا گئے اور ایک نماز بھی کعبہ کی طرف نہیں پڑھی انکی نمازوں کا کیا حال ہوگا، اس پر آیت ﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِيْعَ اِيْمَانَكُمْ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ﴾ [بقرہ: ۱۴۳] نازل ہوئی۔ غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ یہ ہی دو مسئلے ایسے تھے جن میں صاف صاف دوٹوک حکم نازل ہونے سے پہلے نہایت ہی واضح آثار و قرائن ایسے موجود تھے جن کو دیکھ کر صحابہ رضی اللہ عنہم ہر آن نزولِ حکم صریح کا انتظار کر رہے تھے۔ خمر کے متعلق تو ابھی چند فوائد پہلے ہم ایسی روایات نقل کر چکے ہیں جن سے ہمارے اس دعوے کا کافی زائد ثبوت ملتا ہے اور "تحویلِ قبلہ" کے باب میں قرآن کریم کی آیات ﴿قَدْ نَرٰى تَقَلُّبَ وَجْهِكَ فِى السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبْلَةً تَرْضٰٮهَا﴾ [بقرہ: ۱۴۴] جو سیقول کے شروع میں گذریں خبر دے رہی ہیں کہ نبی کریم ﷺ ہر وقت منتظر تھے کہ کب تحویلِ قبلہ کا حکم نازل ہوتا ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے واضح حالات صحابہ پر مخفی نہیں رہ سکتے تھے، اسی لیے تحویلِ قبلہ کا حکم جب ایک آدمی نے کسی محلہ کی مسجد میں جا کر سنایا تو سارے نمازی محض خبرِ واحد کو سن کر بیت المقدس سے کعبہ کی طرف پھر گئے، حالانکہ بیت المقدس کا استقبال قطعی طور پر انہیں معلوم تھا اور خبر واحد ظنی قطعی کے لیے ناسخ نہ ہو سکتی تھی اس لیے علمائے اصول نے تصریح کی ہے کہ یہ خبر واحد محفوف بالقرائن [ایسی روایت جس کی سچائی پر کوئی قرینہ موجود] ہونے کی وجہ سے قطعی سمجھی گئی۔ پس جو قرائن و آثار حتمی طور پر خبر دے رہے تھے کہ "تحریم خمر" یا "تحویلِ قبلہ" کا حکم امروز و فردا میں پہنچنے والا ہے گویا وہ ایک طرح سے صحابہ کو نزولِ حکم سے پہلے مرضی الٰہی پر فی الجملہ مطلع کر رہے تھے اسی لیے ان دو مسئلوں میں نزولِ حکم سے قبل کی حالت کے متعلق سوال کرنا محلِ استبعاد نہیں ہو سکتا، خصوصاً خمر کی نسبت جس کی ممانعت کے نہایت واضح اشارات ﴿وَاِثْمُهُمَآ اَكْبَرُ مِنْ نَّفْعِهِمَا﴾ [بقرہ: ۲۱۹] وغیرہ میں موجود تھے۔ واللہ سبحانہ و تعالیٰ اعلم!

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَيَبْلُوَنَّكُمُ اللّٰهُ بِشَيْءٍ مِّنَ الصَّيْدِ تَنَالُهٗۤ اَيْدِيْكُمْ

اے ایمان والو البتہ تم کو آزماوے گا اللہ ایک بات سے اس شکار میں کہ جس پر پہنچتے ہیں ہاتھ تمہارے

وَرِمَاحُكُمْ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّخَافُهٗ بِالْغَيْبِ ۚ فَمَنِ اعْتَدٰى بَعْدَ ذٰلِكَ فَلَهٗ

اور نیزے تمہارے ف۲۲۸ تاکہ معلوم کرے اللہ کون اس سے ڈرتا ہے بن دیکھے ف۲۲۹ پھر جس نے زیادتی کی اس کے بعد تو اس

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۝ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَقْتُلُوا الصَّيْدَ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ ۭ وَمَنْ

کے لئے عذاب دردناک ہے اے ایمان والو نہ مارو شکار جس وقت تم ہو احرام میں ف۲۳۰ اور جو کوئی

قَتَلَهٗ مِنْكُمْ مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآءٌ مِّثْلُ مَا قَتَلَ مِنَ النَّعَمِ يَحْكُمُ بِهٖ ذَوَا عَدْلٍ

تم میں اس کو مارے جان کر ف۲۳۱ تو اس پر بدلہ ہے اس مارے ہوئے کے برابر مویشی میں سے جو تجویز کریں دو آدمی معتبر تم میں

مِّنْكُمْ هَدْيًۢا بٰلِغَ الْكَعْبَةِ اَوْ كَفَّارَةٌ طَعَامُ مَسٰكِيْنَ اَوْ عَدْلُ ذٰلِكَ صِيَامًا

سے اس طرح سے کہ وہ جانور بدلے کا بطور نیاز پہنچایا جاوے کعبہ تک یا اس پر کفارہ ہے چند محتاجوں کو کھلانا یا اس کے برابر روزے

لِّيَذُوْقَ وَبَالَ اَمْرِهٖ ۭ عَفَا اللّٰهُ عَمَّا سَلَفَ ۭ وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ ۭ وَاللّٰهُ

تاکہ چکھے سزا اپنے کام کی ف۲۳۲ اللہ نے معاف کیا جو کچھ ہو چکا ف۲۳۳ اور جو کوئی پھر کرے گا اس سے بدلہ لے گا اللہ اور اللہ

عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝ اُحِلَّ لَكُمْ صَيْدُ الْبَحْرِ وَطَعَامُهٗ مَتَاعًا لَّكُمْ وَلِلسَّيَّارَةِ ۚ

زبردست ہے بدلہ لینے والا ف۲۳۴ حلال ہوا تمہارے لئے دریا کا شکار اور دریا کا کھانا تمہارے فائدہ کے واسطے اور سب مسافروں کے

وَحُرِّمَ عَلَيْكُمْ صَيْدُ الْبَرِّ مَا دُمْتُمْ حُرُمًا ۭ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝

اور حرام ہوا تم پر جنگل کا شکار جب تک تم احرام میں رہو اور ڈرتے رہو اللہ سے جس کے پاس تم جمع ہو گے ف۲۳۵

فائدہ: [۲۲۸] حالتِ احرام میں شکار کی ممانعت:...... پچھلے رکوع میں تحریم طیبات اور اعتداء سے منع فرما کر بعض چیزوں سے اجتناب کا حکم دیا تھا جو دائمی طور پر حرام ہیں، اس رکوع میں بعض ایسی اشیاء کے ارتکاب سے منع کیا گیا ہے جن کی حرمت دائمی نہیں۔ بلکہ بعض احوال واوضاع سے مخصوص ہے یعنی بحالتِ احرام شکار کرنا، مطلب یہ ہے کہ خدا کی طرف سے مطیع و فرمانبردار بندوں کا یہ امتحان ہے کہ وہ حالت احرام میں جب کہ شکار ان کے سامنے ہو اور بہ سہولت اس کے مارنے یا پکڑنے پر بھی قادر ہوں، کون ہے جو بن دیکھے خدا سے ڈر کر اس کے حکم کا امتثال کرتا اور اعتداء (احکام خداوندی سے تجاوز کرنے) کی خدائی سزا سے خوف کھاتا ہے؟ "اصحاب سبت" کا قصہ سورۂ بقرہ (آیت:۶۵) میں گذر چکا کہ ان کو حق تعالیٰ نے خاص شنبہ کے دن مچھلی کے شکار کی ممانعت فرمائی تھی مگر انہوں نے مکاری اور حیلہ بازی سے اس حکم کی مخالفت کی اور حد سے تجاوز کر گئے، خدا نے ان پر نہایت رسوا کن عذاب نازل فرمایا۔ اسی طرح حق تعالیٰ نے اُمتِ محمدیہ کا تھوڑا سا امتحان اس مسئلہ میں لیا کہ حالتِ احرام میں شکار نہ کریں، حدیبیہ کے موقع پر جب یہ حکم بھیجا گیا تو شکار اس قدر کثیر اور قریب تھا کہ

ہاتھوں اور نیزوں سے مار سکتے تھے مگر اصحاب رسول اللہ ﷺ نے ثابت کر دکھایا کہ خدا کے امتحان میں ان کے برابر دنیا کی کوئی قوم کامیاب نہیں ہو سکی۔

فائدہ: [۲۲۹] ...... ﴿لِيَعْلَمَ اللّٰهُ﴾ کے لفظ سے جو حدوثِ علمِ باری کا وہم گذرتا ہے اس کے ازالہ کے لیے پارہ سیقول کے شروع میں ﴿اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ يَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ﴾ [آیت: ۱۴۳] کا فائدہ ملاحظہ کرو۔

فائدہ: [۲۳۰] ......اسکے متعلق بعض احکام سورۂ مائدہ کے شروع میں گذر چکے۔ (مائدہ:۱)

فائدہ: [۲۳۱] **حالت احرام میں شکار کرنے کی سزا اور اس کی وضاحت:** ......جان کر مارنے کا یہ مطلب ہے کہ اپنا مُحرم ہونا یاد ہو اور یہ بھی مستحضر ہو کہ حالتِ احرام میں شکار جائز نہیں۔ یہاں صرف ﴿مُّتَعَمِّدًا﴾ کا حکم بیان فرمایا کہ اس کے فعل کی جزا یہ ہے اور خدا جو انتقام لے گا وہ الگ رہا جیسا کہ ﴿وَمَنْ عَادَ فَيَنْتَقِمُ اللّٰهُ مِنْهُ﴾ سے تنبیہ فرمائی اور اگر بھول کر شکار کیا تو جزا تو یہ ہی رہے گی یعنی "ہدی" یا "طعام" یا "صیام" البتہ خدا اس سے انتقامی سزا اٹھا لے گا۔

فائدہ: [۲۳۲] ......حنفیہ کے یہاں مسئلہ یہ ہے کہ اگر احرام میں شکار پکڑا تو فرض ہے کہ چھوڑ دے، اگر مار دیا تو دو صاحب بصیرت اور تجربہ کار معتبر آدمیوں سے اس جانور کی قیمت لگوائے، اسی قدر قیمت کا مواشی میں سے ایک جانور لے کر (مثلاً بکری، گائے، اونٹ وغیرہ) کعبہ کے نزدیک یعنی حدودِ حرم میں پہنچا کر ذبح کرے، اور خود اس میں سے نہ کھائے، یا اسی قیمت کا غلہ لے کر محتاجوں کو فی محتاج صدقۃ الفطر کی مقدار تقسیم کر دے یا جس قدر محتاجوں کو پہنچتا، اتنے ہی دنوں کے روزے رکھ لے۔

فائدہ: [۲۳۳] ......یعنی نزولِ حکم سے پہلے یا اسلام سے پہلے زمانہ جاہلیت میں کسی نے یہ حرکت کی تھی تو اس سے اب خدا تعرض نہیں کرتا، حالانکہ اسلام سے پہلے بھی عرب حالتِ احرام میں شکار کو نہایت برا جانتے تھے اس لیے اس پر مؤاخذہ ہونا بیجا نہ تھا کہ جو چیز تمہارے زعم کے موافق جرائم میں داخل تھی اس کا ارتکاب کیوں کیا گیا۔

فائدہ: [۲۳۴] ......یعنی نہ کوئی مجرم اس کے قبضۂ قدرت سے نکل کر بھاگ سکتا ہے اور نہ مقتضائے عدل و حکمت جو جرائم سزا دینے کے قابل ہیں نہ خدا ان سے درگذر کرنے والا ہے۔

فائدہ: [۲۳۵] **دریائی شکار کی اجازت:** ......حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: احرام میں دریا کا شکار یعنی مچھلی حلال ہے اور دریا کا کھانا یعنی جو مچھلی پانی سے جدا ہو کر مر گئی اس نے نہیں پکڑی وہ بھی حلال ہے۔ فرمایا یہ تمہارے فائدہ کو رخصت دی، پھر کوئی نہ سمجھے کہ حج کے طفیل سے حلال ہے۔ فرمایا کہ اور سب مسافروں کے فائدہ کو مچھلی اگرچہ تالاب میں ہو وہ بھی شکار دریا ہے۔ یہ حکم شکار کا معلوم ہوا احرام کے اندر، اور احرام میں قصد ہے مکہ کا اس شہر مکہ اور گرد و پیش میں ہمیشہ شکار مارنا حرام ہے بلکہ شکار کو ڈرانا اور بھگانا بھی۔

جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ وَالشَّهْرَ الْحَرَامَ وَالْهَدْيَ

اللہ نے کر دیا کعبہ کو جو کہ گھر ہے بزرگی والا قیام کا باعث لوگوں کے لئے اور بزرگی والے مہینوں کو اور قربانی کو جو نیاز کعبہ کی ہو ۲۳۶ اور جن

وَالْقَلَآئِدَ ۭ ذٰلِكَ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ

کے گلے میں پٹہ ڈال کر لے جاویں کعبہ کو یہ اس لئے کہ تم جان لو کہ بے شک اللہ کو معلوم ہے جو کچھ ہے آسمانوں اور زمین میں اور

اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿٩٧﴾ اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

اللہ ہر چیز سے خوب واقف ہے ف ۲۳۷ جان لو کہ بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے اور بے شک اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿٩٨﴾ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ﴿٩٩﴾

مہربان ہے ف ۲۳۸ رسول کے ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا اور اللہ کو معلوم ہے جو تم ظاہر میں کرتے ہو اور جو چھپا کر کرتے ہو ف ۲۳۹

قُلْ لَّا يَسْتَوِى الْخَبِيْثُ وَالطَّيِّبُ وَلَوْ اَعْجَبَكَ كَثْرَةُ الْخَبِيْثِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ

تو کہہ دے کہ برابر نہیں ناپاک اور پاک اگرچہ تجھ کو بھلی لگے ناپاک کی کثرت، سو ڈرتے رہو اللہ سے

يٰٓاُولِى الْاَلْبَابِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿١٠٠﴾ ع

اے عقل مندو تا کہ تمہاری نجات ہو ف ۲۴۰

فائدہ: [۲۳۶] **کعبہ شریف کی عظمت و حرمت:** ...... کعبہ شریف دینی اور دنیوی دونوں حیثیت سے لوگوں کے قیام کا باعث ہے، حج و عمرہ تو وہ عبادات ہیں جن کا ادا کرنا براہِ راست کعبہ ہی سے متعلق ہے، لیکن نماز کے لیے بھی استقبال قبلہ شرط ہے، اس طرح کعبہ لوگوں کی دینی عبادات کے قیام کا سبب ہو گیا۔ پھر حج وغیرہ کے موقع پر تمام بلادِ اسلامیہ سے لاکھوں مسلمان جب وہاں جمع ہوتے ہیں تو بے شمار تجارتی، سیاسی، اخلاقی، مذہبی اور روحانی فوائد حاصل کر سکتے ہیں، خدا نے اس جگہ کو ''حرم آمن'' بنایا، اس لیے انسانوں بلکہ بہت جانوروں تک کو وہاں رہ کر امن نصیب ہوتا ہے۔ عہد جاہلیت میں جب کہ ظلم و خونریزی اور فتنہ و فساد محض معمولی بات تھی ایک آدمی اپنے باپ کے قاتل سے بھی حرم شریف میں تعرض نہ کر سکتا تھا۔ مادی حیثیت سے انسان یہ دیکھ کر حیرت زدہ رہ جاتا ہے کہ اس ''وادی غیر ذی زرع'' میں اتنی افراط سے سامان خورد و نوش اور نفیس قسم کے پھل اور میوے کہاں سے کھنچے چلے آتے ہیں، یہ سب حیثیات ﴿قِيٰمًا لِّلنَّاسِ﴾ میں معتبر ہو سکتی ہیں اور سب سے بڑی بات یہ ہے کہ علم الٰہی میں پہلے ہی مقدر ہو چکا تھا کہ نوع انسان کے لیے اسی جگہ سے عالمگیر اور ابدی ہدایت کا چشمہ پھوٹے گا، اور مصلحِ اعظم سید کائنات محمد رسول اللہ ﷺ کے مولد و مسکن مبارک بننے کا شرف بھی سارے جہان میں سے اسی خاک پاک کو حاصل ہوگا۔ ان سب وجوہ سے کعبہ کو ﴿قِيٰمًا لِّلنَّاسِ﴾ کہہ سکتے ہیں، کیونکہ کعبہ تمام روئے زمین کے انسانوں کے حق میں اصلاح اخلاق، تکمیلِ روحانیت، اور علومِ ہدایت کا مرکزی نقطہ ہے اور کسی چیز کا قیام اپنے مرکز کے بدون نہیں ہو سکتا۔ اس کے علاوہ محققین کے نزدیک ﴿قِيٰمًا لِّلنَّاسِ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ کعبہ شریف کا مبارک وجود کل عالم کے قیام اور بقا کا باعث ہے۔ دنیا کی آبادی اسی وقت تک ہے جب تک خانہ کعبہ اور اس کا احترام کرنے والی مخلوق موجود ہے جس وقت خدا کا ارادہ یہ ہوگا کہ کارخانہ عالم کو ختم کیا جائے تو سب کاموں سے پہلے اسی مبارک مکان کو جسے ''بیت اللہ شریف'' کہتے ہیں اٹھا لیا جائیگا، جیسا کہ بنانے کے وقت بھی زمین پر سب سے پہلا مکان یہی بنایا گیا تھا: ﴿اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِيْ بِبَكَّةَ﴾ [آل عمران:۹۶] بخاری کی حدیث میں ہے کہ ایک سیاہ فام حبشی (جسے ذو السویقتین کے لقب سے ذکر فرمایا ہے) عمارتِ کعبہ کا ایک ایک پتھر اکھیڑ کر ڈال دے گا۔ جب تک خدا کو اس دنیا کا نظام قائم رکھنا منظور ہے کوئی طاقتور سے طاقتور قوم جس کا مقصد کعبہ کو ہدم کرنا ہو، اپنے اس ناپاک ارادہ میں کامیاب نہیں ہو سکتی، اصحاب فیل کا قصہ تو ہر شخص نے سنا ہے لیکن ان کے بعد بھی ہر زمانہ میں کتنی قوموں اور شخصوں نے ایسے منصوبے باندھے ہیں اور باندھتے رہتے ہیں۔ یہ محض خدائی حفاظت

اور اسلام کی صداقت کا عظیم الشان نشان ہے کہ باوجود سامان و اسباب ظاہرہ کے فقدان کے آج تک کوئی شخص اس ابلیسانہ مقصد میں کامیاب نہ ہو سکا اور نہ ہو سکے گا اور جب عمارت کعبہ کے گرا دینے میں قدرت کی طرف سے مزاحمت نہ رہے گی تو سمجھ لو کہ عالم کی ویرانی کا حکم آن پہنچا، دنیا کی حکومتیں اپنے دار السلطنت اور قصر شاہی کی حفاظت کیلئے لاکھوں سپاہی کٹوا دیتی ہیں لیکن اگر کبھی خود ہی قصر شاہی کو کسی مصلحت سے تبدیل یا ترمیم کرنا چاہیں تو معمولی مزدوروں سے اسکے گرا دینے کا کام لے لیا جاتا ہے۔ شاید اس لیے امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے "باب ﴿جَعَلَ اللّٰهُ الْكَعْبَةَ الْبَيْتَ الْحَرَامَ قِيٰمًا لِّلنَّاسِ﴾ الآیۃ" میں ذو السویقتین کی حدیث درج کر کے ﴿قِيٰمًا لِّلنَّاسِ﴾ کے اسی مطلب کی طرف اشارہ کیا ہے جو ہم نقل کر چکے ہیں (نبہ علیہ شیخنا المترجم قدس اللہ سرہٗ فی دروس البخاری) بہر حال آیت زیر بحث میں احکام "محرم" بیان فرمانے کے بعد کعبہ شریف کی عظمت و حرمت بیان کرنا مقصود ہے۔ پھر "کعبہ" اور "احرام" کی مناسبت سے "شہر حرام" اور "ہدی" و "قلائد" کا بھی ذکر فرما دیا جیسا کہ اسی سورت کے شروع میں ﴿غَيْرَ مُحِلِّي الصَّيْدِ وَاَنْتُمْ حُرُمٌ﴾ [مائدہ:۱] کے ساتھ ﴿لَا تُحِلُّوْا شَعَآئِرَ اللّٰهِ وَلَا الشَّهْرَ الْحَرَامَ وَلَا الْهَدْيَ وَلَا الْقَلَآئِدَ﴾ [مائدہ:۲] کو ملحق فرمایا تھا۔ واللہ اعلم!

فَائِدَة: [۲۳۷]...... یعنی کعبہ وغیرہ کے ﴿قِيٰمًا لِّلنَّاسِ﴾ بنانے میں جن مصالح دینی و دنیوی کی رعایت فرمائی اور بظاہر بالکل خلاف قیاس جو عظیم الشان پیشین گوئی کی گئی وہ اس کی دلیل ہے کہ آسمان و زمین کی کوئی چیز حق تعالیٰ کے غیر محدود علم کے احاطہ سے باہر نہیں ہو سکتی۔

فَائِدَة: [۲۳۸]...... یعنی جو احکام حالت احرام یا احترام کعبہ وغیرہ کے متعلق دیئے گئے اگر ان کی عمداً خلاف ورزی کرو گے تو سمجھ لو کہ خدا کا عذاب بہت سخت ہے اور بھول چوک سے کچھ تقصیر ہو جائے پھر کفارہ وغیرہ سے اس کی تلافی کر لو تو بیشک وہ بڑا بخشنے والا اور مہربان بھی ہے۔

فَائِدَة: [۲۳۹]...... پیغمبر ﷺ نے خدا کا قانون اور پیام پہنچا کر اپنا فرض ادا کر دیا اور خدا کی حجت بندوں پر تمام ہو چکی اب ظاہر و باطن میں جیسا عمل کرو گے وہ سب خدا کے سامنے ہے، حساب و جزا کے وقت ذرہ ذرہ تمہارے سامنے رکھ دیا جائے گا۔

فَائِدَة: [۲۴۰] طیب اور خبیث یکساں نہیں:...... اس رکوع سے پہلے رکوع میں فرمایا تھا کہ طیبات کو حرام مت ٹھہراؤ بلکہ ان سے اعتدال کے ساتھ تمتع کرو۔ اس مضمون کی تکمیل کے بعد خمر وغیرہ چند ناپاک اور خبیث چیزوں کی حرمت بیان فرمائی، اسی سلسلے میں مُحرِم کے شکار کو حرام کیا یعنی جس طرح خمر، میتہ وغیرہ خبیث چیزیں ہیں اسی طرح مُحرِم کے شکار کو سمجھو۔ مُحرِم کی مناسبت سے چند ضمنی چیزوں کا بیان فرمانے کے بعد اب متنبہ فرماتے ہیں کہ طیب اور خبیث یکساں نہیں ہو سکتے، تھوڑی چیز اگر طیب و حلال ہو وہ بہت سی خبیث و حرام چیز سے بہتر ہے، عقلمند کو چاہیے کہ ہمیشہ طیب و حلال کو اختیار کرے گندی اور خراب چیزوں کی طرف خواہ وہ دیکھنے میں کتنی ہی زیادہ ہوں اور بھلی لگیں نظر نہ اٹھائے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْـَٔلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ اِنْ تُبْدَ لَكُمْ تَسُؤْكُمْ ۚ وَاِنْ تَسْـَٔلُوْا

اے ایمان والو مت پوچھو ایسی باتیں کہ اگر تم پر کھولی جاویں تو تم کو بری لگیں اور اگر پوچھو گے یہ باتیں ایسے وقت میں

عَنْهَا حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَكُمْ ؕ عَفَا اللّٰهُ عَنْهَا ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۰۱﴾ قَدْ

کہ قرآن نازل ہو رہا ہے تو تم پر ظاہر کر دی جاویں گی ف ۲۴۱ اللہ نے ان سے درگزر کی ہے ف ۲۴۲ اور اللہ بخشنے والا تحمل والا ہے ایسی

سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۰۲﴾ مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ

باتیں پوچھ چکی ہے ایک جماعت تم سے پہلے پھر ہو گئے ان باتوں سے منکر ف ۲۴۳ نہیں مقرر کیا اللہ نے بحیرہ

وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ

اور نہ سائبہ اور نہ وصیلہ اور نہ حامی، لیکن کافر باندھتے ہیں اللہ

الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۱۰۳

پر بہتان اور ان میں اکثروں کو عقل نہیں ف ۲۴۴

فائدہ:[۲۴۱] فضول اور بے ضرورت سوالات کی ممانعت:...... پچھلے دو رکوع کا حاصل احکام دینیہ میں غلو اور تساہل سے روکنا تھا۔ یعنی جو طیبات خدا نے حلال کی ہیں ان کو اپنے اوپر حرام مت ٹھہراؤ اور جو چیزیں خبیث و حرام ہیں خواہ دائمی طور پر یا خاص احوال و اوقات میں ان سے پوری طرح اجتناب کرو۔ ان آیات میں تنبیہ فرما دی کہ جو چیزیں شارع نے تصریحاً بیان نہیں فرمائیں ان کے متعلق فضول اور دُور ازکار سوالات مت کیا کرو، جس طرح تحلیل و تحریم کے سلسلہ میں شارع کا بیان موجب ہدایت و بصیرت ہے، اس کا سکوت بھی ذریعۂ رحمت و سہولت ہے، خدا نے جس چیز کو کمال حکمت و عدل سے حلال یا حرام کر دیا وہ حلال یا حرام ہو گئی اور جس سے سکوت کیا اس میں گنجائش اور توسیع رہی، مجتہدین کو اجتہاد کا موقع ملا عمل کرنے والے اس کے فعل و ترک میں آزاد رہے۔ اب اگر ایسی چیزوں کی نسبت خواہ مخواہ کھود کرید اور بحث و سوال کا دروازہ کھولا جائے گا بحالیکہ قرآن شریف نازل ہو رہا ہے اور تشریع کا باب مفتوح ہے تو بہت ممکن ہے کہ سوالات کے جواب میں بعض ایسے احکام نازل ہو جائیں جن کے بعد تمہاری یہ آزادی اور گنجائش اجتہاد باقی نہ رہے، پھر یہ سخت شرم کی بات ہوگی کہ جو چیز خود مانگ کر لی ہے اس کو نباہ نہ سکیں۔ سنت اللہ یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب کسی معاملہ میں بکثرت سوال اور کھود کرید کی جائے اور خواہ مخواہ شقوق و احتمالات نکالے جائیں تو ادھر سے تشدید (سختی) بڑھتی جاتی ہے کیونکہ اس طرح کے سوالات ظاہر کرتے ہیں کہ گویا سائلین کو اپنے نفس پر بھروسہ ہے اور جو حکم ملے گا اس کے اٹھانے کے لیے وہ بہمہ وجوہ تیار ہیں، اس قسم کا دعویٰ جو بندہ کے ضعف و افتقار کے مناسب نہیں، مستحق بنا دیتا ہے کہ ادھر سے حکم میں کچھ سختی ہو اور جتنا یہ اپنے کو قابل ظاہر کرتا ہے اسی کے موافق امتحان بھی سخت ہو، چنانچہ بنی اسرائیل کے "ذبح بقرہ" والے قصہ میں ایسا ہی ہوا۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اے لوگو! خدا نے تم پر حج فرض کیا ہے، ایک شخص بول اٹھا: کیا ہر سال یا رسول اللہ! فرمایا: اگر میں (ہاں) کہہ دیتا تو ہر سال واجب ہو جاتا پھر تم ادا نہ کر سکتے، جس چیز میں میں تم کو "آزاد" چھوڑوں تم بھی مجھ کو چھوڑ دو۔ ایک حدیث میں فرمایا کہ مسلمانوں میں وہ شخص بڑا مجرم ہے جس کے سوالات کی بدولت ایسی چیز حرام کی گئی جو حرام نہ تھی۔ بہر حال یہ آیت احکام شرعیہ کے باب میں اس طرح کے دور ازکار اور بے ضرورت سوالات کا دروازہ بند کرتی ہے۔ باقی بعض احادیث میں جو یہ مذکور ہے کہ "کچھ لوگ نبی کریم ﷺ سے جزئی واقعات کے متعلق لغو سوال کرتے تھے ان کو روکا گیا" وہ ہماری تقریر کے مخالف نہیں۔ ہم ﴿لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْيَآءَ﴾ میں ﴿اَشْيَآءَ﴾ کو عام رکھتے ہیں جو واقعات و احکام دونوں کو شامل ہے اور ﴿تَسُؤْكُمْ﴾ میں بھی جو برا لگنے کے معنی پر مشتمل ہے تعمیم رکھی جائے۔ حاصل یہ ہوگا کہ نہ احکام کے باب میں فضول سوالات کیا کرو اور نہ واقعات کے سلسلہ میں کیونکہ ممکن ہے جو جواب آئے وہ تم کو ناگوار ہو مثلاً کوئی سخت حکم آیا یا کوئی قید بڑھ گئی، یا ایسے واقعہ کا اظہار ہوا جس سے تمہاری فضیحت ہو، یا بیہودہ سوالات پر ڈانٹ بتلائی گئی، یہ سب احتمالات ﴿تَسُؤْكُمْ﴾ کے تحت میں داخل ہیں۔ باقی ضروری بات پوچھنے یا شبہ ناشی عن دلیل کے رفع کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں۔

فائدہ:[۲۴۲] اصل اشیاء میں اباحت ہے:...... یا تو مراد یہ ہے کہ ان اشیاء سے درگذر کی، یعنی جب خدا نے ان کے متعلق کوئی حکم نہ دیا تو انسان ان کے بارہ میں آزاد ہے خدا ایسی چیزوں پر گرفت نہ کرے گا۔ چنانچہ اسی سے بعض علمائے اصول نے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اصل

اشیاء میں اباحت ہے اور یا یہ کہ ان فضول سوالات سے جو پہلے کر چکے ہو، اللہ نے درگذر کی، آیندہ احتیاط رکھو۔

فَائِدَة: [۲۴۳]......حدیث صحیح میں ہے کہ پہلی قومیں کثرت سوال اور انبیاء علیہم السلام سے اختلاف کرنے کی بدولت ہلاک ہوئیں۔

فَائِدَة: [۲۴۴] جاہلانہ رسمیں اور شعائر شرک:...... بحیرہ، سائبہ، وصیلہ، حامی یہ سب زمانۂ جاہلیت کے رسوم و شعائر سے متعلق ہیں مفسرین نے ان کی تفسیر میں بہت اختلاف کیا ہے۔ ممکن ہے ان میں سے ہر ایک لفظ کا اطلاق مختلف صورتوں پر ہوتا ہو، ہم صرف سعید بن المسیب رحمۃ اللہ علیہ کی تفسیر صحیح بخاری سے نقل کرتے ہیں: "بحیرہ" جس جانور کا دودھ بتوں کے نام کر دیتے تھے کوئی اپنے کام میں نہ لاتا تھا۔ "سائبہ" جو جانور بتوں کے نام پر ہمارے زمانہ کے سانڈھ کی طرح چھوڑ دیا جاتا تھا۔ "وصیلہ" جو اونٹنی مسلسل مادہ بچہ جنے درمیان میں نر بچہ پیدا نہ ہوا سے بھی بتوں کے نام پر چھوڑ دیتے تھے۔ "حامی" نر اونٹ جو ایک خاص عدد سے جفتی کر چکا ہو اسے بھی بتوں کے نام پر چھوڑتے تھے۔ علاوہ اس کے کہ یہ چیزیں شعائر شرک میں سے تھیں، جس جانور کے گوشت یا دودھ یا سواری وغیرہ سے منتفع ہونے کو حق تعالیٰ نے جائز رکھا اس کی حلت و حرمت پر اپنی طرف سے قیود لگانا، گویا اپنے لیے منصب تشریع تجویز کرنا تھا اور بڑی ستم ظریفی یہ تھی کہ اپنی ان مشرکانہ رسوم کو حق تعالیٰ کی خوشنودی اور قربت کا ذریعہ تصور کرتے تھے۔ اس کا جواب دیا گیا کہ اللہ نے ہرگز یہ رسوم مقرر نہیں کیں، ان کے بڑوں نے خدا پر یہ بہتان باندھا اور اکثر بے عقل عوام نے اسے قبول کر لیا۔ الغرض یہاں تنبیہ کی گئی کہ جس طرح فضول و بیکار سوالات کر کے احکام شرعیہ میں تنگی اور سختی کرانا جرم ہے اس سے کہیں بڑھ کر یہ جرم ہے کہ بدون حکم شارع کے محض اپنی آراء و اہواء سے حلال و حرام تجویز کر لیے جائیں۔

وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ تَعَالَوْا اِلٰى مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا وَجَدْنَا

اور جب کہا جاتا ہے ان کو آؤ اس کی طرف جو کہ اللہ نے نازل کیا اور رسول کی طرف تو کہتے ہیں ہم کو کافی ہے وہ جس پر پایا ہم نے اپنے

عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا ؕ اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۰۴﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ

باپ دادوں کو، بھلا اگر ان کے باپ دادے نہ کچھ علم رکھتے ہوں اور نہ راہ جانتے ہوں تو بھی ایسا ہی کریں گے ف۲۴۵ اے ایمان والو

اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ؕ اِلَى اللّٰهِ

تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو کوئی گمراہ ہوا جب کہ تم ہوئے راہ پر ف۲۴۶ اللہ کے پاس لوٹ کر جانا ہے

مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا شَهَادَةُ

تم سب کو پھر وہ جتلا دے گا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے ف۲۴۷ اے ایمان والو گواہ درمیان تمہارے

بَيْنِكُمْ اِذَا حَضَرَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ حِيْنَ الْوَصِيَّةِ اثْنٰنِ ذَوَا عَدْلٍ مِّنْكُمْ اَوْ

جب کہ پہنچے کسی کو تم میں موت وصیت کے وقت دو شخص معتبر ہونے چاہئیں ف۲۴۸ تم میں سے ف۲۴۹ یا

اٰخَرٰنِ مِنْ غَيْرِكُمْ اِنْ اَنْتُمْ ضَرَبْتُمْ فِي الْاَرْضِ فَاَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةُ

دو شاہد اور ہوں تمہارے سوا ف۲۵۰ اگر تم نے سفر کیا ہو ملک میں پھر پہنچے تم کو مصیبت موت کی، تو کھڑا کرو

الْمَوْتِ ؕ تَحْبِسُوْنَهُمَا مِنْۢ بَعْدِ الصَّلٰوةِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ اِنِ ارْتَبْتُمْ لَا نَشْتَرِيْ

ان دونوں کو بعد نماز کے ف۲۵۱ وہ دونوں قسم کھاویں اللہ کی اگر تم کو شبہ پڑے کہیں کہ ہم نہیں لیتے قسم کے بدلے

بِهٖ ثَمَنًا وَّلَوْ كَانَ ذَا قُرْبٰى ۙ وَلَا نَكْتُمُ شَهَادَةَ ۙ اللّٰهِ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الْاٰثِمِيْنَ ﴿۱۰۶﴾

مال اگرچہ کسی کو ہم سے قرابت بھی ہو اور ہم نہیں چھپاتے اللہ کی گواہی نہیں تو ہم بے شک گناہ گار ہیں ف۲۵۲

فَاِنْ عُثِرَ عَلٰۤى اَنَّهُمَا اسْتَحَقَّاۤ اِثْمًا فَاٰخَرٰنِ يَقُوْمٰنِ مَقَامَهُمَا مِنَ الَّذِيْنَ

پھر اگر خبر ہو جاوے کہ وہ دونوں حق بات دبا گئے تو دو گواہ اور کھڑے ہوں ان کی جگہ ف۲۵۳ ان میں سے کہ جن کا حق دبا ہے

اسْتَحَقَّ عَلَيْهِمُ الْاَوْلَيٰنِ فَيُقْسِمٰنِ بِاللّٰهِ لَشَهَادَتُنَاۤ اَحَقُّ مِنْ شَهَادَتِهِمَا وَمَا

جو سب سے زیادہ قریب ہوں میت کے پھر قسم کھاویں اللہ کی کہ ہماری گواہی تحقیقی ہے پہلوں کی گواہی سے اور ہم

اعْتَدَيْنَاۤ ۖ اِنَّاۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۷﴾

نے زیادتی نہیں کی نہیں تو ہم بے شک ظالم ہیں ف۲۵۴

فَائِدَة: [۲۴۵] **جاہلوں کی راہ چلنا عبث ہے:**...... حجت یہ ہی ہوتی ہے کہ جو کام باپ دادا سے ہوتا آیا ہے اس کا خلاف کیسے کریں۔ ان کو بتلایا گیا کہ اگر تمہارے اسلاف بے عقلی یا بیراہی سے قعرِ ہلاکت [ہلاکت کی گڑھا] میں جا گرے ہوں تو کیا پھر بھی تم ان ہی کی راہ چلو گے؟ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''باپ کا حال معلوم ہو کہ حق کا تابع اور صاحب علم تھا تو اس کی راہ پکڑے، نہیں تو عبث ہے۔'' یعنی کیف ما اتفق ہر کسی کی کورانہ تقلید جائز نہیں۔

فَائِدَة: [۲۴۶] **وضاحت اور تنبیہ:**...... یعنی اگر کفار رسومِ شرکیہ اور آباؤ اجداد کی اندھی تقلید سے باوجود اس قدر نصیحت و فہمائش کے باز نہیں آتے تو تم زیادہ اس غم میں مت پڑو، کسی کی گمراہی سے تمہارا کوئی نقصان نہیں بشرطیکہ تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو۔ سیدھی راہ یہ ہی ہے کہ آدمی ایمان و تقویٰ اختیار کرے، خود برائی سے رُکے اور دوسروں کو روکنے کی امکانی کوشش کرے، پھر بھی اگر لوگ برائی سے نہ رکیں تو اس کا کوئی نقصان نہیں۔ اس آیت سے یہ سمجھ لینا کہ جب ایک شخص اپنا نماز روزہ ٹھیک کر لے تو ''امر بالمعروف'' چھوڑ دینے سے اسے کوئی مضرت نہیں ہوتی سخت غلطی ہے، لفظ ''اھتداء'' امر بالمعروف وغیرہ تمام وظائف ہدایت کو شامل ہے۔ اس آیت میں گو روئے سخن بظاہر مسلمانوں کی طرف ہے لیکن ان کفار کو بھی متنبہ کرنا ہے جو باپ دادا کی کورانہ تقلید پر اڑے ہوئے تھے، یعنی اگر تمہارے باپ دادا راہ حق سے بھٹک گئے تو ان کی تقلید میں اپنے کو جان بوجھ کر کیوں ہلاک کرتے ہو؟ انہیں چھوڑ کر تم اپنی عاقبت کی فکر کرو اور نفع و نقصان کو سمجھو، باپ دادا اگر گمراہ ہوں اور اولاد ان کے خلاف راہِ حق پر چلنے لگے تو آباؤ اجداد کی یہ مخالفت اولاد کو قطعاً مضر نہیں۔ یہ خیالات محض جہالت کے ہیں کہ کسی حال بھی آدمی باپ دادا کے طریقہ سے قدم باہر نہ رکھے، رکھے گا تو ناک کٹ جائے گی، عقل مند کو چاہیے کہ انجام کا خیال کرے، سب اگلے پچھلے جب خدا کے سامنے اکٹھے پیش ہوں گے تب ہر ایک کو اپنا عمل اور انجام نظر آ جائے گا۔

فَائِدَة: [۲۴۷]...... یعنی جو گمراہ رہا اور جس نے راہ پائی سب کے نیک و بد اعمال اور ان کے نتائج سامنے کر دیئے جائیں گے۔

فَائِدَة:[۲۴۸] وصیت کے احکام وہدایت:......یعنی بہتر یہ ہے۔ باقی اگر دو نہ ہوں یا معتبر نہ ہوں تب بھی ''وصی'' بنا سکتا ہے اور گواہ سے مراد یہاں وصی ہے، اس کے اقرار و اظہار کو گواہی سے تعبیر فرما دیا۔

فَائِدَة:[۲۴۹]......یعنی مسلمانوں میں سے۔

فَائِدَة:[۲۵۰]......یعنی غیر مسلم۔

فَائِدَة:[۲۵۱]......یعنی نماز عصر کے بعد کہ وہ وقت اجتماع اور قبول کا ہے شاید ڈر کر جھوٹی قسم نہ کھائیں، یا کسی نماز کے بعد، یا وصی جس مذہب کے ہوں ان کی نماز کے بعد۔

فَائِدَة:[۲۵۲]......یعنی جب خدا کے پاس سب کو جانا ہے تو جانے سے پہلے سب کام ٹھیک کر لو، اسی میں سے ایک اہم کام ضروری اُمور کی وصیت اور اس کے متعلقات ہیں۔ ان آیات میں وصیت کا بہترین طریقہ تلقین فرمایا ہے یعنی مسلمان اگر مرتے وقت کسی کو اپنا مال وغیرہ حوالہ کرے تو بہتر ہے کہ دو معتبر مسلمانوں کو گواہ کرے، مسلمان اگر نہ ملیں جیسے سفر وغیرہ میں اتفاق ہو جاتا ہے، تو دو کافروں کو وصی بنائے، پھر اگر وارثوں کو شبہ پڑ جائے کہ ان شخصوں نے کچھ مال چھپا لیا اور وارث دعویٰ کر دیں اور دعوے کے ساتھ شاہد موجود نہ ہوں تو وہ دونوں شخص قسم کھائیں کہ ہم نے نہیں چھپایا اور ہم کسی طمع یا قرابت کی وجہ سے جھوٹ نہیں کہہ سکتے، اگر کہیں تو گناہ گار ہیں۔

فَائِدَة:[۲۵۳]......ایک ہو تب بھی مضائقہ نہیں۔

فَائِدَة:[۲۵۴] شان نزول:......یعنی اگر قرائن و آثار سے اوصیاء کی قسم کا جھوٹ ہونا معلوم ہو اور وہ بذریعہ شہادت شرعی اپنی سچائی ثابت نہ کر سکیں تو میت کے وارثوں کو قسم دی جائے گی کہ ان کو اوصیاء کے دعوے کی واقعیت کا کوئی علم نہیں اور یہ کہ ان کی گواہی اوصیاء کی گواہی سے زیادہ احق بالقبول ہے۔ ان آیات کی شانِ نزول یہ ہے کہ ایک شخص ''بدیل'' نامی جو مسلمان تھا دو شخصوں ''تمیم وعدی'' کے ساتھ جو اُس وقت نصرانی تھے بغرضِ تجارت ملک شام کی طرف گیا۔ شام پہنچ کر بدیل بیمار پڑ گیا، اس نے اپنے مال کی فہرست لکھ کر اسباب میں رکھ دی اور اپنے دونوں رفیقوں کو اطلاع نہ کی، مرض جب زیادہ بڑھا تو اس نے دونوں نصرانی رفقاء کو وصیت کی کہ کل سامان میرے وارثوں کو پہنچا دینا۔ انہوں نے سب سامان لا کر وارثوں کے حوالہ کر دیا، مگر چاندی کا ایک پیالہ جس پر سونے کا ملمع یا نقش و نگار تھے اس میں سے نکال لیا۔ وارثوں کو فہرست اسباب میں سے دستیاب ہوئی، انہوں نے اوصیاء سے پوچھا کہ میت نے کچھ مال فروخت کیا تھا یا کچھ زیادہ بیمار رہا کہ معالجہ وغیرہ میں کچھ خرچ ہوا ہو؟ ان دونوں نے اس کا جواب نفی میں دیا۔ آخر معاملہ نبی کریم ﷺ کی عدالت میں پیش ہوا۔ چونکہ وارثوں کے پاس گواہ نہ تھے تو ان دونوں نصرانیوں سے قسم لی گئی کہ ہم نے میت کے مال میں کسی طرح کی خیانت نہیں کی، نہ کوئی چیز اس کی چھپائی۔ آخر قسم پر فیصلہ ان کے حق میں کر دیا گیا۔ کچھ مدت کے بعد ظاہر ہوا کہ وہ پیالہ ان دونوں نے مکہ میں کسی سنار کے ہاتھ فروخت کیا ہے جب سوال ہوا تو کہنے لگے کہ وہ ہم نے میت سے خرید لیا تھا چونکہ خریداری کے گواہ موجود نہ تھے اس لیے ہم نے پہلے اس کا ذکر نہیں کیا مبادا ہماری تکذیب کر دی جائے۔ میت کے وارثوں نے پھر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں مرافعہ کیا۔ اب پہلی صورت کے برعکس اوصیاء خریداری کے مدعی اور وارث منکر تھے۔ شہادت موجود نہ ہونے کی وجہ سے وارثوں میں سے دو شخصوں نے جو میت سے قریب تر تھے قسم کھائی کہ پیالہ میت کی ملک تھا اور یہ دونوں نصرانی اپنی قسم میں جھوٹے ہیں۔ چنانچہ جس قیمت پر انہوں نے فروخت کیا تھا (ایک ہزار درہم) وہ وارثوں کو دلائی گئی۔

ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يَّاْتُوْا بِالشَّهَادَةِ عَلٰى وَجْهِهَآ اَوْ يَخَافُوْٓا اَنْ تُرَدَّ اَيْمَانٌۢ بَعْدَ

اس میں امید ہے کہ ادا کریں شہادت کو ٹھیک طرح پر اور ڈریں کہ الٹی پڑے گی قسم ہماری ان کی قسم

اَيۡمَانِهِمۡ ؕ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاسۡمَعُوۡا ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡفٰسِقِيۡنَ ۝۱۰۸ يَوۡمَ

کے بعد ف۲۵۵ اور ڈرتے رہو اللہ سے اور سن رکھو اور اللہ نہیں چلاتا سیدھی راہ پر نافرمانوں کو ف۲۵۶ جس دن

يَجۡمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ فَيَقُوۡلُ مَاذَاۤ اُجِبۡتُمۡ ؕ قَالُوۡا لَا عِلۡمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنۡتَ عَلَّامُ

اللہ جمع کرے گا سب پیغمبروں کو پھر کہے گا تم کو کیا جواب ملا تھا ف۲۵۷ وہ کہیں گے ہم کو خبر نہیں ف۲۵۸ تو ہی ہے چھپی باتوں

الۡغُيُوۡبِ ۝۱۰۹ اِذۡ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ اذۡكُرۡ نِعۡمَتِىۡ عَلَيۡكَ وَعَلٰى

کو جاننے والا جب کہے گا اللہ ف۲۵۹ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے یاد کر میرا احسان جو ہوا ہے تجھ پر

وَالِدَتِكَ ۘ اِذۡ اَيَّدْتُّكَ بِرُوۡحِ الۡقُدُسِ ۛ تُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الۡمَهۡدِ وَكَهۡلًا ۚ وَاِذۡ

اور تیری ماں پر ف۲۶۰ جب مدد کی میں نے تیری روح پاک سے تو کلام کرتا تھا لوگوں سے گود میں اور بڑی عمر میں اور جب

عَلَّمۡتُكَ الۡـكِتٰبَ وَالۡحِكۡمَةَ وَالتَّوۡرٰٮةَ وَالۡاِنۡجِيۡلَ ۚ وَاِذۡ تَخۡلُقُ مِنَ الطِّيۡنِ

سکھائی میں نے تجھ کو کتاب اور تہ کی باتیں اور تورات اور انجیل اور جب تو بناتا تھا گارے سے

كَهَيۡـئَةِ الطَّيۡرِ بِاِذۡنِىۡ فَتَنۡفُخُ فِيۡهَا فَتَكُوۡنُ طَيۡرًاۢ بِاِذۡنِىۡ وَتُبۡرِئُ الۡاَكۡمَهَ

جانور کی صورت میرے حکم سے پھر پھونک مارتا تھا اس میں تو ہو جاتا اڑنے والا میرے حکم سے اور اچھا کرتا تھا مادر زاد اندھے کو

وَالۡاَبۡرَصَ بِاِذۡنِىۡ ۚ وَاِذۡ تُخۡرِجُ الۡمَوۡتٰى بِاِذۡنِىۡ ۚ وَاِذۡ كَفَفۡتُ بَنِىۡۤ اِسۡرٰٓءِيۡلَ عَنۡكَ

اور کوڑھی کو میرے حکم سے اور جب نکال کھڑا کرتا تھا مردوں کو میرے حکم سے ف۲۶۱ اور جب روکا میں نے بنی اسرائیل کو تجھ سے جب تو

اِذۡ جِئۡتَهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ فَقَالَ الَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا مِنۡهُمۡ اِنۡ هٰذَاۤ اِلَّا سِحۡرٌ مُّبِيۡنٌ ۝۱۱۰

لے کر آیا ان کے پاس نشانیاں تو کہنے لگے جو کافر تھے ان میں اور کچھ نہیں یہ تو جادو ہے صریح ف۲۶۲

فائدہ:[۲۵۵]......یعنی وارثوں کو شبہ پڑے تو قسم دینے کا حکم رکھا اس لیے کہ قسم سے ڈر کر اوّل ہی جھوٹ نہ ظاہر کریں پھر اگر ان کی بات جھوٹ نکلے تو وارث قسم کھائیں۔ یہ بھی اسی واسطے کہ وہ قسم میں دغا نہ کریں، جانیں کہ آخر ہماری قسم الٹی پڑے گی، کذا فی موضح القرآن۔

فائدہ:[۲۵۶]......خدا کی نافرمانی کرنے والا انجام کار رسوا اور ذلیل ہی ہوتا ہے حقیقی کامیابی کا چہرہ نہیں دیکھتا۔

فائدہ:[۲۵۷] محشر میں پیغمبروں سے سوال:......یہ سوال محشر میں اُمتوں کے روبرو پیغمبروں سے کیا جائے گا کہ دنیا میں جب تم انکے پاس پیغام حق لے کر گئے تو انہوں نے کیا جواب دیا اور کہاں تک دعوتِ الٰہی کی اجابت کی؟ گذشتہ رکوع میں بتلایا تھا کہ خدا کے یہاں جانے سے پہلے بذریعہ وصیت وغیرہ یہاں کا انتظام ٹھیک کرلو، اب متنبہ فرماتے ہیں کہ وہاں کی جوابدہی کے لیے تیار رہو۔

فائدہ:[۲۵۸] جواب اور جواب کا مطلب:......محشر کے ہولناک دن میں جب خدائے قہار کی شانِ جلالی کا انتہائی ظہور ہوگا، اکابرو

اعاظم کے بھی ہوش بجانہ رہیں گے، اولوالعزم انبیاء علیہم السلام کی زبان پر نفسی نفسی ہوگا۔ اُس وقت انتہائی خوف وخشیت سے حق تعالیٰ کے سوال کا جواب ﴿لَا عِلْمَ لَنَا﴾ (ہمیں کچھ خبر نہیں) کے سوا نہ دے سکیں گے پھر جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے طفیل میں سب کی طرف خدا کی نظر لطف و رحمت ہوگی تب کچھ عرض کرنے کی جرأت کریں گے، حسن ومجاہد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے ایسا ہی منقول ہے۔ لیکن ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک ﴿لَا عِلْمَ لَنَا﴾ کا مطلب یہ ہے کہ خداوندا! تیرے علم کامل ومحیط کے سامنے ہمارا علم کچھ بھی نہیں، گویا یہ الفاظ "تادب مع اللہ" کے طور پر کہے۔ ابن جریج کے نزدیک ﴿لَا عِلْمَ لَنَا﴾ سے یہ مراد ہے کہ ہم کو معلوم نہیں کہ ہمارے پیچھے انہوں نے کیا کچھ کیا، ہم صرف انہی افعال واحوال پر مطلع ہوسکتے ہیں جو ہمارے سامنے ظاہری طور پر پیش آئے تھے، بواطن وسرائر کا علم علام الغیوب ہی کو ہے۔ آیندہ رکوع میں حضرت مسیح علیہ السلام کی زبانی جو جواب نقل فرمایا ہے: ﴿وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا﴾ [آیت: ۱۱۷] اس سے آخری معنی کی تائید ہوتی ہے۔ اور صحیح حدیث میں ہے کہ جب حوض پر بعض لوگوں کی نسبت حضور صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں گے ھٰؤلاء اصحابی تو جواب ملے گا: لا تدری ما احدثوا بعدک یعنی آپ کو خبر نہیں کہ آپ کے پیچھے انہوں نے کیا حرکات کیں۔

فَائِدَہ: [۲۵۹] ......غالباً یہ پورا رکوع آنے والے رکوع کی تمہید ہے۔ احسانات یاد دلا کر وہ سوال ہوگا جو آیندہ رکوع میں مذکور ہے۔

فَائِدَہ: [۲۶۰] **تذکیر احسانات:** ......اوّل تو اولاد پر احسان کرنا من وجہ ماں پر احسان ہے، دوسرے ظالم لوگ جو تہمت مریم صدیقہ پر لگاتے تھے حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو ان کی برأت ونزاہت کے لیے برہان مبین بنایا اور تولد مسیح سے پہلے اور بعد عجیب وغریب نشانات حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو دکھلائے جو ان کی تقویت وتسکین کا باعث ہوئے۔ یہ احسانات بلاواسطہ ان پر تھے۔

فَائِدَہ: [۲۶۱] **فضائل مسیح علیہ السلام:** ......گود میں جو کلام کیا اسکا ذکر سورۂ مریم میں آئیگا: ﴿اِنِّىْ عَبْدُ اللّٰهِ ۗ اٰتٰىنِىَ الْكِتٰبَ﴾ الی آخرہ [مریم: ۳۰] تعجب ہے کہ عیسائیوں نے حضرت مسیح علیہ السلام کے "تکلم فی المھد" کا کچھ ذکر نہیں کیا، البتہ یہ لکھا ہے کہ بارہ برس کی عمر میں یہود کے سامنے انہوں نے ایسی حکیمانہ دلائل وبراہین بیان فرمائیں کہ تمام علماء عاجز ومبہوت رہ گئے اور سامعین عش عش کرنے لگے۔ یوں تو "روح القدس" سے حسب مراتب سب انبیاء علیہم السلام بلکہ بعض مومنین کی بھی تائید ہوتی ہے لیکن حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو جن کا وجود ہی "نفخۂ جبریلیہ" سے ہوا، کوئی خاص قسم کی فطری مناسبت اور تائید حاصل ہے جسے تفضیل انبیاء کے صدد میں [ذیل میں ساتھ ساتھ] بیان فرمایا گیا: ﴿تِلْكَ الرُّسُلُ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۘ مِنْهُمْ مَّنْ كَلَّمَ اللّٰهُ وَرَفَعَ بَعْضَهُمْ دَرَجٰتٍ ۭ وَاٰتَيْنَا عِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ الْبَيِّنٰتِ وَاَيَّدْنٰهُ بِرُوْحِ الْقُدُسِ﴾ [بقرہ: ۲۵۳] "روح القدس" کی مثال "عالم ارواح" میں ایسی سمجھو جیسے عالم مادیات میں قوتِ کہربائیہ (بجلی) کا خزانہ، جس وقت اس خزانہ کا مدیر، معین اصول کے موافق کرنٹ چھوڑتا اور جن اشیاء میں بجلی کا اثر پہنچاتا ہے، ان کا کنکشن درست کر دیتا ہے تو فوراً خاموش اور ساکن مشینیں بڑے زور سے گھومنے لگتی ہیں۔ اگر کسی مریض پر بجلی کا عمل کیا گیا تو مشلول اعضاء اور بے حس ہو جانے والے اعصاب میں بجلی کے پہنچنے سے حس وحرکت پیدا ہو جاتی ہے۔ بعض اوقات ایسے بیمار کے حلقوم میں جس کی زبان بالکل بند ہوگئی ہو قوتِ کہربائیہ کے پہنچانے سے قوت گویائی واپس کی گئی ہے حتیٰ کہ بعض غالی ڈاکٹروں نے تو یہ دعویٰ کر دیا کہ ہر قسم کی بیماری کا علاج قوتِ کہربائیہ سے کیا جاسکتا ہے۔ (دائرۃ المعارف فرید وجدی) جب اس معمولی مادی کہربائیہ کا حال یہ ہے تو اندازہ کرلو کہ "عالم ارواح" کی کہربائیہ میں جس کا خزانہ روح القدس ہے کیا کچھ طاقت ہوگی، حق تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ذاتِ گرامی کا تعلق روح القدس سے کسی ایسی خاص نوعیت اور اصول کے ماتحت رکھا ہے جس کا اثر کھلے ہوئے غلبۂ روحیت، تجرد اور مخصوص آثار حیات کی شکل میں ظاہر رہا۔ انکا "روح اللہ" سے ملقب ہونا، بچپن، جوانی اور کہولت میں یکساں کلام کرنا، خدا کے حکم سے افاضۂ حیات کے قابل کالبد خاکی [فانی جسم] تیار کرلینا، اس میں باذن اللہ روحِ حیات پھونکنا، مایوس العلاج مریضوں کی حیات کو باذن اللہ بدون توسط اسباب عادیہ کے کارآمد اور بے

عیب بنادینا حتیٰ کہ مردہ لاشہ میں باذن اللہ دوبارہ روح حیات کو واپس لے آنا، بنی اسرائیل کے ناپاک منصوبوں کو خاک میں ملا کر آپ کا آسمان پر اٹھالیا جانا، اور آپ کی حیاتِ طیبہ پر اس قدر طولِ عمر کا کوئی اثر نہ ہونا وغیرہ وغیرہ، یہ سب آثار اسی تعلق خصوصی سے پیدا ہوئے ہیں جو رب العزت نے کسی مخصوص نوعیت واصول سے آپ کے اور روح القدس کے مابین قائم فرمایا ہے۔ ہر پیغمبر کیساتھ کچھ امتیازی معاملات خدا تعالیٰ کے ہوتے ہیں، ان کے علل واسرار کا احاطہ اسی علام الغیوب کو ہے، ان ہی امتیازات کو علماء کی اصطلاح میں ''فضائل جزئیہ'' کے نام سے موسوم کرتے ہیں، ایسی چیزوں سے کلی فضیلت ثابت نہیں ہوتی چہ جائیکہ ''الوہیت'' ثابت ہو۔ ﴿وَاِذۡ تَخۡلُقُ مِنَ الطِّيۡنِ﴾ میں خلق کا لفظ محض صوری اور حسی لحاظ سے استعمال کیا گیا ہے ورنہ خالق حقیقی ''احسن الخالقین'' کے سوا کوئی نہیں، اسی لیے ﴿بِاِذۡنِىۡ﴾ کا بار بار اعادہ کیا گیا اور ''آل عمران'' میں حضرت مسیح کی زبان سے ﴿بِاِذۡنِ اللّٰهِ﴾ کی تکرار کرائی گئی۔ بہر حال جو خوارق ان آیات میں اور ان سے پہلے ''آل عمران'' میں حضرت مسیح علیہ السلام کی طرف منسوب ہوئے ہیں ان کا انکار یا تحریف صرف اسی ملحد کا کام ہو سکتا ہے جو ''آیات اللہ'' کو اپنی عقل شخصی کے تابع کرنا چاہے۔ باقی جو لوگ قانون قدرت کا نام لے کر ''معجزات وخوارق'' کا انکار کرنا چاہتے ہیں، ان کا جواب ہم نے ایک مستقل مضمون میں دیا ہے اس کے مطالعہ سے ان شاء اللہ تمام شکوک وشبہات کا ازالہ ہو سکے گا۔

فَائِدَہ: [۲۶۲] **یہود کی ناکامی:**...... معجزات اور فوق العادت تصرفات کو جادو کہنے لگے اور انجام کار حضرت مسیح علیہ السلام کے قتل کے درپے ہوئے، حق تعالیٰ نے اپنے لطف وکرم سے حضرت مسیح علیہ السلام کو آسمان پر اٹھالیا، اس طرح یہود کو ان کے ناپاک مقصد میں کامیاب ہونے سے روک دیا گیا۔

وَاِذۡ اَوۡحَيۡتُ اِلَى الۡحَوَارِيّٖنَ اَنۡ اٰمِنُوۡا بِىۡ وَبِرَسُوۡلِىۡ‌ ۚ قَالُوۡۤا اٰمَنَّا وَاشۡهَدۡ

اور جب میں نے دل میں ڈال دیا حواریوں کے کہ ایمان لاؤ مجھ پر اور میرے رسول پر تو کہنے لگے ہم ایمان لائے اور تو گواہ

بِاَنَّنَا مُسۡلِمُوۡنَ‏ ﴿۱۱۱﴾ اِذۡ قَالَ الۡحَـوَارِيُّوۡنَ يٰعِيۡسَى ابۡنَ مَرۡيَمَ هَلۡ يَسۡتَطِيۡعُ

رہ کہ ہم فرمانبردار ہیں جب کہا حواریوں نے اے عیسٰی مریم کے بیٹے تیرا رب کر سکتا ہے ف ۲۶۳

رَبُّكَ اَنۡ يُّنَزِّلَ عَلَيۡنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ‌ ؕ قَالَ اتَّقُوا اللّٰهَ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ‏ ﴿۱۱۲﴾

کہ اتارے ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے ف ۲۶۴ بولا ڈرو اللہ سے اگر ہو تم ایمان والے ف ۲۶۵

قَالُوۡا نُرِيۡدُ اَنۡ نَّاۡكُلَ مِنۡهَا وَتَطۡمَئِنَّ قُلُوۡبُنَا وَنَعۡلَمَ اَنۡ قَدۡ صَدَقۡتَنَا وَنَكُوۡنَ

بولے کہ ہم چاہتے ہیں کہ کھاویں اس میں سے اور مطمئن ہو جاویں ہمارے دل اور ہم جان لیں کہ تو نے ہم سے سچ کہا اور رہیں

عَلَيۡهَا مِنَ الشّٰهِدِيۡنَ‏ ﴿۱۱۳﴾

ہم اس پر گواہ ف ۲۶۶

الربع

فَائِدَہ: [۲۶۳] ...... ''کر سکتا ہے'' اس لیے کہا کہ آپ کی رعایت اور دعا سے ہمارے لیے بطور ''خرق عادت'' نہ معلوم ایسا کرے یا نہ کرے۔

فَائِدَہ: [۲۶۴] **حواریوں کی فرمائش:**...... یعنی آسمان کی طرف سے بے محنت روزی پہنچ جایا کرے، یہ ضرور نہیں کہ وہ خوان جنت ہی کا ہو۔

فَائِدَة:[۲۶۵] حکمت بھرا ''ناصحانہ'' جواب:......یعنی ایماندار بندہ کو لائق نہیں کہ ایسی غیر معمولی فرمائشیں کر کے خدا کو آزمائے خواہ اس کی طرف سے کتنی ہی مہربانی کا اظہار ہو، روزی ان ہی ذرائع سے طلب کرنا چاہیے جو قدرت نے اس کی تحصیل کے لیے مقرر فرما دئے ہیں۔ بندہ جب خدا سے ڈر کر تقویٰ اختیار کرے اور اسی پر ایمان و اعتماد رکھے تو حق تعالیٰ ایسی جگہ سے اس کو رزق پہنچائے گا جہاں سے وہم و گمان بھی نہ ہوگا: ﴿وَمَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ﴾ [طلاق:۲،۳]

فَائِدَة:[۲۶۶] فرمائش کی وجہ:......یعنی آزمانے کو نہیں مانگتے، بلکہ برکت کی امید پر مانگتے ہیں کہ غیب سے بے محنت روزی ملتی رہے تا اطمینانِ قلب اور دلجمعی سے عبادت میں لگے رہیں۔ اور آپ نے جو غیبی خبریں نعمائے جنت وغیرہ کے متعلق دی ہیں، ایک چھوٹا سا نمونہ دیکھ کر ان کا بھی یقین کامل ہو جائے اور ایک عینی شاہد کے طور پر ہم اس کی گواہی دیں جس سے یہ معجزہ ہمیشہ مشہور رہے۔ بعض مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضرت مسیح علیہ السلام نے وعدہ فرمایا تھا کہ تم خدا کے لیے تیس دن کے روزے رکھ کر جو کچھ طلب کرو گے وہ دیا جائے گا، حواریین نے روزے رکھ لیے اور مائدہ طلب کیا: ﴿وَنَعْلَمَ اَنْ قَدْ صَدَقْتَنَا﴾ سے یہی مراد ہے۔ واللہ اعلم!

قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ اللّٰهُمَّ رَبَّنَآ اَنْزِلْ عَلَيْنَا مَآئِدَةً مِّنَ السَّمَآءِ تَكُوْنُ

کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے اے اللہ رب ہمارے اتار ہم پر خوان بھرا ہوا آسمان سے کہ وہ دن عید رہے ہماری پہلوں

لَنَا عِيْدًا لِّاَوَّلِنَا وَاٰخِرِنَا وَاٰيَةً مِّنْكَ ۚ وَارْزُقْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۝۱۱۴ قَالَ

اور پچھلوں کے واسطے ف ۲۶۷ اور نشانی ہو تیری طرف سے ف ۲۶۸ اور روزی دے ہم کو اور تو ہی ہے سب سے بہتر روزی دینے والا ف ۲۶۹

اللّٰهُ اِنِّىْ مُنَزِّلُهَا عَلَيْكُمْ ۚ فَمَنْ يَّكْفُرْ بَعْدُ مِنْكُمْ فَاِنِّىْٓ اُعَذِّبُهٗ عَذَابًا لَّآ اُعَذِّبُهٗٓ

کہا اللہ نے میں بے شک اتاروں گا وہ خوان تم پر پھر جو کوئی تم میں ناشکری کرے گا اس کے بعد تو میں اس کو وہ عذاب دوں گا

اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۱۵ وَاِذْ قَالَ اللّٰهُ يٰعِيْسَى ابْنَ مَرْيَمَ ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ ع ۱۵

جو کسی کو نہ دوں گا جہان میں ف ۲۷۰ اور جب کہے گا اللہ اے عیسیٰ مریم کے بیٹے! تو نے کہا لوگوں کو

اتَّخِذُوْنِىْ وَاُمِّىَ اِلٰهَيْنِ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قَالَ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِىْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا

کہ ٹھہرا لو مجھ کو اور میری ماں کو دو معبود سوا اللہ کے ف ۲۷۱ کہا تو پاک ہے مجھ کو لائق نہیں کہ کہوں ایسی بات جس کا

لَيْسَ لِىْ ۚ بِحَقٍّ ؕ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِىْ وَلَآ اَعْلَمُ وقف النبی صلی اللہ علیہ وسلم

مجھ کو حق نہیں، اگر میں نے یہ کہا ہوگا تو تجھ کو ضرور معلوم ہوگا، تو جانتا ہے جو میرے جی میں ہے اور میں نہیں جانتا جو

مَا فِىْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۝۱۱۶ مَا قُلْتُ لَهُمْ اِلَّا مَآ اَمَرْتَنِىْ بِهٖٓ اَنِ

تیرے جی میں ہے، بے شک تو ہی ہے جاننے والا چھپی باتوں کا ف ۲۷۲ میں نے کچھ نہیں کہا ان کو مگر جو تو نے حکم کیا

اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبَّكُمْ ۚ وَكُنْتُ عَلَيْهِمْ شَهِيْدًا مَّا دُمْتُ فِيْهِمْ ۚ فَلَمَّا

کہ بندگی کرو اللہ کی جو رب ہے میرا اور تمہارا ف۲۷۳ اور میں ان سے خبردار تھا جب تک ان میں رہا پھر

تَوَفَّيْتَنِيْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِيْبَ عَلَيْهِمْ ۭ وَاَنْتَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ﴿117﴾

جب تو نے مجھ کو اٹھا لیا تو تو ہی تھا خبر رکھنے والا ان کی اور تو ہر چیز سے خبردار ہے ف۲۷۴

فَائدہ:[۲۶۷] **نزول خوان کی دعا اور یوم نزول کو تہوار بنانے کی درخواست:**......یعنی وہ دن جس میں مائدہ آسمانی نازل ہو، ہمارے اگلے پچھلے لوگوں کے حق میں عید ہو جائے کہ ہمیشہ ہماری قوم اس دن کو بطور یادگار تہوار منایا کرے۔ اس تقریر کے موافق ﴿تَكُوْنُ لَنَا عِيْدًا﴾ کا اطلاق ایسا ہوا جیسا کہ آیت ﴿اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ﴾ [مائدہ: ۳] کے متعلق بخاری میں یہود کا یہ مقولہ نقل کیا ہے: انکم تقرءون اٰیۃ لو نزلت فینا لاتخذناھا عیداً جس طرح آیت کو عید بنانے کا مطلب اس کے یوم نزول کو عید بنانا ہے (کما ھو مصرح فی الروایات الاخر) اسی پر مائدہ کے عید ہونے کو بھی قیاس کر لو۔ کہتے ہیں کہ وہ خوان اُترا اتوار کو جو نصاریٰ کے یہاں ہفتہ کی عید ہے جیسے مسلمانوں کے یہاں جمعہ۔

فَائدہ:[۲۶۸]......یعنی تیری قدرت کی اور میری نبوت وصداقت کی نشانی ہو۔

فَائدہ:[۲۶۹]......یعنی بدون تعب وکسب کے روزی عطا فرمائے، آپ کے یہاں کیا کمی ہے اور کیا مشکل ہے۔

فَائدہ:[۲۷۰] **ناشکری پر سرزنش اور مسلمان کیلئے عبرت:**...... جب نعمت غیر معمولی اور نرالی ہوگی تو اس کی شکر گزاری کی تاکید بھی معمول سے بہت بڑھ کر ہونی چاہیے، اور ناشکری پر عذاب بھی غیر معمولی اور نرالا آئے گا۔ موضح القرآن میں ہے: "بعضے کہتے ہیں وہ خوان اُترا چالیس روز تک پھر بعضوں نے ناشکری کی۔ یعنی حکم ہوا تھا کہ فقیر اور مریض کھاویں، محفوظ اور چنگے بھی لگے کھانے، پھر قریب اَسّی آدمی کے سور اور بندر ہو گئے۔ یہ عذاب پہلے یہود میں ہوا تھا پیچھے کسی کو نہیں ہوا۔ اور بعضے کہتے ہیں کہ نہیں اترا، یہ تہدید [تنبیہ، دھمکی] سن کر مانگنے والے ڈر گئے، نہ مانگا لیکن پیغمبر کی دعا عبث نہیں اور اس کلام میں نقل کرنا بے حکمت نہیں۔ شاید اس دعا کا اثر یہ ہے کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی اُمت میں آسودگی مال ہمیشہ رہی اور جو کوئی ان میں ناشکری کرے یعنی دل کے اطمینان سے عبادت میں نہ لگے بلکہ گناہ میں خرچ کرے تو شاید آخرت میں سب سے زیادہ عذاب پاوے۔ اس میں مسلمان کو عبرت ہے کہ اپنا مدعا "خرق عادت" کی راہ سے نہ چاہے کہ پھر اس کی شکر گذاری بہت مشکل ہے اسباب ظاہری پر قناعت کرے تو بہتر ہے۔ اس قصہ میں بھی ثابت ہوا کہ حق تعالیٰ کے آگے حمایت پیش نہیں جاتی۔

فَائدہ:[۲۷۱] **قیامت کے دن حضرت عیسیٰ علیہ السلام سوال برائے توبیخ نصاریٰ:**...... پچھلا رکوع حقیقت میں اس رکوع کی تمہید تھی۔ پچھلے رکوع کی ابتداء میں ﴿يَوْمَ يَجْمَعُ اللّٰهُ الرُّسُلَ﴾ [مائدہ: ۱۰۹] فرما کر آگاہ کیا تھا کہ قیامت کے دن تمام مرسلین سے ان کی اُمتوں کے مواجہ [رُوبرو] میں علیٰ رؤس الاشہاد [سب کے سامنے، کھلم کھلا] سوال وجواب ہوں گے پھر ان میں سے خاص حضرت مسیح علیہ السلام کا ذکر فرمایا جن کو کروڑوں آدمیوں نے خدائی کا درجہ دے رکھا ہے کہ ان سے بالخصوص اس عقیدۂ باطلہ کی نسبت دریافت کیا جائے گا۔ لیکن اوّل وہ عظیم الشان احسانات اور ممتاز انعامات یاد دلائیں گے جو ان پر اور ان کی والدہ ماجدہ پر فائض ہوئے۔ بعدہٗ ارشاد ہوگا ﴿ءَاَنْتَ قُلْتَ لِلنَّاسِ اتَّخِذُوْنِيْ﴾ (کیا تو نے لوگوں سے کہہ دیا تھا کہ مجھ کو اور میری ماں کو بھی خدا کے سوا معبود مانو) حضرت مسیح علیہ السلام اس سوال پر کانپ اٹھیں گے اور وہ عرض کریں گے جو آگے آتا ہے۔ آخر میں ارشاد ہوگا ﴿هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ﴾ "﴿هٰذَا﴾" کا

اشارہ اسی یوم کی طرف ہے جو ﴿یَوْمَ یَجْمَعُ اللّٰہُ الرُّسُلَ﴾ میں مذکور تھا۔ بہرحال یہ سب واقعہ روزِ قیامت کا ہے جسے متیقن الوقوع ہونے کی وجہ سے قرآن وحدیث میں بصیغۂ ماضی ﴿قَالَ﴾ تعبیر فرمایا ہے۔

فائدہ: [۲۷۲] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا جواب:...... یعنی میں ایسی گندی بات کیسے کہہ سکتا تھا، آپ کی ذات اس سے پاک ہے کہ الوہیت وغیرہ میں کسی کو اس کا شریک کیا جائے، اور جس کو آپ پیغمبری کا منصب جلیل عطا فرمائیں، اس کی یہ شان نہیں کہ کوئی ناحق بات منہ سے نکالے۔ پس آپ کی سبوحیت اور میری عصمت دونوں کا اقتضا یہ ہے کہ میں ایسی ناپاک بات کبھی نہیں کہہ سکتا، اور سب دلائل کو چھوڑ کر آخری بات یہ ہے کہ آپ کے ''علمِ محیط'' سے کوئی چیز باہر نہیں ہو سکتی، اگر فی الواقع میں ایسا کہتا تو آپ کے علم میں ضرور موجود ہوتا، آپ خود جانتے ہیں کہ میں نے خفیہ یا علانیہ کوئی ایسا حرف منہ سے نہیں نکالا بلکہ میرے دل میں اس طرح کے گندے خیال کا خطور [اندیشہ] بھی نہیں ہوا، آپ سے میرے یا کسی کے دل کے چھپے ہوئے ہواجس [وسوسے] وخواطر [ارادے] بھی پوشیدہ نہیں۔

فائدہ: [۲۷۳] حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ توحید:...... میں نے آپ کے حکم سے سرِ مو تجاوز نہیں کیا، اپنی الوہیت کی تعلیم تو کیسے دے سکتا تھا، اس کے بالمقابل میں نے ان کو صرف تیری بندگی کی طرف بلایا اور کھول کھول کر بتلا دیا کہ میرا اور تمہارا سب کا رب (پروردگار) وہی ایک خدا ہے جو تنہا عبادت کے لائق ہے۔ چنانچہ آج بھی بائبل میں صریح نصوص اس مضمون کی بکثرت موجود ہیں۔

فائدہ: [۲۷۴]...... نہ صرف یہ کہ میں نے مخلوق کو تیری توحید اور عبودیت کی طرف دعوت دی بلکہ جب تک اُنکے اندر قیام پذیر رہا برابر اُنکے احوال کی نگرانی اور خبر گیری کرتا رہا کہ کوئی غلط عقیدہ، یا بے موقع خیال قائم نہ کر لیں البتہ ان میں قیام کرنے کی جو مدت آپ کے علم میں مقدر تھی، جب وہ پوری کر کے آپ نے مجھ کو ان میں سے اٹھا لیا (کما یظہر من مادۃ التوفی ومقابلۃ مادمت فیہم) تو پھر صرف آپ ہی انکے احوال کے نگراں اور خبردار ہو سکتے تھے میں اسکے متعلق کچھ عرض نہیں کر سکتا۔

تنبیہ:...... حضرت مسیح علیہ السلام کی موت یا رفع الی السماء وغیرہ کی بحث ''آل عمران'' [آیت:۵۷] میں زیر فائدہ ﴿اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَرَافِعُكَ اِلَیَّ﴾ ملاحظہ کیجیے۔ مترجم محقق قدس اللہ سرہٗ نے یہاں ﴿فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ﴾ کا جو ترجمہ ''تو نے مجھ کو اٹھا لیا'' سے کیا یہ باعتبار محاورات ''موت'' اور ''رفع الی السماء'' دونوں پر صادق آ سکتا ہے۔ گویا متنبہ کر دیا کہ نہ لفظ ''توفی'' کیلئے موت لازم ہے اور نہ خاص توفی بصورت موت کو مضمونِ زیرِ بحث میں کسی قسم کا مدخل ہے۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ بعض لوگوں کی نسبت میں قیامت کے دن اسی طرح کہوں گا جس طرح بندہ صالح (عیسیٰ علیہ السلام) نے کہا: ﴿وَكُنْتُ عَلَیْهِمْ شَهِیْدًا مَّا دُمْتُ فِیْهِمْ فَلَمَّا تَوَفَّیْتَنِیْ كُنْتَ اَنْتَ الرَّقِیْبَ عَلَیْهِمْ﴾ اس قسم کی تشبیہات سے یہ نکالنا کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اور حضرت مسیح علیہ السلام کی ''توفی'' بھی بہمہ وجوہ یکساں اور ہمرنگ ہونی چاہیے، عربیت سے ناواقفیت کی دلیل ہے۔ مشرکینِ مکہ ایک درخت (ذات انماط) پر ہتھیار لٹکایا کرتے تھے، صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہمارے لیے بھی ''ذاتِ انماط'' مقرر کر دیجیے جیسے انکے یہاں ہے۔ آپ نے فرمایا: ''ہذا کما قال قوم موسیٰ اجعل لنا الٰہا کما لہم اٰلہۃ'' (یہ تو ایسا ہوا جیسے موسیٰ علیہ السلام کی قوم نے درخواست کی تھی کہ ہمارے لیے بھی ایسا معبود تجویز کر دو جیسا ان بت پرستوں کا ہے) کیا کوئی مسلمان اس تشبیہ کو سنکر یہ گمان کر سکتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے معاذ اللہ! بت پرستی کی درخواست کی تھی؟ اس طرح کی تشبیہات سے نصوصِ محکمہ اور اجماعِ اُمت کے مخالف عقائد پر تمسک کرنا صرف اسی جماعت کا حصہ ہو سکتا ہے جنکی نسبت یہ ارشاد ہوا: ﴿فَاَمَّا الَّذِیْنَ فِیْ قُلُوْبِهِمْ زَیْغٌ فَیَتَّبِعُوْنَ مَا تَشَابَهَ مِنْهُ ابْتِغَآءَ الْفِتْنَةِ وَابْتِغَآءَ تَاْوِیْلِهٖ﴾ [آل عمران:۷]

اِنْ تُعَذِّبْهُمْ فَاِنَّهُمْ عِبَادُكَ ۚ وَاِنْ تَغْفِرْ لَهُمْ فَاِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ﴿۱۱۸﴾

اگر تو ان کو عذاب دے تو وہ بندے ہیں تیرے اور اگر تو ان کو معاف کر دے تو تو ہی ہے زبردست حکمت والا ف ۲۷۵

قَالَ اللّٰهُ هٰذَا يَوْمُ يَنْفَعُ الصّٰدِقِيْنَ صِدْقُهُمْ ؕ لَهُمْ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ

فرمایا اللہ نے یہ دن ہے کہ کام آوے گا سچوں کے ان کا سچ ف۲۷۶ ان کے لئے ہیں باغ جن کے نیچے بہتی ہیں

خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ اَبَدًا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ

نہریں رہا کریں گے انہی میں ہمیشہ اللہ راضی ہوا ان سے اور وہ راضی ہوئے اس سے یہی ہے بڑی

الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۹﴾ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِيْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۱۲۰﴾ ع

کامیابی ف۲۷۷ اللہ ہی کے لئے سلطنت ہے آسمانوں کی اور زمین کی اور جو کچھ ان کے بیچ میں ہے اور وہ ہر چیز پر قادر ہے ف۲۷۸

فَائِدَة:[۲۷۵] معروضات عیسیٰ علیہ السلام:......یعنی آپ اپنے بندوں پر ظلم اور بے جا سختی نہیں کر سکتے اس لیے اگر ان کو سزا دینگے تو عین عدل وحکمت پر مبنی ہوگی اور فرض کیجیے معاف کر دیں تو یہ معافی بھی از راہ عجز و سفہ نہ ہوگی۔ چونکہ آپ ''عزیز'' (زبردست اور غالب) ہیں اسلئے کوئی مجرم آپ کے قبضۂ قدرت سے نکل کر بھاگ نہیں سکتا کہ آپ اس پر قابو نہ پا سکیں اور چونکہ ''حکیم'' (حکمت والے) ہیں، اس لیے یہ بھی ممکن نہیں کہ کسی مجرم کو یونہی بے موقع چھوڑ دیں۔ بہرحال جو فیصلہ آپ ان مجرمین کے حق میں کرینگے وہ بالکل حکیمانہ اور قادرانہ ہوگا۔ حضرت مسیح علیہ السلام کا یہ کلام چونکہ محشر میں ہوگا جہاں کفار کے حق میں کوئی شفاعت اور استدعاء رحم وغیرہ نہیں ہو سکتی، اسی لیے حضرت مسیح نے عزیز حکیم کی جگہ غفور رحیم وغیرہ صفات کو اختیار نہیں فرمایا۔ برخلاف اسکے حضرت ابراہیم علیہ السلام نے دنیا میں اپنے پروردگار سے عرض کیا تھا: ﴿رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ (ابراہیم:۳۶) (اے پروردگار ان بتوں نے بہت سے آدمیوں کو گمراہ کر دیا تو جو ان میں سے میرے تابع ہوا وہ میرا آدمی ہے اور جس نے میری نافرمانی کی تو پھر تو غفور رحیم ہے) یعنی ابھی موقع ہے کہ تو اپنی رحمت سے آیندہ ان کو توبہ اور رجوع الی الحق کی توفیق دے کر پچھلے گناہوں کو معاف فرما دے۔

فَائِدَة:[۲۷۶]......جو لوگ اعتقاداً اور قولاً وعملاً سچے رہے ہیں (جیسے حضرت مسیح علیہ السلام) ان کی سچائی کا پھل آج ملے گا۔

فَائِدَة:[۲۷۷]......بڑی کامیابی حق تعالیٰ کی رضا ہے اور جنت بھی اسی لیے مطلوب ہے کہ وہ محل رضائے الٰہی ہے۔

فَائِدَة:[۲۷۸]......یعنی ہر وفادار اور مجرم کے ساتھ وہی معاملہ ہوگا جو ایک شہنشاہ مطلق کی عظمت وجلال کے مناسب ہے۔

ایاتہا ۱۶۶ — سُوْرَۃُ الْاَنْعَامِ مَکِّیَّۃٌ ۵۵ — رکوعاتہا ۲۰ — ف

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان اور نہایت رحم والا ہے

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۬ ثُمَّ

سب تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جس نے پیدا کیے آسمان اور زمین اور بنایا اندھیرا اور اجالا پھر

الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِرَبِّہِمْ یَعْدِلُوْنَ ① ہُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ مِّنْ طِیْنٍ ثُمَّ قَضٰۤی

بھی یہ کافر اپنے رب کے ساتھ اوروں کو برابر کیے دیتے ہیں ف ۲ وہی ہے جس نے پیدا کیا تم کو مٹی سے پھر مقرر کر دیا ایک وقت اور ایک مدت

اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّی عِنْدَہٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ② وَہُوَ اللّٰہُ فِی السَّمٰوٰتِ وَفِی

مقرر ہے اللہ کے نزدیک پھر بھی تم شک کرتے ہو ف ۳ اور وہی ہے اللہ آسمانوں میں

الْاَرْضِ ؕ یَعْلَمُ سِرَّکُمْ وَجَہْرَکُمْ وَیَعْلَمُ مَا تَکْسِبُوْنَ ③ وَمَا تَاْتِیْہِمْ مِّنْ

اور زمین میں ف ۴ جانتا ہے تمہارا چھپا اور کھلا اور جانتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ف ۵ اور نہیں آتی ان کے پاس

اٰیَۃٍ مِّنْ اٰیٰتِ رَبِّہِمْ اِلَّا کَانُوْا عَنْہَا مُعْرِضِیْنَ ④ فَقَدْ کَذَّبُوْا بِالْحَقِّ لَمَّا

کوئی نشانی ان کے رب کی نشانیوں میں سے مگر کرتے ہیں اس سے تغافل ف ۶ سو بے شک جھٹلایا انہوں نے حق کو

جَآءَہُمْ ؕ فَسَوْفَ یَاْتِیْہِمْ اَنْۢبٰٓؤُا مَا کَانُوْا بِہٖ یَسْتَہْزِءُوْنَ ⑤

جب ان تک پہنچا، سو اب آئی جاتی ہے ان کے آگے حقیقت اس بات کی جس پر ہنستے تھے ف ۷

فائدہ:[۱] اجمالی تعارف:...... یہ سورت مکی ہے صرف چند آیات کو بعض علماء نے مستثنیٰ کیا ہے، روایات میں ہے کہ پوری سورت بیک وقت بے شمار فرشتوں کے جلو میں نازل ہوئی مگر ابن صلاح رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے فتاویٰ میں ان روایات کی صحت سے انکار کیا ہے جو پوری سورت کے دفعۃً نزول پر دال ہیں۔ واللہ اعلم! ابو اسحٰق اسفرائنی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ توحید کے تمام اصول وقواعد پر یہ سورت مشتمل ہے۔

فائدہ:[۲] بے مثال تخلیقات کا حقیقی خالق صرف اللہ ہے:...... ''مجوس'' دنیا کے لیے دو خالق مانتے ہیں: (۱) ''یزدان'' جو خالق خیر ہے اور (۲) ''اہرمن'' جو خالق شر ہے۔ اور دونوں کو نور وظلمت سے ملقب کرتے ہیں، ہندوستان کے مشرک تینتیس کروڑ دیوتاؤں کے

قائل ہیں۔ آریہ سماج باوجود ادعائے توحید ''مادہ'' اور ''روح'' کو خدا کی طرح غیر مخلوق اور انادی [جس کی ابتدا نہ ہو جیسے خدا تعالیٰ] کہتے اور خدا کو اپنی صفت تکوین وتخلیق وغیرہ میں ان دونوں کا محتاج بتلاتے ہیں۔ عیسائیوں کو باپ بیٹے کا توازن وتناسب قائم رکھنے کے لیے آخر تین ایک اور ایک تین کا مشہور عقیدہ اختیار کرنا پڑا ہے۔ یہودیوں نے خدا تعالیٰ کے لیے وہ صفات تجویز کیں کہ ایک معمولی انسان بھی نہ صرف اس کا ہمسر بلکہ اس سے برتر ہوسکتا ہے۔ عرب کے مشرکین نے تو خدائی کی تقسیم میں یہاں تک سخاوت دکھلائی کہ شاید ان کے نزدیک پہاڑ کا ہر پتھر نوع انسانی کا معبود بننے کی صلاحیت رکھتا تھا۔ غرض آگ، پانی، سورج، ستارے، درخت، پتھر، حیوان کوئی چیز لوگوں نے نہ چھوڑی جسے خدائی کا کچھ حصہ نہ دیا اور عبادت واستعانت وغیرہ کے وقت اسے خدا کی برابر نہ بٹھایا ہو، حالانکہ وہ ذات پاک جو تمام صفات کمال کی جامع اور ہر قسم کی خوبیوں کا منبع ہونے کی وجہ سے سب تعریفوں اور ہر طرح کی حمد وثنا کی بلا شرکت غیرے مستحق ہے جس نے آسمان وزمین یعنی کل علویات وسفلیات کو پیدا کیا اور رات دن، اندھیرا اجالا، علم وجہل، ہدایت وضلالت، موت وحیات غرض متقابل کیفیات اور متضاد احوال ظاہر فرمائے اُسے اپنے افعال میں نہ کسی حصہ دار یا مددگار کی ضرورت ہوسکتی ہے، نہ بیوی اور اولاد کی، نہ اس کی معبودیت اور الوہیت میں کوئی شریک ہوسکتا ہے، نہ ربوبیت میں، نہ اس کے ارادہ پر کوئی غالب آسکتا ہے اور نہ اس پر کسی کا دباؤ اور زور چل سکتا ہے۔ پھر تعجب ہے کہ ان حقائق کو سمجھنے کے بعد بھی کس طرح لوگ کسی چیز کو خدائی کا مرتبہ دے دیتے ہیں۔

فَائِدَة: [۳] **تخلیق انسانی اور انجام سے پورے عالم کی فنا پر استدلال:** ...... اوپر ''عالمِ کبیر'' کی پیدائش کا ذکر تھا یہاں ''عالمِ صغیر'' (انسان) کی خلقت کو بیان فرماتے ہیں کہ دیکھو! شروع میں بے جان مٹی سے آدم علیہ السلام کا پتلا تیار کر کے کس طرح حیات اور کمالاتِ انسانی فائض کیے اور آج بھی مٹی سے غذائیں نکلتی ہیں، غذاؤں سے نطفہ اور نطفہ سے انسان بنتے رہتے ہیں۔ غرض اس طرح تم کو عدم سے وجود میں لائے پھر ہر شخص کی موت کا ایک وقت مقرر کر دیا جب کہ آدمی دوبارہ اسی مٹی میں جا ملتا ہے جس سے پیدا کیا گیا تھا، اسی پر قیاس کر سکتے ہو کہ ''عالمِ کبیر'' کی فنا کا بھی ایک وقت مقرر ہے جسے ''قیامتِ کبریٰ'' کہتے ہیں، قیامتِ صغریٰ' یعنی شخصی موتیں چونکہ ہمیں پیش آتی رہتی ہیں ان کا علم بھی لوگوں کو ہوتا رہتا ہے لیکن قیامتِ کبریٰ کی ٹھیک مدت کا علم صرف اللہ ہی کے پاس ہے۔ تعجب ہے کہ ''عالمِ صغیر'' یعنی انسانوں میں زندگی اور فنا کا سلسلہ دیکھتے ہوئے بھی ''عالمِ کبیر'' کی فنا میں کوئی آدمی تردّد کرتا ہے۔

فَائِدَة: [۴] **اللہ کی قدرت واسعہ:** ...... یعنی تمام آسمانوں اور زمینوں میں تنہا وہ ہی معبود، مالک، بادشاہ، متصرف اور مدبر ہے اور یہ نام مبارک (اللہ) بھی صرف اسی کی ذات متعالی الصفات کے لیے مخصوص رہا ہے پھر اوروں کے لیے استحقاقِ معبودیت کہاں سے آیا؟

فَائِدَة: [۵] **اللہ جل شانہ کا علم محیط:** ...... جب تمام زمین وآسمان میں اسی کی حکومت ہے اور وہ بلا واسطہ ہر کھلی چھپی چیز اور انسان کے ظاہر وباطن اور چھوٹے بڑے عمل پر مطلع ہے تو عابد کو اپنی عبادت واستعانت وغیرہ میں کسی غیر اللہ کو شریک ٹھہرانے کی ضرورت نہیں رہتی۔ مشرکین جو ﴿مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى﴾ [زمر: ۳] کہا کرتے تھے۔ یہ انکا اور انکے ہم نواؤں کا جواب ہوا۔ اور پہلے ﴿وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ﴾ سے جو قیامت کی طرف اشارہ کیا تھا۔ یہاں سلسلۂ مجازات پر متنبہ فرما دیا کہ زمین وآسمان میں حکومت ہماری ہے اور تمہارے سب کھلے چھپے نیک وبد اعمال بھی ہمارے علم میں موجود ہیں۔ پھر کوئی وجہ نہیں کہ تم یونہی مہمل چھوڑ دیئے جاؤ۔

فَائِدَة: [٦] ...... ''آیات'' میں احتمال ہے کہ تکوینی آیات مراد ہوں یا تنزیلی۔

فَائِدَة: [۷] **جھٹلانے والوں کو تنبیہ:** ...... حق سے مراد غالباً قرآن کریم ہے، جو نشانہائے قدرت سے تغافل برتنے والوں کی بدانجامی اور دنیوی واخروی سزا کو بیان کرتا ہے اسے سن کر منکرین تکذیب واستہزا کرتے تھے، انہیں جتلا دیا کہ جس بات پر تم ہنستے اور آوازیں کستے ہو وہ حقیقتِ ثابتہ بن کر عنقریب تمہارے سامنے آجائے گی۔ آگے ان اقوام کا حوالہ دیا ہے جو آیات اللہ کی تکذیب واستہزا اور بداعمالیوں کی بدولت ہلاک کی گئیں۔

اَلَمْ يَرَوْا كَمْ اَهْلَكْنَا مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنْ قَرْنٍ مَّكَّنّٰهُمْ فِي الْاَرْضِ مَا لَمْ نُمَكِّنْ

کیا دیکھتے نہیں کہ کتنی ہلاک کر دیں ہم نے ان سے پہلے امتیں جن کو جما دیا تھا ہم نے ملک میں اتنا کہ جتنا تم کو

لَّكُمْ وَاَرْسَلْنَا السَّمَآءَ عَلَيْهِمْ مِّدْرَارًا ۠ وَّجَعَلْنَا الْاَنْهٰرَ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمْ

نہیں جمایا اور چھوڑ دیا ہم نے ان پر آسمان کو لگاتار برستا ہوا اور بنا دیں ہم نے نہریں بہتی ہوئی ان کے نیچے پھر ہلاک کیا

فَاَهْلَكْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ وَاَنْشَاْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ قَرْنًا اٰخَرِيْنَ ۞ ٦ وَلَوْ نَزَّلْنَا عَلَيْكَ

ہم نے ان کو ان کے گناہوں پر اور پیدا کیا ہم نے ان کے بعد اور امتوں کو ف ۸ اور اگر اتاریں ہم تجھ پر لکھا

كِتٰبًا فِيْ قِرْطَاسٍ فَلَمَسُوْهُ بِاَيْدِيْهِمْ لَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا سِحْرٌ

ہوا کاغذ میں پھر چھو لیویں وہ اس کو اپنے ہاتھوں سے البتہ کہیں گے کافر یہ نہیں ہے مگر

مُّبِيْنٌ ۞ ٧ وَقَالُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ مَلَكٌ ؕ وَلَوْ اَنْزَلْنَا مَلَكًا لَّقُضِيَ الْاَمْرُ ثُمَّ لَا

صریح جادو ف ۹ اور کہتے ہیں کیوں نہیں اترا اس پر کوئی فرشتہ ف ۱۰ اور اگر ہم اتاریں فرشتہ تو طے ہو جاوے قصہ پھر ان کو مہلت بھی

يُنْظَرُوْنَ ۞ ٨ وَلَوْ جَعَلْنٰهُ مَلَكًا لَّجَعَلْنٰهُ رَجُلًا وَّلَلَبَسْنَا عَلَيْهِمْ مَّا يَلْبِسُوْنَ ۞ ٩

نہ ملے ف ۱۱ اور اگر ہم رسول بنا کر بھیجتے کسی فرشتہ کو تو وہ بھی آدمی ہی کی صورت میں ہوتا اور انکو اسی شبہ میں ڈالتے جس میں اب پڑ رہے ہیں ف ۱۲

وَلَقَدِ اسْتُهْزِئَ بِرُسُلٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَحَاقَ بِالَّذِيْنَ سَخِرُوْا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

اور بلاشبہ ہنسی کرتے رہے ہیں رسولوں سے تجھ سے پہلے پھر گھیر لیا ان سے ہنسی کرنے والوں کو اس چیز نے کہ جس پر ہنسا

ع يَسْتَهْزِءُوْنَ ۞ ١٠ قُلْ سِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ ثُمَّ انْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

کرتے تھے ف ۱۳ تو کہہ دے کہ سیر کرو ملک میں پھر دیکھو کیا انجام ہوا

الْمُكَذِّبِيْنَ ۞ ١١ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ

جھٹلانے والوں کا ف ۱۴ پوچھ کہ کس کا ہے جو کچھ کہ ہے آسمانوں اور زمین میں کہہ دے اللہ کا ہے اس نے لکھی ہے اپنے ذمہ مہربانی البتہ

الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ

تم کو اکٹھا کر دے گا قیامت کے دن تک کہ اس میں کچھ شک نہیں جو لوگ نقصان میں ڈال چکے اپنی جانوں

فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۞ ١٢

کو وہی ایمان نہیں لاتے ف ۱۵

فائدہ: [۸] سابقہ اقوام کے انجام سے عبرت انگیزی کا سبق:...... ثمود وغیرہ جن کو تم سے بڑھ کر طاقت اور ساز و سامان دیا گیا تھا، بارشوں اور نہروں کی وجہ سے ان کے باغ اور کھیت شاداب تھے، عیش و خوشحالی کا دور دورہ تھا، جب انہوں نے بغاوت و تکذیب پر کمر باندھی اور نشانہائے قدرت کی ہنسی اڑانے لگے تو ہم نے ان کے جرموں کی پاداش میں ایسا پکڑا کہ نام و نشان بھی باقی نہ چھوڑا پھر ان کے بعد دوسری اُمتیں پیدا کیں اور منکرین و مکذبین کے ساتھ یہ ہی سلسلہ جاری رہا گیا۔ مجرمین تباہ ہوتے رہے اور دنیا کی آبادی میں کچھ خلل نہیں پڑا۔

فائدہ: [۹] مشرکین مکہ کا عناد:...... بعض مشرکین مکہ نے کہا تھا کہ اگر آپ آسمان سے ایک لکھی لکھائی کتاب لے آئیں اور اس کے ساتھ چار فرشتے بھی ہوں جو ہمارے سامنے ہو کر گواہی دیں کہ بیشک یہ کتاب خدا کی بھیجی ہوئی ہے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ اس کا جواب دیا کہ جو لوگ بحالت موجودہ قرآن کو جادو اور اس کے لانے والے کو جادوگر بتلاتے ہیں اگر واقعی ہم ان پر کاغذ میں لکھی ہوئی کتاب بھی آسمان سے اُتار دیں جسے یہ ہاتھوں سے چھو کر معلوم کر لیں کہ کوئی تخییل یا نظر بندی نہیں ہے، تب بھی یہ ہی کہیں گے کہ یہ تو صریح جادو ہے جس بدبخت کے حصہ میں ہدایت نہیں ہوتی اس کا شبہ کبھی نہیں مٹتا۔

فائدہ: [۱۰] ...... یعنی جو ہمارے رُو بہ رُو ہو کر ان کے صدق کی گواہی دیتا۔

فائدہ: [۱۱] عظیم الشان فرمائش کا حکیمانہ جواب:...... اگر فرشتہ اپنی اصلی صورت میں آئے تو یہ لوگ ایک منٹ کے لیے بھی اس کا تحمل نہ کر سکیں اس کے رعب و ہیبت سے دَم نکل جائے، یہ صرف انبیاء علیہم السلام ہی کا ظرف ہوتا ہے جو اصلی صورت میں فرشتہ کی رویت کا تحمل کر سکتے ہیں، نبی کریم ﷺ نے عمر بھر میں دو مرتبہ حضرت جبریل علیہ السلام کو اپنی اصلی صورت میں دیکھا ہے اور کسی نبی کی نسبت ایک مرتبہ بھی ثابت نہیں۔ دوسرے اگر ان لوگوں کی ایسی عظیم الشان خارق عادت فرمائش پوری کر دی جائے اور اس پر بھی نہ مانے جیسا کہ ان کے معاندانہ احوال و اطوار سے ظاہر ہے تو سنت اللہ کے موافق پھر قطعاً مہلت نہ دی جائے گی اور ایسا عذاب آئے گا جو فرمائش کرنے والوں کو بالکل نیست و نابود کر دے گا۔ اس لحاظ سے اس طرح کی فرمائشوں کا پورا نہ کرنا بھی عین رحمت سمجھنا چاہیے۔

فائدہ: [۱۲] لاجواب جواب:...... چونکہ فرشتہ کو اصلی صورت میں بھیجنے کی نفی تو پہلی آیت میں ہو چکی اب دوسرے احتمال کا جواب دیتے ہیں وہ یہ کہ فرشتہ آدمی کی صورت میں بھیجا جائے، کیونکہ اسی صورت میں مجانست صوری کی بنا پر لوگ اس کے نمونہ اور تعلیم سے منتفع ہو سکتے ہیں، لیکن اس تقدیر پر منکرین کے شبہات کا ازالہ نہیں ہو سکتا، جو شکوک و شبہات رسول کے بشر ہونے پر کرتے تھے وہ ملک کے بصورت بشر آنے پر بھی بدستور کرتے رہیں گے۔

فائدہ: [۱۳] تسلی رسول ﷺ:...... معاندین کی فرمائشوں کا جواب دینے کے بعد حضور ﷺ کی تسلی کی جاتی ہے کہ آپ اُن کے استہزا اور تمسخر سے دلگیر نہ ہوں یہ کوئی نئی بات نہیں انبیائے سابقین کو بھی انہی حالات سے دو چار ہونا پڑا ہے۔ پھر جو اُن کے مکذبین اور دشمنوں کا حشر ہوا سب کے سامنے ہے ان کو بھی خدا اسی طرح سزا دے سکتا ہے جو اگلے مجرموں کو دی گئی۔

فائدہ: [۱۴] سیر و سیاحت کا مقصد:...... یعنی ملک کی سیر و سیاحت اور تباہ شدہ اقوام کے آثار کا ملاحظہ کرنے کے بعد اگر نظرِ عبرت سے واقعات ماضیہ کو دیکھو گے تو انبیاء کی تکذیب کرنیوالی قوموں کا جو انجام دنیا میں ہوا وہ صاف نظر آ جائے گا۔ اسی سے قیاس کر لو کہ جب تکذیب کرنے والوں کا یہ حشر ہوا تو استہزا کرنے والوں کا کیا حشر ہو گا۔

فائدہ: [۱۵] قیامت برحق ہے:...... جب تمام آسمان و زمین میں اسی خدا کی حکومت ہے جیسا کہ مشرکین کو بھی اقرار تھا تو مکذبین و مستہزئین کو فوری سزا سے کہاں پناہ مل سکتی ہے؟ یہ صرف اس کی رحمتِ عامہ ہے کہ جرائم کو دیکھ کر فوراً سزا جاری نہیں کرتا اور قیامت کے دن بھی جو بلاشبہ آنے والا ہے محض ان ہی بدبختوں کو بے ایمانی کی سزا دے گا جو باختیار خود جان بوجھ کر اپنے کو نقصان و ہلاکت کے گڑھے میں ڈال چکے ہیں۔

وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيۡعُ الۡعَلِيۡمُ ۱۳ قُلۡ اَغَيۡرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ

اور اللہ ہی کا ہے جو کچھ کہ آرام پکڑتا ہے رات میں اور دن میں اور وہی ہے سب کچھ سننے والا جاننے والا تو کہہ دے کیا اور کسی

وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَهُوَ يُطۡعِمُ وَلَا يُطۡعَمُ ؕ قُلۡ اِنِّىۡۤ اُمِرۡتُ اَنۡ

کو بناؤں اپنا مددگار اللہ کے سوا جو بنانے والا ہے آسمانوں اور زمین کا ف ۱۶ اور وہ سب کو کھلاتا ہے اور اس کو کوئی نہیں کھلاتا ف ۱۷ کہہ دے

اَكُوۡنَ اَوَّلَ مَنۡ اَسۡلَمَ وَلَا تَكُوۡنَنَّ مِنَ الۡمُشۡرِكِيۡنَ ۱۴ قُلۡ اِنِّىۡۤ اَخَافُ اِنۡ

مجھ کو حکم ہوا ہے کہ سب سے پہلے حکم مانوں ف ۱۸ اور تو ہرگز نہ ہو شرک والا تو کہہ میں ڈرتا ہوں

عَصَيۡتُ رَبِّىۡ عَذَابَ يَوۡمٍ عَظِيۡمٍ ۱۵ مَنۡ يُّصۡرَفۡ عَنۡهُ يَوۡمَئِذٍ فَقَدۡ رَحِمَهٗ ؕ وَذٰلِكَ

اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی ایک بڑے دن کے عذاب سے ف ۱۹ جس پر سے ٹل گیا وہ عذاب اس دن تو اس پر رحم کر دیا اللہ نے، یہی ہے

الۡفَوۡزُ الۡمُبِيۡنُ ۱٦ وَاِنۡ يَّمۡسَسۡكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنۡ يَّمۡسَسۡكَ

بڑی کامیابی ف ۲۰ اور اگر پہنچا دے تجھ کو اللہ کچھ سختی تو کوئی اس کو دور کرنے والا نہیں سوا اس کے اور اگر تجھ کو

بِخَيۡرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۱۷ وَهُوَ الۡقَاهِرُ فَوۡقَ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الۡحَكِيۡمُ

پہنچا دے بھلائی تو وہ ہر چیز پر قادر ہے اور اسی کا زور ہے اپنے بندوں پر اور وہی ہے بڑی حکمت والا سب کی خبر

الۡخَبِيۡرُ ۱۸ قُلۡ اَىُّ شَىۡءٍ اَكۡبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيۡدٌۢ بَيۡنِىۡ وَبَيۡنَكُمۡ ۚ وَاُوۡحِىَ

رکھنے والا ف ۲۱ تو پوچھ سب سے بڑا گواہ کون ہے، کہہ دے اللہ گواہ ہے میرے اور تمہارے درمیان ف ۲۲ اور اترا ہے

اِلَىَّ هٰذَا الۡقُرۡاٰنُ لِاُنۡذِرَكُمۡ بِهٖ وَمَنۡۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمۡ لَتَشۡهَدُوۡنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً

مجھ پر یہ قرآن تاکہ تم کو اس سے خبردار کروں اور جس کو یہ پہنچے ،کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود

اُخۡرٰى ؕ قُلۡ لَّاۤ اَشۡهَدُ ۚ قُلۡ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِىۡ بَرِىۡٓءٌ مِّمَّا تُشۡرِكُوۡنَ ۱۹ وقف لازم

اور بھی ہیں تو کہہ دے میں تو گواہی نہ دوں گا، کہہ دے وہی ہے معبود ایک اور میں بیزار ہوں تمہارے شرک سے ف ۲۳

فَائِدَۃ: [۱۶] مدد صرف اللہ سے: ...... ﴿قُلۡ لِّمَنۡ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ﴾ میں مکان کی تعمیم تھی، ﴿وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيۡلِ وَالنَّهَارِ﴾ میں زمانہ کے اعتبار سے تعمیم ہے یعنی ہر جگہ اور ہر وقت اسی کی حکومت اور قبضہ واقتدار ہے، ہر وہ چیز جو رات میں یا دن میں آرام سے زندگی بسر کرتی اور کتنے معلوم ونامعلوم دشمنوں سے مامون ومحفوظ رہتی ہے، یہ اسی کی رحمت کاملہ کے آثار میں سے ہے: ﴿قُلۡ مَنۡ يَّكۡلَؤُكُمۡ بِالَّيۡلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحۡمٰنِ﴾ [انبیاء: ۴۲] وہ ہی ہے جو دن کے شور وغل اور رات کے اندھیرے اور سناٹے میں ہر ایک کی پکار سنتا اور سب کی حوائج وضروریات کو بخوبی جانتا ہے۔ پھر تم ہی بتاؤ کہ ایسے پروردگار کو چھوڑ کر کسی اور سے مدد طلب کرنا کہاں تک موزوں ہوگا۔

فَائِدَة:[۱۷] غیر اللہ سے مدد طلب کرنا انتہائی حماقت ہے:...... کھلا ناشارہ ہے سامانِ بقا کی طرف یعنی ایجاد و ابقاء دونوں میں اسی کے سب محتاج ہیں، اس کو کسی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز میں بھی ہماری احتیاج نہیں پھر اس سے علیحدہ ہو کر کسی کو مددگار بنانا انتہائی حماقت نہیں تو اور کیا ہے۔

فَائِدَة:[۱۸] افضل البشر ﷺ کو اطاعت کا حکم:...... ایسے پروردگار کے احکام کے سامنے جس کی صفات اوپر مذکور ہوئیں ضروری ہے کہ سب بندے بلا شرکت غیرے گردن ڈال دیں اور سب سے پہلے اس اکمل ترین بندہ کو انتہائی انقیاد و تسلیم کا حکم ہے جو تمام دنیا کے لیے نمونۂ طاعت و عبودیت بنا کر بھیجا گیا تھا۔

فَائِدَة:[۱۹] عذاب الٰہی سے بے فکری کسی کو زیب نہیں:...... یہ آپ پر رکھ کر اوروں کو سنایا گیا ہے۔ یعنی بفرضِ محال اگر خدا کے معصوم و برگزیدہ ترین بندے سے بھی کسی طرح کا عصیان سرزد ہو تو عذابِ الٰہی کا اندیشہ ہوتا ہے پھر کسی دوسرے کو کب لائق ہے کہ باوجود شرک و کفر اور تکذیب انبیاء وغیرہ ہزاروں طرح کے جرائم میں مبتلا ہونے کے عذابِ الٰہی سے بے فکر اور مامون ہو کر بیٹھ رہیں۔

فَائِدَة:[۲۰] عذاب الٰہی سے مامون ہونا ہی بڑی کامیابی ہے:...... جنت اور رضائے الٰہی کے اعلیٰ مدارج کا حاصل کرنا تو بہت اونچا مقام ہے، اگر آدمی سے قیامت کے دن کا عذاب ٹل جائے تو یہ ہی بہت بڑی کامیابی سمجھو کما قال عمر رضی اللہ عنہ: کفافاً لا لی ولا علیّ۔

فَائِدَة:[۲۱] تکلیف اور راحت حاکم حقیقی کے قبضہ میں ہے:...... دنیا یا آخرت میں جو تکلیف یا راحت خدا کسی کو پہنچانا چاہے نہ کوئی مقابلہ کر کے روک سکتا ہے اور نہ اس کے غلبہ و اقتدار کے نیچے سے نکل کر بھاگ سکتا ہے، وہ ہی پوری طرح خبردار ہے کہ کس بندے کے کیا حالات ہیں اور ان حالات کے مناسب کس قسم کی کارروائی قرین حکمت ہوگی۔

فَائِدَة:[۲۲] سب سے بڑی گواہی اللہ کی ہی ہے:...... جب یہ فرمایا کہ خدا ہی سب نفع و ضرر کا مالک، تمام بندوں پر غالب و قاہر اور رتی رتی سے خبردار ہے تو اس کی شہادت سے زبردست اور بے لوث شہادت کس کی ہو سکتی ہے، پس میں بھی اپنے تمہارے درمیان اسی کو گواہ ٹھہراتا ہوں، کیونکہ میں نے دعوائے رسالت کر کے جو کچھ اس کے پیغامات تم کو پہنچائے اور جو کچھ تم نے اس کے جواب میں میرے ساتھ اور خود پیغامِ ربانی کے ساتھ برتاؤ کیا وہ سب اس کی آنکھ کے سامنے ہے۔ وہ خود اپنے علم محیط کے موافق میرا اور تمہارا فیصلہ کر دے گا۔

فَائِدَة:[۲۳] شرک سے بیزاری کا اعلان:...... یعنی اگر سمجھو تو میرے صدق پر خدا کی یقینی اور کھلی ہوئی شہادت یہ قرآن موجود ہے جو اپنے کلامِ الٰہی ہونے پر خود ہی اپنی دلیل ہے۔ ع..........

آفتاب آمد دلیلِ آفتاب

میرا کام یہ ہے کہ تم کو اور ہر اس شخص کو جسے یہ کلام پہنچے خدائی پیغام سے خبردار کر دوں جس میں توحید و معاد وغیرہ تمام اصول دین کی ہدایت کی گئی ہے۔ کیا اس قدر اتمام حجت ہو چکنے اور ایسا قطعی اور صریح پیغام توحید سننے کے بعد بھی تم یہ ہی کہتے رہو گے کہ خدا کے سوا اور بھی معبود ہیں؟ تم کو اختیار ہے جو چاہو کہو، میں تو کبھی ایسا حرف زبان پر نہیں لا سکتا بلکہ صاف صاف اعلان کرتا ہوں کہ لائق عبادت صرف وہ ہی ایک خدا ہے۔ باقی جو کچھ تم شرک کرتے ہو میں اس سے قطعاً بیزاری اور نفرت کا اظہار کرتا ہوں۔

تنبیہ:...... ﴿وَمَنْۢ بَلَغَ﴾ نے بتلا دیا کہ نبی کریم ﷺ کی رسالت تمام جن و انس اور مشرق و مغرب کے لیے ہے۔

اَلَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۘ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا

جن کو ہم نے دی کتاب وہ پہچانتے ہیں اس کو جیسے پہچانتے ہیں اپنے بیٹوں کو جو لوگ نقصان میں

وقف لازم

ع ١٠
٨
اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ⑳ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ

ڈال چکے اپنی جانوں کو وہی ایمان نہیں لاتے ف۲۴ اور اس سے زیادہ ظالم کون جو بہتان باندھے اللہ پر یا جھٹلاوے

بِاٰيٰتِهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ㉑ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ

اس کی آیتوں کو، بلاشک بھلائی نصیب نہیں ہوتی ظالموں کو ف۲۵ اور جس دن ہم جمع کریں گے ان سب کو پھر کہیں گے ان لوگوں کو جنہوں نے

اَشْرَكُوْٓا اَيْنَ شُرَكَآؤُكُمُ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تَزْعُمُوْنَ ㉒ ثُمَّ لَمْ تَكُنْ فِتْنَتُهُمْ اِلَّآ

شرک کیا تھا کہاں ہیں شریک تمہارے جن کا تم کو دعویٰ تھا ف۲۶ پھر نہ رہے گا ان کے پاس کوئی فریب مگر یہی کہ

اَنْ قَالُوْا وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِيْنَ ㉓ اُنْظُرْ كَيْفَ كَذَبُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ

کہیں گے قسم ہے اللہ کی جو ہمارا رب ہے ہم نہ تھے شرک کرنے والے ف۲۷ دیکھو تو کیسا جھوٹ بولے اپنے اوپر اور کھوئی

وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ㉔ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُ اِلَيْكَ ۚ وَجَعَلْنَا عَلٰى

گئیں ان سے وہ باتیں جو بنایا کرتے تھے ف۲۸ اور بعضے ان میں کان لگائے رہتے ہیں تیری طرف اور ہم نے ان کے

قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوْا

دلوں پر ڈال رکھے ہیں پردے تاکہ اس کو نہ سمجھیں اور رکھ دیا ان کے کانوں میں بوجھ اور اگر دیکھ لیں تمام نشانیاں تو بھی ایمان

بِهَا ؕ حَتّٰٓى اِذَا جَآءُوْكَ يُجَادِلُوْنَكَ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ

نہ لاویں ان پر ف۲۹ یہاں تک کہ جب آتے ہیں تیرے پاس تجھ سے جھگڑنے کو تو کہتے ہیں وہ کافر نہیں ہے یہ مگر کہانیاں

الْاَوَّلِيْنَ ㉕ وَهُمْ يَنْهَوْنَ عَنْهُ وَيَنْـَٔوْنَ عَنْهُ ۚ وَاِنْ يُّهْلِكُوْنَ اِلَّآ اَنْفُسَهُمْ

پہلے لوگوں کی اور یہ لوگ روکتے ہیں اس سے اور بھاگتے ہیں اس سے اور نہیں ہلاک کرتے مگر اپنے آپ کو

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ㉖

اور نہیں سمجھتے ف۳۰

فائدہ: [۲۴] صداقت رسول ﷺ اور اہل کتاب کی محرومی: ...... یعنی اس کے علاوہ کہ میری صداقت کا خدا گواہ ہے اور قرآن کریم اس کی ناطق اور ناقابل تردید شہادت دے رہا ہے، وہ اہل کتاب (یہود و نصاریٰ) بھی جن کی طرف کتب سماویہ کا عالم سمجھ کر تم میرے معاملہ میں رجوع کرتے ہو، اپنے دلوں میں پورا یقین رکھتے ہیں کہ بلاشبہ میں وہ ہی "نبی آخر الزماں" ہوں جس کی بشارت انبیائے سابقین دیتے چلے آئے ہیں۔ ان کو جس طرح بہت سے بچوں میں سے اپنی اولاد کے شناخت کرنے میں کوئی دقت نہیں ہوتی ایسے ہی نبی کریم ﷺ اور قرآن کریم کی صداقت کے معلوم کرنے میں بھی کوئی شبہ اور دھوکہ نہیں ہے، البتہ حسد، کبر، تقلید آباء اور حب جاہ و مال وغیرہ اجازت نہیں

دیتے کہ مشرف بایمان ہو کر اپنی جانوں کو نقصان دائمی اور ہلاکت ابدی سے بچائیں۔

فَائِدَہ:[۲۵] ظالموں کو بھلائی نصیب نہیں ہوگی:......یعنی نبی نہ ہو اور خدا پر افترا کر کے دعویٰ نبوت کر بیٹھے یا سچے نبی سے جس کی صداقت کے دلائل واضحہ موجود ہوں خدائی پیام سن کر تکذیب پر کمربستہ ہو جائے۔ ان دونوں سے بڑھ کر ظالم کوئی نہیں ہو سکتا اور سنت اللہ یہ ہے کہ ظالم کو انجام کار کامیابی اور بھلائی نصیب نہیں ہوتی۔ پس اگر فرض کرو معاذ اللہ! میں مفتری ہوں تو ہرگز کامیاب نہ ہوں گا، اور تم مکذب ہو جیسا کہ دلائل سے ظاہر ہے تو تمہاری خیریت نہیں۔ لہٰذا حالات میں غور کر کے اور انجام سوچ کر عاقبت کی فکر کرو، اور اس دن سے ڈرو جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کے یہ ہی معنی لیے ہیں اور بعض مفسرین نے ''افتراء علی اللہ'' سے مشرکین کا شرک مراد لیا جیسا کہ آگے ﴿وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ﴾ [انعام: ۲۴] میں اشارہ ہے۔ واللہ اعلم!

فَائِدَہ:[۲۶]......یعنی جن کی نسبت تم کو دعویٰ تھا کہ وہ خدائی کے حصہ دار اور شدائد میں تمہارے شفیع و مددگار ہیں، آج ایسی سختی اور مصیبت کے وقت کہاں چلے گئے کہ تمہارے کچھ بھی کام نہیں آتے۔

فَائِدَہ:[۲۷] مشرکین کا جھوٹ:......یعنی بجز انکار واقعات کے کچھ کرتے دھرتے نہ بن پڑے گی، باطل معبودین کی جس عقیدت و محبت میں مفتون ہو رہے تھے اس کی حقیقت صرف اتنی رہ جائے گی کہ ساری عمر کے عقیدے اور تعلق سے بھی انکار کر بیٹھیں گے۔

فَائِدَہ:[۲۸] مشرکین کی بے چارگی اور درماندگی:......یعنی اس صریح جھوٹ سے مشرکین کی انتہائی بدحواسی اور شرکاء کی غایت بے چارگی اور درماندگی کا اظہار ہوگا۔ کاش مشرکین اس رسوا کن انجام کو دنیا ہی میں سمجھ لیں۔

فَائِدَہ:[۲۹] مشرکین کا طرز عمل اور اس کا وبال:......یہ ان لوگوں کا ذکر ہے جو بغرض اعتراض وعیب جوئی قرآن کریم اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی باتوں کی طرف کان لگاتے تھے، ہدایت سے منتفع ہونا اور حق کو قبول کرنا مقصود نہ تھا۔ نصیحت وہدایت سے ممتد اعراض اور کان شنس [شعور] کی مسلسل تعطیل کا قدرتی نتیجہ یہ ہوا کہ قبول حق کے وسائل وقویٰ انجام کار ماؤف ہو کر رہ گئے، حق کے سمجھنے سے ان کے دل محروم کر دیئے گئے پیغام ہدایت کا سننا کانوں کو بھاری معلوم ہونے لگا، آنکھیں نظر عبرت سے ایسی خالی ہو گئیں کہ ہر قسم کے نشانات دیکھ کر بھی ایمان لانے کی توفیق نہیں ہوتی۔ اور لطف یہ ہے کہ اس حالت موت پر قانع ومسرور بھی ہیں بلکہ فخر کے لہجہ میں اس کا اعلان کرتے ہیں، سورۂ حم السجدہ میں ہے: ﴿فَاَعْرَضَ اَكْثَرُهُمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ۝ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْٓ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ وَفِيْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ۝﴾ اس آیت سے معلوم ہوا کہ سماع آیات سے منتفع نہ ہونا اور دلوں پر پردہ پڑ جانا خود اُن کے اعراض کا نتیجہ تھا اور یہ اعراض ہی اس کیفیت کے حدوث کا سبب ہوا ہے: ﴿وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِ اٰيٰتُنَا وَلّٰى مُسْتَكْبِرًا كَاَنْ لَّمْ يَسْمَعْهَا كَاَنَّ فِيْٓ اُذُنَيْهِ وَقْرًا﴾ [لقمان: ۷] اسباب پر مسبّبات کا مرتب کرنا چونکہ خالق جل وعلا کے سوا کسی کا کام نہیں ہو سکتا اسی لیے آیت حاضرہ ﴿وَجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً﴾ میں پردے وغیرہ ڈالنے کی نسبت حق تعالیٰ کی طرف کر دی گئی۔

فَائِدَہ:[۳۰] مشرکین کی حماقت:......یعنی ان میں نہ فہم رہا ہے، نہ انصاف۔ ایمان لانا اور ہدایت ربانی سے منتفع ہونا تو کجا، ان کی غرض تو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں آنے سے صرف مجادلہ (جھگڑنا) اور پھبتیاں اڑانا ہے۔ چنانچہ قرآنی حقائق وبیانات کو معاذ اللہ! اساطیر الاولین کہتے ہیں، پھر اس تکذیب اور جدل وتمسخر پر اکتفا نہیں، کوشش یہ ہے کہ دوسروں کی طرف بھی اپنی بیماری کا تعدیہ کریں۔ چنانچہ لوگوں کو حق سے روکتے ہیں اور خود بھی اس سے دور بھاگتے ہیں تاکہ انہیں دیکھ کر دوسرے قبول حق سے نفور وبیزار ہو جائیں مگر ان تمام ناپاک کوششوں سے نہ بحمد اللہ دین حق کو کوئی نقصان پہنچ سکتا ہے وہ تو غالب ہو کر رہے گا اور نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو، کہ ان کی عصمت ورفعت کا تکفل حق تعالیٰ فرما چکا ہے۔ ہاں! یہ احمق خود اپنے لیے ہلاکت ابدی کا سامان فراہم کر رہے ہیں اور سمجھتے بھی نہیں کہ ہم اپنے ہاتھ سے خود اپنے پاؤں پر کلہاڑی مار رہے ہیں۔

وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلَى النَّارِ فَقَالُوْا يٰلَيْتَنَا نُرَدُّ وَلَا نُكَذِّبَ بِاٰيٰتِ رَبِّنَا

اور اگر تو دیکھے جس وقت کہ کھڑے کئے جاویں گے وہ دوزخ پر پس کہیں گے اے کاش ہم پھر بھیج دیے جاویں اور ہم نہ جھٹلائیں اپنے رب کی آیتوں کو

وَنَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲۷﴾ بَلْ بَدَا لَهُمْ مَّا كَانُوْا يُخْفُوْنَ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَوْ رُدُّوْا

اور ہو جاویں ہم ایمان والوں میں ف ۳۱ کوئی نہیں بلکہ ظاہر ہو گیا جو چھپاتے تھے پہلے ف ۳۲ اور اگر پھر بھیجے جاویں تو پھر بھی وہی

لَعَادُوْا لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۲۸﴾ وَقَالُوْۤا اِنْ هِىَ اِلَّا حَيَاتُنَا الدُّنْيَا وَمَا

کام کریں جس سے منع کئے گئے تھے اور وہ بے شک جھوٹے ہیں ف ۳۳ اور کہتے ہیں ہمارے لئے زندگی نہیں مگر یہی دنیا کی اور ہم

نَحْنُ بِمَبْعُوْثِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَلَوْ تَرٰۤى اِذْ وُقِفُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ؕ قَالَ اَلَيْسَ هٰذَا بِالْحَقِّ ؕ

کو پھر نہیں زندہ ہونا ف ۳۴ اور کاش کہ تو دیکھے جس وقت وہ کھڑے کئے جاویں گے اپنے رب کے سامنے فرمائے گا کیا یہ سچ نہیں؟

قَالُوْا بَلٰى وَرَبِّنَا ؕ قَالَ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ﴿۳۰﴾ قَدْ خَسِرَ ع ۳ ۱۰ ۹

کہیں گے کیوں نہیں قسم ہے اپنے رب کی، فرمائے گا تو چکھو عذاب بدلے میں اپنے کفر کے ف ۳۵ تباہ ہوئے وہ

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَتْهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً قَالُوْا يٰحَسْرَتَنَا

لوگ جنہوں نے جھوٹ جانا ملنا اللہ کا یہاں تک کہ جب آ پہنچے گی ان پر قیامت اچانک تو کہیں گے

عَلٰى مَا فَرَّطْنَا فِيْهَا ۙ وَهُمْ يَحْمِلُوْنَ اَوْزَارَهُمْ عَلٰى ظُهُوْرِهِمْ ؕ اَلَا سَآءَ مَا

اے افسوس کیسی کوتاہی ہم نے اس میں کی اور وہ اٹھاویں گے اپنے بوجھ اپنی پیٹھوں پر، خبردار ہو جاؤ کہ برا بوجھ ہے جو وہ

يَزِرُوْنَ ﴿۳۱﴾ وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَاۤ اِلَّا لَعِبٌ وَّلَهْوٌ ؕ وَلَلدَّارُ الْاٰخِرَةُ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ

اٹھاویں گے ف ۳۶ اور نہیں ہے زندگانی دنیا کی مگر کھیل اور جی بہلانا اور آخرت کا گھر بہتر ہے

يَتَّقُوْنَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۳۲﴾ قَدْ نَعْلَمُ اِنَّهٗ لَيَحْزُنُكَ الَّذِىْ يَقُوْلُوْنَ فَاِنَّهُمْ لَا

پرہیزگاروں کے لئے، کیا تم نہیں سمجھتے ف ۳۷ ہم کو معلوم ہے کہ تجھ کو غم میں ڈالتی ہیں ان کی باتیں سو وہ تجھ کو نہیں

يُكَذِّبُوْنَكَ وَلٰكِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ

جھٹلاتے لیکن یہ ظالم تو اللہ کی آیتوں کا انکار کرتے ہیں اور جھٹلائے گئے ہیں بہت سے رسول تجھ سے

قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَاُوْذُوْا حَتّٰۤى اَتٰهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ

پہلے پس صبر کرتے رہے جھٹلانے پر اور ایذا پر یہاں تک کہ پہنچی ان کو مدد ہماری اور کوئی نہیں بدل سکتا

لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ وَلَقَدْ جَآءَكَ مِنْ نَّبَاِی الْمُرْسَلِیْنَ ﴿۳۴﴾ وَاِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَیْكَ

اللہ کی باتیں اور تجھ کو پہنچ چکے ہیں کچھ حالات رسولوں کے ف ۳۸ اور اگر تجھ پر گراں ہے ان کا

اِعْرَاضُهُمْ فَاِنِ اسْتَطَعْتَ اَنْ تَبْتَغِیَ نَفَقًا فِی الْاَرْضِ اَوْ سُلَّمًا فِی السَّمَآءِ

منہ پھیرنا تو اگر تجھ سے ہو سکے کہ ڈھونڈھ نکالے کوئی سرنگ زمین میں یا کوئی سیڑھی آسمان میں پھر لا دے

فَتَاْتِیَهُمْ بِاٰیَةٍ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَمَعَهُمْ عَلَى الْهُدٰى فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْجٰهِلِیْنَ ﴿۳۵﴾

ان کے پاس ایک معجزہ اور اگر اللہ چاہتا تو جمع کر دیتا سب کو سیدھی راہ پر سو تو مت ہو نادانوں میں ف ۳۹

اِنَّمَا یَسْتَجِیْبُ الَّذِیْنَ یَسْمَعُوْنَ ؔ ؕ وَالْمَوْتٰى یَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ ثُمَّ اِلَیْهِ یُرْجَعُوْنَ ﴿۳۶﴾

مانتے وہی ہیں جو سنتے ہیں اور مردوں کو زندہ کرے گا اللہ پھر اس کی طرف لائے جاویں گے ف ۴۰

وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَیْهِ اٰیَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰۤى اَنْ یُّنَزِّلَ اٰیَةً وَّلٰكِنَّ

اور کہتے ہیں کیوں نہیں اتری اس پر کوئی نشانی اس کے رب کی طرف سے ف ۴۱ کہہ دے کہ اللہ کو قدرت ہے اس بات پر کہ اتارے نشانی لیکن

اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ وَلَا طٰٓىِٕرٍ یَّطِیْرُ بِجَنَاحَیْهِ اِلَّاۤ

ان میں اکثر نہیں جانتے ف ۴۲ اور نہیں ہے کوئی چلنے والا زمین میں اور نہ کوئی پرندہ کہ اڑتا ہے اپنے بازوؤں سے مگر ہر ایک

اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ مَا فَرَّطْنَا فِی الْكِتٰبِ مِنْ شَیْءٍ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ یُحْشَرُوْنَ ﴿۳۸﴾

امت ہے تمہاری طرح ، ہم نے نہیں چھوڑی لکھنے میں کوئی چیز پھر سب اپنے رب کے سامنے جمع ہوں گے ف ۴۳

فائدہ:[۳۱] مشرکین کی ساری شیخی کافور:......یعنی آیات اللہ کی تکذیب واستہزا وغیرہ ساری فوں فاں اس وقت تک ہے جب تک خدائی سزا کا ہولناک وہوشربا منظر سامنے نہیں، جس وقت دوزخ کی ذراسی ہوا بھی لگ جائے گی تو ساری شیخی کرکری ہو جائے گی اور بہزار تمنا یہ درخواست کریں گے کہ ہم کو دنیا میں دوبارہ بھیج دیا جائے تاکہ آیندہ کبھی اپنے رب کی آیتوں کو نہ جھٹلائیں اور پکے ایمان دار بن کر رہیں، الآن قد ندمت وماینفع الندم۔

فائدہ:[۳۲] تمنائے مشرکین کی حقیقت:......یعنی اب بھی دنیا میں واپس جانے کی تمنا عزم صحیح اور ایمانی رغبت وشوق سے نہیں بلکہ جب مجازات ومکافات عمل کا وہ منظر سامنے آگیا جسے باوجود وضوح ادلہ انکار کے پردہ میں چھپایا کرتے تھے، عذاب الٰہی کو آنکھوں سے دیکھ لیا، تمام اعمال شنیعہ کا جو چھپ چھپ کر کیے جاتے تھے راز فاش ہو گیا، ابھی ابھی جو ﴿وَاللّٰهِ رَبِّنَا مَا كُنَّا مُشْرِكِیْنَ﴾ کہہ چکے تھے اس جھوٹ کی بھی قلعی کھل گئی۔ غرضیکہ بدی کے جو اثرات مخفی اور غیر مرئی طور پر اندر ہی اندر ان نالائقوں کے دلوں میں پرورش پا رہے تھے وہ دردناک عذاب کی صورت میں متمثل ہو کر سامنے آگئے، تو محض جان بچانے کے لیے دوبارہ دنیا میں واپس کیے جانے کی تمنا کرنے لگے۔

فائدہ:[۳۳] مشرکین جھوٹے ہیں سرکشی سے باز نہیں رہیں گے:......یعنی اب بھی جھوٹ کہتے ہیں کہ ہم دنیا میں واپس ہو کر پکے

ایمان دار بن جائیں گے اور ہرگز آیات اللہ کی تکذیب نہ کریں گے۔ یہ اشقیاء اگر دنیا میں واپس کر دیئے جائیں تو بدی اور شرارت کی جو قوتیں ان میں رکھی ہیں پھر انہی کو کام میں لائیں گے اور جس مصیبت سے گھبرا کر واپس جانے کی تمنا کر رہے ہیں اسے خواب وخیال کی طرح فراموش کر دیں گے جیسا کہ بسا اوقات دنیوی مصائب ومہالک میں پھنس کر آدمی انابت وتوبہ اختیار کر لیتا ہے پھر جہاں چند روز گذرے کچھ بھی یاد نہیں رکھتا کہ اس وقت کیا عہد وپیمان کیے تھے: ﴿كَاَنْ لَّمْ يَدْعُنَاۤ اِلٰى ضُرٍّ مَّسَّهٗ﴾ [یونس: ۱۲]

فائدہ: [۳۴] ...... یعنی خوب مزے اُڑا لو، دنیوی عیش کو خواہ مخواہ فکر آخرت سے مُنَغَّض [گدلا] مت کرو۔ یہ ہی حال آج کل یورپ کے مادہ پرستوں کا ہے۔

فائدہ: [۳۵] ...... یعنی جب حقیقت آنکھوں کے سامنے آجائے گی اور "بعث بعد الموت" وغیرہ کے اقرار سے چارہ نہ رہے گا تب کہا جائے گا کہ انکارِ حقیقت اور "کفر بالمعاد" کا مزہ چکھو۔

فائدہ: [۳۶] شقاوت اور بد بختی: ...... انسان کی بڑی شقاوت اور بد بختی یہ ہے کہ "لقاء اللہ" سے انکار کرے اور زندگی کے اس بلند ترین مقصد کو جھوٹ سمجھے۔ یہاں تک کہ جب موت یا قیامت سر پر آکھڑی ہو تب بے فائدہ کفِ افسوس ملتا رہ جائے کہ ہائے ہم نے اپنی دنیوی زندگی میں یا یوم قیامت کے لیے تیاری کرنے میں کیسی ناقابل تلافی کوتاہی کی، اس وقت اس افسوس وحسرت سے کچھ نہ ہوگا۔ جرموں اور شرارتوں کے بار گراں کو جس سے اس کی پشت خمیدہ ہوگی، یہ ناوقت کا تاسف وتحسر ذرا بھی ہلکا نہ کر سکے گا۔

فائدہ: [۳۷] اصلی گھر اور حقیقی زندگی: ...... کفار تو یہ کہتے تھے کہ دنیوی زندگی کے سوا کوئی زندگی ہی نہیں، لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہ فانی اور مکدر زندگانی حیاتِ اخروی کے مقابلہ میں محض ہیچ اور بے حقیقت ہے، یہاں کی زندگی کے صرف ان ہی لمحات کو زندگی کہا جا سکتا ہے جو آخرت کی درستی میں خرچ کیے جائیں، بقیہ تمام اوقات جو آخرت کی فکر وتیاری سے خالی ہوں ایک عاقبت اندیش کے نزدیک لہو ولعب سے زائد وقعت نہیں رکھتے، پرہیزگار اور سمجھ دار لوگ جانتے ہیں کہ ان کا اصلی گھر آخرت کا گھر اور ان کی حقیقی زندگی آخرت کی زندگی ہے۔

فائدہ: [۳۸] آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی اور اشقیاء کو دھمکی: ...... خلائق کے حال پر شفقت وہمدردی سارے جہان سے زیادہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل میں ڈالی گئی تھی، آپ ان بد بختوں کی تکذیب واعراض، مستقبل کی تباہی اور مشرکانہ وملحدانہ کلمات سے سخت رنج اور صدمہ محسوس فرماتے تھے۔ ان آیات میں آپ کو تسلی اور ان اشقیاء کو دھمکی دی گئی ہے کہ آپ ان کے اعراض وتکذیب سے اس قدر دل گیر اور بے چین نہ ہوں؛ یہ لوگ جو تکذیب کر رہے ہیں فی الحقیقت آپ کو نہیں جھٹلاتے کیونکہ آپ کو تو پہلے سے بالاتفاق صادق وامین سمجھتے تھے، بلکہ خدا کی آیات ونشانات کا جو پیغمبر علیہ السلام کی تصدیق وتبلیغ کے لیے بھیجی گئی ہیں، جان بوجھ کر از راہِ ظلم وعناد انکار کر رہے ہیں تو آپ بھی ان ظالموں کا معاملہ خدا کے سپرد کر کے مطمئن ہو جائیے وہ خود ان کے ظلم اور آپ کے صبر کا پھل دینے والا ہے۔ انبیائے سابقین کے ساتھ بھی جن کے کچھ حالات آپ کو سنائے جا چکے ہیں ان کی قوموں نے تکذیب وایذا رسانی کا برتاؤ کیا، جس پر خدا کے معصوم پیغمبر نہایت اولو العزمی سے صبر کرتے رہے حتیٰ کہ حسبِ وعدہ خدا کی مدد پہنچی اور بڑے زبردست متکبرین کے مقابلہ میں ان کو مظفر ومنصور کیا گیا۔ آپ سے جو نصر وظفر کے وعدے کیے گئے ہیں ایک ایک کر کے پورے ہوں گے، پہاڑ اپنی جگہ سے ٹل جائیں مگر خدا کا وعدہ نہیں ٹل سکتا، کس کی طاقت ہے جو خدا کی باتوں کو بدل ڈالے یعنی جو اس نے کہا ہے اسے واقع نہ ہونے دے۔ مکذبین کو یاد رکھنا چاہیے کہ ان کی جنگ حقیقتاً محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات سے نہیں بلکہ ربِّ محمد سے ہے جس نے ان کو اپنا سفیر اعظم اور معتمد بنا کر کھلے نشانات کے ساتھ بھیجا ہے، محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب ان خدائی نشانات کی تکذیب ہے۔

فائدہ: [۳۹] کفار کا مخصوص مطالبہ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو محبت آمیز تنبیہ: ...... کفار کا مطالبہ یہ تھا کہ یہ نبی ہیں تو ان کے ساتھ ہمیشہ ایسا نشان رہنا چاہیے جسے ہر کوئی دیکھ کر یقین کرنے اور ایمان لانے پر مجبور ہو جایا کرے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم چونکہ تمام دنیا کی ہدایت پر

حریص تھے شاید آپ کے دل نے چاہا ہوگا کہ ان کا یہ مطالبہ پورا کر دیا جائے اس لیے حق تعالیٰ نے یہ تربیت فرمائی کہ تکوینیات میں مشیت الٰہی کے تابع رہو۔ تکوینی مصالح اس کو مقتضی نہیں کہ ساری دنیا کو ایمان لانے پر مجبور کر دیا جائے ورنہ خدا تو اس پر بھی قادر تھا کہ بدون توسط پیغمبروں اور نشانوں کے شروع ہی سے سب کو سیدھی راہ پر جمع کر دیتا، جب خدا کی حکمت ایسے مجبور کن معجزات اور فرمائشی نشانات دکھلانے کو مقتضی نہیں تو مشیتِ الٰہی کے خلاف کسی کو یہ طاقت کہاں ہے کہ وہ زمین یا آسمان میں سے سرنگ یا سیڑھی لگا کر ایسا فرمائشی اور مجبور کن معجزہ نکال کر دکھلا دے۔ خدا کے قوانین حکمت وتدبیر کے خلاف کسی چیز کے وقوع کی امید رکھنا نادانوں کا کام ہے۔

فائدہ: [۴۰] ...... یعنی سب سے توقع نہ رکھو کہ مانیں گے، جن کے دل کے کان بہرے ہو گئے وہ سنتے ہی نہیں، پھر مانیں کس طرح؟ ہاں! یہ کافر جو قلبی و روحانی حیثیت سے مردوں کی طرح ہیں قیامت میں دیکھ کر یقین کریں گے اور ان چیزوں کو مانیں گے جن کا انکار کرتے تھے۔

فائدہ: [۴۱] ...... یعنی ان نشانیوں میں سے کوئی نشانی کیوں نہ اتری، جن کی وہ فرمائش کرتے تھے کما قال تعالیٰ: ﴿وَقَالُوْا لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا ۝ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ۝ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ۝ اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ۝﴾ [بنی اسرائیل: ۹۰ تا ۹۳] ورنہ ویسے تو آپ پر بے شمار علمی و عملی معجزات و نشانات بارش کی طرح اترتے رہتے تھے۔

فائدہ: [۴۲] **قوانین حکمت کا تقاضا:** ...... یعنی خدا فرمائشی معجزات دکھلانے سے عاجز نہیں لیکن جن قوانین حکمت و رحمت پر نظامِ تکوین کی بنیاد ہے تم میں کے اکثر ان کے سمجھنے سے قاصر ہیں، ان قوانین کا اقتضاء یہ ہی ہے کہ تمام فرمائشی معجزات نہ دکھلائے جائیں۔

فائدہ: [۴۳] **فرمائشی معجزات نہ دکھلانے کی حکمت:** ...... ان آیات میں بعض حکمتوں پر متنبہ کیا گیا ہے جو فرمائشی نشانات نہ دکھلائے جانے میں مرعی ہیں، یعنی تمام حیوانات خواہ زمین پر رینگنے ہوں یا ہوا میں اڑتے ہوں، وہ بھی انسانوں کی طرح ایک اُمت ہیں ان میں سے ہر نوع کو حق تعالیٰ نے ایک خاص وضع اور فطرت پر پیدا کیا جو انکے معین خواص و افعال کے دائرہ میں کام کرتی ہے، کوئی جانور اپنے افعال و حرکات کے محدود حلقہ سے جو قدرت نے باعتبار اسکی فطرت و استعداد کے مشخص کر دیئے ہیں، ایک قدم باہر نہیں نکال سکتا۔ چنانچہ ابتدائے آفرینش سے آج تک کسی حیوان نے اپنی نوع کے محدود دائرۂ عمل میں کسی طرح کی ترقی نہیں کی۔ اسی طرح ہر چیز کی استعداد و فطرت کو خیال کر لیجیے حق تعالیٰ کے علم قدیم اور لوح محفوظ میں تمام انواع و اجناس کی تدبیر وتربیت کے اصول و فروع منضبط ہیں۔ کوئی چیز نہ اس زندگی میں اور نہ مرنے کے بعد اس مکمل انضباط و انتظام سے باہر جا سکتی ہے، انسان جنسِ حیوان سے "با اختیار اور ترقی کن" حیوان ہے، اسی کسب و اختیار اور ترقی کن عقل و تمیز کی موجودگی نے اسکے "نظام تکوینی اور قانونِ حیات" کو دوسرے تمام حیوانات سے ایسا اعلیٰ اور ممتاز بنا دیا ہے کہ اب اسے حیوان کہتے بھی شرم آتی ہے، وہ برخلاف باقی حیوانات کے دیکھنے سننے اور پوچھنے سے نئی نئی معلومات حاصل کرتا اور قوتِ فکریہ سے انکو ترتیب دیکر "حیاتِ جدید" کی طرف ترقی کرتا رہتا ہے وہ نیک و بد میں تمیز کرنے، نافع و ضار کے پہچانے، آغاز وانجام سمجھنے پر قادر، اور کسی عمل کے کرنے یا چھوڑنے میں فی الجملہ آزاد ہے، اسی لیے اس کو خدا کی جانب سے ایسے نشانات دکھلائے جاتے ہیں جن میں غور و فکر کرنے کا موقع مل سکے اور فکر و کسب کی فطری آزادی کو سلب کرنے والے نہ ہوں اور اگر وہ خدا کے دیئے ہوئے قوائے عقلیہ سے ٹھیک طور پر ان میں غور کرے تو اسے حق و باطل اور نیک و بد کی تمیز کرنے میں کچھ دقت نہ ہو۔ پس ایسے فرمائشی نشانات و معجزات کی درخواست کرنا جو بہمہ وجوہ ایمان لانے پر مجبور کر دیں، انسان کی فطری آزادی اور اس کے نظام ترکیبی کو تباہ کرنے، بلکہ انسان کو عام حیوانات کی صف میں اُتار لانے کا مرادف ہے۔ اور اگر فرمائشی نشان بہمہ وجوہ مجبور کن نہ ہوں تو انکا دکھلانا بیکار ہے کیونکہ ان میں بھی وہی غیر ناشی عن دلیل شکوک و شبہات پیدا کر لیے جائیں گے جو ہزاروں غیر فرمائشی نشانات میں کیے جا چکے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِي الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ

اور جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتوں کو وہ بہرے اور گونگے ہیں اندھیروں میں ف۴۴ جس کو چاہے اللہ گمراہ کرے ف۴۵ اور جس

يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۳۹﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ

کو چاہے ڈال دے سیدھی راہ پر تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا

اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۴۰﴾ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ

یا آوے تم پر قیامت کیا اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے، بتاؤ اگر تم سچے ہو بلکہ اسی کو پکارتے ہو پھر دور

ع ۱۱ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ﴿۴۱﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى

کر دیتا ہے اس مصیبت کو جس کے لئے اس کو پکارتے ہو اگر چاہتا ہے اور تم بھول جاتے ہو جن کو شریک کرتے تھے ف۴۶ اور ہم نے رسول بھیجے

اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ﴿۴۲﴾ فَلَوْلَآ اِذْ

تھے بہت سی امتوں پر تجھ سے پہلے پھر ان کو پکڑا ہم نے سختی میں اور تکلیف میں تاکہ وہ گڑگڑاویں پھر کیوں نہ

جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا

گڑگڑائے جب آیا ان پر عذاب ہمارا لیکن سخت ہو گئے دل ان کے اور بھلے کر دکھلائے ان کو شیطان نے جو کام وہ

يَعْمَلُوْنَ ﴿۴۳﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا

کر رہے تھے پھر جب وہ بھول گئے اس نصیحت کو جو ان کو کی گئی تھی کھول دیے ہم نے ان پر دروازے ہر چیز کے، یہاں تک کہ جب

فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ﴿۴۴﴾ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ

وہ خوش ہوئے ان چیزوں پر جو ان کو دی گئیں پکڑ لیا ہم نے ان کو اچانک پس اس وقت وہ رہ گئے ناامید ف۴۷ پھر کٹ گئی جڑ ان

الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۴۵﴾ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ

ظالموں کی اور سب تعریفیں اللہ ہی کے لیے ہیں جو پالنے والا ہے سارے جہان کا ف۴۸ تو کہہ دیکھو تو اگر چھین لے اللہ تمہارے کان

وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ

اور آنکھیں اور مہر کر دے تمہارے دلوں پر ف۴۹ تو کون ایسا رب ہے اس کے سوا جو تم کو یہ چیزیں لا دیوے ف۵۰ دیکھ ہم کیونکر طرح طرح

نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ﴿۴۶﴾ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ

سے بیان کرتے ہیں باتیں پھر بھی وہ کنارہ کرتے ہیں تو کہہ دیکھو تو اگر آوے تم پر عذاب اللہ کا اچانک ف۵۱

بَغۡتَةً اَوۡ جَهۡرَةً هَلۡ يُهۡلَكُ اِلَّا الۡقَوۡمُ الظّٰلِمُوۡنَ ﴿٤٧﴾ وَمَا نُرۡسِلُ الۡمُرۡسَلِيۡنَ اِلَّا

یا ظاہر ہو کر تو کون ہلاک ہو گا ظالم لوگوں کے سوا ٥٢ اور ہم رسول نہیں بھیجتے مگر خوشی

مُبَشِّرِيۡنَ وَمُنۡذِرِيۡنَ ۚ فَمَنۡ اٰمَنَ وَاَصۡلَحَ فَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ ﴿٤٨﴾

اور ڈر سنانے کو پھر جو کوئی ایمان لایا اور سنور گیا تو نہ ڈر ہے ان پر اور نہ وہ غمگین ہوں

فَائِدَة: [٤٤] جھٹلانے والوں کی بے اعتدالیاں: ...... نہ کہنے والے کی سنتے ہیں، نہ خود دوسرے سے پوچھتے ہیں اور نہ اندھیرے میں کچھ دیکھ سکتے ہیں جب سب قویٰ اپنی بے اعتدالیوں سے بے کار کر لیے تو حق کی تصدیق وقبول کا کیا ذریعہ ہو؟

فَائِدَة: [٤٥] ...... گمراہ کرنا اسی کو چاہتا ہے جو خود ذرائع ہدایت کو اپنے اوپر مسدود کر لیتے ہیں ﴿وَلَوۡ شِئۡنَا لَرَفَعۡنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ اَخۡلَدَ اِلَى الۡاَرۡضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ﴾ [اعراف:١٧٦]

فَائِدَة: [٤٦] مصیبتوں میں اللہ ہی دستگیری کرتے: ...... جب اندھے بہرے گونگے ہو کر آیات اللہ کو جھٹلایا اور گمراہی کے عمیق غار میں جا پڑے، اس پر اگر دنیا میں یا قیامت میں خدا کا سخت عذاب نازل ہو تو سچ سچ بتلاؤ کہ خدا کے سوا اس وقت کسے پکارو گے، دنیا کی چھوٹی چھوٹی مصیبتوں میں بھی جب گھر جاتے ہو تو مجبور ہو کر اسی خدائے واحد کو پکارتے ہو اور سب شرکاء کو بھول جاتے ہو: ﴿فَاِذَا رَكِبُوۡا فِى الۡفُلۡكِ دَعَوُا اللّٰهَ مُخۡلِصِيۡنَ لَهُ الدِّيۡنَ﴾ [عنکبوت:٦٥] جس پر اگر خدا چاہتا ہے تو اس مصیبت کو دور بھی کر دیتا ہے، اسی سے اندازہ کر لو کہ نزولِ عذاب یا ہولِ قیامت سے بچانے والا بجز خدا کے اور کون ہو سکتا ہے؟ پھر یہ کس قدر حماقت اور اندھا پن ہے کہ اس خدا کی عظمت و جلال کو فراموش کر کے ان کی نازل کی ہوئی آیات کی تکذیب اور فرمائشی آیات کا مطالبہ کرتے ہو۔

فَائِدَة: [٤٧] مجرم کیلئے بچاؤ کا راستہ: ...... گذشتہ آیت میں عذاب آنے کا احتمال بیان ہوا تھا اب واقعات کا حوالہ دیتے ہیں کہ پہلے زمانہ میں اس طرح کے عذاب آ چکے ہیں، نیز متنبہ فرما دیا کہ جب مجرم کو ابتداءً ہلکی تنبیہ کی جائے تو اس کو معاً خدا کی طرف رجوع ہونا چاہیے، سخت دلی اور اغوائے شیطانی سے اسے ہلکا نہ سمجھے۔ موضح القرآن میں ہے کہ گناہ گار کو اللہ تعالیٰ تھوڑا سا پکڑتا ہے، اگر وہ گڑگڑایا اور توبہ کی تو بچ گیا اور اگر اتنی پکڑ نہ مانی تو پھر بھلا وا دیا اور وسعت عیش کے دروازے کھولے۔ جب نعمتوں کی شکر گزاری اور انعام و احسان سے متأثر ہونے کے بجائے خوب گناہ میں غرق ہوا تو دفعۃً بے خبر پکڑا گیا یہ ارشاد ہے کہ آدمی کو گناہ پر تنبیہ پہنچے تو شتاب [فوراً] توبہ کرے۔ یہ راہ نہ دیکھے کہ اس سے زیادہ پہنچے تو یقین کروں۔

فَائِدَة: [٤٨] ...... ظالموں کا استیصال بھی اس کی ربوبیتِ عامہ کا اثر اور مجموعۂ عالم کے لیے رحمتِ عظیم ہے اسی لیے یہاں حمد وشکر کا اظہار فرمایا۔

فَائِدَة: [٤٩] ...... کہ نہ تم سن سکو، نہ دیکھ سکو، نہ دل سے سمجھ سکو۔

فَائِدَة: [٥٠] ...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "یعنی توبہ میں دیر نہ کرے جو کان اور آنکھ اور دل اس وقت ہے شاید پھر نہ ملے اور اس لیے توبہ واستغفار کی توفیق نہ ہو سکے۔"

فَائِدَة: [٥١] ...... "اچانک" یعنی وہ عذاب جس کی کچھ علامات پہلے سے ظاہر نہ ہوں۔ وللہذا ﴿جَهۡرَةً﴾ سے مراد وہ عذاب ہوگا جس کے آنے سے قبل علامات ظاہر ہونے لگیں۔

فَائِدَة: [٥٢] ...... یعنی توبہ میں دیر نہ کرنا چاہیے شاید اس دیر میں عذاب پہنچ جائے جس کا خمیازہ صرف ظالموں کو برداشت کرنا پڑتا ہے۔

اگر پہلے ہی ظلم وعدوان سے توبہ کر چکا ہوگا تو اس عذاب سے بچ رہے گا۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا يَمَسُّهُمُ الْعَذَابُ بِمَا كَانُوْا يَفْسُقُوْنَ ﴿۴۹﴾ قُلْ لَّآ اَقُوْلُ

اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو ان کو پہنچے گا عذاب اس لئے کہ وہ نافرمانی کرتے تھے ف۵۳ تو کہہ میں نہیں کہتا

لَكُمْ عِنْدِيْ خَزَآئِنُ اللّٰهِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَيْبَ وَلَآ اَقُوْلُ لَكُمْ اِنِّيْ مَلَكٌ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ

تم سے کہ میرے پاس ہیں خزانے اللہ کے اور نہ میں جانوں غیب کی بات اور نہ میں کہوں تم سے کہ میں فرشتہ ہوں ف۵۴ میں تو اسی پر چلتا

اِلَّا مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۭ اَفَلَا تَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۵۰﴾ ع ۹ / ۱۱

ہوں جو میرے پاس اللہ کا حکم آتا ہے تو کہہ دے کب برابر ہوسکتا ہے اندھا اور دیکھنے والا سو کیا تم غور نہیں کرتے ف۵۵

وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْ يُّحْشَرُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ لَيْسَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ وَلِيٌّ وَّلَا

اور خبردار کر دے اس قرآن سے لوگوں کو جن کو ڈر ہے اس کا کہ جو جمع ہوں گے اپنے رب کے سامنے اس طرح پر کہ اللہ کے سوا نہ کوئی ان کا حمایتی ہوگا

شَفِيْعٌ لَّعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَا تَطْرُدِ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ

اور نہ سفارش کرنے والا ف۵۶ تاکہ وہ بچتے رہیں ف۵۷ اور مت دور کر ان لوگوں کو جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام چاہتے

يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ ۭ مَا عَلَيْكَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّمَا مِنْ حِسَابِكَ عَلَيْهِمْ

ہیں اس کی رضا ف۵۸ تجھ پر نہیں ہے ان کے حساب میں سے کچھ اور نہ تیرے حساب میں سے ان پر ہے

مِّنْ شَيْءٍ فَتَطْرُدَهُمْ فَتَكُوْنَ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ وَكَذٰلِكَ فَتَنَّا بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ

کچھ کہ تو ان کو دور کرنے لگے پس ہو جاوے گا تو بے انصافوں میں ف۵۹ اور اسی طرح ہم نے آزمایا ہے بعضے لوگوں کو بعضوں

لِّيَقُوْلُوْٓا اَهٰٓؤُلَاۗءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا ۭ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ﴿۵۳﴾

سے تاکہ کہیں کیا یہی لوگ ہیں جن پر اللہ نے فضل کیا ہم سب میں، کیا نہیں ہے اللہ خوب جاننے والا شکر کرنے والوں کو ف۶۰

فائدہ: [۵۳] **پیغمبروں کی آمد کا مقصد:**...... یعنی تم جو عذاب الٰہی سے نڈر اور بے فکر ہو کر بیہودہ فرمائشیں اور دُور دراز کار سوالات کر کے پیغمبر ﷺ کو دِق کرتے اور ان کی تصدیق کے لیے خود ساختہ معیار تراشتے ہو، خوب سمجھ لو کہ پیغمبر دنیا میں اس لیے نہیں بھیجے گئے کہ تمہاری ایسی واہی تباہی فرمائشیں پوری کرتے رہا کریں، ان کی بعثت کی غرض صرف ''تبشیر وانذار'' اور ''تبلیغ وارشاد'' ہے وہ خدا کی طرف سے اس لیے بھیجے جاتے ہیں کہ فرمانبرداروں کو بشارات سنائیں اور نافرمانوں کو ان کے انجام بد پر متنبہ کر دیں، آگے ہر شخص کی کمائی اس کے ساتھ ہے جس نے انبیاء علیہم السلام کی باتوں پر یقین کیا اور اعتقاداً و عملاً اپنی حالت درست کر لی، حقیقی امن اور چین اس کو نصیب ہوا اور جس نے خدا کی آیات کو جھٹلا کر ہدایت الٰہی سے روگردانی کی وہ نافرمانی اور بغاوت کی وجہ سے سخت تباہی اور عذابِ عظیم کے نیچے آ گیا۔ العیاذ باللہ!

فَائِدَہ:[۵۴] منصب رسالت کی حقیقت:......اس آیت میں منصب رسالت کی حقیقت پر روشنی ڈالی گئی ہے، یعنی کوئی شخص جو مدعیٔ نبوت ہو، اس کا دعویٰ یہ نہیں ہوتا کہ تمام مقدوراتِ الٰہیہ کے خزانے اس کے قبضہ میں ہیں کہ جب اس سے کسی امر کی فرمائش کی جائے وہ ضرور ہی کر دکھلائے یا تمام معلومات غیبیہ وشہادیہ پر خواہ ان کا تعلق فرائض رسالت سے ہو یا نہ ہو، اس کو مطلع کر دیا گیا ہے کہ جو کچھ تم پوچھو، وہ فوراً بتلا دیا کرے یا نوع بشر کے علاوہ وہ کوئی اور نوع ہے جو لوازم وخواص بشریہ سے اپنی برأت ونزاہت کا ثبوت پیش کرے۔ جب ان باتوں میں سے وہ کسی چیز کا مدعی نہیں تو فرمائشی معجزات اس سے طلب کرنا یا از راہ تعنت وعناد اس قسم کا سوال کرنا کہ ''قیامت کب آئے گی؟'' یا یہ کہنا کہ ''یہ رسول کیسے ہیں جو کھانا کھاتے اور بازاروں میں خرید وفروخت کے لیے جاتے ہیں'' اور ان ہی امور کو معیارِ تصدیق وتکذیب ٹھہرانا کہاں تک صحیح ہوسکتا ہے۔

فَائِدَہ:[۵۵] نبی اور غیر نبی میں فرق:......یعنی اگرچہ پیغمبر نوع بشر سے علیحدہ کوئی دوسری نوع نہیں لیکن اس کے اور باقی انسانوں کے درمیان زمین وآسمان کا فرق ہے، انسانی قوتیں دوقسم کی ہیں: علمی وعملی (۱) قوتِ علمیہ کے اعتبار سے نبی اور غیر نبی میں اعمٰی وبصیر (اندھے اور سوانکھے) کا تفاوت سمجھنا چاہیے۔ نبی کے دل کی آنکھیں ہروقت مرضیاتِ الٰہی اور تجلیاتِ ربانی کے دیکھنے کے لیے کھلی رہتی ہیں، جس کے بلاواسطہ مشاہدہ سے دوسرے انسان محروم ہیں اور (۲) قوتِ عملیہ کا حال یہ ہوتا ہے کہ پیغمبر اپنے قول وفعل اور ہر ایک حرکت وسکون میں رضائے الٰہی اور حکمِ خداوندی کے تابع ومنقاد ہوتے ہیں وحیٔ سماوی اور احکامِ الٰہیہ کے خلاف نہ کبھی ان کا قدم اُٹھ سکتا ہے، نہ زبان حرکت کرسکتی ہے، ان کی مقدس ہستی اخلاق واعمال اور کل واقعات زندگی میں تعلیماتِ ربانی اور مرضیاتِ الٰہی کی روشن تصویر ہوتی ہے جسے دیکھ کر غور وفکر کرنے والوں کو ان کی صداقت اور مامور من اللہ ہونے میں ذرا بھی شبہ نہیں رہ سکتا۔

فَائِدَہ:[۵٦] نصیحت اور ہدایت قرآنی سے نفع حاصل کرنے والے قابل توجہ ہیں:......یعنی جو لوگ فرمائشی معجزات دکھلائے جانے پر اپنے ایمان کو موقوف رکھتے اور از راہِ تعنت وعناد آیات اللہ کی تکذیب پر تلے ہوئے ہیں، ان سے قطع نظر کیجیے، کیونکہ تبلیغ کا فرض ادا ہو چکا اور ان کے راہِ راست پر آنے کی توقع نہیں، اب وحیِ الٰہی (قرآن) کے ذریعہ سے ان لوگوں کو متنبہ کرنے کا مزید اہتمام فرمایئے جن کے دلوں میں محشر کا خوف اور عاقبت کی فکر ہے، کیونکہ ایسے ہی لوگوں سے امید ہوسکتی ہے کہ نصیحت سے متأثر اور ہدایت قرآنی سے منتفع ہوں۔

فَائِدَہ:[۵۷]......یعنی یہ سن کر گناہ سے بچتے رہیں۔

فَائِدَہ:[۵۸]......یعنی رات دن اس کی عبادت میں حسنِ نیت اور اخلاص کے ساتھ مشغول رہتے ہیں۔

فَائِدَہ:[۵۹] خدا کی عبادت اور رضا جوئی میں مشغول رہنے والوں کی قدر دانی:......یعنی جب ان کا ظاہر حال یہ بتلا رہا ہے کہ شب وروز خدا کی عبادت اور رضا جوئی میں مشغول رہتے ہیں تو اسی کے مناسب ان سے معاملہ کیجیے، ان کا باطنی حال کیا ہے یا آخری انجام کیا ہوگا، اس کی تفتیش ومحاسبہ پر معاملات موقوف نہیں ہوسکتے، یہ حساب نہ آپ کا ان کے ذمہ ہے نہ ان کا آپ کے، لہٰذا اگر بالفرض آپ دولت مندوں کی ہدایت کی طمع میں ان غریب مخلصین کو اپنے پاس سے ہٹانے لگیں تو یہ بات بے انصافی کی ہوگی، ''موضح القرآن'' میں ہے: ''کافروں میں بعض سرداروں نے حضرت ﷺ سے کہا کہ تمہاری بات سننے کو ہمارا دل چاہتا ہے لیکن تمہارے پاس بیٹھتے ہیں رذیل لوگ، ہم ان کے برابر نہیں بیٹھ سکتے۔ اس پر یہ آیت اتری، یعنی خدا کے طالب اگرچہ غریب ہیں، ان ہی کی خاطر مقدم ہے۔''

فَائِدَہ:[٦۰]......یعنی دولت مندوں کو غریبوں سے آزمایا ہے کہ ان کو ذلیل دیکھتے ہیں اور تعجب کرتے ہیں کہ یہ کیا لائق ہیں اللہ کے فضل کے۔ اور اللہ ان کے دل دیکھتا ہے کہ اللہ کا حق مانتے ہیں۔

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى
اور جب آویں تیرے پاس ہماری آیتوں کے ماننے والے تو کہہ دے تو سلام ہے تم پر لکھ لیا ہے تمہارے رب نے
نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ
اپنے اوپر رحمت کو کہ جو کوئی کرے تم سے برائی ناواقفیت سے پھر اس کے بعد توبہ کر لے اور نیک ہو جاوے
وَاَصْلَحَ ۙ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ وَلِتَسْتَبِيْنَ سَبِيْلُ
تو بات یہ ہے کہ وہ ہے بخشنے والا مہربان اور اسی طرح ہم تفصیل سے بیان کرتے ہیں آیتوں کو اور تاکہ کھل جاوے
ع ۱۲ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۵۵﴾ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ
طریقہ گناہ گاروں کا ف۶۱ تو کہہ دے مجھ کو روکا گیا ہے اس سے کہ بندگی کروں ان کی جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا، تو کہہ میں نہیں چلتا
اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۵۶﴾ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ
تمہاری خوشی پر، بے شک اب تو میں بہک جاؤں گا اور نہ رہوں گا ہدایت پانے والوں میں ف۶۲ تو کہہ دے کہ مجھ کو شہادت پہنچی
مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ ؕ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ
میرے رب کی اور تم نے اس کو جھٹلایا ف۶۳ میرے پاس نہیں جس چیز کی تم جلدی کر رہے ہو ف۶۴ حکم کسی کا نہیں سوا اللہ کے، بیان کرتا ہے
يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ﴿۵۷﴾ قُلْ لَّوْ اَنَّ عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ لَقُضِيَ
حق بات اور وہ سب سے اچھا فیصلہ کرنے والا ہے تو کہہ اگر ہوتی میرے پاس وہ چیز جس کی تم جلدی کر رہے ہو تو طے ہو چکا ہوتا
الْاَمْرُ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا
جھگڑا درمیان میرے اور درمیان تمہارے ف۶۵ اور اللہ خوب جانتا ہے ظالموں کو اور اسی کے پاس کنجیاں ہیں غیب کی کہ ان
يَعْلَمُهَآ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا
کو کوئی نہیں جانتا اس کے سوا اور وہ جانتا ہے جو کچھ جنگل اور دریا میں ہے اور نہیں جھڑتا کوئی پتا مگر وہ جانتا ہے اس
وَلَا حَبَّةٍ فِيْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿۵۹﴾
کو اور نہیں گرتا کوئی دانہ زمین کے اندھیروں میں اور نہ کوئی ہری چیز اور نہ کوئی سوکھی چیز مگر وہ سب کتاب مبین میں ہے ف۶۶

فائدہ: [۶۱] **مومنین کی دلجوئی:** ...... پہلے فرمایا تھا کہ پیغمبر تبشیر و انذار کے لیے آتے ہیں، چنانچہ اس رکوع کے شروع میں ﴿وَاَنْذِرْ بِهِ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ﴾ سے شان انذار کا استعمال تھا۔ اب مومنین کے حق میں شان تبشیر کا اظہار ہے یعنی مومنین کو کامل سلامتی اور رحمت و مغفرت

کی بشارت سنا دیجیے تاکہ ان غریبوں کا دل بڑھے اور دولت مند متکبرین کے طعن و تشنیع اور تحقیر آمیز برتاؤ سے شکستہ خاطر نہ رہیں۔ اسی لیے ہم احکام و آیات تفصیل سے بیان کرتے ہیں نیز اس لیے کہ مومنین کے مقابلہ میں مجرمین کا طریقہ بھی واضح ہو جائے۔

تنبیہ:...... یہ جو فرمایا کہ "جو کوئی کرے تم میں سے برائی ناواقفیت سے" اس سے شاید یہ غرض ہو کہ مومن جو برائی یا معصیت کرتا ہے خواہ نادانستہ ہو یا جان بوجھ کر، وہ فی الحقیقت اس برائی اور گناہ کے انجام بد سے ایک حد تک ناواقف اور بے خبر ہی ہو کر کرتا ہے۔ اگر گناہ کے تباہ کن نتائج کا پوری طرح اندازہ اور استحضار ہو تو کون شخص ہے جو اس پر اقدام کی جرأت کرے گا۔

فائدہ: [۶۲] **مجرمین کیلئے پیغام:**...... گذشتہ آیت میں وہ چیزیں بیان ہوئیں جو مومنین سے کہنے کے لائق ہیں۔ اس رکوع میں ان امور کا تذکرہ ہے جو مجرمین اور مکذبین کے حق میں قابلِ خطاب ہیں، یعنی آپ فرما دیجیے کہ میرا ضمیر، میری فطرت، میری عقل، میرا نورِ شہود اور وحی الٰہی جو مجھ پر اُترتی ہے، یہ سب مجھ کو اس سے روکتے ہیں کہ میں توحیدِ کامل کے جادہ سے ذرا بھی قدم ہٹاؤں، خواہ تم کتنے ہی حیلے اور تدبیریں کرو میں کبھی تمہاری خوشی اور خواہش کی پیروی نہیں کر سکتا۔ بفرضِ محال اگر پیغمبر کسی معاملہ میں وحیِ الٰہی کو چھوڑ کر عوام کی خواہشات کا اتباع کرنے لگیں تو خدا نے جنہیں ہادی بنا کر بھیجا تھا، معاذ اللہ! وہ ہی خود بہک گئے، پھر ہدایت کا بیج دنیا میں کہاں رہ سکتا ہے۔

فائدہ: [۶۳] ...... یعنی میرے پاس خدا کی صاف و صریح شہادت اور واضح دلائل پہنچ چکے، جن کے قبول سے سرِمو انحراف نہیں کر سکتا۔ تم اس کو جھٹلاتے ہو تو اس کا انجام سوچ لو۔

فائدہ: [۶۴] ...... یعنی عذابِ الٰہی۔ چنانچہ کفار کہتے تھے: ﴿اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝﴾ [انفال: ۳۲] (اگر یہ حق ہے جس کی ہم تکذیب کر رہے ہیں تو آپ آسمان سے ہم پر پتھروں کی بارش کر دیجیے یا ہم پر اور کوئی سخت عذاب بھیج دیجیے)۔

فائدہ: [۶۵] **سب کچھ اللہ کے قبضہ میں ہے:**...... یعنی جس پر چاہے، جب چاہے اور جس قسم کا چاہے عذاب بھیجے یا نہ بھیجے ویسے ہی توبہ کی توفیق مرحمت فرما دے یہ سب اللہ کے قبضہ میں ہے، کسی کا حکم اور زور اس کے سوا نہیں چلتا، وہ دلائل و براہین کے ساتھ حق کو بیان کر دیتا ہے، پھر جو نہ مانیں ان کے متعلق بہترین فیصلہ کرنے والا بھی وہ ہی ہے۔ اگر ان کا فیصلہ کرنا یا سزا دینا میرے قبضۂ اختیار میں ہوتا اور یہ نزول عذاب میں جلدی چاہنے والے مجھ سے عذاب کا مطالبہ کرتے تو اب تک کبھی کا جھگڑا ختم ہو چکا ہوتا۔ یہ تو خدا ہی کے علمِ محیط، حلمِ عظیم، حکمتِ بالغہ اور قدرتِ کاملہ کا پرتو ہے کہ بے شمار مصالح و حکم کی رعایت کرتے ہوئے باوجود پوری طرح جاننے اور قدرت رکھنے کے ظالموں پر فوراً عذاب نازل نہیں کرتا۔ آیندہ آیات میں اُس کے علمِ محیط اور قدرتِ کاملہ کا ذکر ہے تاکہ ثابت ہو کہ تاخیر عذاب جہل یا عجز کی بنا پر نہیں۔

فائدہ: [۶۶] ...... یعنی لوحِ محفوظ میں ہے، اور لوحِ محفوظ میں جو چیز ہوگی وہ علمِ الٰہی میں پہلے ہوگی۔ اس اعتبار سے مضمون آیت کا حاصل یہ ہوا کہ عالمِ غیب و شہادت کی کوئی خشک و تر اور چھوٹی بڑی چیز حق تعالیٰ کے علمِ ازلی محیط سے خارج نہیں ہو سکتی۔ "بناءً علیہ ان ظالموں کے ظاہری و باطنی احوال اور ان کی سزا دہی کے مناسب وقت و محل کا پورا پورا علم اسی کو ہے۔

تنبیہ:...... **غیب کی چابیاں اور خزانے صرف اللہ کے پاس ہیں:**...... "مفاتح" کو جن علماء نے مَفتح بفتح المیم کی جمع قرار دیا ہے انہوں نے مفاتح الغیب" کا ترجمہ "غیب کے خزانوں" سے کیا اور جن کے نزدیک مِفتح بکسر المیم کی جمع ہے وہ "مفاتح الغیب" کا ترجمہ مترجم رحمۃ اللہ علیہ کے موافق کرتے ہیں یعنی "غیب کی کنجیاں" مطلب یہ ہے کہ غیب کے خزانے اور ان کی کنجیاں صرف خدا کے ہاتھ میں ہیں؛ وہ ہی ان میں سے جس خزانہ کو جس وقت اور جس قدر چاہے کسی پر کھول سکتا ہے، کسی کو یہ قدرت نہیں کہ اپنے حواس و عقل وغیرہ آلاتِ ادراک کے ذریعہ سے علومِ غیبیہ تک رسائی پاسکے یا جتنے غیوب اس پر منکشف کر دیئے گئے ہیں ان میں از خود اضافہ کر لے کیونکہ علومِ غیبیہ کی کنجیاں

اس کے ہاتھ میں نہیں دی گئیں۔ خواہ لاکھوں کروڑوں جزئیات و واقعاتِ غیبیہ پر کسی بندے کو مطلع کر دیا گیا ہو، تاہم غیب کے اصول و کلیات کا علم جن کو "مفاتیح غیب" کہنا چاہیے، حق تعالیٰ نے اپنے ہی لیے مخصوص رکھا ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ

اور وہی ہے کہ قبضہ میں لے لیتا ہے تم کو رات میں ف ۶۷ اور جانتا ہے جو کچھ کہ تم کر چکے ہو دن میں ف ۶۸ پھر تم کو اٹھا دیتا ہے اس میں تاکہ

لِيُقْضٰٓى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۶۰﴾ ع ۵ ۱۲

پورا ہو وہ وعدہ جو مقرر ہو چکا ہے ف ۶۹ پھر اسی کی طرف تم کو لوٹ جانا ہے پھر خبر دے گا تم کو اس کی جو کچھ تم کرتے ہو ف ۷۰

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ۭ حَتّٰٓى اِذَا جَاۗءَ اَحَدَكُمُ

اور وہی غالب ہے اپنے بندوں پر اور بھیجتا ہے تم پر نگہبان ف ۷۱ یہاں تک کہ جب آ پہنچے تم میں سے کسی کو موت تو قبضہ

الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ﴿۶۱﴾ ثُمَّ رُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ ۭ

میں لے لیتے ہیں ہمارے بھیجے ہوئے فرشتے ف ۷۲ اور وہ کوتاہی نہیں کرتے ف ۷۳ پھر پہنچائے جاویں گے اللہ کی طرف جو مالک ان کا

اَلَا لَهُ الْحُكْمُ ۣ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ﴿۶۲﴾ قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ

ہے سچا، سن رکھو حکم اسی کا ہے اور وہ بہت جلد حساب لینے والا ہے ف ۷۴ تو کہہ کون تم کو بچا لاتا ہے جنگل کے اندھیروں سے اور دریا کے

وَالْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَىِٕنْ اَنْجٰىنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ

اندھیروں سے اس وقت میں کہ پکارتے ہو تم اس کو گڑگڑا کر اور چھپکے سے کہ اگر ہم کو بچا لیوے اس بلا سے تو البتہ ہم ضرور

الشّٰكِرِيْنَ ﴿۶۳﴾ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ ﴿۶۴﴾

احسان مانیں گے تو کہہ دے اللہ تم کو بچاتا ہے اس سے اور ہر سختی سے پھر بھی تم شرک کرتے ہو ف ۷۵

قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ

تو کہہ اسی کو قدرت ہے اس پر کہ بھیجے تم پر عذاب ف ۷۶ اوپر سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے

اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ۭ اُنْظُرْ كَيْفَ

سے یا بھڑا دے تم کو مختلف فرقے کر کے اور چکھا دے ایک کو لڑائی ایک کی ف ۷۷ دیکھ کس کس طرح

نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَكَذَّبَ بِهٖ قَوْمُكَ وَهُوَ الْحَقُّ ۭ قُلْ لَّسْتُ

سے ہم بیان کرتے ہیں آیتوں کو تاکہ وہ سمجھ جاویں ف ۷۸ اور اس کو جھوٹ بتلایا تیری قوم نے حالانکہ وہ حق ہے، تو کہہ دے کہ میں

عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿٦٦﴾ لِكُلِّ نَبَاٍ مُّسْتَقَرٌّ ۡ وَّسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٧﴾

نہیں تم پر داروغہ ہر ایک خبر کا ایک وقت مقرر ہے اور قریب ہے کہ اس کو جان لوگے ف ۷۹

فَائِدَہ: [۶۷] ......یعنی شب میں سوتے وقت ظاہری احساس و شعور باقی نہیں رہتا اور آدمی اپنے گردوپیش بلکہ اپنے جسم کے احوال تک سے بھی بے خبر ہو جاتا ہے، گویا اس وقت یہ قوتیں ان سے لے لی گئیں۔

فَائِدَہ: [۶۸] ......یعنی دن میں جو کچھ چلنا پھرنا، نقل و حرکت اور کسب و اکتساب واقع ہوتا ہے وہ سب کامل تفصیل کے ساتھ خدا کے علم میں موجود ہے۔

فَائِدَہ: [۶۹] ......یعنی اگر وہ چاہتا تو تم سوتے کے سوتے رہ جاتے لیکن موت کا وعدہ پورا ہونے تک ہر نیند کے بعد تم کو بیدار کرتا رہتا ہے۔

فَائِدَہ: [۷۰] ......دن میں کاروبار کر کے رات کو سونا، پھر سو کر اٹھنا یہ روزمرہ کا سلسلہ ایک چھوٹا سا نمونہ ہے دنیا کی زندگی پھر موت پھر دوبارہ زندہ کیے جانے کا، اسی لیے نیند اور بیداری کے تذکرہ کے ساتھ "مسئلہ معاد" پر متنبہ کر دیا گیا۔

فَائِدَہ: [۷۱] ......یعنی وہ فرشتے جو تمہاری اور تمہارے اعمال کی نگہداشت کرتے ہیں۔

فَائِدَہ: [۷۲] ......یعنی جو فرشتے روح قبض کرنے کے لیے بھیجے جاتے ہیں۔

فَائِدَہ: [۷۳] ......یعنی جس وقت اور جس طرح جان نکالنے کا حکم ہوتا ہے اس میں وہ کسی طرح کی رعایت یا کوتاہی نہیں کرتے۔

فَائِدَہ: [۷۴] ......یعنی ایک لحظہ میں آدمی کی عمر بھر کی بھلائی برائی واضح کر دے۔

فَائِدَہ: [۷۵] ......یعنی حق تعالیٰ باوجود علم محیط اور قدرتِ کاملہ کے جس کا بیان اوپر ہوا، تمہاری بداعمالیوں اور شرارتوں کی سزا فوراً نہیں دیتا بلکہ جب مصائب و شدائد کی اندھیریوں میں پھنس کر تم اس کو عاجزی سے پکارتے ہو اور پختہ وعدے کرتے ہو کہ اس مصیبت سے نکلنے کے بعد کبھی شرارت نہ کرینگے اور ہمیشہ احسان کو یاد رکھیں گے، تو بسا اوقات وہ تمہاری دستگیری کر کے ان مہالک اور ہر قسم کی سختیوں سے نجات دے دیتا ہے لیکن تم پھر بھی اپنے وعدہ پر قائم نہیں رہتے اور مصیبت سے آزاد ہوتے ہی بغاوت شروع کر دیتے ہو۔

فَائِدَہ: [۷۶] ......یعنی خدا کے امہال و درگزر کو دیکھ کر مامون اور بے فکر نہ ہونا چاہیے، جس طرح وہ شدائد و مصائب سے نجات دے سکتا ہے، اسے یہ بھی قدرت ہے کہ کسی قسم کا عذاب تم پر مسلط کر دے۔

فَائِدَہ: [۷۷] ......اس میں عذاب کی تین قسمیں بیان فرمائیں: (۱) جو اوپر سے آئے، جیسے پتھر برسنا یا طوفانی ہوا اور بارش۔ (۲) جو پاؤں کے نیچے سے آئے جیسے زلزلہ یا سیلاب وغیرہ یہ دونوں خارجی اور بیرونی عذاب ہیں جو اگلی قوموں پر مسلط کیے گئے۔ حضور ﷺ کی دعا سے اس اُمت کو اس قسم کے عام عذاب سے محفوظ کر دیا گیا ہے، یعنی اس قسم کا عام عذاب جو گذشتہ اقوام کی طرح اس اُمت کا استیصال کر دے، نازل نہ ہوگا، جزئی اور خصوصی واقعات اگر پیش آئیں تو اس کی نفی نہیں (۳) ہاں! تیسری قسم عذاب کی جسے اندرونی اور داخلی عذاب کہنا چاہیے اس اُمت کے حق میں باقی رہی ہے اور وہ پارٹی بندی، باہمی جنگ و جدل اور آپس کی خونریزی کا عذاب ہے۔ موضح القرآن میں ہے کہ قرآن شریف میں اکثر کافروں کو عذاب کا وعدہ دیا۔ یہاں کھول دیا کہ عذاب وہ بھی ہے جو اگلی اُمتوں پر آیا آسمان سے یا زمین سے اور یہ بھی ہے کہ آدمیوں کو آپس میں لڑا دے اور ان کو قتل یا قید یا ذلیل کرے، حضرت ﷺ نے سمجھ لیا کہ اس اُمت پر یہی ہوگا، اکثر "عذاب الیم" اور "عذاب مہین" اور "عذاب شدید" اور "عذابِ عظیم" ان ہی باتوں کو فرمایا ہے اور آخرت کا عذاب بھی ہے ان پر جو کافر ہی مرے۔

فائدۃ:[۷۸]......یعنی قرآن کو یا عذاب کے آنے کو، کیونکہ وہ سمجھتے تھے کہ یہ سب جھوٹی دھمکیاں ہیں عذاب وغیرہ کچھ نہیں آتا۔

فائدۃ:[۷۹]......یعنی میرا یہ منصب نہیں کہ تمہاری تکذیب پر خود عذاب نازل کردوں یا اس کے وقت اور نوعیت وغیرہ کی تفصیل بتلاؤں، میرا کام صرف باخبر اور متنبہ کردینا ہے، آگے ہر چیز کے وقوع کا علم الٰہی میں ایک وقت مقرر ہے جب وقت آجائے گا تم خود جان لوگے کہ میں جس چیز سے ڈراتا تھا وہ کہاں تک سچ ہے۔

وَاِذَا رَاَيْتَ الَّذِيْنَ يَخُوْضُوْنَ فِيْٓ اٰيٰتِنَا فَاَعْرِضْ عَنْهُمْ حَتّٰى يَخُوْضُوْا فِيْ حَدِيْثٍ

اور جب تو دیکھے ان لوگوں کو کہ جھگڑتے ہیں ہماری آیتوں میں تو ان سے کنارہ کر یہاں تک کہ مشغول ہو جاویں کسی اور بات میں،

غَيْرِهٖ ۭ وَاِمَّا يُنْسِيَنَّكَ الشَّيْطٰنُ فَلَا تَقْعُدْ بَعْدَ الذِّكْرٰى مَعَ الْقَوْمِ

اور اگر بھلا دے تجھ کو شیطان تو مت بیٹھ یاد آ جانے کے بعد ظالموں

الظّٰلِمِيْنَ ۝۶۸ وَمَا عَلَى الَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ مِنْ حِسَابِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ وَّلٰكِنْ ذِكْرٰى

کے ساتھ ف۸۰ اور پرہیزگاروں پر نہیں ہے جھگڑنے والوں کے حساب میں سے کوئی چیز، لیکن ان کے ذمہ نصیحت کرنی ہے

لَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ۝۶۹ وَذَرِ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَعِبًا وَّلَهْوًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ

تاکہ وہ ڈریں ف۸۱ اور چھوڑ دے ان کو جنہوں نے بنا رکھا ہے اپنے دین کو کھیل اور تماشا ف۸۲ اور دھوکا دیا ان کو دنیا کی

الدُّنْيَا وَذَكِّرْ بِهٖٓ اَنْ تُبْسَلَ نَفْسٌۢ بِمَا كَسَبَتْ ڰ لَيْسَ لَهَا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيٌّ

زندگانی نے ف۸۳ اور نصیحت کر ان کو قرآن سے تاکہ گرفتار نہ ہو جاوے کوئی اپنے کئے میں کہ نہ ہو اس کے لئے اللہ کے سوا کوئی حمایتی

وَّلَا شَفِيْعٌ ۚ وَاِنْ تَعْدِلْ كُلَّ عَدْلٍ لَّا يُؤْخَذْ مِنْهَا ۭ اُولٰۗىِٕكَ الَّذِيْنَ اُبْسِلُوْا بِمَا

اور نہ سفارش کرنے والا اور اگر بدلے میں دے سارے بدلے تو قبول نہ ہوں اس سے ف۸۴ وہی لوگ ہیں جو گرفتار ہوئے اپنے

كَسَبُوْا ۚ لَهُمْ شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ۝۷۰ قُلْ ع۸

کئے میں، ان کو پینا ہے گرم پانی اور عذاب ہے دردناک بدلے میں کفر کے ف۸۵ تو کہہ

اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓي اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا

کیا ہم پکاریں اللہ کے سوا اس کو جو نہ نفع پہنچا سکیں ہم کو اور نہ نقصان اور کیا پھر جاویں ہم الٹے پاؤں اس کے بعد کہ اللہ سیدھی راہ دکھا چکا ہم کو

اللّٰهُ كَالَّذِي اسْتَهْوَتْهُ الشَّيٰطِيْنُ فِي الْاَرْضِ حَيْرَانَ ۠ لَهٗٓ اَصْحٰبٌ يَّدْعُوْنَهٗٓ اِلَى

مثل اس شخص کے کہ راستہ بھلا دیا ہو اس کو جنوں نے جنگل میں جب کہ وہ حیران ہے، اس کے رفیق بلاتے ہیں اس کو رستہ کی طرف

الْهُدَى ائْتِنَا ؕ قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَاُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ

کہ چلا آ ہمارے پاس ف۸۶ تو کہہ دے کہ اللہ نے جو راہ بتلائی وہی سیدھی راہ ہے ف۸۷ اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ تابع رہیں پروردگار

الْعٰلَمِيْنَ ﴿۷۱﴾ وَاَنْ اَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاتَّقُوْهُ ؕ وَهُوَ الَّذِيْٓ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ﴿۷۲﴾

گار عالم کے اور یہ کہ قائم رکھو نماز کو اور ڈرتے رہو اللہ سے اور وہی ہے جس کے سامنے تم سب اکٹھے ہو گے

فائدہ:[۸۰] طعن اور استہزاء کرنے والوں کے ساتھ بیٹھنے کی ممانعت:......یعنی جو لوگ آیات اللہ پر طعن و استہزا اور ناحق کی نکتہ چینی میں مشغول ہو کر اپنے کو مستحق عذاب بنا رہے ہیں تم ان سے خلط ملط نہ رکھو کہیں تم بھی ان کے زمرہ میں داخل ہو کر مورد عذاب نہ بن جاؤ جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا ہے ﴿اِنَّكُمْ اِذًا مِّثْلُهُمْ﴾ [نساء:۱۴۰] ایک مومن کی غیرت کا تقاضا یہ ہونا چاہیے کہ ایسی مجلس سے بیزار ہو کر کنارہ کرے اور کبھی بھول کر شریک ہو گیا تو یاد آنے کے بعد فوراً وہاں سے اٹھ جائے۔ اسی میں اپنی عاقبت کی درستی، دین کی سلامتی، اور طعن و استہزا کرنے والوں کے لیے عملی نصیحت اور تنبیہ ہے۔

فائدہ:[۸۱] معنی کی وضاحت:......اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں: یعنی اگر پرہیزگار لوگ جھگڑنے اور طعن کرنے والوں کی مجلس سے اٹھ کر چلے آئے تو طاعنین کے گمراہی میں پڑے رہنے کا کوئی مواخذہ اور ضرر ان متقین پر عائد نہیں ہو سکتا، ہاں! ان کے ذمہ بقدر استطاعت اور حسب موقع نصیحت کرتے رہنا ہے شاید وہ بدبخت نصیحت سنکر اپنے انجام سے ڈر جائیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ پرہیزگار اور محتاط لوگوں کو اگر کسی واقعی معتدبہ دینی یا دنیوی ضرورت سے ایسی مجلس میں جانے کا اتفاق ہو جائے تو ان کے حق میں طاعنین کے گناہ اور باز پرس کا کوئی اثر نہیں پہنچتا۔ ہاں! ان کے ذمہ بشرط قدرت نصیحت کر دینا ہے، ممکن ہے کسی وقت ان پر بھی نصیحت کا اثر پڑ جائے۔

فائدہ:[۸۲]......یعنی اپنے اس دین کو جس کا قبول کرنا ان کے ذمہ فرض تھا، اور وہ مذہب اسلام ہے۔

فائدہ:[۸۳]......دنیا کی لذتوں میں مست ہو کر عاقبت کو بھلا بیٹھے۔

فائدہ:[۸۴] عذاب الٰہی سے کوئی نہیں چھڑا سکتا:......یعنی ایسے لوگوں کو جو تکذیب و استہزا کی کرتوت میں پکڑے گئے ہوں نہ کوئی حمایتی ملے گا جو مدد کر کے زبردستی عذاب الٰہی سے چھڑا لے اور نہ کوئی سفارش کرنے والا ہوگا جو سعی و سفارش سے کام نکال دے اور نہ کسی قسم کا فدیہ اور معاوضہ قبول کیا جائے گا۔ اگر بالفرض ایک مجرم دنیا بھر کے معاوضے دے کر چھوٹنا چاہے تو نہ چھوٹ سکے گا۔

فائدہ:[۸۵]......گذشتہ آیت میں خاص اس مجلس سے کنارہ کشی کا حکم تھا جہاں آیات اللہ کے متعلق طعن و استہزا اور ناحق کے جھگڑے کیے جا رہے ہوں، اس آیت میں ایسے لوگوں کی عام مجالست و صحبت ترک کر دینے کا ارشاد ہے مگر ساتھ ہی حکم ہے کہ ان کو نصیحت کر دیا کرو تا کہ وہ اپنے کیے کے انجام سے آگاہ ہو جائیں۔

فائدہ:[۸۶] مسلمان کی شان اور سیدھی راہ:......یعنی مسلمان کی شان یہ ہے کہ گمراہوں کو نصیحت کر کے سیدھی راہ پر لائے اور جو خدا سے بھاگ کر غیر اللہ کی چوکھٹ پر سر رکھے ہوئے ہیں انکو خدائے واحد کے سامنے سربسجود کرنے کی فکر کرے۔ اس سے یہ توقع رکھنا فضول ہے کہ وہ خدا کے سوا کسی ایسی ہستی کے آگے سر جھکائے گا جسکے قبضہ میں نہ نفع ہے نہ نقصان۔ یا اہل باطل کی صحبت میں رہ کر توحید و ایمان کی صاف سڑک چھوڑ دیگا اور شرک کی بھول بھلیاں کی طرف الٹے پاؤں پھریگا۔ اگر معاذ اللہ! ایسا ہو تو اسکی مثال اس مسافر کی سی ہوگی جو اپنے راہ جاننے والے رفقاء کیساتھ جنگل میں سفر کر رہا تھا کہ ناگاہ غول بیابانی (خبیث جنات) نے اسے بہکا کر راستہ سے الگ کر دیا، وہ چاروں

طرف بھٹکتا پھرتا ہے اور اسکے رفقاء از راہ خیر خواہی اُسے آوازیں دے رہے ہیں کہ ادھر آ ، راستہ اس طرف ہے مگر وہ حیران و مخبوط الحواس ہو کر نہ کچھ سمجھتا ہے نہ ادھر آتا ہے۔ اسی طرح سمجھ لو کہ مسافر آخرت کے لیے سیدھی راہ اسلام و توحید کی ہے اور جنکی رفاقت و معیت میں یہ سفر طے ہوتا ہے وہ پیغمبر اور اس کے متبعین ہیں۔ جب یہ بدبخت شیاطین و مضلین کے پنجہ میں پھنس کر صحرائے ضلالت میں بھٹکتا پھرتا ہے اس کے ہادی اور رفقاء از راہ ہمدردی جادۂ حق کی طرف بلا رہے ہیں مگر یہ نہ کچھ سنتا ہے نہ سمجھتا ہے۔ تو اے گروہ اشرار! کیا تمہاری یہ غرض ہے کہ ہم اپنی ایسی مثال بنالیں؟ یہ آیت ان مشرکین کے جواب میں اتری ہے جنہوں نے مسلمانوں سے ترک اسلام کی درخواست کی تھی۔

فائدہ:[۸۷]......ہم سے یہ امید مت رکھو کہ اسے چھوڑ کر ہم شیطان کی بتلائی ہوئی راہوں پر چلیں گے۔

وَهُوَ الَّذِیۡ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضَ بِالۡحَقِّ ؕ وَیَوۡمَ یَقُوۡلُ کُنۡ فَیَکُوۡنُ ۬ؕ قَوۡلُهُ

اور وہی ہے جس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو ٹھیک طور پر اور جس دن کہے گا کہ ہو جاف۸۸ تو وہ ہو جائے گا، اس

الۡحَقُّ ؕ وَلَهُ الۡمُلۡكُ یَوۡمَ یُنۡفَخُ فِی الصُّوۡرِ ؕ عٰلِمُ الۡغَیۡبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ

کی بات سچی ہے اور اسی کی سلطنت ہے جس دن پھونکا جائے گا صور ف۸۹ جاننے والا چھپی اور کھلی باتوں کا اور

وَهُوَ الۡحَکِیۡمُ الۡخَبِیۡرُ ﴿۷۳﴾ وَاِذۡ قَالَ اِبۡرٰهِیۡمُ لِاَبِیۡهِ اٰزَرَ اَتَتَّخِذُ اَصۡنَامًا اٰلِهَةً ۚ

وہی ہے حکمت والا جاننے والا ف۹۰ اور یاد کر جب کہا ابراہیم نے ف۹۱ اپنے باپ آزر کو ف۹۲ تو کیا مانتا ہے بتوں کو خدا، میں

اِنِّیۡۤ اَرٰىكَ وَقَوۡمَكَ فِیۡ ضَلٰلٍ مُّبِیۡنٍ ﴿۷۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُرِیۡۤ اِبۡرٰهِیۡمَ مَلَكُوۡتَ السَّمٰوٰتِ

دیکھتا ہوں کہ تو اور تیری قوم صریح گمراہ ہیں ف۹۳ اور اسی طرح ہم دکھانے لگے ابراہیم کو عجائبات آسمانوں

وَالۡاَرۡضِ وَلِیَكُوۡنَ مِنَ الۡمُوۡقِنِیۡنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَنَّ عَلَیۡهِ الَّیۡلُ رَاٰ كَوۡكَبًا ۚ قَالَ

اور زمین کے اور تاکہ اس کو یقین آ جاوے ف۹۴ پھر جب اندھیرا کر لیا اس پر رات نے دیکھا اس نے ایک ستارہ بولا یہ

هٰذَا رَبِّیۡ ۚ فَلَمَّاۤ اَفَلَ قَالَ لَاۤ اُحِبُّ الۡاٰفِلِیۡنَ ﴿۷۶﴾

ہے رب میرا، پھر جب وہ غائب ہو گیا تو بولا میں پسند نہیں کرتا غائب ہو جانے والوں کو ف۹۵

فائدہ:[۸۸]......یعنی حشر ہو جا۔

فائدہ:[۸۹]......یعنی اس روز ظاہری اور مجازی طور پر بھی خدا کے سوا کسی کی سلطنت نہ رہے گی: ﴿لِمَنِ الۡمُلۡكُ الۡیَوۡمَ لِلّٰهِ الۡوَاحِدِ الۡقَهَّارِ﴾ [مومن:۱۶]

فائدہ:[۹۰]......جو خدا یہ صفات رکھتا ہے جن کا ذکر ان دو تین آیات میں ہوا، وہ ہی اس لائق ہے کہ ہم اس کے تابع فرمان ہوں، اس کے سامنے انتہائی عبودیت اختیار کریں اور ہر آن اس سے ڈرتے رہیں۔ اسی کا ہم کو حکم ہوا ہے، جس سے ہم کسی حال منہ نہیں موڑ سکتے۔

فائدہ:[۹۱] موحد مسلمان کا طرز عمل:......گذشتہ آیات میں جو توحید کا اثبات، شرک کی نفی اور مسلمانوں کے ارتداد سے مایوس کیا گیا تھا،

یہاں موحد اعظم حضرت ابراہیم علیہ الصلوٰۃ والسلام کے واقعہ سے اسی کی تاکید مقصود ہے اور ضمناً مسلمانوں کو یہ بھی سمجھانا ہے کہ مکذبین و معاندین کو کس طرح نصیحت و فہمائش کی جائے، کس طرح ان سے علیحدگی اور بیزاری کا اظہار ہونا چاہیے اور کس طرح ایک مومن قانت کو خدا پرا ور صرف اکیلے خدا پر بھروسہ رکھنا، اسی سے ڈرنا اور اسی کا تابع فرمان ہونا چاہیے۔

فَائِدَة: [۹۲] **حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام:**...... علمائے انساب نے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ کا نام "تارخ" لکھا ہے، ممکن ہے "تارخ" نام اور "آزر" لقب ہو۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے مجاہد رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ سے نقل کیا ہے کہ "آزر" بت کا نام تھا، شاید اس بت کی خدمت میں زیادہ رہنے سے خود ان کا لقب آزر پڑ گیا ہو۔ واللہ اعلم!

فَائِدَة: [۹۳] **صریح گمراہی:**...... اس سے زیادہ صریح و صاف گمراہی کیا ہوگی کہ اکرم المخلوقات "انسان" اپنے ہاتھ سے تراشے پتھروں کو خدائی کا درجہ دیکر ان کے سامنے سربسجود ہو جائے اور انہی سے مرادیں مانگنے لگے۔

فَائِدَة: [۹۴] **تکوینی عجائبات اور اس سے استدلال:**...... یعنی جس طرح بت پرستی کی شناعت و قبح ہم نے ابراہیم علیہ السلام پر ظاہر کر کے انکی قوم کو قائل کیا اسی طرح علویات و سفلیات کے نہایت محکم اور عجیب و غریب نظام ترکیبی کی گہرائیوں پر بھی اسکو مطلع کر دیا، تا کہ اسے دیکھ کر خدا تعالیٰ کے وجود و وحدانیت وغیرہ پر اور تمام مخلوقات سماوی و ارضی کے محکومانہ عجز و بیچارگی پر استدلال، اور اپنی قوم کے عقیدہ کواکب پرستی و ہیاکل سازی کو علیٰ وجہ البصیرت رد کر سکے اور خود بھی حق الیقین کے اعلیٰ مرتبہ پر فائز ہو۔ بلاشبہ عالم کا یہ اکمل و احکم اور بہترین نظم و نسق ہی ایسی چیز ہے جسے دیکھ کر بالبداہت اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اس عظیم الشان مشین کا بنانے اور چلانے والا، اسکے پرزوں کو نہایت مضبوط ترتیب و سلیقہ سے جوڑنے والا، اور ہزاروں لاکھوں برس سے ایک ہی انداز پر اسکی حفاظت کرنے والا، بڑا زبردست حکیم و قدیر صانع ہے جسکے حکیمانہ تصرف اور نفوذ و اقتدار سے مشین کا کوئی چھوٹا بڑا پرزہ باہر نہیں جا سکتا، یہ کام ذہنی بخت و اتفاق یا بے شعور طبیعت یا اندھے بہرے مادہ سے نہیں ہو سکتا۔ یورپ کا مشہور و معروف حکیم نیوٹن کہتا ہے کہ کواکب کی حرکات حالیہ ممکن نہیں کہ محض عام قوت جاذبہ کے فعل کا نتیجہ ہوں، یہ قوتِ جاذبہ تو کواکب کو شمس کی طرف دھکیلتی ہے، اس لیے کواکب کو سورج کے گرد حرکت دینے والا ضروری ہے کوئی خدائی ہاتھ ہو جو باوجود قوتِ جاذبہ کی عام کشش کے انکو اپنے مدارات پر قائم رکھ سکے۔ کوئی سبب طبیعی ایسا نہیں بتلایا جا سکتا جس نے تمام کواکب کو کھلی فضا میں جکڑ بند کر دیا ہے کہ وہ سب سورج کے گرد چکر لگاتے وقت ہمیشہ معین مدارات پر اور ایک خاص جہت ہی میں حرکت کریں جس میں کبھی تخلف نہ ہو۔ پھر کواکب کی حرکات اور درجاتِ سرعت میں انکی اور سورج کی درمیانی مسافت کو ملحوظ رکھتے ہوئے جو دقیق تناسب اور عمیق توازن قائم رکھا گیا ہے کوئی سبب طبیعی نہیں جس سے ہم ان منظم و محفوظ نوامیس کو وابستہ کر سکیں۔ ناچار اقرار کرنا پڑتا ہے کہ یہ سارا نظام کسی ایسے زبردست حکیم و علیم کے ماتحت ہے جو ان تمام اجرام سماویہ کے مواد اور انکی کمیات سے پورا پورا واقف ہے، وہ جانتا ہے کہ کس مادہ کی کس قدر مقدار سے کتنی قوتِ جاذبہ صادر ہو گی، اسی نے اپنے زبردست اندازہ سے کواکب اور شمس کے درمیان مختلف مسافتیں اور حرکت کے مختلف مدارج مقرر کیے ہیں ایک کا دوسرے سے تصادم و تزاحم نہ ہو اور عالم ٹکرا کر تباہ نہ ہو جائے۔ ہر چھوٹا بڑا سیارہ نہایت مضبوط نظام کے ماتحت معین وقت پر طلوع و غروب ہوتا ہے، جب کوئی سیارہ غروب ہو کر دنیا کو اپنے اس فیض و تاثیر سے محروم کر دے جو طلوع کے وقت حاصل تھا تو نہ اس ستارہ کی اور نہ کسی مخلوق کی قدرت میں ہے کہ ایک منٹ کے لیے اسے واپس لے آئے یا غروب سے روک دے۔ یہ رب العالمین ہی کی شان ہے کہ کسی وقت بھی کسی قسم کے افاضہ سے عاجز نہیں ﴿وَالشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۚ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ ۝ لَا الشَّمْسُ يَنْۢبَغِيْ لَهَآ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّيْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ۚ وَكُلٌّ فِيْ فَلَكٍ يَّسْبَحُوْنَ ۝﴾ [یٰس: ۳۸-۴۰]

یہ علویات کا حال ہے تو سفلیات کا اسی سے اندازہ کرلو، یہ ہی تکوینی عجائب اور ملکوت السمٰوٰت والارض ہیں جن کے دیکھنے سے ابراہیم علیہ السلام کی زبان پر ﴿لَآ اُحِبُّ الْاٰفِلِيْنَ﴾ اور ﴿اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ﴾ بے ساختہ جاری ہو گیا جو اگلی آیات میں مذکور ہے۔ (کما تدل علیہ الفاء فی قولہ تعالیٰ: ﴿فَلَمَّا جَنَّ﴾ الآیۃ)

فائدہ: [۹۵] نجوم سے توحید پر استدلال: ...... کہ انہیں اپنا رب بنالوں۔ کیا ایک مجبور قیدی اور بیگاری کو شہنشاہی کے تخت پر بٹھلانا کوئی پسند کرسکتا ہے۔ باقی ابراہیم علیہ السلام کا ﴿هٰذَا رَبِّىْ﴾ کہنا یا تو استفہام انکاری کے لہجہ میں ہے یعنی کیا یہ ہے رب میرا؟ اور یا بالطریق تحکم وتبکیت ہے یعنی یہ ہے رب میرا تمہارے عقیدہ اور گمان کے موافق جیسے موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا: ﴿وَانْظُرْ اِلٰٓى اِلٰهِكَ الَّذِىْ ظَلْتَ عَلَيْهِ عَاكِفًا﴾ (طٰہٰ: ۹۷) ای فی زعمک۔ اس کے سوا مفسرین کے اور اقوال بھی ہیں، مگر ہمارے خیال میں یہ ہی راجح ہے۔ واللہ اعلم!

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّىْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِىْ رَبِّىْ لَاَكُوْنَنَّ

پھر جب دیکھا چاند چمکتا ہوا بولا یہ ہے رب میرا پھر جب غائب ہو گیا بولا اگر نہ ہدایت کرے گا مجھ کو رب میرا تو بے شک

مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ﴿۷۷﴾ فَلَمَّا رَاَ الشَّمْسَ بَازِغَةً قَالَ هٰذَا رَبِّىْ هٰذَآ اَكْبَرُ ۚ فَلَمَّآ

میں رہوں گا گمراہ لوگوں میں ف ۹۶ پھر جب دیکھا سورج جھلکتا ہوا بولا یہ ہے رب میرا سب سے بڑا ہے ف ۹۷ پھر جب غائب ہو گیا

اَفَلَتْ قَالَ يٰقَوْمِ اِنِّىْ بَرِىْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۷۸﴾ اِنِّىْ وَجَّهْتُ وَجْهِىَ لِلَّذِىْ فَطَرَ

بولا اے میری قوم میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو ف ۹۸ میں نے متوجہ کر لیا اپنے منہ کو اسی کی طرف

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِيْفًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ۭ قَالَ

جس نے بنائے آسمان اور زمین سب سے یکسو ہو کر اور میں نہیں ہوں شرک کرنے والا ف ۹۹ اور اس سے جھگڑا کیا اس

اَتُحَآجُّوْٓنِّىْ فِى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ۭ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّىْ

کی قوم نے بولا کیا تم مجھ سے جھگڑا کرتے ہو اللہ کے ایک ہونے میں اور وہ مجھ کو سمجھا چکا ف ۱۰۰ اور میں ڈرتا نہیں ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے

شَيْـًٔا ۭ وَسِعَ رَبِّىْ كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا ۭ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ﴿۸۰﴾ وَكَيْفَ اَخَافُ

ہو اس کا مگر میرا رب ہی کوئی تکلیف پہنچانی چاہے احاطہ کر لیا ہے میرے رب کے علم نے سب چیزوں کا کیا تم نہیں سوچتے ف ۱۰۱ اور میں کیونکر ڈروں

مَآ اَشْرَكْتُمْ وَلَا تَخَافُوْنَ اَنَّكُمْ اَشْرَكْتُمْ بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ عَلَيْكُمْ

تمہارے شریکوں سے اور تم نہیں ڈرتے اس بات سے کہ شریک کرتے ہو اللہ کا ان کو جس کی نہیں اتاری اس نے تم

سُلْطٰنًا ۭ فَاَىُّ الْفَرِيْقَيْنِ اَحَقُّ بِالْاَمْنِ ۚ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿۸۱﴾ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

پر کوئی دلیل ف ۱۰۲ اب دونوں فرقوں میں کون مستحق ہے جمعی کا بولو اگر تم سمجھ رکھتے ہو جو لوگ یقین لے آئے

وقف لازم

وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ﴿۸۲﴾ ع ۱۴ / ۱۵

اور نہیں ملا دیا انہوں نے اپنے یقین میں کوئی نقصان انہی کے واسطے ہے دلجمعی اور وہی ہیں سیدھی راہ پر ف ۱۰۳ اور یہ ہماری

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ

دلیل ہے کہ ہم نے دی تھی ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابلہ میں درجے بلند کرتے ہیں ہم جس کے چاہیں

رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۸۳﴾

تیرا رب حکمت والا ہے جاننے والا ف ۱۰۴

فائدہ: [۹۶] ...... چاند چونکہ بہت حسین اور چمک دار سیارہ ہے اگر خدا دست گیری نہ فرمائے تو بیشک انسان اسی کی چمک دمک پر مفتون ہو کر رہ جائے۔

فائدہ: [۹۷] ...... یعنی نظام فلکی میں سب سے بڑا اور سب سے زیادہ فیض رساں سیارہ ہے، شاید عالم مادی کی کوئی چیز اس کے بلاواسطہ یا بالواسطہ فیض تاثر سے مستغنی ہو۔

فائدہ: [۹۸] ...... یہ تو سب خدا کے مزدور ہیں جو وقت معین پر آتے اور چلے جاتے ہیں ایک منٹ کی تقدیم و تاخیر پر قادر نہیں پھر ان کو خدائی کے حقوق میں شریک کرنا کس قدر گستاخی اور قابل نفرت فعل ہے۔

فائدہ: [۹۹] ...... یعنی ساری مخلوق سے یکسو ہو کر صرف خالق جل وعلا کا دروازہ پکڑ لیا ہے جس کے قبضہ اقتدار میں سب علویات وسفلیات ہیں۔

فائدہ: [۱۰۰] قوم کی جدل و بحث کا جواب: ...... یعنی جس کو خدا سمجھا چکا اور ملکوت السمٰوٰت والارض کی علیٰ وجہ البصیرت سیر کرا چکا، کیا اس سے یہ امید رکھتے ہو کہ وہ تمہارے جھگڑنے اور بیہودہ جدل و بحث کرنے سے بہک جائے گا؟ کبھی نہیں۔

فائدہ: [۱۰۱] قوم کے ڈراوے کا جواب: ...... حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم کہتی تھی کہ تم جو ہمارے معبودوں کی توہین کرتے ہو، ڈرتے رہو کہیں اس کے وبال میں تم (معاذ اللہ) مجنون اور پاگل نہ بن جاؤ یا اور کسی مصیبت میں گرفتار ہو جاؤ۔ اس کا جواب دیا کہ میں ان سے کیا ڈروں گا جن کے ہاتھ میں نفع و نقصان اور تکلیف و راحت کچھ بھی نہیں، ہاں! میرا پروردگار مجھے کوئی تکلیف پہنچانا چاہے تو اس سے دنیا میں کون مستثنیٰ ہے، وہ ہی اپنے علم محیط سے جانتا ہے کہ کس شخص کو کن حالات میں رکھنا مناسب ہوگا۔

فائدہ: [۱۰۲] اصولی جواب: ...... یعنی میں تمہارے معبودوں سے کیوں ڈروں حالانکہ نہ ان کے قبضہ میں نفع و ضرر ہے اور نہ توحید کو اختیار کرنا کوئی جرم ہے جس سے اندیشہ ہو۔ ہاں! تم خدا کے باغی اور مجرم بھی ہو اور خدا مالک نفع و ضرر بھی ہے، لہٰذا تم کو اپنے جرائم کی سزا سے ڈرنا چاہیے۔

فائدہ: [۱۰۳] ایمان اور ظلم کی تفسیر: ...... احادیث صحیحہ میں منقول ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہاں ظلم کی تفسیر شرک سے فرمائی جیسا کہ سورۂ لقمان میں ہے: ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ﴾ [آیت: ۱۳] گویا ظلم کی تنوین تعظیم کے لیے ہوئی تو حاصل مضمون یہ ہوگا کہ مامون و مہتدی صرف وہ ہی لوگ ہو سکتے ہیں جو یقین لائے اس طرح کہ اس میں شرک کی ملاوٹ بالکل نہ ہو، اگر خدا پر یقین رکھنے کے باوجود شرک کو نہ چھوڑا تو وہ نہ ایمان شرعی ہے، نہ اس کے ذریعہ سے امن و ہدایت نصیب ہو سکتی ہے وھو کما قال: ﴿وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ﴾ [یوسف: ۱۰۶] چونکہ ایمان و شرک کا جمع ہونا بظاہر مستبعد تھا اس لیے مترجم محقق قدس اللہ سرہ نے بغرض تسہیل و تفہیم ایمان کا

ترجمہ یقین سے اور ظلم کا نقصان سے کیا جو لغتِ عرب کے عین مطابق ہے کما قولہ تعالیٰ: ﴿لَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا﴾ [کہف: ۳۳] اور اس نقصان سے مراد شرک ہی لیا جائے گا جیسا کہ احادیث میں تصریح ہو چکی اور خود ظلم کلام میں لفظ لَبس اس کا قرینہ ہے اس کی مفصل تحقیق خود مترجم رحمۃ اللہ علیہ مقدمہ میں فرما چکے ہیں وہاں دیکھ لیا جائے۔

فائدہ: [۱۰۴] ...... یعنی ابراہیم علیہ السلام کو ایسی دلائل قاہرہ دے کر ان کی قوم پر غالب فرمانا اور دنیا و آخرت میں سر بلند کرنا اسی علیم و حکیم کا کام ہو سکتا ہے جو ہر شخص کی استعداد و قابلیت کو جانتا ہے اور اپنی حکمت سے ہر چیز کو اس کے مناسب موقع و مقام پر رکھتا ہے۔

وَوَهَبْنَا لَهٗۤ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَنُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ

اور بخشا ہم نے ابراہیم کو اسحاق اور یعقوب، سب کو ہم نے ہدایت دی ف ۱۰۵ اور نوح کو ہدایت کی ہم نے ان سب سے پہلے ف ۱۰۶ اور

ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَسُلَيْمٰنَ وَاَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَمُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى

اس کی اولاد میں سے داؤد اور سلیمان کو اور ایوب اور یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو ف ۱۰۷ اور ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۸۴﴾ وَزَكَرِيَّا وَيَحْيٰى وَعِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۸۵﴾

نیک کام والوں کو اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو سب ہیں نیک بختوں میں

وَاِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَيُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَمِنْ

اور اسماعیل اور الیسع کو اور یونس کو اور لوط کو اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر ف ۱۰۸ اور

اٰبَآئِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَاِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ

ہدایت کی ہم نے بعضوں کو ان کے باپ دادوں میں سے اور ان کی اولاد میں سے اور بھائیوں میں سے اور ان کو ہم نے پسند کیا اور سیدھی

مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۸۷﴾ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَلَوْ اَشْرَكُوْا

راہ چلایا یہ اللہ کی ہدایت ہے اس پر چلاتا ہے جس کو چاہے اپنے بندوں میں سے ف ۱۰۹ اور اگر یہ لوگ شرک کرتے

لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۸۸﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ

تو البتہ ضائع ہو جاتا جو کچھ انہوں نے کیا تھا ف ۱۱۰ یہی لوگ تھے جن کو دی ہم نے کتاب اور شریعت

وَالنُّبُوَّةَ ۚ فَاِنْ يَّكْفُرْ بِهَا هٰٓؤُلَآءِ فَقَدْ وَكَّلْنَا بِهَا قَوْمًا لَّيْسُوْا بِهَا بِكٰفِرِيْنَ ﴿۸۹﴾

اور نبوت پھر اگر ان باتوں کو نہ مانیں مکہ والے تو ہم نے ان باتوں کے لئے مقرر کر دیے ہیں ایسے لوگ جو ان سے منکر نہیں ف ۱۱۱

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ

یہ وہ لوگ تھے جن کو ہدایت کی اللہ نے سو تو چل ان کے طریقہ پر ف ۱۱۲ تو کہہ دے کہ میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ مزدوری

هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ﴿۹۰﴾ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى

یہ تو محض نصیحت ہے جہان کے لوگوں کو ف ۱۱۳ اور نہیں پہچانا انہوں نے اللہ کو پورا پہچاننا جب کہنے لگے کہ نہیں اتاری اللہ نے کسی

بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ ؕ قُلْ مَنْ اَنْزَلَ الْكِتٰبَ الَّذِيْ جَآءَ بِهٖ مُوْسٰى نُوْرًا وَّهُدًى

انسان پر کوئی چیز ف ۱۱۴ پوچھ تو کس نے اتاری وہ کتاب جو موسیٰ لے کر آیا تھا روشن تھی اور ہدایت

لِّلنَّاسِ تَجْعَلُوْنَهٗ قَرَاطِيْسَ تُبْدُوْنَهَا وَتُخْفُوْنَ كَثِيْرًا ۚ وَعُلِّمْتُمْ مَّا لَمْ

تھی لوگوں کے واسطے جس کو تم نے ورق ورق کر کے لوگوں کو دکھلایا اور بہت سی باتوں کو تم نے چھپا رکھا اور تم کو سکھلا دیں جن

تَعْلَمُوْٓا اَنْتُمْ وَلَآ اٰبَآؤُكُمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ ثُمَّ ذَرْهُمْ فِيْ خَوْضِهِمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۱﴾

کو نہ جانتے تھے تم اور نہ تمہارے باپ دادے ف ۱۱۵ تو کہہ دے کہ اللہ نے اتاری پھر چھوڑ دے ان کو اپنی خرافات میں کھیلتے رہیں ف ۱۱۶

فائدہ:[۱۰۵] شانِ ابراہیم علیہ السلام:......یعنی نہ صرف یہ کہ ہم نے ابراہیم کو ذاتی علم و فضل سے سرفراز کیا بلکہ بڑھاپے میں اسحٰق علیہ السلام جیسا بیٹا اور یعقوب علیہ السلام جیسا پوتا عطا فرمایا۔ یعقوب علیہ السلام وہ ہی اسرائیل ہیں جن کی طرف دنیا کی ایک عظیم الشان قوم "بنی اسرائیل" منسوب ہے جن میں سے ہزاروں نبی اٹھائے گئے بلکہ جیسا کہ قرآن میں دوسری جگہ مذکور ہے، ابراہیم علیہ السلام کے بعد حق تعالیٰ نے ہمیشہ کے لیے ان ہی کی نسل میں نبوت اور پیغمبری رکھ دی۔

فائدہ:[۱۰۶] شان نوح علیہ السلام:...... پہلے ابراہیم علیہ السلام کے بعض فروع کا ذکر تھا اب بعض اصول کو ذکر فرمایا، کیونکہ نوح علیہ السلام ابراہیم علیہ السلام کے اجداد میں سے ہیں اور جس طرح ابراہیم علیہ السلام کے بعد نبوت و کتاب کا انحصار صرف ان کی ذریت میں کر دیا گیا تھا اسی طرح نوح علیہ السلام کے بعد نوع انسانی کا انحصار نوح کی نسل میں ہو گیا، گویا طوفان کے بعد وہ دنیا کے لیے آدم ثانی ہوئے: ﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ﴾ [صافات:۷۷]

فائدہ:[۱۰۷] ہم سنگ و مشابہہ انبیاء علیہم السلام:......ظاہری ملک و سلطنت کے اعتبار سے انبیاء علیہم السلام میں داؤد علیہ السلام و سلیمان علیہ السلام ہم رنگ ہیں اور مصائب و شدائد پر صبر کرنے کے لحاظ سے ایوب و یوسف علیہما السلام میں خاص مشابہت ہے۔ باقی موسیٰ اور ہارون علیہما السلام کے قریبی تعلقات کی نسبت تو کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، خود حضرت موسیٰ علیہ السلام نے ہارون علیہ السلام کو بطور اپنے وزیر کے حق تعالیٰ سے طلب کیا تھا۔ مترجم محقق قدس اللہ سرہٗ نے ان میں سے ہر دو ناموں کے بعد لفظ "کو" لا کر شاید اسی قسم کے لطائف پر متنبہ فرمایا ہے۔ واللہ اعلم!

فائدہ:[۱۰۸]......یعنی اپنے اپنے زمانہ کے جہان والوں پر۔

فائدہ:[۱۰۹]......یعنی خالص توحید اور معرفت و اطاعت خداوندی کا راستہ ہی وہ ہے جس پر حق تعالیٰ اپنے فضل و توفیق سے مقبول بندوں کو چلاتا ہے پھر اس کے صلہ میں حسب استعداد درجات بلند کرتا ہے۔

فائدہ:[۱۱۰] شرک کی نحوست:...... یہ ہم کو سنایا گیا کہ شرک انسان کے تمام اعمال کو حبط کر دیتا ہے اور کسی کی تو حقیقت کیا ہے اگر بفرض محال انبیاء و مقربین سے معاذ اللہ! ایسی حرکت سرزد ہو تو سارا کیا دھرا اکارت ہو جائے۔

فائدہ:[۱۱۱] صحابہ کی شان استقامت:......اگر مکہ کے کافر یا دوسرے منکرین ان باتوں (کتاب، شریعت اور نبوت) سے انکار کریں

تو خدا کا دین ان پر موقوف نہیں۔ ہم نے دوسری قوم یعنی مہاجرین وانصار اور ان کے اُتباع کو ان چیزوں کی تسلیم وقبول اور حفاظت وترویج کے لیے مسلط فرمادیا ہے جو ہماری کسی بات سے بھی منہ موڑنے والے نہیں۔

فَائِدَہ: [۱۱۲] تمام انبیاء علیہم السلام کا دستور اساسی ایک ہے:...... تمام انبیاء علیہم السلام عقائد، اصول دین اور مقاصد کلیہ میں متحد ہیں، سب کا دستور اساسی ایک ہے ہر نبی کو اسی پر چلنے کا حکم ہے آپ بھی اسی طریق مستقیم پر چلتے رہنے کے مامور ہیں۔ گویا اس آیت میں متنبہ کر دیا کہ اصولی طور پر آپ کا راستہ انبیائے سابقین کے راستہ سے جدا نہیں، رہا فروع کا اختلاف وہ ہر زمانہ کی مناسبت واستعداد کے اعتبار سے پہلے بھی واقع ہوتا رہا ہے اور اب بھی واقع ہو تو مضائقہ نہیں۔

فَائِدَہ:...... علمائے اصول نے اس آیت کے عموم سے یہ مسئلہ نکالا ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کسی معاملہ میں شرائع سابقہ کا ذکر فرمائیں تو وہ اس اُمت کے حق میں بھی سند ہے بشرطیکہ شارع نے اس پر کلی یا جزئی طور پر انکار نہ فرمایا ہو۔

فَائِدَہ: [۱۱۳]...... یعنی اگر تم نہیں مانتے تو میرا کوئی نفع فوت نہیں ہوتا کیونکہ میں تم سے کسی طرح کے اجر کا طالب نہیں میرا اجر تو خدا کے یہاں ثابت ہے، ہاں! تم نصیحت سے انحراف کر کے خود اپنا نقصان کرو گے، سارے جہان میں سے ایک نہیں تو دوسرا نصیحت کو قبول کرے گا، جو انکار کرے گا اسے اپنی محرومی اور بدبختی کا ماتم کرنا چاہیے۔

فَائِدَہ: [۱۱۴] کفار کا نزول وحی سے انکار:...... پچھلے رکوع میں منصب نبوت اور بہت سے انبیاء علیہم السلام کا نام بنام تذکرہ تھا اور یہ کہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم بھی توحید ومعرفت کی اسی صراط مستقیم پر چلتے رہنے کے مامور ہیں جس پر انبیائے سابقین کو چلایا گیا تھا، پیغمبروں کا ہدایت خلق اللہ کے لیے بھیجنا حق تعالیٰ کی قدیم عادت رہی ہے۔ آیات حاضرہ میں ان جاہلوں اور معاندوں کا رد کیا گیا ہے جو بدفہمی، جہل وغباوت یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی عداوت کے جوش اور غصہ میں بے قابو ہو کر حق تعالیٰ کی اس صفت ہی کا انکار کرنے لگے کہ وہ کسی انسان کو اپنی وحی ومکالمۂ خاص سے مشرف فرمائے۔ گویا انزال کتب وارسال رسل کے سلسلہ ہی کی سرے سے نفی کر دی گئی۔

فَائِدَہ: [۱۱۵] عظمت تورات اور نزول وحی کا استدلال:...... یعنی اگر واقعی خدا نے کسی انسان پر کوئی چیز نہیں اتاری، تو ''توراتِ مقدس'' جیسی عظیم الشان کتاب جو احکام ومرضیاتِ الٰہیہ پر بندوں کو مطلع کرتی اور رشد وہدایت کی عجیب وغریب روشنی اپنے اندر رکھتی اور ان چیزوں کا علم تم کو عطا کرتی تھی جنہیں تم اور تمہارے باپ دادا بلکہ کل بنی آدم بھی بدون اعلامِ الٰہی محض اپنی عقل وحواس سے دریافت نہیں کر سکتے تھے، وہ کہاں سے آ گئی اور کس نے موسیٰ علیہ السلام پر اتاری۔ مانا کہ آج تم اسے ورق ورق اور ٹکڑے ٹکڑے کر کے لوگوں کو اپنی خواہش کے موافق دکھلاتے اور اسکے بہت سے اخبار واحکام کو چھپائے بیٹھے ہو اور اس طرح اسکی اصل روشنی تم نے باقی نہیں چھوڑی تاہم جو حصہ آج باقی رہ گیا ہے وہ ہی پتہ دے رہا ہے کہ جس محل کے کھنڈرات یہ ہیں وہ اپنے زمانۂ عروج میں کیسا عظیم الشان ہو گا۔

فَائِدَہ: [۱۱۶]...... یعنی ایسا نور وہدایت بجز خدا کے اور کس خزانہ سے آ سکتا ہے؟ اگر ایسی صاف اور بدیہی چیز کو بھی یہ لوگ نہیں مانتے تو آپ تبلیغ وتنبیہ کر کے سبکدوش ہو جائیے۔ اور ان کو چھوڑ دیجیے کہ یہ اپنی خرافات اور لہو ولعب میں مشغول رہیں جب وقت آئے گا خدا خود ان کو بتلا دے گا۔

وَهٰذَا كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ مُبٰرَكٌ مُّصَدِّقُ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَلِتُنْذِرَ اُمَّ الْقُرٰى وَمَنْ

اور یہ قرآن کتاب ہے جو کہ ہم نے اتاری برکت والی تصدیق کرنے والی ان کی جو اس سے پہلی ہیں ف ۱۱۷ اور تاکہ تو ڈراوے

حَوْلَهَا ۚ وَالَّذِينَ يُؤْمِنُونَ بِالْآخِرَةِ يُؤْمِنُونَ بِهِ ۖ وَهُمْ عَلَىٰ صَلَاتِهِمْ

مکہ والوں کو اور اس کے آس پاس والوں کو ف ۱۱۸ اور جن کو یقین ہے آخرت کا وہ اس پر ایمان لاتے ہیں اور وہ ہیں اپنی نماز

يُحَافِظُونَ ﴿٩٢﴾ وَمَنْ أَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرَىٰ عَلَى اللَّهِ كَذِبًا أَوْ قَالَ أُوحِيَ إِلَيَّ وَلَمْ يُوحَ

سے خبردار ف ۱۱۹ اور اس سے زیادہ ظالم کون جو باندھے اللہ پر بہتان یا کہے مجھ پر وحی اتری اور اس پر وحی نہیں

إِلَيْهِ شَيْءٌ وَمَنْ قَالَ سَأُنْزِلُ مِثْلَ مَا أَنْزَلَ اللَّهُ ۗ وَلَوْ تَرَىٰ إِذِ الظَّالِمُونَ فِي

اتری کچھ بھی اور جو کہے کہ میں بھی اتارتا ہوں مثل اس کے جو اللہ نے اتارا ف ۱۲۰ اور اگر تو دیکھے جس وقت کہ ظالم ہوں

غَمَرَاتِ الْمَوْتِ وَالْمَلَائِكَةُ بَاسِطُو أَيْدِيهِمْ أَخْرِجُوا أَنْفُسَكُمُ ۖ الْيَوْمَ

موت کی سختیوں میں ف ۱۲۱ اور فرشتے اپنے ہاتھ بڑھا رہے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں ف ۱۲۲ آج تم کو بدلے

تُجْزَوْنَ عَذَابَ الْهُونِ بِمَا كُنْتُمْ تَقُولُونَ عَلَى اللَّهِ غَيْرَ الْحَقِّ وَكُنْتُمْ عَنْ

میں ملے گا ذلت کا عذاب ف ۱۲۳ اس سبب سے کہ تم کہتے تھے اللہ پر جھوٹی باتیں اور اس کی

آيَاتِهِ تَسْتَكْبِرُونَ ﴿٩٣﴾ وَلَقَدْ جِئْتُمُونَا فُرَادَىٰ كَمَا خَلَقْنَاكُمْ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَتَرَكْتُمْ

آیتوں سے تکبر کرتے تھے ف ۱۲۴ اور البتہ تم ہمارے پاس آ گئے ایک ایک ہو کر جیسے ہم نے پیدا کیا تھا تم کو پہلی بار اور چھوڑ آئے تم

مَا خَوَّلْنَاكُمْ وَرَاءَ ظُهُورِكُمْ ۖ وَمَا نَرَىٰ مَعَكُمْ شُفَعَاءَكُمُ الَّذِينَ زَعَمْتُمْ

جو کچھ اسباب ہم نے تم کو دیا تھا اپنی پیٹھ کے پیچھے ف ۱۲۵ اور ہم نہیں دیکھتے تمہارے ساتھ سفارش والوں کو جن کو تم بتلایا کرتے تھے

أَنَّهُمْ فِيكُمْ شُرَكَاءُ ۚ لَقَدْ تَقَطَّعَ بَيْنَكُمْ وَضَلَّ عَنْكُمْ مَا كُنْتُمْ تَزْعُمُونَ ﴿٩٤﴾ ع ۱۲

کہ ان کا تم میں ساجھا ہے، البتہ منقطع ہو گیا تمہارا علاقہ اور جاتے رہے جو دعوے کہ تم کیا کرتے تھے ف ۱۲۶

إِنَّ اللَّهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوَىٰ ۖ يُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَمُخْرِجُ الْمَيِّتِ مِنَ

اللہ ہے کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور گٹھلی، نکالتا ہے مردہ سے زندہ اور نکالنے والا ہے زندہ سے

الْحَيِّ ۚ ذَٰلِكُمُ اللَّهُ ۖ فَأَنَّىٰ تُؤْفَكُونَ ﴿٩٥﴾ فَالِقُ الْإِصْبَاحِ وَجَعَلَ اللَّيْلَ

مردہ، یہ ہے اللہ پھر تم کدھر بہکے جاتے ہو ف ۱۲۷ پھوڑ نکالنے والا صبح کی روشنی کا ف ۱۲۸ اور اس نے رات بنائی

سَكَنًا وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ۚ ذَٰلِكَ تَقْدِيرُ الْعَزِيزِ الْعَلِيمِ ﴿٩٦﴾

آرام کو اور سورج اور چاند حساب کے لئے یہ اندازہ رکھا ہوا ہے زور آور خبردار کا ف ۱۲۹

فَائِدَہ: [۱۱۷] عظمت قرآن: ...... یعنی اگر خدا نے کوئی چیز نہیں اتاری تو یہ مبارک کتاب کہاں سے آئی جس کا نام قرآن ہے اور جو پچھلی کتابوں کے مضامین کی تصدیق کرنے والی ہے، اگر یہ آسمانی کتاب نہیں تو بتلاؤ کس کی تصنیف ہے جس کا مثل لانے پر جن وانس قادر نہ ہوں کیا اسے ایک اُمی کی تصنیف کہہ سکتے ہیں۔

فَائِدَہ: [۱۱۸] ام القریٰ: ...... ''اُمّ القریٰ'' بستیوں کی اصل اور جڑ کو کہتے ہیں۔ مکہ معظمہ تمام عرب کا دینی و دنیوی مرجع تھا اور جغرافیائی حیثیت سے بھی قدیم دنیا کے وسط میں مرکز کی طرح واقع ہے اور جدید دنیا (امریکہ) اسکے نیچے ہے اور روایات حدیثیہ کے موافق پانی سے زمین بنائی گئی تو اوّل یہ ہی جگہ کھلی تھی۔ ان وجوہ سے مکہ کو ''اُمّ القریٰ'' فرمایا اور آس پاس سے مراد یا عرب ہے کیونکہ دنیا میں قرآن کے اوّل مخاطب وہ ہی تھے ان کے ذریعہ سے باقی دنیا کو خطاب ہوا اور یا سارا جہان مراد ہو جیسے فرمایا: ﴿لِلْعٰلَمِیْنَ نَذِیْرًا ۝۱﴾ [فرقان:۱]

فَائِدَہ: [۱۱۹] ...... جسے آخرت کی زندگی پر یقین اور بعد الموت کا خیال ہوگا، اسی کو ہدایت اور طریق نجات کی تلاش ہوگی وہ ہی پیغام الٰہی کو قبول اور نماز وغیرہ عبادات کی حفاظت کرے گا۔

فَائِدَہ: [۱۲۰] خدا پر بہتان باندھنے والا سخت ظالم ہے: ...... خدا پر بہتان باندھنے سے شاید یہ مراد ہے کہ خدا کی طرف ان باتوں کی نسبت کرے جو اسکی شان رفیع کے لائق نہیں، مثلاً کسی کو اس کا شریک ٹھہرائے یا بیوی بچے تجویز کرے یا یوں کہے: ﴿مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَیْءٍ﴾ یعنی اس نے بندوں کی ہدایت کا کوئی سامان نہیں کیا، ایسا کہنے والا سخت ظالم ہے۔ اسی طرح جو شخص نبوت وپیغمبری کا جھوٹا دعویٰ کرے یا یہ ڈینگ مارے کہ خدا کے جیسا کلام تو میں لا سکتا ہوں جیسے بعض مشرکین کہتے تھے: ﴿لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَاۤ﴾ [انفال:۳۱] یہ سب باتیں انتہائی ظلم اور دیدہ دلیری کی ہیں جس کی سزا کا تھوڑا سا حال آگے مذکور ہے۔

فَائِدَہ: [۱۲۱] ...... یعنی موت کی باطنی اور روحانی سختیوں میں۔

فَائِدَہ: [۱۲۲] سخت ظالموں پر موت کی سختی اور ذلت ورسوائی: ...... یعنی روح قبض کرنے اور سزا دینے کو ہاتھ بڑھا رہے ہیں اور مزید تشدید اور اظہار غیظ کے لیے کہتے جاتے ہیں کہ نکالو اپنی جانیں (جنہیں بہت دنوں سے یہ انواع حیل بچاتے پھرتے تھے)۔

فَائِدَہ: [۱۲۳] ...... یعنی سخت تکلیف کے ساتھ ذلت ورسوائی بھی ہوگی۔

فَائِدَہ: [۱۲۴] ...... یعنی از راہ تکبر آیات اللہ کو جھٹلاتے تھے۔

فَائِدَہ: [۱۲۵] ...... یعنی نہ سر پہ ٹوپی نہ پاؤں میں جوتی، تہی دست چلے آ رہے ہو اور جس ساز وسامان پر فخر وناز تھا اسے ہمراہ نہیں لائے، کہیں پیچھے چھوڑ آئے ہو۔

فَائِدَہ: [۱۲۶] ...... یعنی جن کو تم سمجھتے تھے کہ آڑے وقت میں ہمارا ہاتھ بٹائیں گے اور مصیبت میں ساتھ ہوں گے، وہ کہاں چلے گئے آج ہم ان کو تمہاری سفارش اور حمایت پر نہیں دیکھتے، حمایت ونصرت کے وہ علاقے آج ٹوٹ گئے اور جو لمبے چوڑے دعوے تم کیا کرتے تھے سب رفو چکر ہوئے۔

فَائِدَہ: [۱۲۷] مظاہر قدرت اور توحید کے دلائل: ...... یعنی زمین میں دبائے جانے کے بعد گٹھلی اور دانہ کو پھاڑ کر سبز پودہ اگانا یا جاندار کو بے جان سے اور بے جان کو جاندار سے نکالنا (مثلاً آدمی کو نطفہ سے، نطفہ کو آدمی سے پیدا کرنا) اسی خدا کا کام ہے۔ پھر اسے چھوڑ کر تم کدھر بہکے جا رہے ہو؟ کیا اور کوئی ہستی تمہیں ایسی مل سکتی ہے جو ان کاموں کو انجام دے سکے۔

فَائِدَہ: [۱۲۸] ...... یعنی رات کی تاریکی میں سے جو پہلی پھٹ کر صبح صادق نمودار ہوتی ہے اس کا نکالنے والا بھی وہ ہی ہے۔

فَائِدَہ: [۱۲۹] ...... رات دن اور چاند سورج کا جو حکیمانہ نظام اور ان کی رفتار کا جو حساب مقرر فرما دیا اس میں ذرا بھی تخلف یا کم وبیش نہیں ہوتا۔

وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ

اور اسی نے بنا دیئے تمہارے واسطے ستارے کہ ان کے وسیلہ سے راستے معلوم کرو اندھیروں میں جنگل اور دریا کے ف ۱۳۰ البتہ ہم

فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۹۷﴾ وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

نے کھول کر بیان کر دیئے پتے ان لوگوں کیلئے جو جانتے ہیں اور وہی ہے جس نے تم سب کو پیدا کیا ایک شخص سے ف ۱۳۱ پھر ایک تو

فَمُسْتَقَرٌّ وَّمُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ﴿۹۸﴾ وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ

تمہارا ٹھکانا ہے اور ایک امانت رکھے جانے کی جگہ ف ۱۳۲ البتہ ہم نے کھول کر سنا دیئے پتے اس قوم کو جو سوچتے ہیں اور اسی نے اتارا

مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ

آسمان سے پانی پھر نکالی ہم نے اس سے اگنے والی ہر چیز ف ۱۳۳ پھر نکالی اس میں سے سبز کھیتی جس سے ہم نکالتے ہیں دانے

مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّجَنّٰتٍ مِّنْ

ایک پر ایک چڑھا ہوا اور کھجور کے گابھے میں سے پھل کے گچھے جھکے ہوئے ف ۱۳۴ اور باغ

اَعْنَابٍ وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّغَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰی ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ

انگور کے اور زیتون کے اور انار کے آپس میں ملتے جلتے اور جدا جدا بھی ف ۱۳۵ دیکھو ہر ایک درخت کے پھل کو جب وہ پھل لاتا

اَثْمَرَ وَیَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ﴿۹۹﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ

ہے اور اس کے پکنے کو ف ۱۳۶ ان چیزوں میں نشانیاں ہیں واسطے ایمان والوں کے ف ۱۳۷ اور ٹھہراتے ہیں اللہ کے شریک جنوں کو

وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ وَبَنٰتٍۭ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰی عَمَّا

حالانکہ اس نے ان کو پیدا کیا ہے ف ۱۳۸ اور تراشتے ہیں اس کے واسطے بیٹے اور بیٹیاں جہالت سے ف ۱۳۹ وہ پاک ہے اور بہت دور ہے

ع ۱۲/۶/۱۸ یَصِفُوْنَ ﴿۱۰۰﴾

ان باتوں سے جو یہ لوگ بیان کرتے ہیں ف ۱۴۰

فَائِدَة: [۱۳۰] ...... یعنی بلا واسطہ ان سے رستہ معلوم کرو یا بواسطہ مثلاً قطب نما کے ذریعہ سے۔

فَائِدَة: [۱۳۱] ...... یعنی حضرت آدم علیہ السلام سے۔

فَائِدَة: [۱۳۲] **انسانوں کے تدریجی ٹھکانے:** ...... "مستقر" ٹھہرنے کی جگہ جسے ٹھکانا کہا، اور "مُسْتَوْدَع" سپرد کیے جانے اور امانت رکھے جانے کی جگہ کو کہتے ہیں، یہ تو لغوی معنی ہوئے آگے دونوں کے مصداق کی تعیین میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے موضح القرآن میں جو کچھ لکھا ہے وہ ہم کو پسند ہے یعنی اوّل سپرد ہوتا ہے ماں کے پیٹ میں کہ آہستہ آہستہ دنیا کے اثر پیدا کرے،

پھر آ کر ٹھہرتا ہے دنیا میں، پھر سپرد ہوتا ہے قبر میں کہ آہستہ آہستہ اثر آخرت کے پیدا کرے، پھر جا ٹھہرے گا جنت میں یا دوزخ میں۔

فَائِدَہ:[۱۳۳] ......یعنی آسمان کی طرف سے بادل برسایا جو سبب ہے نباتات کے اگانے کا۔

فَائِدَہ:[۱۳۴] ......یعنی بسبب بوجھل ہونے کے نیچے کو جھکے ہوئے۔

فَائِدَہ:[۱۳۵] ......یعنی صورت شکل، مقدار، رنگ، بو اور مزہ کے اعتبار سے بعضے پھل ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں، بعضے نہیں۔

فَائِدَہ:[۱۳۶] ......یعنی ابتداءً جب پھل آتا ہے تو کچا، بدمزہ اور ناقابلِ انتفاع ہوتا ہے، پھر پکنے کے بعد کیسا لذیذ، خوشذائقہ اور کارآمد بن جاتا ہے، یہ سب خدا کی قدرت کا ظہور ہے۔

فَائِدَہ:[۱۳۷] **عظیم دلائل قدرت سے سلسلۂ وحی و نبوت کا اثبات:**......اس رکوع میں حق تعالیٰ کے جن افعال وصفات اور مظاہر قدرت کا بیان ہوا، ان سے خدا کے وجود وحدانیت اور کامل الصفات ہونے پر استدلال تو واضح ہے، لیکن غور کیا جائے تو وحی و نبوت کا مسئلہ بھی بڑی حد تک حل ہو جاتا ہے، کیونکہ جب حق تعالیٰ نے اپنے فضل و رحمت سے ہماری دنیوی زندگی اور مادی حوائج کے انتظام وانصرام کے لیے اس قدر اسباب ارضی وسماوی مہیا فرمائے ہیں تو یہ کہنا کس قدر لغو اور غلط ہوگا کہ ہماری حیات اخروی اور روحانی ضروریات کے انجام پانے کا اس نے کوئی سامان نہیں کیا۔ یقیناً جس رب کریم نے ہماری جسمانی غذاؤں کے نشو ونما کے لیے آسمان سے پانی اتارا ہے، ہمارے روحانی تغذیہ کے لیے بھی اسی نے سحابہائے نبوت سے وحی والہام کی بارش نازل فرمائی، جب وہ بر وبحر کی اندھیریوں میں ستاروں کے ذریعہ سے ظاہری رہنمائی کرتا ہے تو کیسے ممکن ہے کہ باطنی رہنمائی کے لیے اس نے ایک ستارہ بھی آسمان روحانیت پر روشن نہ کیا ہو؟ رات کی تاریکی کے بعد اس نے صبح صادق کا اجالا کیا اور مخلوق کو موقع دیا کہ وہ اپنے دنیوی کاروبار میں چاند اور سورج کی روشنی سے ایک معین حساب کے ماتحت منتفع ومستفید ہوتی رہے۔ پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ کفر وشرک، ظلم وعدوان اور فسق وفجور کی شب دیجور میں اس کی طرف سے کوئی چاند نہ چمکا، نہ صبح صادق کا نور پھیلا، نہ رات ختم ہو کر کوئی آفتاب طلوع ہوا؟ خدا کی ساری مخلوق ابد الآباد کے لیے جہل وضلالت کی گھٹا ٹوپ اندھیری میں پڑی چھوڑ دی گئی۔ کیا گیہوں کے دانہ اور کھجور کی گٹھلی کو پھاڑ کر خدائے کریم سرسبز درخت اگاتا ہے، پر انسان کے قلب میں معرفت ربانی کی استعداد کا جو بیج فطرتاً بکھیر اگیا تھا وہ یوں ہی بیکار ضائع کر دیا گیا کہ نہ ابھرا، نہ پھیلا، نہ پکا، نہ تیار ہوا۔ جب جسمانی حیثیت سے دنیا میں حی ومیت کا سلسلہ قائم ہے خدا زندہ سے مردہ کو اور مردہ سے زندہ کو نکالتا رہتا ہے تو روحانی نظام میں خدا کی اس عادت کا کیوں انکار کیا جائے۔ بیشک روحانی طور پر بھی وہ بہت دفعہ ایک زندہ قوم سے مردہ اور مردہ قوم سے زندہ افراد پیدا کرتا ہے اور جس طرح اس نے ہماری دنیوی زندگی کے مستقر ومستودع کا حکیمانہ بندوبست کیا ہے حیات اخروی کے مستقر ومستودع کے سامان اس سے کہیں بڑھ کر مہیا فرمائے۔ فلله الحمد والمنة وبه الثقة والعصمة۔ یہیں سے یہ بھی سمجھ میں آتا ہے کہ جس طرح ہم خدا تعالیٰ کو اس کے کاموں سے پہچانتے ہیں یعنی جو کام وہ اپنی قدرت کاملہ سے کرتا ہے کسی مخلوق کی طاقت نہیں کہ ویسا کام کر سکے۔ ٹھیک اسی طرح اسکے کلام کو بھی ہم اسی معیار پر جانچ سکتے ہیں کہ خدا کا کلام وہ ہی ہو سکتا ہے کہ اس جیسا کلام ساری مخلوق مل کر بھی نہ بنا سکے پھر ﴿سَاُنْزِلُ مِثْلَ مَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ﴾ [انعام: ۹۳] کا ادعا کہاں تک صحیح ہو سکتا ہے؟ گویا اس رکوع میں حق تعالیٰ کی صفات وافعال بیان کر کے ان تمام مسائل کی حقیقت پر متنبہ کر دیا گیا جن کی تغلیط گذشتہ رکوع میں کی گئی تھی۔

فَائِدَہ:[۱۳۸] **جنوں کو شریک قرار دینے کا مطلب:**......یا تو "جن" سے مراد یہاں "شیاطین" ہیں چونکہ کفر وشرک کا ارتکاب شیطان کے اغواء سے ہوتا ہے اس لیے اس کے اغوا واضلال سے غیر اللہ کی عبادت کرنا گویا اسی کی عبادت ہوئی۔ ابراہیم علیہ السلام نے بت پرستی کا رد کرتے ہوئے فرمایا: ﴿يٰۤاَبَتِ لَا تَعْبُدِ الشَّيْطٰنَ﴾ [مریم: ۴۴] دوسری جگہ ارشاد ہے: ﴿اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا

الشَّیْطٰنَ﴾ [یٰس: ۶۰] ملائکہ قیامت میں فرمائیں گے: ﴿قَالُوْا سُبْحٰنَكَ اَنْتَ وَلِیُّنَا مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ بَلْ كَانُوْا یَعْبُدُوْنَ الْجِنَّ ۚ اَكْثَرُهُمْ بِهِمْ مُّؤْمِنُوْنَ۝﴾ [سبا: ۴۱] اور یا ''جن'' سے مراد قوم جن لی جائے جنکے بعض سرداروں سے اہل جاہلیت استعانت و تعوذ کیا کرتے تھے: ﴿وَّاَنَّهٗ كَانَ رِجَالٌ مِّنَ الْاِنْسِ یَعُوْذُوْنَ بِرِجَالٍ مِّنَ الْجِنِّ فَزَادُوْهُمْ رَهَقًا۝﴾ [جن: ۶] بہرحال وہ خود ہماری طرح خدا کی عاجز مخلوق ہے، پھر مخلوق ہو کر خالق کا شریک کیسے ہو سکتا ہے۔

فَائِدَۃ: [۱۳۹] ...... نصاریٰ حضرت مسیح علیہ السلام کو، بعض یہود حضرت عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا اور مشرکین ملائکۃ اللہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔

فَائِدَۃ: [۱۴۰] ...... یعنی پاک ہے شرکت سے اور اس کی شان بہت بلند ہے ترکیب و تحلیل سے پھر باپ بیٹے کا تصور وہاں کیسے ہو سکتا ہے۔

بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى یَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ

نئی طرح پر بنانے والا آسمانوں اور زمین کا ف۱۴۱ کیونکر ہو سکتا ہے اس کے بیٹا حالانکہ اس کے کوئی عورت نہیں اور اس نے بنائی

كُلَّ شَیْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ﴿۱۰۱﴾ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ

ہر چیز اور وہ ہر چیز سے واقف ہے ف۱۴۲ یہی اللہ تمہارا رب ہے نہیں ہے کوئی معبود سوا اس کے، پیدا

كُلِّ شَیْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ وَّكِیْلٌ ﴿۱۰۲﴾ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ؗ وَهُوَ

کرنے والا ہر چیز کا سو تم اسی کی عبادت کرو اور وہ ہر چیز پر کارساز ہے ف۱۴۳ نہیں پا سکتیں اس کو آنکھیں اور

یُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِیْفُ الْخَبِیْرُ ﴿۱۰۳﴾ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ

وہ پا سکتا ہے آنکھوں کو اور وہ نہایت لطیف اور خبردار ہے ف۱۴۴ تمہارے پاس آ چکیں نشانیاں تمہارے رب کی طرف سے

اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِیَ فَعَلَیْهَا ؕ وَمَاۤ اَنَا عَلَیْكُمْ بِحَفِیْظٍ ﴿۱۰۴﴾ وَكَذٰلِكَ نُصَرِّفُ

پھر جس نے دیکھ لیا سو اپنے واسطے اور جو اندھا رہا سو اپنے نقصان کو اور میں نہیں تم پر نگہبان ف۱۴۵ اور یوں طرح طرح سے سمجھاتے

الْاٰیٰتِ وَلِیَقُوْلُوْا دَرَسْتَ وَلِنُبَیِّنَهٗ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ اِتَّبِعْ مَاۤ اُوْحِیَ

ہیں ہم آیتیں اور تاکہ وہ کہیں کہ تو نے کسی سے پڑھا ہے اور تاکہ واضح کر دیں ہم اس کو واسطے سمجھ والوں کے ف۱۴۶ تو چل اس پر جو حکم تجھ کو

اِلَیْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِیْنَ ﴿۱۰۶﴾ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَاۤ

آوے تیرے رب کا، کوئی معبود نہیں سوا اس کے اور منہ پھیر لے مشرکوں سے ف۱۴۷ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ

اَشْرَكُوْا ؕ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ حَفِیْظًا ۚ وَمَاۤ اَنْتَ عَلَیْهِمْ بِوَكِیْلٍ ﴿۱۰۷﴾ وَلَا

لوگ شرک نہ کرتے ف۱۴۸ اور ہم نے نہیں کیا تجھ کو ان پر نگہبان اور نہیں ہے تو ان پر داروغہ ف۱۴۹ اور تم

تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ

لوگ برا نہ کہو ان کو جن کی یہ پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا پس وہ برا کہنے لگیں گے اللہ کو بے ادبی سے بدوں سمجھے ف۱۵۰

زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا

اسی طرح ہم نے مزین کر دیا ہر ایک فرقہ کی نظر میں ان کے اعمال کو، پھر ان کو اپنے رب کے پاس پہنچنا ہے تب وہ جتلا دے گا ان کو جو کچھ وہ کرتے

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ لَئِنْ جَآءَتْهُمْ اٰيَةٌ لَّيُؤْمِنُنَّ بِهَا ؕ قُلْ

تھے ف۱۵۱ اور وہ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تاکید سے کہ اگر آوے ان کے پاس کوئی نشانی تو ضرور اس پر ایمان لاویں گے ف۱۵۲ تو کہہ دے

اِنَّمَا الْاٰيٰتُ عِنْدَ اللّٰهِ وَمَا يُشْعِرُكُمْ ۙ اَنَّهَآ اِذَا جَآءَتْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ وَنُقَلِّبُ

کہ نشانیاں تو اللہ کے پاس ہیں اور تم کو اے مسلمانو کیا خبر ہے کہ جب وہ نشانیاں آویں گی تو یہ لوگ ایمان لے آویں گے ف۱۵۳ اور ہم الٹ

اَفْئِدَتَهُمْ وَاَبْصَارَهُمْ كَمَا لَمْ يُؤْمِنُوْا بِهٖۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّنَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ

دیں گے ان کے دل اور ان کی آنکھیں جیسے کہ ایمان نہیں لائے نشانیوں پر پہلی بار اور ہم چھوڑے رکھیں گے ان کو ان کی

يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۱۰﴾ ع ۱۳ ع ۱۴

سرکشی میں بہکتے ہوئے۔ ف۱۵۴

فائدہ: [۱۴۱] **اللہ شریک سے بے نیاز ہے:** ...... جس نے تنہا تمام آسمان وزمین بدون کسی نمونہ اور توسط آلات وغیرہ کے ایسے انوکھے طرز پر پیدا کر دیئے۔ آج اس کو شرکاء کی امداد اور بیٹے پوتے کا سہارا ڈھونڈھنے کی کیا ضرورت ہے۔

فائدہ: [۱۴۲] **دعوتِ فکر وعبرت:** ...... تعجب ہے کہ جب کسی مخلوق کو تم حقیقتاً خدا کی اولاد قرار دیتے ہو تو ان بچوں کی ماں کسے تجویز کرو گے اور اس ماں کا تعلق خدا کے ساتھ کس قسم کا مانو گے۔ عیسائی حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے ہیں لیکن یہ جسارت وہ بھی نہیں کر سکتے کہ مریم صدیقہ رضی اللہ عنہا کو (العیاذ باللہ) خدا کی بیوی قرار دے کر تعلقات زناشوی کے قائل ہو جائیں۔ جب ایسا نہیں تو مریم کے بطن سے پیدا ہونے والا بچہ خدا کا بیٹا کیوں کر بن گیا؟ دنیا کے دوسرے بچوں کو بھی خدا تعالیٰ ان کی ماؤں کے پیٹ سے پیدا کرتا ہے، اور وہ معاذ اللہ! خدا کی نسلی اولاد نہیں کہلاتے۔ یہ فرق کہ کوئی بچہ محض نفخۂ جبریلیہ سے بدون توسط اسباب عادیہ کے پیدا کر دیا جائے اور دوسروں کو عام اسباب کے سلسلہ میں پیدا فرمائیں، ابوت وبنوت کے مسئلہ پر کچھ اثر انداز نہیں ہو سکتا۔ اسباب ومسببات ہوں یا خوارق عادات، سب کو خدا ہی نے پیدا کیا ہے اور وہ ہی جانتا ہے کہ کس چیز کو کس وقت کس طرح پیدا کرنا مصلحت وحکمت ہے۔

فائدہ: [۱۴۳] ...... اس کی عبادت اس لیے کرنی چاہیے کہ مذکورہ بالا صفات کی وجہ سے وہ ذاتی طور پر استحقاق معبود بننے کا رکھتا ہے اور اس لیے بھی کہ تمام مخلوق کی کارسازی اسی کے ہاتھ میں ہے۔

فائدہ: [۱۴۴] **رویت باری تعالیٰ:** ...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ آنکھ میں یہ قوت نہیں کہ اس کو دیکھ لے۔ ہاں وہ خود از راہِ لطف وکرم اپنے کو دکھانا چاہے تو آنکھوں میں ویسی قوت بھی پیدا فرما دے گا، مثلاً آخرت میں مومنین کو حسب مراتب

رؤیت ہوگی جیسا کہ نصوص کتاب وسنت سے ثابت ہے یا بعض روایات کے موافق نبی کریم ﷺ کو ''لیلۃ الاسراء'' میں رؤیت ہوئی علیٰ اختلاف الاقوال۔ باقی مواضع میں چونکہ کوئی نص موجود نہیں لہٰذا عام قاعدہ کی بنا پر نفی رؤیت ہی کا اعتقاد رکھا جائے گا۔ مفسرین سلف میں سے بعض نے ادراک کو احاطہ کے معنی میں لیا ہے یعنی نگاہیں کبھی اس کا احاطہ نہیں کر سکتیں آخرت میں بھی رؤیت ہوگی احاطہ نہ ہوگا۔ ہاں! اس کی شان یہ ہے کہ وہ تمام ابصار ومبصرات کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس وقت ''لطیف'' کا تعلق ﴿لَا تُدْرِكُهُ﴾ سے اور ''خبیر'' کا ﴿وَهُوَ يُدْرِكُ﴾ سے ہوگا۔

فَائِدَہ: [۱۴۵] اندھا بننے سے اپنا ہی نقصان ہوگا:...... یعنی اگرچہ خدا ہمیں دکھائی نہیں دیتا مگر اس کے بصیرت افروز نشانات ودلائل ہمارے سامنے ہیں۔ جو آنکھ کھول کر دیکھے گا خدا کو پالے گا اور جو اندھا بن گیا اس نے اپنا نقصان کیا میرے ذمہ یہ نہیں کہ کسی کو دیکھنے پر مجبور کر دوں۔

فَائِدَہ: [۱۴۶] آیتوں کی تفہیم میں مختلف انداز اختیار کرنے کی وجہ:...... یعنی اپنی آیتوں کو مختلف پہلوؤں اور عجیب وغریب انداز سے اس لیے سمجھاتے ہیں کہ آپ سب لوگوں کو پہنچا دیں اور ان میں استعداد واحوال کے اختلاف سے دو فریق ہو جائیں۔ ضدی اور بدفہم تو یہ کہیں کہ ایسے علوم ومعارف اور مؤثر مضامین ایک اُمی سے کیسے بن پڑتے، ضرور مختلف اوقات میں کسی سے سیکھتے رہے ہوں گے، پھر پڑھ پڑھا کر ہمارے سامنے پیش کر دیے، لیکن سمجھدار اور انصاف پسند لوگوں پر حق واضح ہو جائے گا اور شیطانی شکوک وشبہات زائل ہو جائیں گے۔

فَائِدَہ: [۱۴۷]...... آپ خدائے واحد پر بھروسہ کر کے اس کے حکم پر چلتے رہیں اور مشرکین کے جہل وعناد کی طرف خیال نہ فرمائیں کہ ایسے روشن دلائل وبیانات سننے کے بعد بھی راہِ راست پر نہ آئے۔

فَائِدَہ: [۱۴۸] تکوینی حکمت کی وضاحت:...... یعنی حق تعالیٰ کی تکوینی حکمت اس کو مقتضی نہیں ہوئی کہ وہ ساری دنیا کو زبردستی مومن بنا دے۔ بیشک وہ چاہتا تو روئے زمین پر ایک مشرک کو باقی نہ چھوڑتا لیکن شروع سے انسانی فطرت کا نظام ہی اس نے ایسا رکھا ہے کہ آدمی کوشش کرے تو یقیناً ہدایت قبول کر سکے، تاہم قبول کرنے میں بالکل مجبور ومضطر نہ ہو۔ پہلے اس مسئلہ کی تقریر گزر چکی۔

فَائِدَہ: [۱۴۹]...... آپ کا فرض تبلیغ اور احکام الٰہی کا اتباع ہے، ان کے اعمال کے ذمہ دار اور جوابدہ آپ نہیں ہیں۔

فَائِدَہ: [۱۵۰] باطل معبودوں کو سب وشتم نہ کرو:...... یعنی تم تبلیغ ونصیحت کر کے اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکے اب جو کفر وشرک یہ لوگ کریں اس کے خود ذمہ دار ہیں تم پر اس کی کچھ ذمہ داری نہیں۔ ہاں! یہ ضروری ہے کہ تم اپنی جانب سے بلاضرورت ان کے مزید کفر وتعنت کا سبب نہ بنو، مثلاً فرض کیجیے ان کے مذہب کی تردید یا بحث ومناظرہ کے سلسلہ میں تم غصہ ہو کر ان کے معبودوں اور مقتداؤں کو سب وشتم کرنے لگو، جس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ وہ جواب میں تمہارے معبودِ برحق اور محترم بزرگوں کی بے ادبی کریں گے اور جہالت سے انہیں گالیاں دیں گے، اس صورت میں اپنے واجب التعظیم معبود اور قابلِ احترام بزرگوں کی اہانت کا سبب تم بنے لہٰذا اس سے ہمیشہ احتراز کرنا چاہیے۔ کسی مذہب کے اصول وفروع کی معقول طریقہ سے غلطیاں ظاہر کرنا یا اس کی کمزوری اور رکاکت پر تحقیقی والزامی طریقوں سے متنبہ کرنا جداگانہ چیز ہے لیکن کسی قوم کے پیشواؤں اور معبودوں کی نسبت بغرض تحقیر وتوہین دلخراش الفاظ نکالنا قرآن نے کسی وقت بھی جائز نہیں رکھا۔

فَائِدَہ: [۱۵۱] دنیا دارِ امتحان ہے:...... یعنی دنیا چونکہ دارِ امتحان ہے اس کا نظام ہم نے ایسا رکھا ہے اور ایسے اسباب جمع کر دیے ہیں کہ یہاں ہر قوم اپنے اعمال اور طور وطریق پر نازاں رہتی ہے، انسانی دماغ کی ساخت ایسی نہیں بنائی کہ وہ صرف سچائی کے قبول اور پسند کرنے پر مجبور ہو غلطی کی طرف جانے کی گنجائش ہی نہ رکھے۔ ہاں! خدا کے یہاں جا کر جب تمام حقائق سامنے ہوں گے، پتہ چل جائے گا کہ جو کام دنیا میں کرتے تھے وہ کیسے تھے۔

فَائِدَہ: [۱۵۲]...... یعنی بعض فرمائشی نشانیاں مثلاً کوہِ صفا خالص سونے کا بن جائے۔

فَائِدَۃ: [۱۵۳] **فرمائشی معجزات کا مطالبہ اور جواب:**...... بعض مسلمانوں کو یہ خیال ہوا کہ اچھا ہوا گر ان کی یہ حجت بھی پوری کر دی جائے۔ اس پر فرمادیا کہ تمہیں کیا خبر ہے کہ یہ سرکش ضدی لوگ فرمائشی نشان دیکھ کر بھی ایمان نہیں لائیں گے، پھر سنت اللہ کے موافق اس کے مستحق ہوں گے کہ فوراً تباہ کر دیئے جائیں جیسا کہ اسی سورت کے شروع میں ہم مفصل لکھ چکے ہیں۔

فَائِدَۃ: [۱۵۴] **کفر و سرکشی کا نتیجہ:**...... یعنی جب کفر و سرکشی میں تمادی [طوالت] ہوگی تو نتیجہ یہ ہوگا کہ ہم ان کے دل اور آنکھیں الٹ دیں گے پھر حق کے سمجھنے اور دیکھنے کی توفیق نہ ملے گی۔ موضح القرآن میں ہے کہ ''اللہ جن کو ہدایت دیتا ہے اوّل ہی حق سن کر انصاف سے قبول کرتے ہیں اور جس نے پہلے ہی ضد کی اگر نشانیاں بھی دیکھے تو کچھ حیلہ بنا لے۔''

............☆☆☆......الحمد للہ ۷ پارہ ختم ہوا......☆☆☆............

پارہ نمبر: ۸

الجزء ۸

وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ

اور اگر ہم اتاریں ان پر فرشتے اور باتیں کریں ان سے مردے اور زندہ کر دیں ہم ہر چیز کو ان کے

شَيْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ﴿۱۱۱﴾

سامنے تو بھی یہ لوگ ہرگز ایمان لانے والے نہیں مگر یہ کہ چاہے اللہ لیکن ان میں اکثر جاہل ہیں ف۱۵۵

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ يُوْحِيْ بَعْضُهُمْ اِلٰى

اور اسی طرح کر دیا ہم نے ف۱۵٦ ہر نبی کے لیے دشمن شریر آدمیوں کو اور جنوں کو جو کہ سکھلاتے ہیں ایک دوسرے

بَعْضٍ زُخْرُفَ الْقَوْلِ غُرُوْرًا ۭ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا

کو ملمع کی ہوئی باتیں فریب دینے کیلئے اور اگر تیرا رب چاہتا تو وہ لوگ یہ کام نہ کرتے سو تو چھوڑ دے وہ جانیں اور ان

يَفْتَرُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلِتَصْغٰٓى اِلَيْهِ اَفْـِٕدَةُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَلِيَرْضَوْهُ

کا جھوٹ ف۱۵۷ اور اس لئے کہ مائل ہوں ان ملمع کی باتوں کی طرف ان لوگوں کے دل جن کو یقین نہیں آخرت کا اور وہ اس کو پسند بھی کر لیں

وَلِيَقْتَرِفُوْا مَا هُمْ مُّقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْتَغِيْ حَكَمًا وَّهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ

اور کیے جاویں جو کچھ برے کام کر رہے ہیں ف۱۵۸ سو کیا اب اللہ کے سوا کسی اور کو منصف بناؤں حالانکہ اسی نے اتاری تم

اِلَيْكُمُ الْكِتٰبَ مُفَصَّلًا ۭ وَالَّذِيْنَ اٰتَيْنٰهُمُ الْكِتٰبَ يَعْلَمُوْنَ اَنَّهٗ مُنَزَّلٌ مِّنْ

پر کتاب واضح اور جن لوگوں کو ہم نے کتاب دی ہے وہ جانتے ہیں کہ یہ نازل ہوئی ہے

رَّبِّكَ بِالْحَقِّ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۭ

تیرے رب کی طرف سے ٹھیک سو تو مت ہو شک کرنے والوں میں سے اور تیرے رب کی بات پوری سچی ہے اور

لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۱۱۵﴾ وَاِنْ تُطِعْ اَكْثَرَ مَنْ فِي الْاَرْضِ

انصاف کی، کوئی بدلنے والا نہیں اس کی بات کو اور وہی ہے سننے والا جاننے والا ف۱۵۹ اور اگر تو کہنا مانے گا اکثر لوگوں کا جو دنیا

يُضِلُّوْكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿۱۱۶﴾ اِنَّ

میں ہیں تو تجھ کو بہکا دیں گے اللہ کی راہ سے، وہ سب تو چلتے ہیں اپنے خیال پر اور سب اٹکل ہی دوڑاتے ہیں ف ۱۶۰ تیرا

رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَكُلُوْا مِمَّا

رب خوب جاننے والا ہے اس کو جو بہکتا ہے اس کی راہ سے اور وہی خوب جاننے والا ہے ان کو جو اس کی راہ پر ہیں سو تم کھاؤ

ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ بِاٰيٰتِهٖ مُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۱۸﴾ وَمَا لَكُمْ اَلَّا تَاْكُلُوْا مِمَّا ذُكِرَ

اس جانور میں سے جس پر نام لیا گیا ہے اللہ کا اگر تم کو اس کے حکموں پر ایمان ہے ف ۱۶۱ اور کیا سبب کہ تم نہیں کھاتے اس جانور میں سے

اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَقَدْ فَصَّلَ لَكُمْ مَّا حَرَّمَ عَلَيْكُمْ اِلَّا مَا اضْطُرِرْتُمْ اِلَيْهِ ؕ وَاِنَّ

کہ جس پر نام لیا گیا ہے اللہ کا اور وہ واضح کر چکا ہے جو کچھ کہ اس نے تم پر حرام کیا ہے مگر جب کہ مجبور ہو جاؤ اس کے کھانے پر ف ۱۶۲ اور بہت

كَثِيْرًا لَّيُضِلُّوْنَ بِاَهْوَآئِهِمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ﴿۱۱۹﴾

لوگ بہکاتے پھرتے ہیں اپنے خیالات پر بغیر تحقیق، تیرا رب ہی خوب جانتا ہے حد سے بڑھنے والوں کو ف ۱۶۳

وَذَرُوْا ظَاهِرَ الْاِثْمِ وَبَاطِنَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْسِبُوْنَ الْاِثْمَ سَيُجْزَوْنَ بِمَا

اور چھوڑ دو کھلا ہوا گناہ اور چھپا ہوا، جو لوگ گناہ کرتے ہیں عنقریب سزا

كَانُوْا يَقْتَرِفُوْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَلَا تَاْكُلُوْا مِمَّا لَمْ يُذْكَرِ اسْمُ اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاِنَّهٗ لَفِسْقٌ ؕ وَاِنَّ

پاویں گے اپنے کیے کی ف ۱۶۴ اور اس میں سے نہ کھاؤ جس پر نام نہیں لیا گیا اللہ کا ف ۱۶۵ اور یہ کھانا گناہ ہے اور

الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓئِهِمْ لِيُجَادِلُوْكُمْ ۚ وَاِنْ اَطَعْتُمُوْهُمْ اِنَّكُمْ

شیطان دل میں ڈالتے ہیں اپنے رفیقوں کے تاکہ وہ تم سے جھگڑا کریں اور اگر تم نے ان کا کہا مانا

لَمُشْرِكُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ ع اَوَمَنْ كَانَ مَيْتًا فَاَحْيَيْنٰهُ وَجَعَلْنَا لَهٗ نُوْرًا يَّمْشِيْ بِهٖ فِي النَّاسِ ع ۱۴

تو تم بھی مشرک ہوئے ف ۱۶۶ بھلا ایک شخص جو کہ مردہ تھا پھر ہم نے اس کو زندہ کر دیا اور ہم نے اس کو دی روشنی کہ لیے پھرتا ہے اس کو لوگوں

كَمَنْ مَّثَلُهٗ فِي الظُّلُمٰتِ لَيْسَ بِخَارِجٍ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ زُيِّنَ لِلْكٰفِرِيْنَ مَا كَانُوْا

میں برابر ہو سکتا ہے اس کے کہ جس کا حال یہ ہے کہ پڑا ہے اندھیروں میں وہاں سے نکل نہیں سکتا اسی طرح مزین کر دیے کافروں کی

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَكَذٰلِكَ جَعَلْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ اَكٰبِرَ مُجْرِمِيْهَا لِيَمْكُرُوْا فِيْهَا ؕ

نگاہ میں ان کے کام ف ۱۶۷ اور اسی طرح کیے ہیں ہم نے ہر بستی میں گناہ گاروں کے سردار کہ حیلے کیا کریں وہاں

وَمَا يَمْكُرُوْنَ اِلَّا بِاَنْفُسِهِمْ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

اور جو حیلے کرتے ہیں سو اپنی ہی جان پر اور نہیں سوچتے ف ۱۶۸

فَائِدَہ:[۱۵۵] تعنت اور عناد کا کرشمہ:...... یعنی اگر ان کی فرمائش کے موافق بلکہ اس سے بھی بڑھ کر فرض کیجیے آسمان سے فرشتے اُتر کر آپ کی تصدیق کریں اور مردے قبروں سے اُٹھ کر اُن سے باتیں کرنے لگیں اور تمام اُمتیں جو گذر چکی ہیں دوبارہ زندہ کر کے ان کے سامنے لاکھڑی کی جائیں تب بھی سوء استعداد اور تعنت وعناد کی وجہ سے یہ لوگ حق کو ماننے والے نہیں۔ بیشک اگر خدا چاہے تو زبردستی منوا سکتا ہے لیکن ایسا چاہنا اس کی حکمت اور تکوینی نظام کے خلاف ہے، جس کو ان میں کے اکثر لوگ اپنے جہل کی وجہ سے نہیں سمجھتے۔ اس کی تشریح پچھلے فوائد میں گذر چکی۔

فَائِدَہ:[۱۵۶]...... یعنی پیدا کر دیا ہم نے۔

فَائِدَہ:[۱۵۷] نیکی اور بدی کی حریفانہ جنگ کی حکمت اور تسلیٔ رسول ﷺ:...... چونکہ خدا کی حکمت بالغہ تکوینا اسی کو مقتضی ہے کہ نظام عالم کو جب تک قائم رکھنا منظور ہے خیر و شر کی قوتوں میں سے کوئی قوت بھی بالکل مجبور اور نیست و نابود نہ ہو۔ اس لیے نیکی بدی اور ہدایت وضلالت کی حریفانہ جنگ ہمیشہ سے قائم رہی ہے جس طرح آج یہ مشرکین ومعاندین آپ کو بیہودہ فرمائشوں سے دق کرتے اور بانواع حیل لوگوں کو جادۂ حق سے ڈگمگانا چاہتے ہیں اسی طرح ہر پیغمبر کے مقابل شیطانی قوتیں کام کرتی رہی ہیں کہ پیغمبروں کو ان کے پاک مقصد (ہدایت خلق اللہ) میں کامیاب نہ ہونے دیں۔ اسی غرض فاسد کے لیے شیاطین الجن اور شیاطین الانس باہم تعاون کرتے، اور ایک دوسرے کو فریب دہی اور ملمع سازی کی چکنی چپڑی باتیں سکھاتے ہیں اور ان کی یہ عارضی آزادی اسی عام حکمت اور نظام تکوینی کے ماتحت ہے جو تخلیق عالم میں حق تعالیٰ نے مرعی رکھی ہے، اس لیے آپ اعداء اللہ کی فتنہ پردازی اور مغویانہ فریب دہی سے زیادہ فکر وغم میں نہ پڑیں ان سے اور ان کے کذب وافترا سے قطع نظر کر کے معاملہ خدا کے سپرد کیجیے۔

فَائِدَہ:[۱۵۸] شیاطین کی فریب زدہ دلدل اور پھنسنے والے شکار:...... یعنی شیاطین ایک دوسرے کو ملمع کی ہوئی فریب کی باتیں اس لیے سکھلاتے ہیں کہ انہیں سن کر جو لوگ دنیا کی زندگی میں غرق ہیں اور دوسری زندگی کا یقین نہیں رکھتے ان ابلہ فریب باتوں کی طرف مائل ہو جائیں، اور اُن کو دل سے پسند کرنے لگیں، اور پھر کبھی برے کاموں اور کفر وفسق کی دلدل سے نکلنے نہ پائیں۔

فَائِدَہ:[۱۵۹] مسلمان کیسے شیطانی وساوس اور اوہام کا شکار ہو سکتا ہے:...... یعنی ﴿شَيٰطِيْنَ الْاِنْسِ وَالْجِنِّ﴾ کی تلبیس وتلمیع پر بدعقیدہ اور جاہل ہی کان دھر سکتے ہیں۔ ایک پیغمبر یا اُس کے متبعین جو ہر مسئلہ اور ہر معاملہ میں خدائے واحد ہی کو اپنا منصف اور حکم مان چکے ہیں، کیا اُن سے یہ ممکن ہے کہ وہ خدا کو چھوڑ کر کسی دوسرے کی چکنی چپڑی باتوں کی طرف کان لگائیں؟ یا معاذ اللہ! غیر اللہ کے فیصلہ کے آگے گردن جھکا دیں؟ حالانکہ اُن کے پاس خدا کی طرف سے ایسی معجز اور کامل کتاب آچکی جس میں تمام اصولی چیزوں کی ضروری توضیح وتفصیل موجود ہے۔ جس کی نسبت علمائے اہلِ کتاب بھی کتب سابقہ کی بشارات کی بنا پر خوب جانتے ہیں کہ یقیناً یہ آسمانی کتاب ہے جس کی تمام خبریں سچی اور تمام احکام معتدل اور منصفانہ ہیں جن میں کسی کی طاقت نہیں کہ تبدیل وتحریف کر سکے۔ ایسی کتاب اور محفوظ ومکمل قانون کی موجودگی میں کیسے کوئی مسلمان وساوس واوہام یا محض عقلی قیاسات اور مغویانہ مغالطات کا شکار ہو سکتا ہے جبکہ وہ جانتا ہے کہ خدا تعالیٰ جس کو ہم نے اپنا حکم اور جس کی کتابِ مبین کو دستور العمل تسلیم کیا ہے وہ ہماری ہر بات کو سننے والا اور ہر قسم کے مواقع واحوال اور اُن کے مناسب احکام ونتائج کی موزونیت کو پوری طرح جاننے والا ہے۔

فائدہ:[۱۶۰] ذبیحہ کے مسئلہ پر کفار کی نکتہ چینی کا جواب:...... مشاہدہ اور تاریخ بتلاتے ہیں کہ دنیا میں ہمیشہ فہیم، محقق اور بااصول آدمی تھوڑے رہے ہیں اکثریت اُن ہی لوگوں کی ہوتی ہے جو محض خیالی، بے اُصول اور اٹکل پچو باتوں کی پیروی کرنے والے ہوں۔ اگر تم اسی اکثریت کا کہنا ماننے لگو اور بے اصول باتوں پر چلنا شروع کر دو تو خدا کی بتلائی ہوئی سیدھی راہ سے یقیناً بہک جاؤ گے، یہ آپ پر رکھ کر دوسروں کو سنایا۔ جاہل عوام کی ان ہی بے اصول اور اٹکل پچو باتوں میں سے ایک وہ تھی جو انہوں نے ذبیحہ کے مسئلہ پر نکتہ چینی کرتے ہوئے کہا تھا کہ جو جانور طبعی موت سے مرجائے (یعنی میتہ) اُسے مسلمان حرام کہتے ہیں حالانکہ وہ خدا کا مارا ہوا ہے اور جو خود اُن کے ہاتھ کا مارا ہوا اُسے حلال سمجھتے ہیں۔ یہ عجیب بات ہے، اس کا جواب اگلی آیتوں میں ﴿فَكُلُوا مِمَّا ذُكِرَ اسْمُ اللّٰهِ﴾ سے دیا گیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ موضح القرآن میں فرماتے ہیں کہ ”یہ کئی آیتیں اس پر اتریں کہ کافر کہنے لگے مسلمان اپنا مارا کھاتے ہیں اور اللہ کا مارا نہیں کھاتے، فرمایا کہ ایسی ملمع فریب کی باتیں انسانوں کو شبہ میں ڈالنے کے لیے شیطان سکھاتے ہیں۔ خوب سمجھ لو! حلال و حرام وغیرہ میں حکم اللہ کا چلتا ہے، محض عقلی ڈھکوسلوں کا اعتبار نہیں۔ آگے کھول کر سمجھا دیا کہ مارنے والا سب کا اللہ ہے لیکن اُس کے نام کو برکت ہے جو اُس کے نام پر ذبح ہوا سو حلال ہے جو بغیر اس کے مرگیا سو مردار۔“ بتغیر یسیر۔

فائدہ:[۱۶۱]...... جب دلائل صحیحہ کی بنا پر تم نے رسول اللہ ﷺ کی نبوت اور قرآن کریم کی حقانیت کو تسلیم کر لیا اور کلی طور پر اس کے احکام پر ایمان لا چکے تو اب فروع و جزئیات کی صحت کو تسلیم کرنا ناگزیر ہے۔ اگر ہر اصل و فرع اور کلی و جزئی کا قبول کرنا ہمارے عقلی قیاسات پر موقوف ہو تو وحی اور نبوت کی ضرورت ہی نہ رہے۔

فائدہ:[۱۶۲]...... یعنی اضطرار اور مجبوری کی حالت کو مستثنیٰ کر کے جو چیزیں حرام ہیں ان کی تفصیل کی جا چکی۔ اُن میں وہ حلال جانور داخل نہیں جو اللہ کے نام پر ذبح کیا جائے، پھر اس کے نہ کھانے کی کیا وجہ؟

فائدہ:[۱۶۳] ذبیحہ اور مردار میں فرق ہے:...... مسلمان کا عقیدہ یہ ہے کہ ہر چیز کو بالواسطہ یا بلاواسطہ خدا ہی پیدا کرتا اور خدا ہی مارتا ہے۔ پھر جس طرح اس کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں بعض کا کھانا ہم کو مرغوب اور مفید ہے جیسے سیب انگور وغیرہ اور بعض چیزوں سے ہم نفرت کرتے ہیں یا مضر سمجھتے ہیں جیسے ناپاک گندی چیزیں اور سنکھیا وغیرہ۔ اسی طرح اس کی ماری ہوئی چیزیں بھی دو قسم کی ہیں: (۱) ایک وہ جن سے فطرتِ سلیمہ نفرت کرے یا اُن کا کھانا ہماری بدنی یا روحی صحت کے لیے خدا کے نزدیک مضر ہو مثلاً وہ حیوان دموی جو اپنی طبعی موت سے مرے اور اس کا خون وغیرہ گوشت میں جذب ہو کر رہ جائے۔ (۲) دوسرے وہ حلال وطیب جانور جو باقاعدہ خدا کے نام پر ذبح ہو یہ بھی خدا ہی کا مارا ہوا ہے، جس پر مسلمان کی چھری کے توسط سے اُس نے موت طاری کی، مگر عمل ذبح اور خدا کے نام کی برکت سے اس کا گوشت پاک وصاف ہو گیا۔ پس جو شخص دونوں قسموں کو ایک کرنا چاہے وہ معتدی (حد سے بڑھنے والا) ہوگا۔

فائدہ:[۱۶۴]...... یعنی کافروں کے بہکانے پر نہ ظاہر میں عمل کرو، نہ دل میں شبہ رکھو۔ کذافی موضح القرآن۔

فائدہ:[۱۶۵]...... یعنی نہ حقیقتاً نہ حکماً۔ حنفیہ متروک التسمیہ نسیاناً کے مسئلہ میں ذکر حکمی کا دعویٰ کرتے ہیں۔

فائدہ:[۱۶۶]...... یعنی شرک فقط یہ ہی نہیں کہ کسی کو سوائے خدا کے پوجے بلکہ شرک کے حکم میں یہ بھی ہے کہ کسی چیز کی تحلیل و تحریم میں مستند شرعی کو چھوڑ کر محض آراء و ہواء کا تابع ہو جائے جیسا کہ ﴿اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ﴾ [توبہ:۳۱] کی تفسیر میں مرفوعاً منقول ہے کہ اہل کتاب نے وحی الٰہی کو چھوڑ کر صرف احبار و رہبان ہی پر تحلیل و تحریم کا مدار رکھ چھوڑا تھا۔

فائدہ:[۱۶۷] ایسا کبھی نہیں ہوسکتا:...... پہلے فرمایا کہ شیاطین اپنے رفقاء کے دل میں ڈالتے ہیں کہ وہ مسلمانوں سے جھگڑا کریں یعنی بحث و جدل، تلبیس و تلمیع اور وسوسہ اندازی کر کے اُن کو طریقِ حق سے ہٹا دیں لیکن اُن کو یہ ہوسِ خام اپنے دلوں سے نکال دینا چاہیے۔ وہ

گروہ یا وہ شخص جو جہل وضلال کی موت سے مر چکا تھا، پھر اس کو حق تعالیٰ نے ایمان وعرفان کی روح سے زندہ کیا اور قرآن کی روشنی عطا فرمائی جسے لے کر وہ لوگوں کے ہجوم میں بے تکلف راہ راست پر چل رہا ہے کیا اس کا حال اغوائے شیطانی کے قبول کرنے میں ان ''اولیاء الشیطان'' جیسا ہو سکتا ہے جو جہالت وضلالت کی اندھیریوں میں پڑے ٹھوکریں کھا رہے ہیں جس سے نکلنے کی کوئی راہ نہیں پاتے کیونکہ اسی ظلمت کو نور اور برائی کو بھلائی سمجھتے ہیں؟ ایسا کبھی نہیں ہو سکتا۔

فَائِدَہ: [۱۶۸] باطل حیلوں سے عاقبت خراب ہوتی ہے: ...... یعنی کچھ آج رؤسائے مکہ ہی نہیں، ہمیشہ کافروں کے سردار حیلے نکالتے رہے ہیں تاکہ عوام الناس پیغمبروں کے مطیع نہ ہو جائیں جیسے فرعون نے معجزہ دیکھا تو حیلہ نکالا کہ سحر کے زور سے سلطنت لیا چاہتا ہے لیکن ان کے یہ حیلے اور داؤ پیچ بحمد اللہ پکے ایمانداروں پر نہیں چلتے۔ حیلہ کرنے والے اپنی عاقبت خراب کر کے خود اپنا ہی نقصان کرتے ہیں جس کا احساس انہیں اس وقت نہیں ہوتا۔

وَقف منزل

وَاِذَا جَآءَتۡهُمۡ اٰيَةٌ قَالُوۡا لَنۡ نُّؤۡمِنَ حَتّٰى نُؤۡتٰى مِثۡلَ مَاۤ اُوۡتِىَ رُسُلُ اللّٰهِ ؔ اَللّٰهُ

اور جب آتی ہے ان کے پاس کوئی آیت تو کہتے ہیں کہ ہم ہرگز نہ مانیں گے جب تک کہ نہ دیا جاوے ہم کو جیسا کچھ کہ دیا گیا ہے اللہ کے رسولوں کو،

اَعۡلَمُ حَيۡثُ يَجۡعَلُ رِسَالَـتَهٗ ‌ؕ سَيُصِيۡبُ الَّذِيۡنَ اَجۡرَمُوۡا صَغَارٌ عِنۡدَ اللّٰهِ

اللہ خوب جانتا ہے اس موقع کو کہ جہاں بھیجے اپنے پیغام، عنقریب پہنچے گی گناہ گاروں کو ذلت اللہ کے ہاں

وَعَذَابٌ شَدِيۡدٌۢ بِمَا كَانُوۡا يَمۡكُرُوۡنَ ﴿۱۲۴﴾ فَمَنۡ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنۡ يَّهۡدِيَهٗ يَشۡرَحۡ صَدۡرَهٗ

اور عذاب سخت اس وجہ سے کہ وہ مکر کرتے تھے ف۱۶۹ سو جس کو اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت کرے تو کھول دیتا ہے

لِلۡاِسۡلَامِ‌ۚ وَمَنۡ يُّرِدۡ اَنۡ يُّضِلَّهٗ يَجۡعَلۡ صَدۡرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِى

اس کے سینہ کو واسطے قبول کرنے اسلام کے اور جس کو چاہتا ہے کہ گمراہ کرے کر دیتا ہے اس کے سینہ کو تنگ بے نہایت تنگ گویا

السَّمَآءِ‌ؕ كَذٰلِكَ يَجۡعَلُ اللّٰهُ الرِّجۡسَ عَلَى الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۲۵﴾ وَهٰذَا صِرَاطُ

وہ زور سے چڑھتا ہے آسمان پر ف۱۷۰ اسی طرح ڈالے گا اللہ عذاب کو ایمان نہ لانے والوں پر اور یہ ہے راستہ تیرے

رَبِّكَ مُسۡتَقِيۡمًا‌ ؕ قَدۡ فَصَّلۡنَا الۡاٰيٰتِ لِقَوۡمٍ يَّذَّكَّرُوۡنَ ﴿۱۲۶﴾ لَهُمۡ دَارُ السَّلٰمِ عِنۡدَ

رب کا سیدھا، ہم نے واضح کر دیا نشانیوں کو غور کرنے والوں کے واسطے ف۱۷۱ انہی کے لئے ہے سلامتی کا گھر

رَبِّهِمۡ‌ وَهُوَ وَلِيُّهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۱۲۷﴾ وَيَوۡمَ يَحۡشُرُهُمۡ جَمِيۡعًا‌ۚ يٰمَعۡشَرَ الۡجِنِّ

اپنے رب کے ہاں اور وہ ان کا مددگار ہے بسبب ان کے اعمال کے ف۱۷۲ اور جس دن جمع کرے گا ان سب کو، فرمائے گا اے جماعت جنات

قَدِ اسۡتَكۡثَرۡتُمۡ مِّنَ الۡاِنۡسِ‌ۚ وَقَالَ اَوۡلِيٰٓـؤُهُمۡ مِّنَ الۡاِنۡسِ رَبَّنَا اسۡتَمۡتَعَ

تم نے بہت کچھ تابع کر لیے اپنے آدمیوں میں سے ف۱۷۳ اور کہیں گے ان کے دوستدار آدمیوں میں سے اے رب ہمارے کام نکالا ہم

بَعۡضُنَا بِبَعۡضٍ وَّبَلَغۡنَاۤ اَجَلَنَا الَّذِیۡۤ اَجَّلۡتَ لَنَا ؕ قَالَ النَّارُ مَثۡوٰٮكُمۡ

نے ایک نے دوسرے سے اور ہم پہنچے اپنے اس وعدہ کو جو تو نے ہمارے لیے مقرر کیا تھا ف۱۷۴ فرمادے گا آگ ہے گھر

خٰلِدِیۡنَ فِیۡهَاۤ اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِیۡمٌ عَلِیۡمٌ ﴿۱۲۸﴾

تمہارا رہا کرو گے اسی میں مگر جب چاہے اللہ ف۱۷۵ البتہ تیرا رب حکمت والا خبردار ہے ف۱۷۶

فائدہ:[۱۶۹] کفار کی مکاری اور متکبرانہ حیلہ جوئی کی ایک مثال:......اُن کی مکاری اور متکبرانہ حیلہ جوئی کی ایک مثال یہ ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے صدق کا جب کوئی نشان دیکھتے تو کہتے کہ ہم ان دلائل ونشانات کو نہیں جانتے، ہم تو اُس وقت یقین کر سکتے ہیں جب ہمارے اُوپر فرشتے نازل ہوں اور پیغمبروں کی طرح ہم کو بھی خدا کا پیغام سنائیں یا خود حق تعالیٰ ہی ہمارے سامنے آجائیں: ﴿اُنۡزِلَ عَلَیۡنَا الۡمَلٰٓئِكَةُ اَوۡ نَرٰی رَبَّنَا ؕ لَقَدِ اسۡتَكۡبَرُوۡا فِیۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ وَعَتَوۡ عُتُوًّا كَبِیۡرًا﴾ [فرقان: ۲۱] خیر! یہ تو خدا ہی جانتا ہے کہ کون شخص اس کا اہل ہے کہ منصب پیغامبری پر سرفراز کیا جائے اور اس عظیم الشان امانتِ الٰہیہ کا حامل بن سکے، یہ نہ کوئی کسبی چیز ہے کہ دعا یا ریاضت یا دنیوی جاہ ودولت وغیرہ سے حاصل ہو سکے، اور نہ ہر کس وناکس کو ایسی جلیل القدر اور نازک ذمہ داری پر فائز کیا جاسکتا ہے۔ ہاں! ایسے گستاخ، متکبر، حیلہ جو مکاروں کو آگاہ رہنا چاہیے کہ عنقریب اس معزز منصب کی طلب کا جواب اُن کو سخت ذلت اور عذاب شدید کی صورت میں دیا جائے گا۔

فائدہ:[۱۷۰]......یعنی زور سے آسمان پر چڑھنا چاہتا ہے مگر چڑھ نہیں سکتا، اس لیے سخت تنگ دل ہوتا ہے۔

فائدہ:[۱۷۱] نشانِ ہدایت اور نشان:......جو لوگ ایمان لانے کا ارادہ نہیں رکھتے اُن پر اسی طرح عذاب اور تباہی ڈالی جاتی ہے کہ رفتہ رفتہ اُن کا سینہ اس قدر تنگ کر دیا جاتا ہے کہ اس میں حق کے گھسنے کی قطعاً گنجائش نہیں رہتی، پھر یہ ہی ضیق صدر عذاب ہے جو قیامت میں بشکل محسوس سامنے آجائے گا۔ مترجم محقق (قدس اللہ سرہٗ) نے "رجس کا ترجمہ جو عذاب سے کیا ہے" اس کے موافق یہ تقریر ہے۔ عبدالرحمن بن زید بن اسلم رحمۃ اللہ علیہ نے "رجس" کے معنی عذاب ہی کے لیے ہیں، مگر ابن عباس رضی اللہ عنہما نے یہاں "رجس" سے مراد شیطان لیا ہے شاید اس لیے کہ "رجس" ناپاک کو کہتے ہیں اور شیطان سے بڑھ کر کون ناپاک ہوگا۔ بہرحال اس تفسیر پر آیت کا مطلب یہ ہوگا کہ جس طرح خدا تعالیٰ ایمان سے گھبرانے والوں کا سینہ تنگ کر دیتا ہے اسی طرح اُن پر بے ایمانیوں کی وجہ سے شیطان مسلط کر دیا جاتا ہے کہ کبھی رجوع الی الحق کی توفیق نہیں ہوتی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اوّل فرمایا تھا کہ کافر قسمیں کھاتے ہیں کہ آیت دیکھیں تو البتہ یقین لادیں اور اب فرمایا کہ ہم نہ دیں گے ایمان تو کیوں کر لادیں گے۔ بیچ میں مردہ حلال کرنے کے حیلے نقل کیے، اب اس بات کا جواب فرمایا کہ جس کی عقل اس طرف چلے کہ اپنی بات نہ چھوڑے جو دلیل دیکھے کچھ حیلہ بنا لے، وہ نشان ہے گمراہی کا اور جس کی عقل چلے انصاف پر اور حکم برداری پر، وہ نشانِ ہدایت ہے۔ ان لوگوں میں نشان ہیں گمراہی کے ان پر کوئی آیت اثر نہ کرے گی۔" باقی اللہ تعالیٰ کی طرف ارادہ ہدایت واضلال کی نسبت کرنا، اس کے متعلق متعدد مواضع میں ہم کلام کر چکے ہیں اور آئندہ بھی حسب موقع لکھا جائے گا۔ مگر یہ مسئلہ طویل الذیل اور معرکۃ الآراء ہے اس لیے ہمارا ارادہ ہے کہ اس پر ایک مستقل مضمون لکھ کر فوائد کے ساتھ ملحق کر دیا جائے۔ وباللہ التوفیق!

فائدہ:[۱۷۲]......یعنی جو اسلام وفرمانبرداری کے سیدھے راستہ پر چلے گا وہ ہی سلامتی کے گھر پہنچے گا اور خدا اس کا ولی ومددگار ہوگا۔ یہ حال تو اُن کا ہوا جن کا ولی خدا ہے (یعنی اولیاء الرحمن) آگے اولیاء الشیطان کا حال بیان کیا جاتا ہے۔

فائدہ:[۱۷۳]......یعنی اے شیاطین الجن! تم نے بہت سے بدبخت انسانوں کو اپنی طرف متوجہ کر لیا اور اپنی راہ پر لگا لیا۔

فائدۃ:[۱۷۴] آخرت میں شیطان کی پوجا کرنے والے مشرکین کا عذر:...... دنیا میں جو انسان بت وغیرہ پوجتے ہیں وہ فی الحقیقت خبیث جن (شیاطین) کی پوجا ہے، اس خیال پر کہ وہ ہمارے کام نکالیں گے اُن کو نیازیں چڑھاتے ہیں اور ویسے بہت سے اہلِ جاہلیت تشویش واضطراب کے وقت جنوں سے استعانت کرتے تھے جیسا کہ سورۂ ''جن'' میں اشارہ کیا گیا ہے اور ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ نے روایات نقل کی ہیں۔ جب آخرت میں وہ شیاطین الجن اور انسان برابر پکڑے جائیں گے اور حقائق کا انکشاف ہوگا تب مشرک لوگ یوں عذر کریں گے کہ اے ہمارے پروردگار! ہم نے پوجا نہیں کی لیکن آپس میں وقتی کارروائی کر لی تھی اور موت کا وعدہ آنے سے پہلے پہلے دنیوی کاروبار میں ہم ایک دوسرے سے کام نکالنے کی کچھ ترکیب کر لیا کرتے تھے اُن کی عبادت مقصود نہ تھی۔

فائدۃ:[۱۷۵] ایک عمدہ وضاحت:...... یہ جو فرمایا ''مگر جب چاہے اللہ'' اس واسطے کہ دوزخ کا عذاب دائم ہے تو اُسی کے چاہنے سے ہے وہ جب چاہے موقوف کرنے پر قادر ہے، لیکن ایک چیز چاہ چکا اور اُس کی خبر پیغمبروں کی زبانی دی جا چکی وہ اب ٹل نہیں سکتی۔

فائدۃ:[۱۷٦]...... یعنی مجرموں کے جرائم سے پوری طرح خبردار ہے اور حکمت بالغہ سے ہر جرم کی برمحل اور مناسب سزا دیتا ہے۔

ع
وَكَذٰلِكَ نُوَلِّيْ بَعْضَ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضًا بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۱۲۹﴾ يٰمَعْشَرَ الْجِنِّ

اور اسی طرح ہم ساتھ ملا دیں گے گناہ گاروں کو ایک کو دوسرے سے ان کے اعمال کے سبب ف۱۷۷ اے جماعت جنوں کی

وَالْاِنْسِ اَلَمْ يَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ وَيُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ

اور انسانوں کی کیا نہیں پہنچے تھے تمہارے پاس رسول تمہی میں سے کہ سناتے تھے تم کو میرے حکم اور ڈراتے تھے تم کو اس دن

يَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا شَهِدْنَا عَلٰٓى اَنْفُسِنَا وَغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَشَهِدُوْا

کے پیش آنے سے ف۱۷۸ کہیں گے کہ ہم نے اقرار کر لیا اپنے گناہ کا اور ان کو دھوکا دیا دنیا کی زندگی نے ف۱۷۹ اور قائل ہو گئے

عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰفِرِيْنَ ﴿۱۳۰﴾ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى

اپنے اوپر اس بات کے کہ وہ کافر تھے ف۱۸۰ یہ اس واسطے کہ تیرا رب ہلاک کرنے والا نہیں بستیوں کو ان

بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا

کے ظلم پر اور وہاں کے لوگ بے خبر ہوں اور ہر ایک کے لئے درجے ہیں ان کے عمل کے اور تیرا رب بے خبر نہیں ان

يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۳۲﴾ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ

کے کام سے ف۱۸۱ اور تیرا رب بے پروا ہے رحمت والا اگر چاہے تو تم کو لے جاوے اور تمہارے پیچھے قائم

بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ؕ

کر دے جس کو چاہے جیسا تم کو پیدا کیا اوروں کی اولاد سے

فَائِدَة:[۱۷۷] دوزخ میں ظالموں کے طبقات:...... جیسے تم نے ''شیاطین الجن'' اور اُن کے اولیاء انس کا حال سنا، اسی طرح تمام ظالموں اور گناہ گاروں کو اُن کے ظلم اور سیہ کاریوں کے تناسب سے دوزخ میں ہم ایک دوسرے کے قریب کر دیں گے اور جو جس درجہ کا ظالم وگناہ گار ہوگا اُس کو اُسی کے طبقۂ عصاۃ میں ملا دیں گے۔

فَائِدَة:[۱۷۸] اشکال اور جواب:...... اُوپر جن وانس کی شرارت اور سزا کا بیان تھا اور ''اولیاء الجن'' کی زبانی فی الجملہ معذرت بھی نقل کی گئی تھی، اب بتلایا جاتا ہے کہ اُن کا کوئی عذر معقول اور قابلِ سماعت نہیں، دنیا میں خدا کی حجت تمام ہو چکی تھی جس کا خود انہیں بھی اقرار کرنا پڑے گا۔ یہ خطاب ﴿یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ﴾ کا قیامت کے دن ہوگا اور مخاطب جن وانس کا یعنی کل مکلفین کا مجموعہ ہے، ہر جماعت الگ الگ مخاطب نہیں جو یہ اعتراض ہو کہ رسول تو ہمیشہ انسانوں میں سے آئے قوم جن میں سے کوئی پیغمبر نہیں بھیجا گیا۔ پھر ﴿رُسُلٌ مِّنْكُمْ﴾ (رسول تم ہی میں کے) کہنا کیسے صحیح ہوگا؟ اصل یہ ہے کہ مجموعۂ مخاطبین میں سے اگر کسی نوع میں بھی اتیان رُسل متحقق ہو جائے جس کی غرض تمام مخاطبین کو بلاتخصیص فائدہ پہنچانا ہو تو مجموعہ کو خطاب کرنے میں کوئی اشکال نہیں رہتا۔ مثلاً کوئی یہ کہے ''اے عرب وعجم کے باشندو! اور پورب پچھم کے رہنے والو! کیا تم ہی میں سے خدا نے محمد ﷺ جیسے کامل انسان کو پیدا نہیں کیا'' اس عبارت کا مطلب کسی کے نزدیک یہ نہیں ہو سکتا کہ ایک محمد ﷺ تو عرب میں پیدا کیے گئے اور دوسرے عجم میں ہونے چاہئیں، اسی طرح پورب کے علیحدہ اور پچھم کے علیحدہ محمد ﷺ ہوں، تب یہ عبارت صحیح ہوگی، علیٰ ہذا القیاس یہاں سمجھ لیجیے کہ ﴿یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اَلَمْ یَاْتِكُمْ﴾ کا مدلول صرف اس قدر ہے کہ جن وانس کے مجموعہ میں سے پیغمبر بھیجے گئے۔ باقی یہ تحقیق کہ ہر نوع میں سے الگ الگ آئے یا ہر ایک پیغمبر کل افراد جن وانس کی طرف مبعوث ہوا، یہ آیت اس کے بیان سے ساکت ہے، دوسری نصوص سے جمہور علماء نے یہی قرار دیا ہے کہ نہ ہر ایک پیغمبر کی بعثت عام ہے اور نہ کسی جن کو اللہ نے مستقل رسول بنا کر بھیجا۔ اکثر معاشی ومعادی معاملات میں اُن کو حق تعالیٰ نے انسانوں کے تابع بنا کر رکھا ہے جیسا کہ سورۂ جن کی آیات اور نصوص حدیثیہ وغیرہ اس پر دلالت کرتی ہیں۔ یہ کوئی ضابطہ نہیں کہ مخلوق کی ہر نوع کے لیے اُسی نوع کا کوئی شخص رسول ہوا کرے۔ باقی انسانوں کی طرف فرشتہ کو رسول بنا کر بھیجنے سے جو قرآن کے متعدد مواضع میں انکار کیا گیا ہے، اُس کا اصلی منشا یہ ہے کہ عام انسان بہیئۃ الاصلیہ اُس کی رؤیت کا تحمل نہیں کر سکتے اور بے اندازہ خوف وہیبت کی وجہ سے مستفید نہیں ہو سکتے اور بصورت انسان آئیں تو بے ضرورت التباس رہتا ہے۔ اسی پر قیاس کر لو کہ اگر قوم جن میں منصبِ نبوت کی اہلیت ہوتی تو وہ بھی انسانوں کے لیے مبعوث نہیں کیے جا سکتے تھے کیونکہ وہاں بھی یہی اشکال تھا۔ ہاں! رسول اُنسی کا جن کی طرف مبعوث ہونا اس لیے مشکل نہیں کہ جنوں کے حق میں انسان کی رؤیت نہ تو ناقابلِ تحمل ہے اور نہ انسان کا صوری خوف ورُعب استفادہ سے مانع ہو سکتا ہے۔ اِدھر پیغمبر کو حق تعالیٰ وہ قوت قلبی عطا فرما دیتا ہے کہ اس پر جن جیسی ہیبت ناک مخلوق کا کوئی رُعب نہیں پڑتا۔

فَائِدَة:[۱۷۹]...... یعنی دنیا کی لذات وشہوات نے انہیں آخرت سے غافل بنا دیا، کبھی خیال بھی نہ آیا کہ اُس احکم الحاکمین کے سامنے جانا ہے جو ذرّہ ذرّہ کا حساب لے گا۔

فَائِدَة:[۱۸۰]...... اس سورت میں اُوپر مذکور ہوا کہ اوّل کافر اپنے کفر کا انکار کریں گے، پھر حق تعالیٰ تدبیر سے اُن کو قائل کرے گا۔

فَائِدَة:[۱۸۱] جیسا عمل ویسا ہی معاملہ ہوگا:...... یعنی خدا کی یہ عادت نہیں کہ بدون آگاہ اور خبردار کیے کسی کو اُس کے ظلم وعصیان پر دنیا یا آخرت میں پکڑ کر ہلاک کر دے اسی لیے رسول اور نذیر بھیجے کہ وہ خوب کھول کر تمام جن وانس کو اُن کے بھلے برے اور آغاز وانجام سے خبردار کر دیں۔ پھر جس درجہ کا کسی کا عمل ہوگا حق تعالیٰ اُس کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرے گا۔

اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَاۤ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ﴿۱۳۴﴾ قُلْ یٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰی

جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ضرور آنے والا ہے اور تم عاجز نہیں کر سکتے ف ۱۸۲ تو کہہ دے اے لوگو تم کام کرتے رہو اپنی

مَكَانَتِكُمْ اِنِّیْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ؕ اِنَّهٗ لَا

جگہ پر میں بھی کام کرتا ہوں سو عنقریب جان لو گے تم کہ کس کو ملتا ہے عاقبت کا گھر، بالیقین

یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ﴿۱۳۵﴾ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ مِمَّا ذَرَاَ مِنَ الْحَرْثِ وَالْاَنْعَامِ نَصِیْبًا فَقَالُوْا

بھلا نہ ہو گا ظالموں کا ف ۱۸۳ اور ٹھہراتے ہیں اللہ کا اس کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مواشی میں ایک حصہ پھر

هٰذَا لِلّٰهِ بِزَعْمِهِمْ وَهٰذَا لِشُرَكَآئِنَا ۚ فَمَا كَانَ لِشُرَكَآئِهِمْ فَلَا یَصِلُ اِلَى اللّٰهِ ۚ

کہتے ہیں یہ حصہ اللہ کا ہے اپنے خیال میں اور یہ ہمارے شریکوں کا ہے سو جو حصہ ان کے شریکوں کا ہے وہ تو نہیں پہنچتا اللہ کی طرف

وَمَا كَانَ لِلّٰهِ فَهُوَ یَصِلُ اِلٰی شُرَكَآئِهِمْ ؕ سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ ﴿۱۳۶﴾ وَكَذٰلِكَ زَیَّنَ

اور جو اللہ کا ہے وہ پہنچ جاتا ہے ان کے شریکوں کی طرف، کیا ہی برا انصاف کرتے ہیں ف ۱۸۴ اور اسی طرح مزین

لِكَثِیْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِیْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِیُرْدُوْهُمْ وَلِیَلْبِسُوْا

کر دیا بہت سے مشرکوں کی نگاہ میں ان کی اولاد کے قتل کو ان کے شریکوں نے تاکہ ان کو ہلاک کریں اور رلا ملا دیں

عَلَیْهِمْ دِیْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا یَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَقَالُوْا هٰذِهٖۤ

ان پر ان کے دین کو ف ۱۸۵ اور اللہ چاہتا تو یہ کام نہ کرتے سو چھوڑ دے وہ جانیں اور ان کا جھوٹ ف ۱۸۶ اور کہتے ہیں کہ یہ

اَنْعَامٌ وَّحَرْثٌ حِجْرٌ ۖۗ لَّا یَطْعَمُهَاۤ اِلَّا مَنْ نَّشَآءُ بِزَعْمِهِمْ وَاَنْعَامٌ حُرِّمَتْ

مواشی اور کھیتی ممنوع ہے اس کو کوئی نہ کھاوے مگر جس کو ہم چاہیں ان کے خیال کے موافق اور بعضے مواشی کی پیٹھ پر

ظُهُوْرُهَا وَاَنْعَامٌ لَّا یَذْكُرُوْنَ اسْمَ اللّٰهِ عَلَیْهَا افْتِرَآءً عَلَیْهِ ؕ سَیَجْزِیْهِمْ بِمَا

چڑھنا حرام کیا اور بعض مواشی کے ذبح کے وقت نام نہیں لیتے اللہ کا اللہ پر بہتان باندھ کر، عنقریب وہ سزا

كَانُوْا یَفْتَرُوْنَ ﴿۱۳۸﴾

دے گا ان کو اس جھوٹ کی ف ۱۸۷

فائدہ: [۱۸۲] اللہ بے پرواہ ہے اور نہ ماننے والوں پر اس کا عذاب اٹل ہے:...... خدا نے رسول بھیج کر اپنی حجت تمام کر دی، اب اگر تم نہ مانو اور سیدھے راستہ پر نہ چلو تو وہ غنی ہے اُسے تمہاری کچھ پرواہ نہیں، وہ چاہے تو تم کو ایک دم میں لے جائے اور اپنی رحمت سے

دوسری قوم کو تمہاری جگہ کھڑا کر دے جو خدا کی مطیع و وفادار ہو اور تم کو لے جا کر دوسری قوم کا لے آنا خدا کے لیے کیا مشکل ہے۔ آج تم اپنے جن آباء و اجداد کے جانشین بنے بیٹھے ہو، آخر اُن کو اُٹھا کر تم کو دنیا میں اُسی خدا نے جگہ دی ہے، بہر حال خدا کا کام رُک نہیں سکتا تم نہ کرو گے دوسرے کھڑے کیے جائیں گے۔ ہاں! یہ سوچ رکھو کہ یہی بغاوت و شرارت رہی تو خدا کا عذاب اٹل ہے تم اگر سمجھو کہ بھاگ کر یا کسی کی پناہ لے کر سزا سے بچ جاؤ گے تو یہ محض حماقت ہے، خدا کو ساری مخلوق مل کر بھی اُس کی مشیت کے نفاذ سے عاجز نہیں کر سکتی۔

فَائِدَہ: [۱۸۳] ظالموں کا انجام بھلا نہیں ہو سکتا:...... یعنی ہم سب نیک و بد اور نفع و ضرر سے آگاہ کر چکے۔ اس پر بھی اگر تم اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے باز نہیں آئے تو تم جانو۔ تم اپنا کام کیے جاؤ میں اپنا فرض ادا کرتا ہوں، عنقریب کھل جائیگا کہ اس دنیا کا آخری انجام کس کے ہاتھ رہتا ہے، بلاشبہ ظالموں کا انجام بھلا نہیں ہو سکتا۔ آگے اُنکے چند اعتقادی اور عملی ظلم بیان کیے جاتے ہیں جو اُن میں رائج تھے اور سب سے بڑا ظلم وہی ہے جسے فرمایا ﴿اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِیْمٌ ۝﴾ [لقمان: ۱۳]

فَائِدَہ: [۱۸۴] مشرکین کی جاہلانہ تقسیم کا رد:...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ’’کافر اپنی کھیتی میں سے اور مواشی کے بچوں میں سے اللہ کی نیاز نکالتے اور بتوں کی بھی نیاز نکالتے، پھر بعض جانور اللہ کے نام کا بہتر دیکھا تو بتوں کی طرف بدل دیا مگر بتوں کی طرف کا اللہ کی طرف نہ کرتے، اُن سے زیادہ ڈرتے۔‘‘ اسی طرح غلہ وغیرہ میں سے اگر بتوں کے نام کا اتفاقاً اللہ کے حصہ میں مل گیا تو پھر جدا کر کے بتوں کی طرف لوٹا دیتے اور اللہ نام کا بتوں کے حصہ میں جا پڑا تو اُسے نہ لوٹاتے، بہانہ یہ کرتے تھے کہ اللہ تو غنی ہے اُس کا کم ہو جائے تو کیا پرواہ ہے بخلاف بتوں کے کہ وہ ایسے نہیں۔ تماشہ یہ ہے کہ یہ کہہ کر بھی شرماتے نہ تھے کہ جو ایسے محتاج ہوں اُن کو معبود و مستعان ٹھیرانا کہاں کی عقل مندی ہے۔ بہر حال ان آیات میں ﴿سَآءَ مَا یَحْكُمُوْنَ﴾ سے مشرکین کی اس تقسیم کا رد کیا گیا ہے یعنی خدا کی پیدا کی ہوئی کھیتی اور مواشی وغیرہ میں سے اوّل تو اس کے مقابل غیر اللہ کا حصہ لگانا، پھر بری اور ناقص چیز خدا کی طرف رکھنا کس قدر ظلم اور بے انصافی ہے۔

فَائِدَہ: [۱۸۵] قتل اولاد کی شناعت:...... یہاں ’’شرکاء‘‘ کی تفسیر مجاہد نے ’’شیاطین‘‘ سے کی ہے۔ مشرکین کی انتہائی جہالت اور سنگدلی کا ایک نمونہ یہ تھا کہ بعض اپنی بیٹیوں کو سسر بننے کے خوف سے اور بعض اس اندیشہ پر کہ کہاں سے کھلائیں گے حقیقی اولاد کو قتل کر دیتے تھے اور بعض اوقات منت مانتے تھے کہ اگر اتنے بیٹے ہو جائیں گے یا فلاں مراد پوری ہو گی تو ایک بیٹا فلاں بت کے نام پر ذبح کریں گے۔ پھر اس ظلم و بے رحمی کو بڑی عبادت اور قربت سمجھتے تھے، شاید یہ رسم شیطان نے سنت خلیل اللّٰہی کے جواب میں سجھائی ہوگی۔ یہود میں بھی مدت تک قتل اولاد کی رسم بطور ایک عبادت و قربت کے جاری رہی ہے جس کا انبیائے بنی اسرائیل نے بڑی شدومد سے رَدّ کیا۔ بہر حال اس آیت میں قتل اولاد کی اُن تمام صورتوں کی شناعت بیان فرمائی ہے جو جاہلیت میں رائج تھیں، یعنی شیاطین قتل اولاد کی تلقین و تزیین اس لیے کرتے ہیں کہ اس طرح لوگوں کو دنیا و آخرت دونوں جگہ تباہ و برباد کر کے چھوڑیں اور اُن کے دین میں گڑبڑی ڈال دیں کہ جو کام ملتِ ابراہیمی و اسماعیلی کے بالکل مضاد و منافی ہے، اُسے ایک دینی کام اور قربت و عبادت باور کرائیں۔ والعیاذ باللہ! کجا سنتِ ابراہیمی اور کجا یہ حماقت و جہالت؟

فَائِدَہ: [۱۸۶]...... اسی طرح کی آیت ﴿وَلَوْ اَنَّنَا﴾ [انعام: ۱۱۲] کے شروع میں گذر چکی، وہاں جو کچھ ہم نے لکھا ہے نیز اسی مضمون کی دوسری آیات کے تحت میں لکھا گیا، اُسے ملاحظہ کر لیا جائے۔

فَائِدَہ: [۱۸۷] مشرکین کی خرافات پر سزا کی خوشخبری:...... مثلاً: مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں یا صرف مہنت کھا سکیں جو بت خانوں کے مجاور تھے۔ یہ قیود اپنے خیال میں بعض مواشی اور کھیتوں کے متعلق عائد کر رکھی تھیں جو بتوں کے نام پر وقف کیے جاتے تھے، اسی طرح بعض جانوروں کی پیٹھ پر سواری اور بار برداری کو حرام سمجھتے تھے بعض جانوروں کی نسبت یہ قرار دیا تھا کہ ذبح کرنے یا سواری لینے یا دودھ نکالنے کے وقت اُن پر خدا کا نام نہ لیا جائے کہیں بتوں کی چیز میں خدا کی شرکت نہ ہو جائے۔ پھر غضب یہ تھا کہ ان خرافات اور جہالتوں کو

خدا کی طرف نسبت کرتے تھے گویا اُس نے معاذ اللہ! یہ احکام دیئے ہیں اور ان ہی طریقوں سے اس کی خوشنودی حاصل کی جاسکتی ہے۔ ایسی بدعنوانیوں کے ساتھ یہ افترا و بہتان! عنقریب ان گستاخیوں کی سزا سے اُن کو دو چار ہونا پڑے گا۔

وَقَالُوْا مَا فِيْ بُطُوْنِ هٰذِهِ الْاَنْعَامِ خَالِصَةٌ لِّذُكُوْرِنَا وَمُحَرَّمٌ عَلٰٓى اَزْوَاجِنَا ۚ

اور کہتے ہیں جو بچہ ان مواشی کے پیٹ میں ہے اس کو تو خاص ہمارے مرد ہی کھاویں اور وہ حرام ہے ہماری عورتوں پر

وَاِنْ يَّكُنْ مَّيْتَةً فَهُمْ فِيْهِ شُرَكَآءُ ۭ سَيَجْزِيْهِمْ وَصْفَهُمْ ۭ اِنَّهٗ حَكِيْمٌ

اور جو بچہ مردہ ہو تو اس کے کھانے میں سب برابر ہیں، وہ سزا دے گا ان کو ان تقریروں کی، وہ حکمت والا جاننے

عَلِيْمٌ ﴿۱۳۹﴾ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّحَرَّمُوْا مَا

والا ہے ف ۱۸۸ بے شک خراب ہوئے جنہوں نے قتل کیا اپنی اولاد کو نادانی سے بغیر سمجھے اور حرام ٹھہرا لیا اس رزق کو

رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۭ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ ع وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ

جو اللہ نے ان کو دیا بہتان باندھ کر اللہ پر، بے شک وہ گمراہ ہوئے اور نہ آئے سیدھی راہ پر ف ۱۸۹ اور اسی نے پیدا کئے

جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ

باغ جو ٹٹیوں پر چڑھائے جاتے ہیں اور جو ٹٹیوں پر نہیں چڑھائے جاتے ف ۱۹۰ اور کھجور کے درخت اور کھیتی کہ مختلف ہیں ان کے پھل اور پیدا کیا

وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ

زیتون کو اور انار کو ایک دوسرے کے مشابہ اور جدا جدا بھی ف ۱۹۱ کھاؤ انکے پھل میں سے جس وقت پھل لاویں اور ادا کرو انکا حق جس دن

حَصَادِهٖ ڮ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۱۴۱﴾ لا وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً

ان کو کاٹو اور بے جا خرچ نہ کرو، اس کو خوش نہیں آتے بیجا خرچ کرنے والے ف ۱۹۲ اور پیدا کئے مواشی میں بوجھ

وَّفَرْشًا ۭ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ

اٹھانے والے اور زمین سے لگے ہوئے ف ۱۹۳ کھاؤ اللہ کے رزق میں سے اور مت چلو شیطان کے قدموں پر، وہ تمہارا دشمن

مُّبِيْنٌ ﴿۱۴۲﴾ لا ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ

ہے صریح ف ۱۹۴ پیدا کئے آٹھ نر اور مادہ بھیڑ میں سے دو ف ۱۹۵ اور بکری میں سے دو، پوچھ تو

ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ

کہ دونوں نر اللہ نے حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ بچہ کہ اس پر مشتمل ہیں بچہ دان دونوں

نَبِّئُوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿١٤٣﴾ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ؕ

مادہ کے، بتلاؤ مجھ کو سند اگر تم سچے ہو ف۱۹۶ اور پیدا کئے اونٹ میں سے دو اور گائے میں سے دو پوچھ تو دونوں

قُلْ ءٰٓالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ؕ

نر حرام کئے ہیں یا دونوں مادہ یا وہ بچہ کہ اس پر مشتمل ہیں بچہ دان دونوں مادہ کے،

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ بِهٰذَا ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ

کیا تم حاضر تھے جس وقت تم کو اللہ نے یہ حکم دیا تھا پھر اس سے زیادہ ظالم کون جو بہتان باندھے اللہ پر

كَذِبًا لِّيُضِلَّ النَّاسَ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٤٤﴾ ع ۱۷

جھوٹا تاکہ لوگوں کو گمراہ کرے بلا تحقیق ، بے شک اللہ ہدایت نہیں کرتا ظالم لوگوں کو ف۱۹۷

فائدہ:[۱۸۸] مناسب وقت پر مناسب سزا مل کر رہے گی:......ایک مسئلہ یہ بنا رکھا تھا کہ بحیرہ اور سائبہ کو اگر ذبح کیا اور اس کے پیٹ میں سے زندہ بچہ نکلا تو اُسے مرد کھائیں عورتیں نہ کھائیں اور مردہ نکلے تو سب کھا سکتے ہیں۔ اس طرح کے بے سند مسئلے گھڑنے والوں کے جرائم سے خدا بے خبر نہیں، ہاں! وہ اپنی حکمت کے موافق مناسب وقت میں اُن کو مناسب سزا دے گا۔

فائدہ:[۱۸۹]......اس سے بڑی خرابی، گمراہی اور نقصان وخسران کیا ہوگا کہ بیٹھے بٹھائے بلا وجہ دنیا میں اپنی اولاد و اموال سے محروم اور سنگدلی بداخلاقی وجہل میں مشہور ہوئے اور آخرت کا دردناک عذاب سر پر رکھا، نہ عقل سے کام لیا نہ شرع کو پہچانا، پھر سیدھی راہ پر آتے تو کیسے آتے؟

فائدہ:[۱۹۰]......جو ٹٹیوں [بانس یا سرکنڈوں سے بنے ہوئے چھپر] پر چڑھائے جاتے ہیں مثلاً انگور وغیرہ۔ اور جو ایسے نہیں مثلاً کھجور، آم وغیرہ تنہ دار درخت یا خربوزہ تربوز وغیرہ جن کی بیل بدون کسی سہارے کے زمین پر پھیلتی ہے۔

فائدہ:[۱۹۱]......یعنی صورت شکل میں ملتے جلتے، مزہ میں جدا جدا۔

فائدہ:[۱۹۲] غلّوں اور پھلوں کے احکام:......یعنی جو غلے اور پھل حق تعالیٰ نے پیدا فرمائے ہیں اُن کے کھانے سے بدون سند کے مت رکو۔ ہاں! دو باتوں کا خیال رکھو: ایک یہ کہ کاٹنے اور اُتارنے کے ساتھ ہی جو اللہ کا حق اُس میں ہے وہ ادا کر دو، دوسرے فضول اور بے موقع خرچ مت کرو۔ اللہ کے حق سے یہاں کیا مراد ہے؟ اس میں علماء کے مختلف اقوال ہیں، ابن کثیر کی رائے یہ معلوم ہوتی ہے کہ ابتداءً مکہ معظمہ میں کھیتی اور باغ کی پیداوار میں سے کچھ حصہ نکالنا واجب تھا جو مساکین وفقراء پر صرف کیا جائے۔ مدینہ طیبہ پہنچ کر ۲ھ ہجری میں اُس کی مقدار وغیرہ کی تعیین وتفصیل کر دی گئی یعنی بارانی زمین کی پیداوار میں (بشرطیکہ خراجی نہ ہو) دسواں حصہ اور جس میں پانی دیا جائے بیسواں حصہ واجب ہے۔

فائدہ:[۱۹۳]......بوجھ اٹھانے والے جیسے اونٹ وغیرہ اور زمین سے لگے ہوئے چھوٹے قد وقامت کے جانور جیسے بھیڑ بکری۔

فائدہ:[۱۹۴] شیطان کے قدموں پر چلنے کا مطلب:......اللہ کی دی ہوئی نعمتوں سے منتفع ہونا چاہیے۔ شیطان کے قدموں پر چلنا یہ ہے کہ اُن کو خواہی نخواہی بدون حجت شرعی کے حرام کرا لیا جائے یا شرک وبت پرستی کا ذریعہ بنا لیا جائے۔ شیطان کی اس سے زیادہ کھلی ہوئی

دشمنی کیا ہوگی کہ اُن نعمتوں سے تم کو دنیا میں محروم رکھا اور آخرت کا عذاب رہا سو الگ۔

فَائِدَۃ: [۱۹۵] ...... یعنی ایک نر ایک مادہ، اس طرح ہر نوع میں دو دو زوج ہوئے اور مجموعہ آٹھ ہوگیا۔

فَائِدَۃ: [۱۹۶] تحلیل وتحریم خدائی منصب ہے: ...... یعنی کسی چیز کو حلال و حرام کہنا صرف اللہ کے حکم سے ہو سکتا ہے پھر ان میں سے نر کو یا مادہ کو یا بچہ کو جو مادہ کے پیٹ میں ہے اگر تم سب آدمیوں کے یا بعض کے حق میں حرام کہتے ہو جیسا کہ پچھلی آیات میں گذرا، اس کی سند تمہارے پاس کیا ہے؟ جب خدائی حکم ہونے کی کوئی سند نہیں رکھتے تو محض آراء واہواء سے خدا کی پیدا کی ہوئی چیزوں کو حلال یا حرام کہنا اس کا مرادف ہے کہ خدائی کا منصب معاذ اللہ! تم اپنے لیے تجویز کرتے ہو یا خدا پر جان بوجھ کر افترا کر رہے ہو، دونوں صورتیں تباہ کن اور مہلک ہیں۔

فَائِدَۃ: [۱۹۷] ...... اشیاء کی تحلیل وتحریم محض خدا کے حکم سے ہو سکتی ہے، اور خدا کا حکم یا بواسطۂ انبیاء پہنچے گا یا بلا واسطہ حق تعالیٰ کسی کو مخاطب فرمائے تو اُسے معلوم ہو۔ یہاں دونوں صورتیں منفی ہیں: پہلی شق کے انتفا پر ﴿نَبِّئُوْنِیْ بِعِلْمٍ﴾ میں اور دوسری کی نفی پر ﴿اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ وَصّٰىكُمُ اللّٰهُ﴾ میں متنبہ فرمایا ہے، پھر مشرکین کے دعاوی میں افترا واضلال کے سوا اور کیا چیز باقی رہ گئی۔ بلاشبہ اُس سے زیادہ ظالم کوئی نہیں ہو سکتا جو خدا پر بہتان باندھے اور علم وتحقیق سے تہی دست ہونے کے باوجود لوگوں کو باطل اور غلط مسائل بیان کر کے گمراہ کرتا پھرے جس شخص نے اس قدر ڈھٹائی اختیار کر لی اور ایسے ظلم عظیم پر کمر باندھ لی اُس کے ہدایت پانے کی توقع رکھنا فضول ہے۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ

تو کہہ دے کہ میں نہیں پاتا اس وحی میں کہ مجھ کو پہنچی ہے کسی چیز کو حرام کھانے والے پر جو اس کو کھاوے مگر یہ کہ وہ چیز مردار ہو یا

دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ

بہتا ہوا خون یا گوشت سور کا کہ وہ ناپاک ہے یا ناجائز ذبیحہ جس پر نام پکارا جاوے اللہ کے سوا کسی اور کا پھر جو کوئی بھوک سے بے اختیار ہو جاوے

اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۴۵﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا

نافرمانی کرے اور نہ زیادتی کرے تو تیرا رب بڑا معاف کرنے والا ہے نہایت مہربان ف ۱۹۸ اور یہود پر ہم نے حرام کیا تھا ہر

كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ اِلَّا مَا حَمَلَتْ

ایک ناخن والا جانور اور گائے اور بکری میں سے حرام کی تھی ان کی چربی مگر جو لگی ہو پشت پر

ظُهُوْرُهُمَآ اَوِ الْحَوَايَآ اَوْ مَا اخْتَلَطَ بِعَظْمٍ ۭ ذٰلِكَ جَزَيْنٰهُمْ بِبَغْيِهِمْ ۡ وَاِنَّا

یا انتڑیوں پر یا جو چربی کہ ملی ہو ہڈی کے ساتھ، یہ ہم نے ان کو سزا دی تھی ان کی شرارت پر اور ہم

لَصٰدِقُوْنَ ﴿۱۴۶﴾ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُهٗ عَنِ

سچ کہتے ہیں ف ۱۹۹ پھر اگر تجھ کو جھٹلاویں تو کہہ دے کہ تمہارے رب کی رحمت میں بڑی وسعت ہے اور نہیں ٹلے گا

الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۴۷﴾ سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا وَلَآ

اس کا عذاب گناہ گار لوگوں سے ف ۲۰۰ اب کہیں گے مشرک اگر اللہ چاہتا تو شرک نہ کرتے ہم اور نہ ہمارے

اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا مِنْ شَيْءٍ ۭ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ حَتّٰى ذَاقُوْا

باپ دادے اور نہ ہم حرام کر لیتے کوئی چیز، اسی طرح جھٹلایا کئے ان سے اگلے یہاں تک کہ انہوں نے چکھا ہمارا عذاب

بَاْسَنَا ۭ قُلْ هَلْ عِنْدَكُمْ مِّنْ عِلْمٍ فَتُخْرِجُوْهُ لَنَا ۭ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ

تو کہہ کچھ علم بھی ہے تمہارے پاس کہ اس کو ہمارے آگے ظاہر کرو، تم تو نری اٹکل پر چلتے ہو

وَاِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَخْرُصُوْنَ ﴿۱۴۸﴾ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ

اور صرف تخمینے ہی کرتے ہو تو کہہ دے بس اللہ کا الزام پورا ہے، سو اگر وہ چاہتا تو

اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ قُلْ هَلُمَّ شُهَدَآءَكُمُ الَّذِيْنَ يَشْهَدُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ حَرَّمَ هٰذَا ۚ فَاِنْ

ہدایت کر دیتا تم سب کو ف ۲۰۱ تو کہہ کہ لاؤ اپنے گواہ جو گواہی دیں اس بات کی کہ اللہ نے حرام کیا ہے ان چیزوں کو، پھر اگر وہ ایسی گواہی دیں

شَهِدُوْا فَلَا تَشْهَدْ مَعَهُمْ ۚ وَلَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَالَّذِيْنَ

بھی تو تو نہ اعتبار کر ان کا اور نہ چل ان کی خوشی پر جنہوں نے جھٹلایا ہمارے حکموں کو اور

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ وَهُمْ بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۵۰﴾ ع ۱۸/۶

جو یقین نہیں کرتے آخرت کا اور وہ اپنے رب کے برابر کرتے ہیں اوروں کو ف ۲۰۲

فَائِدَہ: [۱۹۸] ...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: ''یعنی جن جانوروں کا کھانا دستور ہے اُن میں سے یہ ہی حرام ہے۔'' اس آیت میں کفار کو یہ بتلانا ہے کہ جو چیزیں اوپر مذکور ہوئیں حلال تھیں جن کو تم نے حرام بنالیا، اب وہ چیزیں بتلائی جاتی ہیں جو واقعی حرام ہیں اور تم اُن کو حلال سمجھتے ہو۔ باقی مضمون آیت کی تفسیر و توضیح ''سورہ مائدہ'' کے شروع میں ﴿حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ﴾ الآیۃ [مائدہ: ۳] کے نیچے گزر چکی ہے وہاں ملاحظہ کرلی جائے۔

فَائِدَہ: [۱۹۹] یہود کی شرارتوں پر احکام میں سختی کی سزا: ...... یعنی اصلی حرمت تو ان چیزوں میں ہے جو اُوپر مذکور ہوئیں، البتہ وقتی مصلحت سے بعض چیزیں عارضی طور پر بعض اقوام پر پہلے حرام کی جا چکی ہیں۔ مثلاً یہود پر ان کی شرارتوں کی سزا میں ہر ناخن (کھر) والا جانور جس کی اُنگلیاں پھٹی نہ ہوں جیسے اونٹ، شتر مرغ، بطخ وغیرہ حرام کیا گیا تھا۔ نیز گائے بکری کی جو چربی پشت یا انتڑیوں پر نہ لگی ہو یا ہڈی کے ساتھ نہ ملی ہو اُن پر حرام کر دی گئی تھی جیسے گردہ کی چربی۔ بنی اسرائیل کا دعویٰ غلط ہے کہ یہ چیزیں ابراہیم و نوح علیہما السلام کے زمانہ ہی سے مستمر طور پر حرام چلی آتی ہیں، سچی بات یہ ہے کہ ان میں سے کوئی چیز عہد ابراہیمی میں حرام نہ تھی یہود کی نافرمانیوں اور شرارتوں کی وجہ سے یہ سب چیزیں حرام ہوئیں، جو کوئی اس کے خلاف دعویٰ کرے جھوٹا ہے، جیسے پارہ ''لن تنالوا'' کے شروع میں ﴿قُلْ فَاْتُوْا بِالتَّوْرٰىةِ فَاتْلُوْهَآ

اِنۡ کُنۡتُمۡ صٰدِقِیۡنَ ﴿۹۳﴾ [آل عمران: ۹۳] سے ان دعویٰ کرنے والوں کو چیلنج دیا گیا ہے۔

فَائِدَہ: [۲۰۰] ......یعنی رحمت کی سمائی [وسعت] سے تم اب تک بچے ہو، نہ جانو کہ عذاب ٹل گیا۔ کذا فی موضح القرآن۔

فَائِدَہ: [۲۰۱] مشرکین کی دلیل اور اس کے جوابات: ......گذشتہ رکوع میں مشرکین سے مطالبہ کیا گیا تھا کہ جن حلال وطیب چیزوں کو تم نے حرام ٹھہرالیا ہے اور اس تحریم کو خدا کی طرف نسبت کرتے ہو اس کی سند اور دلیل لاؤ، یہاں اُن کی دلیل بیان کی گئی ہے جو وہ پیش کرنے والے تھے یعنی اگر اللہ چاہتا تو اُس کو قدرت تھی کہ ہم کو اور ہمارے اسلاف کو اس تحریم سے بلکہ تمام مشرکانہ افعال واقوال سے روک دیتا، جب نہ روکا اور یوں ہی ہوتا چلا آیا تو ثابت ہوا کہ اس کے نزدیک ہماری یہ کارروائیاں پسندیدہ ہیں، ناپسند ہوتیں تو اُن کے کرنے میں ہم کو اب تک کیوں آزاد چھوڑتا۔ سمجھنے کی بات یہ ہے کہ ایک نیک نام اور مدبر گورنمنٹ کسی باغیانہ تحریک میں حصہ لینے والے کو باوجود یقینی اطلاع اور کافی قدرت کے پہلے ہی دن پکڑ کر پھانسی نہیں دیدیتی، وہ اسکی حرکات کی نگرانی رکھتی ہے، کبھی رویہ درست رکھنے کی ہدایت کرتی ہے اور موقع دیتی ہے کہ آدمی ایسی حرکات کا انجام سوچ کر خود سنبھل جائے، کبھی اصلاح سے مایوس ہو کر ڈھیل چھوڑتی ہے کہ اس کی بغاوت کا ایسا باضابطہ اور مکمل مواد فراہم ہو جائے جس کے بعد اُس کی انتہائی مجرمانہ غداری قانونی حیثیت سے علی رؤس الاشہاد ثابت کی جاسکے۔ ان تمام صورتوں میں مجرم کی باگ ڈھیلی چھوڑ دینے اور فوراً سزا نہ دینے سے کیا یہ ثابت ہوگا کہ گورنمنٹ کی نظر میں وہ کارروائی جرم و بغاوت نہیں ہے؟ گورنمنٹ کی نگاہ میں ان افعال کا جرم ہونا اوّل تو اس کے شائع کیے ہوئے قانون سے ظاہر ہے، دوسرے جب یہ مجرم مہلت پوری ہونے پر عدالت کے کٹہرے میں لایا جائے گا اور باضابطہ اثبات واظہار جرم کے بعد پھانسی یا حبس دوام کی سزا بھگتے گا، تب برأی العین مشاہدہ ہو جائے گا کہ گورنمنٹ کی نظر میں یہ کتنا بڑا جرم تھا۔ بہرحال گورنمنٹ کا کسی جرم پر باوجود علم وقدرت رکھنے کے کسی مصلحت سے فوری سزا جاری نہ کرنا اس کی دلیل نہیں کہ وہ جرم کو جرم نہیں سمجھتی۔ اسی پر قیاس کر لیجیے کہ وہ احکم الحاکمین ابتدائے آفرینش سے آج تک بتوسط اپنے صادق القول اور پاکباز نائبین کے ہر قسم کے قوانین واحکام سے بندوں کو مطلع فرماتا رہا اور کھول کھول کر بتلادیا کہ کونسی بات اس کے یہاں پسندیدہ اور کون سی ناپسند ہے، کبھی پے بہ پے اور کبھی تھوڑے تھوڑے وقفہ کے بعد ان احکام وہدایات کی یاددہانی بھی ہوتی رہی، اس دوران میں خلاف ورزی کرنے والوں سے مساحت کی حد تک مسامحت کی گئی۔ معمولی تنبیہات کی ضرورت ہوئی تو وقتاً فوقتاً انہیں بھی کام میں لایا گیا اور جن کی شقاوت کا پیمانہ لبریز ہونے والا تھا، انہیں ڈھیل دی گئی کہ وہ صاف اور علانیہ طور پر اپنے کو خدا کی انتہائی سزا کا مستحق ٹھہرا کر کیفر کردار کو پہنچیں۔ چنانچہ بہت سی قومیں اپنے جرائم کی پاداش کا دنیا میں تھوڑا تھوڑا مزا چکھ چکی ہیں، پھر ان حالات کی موجودگی میں کسی قوم کے چند روز جرائم میں مبتلا رہنے اور فوراً نہ پکڑے جانے سے کیسے استدلال کیا جا سکتا ہے کہ وہ جرائم (معاذ اللہ) خدا کے نزدیک پسندیدہ ہیں ورنہ خدا انہیں ایک گھنٹہ کی بھی مہلت نہ دیتا۔ رہا یہ سوال کہ خدا نے انسان کی ساخت ہی ابتدا سے ایسی کیوں نہ بنادی کہ وہ برائی کی طرف قطعاً نہ جاسکتا اور اس طرح فطرتاً اسے مجبور کر دیا جاتا ہے کہ نیکی اور بھلائی کے سوا کوئی چیز اختیار نہ کرسکے۔ اگر غور کیا جائے تو اس سوال کا مطلب یہ ہے کہ انسان کو ایسا کیوں نہ پیدا کر دیا گیا کہ وہ انسان ہی نہ رہتا، یا تو اینٹ پتھر بن جاتا جو ادراک وشعور اور کسب واختیار سے یکسر خالی ہو یا گدھے گھوڑے وغیرہ جانوروں کی طرح جزئی احساس وارادہ رکھنے والا حیوان ہوتا جو ازل سے ابد تک اپنے مخصوص ومتشابہ افعال واحوال کے محدود دائرہ میں چکر لگاتا رہے، اور یا بہت عزت دی جاتی تو فرشتوں کی صفوں میں بٹھلا دیا جاتا جو محض طاعت وعبادت کے اختیار کرنے پر مجبور ومفطور ہیں۔ الحاصل یہ کلی ادراکات اور عظیم الشان کسبی تصرفات رکھنے والی ترقی کی نوع ہی صفحہ ہستی پر نہ لائی جاتی۔ میں سمجھتا ہوں کہ کوئی انسان اپنے شرف وکرامت کا بلند وبانگ دعویٰ رکھتے ہوئے ایسی جرأت نہ کرے گا کہ سرے سے اپنی نوع کے وجود ہی کا مخالف ہو جائے۔ پھر اگر نوع انسانی کا مع اس کی عقلی وعملی قوتوں اور کسب واختیار کی موجودہ آزادی کے پیدا

کرنا نظام عالم کی تکمیل کے لیے ضروری تھا تو اُس نظام تکوینی کے آثار و نتائج کا قبول کرنا بھی ضروری ہے۔ یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ مادّی اور معاشی زندگی کے شعبوں میں تو انسانوں کی عقلی و کسبی آزادی کی بدولت بے شمار انواع و اقسام کے مختلف مظاہر سامنے آئیں لیکن معادی و روحانی میدانوں میں وہ ہی دل و دماغ اور کسب و اختیار کی قوتیں رکھنے والے انسان سب کے سب ایک ہی پگڈنڈی پر چلنے کے لیے مجبور ہو جائیں اور کوئی ایک قدم اِدھر اُدھر ہٹانے کی قدرت نہ رکھے۔ پس اگر نوع انسان کا بحقیقۃ الموجودہ مجموعۂ عالم میں پایا جانا ضروری ہے تو نیک و بد کا اختلاف بھی لابدی ہوگا اور یہ ہی اختلاف کا وجود بڑی دلیل اس کی ہے کہ ہر وہ فعل جو وقوع میں آئے ضروری نہیں کہ خدا کے نزدیک پسندیدہ ہو ورنہ مختلف و متضاد افعال کی موجودگی میں ماننا پڑے گا کہ مثلاً خوش اخلاقی بھی خدا کو پسند ہو اور بداخلاقی بھی، ایمان لانا بھی پسند ہو اور نہ لانا بھی، جو صریحاً باطل ہے۔ بے شک خدا اگر چاہتا تو انسان کی ساخت ایسی بنا سکتا تھا کہ سب ایک ہی راستہ پر چلنے کے لئے مجبور ہو جاتے، لیکن جب ایسا واقع نہیں ہوا تو یہ ہی حجۃ بالغہ اور پورا الزام ان لوگوں پر ہے جو ﴿لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا﴾ کہہ کر مشیت و رضائے الٰہی میں تلازم ثابت کرنا چاہتے ہیں کیونکہ اس قدر شدید اختلاف کی موجودگی میں اُن کے اصول کے موافق کہنا پڑے گا کہ مثلاً توحید خالص بھی اللہ کے نزدیک صحیح اور مرضی ہو اور اس کی نقیض شرک جلی بھی، وقس علی ہذا۔ ان دلائل سے ثابت ہوا کہ مشرکین کا یہ استدلال ﴿لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا﴾ الآیۃ محض لغو اور پادر ہوا ہے، کوئی علمی اصول ان کے پاس نہیں جسے عقل مندوں کے سامنے پیش کر سکیں، محض اٹکل کے تیر اور تخمینی باتیں ہیں جن کو خدا کی حجۃ بالغہ بکلّی رَدّ کرتی ہے جس کی طرف ﴿فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ﴾ میں اشارہ فرمایا ہے۔ یعنی انسان کی فطرت ایسی نہیں بنائی گئی کہ سب کے سب راہِ ہدایت پر چل پڑیں، اس کو کسب و اختیار کی وہ آزادی حق جل وعلا نے عطا فرمائی ہے جس کا عطا کیا جانا کسی مخلوق کے لیے ممکن تھا۔ اس لیے لازم ہے کہ اس آزادی کے استعمال کے وقت راہیں مختلف ہو جائیں، کوئی نیکی کو اختیار کرلے کوئی بدی کو، کوئی حق تعالیٰ کی رضا و رحمت کا مظہر بن جائے کوئی غضب کا۔ اس طرح وہ آخری مقصد جو خالقِ کائنات نے آفرینش عالم سے ارادہ کیا ہے یعنی اپنی صفات جمال و جلال کا اظہار علی الوجہ الاتم پورا ہو: ﴿لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ [ملک: ۲] ورنہ اگر تمام عالم ایک ہی حال پر فرض کر لیا جائے تو بعض صفاتِ الٰہیہ کا ظہور ممکن ہوگا اور دوسری بعض کے ظہور کے لیے کوئی محل نہ ملے گا۔ یہاں تک جو کچھ ہم نے کہا وہ اس تقدیر پر تھا کہ مشرکین کے قول ﴿لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكْنَا﴾ سے یہ غرض ہو کہ وہ اپنے خرافات و کفریات کا استحسان ثابت کرنا چاہتے تھے جیسا کہ اُن کے احوال سے ظاہر ہے اور اگر کلام مذکور سے اُن کی غرض صرف معذرت ہو کہ جو کچھ خدا چاہتا ہے وہ ہم سے کراتا ہے، اچھا ہو یا برا، بہرحال اس کی مشیت سے ہے۔ پھر مشیتِ الٰہی کے مقابلہ میں انبیاء و رسل ہم سے کیوں مزاحمت کرتے ہیں اور عذابِ الٰہی کا ڈراوا کیوں سناتے ہیں؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ جس خدا کی مشیت سے تم ان افعالِ شنیعہ کا کسب کرتے ہو اُسی کی مشیت سے انبیاء و رسل تمہاری مزاحمت کرتے ہیں اور وہ ہی مشیت تمہارے کسب پر مناسب عذاب بھیجتی ہے۔ جس طرح قدرت نے سانپ کو پیدا کیا اور وہی مارگزیدہ کے حق میں ہلاکت کا اثر مرتب کرتی ہے خواہ سانپ کے کاٹنے میں مارگزیدہ کے فعل و اختیار کو کچھ دخل ہو یا نہ ہو اسی طرح تمہارے شرک و کفر میں ہلاکتِ دائمی کی، اور ایمان و عمل صالح میں نجات ابدی کی تاثیرات رکھ دینا بھی اسی قدرت و مشیتِ ایزدی کا کام ہے، جس سے تمام سلسلۂ اسباب و مسببات کی تخلیق ہوئی ہے۔ پس اگر تم اپنے مشرکانہ اطوار سے باز نہ آنے میں مشیت کے عموم سے احتجاج کر سکتے ہو تو ارسال رُسل اور انزال عذاب وغیرہ اُمور کو بھی اُسی مشیت کی کارفرمائی کا نتیجہ سمجھ کر خدا کی حجۃ بالغہ کو تمام سمجھو۔ بے شک خدا چاہتا تو تم سب کو راہِ راست پر لگا دیتا لیکن اُس نے تمہاری سوءِ استعداد کی وجہ سے ایسا نہیں چاہا۔ آخر تمہارے سوءِ اختیار سے جو افعال صادر ہوئے، اُن کا طبعی اثر عذاب کی صورت میں مرتب ہو کر رہا۔ والعیاذ باللہ!

فَائِدَة: [۲۰۲] ...... یعنی دلیل عقلی کا حال تو اُوپر معلوم ہو چکا، اب اگر اس من گھڑت تحریم پر کوئی نقلی دلیل رکھتے ہو تو وہ لاؤ۔ کیا تمہارے

پاس ایسے گواہ موجود ہیں جو یہ بیان کریں کہ ہاں اُن کے روبرو اللہ تعالیٰ نے ان چیزوں کو حرام ٹھہرایا تھا؟ ظاہر ہے کہ ایسے واقعی گواہ کہاں دستیاب ہو سکتے ہیں۔ اگر چار گستاخ، جھوٹے، بے حیا یہی گواہی دینے کو کھڑے ہو جائیں تو ایسوں کی بات پر تم کان نہ دھرو اور نہ اُن کی خواہشات کی پرواہ کرو۔ یہاں تک اُن چیزوں کا بیان تھا جنہیں مشرکین نے محض اپنی رائے و ہوا سے حرام ٹھہرا رکھا تھا، پھر اُس تحریم کے لیے حیلے اور باطل عذر پیش کرتے تھے۔ آگے وہ چیزیں بیان کی جاتی ہیں جنہیں خدا نے حرام کیا اور ہمیشہ سے حرام رہی ہیں لیکن یہ مشرکین اُن میں مبتلا ہیں۔

قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْـًٔا وَّبِالْوَالِدَيْنِ
تو کہہ تم آؤ میں سنا دوں جو حرام کیا ہے تم پر تمہارے رب نے کہ شریک نہ کرو اس کے ساتھ کسی چیز کو اور ماں باپ کے
اِحْسَانًا ۚ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ ۚ وَلَا
ساتھ نیکی کرو اور مار نہ ڈالو اپنی اولاد کو مفلسی سے، ہم رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو ف۲۰۳ اور پاس نہ جاؤ
تَقْرَبُوا الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ ۚ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ حَرَّمَ
بے حیائی کے کام کے جو ظاہر ہو اس میں سے اور جو پوشیدہ ہو ف۲۰۴ اور مار نہ ڈالو اس جان کو جس
اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ﴿١٥١﴾ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ
کو حرام کیا ہے اللہ نے مگر حق پر، تم کو یہ حکم کیا ہے تاکہ تم سمجھو ف۲۰۶ اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال
الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ اَشُدَّهٗ ۚ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ
کے مگر اس طرح سے کہ بہتر ہو یہاں تک کہ پہنچ جاوے اپنی جوانی کو ف۲۰۷ اور پورا کرو ناپ اور تول کو انصاف
بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ وَاِذَا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوْا وَلَوْ كَانَ ذَا
سے ہم کسی کے ذمہ وہی چیز لازم کرتے ہیں جس کی اس کو طاقت ہو ف۲۰۸ اور جب بات کہو تو حق کی کہو اگرچہ وہ
قُرْبٰى ۚ وَبِعَهْدِ اللّٰهِ اَوْفُوْا ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿١٥٢﴾ وَاَنَّ هٰذَا
اپنا قریب ہی ہو ف۲۰۹ اور اللہ کا عہد پورا کرو ف۲۱۰ تم کو یہ حکم کر دیا ہے تاکہ تم نصیحت پکڑو اور حکم کیا کہ
صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ
یہ راہ ہے میری سیدھی سو اس پر چلو اور مت چلو اور راستوں پر کہ وہ تم کو جدا کر دیں گے اللہ کے راستہ سے ف۲۱۱
ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ﴿١٥٣﴾ ثُمَّ اٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ تَمَامًا عَلَى
یہ حکم کر دیا ہے تم کو تاکہ تم بچتے رہو پھر دی ہم نے موسیٰ کو کتاب واسطے پورا

الَّذِیۡۤ اَحۡسَنَ وَتَفۡصِیۡلًا لِّکُلِّ شَیۡءٍ وَّهُدًی وَّرَحۡمَةً لَّعَلَّهُمۡ بِلِقَآءِ رَبِّهِمۡ

کرنے نعمت کے نیک کام والوں پر اور واسطے تفصیل ہر شے کے اور ہدایت اور رحمت کے تاکہ وہ لوگ اپنے رب کے ملنے کا

یُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۵۴﴾ وَهٰذَا کِتٰبٌ اَنۡزَلۡنٰهُ مُبٰرَكٌ فَاتَّبِعُوۡهُ وَاتَّقُوۡا لَعَلَّکُمۡ تُرۡحَمُوۡنَ ﴿۱۵۵﴾ ع

یقین کریں ف ۲۱۲ اور ایک یہ کتاب ہے کہ ہم نے اتاری برکت والی سو اس پر چلو اور ڈرتے رہو تاکہ تم پر رحمت ہو ف ۲۱۳

فَائِدَۃ: [۲۰۳] مفلسی کے ڈر سے اولاد کو قتل نہ کرو، رزق دینے والا اللہ ہے:...... عرب مفلسی کی وجہ سے بعض اوقات اولاد کو قتل کر دیتے تھے کہ خود ہی کھانے کو نہیں اولاد کو کہاں سے کھلائیں۔ اسی لیے فرمایا کہ رزق دینے والا تو خدا ہے تم کو بھی اور تمہاری اولاد کو بھی، دوسری جگہ بجائے ''﴿مِّنۡ اِمۡلَاقٍ﴾'' ﴿خَشۡیَةَ اِمۡلَاقٍ﴾ [بنی اسرائیل:۳۱] فرمایا ہے یعنی مفلسی کے ڈر سے قتل کر دیتے تھے۔ یہ اُن کا ذکر ہوگا جو فی الحال مفلس نہیں مگر ڈرتے ہیں کہ جب عیال زیادہ ہوں گے تو کہاں سے کھلائیں گے۔ چونکہ پہلے طبقہ کو عیال سے پہلے اپنی روٹی کی فکر ستا رہی تھی اور دوسرے کو زیادہ عیال کی فکر نے پریشان کر رکھا تھا، شاید اسی لیے یہاں ﴿مِّنۡ اِمۡلَاقٍ﴾ کے ساتھ ﴿نَرۡزُقُکُمۡ وَاِیَّاهُمۡ﴾ اور اس آیت میں ﴿خَشۡیَةَ اِمۡلَاقٍ﴾ کے ساتھ ﴿نَرۡزُقُهُمۡ وَاِیَّاکُمۡ﴾ ارشاد فرمایا۔ واللہ اعلم!

فَائِدَۃ: [۲۰۴] نظر بد سے اجتناب:...... ''پاس نہ جاؤ'' سے شاید یہ مراد ہو کہ ایسے کاموں کے مبادی و وسائل سے بھی بچنا چاہیے مثلاً زنا کی طرح نظر بد سے بھی اجتناب لازم ہے۔

فَائِدَۃ: [۲۰۵]...... ﴿اِلَّا بِالۡحَقِّ﴾ کا استثنا ضروری تھا جس میں قاتل عمد، زانی محصن اور مرتد عن الاسلام کا قتل داخل ہے جیسا کہ احادیث صحیحہ میں اس کی تصریح وارد ہو چکی اور ائمہ مجتہدین اُس پر اجماع کر چکے ہیں۔

فَائِدَۃ: [۲۰۶] حرام چیزیں:...... اس آیت سے ان چیزوں کا حرام ہونا ثابت ہوا: (۱) شرک باللہ، (۲) والدین کے ساتھ بدسلوکی، (۳) قتل اولاد، (۴) سب بے حیائی کے کام مثلاً زنا وغیرہ، (۵) کسی شخص کو ناحق قتل کرنا۔

فَائِدَۃ: [۲۰۷] یتیم کے مال کی حفاظت کا حکم:...... یتیم کے مال میں بے جا تصرف کرنا حرام ہے، ہاں! بہتر و مشروع طریقہ سے احتیاط کے ساتھ اُس میں ولیٔ یتیم تصرف کر سکتا ہے۔ جب یتیم جوان ہو جائے اور اپنے فرائض کو سنبھال سکے تو اس کے حوالہ کر دیا جائے۔

فَائِدَۃ: [۲۰۸]...... یعنی اپنی طاقت کے موافق ان احکام کی بجا آوری میں کوشش کرو اسی کے تم مکلف ہو، خدا کسی کو اس کی مقدرت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا۔

فَائِدَۃ: [۲۰۹]...... یعنی حق و انصاف کی بات کہنے میں کسی کی قرابت و محبت مانع نہ ہونی چاہیے۔

فَائِدَۃ: [۲۱۰]...... اس کے اوامر و نواہی پر پابندی سے عمل کرو۔ خدا کے لیے جو نذر مانو یا قسم کھاؤ بشرطیکہ غیر مشروع بات کی نہ ہو اسے پورا کرنا چاہیے۔

فَائِدَۃ: [۲۱۱]...... یعنی احکام مذکورہ بالا کی پابندی اور خدا کے عہد کو اعتقاداً و عملاً پورا کرنا یہی صراط مستقیم (سیدھی راہ) ہے جس کی طلب سورۂ فاتحہ میں تلقین کی گئی تھی، یہ راہ تم کو دکھلا دی گئی اب چلنا تمہارا کام ہے، جو کوئی اس کے سوا دوسرے راستہ پر چلا وہ خدا کے راستہ سے بھٹکا۔

فَائِدَۃ: [۲۱۲] اتمام نعمت:...... معلوم ہوتا ہے کہ جو احکام اوپر ﴿قُلۡ تَعَالَوۡا اَتۡلُ مَا حَرَّمَ رَبُّکُمۡ عَلَیۡکُمۡ﴾ سے پڑھ کر سنائے گئے، یہ ہمیشہ سے جاری تھے۔ تمام انبیاء اور شرائع کا ان پر اتفاق رہا کیا۔ بعدہٗ حق تعالیٰ نے حضرت موسیٰ علیہ السلام پر تورات اتاری جس میں

احکام شرع کی مزید تفصیل درج تھی۔ تورات عطا فرما کر اس زمانہ کے نیک کام کرنے والوں پر خدا نے اپنی نعمت پوری کر دی۔ ہر ضروری چیز کو شرح و بسط سے بیان فرما دیا اور ہدایت و رحمت کے ابواب مفتوح کر دیئے تاکہ اسے سمجھ کر لوگ اپنے پروردگار سے ملنے کا کامل یقین حاصل کریں۔

فَائِدَۃ: [۲۱۳] اتباع قرآن کا حکم: ......یعنی تورات تو تھی ہی جیسی کچھ تھی، لیکن ایک یہ کتاب ہے (قرآن کریم) جو اپنے درخشاں اور ظاہر و باہر حسن و جمال کے ساتھ تمہارے سامنے ہے اس کی خوبصورتی اور کمال کا کیا کہنا: آفتاب آمد دلیل آفتاب۔ اس کی ظاہری و باطنی برکات اور صوری و معنوی کمالات کو دیکھ کر بے اختیار کہنا پڑتا ہے.......... ؎

بہارِ عالم حسنش دل وجاں تازہ میدارد

برنگ اصحاب صورت رابہ بو ارباب معنی را

اب دائیں بائیں دیکھنے کی ضرورت نہیں۔ اگر خدا کی رحمت سے حظ وافر لینا چاہتے ہو تو اس آخری اور مکمل کتاب پر چل پڑو اور خدا سے ڈرتے رہو کہ اس کتاب کے کسی حصہ کی خلاف ورزی ہونے نہ پائے۔

اَنْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اُنْزِلَ الْكِتٰبُ عَلٰى طَآىِٕفَتَيْنِ مِنْ قَبْلِنَا ۪ وَاِنْ كُنَّا عَنْ

اس واسطے کہ کبھی تم کہنے لگو کہ کتاب جو اتری تھی سو ان ہی فرقوں پر جو ہم سے پہلے تھے اور ہم کو تو ان کے

دِرَاسَتِهِمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَوْ تَقُوْلُوْا لَوْ اَنَّآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا الْكِتٰبُ لَكُنَّآ اَهْدٰى

پڑھنے پڑھانے کی خبر نہ تھی ف۲۱۴ یا کہنے لگو کہ اگر ہم پر اترتی کتاب تو ہم تو راہ پر چلتے ان سے بہتر، سو آ چکی تمہارے پاس حجت

مِنْهُمْ ۚ فَقَدْ جَآءَكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ ۚ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَّبَ

تمہارے رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ف۲۱۵ اب اس سے زیادہ ظالم کون جو جھٹلاوے

بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَصَدَفَ عَنْهَا ؕ سَنَجْزِى الَّذِيْنَ يَصْدِفُوْنَ عَنْ اٰيٰتِنَا سُوْٓءَ الْعَذَابِ

اللہ کی آیتوں کو اور ان سے کتراوے، ہم سزا دیں گے ان کو جو ہماری آیتوں سے کتراتے ہیں برا عذاب

بِمَا كَانُوْا يَصْدِفُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓىِٕكَةُ اَوْ يَاْتِىَ رَبُّكَ اَوْ

بدلے میں اس کترانے کے ف۲۱۶ کا ہے کی راہ دیکھتے ہیں لوگ مگر یہی کہ ان پر آئیں فرشتے یا آئے تیرا رب

يَاْتِىَ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ ؕ يَوْمَ يَاْتِىْ بَعْضُ اٰيٰتِ رَبِّكَ لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا لَمْ

یا آئے کوئی نشانی تیرے رب کی، جس دن آئے گی ایک نشانی تیرے رب کی کام نہ آئے گا کسی کے اس کا ایمان لانا

تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ كَسَبَتْ فِىْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا ؕ قُلِ انْتَظِرُوْٓا اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۵۸﴾

جو کہ پہلے سے ایمان نہ لایا تھا یا اپنے ایمان میں کچھ نیکی نہ کی تھی، تو کہہ دے تم راہ دیکھو ہم بھی راہ دیکھتے ہیں ف۲۱۷

فائدۃ: [۲۱۴] سارا جہان قرآن کا مخاطب ہے: ...... یعنی اس مبارک کتاب (قرآن کریم) کے نزول کے بعد عرب کے اُمیین کے لیے یہ کہنے کا بھی موقع نہیں چھوڑا گیا کہ پیشتر جو آسمانی کتابیں شرائع الٰہیہ کو لے کر اتریں وہ تو ہمارے علم کے موافق انہی دو فرقوں (یہود و نصاریٰ) پر اتریں بیشک۔ وہ لوگ آپس میں اُسے پڑھتے پڑھاتے تھے اور بعضے اس کا ترجمہ بھی عربی میں کرتے تھے مثلاً ورقہ بن نوفل وغیرہ اور بہت سے مدت تک اس دُھن میں لگے رہے کہ عرب کو یہودی یا نصرانی بنالیں، لیکن ہمیں ان کی تعلیم و تدریس سے کوئی سروکار نہیں رہا، اس سے بحث نہیں کہ یہود و نصاریٰ جو کچھ پڑھتے پڑھاتے تھے، وہ چیز کہاں تک اپنی اصلی سماوی صورت میں محفوظ تھی۔ مطلب صرف اس قدر ہے کہ اُن شرائع و کتب کی اصلی مخاطب فقط قوم بنی اسرائیل تھی، خواہ اس تعلیم کے بعض اجزاء مثلاً توحید اور اُصول دینیہ کی دعوت کو وسعت دے کر بنی اسرائیل کے سوا دوسری اقوام کے حق میں بھی عام کر دیا گیا ہو تاہم جو شریعت اور کتاب سماوی بہیأت مجموعی کسی خاص قوم پر اسی کے مخصوص فائدہ کے لیے اُتری ہو اُس کے درس و تدریس سے اگر دوسری اقوام خصوصاً عرب جیسی غیور و خوددار قوم کو دلچسپی اور لگاؤ نہ ہو تو کچھ مستبعد نہیں، بنابریں وہ کہہ سکتے تھے کہ کوئی آسمانی کتاب و شریعت ہماری طرف نہیں آئی اور جو کسی مخصوص قوم کے لیے آئی اس سے ہم نے چنداں واسطہ نہیں رکھا پھر ہم ترک شرائع پر کیوں ماخوذ ہوں گے۔ مگر آج ان کے لیے اس طرح کے حیلے حوالوں کا موقع نہیں رہا خدا کی حجت اُس کی روشن کتاب اور ہدایت و رحمتِ عامہ کی بارش خاص ان کے گھر میں اتاری گئی تاکہ وہ اولاً اس سے مستفید ہوں، پھر اس امانتِ الٰہیہ کو تمام احمر و اسود اور مشرق و مغرب کے باشندوں تک حفاظت و احتیاط کے ساتھ پہنچادیں۔ کیونکہ یہ کتاب کسی خاص قوم و ملک کے لیے نہیں اتاری گئی اس کا مخاطب تو سارا جہان ہے۔ چنانچہ خدا کے فضل و توفیق سے عرب کے ذریعہ سے خدا کا یہ عام اور آخری پیغام آج دنیا کے گوشہ گوشہ میں پہنچ گیا۔ والحمدللہ علی ذٰلک!

فائدۃ: [۲۱۵] ...... یعنی پہلی اُمتوں کا حال سن کر شاید تم کو ہوس ہوتی اور دل میں ولولہ اٹھتا کہ ہمارے پاس خدا کی کتاب آتی تو ہم دوسروں سے بڑھ کر عمل کر کے دکھلاتے، سو تم کو اُن سے بہتر کتاب دیدی گئی، اب دیکھیں کون کیا کام کر کے دکھلاتا ہے۔

فائدۃ: [۲۱۶] ...... اب ایسی بے مثال روشن کتاب آنے کے بعد اگر اُس کی آیتوں کو کوئی جھٹلائے اور اُس کے احکام قبول کرنے سے کترائے یا دوسروں کو روکے، اُس سے بڑا ظالم کون ہوگا۔

تنبیہ: ...... ﴿صَدَفَ عَنْهَا﴾ کے دونوں معنی سلف سے منقول ہیں "روکنا" اور "اعراض کرنا"۔ مترجم علام نے دوسرے معنی لے کر "کترائے" ترجمہ کیا ہے۔

فائدۃ: [۲۱۷] سورج کا مغرب سے طلوع ہونا: ...... یعنی اللہ کی طرف سے ہدایت کی جو حد تھی وہ پوری ہو چکی، انبیاء تشریف لائے، شریعتیں اُتریں، کتابیں آئیں حتیٰ کہ اللہ کی آخری کتاب بھی آچکی، تب بھی نہیں مانتے تو شاید اب اس کے منتظر ہیں کہ اللہ آپ آئے یا فرشتے آئیں یا قدرت کا کوئی بڑا نشان (مثلاً قیامت کی کوئی بڑی علامت) ظاہر ہو، تو یاد رہے کہ قیامت کے نشانوں میں سے ایک نشان وہ بھی ہے جس کے ظاہر ہونے کے بعد نہ کافر کا ایمان لانا معتبر ہوگا، نہ عاصی کی توبہ۔ صحیحین کی احادیث بتلاتی ہیں کہ یہ نشان آفتاب کا مغرب سے طلوع کرنا ہے۔ یعنی جب خدا کا ارادہ ہوگا کہ دنیا کو ختم کرے اور عالم کا موجودہ نظام درہم برہم کر دیا جائے تو موجودہ قوانین طبیعیہ کے خلاف بہت سے عظیم الشان خوارق وقوع میں آئیں گے ان میں سے ایک یہ ہے کہ آفتاب مشرق کے بجائے مغرب سے طلوع ہوگا۔ غالباً اس حرکت مقلوبی اور رجعت قہقری [سابقہ حالت کی طرف لوٹنا] سے اس طرف اشارہ کرنا مقصود ہو کہ جو قوانین قدرت اور نوامیسِ [احکام] طبیعیہ دنیا کے موجودہ نظم و نسق میں کارفرما تھے، اُن کی میعاد ختم ہونے اور نظام شمسی کے اُلٹ پلٹ ہو جانے کا وقت آپہنچا ہے، گویا اس وقت سے عالم کبیر کے نزع اور جان کنی کا وقت شروع ہوتا ہے۔ اور جس طرح عالم صغیر (انسان) کی جان کنی کے وقت کا ایمان اور

توبہ مقبول نہیں کیونکہ وہ حقیقت میں اختیاری نہیں ہوتا، اسی طرح طلوع الشمس من المغرب کے بعد مجموعۂ عالم کے حق میں یہ ہی حکم ہوگا کہ کسی کا ایمان و توبہ معتبر نہ ہو۔ بعض روایات میں طلوع الشمس من مغربہا کے ساتھ چند دوسرے نشانات بھی بیان ہوئے ہیں مثلاً خروج دجال، خروج دابہ وغیرہ۔ اُن روایات کی مراد یہ معلوم ہوتی ہے کہ جب ان سب نشانات کا مجموعہ متحقق ہوگا اور وہ جب ہی ہوسکتا ہے کہ طلوع الشمس من المغرب بھی متحقق ہو تو دروازہ توبہ کا بند کر دیا جائے گا الگ الگ ہر نشان پر یہ حکم متفرع نہیں۔ ہمارے زمانہ کے بعض ملحدین جو ہر غیر معمولی واقعہ کو استعارہ کا رنگ دینے کے خوگر ہیں وہ طلوع الشمس من المغرب کو بھی استعارہ بنانے کی فکر میں ہیں۔ غالباً اُن کے نزدیک قیامت کا آنا بھی ایک طرح کا استعارہ ہی ہوگا۔

تنبیہ:...... یہ جو کہا کہ ''آئیں فرشتے یا آئے تیرا رب'' اس کی تفسیر ''سیقول'' کے نصف پر آیت ﴿هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّاْتِيَهُمُ اللّٰهُ فِيْ ظُلَلٍ مِّنَ الْغَمَامِ﴾ [بقرہ: ۲۱۰] کے تحت میں گذر چکی وہاں دیکھ لیا جائے اور جملہ ﴿اَوْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا﴾ کا عطف ﴿اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ﴾ پر ہے اور تقدیر عبارت کی ابن المنیر وغیرہ محققین کے نزدیک یوں ہے: لَا يَنْفَعُ نَفْسًا اِيْمَانُهَا اَوْ كَسْبُهَا خَيْرًا لَمْ تَكُنْ اٰمَنَتْ مِنْ قَبْلُ اَوْ لَمْ تَكُنْ كَسَبَتْ فِيْٓ اِيْمَانِهَا خَيْرًا یعنی جو پہلے سے ایمان نہیں لایا اس وقت اس کا ایمان نافع نہ ہوگا اور جس نے پہلے سے کسب خیر نہ کیا اُس کا کسب خیر نافع نہ ہوگا۔ (یعنی توبہ قبول نہ ہوگی)۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى

جنہوں نے راہیں نکالیں اپنے دین میں اور ہو گئے بہت سے فرقے تجھ کو ان سے کچھ سروکار نہیں، ان کا کام اللہ ہی کے حوالے ہے

اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۱۵۹﴾ مَنْ جَآءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهٗ عَشْرُ اَمْثَالِهَا ۚ

پھر وہی جتلائے گا ان کو جو کچھ وہ کرتے تھے ف ۲۱۸ جو کوئی لاتا ہے ایک نیکی تو اس کیلئے ان کا دس گنا ہے

وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۶۰﴾ قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ

اور جو کوئی لاتا ہے ایک برائی سو سزا پاوے گا اسی کے برابر اور ان پر ظلم نہ ہوگا ف ۲۱۹ تو کہہ دے مجھ کو سجھائی میرے

رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ

رب نے راہ سیدھی، دین صحیح ملت ابراہیم کی جو ایک ہی طرف کا تھا ف ۲۲۰ اور نہ تھا

الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۶۱﴾ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَنُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَمَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۶۲﴾

شرک والوں میں ف ۲۲۱ تو کہہ کہ میری نماز اور میری قربانی اور میرا جینا اور میرا مرنا اللہ ہی کے لئے ہے جو پالنے والا سارے جہان کا ہے

لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۶۳﴾

کوئی نہیں اس کا شریک ف ۲۲۲ اور یہی مجھ کو حکم ہوا اور میں سب سے پہلے فرمانبردار ہوں ف ۲۲۳

فائدہ: [۲۱۸] **فرقہ بندی کی مذمت و برأت:**...... پچھلے رکوع میں ﴿قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ﴾ الآیۃ سے بہت سے احکام بیان فرما کر ارشاد ہوا تھا: ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ یعنی صراط مستقیم

(دین کی سیدھی راہ) ہمیشہ سے ایک رہی ہے، اس سے ہٹ کر گمراہی کے راستے بہت ہیں۔ تمام انبیاء و مرسلین اصولی حیثیت سے اُسی ایک راہ پر چلے اور لوگوں کو بلاتے رہے: ﴿وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ﴾ [شوریٰ: ۱۳] اصول دین میں اُن کے باہم کوئی تفریق نہیں۔ زمان و مکان اور خارجی احوال کے اختلاف سے فروع شرعیہ میں جو تفاوت ہوا، وہ تفرق نہیں بلکہ ہر وقت کے مناسب رنگ میں ایک ہی مشترک مقصد کے ذرائع حصول کا تنوع ہے، جو دین انبیائے سابقین لے کر آئے موسیٰ علیہ السلام کی کتاب بھی اُس کی مخالفت کے لیے نہیں بلکہ اُس کی تکمیل و تفصیل کی غرض سے اتاری گئی، سب کے آخر میں قرآن آیا جو تمام کتب سابقہ کی تتمیم و تصدیق اور اُن کے علوم و معارف کی حفاظت کرنے والا ہے۔ درمیان میں ان کتب و شرائع سے اعراض کرنے والوں کا حال بیان کر کے ﴿اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ﴾ سے پھر اصل مطلب کی طرف عود کیا گیا۔ یعنی دینِ الٰہی کا راستہ (صراط مستقیم) ایک ہے، جو لوگ اصل دین میں پھوٹ ڈال کر جدا جدا راہیں نکالتے اور فرقہ بندی کی لعنت میں گرفتار ہوتے ہیں خواہ وہ یہود ہوں یا نصاریٰ یا وہ مدعیانِ اسلام جو مستقبل میں عقائد دینیہ کی چادر کو پھاڑ کر پارہ پارہ کرنے والے تھے، ان لوگوں سے آپ کو کچھ واسطہ اور سروکار نہیں۔ یہ سب ﴿فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ [انعام: ۱۵۳] میں داخل ہیں۔ آپ ان سے بیزاری اور براءت کا اظہار کر کے خدا کے اُسی ایک راستہ (صراط مستقیم) پر جمے رہیے اور اُن کا انجام اللہ کے حوالہ کیجیے، وہ ان کو دنیا یا آخرت میں جتلا دے گا جو کچھ دین میں گڑ بڑی کرتے تھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ ﴿فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ﴾ کی توضیح کرتے ہوئے فرماتے ہیں "جو باتیں یقین لانے کی ہیں (اصول دین) ان میں فرق نہ چاہیے اور جو کرنے کی ہیں (فروع دین) اُن کے طریقے کئی ہوں تو برا نہیں۔

فائدہ: [۲۱۹] نیکی اور برائی کی جزاء و سزا: ......﴿ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ﴾ میں اُن کے افعال شنیعہ کی مجازات پر متنبہ کیا گیا تھا، ساتھ ہی ہر نیک و بد کی مجازات کا عام قانون بتلا دیا کہ بھلائی کا بدلہ کم از کم دس گنا ہے اور برائی کا زائد از زائد اُس کی برابر یعنی جس نے ایک نیکی کمائی تو کم از کم ویسی دس نیکیوں کا ثواب ملے گا زائد کی حد نہیں ﴿وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ﴾ [بقرہ: ۲۶۱] اور جو ایک بدی کا مرتکب ہوا تو ویسی ایک بدی کی جس قدر سزا مقرر ہے اس سے آگے نہ بڑھیں گے، تخفیف کر دیں یا بالکل معاف فرما دیں، یہ اختیار ہے۔ پھر جہاں وفورِ رحمت کی یہ کیفیت ہو وہاں ظلم کا کیا امکان ہے۔

فائدہ: [۲۲۰] ......یعنی ایک خدا ہی کا ہو رہا تھا۔

فائدہ: [۲۲۱] ......یعنی تم دین میں جتنی چاہو راہیں نکالو اور جس قدر معبود چاہو ٹھہرالو، مجھ کو تو میرا پروردگار صراطِ مستقیم بتلا چکا اور وہ ہی خالص توحید اور کامل تفویض و توکل کا راستہ ہے، جس پر موحدِ اعظم ابو الانبیاء ابراہیم خلیل اللہ بڑے زور شور سے چلے جن کا نام آج بھی تمام عرب اور کل ادیان سماویہ غایت عظمت و احترام سے لیتے ہیں۔

فائدہ: [۲۲۲] مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم: ......اس آیت میں توحید و تفویض کے سب سے اُونچے مقام کا پتہ دیا گیا ہے جس پر ہمارے سیّد و آقا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فائز ہوئے۔ نماز اور قربانی کا خصوصیت سے ذکر کرنے میں مشرکین پر جو بدنی عبادت اور قربانی غیر اللہ کے لیے کرتے تھے، تعریض اور رد ہو گیا۔

فائدہ: [۲۲۳] ......عموماً مفسرین ﴿وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ﴾ کا مطلب یہ لیتے ہیں کہ اس اُمتِ محمدیہ کے اعتبار سے آپ اوّل المسلمین ہیں لیکن جب جامع ترمذی کی حدیث "کنت نبیاً و آدم بین الروح والجسد" کے موافق آپ اوّل الانبیاء ہیں تو اوّل المسلمین ہونے میں کیا شبہ ہو سکتا ہے۔ اس کے علاوہ ممکن ہے کہ یہاں اوّلیت زمانی مراد نہ ہو بلکہ تقدم رُتبی مراد ہو۔ یعنی میں سارے جہان کے فرمانبرداروں کی صف میں نمبر اوّل اور سب سے آگے ہوں۔ شاید مترجم محقق (قدس اللہ سرہٗ) نے ترجمہ میں "سب سے پہلا فرمانبردار ہوں" کی جگہ

سب سے پہلے فرمانبردار ہوں'' کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا ہو۔ کیونکہ محاورات کے اعتبار سے یہ تعبیر اولیت رتبی کے ادا کرنے میں زیادہ واضح ہے۔ واللہ اعلم!

قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِىْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَىْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَيْهَا ۚ

تو کہہ کیا اب میں اللہ کے سوا تلاش کروں کوئی رب اور وہی ہے رب ہر چیز کا ف ۲۲۴ اور جو کوئی گناہ کرتا ہے سو وہ اس کے ذمہ پر ہے

وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ۚ ثُمَّ اِلٰى رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

اور بوجھ نہ اٹھائے گا ایک شخص دوسرے کا، پھر تمہارے رب کے پاس ہی تم سب کو لوٹ کر جانا ہے سو وہ جتلائے گا جس بات

فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ وَهُوَ الَّذِىْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ

میں تم جھگڑتے تھے ف ۲۲۵ اور اسی نے تم کو نائب کیا ہے زمین میں ف ۲۲۶ اور بلند کر دیئے تم میں درجے ایک

بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِىْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ

کے ایک پر ف ۲۲۷ تاکہ آزمائے تم کو اپنے دیئے ہوئے حکموں میں، تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے

لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۶۵﴾

اور وہی بخشنے والا مہربان ہے ف ۲۲۸

النصف

فَائِدَة: [۲۲۴] ...... پہلے توحید فی الالوہیۃ کا ذکر تھا اب توحید فی الربوبیت کی تصریح فرمائی۔ یعنی جس طرح معبود اس کے سوا کوئی نہیں، مستعان بھی کوئی نہیں ہو سکتا، کیونکہ استعانت ربوبیت عامہ پر متفرع ہے۔ ﴿اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ﴾ [فاتحہ: ۴]

فَائِدَة: [۲۲۵] **کوئی شخص دوسرے کے گناہوں کا بوجھ نہیں اٹھا سکتا:** ...... کفار مسلمانوں سے توحید وغیرہ میں جھگڑتے اور کہتے تھے کہ تم توحید کی راہ چھوڑ کر ہمارے راستہ پر آ جاؤ۔ اگر اس میں کوئی گناہ ہو تو وہ ہمارے سر ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّبِعُوْا سَبِيْلَنَا وَلْنَحْمِلْ خَطٰيٰكُمْ﴾ [عنکبوت: ۱۲] یہاں اس کا جواب دے دیا کہ ہر ایک کا گناہ اسی کے سر ہے، کوئی شخص دوسرے کے گناہوں کا بار نہیں اٹھا سکتا۔ باقی تمہارے جھگڑے اور اختلافات خدا کے یہاں جا کر سب طے ہو جائیں گے۔ یہ دنیا فیصلہ کی جگہ نہیں، امتحان و آزمائش کا گھر ہے جیسا کہ اگلی آیت میں آگاہ فرمایا۔

فَائِدَة: [۲۲۶] ...... یعنی خدا نے زمین میں تم کو اپنا نائب بنایا کہ تم اس کے دیئے ہوئے اختیارات سے کام لے کر کیسے کیسے حاکمانہ تصرفات کرتے ہو، یا تم کو باہم ایک دوسرے کا نائب بنایا کہ ایک قوم جاتی ہے تو دوسری قوم اس کی جانشین ہوتی ہے۔

فَائِدَة: [۲۲۷] **انسانوں میں درجات:** ...... یعنی تمہارے آپس میں بے حد فرق مدارج رکھا۔ چنانچہ شکل و صورت رنگت، لہجہ، اخلاق و ملکات، محاسن و مساوی، رزق، دولت، عزت و جاہ وغیرہ میں افراد انسانی کے بے شمار درجات ہیں۔

فَائِدَة: [۲۲۸] **درجات کے اعتبار سے معاملہ ہوگا:** ...... یعنی ظاہر ہو جائے کہ ان حالات میں کون شخص کہاں تک خدا کا حکم مانتا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿فِىْ مَآ اٰتٰىكُمْ﴾ سے وہ مختلف احوال و درجات مراد لیے ہیں جن میں حسب استعداد و لیاقت ان کو رکھا گیا ہے۔ اس

تقدیر پر آزمائش کا حاصل یہ ہوگا کہ مثلاً غنی حالتِ غنا میں رہ کر کہاں تک شکر کرتا ہے، اور فقیر حالتِ فقر میں کس حد تک صبر کا ثبوت دیتا ہے، وقس علیٰ ہذا۔ بہر حال اس آزمائش میں جو بالکل نالائق ثابت ہو حق تعالیٰ اس کے حق میں سریع العقاب اور جس سے قدرے کوتاہی رہ گئی اس کے حق میں غفور اور جو پورا اترا اس کے لیے رحیم ہے۔

(تمت سورۃ الانعام بعون اللہ الملک العلام)

اٰیاتہا ۲۰۶ ۷ سُوْرَةُ الْاَعْرَافِ مَكِّيَّةٌ ۳۹ رکوعاتہا ۲۴

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان اور نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓصٓ ﴿۱﴾ كِتٰبٌ اُنْزِلَ اِلَيْكَ فَلَا يَكُنْ فِىْ صَدْرِكَ حَرَجٌ مِّنْهُ لِتُنْذِرَ بِهٖ

المٓصٓ یہ کتاب اتری ہے تجھ پر سو چاہیے کہ تیرا جی تنگ نہ ہو اس کے پہنچانے سے ف۱ تا کہ تو ڈرائے اس سے

وَذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۲﴾ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ

اور نصیحت ہو ایمان والوں کو ف۲ چلو اسی پر جو اترا تم پر تمہارے رب کی طرف سے اور نہ چلو اس

دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۳﴾ وَكَمْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَهْلَكْنٰهَا فَجَآءَهَا بَاْسُنَا

کے سوا اور رفیقوں کے پیچھے تم بہت کم دھیان کرتے ہو ف۳ اور کتنی بستیاں ہم نے ہلاک کر دیں کہ پہنچا ان پر ہمارا عذاب

بَيَاتًا اَوْ هُمْ قَآئِلُوْنَ ﴿۴﴾ فَمَا كَانَ دَعْوٰىهُمْ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَآ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اِنَّا

راتوں رات یا دوپہر کو سوتے ہوئے پھر یہی تھی ان کی پکار جس وقت کہ پہنچا ان پر ہمارا عذاب کہ کہنے لگے بے شک

كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ﴿۵﴾ فَلَنَسْئَلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْئَلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۶﴾

ہمیں تھے گناہ گار ف۴ سو ہم کو ضرور پوچھنا ہے ان سے جن کے پاس رسول بھیجے گئے تھے اور ہم کو ضرور پوچھنا ہے رسولوں سے ف۵

فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ﴿۷﴾ وَالْوَزْنُ يَوْمَئِذِ ۨالْحَقُّ ۚ فَمَنْ

پھر ہم ان کو احوال سنائیں گے اپنے علم سے اور ہم کہیں غائب نہ تھے ف۶ اور تول اس دن ٹھیک ہوگی پھر

ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸﴾

جس کی تولیں بھاری ہوئیں سو وہی ہیں نجات پانے والے

فائدہ: [۱] ''حرج'' کی تفسیر:...... (حضرت) ابن عباس رضی اللہ عنہ نے ﴿حَرَجٌ﴾ کی تفسیر شک سے کی ہے گویا ﴿فَلَا يَكُنْ فِىْ صَدْرِكَ حَرَجٌ﴾ ﴿فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ﴾ [بقرہ: ۱۴۷] کے ہم معنی ہوگا۔ یعنی پیغمبر جس پر خدا نے اپنی کتاب نازل فرمائی اس کی شان یہ

نہیں کہ ذرا سا بھی کھٹکا یا شک وشبہ کتاب کے احکام واخبار کے متعلق اس کے دل میں راہ پائے۔ دوسرے مفسرین نے الفاظ کو ان کے ظاہر پر رکھا، جیسا کہ مترجم محقق (قدس اللہ سرہٗ) نے اختیار فرمایا ہے، یعنی تمام خلائق میں سے چن کر جس پر خدا نے اپنی کتاب اتاری اُسے لائق نہیں کہ احمقوں اور معاندین کے طعن وتشنیع یا بیہودہ سوالات سے متاثر ہو کر اس کتاب کے کسی حصہ کی تبلیغ سے منقبض اور تنگ دل ہو: ﴿فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ بَعْضَ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَاۤ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ﴾ [ہود: ۱۲] اگر بفرض محال خود پیغمبر کے دل میں کتاب اور اس کے مستقبل کی طرف سے نہایت کامل وثوق وانشراح حاصل نہ ہو تو وہ اپنے فرض انذار وتذکیر کو کس طرح قوت وجرأت کے ساتھ ادا کر سکے گا۔

فائدہ:[۲] قرآن پیغام نصیحت:...... یعنی کتاب کے اُتارنے سے غرض یہ ہے کہ تم ساری دنیا کو اس کے مستقبل سے آگاہ کردو اور بدی کے انجام سے ڈراؤ اور ایمان لانے والوں کے حق میں خاص طور پر یہ ایک مؤثر پیغام نصیحت ثابت ہو۔

فائدہ:[۳] غور وفکر کی دعوت:...... آدمی اگر حق تعالیٰ کی تربیت عظیم، اپنے آغاز وانجام اور طاعت ومعصیت کے نتائج پر پوری طرح دھیان کرے تو اس کو کبھی جرأت نہ ہو کہ اپنے رب کریم کی اتاری ہوئی ہدایات کو چھوڑ کر شیاطین الانس والجن کی رفاقت میں انہی کے پیچھے چلنا شروع کر دے۔ گذشتہ اقوام میں سے جنہوں نے خدا کی کتابوں اور پیغمبروں کے مقابلہ پر ایسا رویہ اختیار کیا، اُن کو جو دنیوی سزا ملی وہ آگے مذکور ہے۔

فائدہ:[۴] گذشتہ اقوام پر عذاب اور ان کا اعتراف جرم:...... یعنی جب اُنکے ظلم وعدوان اور کفر وعصیان کی حد ہو چکی، تو دنیا کی لذات وشہوات میں منہمک اور عذاب الٰہی سے بالکل بے فکر ہو کر خواب استراحت کے مزے لینے لگے کہ یکا یک ہمارے عذاب نے آدبوچا۔ پھر ہلاکت آفرینیوں کے اس دہشت ناک منظر اور ہنگامۂ دار وگیر میں ساری طمطراق بھول گئے چاروں طرف سے ﴿اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ﴾ کی چیخ پکار کے سوا کچھ سنائی نہ دیتا تھا، گویا اُس وقت انہیں واضح ہوا اور اقرار کرنا پڑا کہ خدا کسی پر ظلم نہیں کرتا ہم خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔

تنبیہ:...... ﴿فَجَآءَهَا بَاْسُنَا﴾ کی ''فا'' میں مفسرین کے کئی قول ہیں، غالباً مترجم محقق (قدس اللہ سرہٗ) نے اس کو ﴿اَهْلَكْنٰهَا﴾ کی تفسیر وتفصیل قرار دیا ہے جیسے کہا جائے: ''توضأ فغسل وجهه وذراعيه'' (فلاں شخص نے وضو کیا تو دھویا چہرہ اور ہاتھ وغیرہ) اس مثال میں منہ ہاتھ دھونا وضو کرنے ہی کی تفصیل وتفسیر ہے، اسی طرح یہاں ہلاک کرنے کی تفسیر وتفصیل کیفیت عذاب کے بیان سے ہوگئی۔ واللہ اعلم!

فائدہ:[۵] روز محشر امتوں اور رسولوں سے سوال ہوگا:...... جن اُمتوں کی طرف پیغمبر مبعوث ہوئے، اُن سے سوال ہوگا ﴿مَاذَاۤ اَجَبْتُمُ الْمُرْسَلِيْنَ﴾ [القصص: ۶۵] (تم نے ہمارے پیغمبروں کی دعوت کو کہاں تک قبول کیا تھا؟) اور خود پیغمبروں سے پوچھیں گے: مَاذَاۤ اُجِبْتُمْ (تم کو اُمت کی طرف سے کیا جواب ملا تھا؟)

فائدہ:[۶] اللہ اپنے علم ازلی سب کچھ لوگوں کے سامنے عیاں کر دیں گے:...... یعنی تمہارا کوئی جلیل وحقیر اور قلیل وکثیر عمل یا ظاہری وباطنی حال ہمارے علم سے غائب نہیں، ہم بلا توسط غیرے ذرہ ذرہ سے خبردار ہیں، اپنے اس علم ازلی محیط کے موافق سب اگلے پچھلے احوال تمہارے سامنے کھول کر رکھ دیں گے۔ ملائکۃ اللہ کے لکھے ہوئے اعمالنامے بھی علم الٰہی کے سر مو خلاف نہیں ہو سکتے اُن کے ذریعہ سے اطلاع دینا محض ضابطہ کی مراعات اور نظام حکومت کا مظاہرہ ہے، ورنہ خدا اپنے علم میں ان ذرائع کا (معاذ اللہ) محتاج نہیں ہو سکتا۔

وَمَنْ خَفَّتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْۤا اَنْفُسَهُمْ بِمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا

اور جس کی تولیں ہلکی ہوئیں سو وہی ہیں جنہوں نے اپنا نقصان کیا ۷ اس واسطے کہ ہماری آیتوں کا انکار

يَظْلِمُوْنَ ۞٩ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِي الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا

اور ہم نے تم کو جگہ دی زمین میں اور مقرر کریں اس میں تمہارے لئے روزیاں تم بہت کم شکر کرتے تھے ف ٨

تَشْكُرُوْنَ ۞١٠ وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ ثُمَّ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا

اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر صورتیں بنائیں تمہاری پھر حکم کیا فرشتوں کو کہ سجدہ کرو کرتے ہو ف ٩

لِاٰدَمَ ۖ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ لَمْ يَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ۞١١ قَالَ مَا مَنَعَكَ اَلَّا

آدم کو پس سجدہ کیا سب نے مگر ابلیس نہ تھا سجدہ والوں میں کہا تجھ کو کیا مانع تھا کہ تو

تَسْجُدَ اِذْ اَمَرْتُكَ ؕ قَالَ اَنَا خَيْرٌ مِّنْهُ ۚ خَلَقْتَنِيْ مِنْ نَّارٍ وَّخَلَقْتَهٗ مِنْ طِيْنٍ ۞١٢

نے سجدہ نہ کیا جب میں نے حکم دیا، بولا میں اس سے بہتر ہوں مجھ کو تو نے بنایا آگ سے اور اس کو بنایا مٹی سے

قَالَ فَاهْبِطْ مِنْهَا فَمَا يَكُوْنُ لَكَ اَنْ تَتَكَبَّرَ فِيْهَا فَاخْرُجْ اِنَّكَ مِنَ

کہا تو اتر یہاں سے ف ١٠ تو اس لائق نہیں کہ تکبر کرے یہاں پس باہر نکل

الصّٰغِرِيْنَ ۞١٣ قَالَ اَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۞١٤ قَالَ اِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ۞١٥

تو ذلیل ہے ف ١١ بولا کہ مجھے مہلت دے اس دن تک کہ لوگ قبروں سے اٹھائے جائیں فرمایا تجھ کو مہلت دی گئی ف ١٢

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۞١٦ ثُمَّ لَاٰتِيَنَّهُمْ مِّنْ

بولا تو جیسا تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں بھی ضرور بیٹھوں گا ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر ف ١٣ پھر ان پر آؤں گا

بَيْنِ اَيْدِيْهِمْ وَمِنْ خَلْفِهِمْ وَعَنْ اَيْمَانِهِمْ وَعَنْ شَمَآئِلِهِمْ ؕ وَلَا تَجِدُ

ان کے آگے سے اور پیچھے سے اور دائیں سے اور بائیں سے ف ١٤ اور نہ پائے گا تو

اَكْثَرَهُمْ شٰكِرِيْنَ ۞١٧ قَالَ اخْرُجْ مِنْهَا مَذْءُوْمًا مَّدْحُوْرًا ؕ لَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ

اکثروں کو ان میں شکر گزار ف ١٥ کہا نکل یہاں سے برے حال سے مردود ہو کر جو کوئی ان میں سے تیری راہ پر چلے گا

لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنْكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۞١٨

تو میں ضرور بھر دوں گا دوزخ کو تم سب سے ف ١٦

فائدہ: [٧] قیامت کے دن وزن اعمال اور اشکال کا جواب:...... قیامت کے دن سب لوگوں کے اعمال کا وزن دیکھا جائے گا جن کے اعمال قلبیہ واعمال جوارح وزنی ہوں گے وہ کامیاب ہیں اور جن کا وزن ہلکا رہا وہ خسارہ میں رہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ

فرماتے ہیں کہ "ہر شخص کے عمل وزن کے موافق لکھے جاتے ہیں۔ایک ہی کام ہے، اگر اخلاص ومحبت سے حکم شرعی کے موافق کیا اور برمحل کیا، تو اس کا وزن بڑھ گیا اور دکھاوے کو یا ریس کو کیا یا موافق حکم نہ کیا یا ٹھکانے پر نہ کیا تو وزن گھٹ گیا۔آخرت میں وہ کاغذ تلیں گے جس کے نیک کام بھاری ہوئے تو برائیوں سے درگذر ہوا اور ہلکے ہوئے تو پکڑا گیا۔" بعض علماء کا خیال ہے کہ اعمال جو اس وقت اعراض ہیں، وہاں اعیان کی صورت میں مجسّد کر دیئے جائیں گے اور خود ان ہی اعمال کو تولا جائے گا۔کہا جاتا ہے کہ ہمارے اعمال تو غیر قار الذات اعراض ہیں جن کا ہر جزو وقوع میں آنے کے ساتھ ہی ساتھ معدوم ہوتا رہتا ہے، پھر ان کا جمع ہونا اور تلنا کیا معنی رکھتا ہے؟ میں کہتا ہوں کہ گراموفون میں آج کل لمبی چوڑی تقریریں بند کی جاتی ہیں، کیا وہ تقریریں اعراض میں سے نہیں؟ جن کا ایک حرف ہماری زبان سے اُس وقت ادا ہو سکتا ہے جب اُس سے پہلا حرف نکل کر فنا ہو جائے، پھر یہ تقریر کا سارا مجموعہ گراموفون میں کس طرح جمع ہو گیا؟ اسی سے سمجھ لو کہ جو خدا گراموفون کے موجد کا بھی موجد ہے اس کی قدرت سے کیا بعید ہے کہ ہمارے کل اعمال کے مکمل ریکارڈ تیار رکھے جس میں سے ایک شوشہ اور ذرہ بھی غائب نہ ہو۔رہا اُن کا وزن کیا جانا تو نصوص سے ہم کو اس قدر معلوم ہو چکا ہے کہ وزن ایسی میزان (ترازو) کے ذریعہ سے ہوگا جس میں کفتین اور لسان وغیرہ موجود ہیں لیکن وہ میزان اور اُس کے دونوں پلے کس نوعیت وکیفیت کے ہوں گے؟ اور اس سے وزن معلوم کرنے کا کیا طریقہ ہوگا؟ ان باتوں کا احاطہ کرنا ہماری عقول وافہام کی رسائی سے باہر ہے اسی لیے اُن کے جاننے کی ہمیں تکلیف نہیں دی گئی، بلکہ ایک میزان کیا اُس عالم کی جتنی چیزیں ہیں بجز اس کے کہ اُن کے نام ہم سن لیں اور اُن کا کچھ اجمالی سا مفہوم جو قرآن وسنت نے بیان کر دیا ہو عقیدہ میں رکھیں، اس سے زائد تفصیلات پر مطلع ہونا ہماری حدِ پرواز سے خارج ہے۔کیونکہ جن نوامیس وقوانین کے ماتحت اس عالم کا وجود اور نظم ونسق ہوگا، اُن پر ہم اس عالم میں رہتے ہوئے کچھ دسترس نہیں پا سکتے۔اسی دنیا کی میزانوں کو دیکھ لو کتنی قسم کی ہیں: ایک میزان وہ ہے جس سے سونا چاندی یا موتی تلتے ہیں، ایک میزان سے غلہ اور سوختہ وزن کیا جاتا ہے، ایک میزان عام ریلوے اسٹیشنوں پر ہوتی ہے جس سے مسافروں کا سامان تولتے ہیں۔ان کے سوا "مقیاس الہوا" یا "مقیاس الحرارت" وغیرہ بھی ایک طرح کی میزانیں ہیں جن سے ہوا اور حرارت وغیرہ کے درجات معلوم ہوتے ہیں۔تھرمامیٹر ہمارے بدن کی اندرونی حرارت کو جو اعراض میں سے ہے تول کر بتلاتا ہے کہ اس وقت ہمارے جسم میں اتنے ڈگری حرارت پائی جاتی ہے۔جب دنیا میں بیسیوں قسم کی جسمانی میزانیں ہم مشاہدہ کرتے ہیں جن سے اعیان واعراض کے اوزان ودرجات کا تفاوت معلوم ہوتا ہے تو اس قادرِ مطلق کے لیے کیا مشکل ہے کہ ایک ایسی حسی میزان قائم کر دے جس سے ہمارے اعمال کے اوزان ودرجات کا تفاوت صورۃً وحسًا ظاہر ہوتا ہو۔

فَائِدَة:[۸] آیات کی حق تلفی:......اور آیات کا انکار کرنا ہی اُن کی حق تلفی ہے جسے ﴿يَظْلِمُوْنَ﴾ سے ادا فرمایا ہے۔

فَائِدَة:[۹] احسانات وانعامات الٰہیہ کا تذکرہ اور شکر گزاری کی ترغیب:...... یہاں سے بعض آیات آفاقیہ وانفسیہ کا بیان شروع کیا ہے جس سے ایک طرف حق تعالیٰ کے وجود پر کارخانۂ عالم کے حکیمانہ نظم ونسق سے استدلال اور احسانات وانعاماتِ الٰہیہ کا تذکرہ فرما کر اُسکی شکر گذاری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے اور دوسری طرف نبوت کی ضرورت انبیاء علیہم السلام کی آمد، اُن کی سیرت، اُن کے متبعین ومخالفین کا انجام جو اس سورت کا اصلی موضوع معلوم ہوتا ہے اُس کے بیان کے لیے یہ آیات بطور توطیہ وتمہید کے مقدم کی گئی ہیں۔

فَائِدَة:[۱۰] فرشتوں کی فرمانبرداری اور شیطان کا گھمنڈ ومکالمہ اور خاکی وناری میں فرق:......یعنی تمہاری تخلیق سے پہلے رہنے سہنے اور کھانے پینے کا سامان کیا، پھر تمہارا مادہ پیدا فرمایا، پھر اُس مادہ کو ایسا دلکش نقشہ اور حسین وجمیل صورت عطا کی جو کسی دوسری مخلوق کو عطا نہ کی گئی تھی، پھر اس تصویر خاکی کو وہ روح اور حقیقت مرحمت ہوئی جس کی بدولت تمہارے باپ آدم علیہ السلام جن کا وجود تمام افراد انسانی کے وجود پر اجمالًا مشتمل تھا "خلیفۃ اللہ" و "مسجود ملائکہ" بنے، پھر جس نے اُس وقت سجود تعظیمی سے سرتابی کی وہ مردود ازلی ٹھہرا، کیونکہ وہ سجود

خلافتِ الٰہیہ کے نشان کے طور پر تھا۔ ''ملائکۃ اللہ'' جو بحث و تمحیص اور صریح امتحان کے بعد آدم کی علمی فضیلت اور روحانی کمالات پر مطلع ہو چکے تھے، حکم الٰہی سنتے ہی سجدہ میں گر پڑے اور اس طرح خلیفۃ اللہ کے رُو برُو اپنے پروردگارِ حقیقی کی کامل وفاشعاری اور اطاعت پذیری کا ثبوت دیا۔ اور ابلیس لعین جو ناری الاصل جنی مگر کثرتِ عبادت وغیرہ کی وجہ سے زمرۂ ملائکہ میں شامل ہو گیا تھا، آخر کار اپنی اصل کی طرف لوٹا، اس کی نظر آدم علیہ السلام کی مادی ساخت سے ﴿وَنَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِىۡ﴾ [حجر:۲۹] کے راز تک تجاوز نہ کر سکی، اسی لیے صریح حکم الٰہی کے مقابلہ پر ﴿وَنَفَخۡتُ فِيۡهِ مِنۡ رُّوۡحِىۡ﴾ کا دعویٰ کرنے لگا، آخر اسی اِباو استکبار اور نص صریح قاطع کو محض رائے و ہوائی سے رد کر دینے اور خدا سے بحث و مناظرہ ٹھان لینے کی پاداش میں ہمیشہ کے لیے مرتبہ قرب سے نیچے گرا دیا اور رحمتِ الٰہیہ سے بہت دور پھینک دیا گیا۔ فی الحقیقت جس چیز پر اُسے بڑا فخر تھا کہ وہ آگ سے پیدا ہوا ہے، وہ ہی اُس کی ہلاکتِ ابدی کا سبب ہوئی۔ آگ کا خاصہ خفت وحدت، سرعت وطیش اور علو و افساد ہے بخلاف مٹی کے کہ اُس میں مستقل مزاجی، متانت اور متواضعانہ حلم و تثبت پایا جاتا ہے۔ ابلیس جو ناری الاصل تھا سجدہ کا حکم سن کر آگ بگولا ہو گیا اور ردائے قائم کرنے میں تیزی اور جلد بازی دکھلائی، آخر تکبر و تعلّی (شیخی) کی راہ سے آتشِ حسد میں گر کر دوزخ کی آگ میں جا پڑا۔ برخلاف اس کے آدم علیہ السلام سے جب غلطی ہوئی تو عنصر خاکی نے خدا کے آگے فروتنی، خاکساری اور انقیاد و استکانت کی راہ دکھلائی۔ چنانچہ اُنکی استقامت و انابت نے ﴿ثُمَّ اجۡتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ عَلَيۡهِ وَهَدٰى ۝﴾ [طٰہٰ:۱۲۲] کا نتیجہ پیدا کیا۔ اسی لیے کہا جا سکتا ہے کہ ابلیس لعین نے مادی و عنصری لحاظ سے بھی اپنی تفضیل کے دعویٰ میں ٹھوکر کھائی۔ چنانچہ حافظ شمس الدین ابن القیم رحمۃ اللہ علیہ نے ''بدائع الفوائد'' میں پندرہ وجوہ سے مٹی کا آگ سے افضل ہونا ثابت کیا ہے۔ من شاء فلیراجعہ۔

فائدہ: [۱۱] بڑا بول بولنے کی بدولت جنت سے خروج: ...... یعنی جنت میں یا آسمانوں پر خدا کی وہ مخلوق رہ سکتی ہے جو خدا کی پوری مطیع و فرمانبردار ہو، نافرمان متکبروں کے لیے وہاں گنجائش نہیں، بہرحال ابلیس لعین عزت کے اس مقام سے جس پر کثرتِ عبادت وغیرہ کی وجہ سے اب تک فائز تھا، بڑا بول بولنے کی بدولت نیچے دھکیل دیا گیا۔

تنبیہ: ...... ابلیس کے مدتِ دراز تک زمرۂ ملائکہ میں شامل رکھنے سے متنبہ کر دیا ہے کہ حق تعالیٰ نے مکلفین میں کسی کی فطرت حتیٰ کہ شیطان کی بھی ایسی نہیں بنائی کہ وہ صرف بدی کی طرف جانے کے لیے مجبور و مضطر ہو جائے بلکہ خبیث سے خبیث ہستی بھی اصل فطرت کے اعتبار سے اس کی صلاحیت رکھتی ہے کہ اپنے کسب و اختیار سے نیکی اور پرہیزگاری میں انتہائی ترقی کر کے زمرۂ ملائکہ میں جا ملے۔

فائدہ: [۱۲] تخلیق عالم اور ابلیس کو مہلت دینے کی حکمت: ...... یعنی جب تو نے یہ درخواست کی تو سمجھ لے کہ یہ پہلے سے علم الٰہی میں طے شدہ ہے کہ تجھ کو مہلت دی جائے۔ جب حکمتِ الٰہیہ مقتضی ہوئی کہ حق تعالیٰ اپنی صفاتِ کمالیہ و شہنشاہانہ عظمت و جبروت کا مظاہرہ کرے تو اس نے عالم کو پیدا فرمایا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِىۡ خَلَقَ سَبۡعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الۡاَرۡضِ مِثۡلَهُنَّ ؕ يَتَنَزَّلُ الۡاَمۡرُ بَيۡنَهُنَّ لِتَعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىۡءٍ قَدِيۡرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدۡ اَحَاطَ بِكُلِّ شَىۡءٍ عِلۡمًا ۝﴾ [طلاق:۱۲] یعنی زمین و آسمان کی تخلیق اور اُن کے کل نظم و نسق سے مقصود یہ ہے کہ خدا کی قدرتِ کاملہ اور علم محیط وغیرہ صفات کی معرفت لوگوں کو حاصل ہو۔ اسی معرفتِ الٰہیہ کو آیت ﴿وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ ۝﴾ [ذاریات:۵۶] میں بعض سلف کی تفسیر کے موافق عبادت سے تعبیر فرمایا ہے اور ظاہر ہے کہ تخلیق عالم سے یہ غرض بوجہ اتم جب ہی پوری ہو سکتی ہے کہ مخلوقات میں اس کی ہر قسم کی صفات و کمالات کا اظہار ہو، اور یہ جب ہی ہو سکتا ہے کہ عالم میں مطیع و وفادار اور باغی و مجرم ہر قسم کی مخلوق موجود ہو۔ نیز اعداء اللہ کو پوری زور آزمائی اور اُن کے پیدائشی اختیار و قوت کے تمام وسائل استعمال کرنے کی آخری حد تک مہلت و آزادی دی جائے، پھر انجام کار حکومتِ الٰہیہ کا لشکر غالب ہو، دشمن اپنے کیفرِ کردار کو پہنچیں اور بعد امتحان آخری کامیابی دوستوں کے ہاتھ رہے، اس کے بدون کل صفاتِ کمالیہ کے ظاہر ہونے کی کوئی صورت نہیں۔ پس خیر و شر اور منبع خیر و شر کا پیدا کرنا اسی حکمت سے ہے کہ جو غرض

تخلیق عالم کی ہے یعنی "صفات کمالیہ کا مظاہرہ" وہ بغیر اس کے پوری نہ ہوسکتی تھی: ﴿وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ۝ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ۭ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ۭ﴾ [ہود: ۱۱۸] اسی لیے ضروری ہوا کہ عدو اکبر ابلیس لعین کو جو منبع شر ہے پوری مہلت دی جائے کہ وہ تا قیام قیامت اپنے قویٰ و وسائل کو جی کھول کر استعمال کرلے لیکن یہ چیز ظاہر ہے کہ براہ راست اس محیط کل اور قادر مطلق کے مقابلہ پر ممکن نہ تھی، اس لیے ضروری ہوا کہ خدا کی طرف سے بطور نیابت وخلافت ایک ایسی مخلوق مقابلہ پر لائی جائے جس سے ابلیس لعین کو آزادی کے ساتھ جنگ آزمائی کا موقع مل سکے: ﴿وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ۝﴾ [بنی اسرائیل: ۶۴] اور پھر جب تک وہ مخلوق حق نیابت اور وظیفہ خلافت ادا کرتی رہے، خاص شاہی فوج (ملائکہ) سے اُس کو کمک پہنچائی جائے اور باوجود ضعف وقلت کے اپنے فضل ورحمت سے انجام کار دشمنوں کے مقابلہ میں مظفر ومنصور کیا جائے۔ پس خوب سمجھ لو کہ یہ زمین ابلیس اور آدم علیہ السلام کا میدان جنگ ہے اور چونکہ پوری طرح جان توڑ مقابلہ اُسی وقت ہوسکتا تھا کہ دونوں حریف ایک دوسرے سے خار کھائے ہوں اس لیے تکویناً دو صورتیں ایسی پیش آگئیں جن سے ہر ایک کے دل میں دوسرے کی دشمنی جاگزیں ہوجائے، ابلیس آدم کو سجدہ نہ کرنے کی بنا پر نیچے گرایا گیا اور آدم علیہ السلام کو ابلیس کی وسوسہ اندازی کی بدولت جنت سے علیحدہ ہونا پڑا۔ ان واقعات سے ہر ایک کے دل میں دوسرے کی عداوت کی جڑ قائم ہوکر معرکۂ کارزار گرم ہوگیا۔ والحرب سجال وانما العبرة للخواتیم۔

فَائِدَۃ: [۱۳] دشمنی کا اظہار: ...... یعنی رہزنوں کی طرح ان کے ایمانوں پر ڈاکہ ماروں گا۔ جن کے سبب مجھے یہ روز بد دیکھنا پڑا۔

فَائِدَۃ: [۱۴] طریقۂ واردات: ...... یعنی ہر طرف سے ان پر حملہ آور ہوں گا۔ جہات اربعہ کا ذکر تعمیم جہات کی طرف اشارہ کرنے کے لیے ہے۔

فَائِدَۃ: [۱۵] ...... یہ ابلیس لعین کا تخمینہ تھا جو صحیح نکلا ﴿وَلَقَدْ صَدَّقَ عَلَيْهِمْ اِبْلِيْسُ ظَنَّهٗ فَاتَّبَعُوْهُ اِلَّا فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝﴾ [سبا: ۲۰]

فَائِدَۃ: [۱۶] ناشکروں کا انجام: ...... یعنی اکثر آدمی ناشکرے ہوں گے تو ہمارا کیا بگاڑیں گے، انجام کار اُنہی تھوڑے وفاداروں کے لیے کامیابی اور فلاح ہوگی اور ناشکروں کی کثرت دوزخ کی نذر ہوجائے گی، گویا اس طرح واضح کردیا جائے گا کہ جنود الشیطان کی اس قدر کثرت بھی "خلیفۃ اللہ" کے قلیل التعداد لشکر کو مغلوب ومقہور نہیں کرسکی۔

وَيٰٓاٰدَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَزَوْجُكَ الْجَنَّةَ فَكُلَا مِنْ حَيْثُ شِئْتُمَا وَلَا تَقْرَبَا هٰذِهِ

اور اے آدم رہ تو اور تیری عورت جنت میں پھر کھاؤ جہاں سے چاہو اور پاس نہ جاؤ اس درخت

الشَّجَرَةَ فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ ۝۱۹ فَوَسْوَسَ لَهُمَا الشَّيْطٰنُ لِيُبْدِيَ لَهُمَا مَا

کے پھر تم ہو جاؤ گے گنہگار ف ۱۷ پھر بہکایا ان کو شیطان نے تا کہ کھول دے ان پر وہ چیز کہ ان کی نظر

وٗرِيَ عَنْهُمَا مِنْ سَوْاٰتِهِمَا وَقَالَ مَا نَهٰىكُمَا رَبُّكُمَا عَنْ هٰذِهِ الشَّجَرَةِ اِلَّآ اَنْ

سے پوشیدہ تھی ان کی شرمگاہوں سے اور وہ بولا کہ تم کو نہیں روکا تمہارے رب نے اس درخت سے مگر

تَكُوْنَا مَلَكَيْنِ اَوْ تَكُوْنَا مِنَ الْخٰلِدِيْنَ ۝۲۰ وَقَاسَمَهُمَآ اِنِّيْ لَكُمَا لَمِنَ النّٰصِحِيْنَ ۝۲۱

اسی لیے کہ کبھی تم ہو جاؤ فرشتے یا ہو جاؤ ہمیشہ رہنے والے اور ان کے آگے قسم کھائی کہ میں البتہ تمہارا دوست ہوں

فَدَلّٰىهُمَا بِغُرُوْرٍ ۚ فَلَمَّا ذَاقَا الشَّجَرَةَ بَدَتْ لَهُمَا سَوْاٰتُهُمَا وَطَفِقَا يَخْصِفٰنِ

پھر مائل کرلیا ان کو فریب سے ف۱۸ پھر جب چکھا ان دونوں نے درخت کو تو کھل گئیں ان پر شرمگاہیں ان کی ف۱۹ اور لگے جوڑنے

عَلَيْهِمَا مِنْ وَّرَقِ الْجَنَّةِ ؕ وَنَادٰىهُمَا رَبُّهُمَآ اَلَمْ اَنْهَكُمَا عَنْ تِلْكُمَا الشَّجَرَةِ

اپنے اوپر بہشت کے پتے ف۲۰ اور پکارا ان کے رب نے کیا میں نے منع نہ کیا تھا تم کو اس درخت سے

وَاَقُلْ لَّكُمَآ اِنَّ الشَّيْطٰنَ لَكُمَا عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ﴿۲۲﴾ قَالَا رَبَّنَا ظَلَمْنَآ اَنْفُسَنَا ۫ وَاِنْ

اور نہ کہہ دیا تھا تم کو کہ شیطان تمہارا کھلا دشمن ہے بولے وہ دونوں اے رب ہمارے ظلم کیا ہم نے اپنی جان پر اور

لَّمْ تَغْفِرْ لَنَا وَتَرْحَمْنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ قَالَ اهْبِطُوْا بَعْضُكُمْ لِبَعْضٍ

اگر تو ہم کو نہ بخشے اور ہم پر رحم نہ کرے تو ہم ضرور ہو جائیں گے تباہ فرمایا تم اترو تم ایک دوسرے کے دشمن ہو گے ف۲۱

عَدُوٌّ ۚ وَلَكُمْ فِى الْاَرْضِ مُسْتَقَرٌّ وَّمَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ ﴿۲۴﴾

اور تمہارے واسطے زمین میں ٹھکانا اور نفع اٹھانا ہے ایک وقت تک

فَائِدَة:[۱۷] شجر ممنوعہ:......آدم وحواء علیہما السلام و اجازت تھی کہ بلا روک ٹوک جو چاہیں کھائیں پئیں بجز ایک معین درخت کے جس کا کھانا اُن کی بہشتی زندگی اور استعداد کے مناسب نہ تھا، اُسے فرمادیا کہ اس کے پاس نہ جاؤ ورنہ نقصان اٹھاؤ گے۔ میرے نزدیک یہاں ﴿فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ کا ترجمہ اگر یوں کیا جاتا تو زیادہ موزوں ہوتا "پھر ہو جاؤ گے تم نقصان اٹھانے والوں میں سے" ظلم کے معنی نقصان اور کمی وکوتاہی کے آتے ہیں جیسا کہ ﴿وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْئًا﴾ [کہف: ۳۳] میں۔

فَائِدَة:[۱۸] اغوائے شیطانی اور لغزش:......آدم وحواء علیہما السلام شیطان کی قسموں سے متاثر ہوئے کہ خدا کا نام لے کر کون جھوٹ بولنے کی جرأت کرسکتا ہے شاید وہ سمجھے کہ واقعی اس کے کھانے سے ہم فرشتے بن جائیں گے، یا پھر کبھی فنا نہ ہونگے، اور حق تعالیٰ نے جو نہی فرمائی تھی اس کی تعلیل یا تاویل کرلی ہوگی، لیکن غالباً ﴿فَتَكُوْنَا مِنَ الظّٰلِمِيْنَ﴾ اور ﴿اِنَّ هٰذَا عَدُوٌّ لَّكَ وَلِزَوْجِكَ فَلَا يُخْرِجَنَّكُمَا مِنَ الْجَنَّةِ فَتَشْقٰى﴾ [طٰہٰ: ۱۱۷] وغیرہ سے نسیان ہوا اور یہ بھی خیال نہ رہا کہ جب وہ مسجود ملائکہ بنائے جاچکے، پھر ملک بننے کی کیا ضرورت رہی: ﴿فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهٗ عَزْمًا﴾ [طٰہٰ: ۱۱۵] واضح ہو کہ امر ونہی کبھی تو تشریعاً ہوتے ہیں اور کبھی شفقۃً، اس کو یوں سمجھو کہ مثلاً ایک تو ریل میں بدون ٹکٹ سفر کرنے کی ممانعت ہے۔ یہ تو قانونی حیثیت رکھتی ہے جس کا اثر کمپنی کے حقوق پر پڑتا ہے اور ایک جو گاڑیوں میں لکھا ہوتا ہے کہ "مت تھوکو کہ اس سے بیماری پھیلتی ہے" یہ نہی شفقۃً ہے جیسا کہ بیماری پھیلنے کی تعلیل سے ظاہر ہے، اسی طرح خدا کے اوامر ونواہی بعض تشریعی ہیں جن کی خلاف ورزی کرنے والا قانونی مجرم سمجھا جاتا ہے اور جن کا ارتکاب کرنا اُن حقوق کے منافی ہے جن کی حفاظت کرنا تشریع کا منشا تھا۔ دوسرے وہ اوامر ونواہی ہیں جن کا منشا تشریع نہیں محض شفقت ہے جیسا کہ طب نبوی وغیرہ کی بہت سی احادیث میں علماء نے تصریح کی ہے۔ شاید آدم علیہ السلام نے اکل شجرہ کی ممانعت کو نہی شفقت سمجھا، اسی لیے شیطان کی وسوسہ اندازی کے بعد اُس کی خلاف ورزی کرنے کو زیادہ بھاری خیال نہ کیا۔ مگر چونکہ انبیاء علیہم السلام کی چھوٹی سی لغزش بھی اُن کے مرتبہ قرب کے لحاظ سے عظیم وثقیل بن جاتی ہے اس لیے اپنی غلطی کا ظاہری نقصان اٹھانے کے علاوہ مدت دراز تک توبہ واستغفار میں مشغول گریہ وبکا رہے۔ آخرکار ﴿ثُمَّ اجْتَبٰهُ رَبُّهٗ فَتَابَ

عَلَیْہِ وَھٰذَی ﴾ کے نتیجہ پر پہنچ گئے ......ع

بود آدم دیدۂ نور قدیم
موئے در دیدہ بود کوہ عظیم

فَائِدَہ:[۱۹] لباس بہشتی کا اترنا:...... یعنی عدول حکمی کرا کر لباس بہشتی اُن پر سے اُتر وا دیا کیونکہ جنتی لباس حقیقت میں لباس تقویٰ کی ایک محسوس صورت ہوتی ہے کسی ممنوع کے ارتکاب سے جس قدر لباس تقویٰ میں رخنہ پڑے گا اسی قدر جنتی لباس سے محرومی ہوگی۔ غرض شیطان نے کوشش کی کہ عصیان کرا کر آدم علیہ السلام کے بدن سے بطریق مجازات جنت کا خلعت فاخرہ اتروا دے۔ یہ میرا خیال ہے، لیکن حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نزع لباس کو اکل شجرہ کے ایک طبعی اثر کے طور پر لیا ہے۔ وہ لکھتے ہیں کہ "حاجت استنجا اور حاجت شہوت جنت میں نہ تھی، ان کے بدن پر کپڑے تھے جو کبھی اُترتے نہ تھے کیونکہ حاجت اتارنے کی نہ ہوتی تھی، آدم و حوا علیہما السلام اپنے اعضاء سے واقف نہ تھے جب یہ گناہ ہوا تو لوازم بشری پیدا ہوئے اپنی حاجات سے خبردار ہوئے اور اپنے اعضاء دیکھے۔ گویا اُس درخت کے کھانے سے جو پردہ انسانی کمزوریوں پر پڑا تھا وہ اُٹھ گیا، "سوأۃ" کے لغوی معنی میں بہت وسعت ہے قابیل ہابیل کے قصہ میں ﴿سَوْءَۃَ اَخِیْہِ﴾ فرمایا اور حدیث میں ہے: "احذی سوءتک یا مقداد۔" اب تک آدم کی نظر میں صرف اپنی سادگی اور معصومیت تھی اور ابلیس کی نظر میں صرف اس کی خلقی کمزوریاں تھیں لیکن اکل شجرہ کے بعد آدم کو اپنی کمزوریاں پیش نظر ہوگئیں اور جب اس غلطی کے بعد انہوں نے توبہ و انابت اختیار کی تو ابلیس لعین کو اُن کے اعلیٰ کمال اور انتہائی نجابت و شرافت کا مشاہدہ ہو گیا۔ اس نے سمجھ لیا کہ یہ مخلوق لغزش کھا کر بھی میری مار کھانے والی نہیں: ﴿اِنَّ عِبَادِیْ لَیْسَ لَکَ عَلَیْہِمْ سُلْطٰنٌ﴾ [بنی اسرائیل: ۶۵] شاید اسی لحاظ سے تورات میں ابن قتیبہ رحمۃ اللہ علیہ صاحب معارف کی نقل کے موافق اس درخت کو "شجرۃ علم الخیر والشر" سے موسوم کیا گیا ہے۔ واللہ اعلم!

فَائِدَہ:[۲۰] برہنہ ہوتے ہی لباس کی فکر کرنا فطری حیا کا پتہ دیتا ہے:...... یعنی برہنہ ہو کر شرمائے اور پتوں سے بدن ڈھانپنے لگے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اگرچہ آدمی پیدائش کے وقت ننگا ہوتا ہے مگر فطری حیا مانع ہے کہ ننگا رہے۔

فَائِدَہ:[۲۱] زمین پر اترنے کا حکم:...... مفسرین کے نزدیک یہ خطاب آدم و حوا علیہما السلام اور ابلیس لعین سب کو ہے کیونکہ اصل عداوت آدم اور ابلیس کی ہے اور اس عداوت کا دنگل ہماری زمین بنائی گئی جس کی خلافت آدم علیہ السلام کو سپرد ہوئی تھی۔

قَالَ فِیْهَا تَحْیَوْنَ وَفِیْهَا تَمُوْتُوْنَ وَمِنْهَا تُخْرَجُوْنَ ﴿۲۵﴾ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا ع ۱۵/۹

فرمایا اسی میں تم زندہ رہو گے ف۲۲ اور اسی میں تم مرو گے اور اسی سے تم نکالے جاؤ گے اے اولاد آدم کی ہم نے

عَلَیْكُمْ لِبَاسًا یُّوَارِیْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِیْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰی ۙ ذٰلِكَ خَیْرٌ ؕ

اتاری تم پر پوشاک جو ڈھانکے تمہاری شرمگاہیں اور اتارے آرائش کے کپڑے ف۲۳ اور لباس پرہیزگاری کا وہ سب سے بہتر ہے ف۲۴

ذٰلِكَ مِنْ اٰیٰتِ اللّٰهِ لَعَلَّهُمْ یَذَّكَّرُوْنَ ﴿۲۶﴾ یٰبَنِیْٓ اٰدَمَ لَا یَفْتِنَنَّكُمُ الشَّیْطٰنُ كَمَآ

یہ نشانیاں ہیں اللہ کی قدرت کی تاکہ وہ لوگ غور کریں ف۲۵ اے اولاد آدم کی نہ بہکائے تم کو شیطان جیسا کہ

اَخْرَجَ اَبَوَیْكُمْ مِّنَ الْجَنَّةِ یَنْزِعُ عَنْهُمَا لِبَاسَهُمَا لِیُرِیَهُمَا سَوْاٰتِهِمَا ؕ اِنَّهٗ

اس نے نکال دیا تمہارے ماں باپ کو بہشت سے اتروائے ان سے ان کے کپڑے ف۲۶ تاکہ دکھلائے ان کو شرمگاہیں

يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ

ان کی، وہ دیکھتا ہے تم کو اور اس کی قوم جہاں سے تم ان کو نہیں دیکھتے ف ۲۷ ہم نے کر دیا شیطانوں کو رفیق

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَاِذَا فَعَلُوْا فَاحِشَةً قَالُوْا وَجَدْنَا عَلَيْهَآ اٰبَآءَنَا وَاللّٰهُ اَمَرَنَا

ان لوگوں کا جو ایمان نہیں لاتے ف ۲۸ اور جب کرتے ہیں کوئی برا کام تو کہتے ہیں کہ ہم نے دیکھا اسی طرح کرتے اپنے باپ دادوں کو اور اللہ

بِهَا ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَآءِ ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۲۸﴾

نے بھی ہم کو یہ حکم کیا ہے، تو کہہ دے کہ اللہ حکم نہیں کرتا برے کام کا کیوں لگاتے ہو اللہ کے ذمہ وہ باتیں جو تم کو معلوم نہیں ف ۲۹

فَائِدَہ:[۲۲] عمدہ وضاحت:......یعنی عموماً تمہارا مسکن اصلی ومعتاد یہی زمین ہے، اگر خرق عادت کے طور پر کوئی شخص کسی وقت ایک معین مدت کے لیے اس سے اوپر اٹھالیا جائے مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام تو وہ اس آیت کے منافی نہیں۔ کیا جو شخص چند روز یا چند گھنٹے کے لیے زمین سے جدا ہو کر ہوائی جہاز میں مقیم ہو یا فرض کیجیے وہیں مرجائے وہ ﴿فِيْهَا تَحْيَوْنَ وَفِيْهَا تَمُوْتُوْنَ﴾ کے خلاف ہوگا؟ کیونکہ وہ اس وقت زمین پر نہیں ہے۔ دوسری جگہ ارشاد ہے ﴿مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِيْهَا نُعِيْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ﴾ [طٰہٰ: ۵۵] جو اموات زمین میں مدفون نہ ہوں ان کو ﴿فِيْهَا نُعِيْدُكُمْ﴾ میں کیسے داخل کیا جائے گا؟ معلوم ہوا کہ اس قسم کے قضایا کلیہ کے رنگ میں استعمال نہیں ہوئے۔

فَائِدَہ:[۲۳] نزول لباس کا مطلب:......اُتارنے سے مراد اُس کا مادّہ وغیرہ پیدا کرنا اور اُس کے تیار کرنے کی تدبیر بتلانا ہے، گو اُتارنے کا لفظ اکثر اس موقع پر بولتے ہیں جہاں ایک چیز کو اوپر سے نیچے لایا جائے، مگر بہت دفعہ اس سے مکانی فوق وتحت مراد نہیں ہوتا بلکہ جو مرتبہ کے اعتبار سے اُونچا ہو اس کی طرف سے کوئی چیز نیچے والوں کو عطا کیے جانے پر بھی یہ لفظ اطلاق کیا جاتا ہے، جیسے فرمایا: ﴿وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ﴾ [زمر:۶] یا ﴿وَاَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ﴾ [حدید:۲۵]۔

فَائِدَہ:[۲۴] معنوی پوشاک:......یعنی اس ظاہری لباس کے علاوہ جس سے صرف بدن کا تستر یا تزین ہوتا ہے ایک معنوی پوشاک بھی ہے جس سے انسان کی باطنی کمزوریاں جنکے ظاہر کرنے کی اس میں استعداد پائی جاتی تھی پردۂ خفا میں رہتی ہیں، منصۂ ظہور وفعلیت پر نہیں آنے پاتیں اور یہی معنوی پوشاک جسے قرآن نے لباس التقویٰ فرمایا، باطن کی زینت وآرائش کا ذریعہ بنتی ہے بلکہ اگر غور کیا جائے تو ظاہری بدنی لباس بھی اس باطنی لباس کو زیب تن کرنے کے لیے شرعاً مطلوب ہوا ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ تحریر فرماتے ہیں کہ ''دشمن نے جنت کے کپڑے تم سے اتروائے پھر ہم نے تم کو دنیا میں تدبیر لباس کی سکھادی اب وہ ہی لباس پہنو جس میں پرہیزگاری ہو، یعنی مرد لباس ریشمی نہ پہنے اور دامن دراز نہ رکھے اور جو منع ہوا ہے سونہ کرے اور عورت بہت باریک نہ پہنے کہ لوگوں کو بدن نظر آدے اور اپنی زینت نہ دکھاوے۔''

فَائِدَہ:[۲۵]......یعنی ان نشانات میں غور کر کے حق تعالیٰ کے قادرانہ انعام واکرام کے معترف اور شکر گزار ہوں۔

فَائِدَہ:[۲۶]......اخراج ونزاع کی اضافت ان کے سبب کی طرف کی گئی یعنی آدم وحوا علیہما السلام کو جنت سے علیحدہ کرنے اور کپڑے اتارے جانے کا سبب وہ ہوا، اب تم اُس کے فریب میں مت آؤ اور اس کی مکاریوں سے ہوشیار رہو۔

فَائِدَہ:[۲۷] شیطان کے حملوں سے بچنے کی تدبیر:......یعنی جو دشمن ہم کو اس طرح دیکھ رہا ہو کہ ہماری نظر اُس پر نہ پڑے اُس کا حملہ سخت خطرناک اور مدافعت سخت دشوار ہوتی ہے۔ اس لیے تم کو بہت مستعد وبیدار رہنا چاہیے ایسے دشمن کا علاج یہی ہے کہ ہم کسی ایسی

ہستی کی پناہ میں آجائیں جو اسے دیکھتی ہے پر وہ اسے نہیں دیکھتا: ﴿لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۚ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۝﴾ [انعام: ۱۰۴]۔

تنبیہ:...... ﴿اِنَّهٗ يَرٰىكُمْ هُوَ وَقَبِيْلُهٗ مِنْ حَيْثُ لَا تَرَوْنَهُمْ﴾ قضیہ مطلقہ ہے دائمہ نہیں یعنی بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ وہ ہم کو دیکھتے ہیں اور ہم اُن کو نہیں دیکھتے۔ اس کہنے سے یہ لازم نہیں آتا کہ کسی وقت بھی کوئی شخص کسی صورت میں اُن کو نہ دیکھ سکے، پس آیت سے رؤیت جن کی بالکلیہ نفی پر استدلال کرنا کوتاہ نظری ہے۔

فائدہ: [۲۸] ...... یعنی جب انہوں نے اپنی بے ایمانی سے خود شیاطین کی رفاقت واپنے لیے پسند کر لیا جیسا کہ چند آیات کے بعد آرہا ہے: ﴿اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ۝﴾ [آیت: ۳۰] تو ہم نے بھی اس انتخاب میں مزاحمت نہیں کی جس کو انہوں نے اپنا رفیق بنانا چاہا اسی کو رفیق بنا دیا گیا۔

فائدہ: [۲۹] **برائی و بے حیائی کی تعلیم شیطان کی طرف سے ہے:**...... یعنی برے اور بے حیائی کے کام مثلاً مرد و عورت کا برہنہ طواف کرنا جوان آیات کی شان نزول ہے جن سے عقلِ سلیم اور فطرتِ صحیحہ نفرت کرتی ہے، خدائے قدوس کی شان نہیں کہ اُن کی تعلیم دے، وہ تو پاکی اور حیا کا سرچشمہ ہے، گندے اور بے حیائی کے کاموں کا حکم کیسے دے سکتا ہے، اصل میں بے حیائی اور برائی کی تعلیم دینے والے وہ شیاطین ہیں جن کو انہوں نے اپنا رفیق بنا رکھا ہے۔ دیکھو! تمہارے سب سے پہلے ماں باپ کو شیطان نے فریب دے کر برہنہ کرایا مگر وہ شرم وحیا کے مارے درختوں کے پتے بدن پر لپیٹنے لگے۔ معلوم ہوا کہ برہنگی شیطان کی جانب سے اور تستر کی کوشش تمہارے باپ کی طرف سے ہوئی، پھر برہنہ طواف کرنے پر باپ دادوں کی سند لانا کیسے صحیح ہو سکتا ہے؟ نیز بقول حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ سن چکے کہ پہلے باپ نے شیطان کا فریب کھایا پھر باپ کی کیوں سند لاتے ہو؟ یہ کس قدر بے حیائی کی بات ہے کہ جو کام شیطان کے حکم سے ہو رہا ہے اسے کہا جائے کہ ہم کو خدا نے یہ حکم دیا ہے۔ العیاذ باللہ!

قُلْ اَمَرَ رَبِّيْ بِالْقِسْطِ ۣ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ

تو کہہ دے کہ میرے رب نے حکم کر دیا انصاف کا ف۳۰ اور سیدھے کرو اپنے منہ ہر نماز کے وقت اور پکارو اس کو خالص اس کے فرمانبردار

لَهُ الدِّيْنَ ۥ كَمَا بَدَاَكُمْ تَعُوْدُوْنَ ۝۲۹ فَرِيْقًا هَدٰى وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ

ہو کر ف۳۱ جیسا تم کو پہلے پیدا کیا دوسری بار بھی پیدا ہو گے ف۳۲ ایک فرقہ کو ہدایت کی اور ایک فرقہ پر مقرر

الضَّلٰلَةُ ۭ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ

ہو چکی گمراہی انہوں نے بنایا شیطانوں کو رفیق اللہ کو چھوڑ کر اور سمجھتے ہیں کہ وہ

مُّهْتَدُوْنَ ۝۳۰ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ خُذُوْا زِيْنَتَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّكُلُوْا وَاشْرَبُوْا

ہدایت پر ہیں ف۳۳ اے اولاد آدم کی لے لو اپنی آرائش ہر نماز کے وقت اور کھاؤ اور پیو

وَلَا تُسْرِفُوْا ۚ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۝۳۱

اور بیجا خرچ نہ کرو اس کو خوش نہیں آتے بیجا خرچ کرنے والے ف۳۴

فَائِدَۃ:[۳۰] انصاف و اعتدال کا حکم:......روح المعانی میں ہے:''القسط علی ما قال غیر واحد، العدل وھو الوسط من کل شیء، المتجافی عن طرفی الافراط والتفریط'' آیت کا حاصل یہ ہوا ہے کہ حق تعالیٰ نے ہر کام میں توسط و اعتدال پر رہنے اور افراط وتفریط سے بچنے کی ہدایت کی ہے پھر بھلا فواحش کا حکم کیسے دے سکتے ہیں۔

فَائِدَۃ:[۳۱] نماز اور تمام عبادات کو درست طریقہ سے ادا کرنے کا حکم:......مترجم محقق (قدس اللہ سرہٗ) نے ''مسجد'' کو غالباً مصدر میمی بمعنی سجود لے کر تجوزاً نماز کا ترجمہ کیا ہے اور ''وجوہ'' کو اپنے ظاہر پر رکھا ہے۔یعنی نماز ادا کرنے کے وقت اپنا منہ سیدھا (کعبہ کی طرف) رکھو۔ مگر دوسرے بعض مفسرین ﴿وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ﴾ سے یہ مراد لیتے ہیں کہ خدا کی عبادت کی طرف ہمیشہ استقامت کے ساتھ دل سے متوجہ رہو۔ ابن کثیر کے نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ اپنی عبادات میں سیدھے رہو، جو راستہ پیغمبر علیہ السلام کا ہے اس سے ٹیڑھے ترچھے نہ چلو۔ عبادت کی مقبولیت دو ہی چیزوں پر موقوف تھی: خالص خدا کے لیے ہو جس کو آگے فرمادیا ﴿وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ اور اُس مشروع طریق کے موافق ہو جو انبیاء ومرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام نے تجویز فرمایا ہے اس کو ﴿وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ﴾ میں ادا کیا گیا۔ بہر حال اس آیت میں اوامر شرعیہ کی تمام انواع کی طرف اشارہ کردیا ہے جو بندوں کے معاملات سے متعلق ہیں وہ سب ''قسط'' میں آگئے اور جن کا تعلق خدا سے ہے اگر قالبی ہیں تو ﴿وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ﴾ میں اور قلبی ہیں تو ﴿وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ﴾ میں مندرج ہوگئے۔

فَائِدَۃ:[۳۲] اخلاص و استقامت کی ضرورت:......یعنی انسان کو اعتدال، استقامت اور اخلاص کی راہوں پر چلنے کی اس لیے ضرورت ہے کہ موت کے بعد دوسری زندگی ملنے والی ہے جس میں موجودہ زندگی کے نتائج سامنے آئیں گے، اُس کی فکر ابھی سے ہونی چاہیے ﴿وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ﴾ [حشر:۱۸]۔

فَائِدَۃ:[۳۳] گمراہ لوگوں کی گمراہی:......یعنی جن پر گمراہی مقرر ہو چکی یہ وہ لوگ ہیں جنہوں نے خدا کو چھوڑ کر شیطانوں کو اپنا دوست اور رفیق ٹھہرالیا ہے۔ اور تماشا یہ ہے کہ اس صریح گمراہی کے باوجود سمجھتے یہ ہیں کہ ہم خوب ٹھیک چل رہے ہیں اور مذہبی حیثیت سے جو روش اور طرزِ عمل ہم نے اختیار کرلیا ہے وہ ہی درست ہے جیسا کہ دوسری جگہ فرمایا: ﴿اَلَّذِيْنَ ضَلَّ سَعْيُهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَهُمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا﴾ [کہف:۱۰۴]۔

تنبیہ:......آیت کے عموم سے ظاہر ہوا کہ کافر معاند کی طرح کافر مخطی بھی جو واقعی اپنی غلط فہمی سے باطل کو حق سمجھ رہا ہو ﴿وَفَرِيْقًا حَقَّ عَلَيْهِمُ الضَّلٰلَةُ﴾ میں داخل ہے، خواہ یہ غلط فہمی پوری طرح غور وفکر نہ کرنے کی وجہ سے ہو، یا اس لیے کہ گو اُس نے بظاہر پوری قوت غور وفکر میں صرف کردی، لیکن ایسے صریح اور واضح حقائق تک نہ پہنچنا خود بتلاتا ہے کہ فی الحقیقت اُس سے قوتِ فکر واستدلال کے استعمال میں کوتاہی ہوئی ہے۔ گویا جن چیزوں پر ایمان لانا مدارِ نجات ہے وہ اس قدر روشن اور واضح ہیں کہ اُن کے انکار کی بجز عناد یا تصور فکر وتامل کے اور کوئی صورت نہیں۔ بہر حال کفر شرعی ایک ایسا سنکھیا (زہر) ہے جو جان بوجھ کر یا غلط فہمی سے کسی طرح بھی کھایا جائے انسان کو ہلاک کرنے کے لیے کافی ہے، ''اہلِ سنت والجماعت'' کا مذہب یہ ہی ہے اور ''روح المعانی'' میں جو بعض کا اختلاف اس مسئلہ میں نقل کیا ہے، اُس بعض سے مراد جاحظ وعنبری ہیں جو اہل السنت والجماعت میں داخل نہیں بلکہ باوجود ''معتزلی'' کہلائے جانے کے خود معتزلہ کو بھی ان کے اسلام میں کلام ہے۔ اس لیے صاحب روح المعانی نے ان کا مذہب نقل کرنے کے بعد لکھ دیا: ''ولله تعالیٰ الحجة البالغة والتزام ان کل کافر معاند بعد البعثة وظهور امر الحق کفار علی علم الخ''

فَائِدَۃ:[۳۴] اہلِ جاہلیت کے خیالات فاسدہ کی تردید اور طب وحکمت کا خلاصہ:......یہ آیات ان لوگوں کے رد میں نازل ہوئیں جو کعبہ کا طواف برہنہ ہوکر کرتے تھے اور اسے بڑی قربت اور پرہیزگاری سمجھتے تھے اور بعض اہلِ جاہلیت ایامِ حج میں سدرمق سے زائد کھانا

اور گھی یا چکنائی وغیرہ کا استعمال چھوڑ دیتے تھے، بعضوں نے بکری کے دودھ اور گوشت سے پرہیز کر رکھا تھا، ان سب کو بتلا دیا کہ یہ کوئی نیکی اور تقویٰ کی باتیں نہیں۔ خدا کی دی ہوئی پوشاک جس سے تمہارے بدن کا تستر اور آرائش ہے اُس کی عبادت کے وقت دوسرے اوقات سے بڑھ کر قابل استعمال ہے تاکہ بندہ اپنے پروردگار کے دربار میں اُس کی نعمتوں کا اثر لے کر حاضر ہو، خدا نے جو کچھ پہننے اور کھانے پینے کو دیا ہے اس سے تمتع کرو، بس شرط یہ ہے کہ "اسراف" نہ ہونے پائے۔ اسراف کے معنی ہیں "حد سے تجاوز کرنا" جس کی کئی صورتیں ہیں مثلاً حلال کو حرام کر لے یا حلال سے گزر کر حرام سے بھی متمتع ہونے لگے یا اناپ شناپ بے تمیزی اور حرص سے کھانے پر گر پڑے، یا بدون اشتہا کے کھانے لگے، یا ناوقت کھائے یا اِس قدر کم کھائے جو صحت جسمانی اور قوت عمل کے باقی رکھنے کے لیے کافی نہ ہو یا مضرِ صحت چیزیں استعمال کرے وغیرہ ذٰلک الفظ "اسراف" ان سب امور کو شامل ہو سکتا ہے، بے جا خرچ کرنا بھی اُس کی ایک فرد ہے۔ اسی تعمیم کے لحاظ سے بعض سلف نے فرمایا کہ "جَمَعَ اللّٰهُ الطب كله في نصف آية" (خدا نے ساری طب آدھی آیت میں اکٹھی کر دی)۔

قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَالطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ ؕ قُلْ هِيَ

تو کہہ کس نے حرام کیا اللہ کی زینت کو جو اس نے پیدا کی اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں کھانے کی تو کہہ یہ نعمتیں اصل

لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ

میں ایمان والوں کے واسطے ہیں دنیا کی زندگی میں خالص انہی کے واسطے ہیں قیامت کے دن، اسی طرح مفصل بیان کرتے ہیں ہم آیتیں ان

لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ﴿۳۲﴾ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ

کے لیے جو سمجھتے ہیں ف ۳۵ تو کہہ دے میرے رب نے حرام کیا ہے صرف بے حیائی کی باتوں کو جو ان میں کھلی ہوئی ہیں اور جو چھپی ہوئی ہیں

وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ

اور گناہ کو ف ۳٦ اور ناحق کی زیادتی کو اور اس بات کو کہ شریک کرو اللہ کا ایسی چیز کو کہ جس کی اس نے سند نہیں اتاری اور اس بات کو

تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا

کہ لگاؤ اللہ کے ذمہ وہ باتیں جو تم کو معلوم نہیں ف ۳۷ اور ہر فرقے کے واسطے ایک وعدہ ہے پھر جب آ پہنچے گا ان کا وعدہ نہ

يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿۳۴﴾ يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ

پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی اور نہ آگے سرک سکیں گے ف ۳۸ اے اولاد آدم کی اگر آئیں تمہارے پاس رسول تم میں کے کہ

يَقُصُّوْنَ عَلَيْكُمْ اٰيٰتِيْ ۙ فَمَنِ اتَّقٰى وَاَصْلَحَ فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ

سنائیں تم کو آیتیں میری تو جو کوئی ڈرے اور نیکی پکڑے تو نہ خوف ہو گا ان پر اور نہ وہ

يَحْزَنُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَآ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ

غمگین ہوں گے اور جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور تکبر کیا ان سے وہی ہیں دوزخ میں رہنے والے

هُمْ فِيهَا خٰلِدُوْنَ ۝٣٦

وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے۔ ف ۳۹

فَائِدَہ: [۳۵] دنیا وآخرت کی تمام نعمتیں اصلاً مومنین کیلئے ہی ہیں:...... عالم کی تمام چیزیں اس لیے پیدا کی گئی ہیں کہ آدمی اُن سے مناسب طریقہ سے منتفع ہو کر خالق جل وعلا کی عبادت، وفاداری اور شکر گزاری میں مشغول ہو، اس اعتبار سے دنیا کی تمام نعمتیں اصل میں مومنین ومطیعین ہی کے لیے پیدا ہوئی ہیں البتہ کافروں کو بھی ان چیزوں سے روکا نہیں گیا وہ بھی اپنے اعمال وتدابیر سے دنیوی مفاد حاصل کر لیتے ہیں، بلکہ جب اہلِ ایمان قوتِ ایمان وتقویٰ میں کمزور ہوں تو یہ غاصبین اپنی عملی تگ ودو میں بظاہر زیادہ کامیاب معلوم ہوتے ہیں، جسے کچھ تو کفار کے اعمال فانیہ کا ثمرہ سمجھنا چاہیے اور کچھ مومنین کے حق میں تنبیہ وتوبیخ: ﴿مَنْ كَانَ يُرِيدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ [ہود: ۱۵، ۱۶] رہی آخرت کی نعماء وہ خالص اہلِ ایمان کا حصہ ہے۔ بعض علماء نے ﴿خَالِصَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ﴾ سے معنی یہ لیے ہیں کہ دنیوی نعمتیں خالص نہیں کیونکہ اُن کے ساتھ بہت سے غم وفکر اور کلفتیں برداشت کرنا پڑتی ہیں، آخرت کی نعمتیں ہر قسم کی کدورات سے خالی ہوں گی۔ اور ابن عباس رضی اللہ عنہما سے ''درِمنثور'' میں آیت کے معنی یہ نقل کیے ہیں کہ دنیوی نعمتیں اس شان سے کہ آخرت میں وبال نہ بنیں صرف مومنین کے لیے ہیں۔ کفار کے حق میں یہاں کا تنعم اُن کے کفر وحق ناشناسی کی وجہ سے عذاب ووبال بن جائے گا۔

فَائِدَہ: [۳۶]...... ''اثم'' سے عام گناہ مراد ہیں اور بعض مخصوص گناہوں کو مناسبت مقام یا اہمیت کی وجہ سے بیان فرما دیا اور بعض کے نزدیک ''اثم'' وہ گناہ ہے جس کا تعلق گناہ کرنے والے کے سوا دوسرے لوگوں سے نہ ہو۔ واللہ اعلم!

فَائِدَہ: [۳۷]...... جیسا کہ فحشاء کے متعلق کہتے تھے ﴿وَاللّٰهُ اَمَرَنَا بِهَا﴾۔

فَائِدَہ: [۳۸] ایک شبہ اور اس کا جواب:...... بظاہر شبہ ہوتا ہے کہ جب وعدہ کا وقت آپہنچا تو تاخیر کا امکان عقلی تھا اس لیے اُس کی نفی ضروری ہوئی مگر تقدیم تو عقلاً ممکن ہی نہیں۔ اُسکی نفی سے کیا فائدہ ہے؟ اسی شبہ کی وجہ سے بعض مفسرین نے ﴿لَا يَسْتَقْدِمُوْنَ﴾ کا عطف شرطیہ ﴿اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ﴾ پر مانا ہے اور بعض نے ﴿جَآءَ اَجَلُهُمْ﴾ سے قرب وقوع مراد لیا ہے۔ میرے نزدیک ان تکلّفات کی حاجت نہیں محاورات میں کسی ایسی چیز کو جس کے مقابل دو طرفیں ہوں زور اور تاکید سے ثابت کرنے کیلئے بسا اوقات ایک طرف کی جو محتمل الثبوت ہو نفی مقصوداً کی جاتی ہے اور دوسری طرف کی جو پہلے سے غیر محتمل ہے نفی کو محض مبالغہ تاکید اور تحسین کلام کے طور پر استطراداً ذکر کر دیتے ہیں۔ ایک خریدار دکاندار سے کسی چیز کی قیمت معلوم کر کے کہتا ہے کہ کچھ ''کم وبیش''؟ دکاندار بھی کہہ دیتا ہے کہ ''کم وبیش نہیں ہو سکتا'' دونوں جگہ ''کم'' کا ذکر مقصود ہے۔ اور ''بیش'' کا لفظ محض تعیین قیمت کی تاکید ومبالغہ کے لیے استطراداً ذکر کیا گیا ہے یہاں بھی غرض اصلی کلام سے یہ ہے کہ خدا کا وعدہ جب آپہنچے تو پھر اٹل ہے ایک منٹ کی تقدیم وتاخیر نہیں ہو سکتی۔ مقصود تاخیر کی نفی کرنا ہے، تقدیم جو پہلے سے ظاہر الانتفاء تھی اس کی نفی کرنا محض وعدہ کے اٹل ہونے پر زور ڈالنے کا ایک پیرایہ ہے۔ یعنی خدا پر افترا کرنے والے اور اُس کی طرف نسبت کر کے حرام کو حلال بنانے والے خدا کی ڈھیل پر مغرور وبے فکر نہ ہوں، ہر اُمت اور ہر فرد کی خدا کے یہاں ایک معین مدت ہے جب سزا کی گھڑی آ جائے گی پھر نہ ٹل سکے گی۔

فَائِدَہ: [۳۹] انبیاء کی پیروی کا حکم اور ماننے اور نہ ماننے والوں کا انجام:...... ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ نے ابو یسار سلمی رحمۃ اللہ علیہ سے نقل کیا ہے کہ یہ خطاب ﴿يٰبَنِيْٓ اٰدَمَ اِمَّا يَاْتِيَنَّكُمْ﴾ کل اولادِ آدم کو عالمِ ارواح میں ہوا تھا جیسا کہ سورہ بقرہ کے سیاق سے ظاہر ہوتا ہے: ﴿قُلْنَا

اهۡبِطُوۡا مِنۡهَا جَمِیۡعًا ۚ فَاِمَّا یَاۡتِیَنَّکُمۡ مِّنِّیۡ هُدًی ﴾ [بقرہ: ۳۸] اور بعض محققین کے نزدیک جو خطاب ہر زمانہ میں ہر قوم کو ہوتا رہا، یہ اُس کی حکایت ہے۔ میرے نزدیک دور کوع پہلے سے جو مضمون چلا آرہا ہے اس کی ترتیب و تنسیق خود ظاہر کرتی ہے کہ جب آدم وحواعلیہما السلام اپنے اصلی مسکن (جنت) سے جہاں ان کو آزادی وفراخی کے ساتھ بلا روک ٹوک زندگی بسر کرنے کا حکم دیا جا چکا تھا، عارضی طور پر محروم کر دیئے گئے تو اُن کی مخلصانہ توبہ وانابت پر نظر کرتے ہوئے مناسب معلوم ہوا کہ اُس حرمان کی تلافی اور تمام اولاد آدم کو اپنی آبائی میراث واپس دلانے کے لیے کچھ ہدایات کی جائیں۔ چنانچہ ہبوطِ آدم کا قصہ ختم کرنے کے بعد معاً ﴿ یٰبَنِیۡۤ اٰدَمَ قَدۡ اَنۡزَلۡنَا عَلَیۡکُمۡ لِبَاسًا ﴾ [آیت:۲۶] سے خطاب شروع فرما کر تین چار رکوع تک ان ہی ہدایات کا مسلسل بیان ہوا ہے۔ ان آیات میں کل اولاد آدم کو گویا بیک وقت موجود تسلیم کر کے عام خطاب کیا گیا ہے کہ جنت سے نکلنے کے بعد ہم نے بہشتی لباس وطعام کی جگہ تمہارے لیے زمینی لباس وطعام کی تدبیر فرمادی گو جنت کی خوشحالی اور بےفکری یہاں میسر نہیں، تاہم ہر قسم کی راحت وآسائش کے سامان سے منتفع ہونے کا تم کو موقع دیا تاکہ تم یہاں رہ کر اطمینان سے اپنا مسکن اصلی اور آبائی ترکہ واپس لینے کی تدبیر کر سکو، چاہیے کہ شیطان لعین کے مکر وفریب سے ہشیار رہو، کہیں ہمیشہ کے لیے تم کو اس میراث سے محروم نہ کر دے، بےحیائی اور اثم وعدوان سے بچو، اخلاص وعبودیت کا راستہ اختیار کرو خدا کی نعمتوں سے تمتع کرو مگر جو حدود وقیود مالک حقیقی نے عائد کر دی ہیں اُن سے تجاوز نہ کرو، پھر دیکھو ہر قوم اپنی اپنی مدت موعودہ پوری کر کے کس طرح اپنے ٹھکانہ پر پہنچ جاتی ہے۔ اس اثنا میں اگر خدا کسی وقت تم ہی میں سے اپنے پیغمبر مبعوث فرمائے جو خدا کی آیات پڑھ کر سنائیں جن سے تم کو اپنے باپ کی اصلی میراث (جنت) حاصل کرنے کی ترغیب وتذکیر ہو اور مالک حقیقی کی خوشنودی کی راہیں معلوم ہوں ان کی پیروی اور مدد کرو، خدا سے ڈر کر برے کاموں کو چھوڑو اور اعمالِ صالحہ اختیار کرو تو پھر تمہارا مستقبل بالکل بےخوف وخطر ہے، تم ایسے مقام پر پہنچ جاؤ گے جہاں سکھ اور امن واطمینان کے سوا کوئی دوسری چیز نہیں، ہاں اگر ہماری آیتوں کو جھٹلایا اور تکبر کر کے اُن پر عمل کرنے سے کترائے تو مسکن اصلی اور آبائی میراث سے دائمی محرومی اور ابدی عذاب وہلاکت کے سوا کچھ نہ ملے گا۔ بہر حال جو لوگ اس آیت سے ختم نبوت کی نصوص قطعیہ کے خلاف قیامت تک کے لیے انبیاء ورسل کی آمد کا دروازہ کھولنا چاہتے ہیں، اُن کے لیے اس جگہ کوئی موقع اپنی مطلب برآری کا نہیں۔

فَمَنۡ اَظۡلَمُ مِمَّنِ افۡتَرٰی عَلَی اللّٰهِ کَذِبًا اَوۡ کَذَّبَ بِاٰیٰتِهٖ ؕ اُولٰٓئِکَ یَنَالُهُمۡ

پھر اس سے زیادہ ظالم کون جو بہتان باندھے اللہ پر جھوٹا یا جھٹلائے اس کے حکموں کو ف۴۰ وہ لوگ ہیں کہ ملے گا ان کو جو ان کا حصہ لکھا

نَصِیۡبُهُمۡ مِّنَ الۡکِتٰبِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُنَا یَتَوَفَّوۡنَهُمۡ ۙ قَالُوۡۤا اَیۡنَ مَا

ہوا ہے کتاب میں ف۴۱ یہاں تک کہ جب پہنچیں ان کے پاس ہمارے بھیجے ہوئے ان کی جان لینے کو تو کہیں کیا ہوئے

کُنۡتُمۡ تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ ؕ قَالُوۡا ضَلُّوۡا عَنَّا وَشَهِدُوۡا عَلٰۤی اَنۡفُسِهِمۡ اَنَّهُمۡ

وہ جن کو تم پکارا کرتے تھے سوا اللہ کے بولیں گے، وہ ہم سے کھوئے گئے اور اقرار کر لیں گے اپنے اوپر کہ

کَانُوۡا کٰفِرِیۡنَ ﴿۳۷﴾ قَالَ ادۡخُلُوۡا فِیۡۤ اُمَمٍ قَدۡ خَلَتۡ مِنۡ قَبۡلِکُمۡ مِّنَ الۡجِنِّ وَالۡاِنۡسِ

بے شک کافر تھے ف۴۲ فرمائے گا داخل ہو جاؤ ہمراہ اور امتوں کے جو تم سے پہلے ہو چکی ہیں جن اور آدمیوں میں

فِي النَّارِ ؕ كُلَّمَا دَخَلَتْ أُمَّةٌ لَّعَنَتْ أُخْتَهَا ؕ حَتّٰٓى إِذَا ادَّارَكُوْا فِيْهَا جَمِيْعًا ۙ

سے دوزخ کے اندر ف۴۳ جب داخل ہوگی ایک امت تو لعنت کرے گی دوسری امت کو ف۴۴ یہاں تک کہ جب گر چکیں گے اس میں

قَالَتْ أُخْرٰىهُمْ لِأُوْلٰىهُمْ رَبَّنَا هٰٓؤُلَآءِ أَضَلُّوْنَا فَاٰتِهِمْ عَذَابًا ضِعْفًا مِّنَ

سارے تو کہیں گے ان کے پچھلے پہلوں کو اے رب ہمارے ہم کو انہی نے گمراہ کیا سو تو ان کو دے دونا

النَّارِ ؕ قَالَ لِكُلٍّ ضِعْفٌ وَّلٰكِنْ لَّا تَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ وَقَالَتْ أُوْلٰىهُمْ لِأُخْرٰىهُمْ

عذاب آگ کا، فرمائے گا کہ دونوں کو دوگنا ہے لیکن تم نہیں جانتے ف۴۵ اور کہیں گے ان کے پہلے پچھلوں کو

فَمَا كَانَ لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ ﴿۳۹﴾ إِنَّ

پس کچھ نہ ہوئی تم کو ہم پر بڑائی اب چکھو عذاب بسبب اپنی کمائی کے ف۴۶ بے شک

الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَاسْتَكْبَرُوْا عَنْهَا لَا تُفَتَّحُ لَهُمْ أَبْوَابُ السَّمَآءِ وَلَا

جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور ان کے مقابلہ میں تکبر کیا نہ کھولے جائیں گے ان کیلئے دروازے آسمان کے ف۴۷

يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ حَتّٰى يَلِجَ الْجَمَلُ فِيْ سَمِّ الْخِيَاطِ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۴۰﴾

اور نہ داخل ہوں گے جنت میں یہاں تک کہ گھس جائے اونٹ سوئی کے ناکے ف۴۸ میں اور ہم یوں بدلہ دیتے ہیں گناہ گاروں کو

فائدہ: [۴۰] **سب سے زیادہ ظالم افراد:**......یعنی اُن سچے پیغمبروں کی تصدیق کرنا ضروری ہے جو واقعی خدا کی آیات سناتے ہیں، باقی جو شخص پیغمبری کا جھوٹا دعویٰ کرکے اور جھوٹی آیات بنا کر خدا پر افتراء [جھوٹا الزام، تہمت] کرے یا کسی سچے پیغمبر کو اور اُس کی لائی ہوئی آیات کو جھٹلائے ان دونوں سے زیادہ ظالم کوئی نہیں۔

فائدہ: [۴۱] **جو کچھ مقرر ہو چکا ضرور ملے گا:**......یعنی دنیا میں عمر و رزق وغیرہ جتنا مقدر ہے یا یہاں کی ذلت و رسوائی جو اُن کے لیے لکھی ہے وہ پہنچے گی، پھر مرتے وقت اور مرنے کے بعد جو گت بنے گی اُس کا ذکر آگے آتا ہے۔ اور اگر ﴿نَصِيْبُهُمْ مِّنَ الْكِتٰبِ﴾ سے دنیا کا نہیں عذاب اُخروی کا حصہ مراد لیا جائے تو ﴿حَتّٰٓى إِذَا جَآءَتْهُمْ﴾ الاٰیۃ سے اُس پر تنبیہ ہوگی کہ اس عذاب کے مبادی کا سلسلہ اسی دنیوی زندگی کے آخری لمحات میں شروع ہو جاتا ہے۔

فائدہ: [۴۲] **موت کے وقت ملائکہ کا کفار سے مکالمہ:**......یعنی جب فرشتے نہایت سختی سے اُنکی روح قبض کرکے برے حال سے لے جاتے ہیں تو اُن سے کہتے ہیں کہ خدا کے سوا جن کو تم پکارا کرتے تھے وہ کہاں گئے جواب تمہارے کام نہیں آتے، انہیں بلاؤ تا کہ اس مصیبت سے تمہیں چھڑائیں؟ اس وقت کفار کو اقرار کرنا پڑتا ہے کہ ہم سخت غلطی میں پڑے تھے کہ ایسی چیزوں کو معبود و مستعان بنایا جو اسکے مستحق نہ تھے، آج ہماری اس مصیبت میں اُنکا کہیں پتہ نہیں۔ لیکن یہ ناوقت کا اقرار و ندامت کیا نفع دے سکتا ہے، حکم ہوگا ﴿ادْخُلُوْا فِيْٓ أُمَمٍ﴾ الاٰیۃ۔ باقی بعض مواضع میں جو وارد ہوا ہے کہ وہ اپنے کفر و شرک سے انکار کرینگے، اس آیت کے منافی نہیں۔ کیونکہ قیامت میں مواقف اور احوال مختلف ہونگے اور جماعتیں بھی بے شمار ہوں گی کہیں ایک موقف یا ایک جماعت کا ذکر ہے کہیں دوسری کا۔

فَائِدَۃ:[۴۳]......یعنی آگے پیچھے سب کفار کو دوزخ ہی میں داخل ہونا ہے۔

فَائِدَۃ:[۴۴] دوزخیوں کی ایک دوسرے پر لعنت:......یعنی اس مصیبت میں باہم ہمدردی تو کیا ہوتی، دوزخی ایک دوسرے پر لعن طعن کریں گے۔ شاید اتباع اپنے سرداروں سے کہیں کہ تم پر خدا کی لعنت ہو تم اپنے ساتھ ہمیں بھی لے ڈوبے اور سردار اتباع سے کہیں کہ ملعونو! اگر ہم گڑھے میں گر پڑے تھے تو تم کیوں اندھے بن گئے؟ وغیرہ ذلک!

فَائِدَۃ:[۴۵] دگنے عذاب کا مطلب:......یعنی ایک حساب سے پہلوں کا گناہ دُگنا کہ خود گمراہ ہوئے اور دوسرے آنیوالوں کیلئے راہ ڈالی اور ایک طرح پچھلوں کا دُگنا کہ خود بہکے اور پہلوں کا حال دیکھ سن کر عبرت حاصل نہ کی۔ یا چونکہ ہر دوزخی کا عذاب اپنے اپنے درجہ کے موافق وقتاً فوقتاً بڑھتا رہے گا، اسلئے فرمایا کہ ہرایک کا عذاب دُگنا ہوتا چلا جائے گا ابھی آغاز تعذیب میں تمہیں انجام کی خبر نہیں، یعنی پہلوں کا عذاب دُگنا کر دینے سے تم پچھلوں کو کوئی شفا اور راحت نصیب نہیں ہوگی۔ یہ تقریر اس صورت میں ہے کہ ﴿لِكُلٍّ ضِعْفٌ﴾ سے دونوں فریق مراد لیے جائیں، لیکن ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک اس آیت میں پچھلوں کو مطلع کیا گیا ہے کہ بیشک ہم نے پہلوں میں سے ہر ایک کے لیے اُسکے درجہ کے موافق دُگنا ہی عذاب رکھا ہے جیسا کہ دوسری جگہ خبر دی ہے: ﴿اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ زِدْنٰهُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ﴾[نحل: ۸۸] ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ﴾[عنکبوت: ۱۳] ﴿وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ عِلْمٍ﴾[نحل: ۲۵]

فَائِدَۃ:[۴۶] بڑوں کا چھوٹوں کو جواب:......یعنی ہماری سزا میں اضافہ کی درخواست کر کے تمہیں کیا مل گیا؟ کیا تمہارے عذاب میں کچھ تخفیف ہوگئی؟ نہیں، تم کو بھی اپنی کرتوت کا مزہ چکھنا ہے۔

فَائِدَۃ:[۴۷] موت کے بعد ارواح کا حال:......یعنی نہ زندگی میں ان کے اعمال کے لیے آسمانی قبول و رفعت حاصل ہے، نہ موت کے بعد ان کی ارواح کو آسمان پر چڑھنے کی اجازت ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ "بعد موت کافر کی روح کو آسمان کی جانب سے سجین کی طرف دھکے دیئے جاتے ہیں اور مومن کی روح ساتویں آسمان تک صعود کرتی ہے۔" مفصل احوال کتب احادیث میں ملاحظہ کرو۔

فَائِدَۃ:[۴۸] کفار جنت میں داخل نہیں ہو سکتے:......یہ تعلیق بالمحال کے طور پر فرمایا۔ ہر زبان کے محاورات میں ایسی اَمثال موجود ہیں جن میں کسی چیز کے محال ہونے کو دوسری محال چیز پر معلق کر کے ظاہر کرتے ہیں، یعنی جس طرح یہ ناممکن ہے کہ اونٹ اپنی اسی کلانی [لمبائی، بلندی] اور جسامت پر رہے اور سوئی کا ناکہ ایسا ہی تنگ اور چھوٹا ہو، اس کے باوجود اونٹ سوئی کے ناکے میں داخل ہو جائے۔ اسی طرح ان مکذبین و مستکبرین کا جنت میں داخل ہونا محال ہے کیونکہ حق تعالیٰ جہنم میں ان کے "خلود" کی خبر دے چکا ہے اور علم الٰہی میں یہ ہی سزا ان کے لیے ٹھہر چکی ہے، پھر خدا کے علم اور اخبار کے خلاف کیسے وقوع میں آ سکتا ہے؟

لَهُمْ مِّنْ جَهَنَّمَ مِهَادٌ وَّمِنْ فَوْقِهِمْ غَوَاشٍ ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۱﴾

ان کے واسطے دوزخ کا بچھونا ہے اور اوپر سے اوڑھنا ف۴۹ اور ہم یوں بدلہ دیتے ہیں ظالموں کو

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَآ ۡ اُولٰۗىِٕكَ اَصْحٰبُ

اور جو ایمان لائے اور کی نیکیاں ہم بوجھ نہیں رکھتے کسی پر مگر اس کی طاقت کے موافق وہی ہیں

الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۴۲﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِيْ مِنْ

جنت میں رہنے والے وہ اسی میں ہمیشہ رہیں گے ف۵۰ اور نکالیں گے ہم جو کچھ ان کے دلوں میں خفگی تھی ف۵۱ بہتی ہوں گی

تَحۡتِهِمُ الۡاَنۡهٰرُ ۚ وَقَالُوا الۡحَمۡدُ لِلّٰهِ الَّذِىۡ هَدٰٮنَا لِهٰذَا ۗ وَمَا كُنَّا لِنَهۡتَدِىَ لَوۡلَاۤ

ان کے نیچے نہریں اور وہ کہیں گے شکر اللہ کا جس نے ہم کو یہاں تک پہنچا دیا اور ہم نہ تھے راہ پانے والے

اَنۡ هَدٰٮنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدۡ جَآءَتۡ رُسُلُ رَبِّنَا بِالۡحَـقِّ ؕ وَنُوۡدُوۡۤا اَنۡ تِلۡكُمُ الۡجَـنَّةُ

اگر نہ ہدایت کرتا ہم کو اللہ بیشک لائے تھے رسول ہمارے رب کے سچی بات ف ۵۲ اور آواز آئے گی کہ یہ جنت ہے

اُوۡرِثۡتُمُوۡهَا بِمَا كُنۡتُمۡ تَعۡمَلُوۡنَ ﴿۴۳﴾ وَنَادٰۤى اَصۡحٰبُ الۡجَـنَّةِ اَصۡحٰبَ النَّارِ اَنۡ قَدۡ

وارث ہوئے تم اس کے بدلے میں اپنے اعمال کے ف ۵۳ اور پکاریں گے جنت والے دوزخ والوں کو

وَجَدۡنَا مَا وَعَدَنَا رَبُّنَا حَقًّا فَهَلۡ وَجَدْتُّمۡ مَّا وَعَدَ رَبُّكُمۡ حَقًّا ؕ قَالُوۡا نَعَمۡ ۚ

کہ ہم نے پایا جو ہم سے وعدہ کیا تھا ہمارے رب نے سچا سو تم نے بھی پایا اپنے رب کے وعدہ کو سچا وہ کہیں گے کہ ہاں

فَاَذَّنَ مُؤَذِّنٌۢ بَيۡنَهُمۡ اَنۡ لَّعۡنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيۡنَ ۙ﴿۴۴﴾ الَّذِيۡنَ يَصُدُّوۡنَ عَنۡ

پھر پکارے گا ایک پکارنے والا ان کے بیچ میں کہ لعنت ہے اللہ کی ان ظالموں پر جو روکتے تھے اللہ کی راہ

سَبِيۡلِ اللّٰهِ وَيَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ۚ وَهُمۡ بِالۡاٰخِرَةِ كٰفِرُوۡنَ ﴿۴۵﴾ وَبَيۡنَهُمَا حِجَابٌ ۚ

سے اور ڈھونڈتے تھے اس میں کجی اور وہ آخرت سے منکر تھے ف ۵۴ اور دونوں کے بیچ میں ہوگی ایک دیوار ف ۵۵

وَعَلَى الۡاَعۡرَافِ رِجَالٌ يَّعۡرِفُوۡنَ كُلًّاۢ بِسِيۡمٰٮهُمۡ ۚ وَنَادَوۡا اَصۡحٰبَ الۡجَـنَّةِ اَنۡ

اور اعراف کے اوپر مرد ہوں گے کہ پہچان لیں گے ہر ایک کو اس کی نشانی سے اور وہ پکاریں گے جنت والوں

سَلٰمٌ عَلَيۡكُمۡ لَمۡ يَدۡخُلُوۡهَا وَهُمۡ يَطۡمَعُوۡنَ ﴿۴۶﴾

کو کہ سلامتی ہے تم پر وہ ابھی جنت میں داخل نہیں ہوئے اور وہ امیدوار ہیں۔ ف ۵۶

الثلثة

وقف لازم

فَائِدَة: [۴۹] ......یعنی ہر طرف سے آگ محیط ہوگی کسی کروٹ چین نہ ملے گا۔

فَائِدَة: [۵۰] **قدرت و طاقت سے زائد کا مطالبہ نہیں:** ......﴿لَا نُكَلِّفُ نَفۡسًا اِلَّا وُسۡعَهَاۤ﴾ جملہ معترضہ ہے جس سے درمیان میں متنبہ فرما دیا کہ ایمان و عمل صالح جس پر اتنا عظیم الشان صلہ مرحمت ہوتا ہے کوئی ایسی مشکل چیز نہیں جو انسان کی طاقت سے باہر ہو۔ یا یہ مطلب ہے کہ ہر آدمی سے عمل صالح اسی قدر مطلوب ہے جتنا اس کی مقدرت اور طاقت میں ہو اس سے زائد کا مطالبہ نہیں کیا جا رہا۔

فَائِدَة: [۵۱] **اہل جنت کے دلوں کی صفائی:** ......﴿نَزَعۡنَا مَا فِىۡ صُدُوۡرِهِمۡ مِّنۡ غِلٍّ﴾ سے مراد یا تو یہ ہے کہ باہم جنتیوں میں نعمائے جنت کے متعلق کسی طرح کا رشک و حسد نہ ہوگا، ہر ایک اپنے کو اور دوسرے بھائی کو جس مقام میں ہے دیکھ کر خوش ہوگا۔ بخلاف دوزخیوں کے کہ وہ مصیبت کے وقت ایک دوسرے کو لعن طعن کریں گے جیسا کہ پہلے گزرا۔ اور یا یہ مراد ہے کہ صالحین کے درمیان جو دنیا میں کسی بات پر خفگی ہو جاتی ہے اور ایک دوسرے کی طرف سے انقباض پیش آتا ہے وہ سب جنت میں داخل ہونے سے پیشتر دلوں سے نکال

دیا جائے گا، وہاں سب ایک دوسرے سے سلیم الصدر ہوں گے۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''مجھے امید ہے کہ میں اور عثمان، طلحہ، زبیر رضی اللہ عنہم انہی لوگوں میں سے ہوں گے۔'' مترجم محقق (قدس اللہ سرہٗ) نے اسی دوسرے معنی کے اعتبار سے ترجمہ کیا ہے۔

فَائِدَة: [۵۲].....یعنی خدا کی توفیق و دستگیری اور رسولوں کی سچی راہنمائی سے اس اعلیٰ مقام پر پہنچنا نصیب ہوا، ورنہ ہم کہاں؟ اور یہ مرتبہ کہاں؟

فَائِدَة: [۵۳] **دخول جنت کا حقیقی سبب خدا کی رحمت کاملہ ہے:**..... یہ آواز دینے والا خدا کی طرف سے کوئی فرشتہ ہوگا یعنی آج ساری عملی جدوجہد ٹھکانے لگ گئی اور تم نے کوشش کر کے خدا کے فضل سے اپنے باپ آدم کی میراث ہمیشہ کے لیے حاصل کر لی۔ حدیث میں ہے کہ ''کسی شخص کا عمل ہرگز اُس کو جنت میں داخل نہیں کرے گا۔'' اس کا مطلب یہ ہے کہ عمل دخول جنت کا حقیقی سبب نہیں فقط ظاہری سبب ہے، دخول جنت کا حقیقی سبب خدا کی رحمت کاملہ ہے جیسا کہ اسی حدیث میں: اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰهُ بِرَحْمَتِهٖ کے الفاظ سے ظاہر ہوتا ہے۔ ہاں! بندہ پر رحمتِ الٰہیہ کا نزول اسی قدر ہوتا ہے جس قدر عمل کی روح اُس میں موجود ہو۔ مترجم رحمۃ اللہ علیہ زبانی فرمایا کرتے تھے کہ گاڑی تو رحمتِ الٰہیہ کے زور سے چلتی ہے عمل وہ جھنڈی ہے جس کے اشارہ پر چلاتے اور روکتے ہیں۔

فَائِدَة: [۵۴] **جنتیوں اور دوزخیوں کا مکالمہ:**.....ان آیات میں اُن مخاطبات و مکالمات کا ذکر ہے جو جنتیوں اور دوزخیوں یا ان دونوں اور اصحاب اعراف میں ہوں گے۔ پہلی اور آخری گفتگو جو ''اصحاب الجنۃ'' اور ''اصحاب النار'' میں ادھر سے یا اُدھر سے ہوگی، صاف ظاہر کرتی ہے کہ یہ مخاطبات جنت یا دوزخ میں داخل ہونے کے بعد کے ہیں۔ اس لیے نظم کلام کا مقتضی یہ ہے کہ اصحاب اعراف کی درمیانی گفتگو کو بھی اس کے بعد ہی مانا جائے۔ بہرحال جنتی جنت میں پہنچ کر اپنے حال پر اظہارِ مسرت اور دوزخیوں کی تقریع [ملامت] و تکایت [مطعون کرنے] کے لیے کہیں گے کہ جو کچھ وعدے حق تعالیٰ نے پیغمبروں کی زبانی ہم سے فرمائے تھے کہ ایمان لانے والوں کو نعیم دائم ملے گی، ہم تو انہیں سچا پا رہے ہیں۔ اے اہلِ جہنم! تم بولو کہ تمہارے کفر و عصیان پر جو دھمکیاں دی گئی تھیں تم نے بھی اُن کو سچا پایا؟ ظاہر ہے جواب میں بجز ''نعم'' کے اور کیا کہہ سکتے ہیں۔ اُس وقت خدا کا ایک منادی دونوں کے درمیان کھڑے ہوکر پکارے گا کہ (یوں تو گناہ گار بہت سے ہیں مگر) خدا کی بڑی پھٹکار اُن ظالموں پر ہے جو خود گمراہ ہوئے اور آخرت کے انجام سے بالکل بے فکر ہوکر دوسروں کو بھی راہِ حق سے روکتے رہے اور اپنی کج بحثیوں سے رات دن اسی فکر میں تھے کہ صاف اور سیدھے راستہ کو ٹیڑھا ثابت کریں۔

فَائِدَة: [۵۵] **جنت اور دوزخ کے درمیان آڑ:**.....حجاب کے معنی پردہ اور آڑ کے ہیں۔ یہاں پردہ کی دیوار مراد ہے جس کی تصریح سورۂ حدید میں کی گئی ہے: ﴿فَضُرِبَ بَيْنَهُمْ بِسُوْرٍ لَّهٗ بَابٌ﴾ [حدید: ۱۳] یہ دیوار جنت کی لذتوں کو دوزخ تک اور دوزخ کی کلفتوں کو جنت تک پہنچنے سے مانع ہوگی اس کی تفصیلی کیفیت کا ہم کو علم نہیں۔

فَائِدَة: [۵۶] **اعراف اور اصحاب اعراف کی آرزو:**.....اس درمیانی دیوار کی بلندی پر جو مقام ہوگا اُس کو ''اعراف'' کہتے ہیں۔ اصحاب اعراف کون لوگ ہیں؟ قرطبی نے اس میں بارہ قول نقل کیے ہیں۔ ہمارے نزدیک ان میں راجح وہ ہی قول ہے جو حضرت حذیفہ، ابن عباس، ابن مسعود رضی اللہ عنہم جیسے جلیل القدر صحابہ اور اکثر سلف و خلف سے منقول ہے۔ یعنی وزن اعمال کے بعد جن کے حسنات بھاری ہوں گے وہ جنتی ہیں اور جن کے سیئات غالب ہوئے وہ دوزخی، اور جن کے حسنات و سیئات بالکل مساوی ہوں گے وہ اصحاب اعراف ہیں۔ روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ انجام کار اصحاب اعراف جنت میں چلے جائیں گے اور یہ ویسے بھی ظاہر ہے کہ جب عصاۃ مومنین جن کے سیئات غالب تھے جہنم سے نکل کر آخرکار جنت میں داخل ہوں گے، تو اصحاب اعراف جن کے حسنات اور سیئات برابر ہیں وہ اُن سے پہلے داخل ہونے چاہئیں۔ گویا اصحاب اعراف کو اصحاب الیمین کی ایک کمزور قسم سمجھنا چاہیے، جس طرح ''سابقین مقربین'' فی الحقیقت اصحاب

یمین کی ایک ایسی قسم ہے جو اپنی اولوالعزمیوں کی بدولت عام ''اصحاب یمین'' سے کچھ آگے نکل گئے ہیں۔ اُس کے بالمقابل ''اصحاب اعراف'' گری ہوئی قسم ہے جو اپنے اعمال کی کثافت کی وجہ سے عام اصحاب یمین سے کچھ پیچھے رہ گئے ہیں یہ لوگ ''اہل جہنم'' اور ''اہل جنت'' کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے دونوں طبقے کے لوگوں کو ان کی مخصوص نشانیوں سے پہچانتے ہوں گے۔ جنتیوں کو اُن کے سفید اور نورانی چہروں سے اور دوزخیوں کو اُن کی رُوسیاہی اور بدرونقی سے۔ بہرحال جنت والوں کو دیکھ کر سلام کریں گے جو بطور مبارک باد ہوگا اور چونکہ خود ابھی جنت میں داخل نہیں ہوسکے اُس کی طمع اور آرزو کریں گے جو آخرکار پوری کردی جائے گی۔

وَاِذَا صُرِفَتْ اَبْصَارُهُمْ تِلْقَآءَ اَصْحٰبِ النَّارِ ۙ قَالُوْا رَبَّنَا لَا تَجْعَلْنَا مَعَ الْقَوْمِ

اور جب پھرے گی ان کی نگاہ دوزخ والوں کی طرف تو کہیں گے اے رب ہمارے مت کر ہم کو گناہ گار

الظّٰلِمِيْنَ ﴿۴۷﴾ وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ الْاَعْرَافِ رِجَالًا يَّعْرِفُوْنَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ قَالُوْا مَآ

ع ۸/۱۲

لوگوں کے ساتھ ف ۵۷ اور پکاریں گے اعراف والے ان لوگوں کو کہ ان کو پہچانتے ہیں ان کی نشانی سے ف ۵۸ کہیں گے نہ کام

اَغْنٰى عَنْكُمْ جَمْعُكُمْ وَمَا كُنْتُمْ تَسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۴۸﴾ اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا

آئی تمہارے جماعت تمہاری اور جو تم تکبر کیا کرتے تھے ف ۵۹ اب یہ وہی ہیں کہ تم قسم کھایا کرتے تھے کہ

يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ ۭ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ وَلَآ اَنْتُمْ تَحْزَنُوْنَ ﴿۴۹﴾

نہ پہنچے گی ان کو اللہ کی رحمت چلے جاؤ جنت میں نہ ڈر ہے تم پر اور نہ تم غمگین ہو گے ف ۶۰

وَنَادٰٓى اَصْحٰبُ النَّارِ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ اَنْ اَفِيْضُوْا عَلَيْنَا مِنَ الْمَآءِ اَوْ مِمَّا رَزَقَكُمُ

اور پکاریں گے دوزخ والے جنت والوں کو کہ بہاؤ ہم پر تھوڑا سا پانی یا کچھ اس میں سے جو روزی تم کو دی اللہ نے کہیں گے

اللّٰهُ ۭ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ حَرَّمَهُمَا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ ﴿۵۰﴾ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا دِيْنَهُمْ لَهْوًا

اللہ نے ان دونوں کو روک دیا ہے کافروں سے جنہوں نے ٹھہرایا اپنا دین تماشا

وَّلَعِبًا وَّغَرَّتْهُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا ۚ فَالْيَوْمَ نَنْسٰىهُمْ كَمَا نَسُوْا لِقَآءَ يَوْمِهِمْ

اور کھیل اور دھوکے میں ڈالا ان کو دنیا کی زندگی نے سو آج ہم ان کو بھلا دیں گے جیسا انہوں نے بھلا دیا اس دن کے ملنے کو

هٰذَا ۙ وَمَا كَانُوْا بِاٰيٰتِنَا يَجْحَدُوْنَ ﴿۵۱﴾ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ

اور جیسا کہ وہ ہماری آیتوں سے منکر تھے ف ۶۱ اور ہم نے ان لوگوں کے پاس پہنچا دی ہے کتاب جس کو مفصل بیان کیا ہے

هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۵۲﴾

ہم نے خبرداری سے راہ دکھانے والی اور رحمت ہے ایمان والوں کیلئے ف ۶۲

فَائِدَة:[۵۷] اعراف والوں کی حالت...... جنت و دوزخ کے درمیان میں ہونے کی وجہ سے ان لوگوں کی حالت خوف و رجا کے بیچ میں ہوگی، اُدھر دیکھیں گے تو امید کریں گے اور ادھر نظر پڑے گی تو خدا سے ڈر کر پناہ مانگیں گے کہ ہم کو ان دوزخیوں کے زمرہ میں شامل نہ کیجیے۔

فَائِدَة:[۵۸] ...... یعنی علاوہ دوزخ میں معذب ہونے کے ان کے چہروں سے دوزخی ہونے کی علامات ہویدا [ظاہر اور واضح] ہوں گی۔ یا یہ مطلب ہے کہ وہ ایسے لوگ ہوں گے جن کو اصحابِ اعراف نے دنیا میں دیکھا ہوگا، اس لیے وہاں صورت دیکھ کر پہچان لیں گے۔

فَائِدَة:[۵۹] ...... یعنی اس مصیبت کے وقت تمہاری وہ جماعتیں اور جتھے کہاں گئے اور دنیا میں جو بڑھ بڑھ کر شیخیاں مارتے تھے وہ اب کیا ہوئیں؟

فَائِدَة:[۶۰] ...... یہ ''اہلِ جنت'' کی طرف اشارہ کر کے دوزخیوں سے کہیں گے کہ وہ ٹوٹے پھوٹے مساکین اور ضعیف الحال جن کو تم حقیر سمجھ کر کہا کرتے تھے کہ کیا خدا کی مہربانی سب کو چھوڑ کر ان جیسوں پر ہو سکتی ہے ﴿اَهٰٓؤُلَآءِ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنْۢ بَيْنِنَا﴾ [انعام: ۵۳] انکو تو آج کہہ دیا گیا کہ ﴿اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ لَا خَوْفٌ عَلَيْكُمْ﴾ (چلے جاؤ جنت میں بے خوف و خطر) حالانکہ تم اس عذاب میں مبتلا ہو۔

فَائِدَة:[۶۱] بدحواس دوزخیوں کی اہل جنت سے فریاد اور ان کا جواب:...... دوزخی بدحواس اور مضطرب ہو کر اہلِ جنت کے سامنے دست سوال دراز کریں گے کہ ہم جلے جاتے ہیں، تھوڑا سا پانی ہم پر بہاؤ یا جو نعمتیں تم کو خدا نے دے رکھی ہیں، کچھ اُن سے ہمیں بھی فائدہ پہنچاؤ۔ جواب ملے گا کہ کافروں کے لیے ان چیزوں کی بندش ہے، یہ کافر وہی تو ہیں جو دین کو کھیل تماشا بناتے تھے اور دنیا کے تنعم پر پھولے ہوئے تھے۔ سوجیسا کہ ان کو دنیا کے مزوں میں پڑ کر کبھی آخرت کا خیال نہیں آیا آج ہم بھی اُن کا کچھ خیال نہ کریں گے اور جس طرح انہوں نے ہماری آیتوں کا انکار کیا تھا آج ہم بھی اُن کی درخواست منظور کرنے سے انکار کرتے ہیں۔

فَائِدَة:[۶۲] ...... قرآن جیسی کتاب کی موجودگی میں جس میں تمام ضروریات کی عالمانہ تفصیل موجود ہے اور ہر بات کو پوری آگاہی سے کھول کر بیان کر دیا گیا ہے، چنانچہ ایمان والے اُس سے خوب منتفع ہو رہے ہیں۔ غضب ہے کہ ان متکبر معاندوں نے کچھ بھی اپنے انجام پر غور نہ کیا، پھر اب پچھتانے سے کیا حاصل؟

هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّا تَاْوِيْلَهٗ ؕ يَوْمَ يَاْتِيْ تَاْوِيْلُهٗ يَقُوْلُ الَّذِيْنَ نَسُوْهُ مِنْ قَبْلُ قَدْ

کیا اب اسی کے منتظر ہیں کہ اس کا مضمون ظاہر ہو جائے جس دن ظاہر ہو جائے گا اس کا مضمون کہنے لگیں گے وہ لوگ جو اس کو بھول رہے تھے پہلے

جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ۚ فَهَلْ لَّنَا مِنْ شُفَعَآءَ فَيَشْفَعُوْا لَنَآ اَوْ نُرَدُّ فَنَعْمَلَ

سے بیشک لائے تھے ہمارے رب کے رسول سچی بات سو اب کوئی ہماری سفارش والے ہیں تو ہماری سفارش کریں یا ہم لوٹا دیے جائیں تو ہم عمل

غَيْرَ الَّذِيْ كُنَّا نَعْمَلُ ؕ قَدْ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا

کریں خلاف اس کے جو ہم کر رہے تھے بیشک تباہ کیا انہوں نے اپنے آپ کو اور گم ہو جائے گا ان سے جو وہ افترا کیا

ع ۱۲ یَفْتَرُوْنَ ﴿۵۳﴾ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ

کرتے تھے ف ۶۳ بے شک تمہارا رب اللہ ہے جس نے پیدا کئے آسمان اور زمین ف ۶۴ چھ دن میں ف ۶۵ پھر قرار پکڑا

اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۣ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

عرش پر ف ٦٦ اڑھاتا ہے رات پر دن کہ وہ اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا ہوا اور پیدا کئے سورج اور چاند

وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ۭ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۭ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

اور تارے ف ٦٧ تابعدار اپنے حکم کے ف ٦٨ سن لو اسی کا کام ہے پیدا کرنا اور حکم فرمانا بڑی برکت والا ہے اللہ جو رب ہے سارے جہان کا ف ٦٩

فائدہ:[٦٣] آخرت میں کفار کا پچھتاوا:...... کتاب اللہ میں جو دھمکیاں عذاب کی دی گئی ہیں کیا یہ اس کے منتظر ہیں کہ جب اُن دھمکیوں کا مضمون (مصداق) سامنے آجائے تب حق کو قبول کریں۔ حالانکہ وہ مضمون جب سامنے آجائے گا یعنی عذاب الٰہی میں گرفتار ہوں گے تو اُس وقت کا قبول کرنا کچھ کام نہ دے گا، اُس وقت تو سفارشیوں کی تلاش ہوگی جو خدا کی سزا سفارش کر کے معاف کرادیں اور چونکہ ایسا سفارشی کافروں کو کوئی نہ ملے گا تو یہ تمنا کریں گے کہ ہم کو دوبارہ دنیا میں بھیج کر امتحان کرلیا جائے کہ اس مرتبہ اپنے جرائم کے خلاف ہم کیسی نیکی اور پرہیزگاری کے کام کرتے ہیں۔ لیکن اب اس تمنا سے کیا حاصل؟ جبکہ پہلے خود اپنے ہاتھوں اپنے کو برباد کر چکے اور جو جھوٹے خیالات پکار کھے تھے وہ سب رفو چکر ہوگئے۔

فائدہ:[٦٤]...... گذشتہ آیت میں معاد کا ذکر تھا اس رکوع میں مبدا کی معرفت کرائی گئی ہے۔ وہاں ﴿قَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ﴾ سے بتلایا گیا تھا کہ جو لوگ دنیا میں انبیاء ورسل سے منحرف رہتے تھے اُن کو بھی قیامت کے دن پیغمبروں کی سچائی کی ناچار تصدیق کرنی پڑے گی۔ یہاں نہایت لطیف پیرایہ میں خدا کی حکومت یاد دلانے اور انبیاء ورسل کی ضرورت کی طرف اشارہ کرنے کے بعد بعض مشہور پیغمبروں کے احوال وواقعات کا تذکرہ کیا جارہا ہے کہ اُن کی تصدیق یا تکذیب کرنے والوں کا آخرت سے پہلے دنیا ہی میں کیا انجام ہوا۔ گویا یہ رکوع آنے والے کئی رکوعات کی تمہید ہے۔

فائدہ:[٦٥] زمین وآسمان کی تخلیق کی مدت:...... یعنی اتنے وقت میں جو چھ دن کے برابر تھا پیدا کیا۔ کیونکہ یہ متعارف دن اور رات تو آفتاب کے طلوع وغروب سے وابستہ ہیں جب اُس وقت آفتاب ہی پیدا نہ ہوا تھا تو دن رات کہاں سے ہوتا؟ یا یہ کہا جائے کہ عالم شہادت کے دن رات مراد نہیں، عالم غیب کے دن رات مراد ہیں جیسے کسی عارف نے فرمایا ہے......... ؎

غیب را ابرے وآبے دیگر است   آسمان و آفتابے دیگر است

پہلی صورت میں پھر علماء کا اختلاف ہے کہ یہاں چھ دن سے ہمارے چھ دن کی مقدار مراد ہے۔ یا ہزار برس کا ایک ایک دن جسے فرمایا ہے: ﴿وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝﴾ [حج: ٤٧] میرے نزدیک یہ آخری قول راجح ہے۔ بہرحال مقصود یہ ہوا کہ آسمان وزمین دفعۃً بنا کر نہیں کھڑے کیے گئے، شاید اوّل ان کا مادّہ پیدا فرمایا ہو پھر اُس کی استعداد کے موافق بتدریج مختلف اشکال وصور میں منتقل کرتے رہے ہوں۔ حتیٰ کہ چھ دن (چھ ہزار سال) میں وہ بجمیع متعلقاتہما موجودہ مرتب شکل میں موجود ہوئے جیسا کہ آج بھی انسان اور کل حیوانات ونباتات وغیرہ کی تولید وتخلیق کا سلسلہ تدریجی طور پر جاری ہے اور یہ اُس کی شان ''کن فیکون'' کے منافی نہیں۔ کیونکہ ''کن فیکون'' کا مطلب تو صرف اس قدر ہے کہ خدا جس چیز کو وجود کے جس درجہ میں لانا چاہے اس کا ارادہ ہوتے ہی وہ اس درجہ میں آجاتی ہے، یہ مطلب نہیں کہ خدا کسی چیز کو وجود کے مختلف مدارج سے گزارنے کا ارادہ نہیں کرتا بلکہ ہر شے کو بدون توسط اسباب وعلل کے دفعۃً موجود کرتا ہے۔

فائدہ:[٦٦] ''استویٰ علی العرش'' کی وضاحت اور دیگر صفات باری سے متعلق ایک تنبیہ:...... خدا تعالیٰ کی صفات وافعال کے

متعلق یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ نصوص قرآن وحدیث میں جو الفاظ حق تعالیٰ کی صفات کے بیان کرنے کے لیے اختیار کیے جاتے ہیں۔ اُن میں اکثر وہ ہیں جنکا مخلوق کی صفات پر بھی استعمال ہوا ہے مثلاً خدا کو ''حی''، ''سمیع''، ''بصیر''، ''متکلم'' کہا گیا اور انسان پر بھی یہ الفاظ اطلاق کیے گئے تو ان دونوں مواقع میں استعمال کی حیثیت بالکل جداگانہ ہے: کسی مخلوق کو سمیع وبصیر کہنے کا یہ مطلب ہے کہ اُس کے پاس دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان موجود ہیں اب اس میں دو چیزیں ہوئیں۔ ایک وہ آلہ جسے ''آنکھ'' کہتے ہیں اور جو دیکھنے کا مبدا اور ذریعہ بنتا ہے۔ دوسرا اُس کا نتیجہ اور غرض وغایت (دیکھنا) یعنی وہ خاص علم جو رؤیت بصری سے حاصل ہوا۔ مخلوق کو جب ''بصیر'' کہا تو یہ مبدا اور غایت دونوں چیزیں معتبر ہوئیں۔ اور دونوں کی کیفیات ہم نے معلوم کرلیں۔ لیکن یہ ہی لفظ جب خدا کی نسبت استعمال کیا گیا تو یقیناً وہ مبادی اور کیفیات جسمانیہ مراد نہیں ہوسکتیں جو مخلوق کے خواص میں سے ہیں اور جن سے خداوند قدوس قطعاً منزہ ہے۔ البتہ یہ اعتقاد رکھنا ہوگا کہ ابصار (دیکھنے) کا مبدا اُس کی ذاتِ اقدس میں موجود ہے اور اُس کا نتیجہ یعنی وہ علم جو رؤیت بصری سے حاصل ہوسکتا ہے، اس کو بدرجۂ کمال حاصل ہے آگے یہ کہ وہ مبدا کیسا ہے؟ اور دیکھنے کی کیا کیفیت ہے؟ تو بجز اس بات کے کہ اُس کا دیکھنا مخلوق کی طرح نہیں ہم اور کیا کہہ سکتے ہیں ﴿لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾ [شوریٰ:۱۱] نہ صرف سمع وبصر بلکہ اس کی تمام صفات کو اسی طرح سمجھنا چاہیے کہ صفت باعتبار اپنے اصل مبدا وغایت کے ثابت ہے مگر اُس کی کوئی کیفیت بیان نہیں کی جاسکتی اور نہ شرائع سماویہ نے اس کا مکلف بنایا ہے کہ آدمی اس طرح کی ماورائے عقل حقائق میں خوض کرکے پریشان ہو۔ اس کا کچھ خلاصہ ہم سورۂ مائدہ میں زیر فائدہ ﴿وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ یَدُ اللّٰهِ مَغْلُوْلَةٌ﴾ [مائدہ: ٦٤] بیان کرچکے ہیں۔ ''استواء علی العرش'' کو بھی اسی قاعدہ سے سمجھ لو۔ ''عرش'' کے معنی تخت اور بلند مقام کے ہیں ''استواء'' کا ترجمہ اکثر محققین نے ''استقرار وتمکن'' سے کیا ہے جسے (مترجم رحمۃ اللہ علیہ نے قرار پکڑنے سے تعبیر فرمایا) گویا یہ لفظ تخت حکومت پر ایسی طرح قابض ہونے کو ظاہر کرتا ہے کہ اس کا کوئی حصہ اور گوشہ حیطۂ نفوذ واقتدار سے باہر نہ رہے اور نہ قبضہ وتسلط میں کسی قسم کی مزاحمت اور گڑبڑی پائی جائے، سب کام اور انتظام برابر ہو۔ اب دنیا میں بادشاہوں کی تخت نشینی کا ایک تو مبدا اور ظاہری صورت ہوتی ہے اور ایک حقیقت یا غرض وغایت یعنی ملک پر پورا تسلط واقتدار اور نفوذ وتصرف کی قدرت حاصل ہونا۔ حق تعالیٰ کے ''استواء علی العرش'' میں یہ حقیقت اور غرض وغایت بدرجۂ کمال موجود ہے۔ یعنی آسمان وزمین (کل علویات وسفلیات) کو پیدا کرنے کے بعد اُن پر کامل قبضہ واقتدار اور ہر قسم کے مالکانہ وشہنشاہانہ تصرفات کا حق بے روک ٹوک اسی کو حاصل ہے جیسا کہ دوسری جگہ ﴿ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ﴾ کے بعد ﴿یُدَبِّرُ الْاَمْرَ﴾ وغیرہ الفاظ اور یہاں ﴿یُغْشِی الَّیْلَ النَّهَارَ﴾ الآیۃ سے اسی مضمون پر متنبہ فرمایا ہے۔ رہا ''استواء علی العرش'' کا مبدا اور ظاہری صورت، اس کے متعلق وہ ہی عقیدہ رکھنا چاہیے جو ہم ''سمع وبصر'' وغیرہ صفات کے متعلق لکھ چکے ہیں کہ اس کی کوئی ایسی صورت نہیں ہوسکتی جس میں صفات مخلوقین اور سمات حدوث کا ذرا بھی شائبہ ہو۔ پھر کیسی ہے؟ اس کا جواب وہی ہے کہ...... ؎

اے برتر از خیال وقیاس وگمان ووہم
وز ہرچہ گفتہ اند شنیدیم وخواندہ ایم
دفتر تمام گشت وبپایاں رسید عمر
ماہم چناں در اوّل وصف تو ماندہ ایم

﴿لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ﴾۔

فَائِدَۃٌ:[٦٧] رات اور دن میں تعاقب اور ایمان افروز تنبیہ:...... یعنی رات کے اندھیرے کو دن کے اُجالے سے یا دن کے اُجالے کو رات کے اندھیرے سے ڈھانپتا ہے۔ اس طرح کہ ایک دوسرے کا تعاقب کرتا ہوا تیزی سے چلا آتا ہے اِدھر رات ختم ہوئی

اُدھر دن آموجود ہوا یا دن تمام ہوا تو فوراً رات آگئی۔ درمیان میں ایک منٹ کا وقفہ بھی نہیں ہوتا۔ شاید اس پر بھی تنبیہ فرمادی کہ اسی طرح کفر وضلالت اور ظلم وعدوان کی شب دیجور جب عالم پر محیط ہو جاتی ہے، اس وقت خدا تعالیٰ ایمان وعرفان کے آفتاب سے ہر چہار طرف روشنی پھیلا دیتا ہے اور جب تک آفتاب عالمتاب کی روشنی نمودار نہ ہو تو نبوت کے چاند تارے رات کی تاریکی میں اُجالا اور رہنمائی کرتے ہیں۔

فَائِدَۃ:[۶۸] ......کوئی سیارہ اس کے حکم کے بدون حرکت نہیں کرسکتا۔

فَائِدَۃ:[۶۹] "خلق" اور "امر":...... پیدا کرنا "خلق" ہے اور پیدا کرنے کے بعد تکوینی یا تشریعی احکام دینا یہ "امر" ہے اور دونوں اسی کے قبضہ واختیار میں ہیں، اس طرح وہ ہی ساری خوبیوں اور برکتوں کا سرچشمہ ہوا۔

اُدْعُوْا رَبَّكُمْ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۵۵﴾ وَلَا تُفْسِدُوْا فِي

پکارو اپنے رب کو گڑگڑا کر اور چپکے چپکے ف۷۰ اس کو خوش نہیں آتے حد سے بڑھنے والے ف۷۱ اور مت خرابی ڈالو زمین

الْاَرْضِ بَعْدَ اِصْلَاحِهَا وَادْعُوْهُ خَوْفًا وَّطَمَعًا ؕ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ

میں اس کی اصلاح کے بعد اور پکارو اس کو ڈر اور توقع سے ف۷۲ بے شک اللہ کی رحمت نزدیک ہے نیک

الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَهُوَ الَّذِيْ يُرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰٓى اِذَآ

کام کرنے والوں سے اور وہی ہے کہ چلاتا ہے ہوائیں خوشخبری لانے والی مینہ سے پہلے یہاں تک کہ جب وہ ہوائیں

اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ

اٹھا لاتی ہیں بھاری بادلوں کو تو ہانک دیتے ہیں ہم اس بادل کو ایک شہر مردہ کی طرف پھر ہم اتارتے ہیں اس بادل سے پانی پھر اس سے

الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَالْبَلَدُ الطَّيِّبُ يَخْرُجُ

نکالتے ہیں سب طرح کے پھل اسی طرح ہم نکالیں گے مردوں کو تاکہ تم غور کرو اور جو شہر پاکیزہ ہے اس کا سبزہ نکلتا ہے

نَبَاتُهٗ بِاِذْنِ رَبِّهٖ ۚ وَالَّذِيْ خَبُثَ لَا يَخْرُجُ اِلَّا نَكِدًا ؕ كَذٰلِكَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ

اس کے رب کے حکم سے اور جو خراب ہے اس میں نہیں نکلتا مگر ناقص یوں پھیر پھیر کر بتلاتے ہیں ہم آیتیں

لِقَوْمٍ يَّشْكُرُوْنَ ﴿۵۸﴾ ع ۱۴

حق ماننے والے لوگوں کو ف۷۳

فَائِدَۃ:[۷۰] دعا مانگنے کا طریقہ:...... جب "عالم خلق وامر" کا مالک اور تمام برکات کا منبع وہ ہی ذات ہے تو اپنی دنیوی واخروی حوائج میں اسی کو پکارنا چاہیے، الحاح واخلاص اور خشوع کیساتھ بدون ریاکاری کے آہستہ آہستہ۔ اس سے معلوم ہوا کہ دعا میں اصل اخفا ہے اور یہی سلف کا معمول تھا۔ بعض مواضع میں جہر واعلان کسی عارض کی وجہ سے ہوگا جس کی تفصیل "روح المعانی" وغیرہ میں ہے۔

فَائِدَۃ:[۷۱] ادب ملحوظ رہے:...... یعنی دعا میں حدِ ادب سے نہ بڑھے مثلاً جو چیزیں عادتاً یا شرعاً محال ہیں وہ مانگنے لگے، یا معاصی اور

لغو چیزوں کی طلب کرے، یا ایسا سوال کرے جو اس کی شان وحیثیت کے مناسب نہیں، یہ سب ''اعتداء فی الدعاء'' میں داخل ہے۔

فَائِدَۃ:[۷۲] عبادت میں مشغول رہو:...... پچھلی آیتوں میں ہر حاجت کے لیے خدا کو پکارنے کا طریقہ بتلایا تھا۔ اس آیت میں مخلوق اور خالق دونوں کے حقوق کی رعایت سکھلائی، یعنی جب دنیا میں معاملات کی سطح درست ہو تو تم اس میں گڑبڑی نہ ڈالو، اور خوف ورجا کے ساتھ خدا کی عبادت میں مشغول رہو، نہ اس کی رحمت سے مایوس ہو اور نہ اس کے عذاب سے مامون و بے فکر ہو کر گناہوں پر دلیر بنو۔ میرے نزدیک یہ ہی راجح ہے کہ یہاں ﴿وَادْعُوْهُ﴾ میں دعا سے عبادت مراد لی جائے جیسا کہ صلوٰۃ تہجد کے بارہ میں فرمایا ﴿تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّطَمَعًا﴾ [سجدہ:۱۶]۔

فَائِدَۃ:[۷۳] ہر چیز پر مکمل حکومت صرف رب العالمین کی ہے:...... پچھلی آیات میں ''استواء علی العرش'' کے ساتھ فلکیات (چاند سورج وغیرہ) میں جو خدائی تصرفات ہیں ان کا بیان تھا، درمیان میں بندوں کو کچھ مناسب ہدایات کی گئیں۔ اب سفلیات اور ''کائنات الجو'' کے متعلق اپنے بعض تصرفات کا ذکر فرماتے ہیں تا کہ لوگ معلوم کر لیں کہ آسمان و زمین اور ان دونوں کے درمیان حصہ کی کل حکومت صرف اسی رب العالمین کے قبضۂ قدرت میں ہے، ہوائیں چلانا، مینہ برسانا، قسم قسم کے پھول پھل پیدا کرنا، ہر زمین کی استعداد کے موافق کھیتی اور سبزہ اُگانا، یہ سب اسی کی قدرت کاملہ اور حکمت بالغہ کے نشان ہیں، اسی ذیل میں، مردوں کا موت کے بعد جی اُٹھنا اور قبروں سے نکلنا بھی سمجھا دیا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''ایک تو مردوں کا نکلنا قیامت میں ہے اور ایک دنیا میں، یعنی جاہل ادنیٰ لوگوں میں (جو جہالت وذلت کی موت سے مرچکے تھے) عظیم الشان نبی بھیجا اور انہیں علم دیا اور دنیا کا سردار کیا، پھر ستھری استعداد والے کمال کو پہنچے اور جن کی استعداد خراب تھی ان کو بھی فائدہ پہنچ رہا ناقص سا۔'' گویا اس پورے رکوع میں بتلا دیا گیا کہ جب خدا اپنی رحمت وشفقت سے رات کی تاریکی میں ستارے، چاند، سورج سے روشنی کرتا ہے اور خشکی کے وقت زمین کو سرسبز وشاداب کرنے اور انسان وحیوانات کی زندگی کا سامان مہیا فرمانے کے لیے اُوپر سے بارش بھیجتا ہے، یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایسا مہربان خدا اپنی مخلوق کو جہل وظلم کی اندھیریوں سے نکالنے کے لیے کوئی چاند اور سورج پیدا نہ کرے اور بنی آدم کی روحانی غذا تیار کرنے اور قلوب کی کھیتیوں کو سیراب کرنے کے لیے بارانِ رحمت نازل نہ فرمائے، بلاشبہ اُس نے ہر زمانہ کی ضرورت اور اپنی حکمت کے موافق پیغمبروں کو بھیجا جنکے منور سینوں سے دنیا میں روحانی روشنی پھیلی اور وحی الٰہی کی لگا تار بارشیں ہوئیں۔ چنانچہ آئندہ کئی رکوع میں ان ہی پیغمبروں کے بھیجنے کا ذکر کیا گیا ہے، اور جیسا کہ بارش اور زمین کی مثال میں اشارہ کیا گیا کہ مختلف زمینیں اپنی اپنی استعداد کے موافق بارش کا اثر قبول کرتی ہیں، اسی طرح سمجھ لو کہ انبیاء علیہم السلام جو خیر وبرکت لے کر آتے ہیں، اُس سے منتفع ہونا بھی حسن استعداد پر موقوف ہے، جو لوگ ان سے انتفاع نہیں کرتے یا پورا انتفاع نہیں کرتے اُنہیں اپنی سوء استعداد پر رونا چاہیے...... ؎

باراں کہ در لطافتِ طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید و درشورہ بوم خس

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

بے شک بھیجا ہم نے نوح کو اس کی قوم کی طرف پس اس نے کہا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود

اِنِّیْۤ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ ﴿۵۹﴾ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِیْ

اس کے سوا میں خوف کرتا ہوں تم پر ایک بڑے دن کے عذاب سے بولے سردار اس کی قوم کے ہم دیکھتے ہیں تجھ کو

ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۶۰﴾ قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ ضَلٰلَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۱﴾

صریح بہکا ہوا ف ۷۴ بولا اے میری قوم میں ہرگز بہکا نہیں و لیکن میں بھیجا ہوا ہوں جہان کے پروردگار کا

اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنْصَحُ لَكُمْ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۶۲﴾ اَوَعَجِبْتُمْ

پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے رب کے اور نصیحت کرتا ہوں تم کو اور جانتا ہوں اللہ کی طرف سے وہ باتیں جو تم نہیں جانتے ف ۷۵ کیا تم کو تعجب

اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ وَلِتَتَّقُوْا وَلَعَلَّكُمْ

ہوا کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک مرد کی زبانی جو تم میں سے ہے تاکہ وہ تم ہی کو ڈرائے اور تاکہ تم بچو اور تاکہ

تُرْحَمُوْنَ ﴿۶۳﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

تم پر رحم ہو ف ۷۶ پھر انہوں نے اس کو جھٹلایا پھر ہم نے بچالیا اس کو اور ان کو جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور غرق کر دیا ان کو جو جھٹلاتے

بِاٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهُمْ كَانُوْا قَوْمًا عَمِيْنَ ﴿۶۴﴾ ع ۸ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا ؕ قَالَ يٰقَوْمِ ۱۵

تھے ہماری آیتوں کو بے شک وہ لوگ تھے اندھے ف ۷۷ اور قوم عاد کی طرف بھیجا ان کے بھائی ہود کو ف ۷۸ بولا اے میری قوم

اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ﴿۶۵﴾ قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا کیا تم ڈرتے نہیں ف ۷۹ بولے سردار جو کافر تھے اس

مِنْ قَوْمِهٖۤ اِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَّاِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۶۶﴾ قَالَ يٰقَوْمِ

کی قوم میں ہم تو دیکھتے ہیں تجھ کو عقل نہیں اور ہم تو تجھ کو جھوٹا گمان کرتے ہیں ف ۸۰ بولا اے میری قوم

لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۶۷﴾ اُبَلِّغُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَاَنَا

میں کچھ بے عقلی نہیں لیکن میں بھیجا ہوا ہوں پروردگار عالم کا پہنچاتا ہوں تم کو پیغام اپنے رب کے اور میں تمہارا

لَكُمْ نَاصِحٌ اَمِيْنٌ ﴿۶۸﴾

خیر خواہ ہوں اطمینان کے لائق ف ۸۱

فائدہ: [۷۴] بت پرستی کی ابتداء اور حضرت نوح علیہ السلام کا تذکرہ:...... آدم علیہ السلام کا قصہ ابتدائے سورت میں گزر چکا۔ اُن کے بعد نوح علیہ السلام پہلے اولوالعزم اور مشہور رسول ہیں جو زمین والوں کی طرف مشرکین کے مقابلہ میں بھیجے گئے، گو باعتبار اپنی خاص شریعت کے اُن کی بعثت خاص اپنی قوم کی طرف مانی جائے، تاہم اُن اساسی اصول کے اعتبار سے جو تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیم میں مشترک ہیں، کہا جا سکتا ہے کہ تمام انسان ہر نبی کے مخاطب ہوتے ہیں مثلاً توحید اور اقرار معاد کی تعلیم پر سارے پیغمبر متفق اللسان ہیں تو ایسی چیزوں کی تکذیب کرنا فی الحقیقت تمام انبیاء کی تکذیب کرنا ہے، بہر حال نوح علیہ السلام نے توحید وغیرہ کی عام دعوت دی۔ کہتے ہیں کہ آدم علیہ السلام کے بعد دس قرن ایسے

گزرے کہ ساری اولادِ آدم کلمۂ توحید پر قائم تھی، بت پرستی کی ابتدا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیان کے موافق یوں ہوئی کہ بعض صالحین کا انتقال ہوگیا جن کے نام وَدّ، سواع، یغوث، یعوق، نسر تھے جو سورۂ نوح میں مذکور ہیں (نوح: ۲۳)۔ لوگوں نے اُن کی تصویریں بنالیں تاکہ اُن کے احوال وعبادات وغیرہ کی یاد تازہ رہے، کچھ مدت کے بعد اُن صورتوں کے موافق مجسمے تیار کر لیے حتیٰ کہ کچھ دنوں کے بعد اُن کی عبادت ہونے لگی اور یہ بت انہی بزرگوں کے نام سے موسوم کیے گئے۔ جب بت پرستی کی وبا پھیل گئی تو حق تعالیٰ نے حضرت نوح علیہ السلام کو بھیجا، انہوں نے طوفان سے پہلے اپنی قوم کو ساڑھے نو سو برس تک توحید وتقویٰ کی طرف بلایا اور دنیا وآخرت کے عذاب سے ڈرایا مگر لوگوں نے ان کی تضلیل وتجہیل کی اور کوئی بات نہ سنی۔ آخر طوفان کے عذاب نے سب کو گھیر لیا اور جیسا کہ نوح علیہ السلام نے دعا کی تھی ﴿رَبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا﴾ [نوح: ۲۶] رُوئے زمین پر کوئی کافر عذابِ الٰہی سے نہ بچا۔ بستانی نے ''دائرۃ المعارف'' میں یورپین محققین کے اقوال طوفان اور عموم طوفان کے متعلق نقل کیے ہیں۔

فَائِدَہ: [۷۵] حضرت نوح علیہ السلام کا اپنی قوم کو جواب: ...... یعنی میں تو ذرا بھی نہیں بہکا۔ ہاں! تم بہک رہے ہو کہ خدا کے پیغامبر کو نہیں پہچانتے جو نہایت فصاحت سے خدائی پیغام تم کو پہنچا رہا ہے اور تمہاری بھلائی چاہتا ہے تم کو عمدہ نصیحتیں کرتا ہے اور خدا کے پاس سے وہ علوم وہدایت لے کر آیا ہے جن سے تم جاہل ہو۔

فَائِدَہ: [۷۶] استفہام خداوندی: ...... یعنی اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ تم ہی میں سے خدا کسی ایک فرد کو اپنی پیغام رسانی کے لیے چن لے، آخر اس نے ساری مخلوق میں سے منصب خلافت کے لیے آدم علیہ السلام کو کسی مخصوص استعداد کی بنا پر چن لیا تو کیوں نہیں ہوسکتا کہ اولاد آدم میں سے بعض کامل الاستعداد لوگوں کو منصبِ نبوت ورسالت کے لیے انتخاب کرلیا جائے تاکہ وہ لوگ براہِ راست خدا سے فیض پاکر دوسروں کو اُن کے انجام سے آگاہ کریں اور یہ اس پر آگاہ ہوکر بدی سے بچ جائیں اور اس طرح خدا کے رحم وکرم کے مورد بنیں۔

فَائِدَہ: [۷۷] بت پرستی، تکذیب اور بغاوت کے سبب عذاب الٰہی کا نزول: ...... یعنی حق وباطل اور نفع ونقصان کچھ نہ سوچا، اندھے ہوکر برابر سرکشی اور تکذیب وبغاوت پر قائم رہے اور بت پرستی وغیرہ حرکات سے باز نہ آئے تو ہم نے معدودے چند مومنین کو بچا کر جو نوح علیہ السلام کے ہمراہ کشتی پر سوار ہوئے تھے، باقی سب مکذبین کا بیڑا غرق کردیا۔ اب جس قدر انسان دنیا میں موجود ہیں وہ ان ہی اہلِ سفینہ بلکہ صرف حضرت نوح علیہ السلام کی ذرّیت ہیں۔

فَائِدَہ: [۷۸] عاد اور قوم عاد: ...... ''عاد'' حضرت نوح علیہ السلام کے پوتے اِرم کی اولاد میں ہیں، یہ قوم اسی کی طرف منسوب ہے ان کی سکونت ''احقاف'' (یمن) میں تھی، حضرت ہود علیہ السلام اسی قوم سے ہیں، اس لحاظ سے وہ اُن کے قومی اور وطنی بھائی ہوئے۔

فَائِدَہ: [۷۹] حضرت ہود علیہ السلام کی تبلیغ: ...... ان لوگوں میں بت پرستی پھیل گئی تھی، روزی دینے، مینہ برسانے، تندرست کرنے اور مختلف مطالب وحاجات کے لیے الگ الگ دیوتا بنا رکھے تھے جن کی پرستش ہوتی تھی۔ ہود علیہ السلام نے اس سے روکا اور اس جرمِ عظیم کی سزا سے اُن کو ڈرایا۔

فَائِدَہ: [۸۰] قوم کے سرداروں کی یاوہ گوئی: ...... یعنی معاذ اللہ! تم بے عقل ہو کہ باپ دادا کی روش چھوڑ کر ساری برادری سے الگ ہوتے ہو اور جھوٹے بھی ہو کہ اپنے اقوال کو خدا کی طرف منسوب کرکے خواہ مخواہ عذاب کا ڈراوا دیتے ہو۔

فَائِدَہ: [۸۱] حضرت ہود علیہ السلام کا جواب: ...... یعنی میری کوئی بات بے عقلی کی نہیں، ہاں! جو منصبِ رسالت مجھ کو خدا کی طرف سے تفویض ہوا ہے اس کا حق ادا کرتا ہوں، یہ تمہاری بے عقلی ہے کہ اپنے حقیقی خیرخواہوں کو جنکی امانت ودیانت پہلے سے لائق اطمینان ہے بے عقل کہہ کر خود اپنا نقصان کرتے ہو۔

اَوَعَجِبْتُمْ اَنْ جَآءَكُمْ ذِكْرٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَلٰى رَجُلٍ مِّنْكُمْ لِيُنْذِرَكُمْ ؕ وَاذْكُرُوْٓا

کیا تم کو تعجب ہوا کہ آئی تمہارے پاس نصیحت تمہارے رب کی طرف سے ایک مرد کی زبانی جو تم ہی میں سے ہے تاکہ تم کو ڈرائے اور

اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً ۚ فَاذْكُرُوْٓا

یاد کرو جب تم کو سردار کر دیا پیچھے قوم نوح کے ف ۸۲ اور زیادہ کر دیا تمہارے بدن کا پھیلاؤ ف ۸۳ سو یاد کرو

اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ﴿۶۹﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِنَعْبُدَ اللّٰهَ وَحْدَهٗ وَنَذَرَ مَا كَانَ

اللہ کے احسان تاکہ تمہارا بھلا ہو ف ۸۴ بولے کیا تو اس واسطے ہمارے پاس آیا کہ ہم بندگی کریں اللہ اکیلے کی اور چھوڑ دیں جن کو پوجتے

يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا ۚ فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۷۰﴾ قَالَ قَدْ وَقَعَ

رہے ہمارے باپ دادے پس تو لے آ ہمارے پاس جس چیز سے تو ہم کو ڈراتا ہے اگر تو سچا ہے ف ۸۵ کہا تم پر واقع ہو چکا ہے

عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ؕ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَآءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ

تمہارے رب کی طرف سے عذاب اور غصہ ف ۸۶ کیوں جھگڑتے ہو مجھ سے ان ناموں پر کہ رکھ لیے ہیں تم نے

وَاٰبَآؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ

اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اتاری اللہ نے ان کی کوئی سند سو منتظر رہو میں بھی تمہارے

الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿۷۱﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَالَّذِيْنَ مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَقَطَعْنَا دَابِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا

ساتھ منتظر ہوں ف ۸۷ پھر ہم نے بچا لیا اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے اپنی رحمت سے اور جڑ کاٹی ان کی جو جھٹلاتے تھے

بِاٰيٰتِنَا وَمَا كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۲﴾ وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا ع ۹

ہماری آیتوں کو اور نہیں مانتے تھے ف ۸۸ اور ثمود کی طرف بھیجا ان کے بھائی صالح کو بولا اے میری قوم بندگی کرو

اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ قَدْ جَآءَتْكُمْ بَيِّنَةٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ

اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا تم کو پہنچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے ف ۸۹ یہ اونٹنی اللہ کی ہے

اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۳﴾

تمہارے لیے نشانی سو اس کو چھوڑ دو کہ کھائے اللہ کی زمین میں اور اس کو ہاتھ نہ لگاؤ بری طرح پھر تم کو پکڑے گا عذاب دردناک ف ۹۰

وَاذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْ بَعْدِ عَادٍ وَّبَوَّاَكُمْ فِي الْاَرْضِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْ

اور یاد کرو جب کہ تم کو سردار کر دیا عاد کے پیچھے اور ٹھکانا دیا تم کو زمین میں کہ بناتے ہو

سُهُولِهَا قُصُوۡرًا وَّتَنۡحِتُوۡنَ الۡجِبَالَ بُيُوۡتًا‌ ۚ فَاذۡكُرُوۡۤا اٰلَاۤءَ اللّٰهِ وَلَا تَعۡثَوۡا فِى

نرم زمین میں محل اور تراشتے ہو پہاڑوں کے گھر سو یاد کرو احسان اللہ کے اور مت مچاتے

الۡاَرۡضِ مُفۡسِدِيۡنَ ﴿۷۴﴾ قَالَ الۡمَلَاُ الَّذِيۡنَ اسۡتَكۡبَرُوۡا مِنۡ قَوۡمِهٖ لِلَّذِيۡنَ

پھرو زمین میں فساد ف۹۱ کہنے لگے سردار جو متکبر تھے اس کی قوم میں غریب لوگوں کو کہ جو ان

اسۡتُضۡعِفُوۡا لِمَنۡ اٰمَنَ مِنۡهُمۡ اَتَعۡلَمُوۡنَ اَنَّ صٰلِحًا مُّرۡسَلٌ مِّنۡ رَّبِّهٖ‌ ؕ قَالُوۡۤا اِنَّا

میں ایمان لا چکے تھے کیا تم کو یقین ہے کہ صالح کو بھیجا ہے اس کے رب نے بولے ہم

بِمَاۤ اُرۡسِلَ بِهٖ مُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۷۵﴾

کو تو جو وہ لے کر آیا اس پر یقین ہے

فائدہ:[۸۲] قوم کو نصیحتیں:......یعنی قوم نوح کے بعد دنیا میں تمہاری حکومتیں قائم کیں اور اس کی جگہ تم کو آباد کیا۔ شاید یہ احسان یاد دلا کر اس پر بھی متنبہ کرنا ہے کہ بت پرستی اور تکذیب رسول کی بدولت جو حشر اُن کا ہوا وہ کہیں تمہارا نہ ہو۔

فائدہ:[۸۳]......جسمانی قوت اور ڈیل ڈول کے اعتبار سے یہ قوم مشہور تھی۔

فائدہ:[۸۴]......جو احسانات مذکور ہوئے وہ اور اُن کے علاوہ خدا کے دوسرے بے شمار احسانات یاد کر کے اس کے شکر گذار اور فرمانبردار بننا چاہیے نہ یہ کہ منعمِ حقیقی سے بغاوت کرنے لگو۔

فائدہ:[۸۵]......یعنی جس عذاب کی ہم کو دھمکی دیتے ہیں اگر آپ سچے ہیں تو وہ لے آیئے۔

فائدہ:[۸۶] قوم کی ہٹ دھرمی پر وعید:......یعنی جب تمہاری سرکشی اور گستاخانہ بے حیائی اس حد تک پہنچ چکی تو سمجھ لو کہ خدا کا عذاب اور غضب تم پر نازل ہی ہو چکا اس کے آنے میں اب کچھ دیر نہیں۔

فائدہ:[۸۷]......بتوں کو جو کہتے تھے کہ فلاں رزق دینے والا ہے اور فلاں مینہ برسانے والا ہے اور فلاں بیٹا عطا کرنے والا وعلیٰ ہذا القیاس، یہ محض نام ہی نام ہیں جن کے نیچے کوئی حقیقت اور واقعیت نہیں، خدائی صفات پتھروں میں کہاں سے آئیں۔ پھر ان نام کے معبودوں کے پیچھے جن کی معبودیت کی کوئی عقلی یا نقلی سند نہیں، بلکہ عقلی و نقلی دلائل جسے مردود ٹھہراتے ہیں، تم دعویٰ توحید میں مجھ سے جھگڑے اور بحثیں کرتے ہو۔ جب تمہارے جہل اور شقاوت وعناد کا پیمانہ اس قدر لبریز ہو چکا ہے تو انتظار کرو کہ خدا ہمارے تمہارے ان جھگڑوں کا فیصلہ کر دے میں بھی اسی فیصلہ کا منتظر ہوں۔

فائدہ:[۸۸] قوم عاد کا انجام:......یعنی اُن پر سات رات اور آٹھ دن تک مسلسل آندھی کا طوفان آیا جس سے تمام کفار ٹکرا ٹکرا کر اور پٹک پٹک کر ہلاک کر دیئے گئے، یہ تو "عاد اولیٰ" کا انجام ہوا۔ اور اسی قوم کی دوسری شاخ (ثمود) جسے "عاد ثانیہ" کہتے ہیں، اس کا ذکر آگے آتا ہے۔

فائدہ:[۸۹] حضرت صالح علیہ السلام سے قوم ثمود کے مطالبہ پر اونٹنی کا معجزہ:......یعنی جو دلیل تم مانگ رہے تھے وہ پہنچ گئی۔ صالح علیہ السلام کی قوم نے ان سے عہد و اقرار کیا تھا کہ آپ پتھر کی ایک ٹھوس چٹان میں سے حاملہ اونٹنی نکال دیں تو ہم آپ پر ایمان لے آئیں گے، خدا نے حضرت صالح کی دعا سے ویسا ہی کر دیا۔ ان کو کہا جا رہا ہے کہ تمہارا فرمائشی معجزہ تو خدا نے دکھلا دیا، اب ایمان لانے میں کیا تامل ہے؟

فَائِدَة:[۹۰] حق وصداقت کی خصوصی نشانی اونٹنی کے بارے میں تاکیدی حکم: ......یعنی یہ اونٹنی خدا کی قدرت اور میری صداقت کی نشانی ہے جو میری دعا پر غیر معتاد طریقہ سے خدا نے پیدا کی، اس کے حقوق کی رعایت کرو، مثلاً خدا کی زمین میں مباح گھاس کھانے اور اس کی باری میں پانی پینے سے نہ روکو۔ غرض خدا کے اس نشان کے ساتھ جو تم نے خود مانگ کر حاصل کیا ہے، برائی سے پیش مت آؤ، ورنہ تمہاری بھی خیر نہیں۔

فَائِدَة:[۹۱] ......یعنی احسان فراموشی اور شرک وکفر کر کے زمین میں خرابی مت پھیلاؤ۔

قَالَ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا بِالَّذِيْٓ اٰمَنْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ﴿۷۶﴾ فَعَقَرُوا النَّاقَةَ

کہنے لگے وہ لوگ جو متکبر تھے جس پر تم کو یقین ہے ہم ان کو نہیں مانتے ف۹۲ پھر انہوں نے کاٹ

وَعَتَوْا عَنْ اَمْرِ رَبِّهِمْ وَقَالُوْا يٰصٰلِحُ ائْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ اِنْ كُنْتَ مِنَ

ڈالا اونٹنی کو اور پھر گئے اپنے رب کے حکم سے ف۹۳ اور بولے اے صالح لے آ ہم پر جس سے تو ہم کو ڈراتا

الْمُرْسَلِيْنَ ﴿۷۷﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۷۸﴾ فَتَوَلّٰى

تھا اگر تو رسول ہے ف۹۴ پس آ پکڑا ان کو زلزلہ نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھر میں اوندھے پڑے ف۹۵ پھر صالح

عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسَالَةَ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ وَلٰكِنْ لَّا

الٹا پھرا ان سے اور بولا اے میری قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کا اور خیرخواہی کی تمہاری لیکن تم

تُحِبُّوْنَ النّٰصِحِيْنَ ﴿۷۹﴾ وَلُوْطًا اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖٓ اَتَاْتُوْنَ الْفَاحِشَةَ مَا سَبَقَكُمْ بِهَا

کو محبت نہیں خیرخواہوں سے ف۹۶ اور بھیجا لوط کو جب کہا اس نے اپنی قوم کو کیا تم کرتے ہو ایسی بے حیائی کہ تم سے پہلے نہیں

مِنْ اَحَدٍ مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِنَّكُمْ لَتَاْتُوْنَ الرِّجَالَ شَهْوَةً مِّنْ دُوْنِ النِّسَآءِ ۭ بَلْ

کیا اس کو کسی نے جہان میں ف۹۷ تم تو دوڑتے ہو مردوں پر شہوت کے مارے عورتوں کو چھوڑ کر بلکہ

اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ ﴿۸۱﴾ وَمَا كَانَ جَوَابَ قَوْمِهٖٓ اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَخْرِجُوْهُمْ مِّنْ

تم لوگ ہو حد سے گزرنے والے ف۹۸ اور کچھ جواب نہ دیا اس کی قوم نے مگر یہی کہا کہ نکالو ان کو

قَرْيَتِكُمْ ۚ اِنَّهُمْ اُنَاسٌ يَّتَطَهَّرُوْنَ ﴿۸۲﴾ فَاَنْجَيْنٰهُ وَاَهْلَهٗٓ اِلَّا امْرَاَتَهٗ ڮ كَانَتْ

اپنے شہر سے یہ لوگ بہت ہی پاک رہنا چاہتے ہیں پھر بچا دیا ہم نے اس کو اور اس کے گھر والوں کو مگر اس کی عورت کہ رہ گئی

مِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۸۳﴾

وہاں کے رہنے والوں میں ف۹۹

فَائِدَۃ:[۹۲] متکبرین اور کمزور لوگوں کے درمیان مکالمہ:...... قوم میں جو بڑے بڑے متکبر سردار اور معاندین تھے، وہ غریب اور کمزور مسلمانوں سے استہزاءً کہتے تھے کہ (کیا بڑے آدمی تو آج تک نہ سمجھے۔ مگر) تمہیں معلوم ہوگیا کہ صالح خدا کا بھیجا ہوا ہے؟ مسلمانوں نے جواب دیا کہ (معلوم ہونا کیا معنی؟ معلوم تو تم کو بھی ہے) ہاں! ہم دل سے قبول کر کے اُس پر ایمان بھی لا چکے ہیں۔ متکبرین اس حکیمانہ جواب سے کھسیانے ہو کر بولے کہ جس چیز کو تم نے مان لیا ہے ہم ابھی تک اُسے نہیں مانتے، پھر بھلا تمہارے جیسے چند خستہ حال آدمیوں کا ایمان لے آنا کون سی بڑی کامیابی ہے۔

فَائِدَۃ:[۹۳] معجزاتی اونٹنی اور اس کا قتل:...... کہتے ہیں کہ وہ اونٹنی اس قدر عظیم الجثہ اور ڈیل ڈول کی تھی کہ جس جنگل میں چرتی دوسرے مواشی ڈر کر بھاگ جاتے اور اپنی باری کے دن جس کنوئیں سے پانی پیتی کنواں خالی کر دیتی۔ گویا جیسے اُس کی پیدائش غیر معمولی طریقہ سے ہوئی، لوازم و آثارِ حیات بھی غیر معمولی تھے، آخر لوگوں نے غیظ میں آکر اس کے قتل پر اتفاق کر لیا، اور بدبخت ''قدار'' نے اس کی کونچیں کاٹ ڈالیں بعدہٗ خود حضرت صالح علیہ السلام کے قتل پر بھی تیار ہونے لگے اور اس طرح خدا کے احکام کو جو 'صالح' اور ''ناقہ'' کے متعلق تھے پس پشت ڈال دیا۔

فَائِدَۃ:[۹۴]...... ایسے کلمات انسان کی زبان سے اُس وقت نکلتے ہیں جب خدا کے قہر و غضب سے بالکل بے خوف ہو جاتا ہے۔ ''عادِ اولیٰ'' کی طرح ''ثمود'' بھی اس مرتبہ پر پہنچ کر عذاب الٰہی کے مورد بنے جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

فَائِدَۃ:[۹۵] قوم ثمود کی ہلاکت:...... دوسری آیت میں اِن کا ''صیحہ'' (چیخ) سے ہلاک ہونا بیان فرمایا ہے شاید نیچے سے زلزلہ اور اوپر سے ہولناک آواز آئی ہوگی۔

فَائِدَۃ:[۹۶] حضرت صالح علیہ السلام کی ہجرت اور خطاب:...... کہتے ہیں کہ حضرت صالح علیہ السلام قوم کی ہلاکت کے بعد مکہ معظمہ یا ملک شام کی طرف چلے گئے اور جاتے ہوئے اُن کی لاشوں کے انبار دیکھ کر یہ خطاب فرمایا، یا تو اُسی طرح جیسے آنحضرت ﷺ نے مقتولین بدر کو فرمایا تھا، اور یا محض بطور تحسر فرضی خطاب تھا جیسے شعراء دیار و اطلال (کھنڈرات) وغیرہ کو خطاب کرتے ہیں اور بعض نے کہا کہ یہ خطاب ہلاکت سے پہلے تھا۔ اس صورت میں بیان میں ترتیب واقعات مرعی نہ ہوگی بہر حال اس خطاب میں دوسروں کو سنانا تھا کہ اپنے معتبر خیر خواہوں کی بات ماننی چاہیے۔ جب کوئی شخص خیر خواہوں کی قدر نہیں کرتا تو ایسا نتیجہ دیکھنا پڑتا ہے۔

فَائِدَۃ:[۹۷] حضرت لوط علیہ السلام کی اہل سدوم کی طرف بعثت اور قوم کی شرمناک بیماری اور جامعین بائبل کی ناپاک جسارت:...... لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم خلیل اللہ کے بھتیجے ہیں جو اُن کے ساتھ عراق سے ہجرت کر کے ملک شام میں تشریف لائے اور خدا کی طرف سے سدوم اور اُس کے گرد و نواح کی بستیوں کی طرف مبعوث ہوئے تاکہ اُن کی اصلاح فرمائیں اور اُن گندے، خلافِ فطرت اور بے حیائی کے کاموں سے باز رکھیں جن میں وہاں کے لوگ مبتلا تھے، نہ صرف مبتلا بلکہ اس بے حیائی کے موجد تھے، اُن سے پیشتر عالم میں اس بیماری سے کوئی واقف نہ تھا۔ اولاً یہ ملعون حرکت شیطان نے سدوم والوں کو سجھائی اور وہیں سے دوسرے مقامات میں پھیلی۔ حضرت لوط علیہ السلام نے اس ملعون و شنیع حرکت کے عواقب پر متنبہ کیا اور گندگی کو دنیا سے مٹانا چاہا۔ موجودہ بائبل کے جمع کرنے والوں کی شرمناک جسارت پر ماتم کرنا پڑتا ہے کہ ایسے پاکباز اور معصوم پیغمبر کی نسبت جو دنیا کو بے حیائی اور گندگی سے پاک کرنے کے لیے آیا تھا، ایسی سخت ناپاک حرکات منسوب کیں جن کے سننے سے حیادار آدمی کے رونگٹے کھڑے ہو جاتے ہیں ﴿كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ۚ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا﴾ [کہف:۵]

فَائِدَۃ:[۹۸] قوم پر حیوانیت کا غلبہ:...... یعنی صرف یہی نہیں کہ ایک گناہ کے تم مرتکب ہو رہے ہو بلکہ اس خلاف فطرت فعل کا ارتکاب اس کی دلیل ہے کہ تم انسانیت کی حدود سے بھی باہر نکل چکے ہو۔

فَائِدَة:[۹۹] قوم کی شرانگیزی اور تدبیر خداوندی:......یعنی آخری بات انہوں نے یہ کہی کہ جب ہم سب کو یہ گندہ سمجھتے ہیں اور آپ پاک بنا چاہتے ہیں تو گندوں میں پاکوں کا کیا کام؟ لہٰذا انہیں اپنی بستی ہی سے نکال دینا چاہیے کہ یہ روز روز کی رکاوٹ ختم ہو۔ خیر! وہ ملعون تو کیا نکالتے، ہاں! حق تعالیٰ نے لوط علیہ السلام اور ان کے متعلقین کو عزت وعافیت کے ساتھ صحیح وسالم ان بستیوں سے نکال لیا اور اُن بستیوں پر عذاب مسلط کر دیا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔ لوط کے متعلقین میں سے صرف اُن کی بیوی آپ سے علیحدہ رہی اور معذبین کے ساتھ ہلاک ہوئی کیونکہ اس کا ساز باز اُن معذبین سے تھا۔ لوط علیہ السلام کے یہاں جو مہمان وغیرہ آتے اُن کی اطلاع یہ ہی کیا کرتی اور ان کو بدکاری کی ترغیب دیتی تھی۔ یا جیسا کہ بعض نے لکھا ہے کہ مردوں کی طرح عورتوں میں بھی ''مساحقہ'' کا رواج ہو گیا تھا، یہ عورت اس میں مبتلا تھی۔ بہر حال عذاب ان سب پر آیا جو اس مہلک مرض میں مبتلا تھے، اور نہایت ڈھٹائی کے ساتھ نبی کا مقابلہ اور تکذیب کرتے تھے یا جو کفر وفحش کے سسٹم میں اُن کے معین ومددگار رہتے تھے۔

وَاَمۡطَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ مَّطَرًا ؕ فَانۡظُرۡ كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُجۡرِمِيۡنَ ﴿۸۴﴾ وَاِلٰى

ع ۱۰ ۱۲ ۱۴

اور برسایا ہم نے ان کے اوپر مینہ یعنی پتھروں کا ف ۱۰۰ پھر دیکھ کیا ہوا انجام گناہ گاروں کا ف ۱۰۱ اور

مَدۡيَنَ اَخَاهُمۡ شُعَيۡبًا ؕ قَالَ يٰقَوۡمِ اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ ؕ قَدۡ

مدین کی طرف بھیجا ان کے بھائی شعیب کو ف ۱۰۲ بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود اس کے سوا

جَآءَتۡكُمۡ بَيِّنَةٌ مِّنۡ رَّبِّكُمۡ فَاَوۡفُوا الۡكَيۡلَ وَالۡمِيۡزَانَ وَلَا تَبۡخَسُوا النَّاسَ

تمہارے پاس پہنچ چکی ہے دلیل تمہارے رب کی طرف سے ف ۱۰۳ سو پوری کرو ناپ اور تول اور مت گھٹا کر دو

اَشۡيَآءَهُمۡ وَلَا تُفۡسِدُوۡا فِى الۡاَرۡضِ بَعۡدَ اِصۡلَاحِهَا ؕ ذٰلِكُمۡ خَيۡرٌ لَّكُمۡ اِنۡ

لوگوں کو ان کی چیزیں اور مت خرابی ڈالو زمین میں اس کی اصلاح کے بعد یہ بہتر ہے تمہارے لیے

كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ﴿۸۵﴾ وَلَا تَقۡعُدُوۡا بِكُلِّ صِرَاطٍ تُوۡعِدُوۡنَ وَتَصُدُّوۡنَ عَنۡ سَبِيۡلِ

اگر تم ایمان والے ہو ف ۱۰۴ اور مت بیٹھو راستوں پر کہ ڈراؤ اور روکو اللہ کے راستہ سے

اللّٰهِ مَنۡ اٰمَنَ بِهٖ وَتَبۡغُوۡنَهَا عِوَجًا ۚ وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ كُنۡتُمۡ قَلِيۡلًا فَكَثَّرَكُمۡ ۪

اس کو جو کہ ایمان لائے اس پر اور ڈھونڈو اس میں عیب ف ۱۰۵ اور یاد کرو جب کہ تھے تم بہت تھوڑے پھر تم کو بڑھا دیا

وَانۡظُرُوۡا كَيۡفَ كَانَ عَاقِبَةُ الۡمُفۡسِدِيۡنَ ﴿۸۶﴾ وَاِنۡ كَانَ طَآئِفَةٌ مِّنۡكُمۡ اٰمَنُوۡا

اور دیکھو کیا ہوا انجام فساد کرنے والوں کا ف ۱۰۶ اور اگر تم میں سے ایک فرقہ ایمان لایا اس پر جو

بِالَّذِىۡۤ اُرۡسِلۡتُ بِهٖ وَطَآئِفَةٌ لَّمۡ يُؤۡمِنُوۡا فَاصۡبِرُوۡا حَتّٰى يَحۡكُمَ اللّٰهُ بَيۡنَنَا ۚ

میرے ہاتھ بھیجا گیا اور ایک فرقہ ایمان نہیں لایا تو صبر کرو جب تک اللہ فیصلہ کرے درمیان ہمارے

وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۷﴾

اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ف ۱۰۷

فَائِدَہ: [۱۰۰] قوم لوط پر عذاب: ...... دوسری جگہ مذکور ہے کہ بستیاں اُلٹ دی گئیں اور پتھروں کا مینہ برسایا گیا۔ بعض ائمہ کے نزدیک آج بھی لوطی کی سزا یہ ہے کہ کسی پہاڑ وغیرہ بلند مقام سے اُسے گرایا جائے اور اوپر سے پتھر مارے جائیں، اور سخت بدبودار گندی جگہ میں مقید کیا جائے۔

فَائِدَہ: [۱۰۱] مقام عبرت: ...... یعنی گناہ کرتے وقت اُس کا بدانجام سامنے نہیں آتا۔ عاجل شہوت ولذت کے غلبہ میں وہ بات کر گزرتا ہے جو عقل وانسانیت کے خلاف ہے لیکن عقل مند کو چاہیے کہ دوسروں کے واقعات سن کر عبرت حاصل کرے اور بدی کے انجام کو ہمیشہ پیش نظر رکھے۔

فَائِدَہ: [۱۰۲] خطیب الانبیاء حضرت شعیب علیہ السلام اور ان کی قومیں: ...... قرآن میں دوسری جگہ حضرت شعیب علیہ السلام کا "اصحاب ایکہ" کی طرف مبعوث ہونا مذکور ہے اور اگر "اہلِ مدین" اور "اصحاب ایکہ" ایک ہی قوم ہے فبہا ونعمت۔ اور دو جداگانہ قومیں ہیں تو دونوں کی طرف مبعوث ہوئے ہوں گے اور دونوں میں کم تولنے ناپنے کا مرض مشترک ہوگا۔ بہر حال حضرت شعیب علیہ السلام نے علاوہ توحید وغیرہ کی عام دعوت کے خاص معاشری معاملات کی اصلاح اور حقوق العباد کی حفاظت کی طرف بڑے زور سے توجہ دلائی جیسا کہ آئندہ آیات میں مذکور ہے۔ حضرت شعیب علیہ السلام کو کمال فصاحت کی وجہ سے "خطیب الانبیاء" کہا جاتا ہے۔

فَائِدَہ: [۱۰۳] حضرت شعیب علیہ السلام کی دعوت: ...... یعنی میری صداقت کی دلیل ظاہر ہو چکی ہے، اب جو نصیحت کی بات تم سے کہوں اسے قبول کرو اور جن خطرناک عواقب پر متنبہ کروں، اُن سے ہوشیار ہو جاؤ۔

فَائِدَہ: [۱۰۴] حق تلفی اور فساد فی الارض کسی ایماندار کا کام نہیں ہوسکتا: ...... بندوں کے حقوق کی رعایت اور معاملات باہمی کی درستی جس کی طرف ہمارے زمانے کے پرہیزگاروں کو بھی بہت کم توجہ ہوتی ہے، خدا کے نزدیک اس قدر اہم چیز ہے کہ اُسے ایک جلیل القدر پیغمبر کا مخصوص وظیفہ قرار دیا گیا، جس کی مخالفت پر ایک قوم تباہ کی جا چکی۔ ان آیات میں حضرت شعیب علیہ السلام کی زبانی آگاہ فرمادیا کہ لوگوں کو ادنیٰ ترین مالی نقصان پہنچانا اور ملک میں اصلاحی حالت قائم ہو چکنے کے بعد خرابی اور فساد پھیلانا خواہ کفر وشرک کر کے یا ناحق قتل ونہب وغیرہ سے۔ یہ کسی ایماندار کا کام نہیں ہوسکتا۔

فَائِدَہ: [۱۰۵] قوم کی حالت: ...... راستوں پر بیٹھنا دو وجہ سے تھا: راہ گیروں کو ڈرا دھمکا کر ظلماً مال وصول کریں اور مومنین کو شعیب علیہ السلام کے پاس جانے اور خدا کا دین اختیار کرنے سے روکیں اور خدائی مذہب کے متعلق نکتہ چینی اور عیب جوئی کی فکر میں رہیں۔

فَائِدَہ: [۱۰۶] احسان فراموشی پر تنبیہ: ...... یعنی تعداد اور دولت دونوں میں کم تھے، خدا نے دونوں طرف تم کو بڑھایا، مردم شماری بھی بڑھ گئی اور دولت مند بھی ہو گئے۔ خدا کے ان احسانات کا شکر ادا کرو اور وہ جب ہی ادا ہو سکتا ہے کہ خدا کے اور بندوں کے حقوق پہچان کر عملی درستی اور اصلاح میں مشغول رہو اور ان نعمتوں پر مغرور نہ ہو بلکہ خرابی اور فساد مچانے والوں کا جو انجام پہلے ہو چکا ہے اسے پیش نظر رکھ کر خدائی گرفت سے ڈرتے رہو۔

فَائِدَہ: [۱۰۷] ...... یعنی جو چیز میں لے کر آیا ہوں اگر تم متفقہ طور پر قبول نہیں کرتے بلکہ اختلاف ہی کی ٹھان رکھی ہے تو تھوڑا صبر کرو یہاں تک کہ آسمان ہی سے میرے تمہارے اختلافات کا فیصلہ ہو جائے۔

............☆☆☆...... الحمد للہ ۸ پارہ ختم ہوا......☆☆☆............

پارہ نمبر:۹

الجزء ٩

قَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ اسْتَكْبَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَنُخْرِجَنَّكَ يٰشُعَيْبُ وَالَّذِيْنَ
بولے سردار جو متکبر تھے اس کی قوم میں ہم ضرور نکال دیں گے اے شعیب تجھ کو اور ان کو جو کہ ایمان لائے تیرے
اٰمَنُوْا مَعَكَ مِنْ قَرْيَتِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ قَالَ اَوَلَوْ كُنَّا كٰرِهِيْنَ ﴿۸۸﴾ قَدِ
ساتھ اپنے شہر سے یا یہ کہ تم لوٹ آؤ ہمارے دین میں ف۱۰۸ بولا کیا ہم بیزار ہوں تو بھی ف۱۰۹ بے شک
افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِيْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰىنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ
ہم نے بہتان باندھا اللہ پر جھوٹا اگر لوٹ آئیں تمہارے دین میں ف۱۱۰ بعد اس کے کہ نجات دے چکا ہم کو اللہ اس سے ف۱۱۱ اور ہمارا کام
لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ عَلَى اللّٰهِ
نہیں کہ لوٹ آئیں اس میں مگر یہ کہ چاہے اللہ رب ہمارا، گھیرے ہوئے ہے ہمارا پروردگار سب چیزوں کو اپنے علم میں، اللہ ہی پر
تَوَكَّلْنَا ؕ رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ وَاَنْتَ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ﴿۸۹﴾ وَقَالَ
ہم نے بھروسا کیا، اے ہمارے رب فیصلہ کر ہم میں اور ہماری قوم میں انصاف کے ساتھ اور تو سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے ف۱۱۲ اور بولے سردار جو
الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ لَئِنِ اتَّبَعْتُمْ شُعَيْبًا اِنَّكُمْ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ﴿۹۰﴾
کافر تھے اس کی قوم میں اگر پیروی کرو گے تم شعیب کی تو تم بے شک خراب ہو گے ف۱۱۳
فَاَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۱﴾ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا
پھر آ پکڑا ان کو زلزلہ نے پس صبح کو رہ گئے اپنے گھروں کے اندر اوندھے پڑے ف۱۱۴ جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو گویا
كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ۛ اَلَّذِيْنَ كَذَّبُوْا شُعَيْبًا كَانُوْا هُمُ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۹۲﴾ فَتَوَلّٰى
مع ٤
کبھی بسے ہی نہ تھے وہاں، جنہوں نے جھٹلایا شعیب کو وہی ہوئے خراب ف۱۱۵ پھر الٹا پھرا
عَنْهُمْ وَقَالَ يٰقَوْمِ لَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ رِسٰلٰتِ رَبِّيْ وَنَصَحْتُ لَكُمْ ۚ فَكَيْفَ اٰسٰى
ان لوگوں سے اور بولا اے میری قوم میں پہنچا چکا تم کو پیغام اپنے رب کے اور خیر خواہی کر چکا

34

ع۱۱ عَلٰى قَوْمٍ كٰفِرِيْنَ۝۹۳ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّبِيٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ

تمہاری اب کیا افسوس کروں کافروں پر ف۱۱۶ اور نہیں بھیجا ہم نے کسی بستی میں کوئی نبی کہ نہ پکڑا ہو ہم نے وہاں کے لوگوں کو سختی

وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ۝۹۴

اور تکلیف میں تا کہ وہ گڑ گڑائیں۔ف۱۱۷

فَائِدَۃ: [۱۰۸] **''عود'' کا معنی:**...... ''عود'' کے معنی کسی چیز سے نکل کر دوبارہ اسکی طرف جانے کے ہیں۔ حضرت شعیب علیہ السلام کے ساتھیوں کی نسبت تو یہ لفظ حقیقتاً صادق ہوسکتا ہے کیونکہ وہ لوگ کفر سے نکل کر اسلام میں داخل ہوئے تھے، باقی خود حضرت شعیب علیہ السلام کی نسبت یہ تصور نہیں ہوسکتا کہ وہ پہلے (معاذ اللہ) ملت کفار میں داخل تھے، پھر مسلمان ہوئے، لامحالہ یا تو ان کے اعتبار سے یہ خطاب تغلیباً ہوگا یعنی عام مومنین کے حق میں جو الفاظ استعمال ہوئے اکثریت غالبہ کو مرجع سمجھ کر حضرت شعیب کے لیے علیحدہ الفاظ اختیار نہیں کیے۔ اور یا یہ لفظ ان کے حق میں کفار کے زعم کے موافق کہا گیا، کیونکہ بعثت سے پہلے جب تک حضرت شعیب نے دعوت وتبلیغ شروع نہ کی تھی اہل مدین کی کفریات کے متعلق ان کی خاموشی دیکھ کر شاید وہ یہ ہی گمان کرتے ہوں کہ یہ بھی ہمارے شامل حال اور ہمارے طور وطریق پر راضی ہیں، اور یا ''عود'' کو مجازاً بمعنی مطلق صیرورت کے لیا جائے کما قالہ بعض المفسرین۔

فَائِدَۃ: [۱۰۹]...... یعنی دلائل وبراہین کی روشنی میں تمہاری ان مہلک کفریات سے خواہ ہم کتنے ہی بیزار اور کارہ ہوں کیا تم پھر بھی یہ زہر کا پیالہ ہمیں زبردستی پلانا چاہتے ہو۔

فَائِدَۃ: [۱۱۰] **یہ کیسے ہوسکتا ہے؟:**...... باطل اور جھوٹے مذہب کو سچا کہنا ہی خدا پر افترا کرنا اور بہتان باندھنا ہے۔ پھر بھلا ایک جلیل القدر پیغمبر اور اس کے مخلص متبعین سے یہ کب ممکن ہے کہ وہ معاذ اللہ! سچائی سے نکل کر جھوٹ کی طرف واپس جائیں اور جو سچے دعوے اپنی حقانیت یا مامور من اللہ ہونے کے کر رہے تھے، ان سب کا بھی جھوٹ اور افترا ہونا تسلیم کریں۔

فَائِدَۃ: [۱۱۱] **نجات کی صورتیں:**...... کسی کو تو ابتداءً نجات دے چکا کہ اس میں داخل ہی نہ ہونے دیا جیسے حضرت شعیب علیہ السلام اور بعضوں کو داخل ہونے کے بعد اس سے نکالا جیسے عامۂ مومنین۔

فَائِدَۃ: [۱۱۲] **حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنے رب سے رجوع:**...... یعنی اپنے اختیار یا تمہارے اکراہ واجبار سے ممکن نہیں کہ ہم معاذ اللہ! کفر کی طرف جائیں۔ ہاں! اگر فرض کرو خدا ہی کی مشیت ہم میں سے کسی کی نسبت ایسی ہوجائے تو اس کے ارادہ کو کون روک سکتا ہے۔ اگر اس کی حکمت اُسی کو مقتضی ہو تو وہاں کوئی نہیں بول سکتا کیونکہ اسی کا علم تمام مصالح اور حکمتوں پر محیط ہے، بہرحال تمہاری دھمکیوں سے ہم کو کوئی خوف نہیں کیونکہ ہمارا بالکلیہ اعتماد اور بھروسا اپنے خدائے واحد پر ہے، کسی کے چاہنے سے کچھ نہیں ہوتا جو ہوگا اسی کی مشیت اور علم محیط کے تحت میں ہوگا اسی لیے ہم اپنے اور تمہارے فیصلہ کے لیے بھی اُسی سے دعا کرتے ہیں کیونکہ ایسے قادر اور علیم وحکیم سے بہتر کسی کا فیصلہ نہیں ہوسکتا۔ حضرت شعیب کے ان الفاظ سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ انبیاء کے قلوب حق تعالیٰ کی عظمت وجبروت اور اپنی عبودیت وافتقار کے کس قدر عظیم وعمیق احساس سے معمور ہوتے ہیں اور کس طرح ہر آن اور ہر حال میں ان کا توکل واعتماد تمام وسائط سے منقطع ہو کر اسی وحدہ لاشریک لہ پر پہاڑ سے زیادہ مضبوط اور غیر متزلزل ہوتا ہے۔

فَائِدَۃ: [۱۱۳]...... یعنی باپ دادا کا مذہب جھوٹا، یہ تو دین کی خرابی ہوئی اور تجارت میں ناپ تول ٹھیک رکھی، یہ دنیا کا نقصان ہوا۔

فائدہ:[۱۱۴] قوم شعیب پر تین طرح کے عذاب:...... متعدد آیات کے جمع کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ ان پر ظلۃ، صَیحۃ، رجفۃ تین طرح کے عذاب آئے۔ یعنی اوّل بادل نے سایہ کر لیا جس میں آگ کے شعلے اور چنگاریاں تھیں، پھر آسمان سے سخت ہولناک اور جگر پاش آواز ہوئی اور نیچے سے زلزلہ آیا (ابن کثیر)۔

فائدہ:[۱۱۵] خراب انجام:...... انہوں نے شعیب علیہ السلام اور ان کے ہمراہیوں کو بستی سے نکالنے کی دھمکی دی تھی۔ سو وہ ہی نہ رہے نہ اُن کی بستیاں رہیں، اور وہ جو کہتے تھے کہ شعیب علیہ السلام کے اتباع کرنے والے خراب ہوں گے، سو خود ہی خراب اور خائب و خاسر ہو کر رہے۔

فائدہ:[۱۱۶] ...... یعنی اب ہلاک ہوئے پیچھے ایسی قوم پر افسوس کرنے سے کیا حاصل، جس کو ہر طرح سمجھایا جا چکا، مؤثر نصیحتیں کی گئیں، آنے والے عواقب و نتائج سے ڈرایا گیا۔ مگر انہوں نے کسی کی ایک نہ سنی بلکہ مخلص خیر خواہوں سے دست و گریباں ہی رہے۔

ثُمَّ بَدَّلْنَا مَكَانَ السَّيِّئَةِ الْحَسَنَةَ حَتّٰى عَفَوْا وَّقَالُوْا قَدْ مَسَّ اٰبَآءَنَا الضَّرَّآءُ

پھر بدل دی ہم نے برائی کی جگہ بھلائی یہاں تک کہ وہ بڑھ گئے اور کہنے لگے کہ پہنچتی رہی ہمارے باپ دادوں کو

وَالسَّرَّآءُ فَاَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۹۵﴾ وَلَوْ اَنَّ اَهْلَ الْقُرٰٓى اٰمَنُوْا

بھی تکلیف اور خوشی پھر پکڑا ہم نے ان کو ناگہاں اور ان کو خبر نہ تھی ف ۱۱۷ اور اگر بستیوں والے ایمان لاتے

وَاتَّقَوْا لَفَتَحْنَا عَلَيْهِمْ بَرَكٰتٍ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ وَلٰكِنْ كَذَّبُوْا

اور پرہیزگاری کرتے تو ہم کھول دیتے ان پر نعمتیں آسمان اور زمین سے لیکن جھٹلایا انہوں نے

فَاَخَذْنٰهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۹۶﴾ اَفَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا بَيَاتًا

پس پکڑا ہم نے ان کو ان کے اعمال کے بدلے ف ۱۱۸ اب کیا بے ڈر ہیں بستیوں والے اس بات سے کہ آ پہنچے ان پر آفت ہماری راتوں

وَّهُمْ نَآئِمُوْنَ ﴿۹۷﴾ اَوَاَمِنَ اَهْلُ الْقُرٰٓى اَنْ يَّاْتِيَهُمْ بَاْسُنَا ضُحًى وَّهُمْ يَلْعَبُوْنَ ﴿۹۸﴾

رات جب سوتے ہوں یا بے ڈر ہیں بستیوں والے اس بات سے کہ آ پہنچے ان پر عذاب ہمارا دن چڑھے جب کھیلتے ہوں ف ۱۱۹

اَفَاَمِنُوْا مَكْرَ اللّٰهِ ۚ فَلَا يَاْمَنُ مَكْرَ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۹۹﴾ اَوَلَمْ يَهْدِ ع ۱۲/۲

کیا بے ڈر ہو گئے اللہ کے داؤ سے، سو بے ڈر نہیں ہوتے اللہ کے داؤ سے مگر خرابی میں پڑنے والے ف ۱۲۰ کیا نہیں ظاہر ہوا

لِلَّذِيْنَ يَرِثُوْنَ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ اَهْلِهَآ اَنْ لَّوْ نَشَآءُ اَصَبْنٰهُمْ بِذُنُوْبِهِمْ ۚ

ان لوگوں پر جو وارث ہوئے زمین کے وہاں کے لوگوں کے ہلاک ہونے کے بعد کہ اگر ہم چاہیں تو ان کو پکڑ لیں ان کے گناہوں پر ف ۱۲۱

وَنَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ تِلْكَ الْقُرٰى نَقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ

اور ہم نے مہر کر دی ہے ان کے دلوں پر سو وہ نہیں سنتے یہ بستیاں ہیں کہ سناتے ہیں ہم تجھ کو ان

اَنۡۢبَآئِهَا ۚ وَلَقَدۡ جَآءَتۡهُمۡ رُسُلُهُمۡ بِالۡبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانُوۡا لِيُؤۡمِنُوۡا بِمَا كَذَّبُوۡا

کے کچھ حالات اور بے شک ان کے پاس پہنچ چکے ان کے رسول نشانیاں لے کر پھر ہرگز نہ ہوا کہ ایمان لائیں اس بات پر جس کو پہلے جھٹلا

مِنۡ قَبۡلُ ؕ كَذٰلِكَ يَطۡبَعُ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوۡبِ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۱۰۱﴾

چکے تھے، یوں مہر کر دیتا ہے اللہ کافروں کے دل پر ف ۱۲۲

فائدہ: [۱۱۷] **اللہ کی طرف سے آزمائش کے طریقے:**...... پیغمبروں کی بعثت کے وقت جب عموماً لوگ تکذیب و مقابلہ سے پیش آتے ہیں، تو خدا کی طرف سے ابتدائی تنبیہ کے طور پر بیماری، قحط اور مختلف قسم کی سختیاں اور تکلیفیں مسلط کی جاتی ہیں تاکہ مکذبین تازیانے کھا کر شرارتوں سے باز آجائیں اور بارگاہِ الٰہی کی طرف جھکیں، جب ان تنبیہات کا اثر قبول نہیں کرتے تو سختیوں اور مصیبتوں کو ہٹا کر ان پر فراخی اور عیش و خوشحالی وغیرہ بھیجی جاتی ہے کہ یا احسانات سے متاثر ہو کر کچھ شرمائیں اور حضرتِ ربوبیت کی طرف متوجہ ہوں یا عیش و ثروت کے نشہ میں چور ہو کر بالکل ہی غافل و بدمست بن جائیں۔ گویا جہاں تک صحت، اولاد اور دولت و حکومت بڑھتی جائے اسی کے ساتھ ان کی نخوت و غفلت میں بھی ترقی ہوتی حتیٰ کہ پچھلی سختیوں کو یہ کہہ کر فراموش کر دیں کہ تکلیف و راحت کا سلسلہ تو پہلے ہی سے چلا آتا ہے ہمارے کفر و تکذیب کو اس میں کچھ دخل نہیں ورنہ اب خوشحالی کیوں حاصل ہوتی، یہ سب زمانہ کے اتفاقات ہیں جو ہمارے اسلاف کو بھی اسی طرح پیش آتے رہے ہیں۔ اس حد پر پہنچ کر ناگہاں خدا کا عذاب آدباتا ہے جس کی اپنے عیش و آرام میں انہیں خبر بھی نہیں ہوتی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے کیا خوب لکھا ہے کہ "بندہ کو دنیا میں گناہ کی سزا پہنچتی رہے تو امید ہے کہ توبہ کرے اور جب گناہ راست آگیا تو یہ اللہ کا بہلاوا ہے پھر ڈر ہے ہلاکت کا جیسے کسی نے زہر کھایا اگل دے تو امید ہے اور پچ گیا تو کام آخر ہوا"۔

فائدہ: [۱۱۸] **ایمان و تقویٰ کی عظیم برکات:**...... یعنی ہم کو بندوں سے کوئی ضد نہیں جو لوگ عذابِ الٰہی میں گرفتار ہوتے ہیں یہ انہی کے کرتوتوں کا نتیجہ ہے، اگر یہ لوگ ہمارے پیغمبروں کو مانتے اور حق کے سامنے گردن جھکاتے اور کفر و تکذیب وغیرہ سے بچ کر تقویٰ کی راہ اختیار کرتے تو ہم ان کو آسمانی و زمینی برکات سے مالا مال کر دیتے۔ امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ برکت کا لفظ دو معنی میں استعمال ہوتا ہے: کبھی تو خیر باقی و دائم کو برکت سے تعبیر کرتے ہیں اور کبھی کثرت آثار فاضلہ پر یہ لفظ اطلاق کیا جاتا ہے۔ لہٰذا آیت کی مراد یہ ہوگی کہ ایمان و تقویٰ اختیار کرنے پر ان آسمانی و زمینی نعمتوں کے دروازے کھول دیئے جاتے جو دائمی اور غیر منقطع ہوں یا جن کے آثار فاضلہ بہت کثرت سے ہوں۔ ایسی خوشحالی نہیں جو مکذبین کو چند روز کے لیے بطور امہال و استدراج حاصل ہوتی ہے اور انجام کار دنیا میں ورنہ آخرت میں تو ضرور ہی وبالِ جان بنتی ہے۔

فائدہ: [۱۱۹] **کفر و تکذیب پر وعید:**...... یعنی جب عیش و آرام میں غافل پڑے سو رہے ہوں یا دنیا کے کاروبار اور لہو و لعب میں مشغول ہوں اس وقت خدا کا عذاب ان کو دفعۃً آگھیرے، اس بات سے یہ لوگ کیوں نڈر اور بے فکر ہو رہے ہیں، حالانکہ جن اسباب کی بنا پر گذشتہ اقوام پر عذاب آئے ہیں، وہ ان میں بھی موجود ہیں۔ یعنی کفر و تکذیب اور سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ مقابلہ و محاربہ۔

فائدہ: [۱۲۰] **مومن کی شان:**...... دنیوی خوشحالی اور عیش کے بعد جو خدا کی ناگہانی پکڑ ہے، اسی کو ﴿مَکۡرَ اللّٰهِ﴾ (خدا کا داؤ) فرمایا۔ عیش و تنعم میں پڑ کر وہی لوگ خدا کی ناگہانی گرفت سے بے فکر ہوتے ہیں جن کی شامتِ اعمال نے انہیں دھکا دے دیا ہو۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ کسی حال میں خدا کو نہ بھولے...... ع

ظفر اُس کو آدمی نہ جانئے گا، گو ہو کیسا ہی صاحب فہم و ذکا
جسے عیش میں یادِ خدا نہ رہی، جسے طیش میں خوفِ خدا نہ رہا

فَائِدَۃ:[۱۲۱]......جیسے پہلوں کو پکڑ لیا، تمہیں بھی پکڑ سکتے ہیں۔

فَائِدَۃ:[۱۲۲] گذشتہ واقعات سے عبرت حاصل کرنی چاہئے اور انکار دلوں پر مہر کا سبب ہے:......یعنی جس چیز کا ایک دفعہ انکار کر بیٹھے، پھر کتنے ہی نشان دیکھیں دنیا ادھر سے اُدھر ہو جائے، ممکن نہیں کہ اُس کا اقرار کر لیں۔ جب حق تعالیٰ کے مقابلہ میں کسی قوم کی ضد اور ہٹ اس درجہ تک پہنچ جاتی ہے، تب عادتاً اصلاح حال و قبول حق کا امکان باقی نہیں رہتا، یہ ہی صورت دلوں پر مہر لگ جانے کی ہوتی ہے۔ یہاں واضح فرمادیا کہ اللہ کی طرف سے دلوں پر مہر لگا دینے کا کیا مطلب ہے۔

تنبیہ:......﴿وَلَقَدْ جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ سے معلوم ہو گیا کہ جو انبیاء علیہم السلام قوم نوح، عاد، ثمود، قوم لوط، اہل مدین کی بستیوں کی طرف مبعوث ہوئے وہ سب بینات (واضح نشان) دیکر بھیجے گئے۔ پس ہود علیہ السلام کی قوم کا یہ کہنا ﴿يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ﴾ الآیۃ [ہود: ۵۳] محض تعنت وعناد کی راہ سے تھا۔

وَمَا وَجَدْنَا لِاَكْثَرِهِمْ مِّنْ عَهْدٍ ۚ وَاِنْ وَّجَدْنَآ اَكْثَرَهُمْ لَفٰسِقِيْنَ ۝١٠٢ ثُمَّ بَعَثْنَا

اور نہ پایا ان کے اکثر لوگوں میں ہم نے عہد کا نباہ اور اکثر ان میں پائے نافرمان ف۱۲۳ پھر بھیجا ہم نے

مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَظَلَمُوْا بِهَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ

ان کے پیچھے ف۱۲۴ موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس پس کفر کیا انہوں نے ان کے مقابلہ

كَانَ عَاقِبَةُ الْمُفْسِدِيْنَ ۝١٠٣ وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ

میں، سو دیکھ کیا انجام ہوا مفسدوں کا ف۱۲۵ اور کہا موسیٰ نے اے فرعون میں رسول ہوں پروردگار

الْعٰلَمِيْنَ ۝١٠٤ حَقِيْقٌ عَلٰٓى اَنْ لَّآ اَقُوْلَ عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ۗ قَدْ جِئْتُكُمْ بِبَيِّنَةٍ مِّنْ

عالم کا قائم ہوں اس بات پر کہ نہ کہوں اللہ کی طرف سے مگر جو سچ ہے، لایا ہوں تمہارے پاس نشانی تمہارے

رَّبِّكُمْ فَاَرْسِلْ مَعِيَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝١٠٥ قَالَ اِنْ كُنْتَ جِئْتَ بِاٰيَةٍ فَاْتِ بِهَآ اِنْ

رب کی ف۱۲۶ سو بھیج دے میرے ساتھ بنی اسرائیل کو ف۱۲۷ بولا اگر تو آیا ہے کوئی نشانی لے

كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ۝١٠٦ فَاَلْقٰى عَصَاهُ فَاِذَا هِيَ ثُعْبَانٌ مُّبِيْنٌ ۝١٠٧ وَّنَزَعَ يَدَهٗ

کر تو لا اس کو اگر تو سچا ہے تب ڈال دیا اس نے اپنا عصا تو اُسی وقت ہو گیا اژدہا صریح ف۱۲۸ اور نکالا اپنا ہاتھ

فَاِذَا هِيَ بَيْضَآءُ لِلنّٰظِرِيْنَ ۝١٠٨ قَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ فِرْعَوْنَ اِنَّ هٰذَا لَسٰحِرٌ ع ۱۳

تو اُسی وقت وہ سفید نظر آنے لگا دیکھنے والوں کو ف۱۲۹ بولے سردار فرعون کی قوم کے یہ تو کوئی بڑا واقف جادوگر

عَلِيْمٌ ۝١٠٩ يُّرِيْدُ اَنْ يُّخْرِجَكُمْ مِّنْ اَرْضِكُمْ ۚ فَمَاذَا تَاْمُرُوْنَ ۝١١٠ قَالُوْٓا اَرْجِهْ

ہے ف۱۳۰ نکالنا چاہتا ہے تم کو تمہارے ملک سے اب تمہاری کیا صلاح ہے ف۱۳۱ بولے ڈھیل دے اس کو

وَاَخَاهُ وَاَرْسِلْ فِى الْمَدَآئِنِ حٰشِرِيْنَ ﴿١١١﴾

اور اس کے بھائی کو اور بھیج پرگنوں [ضلع کا حصہ، تعلقہ (تحصیل)] میں جمع کرنے والوں کو

فَائِدَة: [۱۲۳] ...... ''عہد'' سے ممکن ہے عام عہود مراد ہوں یا خاص ''عہد الست'' کا ارادہ کیا گیا ہو، یا وہ عہد جو مصائب اور سختیوں کے وقت کرتے تھے کہ فلاں سختی اٹھالی جائے تو ہم ضرور ایمان لے آئیں گے جیسے فرعونیوں نے کہا تھا: ﴿عِنْدَكَ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيٓ اِسْرَآئِيْلَ ○ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ○﴾ [اعراف: ۱۳۴، ۱۳۵]

فَائِدَة: [۱۲۴] بعثت موسیٰ علیہ السلام: ...... یعنی جن انبیاء علیہم السلام کا پہلے ذکر ہوا (نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب علیہم السلام) موسیٰ علیہ السلام ان سب کے بعد تشریف لائے۔ اُن پیغمبروں کا ذکر فرمانے کے بعد درمیان میں ''سنت اللہ'' بیان فرمائی تھی جو مکذبین کے متعلق جاری رہی ہے۔ جس کے ضمن میں موجودہ جماعت کفار کو متنبہ فرمادیا گیا۔ اس درمیانی مضمون سے فارغ ہو کر پھر سلسلۂ بعثت رُسل کی ایک عظیم الشان کڑی کا ذکر شروع کرتے ہیں۔

فَائِدَة: [۱۲۵] سب سے بڑا مفسد: ...... اُس سے زیادہ مفسد کون ہوگا جو خدا کے سفراء کو جھٹلائے، آیات اللہ کی تکذیب اور حق تلفی کرے، مخلوق خدا سے اپنی پرستش کرائے۔ آگے ضروری واقعات ذکر فرما کر اس انجام کی تفصیل کی گئی ہے۔

فَائِدَة: [۱۲۶] ...... اکثر مفسرین نے ﴿حَقِيْقٌ﴾ کے معنی جدیر (لائق) کے لیے ہیں۔ اسی لیے ﴿عَلٰى﴾ کو بمعنی ''باء'' لینا پڑا ہے یعنی میری شان کے یہی لائق ہے کہ خدا کی طرف سے کوئی ناحق اور غلط بات نہ کہوں۔ بعض نے ﴿حَقِيْقٌ﴾ کو بمعنی ''حریص'' لیا ہے لیکن مترجم محقق رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿حَقِيْقٌ﴾ کو ''قائم وثابت'' کے معنی میں لیا۔ جس کا مطلب یہ ہوگا کہ میں بدون ادنیٰ تزلزل اور تذبذب کے پوری مضبوطی اور استقلال کے ساتھ اس پر قائم ہوں کہ سچ کے سوا کوئی چیز زبان سے نہ نکالوں، خدا کا پیام بلاکم وکاست تم کو پہنچا دوں، اور تمہاری تکذیب وتخویف کی وجہ سے ذرا بھی نہ ڈگمگاؤں۔

فَائِدَة: [۱۲۷] بنی اسرائیل کی آزادی کا مطالبہ: ...... یوں تو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو کئی طرح کی نصیحتیں کیں جیسا کہ دوسری آیات میں مذکور ہیں ﴿فَقُلْ هَلْ لَّكَ اِلٰٓى اَنْ تَزَكّٰى ○ وَاَهْدِيَكَ اِلٰى رَبِّكَ فَتَخْشٰى ○﴾ [نازعات: ۱۸، ۱۹] مگر ایک بڑی مہم چیز یہ تھی کہ بنی اسرائیل کو جو انبیائے کرام علیہم السلام کی اولاد میں سے تھے اور جنہیں فرعونیوں نے ذلیل جانوروں کی طرح غلام بنا رکھا تھا، مظالم وشدائد سے نجات دلائیں۔ اس موقع پر فرعون کو مخاطب کرتے ہوئے اسی چیز کی طرف توجہ دلائی ہے، یعنی بنی اسرائیل کو اپنی قید وبیگار سے نجات دے تاکہ وہ آزادی کے ساتھ اپنے پروردگار کی عبادت میں مشغول ہوں اور میرے ساتھ اپنے وطن مالوف (ملک شام) میں چلے جائیں کیونکہ ان کے جد اعلیٰ حضرت ابراہیم خلیل اللہ نے عراق سے ہجرت کر کے شام ہی میں قیام فرمایا تھا بعدہٗ حضرت یوسف علیہ السلام کی وجہ سے بنی اسرائیل مصر میں آباد ہوئے۔ اب چونکہ یہاں کی قوم قبطیوں نے اُن پر طرح طرح کے مظالم کر رکھے ہیں ضرورت ہے کہ ان کو قبطیوں کی ذلیل غلامی سے آزادی دلا کر آبائی وطن کی طرف واپس کیا جائے۔

فَائِدَة: [۱۲۸] عصائے موسیٰ کا کمال: ...... جس کے اژدہا ہونے میں کسی طرح کے شک وشبہ کی گنجائش نہ تھی۔ کہتے ہیں کہ وہ اژدہا منہ کھول کر فرعون کی طرف لپکا آخر فرعون نے بدحواس ہو کر موسیٰ علیہ السلام سے اُس کے پکڑنے کی درخواست کی، موسیٰ علیہ السلام کا ہاتھ لگنا تھا کہ پھر عصا بن گیا۔

فَائِدَة: [۱۲۹] ید بیضا کی تابانی: ...... یعنی ہاتھ گریبان میں ڈال کر اور بغل میں دبا کر نکالا تو لوگوں نے کھلی آنکھوں دیکھ لیا کہ غیر معمولی طور پر سفید اور چمکدار تھا۔ یہ روشنی اور چمک کسی مرض برص وغیرہ کی وجہ سے نہ تھی، بلکہ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ قلب منور کی روشنی بطریق اعجاز

ہاتھ میں سرایت کرجاتی تھی۔

فَائِدَہ:[۱۳۰] معجزات کی ہیبت:...... معلوم ہوتا ہے کہ فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے معجزات سے ہیبت زدہ ہو کر پبلک کو جمع کیا اور پہلے اس نے بذات خود (کمافی الشعراء) پھر اس کی طرف سے بڑے بڑے لیڈروں نے اس رائے کا اظہار کیا کہ موسیٰ علیہ السلام (معاذ اللہ) کوئی بڑے ماہر جادوگر معلوم ہوتے ہیں، کیونکہ جو خوارق موسیٰ سے ظاہر ہوئے ان کی حسیات کے موافق جادو سے بہتر ان کی کوئی توجیہ نہ ہو سکتی تھی۔

فَائِدَہ:[۱۳۱] فرعونیوں کی مشاورت:...... یعنی عجیب وغریب ساحرانہ کرشمے دکھلا کر مخلوق کو اپنی طرف مائل کر لے اور انجام کار ملک میں اثر واقتدار پیدا کر کے اور بنی اسرائیل کی حمایت وآزادی کا نام لے کر قبطیوں کو جو یہاں کے اصلی باشندے ہیں ان کے ملک ــــ وطن (مصر) سے بے دخل کر دے۔ ان حالات کو پیش نظر رکھ کر مشورہ دو کہ کیا ہونا چاہیے؟

يَأْتُوكَ بِكُلِّ سٰحِرٍ عَلِيمٍ ﴿۱۱۲﴾ وَجَآءَ السَّحَرَةُ فِرْعَوْنَ قَالُوٓا اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ

کہ جمع کر لائیں تیرے پاس جو ہو کامل جادوگر ف۱۳۲ اور آئے جادوگر فرعون کے پاس بولے ہمارے لیے کچھ مزدوری

كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾ قَالُوْا يٰمُوْسٰٓى اِمَّآ

ہے اگر ہم غالب ہوئے ف۱۳۳ بولا ہاں اور بے شک تم مقرب ہو جاؤ گے ف۱۳۴ بولے اے موسیٰ یا تو تو

اَنْ تُلْقِيَ وَاِمَّآ اَنْ نَّكُوْنَ نَحْنُ الْمُلْقِيْنَ ﴿۱۱۵﴾ قَالَ اَلْقُوْا ۚ فَلَمَّآ اَلْقَوْا سَحَرُوْٓا اَعْيُنَ

ڈال اور یا ہم ڈالتے ہیں ف۱۳۵ کہا ڈالو ف۱۳۶ پھر جب انہوں نے ڈالا باندھ دیا لوگوں

النَّاسِ وَاسْتَرْهَبُوْهُمْ وَجَآءُوْ بِسِحْرٍ عَظِيْمٍ ﴿۱۱۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى مُوْسٰٓى اَنْ اَلْقِ

کی آنکھوں کو اور ان کو ڈرایا اور لائے بڑا جادو ف۱۳۷ اور ہم نے حکم بھیجا موسیٰ کو کہ ڈال

عَصَاكَ ۚ فَاِذَا هِيَ تَلْقَفُ مَا يَاْفِكُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ فَوَقَعَ الْحَقُّ وَبَطَلَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۱۸﴾

دے اپنا عصا سو وہ جب ہی لگا نگلنے جو سانگ (نقل، تماشا کھیل) انہوں نے بنایا تھا پس ظاہر ہو گیا حق اور غلط ہو گیا جو کچھ انہوں نے کیا تھا

فَغُلِبُوْا هُنَالِكَ وَانْقَلَبُوْا صٰغِرِيْنَ ﴿۱۱۹﴾ وَاُلْقِيَ السَّحَرَةُ سٰجِدِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ قَالُوْٓا اٰمَنَّا

پس ہار گئے اس جگہ اور لوٹ گئے ذلیل ہو کر اور گر پڑے جادوگر سجدہ میں ف۱۳۸ بولے ہم

بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۲۱﴾ رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ قَالَ فِرْعَوْنُ اٰمَنْتُمْ بِهٖ قَبْلَ اَنْ اٰذَنَ لَكُمْ ۚ

ایمان لائے پروردگار عالم پر جو رب ہے موسیٰ اور ہارون کا ف۱۳۹ بولا فرعون کیا تم ایمان لے آئے اس پر میری اجازت

اِنَّ هٰذَا لَمَكْرٌ مَّكَرْتُمُوْهُ فِي الْمَدِيْنَةِ لِتُخْرِجُوْا مِنْهَآ اَهْلَهَا ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ﴿۱۲۳﴾

سے پہلے، یہ تو مکر ہے جو بنایا تم سب نے اس شہر میں تا کہ نکال دو اس شہر سے اس کے رہنے والوں کو سو اب تم کو معلوم ہو جائے گا۔ ف۱۴۰

فَائِدَہ: [۱۳۲] مقابلہ کیلئے جادوگروں کو بلانے کا مطالبہ اور اس پر عمل: ...... مشاورت باہمی کے بعد یہ پاس ہوا کہ فرعون سے درخواست کی جائے کہ وہ ان دونوں (موسیٰ وہارون علیہما السلام) کے معاملہ میں جلدی نہ کرے۔ ان کا بہترین توڑ اور مؤثر جواب یوں ہو سکتا ہے کہ چپراسی بھیج کر تمام قلمرو میں سے فنِ سحر کے جاننے والے جو ان سے بھی بڑھ کر اس فن کے ماہر (سحّار) ہوں جمع کر لیے جائیں، ان سے ان کا مقابلہ کرایا جائے، چنانچہ یوں ہی کیا گیا۔

فَائِدَہ: [۱۳۳] جادوگروں اور انبیاء میں فرق: ...... ساحرین فرعون نے ﴿اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا﴾ کہہ کر پہلے ہی قدم پر جتلا دیا کہ انبیاء علیہم السلام جن کا پہلا لفظ ﴿لَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مَالًا اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ﴾ ہوتا ہے، کوئی پیشہ ور لوگ نہیں ہوتے۔

فَائِدَہ: [۱۳۴] فرعون کا جادوگروں کو لالچ دینا: ...... یعنی مزدوری کیا چیز ہے وہ تو ملے گی، اس سے بڑھ کر یہ ہے کہ تم ہمارے مقربین بارگاہ اور مصاحبین خاص میں داخل کر لیے جاؤ گے۔

فَائِدَہ: [۱۳۵] موسیٰ علیہ السلام سے جادوگروں کا مطالبہ: ...... یہ شاید اس بنا پر کہا کہ پیشتر حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کے رُوبرُو عصا ڈال کر باذن اللہ اژدھا بنا چکے تھے۔

فَائِدَہ: [۱۳۶] مقابلہ کا آغاز اور موسیٰ علیہ السلام کا انتخاب: ...... یعنی جب تم کو یہ مقابلہ ہی منظور ہے اور اسی پر آخری فیصلہ کا انحصار کرتے ہو تو پہلے تم ہی ڈال کر پوری قوت آزمائی کر لو۔ کیونکہ باطل کی پوری نمائش اور زور آزمائی کے بعد جو حق کا غلبہ مشاہد ہو گا، وہ امید ہے کہ زیادہ مؤثر اور اوقع فی النفوس ہو تو فی الحقیقت یہ موسیٰ علیہ السلام کی طرف سے سحر کیساتھ معجزہ کا مقابلہ کرنے کی اجازت نہ تھی بلکہ دو صورتوں میں سے ایک ایسی صورت کا انتخاب تھا جو باطل کے نمود اور حق کے غلبہ وضوح کی مؤثر ترین صورت ہو سکتی تھی۔

فَائِدَہ: [۱۳۷] اعجاز موسوی نے سحر کو مایوس کن شکست سے دوچار کر دیا: ...... یعنی جادو کے زور سے نظر بندی کر کے مجمع پر چھا گئے اور لوگوں کو مرعوب کر لیا۔ دوسری آیت میں ہے کہ انہوں نے اپنی رسیاں اور لاٹھیاں زمین پر پھینک دیں جس سے زمین پر سانپ ہی سانپ دوڑتے معلوم ہونے لگے ﴿يُخَيَّلُ اِلَيْهِ مِنْ سِحْرِهِمْ اَنَّهَا تَسْعٰى ۝﴾ [طٰہٰ: ۶۶] ان آیات سے ظاہر ہوا کہ ساحرین فرعون نے اس وقت جو شعبدہ دکھلایا تھا اس میں فی الواقع قلب ماہیت نہیں ہوا، بلکہ وہ محض تخییل اور نظر بندی تھی۔ اس سے یہ لازم نہیں آتا کہ تمام اقسام سحر اسی میں منحصر ہوں، شاید انہوں نے یہ گمان کیا ہو کہ ہم اتنی ہی کارروائی سے موسیٰ علیہ السلام کو دبا لیں گے۔ اور کچھ گنجائش ملتی تو ممکن تھا کہ اس سحر عظیم سے بھی بڑا کوئی سحر اعظم دکھلاتے، مگر اعجاز موسوی نے سحر کو پہلے ہی مورچہ پر مایوس کن شکست دے دی آگے موقع ہی نہ رہا کہ مزید مقابلہ جاری رکھا جاتا۔

فَائِدَہ: [۱۳۸] فرعونیوں کی ذلت اور جادوگروں کا قبول ایمان: ...... یعنی عصائے موسیٰ علیہ السلام سانپ بن کر ان کی تمام لاٹھیوں اور رسیوں کو نگل گیا اور سارا بنا بنایا کھیل ختم کر دیا جس سے ساحرین کو تنبہ ہوا کہ یہ سحر سے بالاتر کوئی اور حقیقت ہے، آخر فرعون کے لوگ بھرے مجمع میں شکست کھا کر اور ذلیل ہو کر میدان مقابلہ سے لوٹے، اور ساحرین خدائی نشان دیکھ کر بے اختیار سجدہ میں گر پڑے۔ کہتے ہیں کہ حضرت موسیٰ وہارون علیہما السلام نے ظہور حق پر سجدۂ شکر ادا کیا، اسی وقت ساحرین بھی سربسجود ہو گئے۔ ﴿اُلْقِيَ السَّحَرَةُ﴾ کا لفظ بتلاتا ہے کہ کوئی ایسا قوی حال ان پر طاری ہوا جس کے بعد بجز خضوع واستسلام [یعنی عاجزی اور قبول اسلام کے بغیر] کوئی چارہ نہیں رہا۔ رحمتِ الٰہیہ کا کیا کہنا جو لوگ ابھی ابھی پیغمبر خدا سے نبرد آزمائی کر رہے تھے سجدہ سے سر اٹھاتے ہی اولیاء اللہ اور عارفِ کامل بن گئے۔

فَائِدَہ: [۱۳۹] ...... چونکہ فرعون بھی اپنی نسبت ﴿اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى﴾ کہتا تھا، شاید اس لیے ﴿رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ کے ساتھ ﴿رَبِّ مُوْسٰى وَهٰرُوْنَ﴾ کہنے کی ضرورت ہوئی۔ اس میں یہ بھی اشارہ ہو گیا کہ بیشک جہاں کا پروردگار وہ ہی ہو سکتا ہے جس نے موسیٰ وہارون علیہما السلام کو

اپنی خاص ربوبیت سے بدون توسط اسبابِ ظاہرہ دنیا کے متکبروں پر علی رؤس الاشہاد [سب کے سامنے، کھلم کھلا] اس طرح غالب کر کے دکھلا دیا۔

فائدہ: [۱۴۰] **کھلی شکست کے بعد فرعون کی سیاسی چال:**...... یعنی یہ تم سب جادوگروں کی ملی بھگت ہے، غالباً موسیٰ علیہ السلام تمہارا بڑا اُستاد ہوگا اس کو آگے بھیج دیا پھر سب نے اپنی مغلوبیت کا اظہار کر دیا تاکہ عام لوگ متاثر ہو جائیں۔ اس گہری سازش سے تمہارا مقصود یہ ہے کہ اس ملک کے اصلی باشندوں کو نکال باہر کرو اور خود مصر کی سلطنت پر قبضہ کر لو۔ یہ تقریر فرعون نے اپنی کھلی شکست پر پردہ ڈالنے اور لوگوں کو اُلو بنانے کی غرض سے کی تھی ﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ﴾ [زخرف: ۵۴] مگر جس چیز سے فرعون اور فرعونی ڈر رہے تھے آخر تقدیرِ الٰہی سے وہ ہی پیش آئی ﴿وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ﴾ [قصص: ۶]

لَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَاَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ ثُمَّ لَاُصَلِّبَنَّكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۱۲۴﴾

میں ضرور کاٹوں گا تمہارے ہاتھ اور دوسری طرف کے پاؤں پھر سولی پر چڑھاؤں گا تم سب کو

قَالُوْٓا اِنَّآ اِلٰى رَبِّنَا مُنْقَلِبُوْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَمَا تَنْقِمُ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاٰيٰتِ رَبِّنَا لَمَّا

وہ بولے ہم کو تو اپنے رب کی طرف لوٹ کر جانا ہی ہے ف۱۴۱ اور تجھ کو ہم سے یہی دشمنی ہے کہ مان لیا ہم نے اپنے رب کی نشانیوں کو

ع۱۴ جَآءَتْنَا ؕ رَبَّنَآ اَفْرِغْ عَلَيْنَا صَبْرًا وَّتَوَفَّنَا مُسْلِمِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَقَالَ الْمَلَاُ مِنْ قَوْمِ

جب وہ ہم تک پہنچیں، اے ہمارے رب دہانے کھول دے ہم پر صبر کے اور ہم کو مار مسلمان ف۱۴۲ اور بولے سردار قوم فرعون کے

فِرْعَوْنَ اَتَذَرُ مُوْسٰى وَقَوْمَهٗ لِيُفْسِدُوْا فِى الْاَرْضِ وَيَذَرَكَ وَاٰلِهَتَكَ ؕ قَالَ

کیوں چھوڑتا ہے تو موسیٰ کو اور اس کی قوم کو کہ دھوم مچائیں ملک میں ف۱۴۳ اور موقوف کر دے تجھ کو اور تیرے بتوں کو ف۱۴۴ بولا اب

سَنُقَتِّلُ اَبْنَآءَهُمْ وَنَسْتَحْیٖ نِسَآءَهُمْ ۚ وَاِنَّا فَوْقَهُمْ قٰهِرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ قَالَ مُوْسٰى

ہم مار ڈالیں گے ان کے بیٹوں کو اور زندہ رکھیں گے ان کی عورتوں کو اور ہم ان پر زور آور ہیں ف۱۴۵ موسیٰ نے کہا

لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ

اپنی قوم سے مدد مانگو اللہ سے اور صبر کرو، بے شک زمین ہے اللہ کی، اس کا وارث کر دے جس کو وہ چاہے اپنے بندوں

عِبَادِهٖ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۸﴾ قَالُوْٓا اُوْذِيْنَا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَاْتِيَنَا وَمِنْ بَعْدِ مَا

میں اور آخر میں بھلائی ہے ڈرنے والوں کے لیے ف۱۴۶ وہ بولے ہم پر تکلیفیں رہیں تیرے آنے سے پہلے اور تیرے

جِئْتَنَا ؕ قَالَ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ وَيَسْتَخْلِفَكُمْ فِى الْاَرْضِ

آنے کے بعد ف۱۴۷ کہا نزدیک ہے کہ رب تمہارا ہلاک کر دے تمہارے دشمن کو اور خلیفہ کر دے تم کو ملک

ع ۱۵

فَيَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۹﴾

میں پھر دیکھے تم کیسے کام کرتے ہو ۱۴۸

فائدہ:[۱۴۱] فرعونیوں کی دھمکیاں اور نومسلموں کی استقامت بے مثال:......ساحرین توحید اور تمنائے لقاءُ اللہ کی شراب سے مخمور ہو چکے تھے، جنت ودوزخ گویا آنکھوں کے سامنے تھیں۔ بھلا وہ ان دھمکیوں کی کیا پروا کر سکتے تھے انہوں نے صاف کہہ دیا کہ کچھ مضائقہ نہیں جو کرنا ہو کر گذر، پھر ہم کو اپنے خدا کے پاس جانا ہے تیرے سر ہو کر بھی، وہاں کے عذاب سے یہاں کی تکلیف آسان ہے اور اس کی رحمت وخوشنودی کے راستہ میں دنیا کی بڑی سے بڑی تکالیف ومصائب کا برداشت کر لینا بھی عاشقوں کے لیے سہل ہے۔......... ؎

هنيئًا لارباب النعيم نعيمهم
وللعاشق المسكين ما يتجرع

فائدہ:[۱۴۲] مومنین کا فرعون کو جواب اور رب سے مناجات:......یعنی جس رب کی نشانیوں کو مان لینے سے ہم تیری نگاہ میں مجرم ٹھہرے ہیں، اسی رب سے ہماری دعا ہے کہ وہ تیری زیادتیوں اور سختیوں پر ہم کو صبر جمیل کی توفیق بخشے اور مرتے دم تک اسلام پر مستقیم رکھے ایسا نہ ہو کہ گھبرا کر کوئی بات تسلیم ورضا کے خلاف کر گذریں۔

فائدہ:[۱۴۳] فرعونی لیڈروں کی بوکھلاہٹ اور تشدد کی ترغیب:......جب حق کے نشان دیکھ کر ساحرین سجدہ میں گر پڑے اور بنی اسرائیل نے موسیٰ علیہ السلام کا ساتھ دینا شروع کر دیا بلکہ بعض قبطیوں کا میلان بھی اُن کی طرف ہونے لگا تو فرعونی لیڈر گھبرائے اور فرعون کو یہ کہہ کر تشدد پر آمادہ کرنے لگے کہ موسیٰ اور اُس کی قوم بنی اسرائیل کو یہ موقع نہ دینا چاہیے کہ وہ آزادرہ کر ملک میں اُودھم مچاتے پھریں اور عام لوگوں کو اپنی طرف مائل کر کے حکومت کے خلاف علمِ بغاوت بلند کر دیں اور آئندہ تیری اور تیرے تجویز کیے ہوئے معبودوں کی پرستش ملک سے موقوف کرا دیں۔

فائدہ:[۱۴۴] فرعون کے تجویز کردہ خدا:......فرعون اپنے کو ''رب اعلیٰ'' بڑا پروردگار کہتا تھا، غالباً اسی ''اعلیٰ'' کو نباہنے کے لیے کچھ ادنیٰ پروردگار بھی تجویز کیے ہوں گے ان کو یہاں ﴿اٰلِهَتَكَ﴾ کہا۔ بعض نے کہا کہ وہ گائے وغیرہ کی مجسم تصویریں تھیں، بعض نے سورج اور ستاروں کا ارادہ کیا ہے، بعض کے نزدیک خود فرعون نے اپنی تصویر کے مجسمے پرستش کے لیے تقسیم کر دیئے تھے۔ کچھ ہی بہر حال بڑا معبود اپنے ہی کو کہلواتا تھا اور ﴿مَا عَلِمْتُ لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرِيْ﴾ [قصص:۳۸] کہہ کر خدا کے وجود کی نفی کرتا تھا۔ العیاذ باللہ!

فائدہ:[۱۴۵] بنی اسرائیل کو خوفزدہ کرنے کیلئے سفاکانہ اسکیم:......موسیٰ علیہ السلام کی پیدائش سے پہلے بھی فرعون نے بنی اسرائیل پر ظلم کر رکھا تھا کہ لڑکوں کو قتل کر دیتا اس خوف سے کہ کہیں یہ وہ ہی اسرائیلی نہ ہو جس کے ہاتھ پر اس کی سلطنت کے زوال کی خبر منجمین نے دی تھی، اور لڑکیوں کو خدمت وغیرہ کے لیے زندہ رہنے دیتا۔ اب موسیٰ علیہ السلام کا اثر دیکھ کر اندیشہ ہوا کہ کہیں اس کی تربیت واعانت سے بنی اسرائیل زور نہ پکڑ جائیں اس لیے انہیں خوفزدہ اور عاجز کرنے کے لیے اپنے زور وقوت کے نشہ میں پھر اسی پرانی اسکیم پر عمل کرنے کی ٹھہرائی۔ بنی اسرائیل اس سفاکانہ تجویز کو سن کر طبعی طور پر پریشان اور دہشت زدہ ہوئے ہوں گے، اس کا علاج موسیٰ علیہ السلام نے آئندہ آیت میں بتلایا۔

فائدہ:[۱۴۶] حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وعظ: استقامت باللہ اور صبر کی تلقین:......یعنی گھبرانے کی کوئی بات نہیں، اللہ کے سامنے کسی کا زور نہیں چلتا، ملک اسی کا ہے جس کو مناسب جانے عطا فرمائے۔ لہٰذا ظالم کے مقابلہ میں اسی سے مدد مانگو اُسی پر نظر رکھو، اسی سے ڈرو، صبر وتقویٰ کی راہ اختیار کرو، اور یقین رکھو کہ آخری کامیابی صرف متقین کے لیے ہے۔

فائدة: [۱۴۷] قوم کی حالت زار: ...... یعنی ہم تو ہمیشہ مصیبت ہی میں رہے تمہاری تشریف آوری سے قبل ہم سے ذلیل بیگار لی جاتی تھی، اور ہمارے لڑکے قتل کیے جاتے تھے، تمہارے آنے کے بعد طرح طرح کی سختیاں کی جا رہی ہیں اور قتلِ ابناء کے مشورے ہو رہے ہیں، دیکھئے کب ہماری مصیبتوں کا خاتمہ ہو۔

فائدة: [۱۴۸] تسلی مومنین: ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام نے تسلی دی کہ زیادہ مت گھبراؤ، خدا کی مدد قریب آ گئی ہے، تم دیکھو گے کہ تمہارا دشمن ہلاک کر دیا جائے گا اور تم کو اُن کے اموال و املاک کا مالک بنا دیا جائے گا تا کہ جس طرح آج سختی و غلامی میں تمہارا امتحان ہو رہا ہے، اُس وقت خوشحالی اور آزادی دے کر آزمایا جائے کہ کہاں تک اُس کی نعمتوں کی قدر اور احسانات کی شکر گزاری کرتے ہو۔ حضرت شاہ صاحب (قدس اللہ سرہ) فرماتے ہیں کہ یہ کلام مسلمانوں کے سنانے کو نقل فرمایا، یہ سورت مکی ہے، اس وقت مسلمان بھی ایسے ہی مظلوم تھے "گفتہ آید در حدیثِ دیگراں" کے رنگ میں یہ بشارت اُن کو پہنچائی۔

وَلَقَدْ اَخَذْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ بِالسِّنِيْنَ وَنَقْصٍ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿۱۳۰﴾

اور ہم نے پکڑ لیا فرعون والوں کو قحطوں میں اور میووں کے نقصان میں تاکہ وہ نصیحت مانیں

فَاِذَا جَآءَتْهُمُ الْحَسَنَةُ قَالُوْا لَنَا هٰذِهٖ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّطَّيَّرُوْا بِمُوْسٰى

پھر جب پہنچی ان کو بھلائی کہنے لگے یہ ہے ہمارے لائق اور اگر پہنچی برائی تو نحوست بتلاتے موسیٰ کی

وَمَنْ مَّعَهٗ ؕ اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُهُمْ عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۳۱﴾ وَقَالُوْا

اور اس کے ساتھ والوں کی سن لو ان کی شومی تو اللہ کے پاس ہے پر اکثر لوگ نہیں جانتے ف۱۴۹ اور کہنے

مَهْمَا تَاْتِنَا بِهٖ مِنْ اٰيَةٍ لِّتَسْحَرَنَا بِهَا ۙ فَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۳۲﴾ فَاَرْسَلْنَا

لگے جو کچھ تو لائے گا ہمارے پاس نشانی کہ ہم پر اس کی وجہ سے جادو کرے، سو ہم ہرگز تجھ پر ایمان نہ لائیں گے ف۱۵۰ پھر ہم

عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ وَالْقُمَّلَ وَالضَّفَادِعَ وَالدَّمَ اٰيٰتٍ مُّفَصَّلٰتٍ

نے بھیجا ان پر طوفان ف۱۵۱ اور ٹڈی اور چچڑی ف۱۵۲ اور مینڈک اور خون بہت سی نشانیاں جدا جدا

فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۱۳۳﴾ وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى

پھر بھی تکبر کرتے رہے اور تھے وہ لوگ گناہ گار ف۱۵۳ اور جب پڑتا ان پر کوئی عذاب تو کہتے اے موسیٰ

ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ

دعا کر ہمارے واسطے اپنے رب سے جیسا کہ اس نے بتلا رکھا ہے تجھ کو ف۱۵۴ اگر تو نے دور کر دیا ہم سے یہ عذاب تو بے شک ہم ایمان لے

وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ﴿۱۳۴﴾

آئیں گے تجھ پر اور جانے دیں گے تیرے ساتھ بنی اسرائیل کو

فَائِدَہ:[۱۴۹] فرعونیوں کی آزمائش:...... گزشتہ آیت میں فرمایا تھا ''قریب ہے کہ خدا تمہارے دشمن کو ہلاک کردے'' یہاں سے اسی اہلاک موعود کے بعض مبادی کی تفصیل شروع کی گئی ہے۔ یعنی اس سنت اللہ کے موافق جس کا بیان اسی پارہ کے شروع میں آیت ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا فِیْ قَرْیَۃٍ مِّنْ نَّبِیٍّ اِلَّآ اَخَذْنَآ اَھْلَھَا بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ﴾ [اعراف: ۹۴] کے تحت میں گزر چکا۔ خدا تعالیٰ نے فرعونیوں کو ابتدائی تنبیہ کے طور پر قحط، خشک سالی وغیرہ معمولی تکالیف اور سختیوں میں مبتلا کیا تا کہ وہ خواب غفلت سے چونکیں اور موسیٰ علیہ السلام کی پیغمبرانہ نصیحتوں کو قبول کریں۔ مگر وہ ایسے کاہے کو تھے، انہوں نے ان تنبیہات کی کچھ پروانہ کی بلکہ پہلے سے زیادہ ڈھیٹ اور گستاخ ہو گئے، چنانچہ ﴿ثُمَّ بَدَّلْنَا مَکَانَ السَّیِّئَۃِ الْحَسَنَۃَ﴾ [اعراف: ۹۵] کے قاعدہ سے جب قحط وغیرہ دور ہو کر ارزانی اور خوشحالی حاصل ہوتی تو کہنے لگتے کہ دیکھو! ہماری خوش طالعی اور اقبال مندی کے لائق تو یہ حالات ہیں پھر اگر درمیان میں کبھی کسی ناخوش گوار اور بری حالت سے دوچار ہونا پڑ جاتا تو کہتے کہ یہ سب (معاذ اللہ) موسیٰ علیہ السلام اور اس کے رفقاء کی شومیٔ تقدیر اور نحوست ہے۔ حق تعالیٰ نے اسی کا جواب دیا ﴿اَلَآ اِنَّمَا طٰٓئِرُھُمْ عِنْدَ اللّٰہِ﴾ الآیۃ۔ یعنی اپنی بدبختی اور نحوست کو مقبول بندوں کی طرف کیوں نسبت کرتے ہو؟ تمہاری اس نحوست کا واقعی سبب تو خدا کے علم میں ہے اور وہ تمہارا ظلم وعدوان اور بغاوت وشرارت ہے، اسی سبب کی بنا پر خدا کے یہاں سے کچھ حصہ نحوست کا وقتی سزا اور تنبیہ کے طور پر تم کو پہنچ رہا ہے، باقی تمہارے ظلم وکفر کی اصلی شومی ونحوست یعنی پوری پوری سزا تو وہ ابھی اللہ کے پاس محفوظ ہے جو دنیا میں یا آخرت میں اپنے وقت پر تم کو پہنچ کر رہے گی جس کی ابھی اکثر لوگوں کو خبر نہیں۔

فَائِدَہ:[۱۵۰] فرعونیوں کی ہٹ دھرمی اور عظیم الشان بلاؤں کا تسلط:...... یہ موسیٰ علیہ السلام کے معجزات ونشانات دیکھ کر کہتے تھے کہ خواہ کیسا ہی جادو آپ ہم پر چلائیں اور اپنے خیال کے موافق کتنے ہی نشان دکھلائیں، ہم کسی طرح تمہاری بات ماننے والے نہیں۔ جب انہوں نے یہ آخری فیصلہ سنا دیا اور قبول حق کے سب دروازے اپنے اوپر بند کر لیے تب خدا نے ان پر چند قسم کی عظیم الشان بلائیں یکے بعد دیگرے مسلط کر دیں۔ جن کی تفصیل اگلی آیت میں آتی ہے۔

فَائِدَہ:[۱۵۱]...... یعنی بارش اور سیلاب کا طوفان یا طاعون کی وجہ سے موت کا طوفان علیٰ اختلاف الاقوال۔

فَائِدَہ:[۱۵۲]...... ''قمل'' سے مراد چچڑیاں ہیں جیسا کہ مترجم (قدس اللہ سرہٗ) نے اختیار کیا، یا جوئیں یا گیہوں وغیرہ غلہ میں جو کیڑا لگ جاتا ہے جس سے غلہ خراب ہو جاتا ہے۔ یعنی بدن اور کپڑوں میں چچڑیاں اور جوئیں پڑ گئیں، غلہ میں گھن لگ گیا۔

فَائِدَہ:[۱۵۳] طرح طرح کے عذاب اور فرعونیوں کی سرکشی و بدعہدی:...... یعنی تھوڑے تھوڑے وقفے کے ساتھ یہ سب آیات دکھلائی گئیں مگر وہ کچھ ایسے متکبر، جرائم پیشہ اور پرانے گناہ گار تھے کہ کسی طرح مان کر نہ دیا۔ سعید بن جبیر رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے کہ جب فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کے مطالبہ (بنی اسرائیل کی آزادی) کو تسلیم نہ کیا تو حق تعالیٰ نے بارش کا طوفان بھیجا، جس سے کھیتوں وغیرہ کی تباہی کا اندیشہ پیدا ہو گیا۔ آخر گھبرا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ تم اپنے خدا سے کہہ کر یہ بلائے طوفان دور کرا دو تو ہم بنی اسرائیل کو آزادی دے کر تمہارے ساتھ روانہ کر دینگے۔ موسیٰ علیہ السلام کی دعا سے بارش بند ہو گئی اور بجائے نقصان کے پیداوار بہت کثرت سے ہوئی۔ فرعونی عذاب سے بے فکر ہو کر اپنے عہد پر قائم نہ رہے، تب اللہ تعالیٰ نے تیار کھیتوں پر ٹڈی دل بھیج دیا جسے دیکھ کر پھر گھبرائے کہ یہ نئی آفت کہاں سے آ گئی؟ پھر موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست کی اور پختہ وعدے کیے کہ اگر یہ عذاب ٹل گیا تو ہم ضرور بنی اسرائیل کو آزاد کر دیں گے۔ جب یہ عذاب بھی اٹھا لیا گیا تو پھر مطمئن ہو گئے اور سب وعدے فراموش کر دیئے، آخر جس وقت غلہ اٹھا کر مکانوں میں بھر لیا تو خدا کے حکم سے غلہ میں گھن لگ گیا پھر موسیٰ علیہ السلام سے دعا کرائی اور بڑے پکے عہد وپیان کیے، لیکن جہاں وہ حالت ختم ہوئی بدستور سابق سرکشی اور بدعہدی کرنے لگے تو خدا نے انکا کھانا اور پینا بے لطف کر دیا۔ مینڈک اس قدر کثرت سے پیدا کر دیئے کہ ہر کھانے اور برتن میں

مینڈک نظر آتا تھا، جب بولنے یا کھانے کے لیے منہ کھولتے تو مینڈک جست کر کے منہ میں پہنچتا تھا اور ویسے بھی اس جانور کی کثرت نے رہنا سہنا مشکل کر دیا، ادھر پینے کے لیے جو پانی لینا چاہتے تھے وہ ہی خدا کے حکم سے برتنوں میں یا منہ میں پہنچ کر خون بن جاتا۔ غرض کھانے پینے تک سے عاجز ہو رہے تھے اس پر بھی شیخی اور اکڑفوں وہ ہی تھی۔

فَائِدَہ: [۱۵۴] حضرت موسیٰ علیہ السلام سے دعا کی درخواست:...... یعنی اس نے دعا کا جو مؤثر طریقہ تجھ کو بتلا رکھا ہے، اسی طرح دعا کر دیجیے یا ﴿بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ ''نبی اللہ'' ہونے کی حیثیت سے دعا فرما دیجیے، گویا ''عہد'' کا اطلاق نبوت پر ہوا، کیونکہ خدا اور نبی کے درمیان ایک طرح کا معاہدہ ہوتا ہے کہ خدا نبی کو خلعت اکرام واعانت سے سرفراز فرمائے گا اور نبی اس کی پیغام رسانی میں کوئی کوتاہی نہ کرے گا۔ اور ممکن ہے ﴿بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ﴾ سے وہ عہد مراد ہو جو بتوسط انبیاء علیہم السلام اقوام سے کیا جاتا ہے کہ اگر تم کفر وتکذیب سے باز آ جاؤ گے تو عذابِ الٰہی اٹھا لیا جائے گا۔ واللہ اعلم!

فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ إِلَىٰ أَجَلٍ هُم بَالِغُوهُ إِذَا هُمْ يَنكُثُونَ ﴿١٣٥﴾ فَانتَقَمْنَا

پھر جب ہم نے اٹھا لیا ان سے عذاب ایک مدت تک کہ ان کو اس مدت تک پہنچنا تھا اُسی وقت عہد توڑ ڈالتے ف ۱۵۵ پھر ہم نے

مِنْهُمْ فَأَغْرَقْنَاهُمْ فِي الْيَمِّ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِآيَاتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غَافِلِينَ ﴿١٣٦﴾

بدلہ لیا ان سے سو ڈبو دیا ہم نے ان کو دریا میں اس وجہ سے کہ انہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو اور ان سے تغافل کرتے تھے ف ۱۵۶

وَأَوْرَثْنَا الْقَوْمَ الَّذِينَ كَانُوا يُسْتَضْعَفُونَ مَشَارِقَ الْأَرْضِ وَمَغَارِبَهَا الَّتِي

اور وارث کر دیا ہم نے ان لوگوں کو جو کمزور سمجھے جاتے تھے ف ۱۵۷ اس زمین کے مشرق اور مغرب کا کہ جس میں برکت رکھی ہے

بَارَكْنَا فِيهَا ۖ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنَىٰ عَلَىٰ بَنِي إِسْرَائِيلَ بِمَا صَبَرُوا ۖ

ہم نے ف ۱۵۸ اور پورا ہو گیا نیکی کا وعدہ تیرے رب کا بنی اسرائیل پر بسبب ان کے صبر کرنے کے

وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهُ وَمَا كَانُوا يَعْرِشُونَ ﴿١٣٧﴾ وَجَاوَزْنَا بِبَنِي

اور خراب کر دیا ہم نے جو کچھ بنایا تھا فرعون اور اُس کی قوم نے اور جو اونچا کر کے چھایا تھا ف ۱۵۹ اور پار اُتار دیا ہم

إِسْرَائِيلَ الْبَحْرَ فَأَتَوْا عَلَىٰ قَوْمٍ يَعْكُفُونَ عَلَىٰ أَصْنَامٍ لَّهُمْ ۚ قَالُوا يَا مُوسَى

نے بنی اسرائیل کو دریا سے تو پہنچے ایک قوم پر جو پوجنے میں لگ رہے تھے اپنے بتوں کے ف ۱۶۰ کہنے لگے اے موسیٰ بنا دے ہماری

اجْعَل لَّنَا إِلَٰهًا كَمَا لَهُمْ آلِهَةٌ ۚ قَالَ إِنَّكُمْ قَوْمٌ تَجْهَلُونَ ﴿١٣٨﴾ إِنَّ هَٰؤُلَاءِ مُتَبَّرٌ

عبادت کے لیے بھی ایک بت جیسے ان کے بت ہیں کہا تم لوگ تو جہل کرتے ہو ف ۱۶۱ یہ لوگ تباہ ہونے والی ہے

مَّا هُمْ فِيهِ وَبَاطِلٌ مَّا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٣٩﴾

وہ چیز جس میں وہ لگے ہوئے ہیں، اور غلط ہے جو وہ کر رہے ہیں ف ۱۶۲

فَائِدَة:[۱۵۵]......اس مدت سے یا تو موت اور غرق ہونے تک کی مدت مراد ہے یا ممکن ہے ایک بلا کے بعد دوسری بلا کے آنے تک کا وقت مراد ہو۔

فَائِدَة:[۱۵۶] عمومی وبا اور بالآخر فرعونیوں کا غرق ہونا:......"رجز" سے بعض مفسرین کے نزدیک طاعون مراد ہے جیسا کہ بعض احادیث میں یہ لفظ طاعون پر اطلاق کیا گیا ہے لیکن اکثر مفسرین ان آیات کو پچھلی آیات ہی کا بیان قرار دیتے ہیں۔ موضح القرآن میں ہے کہ "یہ سب بلائیں ان پر آئیں ایک ایک ہفتہ کے فرق سے۔ اوّل حضرت موسیٰ علیہ السلام فرعون کو کہہ آتے کہ اللہ تم پر یہ بلا بھیجے گا، وہ ہی بلا آتی۔ پھر مضطر ہوتے حضرت موسیٰ کی خوشامد کرتے، ان کی دعا سے دفع ہوتی پھر منکر ہو جاتے، آخر کو دوبارہ نصف شب کو سارے شہر میں ہر شخص کا پہلا بیٹا مر گیا، وہ لگے مُردوں کے غم میں۔ حضرت موسیٰ اپنی قوم کو لے کر شہر سے نکل گئے پھر کئی روز کے بعد فرعون پیچھے لگا دریائے قلزم پر جا پکڑا، وہاں یہ قوم سلامت گزر گئی اور فرعون ساری فوج سمیت غرق ہوا۔"

فَائِدَة:[۱۵۷]......یعنی بنی اسرائیل کو۔

فَائِدَة:[۱۵۸] بابرکت زمین کی وراثت:......اکثر مفسرین کے نزدیک اس زمین سے مراد ملک شام ہے جس میں حق تعالیٰ نے بہت سی ظاہری و باطنی برکات ودیعت کی ہیں۔ ظاہری تو یہ ہی کہ نہایت سر سبز و شاداب، سیر حاصل، خوش منظر اور زرخیز ملک ہے، اور باطنی اس لیے کہ بہت سے انبیاء علیہم السلام کا مسکن و مدفن بنایا گیا ہے۔ بنی اسرائیل مصر سے نکل کر ایک عرصہ تک صحرائے "تیہ" میں سرگرداں پھرتے رہے، جیسا کہ پہلے گزر چکا، بعدہٗ حضرت یوشع علیہ السلام کیساتھ ہو کر "عمالقہ" سے جہاد کیا، اور اپنے آبائی وطن ملک شام کے وارث بنے۔ بعض مفسرین نے اس زمین سے مصر مراد لیا ہے یعنی فرعونیوں کو غرق کر کے ہم نے بنی اسرائیل کو مصر کی دولت کا وارث بنا دیا ہے کہ آزادی کے ساتھ اس سے متمتع ہوں کما قال تعالیٰ: ﴿كَمْ تَرَكُوْا مِنْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ۝ وَّزُرُوْعٍ وَّمَقَامٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّنَعْمَةٍ كَانُوْا فِيْهَا فٰكِهِيْنَ ۝ كَذٰلِكَ ۖ وَاَوْرَثْنٰهَا قَوْمًا اٰخَرِيْنَ ۝﴾ [دخان: ۲۵ تا ۲۸] ﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِي الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ۝ وَنُمَكِّنَ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَنُرِيَ فِرْعَوْنَ وَهَامٰنَ وَجُنُوْدَهُمَا مِنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَحْذَرُوْنَ ۝﴾ [قصص: ۵، ۶] اس تقدیر پر مصر کی ظاہری برکات تو ظاہر ہیں، باطنی اس حیثیت سے ہوں گی کہ حضرت یوسف علیہ السلام وہیں مدفون ہوئے، حضرت یعقوب علیہ السلام وہاں تشریف لے گئے اور آخر میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے بچپن سے لے کر بڑی عمر تک طویل مدت اسی ملک میں گزاری۔ امام بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے مفسرین کے دونوں قول جمع کر کے اس جگہ مصر و شام دونوں کا ارادہ کیا ہے۔ واللہ اعلم!

فَائِدَة:[۱۵۹] بنی اسرائیل اور فرعونیوں کے حالات کی تبدیلی:......یعنی بنی اسرائیل نے جب فرعونیوں کے سخت تباہ کن شدائد پر صبر کیا، موسیٰ علیہ السلام کی ہدایت کے موافق خدا سے استعانت کی اور پیغمبر خدا کا ساتھ دیا تو خدا نے جو نیک وعدہ ان سے کیا تھا ﴿عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّهْلِكَ عَدُوَّكُمْ﴾ اور ﴿وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا﴾ الاٰیۃ وہ پورا کر دکھایا۔ فرعون اور اس کی قوم نے اپنے اپنے کبر و نخوت کے اظہار کے لیے جو ڈھونگ بنا رکھا تھا وہ سب تباہ و برباد ہو گیا اور ان کی اونچی اونچی عمارتیں تہ و بالا کر دی گئیں۔ سچ ہے ﴿قَالَتْ اِنَّ الْمُلُوْكَ اِذَا دَخَلُوْا قَرْيَةً اَفْسَدُوْهَا وَجَعَلُوْٓا اَعِزَّةَ اَهْلِهَآ اَذِلَّةً﴾ [نمل: ۳۴]

فَائِدَة:[۱۶۰] بت پرست کون تھے؟:......بعض نے کہا کہ یہ قبیلہ لخم کے لوگ تھے اور بعض نے کنعانی عمالقہ کو اس کا مصداق قرار دیا ہے۔ کہتے ہیں کہ ان کے بت گائے کی شکل پر تھے۔ واللہ اعلم!

فَائِدَة:[۱۶۱] بے ہودہ اور جاہلانہ درخواست کی وجہ:......یعنی حق تعالیٰ کی عظمت شان اور تنزیہ و تقدیس سے تم بالکل جاہل معلوم ہوتے ہو۔ واقعہ یہ ہے کہ مدت دراز تک مصری بت پرستوں کے زیر سایہ رہنے کی وجہ سے بنی اسرائیل کا میلان بار بار اس طرح کے افعال

ورسوم شرکیہ کی طرف ہوتا تھا، یہ بے ہودہ جاہلانہ درخواست بھی مصر کی آب وہوا اور وہاں کے بت پرستوں کی صحبت کے تاثرات کو ظاہر کرتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''جاہل آدمی نرے بے صورت معبود کی عبادت سے تسکین نہیں پاتا جب تک سامنے ایک صورت نہ ہو۔ وہ قوم دیکھی کہ گائے کی صورت پوجتی تھی ان کو بھی یہ ہوس آئی آخر سونے کا بچھڑا بنایا اور پوجا۔''

فائدہ: [۱۶۲] **حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت:**...... یعنی ان کا بت پرستی کا مذہب میرے اور اہل حق کے ہاتھوں سے آئندہ تباہ ہونے والا ہے اور جو کچھ سوانگ [کھیل تماشا، بہروپ] یہ اب تک بناتے رہے ہیں وہ محض باطل، غلط، بیکار اور بے حقیقت ہے۔

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۴۰﴾ وَاِذْ اَنْجَيْنٰكُمْ مِّنْ

کہا کیا اللہ کے سوا ڈھونڈوں تمہارے واسطے کوئی اور معبود حالانکہ اس نے تم کو بڑائی دی تمام جہان پر ف ۱۶۳ اور وہ وقت یاد کرو

اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ سُوْٓءَ الْعَذَابِ ۚ يُقَتِّلُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ

جب نجات دی ہم نے تم کو فرعون والوں سے کہ دیتے تھے تم کو بڑا عذاب کہ مار ڈالتے تھے تمہارے بیٹوں کو اور جیتا رکھتے تھے

نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَاۗءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ عَظِيْمٌ ﴿۱۴۱﴾ وَوٰعَدْنَا مُوْسٰى ثَلٰثِيْنَ لَيْلَةً

تمہاری عورتوں کو اور اس میں احسان ہے تمہارے رب کا بڑا ف ۱۶۴ اور وعدہ کیا ہم نے موسیٰ سے تیس رات کا

وَّاَتْمَمْنٰهَا بِعَشْرٍ فَتَمَّ مِيْقَاتُ رَبِّهٖٓ اَرْبَعِيْنَ لَيْلَةً ۚ وَقَالَ مُوْسٰى لِاَخِيْهِ هٰرُوْنَ

اور پورا کیا ان کو اور دس سے پس پوری ہو گئی مدت تیرے رب کی چالیس راتیں ف ۱۶۵ اور کہا موسیٰ نے اپنے بھائی ہارون سے

اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ وَاَصْلِحْ وَلَا تَتَّبِعْ سَبِيْلَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۱۴۲﴾

کہ میرا خلیفہ رہ میری قوم میں اور اصلاح کرتے رہنا اور مت چلنا مفسدوں کی راہ ف ۱۶۶

فائدہ: [۱۶۳] **قوم سے استفسار:**...... یعنی خدا کے انعامات عظیمہ کی شکر گزاری اور حق شناسی کیا یہی ہو سکتی ہے کہ غیر اللہ کی پرستش کر کے اللہ سے بغاوت کی جائے۔ پھر بڑی شرم کا مقام ہے کہ جس مخلوق کو خدا نے سارے جہان پر فضیلت دی وہ اپنے ہاتھ سے بنائی ہوئی مورتیوں کے سامنے سربسجود ہو جائے؟ کیا مفضول افضل کا معبود بن سکتا ہے؟

فائدہ: [۱۶۴]...... اس کی تفسیر پارہ الم کے ربع کے بعد ملاحظہ کی جائے یہ مضمون وہاں گزر چکا ہے (بقرہ:۴۹) یعنی جس خدا نے ابھی ابھی تم پر ایسا عظیم الشان احسان فرمایا، کیا اسے چھوڑ کر لکڑیوں اور پتھروں کے سامنے جھکتے ہو؟

فائدہ: [۱۶۵] **آسمانی شریعت کا مطالبہ:**...... جب بنی اسرائیل کو طرح طرح کی پریشانیوں سے اطمینان نصیب ہوا تو انہوں نے موسیٰ علیہ السلام سے درخواست کی کہ اب ہمارے لیے کوئی آسمانی شریعت لائیے جس پر ہم دلجمعی کے ساتھ عمل کر کے دکھلائیں۔ موسیٰ علیہ السلام نے ان کا معروضہ بارگاہِ الٰہی میں پیش کر دیا۔ خدا تعالیٰ نے ان سے کم از کم تیس دن اور زائد از زائد چالیس دن کا وعدہ فرمایا کہ جب اتنی مدت تم پے بہ پے روزے رکھو گے اور کوہ طور پر معتکف رہو گے تو تم کو تورات شریف عنایت کی جائے گی۔ دو مدتیں (کم اور زیادہ) ٹھہرانے کا شاید یہ مطلب تھا کہ اگر اثنائے ریاضت میں وظائف عبودیت اور آداب تقرب ادا کرنے کے اعتبار سے کسی قسم کی کوتاہی اور تقصیر ظاہر نہ کی تو اقل

مدت تیس دن کافی ہوں گے ورنہ اکثر الاجلین چالیس روز پورے کرنے پڑیں گے۔ یا شروع سے تیس دن ضروری ولازمی میعاد کے طور پر ہوں اور چالیس دن پورے کرنا اختیاری واستحبابی حیثیت سے اصل میعاد کی تکمیل وتتمیم کے طور پر رکھے گئے ہوں۔ جیسے شعیب علیہ السلام نے موسیٰ علیہ السلام کو اپنی بیٹی دیتے وقت فرمایا تھا: ﴿ عَلٰۤى اَنْ تَاْجُرَنِیْ ثَمٰنِیَ حِجَجٍ ۚ فَاِنْ اَتْمَمْتَ عَشْرًا فَمِنْ عِنْدِكَ ۚ وَمَاۤ اُرِیْدُ اَنْ اَشُقَّ عَلَیْكَ ﴾ [قصص: ۲۷] اور ہمارے زمانے کے بعض مصنفین نے یہ کہا ہے کہ اصلی میعاد چالیس ہی دن کی تھی جیسا کہ سورۂ بقرہ [آیت: ۵۱] میں مذکور ہے اور یہاں بھی ﴿ فَتَمَّ مِیْقَاتُ رَبِّهٖۤ ﴾ میں اشارہ کیا گیا ہے۔ یہ اس چالیس دن کے بیان کا ایک پیرایہ ہے کہ ہم نے تیس دن کا وعدہ کیا تھا جن کا تتمہ دس دن اور تھے تاکہ اشارہ ہوجائے کہ ایک مہینہ سالم (ذی قعدہ) پورا کر کے دوسرا مہینہ (ذی الحجہ) میں سے دس دن اور بڑھائے گئے۔ اس طرح یکم ذی القعدہ سے شروع ہو کر ۱۰ رذی الحجہ کو چلہ پورا ہوا جیسا کہ اکثر سلف سے منقول ہے۔ واللہ اعلم! موضح القرآن میں ہے کہ "حق تعالیٰ نے وعدہ دیا حضرت موسیٰ کو کہ پہاڑ پر تیس رات خلوت کرو کہ تمہاری قوم کو "تورات" دوں۔ اس مدت میں انہوں نے ایک دن مسواک کی، فرشتوں کو ان کے منہ کی بو سے خوشی تھی وہ جاتی رہی اس کے بدلے دس رات اور بڑھا کر مدت پوری کی۔"

فائدہ: [۱۶۶] حضرت ہارون علیہ السلام پر نیابت کی ذمہ داری: ...... یعنی میری غیبت میں میرے حصہ کا کام بھی تم ہی کرو۔ گویا حکومت و ریاست کے جو اختیارات موسیٰ علیہ السلام کے ساتھ مخصوص تھے، وہ ہارون علیہ السلام کو تفویض کر دیے گئے اور چونکہ بنی اسرائیل کی تلوّن مزاجی اور سست اعتقادی کا پورا تجربہ رکھتے تھے، اس لیے بڑی تصریح وتاکید سے ہارون علیہ السلام کو متنبہ کر دیا کہ اگر میرے پیچھے یہ لوگ کچھ گڑ بڑ مچائیں تو تم اصلاح کرنا اور میرے طریق کار پر کار بند رہنا، مفسدہ پردازوں کی راہ پر مت چلنا، خدا کی مشیت کہ موسیٰ علیہ السلام یہ وصیت کر کے اُدھر گئے، اِدھر بنی اسرائیل نے گوسالہ پرستی شروع کر دی مگر حضرت ہارون علیہ السلام نے موجودہ بائبل نویسوں کے علی الرغم ﴿ یٰقَوْمِ اِنَّمَا فُتِنْتُمْ بِهٖ ۚ وَاِنَّ رَبَّكُمُ الرَّحْمٰنُ فَاتَّبِعُوْنِیْ وَاَطِیْعُوْۤا اَمْرِیْ ○ ﴾ [طٰہٰ: ۹۰] کہہ کر ان کی گمراہی اور اپنی بیزاری کا صاف صاف اعلان کر دیا، اور وصیت موسوی کے موافق اصلاح حال کی امکانی کوشش کی۔

وَلَمَّا جَآءَ مُوْسٰی لِمِیْقَاتِنَا وَكَلَّمَهٗ رَبُّهٗ ۙ قَالَ رَبِّ اَرِنِیْۤ اَنْظُرْ اِلَیْكَ ؕ قَالَ لَنْ

اور جب پہنچا موسیٰ ہمارے وعدہ پر اور کلام کیا اس سے اس کے رب نے، بولا اے میرے رب تو مجھ کو دکھا کہ میں تجھ کو دیکھوں ف ۱۶۷ فرمایا

تَرٰىنِیْ وَلٰكِنِ انْظُرْ اِلَی الْجَبَلِ فَاِنِ اسْتَقَرَّ مَكَانَهٗ فَسَوْفَ تَرٰىنِیْ ۚ فَلَمَّا تَجَلّٰی

تو مجھ کو ہرگز نہ دیکھے گا ف ۱۶۸ لیکن تو دیکھتا رہ پہاڑ کی طرف اگر وہ اپنی جگہ ٹھہرا رہا تو تُو مجھ کو دیکھ لے گا ف ۱۶۹ پھر جب تجلی کی اس

رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰی صَعِقًا ۚ فَلَمَّاۤ اَفَاقَ قَالَ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ

کے رب نے پہاڑ کی طرف کر دیا اس کو ڈھا کر برابر اور گر پڑا موسیٰ بے ہوش ہو کر ف ۱۷۰ پھر جب ہوش میں آیا بولا تیری ذات پاک ہے میں

اِلَیْكَ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِیْنَ ﴿۱۴۳﴾ قَالَ یٰمُوْسٰۤی اِنِّی اصْطَفَیْتُكَ عَلَی النَّاسِ

نے توبہ کی تیری طرف اور میں سب سے پہلے یقین لایا ف ۱۷۱ فرمایا اے موسیٰ میں نے تجھ کو امتیاز دیا لوگوں سے اپنے

بِرِسٰلٰتِیْ وَبِكَلَامِیْ ۖ فَخُذْ مَاۤ اٰتَیْتُكَ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِیْنَ ﴿۱۴۴﴾ وَكَتَبْنَا لَهٗ فِی

پیغام بھیجنے کا اور اپنے کلام کرنے کا سو لے جو میں نے تجھ کو دیا اور شاکر رہ ف ۱۷۲ اور لکھ دی ہم نے اس کی

الْأَلْوَاحِ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْعِظَةً وَّتَفْصِيلًا لِّكُلِّ شَيْءٍ ۚ فَخُذْهَا بِقُوَّةٍ وَّأْمُرْ

تختیوں پر ہر قسم کی نصیحت اور تفصیل ہر چیز کی ف ۱۷۳ سو پکڑ لے ان کو زور سے اور حکم کر اپنی

قَوْمَكَ يَأْخُذُوا بِأَحْسَنِهَا ۚ سَأُورِيكُمْ دَارَ الْفٰسِقِينَ ﴿١٤٥﴾ سَأَصْرِفُ عَنْ اٰيٰتِيَ

قوم کو کہ پکڑے رہیں اس کی بہتر باتیں عنقریب میں تم کو دکھلاؤں گا گھر نافرمانوں کا ف ۱۷۴ میں پھیر دوں گا اپنی آیتوں سے

الَّذِينَ يَتَكَبَّرُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۖ وَإِنْ يَّرَوْا كُلَّ اٰيَةٍ لَّا يُؤْمِنُوا بِهَا ۚ

ان کو جو تکبر کرتے ہیں زمین میں ناحق اور اگر دیکھ لیں ساری نشانیاں ایمان نہ لائیں ان پر

وَإِنْ يَّرَوْا سَبِيلَ الرُّشْدِ لَا يَتَّخِذُوهُ سَبِيلًا ۚ وَإِنْ يَّرَوْا سَبِيلَ الْغَيِّ يَتَّخِذُوهُ

اور اگر دیکھیں راستہ ہدایت کا تو نہ ٹھہرائیں اس کو راہ اور اگر دیکھیں راستہ گمراہی کا تو اس کو

سَبِيلًا ۚ ذٰلِكَ بِأَنَّهُمْ كَذَّبُوا بِاٰيٰتِنَا وَكَانُوا عَنْهَا غٰفِلِينَ ﴿١٤٦﴾

ٹھہرالیں راہ یہ اس لیے کہ انہوں نے جھوٹ جانا ہماری آیتوں کو اور رہے ان سے بے خبر ف ۱۷۵

فَائِدَة:[۱۶۷] دیدار باری کی درخواست:...... چالیس دن کی میعاد پوری ہو چکنے پر حق تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام کو کسی مخصوص و ممتاز رنگ میں شرفِ مکالمہ بخشا۔ اس وقت حضرت موسیٰ کو بلا واسطہ کلام الٰہی سننے کی لذت بے پایاں حاصل ہوئی تو کمال اشتیاق سے متکلم کے دیدار کی آرزو کرنے لگے اور بے ساختہ درخواست کر دی ﴿رَبِّ اَرِنِيْٓ اَنْظُرْ اِلَيْكَ﴾ اے پروردگار! میرے اور اپنے درمیان سے حجاب اور موانع اٹھا دیجیے اور وجہ انور بے حجاب سامنے کر دیجیے کہ ایک نظر دیکھ سکوں۔

فَائِدَة:[۱۶۸] درخواست کا جواب اور دیدارِ خداوندی کی تحقیق:...... یعنی دنیا میں کسی مخلوق کا یہ فانی وجود اور فانی قویٰ اس ذوالجلال والاکرام لم یزل ولا یزال کے دیدار کا تحمل نہیں کر سکتے۔ اس سے ثابت ہوا کہ دنیا میں کسی کو موت سے پہلے دیدار خداوندی کا شرف حاصل ہونا شرعاً ممتنع ہے گو عقلاً ممکن ہو، کیونکہ اگر امکان عقلی بھی نہ مانا جائے تو موسیٰ علیہ السلام جیسے جلیل القدر پیغمبر کی نسبت یہ خیال نہیں کیا جا سکتا کہ وہ ایک محال عقلی کی درخواست کرتے۔ اہل السنت والجماعت کا یہی مذہب ہے کہ رؤیت باری دنیا میں عقلاً ممکن، شرعاً ممتنع الوقوع ہے اور آخرت میں اس کا وقوع نصوص قطعیہ سے ثابت ہے۔ رہی رسول اللہ ﷺ کی رؤیت شب معراج میں، وہ اختلافی مسئلہ ہے جس کا ذکر ان شاء اللہ "سورۂ نجم" (آیت:۱۶) میں آئے گا۔

فَائِدَة:[۱۶۹] پہاڑ پر تجلی اور بشری کمزوری کی طرف لطیف اشارہ:...... یعنی تم پہاڑ کی طرف دیکھتے رہو ہم اپنے جمال مبارک کی ایک ذرا سی جھلک اس پر ڈالتے ہیں۔ اگر پہاڑ جیسی سخت اور مضبوط چیز اسکو برداشت کر سکی تو ممکن ہے تم کو بھی اس کا تحمل کرا دیا جائے ورنہ سمجھ لیجیے کہ جس چیز کا تحمل پہاڑ سے نہ ہو سکے، کسی انسان کی مادی ترکیب اور جسمانی آنکھیں اسے کیسے برداشت کر سکتی ہیں؟ اگرچہ قلبی اور روحانی طاقت کے اعتبار سے زمین، آسمان، پہاڑ، سب چیزوں سے انسان فائق ہو، اور اسی لیے موسیٰ علیہ السلام جس وحی الٰہی کے حامل تھے بلکہ دوسرے انسان بھی جس امانت عظیمہ کے حامل ہیں، پہاڑ وغیرہ اس کے اٹھانے پر قادر نہیں ﴿فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا وَاَشْفَقْنَ مِنْهَا وَحَمَلَهَا الْاِنْسَانُ﴾ [احزاب:۷۲] ﴿لَوْ اَنْزَلْنَا هٰذَا الْقُرْاٰنَ عَلٰى جَبَلٍ لَّرَاَيْتَهٗ خَاشِعًا مُّتَصَدِّعًا مِّنْ خَشْيَةِ اللّٰهِ﴾ [حشر:۲۱] تاہم جس چیز کا

تعلق ظاہری آنکھوں یا بدن کی مادی قوت سے ہو، اس میں انسان دوسری عظیم الخلقت چیزوں نے بہت کمزور واقع ہوا ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ﴾ [مومن: ۵۷] ﴿وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِيْفًا﴾ [نساء: ۲۸] اس جگہ موسیٰ علیہ السلام کو انسانی وجود کی اسی کمزوری کی طرف توجہ دلائی گئی ہے۔

فائدہ: [۱۷۰] پہاڑ کی شکستگی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کا بے ہوش ہونا:...... حق تعالیٰ کی تجلیات بہت طرح کی ہیں اور یہ خدا کا ارادی فعل ہے کہ جس چیز پر جس طرح چاہے تجلی فرمائے، پہاڑ پر جو تجلی ہوئی اس نے معاً پہاڑ کے خاص حصے کو ریزہ ریزہ کر ڈالا اور موسیٰ علیہ السلام چونکہ محل تجلی سے قریب تھے، ان پر اس قرب محل اور پہاڑ کے ہیبت ناک منظر دیکھنے کا یہ اثر ہوا کہ بے ہوش ہو کر گر پڑے۔ بلا تشبیہ یوں سمجھ لیجیے کہ بجلی جس چیز پر گرتی ہے اسے جلا کر ایک آن میں کس طرح خاک سیاہ کر دیتی ہے اور جو لوگ اس مقام کے قریب ہوتے ہیں بسا اوقات انہیں بھی کم و بیش صدمہ پہنچ جاتا ہے۔

فائدہ: [۱۷۱] اعتراف تقصیر:...... یعنی پاک ہے اس سے کہ کسی مخلوق کے مشابہ ہو اور یہ فانی آنکھیں اس کے دیدار کا تحمل کر سکیں، تیری پاکی اور برتری کا اقتضاء یہ ہے کہ کسی چیز کی طلب تیری اجازت کے بدون نہ کی جائے، میں توبہ کرتا ہوں کہ فرط اشتیاق میں بدون اجازت کے ایک ناز یا درخواست کر گذرا، میں اپنے زمانے کے سب لوگوں سے پہلے تیری عظمت و جلال کا یقین رکھتا ہوں اور پہلا وہ شخص ہوں جسے ذوقی و عیانی طریق پر منکشف ہوا کہ خداوند قدوس کی رؤیت دنیا میں ان ظاہری آنکھوں سے واقع نہیں ہو سکتی۔

فائدہ: [۱۷۲] انعامات الٰہیہ:...... یعنی دیدار نہ ہو سکا نہ سہی، یہ شرف و امتیاز کیا تھوڑا ہے کہ ہم نے تجھ کو پیغمبر بنایا اور تورات عطا کی اور بلا واسطہ کلام فرمایا۔ سو جس قدر بخشش ہماری طرف سے ہوئی اسے پلے باندھو اور ان بندوں میں شامل رہو، جنہیں خدا نے ''شاکرین'' کے امتیازی لقب سے ملقب فرمایا ہے۔

فائدہ: [۱۷۳] عطیہ خداوندی:...... بعض کہتے ہیں کہ تورات شریف ان تختیوں پر لکھی ہوئی تھی، اور بعض علماء کا خیال ہے کہ یہ تختیاں تو رات کے علاوہ تھیں جو نزول تورات سے پہلے مرحمت ہوئیں۔ بہر حال دیدار نہ ہو سکنے سے جو شکستگی موسیٰ علیہ السلام کو ہوئی اس کی تلافی اور جبر مافات کے طور پر الواح عطا کی گئیں جن میں ہر قسم کی نصیحتیں اور تمام ضروری احکام کی تفصیل تھی۔ (ابن کثیر)

فائدہ: [۱۷۴] ہدایات پر عمل کا تاکیدی حکم:...... یعنی خود بھی ان الواح کو مضبوطی اور احتیاط سے پکڑے رہو کہیں ہاتھ سے چھوٹ نہ جائیں اور اپنی قوم کو سمجھاؤ کہ وہ ان الواح کی بہترین ہدایات پر پختگی سے عمل کرتے رہیں اور ایسی اچھی چیز کو ہاتھ سے نہ دیں۔

تنبیہ:...... لفظ ''اَحْسَنِهَا'' سے یا تو اس پر متنبہ فرمانا ہے کہ ان میں ''احسن'' کے سوا اور کچھ نہیں۔ یا یہ مطلب ہے کہ جو احکام دیے گئے تھے یوں تو سب فی حد ذاتہ ''حسن'' ہیں مگر بعض بعض سے احسن ہوتے ہیں مثلاً ظالم سے بدلہ لینا جائز اور حسن ہے لیکن صبر کرنا اور معاف کر دینا عزیمت اور احسن ہے۔ گویا بنی اسرائیل کو اس پر آمادہ کرنا تھا کہ عزائم و مندوبات کے اکتساب میں سعی کریں اور خدا کے کامل فرمانبردار بنیں اگر نافرمانی کریں گے تو انہیں نافرمانوں کا گھر دکھلا دیا جائے گا۔ یعنی آخرت میں دوزخ اور دنیا میں تباہی و رسوائی اعاذنا اللہ منہما (ابن کثیر و بغوی) اور بعض نے نافرمانوں کے گھر سے شام یا مصر مراد لیا ہے جو نافرمان عمالقہ یا فرعونیوں کا ملک تھا۔ اس صورت میں یہ آیت بنی اسرائیل کے لیے بشارت ہوگی کہ اگر پوری طرح فرمانبرداری کرو گے تو نافرمانوں کے ملک تم کو دے دیئے جائیں گے والراجح ھو الاول کمار جحہ ابن کثیر۔

فائدہ: [۱۷۵] تکبر کی سزا:...... جو لوگ خدا اور پیغمبروں کے مقابلے میں ناحق کا تکبر کرتے ہیں اور نخوت و غرور اجازت نہیں دیتا کہ

احکامِ الٰہی کو قبول کریں، ہم بھی ان کے دل اپنی آیات کی طرف سے پھیر دیں گے کہ آئندہ ان سے منتفع ہونے کی توفیق نہ ہوگی۔ ایسے لوگوں کی کیفیت یہ ہوتی ہے کہ خواہ کتنے ہی نشان دیکھیں اور کتنی ہی آیتیں سنیں ٹس سے مس نہ ہوں، ہدایت کی سڑک کیسی ہی صاف اور کشادہ ہو اس پر نہ چلیں۔ ہاں! گمراہی کے راستہ پر نفسانی خواہشات کی پیروی میں دوڑے چلے جائیں۔ تکذیب کی عادت اور غفلت کی تمادی [طویل مدت] سے جب دل مسخ ہو جاتا ہے، اس وقت آدمی اس حالت کو پہنچتا ہے۔

وَالَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا وَلِقَآءِ الْاٰخِرَةِ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ؕ هَلْ يُجْزَوْنَ اِلَّا مَا

اور جنہوں نے جھوٹ جانا ہماری آیتوں کو اور آخرت کی ملاقات کو برباد ہوئیں ان کی محنتیں، وہی بدلہ پائیں گے

كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۴۷﴾ وَاتَّخَذَ قَوْمُ مُوْسٰى مِنْۢ بَعْدِهٖ مِنْ حُلِيِّهِمْ عِجْلًا جَسَدًا لَّهٗ ع ۱۶

جو کچھ عمل کرتے تھے ف ۱۷۶ اور بنا لیا موسیٰ کی قوم نے اس کے پیچھے اپنے زیور سے بچھڑا ف ۱۷۷ ایک بدن کہ اس میں گائے

خُوَارٌ ؕ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّهٗ لَا يُكَلِّمُهُمْ وَلَا يَهْدِيْهِمْ سَبِيْلًا ۘ اِتَّخَذُوْهُ وَكَانُوْا

کی آواز تھی، کیا انہوں نے یہ نہ دیکھا کہ وہ ان سے بات بھی نہیں کرتا، اور نہیں بتلاتا راستہ، معبود بنا لیا اس کو اور وہ

ظٰلِمِيْنَ ﴿۱۴۸﴾ وَلَمَّا سُقِطَ فِيْۤ اَيْدِيْهِمْ وَرَاَوْا اَنَّهُمْ قَدْ ضَلُّوْا ۙ قَالُوْا لَئِنْ لَّمْ

تھے ظالم ف ۱۷۸ اور جب پچھتائے اور سمجھے کہ ہم بے شک گمراہ ہو گئے تو کہنے لگے اگر نہ رحم کرے

يَرْحَمْنَا رَبُّنَا وَيَغْفِرْ لَنَا لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿۱۴۹﴾ وَلَمَّا رَجَعَ مُوْسٰۤى اِلٰى قَوْمِهٖ وقف لازم

ہم پر ہمارا رب اور نہ بخشے ہم کو تو بے شک ہم تباہ ہوں گے ف ۱۷۹ اور جب لوٹ آیا موسیٰ اپنی قوم میں غصہ میں

غَضْبَانَ اَسِفًا ۙ قَالَ بِئْسَمَا خَلَفْتُمُوْنِيْ مِنْۢ بَعْدِيْ ۚ اَعَجِلْتُمْ اَمْرَ رَبِّكُمْ ۚ

بھرا ہوا افسوس ناک ف ۱۸۰ بولا کیا بری نیابت کی تم نے میری میرے بعد ف ۱۸۱ کیوں جلدی کی تم نے اپنے رب کے حکم سے ف ۱۸۲

وَاَلْقَى الْاَلْوَاحَ وَاَخَذَ بِرَاْسِ اَخِيْهِ يَجُرُّهٗۤ اِلَيْهِ ؕ قَالَ ابْنَ اُمَّ اِنَّ الْقَوْمَ

اور ڈال دیں وہ تختیاں اور پکڑا سر اپنے بھائی کا لگا کھینچنے اس کو اپنی طرف ف ۱۸۳ وہ بولا کہ اے میری ماں کے

اسْتَضْعَفُوْنِيْ وَكَادُوْا يَقْتُلُوْنَنِيْ ۖ فَلَا تُشْمِتْ بِيَ الْاَعْدَآءَ وَلَا تَجْعَلْنِيْ مَعَ

جنے لوگوں نے مجھ کو کمزور سمجھا اور قریب تھا کہ مجھ کو مار ڈالیں سو مت ہنسا مجھ پر دشمنوں کو اور نہ ملا

الْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۵۰﴾ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ۖ وَاَنْتَ

مجھ کو گناہ گار لوگوں میں ف ۱۸۴ بولا اے میرے رب معاف کر مجھ کو اور میرے بھائی کو اور داخل کر ہم کو اپنی رحمت میں اور تو سب

ع ۱۸ / ۸

أَرْحَمُ الرّٰحِمِينَ ﴿١٥١﴾ إِنَّ الَّذِينَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّن رَّبِّهِمْ

سے زیادہ رحم کرنے والا ہے ف۱۸۵ البتہ جنہوں نے بچھڑے کو معبود بنا لیا ان کو پہنچے گا غضب ان کے رب کا

وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِينَ ﴿١٥٢﴾ وَالَّذِينَ عَمِلُوا السَّيِّاٰتِ

اور ذلت دنیا کی زندگی میں اور یہی سزا دیتے ہیں ہم بہتان باندھنے والوں کو ف۱۸۶ اور جنہوں نے کیے برے کام پھر توبہ کی

ثُمَّ تَابُوا مِنۢ بَعْدِهَا وَاٰمَنُوٓا ۚ إِنَّ رَبَّكَ مِنۢ بَعْدِهَا لَغَفُورٌ رَّحِيمٌ ﴿١٥٣﴾ وَلَمَّا

اس کے بعد اور ایمان لائے تو بے شک تیرا رب توبہ کے پیچھے البتہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱۸۷ اور جب

سَكَتَ عَن مُّوسَى الْغَضَبُ أَخَذَ الْأَلْوَاحَ ۖ وَفِي نُسْخَتِهَا هُدًى وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِينَ

تھم گیا موسیٰ کا غصہ تو اُس نے اٹھا لیا تختیوں کو اور جو ان میں لکھا ہوا تھا اس میں ہدایت اور رحمت تھی ان کے

هُمْ لِرَبِّهِمْ يَرْهَبُونَ ﴿١٥٤﴾

واسطے جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں"

فائدۃ:[۱۷۶] جھٹلانے والوں کا انجام:...... یعنی احکام الٰہیہ پر چلنے کی توفیق نہ ہوگی، اور جو کچھ کام اپنی عقل سے کریں گے وہ خدا کے یہاں قبول نہ ہوگا، جیسا کریں گے ویسا بھگتیں گے۔ باقی ان کی بے جان اور مردہ نیکیوں کا جو بدلہ ملنا ہوگا دنیا میں مل رہے گا۔

فائدۃ:[۱۷۷] زیور اور بچھڑا:...... یہ زیور جسے گلا کر اور ڈھال کر بچھڑا بنایا اصل میں فرعون کی قوم قبطیوں کا تھا، ان کے پاس سے بنی اسرائیل کے قبضے میں آیا جیسا کہ سورہ "طٰہٰ" میں ہے ﴿حُمِّلْنَآ أَوْزَارًا مِّن زِينَةِ الْقَوْمِ﴾ [طٰہٰ: ۸۷]

فائدۃ:[۱۷۸] بچھڑے کی بے معنی آواز:...... سورہ "طٰہٰ" میں اس بچھڑے کا مفصل قصہ آئے گا [آیت: ۸۷، ۸۸] یہاں ان کی حماقت وسفاہت پر متنبہ فرمایا ہے کہ ایک خود ساختہ ڈھانچہ میں سے گائے کی آواز سن لینے پر مفتون ہوگئے اور بچھڑے کو خدا سمجھ بیٹھے، حالانکہ اس کی بے معنی آواز میں نہ کوئی کلام وخطاب تھا نہ دینی یا دنیوی رہنمائی اس سے ہوتی تھی۔ اس طرح کی صوتِ محض تو کسی چیز کو انسانیت کے درجہ تک بھی نہیں پہنچا سکتی چہ جائیکہ خالق جل وعلا کے مرتبہ پر پہنچا دے، یہ کتنا بڑا ظلم اور بے موقع کام ہے کہ ایک معمولی جانور کی صورت کو خدا کہہ دیا جائے۔ بات یہ ہے کہ اس قوم کو پہلے ہی سے ایسی بے موقع باتیں کرنے کی عادت تھی چنانچہ پیشتر ﴿اجْعَل لَّنَآ إِلٰهًا كَمَا لَهُمْ اٰلِهَةٌ﴾ کی درخواست موسیٰ علیہ السلام سے کر چکے تھے۔

فائدۃ:[۱۷۹] بنی اسرائیل کی ندامت:...... اپنی بدعقلی اور کجروی سے انہوں نے ایسا بے ڈھنگا اور بھونڈا کام کیا تھا کہ موسیٰ علیہ السلام کی تنبیہ کے بعد جب باطل کا جوش ٹھنڈا ہوا اور عقل وہوش کچھ ٹھکانے ہوئے تو خود بھی اپنی حرکت پر بہت شرمائے۔ گویا مارے ندامت کے ہاتھ کاٹنے لگے اور خوف وہراس کی وجہ سے ہاتھوں کے طوطے اڑ گئے، گھبرا کر کہنے لگے اب کیسے بنے گی، اگر خدا نے ہم پر رحم فرما کر توبہ اور مغفرت کی کوئی صورت نہ نکالی تو یقیناً ہم ابدی خسران اور دائمی ہلاکت میں جا پڑیں گے۔

فائدۃ:[۱۸۰]...... کیونکہ حق تعالیٰ نے طور ہی پر اطلاع دیدی تھی کہ سامری نے تیری قوم کو گمراہ کر دیا ہے، یہ سن کر موسیٰ علیہ السلام سخت

متاسف اور غضبناک تھے۔

فَائِدَة:[۱۸۱] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو ڈانٹ:...... یہ خطاب عُبادِ عِجل (گوسالہ پرستوں) کو تھا۔ یعنی میرے پیچھے تم نے خوب میری قائم مقامی کی، جس بات پر میں سب سے زیادہ زور دیتا تھا (خدا کی توحید وتفرید) اس کی جگہ تم نے بچھڑے کی پوجا یہ کہہ کر کھڑی کر دی کہ ﴿حُمِّلْنَآ اَوْزَارًا مِّنْ زِيْنَةِ الْقَوْمِ﴾ [طٰہٰ:۸۸] (فی الحقیقت یہی تمہارا اور موسیٰ کا معبود ہے) اور ممکن ہے خطاب ہارون علیہ السلام کو بھی ہو کہ تم نے میری نیابت کا حق جو ﴿اخْلُفْنِيْ فِيْ قَوْمِيْ﴾ کہہ کر سپرد کر گئے تھے، اچھی طرح ادا نہ کیا کہ ان کو روکتے اور مضبوطی سے اس فتنہ کا مقابلہ کرتے جیسا کہ سورۂ "طٰہٰ" [آیت:۹۴] میں مفصل آئے گا۔

فَائِدَة:[۱۸۲] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی قوم کو ڈانٹ:...... یعنی میں پروردگار سے تمہارے لیے احکام ہی لینے تو گیا تھا اور چالیس روز کی میعاد بھی خدا نے مقرر کر دی تھی، تم نے خدا کی مقرر کی ہوئی مدت پوری ہونے اور اس کے احکام لے آنے کا بھی انتظار نہ کیا، کچھ بہت زمانہ تو نہیں گذر گیا تھا جو تم نے گھبرا کر اس قدر جلد خدا کے قہر وغضب کو اپنی طرف آنے کی دعوت دی ﴿اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ﴾ [طٰہٰ:۸۶]

فَائِدَة:[۱۸۳] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی حضرت ہارون علیہ السلام سے باز پرس:...... حضرت موسیٰ علیہ السلام اس مشرکانہ ڈھونگ کو دیکھ کر اور ہارون علیہ السلام کی نرمی وتساہل کا گمان کر کے اس قدر افروختہ اور دینی حمیت وغیرت کے جوش سے اس قدر بے قابو ہو رہے تھے کہ ہارون علیہ السلام کی طرف لپکے اور حرارت ایمانی کے بے اندازہ جوش میں ان کی ڈاڑھی اور سر کے بال پکڑ لیے۔ معاذ اللہ! ہارون علیہ السلام کی اہانت کی نیت سے نہیں کیونکہ ہارون خود مستقل نبی اور عمر میں موسیٰ علیہ السلام سے تین سال بڑے تھے، پھر ایک اولوالعزم پیغمبر سے یہ کیسے ممکن تھا کہ دوسرے نبی کی جو اس کا بڑا بھائی بھی ہو ذرہ برابر توہین کا ارادہ کرے۔ نہیں! موسیٰ کی طرف سے یہ معاملہ اس وقت ہوا جبکہ وہ قوم کی سخت بدعنوانی کی بنا پر بغض فی اللہ اور غصہ سے بے اختیار ہو رہے تھے، حضرت ہارون کی نسبت یہ خیال گذر رہا تھا کہ شاید انہوں نے اصلاح حال کی پوری کوشش نہیں کی حالانکہ ان کو اصلاح کی بھی تاکید کر گئے تھے۔ بے شک ہارون، نبی اور عمر میں بڑے تھے مگر رتبہ میں موسیٰ علیہ السلام ان سے بڑے تھے اور سیاسی وانتظامی حیثیت سے ہارون کو ان کا وزیر اور تابع بنایا گیا تھا۔ اس موقع پر موسیٰ علیہ السلام کی شان سیادت وحکومت کا ظہور ہوا، گویا ان کی طرف سے یہ داروگیر اور سخت باز پرس حضرت ہارون علیہ السلام کی تقصیر مظنون پر ایک قسم کی فعلی علامت تھی جس سے قوم کو بھی پوری طرح متنبہ کر دیا گیا کہ پیغمبر کا قلب نشۂ توحید سے کس قدر سرشار اور دسیسۂ شرک وکفر سے کس قدر نفور وبیزار ہوتا ہے کہ اس معاملہ میں ادنیٰ ترین تساہل یا خاموشی کو بھی برداشت نہیں کر سکتے حتیٰ کہ ایک نبی کی نسبت اگر ایسا وہم ہو جائے کہ اس نے شرک کے مقابلہ پر آواز بلند کرنے میں ذرا سی کوتاہی کی ہے تو اس کی بزرگی اور وجاہت عند اللہ بھی ایسی سخت باز پرس سے ان کو نہیں روک سکتی۔ بہر حال موسیٰ علیہ السلام اس حالت میں شرعاً معذور تھے، اسی فرط غضب اور ہنگامہ داروگیر میں الواح (وہ تختیاں جو خدا کی طرف سے مرحمت ہوئی تھیں) ان کے ہاتھ سے چھوٹ گئیں جسے عدم تحفظ کی وجہ سے تغلیظاً "القا" سے تعبیر فرمایا، کیونکہ بظاہر خُذْهَا بِقُوَّةٍ کا امتثال نہ کر سکے، یا جیسا کہ بعض مفسرین کا خیال ہے ہارون کی طرف بڑھتے وقت ہاتھ خالی کرنے کے لیے بہت تیزی اور عجلت کے ساتھ تختیاں ایک طرف رکھ دیں مگر چونکہ ان دونوں معاملات کی سطح جو ہارون یا الواح کے متعلق ظہور میں آئے صورتاً پسندیدہ نہ تھی، گو موسیٰ علیہ السلام نیتاً معذور تھے، اس لیے آئندہ ﴿رَبِّ اغْفِرْلِيْ﴾ کہہ کر حق تعالیٰ سے عفو کی درخواست کی۔ واللہ سبحانہ وتعالیٰ اعلم!

فَائِدَة:[۱۸۴] حضرت ہارون علیہ السلام کی معذرت:...... گو ہارون علیہ السلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عینی بھائی ہیں مگر ماں کی طرف نسبت کرنے سے ان کو نرمی اور شفقت پر آمادہ کرنا تھا، اس آیت میں ہارون کی معذرت کا بیان ہے۔ حاصل یہ ہے کہ میں اپنے مقدور کے موافق

ان کو سمجھا چکا لیکن انہوں نے میری کچھ حقیقت نہ سمجھی، الٹے مجھے قتل کرنے پر آمادہ ہونے لگے۔ اب آپ ایسا معاملہ کرکے ان کو مجھ پر ہنسنے کا موقع نہ دیجیے اور عتاب وغصہ کا اظہار کرتے وقت مجھ کو ظالموں کے ذیل میں شامل نہ کیجیے۔

فَائِدَۃ:[۱۸۵] حضرت موسیٰ علیہ السلام کا استغفار:...... یعنی شدت غضب میں جو بے اعتدالی یا اجتہادی غلطی مجھ سے ہوئی خواہ میں اس میں کتنا ہی نیک نیت ہوں، آپ معاف فرما دیجیے اور میرے بھائی ہارون سے اگر ان کے درجہ اور شان کو ملحوظ رکھتے ہوئے کسی طرح کی کوتاہی قوم کی اصلاح میں ہوئی اس سے بھی درگزر فرمایئے۔

فَائِدَۃ:[۱۸۶] گوسالہ پرستوں اور مرتد کی سزا:...... یہ غضب وہ ہی ہے جس کا ذکر سورۂ بقر میں ربع پارہ الم (آیت:۵۴) کے بعد گزر چکا۔ یعنی ''گوسالہ پرستوں'' کو وہ لوگ قتل کریں جنہوں نے یہ حرکت نہیں کی اور دوسروں کو روکنے میں حصہ بھی نہ لیا۔ اس سے معلوم ہوا کہ مرتد کی سزا دنیا میں قتل ہے۔

فَائِدَۃ:[۱۸۷]...... یعنی برا کام حتیٰ کہ شرک وکفر کرکے پھر توبہ کرلے اور ایمان لے آئے تو ''غفور رحیم'' کے یہاں رحمت اور معافی کی کچھ کمی نہیں یہ معافی وغیرہ آخرت سے متعلق ہے۔ گویا اشارہ فرما دیا کہ گوسالہ پرستوں کو جو سزائے قتل دی گئی وہ انکے حق میں شرط قبول توبہ سمجھی گئی تھی ﴿فَتُوْبُوْٓا اِلٰى بَارِىِٕكُمْ فَاقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ﴾ [بقرہ:۵۴] اب ان پر اخروی مواخذہ باقی نہیں رہا۔ دنیوی سزا کے بعد اخروی حالت کا بیان اس جگہ ایسا ہی ہے جیسے دوسری جگہ ﴿وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا﴾ الاٰیۃ [مائدہ:۳۸] کے بعد ﴿فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ۭاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ فرما دیا گیا۔

وَاخْتَارَ مُوْسٰى قَوْمَهٗ سَبْعِيْنَ رَجُلًا لِّمِيْقَاتِنَا ۚ فَلَمَّآ اَخَذَتْهُمُ الرَّجْفَةُ قَالَ

اور چن لیے موسیٰ نے اپنی قوم میں سے ستر مرد ہمارے وعدہ کے وقت پر لانے کو پھر جب ان کو زلزلہ نے پکڑا تو بولا اے

رَبِّ لَوْ شِئْتَ اَهْلَكْتَهُمْ مِّنْ قَبْلُ وَاِيَّايَ ۭ اَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ السُّفَهَاۗءُ مِنَّا ۚ

رب میرے اگر تو چاہتا تو پہلے ہی ہلاک کر دیتا ان کو اور مجھ کو کیا ہم کو ہلاک کرتا ہے اس کام پر جو کیا ہماری

اِنْ هِىَ اِلَّا فِتْنَتُكَ ۭ تُضِلُّ بِهَا مَنْ تَشَاۗءُ وَتَهْدِيْ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ اَنْتَ وَلِيُّنَا

قوم کے احمقوں نے یہ سب تیری آزمائش ہے، بچلا دے اس میں جس کو تو چاہے اور سیدھا رکھے جس کو چاہے، تو ہی ہے ہمارا

فَاغْفِرْ لَنَا وَارْحَمْنَا وَاَنْتَ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ ١٥٥ وَاكْتُبْ لَنَا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا

تھامنے والا سو بخش دے ہم کو اور رحمت کر ہم پر اور تو سب سے بہتر بخشنے والا ہے ف ۱۸۸ اور لکھ دے ہمارے لیے اس دنیا

حَسَنَةً وَّفِي الْاٰخِرَةِ اِنَّا هُدْنَآ اِلَيْكَ ۭ قَالَ عَذَابِيْٓ اُصِيْبُ بِهٖ مَنْ اَشَاۗءُ ۚ وَرَحْمَتِيْ

میں بھلائی اور آخرت میں ہم نے رجوع کیا تیری طرف، فرمایا میرا عذاب ڈالتا ہوں میں اس کو جس پر چاہوں اور میری رحمت شامل ہے

وَسِعَتْ كُلَّ شَيْءٍ ۭ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ

ہر چیز کو، سو اس کو لکھ دوں گا ان کے لیے جو ڈر رکھتے ہیں اور دیتے ہیں زکوۃ اور جو ہماری

بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۱۵۶﴾ اَلَّذِيْنَ يَتَّبِعُوْنَ الرَّسُوْلَ النَّبِيَّ الْاُمِّيَّ الَّذِيْ يَجِدُوْنَهٗ

باتوں پر یقین رکھتے ہیں ف ۱۸۹ وہ لوگ جو پیروی کرتے ہیں اس رسول کی جو نبی اُمّی ہے ف ۱۹۰ کہ جس کو پاتے ہیں

مَكْتُوْبًا عِنْدَهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ ۫ يَاْمُرُهُمْ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهٰىهُمْ عَنِ

لکھا ہوا اپنے پاس تورات اور انجیل میں ف ۱۹۱ وہ حکم کرتا ہے ان کو نیک کام کا اور منع کرتا ہے

الْمُنْكَرِ وَيُحِلُّ لَهُمُ الطَّيِّبٰتِ وَيُحَرِّمُ عَلَيْهِمُ الْخَبٰٓئِثَ وَيَضَعُ عَنْهُمْ اِصْرَهُمْ

برے کام سے اور حلال کرتا ہے ان کے لیے سب پاک چیزیں اور حرام کرتا ہے ان پر ناپاک چیزیں اور اُتارتا ہے ان پر سے ان کے بوجھ

وَالْاَغْلٰلَ الَّتِيْ كَانَتْ عَلَيْهِمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِهٖ وَعَزَّرُوْهُ وَنَصَرُوْهُ وَاتَّبَعُوا

اور وہ قیدیں جو اُن پر تھیں ف ۱۹۲ سو جو لوگ اُس پر ایمان لائے اور اس کی رفاقت کی اور اس کی مدد کی، اور تابع ہوئے

النُّوْرَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ مَعَهٗٓ ۙ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۱۵۷﴾ ع ۱۹ ۶ ۹

اس نور کے جو اس کے ساتھ اُترا ہے ف ۱۹۳ وہی لوگ پہنچے اپنی مراد کو

فَائِدَة: [۱۸۸] حضرت موسیٰ علیہ السلام کا ستر سرداروں کے ساتھ کوہِ طور پر حاضری کا واقعہ:......راجح یہ ہی معلوم ہوتا ہے کہ یہ میقات اس میقات کے علاوہ ہے جو موسیٰ علیہ السلام کو ''تورات'' عطا فرمانے کیلئے مقرر ہوا تھا۔ نیز آیات حاضرہ کی ترتیب سے بظاہر مفہوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ گوسالہ پرستی اور سزایابی کے بعد پیش آیا لیکن سورہ نساء کی آیت ﴿فَقَالُوْٓا اَرِنَا اللّٰهَ جَهْرَةً فَاَخَذَتْهُمُ الصّٰعِقَةُ بِظُلْمِهِمْ ۚ ثُمَّ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَتْهُمُ الْبَيِّنٰتُ﴾ [النسآء: ۱۵۳] زیادہ صفائی سے بتلاتی ہے کہ گوسالہ پرستی اس واقعہ کے بعد ہوئی۔ واللہ اعلم بالصواب! اس واقعہ کا خلاصہ سورہ بقرہ (آیت: ۵۵) میں ربع پارہ ''الم'' کے بعد گذر چکا ہے۔ بنی اسرائیل نے حضرت موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا کہ تمہاری باتیں اس وقت تسلیم کر سکتے ہیں جب خدا تعالیٰ سے خود سن لیں۔ حضرت موسیٰ ان میں سے ستر آدمیوں کو جو سردار تھے منتخب کر کے ''طور'' پر لے گئے، آخر انہوں نے حق تعالیٰ کا کلام سن لیا، کہنے لگے: کہ جب تک ہم خدا کو اپنی آنکھوں سے بے حجاب دیکھ نہ لیں، ہم کو یقین نہیں آسکتا، اس گستاخی پر نیچے سے سخت بھونچال آیا اور اوپر سے بجلی کی کڑک ہوئی، آخر کانپ کر مر گئے، یا مردوں کی سی حالت کو پہنچ گئے۔ موسیٰ علیہ السلام نے اپنے آپ کو ان کے ساتھ نتھی [منسلک] کر کے نہایت مؤثر انداز میں دعا کی، جس کا حاصل یہ تھا کہ خداوندا! اگر تو ہلاک کرنا ہی چاہتا تو ان سب کو بلکہ ان کے ساتھ مجھ کو بھی کہ میں ہی انہیں لے کر آیا یہاں بلانے اور کلام سنانے سے پہلے ہی ہلاک کر دیتا۔ کس کی مجال تھی کہ آپ کی مشیت کو روک سکتا؟ جب آپ نے ایسا نہیں چاہا، بلکہ مجھے لانے کی اور ان کو کلام الٰہی سننے کے لیے یہاں آنے کی اجازت دی تو یہ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ اپنے یہاں بلا کر محض بعض بیوقوفوں کی حماقت کی سزا میں ہم سب کو ہلاک کر دینا چاہیں یقیناً یہ (رجفہ وصاعقہ کا) منظر سب آپ کی طرف سے ہماری آزمائش وامتحان ہے اور ایسے سخت امتحانات میں ثابت قدم رکھنا یا نہ رکھنا بھی آپ ہی کے قبضہ میں ہے، اس قسم کے خطرناک اور مزلۃ الاقدام مواقع میں آپ ہی ہمارے تھامنے اور دستگیری کرنے والے ہیں اور صرف آپ ہی کی ذات منبع الخیرات سے یہ امید ہو سکتی ہے کہ ہم سب کی گذشتہ تقصیرات اور بے اعتدالیوں سے درگذر فرمائیں اور آئندہ اپنی رحمت سے ایسی خطاؤں اور غلطیوں کا شکار نہ ہونے دیں۔ حضرت موسیٰ کی اس دعا پر وہ لوگ بخشے گئے اور خدا نے ان کو از سرِ نو زندگی مرحمت فرمائی، کما

قال: ﴿ثُمَّ بَعَثْنٰكُمْ مِّنْۢ بَعْدِ مَوْتِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ﴾ [بقرہ:۵۶]

فائدہ:[۱۸۹] حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا:...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "شاید حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی امت کے حق میں دنیا اور آخرت کی بھلائی جو مانگی، مراد یہ تھی کہ سب امتوں پر مقدم اور فائق رہیں دنیا اور آخرت میں۔ جوابا خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ میرا عذاب اور رحمت کسی فرقہ پر مخصوص نہیں، سو عذاب تو اسی پر ہے جس کو اللہ چاہے اور رحمت عامہ سب مخلوق کو شامل ہے لیکن وہ رحمت خاص جو تم طلب کر رہے ہو، لکھی ہے ان کے نصیب میں جو اللہ کا ڈر رکھتے ہیں اور اموال میں زکوٰۃ ادا کرتے یا نفس کا تزکیہ کرتے ہیں اور خدا کی ساری باتوں پر یقین کامل رکھتے ہیں۔ یعنی آخری امت کہ سب کتابوں پر ایمان لاوے گی سو حضرت موسیٰ کی امت میں سے جو کوئی آخری کتاب پر یقین لائے وہ پہنچے اس نعمت کو اور حضرت موسیٰ کی دعا ان کو لگی۔"

فائدہ:[۱۹۰] لفظ "اُمّی" کی تحقیق:...... "امی" یا تو "اُم" (بمعنی والدہ) کی طرف منسوب ہے جس طرح بچہ ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتا ہے اور کسی کا شاگرد نہیں ہوتا، نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ساری عمر کسی مخلوق کے سامنے زانوئے تلمذتہ نہیں کیا۔ اس پر کمال یہ ہے کہ جن علوم و معارف اور حقائق و اسرار کا آپ نے افاضہ فرمایا کسی مخلوق کا حوصلہ نہیں کہ اس کا عشر عشیر پیش کر سکے۔ پس "نبی امی" کا لقب اس حیثیت سے آپ کے لیے مایہ صد افتخار ہے، اور یا "امی" کی نسبت "ام القریٰ" کی طرف ہو جو "مکہ معظمہ" کا لقب ہے جو آپ کا مولد شریف تھا۔

فائدہ:[۱۹۱] کتب سابقہ میں تذکرہ مصطفوی:...... یعنی آپ کی تشریف آوری کی بشارات اور نعوت و صفات کتب سماویہ سابقہ میں مذکور ہیں حتی کہ اس وقت سے لے کر آج تک ساڑھے تیرہ سو برس کی کاٹ چھانٹ کے بعد بھی موجودہ بائبل میں بہت سی بشارات و اشارات پائے جاتے ہیں، جن کو ہر زمانہ کے علماء بحوالہ کتب دکھلاتے چلے آئے ہیں۔ وللہ الحمد علیٰ ذالک!

فائدہ:[۱۹۲] سابقہ ادیان کی بہ نسبت دین مصطفوی میں آسانیاں ہیں:...... یعنی یہود پر جو سخت احکام تھے اور کھانے کی چیزوں میں ان کی شرارتوں کی وجہ سے تنگی تھی ﴿فَبِظُلْمٍ مِّنَ الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ طَيِّبٰتٍ اُحِلَّتْ لَهُمْ﴾ [نساء: ۱۶۰] اس دین میں وہ سب چیزیں آسان ہوئیں اور جو ناپاک چیزیں مثلاً لحم خنزیر یا گندی باتیں مثلاً سود خوری وغیرہ انہوں نے حلال کر رکھی تھیں، ان کی حرمت اس پیغمبر نے ظاہر فرمائی۔ غرض ان سے بہت سے بوجھ ہلکے کر دیئے اور بہت سی قیدیں اٹھا دی گئیں جیسا کہ حدیث میں فرمایا: "بعثت بالحنیفیة السمحة۔"

فائدہ:[۱۹۳]...... "نور" سے مراد وحی ہے متلو ہو یا غیر متلو یعنی قرآن و سنت۔

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَاۨ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ

تو کہہ اے لوگو میں رسول ہوں اللہ کا تم سب کی طرف جس کی حکومت ہے آسمانوں

وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۠ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

اور زمین میں کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہی جلاتا ہے اور مارتا ہے سو ایمان لاؤ اللہ پر اور اس بھیجے ہوئے نبی امی

الَّذِيْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵۸﴾ وَمِنْ قَوْمِ مُوْسٰٓى اُمَّةٌ

پر جو کہ یقین رکھتا ہے اللہ پر اور اس کے سب کلاموں پر اور اس کی پیروی کرو تاکہ تم راہ پاؤ ف ۱۹۴ اور موسیٰ کی قوم میں ایک گروہ ہے جو راہ

يَّهۡدُوۡنَ بِالۡحَقِّ وَبِهٖ يَعۡدِلُوۡنَ ﴿۱۵۹﴾ وَقَطَّعۡنٰهُمُ اثۡنَتَىۡ عَشۡرَةَ اَسۡبَاطًا اُمَمًا ؕ

بتلاتے ہیں حق کی اور اسی کے موافق انصاف کرتے ہیں ف ۱۹۵ اور جدا جدا کر دیے ہم نے انکو بارہ دادوں کی اولاد بڑی بڑی جماعتیں ف ۱۹۶

وَاَوۡحَيۡنَاۤ اِلٰى مُوۡسٰٓى اِذِ اسۡتَسۡقٰهُ قَوۡمُهٗۤ اَنِ اضۡرِبْ بِّعَصَاكَ الۡحَجَرَ ۚ

اور حکم بھیجا ہم نے موسیٰ کو جب پانی مانگا اس سے اس کی قوم نے کہ مار اپنی لاٹھی اس پتھر پر،

فَانۡۢبَجَسَتۡ مِنۡهُ اثۡنَتَا عَشۡرَةَ عَيۡنًا ؕ قَدۡ عَلِمَ كُلُّ اُنَاسٍ مَّشۡرَبَهُمۡ ؕ وَظَلَّلۡنَا

تو پھوٹ نکلے اس سے بارہ چشمے، پہچان لیا ہر قبیلہ نے اپنا گھاٹ اور سایہ کیا ہم

عَلَيۡهِمُ الۡغَمَامَ وَاَنۡزَلۡنَا عَلَيۡهِمُ الۡمَنَّ وَالسَّلۡوٰى ؕ كُلُوۡا مِنۡ طَيِّبٰتِ مَا

نے ان پر ابر کا اور اُتارا ہم نے ان پر من اور سلویٰ، کھاؤ ستھری چیزیں جو ہم نے

رَزَقۡنٰكُمۡ ؕ وَمَا ظَلَمُوۡنَا وَلٰكِنۡ كَانُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۱۶۰﴾ وَاِذۡ قِيۡلَ لَهُمُ

روزی دی تم کو اور انہوں نے ہمارا کچھ نہ بگاڑا لیکن اپنا ہی نقصان کرتے رہے اور جب حکم ہوا ان کو

اسۡكُنُوۡا هٰذِهِ الۡقَرۡيَةَ وَكُلُوۡا مِنۡهَا حَيۡثُ شِئۡتُمۡ وَقُوۡلُوۡا حِطَّةٌ وَّادۡخُلُوا

کہ بسو اس شہر میں ف ۱۹۷ اور کھاؤ اس میں جہاں سے چاہو اور کہو ہم کو بخش دے اور داخل ہو دروازہ

الۡبَابَ سُجَّدًا نَّغۡفِرۡ لَـكُمۡ خَطِيۡٓـٰٔتِكُمۡ ؕ سَنَزِيۡدُ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۶۱﴾ فَبَدَّلَ الَّذِيۡنَ

میں سجدہ کرتے ہوئے تو بخش دیں گے ہم تمہاری خطائیں، البتہ زیادہ دیں گے ہم نیکی کرنے والوں کو ف ۱۹۸ سو بدل ڈالا

ظَلَمُوۡا مِنۡهُمۡ قَوۡلًا غَيۡرَ الَّذِىۡ قِيۡلَ لَهُمۡ فَاَرۡسَلۡنَا عَلَيۡهِمۡ رِجۡزًا مِّنَ السَّمَآءِ

ظالموں نے ان میں سے دوسرا لفظ اس کے سوا جو ان سے کہہ دیا گیا تھا پھر بھیجا ہم نے ان پر عذاب آسمان سے

ع ۲۰/۱۰ بِمَا كَانُوۡا يَظۡلِمُوۡنَ ﴿۱۶۲﴾ ع وَسۡـَٔـلۡهُمۡ عَنِ الۡقَرۡيَةِ الَّتِىۡ كَانَتۡ حَاضِرَةَ الۡبَحۡرِ ۘ اِذۡ

بسبب ان کی شرارت کے ف ۱۹۹ اور پوچھ ان سے حال اس بستی کا جو تھی دریا کے کنارے ف ۲۰۰ جب حد سے بڑھنے لگے

يَعۡدُوۡنَ فِى السَّبۡتِ اِذۡ تَاۡتِيۡهِمۡ حِيۡتَانُهُمۡ يَوۡمَ سَبۡتِهِمۡ شُرَّعًا وَّيَوۡمَ

ہفتہ کے حکم میں جب آنے لگیں ان کے پاس مچھلیاں ہفتہ کے دن پانی کے اوپر

النصف لَا يَسۡبِتُوۡنَ ۙ لَا تَاۡتِيۡهِمۡ ۛۚ كَذٰلِكَ ۛۚ نَبۡلُوۡهُمۡ بِمَا كَانُوۡا يَفۡسُقُوۡنَ ﴿۱۶۳﴾

اور جس دن ہفتہ نہ ہو تو نہ آتی تھیں، اس طرح ہم نے ان کو آزمایا اس لیے کہ وہ نافرمان تھے ف ۲۰۱

فائدہ:[۱۹۴] محمد ﷺ کی نبوت عالمگیر ہے:.......یعنی آپ کی بعثت تمام دنیا کے لوگوں کو عام ہے عرب کے امیین یا یہود و نصاریٰ تک محدود نہیں۔ جس طرح خداوند تعالیٰ شہنشاہ مطلق ہے، آپ اس کے رسول مطلق ہیں۔ اب ہدایت و کامیابی کی صورت بجز اس کے کچھ نہیں کہ اس جامع ترین عالمگیر صداقت کی پیروی کی جائے جو آپ لے کر آئے ہیں۔ یہ ہی پیغمبر ہیں، جن پر ایمان لانا تمام انبیاء و مرسلین اور تمام کتب سماویہ پر ایمان لانے کا مرادف ہے۔

فائدہ:[۱۹۵] یہودی حق پرست گروہ:.......گو اکثر یہود سرکشی اور ناانصافی کی راہ اختیار کر رہے ہیں تاہم کچھ ایسی سعید روحیں بھی ہیں، جو دوسروں کو حق کی طرف دعوت دیتی ہیں اور بذات خود حق و انصاف کے راستوں پر گامزن ہیں مثلاً عبداللہ بن سلام رضی اللہ عنہ وغیرہ۔

فائدہ:[۱۹۶] بنی سرائیل کی بارہ جماعتیں:......یعنی اصلاح و انتظام کے لیے ان کی بارہ جماعتیں جو بارہ دادوں کی اولاد تھیں الگ الگ کر دی گئی تھیں۔ پھر ہر ایک جماعت کا ایک نقیب مقرر فرما دیا جو اس کی نگرانی اور اصلاح کا خیال رکھے ﴿وَبَعَثْنَا مِنْهُمُ اثْنَيْ عَشَرَ نَقِيبًا﴾ [مائدہ:۱۲]

فائدہ:[۱۹۷]......اس شہر سے مراد اکثر نے ''اریحاء'' لیا ہے۔

فائدہ:[۱۹۸]......یعنی ابھی ایک شہر فتح ہوا آگے سارا ملک ملے گا کذافی الموضح۔ یا یہ مطلب ہے کہ خطا معاف کر کے نیکوکاروں کے اجر و ثواب بڑھائیں گے کذافی عامۃ الکتب۔

فائدہ:[۱۹۹]......یہ واقعات ''وادی تیہ'' کے ہیں جن کا بیان سورۂ بقرہ ربع پارہ الم [آیت:۵۸] کے بعد گزر چکا وہاں کے فوائد میں تفصیل ملاحظہ کی جائے۔

فائدہ:[۲۰۰] نبی اکرم ﷺ کو خطاب:......یعنی اپنے زمانہ کے یہود سے بطور تنبیہ و توبیخ اس بستی میں رہنے والے یہود کا قصہ دریافت کیجیے جو داؤد علیہ السلام کے عہد میں پیش آیا۔ اکثر مفسرین کے نزدیک اس بستی سے شہر ''ایلہ'' مراد ہے جو بحر قلزم کے کنارے مدین اور طور کے درمیان واقع تھا، وہاں کے لوگ دریا کے قرب کی وجہ سے مچھلی کے شکار کی عادت رکھتے تھے۔

فائدہ:[۲۰۱] یہودیوں پر آزمائش اور نافرمانی کی سزا:......حق تعالیٰ نے یہود پر ہفتہ کے دن شکار کرنا حرام کیا تھا، باشندگانِ ایلہ کو عدول حکمی اور نافرمانی کی عادت تھی، خدا کی طرف سے سخت آزمائش ہونے لگی کہ ہفتہ کے دن دریا میں مچھلیوں کی بے حد کثرت ہوتی جو سطح دریا کے اوپر تیرتی تھیں باقی دنوں میں غائب رہتیں، ان لوگوں سے صبر نہ ہو سکا، صریح حکم الٰہی کے خلاف حیلے کرنے لگے دریا کا پانی کاٹ لائے، جب ہفتہ کے دن مچھلیاں ان کے بنائے ہوئے حوض میں آجاتیں تو نکلنے کا راستہ بند کر دیتے اور اگلے دن اتوار کو جا کر پکڑ لاتے تاکہ ہفتہ کے دن شکار کرنا صادق نہ آئے، گویا اس حرکت سے (معاذ اللہ) خدا کو دھوکا دینا چاہتے تھے۔ آخر دنیا ہی میں اس کی سزا بھگتی کہ مسخ کر کے ذلیل بندر بنا دیئے گئے اس سے ظاہر ہوا کہ حیلہ سازی اور مکاری خدا کے آگے پیش نہیں جاتی۔

وَاِذْ قَالَتْ اُمَّةٌ مِّنْهُمْ لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا ۙ اللّٰهُ مُهْلِكُهُمْ اَوْ مُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا

اور جب بولا ان میں سے ایک فرقہ کیوں نصیحت کرتے ہو ان لوگوں کو جن کو اللہ چاہتا ہے کہ ہلاک کرے یا ان کو عذاب دے

شَدِيْدًا ؕ قَالُوْا مَعْذِرَةً اِلٰى رَبِّكُمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَّقُوْنَ ﴿۱۶۴﴾ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ

سخت ف ۲۰۲ وہ بولے الزام اتارنے کی غرض سے تمہارے رب کے آگے اور اس لیے کہ شاید وہ ڈریں ف ۲۰۳ پھر جب وہ بھول گئے

اَنۡجَیۡنَا الَّذِیۡنَ یَنۡهَوۡنَ عَنِ السُّوۡٓءِ وَاَخَذۡنَا الَّذِیۡنَ ظَلَمُوۡا بِعَذَابٍۭ بَئِیۡسٍۭ بِمَا

اس کو جو ان کو سمجھایا تھا تو نجات دی ہم نے ان کو جو منع کرتے تھے برے کام سے اور پکڑا گناہ گاروں کو برے عذاب میں

كَانُوۡا یَفۡسُقُوۡنَ ﴿۱۶۵﴾ فَلَمَّا عَتَوۡا عَنۡ مَّا نُهُوۡا عَنۡهُ قُلۡنَا لَهُمۡ كُوۡنُوۡا قِرَدَةً

بسبب ان کی نافرمانی کے ف ۲۰۴ پھر جب بڑھنے لگے اس کام میں جس سے وہ روکے گئے تھے تو ہم نے حکم کیا کہ ہو جاؤ

خٰسِئِیۡنَ ﴿۱۶۶﴾ وَاِذۡ تَاَذَّنَ رَبُّكَ لَیَبۡعَثَنَّ عَلَیۡهِمۡ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیٰمَةِ مَنۡ یَّسُوۡمُهُمۡ

بندر ذلیل ف ۲۰۵ اور اس وقت کو یاد کر جب خبر کر دی تھی تیرے رب نے کہ ضرور بھیجتا رہے گا یہود پر قیامت کے دن تک ایسے شخص کو کہ دیا

سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ ؕ اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِیۡعُ الۡعِقَابِ ۚۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿۱۶۷﴾ وَقَطَّعۡنٰهُمۡ

کرے ان کو برا عذاب ف ۲۰۶ بے شک تیرا رب جلد عذاب کرنے والا ہے اور وہ بخشنے والا مہربان ہے ف ۲۰۷ اور متفرق کر دیا

فِی الۡاَرۡضِ اُمَمًا ۚ مِنۡهُمُ الصّٰلِحُوۡنَ وَمِنۡهُمۡ دُوۡنَ ذٰلِكَ ۫ وَبَلَوۡنٰهُمۡ بِالۡحَسَنٰتِ

ہم نے ان کو ملک میں فرقے فرقے ف ۲۰۸ بعضے ان میں نیک اور بعضے اور طرح کے اور ہم نے ان کی آزمائش کی خوبیوں

وَالسَّیِّاٰتِ لَعَلَّهُمۡ یَرۡجِعُوۡنَ ﴿۱۶۸﴾

اور برائیوں میں تاکہ پھر آئیں ف ۲۰۹

فائدہ: [۲۰۲] حکم الٰہی کے خلاف حیلہ بازی کا وبال:...... معلوم ہوتا ہے کہ جب انہوں نے حکم الٰہی کے خلاف حیلہ بازی شروع کی تو شہر کے باشندے کئی قسموں پر منقسم ہو گئے جیسا کہ عموماً ایسے حالات میں ہوا کرتا ہے ایک وہ لوگ جنہوں نے اس حیلہ کی آڑ لے کر صریح حکم الٰہی کی خلاف ورزی کی، دوسرے نصیحت کرنے والے جو اخیر تک فہمائش اور امر بالمعروف میں مشغول رہے، تیسرے جنہوں نے ایک آدھ مرتبہ نصیحت کی پھر مایوس ہو کر اور ان کی سرکشی سے تھک کر چھوڑ دی، چوتھے وہ ہوں گے جو نہ اس عمل شنیع میں شریک ہوئے اور نہ منع کرنے کے لیے زبان کھولی، بالکل علیحدہ اور خاموش رہے، مؤخر الذکر دو جماعتوں نے ان تھک نصیحت کرنے والوں سے کہا ہوگا کہ ان متمردین کے ساتھ کیوں مغززنی کر کے دماغ کھپاتے ہو جن سے کوئی توقع قبول حق کی نہیں، ان کی نسبت تو معلوم ہوتا ہے کہ دو باتوں میں سے ایک بات ضرور پیش آنے والی ہے، یا خدا ان کو بالکل تباہ و ہلاک کر دے اور یا کسی سخت ترین عذاب میں مبتلا کرے کیونکہ یہ لوگ اب کسی نصیحت پر کان دھرنے والے نہیں۔

فائدہ: [۲۰۳] ناصحین کا جواب:...... یعنی شاید سمجھاتے رہنے سے کچھ ڈر جائیں اور اپنی حرکات شنیعہ سے باز آجائیں ورنہ کم از کم ہم پروردگار کے سامنے عذر تو کر سکتے ہیں کہ خدایا! ہم نے آخر دم تک نصیحت و فہمائش میں کوتاہی نہیں کی، یہ نہ مانے تو ہم پر اب کیا الزام ہے؟ گویا یہ ناصحین اوّل تو بالکلیہ مایوس نہ تھے دوسرے "عزیمت" پر عمل کر رہے تھے کہ مایوسی کے باوجود بھی ان کا تعاقب نہیں چھوڑتے تھے۔

فائدہ: [۲۰۴] ناصحین کی نجات اور ظالمین پر عذاب:...... یعنی جب ان نالائقوں نے تمام نصیحتوں کو بالکل ایسا بھلا دیا گویا سنا ہی نہیں تو ہم نے ناصحین کو بچا کر ظالمین کو سخت عذاب میں گرفتار کر دیا ﴿الَّذِیۡنَ یَنۡهَوۡنَ عَنِ السُّوۡٓءِ﴾ کا عموم الفاظ دلالت کرتا ہے کہ جو نصیحت

سے تھک کر ﴿لِمَ تَعِظُوْنَ قَوْمًا﴾ کہنے لگے اور جنہوں۔ نے اخیر تک سلسلہ وعظ ونصیحت کا جاری رکھا اُن دونوں کو نجات ملی، صرف ظالم پکڑے گئے، یہ ہی عکرمہ رحمۃ اللہ علیہ سے منقول ہے، اور ابن عباس رضی اللہ عنہما نے انکے فہم کی داددی ہے۔ باقی جو لوگ اوّل سے آخر تک بالکل ساکت رہے خدا نے بھی انکے ذکر سے سکوت فرمایا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے خوب لکھا ہے: فنص علی نجاۃ الناھین وھلاک الظالمین وسکت عن الساکتین لان الجزاء من جنس العمل فھم لا یستحقون مدحا فیمدحوا ولا ارتکبوا عظیما فیذموا۔ (ابن کثیر) ورجح بعد ذلک قول عکرمۃ واللہ اعلم!

فَائِدَہ: [۲۰۵] **ذلیل مندر بنا دیئے گئے:**...... شاید پہلے کچھ اور عذاب آیا ہوگا، جب بالکل حد سے گزر گئے تب ذلیل بندر بنائے گئے یا ﴿فَلَمَّا عَتَوْا﴾ الآیۃ کو گزشتہ آیت ﴿فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ﴾ کی تفسیر قرار دیا جائے یعنی وہ "عذاب بئیس" یہ ہی بندر بنا دینا تھا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "منع کرنے والوں نے شکار والوں سے ملنا چھوڑ دیا اور بیچ میں دیوار اٹھائی، ایک دن صبح کو اُٹھے تو دوسروں کی آواز نہ سنی دیوار پر سے دیکھا، ہر گھر میں بندر تھے۔ وہ آدمیوں کو پہچان کر اپنے قرابت والوں کے پاؤں پر سر رکھنے لگے اور رونے لگے، آخر برے حال سے تین دن میں مر گئے۔"

فَائِدَہ: [۲۰۶] **دائمی محکومانہ زندگی:**...... یعنی خدا کی طرف سے پختہ اعلان کر دیا گیا تھا کہ یہود اگر احکام تورات پر عمل کرنا چھوڑ دیں گے تو حق تعالیٰ قرب قیامت تک وقتاً فوقتاً ان پر ایسے لوگوں کو مسلط کرتا رہے گا جو ان کو برے عذاب میں مبتلا رکھیں، برا عذاب یہاں محکومانہ زندگی کو فرمایا۔ چنانچہ قوم یہود کبھی یونانی اور کلدانی بادشاہوں کے زیر حکومت رہی، کبھی "بخت نصر" وغیرہ کے شدائد کا تختۂ مشق بنی، آخر میں نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک تک مجوسیوں کی باج گذار رہی پھر مسلمان حکمرانوں کو ان پر مسلط فرما دیا۔ غرض اس وقت سے آج تک ان کو من حیث القوم عزت وآزادی کی زندگی نصیب نہیں ہوئی بلکہ جہاں کہیں رہے اکثر ملوک واحکام کی طرف سے سخت ذلت اور خطرناک تکلیفیں اٹھاتے رہے، ان کا مال و دولت وغیرہ کوئی چیز اس غلامی ومحکومیت کی لعنت سے نجات نہ دے سکی اور نہ قیامت تک دے سکے گی۔ آخر میں جب یہ لوگ دجال کے مددگار ہو کر نکلیں گے تو حضرت مسیح علیہ السلام کے مسلمان رفقاء کے ہاتھوں سے تہ تیغ کیے جائیں گے کما ورد فی الحدیث۔

فَائِدَہ: [۲۰۷] **شرارت پر سزا اور ندامت پر بخشش کی ہوا:**...... یعنی جو شرارت سے باز نہ آئے بعض اوقات اس پر جلدی دنیا ہی میں عذاب بھیجنا شروع کر دیتا ہے اور کیسا ہی کٹر مجرم توبہ کر لے اور نادم ہو کر خدا کی طرف رجوع ہو تو اس کی بخشش ورحمت بھی بے پایاں ہے معاف کرتے ہوئے بھی دیر نہیں لگتی۔

فَائِدَہ: [۲۰۸] **احوال عبرت:**...... یہود کی دولت برہم ہوئی تو آپس کی مخالفت سے ہر طرف نکل گئے کوئی اجتماعی قوت وشوکت نہ رہی اور مذہب مختلف پیدا ہوئے۔ یہ احوال اس امت کو عبرت کے لیے سنائے جا رہے ہیں۔

فَائِدَہ: [۲۰۹] **توبہ سے مواقع:**...... یعنی کچھ افراد ان میں نیک بھی تھے مگر اکثریت کافروں اور فاسقوں کی تھی، ان اکثروں کے لیے بھی ہم رجوع وانابت الی اللہ کے مواقع بہم پہنچاتے رہے، کبھی ان کو عیش وتنعم میں رکھا کبھی سختی اور تکلیف میں مبتلا کیا کہ ممکن ہے احسان مان کر یا سختیوں سے ڈر کر توبہ کریں اور خدا کی طرف رجوع ہوں۔

فَخَلَفَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ خَلْفٌ وَّرِثُوا الْكِتٰبَ يَاْخُذُوْنَ عَرَضَ هٰذَا الْاَدْنٰى

پھر ان کے پیچھے آئے ناخلف جو وارث بنے کتاب کے لے لیتے ہیں اسباب اس ادنیٰ زندگانی کا

وَيَقُوۡلُوۡنَ سَيُغۡفَرُ لَنَا ۚ وَاِنۡ يَّاۡتِهِمۡ عَرَضٌ مِّثۡلُهٗ يَاۡخُذُوۡهُ ؕ اَلَمۡ يُؤۡخَذۡ عَلَيۡهِمۡ

اور کہتے ہیں کہ ہم کو معاف ہو جائے گا اور اگر ایسا ہی اسباب ان کے سامنے پھر آئے تو اس کو لے لیویں ف ۲۱۰ کیا ان سے کتاب

مِّيۡثَاقُ الۡكِتٰبِ اَنۡ لَّا يَقُوۡلُوۡا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الۡحَقَّ وَدَرَسُوۡا مَا فِيۡهِ ؕ وَالدَّارُ

میں عہد نہیں لیا گیا کہ نہ بولیں اللہ پر سوا سچ کے اور انہوں نے پڑھا ہے جو کچھ اس میں لکھا ہے اور آخرت کا

الۡاٰخِرَةُ خَيۡرٌ لِّلَّذِيۡنَ يَتَّقُوۡنَ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ﴿۱۶۹﴾ وَالَّذِيۡنَ يُمَسِّكُوۡنَ بِالۡكِتٰبِ

گھر بہتر ہے ڈرنے والوں کے لیے کیا تم سمجھتے نہیں ف ۲۱۱ اور جو لوگ خوب پکڑ رہے ہیں کتاب کو

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ ؕ اِنَّا لَا نُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُصۡلِحِيۡنَ ﴿۱۷۰﴾ وَاِذۡ نَتَقۡنَا الۡجَبَلَ فَوۡقَهُمۡ

اور قائم رکھتے ہیں نماز کو، بے شک ہم ضائع نہ کریں گے ثواب نیکی والوں کا ف ۲۱۲ اور جس وقت اٹھایا ہم نے پہاڑ ان

كَاَنَّهٗ ظُلَّةٌ وَّظَنُّوۡۤا اَنَّهٗ وَاقِعٌۢ بِهِمۡ ۚ خُذُوۡا مَاۤ اٰتَيۡنٰكُمۡ بِقُوَّةٍ وَّاذۡكُرُوۡا مَا فِيۡهِ

کے اوپر مثل سائبان کے اور ڈرے کہ وہ ان پر گرے گا، ہم نے کہا پکڑو جو ہم نے تم کو دیا ہے زور سے اور یاد رکھو جو اس میں

لَعَلَّكُمۡ تَتَّقُوۡنَ ﴿۱۷۱﴾ وَاِذۡ اَخَذَ رَبُّكَ مِنۡۢ بَنِيۡۤ اٰدَمَ مِنۡ ظُهُوۡرِهِمۡ ذُرِّيَّتَهُمۡ

ہے تاکہ تم بچتے رہو ف ۲۱۳ اور جب نکالا تیرے رب نے بنی آدم کی پیٹھوں سے ان کی اولاد کو اور اقرار کرایا

وَاَشۡهَدَهُمۡ عَلٰۤى اَنۡفُسِهِمۡ ۚ اَلَسۡتُ بِرَبِّكُمۡ ؕ قَالُوۡا بَلٰى ۛۚ شَهِدۡنَا ۛۚ اَنۡ تَقُوۡلُوۡا

ان سے ان کی جانوں پر، کیا میں نہیں ہوں تمہارا رب، بولے ہاں ہے، ہم اقرار کرتے ہیں، کبھی کہنے لگو

يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ اِنَّا كُنَّا عَنۡ هٰذَا غٰفِلِيۡنَ ﴿۱۷۲﴾ اَوۡ تَقُوۡلُوۡۤا اِنَّمَاۤ اَشۡرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنۡ قَبۡلُ

قیامت کے دن ہم کو تو اس کی خبر نہ تھی یا کہنے لگو کہ شرک تو نکالا تھا ہمارے باپ دادوں نے ہم سے پہلے

وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنۡۢ بَعۡدِهِمۡ ۚ اَفَتُهۡلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الۡمُبۡطِلُوۡنَ ﴿۱۷۳﴾ وَكَذٰلِكَ نُفَصِّلُ

اور ہم ہوئے ان کی اولاد ان کے پیچھے، تو کیا تو ہم کو ہلاک کرتا ہے اس کام پر جو کیا گمراہوں نے ف ۲۱۴ اور یوں ہم کھول کر

الۡاٰيٰتِ وَلَعَلَّهُمۡ يَرۡجِعُوۡنَ ﴿۱۷۴﴾ وَاتۡلُ عَلَيۡهِمۡ نَبَاَ الَّذِيۡۤ اٰتَيۡنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانۡسَلَخَ

بیان کرتے ہیں باتیں تاکہ وہ پھر آئیں ف ۲۱۵ اور سنا دے ان کو حال اس شخص کا جس کو ہم نے دی تھیں اپنی آیتیں پھر

مِنۡهَا فَاَتۡبَعَهُ الشَّيۡطٰنُ فَكَانَ مِنَ الۡغٰوِيۡنَ ﴿۱۷۵﴾ وَلَوۡ شِئۡنَا لَرَفَعۡنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗۤ

وہ ان کو چھوڑ نکلا پھر اس کے پیچھے لگا شیطان تو وہ ہو گیا گمراہوں میں اور ہم چاہتے تو بلند کرتے اس کا رتبہ ان آیتوں کی

معانقۃ

اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ۚ فَمَثَلُهٗ كَمَثَلِ الْكَلْبِ ۚ اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ

بدولت لیکن وہ تو ہو رہا زمین کا اور پیچھے ہو لیا اپنی خواہش کے تو اس کا حال ایسا جیسے کتا، اس پر تو بوجھ لا دے

يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَاقْصُصِ

تو ہانپے اور چھوڑ دے تو ہانپے، یہ مثال ہے ان لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو، سو بیان کر

الْقَصَصَ لَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۷۶﴾ سَآءَ مَثَلَاۨ الْقَوْمُ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا

یہ احوال تاکہ وہ دھیان کریں ف۲۱۶ بری مثال ہے ان لوگوں کی کہ جھٹلایا انہوں نے ہماری آیتوں کو،

وَاَنْفُسَهُمْ كَانُوْا يَظْلِمُوْنَ ﴿۱۷۷﴾ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِيْ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ

اور وہ اپنا ہی نقصان کرتے رہے ف۲۱۷ جس کو اللہ راستہ دے وہ ہی راستہ پاوے اور جس کو

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۷۸﴾

وہ بچلادے سو وہی ہیں ٹوٹے میں۔ ف۲۱۸

فائدہ:[۲۱۰] یہود کی تحریف اور خوش فہمی:......یعنی اگلوں میں تو کچھ صالحین بھی تھے پچھلے ایسے ناخلف ہوئے کہ جس کتاب (تورات شریف) کے وارث ذحال بنے تھے، دنیا کا تھوڑا سا سامان لے کر اس کی آیات میں تحریف و کتمان کرنے لگے اور رشوتیں لے کر احکام تورات کے خلاف فیصلے دینے لگے۔ پھر اس پر ستم ظریفی دیکھئے کہ ایسی نالائق اور پاجیانہ [ذلیل، کمینگی] حرکات کا ارتکاب کرتے ہوئے یہ عقیدہ اور دعویٰ رکھتے ہیں کہ ان باتوں سے ہم کو مضرت کا کچھ اندیشہ نہیں، ہم تو خدا کی اولاد اور اس کے محبوب ہیں کچھ بھی کریں وہ ہماری بے اعتدالیوں سے ضرور درگزر کرے گا۔ اسی عقیدہ کی بنا پر تیار رہتے ہیں کہ آئندہ جب موقع ہو پھر رشوت لے کر اسی طرح کی بے ایمانی کا اعادہ کریں، گویا بجائے اس کے کہ گزشتہ حرکات پر نادم ہوتے اور آئندہ کے لیے عزم رکھتے کہ ایسی حرکات کا اعادہ نہ کریں گے، مگر اللہ سے مامون ہو کر ان ہی شرارتوں اور بے ایمانیوں کے اعادہ کا عزم رکھتے ہیں، اس سے زیادہ حماقت اور بے حیائی کیا ہوگی؟

فائدہ:[۲۱۱] تورات کے بارے میں اللہ کا عہد اور یہود کی بے عقلی:......یعنی تورات میں جو عہد لیا گیا تھا کہ ''خدا کی طرف سچ کے سوا کسی چیز کی نسبت نہ کریں'' کیا وہ انہیں معلوم نہیں جو اس کی کتاب اور احکام میں قطع و برید کر کے اس پر افترا کرنے لگے، حالانکہ ''کتاب اللہ'' (تورات) کو یہ لوگ پڑھتے پڑھاتے ہیں۔ پھر کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اس کا مضمون انہیں معلوم نہیں یا یاد نہیں رہا۔ حقیقت وہ ہی ہے کہ دنیا کی فانی متاع کے عوض انہوں نے دین و ایمان بیچ ڈالا اور آخرت کی تکلیف و راحت سے آنکھیں بند کر لیں، اتنا نہ سمجھے کہ جو لوگ خدا سے ڈرتے اور تقویٰ کی راہ اختیار کرتے ہیں ان کے لیے آخرت کا گھر اور وہاں کا عیش و تنعم دنیا کی خوشحالی سے کہیں بہتر اور فائق ہے، کاش کہ اب بھی انہیں عقل آ جائے۔

فائدہ:[۲۱۲] یہود کیلئے بشارت:......یعنی توبہ اور اصلاح حال کا دروازہ اب بھی کھلا ہے جو لوگ شریروں کی راہ چھوڑ کر تورات کی اصلی ہدایات کو تھامے رہیں اور اسی کی ہدایت و پیشین گوئی کے موافق اس وقت قرآن کریم کا دامن مضبوط پکڑے رہیں اور خدا کی بندگی (نماز

وغیرہ) کا حق ٹھیک ٹھیک ادا کریں۔ غرض اپنی اور دوسروں کی اصلاح پر متوجہ ہوں خدا ان کی محنت ضائع نہ کرے گا وہ بلاشبہ اپنی محنت کا میٹھا پھل چکھیں گے۔

فائدہ: [۲۱۳] **یہودیوں پر پہاڑ:**...... یعنی جو ﴿مِیْثَاقُ الْکِتٰبِ﴾ (عہد واقرار) انہیں یاد دلایا جارہا ہے، وہ ایسے اہتمام سے لیا گیا تھا کہ پہاڑ اٹھا کر ان کے سروں پر لٹکا دیا گیا اور کہا گیا کہ جو کچھ تم کو دیا جارہا ہے (تورات وغیرہ) اسے پوری مضبوطی اور عزم سے تھامو اور جو نصیحتیں کی گئیں انہیں ہمیشہ یاد رکھو، ورنہ بصورت انکار سمجھ لو کہ خدا تم پر یہ پہاڑ گرا کر ہلاک کرسکتا ہے۔ اس قدر اہتمام اور تخویف وتاکید سے جو قول وقرار لیا گیا تھا، افسوس ہے وہ بالکل فراموش کردیا گیا۔ یہ ''رفع جبل'' کا قصہ سورۂ بقرہ میں ربع پارہ الم (آیت: ۶۳) کے بعد گزر چکا ہے ملاحظہ فرمالیا جائے۔

فائدہ: [۲۱۴] **تمام ادیان سماویہ کی بنیاد خدا کی ''ربوبیت عامہ'' کا عقیدہ ہے:**...... ''میثاق خاص'' کے بعد یہاں سے ''میثاقِ عام'' کا ذکر کرتے ہیں۔ تمام عقائدِ حقہ اور ادیانِ سماویہ کا بنیادی پتھر یہ ہے کہ انسان خدا کی ہستی اور ربوبیتِ عامہ پر اعتقاد رکھے، مذہب کی ساری عمارت اسی سنگِ بنیاد پر کھڑی ہوتی ہے۔ جب تک یہ اعتقاد نہ ہو، مذہبی میدان میں عقل وفکر کی رہنمائی اور انبیاء و مرسلین کی ہدایات کچھ نفع نہیں پہنچاسکتیں، اگر پورے غور وتامل سے دیکھا جائے تو آسمانی مذہب کے تمام اصول وفروع بالآخر خدا کی ''ربوبیت عامہ'' کے اسی عقیدہ پر منتہی ہوتے ہیں بلکہ اسی کی تہہ میں لپٹے ہوئے ہیں، عقل سلیم اور وحی والہام اسی اجمال کی شرح کرتے ہیں۔ پس ضروری تھا کہ یہ تخم ہدایت جسے کل آسمانی تعلیمات کا مبدا و منتہیٰ اور تمام ہدایاتِ ربانیہ کا وجود مجمل کہنا چاہیے، عام فیاضی کے ساتھ نوع انسانی کے تمام افراد میں بکھیر دیا جائے تاکہ ہر آدمی عقل وفہم اور وحی والہام کی آبیاری سے اس تخم کو شجر ایمان وتوحید کے درجہ تک پہنچا سکے۔ اگر قدرت کی طرف سے قلوب بنی آدم میں ابتداءً یہ تخم ریزی نہ ہوتی اور اس سب سے زیادہ اساسی وجوہری عقدہ کا حل ناخن عقل وفکر کے سپرد کردیا جاتا تو یقیناً یہ مسئلہ بھی منطقی استدلال کی بھول بھلیاں میں پھنس کر ایک نظری مسئلہ بن کر رہ جاتا، جس پر سب تو کیا اکثر آدمی بھی متفق نہ ہوسکتے جیسا کہ تجربہ بتلاتا ہے کہ فکر واستدلال کی ہنگامہ آرائیاں اکثر اتفاق سے زیادہ اختلاف آراء پر منتج ہوتی ہیں، اس لیے قدرت نے جہاں غور وفکر کی قوت اور نورِ وحی والہام کے قبول کرنے کی استعداد بنی آدم میں ودیعت فرمائی، وہیں اس اساسی عقیدہ کی تعلیم سے ان کو فطرۃً بہرہ ور کیا جس کے اجمال میں کل آسمانی ہدایات کی تفصیل منطوی ومندمج تھی، اور جس کے بدون مذہب کی عمارت کا کوئی ستون کھڑا نہیں رہ سکتا تھا، یہ اسی ازلی اور خدائی تعلیم کا اثر ہے کہ آدم کی اولاد ہر قرن اور ہر گوشہ میں حق تعالیٰ کی ربوبیت عامہ کے عقیدہ پر کسی نہ کسی حد تک متفق رہی ہے۔ اور جن معدودے افراد نے کسی عقلی وروحی بیماری کی وجہ سے اس عام فطری احساس کے خلاف آواز بلند کی ہے وہ انجام کار دنیا کے سامنے بلکہ خود اپنی نظر میں بھی اسی طرح جھوٹے ثابت ہوئے جیسے ایک بخار وغیرہ کا مریض، لذیذ اور خوشگوار غذاؤں کو تلخ اور بدمزہ بتلانے میں جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ بہرحال ابتدائے آفرینش سے آج تک ہر درجہ اور ہر طبقہ کے انسانوں کا خدا کی ربوبیت کبریٰ پر عام اتفاق واجماع اس کی زبردست دلیل ہے کہ یہ عقیدہ عقول وافکار کی دوادوش [کوشش] سے پہلے ہی فاطر حقیقی کی طرف سے اولاد آدم کو بلاواسطہ تلقین فرمادیا گیا ورنہ فکر واستدلال کے راستہ سے ایسا اتفاق پیدا ہوجانا تقریباً ناممکن تھا۔ قرآن کریم کی یہ امتیازی خصوصیت ہے کہ اس نے آیات حاضرہ میں عقیدہ کی اس فطری یکسانیت کے اصلی راز پر روشنی ڈالی، بلاشبہ ہم کو یاد نہیں کہ اس بنیادی عقیدہ کی تعلیم کب اور کہاں اور کس ماحول میں دی گئی؟ تاہم جس طرح ایک لیکچرار اور انشاپرداز کو یقین ہے کہ ضرور اس کو ابتدائے عمر میں کسی نے الفاظ بولنے سکھلائے، جس سے ترقی کرکے آج اس رتبہ کو پہنچا، گو پہلا لفظ سکھلانے والا اور سکھلانے کا وقت، مکان اور دیگر خصوصیات مقامی بلکہ نفس سکھلانا بھی یاد نہیں تاہم اس کے موجودہ آثار

سے یقین ہے کہ ایسا واقع ضرور ہوا ہے۔ اسی طرح بنی نوع انسان کا علی اختلاف الاقوام والاجیال "عقیدۂ ربوبیتِ الٰہی" پر متفق ہونا اس کی کھلی شہادت ہے کہ یہ چیز بدءِ فطرت میں کسی معلم کے ذریعہ سے ان تک پہنچی ہے، باقی تعلیمی خصوصیات و احوال کا محفوظ نہ رہ سکنا اس کی تسلیم میں خلل انداز نہیں ہوسکتا۔ اسی ازلی و فطری تعلیم نے جس کا نمایاں اثر آج تک انسانی سرشت میں موجود چلا آتا ہے، ہر انسان کو خدا کی حجت کے سامنے ملزم کر دیا ہے جو شخص اپنے الحاد و شرک کو حق بجانب قرار دینے کے لیے غفلت، بے خبری یا آباء و اجداد کی کورانہ تقلید کا عذر کرتا ہے، اس کے مقابلہ پر خدا کی یہی حجت قاطعہ جس میں اصل فطرت انسانی کی طرف توجہ دلائی گئی ہے، بطور فیصلہ کن جواب کے پیش کی جاسکتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام کی پشت سے ان کی اولاد اور ان سے ان کی اولاد نکالی، سب سے اقرار کروایا اپنی خدائی کا پھر پشت میں داخل کیا۔ اس سے مدعا یہ ہے کہ خدا کے رب مطلق ماننے میں ہر کوئی آپ کفایت کرتا ہے باپ کی تقلید نہ چاہیے، اگر باپ شرک کرے بیٹے کو چاہیے ایمان لاوے اگر کسی کو شبہ ہو کہ وہ عہد تو یاد نہیں رہا پھر کیا حاصل؟ تو یوں سمجھے کہ اس کا نشان ہر کسی کے دل میں ہے اور ہر زبان پر مشہور ہو رہا ہے کہ سب کا خالق اللہ ہے، سارا جہاں قائل ہے اور جو کوئی منکر ہے یا شرک کرتا ہے سو اپنی عقل ناقص کے دخل سے پھر آپ ہی جھوٹا ہوتا ہے۔"

فائدہ: [۲۱۵] ...... موضح القرآن میں ہے کہ "یہ قصہ یہود کو سنایا کہ وہ بھی عہد سے پھرے ہیں جیسے مشرک پھرتے ہیں۔"

فائدہ: [۲۱۶] بلعم بن باعوراء کا عبرتناک واقعہ اور انجام: ...... اکثر مفسرین کے نزدیک یہ آیات بلعم بن باعوراء کے حق میں نازل ہوئیں جو ایک عالم اور صاحب تصرف درویش تھا، بعدہ اللہ کی آیات و ہدایات کو چھوڑ کر عورت کے اغوا اور دولت کے لالچ سے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں اپنے تصرفات چلانے اور ناپاک تدبیریں بتلانے کے لیے تیار ہوگیا آخر موسیٰ علیہ السلام کا تو کچھ نہ بگاڑ سکا خود مردود ابدی بنا۔ آیات اللہ کا جو علم بلعم کو دیا گیا تھا اگر خدا چاہتا تو اس کے ذریعہ سے بہت بلند مراتب پر اس کو فائز کر دیتا اور یہ جب ہی ہوسکتا تھا کہ اسے اپنے علم پر چلنے اور آیات اللہ کا اتباع کرنے کی توفیق ہوتی، لیکن ایسا نہ ہوا کیونکہ وہ خود آسمانی برکات و آیات سے منہ موڑ کر زمینی شہوات و لذات کی طرف جھک پڑا وہ نفسانی خواہشات کے پیچھے چل رہا تھا اور شیطان اس کا پیچھا (تعاقب) کرتا جارہا تھا حتیٰ کہ پکے کجروں اور گمراہوں کی قطار میں جا داخل ہوا، اس وقت اس کا حال کتے کی طرح ہوگیا جس کی زبان باہر لٹکی ہو اور برابر ہانپ رہا ہو، اگر فرض کرو اس پر بوجھ لاد دیں یا ڈانٹ بتلائیں یا کچھ نہ کہیں آزاد چھوڑ دیں، بہرصورت ہانپتا اور زبان لٹکائے رہتا ہے کیونکہ طبعی طور پر دل کی کمزوری کی وجہ سے گرم ہوا کے باہر پھینکنے اور سرد و تازہ ہوا کے اندر کھینچنے پر بہ سہولت قادر نہیں ہے۔ اسی طرح سفلی خواہشات میں منہ مارنے والے کتے کا حال ہوا کہ اخلاقی کمزوری کی وجہ سے "آیات اللہ" کا دیا جانا اور نہ دیا جانا یا تنبیہ کرنا اور نہ کرنا دونوں حالتیں اسکے حق میں برابر ہوگئیں: ﴿سَوَآءٌ عَلَيْهِمْ ءَاَنْذَرْتَهُمْ اَمْ لَمْ تُنْذِرْهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝﴾ [بقرہ:۶] حرصِ دنیا سے اس کی زبان باہر لٹک پڑی اور ترک آیات کی نحوست سے بدحواسی اور پریشانی خاطر کا نقشہ برابر ہانپتے رہنے کی مثال میں ظاہر ہوا، ممکن ہے کہ بلعم کی باطنی و معنوی کیفیت ظاہر کرنے کے لیے صرف ایک مثال کے طور پر یہ مضمون ﴿اِنْ تَحْمِلْ عَلَيْهِ يَلْهَثْ اَوْ تَتْرُكْهُ يَلْهَثْ﴾ ذکر کیا گیا ہو اور ہوسکتا ہے کہ دنیا یا آخرت میں اس کے لیے یہ سزا تجویز کی گئی ہو کہ ظاہری و حسی طور پر کتے کی طرح زبان باہر نکل پڑے اور ہمیشہ پریشان و بدحواس اور خوفزدہ آدمی کی طرح ہانپتا رہے۔ العیاذ باللہ! آیات کی شان نزول کچھ ہو بہر حال ایسے ہوا پرستوں کا انجام بتلایا گیا ہے جو حق کے قبول کرنے یا پوری طرح سمجھ لینے کے بعد محض دنیوی طمع اور سفلی خواہشات کی پیروی میں احکام الٰہیہ کو چھوڑ کر شیطان کے اشاروں پر چلنے لگیں اور خدا کے عہد و میثاق کی کچھ پروا نہ کریں۔ گویا یہود کو بھی متنبہ فرما دیا کہ صرف کتاب کا علم کچھ نافع نہیں ہوسکتا جب تک صحیح معنی میں اسکا اتباع نہ ہو ﴿مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا﴾ [جمعہ:۵] علمائے سوء کے لیے ان آیات میں بڑا عبرتناک

سبق ہے اگر دھیان کریں۔

فائدہ: [۲۱۷] ...... مشرکین وغیرہم کے رد میں جابجا قرآن نے عنکبوت، ذباب، مکڑی، مکھی وغیرہ کی مثالیں بیان فرمائی ہیں، مگر ان لوگوں کی مثال ایسی بری ہے کہ کوئی غیرت مند آدمی حتی المقدور اس کو اپنے پر چسپاں نہیں ہونے دے گا اور جو بے حیا غدار اپنے احوال پر چسپاں ہونے دیتا ہے وہ صرف اپنا ہی نقصان کرتا ہے۔

فائدہ: [۲۱۸] **محض علم نجات کے لئے کافی نہیں**: ...... علم و فضل بھی انسان کو جب ہی کام دیتا ہے کہ خدا کی ہدایت و دستگیری سے علم صحیح کے موافق چلنے کی توفیق ہو جسے وہ سیدھے راستہ پر چلنے کے لیے موافق نہ کرے تو کتنی ہی بڑی علمی فضیلت و قابلیت رکھتا ہو سمجھ لو کہ ٹوٹے اور خسارے کے سوا کچھ ہاتھ نہ آئے گا اس لیے انسان اپنے علم و فضل پر مغرور نہ ہو بلکہ دائماً خدا سے ہدایت و توفیق کا طلبگار رہے۔

وَلَقَدْ ذَرَاْنَا لِجَهَنَّمَ كَثِيْرًا مِّنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ ۖ لَهُمْ قُلُوْبٌ لَّا يَفْقَهُوْنَ

اور ہم نے پیدا کیے دوزخ کے واسطے بہت سے جن اور آدمی ف۲۱۹ ان کے دل ہیں کہ ان سے سمجھتے نہیں

بِهَا ۫ وَلَهُمْ اَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُوْنَ بِهَا ۫ وَلَهُمْ اٰذَانٌ لَّا يَسْمَعُوْنَ بِهَا ؕ اُولٰٓئِكَ

اور آنکھیں ہیں کہ ان سے دیکھتے نہیں اور کان ہیں کہ ان سے سنتے نہیں وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے

كَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ﴿۱۷۹﴾ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى

بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ، وہی لوگ ہیں غافل ف۲۲۰ اور اللہ کے لیے ہیں سب نام اچھے

فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اَسْمَآئِهٖ ؕ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا

سو اس کو پکارو وہی نام کہہ کر اور چھوڑ دو ان کو جو کج راہ چلتے ہیں اس کے ناموں میں، وہ بدلہ پا رہیں گے اپنے

ع ۲۲ ۱۰ ۱۲ يَعْمَلُوْنَ ﴿۱۸۰﴾ وَمِمَّنْ خَلَقْنَآ اُمَّةٌ يَّهْدُوْنَ بِالْحَقِّ وَبِهٖ يَعْدِلُوْنَ ﴿۱۸۱﴾ وَالَّذِيْنَ

کیے کا ف۲۲۱ اور ان لوگوں میں کہ جن کو ہم نے پیدا کیا ہے ایک جماعت ہے کہ راہ بتلاتے ہیں سچی اور اُسی کے موافق انصاف کرتے ہیں ف۲۲۲ اور

كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَيْثُ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۲﴾ وَاُمْلِیْ لَهُمْ ؕ اِنَّ

جنہوں نے جھٹلایا ہماری آیتوں کو ہم ان کو آہستہ آہستہ پکڑیں گے ایسی جگہ سے جہاں سے ان کو خبر بھی نہ ہوگی اور میں ان کو ڈھیل دوں گا

كَيْدِیْ مَتِيْنٌ ﴿۱۸۳﴾ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا ۜ مَا بِصَاحِبِهِمْ مِّنْ جِنَّةٍ ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا نَذِيْرٌ

بے شک میرا داؤ پکا ہے ف۲۲۳ کیا انہوں نے دھیان نہیں کیا کہ ان کے رفیق کو کچھ بھی جنون نہیں، وہ تو ڈرانے والا

مُّبِيْنٌ ﴿۱۸۴﴾ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِیْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ

بے صاف کیا انہوں نے نظر نہیں کی سلطنت میں آسمان اور زمین کی اور جو کچھ پیدا کیا ہے اللہ 36

شَيۡءٍ ۙ وَّاَنۡ عَسٰۤى اَنۡ يَّكُوۡنَ قَدِ اقۡتَرَبَ اَجَلُهُمۡ ۚ فَبِاَىِّ حَدِيۡثٍۢ بَعۡدَهٗ يُؤۡمِنُوۡنَ ﴿۱۸۵﴾

نے ہر چیز سے اور اس میں کہ شاید قریب آ گیا ہو ان کا وعدہ ف۲۲۴ سو اس کے پیچھے کس بات پر ایمان لائیں گے ف۲۲۵

فَائِدَة: [۲۱۹] **اشکال اور جواب**:...... یہ آیت بظاہر آیت ﴿وَمَا خَلَقۡتُ الۡجِنَّ وَالۡاِنۡسَ اِلَّا لِيَعۡبُدُوۡنِ﴾ [ذاریات: ۵۶] کے معارض معلوم ہوتی ہے اس لیے بعض مفسرین نے وہاں ﴿لِيَعۡبُدُوۡنِ﴾ میں لام غایت اور یہاں ﴿لِجَهَنَّمَ﴾ میں لام عاقبت مراد لیا ہے یعنی سب کے پیدا کرنے سے مطلوب اصلی تو عبادت ہے لیکن بہت سے جن وانس چونکہ اس مطلب کو پورا نہ کریں گے اور انجام کار دوزخ میں بھیجے جائیں گے، اس انجام کے لحاظ سے کہہ سکتے ہیں کہ گویا وہ دوزخ ہی کے لیے پیدا ہوئے کمافی قولہ تعالیٰ: ﴿فَالۡتَقَطَهٗۤ اٰلُ فِرۡعَوۡنَ لِيَكُوۡنَ لَهُمۡ عَدُوًّا وَّحَزَنًا﴾ [قصص: ۸] باقی محققین کے نزدیک اس تکلف کی حاجت نہیں، وہ دونوں جگہ "لام غایت" ہی کا ارادہ کرتے ہیں مگر ﴿لِيَعۡبُدُوۡنِ﴾ میں "غایت تشریعی" اور یہاں ﴿لِجَهَنَّمَ﴾ میں "غایت تکوینی" بیان کی گئی ہے۔

فَائِدَة: [۲۲۰] **جانوروں سے بدتر**:...... یعنی دل، کان، آنکھ سب کچھ موجود ہیں لیکن نہ دل سے "آیات اللہ" میں غور کرتے ہیں، نہ قدرت کے نشانات کا بنظر تعمق واعتبار مطالعہ کرتے ہیں، اور نہ خدائی باتوں کو بسمع قبول سنتے ہیں، جس طرح چوپائے جانوروں کے تمام ادراکات صرف کھانے پینے اور بہیمی جذبات کے دائرہ میں محدود ہوتے ہیں یہ ہی حال ان کا ہے کہ دل و دماغ، ہاتھ پاؤں، کان آنکھ غرض خدا کی دی ہوئی سب قوتیں محض دنیوی لذائذ اور مادی خواہشات کی تحصیل وتکمیل کے لیے وقف ہیں۔ انسانی کمالات اور ملکوتی خصال کے اکتساب سے کوئی سروکار نہیں بلکہ غور کیا جائے تو ان کا حال ایک طرح چوپائے جانوروں سے بھی بدتر ہے، جانور مالک کے بلانے پر چلا آتا ہے اس کے ڈانٹنے سے رک جاتا ہے۔ یہ کبھی مالک حقیقی کی آواز پر کان نہیں دھرتے، پھر جانور اپنے فطری قویٰ سے وہ ہی کام لیتے ہیں جو قدرت نے ان کیلئے مقرر کر دیا ہے، زیادہ کی ان میں استعداد ہی نہیں لیکن ان لوگوں میں روحانی وعرفانی ترقیات کی جو فطری قوت واستعداد ودیعت کی گئی تھی، اسے مہلک غفلت اور بے راہ روی سے خود اپنے ہاتھوں ضائع معطل کر دیا گیا۔

فَائِدَة: [۲۲۱] **اسماء حسنیٰ کے ساتھ دعا کی ترغیب اور کجروی کی ممانعت**:...... غافلین کا حال ذکر کر کے مومنین کو متنبہ فرمایا ہے کہ تم غفلت اختیار نہ کرنا۔ غفلت دور کرنے والی چیز خدا کی یاد ہے، سو تم ہمیشہ اس کو اچھے ناموں سے پکارو اور اچھی صفات سے یاد کرو۔ جو لوگ اس کے اسماء وصفات کے بارہ میں کج روش اختیار کرتے ہیں انہیں چھوڑ دو وہ جیسا کریں گے ویسا بھگتیں گے۔ خدا کے ناموں اور صفتوں کے متعلق کجروی یہ ہے کہ خدا پر ایسے نام یا صفت کا اطلاق کرے جس کی شریعت نے اجازت نہیں دی اور جو حق تعالیٰ کی تعظیم واجلال کے لائق نہیں یا اس کے مخصوص نام اور صفت کا اطلاق غیر اللہ پر کرے یا ان کے معانی بیان کرنے میں بے اصول تاویل اور کھینچ تان کرے یا ان کو معصیت (مثلاً سحر وغیرہ) کے مواقع میں استعمال کرنے لگے، یہ سب کجروی ہے۔

فَائِدَة: [۲۲۲] **امت محمدیہ کی انفرادیت**:...... یہ جماعت امت محمدیہ مرحومہ ہے علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم جس نے ہر قسم کی افراط و تفریط اور کجروی سے علیحدہ ہو کر سچائی اور انصاف واعتدال کا طریقہ اختیار کیا اور اسی کی طرف دوسروں کو دعوت دیتی ہے۔ آگے اس امت کے مخالفین اور حق کی تکذیب کرنے والوں کا ذکر ہے۔

فَائِدَة: [۲۲۳] **جھٹلانے والوں کی بتدریج سزا**:...... جھٹلانے والے مجرموں کو بسا اوقات فوراً سزا نہیں ملتی بلکہ دنیوی عیش اور فراخی کے دروازے کھول دیئے جاتے ہیں حتیٰ کہ خدائی سزا سے بے فکر ہو کر ارتکاب جرائم پر اور زیادہ دلیر بن جاتے ہیں، اس طرح جو انتہائی سزا ان پر جاری کرنی ہے رفتہ رفتہ اپنے کو علانیہ اور کامل طور پر اس کا مستحق ثابت کر دیتے ہیں، یہ ہی خدا کی ڈھیل اور استدراج ہے۔ وہ حماقت

اور بے حیائی سے سمجھتے ہیں کہ ہم پر مہربانی ہو رہی ہے اور حقیقت میں انتہائی عذاب کے لیے تیار کیا جا رہا ہے۔ خدا کا ''کید'' (داؤ یا خفیہ تدبیر) اسی کو کہا کہ ایسی کارروائی کی جائے جس کا ظاہر رحمت اور باطن قہر و عذاب ہو، بیشک خدا کی تدبیر بڑی مضبوط اور پختہ ہے جس کی کسی حیلہ اور تدبیر سے مدافعت نہیں ہو سکتی۔

فائدہ: [۲۲۴] **غور و فکر کی دعوت:**...... یعنی آخر آیات اللہ کو جھٹلانے اور اس کے بدانجام سے غافل ہو جانے کا سبب کیا ہے۔ ان آیات کا لانے والا (معاذ اللہ) کوئی بے عقل و مجنون نہیں، وہ ساری عمر تمہارے پاس رہا، اس کے ہر چھوٹے بڑے حال سے تم واقف ہو، اس کی عقل و دانش اور امانت و دیانت پہلے سے مسلم و معروف ہے جس کے پاس سے لایا وہ تمام جہان کا مالک شہنشاہ مطلق اور ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اس کے نہایت ہی محکم و مضبوط نظام سلطنت بلکہ ہر چھوٹی بڑی چیز میں جو اس نے پیدا کی ہے غور کرو تو یہ ''آیاتِ تکوینیہ''، ''آیاتِ تنزیلیہ'' کی تصدیق کریں گی۔ پھر آیات اللہ کی تسلیم میں کیا عذر باقی ہے؟ انہیں سمجھنا چاہیے کہ شاید ان کی موت و ہلاکت کا وقت قریب آ لگا ہو، لہٰذا بعد الموت کے لیے جو تیاری کرنی ہے جلد کرنا چاہیے۔

فائدہ: [۲۲۵]...... یعنی اگر آیات قرآنیہ پر ایمان نہ لائے تو دنیا میں اور کون سی بات اور کون سا کلام ہے جس پر ایمان لانے کی امید کی جا سکتی ہے۔ سمجھ لو کہ ان بدبختوں کے لیے دولت ایمان مقدر ہی نہیں۔

مَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَلَا هَادِيَ لَهٗ ؕ وَيَذَرُهُمْ فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿۱۸۶﴾ يَسْـَٔلُوْنَكَ

جس کو اللہ بچلائے اس کو کوئی نہیں راہ دکھانے والا، اور اللہ چھوڑے رکھتا ہے ان کو ان کی شرارت میں سرگرداں ف ۲۲۶ تجھ سے

عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰىهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَاۤ اِلَّا

پوچھتے ہیں قیامت کو کہ کب ہے اس کے قائم ہونے کا وقت، تو کہہ اس کی خبر تو میرے رب ہی کے پاس ہے وہی کھول دکھائے گا اس کو

هُوَ ؕ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ؕ يَسْـَٔلُوْنَكَ كَاَنَّكَ

اس کے وقت پر، وہ بھاری بات ہے آسمانوں اور زمین میں، جب تم پر آئے گی تو بے خبر آئے گی ف ۲۲۷ تجھ سے پوچھنے لگتے ہیں کہ گویا

حَفِيٌّ عَنْهَا ؕ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۸۷﴾ قُلْ لَّاۤ

تو اس کی تلاش میں لگا ہوا ہے، تو کہہ دے اس کی خبر ہے خاص اللہ کے پاس لیکن اکثر لوگ نہیں سمجھتے ف ۲۲۸ تو کہہ دے

اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ وَلَوْ كُنْتُ اَعْلَمُ الْغَيْبَ

کہ میں مالک نہیں اپنی جان کے بھلے کا اور نہ برے کا مگر جو اللہ چاہے اور اگر میں جان لیا کرتا غیب کی بات

معانقہ ۸

لَاسْتَكْثَرْتُ مِنَ الْخَيْرِ ۛۚ وَمَا مَسَّنِيَ السُّوْٓءُ ۛۚ اِنْ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ لِّقَوْمٍ

تو بہت کچھ بھلائیاں حاصل کر لیتا اور مجھ کو برائی کبھی نہ پہنچتی ف ۲۲۹ میں تو بس ڈر اور خوشخبری سنانے والا ہوں

ع ۲۳

يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۱۸۸﴾ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ

ایمان دار لوگوں کو وہی ہے جس نے تم کو پیدا کیا ایک جان سے اور اسی سے بنایا اس کا جوڑا تاکہ اس کے پاس

اِلَيْهَا ۚ فَلَمَّا تَغَشّٰىهَا حَمَلَتْ حَمْلًا خَفِيْفًا فَمَرَّتْ بِهٖ ۚ فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ

آرام پکڑے، پھر جب مرد نے عورت کو ڈھانکا حمل رہا ہلکا سا حمل تو چلتی پھرتی رہی اس کے ساتھ، پھر جب بوجھل ہو گئی تو دونوں نے

رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَيْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ﴿۱۸۹﴾

پکارا اللہ اپنے رب کو کہ اگر تو ہم کو بخشے چنگا بھلا تو ہم تیرا شکر کریں

فائدہ: [۲۲۶] **ہدایت اور ضلالت اللہ کے قبضہ میں ہے:**...... ہدایت وضلالت، ہر چیز خدا کے قبضہ میں ہے، وہ نہ چاہے تو سارے سامان ہدایت کے رکھے رہ جائیں آدمی کہیں سے بھی منتفع نہ ہو، ہاں اعادتاً وہ جب ہی ہدایت کی توفیق دیتا ہے جب بندہ خود اپنے کسب واختیار سے اس راستہ پر چلنا چاہے۔ باقی جو دیدہ ودانستہ بدی اور شرارت ہی کی ٹھان لے تو خدا بھی رستہ دکھلانے کے بعد اسی حال میں اسے چھوڑ دیتا ہے۔

فائدہ: [۲۲۷] **وقوعِ قیامت کا حقیقی علم صرف اللہ کو ہے:**...... پہلے ﴿عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ﴾ میں خاص اس قوم کی اجل (موت) کا ذکر تھا کہ انہیں کچھ معلوم نہیں کب آ جائے۔ یہاں تمام دنیا کی اجل (قیامت) کے متعلق متنبہ فرما دیا کہ جب کسی کو خاص اپنی موت کا علم نہیں کب آئے، پھر کل دنیا کی موت کو کون بتلا سکتا ہے کہ فلاں تاریخ اور فلاں سن میں آئے گی؟ اس کی تعیین کا علم بجز خدائے علام الغیوب کسی کے پاس نہیں، وہ ہی وقت معین ومقدر پر اسے واقع کر کے ظاہر کر دے گا کہ خدا کے علم میں اس کا یہ وقت تھا، آسمان وزمین میں وہ بڑا بھاری واقعہ ہوگا اور اس کا علم بھی بہت بھاری ہے جو خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں، گو اس واقعہ کی امارات (بہت سی نشانیاں) انبیاء علیہم السلام خصوصاً ہمارے پیغمبر آخر الزماں صلی اللہ علیہ وسلم نے بیان فرمائی ہیں، تاہم ان سب علامات کے ظہور کے بعد بھی جب قیامت کا وقوع ہوگا تو بالکل بے خبری میں اچانک اور دفعۃً ہوگا جیسا کہ بخاری وغیرہ کی احادیث میں تفصیلاً مذکور ہے۔

فائدہ: [۲۲۸] **نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں لوگوں کا گمان اور اللہ کا جواب:**...... ان لوگوں کے طرز سوال سے ظاہر ہوتا ہے کہ گویا وہ آپ کی نسبت یوں سمجھتے ہیں کہ آپ بھی اسی مسئلہ کی تحقیق وتفتیش اور کھوج لگانے میں مشغول رہے ہیں اور تلاش کے بعد اس کے علم تک رسائی حاصل کر چکے ہیں، حالانکہ یہ علم حق تعالیٰ شانہ کے ساتھ مخصوص ہے، انبیاء علیہم السلام اس چیز کے پیچھے نہیں پڑا کرتے جس سے خدا نے اپنی مصلحت کی بنا پر روک دیا ہو، نہ ان کے اختیار میں ہے کہ جو چاہیں کوشش کر کے ضرور ہی معلوم کر لیا کریں۔ ان کا منصب یہ ہے کہ جن بے شمار علوم وکمالات کا خدا کی طرف سے افاضہ ہو، نہایت شکر گزاری اور قدر شناسی کے ساتھ قبول کرتے رہیں مگر ان باتوں کو اکثر عوام کالانعام کیا سمجھیں۔

فائدہ: [۲۲۹] **سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کیلئے اختیار مستقل اور علم غیب ثابت نہیں:**...... اس آیت میں بتلایا گیا ہے کہ کوئی بندہ خواہ کتنا ہی بڑا ہو، نہ اپنے اندر "اختیار مستقل" رکھتا ہے نہ "علم محیط"۔ سید الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم جو علوم اولین وآخرین کے حامل اور خزائن ارضی کی کنجیوں کے امین بنائے گئے تھے، ان کو یہ اعلان کرنے کا حکم ہے کہ میں دوسروں کو کیا خود اپنی جان کو بھی کوئی نفع نہیں پہنچا سکتا، نہ کسی نقصان سے بچا سکتا ہوں مگر جس قدر اللہ چاہے اتنے ہی پر میرا قابو ہے اور اگر میں غیب کی ہر بات جان لیا کرتا تو بہت سی وہ بھلائیاں اور کامیابیاں بھی حاصل کر لیتا جو علم غیب نہ ہونے کی وجہ سے کسی وقت فوت ہو جاتی ہیں، نیز کبھی کوئی ناخوش گوار حالت مجھ کو پیش نہ آیا کرتی مثلاً "افک" کے واقعہ میں کتنے دنوں تک حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو وحی نہ آنے کی وجہ سے اضطراب وقلق رہا۔ حجۃ الوداع میں تو صاف ہی فرما دیا: "لَوِ اسْتَقْبَلْتُ مِنْ اَمْرِیْ مَا اسْتَدْبَرْتُ لَمَا سُقْتُ الْهَدْیَ" (اگر میں پہلے سے اس چیز کو جانتا جو بعد میں پیش آئی تو ہر گز ہدی کا جانور اپنے ساتھ نہ لاتا) اسی قسم کے بیسیوں واقعات ہیں جن کی روک تھام "علم محیط" رکھنے کی صورت میں نہایت آسانی سے ممکن تھی۔ ان سب سے بڑھ کر عجیب تر واقعہ یہ ہے کہ "حدیث جبرئیل" کی بعض روایات میں آپ نے تصریحاً فرمایا کہ یہ پہلا موقع ہے کہ میں نے جبریل کو واپسی کے وقت تک نہیں پہچانا،

جب وہ اٹھ کر چلے گئے تب علم ہوا کہ جبریل تھے۔ یہ واقعہ بتصریح محدثین بالکل آخر عمر کا ہے۔ اس میں قیامت کے سوال پر "مَا الْمَسْئُوْلُ عَنْهَا بِاَعْلَمَ مِنَ السَّائِلِ" ارشاد فرمایا ہے گویا بتلا دیا گیا کہ "علم محیط" خدا کے سوا کسی کو حاصل نہیں۔ اور "علم غیب" تو درکنار محسوسات و مبصرات کا پورا علم بھی خدا ہی کے عطا کرنے سے حاصل ہوتا ہے، وہ کسی وقت نہ چاہے تو ہم محسوسات کا بھی ادراک نہیں کر سکتے۔ بہر حال اس آیت میں کھول کر بتلا دیا گیا کہ "اختیار مستقل" یا "علم محیط" نبوت کے لوازم میں سے نہیں جیسا کہ بعض جہلاء سمجھتے تھے۔ ہاں شرعیات کا علم جو انبیاء علیہم السلام کے منصب سے متعلق ہے کامل ہونا چاہیے، اور تکوینیات کا علم خدا تعالیٰ جس کو جس قدر مناسب جانے عطا فرماتا ہے۔ اس نوع میں ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم تمام اولین و آخرین سے فائق ہیں، آپ کو اتنے بے شمار علوم و معارف اللہ تعالیٰ نے مرحمت فرمائے ہیں جن کا احصار کسی مخلوق کی طاقت میں نہیں۔

فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ﴿۱۹۰﴾

پھر جب ان کو دیا چنگا بھلا تو بنانے لگے اس کے لیے شریک اس کی بخشی ہوئی چیز میں، سو اللہ برتر ہے ان کے شریک بنانے سے ف ۲۳۰

اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۱۹۱﴾ۖ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ

کیا شریک بناتے ہیں ایسوں کو جو پیدا نہ کریں ایک چیز بھی اور وہ پیدا ہوئے ہیں ف ۲۳۱ اور نہیں کر سکتے ہیں ان

اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ﴿۱۹۲﴾ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ۭ سَوَآءٌ

کی مدد اور نہ اپنی مدد کریں اور اگر تم ان کو پکارو راستہ کی طرف تو نہ چلیں تمہاری پکار

عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ﴿۱۹۳﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

پر، برابر ہے تم پر کہ ان کو پکارو یا چپکے رہو جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا وہ بندے

عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿۱۹۴﴾ اَلَهُمْ

ہیں تم جیسے، بھلا پکارو تو ان کو پس چاہیے کہ وہ قبول کریں تمہارے پکارنے کو، اگر تم سچے ہو کیا ان

اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ

کے پاؤں ہیں جن سے چلتے ہیں یا ان کے ہاتھ ہیں جن سے پکڑتے ہیں یا ان کی آنکھیں ہیں

بِهَآ ۡ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا ۭ قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا

جن سے دیکھتے ہیں یا ان کے کان ہیں جن سے سنتے ہیں، تو کہہ دے کہ پکارو اپنے شریکوں کو پھر برائی کرو میرے حق میں اور مجھ

تُنْظِرُوْنِ ﴿۱۹۵﴾ اِنَّ وَلِيِّۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۡ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۹۶﴾ وَالَّذِيْنَ

کو ڈھیل نہ دو ف ۲۳۲ میرا حمایتی تو اللہ ہے جس نے اتاری کتاب اور وہ حمایت کرتا ہے نیک بندوں کی ف ۲۳۳ اور جن کو

تَدۡعُوۡنَ مِنۡ دُوۡنِهٖ لَا يَسۡتَطِيۡعُوۡنَ نَصۡرَكُمۡ وَلَاۤ اَنۡفُسَهُمۡ يَنۡصُرُوۡنَ ﴿۱۹۷﴾ وَاِنۡ

تم پکارتے ہو اس کے سوا وہ نہیں کر سکتے تمہاری مدد اور نہ اپنی جان بچا سکیں ف۲۳۴ اور اگر

تَدۡعُوۡهُمۡ اِلَى الۡهُدٰى لَا يَسۡمَعُوۡا ؕ وَتَرٰىهُمۡ يَنۡظُرُوۡنَ اِلَيۡكَ وَهُمۡ لَا

تم ان کو پکارو راستہ کی طرف تو کچھ نہ سنیں اور تو دیکھتا ہے ان کو کہ تک رہے ہیں تیری طرف اور وہ کچھ

يُبۡصِرُوۡنَ ﴿۱۹۸﴾ خُذِ الۡعَفۡوَ وَاۡمُرۡ بِالۡعُرۡفِ وَاَعۡرِضۡ عَنِ الۡجٰهِلِيۡنَ ﴿۱۹۹﴾ وَاِمَّا يَنۡزَغَنَّكَ

نہیں دیکھتے عادت کر درگزر کی اور حکم کر نیک کام کرنے کا اور کنارہ کر جاہلوں سے اور اگر ابھارے تجھ کو

مِنَ الشَّيۡطٰنِ نَزۡغٌ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ سَمِيۡعٌ عَلِيۡمٌ ﴿۲۰۰﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ اتَّقَوۡا

شیطان کی چھیڑ تو پناہ مانگ اللہ سے وہی ہے سننے والا جاننے والا ف۲۳۵ جن کے دل میں ڈر

اِذَا مَسَّهُمۡ طٰۤـئِفٌ مِّنَ الشَّيۡطٰنِ تَذَكَّرُوۡا فَاِذَا هُمۡ مُّبۡصِرُوۡنَ ۚ ﴿۲۰۱﴾ وَاِخۡوَانُهُمۡ

ہے جہاں پڑ گیا ان پر شیطان کا گزر چونک گئے، پھر اسی وقت ان کو سوجھ آ جاتی ہے اور جو شیطانوں کے

يَمُدُّوۡنَهُمۡ فِى الۡغَىِّ ثُمَّ لَا يُقۡصِرُوۡنَ ﴿۲۰۲﴾ وَاِذَا لَمۡ تَاۡتِهِمۡ بِاٰيَةٍ قَالُوۡا لَوۡلَا

بھائی ہیں وہ ان کو کھینچتے چلے جاتے ہیں گمراہی میں پھر وہ کمی نہیں کرتے ف۲۳۶ اور جب تو لے کر نہ جائے ان کے پاس کوئی نشانی تو کہتے ہیں

اجۡتَبَيۡتَهَا ؕ قُلۡ اِنَّمَاۤ اَتَّبِعُ مَا يُوۡحٰۤى اِلَىَّ مِنۡ رَّبِّىۡ ۚ هٰذَا بَصَآئِرُ مِنۡ

کیوں نہ چھانٹ لایا تو کچھ اپنی طرف سے تو کہہ دے میں تو چلتا ہوں اس پر جو حکم آئے میری طرف میرے رب سے یہ سوجھ کی باتیں ہیں تمہارے

رَّبِّكُمۡ وَهُدًى وَّرَحۡمَةٌ لِّقَوۡمٍ يُّؤۡمِنُوۡنَ ﴿۲۰۳﴾

رب کی طرف سے اور ہدایت اور رحمت ہے ان لوگوں کو جو مومن ہیں ف۲۳۷

فَائِدَہ: [۲۳۰] **مشرک اور موہم شرک افعال واسماء کی مذمت:**...... خدا نے سب انسانوں کو آدم علیہ السلام سے پیدا کیا، آدم کے اُنس اور سکون وقرار حاصل کرنے کیلئے اسی کے اندر سے اسکا جوڑا (حواء) بنایا، پھر دونوں سے نسل چلی۔ جب مرد نے عورت سے فطری خواہش پوری کی تو عورت حاملہ ہوئی، حمل کی ابتدائی حالت میں کوئی گرانی نہ تھی، عورت حسب معمول چلتی پھرتی اور اٹھتی بیٹھتی رہی، جب پیٹ بڑھ گیا، اور یہ کون جان سکتا تھا کہ اس کے اندر کیا چیز پوشیدہ ہے؟ تب مرد وعورت دونوں نے حق تعالیٰ کی جناب میں عرض کیا کہ اگر آپ اپنے فضل سے بھلا چنگا کارآمد بچہ عنایت فرمائیں گے تو ہم دونوں (بلکہ ہماری نسل بھی) تیرا شکر ادا کرتی رہے گی۔ خدا نے جب ان کی یہ تمنا پوری کر دی تو ہماری دی ہوئی چیز میں اوروں کے حصے لگانے شروع کر دیئے مثلاً کسی نے عقیدہ جما لیا کہ یہ اولاد فلاں زندہ یا مردہ مخلوق نے ہم کو دی ہے، کسی نے اس عقیدہ سے نہیں تو عملاً اسکی نذر ونیاز شروع کر دی، یا بچہ کی پیشانی اسکے سامنے ٹیک دی یا بچہ کا نام ایسا رکھا جس سے شرک کا اظہار ہوتا ہے مثلاً: عبد العزیٰ یا عبد الشمس وغیرہ، غرض جو حق منعم حقیقی کا تھا وہ اعتقاداً یا فعلاً یا قولاً دوسروں کو دے دیا گیا۔ خوب

سمجھ لو کہ حق تعالیٰ تمام انواع و مراتب شرک سے بالا و برتر ہے۔ ان آیات میں حسن بصری وغیرہ کی رائے کے موافق خاص آدم و حواء کا نہیں بلکہ عام انسانوں کی حالت کا نقشہ کھینچا گیا ہے۔ بیشک ابتداء ﴿هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا﴾ میں بطور تمہید آدم و حواء کا ذکر تھا، مگر اس کے بعد مطلق مرد و عورت کے ذکر کی طرف منتقل ہو گئے اور ایسا بہت جگہ ہوتا ہے کہ شخص کے ذکر سے جنس کے ذکر کی طرف منتقل ہو جاتے ہیں جیسے ﴿وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ﴾ [ملک: ۵] جن سیاروں کو "مصابیح" فرمایا ہے وہ ٹوٹنے والے ستارے نہیں جن سے "رجم شیاطین" ہوتا ہے مگر شخصِ "مصابیح" سے جنسِ "مصابیح" کی طرف کلام کو منتقل کر دیا گیا۔ اس تفسیر کے موافق ﴿جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ﴾ میں کچھ اشکال نہیں، مگر اکثر سلف سے یہی منقول ہے کہ ان آیات میں صرف آدم و حواء کا قصہ بیان فرمایا ہے۔ کہتے ہیں کہ ابلیس ایک نیک مخلوق کی صورت میں حواء کے پاس آیا اور فریب دیکر ان سے وعدہ لے لیا کہ اگر لڑکا پیدا ہوا تو اسکا نام عبدالحارث رکھیں۔ حوا نے آدم کو بھی راضی کر لیا اور جب بچہ پیدا ہوا تو دونوں نے عبدالحارث نام رکھا ("حارث" ابلیس کا نام تھا جس سے وہ گروہ ملائکہ میں پکارا جاتا تھا) ظاہر ہے کہ اسمائے اعلام میں لغوی معنی معتبر نہیں ہوتے اور ہوں بھی تو "عبد" کی اضافت "حارث" کی طرف اس کو مستلزم نہیں کہ "حارث" کو معاذ اللہ معبود سمجھ لیا جائے۔ ایک مہمان نواز آدمی کو عرب "عبدالضیف" کہہ دیتے ہیں یعنی مہمان کا غلام، اس کا یہ مطلب ہرگز نہیں ہوتا کہ گویا میزبان مہمان کی پوجا کرتا ہے۔ پس اگر "عبدالحارث" نام رکھنے کا یہ واقعہ صحیح ہے تو نہیں کہا جا سکتا کہ آدم علیہ السلام نے معاذ اللہ! حقیقتاً شرک کا ارتکاب کیا جو انبیاء کی شان عصمت کے منافی ہے، ہاں! بچہ کا ایسا غیر موزوں نام رکھنا جس سے بظاہر شرک کی بو آتی ہو نبی معصوم کی شان رفیع اور جذبۂ توحید کے مناسب نہ تھا۔ قرآن کریم کی عادت ہے کہ انبیائے مقربین کی چھوٹی سی لغزش اور ادنیٰ ترین زلت کو "حسنات الابرار سیئات المقربین" کے قاعدہ کے مطابق اکثر سخت عنوان سے تعبیر کرتا ہے جیسے یونس علیہ السلام کے قصہ میں فرمایا ﴿فَظَنَّ اَنْ لَّنْ نَّقْدِرَ عَلَیْهِ﴾ [انبیاء: ۸۷] یا فرمایا ﴿حَتّٰۤی اِذَا اسْتَیْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا﴾ [یوسف: ۱۱۰] علی توجیہ بعض المفسرین اسی طرح یہاں بھی آدم علیہ السلام کے رُتبہ کے لحاظ سے اس موہم شرک تسمیہ کو تغلیظاً ان الفاظ میں ادا فرمایا ﴿جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا﴾ (خدا کی دی ہوئی چیز میں حصہ دار بنانے لگے) یعنی ان کی شان کے لائق نہ تھا کہ ایسا نام رکھیں جس کی سطح سے شرک کا وہم ہوتا ہے، گو حقیقتاً شرک نہیں۔ شاید اسی لیے "فقد اشرکا" وغیرہ مختصر عبارت چھوڑ کر یہ طویل عنوان ﴿جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِیْمَاۤ اٰتٰىهُمَا﴾ اختیار فرمایا۔ واللہ اعلم!

تنبیہ:...... حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بتلایا ہے کہ عبدالحارث نام رکھنے کی حدیث مرفوع جو ترمذی میں ہے وہ تین وجہ سے معلول ہے۔ رہے آثار، وہ غالباً اہلِ کتاب کی روایات سے ماخوذ ہیں۔ واللہ اعلم!

فائدہ: [۲۴۱]...... پہلے ایک طرح کے شرک کا ذکر تھا اس کی مناسبت سے ان آیات میں بت پرستی کا رد فرماتے ہیں یعنی جو کسی کو پیدا نہ کر سکے بلکہ خود تمہارا بنایا ہوا ہو وہ تمہارا خدا یا معبود کیسے بن سکتا ہے؟

فائدہ: [۲۴۲] بتوں کی مذمت اور مشرکین کو چیلنج:...... جن بتوں کو تم نے معبود ٹھہرایا ہے اور خدائی کا حق دیا ہے، وہ تمہارے کام تو کیا آتے خود اپنی حفاظت پر بھی قادر نہیں اور باوجود مخلوق ہونے کے ان کمالات سے محروم ہیں جن سے کسی مخلوق کو دوسری پر تفوق و امتیاز حاصل ہو سکتا ہے۔ گو ان کے ظاہری ہاتھ، پاؤں، آنکھ، کان سب کچھ تم بناتے ہو لیکن ان اعضاء میں وہ قوتیں نہیں جن سے انہیں اعضاء کہا جا سکے، نہ تمہارے پکارنے پر مصنوعی پاؤں سے چل کر آ سکتے ہیں، نہ ہاتھوں سے کوئی چیز پکڑ سکتے ہیں، نہ آنکھوں سے دیکھ سکتے ہیں، نہ کانوں سے کوئی بات سنتے ہیں۔ اگر پکارتے پکارتے تمہارا گلا پھٹ جائے گا، تب بھی وہ تمہاری آواز سننے والے اور اس پر چلنے والے یا اس کا جواب دینے والے نہیں، تم ان کے سامنے چلا دیا خاموش رہو، دونوں حالتیں یکساں ہیں نہ اس سے فائدہ، نہ اس سے نفع۔ تعجب ہے کہ جو چیزیں

مملوک ومخلوق ہونے میں تم ہی جیسی عاجز ودر ماندہ بلکہ وجود وکمالات وجود میں تم سے بھی گئی گذری ہوں انہیں خدا بنالیا جائے اور جو اس کا رد کرے اسے نقصان پہنچنے کی دھمکیاں دی جائیں۔ چنانچہ مشرکینِ مکہ نبی کریم ﷺ کو کہتے تھے کہ آپ ہمارے بتوں کی بے ادبی کرنا چھوڑ دیں ورنہ نہ معلوم وہ کیا آفت تم پر نازل کر دیں: ﴿وَيُخَوِّفُوْنَكَ بِالَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ﴾ [زمر: ۳۶] اسی کا جواب ﴿قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ﴾ الاٰية سے دیا۔ یعنی تم اپنے سب شرکاء کو پکار واور میرے خلاف اپنے سب منصوبے اور تدبیریں پوری کرلو، پھر مجھ کو ایک منٹ کی مہلت بھی نہ دو، دیکھوں تم میرا کیا بگاڑ سکو گے؟

فَائِدَة: [۲۳۳] **مشرکین کی دھمکیوں پر آنحضرت ﷺ کا جواب:**...... یعنی جس نے مجھ پر کتاب نازل کی اور منصب رسالت پر فائز کیا وہ ہی ساری دنیا کے مقابلہ میں میری حمایت وحفاظت کرے گا، کیونکہ اپنے نیک بندوں کی حفاظت واعانت وہ ہی کرتا ہے۔

فَائِدَة: [۲۳۴]...... یعنی بظاہر آنکھیں بنی ہوئی ہیں، پر ان میں بینائی کہاں؟

فَائِدَة: [۲۳۵] **عفو اور درگزر کی ہدایت:**...... ﴿خُذِ الْعَفْوَ﴾ کے کئی معنی کیے گئے ہیں۔ اکثر کا حاصل یہ ہے کہ سخت گیری اور تند خوئی سے پرہیز کیا جائے، اسی کو مترجم محقق رحمۃ اللہ علیہ نے "درگذر کی عادت" سے تعبیر فرمایا ہے۔ گذشتہ آیات میں بت پرستوں کی جو تحمیق وتجہیل کی گئی تھی، بہت ممکن تھا کہ جاہل مشرکین اس پر برہم ہو کر کوئی ناشائستہ حرکت کرتے یا بر الفظ زبان سے نکالتے، اسلئے ہدایت فرمادی کہ عفو ودرگذر کی عادت رکھو، نصیحت کرنے سے مت رکو، معقول بات کہتے رہو اور جاہلوں سے کنارہ کرو یعنی انکی جہالت آمیز حرکتوں پر روز روز الجھنے کی ضرورت نہیں جب وقت آئے گا ذرا سی دیر میں انکا سب حساب بیباق ہوجائیگا اور اگر کسی وقت بمقتضائے بشریت ان کی کسی نالائق حرکت پر غصہ آجائے اور شیطان لعین چاہے کہ دور سے چھیڑ چھاڑ کر کے آپ کو ایسے معاملہ پر آمادہ کر دے جو خلاف مصلحت ہو یا آپ کے "خلق عظیم" اور حلم ومتانت کے شایاں نہ ہو تو آپ فوراً اللہ سے پناہ طلب کیجیے آپ کی عصمت ووجاہت کے سامنے اسکا کوئی کید نہیں چل سکے گا۔ کیونکہ خداوند قدیر جو ہر مستعیذ کی بات سننے والا اور ہر حالت کا جاننے والا ہے، اسی نے آپ کی صیانت کا تکفل فرمایا ہے۔

فَائِدَة: [۲۳۶] **متقین اور غیر متقین میں فرق:**...... پہلے تو تنہا حضور ﷺ کو خطاب تھا گو حکم استعاذہ میں سب شامل تھے۔ اب عام متقین (خدا ترس پرہیز گاروں) کا حال بیان فرماتے ہیں یعنی عام متقین کے حق میں یہ محال نہیں کہ شیطان کا گذر اُن کی طرف ہو، اور کوئی چرکہ لگا جائے۔ البتہ متقین کی شان یہ ہوتی ہے کہ شیطان کے اغوا سے ممتد غفلت میں نہیں پڑتے بلکہ ذرا غفلت ہوئی اور خدا کو یاد کر کے چونک پڑے، ٹھوکر لگی اور معاً سنبھل گئے، سنبھلتے ہی آنکھیں کھل گئیں غفلت کا پردہ اٹھ گیا، نیکی بدی کا انجام سامنے نظر آنے لگا اور بہت جلد نازیبا کام سے رک گئے۔ باقی غیر متقین (جن کے دل میں خدا کا ڈر نہ ہو، اور جنہیں شیطان کی برادری کہنا چاہئے) ان کا حال یہ ہے کہ شیاطین ہمیشہ انہیں گمراہی میں کھینچتے چلے جاتے ہیں اور رگیدنے میں ذرا کمی نہیں کرتے، ادھر یہ لوگ ان کی اقتدا وپیروی میں کوتاہی نہیں کرتے اور اس طرح ان شیاطین کے غرور وسرکشی کو اور زیادہ بڑھاتے رہتے ہیں۔ بہر حال متقی کی شان یہ ہے کہ جب شیطان دق کرے، فوراً خدا سے پناہ مانگنے دیر نہ کرے، ورنہ غفلت میں تمادی ہو کر رجوع الی اللہ کی توفیق بھی نہ رہے گی۔

فَائِدَة: [۲۳۷] **کفار کا تمسخر اور اللہ رب العزت کا جواب:**...... جب کبھی وحی کے آنے میں تاخیر ہوتی تو کفار ازراہِ تمسخر کہتے تھے کہ اب کوئی آیت کیوں گھڑ کر نہیں لے آتے۔ آخر سارا قرآن تم نے بنایا ہی ہے (العیاذ باللہ) اسی طرح کبھی دق کرنے کے لیے بعض ایسے نشان (معجزات) طلب کرتے جن کے دکھلانے کو خدا کی حکمت مقتضی نہ تھی۔ جب آپ دکھلانے سے انکار کرتے تو کہتے ﴿لَوْلَا اجْتَبَيْتَهَا﴾ یعنی اپنے خدا سے کہہ کر ہمارا مانگا ہوا نشان کیوں چھانٹ کر نہ لے آئے۔ دونوں باتوں کے جواب میں فرمایا: ﴿قُلْ اِنَّمَآ اَتَّبِعُ مَا يُوْحٰٓى اِلَيَّ مِنْ رَّبِّيْ﴾ یعنی ان سے کہہ دو کہ (نبی کا یہ کام نہیں کہ اپنی طرف سے خدا پر افترا کرے، یا لوگوں کے کہنے سننے پر اقدام کرکے

خدا سے وہ چیز مانگے جس کا دینا اس کی حکمت کے منافی ہے یا جسکے طلب کرنے کی اجازت نہیں ہے) اسکا وظیفہ صرف یہ ہے کہ جو کچھ خدا وحی بھیجے قبول کرے، اس پر عمل پیرا ہو اور دوسروں کو عمل پیرا ہونے کی دعوت دے۔ باقی آیاتِ تنزیلیہ یا تکوینیہ جو مجھ سے طلب کرتے ہو، تو قرآن سے بڑھ کر کون سی آیات ہونگی اور اس سے زیادہ عظیم الشان معجزہ کون سا ہوگا جو سارے جہان کے لیے بصیرت افروز حقائق و مواعظ کا خزانہ اور ایمان لانے والوں کے لیے خاص قسم کی ہدایت و رحمت کا ذخیرہ اپنے اندر رکھتا ہے۔ اسی کو تم کب ماننے کے لیے تیار ہوئے ہو جو فرمائشی آیات کو تسلیم کرو گے۔

وَاِذَا قُرِئَ الْقُرْاٰنُ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ وَاَنْصِتُوْا لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ ﴿۲۰۴﴾ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ فِيْ

اور جب قرآن پڑھا جائے تو اس کی طرف کان لگائے رہو اور چپ رہو تاکہ تم پر رحم ہو ف ۲۳۸ اور یاد کرتا رہ

نَفْسِكَ تَضَرُّعًا وَّخِيْفَةً وَّدُوْنَ الْجَهْرِ مِنَ الْقَوْلِ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ وَلَا تَكُنْ

اپنے رب کو اپنے دل میں گڑگڑاتا ہوا اور ڈرتا ہوا اور ایسی آواز سے جو کہ پکار کر بولنے سے کم ہو ف ۲۳۹ صبح کے وقت اور شام کے وقت اور

مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ ﴿۲۰۵﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِهٖ وَيُسَبِّحُوْنَهٗ

مت رہ بے خبر بے شک جو تیرے رب کے نزدیک ہیں وہ تکبر نہیں کرتے اس کی بندگی سے اور یاد کرتے ہیں اس کی پاک ذات کو

وَلَهٗ يَسْجُدُوْنَ ﴿۲۰۶﴾ السجدة

اور اسی کو سجدہ کرتے ہیں۔ ف ۲۴۰

ع ۲۴ ۱۸ ۱۴ الثلثة

فائدہ: [۲۳۸] **قرآن سننے کے آداب:** ...... جب قرآن ایسی دولت بے بہا اور علم و ہدایت کی کان ہے تو اس کی قراءت کا حق سامعین پر یہ ہے کہ پوری فکر و توجہ سے ادھر کان لگائیں، اس کی ہدایات کو سمعِ قبول سے سنیں اور ہر قسم کی بات چیت، شور و شغب اور ذکر و فکر چھوڑ کر ادب کے ساتھ خاموش رہیں تاکہ خدا کی رحمت اور مہربانی کے مستحق ہوں۔ اگر کافر اس طرح قرآن سنیں تو کیا بعید ہے کہ خدا کی رحمت سے مشرف بایمان ہو جائے، اور پہلے سے مسلمان ہے تو ولی بن جائے یا کم از کم اس فعل کے اجر و ثواب سے نوازا جائے۔ اس آیت سے بہت سے علماء نے یہ مسئلہ بھی نکالا ہے کہ نماز میں جب امام قراءت کرے تو مقتدی کو سننا اور خاموش رہنا چاہیے جیسا کہ ابو موسیٰ اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہم کی حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "وَاِذَا قَرَأَ فَاَنْصِتُوْا" (جب نماز میں امام قرأت کرے تو چپ رہو) یہاں اس مسئلہ کی تفصیل کا موقع نہیں صحیح مسلم کی شرح [فتح الملہم] میں ہم نے نہایت شرح و بسط سے اس کے مالہٗ و ماعلیہ پر بحث کی ہے۔

فائدہ: [۲۳۹] **ذکر اللہ کے آداب:** ...... بڑا ذکر تو قرآن کریم ہے، اس کا ادب بیان ہو چکا۔ اب عام "ذکر اللہ" کے کچھ آداب بیان فرماتے ہیں یعنی "ذکر اللہ" کی اصلی روح یہ ہے کہ جو زبان سے کہے دل سے اس کی طرف دھیان رکھے تاکہ ذکر کا پورا نفع ظاہر ہو اور زبان و دل دونوں عضو خدا کی یاد میں مشغول ہوں، ذکر کرتے وقت دل میں رقت ہونی چاہیے، سچی رغبت و رہبت سے خدا کو پکارے جیسے کوئی خوشامد کرنے والا ڈرا ہوا آدمی کسی کو پکارتا ہے۔ ذاکر کے لہجے میں آواز میں اور ہیئت میں تضرع و خوف کا رنگ محسوس ہونا چاہیے۔ ذکر و مذکور کی عظمت و جلال سے آواز کا پست ہونا قدرتی چیز ہے ﴿وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا﴾ [طٰہٰ:۱۰۸] اسی لیے زیادہ چلانے کی ممانعت آئی ہے۔ دھیمی آواز سے سراً یا جہراً خدا کا ذکر کرے تو خدا اس کا ذکر کرے گا، پھر اس سے زیادہ

عاشق کی خوش بختی اور کیا ہو سکتی ہے۔

فائدہ: [۲۴۰] **رب کے ذکر سے غفلت ممنوع:**......یعنی رات دن خصوصاً صبح و شام کے اوقات میں اُس کی یاد سے غافل مت رہ۔ جب مقرب فرشتوں کو اُس کی بندگی سے عار نہیں، بلکہ ہمہ وقت اُسی کی یاد میں لگے رہتے ہیں، اسی کو سجدہ کرتے ہیں، تو انسان کو اور بھی زیادہ ضروری ہے کہ اُس کے ذکر و عبادت و سجود سے غافل نہ رہے۔ چنانچہ اس آیت پر بھی سجدہ کرنا چاہیے۔

ایاتہا ۷۶ ۸ سُوْرَةُ الْاَنْفَالِ مَدَنِيَّةٌ ۸۸ رکوعاتہا ۱۰

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الْاَنْفَالِ ۭ قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ ۚ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَصْلِحُوْا

تجھ سے پوچھتے ہیں حکم غنیمت کا تو کہہ دے کہ مالِ غنیمت اللہ کا ہے اور رسول کا، سو ڈر اللہ سے اور صلح

ذَاتَ بَيْنِكُمْ ۠ وَاَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗٓ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ①

کرو آپس میں اور حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اگر ایمان رکھتے ہو

فَائِدَة:[۱] غزوہء بدر پس منظر اور جہاد اقدامی و دفاعی:...... سورت مدنی ہے جنگ بدر کے بعد نازل ہوئی۔ مکہ کی سیزدہ (۱۳) سالہ زندگی میں مشرکین نے جو دردناک اور ہوشربا مظالم مٹھی بھر مسلمانوں پر روا رکھے اور مظلوم مسلمانوں نے جس صبر و استقلال اور معجزنما استقامت وللّٰہیت سے مسلسل تیرہ برس تک ان ہولناک مصائب ونوائب کا تحمل کیا، وہ دنیا کی تاریخ کا بے مثال واقعہ ہے۔ قریش اور ان کے حامیوں نے کوئی صورت ظلم وستم کی اٹھا کر نہ رکھی، تاہم مسلمانوں کو حق تعالیٰ نے ان وحشی ظالموں کے مقابلہ میں ہاتھ اٹھانے کی اجازت نہ دی۔ صبر وتحمل کے امتحان کی آخری حد یہ تھی کہ مسلمان مقدس وطن، عزیز واقارب، اہل وعیال، مال ودولت سب چیزوں کو خیر باد کہہ کر خالص خدا اور رسول کی خوشنودی کا راستہ طے کرنے کے لیے گھروں سے نکل پڑے۔ جب مشرکین کا ظلم وتکبر اور مسلمانوں کی مظلومیت وبیکسی حد سے گزر گئی، ادھر اہل ایمان کے قلوب وطن وقوم، زن وفرزند، مال ودولت غرض ہر ایک ''ماسوی اللہ'' کے تعلق سے خالی اور پاک ہو کر محض خدا اور رسول کی محبت اور دولت توحید واخلاص سے ایسے بھرپور ہو گئے کہ گویا غیر اللہ کی ان میں گنجائش ہی نہ رہی۔ تب ان مظلوموں کو جو تیرہ برس سے برابر کفار کے ہر قسم کے حملے سہ رہے تھے اور وطن چھوڑنے پر بھی امن حاصل نہ کر سکے تھے، ظالموں سے لڑنے اور بدلہ لینے کی اجازت دی گئی: ﴿اُذِنَ لِلَّذِيْنَ يُقٰتَلُوْنَ بِاَنَّهُمْ ظُلِمُوْا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ عَلٰي نَصْرِهِمْ لَقَدِيْرُۨ ○ الَّذِيْنَ اُخْرِجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بِغَيْرِ حَقٍّ اِلَّآ اَنْ يَّقُوْلُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ﴾ [حج: ۳۹، ۴۰] مکہ کا ادب مانع تھا کہ مسلمان ابتداءً وہاں چڑھ کر جائیں اس لیے ہجرت کے بعد تقریباً ڈیڑھ سال تک لائحہ عمل یہ رہا کہ مشرکینِ مکہ کے تجارتی سلسلوں کو جو شام ویمن وغیرہ سے قائم تھے، شکست دے کر ظالموں کی اقتصادی حالت کمزور اور مسلمانوں کی مالی پوزیشن مضبوط کی جائے۔ ہجرت کے پہلے سال ابواء، بواط، عشیرہ وغیرہ چھوٹے چھوٹے غزوات وسرایا جن کی تفصیل کتب احادیث وسیر میں ہے، اسی سلسلہ میں وقوع پذیر ہوئے ۔ سنہ ۲ھ ہجری میں آپ کو معلوم ہوا کہ ایک بھاری تجارتی مہم ابوسفیان کی سرکردگی میں شام کو روانہ ہوئی ہے۔ ابوسفیان کا یہ تجارتی قافلہ جس کے ساتھ تقریباً ساٹھ قریشی، ایک ہزار اونٹ اور پچاس ہزار دینار کا مال تھا، جب شام سے مکہ کو واپس ہوا تو نبی کریم ﷺ کو خبر پہنچی، صحیح مسلم کی ایک روایت کے موافق آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے مشورہ لیا کہ آیا اس جماعت

سے تعرض کیا جائے؟ طبری کے بیان کے موافق بہت سے لوگوں نے اس مہم میں جانے سے پہلوتہی کی کیونکہ انہیں کسی بڑی جنگ کا خطرہ نہ تھا جس کے لیے بڑا اجتماع واہتمام کیا جائے، دوسرے ''انصار'' کی نسبت عموماً یہ بھی خیال کیا جاتا تھا کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے نصرت وحمایت کا معاہدہ صرف اس صورت میں کیا ہے کہ کوئی قوم مدینہ پر چڑھائی کرے یا آپ پر حملہ آور ہو، ابتداءً اقدام کر کے جانا خواہ کسی صورت میں ہو، ان کے معاہدہ میں شامل نہ تھا۔ مجمع کا یہ رنگ دیکھ کر ابوبکر وعمر اور رئیس انصار سعد بن عبادہ رضی اللہ عنہم نے حوصلہ افزا تقریریں کیں آخر حضور ﷺ تین سو سے کچھ زائد آدمیوں کی جمعیت لے کر قافلہ کی طرف روانہ ہو گئے، چونکہ کسی بڑے مسلح لشکر سے مڈبھیڑ ہونے کی توقع نہ تھی، اس لیے جمعیت اور سامان اسلحہ وغیرہ کا زیادہ اہتمام نہیں کیا گیا، فی الوقت جو لوگ اکٹھے ہو گئے سرسری سامان کے ساتھ روانہ ہوئے۔ اسی لیے بخاری کی روایت میں حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ''جو لوگ غزوہ بدر میں شریک نہیں ہوئے ان پر کوئی عتاب نہیں ہوا کیونکہ حضور ﷺ صرف تجارتی مہم کے ارادے سے نکلے تھے، اتفاقاً خدا نے باقاعدہ جنگ کی صورت پیدا فرمادی۔'' ابوسفیان کو آپ کے ارادہ کا پتہ چل گیا اس نے فوراً مکہ آدمی بھیجا وہاں سے تقریباً ایک ہزار کا لشکر جس میں قریش کے بڑے بڑے سردار تھے پورے ساز وسامان کے ساتھ مدینہ کی طرف روانہ ہو گیا۔ حضور ﷺ مقام صفراء میں تھے جب معلوم ہوا کہ ابوجہل وغیرہ بڑے بڑے آئمۃ الکفر کی کمانڈ میں مشرکین کا لشکر یلغار کرتا چلا آرہا ہے، اس غیر متوقع صورت کے پیش آجانے پر آپ نے صحابہ کو اطلاع کی کہ اس وقت دو جماعتیں تمہارے سامنے ہیں: تجارتی قافلہ اور فوجی لشکر، خدا کا وعدہ ہے کہ دونوں میں سے کسی ایک پر تم کو مسلط کرے گا۔ تم بتلاؤ کہ کس جماعت کی طرف بڑھنا چاہتے ہو؟ چونکہ اس لشکر کے مقابلہ میں تیاری کر کے نہ آئے تھے اس لیے اپنی تعداد اور سامان وغیرہ کی قلت کو دیکھتے ہوئے بعض لوگوں کی رائے یہ ہوئی کہ تجارتی قافلہ پر حملہ کرنا زیادہ مفید اور آسان ہے مگر حضور اس رائے سے خوش نہ تھے۔ حضرت ابوبکر وعمر اور مقداد بن الاسود رضی اللہ عنہم نے ولولہ انگیز جوابات دیئے اور اخیر میں حضرت سعد بن معاذ رضی اللہ عنہ کی تقریر کے بعد یہ ہی فیصلہ ہوا کہ فوجی مہم کے مقابلہ پر جوہر شجاعت دکھلائے جائیں۔ چنانچہ مقام بدر میں دونوں فوجیں بھڑ گئیں، حق تعالیٰ نے مسلمانوں کو فتح عظیم عنایت فرمائی، کافروں کے ستر بڑے بڑے سردار مارے گئے اور ستر قید ہوئے، اس طرح کفر کا زور ٹوٹا۔ اس سورت میں عموماً اسی واقعہ کے اجزاء ومتعلقات کا بیان ہوا ہے۔ جن لوگوں کا یہ خیال ہے کہ اس سفر میں حضور ﷺ شروع ہی سے فوجی لشکر کے مقابلہ میں نکلے تھے جو ''مدینہ'' پر از خود اقدام کرتا ہوا چلا آرہا تھا تجارتی قافلہ پر حملہ کرنے کی نیت آپ نے اوّل سے آخر تک کسی وقت نہیں کی۔ وہ فی الحقیقت اپنے ایک خود ساختہ اصول پر تمام ذخیرۂ حدیث وسیر اور اشارات قرآنیہ کو قربان کرنا چاہتے ہیں۔ یہ منطق ہماری سمجھ میں نہیں آتی کہ کفار محاربین جن کی دستبرد سے مسلمانوں کی جان ومال کوئی چیز نہ بچی اور نہ آئندہ بچنے کی توقع تھی، ان کو جانی وبدنی نقصان پہنچانا تو جائز سمجھا جائے لیکن تجارتی اور مالی نقصان پہنچانا خلاف تہذیب وانسانیت ہو۔ یعنی ان کی جانیں تو ظلم وشرارت اور کفر وطغیان کی بدولت محفوظ نہیں رہیں مگر اموال بدستور محفوظ ہیں گویا زندگی کے حق سے محروم ہو جائیں تو ہو جائیں، پر سامان زندگی سے محروم نہ ہوں ﴿اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ﴾۔ باقی یہ دعویٰ کہ جو لوگ حملہ آور نہ ہوئے ہوں ان پر مسلمانوں کو از خود حملہ کرنا جائز نہیں کیونکہ ﴿وَقَاتِلُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ الَّذِیْنَ یُقَاتِلُوْنَكُمْ﴾ [بقرہ:۱۹۰] کے خلاف ہوگا۔ قطع نظر اس سے کہ یہ مسئلہ موجودہ واقعہ سے بے تعلق ہے، کیونکہ کفار مکہ پہلے ہر قسم کے مظالم اور حملے مسلمانوں پر کر چکے تھے اور آئندہ کے لیے باقاعدہ دھمکیاں دے رہے تھے بلکہ اس بارہ میں ان کی سازشیں اور مراسلتیں جاری تھیں، فی نفسہ بھی صحیح نہیں، کیونکہ یہ آیت ابتدائے ہجرت میں اتری تھی جس کے بعد دوسری آیات جن میں مطلق قتال کا حکم ہے نازل ہوئیں۔ پھر یہ بھی قابل غور ہے کہ صرف اتنا کہنے سے کہ ''حملہ آوروں کی مدافعت کرو'' یہ لازم نہیں آتا کہ کسی حالت میں حملہ کرنے کی اجازت نہیں۔ اس مسئلہ کی تفصیل میرے عزیز مولوی محمد یحیٰی سلمہٗ نے جو تحریر فوائد میں میرے معین ہیں اپنے رسالہ ''الجہاد الکبیر'' میں لکھی ہے۔ اور احقر نے کچھ خلاصہ رسالہ ''الشہاب'' میں درج کیا ہے اور موقع بہ موقع فوائد میں بھی لکھا جائے گا۔ ان شاء اللہ!

إِنَّمَا الْمُؤْمِنُونَ الَّذِينَ إِذَا ذُكِرَ اللَّهُ وَجِلَتْ قُلُوبُهُمْ وَإِذَا تُلِيَتْ عَلَيْهِمْ آيَاتُهُ

ایمان والے وہی ہیں کہ جب نام آئے اللہ کا تو ڈر جائیں ان کے دل اور جب پڑھا جائے ان پر اس کا کلام تو

زَادَتْهُمْ إِيمَانًا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ② الَّذِينَ يُقِيمُونَ الصَّلَاةَ وَمِمَّا

زیادہ ہو جاتا ہے ان کا ایمان اور وہ اپنے رب پر بھروسہ رکھتے ہیں وہ لوگ جو کہ قائم رکھتے ہیں نماز کو اور ہم نے جو ان کو روزی

رَزَقْنَاهُمْ يُنْفِقُونَ ③ أُولَٰئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُونَ حَقًّا ۚ لَهُمْ دَرَجَاتٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ

دی ہے اس میں سے خرچ کرتے ہیں وہی ہیں سچے ایمان والے، ان کے لیے درجے ہیں اپنے رب

وَمَغْفِرَةٌ وَرِزْقٌ كَرِيمٌ ④ كَمَا أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْ بَيْتِكَ بِالْحَقِّ وَإِنَّ فَرِيقًا

کے پاس اور معافی اور روزی عزت کی ف ۲ جیسے نکالا تجھ کو تیرے رب نے تیرے گھر سے حق کام کے واسطے اور ایک جماعت

مِنَ الْمُؤْمِنِينَ لَكَارِهُونَ ⑤ يُجَادِلُونَكَ فِي الْحَقِّ بَعْدَمَا تَبَيَّنَ كَأَنَّمَا يُسَاقُونَ

اہل ایمان کی راضی نہ تھی وہ تجھ سے جھگڑتے تھے حق بات میں اس کے ظاہر ہو چکنے کے بعد گویا وہ ہانکے جاتے

إِلَى الْمَوْتِ وَهُمْ يَنْظُرُونَ ⑥ وَإِذْ يَعِدُكُمُ اللَّهُ إِحْدَى الطَّائِفَتَيْنِ أَنَّهَا لَكُمْ

ہیں موت کی طرف آنکھوں دیکھتے ف ۳ اور جس وقت تم سے وعدہ کیا تھا اللہ نے دو جماعتوں میں سے ایک کا کہ وہ

وَتَوَدُّونَ أَنَّ غَيْرَ ذَاتِ الشَّوْكَةِ تَكُونُ لَكُمْ وَيُرِيدُ اللَّهُ أَنْ يُحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمَاتِهِ

تمہارے ہاتھ لگے گی اور تم چاہتے تھے کہ جس میں کانٹا نہ لگے وہ تم کو ملے اور اللہ چاہتا تھا کہ سچا کر دے سچ کو اپنے کلاموں سے

وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكَافِرِينَ ⑦ لِيُحِقَّ الْحَقَّ وَيُبْطِلَ الْبَاطِلَ وَلَوْ كَرِهَ الْمُجْرِمُونَ ⑧

اور کاٹ ڈالے جڑ کافروں کی تاکہ سچا کرے سچ کو اور جھوٹا کر دے جھوٹ کو اور اگرچہ ناراض ہوں گناہ گار ف ۴

فائدہ: [۲] مال غنیمت کی تقسیم اور پکے مسلمانوں کے اوصاف:...... ''بدر'' میں جو مال غنیمت ہاتھ آیا اس کے متعلق صحابہ رضی اللہ عنہم میں نزاع تھی، نوجوان جو آگے بڑھ کر لڑے تھے وہ کل مال غنیمت کو اپنا حق سمجھتے تھے، پرانے لوگ جو نوجوانوں کی پشت پر تھے، ان کا یہ کہنا تھا کہ ہمارے سہارا لگانے سے فتح ہوئی، لہٰذا غنیمت ہم کو ملنی چاہیے۔ ایک جماعت جو نبی اکرم ﷺ کی حفاظت کرتی رہی تھی وہ اپنے کو اس مال کا مستحق سمجھتی تھی۔ ان آیات میں بتلا دیا کہ فتح صرف اللہ کی مدد سے ہے کسی کا سہارا اور زور پیش نہیں جاتا، سو مال کا مالک خدا ہے، پیغمبر اس کے نائب ہیں۔ جس طرح اللہ تعالیٰ اپنے رسول کی معرفت حکم دے اسی کے موافق غنیمت تقسیم ہونی چاہیے (اس حکم کی تفصیل آگے آئے گی۔ انفال: ۴۱) پکے مسلمانوں کا کام یہ ہے کہ ہر معاملہ میں خدا سے ڈریں، آپس میں صلح وآشتی سے رہیں، ذرا ذرا سی بات پر جھگڑے نہ ڈالیں، اپنی آراء وجذبات سے قطع نظر کر کے محض خدا اور رسول کا حکم مانیں، جب خدا کا نام درمیان میں آجائے، ہیبت وخوف سے کانپ

انھیں، آیات واحکام الٰہی سن کران کا ایمان ویقین زیادہ مضبوط ہوتا رہے، اس قدر مضبوط وقوی ہوجائے کہ ہر معاملہ میں ان کا اصلی بھروسہ اور اعتماد بجز خدا کے کسی پر باقی نہ رہے، اسی کے سامنے سر عبودیت جھکائیں، اسی کے نام پر مال و دولت خرچ کریں۔ غرض عقیدہ، خلق، عمل اور مال ہر چیز سے خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش میں رہیں۔ ایسے ہی لوگوں کو سچا اور پکا ایماندار کہا جا سکتا ہے جو خدا کے یہاں اپنے اپنے درجہ کے موافق بڑے بڑے مقامات و مراتب قرب پر فائز ہوں گے جنہیں معمولی کوتاہیوں سے درگذر کر کے عزت کی روزی سے سرفراز کیا جائے گا۔ رزقنا اللہ منہ بفضلہ ومنہ۔

فائدہ: [۳]...... یعنی سوچو کہ اس جنگ (بدر) میں شروع سے آخر تک کس طرح حق تعالیٰ کی تحریک وتائید اور امداد وتوفیق مسلمانوں کے حق میں کار فرما رہی، خدا ہی تھا جو نصرت دین اسلام کے حق (سچے) وعدے کر کے اپنے نبی کو ایک امر حق یعنی کفار کے ساتھ جہاد کرانے کے لیے مدینہ سے باہر بدر کے میدان میں اس وقت لے آیا جب کہ ایک جماعت مسلمانوں کی لشکر قریش سے نبرد آزمائی کرنے پر راضی نہ تھی۔ یہ لوگ ایسی سچی اور طے شدہ چیز میں پس وپیش کر رہے تھے اور حجتیں نکال رہے تھے جس کی نسبت بذریعہ پیغمبر انہیں ظاہر ہو چکا تھا کہ وہ یقیناً خدا کی فرمائی ہوئی اٹل بات ہے (یعنی اسلام و پیروان اسلام کا بذریعہ جہاد غالب ومنصور ہونا) ابوجہل کے لشکر سے مقابلہ کرنا ان کو اس قدر شاق اور گراں تھا جیسے کسی شخص کو آنکھوں دیکھتے موت کے منہ میں جانا مشکل ہے، تاہم خدا اپنی توفیق سے ان کو میدان جنگ میں لے گیا اور اپنی امداد سے مظفر ومنصور واپس لایا۔ پس جیسے خدا ہی کی مدد سے از اوّل تا آخر یہ مہم سر ہوئی، مال غنیمت بھی اسی کا سمجھنا چاہیے وہ اپنے پیغمبر کے ذریعہ سے جہاں بتلائے وہاں خرچ کرو۔

تنبیہ:...... ﴿كَمَآ أَخْرَجَكَ﴾ الآیۃ کے "کاف" کو میں نے اپنی تقریر میں صرف تشبیہ کے لیے نہیں لیا، بلکہ ابوحیان کی تحقیق کے موافق معنی تعلیل پر مشتمل رکھا ہے جیسے ﴿وَاذْكُرُوهُ كَمَا هَدٰىكُمْ﴾ [بقرہ:۱۹۸] میں علماء نے تصریح کی ہے۔ اور ﴿أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ﴾ الی آخر الآیات کے مضمون کو میں نے ﴿الْأَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ کا ایک سبب قرار دیا ہے۔ ابوحیان کی طرح "اَعَزَّکَ اللّٰہ" وغیرہ مقدر نہیں مانا۔ نیز تقریر آیت میں صاحب "روح المعانی" کی تصریح کے موافق اشارہ کر دیا ہے کہ ﴿أَخْرَجَكَ رَبُّكَ مِنْۢ بَيْتِكَ﴾ میں صرف آنِ خروج من البیت مراد نہیں بلکہ خروج من البیت سے دخول فی الجہاد تک کا ممتد اور وسیع زمانہ مراد ہے جس میں ﴿وَإِنَّ فَرِيْقًا مِّنَ الْمُؤْمِنِيْنَ لَكٰرِهُوْنَ ۝ يُجَادِلُوْنَكَ فِي الْحَقِّ﴾ وغیرہ سب احوال کا وقوع ہوا۔ ایک فریق کی کراہیت تو عین خروج من المدینہ ہی کے وقت ظاہر ہوگئی جسے ہم صحیح مسلم اور طبری کے حوالہ سے سورۃ الانفال کے پہلے فائدہ میں بیان کر چکے ہیں اور مجادلہ کی صورت غالباً آگے چل کر لشکر کی اطلاع ملنے پر مقام صفراء میں پیش آئی۔ اس کے سمجھ لینے سے بعض مبطلین کے مغالطات کا استیصال ہو جائے گا۔

فائدہ: [۴] **غزوۂ بدر میں کفار سے جنگ کی حکمت ومصلحت:**...... مسلمان چاہتے تھے کہ "تجارتی قافلہ" پر حملہ ہو، کہ کانٹا نہ چبھے اور بہت سا مال ہاتھ آجائے لیکن خدا کی مرضی یہ تھی کہ اس چھوٹی سی بے سر وسامان جماعت کو کثیر التعداد اور مرتب و پر شوکت لشکر سے بھڑا کر اپنی باتوں سے سچ کو سچ کر دکھائے اور کفار مکہ کی جڑ کاٹ ڈالے، تا کہ اس طرح اس کے وعدوں کی سچائی حیرت انگیز طریقہ پر ظاہر ہو کر سچ کا سچ اور جھوٹ کا جھوٹ ہونا کفار کے علی الرغم صاف صاف آشکارا ہو جائے۔ چنانچہ یہ ہی ہوا بدر میں قریش کے ستر سردار مارے گئے جن میں ابو جہل بھی تھا اور ستر ہی قید ہوئے۔ اس طرح کفر کی کمر ٹوٹ گئی اور مشرکین مکہ کی بنیادیں ہل گئیں۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

إِذْ تَسْتَغِيْثُوْنَ رَبَّكُمْ فَاسْتَجَابَ لَكُمْ أَنِّيْ مُمِدُّكُمْ بِأَلْفٍ مِّنَ الْمَلٰٓئِكَةِ

جب تم لگے فریاد کرنے اپنے رب سے تو وہ پہنچا تمہاری فریاد کو کہ میں مدد کو بھیجوں گا تمہارے لیے ہزار فرشتے لگاتار

مُرْدِفِيْنَ ⑨ وَمَا جَعَلَهُ اللّٰهُ اِلَّا بُشْرٰى وَلِتَطْمَئِنَّ بِهٖ قُلُوْبُكُمْ ۚ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا

آنے والے ۔ اور یہ تو دی اللہ نے فقط خوشخبری اور تاکہ مطمئن ہو جائیں اس سے تمہارے دل اور مدد نہیں مگر

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ⑩ اِذْ يُغَشِّيْكُمُ النُّعَاسَ اَمَنَةً مِّنْهُ

اللہ کی طرف سے بے شک اللہ زور آور ہے حکمت والا ف۵ ۔ جس وقت کہ ڈال دی اس نے تم پر اونگھ اپنی طرف سے تسکین کے واسطے

وَيُنَزِّلُ عَلَيْكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً لِّيُطَهِّرَكُمْ بِهٖ وَيُذْهِبَ عَنْكُمْ رِجْزَ الشَّيْطٰنِ

اور اتارا تم پر آسمان سے پانی کہ اس سے تم کو پاک کر دے اور دور کر دے تم سے شیطان کی نجاست

وَلِيَرْبِطَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ وَيُثَبِّتَ بِهِ الْاَقْدَامَ ⑪ اِذْ يُوْحِيْ رَبُّكَ اِلَى الْمَلٰٓئِكَةِ اَنِّيْ

اور مضبوط کر دے تمہارے دلوں کو اور جما دے اس سے تمہارے قدم ف۶ ۔ جب حکم بھیجا تیرے رب نے فرشتوں کو کہ میں ساتھ

مَعَكُمْ فَثَبِّتُوا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ سَاُلْقِيْ فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ كَفَرُوا الرُّعْبَ

ہوں تمہارے سو تم دل ثابت رکھو مسلمانوں کے ، میں ڈال دوں گا دل میں کافروں کے

فَاضْرِبُوْا فَوْقَ الْاَعْنَاقِ وَاضْرِبُوْا مِنْهُمْ كُلَّ بَنَانٍ ⑫ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ شَآقُّوا اللّٰهَ

دہشت سو مارو گردنوں پر اور کاٹو ان کی پور پور ۔ یہ اس واسطے ہے کہ وہ مخالف ہوئے

وَرَسُوْلَهٗ ۚ وَمَنْ يُّشَاقِقِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ⑬ ذٰلِكُمْ

اللہ کے اور اس کے رسول کے، اور جو کوئی مخالف ہو اللہ کا اور اس کے رسول کا تو بے شک اللہ کا عذاب سخت ہے ۔ یہ تو تم

فَذُوْقُوْهُ وَاَنَّ لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابَ النَّارِ ⑭

چکھ لو اور جان رکھو کہ کافروں کے لیے ہے عذاب دوزخ کا ف۷

فَائِدَة: [۵] مدد کیلئے اترنے والے فرشتوں کی تعداد:...... اسی طرح کی آیت آل عمران "پارہ لن تنالوا" کے ربع (آیت:۱۲۵) پر گزر چکی وہاں کے فوائد ملاحظہ کیے جائیں، البتہ اس جگہ فرشتوں کی تعداد تین سے پانچ ہزار تک بیان کی گئی تھی۔ اگر واقعہ ایک ہے تو کہا جائے گا کہ اول ایک ہزار کا دستہ آیا ہوگا۔ پھر اس کے پیچھے دوسرے دستے آئے ہوں، جن کی تعداد تین سے پانچ ہزار تک پہنچی۔ شاید لفظ ﴿مُرْدِفِيْنَ﴾ میں اسی طرف اشارہ ہو۔

فَائِدَة: [۶] مشکل حالات میں ثابت قدمی پر اللہ کے انعامات:...... "بدر" کا معرکہ فی الحقیقت مسلمانوں کے لیے بہت ہی سخت آزمائش اور عظیم الشان امتحان کا موقع تھا وہ تعداد میں تھوڑے تھے، بے سروسامان تھے، فوجی مقابلہ کے لیے تیار ہو کر نہ نکلے تھے، مقابلہ پر ان سے تگنی تعداد کا لشکر تھا جو پورے ساز وسامان سے کبر وغرور کے نشہ میں سرشار ہو کر نکلا تھا۔ مسلمانوں اور کافروں کی یہ پہلی ہی قابل ذکر

نکرتھی، پھر صورت ایسی پیش آئی کہ کفار نے پہلے سے اچھی جگہ اور پانی وغیرہ پر قبضہ کرلیا، مسلمان نشیب میں تھے، ریت بہت زیادہ تھی جس میں چلتے ہوئے پاؤں دھنستے تھے، گرد وغبار نے الگ پریشان کر رکھا تھا، پانی نہ ملنے سے ایک طرف غسل و وضو کی تکلیف، دوسری طرف تشنگی ستا رہی تھی، یہ چیزیں دیکھ کر مسلمان ڈرے کہ بظاہر آثار شکست کے ہیں، شیطان نے دلوں میں وسوسہ ڈالا کہ اگر واقعی تم خدا کے مقبول بندے ہوتے تو ضرور تائید ایزدی تمہاری طرف ہوتی اور ایسی پریشان کن اور یاس انگیز صورت حال پیش نہ آتی۔ اس وقت حق تعالیٰ نے قدرتِ کاملہ سے زور کا مینہ برسایا جس سے میدان کی ریت جم گئی، غسل و وضو کرنے اور پینے کے لیے پانی کی افراط ہوگئی، گرد وغبار سے نجات ملی، کفار کا لشکر جس جگہ تھا وہاں کیچڑ اور پھسلن سے چلنا پھرنا دشوار ہوگیا۔ جب یہ ظاہری پریشانیاں دور ہوئیں تو حق تعالیٰ نے مسلمانوں پر ایک قسم کی غنودگی طاری کردی، آنکھ کھلی تو دلوں سے سارا خوف وہراس جاتا رہا۔ بعض روایات میں ہے کہ حضور ﷺ اور ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رات بھر ''عریش'' میں مشغول دعا رہے، اخیر میں حضور ﷺ پر خفیف سی غنودگی طاری ہوئی، جب اس سے چونکے تو فرمایا خوش ہو جاؤ کہ جبریل علیہ السلام تمہاری مدد کو آرہے ہیں، عریش سے باہر تشریف لائے تو ﴿سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَيُوَلُّونَ الدُّبُرَ﴾ [قمر: ٤٥] زبان مبارک پر جاری تھا۔ بہر حال اس بارانِ رحمت نے بدن کو احداث سے اور دلوں کو شیطان کے وساوس سے پاک کردیا۔ ادھر ریت کے جم جانے سے ظاہری طور پر قدم جم گئے اور اندر سے ڈر نکل کر دل مضبوط ہوگئے۔

فَائِدَہ: [٧] معرکہ بدر میں شیاطین اور فرشتوں کے لشکر:...... جنگ بدر کی اہمیت کا اندازہ اس سے ہوسکتا ہے کہ اس معرکہ میں خود ابلیس لعین ''کنانہ'' کے سردار اعظم سراقہ بن مالک مدلجی کی صورت میں متمثل ہوکر ابوجہل کے پاس آیا اور مشرکین کے خوب دل بڑھائے کہ آج تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا، میں اور میرا سارا قبیلہ تمہارے ساتھ ہے۔ ابلیس کے جھنڈے تلے بڑا بھاری لشکر شیاطین کا تھا، یہ واقعہ آگے آئے گا [انفال: ٤٨] اس کے جواب میں حق تعالیٰ نے مسلمانوں کی کمک پر شاہی فوج کے دستے جبرئیل و میکائیل علیہما السلام کی کمانڈ میں یہ کہہ کر بھیجے کہ میں تمہارے ساتھ ہوں۔ اگر شیاطین آدمیوں کی صورت میں متشکل ہوکر کفار کے حوصلے بڑھا رہے ہیں اور ان کی طرف سے لڑنے کو تیار ہیں اور مسلمانوں کے قلوب کو وسوسے ڈال کر خوفزدہ کررہے ہیں تو تم مظلوم وضعیف مسلمانوں کے دلوں کو مضبوط کرو۔ اِدھر تم ان کی ہمت بڑھاؤ گے اُدھر میں کفار کے دلوں میں دہشت اور رعب ڈال دوں گا، تم مسلمانوں کے ساتھ ہوکر ان ظالموں کی گردنیں مارو اور پور پور کاٹ ڈالو۔ کیونکہ آج ان سب جنی وانسی کافروں نے مل کر خدا اور رسول سے مقابلہ کی ٹھہرائی ہے۔ سو انہیں معلوم ہوجائے کہ خدا کے مخالفوں کو کیسی سخت سزا ملتی ہے؟ آخرت میں جو سزا ملے گی اصل تو وہ ہی ہے لیکن دنیا میں بھی اس کا تھوڑا سا نمونہ دیکھ لیں اور عذاب الٰہی کا کچھ مزہ چکھ لیں۔ روایات میں ہے کہ بدر میں ملائکہ کو لوگ آنکھوں سے دیکھتے تھے اور ان کے مارے ہوئے کفار کو آدمیوں کے قتل کیے ہوئے کفار سے الگ شناخت کرتے تھے۔ خدا تعالیٰ نے یہ ایک نمونہ دکھا دیا کہ اگر کبھی شیاطین الجن والانس ایسے غیر معمولی طور پر حق کے مقابل جمع ہوجائیں تو وہ اہلِ حق اور مقبول بندوں کو ایسے غیر معمولی طریقہ سے فرشتوں کی کمک پہنچا سکتا ہے۔ باقی ویسے تو فتح وغلبہ بلکہ ہر چھوٹا بڑا کام خدا ہی کی مشیت وقدرت سے انجام پاتا ہے، اسے نہ فرشتوں کی احتیاج ہے، نہ آدمیوں کی، اور اگر فرشتوں ہی سے کوئی کام لے تو ان کو وہ طاقت بخشی ہے کہ تنہا ایک فرشتہ بڑی بڑی بستیوں کو اٹھا کر پٹک سکتا ہے۔ یہاں تو عالم تکلیف واسباب میں ذرا سی تنبیہ کے طور پر شیاطین کی غیر معمولی دوڑ دھوپ کا جواب دینا تھا اور بس۔

يَاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوْٓا اِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا زَحْفًا فَلَا تُوَلُّوْهُمُ الْاَدْبَارَ ⑮

اے ایمان والو! جب بھڑو تم کافروں سے میدان جنگ میں تو مت پھیرو ان سے پیٹھ ۸

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَئِذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰى فِئَةٍ فَقَدْ بَآءَ

اور جو کوئی ان سے پھیرے پیٹھ اس دن مگر یہ کہ ہنر کرتا ہو لڑائی کا یا جا ملتا ہو فوج میں سو وہ پھرا

بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ⑯ فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ

اللہ کا غضب لے کر اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ کیا برا ٹھکانا ہے ف۹ سو تم نے ان کو نہیں مارا لیکن

اللّٰهَ قَتَلَهُمْ ۪ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى ۚ وَلِيُبْلِيَ الْمُؤْمِنِيْنَ مِنْهُ

اللہ نے ان کو مارا اور تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک کی جس وقت کہ پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی اور تاکہ کرے ایمان والوں

بَلَآءً حَسَنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ⑰ ذٰلِكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ مُوْهِنُ كَيْدِ الْكٰفِرِيْنَ ⑱

پر اپنی طرف سے خوب احسان، بے شک اللہ ہے سننے والا جاننے والا ف۱۰ یہ تو ہو چکا اور جان رکھو کہ اللہ سست کر دیگا تدبیر کافروں کی ف۱۱

اِنْ تَسْتَفْتِحُوْا فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ ۚ وَاِنْ تَنْتَهُوْا فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَعُوْدُوْا

اگر تم چاہتے ہو فیصلہ تو پہنچ چکا تمہارے پاس فیصلہ اور اگر باز آ ؤ تو تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر پھر یہی کرو گے تو ہم بھی یہی کریں گے.

نَعُدْ ۚ وَلَنْ تُغْنِيَ عَنْكُمْ فِئَتُكُمْ شَيْئًا وَّلَوْ كَثُرَتْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مَعَ الْمُؤْمِنِيْنَ ⑲

اور کچھ کام نہ آئے گا تمہارے تمہارا جتھا اگرچہ بہت ہوں اور جان لو کہ اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے ف۱۲

ع ۹ / ۱۶

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَوَلَّوْا عَنْهُ وَاَنْتُمْ تَسْمَعُوْنَ ⑳

اے ایمان والو! حکم مانو اللہ کا اور اس کے رسول کا اور اس سے مت پھرو سن کر ف۱۳

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ قَالُوْا سَمِعْنَا وَهُمْ لَا يَسْمَعُوْنَ ㉑

اور ان جیسے مت ہو جنہوں نے کہا ہم نے سن لیا اور وہ سنتے نہیں ف۱۴

فائدہ:[۸] جہاد سے بھاگنے کی مذمت اور حکم:...... "فرار من الزحف" (جہاد میں سے نکل کر بھاگنا اور لڑائی میں کفار کو پیٹھ دکھانا) بہت سخت گناہ اکبر الکبائر میں سے ہے۔ اگر کفار تعداد میں مسلمانوں سے دگنے ہوں اس وقت تک فقہاء نے پیٹھ پھیرنے کی اجازت نہیں دی۔

فائدہ:[۹] جہاد میں پیچھے ہٹنے کا حکم:...... یعنی اگر پسپائی کسی جنگی مصلحت سے ہو، مثلاً پیچھے ہٹ کر حملہ کرنا زیادہ مؤثر ہے یا ایک جماعت سپاہیوں کی مرکزی فوج سے جدا ہوگئی، وہ اپنے بچاؤ کے لیے پسپا ہو کر مرکز سے ملنا چاہتی ہے تو ایسی پسپائی جرم نہیں۔ گناہ اس وقت ہے جب کہ پسپائی محض لڑائی سے جان بچا کر بھاگنے کی نیت سے ہو۔

فائدہ:[۱۰] امام المجاہدین ﷺ کا کنکریاں پھینکنا:...... جب جنگ کی شدت ہوئی تو حضور ﷺ نے ایک مٹھی کنکریاں لشکر کفار کی طرف پھینکیں اور تین مرتبہ شَاهَتِ الْوُجُوْهُ فرمایا۔ خدا کی قدرت سے کنکریوں کے ریزے ہر کافر کی آنکھ میں پہنچے، وہ سب آنکھیں ملنے

لگے ادھر سے مسلمانوں نے فوراً دھاوا بول دیا، آخر بہت سے کفار کھیت رہے [قتل ہوئے]۔ اسی کو فرماتے ہیں کہ گو بظاہر کنکریاں تم نے اپنے ہاتھ سے پھینکیں تھیں لیکن کسی بشر کا یہ فعل عادتاً ایسا نہیں ہوسکتا کہ مٹھی بھر کنکریاں ہر سپاہی کی آنکھ میں پڑ کر ایک مسلح لشکر کی ہزیمت کا سبب بن جائیں، یہ صرف خدائی ہاتھ تھا جس نے مٹھی بھر سنگریزوں سے فوجوں کے منہ پھیر دیئے۔ تم بے سروسامان قلیل التعداد مسلمانوں میں اتنی قدرت کہاں تھی کہ محض تمہارے زور بازو سے کافروں کے ایسے ایسے منڈ مارے جاتے [سردار قتل ہوتے]، یہ تو خدا ہی کی قدرت کا کرشمہ ہے کہ اس نے ایسے متکبر سرکشوں کو فنا کے گھاٹ اُتارا۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ بظاہر کام تمہارے ہاتھوں سے لیا گیا اور ان میں وہ فوق العادۃ قوت پیدا کر دی جسے تم اپنے کسب واختیار سے حاصل نہ کر سکتے تھے، یہ اس لیے کیا گیا کہ خدا کی قدرت ظاہر ہو اور مسلمانوں پر پوری مہربانی اور خوب طرح احسان کیا جائے۔ بیشک خدا مومنین کی دعا وفریاد کو سنتا اور ان کے افعال واحوال کو بخوبی جانتا ہے اور یہ بھی جانتا ہے کہ مقبول بندوں پر کس وقت کس عنوان سے احسان کرنا مناسب ہے۔

فَائِدَہ: [۱۱] ...... یعنی اس وقت بھی خدا نے کفار مکہ کے سب منصوبے خاک میں ملا دیئے اور آئندہ بھی ان کی تدبیروں کو سست کر دیا جائے گا۔

فَائِدَہ: [۱۲] **کفار مکہ سے خطاب:** ...... یہ خطاب کفار مکہ کو ہے وہ ہجرت سے پہلے حضور ﷺ سے کہا کرتے تھے ﴿مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ [سجدہ: ۲۸] یعنی ہمارے تمہارے درمیان یہ فیصلہ کب ہوگا؟ سو پورا فیصلہ تو قیامت کے دن ہوگا، مگر ایک طرح کا فیصلہ آج میدان بدر میں بھی تم نے دیکھ لیا کہ کیسے خارقِ عادت طریق سے تم کو کمزور مسلمانوں کے ہاتھوں سے سزا ملی۔ اب اگر نبی علیہ السلام کی مخالفت اور کفر وشرک سے باز آجاؤ تو تمہارے لیے دنیا وآخرت کی بہتری ہے، ورنہ اگر پھر اسی طرح لڑائی کرو گے تو ہم بھی پھر اسی طرح مسلمانوں کی مدد کریں گے اور انجام کار تم ذلیل وخوار ہو گے۔ جب خدا کی تائید مسلمانوں کے ساتھ ہے تو تمہارے جتھے اور جماعتیں خواہ کتنی ہی تعداد میں ہوں کچھ کام نہ آئیں گے۔ بعض روایات میں ہے کہ ابوجہل وغیرہ نے مکہ سے روانگی کے وقت کعبہ کے پردے پکڑ کر دعا کی تھی کہ خداوندا! دونوں فریق میں جو اعلیٰ واکرم ہو اسے فتح دے اور فساد مچانے والے کو مغلوب کر، ﴿فَقَدْ جَآءَكُمُ الْفَتْحُ﴾ میں اسکا بھی جواب ہو گیا جو واقعی "اعلیٰ وافضل" تھے، ان کو فتح مل گئی اور مفسد ذلیل ورسوا ہوئے۔

فَائِدَہ: [۱۳] **اہل ایمان کو اللہ اور رسول کا فرمانبردار ہونا چاہیئے:** ...... پہلے فرمایا تھا کہ "اللہ ایمان والوں کے ساتھ ہے" اب ایمان والوں کو ہدایت فرماتے ہیں کہ ان کا معاملہ خدا اور رسول کے ساتھ کیسا ہونا چاہیے؟ جس سے وہ خدا کی نصرت وحمایت کے مستحق ہوں۔ سو بتلا دیا کہ ایک مومن صادق کا کام یہ ہے کہ وہ ہمہ تن خدا اور رسول کا فرمانبردار ہو۔ احوال وحوادث خواہ کتنا ہی اس کا منہ پھیرنا چاہیں مگر خدا کی باتوں کو جب وہ سن کر سمجھ چکا اور تسلیم کر چکا، تو قولاً وفعلاً کسی حال ان سے منہ نہ پھیرے۔

فَائِدَہ: [۱۴] **کفار کی حالت اور مومن صادق کی شان:** ...... یعنی زبان سے کہتے ہیں کہ ہم نے سن لیا حالانکہ وہ سننا ہی کیا جو آدمی سیدھی سی بات کو سن کر سمجھے نہیں یا سمجھ کر قبول نہ کرے۔ پہلے یہودیوں نے موسیٰ علیہ السلام سے کہا تھا ﴿سَمِعْنَا وَعَصَيْنَا﴾ (ہم نے سن لیا مگر مانا نہیں) مشرکین مکہ کا قول آگے آتا ہے ﴿قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَآءُ لَقُلْنَا مِثْلَ هٰذَآ﴾ [آیت: ۳۱] یعنی جو قرآن آپ سناتے ہیں بس ہم نے سن لیا، اگر ہم چاہیں تو اسی جیسا کلام بنا کر لے آئیں۔ مدینہ کے منافقین کا تو شیوہ یہ تھا کہ پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کے سامنے زبانی اقرار کر گئے اور دل سے اسی طرح منکر رہے۔ بہر حال مومن صادق کی شان ان یہود اور مشرکین ومنافقین کی طرح نہ ہونی چاہیے۔ اس کی شان یہ ہے کہ دل سے، زبان سے، عمل سے حاضر وغائب احکام الٰہیہ اور فرامین نبویہ پر نثار ہوتا رہے۔

اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنۡدَ اللّٰهِ الصُّمُّ الۡبُكۡمُ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡقِلُوۡنَ ﴿۲۲﴾ وَلَوۡ عَلِمَ اللّٰهُ

بے شک سب جانداروں میں بدتر اللہ کے نزدیک وہی بہرے گونگے ہیں جو نہیں سمجھتے ف ۱۵ اور اگر اللہ جانتا ان

فِيۡهِمۡ خَيۡرًا لَّاَسۡمَعَهُمۡ ؕ وَلَوۡ اَسۡمَعَهُمۡ لَتَوَلَّوْا وَّهُمۡ مُّعۡرِضُوۡنَ ﴿۲۳﴾ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ

میں کچھ بھلائی تو ان کو سنا دیتا اور اگر ان کو اب سنا دے تو ضرور بھاگیں منہ پھیر کر ف ۱۶ اے ایمان والو!

اٰمَنُوا اسۡتَجِيۡبُوۡا لِلّٰهِ وَلِلرَّسُوۡلِ اِذَا دَعَاكُمۡ لِمَا يُحۡيِيۡكُمۡ‌ۚ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ

حکم مانو اللہ کا اور رسول کا جس وقت بلائے تم کو اس کام کی طرف جس میں تمہاری زندگی ہے ف ۱۷ اور جان لو اللہ روک

يَحُوۡلُ بَيۡنَ الۡمَرۡءِ وَقَلۡبِهٖ وَاَنَّهٗۤ اِلَيۡهِ تُحۡشَرُوۡنَ ﴿۲۴﴾ وَاتَّقُوۡا فِتۡنَةً لَّا تُصِيۡبَنَّ

لیتا ہے آدمی سے اس کے دل کو اور یہ کہ اسی کے پاس تم جمع ہو گے ف ۱۸ اور بچتے رہو اس فساد سے

الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡكُمۡ خَآصَّةً‌ ۚ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۲۵﴾ وَاذۡكُرُوۡۤا اِذۡ

کہ نہیں پڑے گا تم میں سے خاص ظالموں ہی پر اور جان لو کہ اللہ کا عذاب سخت ہے ف ۱۹ اور یاد کرو جس وقت تم

اَنۡتُمۡ قَلِيۡلٌ مُّسۡتَضۡعَفُوۡنَ فِى الۡاَرۡضِ تَخَافُوۡنَ اَنۡ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ

تھوڑے تھے مغلوب پڑے ہوئے ملک میں ڈرتے تھے کہ اُچک لیں تم کو لوگ پھر اس نے تم کو

فَاٰوٰىكُمۡ وَاَيَّدَكُمۡ بِنَصۡرِهٖ وَرَزَقَكُمۡ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمۡ تَشۡكُرُوۡنَ ﴿۲۶﴾

ٹھکانا دیا اور قوت دی کہ تم کو اپنی مدد سے، روزی دی تم کو ستھری چیزیں تاکہ تم شکر کرو ف ۲۰

فائدہ: [۱۵] کفار جانوروں سے بھی بدتر ہیں: ......جنہیں خدا نے بولنے کو زبان، سننے کو کان اور سمجھنے کو دل و دماغ دیئے تھے پھر انہوں نے یہ سب قوتیں معطل کر دیں، نہ زبان سے حق بولنے اور حق کو دریافت کرنے کی توفیق ہوئی، نہ کانوں سے حق کی آواز سنی، نہ دل و دماغ سے حق کو سمجھنے کی کوشش کی۔ غرض خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو اس اصلی کام میں صرف نہ کیا جس کے لیے فی الحقیقت عطا کی گئی تھیں، بلاشبہ ایسے لوگ جانوروں سے بھی بدتر ہیں۔

فائدہ: [۱۶] کفار میں کوئی خیر اور بھلائی نہیں ہے: ......یعنی اصل یہ ہے کہ ان لوگوں میں بھلائی کی جڑ ہی نہیں کیونکہ حقیقی بھلائی انسان کو اس وقت ملتی ہے جب اس کے دل میں طلب حق کی سچی تڑپ اور نور ہدایت قبول کرنے کی لیاقت ہو۔ جو قوم طلبِ حق کی روح سے یکسر خالی ہو چکی اور اس طرح خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو اپنے ہاتھوں برباد کر چکی ہو، رفتہ رفتہ اس میں قبولِ حق کی لیاقت و استعداد بھی نہیں رہتی۔ اسی کو فرمایا ہے کہ اللہ نے ان کے دلوں میں قبولِ خیر و ہدایت کی لیاقت نہیں دیکھی، اگر ان میں کچھ بھی لیاقت دیکھتا تو اپنی عادت کے موافق ضرور ان کو اپنی آیتیں سنا کر سمجھا دیتا۔ باقی بحالت موجودہ اگر انہیں آیات سنا اور سمجھا دی جائیں تو یہ ضدی اور معاند لوگ سمجھ کر بھی تسلیم اور قبول کرنے والے نہیں۔

فائدہ:[۱۷] جہاد دراصل زندگی ہے:...... یعنی خدا اور رسول تم کو جس کام کی طرف دعوت دیتے ہیں (مثلاً جہاد وغیرہ) اس میں از سرتا پا تمہاری بھلائی ہے، ان کا دعوتی پیغام تمہارے لیے دنیا میں عزت واطمینان کی زندگی اور آخرت میں حیات ابدی کا پیغام ہے۔ پس مؤمنین کی شان یہ ہے کہ خدا اور رسول کی پکار پر فوراً لبیک کہیں، جس وقت اور جدھر وہ بلائیں سب اشغال چھوڑ کر ادھر ہی پہنچیں۔

فائدہ:[۱۸] اطاعت میں تاخیر نہیں کرنی چاہیے:...... یعنی حکم بجالانے میں دیر نہ کرو، شاید تھوڑی دیر بعد دل ایسا نہ رہے، اپنے دل پر آدمی کا قبضہ نہیں بلکہ دل خدا کے ہاتھ میں ہے جدھر چاہے پھیر دے، بیشک وہ اپنی رحمت سے کسی کا دل ابتداءً نہیں روکتا نہ اس پر مہر کرتا ہے۔ ہاں! جب بندہ امتثالِ احکام میں سستی اور کاہلی کرتا ہے تو اس کی جزا میں روک دیتا ہے یا حق پرستی چھوڑ کر ضد و عناد کو شیوہ بنالے تو مہر کر دیتا ہے کذا فی الموضح۔ بعض نے ﴿یَحُوۡلُ بَیۡنَ الۡمَرۡءِ وَ قَلۡبِہٖ﴾ کو بیان قرب کے لیے لیا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ بندہ سے اس قدر قریب ہے کہ اس کا دل بھی اتنا قریب نہیں ﴿وَ نَحۡنُ اَقۡرَبُ اِلَیۡہِ مِنۡ حَبۡلِ الۡوَرِیۡدِ ۝﴾ [ق:۱۶] تو خدا کی حکم برداری سچے دل سے کرو۔ خدا تم سے بڑھ کر تمہارے دلوں کے احوال و سرائر پر مطلع ہے، خیانت اس کے آگے نہیں چل سکے گی، اسی کے پاس سب کو جمع ہونا ہے، وہاں سارے مکنونات و سرائر کھول کر رکھ دیئے جائیں گے۔

فائدہ:[۱۹] نیک لوگوں کی کاہلی کا وبال:...... یعنی فرض کیجیے ایک قوم کے اکثر افراد نے ظلم وعصیان کا وتیرہ اختیار کرلیا، کچھ لوگ جو اس سے علیحدہ رہے انہوں نے مداہنت برتی، نہ نصیحت کی، نہ اظہار نفرت کیا تو یہ فتنہ ہے جس کی لپیٹ میں وہ ظالم اور یہ خاموش مداہن سب آجائیں گے، جب عذاب آئے گا تو حسب مراتب سب اس میں شامل ہوں گے کوئی نہ بچے گا۔ اس تفسیر کے موافق آیت سے مقصود یہ ہوگا کہ خدا اور رسول کی حکم برداری کے لیے خود تیار رہو اور نافرمانوں کو نصیحت و فہمائش کرو، نہ مانیں تو بیزاری کا اظہار کرو۔ باقی حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ نے آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ مسلمانوں کو ایسے فساد (گناہ) سے بالخصوص بچنا چاہیے جس کا خراب اثر گناہ کرنے والے کی ذات سے متعدی ہو کر دوسروں تک پہنچتا ہے۔ پہلے فرمایا تھا کہ خدا اور رسول کا حکم ماننے میں ادنیٰ تاخیر اور کاہلی نہ کرے، کہیں دیر کرنے کی وجہ سے دل نہ ہٹ جائے۔ اب تنبیہ فرماتے ہیں کہ اگر نیک لوگ کاہلی کریں گے تو عام لوگ بالکل چھوڑ دیں گے تو رسم بد پھیلے گی اس کا وبال سب پر پڑے گا، جیسے جنگ میں دلیر سستی کریں تو نامرد بھاگ ہی جائیں پھر شکست پڑے تو دلیر بھی نہ تھام سکیں۔

فائدہ:[۲۰] شکر گزاری کا حکم:...... یعنی اپنی قلت وضعف کو خیال کر کے خدا کا حکم (جہاد) ماننے میں سستی مت دکھلاؤ۔ دیکھو! ہجرت سے پہلے بلکہ اسکے بعد بھی تمہاری تعداد تھوڑی تھی، سامان بھی نہ تھا، تمہاری کمزوری کو دیکھ کر لوگوں کو طمع ہوئی تھی کہ تم کو ہضم کرجائیں۔ تمہیں ہر وقت یہ خدشہ رہتا تھا کہ دشمنان اسلام کہیں نوچ کھسوٹ کر نہ لے جائیں۔ مگر خدا نے تم کو مدینہ میں ٹھکانہ دیا، انصار و مہاجرین میں عدیم النظیر رشتۂ مواخات قائم کردیا، پھر معرکہ بدر میں کیسی کھلی ہوئی غیبی امداد پہنچائی، کفار کی جڑ کاٹ دی، تم کو فتح الگ دی، مال غنیمت اور فدیہ اساریٰ الگ دیا۔ غرض حلال طیب ستھری چیزیں اور انواع و اقسام کی نعمتیں عطا فرمائیں تا کہ تم اسکے شکر گزار بندے بنے رہو۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا لَا تَخُوۡنُوا اللّٰهَ وَالرَّسُوۡلَ وَتَخُوۡنُوۡۤا اَمٰنٰتِكُمۡ وَاَنۡتُمۡ

اے ایمان والو! خیانت نہ کرو اللہ سے اور رسول سے اور خیانت نہ کرو آپس میں اور امانتوں

تَعۡلَمُوۡنَ ۝۲۷ وَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّمَاۤ اَمۡوَالُكُمۡ وَاَوۡلَادُكُمۡ فِتۡنَةٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ عِنۡدَهٗۤ اَجۡرٌ

میں جان کر ف۲۱ اور جان لو کہ بے شک تمہارے مال اور اولاد خرابی میں ڈالنے والے ہیں اور یہ کہ اللہ کے پاس بڑا

عَظِيْمٌ ۝۲۸ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا وَّيُكَفِّرْ عَنْكُمْ ع ۹ ۱۷

ثواب ہے ف۲۲ اے ایمان والو! اگر تم ڈرتے رہو گے اللہ سے تو کر دے گا تم میں فیصلہ ف۲۳ اور دور کر دے گا

سَيِّاٰتِكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۝۲۹ وَاِذْ يَمْكُرُ بِكَ الَّذِيْنَ

تم سے تمہارے گناہ اور تم کو بخش دے گا اور اللہ کا فضل بڑا ہے اور جب فریب کرتے تھے

كَفَرُوْا لِيُثْبِتُوْكَ اَوْ يَقْتُلُوْكَ اَوْ يُخْرِجُوْكَ ۭ وَيَمْكُرُوْنَ وَيَمْكُرُ اللّٰهُ ۭ وَاللّٰهُ

کافر کہ تجھ کو قید کر دیں یا مار ڈالیں یا نکال دیں اور وہ بھی داؤ کرتے تھے، اور اللہ بھی داؤ کرتا تھا اور اللہ

خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۝۳۰ وَاِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُنَا قَالُوْا قَدْ سَمِعْنَا لَوْ نَشَاۗءُ لَقُلْنَا

کا داؤ سب سے بہتر ہے ف۲۴ اور جب کوئی پڑھے ان پر ہماری آیتیں تو کہیں ہم سن چکے اگر ہم چاہیں تو ہم بھی کہہ لیں

مِثْلَ هٰذَآ ۙ اِنْ هٰذَآ اِلَّآ اَسَاطِيْرُ الْاَوَّلِيْنَ ۝۳۱

ایسا، یہ تو کچھ بھی نہیں مگر احوال ہیں اگلوں کے ف۲۵

فائدہ: [۲۱] **خیانت کی ممانعت اور حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کا واقعہ:**...... خدا اور رسول کی خیانت یہ ہے کہ انکے احکام کی خلاف ورزی کی جائے زبان سے اپنے کو مسلمان کہیں اور کام کفار کے کریں یا جس کام پر خدا اور رسول نے مامور کیا ہو اس میں دغل فصل [فریب] کیا جائے یا مال غنیمت میں چوری کی جائے ونحو ذلک۔ بہر حال ان تمام امانتوں میں جو خدا اور رسول یا بندوں کی طرف سے تمہارے سپرد کی جائیں خیانت سے بچو۔ اس میں ہر قسم کے حقوق اللہ وحقوق العباد آ گئے۔ روایات میں ہے کہ یہود "بنی قریظہ" نے جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے صلح کی درخواست کی اور یہ کہا انکے ساتھ وہ ہی معاملہ کیا جائے جو بنی النضیر کے ساتھ ہوا ہے تو آپ نے ارشاد فرمایا: "نہیں میں تم کو اتنا حق دیتا ہوں کہ سعد بن معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم بنالو، جو فیصلہ وہ تمہاری نسبت کر دیں وہ منظور ہونا چاہیے۔" انہوں نے حضرت ابولبابہ رضی اللہ عنہ کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے اجازت لیکر اپنے یہاں بلایا اور دریافت کیا کہ تمہاری اس معاملہ میں کیا رائے ہے؟ ہم سعد بن معاذ کی تحکیم منظور کریں یا نہ کریں؟ ابولبابہ کے اموال اور اہل وعیال بنی قریظہ کے یہاں تھے، اس لیے وہ انکی خیر خواہی کرتے تھے۔ انہوں نے اپنے حلقوم کی طرف ہاتھ سے اشارہ کیا، یعنی اگر سعد بن معاذ کی تحکیم قبول کی تو ذبح ہو جاؤ گے، ابولبابہ اشارہ تو کر گزرے مگر معاً تنبہ ہوا کہ میں نے خدا اور رسول کی خیانت کی۔ واپس آ کر اپنے کو ایک ستون سے باندھ دیا اور عہد کیا کہ نہ کچھ کھاؤں گا نہ پیوں گا حتیٰ کہ موت آ جائے یا اللہ تعالیٰ میری توبہ قبول فرمالے، سات آٹھ دن یونہی بندھے رہے، فاقہ سے غشی طاری ہو گئی۔ آخر بشارت پہنچی کہ حق تعالیٰ نے تمہاری توبہ قبول کی۔ کہا خدا کی قسم! میں اپنے کو نہ کھولونگا جب تک خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے دست مبارک سے میری رسی نہ کھولیں۔ آپ تشریف لائے اور اپنے ہاتھ سے اپنے قیدی کو آزاد کیا الیٰ آخر القصہ (ابن عبدالبر کا دعویٰ ہے کہ یہ واقعہ غزوۂ تبوک میں شرکت نہ کرنے کی بنا پر پیش آیا تھا) واللہ اعلم!

فائدہ: [۲۲] ...... آدمی اکثر مال واولاد کی خاطر خدا کی اور بندوں کی چوری کرتا ہے۔ اس لیے متنبہ فرمایا کہ امانتداری کی جو قیمت خدا کے یہاں ہے، وہ یہاں کے مال واولاد وغیرہ سب چیزوں سے بڑھ کر ہے۔

فائدہ: [۲۳] **تقویٰ کے ثمرات:**...... یعنی اگر خدا سے ڈر کر راہ تقویٰ اختیار کرو گے تو خدا تم میں اور تمہارے مخالفوں میں فیصلہ کر دے

گا۔ دنیا میں بھی کہ تم کو عزت دے گا اور ان کو ذلیل یا ہلاک کرے گا جیسے بدر میں کیا اور آخرت میں بھی کہ تم نعیم دائم میں رہو گے اور ان کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا: ﴿وَامْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ﴾ [یس: ۵۹] ﴿هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ﴾ [مرسلات: ۳۸] دوسری بات یہ ہے کہ تقویٰ کی برکت سے حق تعالیٰ تمہارے دل میں ایک نور ڈال دے گا جس سے تم ذوقاً و وجداناً حق و باطل اور نیک و بد کا فیصلہ کر سکو گے۔ اس کے علاوہ ایک بات حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ نے لکھی ہے کہ ''شاید فتح بدر میں مسلمانوں کے دل میں آیا ہو کہ یہ فتح اتفاقی ہے۔ حضرت سے مخفی کافروں پر احسان کریں کہ ہمارے گھر بار اور اہل و عیال کو مکہ میں نہ ستاویں، سو پہلی آیت میں خیانت کو منع فرمایا اور دوسری آیت میں تسلی دی کہ آگے فیصلہ ہو جاوے گا، تمہارے گھر بار کافروں میں گرفتار نہ رہیں گے۔''

فَائِدَة: [۲۴] **کفار کی تدبیریں اور ان کا انجام:**...... ہجرت سے پیشتر کفار مکہ نے دار الندوہ میں جمع ہو کر مشورہ کیا کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کے متعلق کیا کیا جائے؟ انہوں نے ساری قوم کو پریشان کر رکھا ہے اور باہر کے کچھ لوگ ان کے دام میں پھنستے جاتے ہیں، کہیں رفتہ رفتہ بڑی طاقت اکٹھی نہ کر لیں جس کا مقابلہ دشوار ہو۔ اس وقت رائیں مختلف تھیں، کوئی کہتا تھا قید کیا جائے اور خوب زخمی کیے جائیں، کسی کی رائے تھی کہ انہیں وطن سے نکال دیا جائے تاکہ ہمیں ہر وقت کے خرخشہ [پریشانی] سے نجات ملے۔ اخیر میں ابو جہل کی رائے پر فیصلہ ہوا کہ تمام قبائل عرب میں سے ایک ایک جوان منتخب ہو اور وہ سب مل کر آنِ واحد میں ان پر تلوار کا ہاتھ چھوڑیں، تاکہ بنی ہاشم سارے عرب سے لڑائی نہ کر سکیں اور دیت دینی پڑے تو تمام قبائل پر تقسیم ہو جائے۔ یہاں تو وہ اشقیاء یہ تدبیریں گانٹھ رہے تھے، ادھر ان کے توڑ میں خدا کی بہترین اور لطیف تدبیر تھی، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرشتہ نے اطلاع کی، آپ اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لٹا کر اسی مجمع کی آنکھوں میں جو آپ کے قتل کے لیے جمع ہوا تھا خاک جھونکتے ہوئے باہر تشریف لے گئے۔ آپ کا اور حضرت علی کا بال بیکا نہ ہوا اور دشمن خائب و خاسر رہے پھر جنہوں نے آپ کے قتل کا مشورہ دیا تھا بدر میں وہ ہی قتل کیے گئے۔ اس سے بتلا دیا کہ جب خدا ساتھی ہو تو کوئی کچھ نہیں کر سکتا اور جس طرح اس نے اپنے پیغمبر کو بچا لیا، تمہارے گھر بار اور اہل و عیال کی بھی جو مکہ میں ہیں حفاظت کر سکتا ہے ''دشمن اگر قوی است نگہبان قوی تر است۔''

فَائِدَة: [۲۵] **قرآنی آیات سن کر کفار کا ردعمل:**...... نضر بن الحارث کہا کرتا تھا کہ ہم چاہیں تو قرآن جیسا کلام بنا لائیں اس میں قصے کہانیوں کے سوا کیا رکھا ہے؟ مگر قرآن تو سب جھگڑوں کا فیصلہ اسی بات پر رکھتا تھا، پھر چاہا کیوں نہیں؟ کسی نے کہا تھا کہ میرا گھوڑا اگر چلے تو ایک دن میں لندن پہنچے، مگر چلتا نہیں۔ بہرحال پچھلی قوموں کے احوال سن کر کہا کرتے تھے کہ سب قصے کہانیاں ہیں۔ اب بدر میں دیکھ لیا کہ محض افسانے نہ تھے، وعدۂ عذاب تم پر بھی آیا جیسے پہلوں پر آیا تھا۔

وَاِذْ قَالُوا اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ

اور جب وہ کہنے لگے کہ یا اللہ اگر یہی دین حق ہے تیری طرف سے تو ہم پر برسا دے پتھر

السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ﴿۳۲﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ وَاَنْتَ فِيْهِمْ ط وَمَا

آسمان سے یا لا ہم پر کوئی عذاب دردناک ف۲۶ اور اللہ ہرگز نہ عذاب کرتا ان پر جب تک تو رہتا ان میں ف۲۷ اور

كَانَ اللّٰهُ مُعَذِّبَهُمْ وَهُمْ يَسْتَغْفِرُوْنَ ﴿۳۳﴾ وَمَا لَهُمْ اَلَّا يُعَذِّبَهُمُ اللّٰهُ وَهُمْ

اللہ ہرگز نہ عذاب کرے گا ان پر جب تک وہ معافی مانگتے رہیں گے ف۲۸ اور ان میں کیا بات ہے کہ عذاب نہ کرے ان پر اللہ

يَصُدُّوْنَ عَنِ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ وَمَا كَانُوْٓا اَوْلِيَآءَهٗ ؕ اِنْ اَوْلِيَآؤُهٗٓ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ

اور وہ تو روکتے ہیں مسجد حرام سے اور وہ اس کے اختیار والے نہیں اس کے اختیار والے تو وہی ہیں جو پرہیزگار ہیں

وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝۳۴ وَمَا كَانَ صَلَاتُهُمْ عِنْدَ الْبَيْتِ اِلَّا مُكَآءً

لیکن ان میں اکثروں کو اس کی خبر نہیں ف۲۹ اور ان کی نماز نہیں تھی کعبہ کے پاس مگر

وَّتَصْدِيَةً ؕ فَذُوْقُوا الْعَذَابَ بِمَا كُنْتُمْ تَكْفُرُوْنَ ۝۳۵ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

سیٹیاں بجانی اور تالیاں سو چکھو عذاب بدلہ اپنے کفر کا ف۳۰ بے شک جو لوگ کافر ہیں

يُنْفِقُوْنَ اَمْوَالَهُمْ لِيَصُدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ فَسَيُنْفِقُوْنَهَا ثُمَّ تَكُوْنُ

وہ خرچ کرتے ہیں اپنے مال تاکہ روکیں اللہ کی راہ سے ف۳۱ سو ابھی اور خرچ کریں گے پھر آخر ہو گا

عَلَيْهِمْ حَسْرَةً ثُمَّ يُغْلَبُوْنَ ۬ؕ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِلٰى جَهَنَّمَ يُحْشَرُوْنَ ۝۳۶

وہ ان پر افسوس اور آخر مغلوب ہوں گے اور جو کافر ہیں وہ دوزخ کی طرف ہانکے جائیں گے ف۳۲

فائدہ: [۲۶] **مشرکین مکہ کی جہالت اور شقاوت:**......اس آیت میں مشرکین مکہ کے انتہائی جہل اور شقاوت وعناد کا اظہار ہے۔ یعنی وہ کہتے تھے کہ خداوندا! اگر واقعی یہی دین حق ہے جس کی ہم اتنی دیر اور اس قدر شد و مد سے تکذیب کر رہے ہیں تو پھر دیر کیوں ہے؟ گزشتہ اقوام کی طرح ہم پر بھی پتھروں کا مینہ کیوں نہیں برسا دیا جاتا؟ یا اسی طرح کے کسی دوسرے عذاب میں مبتلا کر کے ہمارا استیصال کیوں نہیں کر دیا جاتا؟ کہتے ہیں کہ یہ دعا ابو جہل نے مکہ سے نکلتے وقت کعبہ کے سامنے کی، آخر جو کچھ مانگا تھا اس کا ایک نمونہ بدر میں دیکھ لیا۔ وہ خود مع ۶۹ سرداروں کے کمزور اور بے سرو سامان مسلمانوں کے ہاتھوں سے مارا گیا، ستر سردار اسیری کی ذلت میں گرفتار ہوئے، اس طرح خدا نے ان کی جڑ کاٹ دی۔ بیشک قوم لوط کی طرح ان پر آسمان سے پتھر نہیں برسے لیکن ایک مٹھی سنگریزے جو خدا تعالیٰ نے محمد ﷺ کے ہاتھ سے پھینکے تھے وہ آسمانی سنگباری کا چھوٹا سا نمونہ تھا ﴿فَلَمْ تَقْتُلُوْهُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ قَتَلَهُمْ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى﴾ [انفال:۱۷]

فائدہ: [۲۷] **اللہ تعالیٰ کی سنت:**......سنت اللہ یہ ہے کہ جب کسی قوم پر تکذیب انبیاء کی وجہ سے عذاب نازل کرتے ہیں تو اپنے پیغمبر کو ان سے علیحدہ کر لیتے ہیں۔ خدا نے جب حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کو مکہ سے علیحدہ کر لیا تب مکہ والے بدر کے عذاب میں پکڑے گئے۔

فائدہ: [۲۸] **نزول عذاب سے دو چیزیں مانع:**......نزول عذاب سے دو چیزیں مانع ہیں: ایک ان کے درمیان پیغمبر کا موجود رہنا، دوسرے استغفار۔ یعنی مکہ میں حضرت ﷺ کے قدم سے عذاب اٹک رہا تھا، اب ان پر عذاب آیا۔ اسی طرح جب تک گناہ گار نادم رہے اور توبہ کرتا رہے تو پکڑا نہیں جاتا اگرچہ بڑے سے بڑا گناہ ہو۔ حضرت ﷺ نے فرمایا کہ گناہ گاروں کی پناہ دو چیزیں ہیں: ایک میرا وجود، اور دوسرے استغفار۔ کذا فی الموضح

تنبیہ:......﴿وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ﴾ کے جو معنی مترجم محقق (قدس اللہ سرہٗ) نے کیے، بعض مفسرین کے موافق ہیں۔ لیکن اکثر کے

نزدیک اس کا مطلب یہ ہے کہ مشرکین جس قسم کا خارق عادت عذاب طلب کر رہے تھے جو قوم کی قوم کا دفعۃً استیصال کر دے، ان پر ایسا عذاب بھیجنے سے دو چیزیں مانع ہیں: ایک حضور ﷺ کا وجود باوجود کہ اس کی برکت سے اس امت پر خواہ "امت دعوت" ہی کیوں نہ ہو ایسا خارق عادت مستاصل عذاب نہیں آتا، یوں کسی وقت افراد و آحاد پر آ جائے وہ اسکے منافی نہیں، دوسرے استغفار کرنے والوں کی موجودگی خواہ وہ مسلمان ہوں یا غیر مسلم، جیسا کہ منقول ہے کہ مشرکین مکہ بھی تلبیہ و طواف وغیرہ میں "غفرانک غفرانک" کہا کرتے تھے۔ باقی غیر خارق معمولی عذاب (مثلاً قحط یا وبا یا قتل کثیر وغیرہ) اُس کا نزول پیغمبر یا بعض مستغفرین کی موجودگی میں بھی ممکن ہے، آخر جب وہ لوگ شرارتیں کریں گے تو خدا کی طرف سے تنبیہ کیوں نہ کی جائے گی؟ آگے اسی کو بیان فرمایا ہے۔

فائدہ:[۲۹] خانہ خدا کا متولی کون؟: ......یعنی عذاب کا نہ آنا ان دو سبب سے ہے جو اوپر مذکور ہوئے، ورنہ تمہاری شرارتیں اور ظلم و شقاوت تو ایسی چیزیں ہیں کہ فوراً عذاب آ جانا چاہیے۔ اس سے زیادہ ظلم کیا ہوگا کہ موحدین کو حرم شریف میں آنے یا عبادت کرنے سے طرح طرح کے حیلے تراش کر روکا جائے، بلکہ ان کے وطن (مکہ معظمہ) سے نکال کر ہمیشہ کے لیے کوشش کی جائے کہ یہ خدا کے پاکباز اور عبادت گذار بندے یہاں نہ آنے پائیں۔ اور ستم ظریفی یہ ہے کہ اس ظلم کے جواز کے لیے یہ سند پیش کی جاتی ہے کہ ہم حرم شریف کے متولی بااختیار ہیں جس کو چاہیں آنے دیں جسے چاہیں روک دیں یہ ہمارا حق ہے۔ حالانکہ اوّل تو یہ حق متولی کو بھی نہیں کہ مسجد میں لوگوں کو نماز و عبادت سے روکے، دوسرے حق تولیت ان کو پہنچتا بھی نہیں۔ حرم شریف کے متولی صرف متقی اور پرہیزگار بندے ہو سکتے ہیں، مشرک اور بدمعاش اس کے حقدار نہیں ہو سکتے۔ لیکن ان میں کے اکثر اپنی جہالت سے یوں سمجھ رہے ہیں کہ ہم اولاد ابراہیم ہیں اور فلاں قبیلہ سے ہیں تولیت کعبہ ہمارا موروثی حق ہے جس کے لیے کوئی خاص شرط و قید نہیں۔ سو بتلا دیا کہ اولادِ ابراہیم میں جو پرہیزگار ہو اسی کا حق ہے، ایسے بے انصافوں کا حق نہیں کہ جس سے وہ آپ ناخوش ہوئے نہ آنے دیا۔

فائدہ:[۳۰] کفار مکہ کی عبادت کا حال: ......یعنی حقیقی نمازیوں کو مسجد سے روکتے ہیں اور خود ان کی نماز کیا ہے؟ کعبہ کا برہنہ ہو کر طواف کرنا اور ذکر اللہ کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجانا، جیسے آج بھی بہت سی قومیں گھنٹیاں اور ناقوس بجانے کو بڑی عبادت سمجھتی ہیں۔ غرض نہ خود اللہ کی عبادت کرتے ہیں نہ دوسروں کو کرنے دیتے ہیں، ان بے معنی اور لغو باتوں کو عبادت قرار دے رکھا ہے۔ بعض نے کہا سیٹیاں اور تالیاں بجانا مسلمانوں کی عبادت میں خلل ڈالنے کے لیے ہوتا تھا، یا از راہ استہزاء و تمسخر ایسا کرتے تھے۔ واللہ اعلم!

فائدہ:[۳۱] لشکر کثیر کا خرچ بھی شکست سے نہ بچا سکا: ...... بدر میں بارہ سرداروں نے ایک ایک دن اپنے ذمہ لیا تھا کہ ہر روز ایک شخص لشکر کو کھانا کھلائے گا، چنانچہ دس اونٹ روزانہ کسی ایک کی طرف سے ذبح کیے جاتے تھے۔ پھر جب شکست ہوگئی تو ہزیمت خوردہ مجمع نے مکہ پہنچ کر ابوسفیان وغیرہ سے کہا کہ جو مال تجارتی قافلہ لایا ہے وہ سب محمد (ﷺ) سے انتقام لینے میں صرف کیا جائے۔ چنانچہ سب اس پر راضی ہو گئے، اسی طرح کے خرچ کرنے کا یہاں ذکر ہے۔

فائدہ:[۳۲] ...... جب دنیا میں مغلوب و مقہور اور آخرت میں معذب ہوں گے، تب افسوس و حسرت سے ہاتھ کاٹیں گے کہ مال بھی گیا اور کامیابی بھی نہ ہوئی۔ چنانچہ اوّل بدر میں پھر اُحد وغیرہ میں سب مالی اور جسمی طاقتیں خرچ کر دیکھیں، کچھ نہ کر سکے آخر ہلاک یا رسوا ہوئے یا نادم ہو کر کفر سے توبہ کی۔

لِيَمِيزَ اللّٰهُ الْخَبِيثَ مِنَ الطَّيِّبِ وَيَجْعَلَ الْخَبِيثَ بَعْضَهُ عَلَىٰ بَعْضٍ فَيَرْكُمَهُ

تاکہ جدا کر دے اللہ ناپاک کو پاک سے اور رکھے ناپاک کو ایک کو ایک پر پھر اس کو ڈھیر کر دے

ع ۱۸ ۱۹

جَمِيْعًا فَيَجْعَلَهٗ فِيْ جَهَنَّمَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ قُلْ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اِنْ

اکٹھا، پھر ڈال دے اس کو دوزخ میں ف۳۳ وہی لوگ ہیں نقصان میں ف۳۴ تو کہہ دے کافروں کو کہ

يَّنْتَهُوْا يُغْفَرْ لَهُمْ مَّا قَدْ سَلَفَ ۚ وَاِنْ يَّعُوْدُوْا فَقَدْ مَضَتْ سُنَّتُ الْاَوَّلِيْنَ ﴿۳۸﴾

اگر وہ باز آ جائیں تو معاف ہو ان کو جو کچھ ہو چکا ف۳۵ اور اگر پھر بھی وہی کریں گے تو پڑ چکی ہے راہ اگلوں کی ف۳۶

وَقَاتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ وَّيَكُوْنَ الدِّيْنُ كُلُّهٗ لِلّٰهِ ۚ فَاِنِ انْتَهَوْا فَاِنَّ اللّٰهَ

اور لڑتے رہو ان سے یہاں تک کہ نہ رہے فساد ف۳۷ اور ہو جائے حکم سب اللہ کا ف۳۸ پھر اگر وہ باز آ جائیں

بِمَا يَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۳۹﴾ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ؕ نِعْمَ الْمَوْلٰى

تو اللہ ان کے کام کو دیکھتا ہے ف۳۹ اور اگر وہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ تمہارا حمایتی ہے کیا خوب حمایتی ہے

وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ﴿۴۰﴾

اور کیا خوب مددگار ہے ف۴۰

فَائِدَة:[۳۳]......موضح القرآن میں ہے کہ آہستہ آہستہ اللہ تعالیٰ اسلام کو غالب کرے گا اس درمیان میں کافر اپنا جان و مال کا زور خرچ کرلیں گے تا نیک و بد جدا ہو جائے، یعنی جن کی قسمت میں اسلام لکھا ہے وہ سب مسلمان ہو چکیں اور جن کو کفر پر مرنا ہے وہی اکٹھے دوزخ میں جائیں۔

فَائِدَة:[۳۴]......یعنی دنیوی و اخروی دونوں قسم کا نقصان اور خسارہ اٹھایا۔

فَائِدَة:[۳۵] **اب بھی وقت ہے:**......یعنی اگر اب بھی کفر و طغیان اور عداوت اسلام سے باز آ جائیں اور پیغمبر علیہ السلام کی حلقہ بگوشی اختیار کرلیں، تو پہلے حالت کفر میں جو گناہ کر چکے وہ سب معاف کر دیئے جائیں گے اَلْاِسْلَامُ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ (حقوق العباد معاف نہ ہوں گے ان کا مسئلہ علیحدہ ہے)۔

فَائِدَة:[۳۶] **پیغمبروں کی تکذیب و عداوت سے تباہی:**......یعنی جس طرح اگلے لوگ پیغمبروں کی تکذیب و عداوت سے تباہ ہوئے، ان پر بھی تباہی آئے گی۔ یا یہ مطلب ہے کہ جیسے بدر میں ان کے بھائی بندوں کو سزا دی گئی انہیں بھی سزا دی جائے گی۔

فَائِدَة:[۳۷] **جہاد فی سبیل اللہ کا اوّلین مقصد:**......یعنی کافروں کا زور نہ رہے کہ ایمان سے روک سکیں یا مذہب حق کو موت کی دھمکی دے سکیں جیسا کہ تاریخ شاہد ہے کہ جب بھی کفار کو غلبہ ہوا، مسلمانوں کا ایمان اور مذہب خطرہ میں پڑ گیا۔ اسپین کی مثال دنیا کے سامنے ہے کہ کس طرح قوت اور موقع ہاتھ آنے پر مسلمانوں کو تباہ کیا گیا یا مرتد بنایا گیا۔ بہرحال جہاد و قتال کا اوّلین مقصد یہ ہے کہ اہل اسلام مامون و مطمئن ہو کر خدا کی عبادت کر سکیں اور دولتِ ایمان و توحید کفار کے ہاتھوں سے محفوظ ہو (چنانچہ فتنہ کی یہی تفسیر ابن عمر وغیرہ صحابہ رضی اللہ عنہم سے کتب حدیث میں منقول ہے)۔

فَائِدَة:[۳۸] **آخری مقصد:**......یہ "جہاد" کا آخری مقصد ہے کہ کفر کی شوکت نہ رہے، حکم اکیلے خدا کا چلے، دین حق سب ادیان پر

غالب آجائے ﴿لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ﴾ [الصف:۹] خواہ دوسرے باطل ادیان کی موجودگی میں جیسے خلفائے راشدین وغیرہم کے عہد میں ہوا، یا سب باطل مذاہب کو ختم کر کے جیسے نزولِ مسیح کے وقت ہوگا۔ بہرحال یہ آیت اس کی واضح دلیل ہے کہ جہاد وقتال خواہ ہجومی ہو یا دفاعی مسلمانوں کے حق میں اس وقت تک برابر مشروع ہے جب تک یہ دونوں مقصد حاصل نہ ہو جائیں۔ اسی لیے حدیث میں آگیا: اَلْجِهَادُ مَاضٍ اِلٰى يَوْمِ الْقِيَامَةِ (جہاد کے احکام وشرائط وغیرہ کی تفصیل کتب فقہ [اور ''فتح الجواد فی معارف آیات الجہاد''] میں ملاحظہ کی جائے)۔

فَائِدَة:[۳۹] دلوں کا حال اللہ جانتا ہے:......یعنی جو ظاہر میں اپنی شرارت اور کفر سے باز آجائیں ان سے قتال نہیں، انکے دلوں کا حال اور مستقبل کی کیفیات کو خدا کے سپرد کیا جائے گا، جیسا کام وہ کرینگے خدا کی آنکھ سے غائب ہو کر نہیں کر سکتے۔ مسلمان صرف ظاہر حال کے موافق عمل کرنے کے مکلف ہیں: وفی الحدیث: اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَاِذَا قَالُوْهَا عَصَمُوْا مِنِّيْ دِمَاءَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ اِلَّا بِحَقِّهَا وَحِسَابُهُمْ عَلَى اللّٰهِ عَزَّ وَجَلَّ۔ [سنن الترمذی:۳۳۴۱]

فَائِدَة:[۴۰] صرف اللہ پر بھروسہ کریں:......یعنی مسلمانوں کو چاہیے کہ خدا کی مدد اور حمایت پر پورا بھروسہ کر کے جہاد کریں۔ کفار کی کثرت اور ساز وسامان سے مرعوب نہ ہوں، جیسے ''جنگ بدر'' میں دیکھ چکے کہ خدا نے مسلمانوں کی کیا خوب امداد وحمایت کی۔

............☆☆☆......الحمد اللہ ۹ پارہ ختم ہوا......☆☆☆............

پارہ نمبر: ۱۰

الجزء ۱۰

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَا غَنِمْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَاَنَّ لِلّٰهِ خُمُسَهٗ وَلِلرَّسُوْلِ وَلِذِی الْقُرْبٰی

اور جان رکھو کہ جو کچھ تم کو غنیمت ملے کسی چیز سے سو اللہ کے واسطے ہے اس میں سے پانچواں حصہ اور رسول کے واسطے اور اس کے قرابت والوں کے

وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَابْنِ السَّبِیْلِ ۙ اِنْ کُنْتُمْ اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلٰی

واسطے اور یتیموں اور محتاجوں اور مسافروں کے واسطے ف۴۱ اگر تم کو یقین ہے اللہ پر اور اس چیز پر جو ہم نے اتاری

عَبْدِنَا یَوْمَ الْفُرْقَانِ یَوْمَ الْتَقَی الْجَمْعٰنِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ﴿۴۱﴾ اِذْ اَنْتُمْ

اپنے بندے پر فیصلہ کے دن ف۴۲ جس دن بھڑ گئیں دونوں فوجیں اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۴۳ جس وقت

بِالْعُدْوَةِ الدُّنْیَا وَهُمْ بِالْعُدْوَةِ الْقُصْوٰی وَالرَّکْبُ اَسْفَلَ مِنْکُمْ ؕ وَلَوْ

تم تھے ورلے کنارہ پر ف۴۴ اور وہ پرلے کنارہ پر اور قافلہ نیچے اتر گیا تھا تم سے ف۴۵ اور اگر

تَوَاعَدْتُّمْ لَاخْتَلَفْتُمْ فِی الْمِیْعٰدِ ۙ وَلٰکِنْ لِّیَقْضِیَ اللّٰهُ اَمْرًا کَانَ مَفْعُوْلًا ۙ

تم آپس میں وعدہ کرتے تو نہ پہنچتے وعدہ پر ایک ساتھ ف۴۶ لیکن اللہ کو کر ڈالنا تھا ایک کام کو جو مقرر ہو چکا تھا

لِّیَهْلِکَ مَنْ هَلَکَ عَنْۢ بَیِّنَةٍ وَّیَحْیٰی مَنْ حَیَّ عَنْۢ بَیِّنَةٍ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَسَمِیْعٌ

تاکہ مرے جس کو مرنا ہے قیام حجت کے بعد اور جیوے جس کو جینا ہے قیام حجت کے بعد ف۴۷ اور بے شک اللہ سننے والا جاننے

عَلِیْمٌ ﴿۴۲﴾ اِذْ یُرِیْکَهُمُ اللّٰهُ فِیْ مَنَامِکَ قَلِیْلًا ؕ وَلَوْ اَرٰىکَهُمْ کَثِیْرًا لَّفَشِلْتُمْ

والا ہے ف۴۸ جب اللہ نے وہ کافر دکھلائے تجھ کو تیری خواب میں تھوڑے اور اگر تجھ کو بہت دکھلا دیتا تو تم لوگ نامردی کرتے

وَلَتَنَازَعْتُمْ فِی الْاَمْرِ وَلٰکِنَّ اللّٰهَ سَلَّمَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۴۳﴾

اور جھگڑا ڈالتے کام میں لیکن اللہ نے بچا لیا، اس کو خوب معلوم ہے جو بات ہے دلوں میں ف۵۰

فائدہ: [۴۱] مال غنیمت کے مصارف اور احکام:...... آغاز سورت میں فرمایا تھا ﴿قُلِ الْاَنْفَالُ لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ﴾ یہاں اس کی قدرے تفصیل بیان فرمائی ہے کہ جو مال غنیمت کافروں سے لڑ کر ہاتھ آئے اس میں کا پانچواں حصہ خدا کی نیاز ہے، جسے خدا کی نیابت کے

طور پر پیغمبر ﷺ وصول کر کے پانچ جگہ خرچ کر سکتے ہیں: (۱) اپنی ذات پر، (۲) اپنے اُن قرابت داروں (بنی ہاشم و بنی المطلب) پر جنہوں نے قدیم سے خدا کے کام میں آپ کی نصرت وامداد کی اور اسلام کی خاطر یا محض قرابت کی وجہ سے آپ کا ساتھ دیا اور مدِ زکوٰۃ وغیرہ سے لینا ان کے لیے حرام ہوا۔ (۳) یتیموں پر، (۴) حاجت مند مسلمانوں پر۔ (۵) مسافروں پر، پھر غنیمت میں جو چار حصے باقی رہے وہ لشکر پر تقسیم کیے جائیں۔ سوار کو دو حصے اور پیدل کو ایک، حضور ﷺ کی وفات کے بعد خمس کے پانچ مصارف میں سے ''حنفیہ'' کے نزدیک صرف تین اخیر کے باقی رہ گئے۔ کیونکہ حضور کی رحلت کے بعد حضور کی ذات کا خرچ نہیں رہا اور نہ اہلِ قرابت کا وہ حصہ رہا جو اُن کو حضور کی نصرتِ قدیمہ کی بنا پر ملتا تھا البتہ مساکین اور حاجت مندوں کا جو حصہ ہے اُس میں حضور کے قرابت دار مساکین اور اہلِ حاجت کو مقدم رکھا جانا چاہیے۔ بعض علماء کے نزدیک حضور ﷺ کے بعد امیر المومنین کو اپنے مصارف کے لیے خمس الخمس ملنا چاہیے۔ واللہ اعلم! بعض روایات میں ہے کہ جب ''غنیمت'' میں سے خمس (اللہ کے نام کا پانچواں حصہ) نکالا جاتا تھا تو نبی کریم ﷺ اوّل اس میں کا کچھ حصہ بیت اللہ (کعبہ) کے لیے نکالتے تھے۔ بعض فقہاء نے لکھا ہے کہ جہاں سے کعبہ بعید ہے، وہاں مساجد کے لیے نکالنا چاہیے۔

فَائِدَہ: [۴۲] **فیصلہ کا دن اور فیصلہ کی کیفیات:** ...... ''فیصلہ کے دن'' سے مراد ''یوم بدر'' ہے جس میں حق و باطل کی کشمکش کا کھلا ہوا فیصلہ ہو گیا، اس دن حق تعالیٰ نے اپنے کامل ترین بندے پر فتح و نصرت اتاری، فرشتوں کی امدادی کمک بھیجی، اور سکون و اطمینان کی کیفیت نازل فرمائی تو جو لوگ خدا پر اور اُس کی تائید غیبی پر ایمان رکھتے ہیں اُن کو غنیمت میں سے خدا کے نام کا پانچواں حصہ نکالنا بھاری نہیں ہو سکتا۔

فَائِدَہ: [۴۳] **غزوہ بدر کی چیدہ چیدہ جھلکیاں اور اسباق:** ...... جیسے اس دن تم کو مظفر و منصور کیا، وہ قادر ہے کہ آئندہ بھی تم کو غلبہ اور فتوحات عنایت فرمائے۔

فَائِدَہ: [۴۴] ...... ''ورلے کنارے'' سے مراد میدانِ جنگ کی وہ جانب ہے جو مدینہ طیبہ سے قریب تھی۔ اسی طرح ''پرلا کنارہ'' وہ ہوگا جو مدینہ سے بعید تھا۔

فَائِدَہ: [۴۵] ...... یعنی ابوسفیان کا تجارتی قافلہ نیچے کی طرف ہٹ کر سمندر کے کنارے کنارے جا رہا تھا۔ قافلہ اور مسلمانوں کے درمیان قریش کی فوج حائل ہو چکی تھی۔

فَائِدَہ: [۴۶] ...... یعنی اگر فریقین پہلے سے لڑائی کا کوئی وقت ٹھہرا کر جانا چاہتے تو ممکن تھا اس میں اختلاف ہوتا، یا وعدہ کے وقت پہنچنے میں ایک فریق پس و پیش کرتا، کیونکہ اِدھر مسلمان کفار کی تعداد اور ظاہری ساز و سامان سے خائف تھے، اُدھر کفار مسلمانوں کی حقانیت، خدا پرستی اور بے جگری سے مرعوب رہتے تھے۔ دونوں کو جنگ کی ذمہ داری لینے یا شرکت کرنے میں تردد اور تقاعد ہو سکتا تھا۔

فَائِدَہ: [۴۷] ...... یعنی قریش اپنے قافلہ کی مدد کو آئے تھے اور تم قافلہ پر حملہ کرنے کو، قافلہ بچ گیا اور دو فوجیں ایک میدان کے دو کناروں پر آ پڑیں، ایک کو دوسرے کی خبر نہیں، یہ تدبیر اللہ کی تھی، اگر تم قصداً جاتے تو ایسا بر وقت نہ پہنچتے اور اس فتح کے بعد کافروں پر صدق پیغمبر کا کھل گیا۔ جو مرا وہ بھی یقین جان کر مرا اور جو جیتا رہا وہ بھی حق پہچان کر، تا اللہ کا الزام پورا ہو۔ کذا فی الموضح۔ اور ممکن ہے مرنے اور جینے سے کفر و ایمان مراد ہوں یعنی اب جو ایمان لائے اور جو کفر پر جما رہے دونوں کا ایمان یا کفر وضوحِ حق کے بعد ہو۔

فَائِدَہ: [۴۸] ...... یعنی اللہ کمزور مظلوموں کی فریاد سننے والا ہے اور جانتا ہے کہ کس طریقہ سے ان کی مدد کی جائے، دیکھو! بدر میں مسلمانوں کی فریاد کیسی سنی اور کیسی مدد فرمائی۔

فَائِدَہ: [۴۹] ...... یعنی مسلمانوں کو چاہیے کہ خدا کی مدد اور حمایت پر بھروسہ کر کے جہاد کریں، کفار کی کثرت اور ساز و سامان سے مرعوب نہ ہوں جیسے جنگ بدر میں دیکھ چکے کہ خدا نے مسلمانوں کی کیا خوب امداد و حمایت کی۔

فَائِدَہ:[۵۰]......یعنی اُنہیں زیادہ سمجھ کر کوئی لڑنے کی ہمت کرتا کوئی نہ کرتا، اس طرح اختلاف ہو کر کام میں کھنڈت [تنگی ۔ پڑ جاتی لیکن خدا نے پیغمبر ﷺ کو خواب میں تھوڑی تعداد دکھلا کر اس بزدلی اور نزاعِ باہمی سے تم کو بچالیا وہ خوب جانتا ہے کہ کس چیز سے دلوں میں ہمت وشجاعت پیدا ہوتی ہے اور کس بات سے جبن ونامردی۔

وَاِذْ يُرِيْكُمُوْهُمْ اِذِ الْتَقَيْتُمْ فِيْۤ اَعْيُنِكُمْ قَلِيْلًا وَّيُقَلِّلُكُمْ فِيْۤ اَعْيُنِهِمْ

اور جب تم کو دکھلائی وہ فوج مقابلہ کے وقت تمہاری آنکھوں میں تھوڑی اور تم کو تھوڑا دکھلایا ان کی آنکھوں میں

لِيَقْضِيَ اللّٰهُ اَمْرًا كَانَ مَفْعُوْلًا ؕ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۴۴ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا ع ۵/۱

تاکہ کر ڈالے اللہ ایک کام جو مقرر ہو چکا تھا اور اللہ تک پہنچتا ہے ہر کام ف ۵۱ اے ایمان والو

اِذَا لَقِيْتُمْ فِئَةً فَاثْبُتُوْا وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ۴۵ وَاَطِيْعُوا

جب بھڑو کسی فوج سے تو ثابت قدم رہو اور اللہ کو بہت یاد کرو ف ۵۲ تاکہ تم مراد پاؤ اور حکم مانو

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ وَلَا تَنَازَعُوْا فَتَفْشَلُوْا وَتَذْهَبَ رِيْحُكُمْ وَاصْبِرُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ

اللہ کا اور اس کے رسول کا، اور آپس میں نہ جھگڑو، پس نامرد ہو جاؤ گے اور جاتی رہے گی تمہاری ہوا اور صبر کرو بے شک اللہ ساتھ ہے

الصّٰبِرِيْنَ ۴۶ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ خَرَجُوْا مِنْ دِيَارِهِمْ بَطَرًا وَّرِئَآءَ النَّاسِ

صبر والوں کے ف ۵۴ اور نہ ہو جاؤ اُن جیسے جو کہ نکلے اپنے گھروں سے اتراتے ہوئے اور لوگوں کے دکھانے کو

وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ۴۷

اور روکتے تھے اللہ کی راہ سے اور اللہ کے قابو میں ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ ف ۵۵

فَائِدَہ:[۵۱] خواب اور تعبیر:......پیغمبر کو خواب میں کافر تھوڑے نظر آئے اور مسلمانوں کو مقابلہ کے وقت، تاکہ جرأت سے لڑیں۔ پیغمبر کا خواب غلط نہیں ان میں کافر رہنے والے کم ہی تھے، اکثر وہ تھے جو پیچھے مسلمان ہوئے اور خواب کی تعبیر یہ بھی ہو سکتی ہے کہ تھوڑی تعداد سے مقصود ان کی مغلوبیت کا اظہار ہو۔ باقی کفار کی نظر میں جو مسلمان تھوڑے دکھلائی دیئے تو وہ واقعی تھوڑے سے تھے۔ یہ اس وقت کا واقعہ ہے جب دونوں فوجیں اوّل آمنے سامنے ہوئیں، پھر جب مسلمانوں نے دلیرانہ حملے کیے اور فرشتوں کا لشکر مدد کو پہنچا اس وقت کفار کو مسلمان دگنے نظر آنے لگے کما فی ''آل عمران'' ﴿وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ﴾ [آیت:۱۳]

فَائِدَہ:[۵۲] اللہ کے ذکر کی تاثیر:......اس میں نماز، دعا، تکبیر اور ہر قسم کا ذکر اللہ شامل ہے۔ ''ذکر اللہ'' کی تاثیر یہ ہے کہ ذاکر کا دل مضبوط اور مطمئن ہوتا ہے جسکی جہاد میں سب سے زیادہ ضرورت ہے، صحابہ رضی اللہ عنہم کا سب سے بڑا ہتھیار یہی تھا ﴿وَتَطْمَئِنُّ قُلُوْبُهُمْ بِذِكْرِ اللّٰهِ ؕ اَلَا بِذِكْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ﴾ [رعد:۲۸]

فَائِدَہ:[۵۳]......یعنی ہوا خیزی ہو کر اقبال ورُعب کم ہو جائے گا۔ بدرُعبی کے بعد فتح وظفر کیسے حاصل کر سکو گے؟

فَائِدَہ:[۵۴] صبر واستقلال فتح وکامیابی کی کنجی ہے:......جو سختیاں اور شدائد جہاد کے وقت پیش آئیں ان کو صبر واستقامت سے

برداشت کرو، ہمت نہ ہارو، مثل ہے کہ ہمت کا حامی خدا ہے۔ اس آیت میں مسلمانوں کو بتلا دیا گیا کہ کامیابی کی کنجی کیا ہے؟ معلوم ہوا کہ دولت، لشکر اور میگزین وغیرہ سے فتح ونصرت حاصل نہیں ہوتی۔ ثابت قدمی، صبر واستقلال، قوت وطمانینتِ قلب، یادِ الٰہی، خدا اور سول اور ان کے قائم مقام سرداروں کی اطاعت وفرمانبرداری اور باہمی اتفاق واتحاد سے حاصل ہوتی ہے۔ اس موقع پر بیساختہ جی چاہتا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم کے متعلق "ابن کثیر" کے چند الفاظ نقل کردوں جو اخلاص وایمان کی انتہائی گہرائی سے نکلے ہوئے ہیں: "وقد کان للصحابة فی باب الشجاعة والائتمار بما امرھم اللہ ورسوله به وامتثال ما ارشدھم الیه مالم یکن لاحد من الامم والقرون قبلھم ولا یکون لاحد ممن بعدھم فانھم ببرکة الرسول (صلی اللہ علیہ وسلم) وطاعته فیما امرھم فتحوا القلوب والاقالیم شرقاً وغرباً فی المدة الیسیرة مع قلة عددھم بالنسبة الی جیوش سائر الاقالیم من الروم والفرس والترک والصقالبة والبربر والجیوش واصناف السودان والقبط وطوائف بنی ادم قھروا الجمیع حتی علت کلمة اللہ وظھر دینه علی سائر الادیان وامتدت الممالک الاسلامیة فی مشارق الارض ومغاربھا فی اقل من ثلاثین سنة فرضی اللہ عنھم وارضاھم اجمعین وحشرنا فی زمرتھم انه کریم تواب۔"

فائدہ: [۵۵] **جہاد عظیم الشان عبادت ہے:**...... ابوجہل لشکر لے کر بڑی دھوم دھام اور باجے گاجے کے ساتھ نکلا تھا تاکہ مسلمان مرعوب ہو جائیں اور دوسرے قبائلِ عرب پر مشرکین کی دھاک بیٹھ جائے، راستہ میں اس کو ابوسفیان کا پیام پہنچا کہ قافلہ سخت خطرہ سے بچ نکلا ہے اب تم مکہ کو لوٹ جاؤ۔ ابوجہل نے نہایت غرور سے کہا کہ ہم اُس وقت واپس جاسکتے ہیں جبکہ بدر کے چشمہ پر پہنچ کر مجلس طرب ونشاط منعقد کرلیں، گانے والی عورتیں خوشی اور کامیابی کے گیت گائیں، شرابیں پئیں، مزے اڑائیں اور تین روز تک اونٹ ذبح کرکے قبائلِ عرب کی ضیافت کا انتظام کریں، تاکہ یہ دن عرب میں ہمیشہ کے لیے ہماری یادگار رہے اور آئندہ کے لیے ان مٹھی بھر مسلمانوں کے حوصلے پست ہو جائیں کہ پھر کبھی ہمارے مقابلہ کی جرأت نہ کریں۔ اُسے کیا خبر تھی کہ جو منصوبے باندھ رہے ہیں اور تجویزیں سوچ رہے ہیں وہ سب خدا کے قابو میں ہیں چلنے دے یا نہ چلنے دے بلکہ چاہے تو انہی پر الٹ دے۔ چنانچہ یہی ہوا بدر کے پانی اور جامِ شراب کی جگہ اُنہیں موت کا پیالہ پینا پڑا، محفلِ سرود ونشاط تو منعقد نہ کرسکے ہاں! نوحہ وماتم کی صفیں "بدر" سے "مکہ" تک بچھ گئیں، جو مال تفاخر ونمائش میں خرچ کرنا چاہتے تھے وہ مسلمانوں کے لیے لقمۂ غنیمت بنا۔ ایمان وتوحید کے دائمی غلبہ کا بنیادی پتھر بدر کے میدان میں نصب ہو گیا، گویا ایک طرح اس چھوٹے سے قطعۂ زمین میں خدا تعالیٰ نے روئے زمین کی ملل واقوام کی قسمتوں کا فیصلہ فرما دیا۔ بہرحال اس آیت میں مسلمانوں کو آگاہ فرمایا ہے کہ جہاد محض ہنگامۂ کشت وخون کا نام نہیں، بلکہ عظیم الشان عبادت ہے عبادت پر اِترا وے یا دکھانے کو کرے تو قبول نہیں۔ لہٰذا تم فخر وغرور اور نمود ونمائش میں کفار کی چال مت چلو۔

وَاِذۡ زَیَّنَ لَهُمُ الشَّیۡطٰنُ اَعۡمَالَهُمۡ وَقَالَ لَا غَالِبَ لَکُمُ الۡیَوۡمَ مِنَ النَّاسِ

اور جس وقت خوش نما کردیا شیطان نے ان کی نظروں میں ان کے عملوں کو، اور بولا کوئی بھی غالب نہ ہوگا تم پر آج کے دن لوگوں میں سے

وَاِنِّیۡ جَارٌ لَّکُمۡ ۚ فَلَمَّا تَرَآءَتِ الۡفِئَتٰنِ نَکَصَ عَلٰی عَقِبَیۡهِ وَقَالَ اِنِّیۡ بَرِیۡٓءٌ

اور میں تمہارا حمایتی ہوں پھر جب سامنے ہوئیں دونوں فوجیں تو وہ الٹا پھرا اپنی ایڑیوں پر اور بولا میں تمہارے ساتھ نہیں ہوں

ع مِّنۡکُمۡ اِنِّیۡۤ اَرٰی مَا لَا تَرَوۡنَ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰهَ ؕ وَاللّٰهُ شَدِیۡدُ الۡعِقَابِ ﴿۴۸﴾ اِذۡ یَقُوۡلُ

میں دیکھتا ہوں جو تم نہیں دیکھتے میں ڈرتا ہوں اللہ سے اور اللہ کا عذاب سخت ہے ف ۵۶ جب کہنے لگے

الْمُنٰفِقُوْنَ وَالَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ غَرَّ هٰٓؤُلَاۗءِ دِيْنُهُمْ ۭ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى

منافق اور جن کے دلوں میں بیماری ہے یہ لوگ مغرور ہیں اپنے دین پر اور جو کوئی بھروسہ کرے

اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ﴿۴۹﴾ وَلَوْ تَرٰٓى اِذْ يَتَوَفَّى الَّذِيْنَ كَفَرُوا ۙ الْمَلٰۗىِٕكَةُ

اللہ پر تو اللہ زبردست ہے حکمت والا ف۵۷ اور اگر تو دیکھے جس وقت جان قبض کرتے ہیں کافروں کی فرشتے مارتے ہیں

يَضْرِبُوْنَ وُجُوْهَهُمْ وَاَدْبَارَهُمْ ۚ وَذُوْقُوْا عَذَابَ الْحَرِيْقِ ﴿۵۰﴾ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ

ان کے منہ پر اور ان کے پیچھے اور کہتے ہیں چکھو عذاب جلنے کا ف۵۸ یہ بدلا ہے اسی

اَيْدِيْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ﴿۵۱﴾ كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِيْنَ مِنْ

کا جو تم نے آگے بھیجا اپنے ہاتھوں اور اس واسطے کہ اللہ ظلم نہیں کرتا بندوں پر ف۵۹ جیسے دستور فرعون والوں کا اور جو ان سے

قَبْلِهِمْ ۭ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاَخَذَهُمُ اللّٰهُ بِذُنُوْبِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ شَدِيْدُ

پہلے تھے کہ منکر ہوئے اللہ کی باتوں سے سو پکڑا ان کو اللہ نے ان کے گناہوں پر، بے شک اللہ زور آور ہے سخت عذاب

الْعِقَابِ ﴿۵۲﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰي قَوْمٍ حَتّٰي يُغَيِّرُوْا مَا

کرنے والا ف۶۰ اس کا سبب یہ ہے کہ اللہ ہرگز بدلنے والا نہیں اس نعمت کو جو دی تھی اس نے کسی قوم کو جب تک وہی نہ بدل ڈالیں

بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۳﴾

اپنے جیوں کی بات، اور یہ کہ اللہ سننے والا جاننے والا ہے ف۶۱

فائدہ: [۵۶] **مشرکین کے پاس شیطان کی آمد اور دھوکہ دہی:**...... قریش اپنی قوت و جمعیت پر مغرور تھے لیکن بنی کنانہ سے ان کی چھیڑ چھاڑ رہتی تھی، خطرہ یہ ہوا کہ کہیں بنی کنانہ کامیابی کے راستہ میں آڑے نہ آجائیں، فوراً شیطان ان کی پیٹھ ٹھونکنے اور ہمت بڑھانے کے لیے کنانہ کے سردار اعظم سراقہ بن مالک کی صورت میں اپنی ذریت کی فوج لے کر نمودار ہوا اور ابوجہل وغیرہ کو اطمینان دلایا کہ ہم سب تمہاری مدد وحمایت پر ہیں، کنانہ کی طرف سے بے فکر رہو میں تمہارے ساتھ ہوں۔ جب بدر میں زور کا رن پڑا اور شیطان کو جبریل وغیرہ فرشتے نظر آئے تو ابوجہل کے ہاتھ میں سے ہاتھ چھڑا کر، لٹے پاؤں بھاگا۔ ابوجہل نے کہا: سراقہ! عین وقت پر دغا دے کر کہاں جاتے ہو؟ کہنے لگا میں تمہارے ساتھ نہیں رہ سکتا مجھے وہ چیزیں دکھائی دے رہی ہیں جو تم کو نظر نہیں آتیں (یعنی فرشتے) خدا کے (یعنی اس خدائی فوج کے) ڈر سے میرا دل بیٹھا جاتا ہے، اب ٹھہرنے کی ہمت نہیں، کہیں کسی سخت عذاب اور آفت میں نہ پکڑا جاؤں۔ قتادہ کہتے ہیں کہ ملعون نے جھوٹ بولا، اس کے دل میں خدا کا ڈر نہ تھا، ہاں! وہ جانتا تھا کہ اب قریش کا لشکر ہلاکت میں گھر چکا ہے کوئی قوت بچا نہیں سکتی۔ یہ اس کی قدیم عادت ہے کہ اپنے متبعین کو دھوکہ دے کر اور ہلاکت میں پھنسا کر عین وقت پر کھسک جایا کرتا ہے۔ اسی کے موافق یہاں بھی کیا ﴿يَعِدُهُمْ وَيُمَنِّيْهِمْ ۭ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا﴾ [سورۃ نساء: ۱۲۰] ﴿الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ

بَرِیْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّیْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِیْنَ﴾ [سورۃ حشر: ۱۶] ﴿وَقَالَ الشَّیْطٰنُ لَمَّا قُضِیَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِیَ عَلَیْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ ؕ اِنِّیْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ﴾ [سورۃ ابراہیم: ۲۲]

فائدہ:[۵۷] جہاد میں دلیری وشجاعت غرور نہیں، توکل ہے:...... مسلمانوں کی تھوڑی جمعیت اور بے سروسامان اور اُس پر ایسی دلیری وشجاعت کو دیکھتے ہوئے منافقین اور ضعیف القلب کلمہ گو کہنے لگے تھے کہ یہ مسلمان اپنے دین اور حقانیت کے خیال پر مغرور ہیں جو اس طرح اپنے کو موت کے منہ میں ڈال دیتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ یہ غرور نہیں، توکل ہے۔ جس کو خدا کی زبردست قدرت پر اعتماد ہو اور یقین رکھے کہ جو کچھ اُدھر سے ہوگا عین حکمت وصواب ہوگا، وہ حق کے معاملہ میں ایسا ہی بے جگر اور دلیر ہو جاتا ہے۔

فائدہ:[۵۸] فرشتوں کی طرف سے کفار کی پٹائی:...... یعنی مار کر کہتے ہیں کہ ابھی تو یہ لو، اور عذاب جہنم کا مزہ آئندہ چکھنا۔ بہت سے مفسرین نے اس کو بھی بدر کے واقعہ میں داخل کیا ہے یعنی اُس وقت جو کافر مارے جاتے تھے اُن کے ساتھ فرشتوں کا یہ معاملہ تھا، مگر الفاظ آیت کے سب کافروں کو عام ہیں اس لیے راجح یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہ واقعہ عالم برزخ کا ہو۔ اب بدر کے واقعات سے تعلق یہ ہوگا کہ دنیا میں ان کافروں کی یہ گت بنی۔ برزخ میں یہ ہوگا اور آخرت کے عذاب کا تو کہنا ہی کیا ہے۔

فائدہ:[۵۹] بداعمالی کی سزا:...... یعنی یہ سب تمہارے کرتوت کی سزا ہے ورنہ خدا کے یہاں ظلم کی کوئی صورت ہی نہیں۔ اگر معاذ اللہ! ادھر سے رتی برابر ظلم کا امکان ہو تو پھر وہ اپنی عظمتِ شان کے لحاظ سے ظالم نہیں ظلام ہی ٹھہرے کیونکہ کامل کی ہر صفت کامل ہی ہونی چاہیے۔

فائدہ:[۶۰] قدیمی دستور:...... یعنی قدیم سے یہ ہی دستور رہا ہے کہ جب لوگ آیات اللہ کی تکذیب وانکار یا انبیاء سے جنگ کرنے پر مصر ہوئے تو اللہ نے اُن کو کسی نہ کسی عذاب میں پکڑ لیا۔

فائدہ:[۶۱]...... یعنی جب لوگ اپنی بے اعتدالی اور غلط کاری سے نیکی کے فطری قویٰ اور استعداد کو بدل ڈالتے ہیں اور خدا کی بخشی ہوئی داخلی یا خارجی نعمتوں کو اس کے بتلائے ہوئے کام میں ٹھیک موقع پر خرچ نہیں کرتے بلکہ اُلٹے اس کی مخالفت میں صرف کرنے لگتے ہیں تو حق تعالیٰ اپنی نعمتیں اُن سے چھین لیتا ہے اور شانِ انعام کو انتقام سے بدل دیتا ہے، وہ بندوں کی تمام باتوں کو سنتا اور تمام احوال کو جانتا ہے کوئی چیز اُس سے پردہ میں نہیں، لہٰذا جس سے جو معاملہ کرے گا نہایت ٹھیک اور برمحل ہوگا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ”نیت اور اعتقاد جب تک نہ بدلے تو اللہ کی بخشی ہوئی نعمت چھینی نہیں جاتی۔“ گویا ﴿مَا بِاَنْفُسِهِمْ﴾ سے خاص نیت اور اعتقاد مراد لیا ہے جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہو رہا ہے۔ واللہ اعلم!

كَدَاْبِ اٰلِ فِرْعَوْنَ ۙ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ رَبِّهِمْ فَاَهْلَكْنٰهُمْ

جیسے دستور فرعون والوں کا اور جو ان سے پہلے تھے کہ انہوں نے جھٹلائیں باتیں اپنے رب کی، پھر ہلاک کر دیا ہم نے ان کو ان کے

بِذُنُوْبِهِمْ وَاَغْرَقْنَآ اٰلَ فِرْعَوْنَ ۚ وَكُلٌّ كَانُوْا ظٰلِمِیْنَ ﴿۵۴﴾ اِنَّ شَرَّ الدَّوَآبِّ عِنْدَ

گناہوں پر اور ڈبو دیا ہم نے فرعون والوں کو اور سارے ظالم تھے ف ۶۲ بدتر سب جانداروں میں

اللّٰهِ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ ﴿۵۵﴾ اَلَّذِیْنَ عٰهَدْتَّ مِنْهُمْ ثُمَّ یَنْقُضُوْنَ

اللہ کے ہاں وہ ہیں جو منکر ہوئے پھر وہ نہیں ایمان لاتے جن سے تو نے معاہدہ کیا ہے اُن میں سے پھر وہ توڑتے

عَهْدَهُمْ فِيْ كُلِّ مَرَّةٍ وَّهُمْ لَا يَتَّقُوْنَ ﴿٥٦﴾ فَاِمَّا تَثْقَفَنَّهُمْ فِي الْحَرْبِ فَشَرِّدْ بِهِمْ

ہیں اپنا عہد ہر بار اور وہ ڈر نہیں رکھتے ف ٦٣ سو اگر کبھی تو پائے ان کو لڑائی میں تو ان کو ایسی سزا دے کہ دیکھ کر بھاگ

مَّنْ خَلْفَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ﴿٥٧﴾ وَاِمَّا تَخَافَنَّ مِنْ قَوْمٍ خِيَانَةً فَانْۢبِذْ اِلَيْهِمْ

جائیں ان کے پچھلے تاکہ ان کو عبرت ہو اور اگر تجھ کو ڈر ہو کسی قوم سے دغا کا تو پھینک دے ان کا عہد ان کی طرف ایسی طرح

عَلٰى سَوَآءٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْخَآئِنِيْنَ ﴿٥٨﴾ وَلَا يَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا سَبَقُوْا ؕ ع ٧

پر کہ ہو جاؤ تم اور وہ برابر، بے شک اللہ کو خوش نہیں آتے دغا باز ف ٦٤ اور یہ نہ سمجھیں کافر لوگ کہ وہ بھاگ نکلے وہ ہرگز تھکا نہ

اِنَّهُمْ لَا يُعْجِزُوْنَ ﴿٥٩﴾

سکیں گے ہم کو ف ٦٥

فَائِدَۃ: [٦٢] **خدا سے بغاوت کی سزا:**...... فرعونیوں اور ان سے پہلی قوموں کو ان کے جرائم کی پاداش میں ہلاک کیا اور خصوصیت کے ساتھ فرعونیوں کا بیڑا غرق کر دیا۔ یہ سب اس وقت ہوا جب انہوں نے خدا سے بغاوت اور شرارت کر کے خود اپنی جانوں پر ظلم کیے ورنہ خدا کو کسی مخلوق سے ذاتی عداوت نہیں۔

فَائِدَۃ: [٦٣] **بدعہدی کی مذمت:**...... جو لوگ ہمیشہ کے لیے کفر اور بے ایمانی پر تل گئے اور انجام سے بالکل بے خوف ہو کر غداری اور بدعہدی کے خوگر ہو رہے ہیں، وہ خدا کے نزدیک بدترین جانور ہیں۔ فرعونیوں کا حال بدعہدی اور غداری میں یہ ہی تھا: ﴿وَلَمَّا وَقَعَ عَلَيْهِمُ الرِّجْزُ قَالُوْا يٰمُوْسَى ادْعُ لَنَا رَبَّكَ بِمَا عَهِدَ عِنْدَكَ ۚ لَئِنْ كَشَفْتَ عَنَّا الرِّجْزَ لَنُؤْمِنَنَّ لَكَ وَلَنُرْسِلَنَّ مَعَكَ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُمُ الرِّجْزَ اِلٰٓى اَجَلٍ هُمْ بٰلِغُوْهُ اِذَا هُمْ يَنْكُثُوْنَ ۝﴾ [اعراف ۱۳۴ تا ۱۳۵] اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں یہود بنی قریظہ وغیرہ کی یہ ہی خصلت تھی۔ آپ سے عہد کر لیتے کہ ہم مشرکین مکہ کو مدد نہ دیں گے، پھر انکی امداد کرتے اور کہہ دیتے کہ ہم کو عہد یاد نہ رہا تھا، بار بار ایسا ہی کرتے تھے۔ آگے بتلایا ہے کہ ایسے غداروں کے ساتھ کیا معاملہ ہونا چاہیے۔

فَائِدَۃ: [٦٤] **ایفائے عہد کی تاکید اور عہد شکنوں کو نشان عبرت بنانے کا حکم:**...... یعنی اگر یہ دغا باز غدار معاہدوں کو علانیہ پس پشت ڈال کر آپ کے مقابل میدانِ جنگ میں آ جائیں تو انکو ایسی سخت سزا دیجیے، جسے دیکھ کر انکے پیچھے رہنے والے یا انکے بعد آنیوالی نسلیں بھی عبرت حاصل کریں اور عہد شکنی کی کبھی جرأت نہ کر سکیں اور اگر ایک قوم نے علانیہ دغا بازی نہیں کی، ہاں! آثار و قرائن بتا رہے ہیں کہ عہد شکنی پر آمادہ ہے تو آپ کو اجازت ہے کہ مصلحت سمجھیں تو اُنکا عہد واپس کر دیں اور معاہدہ سے دستبرداری کی اطلاع کر کے مناسب کارروائی کریں تاکہ فریقین پچھلے معاہدات کی نسبت شک واشتباہ میں نہ رہیں، دونوں مساویانہ طور پر آگاہ و بیدار ہو کر اپنی تیاری اور حفاظت میں مشغول ہوں، آپ کی جانب سے کوئی چوری اور خیانت نہ ہو سب معاملہ صاف صاف ہو۔ حق تعالیٰ خیانت کی کارروائی کو خواہ کفار کے ساتھ ہو پسند نہیں کرتا۔ سنن میں روایت ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ اور روم میں میعادی معاہدہ تھا، میعاد کے اندر امیر معاویہ رضی اللہ عنہ نے اپنی فوجوں کو روم کی سرحد کی طرف بڑھانا شروع کیا، مقصد یہ تھا کہ رومیوں کی سرحد سے اس قدر قریب اور پہلے سے تیار رہیں کہ میعاد معاہدہ گزرتے ہی فوراً دھاوا بول دیا جائے۔ جس وقت یہ کارروائی جاری تھی، ایک شیخ سواری پر یہ کہتے ہوئے آئے [اللہ اکبر اللہ

اکبر وفاء لا غدراً] یعنی عہد پورا کرو عہد شکنی مت کرو۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب کسی قوم سے معاہدہ ہو تو کوئی گرہ نہ کھولی جائے، نہ باندھی جائے یہاں تک کہ معاہدہ کی مدت پوری ہو جائے یا فریق ثانی کو مساویانہ حیثیت میں معاہدہ واپس کیا جائے۔ معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو جب یہ خبر پہنچی تو اُلٹے واپس آ گئے، پھر جو دیکھا تو وہ شیخ حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تھے۔

فائدہ: [۶۵] خدا کے سامنے کفار کی کوئی تدبیر کارگر نہیں ہوتی:...... نبذ عہد کا جو حکم اوپر مذکور ہوا، ممکن تھا کہ کفار اسکو مسلمانوں کی سادہ لوحی پر حمل کر کے خوش ہوتے کہ جب انکے یہاں خیانت وغدر جائز نہیں تو ہم کو خبردار اور بیدار ہونے کے بعد پورا موقع اپنے بچاؤ اور مسلمانوں کے خلاف تیاری کرنے کا ملے گا۔ اسکا جواب دے دیا کہ کتنی ہی تیاری اور انتظامات کر لو، جب مسلمانوں کے ہاتھوں خدا تم کو مغلوب ورسوا کرنا اور دنیا یا آخرت میں سزا دینا چاہیگا، تو تم کسی تدبیر سے اس کو عاجز نہ کر سکو گے، نہ اسکے احاطۂ قدرت وتسلط سے نکل کر بھاگ سکو گے۔ گویا مسلمانوں کی تسلی کر دی کہ وہ خدا پر بھروسہ کر کے، اسکے احکام کا امتثال کریں تو سب پر غالب آئیں گے۔

وَاَعِدُّوْا لَهُمْ مَّا اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ قُوَّةٍ وَّمِنْ رِّبَاطِ الْخَيْلِ تُرْهِبُوْنَ بِهٖ عَدُوَّ اللّٰهِ

اور تیار کرو ان کی لڑائی کے واسطے جو کچھ جمع کر سکو قوت سے اور پلے ہوئے گھوڑوں سے ف۶۶ کہ اس سے دھاک پڑے اللہ کے دشمنوں پر

وَعَدُوَّكُمْ وَاٰخَرِيْنَ مِنْ دُوْنِهِمْ ۚ لَا تَعْلَمُوْنَهُمْ ۚ اَللّٰهُ يَعْلَمُهُمْ ؕ وَمَا تُنْفِقُوْا

اور تمہارے دشمنوں پر اور دوسروں پر ان کے سوا جن کو تم نہیں جانتے اللہ ان کو جانتا ہے ف۶۷ اور جو کچھ

مِنْ شَيْءٍ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ يُوَفَّ اِلَيْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ۝۶۰ وَاِنْ جَنَحُوْا

تم خرچ کرو گے اللہ کی راہ میں وہ پورا ملے گا تم کو اور تمہارا حق نہ رہ جائے گا ف۶۸ اور اگر وہ جھکیں

لِلسَّلْمِ فَاجْنَحْ لَهَا وَتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝۶۱ وَاِنْ يُّرِيْدُوْا

صلح کی طرف تو تو بھی جھک اسی طرف اور بھروسہ کر اللہ پر، بے شک وہی ہے سننے والا جاننے والا ف۶۹ اور اگر وہ چاہیں کہ

اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝۶۲

تجھ کو دغا دیں تو تجھ کو کافی ہے اللہ، اسی نے تجھ کو زور دیا اپنی مدد کا اور مسلمانوں کا ف۷۰

وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ

اور الفت ڈالی ان کے دلوں میں، اگر تو خرچ کر دیتا جو کچھ زمین میں ہے سارا نہ الفت ڈال سکتا ان کے دلوں میں

وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۶۳ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ حَسْبُكَ اللّٰهُ وَمَنِ

لیکن اللہ نے الفت ڈالی ان میں، بے شک وہ زور آور ہے حکمت والا ف۷۱ اے نبی کافی ہے تجھ کو اللہ اور

اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۶۴ ع

جتنے تیرے ساتھ ہیں مسلمان ف۷۲

فَائِدَۃ:[۶۶] اسلحہ کی تیاری وفراہمی اور توکل کا مطلب:...... یعنی خدا پر بھروسہ کرنے کے معنی یہ نہیں کہ اسباب ضروریہ مشروعہ کو ترک کر دیا جائے۔ نہیں اسلمانوں پر فرض ہے کہ جہاں تک قدرت ہو سامانِ جہاد فراہم کریں۔ نبی کریم ﷺ کے عہد مبارک میں گھوڑے کی سواری، شمشیر زنی اور تیر اندازی وغیرہ کی مشق کرنا، سامانِ جہاد تھا۔ آج بندوق، توپ، ہوائی جہاز، آبدوز کشتیاں، آہن پوش کروزر وغیرہ کا تیار کرنا اور استعمال میں لانا اور فنونِ حربیہ کا سیکھنا، بلکہ ورزش وغیرہ کرنا سب سامانِ جہاد ہے۔ اسی طرح آئندہ جو اسلحہ وآلاتِ حرب وضرب تیار ہوں، ان شاء اللہ! وہ سب آیت کے منشا میں داخل ہیں، باقی گھوڑے کی نسبت تو آپ خود ہی فرما چکے: ''اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْھَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ'' [صحیح البخاری: ۱۸۵۰] کہ قیامت تک کے لیے خدا نے اس کی پیشانی میں خیر رکھ دی ہے اور احادیث میں ہے کہ ''جو شخص گھوڑا جہاد کی نیت سے پالتا ہے اس کے کھانے، پینے بلکہ ہر قدم اٹھانے میں اجر ملتا ہے اور اس کی خوراک وغیرہ تک قیامت کے دن ترازو میں وزن کی جائے گی۔''

فَائِدَۃ:[۶۷] فتح وظفر کا اصلی سبب:...... یعنی یہ سب سامان اور تیاری دشمنوں پر رعب جمانے اور دھاک بٹھلانے کا ایک ظاہری سبب ہے۔ باقی فتح وظفر کا اصلی سبب تو خدا کی مدد ہے جو پہلے بیان ہو چکا اور وہ لوگ جن کو بالتعیین تم نہیں جانتے منافقین ہیں جو مسلمانی کے پردہ میں تھے یا یہود ''بنی قریظہ'' یا روم وفارس وغیرہ وہ سب قومیں جن سے آئندہ مقابلہ ہونے والا تھا۔

فَائِدَۃ:[۶۸] جہاد میں مال خرچ کرنے کی ترغیب:...... یہ مالی جہاد کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جہاد کی تیاری میں جس قدر مال خرچ کرو گے، اس کا پورا پورا بدلہ ملے گا یعنی ایک درہم کے سات سو درہم ﴿وَاللّٰہُ یُضٰعِفُ لِمَنْ یَّشَآءُ﴾ [بقرہ: ۲۶۱] اور بسا اوقات دنیا میں بھی اس سے کہیں زیادہ معاوضہ مل جاتا ہے۔

فَائِدَۃ:[۶۹] حسب صوابدید کفار سے صلح کی اجازت:...... مسلمانوں کی تیاری اور مجاہدانہ قربانیوں کو دیکھ کر بہت ممکن ہے کہ کفار مرعوب ہو کر صلح وآشتی کے خواستگار ہوں تو آپ کو ارشاد ہے کہ حسب صوابدید آپ بھی صلح کا ہاتھ بڑھا دیں۔ کیونکہ جہاد سے خونریزی نہیں، اعلائے کلمۃ اللہ اور دفع فتنہ مقصود ہے۔ اگر بدون خونریزی کے یہ مقصد حاصل ہو سکے تو خواہی نخواہی خون بہانے کی کیا حاجت ہے؟ اگر یہ احتمال ہو کہ شاید کفار صلح کے پردہ میں ہم کو دھوکا دینا چاہتے ہیں تو کچھ پروا نہ کیجیے اللہ پر بھروسہ رکھیے، وہ ان کی نیتوں کو جانتا اور ان کے اندرونی مشوروں کو سنتا ہے اس کی حمایت کے سامنے ان کی بدنیتی نہ چل سکے گی آپ اپنی نیت صاف رکھیے۔

فَائِدَۃ:[۷۰] عہد شکنی کی صورت میں خدا کی مدد کافی ہے:...... اگر صلح کر کے وہ لوگ دغابازی اور عہد شکنی کا ارادہ کریں تو فکر نہ کیجیے، خدا آپ کی مدد کے لیے کافی ہے، ان کے سب فریب وخداع بیکار کر دے گا۔ اسی نے بدر میں آپ کی غیبی امداد فرمائی اور ظاہری طور پر جاں نثار وسرفروش مسلمانوں سے آپ کی تائید کی۔

فَائِدَۃ:[۷۱] باہمی الفت اللہ کا انعام ہے:...... اسلام سے پہلے عرب میں جدال وقتال اور نفاق وشقاق کا بازار گرم تھا، ادنیٰ ادنیٰ باتوں پر قبائل آپس میں ٹکراتے رہتے تھے، دو جماعتوں میں جب لڑائی شروع ہو جاتی تو صدیوں تک اُس کی آگ ٹھنڈی نہ ہوتی تھی۔ مدینہ کے دو زبردست قبیلوں ''اوس'' و''خزرج'' کی حریفانہ نبرد آزمائی اور دیرینہ عداوت وبغض کا سلسلہ کسی طرح ختم نہ ہوتا تھا، ایک دوسرے کے خون کا پیاسا اور عزت آبرو کا بھوکا تھا۔ ان حالات میں آقائے نامدار محمد رسول اللہ ﷺ توحید ومعرفت اور اتحاد واُخوت کا عالمگیر پیغام لیکر مبعوث ہوئے، لوگوں نے انہیں بھی ایک فریق ٹھہرالیا اور سب نے مل کر خلاف وشقاق کا رخ ادھر پھیر دیا، پرانے کینے اور عداوتیں چھوڑ کر ہر قسم کی دشمنی کے لیے حضور کی ذاتِ قدسی صفات کو مطمح نظر بنالیا، وہ آپ کی پند ونصیحت سے گھبراتے تھے اور آپ کے سایہ سے بھاگتے تھے۔ دنیا کی کوئی طاقت نہ تھی جو درندوں کی بھیڑ اور بہائم کے گلہ میں معرفتِ الٰہی اور حب نبوی ﷺ کی روح پھونک کر اور

شرابِ توحید کا متوالا بنا کر سب کو ایک دم اُخوت و اُلفتِ باہمی کی زنجیر میں جکڑ دیتی اور اس مقدس ہستی کا درم ناخریدہ غلام اور عاشق جاں نثار بنا دیتی جس سے زیادہ چند روز پہلے ان کے نزدیک کوئی مبغوض ہستی نہ تھی، بلاشبہ روئے زمین کے خزانے خرچ کر کے بھی یہ مقصد حاصل نہ کیا جا سکتا تھا جو اللہ کی رحمت و اعانت سے ایسی سہولت کے ساتھ حاصل ہو گیا۔ خدا نے حقیقی بھائیوں سے زیادہ ایک کی الفت دوسرے کے دل میں ڈال دی اور پھر سب کی اُلفتوں کا اجتماعی مرکز حضور پرانور صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتِ منبع البرکات کو بنا دیا۔ قلوب کو دفعۃً ایسا پلٹ دینا خدا کی زور قدرت کا کرشمہ ہے اور ایسی شدید ضرورت کے وقت سب کو محبت و الفت کے ایک نقطہ پر جمع کر دینا اس کے کمالِ حکمت کی دلیل ہے۔

فَائِدَۃ: [۷۲] اللہ کافی ہے: ...... اس کے دو معنی ہو سکتے ہیں: (۱) اکثر سلف کے نزدیک یہ مطلب ہے کہ اے پیغمبر! خدا تجھ کو اور تیرے ساتھیوں کو کافی ہے۔ یعنی قلت عدد اور بے سروسامانی وغیرہ سے گھبرانا نہیں چاہیے۔ (۲) اور بعض علماء نے یہ معنی لیے ہیں کہ اے پیغمبر! تجھ کو فی الحقیقت اکیلا خدا کافی ہے اور ظاہر اسباب کے اعتبار سے مخلص مسلمانوں کی جماعت خواہ کتنی ہی تھوڑی ہو کافی ہے۔ پہلے جو فرمایا تھا ﴿اَیَّدَکَ بِنَصْرِہٖ وَبِالْمُؤْمِنِیْنَ﴾ گویا یہ اُسی کا خلاصہ ہوا۔

یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ حَرِّضِ الْمُؤْمِنِیْنَ عَلَی الْقِتَالِ ؕ اِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ عِشْرُوْنَ

اے نبی شوق دلا مسلمانوں کو لڑائی کا، اگر ہوں تم میں بیس شخص ثابت قدم رہنے والے

صٰبِرُوْنَ یَغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ۚ وَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفًا مِّنَ الَّذِیْنَ

تو غالب ہوں دو سو پر اور اگر ہوں تم میں سو شخص تو غالب ہوں ہزار

كَفَرُوْا بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا یَفْقَهُوْنَ ﴿۶۵﴾ اَلْـٰٔنَ خَفَّفَ اللّٰهُ عَنْكُمْ وَعَلِمَ اَنَّ فِیْكُمْ

کافروں پر اس واسطے کہ وہ لوگ سمجھ نہیں رکھتے ف۷۳ اب بوجھ ہلکا کر دیا اللہ نے تم پر سے اور جانا کہ تم

ضَعْفًا ؕ فَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ مِّائَةٌ صَابِرَةٌ یَّغْلِبُوْا مِائَتَیْنِ ۚ وَاِنْ یَّكُنْ مِّنْكُمْ

میں سستی ہے، سو اگر ہوں تم میں سو شخص ثابت قدم رہنے والے تو غالب ہوں دو سو پر، اور اگر ہوں تم میں ہزار

اَلْفٌ یَّغْلِبُوْۤا اَلْفَیْنِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِیْنَ ﴿۶۶﴾ مَا كَانَ لِنَبِیٍّ اَنْ یَّكُوْنَ

تو غالب ہوں دو ہزار پر اللہ کے حکم سے اور اللہ ساتھ ہے ثابت قدم رہنے والوں کے ف۷۴ نبی کو نہیں چاہیے کہ اپنے ہاں

لَهٗۤ اَسْرٰی حَتّٰی یُثْخِنَ فِی الْاَرْضِ ؕ تُرِیْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْیَا ۖ وَاللّٰهُ یُرِیْدُ

رکھے قیدیوں کو جب تک خوب خونریزی نہ کر لے ملک میں، تم چاہتے ہو اسباب دنیا کا اور اللہ کیہاں

الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ﴿۶۷﴾ لَوْلَا كِتٰبٌ مِّنَ اللّٰهِ سَبَقَ لَمَسَّكُمْ فِیْمَاۤ

چاہیے آخرت اور اللہ زور آور ہے حکمت والا ف۷۵ اگر نہ ہوتی ایک بات جس کو لکھ چکا اللہ پہلے

اَخَذْتُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ﴿۶۸﴾ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ

سے تو تم کو پہنچتا اس لینے میں بڑا عذاب ف ۷۶ سو کھاؤ جو تم کو غنیمت میں ملا حلال ستھرا اور ڈرتے رہو اللہ سے، بے شک

اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۶۹﴾ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى ۙ اِنْ يَّعْلَمِ

اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف ۷۷ اے نبی کہہ دے اُن سے جو تمہارے ہاتھ میں ہیں

اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ

قیدی اگر جانے گا اللہ تمہارے دلوں میں کچھ نیکی تو دے گا تم کو بہتر اس سے جو تم سے چھن گیا اور تم کو بخشے گا اور اللہ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۷۰﴾

ہے بخشنے والا مہربان۔

ع ۵

فائدہ: [۷۳] جہاد کی ترغیب اور نصرت کا وعدہ:...... یہ مسلمانوں کو جہاد کی ترغیب دی کہ تھوڑے بھی ہوں تو جی نہ چھوڑیں خدا کی رحمت سے دس گنے دشمنوں پر غالب آئیں گے۔ سبب یہ ہے کہ مسلمان کی لڑائی محض خدا کے لیے ہے، وہ خدا کو اور اس کی مرضی کو پہچان کر اور یہ سمجھ کر میدانِ جنگ میں قدم رکھتا ہے کہ خدا کے راستہ میں مرنا اصلی زندگی ہے، اس کو یقین ہے کہ میری تمام قربانیوں کا ثمرہ آخرت میں ضرور ملنے والا ہے خواہ میں غالب ہوں یا مغلوب۔ اور اعلائے کلمۃ اللہ کے لیے جو تکلیف میں اٹھاتا ہوں وہ فی الحقیقت مجھ کو دائمی خوشی اور ابدی مسرت سے ہمکنار کرنے والی ہے۔ مسلمان جب یہ سمجھ کر جنگ کرتا ہے تو تائید ایزدی مددگار ہوتی ہے اور موت سے وحشت نہیں رہتی اسی لیے پوری دلیری اور بے جگری سے لڑتا ہے۔ کافر چونکہ اس حقیقت کو نہیں سمجھ سکتا اس لیے محض حقیر اور فانی اغراض کے لیے بہائم کی طرح لڑتا ہے اور قوت قلبی اور امدادِ غیبی سے محروم رہتا ہے۔ بناء علیہ خبر اور بشارت کے رنگ میں حکم دیا گیا کہ مومنین کو اپنے سے دس گنے دشمنوں کے مقابلہ میں ثابت قدمی سے لڑنا چاہیے۔ اگر مسلمان بیس ہوں تو دوسو کے مقابلہ سے نہ ہٹیں اور سو ہوں تو ہزار کو پیٹھ نہ دکھلائیں۔

تنبیہ:...... بیس اور سو دو عدد شاید اس لیے بیان فرمائے کہ اُس وقت مسلمانوں کی تعداد کے لحاظ سے ''سریہ'' میں کم از کم بیس اور ''جیش'' میں ایک سو سپاہی ہوتے ہوں گے۔ اگلی آیت مدت کے بعد اتری اس وقت مسلمانوں کی تعداد بڑھ گئی تھی اس لیے سریہ کم از کم ایک سو کا اور جیش ایک ہزار کا ہوگا۔ دونوں آیتوں میں بیان نسبت کے وقت اعداد کا یہ تفاوت ظاہر کرتا ہے کہ اگلی آیت کے نزول کے وقت مسلمانوں کی مردم شماری بڑھ گئی تھی۔

فائدہ: [۷۴] دوگنی تعداد پر غلبہ کا وعدہ:...... بخاری میں ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ گذشتہ آیت جس میں مسلمانوں کو دس گنا کافروں کے مقابلہ پر ثابت قدم رہنے کا حکم تھا، جب لوگوں کو بھاری معلوم ہوئی تو اسکے بعد یہ آیت اتری ﴿اَلْئٰنَ خَفَّفَ اللّٰهُ﴾ یعنی خدا نے تمہاری ایک قسم کی کمزوری اور سستی کو دیکھ کر پہلا حکم اٹھالیا، اب صرف اپنے سے دوگنی تعداد کے مقابلہ میں ثابت قدم رہنا ضروری اور بھاگنا حرام ہے۔ یہ کمزوری یا سستی جس کی وجہ سے حکم میں تخفیف ہوئی، کئی وجوہ سے ہوسکتی ہے: ابتدائے ہجرت میں گنے چنے مسلمان تھے جن کی قوت وجلادت [شجاعت، جوانمردی] معلوم تھی، کچھ مدت کے بعد ان میں کے بہت سے افراد بوڑھے اور کمزور ہو گئے اور جو نئی پود آئی ان میں پرانے مہاجرین وانصار جیسی بصیرت، استقامت اور تسلیم وتفویض نہ تھی، اور تعداد بڑھ جانے سے کسی درجہ میں اپنی کثرت پر نظر اور

''توکل علی اللہ'' میں قدرے کمی ہوئی ہوگی۔ اور ویسے بھی طبیعتِ انسانی کا خاصہ ہے کہ جو سخت کام تھوڑے آدمیوں پر پڑ جائے تو کرنے والوں میں جوشِ عمل زیادہ ہوتا ہے اور ہر شخص اپنی بساط سے بڑھ کر ہمت کرتا ہے لیکن وہی کام جب بڑے مجمع پر ڈال دیا جائے تو ہر ایک دوسرے کا منتظر رہتا ہے اور یہ سمجھتا ہے کہ آخر کچھ میں ہی تنہا تو اس کا ذمہ دار نہیں اسی قدر جوش، حرارت اور ہمت میں کمی ہو جاتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''اوّل کے مسلمان یقین میں کامل تھے، ان پر حکم ہوا تھا کہ اپنے سے دس گنے کافروں پر جہاد کریں، پچھلے مسلمان ایک قدم کم تھے تب یہ ہی حکم ہوا کہ دوگنوں پر جہاد کریں۔ یہی حکم اب بھی باقی ہے لیکن اگر دو سے زیادہ پر حملہ کریں تو بڑا اجر ہے۔ حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت میں ہزار مسلمان اسی ہزار سے لڑے ہیں۔ ''غزوۂ موتہ'' میں تین ہزار مسلمان دو لاکھ کفار کے مقابلہ میں ڈٹے رہے، اس طرح کے واقعات سے اسلام کی تاریخ بحمد اللہ بھری پڑی ہے۔

فائدہ: [۷۵] **بدر کے قیدیوں کے متعلق حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی رائے کی تائید:**...... بدر کی لڑائی سے ستر کافر مسلمانوں کے ہاتھوں میں قید ہو کر آئے، حق تعالیٰ نے ان کے متعلق دو صورتیں مسلمانوں کے سامنے پیش کیں: (۱) قتل کر دینا، یا (۲) فدیہ لے کر چھوڑ دینا اس شرط پر کہ آئندہ سال اسی تعداد میں تمہارے آدمی قتل کیے جائیں گے۔ حقیقت میں خدا کی طرف سے ان دو صورتوں کا انتخاب کے لیے پیش کرنا، امتحان و آزمائش کے طریقہ پر تھا کہ ظاہر ہو جائے کہ مسلمان اپنی رائے اور طبیعت سے کس طرف جھکتے ہیں جیسے ازواجِ مطہرات کو دو صورتوں میں تخییر دی گئی تھی ﴿إِن كُنتُنَّ تُرِدْنَ الْحَيَاةَ الدُّنْيَا وَزِينَتَهَا فَتَعَالَيْنَ﴾ [سورۃ احزاب: ۲۸] یا معراج میں آپ کے سامنے خمر و لبن (دودھ اور شراب) کے دو برتن پیش کیے گئے تھے، آپ نے دودھ کو اختیار فرمایا۔ جبریل علیہ السلام نے کہا کہ اگر بالفرض آپ شراب کو اختیار فرماتے تو آپ کی اُمت بہک جاتی۔ بہر حال آپ نے صحابہ رضی اللہ عنہم سے اس معاملہ میں رائے طلب کی۔ ابو بکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! یہ سب قیدی اپنی خویش و اقارب اور بھائی بند ہیں، بہتر ہے کہ فدیہ لے کر چھوڑ دیا جائے۔ اِس نرم سلوک اور احسان کے بعد ممکن ہے کچھ لوگ مسلمان ہو کر وہ خود اور ان کی اولاد و اتباع ہمارے دست و بازو بنیں اور جو مال بالفعل ہاتھ آئے اس سے جہاد وغیرہ دینی کاموں میں سہارا لگے، باقی آئندہ سال ہمارے ستر آدمی شہید ہو جائیں تو مضائقہ نہیں درجہ شہادت ملے گا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا میلان بھی فطری رحمدلی اور شفقت و صلہ رحمی کی بنا پر اسی رائے کی طرف تھا بلکہ صحابہ کی عام رائے اسی جانب تھی بہت سے تو ان ہی وجوہ کی بنا پر جو ابو بکر نے بیان فرمائیں اور بعض محض مالی فائدہ کو دیکھتے ہوئے اس رائے سے متفق تھے (کما یظہر من قولہ تعالیٰ تریدون عرض الدنیا، صرح بہ الحافظ ابن حجر و ابن القیم رحمہما اللہ) حضرت عمر اور سعد بن معاذ رضی اللہ عنہما نے اس سے اختلاف کیا۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ یا رسول اللہ! یہ قیدی کفر کے امام اور مشرکین کے سردار ہیں ان کو ختم کر دیا جائے تو کفر و شرک کا سر ٹوٹ جائے گا، تمام مشرکین پر ہیبت طاری ہو جائے گی، آئندہ مسلمانوں کو ستانے اور خدا کے راستہ سے روکنے کا حوصلہ نہ رہے گا اور خدا کے آگے مشرکین سے ہماری انتہائی نفرت و بغض اور کامل بیزاری کا اظہار ہو جائے گا کہ ہم نے خدا کے معاملہ میں اپنی قرابتوں اور مالی فوائد کی کچھ پروا نہیں کی اس لیے مناسب ہے کہ اِن قیدیوں میں جو کوئی ہم میں سے کسی کا عزیز و قریب ہو، وہ اسے اپنے ہاتھ سے قتل کرے۔ الغرض بحث و تمحیص کے بعد حضرت ابو بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مشورہ پر عمل ہوا، کیونکہ کثرتِ رائے اُدھر تھی اور خود نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم طبعی رأفت و رحمت کی بنا پر اسی طرف مائل تھے اور ویسے بھی اخلاقی اور کلی حیثیت سے عام حالات میں وہ ہی رائے قرینِ صواب معلوم ہوتی ہے۔ لیکن اسلام اس وقت جن حالات میں سے گزر رہا تھا، ان پر نظر کرتے ہوئے وقتی مصالح کا تقاضا یہ تھا کہ کفار کے مقابلہ میں سخت کمر شکن کارروائی کی جائے، تیرہ سال کے ستم کشوں کو طاغوت کے پرستاروں پر یہ ثابت کر دینے کا پہلا موقع ملا تھا کہ تمہارے تعلقات قرابت اموال، جتھے اور طاقتیں، اب کوئی چیز تم کو خدا کی شمشیر انتقام سے پناہ نہیں دے

سکتی۔ ابتداءً ایک مرتبہ ظالم مشرکین پر رعب وہیبت بٹھلا دینے کے بعد نرم خوئی اور صلہ رحمی کے استعمال کے لیے آئندہ بہتیرے مواقع باقی رہتے تھے، ادھر ستر مسلمانوں کے آئندہ قتل پر راضی ہو جانا معمولی بات نہ تھی اسی لیے اس رائے کو اختیار فرمانا وقتی مصالح اور ہنگامی حیثیت سے حق تعالیٰ کے یہاں پسندیدہ نہ ہوا ﴿مَا كَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِى الْاَرْضِ﴾ میں اسی ناپسندیدگی کی طرف اشارہ ہے۔ صحابہ رضی اللہ عنہم کی یہ ایک سخت خطرناک اجتہادی غلطی قرار دی گئی او. جن بعض لوگوں نے زیادہ تر مالی فوائد پر نظر کر کے اس سے اتفاق کیا تھا ان کو صاف طور پر ﴿تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا﴾ سے خطاب کیا گیا یعنی تم دنیا کے فانی اسباب پر نظر کر رہے ہو، حالانکہ مومن کی نظر انجام پر ہونی چاہیے، خدا کی حکمت مقتضی ہو تو وہ تمہارا کام اپنے زور قدرت سے ظاہری سامان کے بدون بھی کر سکتا ہے۔ بہر حال فدیہ لے کر چھوڑ دینا اس وقت کے حالات کے اعتبار سے بڑی بھاری غلطی قرار دی گئی۔ اتنا یاد رکھنا چاہیے کہ روایات سے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت صرف اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ محض صلہ رحمی اور رحمدلی کی بناء پر آپ کا رجحان اس رائے کی طرف تھا، البتہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں بعض صرف مالی فوائد کو پیش نظر رکھ کر اور اکثر حضرات دوسری مصالحِ دینیہ اور اخلاقی داعیہ کے ساتھ مالی ضروریات کو بھی ملحوظ رکھتے ہوئے یہ رائے پیش کر رہے تھے گویا صحابہ کے مشورہ میں کلاً یا جزءً مالی حیثیت ضرور زیر نظر تھی، کسی درجہ میں مالی فوائد کے خیال سے ''بغض فی اللہ'' میں کوتاہی کرنا اور اصل مقصد ''جہاد'' سے غفلت برتنا اور ستر مسلمانوں کے قتل کیے جانے پر اپنے اختیار سے رضامند ہو جانا صحابہ جیسے مقربین کی شانِ عالی اور منصبِ جلیل کے منافی سمجھا گیا، اسی لیے ان آیات میں سخت عتاب آمیز لہجہ اختیار کیا گیا ہے۔ حدیث میں ہے کہ لڑائی میں ایک شخص کے سر پر زخم آیا، اسے غسل کی حاجت ہوئی، پانی سر پر استعمال کرنا سخت مہلک تھا، ساتھیوں سے مسئلہ پوچھا انہوں نے کہا کہ پانی کی موجودگی میں ہم تیرے لئے کوئی گنجائش نہیں پاتے۔ اس نے غسل کر لیا اور فوت ہو گیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو جب اس واقعہ کی اطلاع ہوئی تو فرمایا: ''قَتَلُوْهُ قَتَلَهُمُ اللّٰهُ'' الحدیث۔ اس سے ظاہر ہوا کہ اجتہادی غلطی اگر زیادہ واضح اور خطرناک ہو تو اس پر عتاب ہو سکتا ہے گویا یہ سمجھا جاتا ہے کہ مجتہد نے پوری قوتِ اجتہاد صرف کرنے میں کوتاہی کی۔

فائدہ: [۷۶] غلطی پر تنبیہ اور سزا سے مانع چھ باتیں: ...... یعنی یہ غلطی تو فی حد ذاتہ ایسی تھی کہ سخت سزا ان لوگوں کو دی جاتی جنہوں نے دنیوی سامان کا خیال کر کے ایسا مشورہ دیا مگر سزا دہی سے وہ چیز مانع ہے جو خدا پہلے سے لکھ چکا اور طے کر چکا ہے، اور وہ کئی باتیں ہو سکتی ہیں: (۱) مجتہد کو اس قسم کی اجتہادی خطا پر عذاب نہیں ہوگا (۲) جب تک خدا امراً و نہیاً کسی چیز کا صاف حکم بیان نہ فرمائے اس وقت تک اس کے مرتکب کو عذاب نہیں دیتا (۳) اہلِ بدر کی خطاؤں کو خدا معاف فرما چکا ہے (۴) غلطی سے جو رویہ قبل از وقت اختیار کر لیا گیا یعنی فدیہ لے کر قیدیوں کو چھوڑ دینا خدا کے علم میں طے شدہ تھا کہ آئندہ اس کی اجازت ہو جائے گی ﴿فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَاِمَّا فِدَآءً﴾ [محمد: ۴] (۵) یہ بھی طے شدہ ہے کہ جب تک پیغمبر علیہ السلام ان میں موجود ہیں یا لوگ صدقِ دل سے استغفار کرتے ہیں، عذاب نہ آئے گا۔ (۶) ان قیدیوں میں سے بہت کی قسمت میں اسلام لانا لکھا گیا تھا۔ الغرض اس قسم کے موانع اگر نہ ہوتے تو یہ غلطی اتنی عظیم و ثقیل تھی کہ سخت عذاب نازل ہو جانا چاہیے تھا۔ ایک روایت میں ہے کہ اس قولی تنبیہ کے بعد وہ عذاب جو اس طرح کی خوفناک غلطی پر آ سکتا تھا آپ کے سامنے نہایت قریب کر کے پیش کیا گیا گویا یہ قولی تنبیہ کو زیادہ مؤثر بنانے کی ایک صورت تھی۔ آپ اس منظر کو دیکھ کر وقفِ گریہ و بکا ہو گئے، حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے سبب پوچھا تو آپ نے فرمایا کہ میرے سامنے ان کا عذاب پیش کیا گیا ہے یعنی جس کا آنا ان پر ممکن تھا اگر موانعِ مذکورہ بالا نہ ہوتے۔ یاد رکھنا چاہیے کہ آپ کے سامنے یہ پیش کرنا اسی قسم کا تھا جیسے صلوٰۃِ کسوف ادا کرتے وقت آپ کے سامنے جنت و دوزخ دیوار قبلہ میں متمثل کر دی گئی تھی یعنی اس متوقع عذاب کا نظارا کرانا تھا اور بس۔

فائدہ: [۷۷] مالِ غنیمت اللہ کی عطا ہے: ...... پچھلے عتاب و تہدید سے مسلمان ڈر گئے کہ مالِ غنیمت کو جس میں فدیہ اُساریٰ بھی

شامل ہے، اب ہاتھ نہیں لگانا چاہیے۔ اس آیت میں تسلی فرمادی کہ وہ اللہ کی عطا ہے خوشی سے کھاؤ۔ ہاں! جہاد کے سلسلہ میں مالِ غنیمت وغیرہ کو مطمحِ نظر بنانا یا اس قدر اہمیت دینا نہیں چاہیے کہ مقاصدِ عالیہ اور مصالحِ کلیہ سے اِغماض [چشم پوشی] ہونے لگے۔ بے شک وقتی حالات و مصالح کے اعتبار سے تم نے ایک غلط طریق کار اختیار کیا مگر نفسِ مال میں کوئی خبث نہیں، خدا سے ڈرتے رہو گے تو وہ اپنی رحمت سے غلطیوں کو معاف فرمادے گا۔

وَاِنْ يُّرِيْدُوْا خِيَانَتَكَ فَقَدْ خَانُوا اللّٰهَ مِنْ قَبْلُ فَاَمْكَنَ مِنْهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ

اور اگر چاہیں گے تجھ سے دغا کرنی سو وہ دغا کر چکے ہیں اللہ سے اس سے پہلے پھر اس نے ان کو پکڑوا دیا اور اللہ سب کچھ جاننے والا

حَكِيْمٌ ﴿۷۱﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِيْ

حکمت والا ہے ف۷۸ جو لوگ ایمان لائے اور گھر چھوڑا اور لڑے اپنے مال اور جان سے

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ وَالَّذِيْنَ

اللہ کی راہ میں اور جن لوگوں نے جگہ دی اور مدد کی وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں اور جو

اٰمَنُوْا وَلَمْ يُهَاجِرُوْا مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا ۚ وَاِنِ

ایمان لائے اور گھر نہیں چھوڑا تم کو ان کی رفاقت سے کچھ کام نہیں جب تک وہ گھر نہ چھوڑ آئیں اور اگر وہ

اسْتَنْصَرُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ فَعَلَيْكُمُ النَّصْرُ اِلَّا عَلٰى قَوْمٍ بَيْنَكُمْ وَبَيْنَهُمْ

تم سے مدد چاہیں دین میں تو تم کو لازم ہے ان کی مدد کرنی مگر مقابلہ میں ان لوگوں کے کہ ان میں اور تم میں

مِّيْثَاقٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ﴿۷۲﴾ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ؕ

عہد ہو اور اللہ جو تم کرتے ہو اس کو دیکھتا ہے ف۷۹ اور جو لوگ کافر ہیں وہ ایک دوسرے کے رفیق ہیں

اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ ﴿۷۳﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا

اگر تم یوں نہ کرو گے تو فتنہ پھیلے گا ملک میں اور بڑی خرابی ہو گی ف۸۰ اور جو لوگ ایمان لائے اور اپنے گھر چھوڑے

وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَالَّذِيْنَ اٰوَوْا وَّنَصَرُوْا اُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُؤْمِنُوْنَ حَقًّا ؕ

اور لڑے اللہ کی راہ میں اور جن لوگوں نے ان کو جگہ دی اور ان کی مدد کی وہی ہیں سچے

لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّرِزْقٌ كَرِيْمٌ ﴿۷۴﴾ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْ بَعْدُ وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا

مسلمان ان کے لیے بخشش ہے اور روزی عزت کی ف۸۱ اور جو ایمان لائے اس کے بعد اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے تمہارے

مَعَكُمْ فَاُولٰٓئِكَ مِنْكُمْ ؕ وَاُولُوا الْاَرْحَامِ بَعْضُهُمْ اَوْلٰى بِبَعْضٍ فِىْ كِتٰبِ

ساتھ ہو کر سو وہ لوگ بھی تمہی میں ہیں اور رشتہ دار آپس میں حق دار زیادہ ہیں ایک دوسرے

اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۷۵﴾ ع ۱۰

کے اللہ کے حکم میں ف ۸۲ تحقیق اللہ ہر چیز سے خبردار ہے ف ۸۳

فائدہ: [۷۸] قبول اسلام کا اظہار کرنے والے قیدیوں سے خطاب: ...... بعض قیدیوں نے اپنے اسلام کا اظہار کیا تھا (مثلاً حضرت عباس رضی اللہ عنہ وغیرہ) ان سے کہا گیا کہ اللہ دیکھے گا کہ واقعی تمہارے دل میں ایمان وتصدیق موجود ہے تو جو کچھ زرِ فدیہ اس وقت تم سے وصول کیا گیا ہے اس سے کہیں زیادہ اور کہیں بہتر تم کو مرحمت فرمائے گا اور پچھلی خطاؤں سے درگزر کرے گا، اور اگر اظہارِ اسلام سے صرف پیغمبر کو فریب دینا مقصود ہے یا دغابازی کرنے کا ارادہ ہے تو پیشتر خدا سے جو دغابازی کر چکے ہیں، یعنی فطری عہد الست کے خلاف کفر وشرک اختیار کیا یا بعض "بنی ہاشم" جو ابوطالب کی زندگی میں عہد کر کے آنحضرت ﷺ کی حمایت پر متفق ہوئے تھے، اب کافروں کے ساتھ ہو گر آئے اس کا انجام آنکھوں سے دیکھ لیا کہ آج کس طرح مسلمانوں کی قید اور قابو میں ہیں، آئندہ بھی دغابازی کی ایسی ہی سزا مل سکتی ہے۔ خدا تعالیٰ سے اپنے دلوں اور نیتوں کو چھپا نہیں سکتے اور نہ اُس کے حکیمانہ انتظامات کو روک سکتے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "خدا کا وعدہ پورا ہوا، اُن میں جو مسلمان ہوئے حق تعالیٰ نے بے شمار دولت بخشی، جو نہ ہوئے وہ خراب ہو کر تباہ ہو گئے۔"

فائدہ: [۷۹] ہجرت کرنے اور نہ کرنے والوں میں فرق اور دار الحرب کے مسلمانوں کے احکام: ...... قیدیوں میں بعض ایسے تھے جو دل سے مسلمان تھے، مگر حضرت ﷺ کے ساتھ مکہ سے ہجرت نہ کر سکے اور بادلِ ناخواستہ کفار کے ساتھ ہو کر بدر میں آئے۔ ان آیات میں یہ بتلانا ہے کہ ایسے مسلمانوں کا حکم کیا ہے؟ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ حضرت ﷺ کے اصحاب دو فرقے تھے "مہاجرین" اور "انصار"، مہاجرین کنبہ اور گھر چھوڑنے والے اور انصار جگہ دینے والے اور مدد کرنے والے، ان دونوں میں آنحضرت ﷺ نے مواخاۃ (بھائی چارہ) قائم کر دیا تھا۔ آیت کا مضمون یہ ہوا کہ جتنے مسلمان حضرت ﷺ کے ساتھ حاضر ہیں ان سب کی صلح وجنگ ایک ہے، ایک کا موافق سب کا موافق، ایک کا مخالف سب کا مخالف، بلکہ آغازِ ہجرت میں رشتۂ مواخاۃ کے لحاظ سے ایک دوسرے کے ترکہ کا وارث بھی ہوتا تھا۔ اور جو مسلمان اپنے ملک میں رہے جہاں کافروں کا زور اور تسلط ہو یعنی دار الحرب سے ہجرت نہ کی ان کی صلح وجنگ میں "دار الاسلام" کے رہنے والے مسلمان (مہاجرین وانصار) شریک نہیں۔ اگر دار الحرب کے مسلمانوں نے صلح ومعاہدہ کسی جماعتِ کفار سے کر لیا ہے تو دار الاسلام کے آزاد مسلمان اس معاہدہ کے پابند نہیں ہو سکتے، بلکہ ان سے حسبِ مصلحت جنگ کر سکتے ہیں، ہاں! یہ ضرور ہے کہ دار الحرب کے مسلمان جس وقت دینی معاملہ میں آزاد مسلمانوں سے مدد طلب کریں تو ان کو اپنے مقدور کے موافق مدد کرنا چاہیے۔ مگر جس جماعت سے ان آزاد مسلمانوں کا معاہدہ ہو چکا ہو اس کے مقابلہ میں تا بقائے عہد دار الحرب کے مسلمانوں کی امداد نہیں کی جا سکتی۔ نیز توریث باہمی کا سلسلہ جو مہاجرین وانصار میں قائم کیا گیا تھا، اس میں بھی دار الحرب کے مسلمان شامل نہیں تھے۔

فائدہ: [۸۰] مسلمانوں میں باہمی تعاون ورفاقت بہت ضروری ہے: ...... یعنی کافر ومسلم میں نہ حقیقی رفاقت ہے، نہ ایک دوسرے کا وارث بن سکتا ہے۔ ہاں! کافر، کافر کا رفیق ووارث ہے بلکہ سب کفار تم سے دشمنی کرنے کو آپس میں ایک ہیں، جہاں پائیں گے ضعیف مسلمانوں کو ستائیں گے۔ اس کے بالمقابل اگر مسلمان ایک دوسرے کے رفیق اور مددگار نہ ہوں گے یا کمزور مسلمان اپنے کو آزاد

مسلمان کی معیت ورفاقت میں لانے کی کوشش نہ کریں گے تو سخت خرابی اور فتنہ بپا ہوجائے گا یعنی ضعیف مسلمان مامون نہ رہ سکیں گے اُن کا ایمان تک خطرہ میں ہوگا۔

فَائِدَة:[۸۱] **مغفرت اور رزق کریم کس کے لئے ؟:**......یعنی دنیا میں بھی اور آخرت میں بھی سردار کے ساتھ والے مسلمان اعلیٰ ہیں، گھر بیٹھنے والوں سے۔ آخرت میں اُن کے لیے بڑی بھاری بخشش ہے اور دنیا میں عزت کی روزی یعنی غنیمت اور دوسرے فائق حقوق۔

فَائِدَة:[۸۲] **مہاجرین کی فضیلت :**......یعنی مہاجرین میں جتنے بعد کو شامل ہوتے جائیں وہ سب باعتبار احکام "مہاجرین اولین" کی برادری میں منسلک ہیں، ہجرت کے تقدم وتاخر کی وجہ سے صلح وجنگ یا توریث وغیرہ کے احکام پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ ہاں! اگر قدیم مہاجرین کا کوئی رشتہ دار پیچھے مسلمان ہوا یا بعد میں ہجرت کر کے آیا تو وہ اس قدیم مہاجر کی میراث کا زیادہ حق دار ہے اگرچہ رفاقتِ قدیم اوروں سے ہے۔

فَائِدَة:[۸۳]......وہی جانتا ہے کہ کس کا کس قدر حق ہونا چاہیے لہٰذا اس کے احکام سراسر علم وحکمت پر مبنی ہیں۔

اٰیاتها ۱۲۹ | ۹ سُوْرَةُ التَّوْبَةِ مَدَنِيَّةٌ ۱۱۳ | رکوعاتها ۱۶

بَرَآءَةٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ① فَسِيْحُوْا فِي

ف۱ صاف جواب ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی، ان مشرکوں کو جن سے تمہارا عہد ہوا تھا سو پھر لو

الْاَرْضِ اَرْبَعَةَ اَشْهُرٍ وَّاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ مُخْزِي

اس ملک میں چار مہینے اور جان لو کہ تم نہ تھکا سکو گے اللہ کو اور یہ کہ اللہ رسوا کرنے والا ہے

الْكٰفِرِيْنَ ② وَاَذَانٌ مِّنَ اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖٓ اِلَى النَّاسِ يَوْمَ الْحَجِّ الْاَكْبَرِ اَنَّ اللّٰهَ

کافروں کو ف۲ اور سنا دینا ہے اللہ کی طرف سے اور اس کے رسول کی لوگوں کو دن بڑے حج کے ف۳ کہ اللہ الگ

بَرِيْٓءٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ وَرَسُوْلُهٗ ۭ فَاِنْ تُبْتُمْ فَهُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ

ہے مشرکوں سے اور اس کا رسول سو اگر تم توبہ کرو تو تمہارے لیے بہتر ہے اور اگر نہ مانو

فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِي اللّٰهِ ۭ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ③ اِلَّا

تو جان لو کہ تم ہرگز نہ تھکا سکو گے اللہ کو اور خوشخبری سنا دے کافروں کو عذاب دردناک کی ف۴ مگر جن

الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْــــًٔا وَّلَمْ يُظَاهِرُوْا

مشرکوں سے تم نے عہد کیا تھا پھر انہوں نے کچھ قصور نہ کیا تمہارے ساتھ اور مدد نہ کی

عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ④

تمہارے مقابلہ میں کسی کی سو ان سے پورا کر دو ان کا عہد ان کے وعدہ تک بے شک اللہ کو پسند ہیں احتیاط والے ف۵

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ

پھر جب گزر جائیں مہینے پناہ کے تو مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ اور پکڑو اور گھیرو

وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا

اور بیٹھو ہر جگہ ان کی تاک میں پھر اگر وہ توبہ کریں اور قائم رکھیں

الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝۵ وَاِنْ اَحَدٌ مِّنَ

نماز اور دیا کریں زکوٰۃ تو چھوڑ دو ان کا راستہ بے شک اللہ ہے بخشنے والا مہربان ف ۶ اور اگر کوئی مشرک

الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ ؕ ذٰلِكَ

تجھ سے پناہ مانگے تو اس کو پناہ دے دے یہاں تک کہ وہ سن لے کلام اللہ کا پھر پہنچا دے اس کو اس کی امن کی جگہ، یہ اس

بِاَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَعْلَمُوْنَ ۝۶ ع

واسطے کہ وہ لوگ علم نہیں رکھتے ف ۷

فائدۃ: [۱] سورۂ انفال سے ربط اور سورۂ توبہ کے مضامین کا خلاصہ:...... سورۂ انفال اوائلِ ہجرت میں اور یہ سورہ براءۃ اواخرِ ہجرت میں نازل ہوئی ہے۔ آنحضرت ﷺ کی عادت یہ تھی کہ جو آیاتِ قرآنی نازل ہوتیں فرمادیتے کہ ان کو فلاں سورت میں فلاں موقع پر رکھو۔ ان آیات کے متعلق (جنہیں اب سورۂ "توبہ" یا "براءۃ" کہا جاتا ہے) آپ نے کوئی تصریح نہیں فرمائی کہ کس سورت میں درج کی جائیں؟ جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ مستقل سورت ہے کسی دوسری سورت کا جزء نہیں لیکن عام قاعدہ یہ تھا کہ جب نئی سورت نازل ہوتی تو پہلی سورت سے جدا کرنے کیلئے "بسم اللہ" آتی تھی، سورۂ توبہ کے شروع میں "بسم اللہ" نہ آئی جو مشعر ہے کہ یہ جداگانہ سورت نہیں۔ ان وجوہ پر نظر کر کے مصاحفِ عثمانیہ میں اسکے شروع میں "بسم اللہ" نہیں لکھی گئی لیکن کتابت میں اسکے اور انفال کے درمیان فصل کر دیا گیا کہ نہ پوری طرح اسکا استقلال ظاہر ہو اور نہ دوسری سورت کا جزء ہونا۔ باقی انفال کے بعد متصل رکھنے کی وجہ یہ ہے کہ انفال نزول میں مقدم ہے بلا خاص وجہ کے مؤخر کیوں کی جاتی اور دونوں کے مضامین باہم اس قدر مرتبط و منسق واقع ہوئے ہیں کہ گویا براءۃ کو "انفال" کا تتمہ اور تکملہ کہا جاسکتا ہے۔ سورۂ انفال تمام تر غزوۂ بدر اور اسکے متعلقات پر مشتمل ہے۔ یوم بدر کو قرآن نے "یوم الفرقان" کہا کیونکہ اس نے حق و باطل، اسلام و کفر اور موحدین و مشرکین کی پوزیشن کو بالکل جدا جدا کر کے دکھلا دیا۔ بدر کا معرکہ فی الحقیقت خالص اسلام کی عالمگیر اور طاقتور برادری کی تعمیر کا سنگِ بنیاد اور حکومتِ الٰہی کی تاسیس کا دیباچہ تھا ﴿وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ﴾ کے مقابلہ میں جس خالص اسلامی برادری کے قیام کی طرف "انفال" کے خاتمہ پر ﴿اِلَّا تَفْعَلُوْهُ تَكُنْ فِتْنَةٌ فِي الْاَرْضِ وَفَسَادٌ كَبِيْرٌ﴾ کہہ کر توجہ دلائی ہے اس کا صریح اقتضاء ہے کہ اس عالمگیر برادری کا کوئی طاقتور اور زبردست مرکز حسی طور پر بھی دنیا میں قائم ہو، جو ظاہر ہے کہ جزیرۃ العرب کے سوا نہیں ہوسکتا جسکا صدر مقام مکہ معظمہ ہے۔ "انفال" کے اخیر میں یہ بھی جتلا دیا گیا تھا کہ جو مسلمان مکہ وغیرہ سے ہجرت کر کے نہیں آئے اور کافروں کے زیر سایہ زندگی بسر کر رہے ہیں، دار الاسلام کے آزاد مسلمانوں پر انکی ولایت و رفاقت کی کوئی ذمہ داری نہیں ﴿مَا لَكُمْ مِّنْ وَّلَايَتِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ حَتّٰى يُهَاجِرُوْا﴾ (انفال: ۷۲) ان! حسب استطاعت ان کیلئے دینی مدد بہم پہنچانی چاہیے۔ اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ مرکزِ اسلام میں موالات و اخوتِ اسلامی کی کڑیوں کو پوری مضبوطی کیساتھ جوڑنے کیلئے دو باتوں میں سے ایک ہونی چاہیے، یا تمام عرب کے مسلمان ترکِ وطن کر کے مدینہ آجائیں اور اسلامی برادری میں بے روک ٹوک شامل ہوں اور یا آزاد مسلمان مجاہدانہ قربانیوں سے کفر کی قوت کو توڑ کر جزیرۃ العرب کی سطح ایسی ہموار کر دیں کہ کسی مسلمان کو ہجرت کی ضرورت ہی باقی نہ رہے۔ یعنی تقریباً سارا جزیرۃ العرب خالص اسلامی برادری کا ایسا ٹھوس مرکز اور غیر مخلوط مستقر بن جائے جسکے دامن سے عالمگیر اسلامی برادری کا نہایت محکم اور شاندار مستقبل وابستہ ہوسکے۔ یہ دوسری صورت ہی ایسی تھی جس سے روز روز کے فتنہ و فساد کی بیخ کنی ہوسکتی تھی، اور مرکزِ اسلام کفار کے اندرونی فتنوں سے بالکل پاک و

صاف اور آئے دن کی بدعہدیوں اور ستم رانیوں سے پورا مامون و مطمئن ہو کر تمام دنیا کو اپنی عالمگیر برادری میں داخل ہونے کی دعوت دے سکتا تھا۔ اسی اعلیٰ اور پاک مقصد کیلئے مسلمانوں نے ۲ھ ہجری میں پہلا قدم میدان بدر کی طرف اٹھایا تھا، جو آخر کار ۸ھ ہجری میں مکہ معظمہ کی فتح عظیم پر منتہی ہوا، جو فتنے اشاعت یا حفاظتِ اسلام کی راہ میں مزاحم ہوتے رہتے تھے فتح مکہ نے انکی جڑوں پر تیشہ لگایا لیکن ضرورت تھی کہ ﴿وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ﴾ [انفال: ۳۹] کے امتثال میں اسلامی برادری کے مرکز اور حکومت الٰہیہ کے مستقر (جزیرۃ العرب) کو فتنہ کے جراثیم سے بالکلیہ صاف کر دیا جائے، تاکہ وہاں سے تمام دنیا کو اسلامی دیانت اور حقیقی تہذیب کی دعوت دیتے وقت تقریباً سارا جزیرۃ العرب یک جان و یک زبان ہو اور کوئی اندرونی کمزوری یا خلفشار بیرونی مزاحمتوں کے ساتھ مل کر اس مقدس مشن کو نقصان نہ پہنچا سکے۔ پس جزیرۃ العرب کو ہر قسم کی کمزوریوں اور فتنوں سے پاک کرنے اور عالمگیر دعوتِ اسلامی کے بلند ترین مقام پر کھڑا کرنے کیلئے لازم ہوا کہ دعوتِ اسلام کا مرکز خالص اسلامیت کے رنگ میں رنگین ہو، اسکے قلب و جگر سے صدائے حق کے سوا کوئی دوسری آواز نکل کر دنیا کے کانوں میں نہ پہنچے، پورا جزیرہ سارے جہان کا معلم اور ہادی بنے اور ایمان و کفر کی کشمکش کا ہمیشہ کیلئے یہاں سے خاتمہ ہو جائے۔ سورۂ براءۃ کے مضامین کا یہی حاصل ہے۔ چنانچہ چند روز میں خدا کی رحمت اور سچائی کی طاقت سے مرکزِ اسلام ہر طرح کے دسائس کفر و شرک [کفر و شرک کی سازشوں] سے پاک ہو گیا اور سارا عرب متحد ہو کر شخصِ واحد کی طرح تمام عالم میں نورِ ہدایت اور عالمگیر اسلامی اُخوت پھیلانے کا کفیل و ضامن بنا فللہ الحمدُ علی ذلک۔ الغرض سورۂ انفال میں جس چیز کی ابتداء تھی، سورۂ توبہ (براءۃ) میں اسکی انتہا ہے۔ اسی لیے "اوّل با آخر نسبتے دارد" کے موافق "براءۃ" کو "انفال" کے ساتھ بطور تکملہ ملحق کر دیا گیا اور بھی مناسبات ہیں جن کو علماء نے تفاسیر میں بیان کیا ہے۔

فَائِدَة: [۲] **اعلانِ براءت اور چار ماہ کی مہلت:** ...... ۶ ہجری کو بمقام "حدیبیہ" جب نبی کریم ﷺ اور قریش کے درمیان معاہدۂ صلح ہو چکا تو بنی خزاعہ مسلمانوں کے اور بنی بکر قریش کے حلیف بنے۔ بنی بکر نے معاہدہ کی پرواہ نہ کر کے خزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے اسلحہ وغیرہ سے ظالم حملہ آوروں کی مدد کی، اس طرح قریش اور ان کے حلیف دونوں معاہدۂ حدیبیہ پر قائم نہ رہے، جس کے جواب میں ۸ھ ہجری میں نبی کریم ﷺ نے اچانک حملہ کر کے مکہ معظمہ بڑی آسانی سے فتح کر لیا۔ ان قبائل کے سوا دوسرے قبائلِ عرب سے مسلمانوں کا میعادی یا غیر میعادی معاہدہ تھا، جن میں سے بعض اپنے معاہدہ پر قائم رہے، بہت سے قبائل وہ تھے جن سے کسی قسم کا معاہدہ نہیں ہوا تھا۔ اس سورت کی مختلف آیات مختلف قبائل کے متعلق نازل ہوئی ہیں۔ شروع کی آیات میں غالباً اُن مشرکین کا ذکر ہے جن سے معاہدہ تھا مگر میعادی نہ تھا ان کو اطلاع کر دی گئی کہ ہم آئندہ معاہدہ رکھنا نہیں چاہتے چار ماہ کی مہلت تم کو دی جاتی ہے کہ اس مدت کے اندر اسلامی برادری میں شامل ہو جاؤ یا وطن چھوڑ کر مرکزِ ایمان و توحید کو اپنے وجود سے خالی کر دو اور یا جنگی مقابلہ کے لیے تیار ہو جاؤ لیکن یہ خوب سمجھ لینا کہ تم خدا کی مشیت کو روک نہیں سکتے، اگر اسلام نہ لائے تو وہ تم کو دنیا و آخرت میں رسوا کرنے والا ہے، تم اپنی تدبیروں اور حیلہ بازیوں سے اسے عاجز نہ کر سکو گے۔ باقی جن قبائل سے کوئی معاہدہ ہی نہ تھا، ممکن ہے انہیں بھی چار ماہ کی مہلت دی گئی ہو۔ یہ اور اس کے بعد کی آیتوں کا اعلانِ عام ۹ھ ہجری میں حج کے موقع پر تمام قبائلِ عرب کے سامنے حضرت علی کرم اللہ وجہہ نے کیا۔

فَائِدَة: [۳] ...... حج کو اکبر اس لیے کہا کہ "عمرہ" حج اصغر ہے اور ﴿يَوْمَ الْحَجِّ الْأَكْبَرِ﴾ سے دسویں تاریخ "عید الاضحیٰ" کا دن، یا نویں تاریخ "عرفہ" کا دن مراد ہے۔

فَائِدَة: [۴] **توبہ نہ کرنے پر سزا:** ...... یہ اعلان غالباً ان قبائل کے حق میں تھا جنہوں نے میعادی معاہدہ کیا پھر خود ہی عہد شکنی کی (مثلاً بنی بکر یا قریش وغیرہم) یعنی ایسے لوگوں سے کوئی معاہدہ اب باقی نہیں رہا۔ اگر یہ سب لوگ شرک و کفر سے توبہ کر لیں تو ان کی دنیا و آخرت

دونوں سنور جائیں گی۔ نہیں تو خدا کا جو کچھ ارادہ ہے (تطہیر جزیرۃ العرب کا) وہ پورا ہو کر رہے گا کوئی طاقت اور تدبیر اُسے مغلوب نہیں کر سکتی اور کافروں کو کفر و بدعہدی کی سزا مل کر رہے گی۔

تنبیہ:...... اُن قبائل کی عہد شکنی اگرچہ فتح مکہ ۸ ہجری سے پہلے ہو چکی تھی بلکہ اسی کے جواب میں مکہ فتح کیا گیا، تاہم ۹ ہجری کے حج کے موقع پر اس کا بھی اعلانِ عام کرایا گیا تاکہ واضح ہو جائے کہ اس قسم کے جتنے لوگ ہیں ان سے کسی قسم کا معاہدہ باقی نہیں رہا۔

فائدہ:[۵] ایفائے عہد کا احترام:...... یہ استثناء اُن قبائل کیلئے ہے جنکا معاہدہ میعادی تھا، پھر وہ اس پر برابر قائم رہے، کچھ کوتاہی ایفائے عہد میں نہیں کی، نہ بذاتِ خود کوئی کارروائی خلافِ عہد کی اور نہ دوسرے بدعہدوں کو مدد پہنچائی (مثلاً بنی ضمرہ و بنی مدلج) انکے متعلق اعلان کر دیا گیا کہ میعادِ معاہدہ منقضی ہونے (گزرنے) تک مسلمان بھی برابر معاہدہ کا احترام کریں گے، میعاد ختم ہونے کے بعد کوئی جدید معاہدہ نہیں۔ اس وقت انکے لیے بھی وہ ہی راستہ ہے جو اوروں کے لیے تھا۔

فائدہ:[۶] مہلت کے بعد کفار کے قتل اور تارکِ نماز و مانعین زکوٰۃ کا حکم:...... استثناء سے فارغ ہو کر پھر مستثنیٰ منہ کا حکم بیان فرماتے ہیں یعنی ان عہد شکنی کرنے والوں سے اگرچہ اب کوئی معاہدہ باقی نہ رہا اور اسلیے علی الفور جنگ کی جاسکتی ہے، تاہم "اشہرِ حرم" [حرمت والے مہینوں] کی رعایت مانع ہے کہ فوراً ان پر حملہ کیا جائے خواہ اس لیے کہ اس وقت تک اشہرِ حرم میں ابتداءِ قتال کرنا ممنوع ہو گا یا مصلحتاً کہ تھوڑی سی بات کے لیے عام لوگوں میں کیوں تشویش پیدا کی جائے کیونکہ ان مہینوں میں قتال کی حرمت اُن کے یہاں معروف و مسلم چلی آتی تھی۔ بہرحال ماہِ محرم کے ختم تک ان کو مہلت دی گئی کہ جو چاہیں اپنا بندوبست کرلیں۔ اس کے بعد تطہیر جزیرۃ العرب کی خاطر جنگ سے چارہ نہیں، جو کچھ برتاؤ جنگ میں ہوتا ہے (مارنا، پکڑنا، گھیرنا، داؤ لگانا گھات میں رہنا) وہ سب ہو گا، البتہ اگر بظاہر کفر سے توبہ کر کے اسلامی برادری میں داخل ہو جائیں جس کی بڑی علامت نماز ادا کرنا اور زکوٰۃ دینا ہے تو پھر مسلمانوں کو ان سے تعرض کرنے اور ان کا راستہ روکنے کی اجازت نہیں۔ رہا باطن کا معاملہ، وہ خدا کے سپرد ہے مسلمانوں کا معاملہ اس کے ظاہر کو دیکھ کر ہو گا۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اگر کوئی شخص کلمہ اسلام پڑھ کر نماز ادا نہ کرے یا زکوٰۃ نہ دے تو مسلمان اس کا راستہ روک سکتے ہیں۔ امام احمد، امام شافعی، امام مالک رحمہم اللہ کے نزدیک اسلامی حکومت کا فرض ہے کہ تارکِ صلوٰۃ اگر توبہ نہ کرے تو اسے قتل کر دے۔ (امام احمد رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ردّۃً اور مالک و شافعی رحمہما اللہ کے نزدیک حداً و تعزیراً) امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اسے خوب زدوکوب کرے اور قید میں رکھے حتیٰ یموت او یتوب (حتیٰ کہ مرجائے یا توبہ کرے) بہرحال تخلیۂ سبیل کسی کے نزدیک نہیں۔ رہے مانعینِ زکوٰۃ اُن کے اموال میں سے حکومت جبراً زکوٰۃ وصول کرے اور اگر وہ لوگ مل کر حکومت سے آمادۂ پیکار ہوں تو راہِ راست پر لانے کے لیے جنگ کی جائے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے مانعین زکوٰۃ پر جو جہاد کیا تھا اس کا واقعہ کتب حدیث و تاریخ میں مشہور و معروف ہے۔

فائدہ:[۷] پناہ اور امن دینے کا حکم:...... پہلے فرمایا تھا کہ اگر اپنی کفریات سے توبہ کر کے اسلام میں داخل ہو جائیں تو مامون ہیں۔ ممکن تھا کہ کسی شخص کو اصولِ اسلام سے آگاہی نہ ہو، وہ تحقیق و رفعِ شکوک کی غرض سے مسلمانوں کے پاس آنا چاہے اس کی نسبت فرما دیا کہ اپنی پناہ اور حفاظت میں لے کر خدا کا کلام اور اسلام کے حقائق و دلائل سناؤ، اگر قبول نہ کرے تو اس کو قتل مت کرو بلکہ کہیں ٹھکانہ پر امن کی جگہ پہنچا دو جہاں پہنچ کر وہ مامون و مطمئن ہو جائے، اُس کے بعد وہ سب کافروں کے برابر ہے۔ یہ امن دینے کا حکم اس لیے ہے کہ اسلامی اصول و حقائق سے ان لوگوں کو آگاہی نہیں ہے۔ لہٰذا ان کے سامنے حق خوب طرح واضح کر دینا چاہیے اگر اس کے بعد بھی عناد برتے تو ﴿قَدْ تَّبَيَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الْغَيِّ﴾ [بقرہ:۲۵۶] کے بعد دین میں کوئی اکراہ نہیں۔

كَيْفَ يَكُوْنُ لِلْمُشْرِكِيْنَ عَهْدٌ عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ رَسُوْلِهٖٓ اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ
کیونکر ہووے مشرکوں کے لیے عہد اللہ کے نزدیک اور اس کے رسول کے نزدیک، مگر جن لوگوں سے تم نے عہد کیا تھا

عِنْدَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ ۚ فَمَا اسْتَقَامُوْا لَكُمْ فَاسْتَقِيْمُوْا لَهُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ
مسجد حرام کے پاس، سو جب تک وہ تم سے سیدھے رہیں تم ان سے سیدھے رہو بے شک اللہ کو پسند ہیں

الْمُتَّقِيْنَ ۝ كَيْفَ وَاِنْ يَّظْهَرُوْا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوْا فِيْكُمْ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ
احتیاط والے کیونکر رہے صلح اور اگر وہ تم پر قابو پائیں تو نہ لحاظ کریں تمہاری قرابت کا اور نہ عہد کا تم

يُرْضُوْنَكُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ وَتَاْبٰى قُلُوْبُهُمْ ۚ وَاَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ ۝ اِشْتَرَوْا بِاٰيٰتِ
کو راضی کر دیتے ہیں اپنے منہ کی بات سے اور ان کے دل نہیں مانتے اور اکثر ان میں بدعہد ہیں ف ۸ بیچ ڈالے انہوں نے

اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيْلًا فَصَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ اِنَّهُمْ سَاۗءَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝
اللہ کے حکم تھوڑی قیمت پر پھر روکا اُس کے راستہ سے، برے کام ہیں جو وہ لوگ کر رہے ہیں ف ۹

لَا يَرْقُبُوْنَ فِيْ مُؤْمِنٍ اِلًّا وَّلَا ذِمَّةً ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُعْتَدُوْنَ ۝ فَاِنْ تَابُوْا
نہیں لحاظ کرتے کسی مسلمان کے حق میں قرابت کا اور نہ عہد کا اور وہی ہیں زیادتی پر ف ۱۰ سو اگر توبہ کریں

وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِي الدِّيْنِ ۭ وَنُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ
اور قائم کریں نماز اور دیتے رہیں زکوٰۃ تو تمہارے بھائی ہیں حکم شریعت میں ف ۱۱ اور ہم کھول کر بیان کرتے ہیں حکموں کو جاننے والے

يَّعْلَمُوْنَ ۝ وَاِنْ نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ مِّنْۢ بَعْدِ عَهْدِهِمْ وَطَعَنُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ
لوگوں کے واسطے اور اگر وہ توڑ دیں اپنی قسمیں عہد کرنے کے بعد اور عیب لگائیں تمہارے

فَقَاتِلُوْٓا اَىِٕمَّةَ الْكُفْرِ ۙ اِنَّهُمْ لَآ اَيْمَانَ لَهُمْ لَعَلَّهُمْ يَنْتَهُوْنَ ۝ اَلَا تُقَاتِلُوْنَ
دین میں تو لڑو کفر کے سرداروں سے، بے شک ان کی قسمیں کچھ نہیں تاکہ وہ باز آئیں ف ۱۲ کیا نہیں لڑتے

قَوْمًا نَّكَثُوْٓا اَيْمَانَهُمْ وَهَمُّوْا بِاِخْرَاجِ الرَّسُوْلِ وَهُمْ بَدَءُوْكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ
ایسے لوگوں سے جو توڑیں اپنی قسمیں اور فکر میں رہیں کہ رسول کو نکال دیں اور انہوں نے پہلے چھیڑ کی

اَتَخْشَوْنَهُمْ ۚ فَاللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ تَخْشَوْهُ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝
تم سے، کیا ان سے ڈرتے ہو، سو اللہ کا ڈر چاہیے تم کو زیادہ اگر تم ایمان رکھتے ہو ف ۱۳

فائدہ:[۸] اعلانِ براءت کی حکمت اور ایفائے عہد کی ترغیب:...... پچھلی آیات میں جو براءۃ کا اعلان کیا گیا تھا، یہاں اس کی حکمت بیان فرماتے ہیں۔ یعنی ان مشرکین عرب سے کیا عہد قائم رہ سکتا ہے اور آئندہ کیا صلح ہو سکتی ہے جن کا حال تم مسلمانوں کے ساتھ یہ ہے کہ اگر کسی وقت ذرا قابو تم پر حاصل کر لیں تو ستانے اور نقصان پہنچانے میں نہ قرابت کا مطلق لحاظ کریں اور نہ قول و قرار کا۔ چونکہ اتفاق سے تم پر غلبہ اور قابو حاصل نہیں ہے، اس لیے محض زبانی عہد و پیمان کر کے تم کو خوش رکھنا چاہتے ہیں، ورنہ ان کے دل ایک منٹ کے لیے بھی اس عہد پر راضی نہیں ہر وقت عہد شکنی کا موقع تلاش کرتے رہتے ہیں۔ چونکہ ان میں اکثر لوگ غدار اور بدعہد ہیں اگر کوئی اِکادُکا وفائے عہد کا خیال بھی کرتا ہے تو کثرت کے مقابلہ میں اس کی کچھ پیش نہیں جاتی۔ بہر حال ایسی دغا باز بدعہد قوم سے خدا اور رسول کا کیا عہد ہو سکتا ہے۔ البتہ جن قبائل سے تم بالخصوص مسجد حرام کے پاس معاہدہ کر چکے ہو، سو تم ابتدا کر کے نہ توڑو جب تک وہ وفاداری کے راستہ پر سیدھے چلیں تم بھی اُن سے سیدھے رہو اور بڑی احتیاط رکھو کہ کوئی حقیر سے حقیر بات ایسی نہ ہونے پائے جس سے تمہارا دامن عہد شکنی کی گندگی سے داغدار ہو، خدا کو وہ ہی لوگ محبوب ہیں جو پوری احتیاط کرتے ہیں۔ چنانچہ بنو کنانہ وغیرہ نے مسلمانوں سے بدعہدی نہ کی تھی، مسلمانوں نے نہایت دیانتداری اور احتیاط کے ساتھ اپنا عہد پورا کیا، اعلانِ براءۃ کے وقت ان کے معاہدہ کی میعاد منقضی (مکمل، ختم) ہونے میں نو مہینے باقی تھے، ان میں معاہدہ کی کامل پابندی کی گئی۔

فائدہ:[۹] مشرکین کا بیان کج روی:...... یعنی یہ مشرکین وہ لوگ ہیں جنہوں نے دنیا کی تھوڑی سی طمع اور اپنی اغراض و اہواء کی خاطر خدا کے احکام و آیات کو رد کر دیا۔ اس طرح خود بھی خدا کے راستہ پر نہ چلے اور دوسروں کو بھی چلنے سے روکا۔ جو ایسے بدترین اور نالائق کاموں میں پھنسے ہوں اور خدا سے نہ ڈریں وہ عہد شکنی کے وبال سے کیا ڈریں گے اور اپنے قول و قرار پر کیا قائم رہیں گے۔

فائدہ:[۱۰]...... یعنی کچھ تمہارے ہی ساتھ نہیں بلکہ مسلمان نام سے ان کو بیر ہے، کوئی مسلمان ہو، موقع پانے پر اس کو نقصان پہنچانے کے لیے سب تعلقاتِ قرابت اور قول و قرار اٹھا کر رکھ دیتے ہیں۔ اس بارے میں ان کی ظلم و زیادتی حد سے بڑھی ہوئی ہے۔

فائدہ:[۱۱] کفر سے توبہ پر اسلامی برادری میں شمولیت:...... یعنی اب بھی اگر کفر سے توبہ کر کے احکامِ دینیہ (نماز زکوٰۃ وغیرہ) پر عمل پیرا ہوں تو نہ صرف یہ کہ آئندہ کے لیے محفوظ و مامون ہو جائیں گے بلکہ اسلامی برادری میں شامل ہو کر ان حقوق کے مستحق ہوں گے جن کے دوسرے مسلمان مستحق ہیں، جو کچھ بدعہدیاں اور شرارتیں پہلے کر چکے ہیں سب معاف کر دی جائیں گی۔ حضرت شاہ صاحب (قدس اللہ سرہٗ) لکھتے ہیں کہ "یہ جو فرمایا کہ بھائی ہیں حکمِ شریعت میں۔ اس سے سمجھ لیں کہ جو شخص قرائن سے معلوم ہو کہ ظاہر میں مسلمان ہے اور دل سے یقین نہیں رکھتا، اس کو حکمِ ظاہری میں مسلمان گنیں، مگر معتمد اور دوست نہ بنائیں۔"

فائدہ:[۱۲] کفر کے سرغنوں کو سبق سکھانے کا حکم:...... یعنی اگر عہد و پیمان توڑ ڈالا (جیسے بنی بکر نے خلاف عہد خزاعہ پر حملہ کر دیا اور قریش نے حملہ آوروں کی مدد کی) اور کفر سے باز نہ آئے بلکہ دینِ حق کے متعلق طعنہ زنی اور گستاخانہ عیب جوئی کرتے رہے تو سمجھ لو کہ اس طرح کے لوگ ﴿اَئِمَّةَ الْكُفْرِ﴾ (کفر کے سردار اور امام) ہیں۔ کیونکہ ان کی حرکات دیکھ کر اور باتیں سن کر بہت سے کجرو اور بے وقوف پیچھے ہو لیتے ہیں، ایسے سرغنوں سے پورا مقابلہ کرو کیونکہ ان کا کوئی قول و قسم اور عہد و پیمان باقی نہیں رہا ممکن ہے تمہارے ہاتھوں سے کچھ سزا پا کر اپنی شرارت و سرکشی سے باز آ جائیں۔

فائدہ:[۱۳] مشرکین کی شرارتیں اور بدعہد فسادی قوم سے بلا تامل قتال کا حکم:...... قریش نے قسمیں اور معاہدے توڑ دیئے تھے، کیونکہ خلاف عہد خزاعہ کے مقابلہ میں بنو بکر کی مدد کی اور ہجرت سے پہلے پیغمبر علیہ السلام کو وطن مقدس (مکہ معظمہ) سے نکالنے کی تجاویز سوچیں اور وہ ہی نکلنے کا سبب بنے ﴿اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ﴾ [توبہ: ۴۰] مکہ میں بے قصور مسلمانوں پر بیٹھے بٹھائے مظالم

کی ابتدا کی، جب ابوسفیان کا تجارتی قافلہ بچ نکلا تو ازراہ نخوت ورعونت بدر کے میدان میں مسلمانوں سے جنگ کی چھیڑ کرنے کے لیے گئے اور "صلح حدیبیہ" کے بعد بھی اپنی جانب سے عہد شکنی کی ابتدا کی کہ مسلمانوں کے حلیف خزاعہ کے مقابلہ پر بنوبکر کی پیٹھ ٹھونکتے رہے اور اسلحہ وغیرہ سے ان کی امداد کرتے رہے۔ آخر کار مسلمان ان سے لڑے اور مکہ معظمہ کو مشرکین کے قبضہ سے پاک کیا۔ ﴿اَلَا تُقَاتِلُوْنَ قَوْمًا﴾ سے غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ جو کوئی قوم اس طرح کے احوال رکھتی ہو اس سے جنگ کرنے میں مسلمانوں کو کسی وقت کچھ تامل نہیں ہونا چاہیے، اگر ان کی طاقت وجمعیت اور ساز وسامان کا خوف ہو تو مومنین کو سب سے بڑھ کر خدا کا خوف ہونا چاہیے، خدا کا ڈر جب دل میں آجائے پھر سب ڈر نکل جاتے ہیں، ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ بندہ خدا کی نافرمانی سے ڈرے اور اس کے قہر وغضب سے لرزاں وترساں رہے کیونکہ نفع وضرر سب اسی کے ہاتھ میں ہے کوئی مخلوق ادنیٰ سے ادنیٰ نفع وضرر پہنچانے پر بدون اس کی مشیت کے قادر نہیں۔

قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ

لڑو ان سے تا عذاب دے اللہ ان کو تمہارے ہاتھوں اور رسوا کرے اور تم کو ان پر غالب کرے اور ٹھنڈے

صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ﴿۱۴﴾ وَيُذْهِبْ غَيْظَ قُلُوْبِهِمْ ؕ وَيَتُوْبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنْ

کرے دل مسلمان لوگوں کے اور نکالے ان کے دل کی جلن اور اللہ توبہ نصیب کرے گا جس کو

يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۵﴾ اَمْ حَسِبْتُمْ اَنْ تُتْرَكُوْا وَلَمَّا يَعْلَمِ اللّٰهُ الَّذِيْنَ

چاہے گا ف۱۴ اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۱۵ کیا تم یہ گمان کرتے ہو کہ چھوٹ جاؤ گے اور حالانکہ ابھی معلوم نہیں کیا اللہ

جٰهَدُوْا مِنْكُمْ وَلَمْ يَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلَا رَسُوْلِهٖ وَلَا الْمُؤْمِنِيْنَ وَلِيْجَةً ؕ

نے تم میں سے ان لوگوں کو جنہوں نے جہاد کیا ہے اور نہیں پکڑا انہوں نے سوائے اللہ کے اور اس کے رسول کے اور مسلمانوں کے کسی کو بھیدی

ع ۲/۱۰/۸ وَاللّٰهُ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۶﴾ مَا كَانَ لِلْمُشْرِكِيْنَ اَنْ يَّعْمُرُوْا مَسٰجِدَ اللّٰهِ شٰهِدِيْنَ

اور اللہ کو خبر ہے جو تم کر رہے ہو ف۱۶ مشرکوں کا کام نہیں کہ آباد کریں اللہ کی مسجدیں اور تسلیم

عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ بِالْكُفْرِ ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ ۚۖ وَفِى النَّارِ هُمْ خٰلِدُوْنَ ﴿۱۷﴾

کر رہے ہوں اپنے اوپر کفر کو، وہ لوگ خراب گئے ان کے عمل اور آگ میں رہیں گے وہ ہمیشہ

اِنَّمَا يَعْمُرُ مَسٰجِدَ اللّٰهِ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَاَقَامَ الصَّلٰوةَ وَاٰتَى

وہی آباد کرتا ہے مسجدیں اللہ کی جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور قائم کیا نماز کو

الزَّكٰوةَ وَلَمْ يَخْشَ اِلَّا اللّٰهَ فَعَسٰٓى اُولٰٓئِكَ اَنْ يَّكُوْنُوْا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۸﴾

اور دیتا رہا زکوٰۃ اور نہ ڈرا سوائے اللہ کے کسی سے، سو امیدوار ہیں وہ لوگ کہ ہوویں ہدایت والوں میں ف۱۷

اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَآجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ كَمَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ

کیا تم نے کر دیا حاجیوں کا پانی پلانا اور مسجد الحرام کا بسانا برابر اس کے جو یقین لایا اللہ پر اور آخرت

الْاٰخِرِ وَجٰهَدَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ لَا يَسْتَوٗنَ عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ

کے دن پر اور لڑا اللہ کی راہ میں یہ برابر نہیں ہیں اللہ کے نزدیک اور اللہ راستہ نہیں دیتا

الظّٰلِمِيْنَ ۝١٩ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهَاجَرُوْا وَجٰهَدُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ بِاَمْوَالِهِمْ

ظالم لوگوں کو ف۱۸ جو ایمان لائے اور گھر چھوڑ آئے اور لڑے اللہ کی راہ میں اپنے مال

وقف لازم

وَاَنْفُسِهِمْ ۙ اَعْظَمُ دَرَجَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفَآئِزُوْنَ ۝٢٠ يُبَشِّرُهُمْ

اور جان سے ان کے لیے بڑا درجہ ہے اللہ کے ہاں اور وہی مراد کو پہنچنے والے ہیں خوشخبری دیتا

رَبُّهُمْ بِرَحْمَةٍ مِّنْهُ وَرِضْوَانٍ وَّجَنّٰتٍ لَّهُمْ فِيْهَا نَعِيْمٌ مُّقِيْمٌ ۝٢١ خٰلِدِيْنَ فِيْهَآ

ہے ان کو پروردگار ان کا اپنی طرف سے مہربانی کی اور رضامندی کی اور باغوں کی کہ جن میں ان کو آرام ہے ہمیشہ کا رہا کریں ان

اَبَدًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗٓ اَجْرٌ عَظِيْمٌ ۝٢٢ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْٓا اٰبَآءَكُمْ

میں مدام بے شک اللہ کے پاس بڑا ثواب ہے ف۱۹ اے ایمان والو مت پکڑو اپنے باپوں کو

وَاِخْوَانَكُمْ اَوْلِيَآءَ اِنِ اسْتَحَبُّوا الْكُفْرَ عَلَى الْاِيْمَانِ ؕ وَمَنْ يَّتَوَلَّهُمْ مِّنْكُمْ

اور بھائیوں کو رفیق اگر وہ عزیز رکھیں کفر کو ایمان سے اور جو تم میں ان کی رفاقت کرے

فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ ۝٢٣

سو وہی لوگ ہیں گناہ گار ف۲۰

فائدہ: [۱۴] مشروعیت جہاد کی اصلی حکمت :...... اس آیت میں مشروعیتِ ''جہاد'' کی اصلی حکمت پر متنبہ فرمایا ہے۔ قرآن کریم میں اقوام ماضیہ کے جو قصے بیان فرمائے ہیں ان سے ظاہر ہوتا ہے کہ جب کوئی قوم کفر و شرارت اور انبیاء علیہم السلام کی تکذیب و عداوت میں حد سے بڑھ جاتی تھی تو قدرت کی طرف سے کوئی تباہ کن آسمانی عذاب ان پر نازل کیا جاتا تھا جس سے ان کے سارے مظالم اور کفریات کا دفعۃً خاتمہ ہوجاتا تھا ﴿فَكُلًّا اَخَذْنَا بِذَنْۢبِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ اَرْسَلْنَا عَلَيْهِ حَاصِبًا ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَخَذَتْهُ الصَّيْحَةُ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ خَسَفْنَا بِهِ الْاَرْضَ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ اَغْرَقْنَا ۚ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝٤٠﴾ [عنکبوت] کوئی شبہ نہیں کہ عذاب کی یہ اقسام بہت سخت مہلک اور آئندہ نسلوں کے لیے عبرتناک تھیں لیکن ان صورتوں میں معذبین کو دنیا میں رہ کر اپنی ذلت و رسوائی کا نظارہ نہیں کرنا پڑتا تھا اور نہ آئندہ کے لیے توبہ و رجوع کا کوئی امکان باقی رہتا تھا۔ مشروعیت جہاد کی اصلی غرض و غایت یہ ہے کہ مکذبین و متعنتین کو حق

تعالیٰ بجائے بلا واسطہ عذاب دینے کے اپنے مخلص وفادار بندوں کے ہاتھ سے سزا دلوائے۔ سزا دہی کی اس صورت میں مجرمین کی رسوائی اور مخلصین کی قدر افزائی زیادہ ہے، وفادار بندوں کا نصرت وغلبہ علانیہ ظاہر ہوتا ہے ان کے دل یہ دیکھ کر ٹھنڈے ہوتے ہیں کہ جو لوگ کل تک انہیں حقیر وناتواں سمجھ کر ظلم وستم اور استہزاء وتمسخر کا تختۂ مشق بنائے ہوئے تھے، آج خدا کی تائید ورحمت سے انہی کے رحم وکرم یا عدل وانصاف پر چھوڑ دیئے گئے ہیں۔ کفر وباطل کی شوکت ونمائش کو دیکھ کر جو اہلِ حق گھٹتے رہتے تھے یا جو ضعیف ومظلوم مسلمان کفار کے مظالم کا انتقام نہ لے سکنے کی وجہ سے دل ہی دل میں غیظ کھا کر چپ ہو رہتے تھے، جہاد فی سبیل اللہ کے ذریعہ سے ان کے قلوب تسکین پاتے تھے اور آخری بات یہ ہے کہ خود مجرمین کے حق میں بھی سزا دہی کا یہ طریقہ نسبتاً زیادہ نافع ہے کیونکہ سزا پانے کے بعد بھی رجوع وتوبہ کا دروازہ کھلا ہوا ہے۔ بہت ممکن ہے کہ حالات سے عبرت حاصل کر کے بہت سے مجرموں کو توبہ نصیب ہو جائے، چنانچہ حضور پر نور ﷺ کے زمانہ میں ایسا ہی ہوا کہ تھوڑے دنوں میں سارا عرب صدقِ دل سے دینِ الٰہی کا حلقہ بگوش بن گیا۔

فَائِدَة: [۱۵]...... یعنی ہر ایک کی حالت کو جان کر حکمت کا معاملہ کرتا ہے اور ہر زمانہ میں اس کے مناسب احکام بھیجتا ہے۔

فَائِدَة: [۱۶]...... مشروعیت جہاد کی یہاں ایک اور حکمت بیان فرمائی۔ یعنی ایمان اور بندگی کے زبانی دعوے کرنے والے تو بہت ہیں لیکن امتحان کی کسوٹی پر جب تک کسا نہ جائے کھرا اور کھوٹا ظاہر نہیں ہوتا۔ جہاد کے ذریعہ سے خدا دیکھنا چاہتا ہے کہ کتنے مسلمان ہیں جو اس کی راہ میں جان ومال نثار کرنے کو تیار ہیں اور خدا اور رسول اور مسلمانوں کے سوا کسی کو اپنا رازدار یا خصوصی دوست بنانا نہیں چاہتے، خواہ وہ ان کا کتنا ہی قریبی رشتہ دار کیوں نہ ہو۔ یہ معیار ہے جس پر مومنین کا ایمان پرکھا جاتا ہے، جب تک عملی جہاد نہ ہو صرف زبانی جمع خرچ سے کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی، پھر عمل بھی جو کچھ کیا جائے اس کی خبر خدا کو ہے کہ صدق واخلاص سے کیا یا نمود وریا سے، جیسا عمل ہوگا اُدھر سے اسی کے موافق پھل ملے گا۔

فَائِدَة: [۱۷] **مساجد کی آبادی کا مطلب اور آباد کرنے والوں کے اوصاف**:...... پہلے فرمایا تھا کہ مسلمان بدون امتحان کے یونہی نہیں چھوڑے جا سکتے، بلکہ بڑے بڑے عزائم اعمال (مثلاً جہاد وغیرہ) میں ان کی ثابت قدمی دیکھی جائے گی اور یہ کہ تمام دنیا کے تعلقات پر کس طرح خدا اور رسول کی جانب کو ترجیح دیتے ہیں۔ اس رکوع میں یہ بتلایا کہ خدا کی مساجد (عبادت گاہیں) حقیقتاً ایسے ہی اولوالعزم مسلمانوں کے دم سے آباد رہ سکتی ہیں۔ مساجد کی حقیقی آبادی یہ ہے کہ ان میں خدائے واحد کی عبادت اس کی شان کے لائق ہو، "ذکر اللہ" کرنے والے کثرت سے موجود ہوں جو بے روک ٹوک خدا کو یاد کریں، لغویات وخرافات سے ان پاک مقامات کو محفوظ رکھا جائے۔ یہ مقصد کفار ومشرکین سے کب حاصل ہو سکتا ہے؟ دیکھیے! مشرکینِ مکہ بڑے فخر سے اپنے کو "مسجدِ حرام" کا متولی اور خادم کہتے تھے، مگر ان کی بڑی خدمت گزاری یہ تھی کہ پتھر کی سیکڑوں مورتیاں کعبہ میں رکھ چھوڑی تھیں ان ہی کی نذر ونیاز کرتے اور منتیں مانتے تھے، بہت سے لوگ ننگے طواف کرتے تھے، ذکر اللہ کی جگہ سیٹیاں اور تالیاں بجاتے تھے اور خدائے واحد کے سچے پرستاروں کو وہاں تک پہنچنے کی اجازت نہ دیتے تھے، لے دے کر ان کی بڑی عبادت یہ تھی کہ حاجیوں کے لیے پانی کی سبیل لگا دی، یا حرم شریف میں چراغ جلا دیا یا کعبہ پر غلاف چڑھا دیا، یا کبھی ضرورت ہوئی تو شکست وریخت کی مرمت کرا دی۔ مگر یہ اعمال محض بے جان اور بے روح تھے کیونکہ مشرک کو جب خدا کی صحیح معرفت حاصل نہیں تو کسی عمل میں اس کا قبلۂ توجہ اور مرکزِ اخلاص خدائے وحدہ لا شریک لہ کی ذات منبع الکمالات نہیں ہو سکتی۔ اسی لیے کافر کا کوئی عمل خدا کے نزدیک زندہ اور معتدبہ عمل نہیں ہے (اسی کو ﴿حَبِطَتْ أَعْمَالُهُمْ﴾ سے تعبیر فرمایا) الغرض کفار ومشرکین جو اپنے حال وقال سے اپنے کفر وشرک پر ہر وقت شہادت دیتے رہتے ہیں، اس لائق نہیں کہ ان سے مساجد اللہ خصوصاً مسجدِ حرام کی حقیقی تعمیر (آبادی) ہو سکے۔ یہ کام صرف اُن لوگوں کا ہے جو دل سے خدائے واحد اور آخری دن پر ایمان لا چکے ہیں، جوارح سے نمازوں کی اقامت میں

مشغول رہتے ہیں، اموال میں سے باقاعدہ زکوٰۃ ادا کرتے ہیں اور خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے، اسی لیے مساجد کی صیانت وتطہیر کی خاطر جہاد کے لیے تیار رہتے ہیں۔ ایسے مومنین جو دل، زبان، ہاتھ پاؤں، مال و دولت، ہر چیز سے خدا کے مطیع و فرمانبردار ہیں ان کا فرض منصبی ہے کہ مساجد کو آباد رکھیں اور تعمیر مساجد کے جھوٹے دعوے رکھنے والے مشرکین کو خواہ اہل قرابت ہی کیوں نہ ہوں وہاں سے نکال باہر کریں کیونکہ اُن کے وجود سے مساجد اللہ کی آبادی نہیں بربادی ہے۔

فَائِدَة:[۱۸] جہاد افضل ترین عمل ہے: ......مشرکینِ مکہ کو اس پر بڑا فخر و ناز تھا کہ ہم حاجیوں کی خدمت کرتے، انہیں پانی پلاتے، کھانا کپڑا دیتے اور مسجد حرام کی مرمت یا کسوۃ کعبہ یا تیل بتی وغیرہ کا انتظام کرتے ہیں۔ اگر مسلمان اپنے جہاد و ہجرت وغیرہ پر نازاں ہیں تو ہمارے پاس عبادات کا یہ ذخیرہ موجود ہے۔ ایک زمانہ میں حضرت عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے بھی حضرت علی کرم اللہ وجہہ کے مقابلہ میں اسی طرح کی بحث کی تھی، بلکہ صحیح مسلم میں ہے کہ ایک دفعہ چند مسلمان آپس میں جھگڑ رہے تھے، کوئی کہتا تھا کہ میرے نزدیک اسلام لانے کے بعد حاجیوں کو پانی پلانے سے زیادہ کوئی عبادت نہیں، دوسرے نے کہا میرے خیال میں اسلام کے بعد بہترین عمل مسجد حرام کی خدمت ہے (مثلاً جھاڑو دینا یا روشنی وغیرہ کرنا) تیسرا بولا کہ جہاد فی سبیل اللہ تمام عبادات و اعمال سے افضل و اشرف ہے۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو ڈانٹا کہ تم "جمعہ" کے وقت منبر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس بیٹھ کر اس طرح بحثیں کر رہے ہو، ذرا صبر کرو، جب حضور جمعہ سے فارغ ہو جائیں گے آپ سے یہ چیز دریافت کر لی جائے گی۔ چنانچہ جمعہ کے بعد حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا تو یہ آیات نازل ہوئیں ﴿اَجَعَلْتُمْ سِقَايَةَ الْحَاۗجِّ وَعِمَارَةَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ﴾ یعنی حاجیوں کو پانی پلانا اور مسجدِ حرام کا ظاہری طور پر بسانا، ایمان باللہ اور جہاد فی سبیل اللہ میں سے کسی ایک کے برابر بھی نہیں ہو سکتا (افضل ہونا تو کجا؟) یہاں جہاد کے ساتھ ایمان باللہ کا ذکر یا تو اس لیے کیا کہ مشرکین کے فخر و غرور کا جواب بھی ہو جائے کہ تمام عبادات کی روح ایمان باللہ ہے، اس روح کے بدون پانی پلانا یا مسجد حرام کی خدمت کرنا محض مردہ عمل ہے۔ تو یہ بے جان اور مردہ عمل ایک زندہ جاوید عمل کی برابری کیسے کر سکتا ہے: ﴿وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَاۗءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ﴾ [فاطر: ۲۲] اور اگر صرف مومنین کے اعمال کا باہمی موازنہ کرنا ہے تو ایمان باللہ کا ذکر جہاد فی سبیل اللہ کی تمہید کے طور پر ہوگا، اصل مقصود جہاد وغیرہ عزائم اعمال کی افضلیت کو بیان فرمانا ہے۔ ایمان کے ذکر سے تنبیہ فرما دی کہ جہاد فی سبیل اللہ ہو یا کوئی عمل ایمان کے بغیر ہیچ اور لاشئے محض ہے۔ ان عزائمِ اعمال (جہاد و ہجرت وغیرہ) کا تقوم بھی ایمان باللہ سے ہوتا ہے اور اس نکتہ کو وہ ہی لوگ سمجھتے ہیں جو فہم سلیم رکھتے ہوں، ظالمین (بے موقع کام کرنے والوں) کی ان حقائق تک رسائی نہیں ہوتی۔

فَائِدَة:[۱۹] تین چیزوں پر تین بشارتیں: ......یعنی اس کے یہاں ثواب اور درجات کی کیا کمی ہے جس کو جتنا چاہے مرحمت فرمائے۔ پہلی آیت میں تین چیزوں کا ذکر تھا ایمان، جہاد، ہجرت۔ ان تین پر بشارت بھی تین چیزوں کی دی رحمت، رضوان، خلود فی الجنۃ۔ ابوحیان (قدس اللہ سرہٗ) نے لکھا ہے کہ "رحمت" ایمان پر مرتب ہے، ایمان نہ ہو تو آخرت میں خدا کی رحمت و مہربانی سے کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔ اور "رضوان" (جو بہت ہی اعلیٰ مقام ہے) جہاد فی سبیل اللہ کا صلہ ہے۔ مجاہد فی سبیل اللہ تمام نفسانی حظوظ و تعلقات ترک کر کے خدا کے راستہ میں جان و مال نثار کرتا اور خدا کی خوشنودی حاصل کرنے کے لیے انتہائی قربانی پیش کرتا ہے۔ لہٰذا اس کا صلہ بھی انتہائی ہونا چاہیے اور وہ حق تعالیٰ شانہ کی رضا کا مقام ہے۔ باقی "ہجرت" وہ خدا کے لیے وطنِ مالوف اور گھر بار چھوڑنے کا نام ہے۔ اس لیے مہاجر کو خوشخبری دی گئی کہ تیرے وطن سے بہتر وطن اور تیرے گھر سے بہتر گھر تجھ کو ملے گا جس میں ہمیشہ اعلیٰ درجہ کی آسائش و راحت سے رہنا ہوگا جس سے ہجرت کرنے کی کبھی نوبت نہ آئے گی۔

فَائِدَة:[۲۰] جہاد و ہجرت میں رکاوٹ بننے والوں سے دوستی کی ممانعت: ......پچھلی آیات میں بتلایا تھا کہ جہاد و ہجرت اعظم و

افضل ترین اعمال ہیں، بسااوقات ان دونوں اعمال میں خویش واقارب، کنبہ اور برادری کے تعلقات خلل انداز ہوتے ہیں، اس لیے فرمادیا کہ جن لوگوں کو ایمان سے زیادہ کفر عزیز ہے، ایک مومن انہیں کیسے عزیز رکھ سکتا ہے، مسلمان کی شان نہیں کہ ان سے رفاقت اور دوستی کا دم بھرے حتی کہ یہ تعلقات اس کو جہاد وہجرت سے مانع ہوجائیں، ایسا کرنے والے گناہ گار بن کر اپنی جانوں پر ظلم کررہے ہیں۔

قُلْ اِنْ كَانَ اٰبَآؤُكُمْ وَاَبْنَآؤُكُمْ وَاِخْوَانُكُمْ وَاَزْوَاجُكُمْ وَعَشِيْرَتُكُمْ وَاَمْوَالُ

تو کہہ دے اگر تمہارے باپ اور بیٹے اور بھائی اور عورتیں اور برادری اور مال جو

اقْتَرَفْتُمُوْهَا وَتِجَارَةٌ تَخْشَوْنَ كَسَادَهَا وَمَسٰكِنُ تَرْضَوْنَهَآ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ مِّنَ

تم نے کمائے ہیں اور سوداگری جس کے بند ہونے سے تم ڈرتے ہو اور حویلیاں جن کو پسند کرتے ہو تم کو زیادہ پیاری ہیں

اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَجِهَادٍ فِيْ سَبِيْلِهٖ فَتَرَبَّصُوْا حَتّٰى يَاْتِيَ اللّٰهُ بِاَمْرِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي

اللہ سے اور اس کے رسول سے اور لڑنے سے اس کی راہ میں تو انتظار کرو یہاں تک کہ بھیجے اللہ اپنا حکم اور اللہ راستہ

الْقَوْمَ الْفٰسِقِيْنَ ﴿۲۴﴾ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ ع ۸ ۹

نہیں دیتا نافرمان لوگوں کو ف۲۱ مدد کر چکا ہے اللہ تمہاری بہت میدانوں میں اور حنین کے دن جب

اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْـًٔا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا

خوش ہوئے تم اپنی کثرت پر پھر وہ کچھ کام نہ آئی تمہارے اور تنگ ہو گئی تم پر زمین باوجود

رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ﴿۲۵﴾ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى

اپنی فراخی کے پھر ہٹ گئے تم پیٹھ دے کر پھر اتاری اللہ نے اپنی طرف سے تسکین اپنے رسول پر اور

الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ

ایمان والوں پر اور اتاریں فوجیں کہ جن کو تم نے نہیں دیکھا اور عذاب دیا کافروں کو اور یہی سزا ہے

الْكٰفِرِيْنَ ﴿۲۶﴾

منکروں کی ف۲۲

فائدۃ: [۲۱] **ترک جہاد پر سزا کا اعلان:** ...... یعنی اگر خدا اور رسول کے احکام کا امتثال اور ہجرت یا جہاد کرنے سے یہ خیال مانع ہو کہ کنبہ برادری چھوٹ جائے گی، اموال تلف ہوں گے، تجارت مندی پڑ جائے گی یا بند ہوجائے گی، آرام کے مکانوں سے نکل کر بے آرام ہونا پڑے گا، تو پھر خدا کی طرف سے حکم سزا کا انتظار کرو، جو اس تن آسانی اور دنیا طلبی پر آنے والا ہے۔ جو لوگ مشرکین کی موالات یا دنیوی خواہشات میں پھنس کر احکام الٰہیہ کی تعمیل نہ کریں اُن کو حقیقی کامیابی کا راستہ نہیں مل سکتا۔ حدیث میں ہے کہ جب تم بیلوں کی دم پکڑ کر کھیتی

باڑی پر راضی ہو جاؤ گے اور ''جہاد'' چھوڑ بیٹھو گے تو خدا تم پر ایسی ذلت مسلط کر دے گا جس سے کبھی نکل نہ سکو گے یہاں تک کہ پھر اپنے دین (جہاد فی سبیل اللہ) کی طرف واپس آؤ۔

فائدہ: [۲۲] **غزوۂ حنین کا واقعہ:**...... پچھلی آیت میں تنبیہ کی گئی تھی کہ جہاد فی سبیل اللہ کے وقت مومنین کو کنبہ، برادری، اموال واملاک وغیرہ کسی چیز پر نظر نہ ہونی چاہیے، یہاں آگاہ فرمایا ہے کہ مجاہدین کو خود اپنی فوجی جمعیت وکثرت پر گھمنڈ نہ کرنا چاہیے، نصرت وکامیابی اکیلے خدا کی مدد سے ہے جس کا تجربہ پیشتر بھی بہت سے میدانوں میں تم کر چکے ہو، بدر، قریظہ ونضیر اور حدیبیہ وغیرہ میں جو کچھ نتائج رونما ہوئے وہ محض امدادِ الٰہی وتائیدِ غیبی کا کرشمہ تھا۔ اور اب اخیر میں غزوۂ حنین کا واقعہ تو ایسا صریح اور عجیب وغریب نشان آسمانی نصرت وامداد کا ہے جس کا اقرار سخت معاندِ دشمنوں تک کو کرنا پڑا ہے۔ فتح مکہ کے بعد فوراً آپ کو اطلاع ملی کہ ہوازن وثقیف وغیرہ بہت سے قبائلِ عرب نے ایک لشکرِ جرار تیار کر کے بڑے ساز وسامان سے مسلمانوں پر حملہ کرنے کا ارادہ کیا ہے۔ یہ خبر پاتے ہی آپ نے دس ہزار مہاجرین وانصار کی فوجِ گراں لے کر جو مکہ فتح کرنے کے لیے مدینہ سے ہمراہ آئی تھی، طائف کی طرف کوچ کر دیا، دو ہزار طلقاء بھی جو فتح مکہ کے وقت مسلمان ہوئے تھے، آپ کے ہمراہ تھے یہ پہلا موقع تھا کہ بارہ ہزار کی عظیم الشان جمعیت کیل کانٹے سے لیس ہو کر میدانِ جہاد میں نکلے، یہ منظر دیکھ کر بعض صحابہ سے نہ رہا گیا اور بے ساختہ بول اٹھے کہ (جب ہم بہت تھوڑے تھے اس وقت ہمیشہ غالب رہے تو) آج ہماری اتنی بڑی تعداد کسی سے مغلوب ہونے والی نہیں، یہ جملہ مردانِ توحید کی زبان سے نکلنا ''بارگاہِ احدیت'' میں ناپسند ہوا، ابھی مکہ سے تھوڑی دور نکلے تھے کہ دونوں لشکر مقابل ہو گئے، فریقِ مخالف کی جمعیت چار ہزار تھی جو سر کو کفن باندھ کر اور سب عورتوں، بچوں کو ساتھ لے کر ایک فیصلہ کن جنگ کے لیے پوری تیاری سے نکلے تھے، اونٹ، گھوڑے، مواشی اور گھروں کا کل اندوختہ کوڑی کوڑی کر کے اپنے ہمراہ لے آئے تھے، ہوازن کا قبیلہ تیر اندازی کے فن میں سارے عرب میں شہرت رکھتا تھا، اُس کے بڑے ماہر تیر اندازوں کا دستہ وادیِ حنین کی پہاڑیوں میں گھات لگائے بیٹھا تھا۔ صحیحین میں براء بن عازب کی روایت ہے کہ پہلے معرکہ میں کفار کو ہزیمت ہوئی، وہ بہت سا مال چھوڑ کر پسپا ہو گئے، یہ دیکھ کر مسلمان سپاہی غنیمت کی طرف جھک پڑے، اس وقت ہوازن کے تیر اندازوں نے گھات سے نکل کر ایک دم دھاوا بول دیا، آنِ واحد میں چاروں طرف سے اس قدر تیر برسائے کہ مسلمانوں کو قدم جمانا مشکل ہو گیا، اوّل طلقاء میں بھاگڑ پڑی، آخر سب کے پاؤں اکھڑ گئے، زمین باوجود فراخی کے تنگ ہو گئی کہ کہیں پناہ کی جگہ نہ ملتی تھی۔ حضور پر نور ﷺ مع چند رفقاء کے دشمنوں کے نرغہ میں تھے ابو بکر، عمر، عباس، علی، عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ تقریباً سو یا اسی صحابہ بلکہ بعض اہلِ سیر کی تصریح کے موافق کل دس نفوسِ قدسیہ (عشرہ کاملہ) میدانِ جنگ میں باقی رہ گئے جو پہاڑ سے زیادہ مستقیم نظر آتے تھے۔ یہ خاص موقع تھا جبکہ دنیا نے پیغمبرانہ صداقت وتوکل اور معجزانہ شجاعت کا ایک مُحیّر العقول نظارہ ان ظاہری آنکھوں سے دیکھا، آپ سفید خچر پر سوار ہیں، عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ ایک رکاب اور ابو سفیان بن الحارث رضی اللہ تعالٰی عنہ دوسری رکاب تھامے ہوئے ہیں، چار ہزار کا مسلح لشکر پورے جوشِ انتقام میں ٹوٹا پڑتا ہے، ہر چہار طرف سے تیروں کا مینہ برس رہا ہے، ساتھی منتشر ہو چکے ہیں مگر رفیقِ اعلیٰ آپ کے ساتھ ہے، ربانی تائید اور آسمانی سکینہ کی غیر مرئی بارش آپ پر اور آپ کے گنے چنے رفیقوں پر ہو رہی ہے، جس کا اثر آخر کار بھاگنے والوں تک پہنچتا ہے، جدھر سے ہوازن وثقیف کا سیلاب بڑھ رہا ہے آپ کی سواری کا منہ اس وقت بھی اسی طرف ہے، اور ادھر ہی آگے بڑھنے کے لیے خچر کو مہمیز [ایڑ لگانا] کر رہے ہیں، دل سے خدا کی طرف لو لگی ہے اور زبان پر نہایت استغناء واطمینان کے ساتھ ''اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِب، اَنَا ابْنُ عَبْدِ الْمُطَّلِب'' جاری ہے یعنی بے شک میں سچا پیغمبر ہوں اور عبد المطلب کی اولاد ہوں، اسی حالت میں آپ نے صحابہ کو آواز دی ''اِلَیَّ عباد اللہ، اِلَیَّ انا رسول اللہ'' خدا کے بندو! اِدھر آؤ، یہاں آؤ کہ میں خدا کا رسول ہوں۔ پھر آپ کی ہدایت کے موافق حضرت عباس رضی اللہ تعالٰی عنہ نے (جو نہایت جہیر الصوت تھے) اصحابِ سَمُرہ کو پکارا جنہوں نے

درخت کے نیچے حضور کے ہاتھ پر بیعتِ جہاد کی تھی، آواز کا کانوں میں پہنچنا تھا کہ بھاگنے والوں نے سواریوں کا رخ میدانِ جنگ کی طرف پھیر دیا جس کے اونٹ نے رخ بدلنے میں دیر کی وہ گلے میں زرہ ڈال کر اونٹ سے کود پڑا اور سواری چھوڑ کر حضور ﷺ کی طرف لوٹا۔ اِسی اثنا میں حضور ﷺ نے تھوڑی سی مٹی اور کنکریاں اٹھا کر لشکرِ کفار پر پھینکیں جو خدا کی قدرت سے ہر کافر کے چہرے اور آنکھوں پر پڑی۔ اُدھر حق تعالیٰ نے آسمان سے فرشتوں کی فوجیں بھیج دیں جن کا نزول غیر مرئی طور پر مسلمانوں کی تقویت و ہمت افزائی اور کفار کی مرعوبیت کا سبب ہوا، پھر کیا تھا؟ کفار کنکریوں کے اثر سے آنکھیں ملتے رہے، جو مسلمان قریب تھے انہوں نے پلٹ کر حملہ کر دیا، آناً فاناً میں مطلع صاف ہو گیا، بہت سے بھاگے ہوئے مسلمان لوٹ کر حضور ﷺ کی خدمت میں پہنچے تو دیکھا لڑائی ختم ہو چکی، ہزاروں قیدی آپ کے سامنے بندھے کھڑے ہیں اور مالِ غنیمت کے ڈھیر لگے ہوئے ہیں فَسُبْحٰنَ مَنْ بِیَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ اس طرح کافروں کو دنیا میں سزا دی گئی۔

ثُمَّ يَتُوْبُ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۲۷﴾ يٰۤاَيُّهَا

پھر توبہ نصیب کرے گا اللہ اس کے بعد جس کو چاہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۲۳ اے

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِنَّمَا الْمُشْرِكُوْنَ نَجَسٌ فَلَا يَقْرَبُوا الْمَسْجِدَ الْحَرَامَ بَعْدَ عَامِهِمْ

ایمان والو مشرک جو ہیں سو پلید ہیں سو نزدیک نہ آنے پائیں مسجد الحرام کے اس برس

هٰذَا ۚ وَاِنْ خِفْتُمْ عَيْلَةً فَسَوْفَ يُغْنِيْكُمُ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖۤ اِنْ شَآءَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

کے بعد ف۲۴ اور اگر تم ڈرتے ہو فقر سے تو آئندہ غنی کر دے گا تم کو اللہ اپنے فضل سے اگر چاہے بے شک اللہ سب کچھ

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۲۸﴾ قَاتِلُوا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَلَا

جاننے والا حکمت والا ہے ف۲۵ لڑو ان لوگوں سے جو ایمان نہیں لاتے اللہ پر اور نہ آخرت کے دن پر اور نہ

يُحَرِّمُوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا يَدِيْنُوْنَ دِيْنَ الْحَقِّ مِنَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا

حرام جانتے ہیں اس کو جس کو حرام کیا اللہ نے اور اس کے رسول نے اور نہ قبول کرتے ہیں دین سچا ان لوگوں میں سے

الْكِتٰبَ حَتّٰى يُعْطُوا الْجِزْيَةَ عَنْ يَّدٍ وَّهُمْ صٰغِرُوْنَ ﴿۲۹﴾ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ عُزَيْرُ ابْنُ ع ۵ ۱۰

جو کہ اہل کتاب ہیں، یہاں تک کہ وہ جزیہ دیں اپنے ہاتھ سے ذلیل ہو کر ف۲۶ اور یہود نے کہا کہ عزیز اللہ کا بیٹا ہے ف۲۷

اللّٰهِ وَقَالَتِ النَّصٰرَى الْمَسِيْحُ ابْنُ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ قَوْلُهُمْ بِاَفْوَاهِهِمْ ۚ يُضَاهِـُٔوْنَ

اور نصاریٰ نے کہا کہ مسیح اللہ کا بیٹا ہے، یہ باتیں کہتے ہیں اپنے منہ سے، ریس کرنے لگے اگلے

قَوْلَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَبْلُ ؕ قٰتَلَهُمُ اللّٰهُ ۚ اَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۰﴾

کافروں کی بات کی ف۲۸ ہلاک کرے ان کو اللہ، کہاں سے پھرے جاتے ہیں ف۲۹

فائدہ:[۲۳]...... چنانچہ ہوازن وغیرہ کو اس کے بعد توبہ نصیب ہوئی اور اکثر مسلمان ہو گئے۔

فائدہ:[۲۴] کفار ومشرکین کے حدود حرم میں داخلے کی ممانعت:...... جب حق تعالیٰ نے شرک کی قوت کو توڑ کر جزیرۃ العرب کا صدر مقام (مکہ معظمہ) فتح کرا دیا اور قبائل عرب جوق در جوق دائرہ اسلام میں داخل ہونے لگے تب ۹ سنہ ہجری میں یہ اعلان کرایا گیا کہ آئندہ کوئی مشرک (یا کافر) مسجدِ حرام میں داخل نہ ہو بلکہ اس کے نزدیک یعنی حدودِ حرم میں بھی نہ آنے پائے۔ کیونکہ ان کے قلوب شرک وکفر کی نجاست سے اس قدر پلید اور گندے ہیں کہ اس سب سے بڑے مقدس مقام اور مرکز توحید وایمان میں داخل ہونے کے لائق نہیں، اس کے بعد صحیح احادیث سے ثابت ہے کہ حضور ﷺ نے جزیرۃ العرب سے مشرکین اور یہود ونصاریٰ سب کے نکال دینے کا حکم دیا۔ چنانچہ حضور کی آخری وصیت کے موافق حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے زمانہ میں یہ حکم عملاً نافذ ہوا، اب بطور استیلاء یا توطن کفار کے وہاں رہنے پر مسلمانوں کو رضامند ہونا جائز نہیں بلکہ تطہیر جزیرۃ العرب بقدر استطاعت ان کا فریضہ ہے۔ ہاں! حنفیہ کے نزدیک کوئی کافر مسافرانہ عارضی طور پر امام کی اجازت سے وہاں جاسکتا ہے بشرطیکہ امام اتنی اجازت دینا خلافِ مصلحت نہ سمجھے۔ باقی حج وعمرہ کی غرض سے داخل ہونے کی کسی کافر کو اجازت نہیں کما ورد فی الحدیث "الا لا یحجن بعد العام مشرک"۔

فائدہ:[۲۵] نعم البدل:...... حرم میں مشرکین کی آمد ورفت بند کر دینے سے مسلمانوں کو اندیشہ ہوا کہ تجارت وغیرہ کو بڑا نقصان پہنچے گا اور جو سامانِ تجارت یہ لوگ لاتے تھے وہ نہیں آئے گا۔ اس لیے تسلی کر دی کہ اس سے مت گھبراؤ تم کو غنا عطا فرمانا محض اس کی مشیت پر موقوف ہے، وہ چاہے گا تو کچھ دیر نہ لگے گی۔ چنانچہ یہی ہوا، خدا نے سارا ملک مسلمان کر دیا، مختلف بلاد وامصار سے تجارتی سامان آنے لگا، بارشیں خوب ہوئیں جس سے پیداوار بڑھ گئی، فتوحات وغنائم کے دروازے کھول دیئے، اہلِ کتاب وغیرہ سے جزیہ کی رقوم وصول ہونے لگیں۔ غرض مختلف طرح سے حق تعالیٰ نے اسبابِ غنا جمع کر دیئے، بے شک خدا کا کوئی حکم حکمت سے خالی نہیں۔

فائدہ:[۲۶] اہل کتاب کی قوت وشوکت کو توڑنے کا حکم:...... جب مشرکین کا قصہ پاک ہو گیا اور ملکی سطح ذرا ہموار ہوئی تو حکم ہوا کہ اہل کتاب (یہود ونصاریٰ) کی قوت وشوکت کو توڑو۔ مشرکین کے وجود سے تو بالکل عرب کو پاک کر دینا مقصود تھا لیکن یہود ونصاریٰ کے متعلق اُس وقت صرف اسی قدر مطمح نظر تھا کہ وہ اسلام کے مقابلہ میں زور نہ پکڑیں اور اس کی اشاعت وترقی کے راستہ میں حائل نہ ہوں، اس لیے اجازت دی گئی کہ اگر یہ لوگ ماتحت رعیت بن کر جزیہ دینا منظور کریں تو کچھ مضائقہ نہیں، قبول کر لو، پھر حکومتِ اسلامیہ ان کے جان ومال کی محافظ ہوگی ورنہ ان کا علاج بھی وہی ہے جو مشرکین کا تھا (یعنی مجاہدانہ قتال) کیونکہ یہ بھی اللہ اور یومِ آخرت پر جیسا چاہیے ایمان نہیں رکھتے، نہ خدا اور رسول کے احکام کی کچھ پروا کرتے ہیں، رسول کریم ﷺ کی تو کجا، اپنے تسلیم کردہ نبی حضرت مسیح علیہ السلام کی سچی پیروی نہیں کرتے محض اَہواء وآراء کا اتباع کرتے ہیں، جو سچا دین پہلے آیا، یعنی حضرت مسیح علیہ السلام وغیرہ کے زمانہ میں اور جو اب نبی آخر الزماں ﷺ لے کر آئے، کسی کے قائل نہیں۔ بلکہ جیسا کہ عنقریب آتا ہے کہ اس کوشش میں لگے رہتے ہیں کہ خدا کا روشن کیا ہوا چراغ اپنی پھونکوں سے گل کر دیں، ایسے بدباطن نالائقوں کو اگر یوں ہی چھوڑ دیا جائے تو ملک میں فتنہ وفساد اور کفر وتمرد کے شعلے برابر بھڑکتے رہیں گے۔

فائدہ:[۲۷] بعض یہود کا عقیدہ:...... روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ اس وقت بعض یہود کا یہ عقیدہ تھا کہ حضرت عزیر علیہ السلام خدا کے بیٹے ہیں لیکن یہ عقیدہ عام یہود کا نہ تھا۔ اور زمانہ مابعد میں تو بعض علماء نے لکھا ہے کہ اب کوئی یہودی اس عقیدہ کا باقی نہیں رہا۔ اگر عہد نبوی میں یہود کا کوئی فرقہ اس کا قائل نہ ہوتا تو ضرور تھا کہ اس وقت یہود قرآن کی حکایت کی تغلیط کرتے جیسا کہ ﴿اَتَّخَذُوۡۤا اَحۡبَارَهُمۡ وَرُهۡبَانَهُمۡ اَرۡبَابًا مِّنۡ دُوۡنِ اللّٰهِ﴾ الآیۃ کو سن کر عدی بن حاتم نے اعتراض کیا تھا کہ احبار ورُہبان کو رب تو کوئی نہیں مانتا، اس کا جواب نبی کریم ﷺ نے دیا جو

آگے آتا ہے۔ پس ابنیت عزیر کے عقیدہ کو ان کی طرف نسبت کرنا، اور ان کا اعتراض و انکار کہیں منقول نہ ہونا اس کی دلیل ہے کہ ضرور اس وقت اس خیال کے لوگ موجود تھے۔ ہاں ایسے مرور دھور سے بہت سے مذاہب اور فرقے مٹ مٹا گئے، وہ بھی نابود ہو گیا ہو تو کچھ مستبعد نہیں، ہاں ہم سے ایک نہایت ثقہ بزرگ (حاجی امیر شاہ خان مرحوم) نے بیان کیا کہ سیاحتِ فلسطین وغیرہ کے دوران مجھے بعض یہود اس خیال کے ملے جن کو اسی عقیدہ کی نسبت سے عزیری کہا جاتا ہے۔ واللہ اعلم!

فَائِدَہ: [۲۸]...... یعنی "ابنیت" یا "الوہیت" مسیح وغیرہ کا عقیدہ پرانے مشرکین کے عقیدہ کے مشابہ ہے، بلکہ ان ہی کی تقلید میں یہ اختیار کیا ہے جیسا کہ سورۂ مائدہ [آیت: ۷۲، ۷۳] کے فوائد میں ہم نقل کر چکے ہیں۔

فَائِدَہ: [۲۹]...... یعنی خدا ان کو غارت کرے توحید کی صاف اور تیز روشنی پہنچنے کے بعد کدھر اندھیرے میں چلے جا رہے ہیں؟

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ

ٹھہرا لیا اپنے عالموں اور درویشوں کو خدا اللہ کو چھوڑ کر ف ۳۰ اور مسیح مریم کے بیٹے کو بھی اور ان کو

اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝۳۱

حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک معبود کی، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، وہ پاک ہے ان کے شریک بتلانے سے

يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَيَاْبَى اللّٰهُ اِلَّآ اَنْ يُّتِمَّ نُوْرَهٗ وَلَوْ كَرِهَ

چاہتے ہیں کہ بجھا دیں روشنی اللہ کی اپنے منہ سے اور اللہ نہ رہے گا بدون پورا کیے اپنی روشنی کے اور پڑے

الْكٰفِرُوْنَ ۝۳۲ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ

برا مانیں کافر ف ۳۱ اسی نے بھیجا اپنے رسول کو ہدایت اور سچا دین دے کر تاکہ اس کو غلبہ دے ہر دین

كُلِّهٖ ۙ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ۝۳۳ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْاَحْبَارِ

پر اور پڑے برا مانیں مشرک ف ۳۲ اے ایمان والو بہت سے عالم اور درویش اہل

وَالرُّهْبَانِ لَيَاْكُلُوْنَ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ

کتاب کے کھاتے ہیں مال لوگوں کے ناحق اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے ف ۳۳

وَالَّذِيْنَ يَكْنِزُوْنَ الذَّهَبَ وَالْفِضَّةَ وَلَا يُنْفِقُوْنَهَا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۙ فَبَشِّرْهُمْ

اور جو لوگ گاڑھ کر رکھتے ہیں سونا اور چاندی اور اس کو خرچ نہیں کرتے اللہ کی راہ میں سو ان کو خوشخبری سنا دے

بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝۳۴ يَّوْمَ يُحْمٰى عَلَيْهَا فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ فَتُكْوٰى بِهَا جِبَاهُهُمْ

عذاب دردناک کی ف ۳۴ جس دن کہ آگ دہکائیں گے اس مال پر دوزخ کی پھر داغیں گے اس سے ان کے ماتھے

النصف

وَجُنُوبُهُمْ وَظُهُورُهُمْ ۖ هٰذَا مَا كَنَزْتُمْ لِأَنفُسِكُمْ فَذُوقُوا مَا كُنتُمْ تَكْنِزُونَ ﴿٣٥﴾

اور کروٹیں اور پیٹھیں (کہا جائے گا) یہ ہے جو تم نے گاڑھ کر رکھا تھا اپنے واسطے اب مزہ چکھو اپنے گاڑھنے کا ف ۳۵

فَائِدَۃ: [۳۰] اہل کتاب اوران کے پیشواؤں کی حالت:...... ان کے علماء ومشائخ جو کچھ اپنی طرف سے مسئلہ بنادیتے خواہ حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہہ دیتے اسی کو سند سمجھتے کہ بس خدا کے ہاں ہم کو چھٹکارا ہوگیا، کتب سماویہ سے کچھ سروکار نہ رکھا تھا، محض احبار ورُہبان کے احکام پر چلتے تھے۔اوران کا یہ حال تھا کہ تھوڑا سا مال یا جاہی فائدہ دیکھا اور حکم شریعت کو بدل ڈالا جیسا کہ دوتین آیتوں کے بعد مذکور ہے۔پس جو منصب خدا کا تھا (یعنی حلال وحرام کی تشریع) وہ علماء ومشائخ کو دے دیا گیا تھا، اس لحاظ سے فرمایا کہ انہوں نے عالموں اور درویشوں کو خدا ٹھہرالیا۔ نبی کریم ﷺ نے عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ کے اعتراض کا جواب دیتے ہوئے اسی طرح کی تشریح فرمائی ہے، اور حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ سے بھی ایسا ہی منقول ہے۔حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''عالم کا قول عوام کو سند ہے، جب تک وہ شرع سے سمجھ کر کہے، جب معلوم ہو کہ خود اپنی طرف سے کہا، یا طمع وغیرہ سے کہا پھر سند نہیں۔''

فَائِدَۃ: [۳۱] آفتاب اسلام چمکتا ہی رہے گا:...... یعنی توحیدِ خالص اور اسلام کا آفتاب جب چمک اٹھا، پھر یہ دُوغلی باتیں اور مشرکانہ دعاوی کہاں فروغ پاسکتے ہیں؟ یہ کوشش کہ بے حقیقت اور بے مغز باتیں بناکر اور فضول بحث وجدل کرکے نورِ حق کو مدھم کردیں، ایسی ہے کہ کوئی بے وقوف منہ سے پھونکیں مار کر چاند یا سورج کی روشنی کو بجھانا اور ماند کرنا چاہے، یاد رکھو خواہ یہ کتنے ہی جلیں مگر خدا نورِ اسلام کو پوری طرح پھیلا کر رہے گا۔

فَائِدَۃ: [۳۲] دین اسلام غالب ہو کر ہی رہے گا:...... اسلام کا غلبہ باقی ادیان پر معقولیت اور حجت ودلیل کے اعتبار سے، یہ تو ہر زمانہ میں بحمد اللہ نمایاں طور پر حاصل رہا ہے۔باقی حکومت وسلطنت کے اعتبار سے وہ اس وقت حاصل ہوا ہے اور ہوگا جبکہ مسلمان اصولِ اسلام کے پوری طرح پابند اور ایمان والتقویٰ کی راہوں میں مضبوط اور جہاد فی سبیل اللہ میں ثابت قدم تھے یا آئندہ ہوں گے، اور دینِ حق کا ایسا غلبہ کہ باطل ادیان کو مغلوب کرکے بالکل صفحۂ ہستی سے محو کردے، یہ نزولِ مسیح علیہ السلام کے بعد قریب قیامت کے ہونے والا ہے۔

فَائِدَۃ: [۳۳] مشائخ اہل کتاب کا مکر اور مسلمانوں کو تنبیہ:...... یعنی روپیہ لے کر احکام شرعیہ اور اخبار الٰہیہ کو بدل ڈالتے ہیں۔ادھر عوام الناس نے انہیں جیسے پہلے گزرا خدائی کا مرتبہ دے رکھا ہے جو کچھ غلط سلط کہہ دیں وہ ہی ان کے نزدیک حجت ہے۔اس طرح یہ علماء ومشائخ نذرانے وصول کرنے، نکے بٹورنے اور اپنی سیادت وریاست قائم رکھنے کے لیے عوام کو مکروفریب کے جال میں پھنسا کر راہِ حق سے روکتے رہتے ہیں، کیونکہ عوام اگر اُن کے جال سے نکل جائیں اور دین حق اختیار کرلیں تو ساری آمدنی بند ہوجائے۔یہ حال مسلمانوں کو سنایا تاکہ متنبہ ہوجائیں کہ امتوں کی خرابی اور تباہی کا بڑا سبب تین جماعتوں کا خراب وبے راہ ہونا اور اپنے فرائض کو چھوڑ دینا ہے۔علماء مشائخ اور اغنیاء ورُؤسا، ان میں سے دو کا ذکر تو ہوچکا۔تیسری جماعت (رؤسا) کا آگے آتا ہے۔ابن المبارک رحمۃ اللہ علیہ نے خوب فرمایا: ''وَهَلْ أَفْسَدَ الدِّيْنَ إِلَّا الْمُلُوْكُ وَأَحْبَارُ سُوْءٍ وَرُهْبَانُهَا۔''

فَائِدَۃ: [۳۴] ...... جو لوگ دولت اکٹھی کریں خواہ حلال طریقہ سے ہو مگر خدا کے راستہ میں خرچ نہ کریں (مثلاً زکوٰۃ نہ دیں اور حقوق واجبہ نہ نکالیں) ان کی یہ سزا ہے تو اسی سے ان احبار ورہبان کا انجام معلوم کرلو جو حق کو چھپا کر یا بدل کر روپیہ بٹورتے ہیں اور ریاست قائم رکھنے کی حرص میں عوام کو خدا کے راستہ سے روکتے پھرتے ہیں۔بہر حال دولت وہ اچھی ہے جو آخرت میں وبال نہ بنے۔

فَائِدَۃ: [۳۵] بخیل دولت مند کا انجام:...... بخیل دولت مند سے جب خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کو کہا جائے تو اس کی پیشانی پر بل

پڑ جاتے ہیں، زیادہ کہو تو اعراض کر کے ادھر سے پہلو بدل لیتا ہے، اگر اس پر بھی جان نہ بچی تو پیٹھ پھیر کر چل دیتا ہے۔ اس لیے سونا چاندی تپا کر ان ہی تین موقعوں (پیشانی پہلو، پیٹھ) پر داغ دیے جائیں گے تا کہ اس کے جمع کرنے اور گاڑنے کا مزہ چکھ لے۔

اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ اثْنَا عَشَرَ شَهْرًا فِيْ كِتٰبِ اللّٰهِ يَوْمَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

مہینوں کی گنتی اللہ کے نزدیک بارہ مہینے ہیں اللہ کے حکم میں جس دن اس نے پیدا کیے تھے آسمان

وَالْاَرْضَ مِنْهَآ اَرْبَعَةٌ حُرُمٌ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ فَلَا تَظْلِمُوْا فِيْهِنَّ

اور زمین ان میں چار مہینے ہیں ادب کے یہی ہے سیدھا دین ف۳۶ سو ان میں ظلم مت کرو

اَنْفُسَكُمْ وَقَاتِلُوا الْمُشْرِكِيْنَ كَآفَّةً كَمَا يُقَاتِلُوْنَكُمْ كَآفَّةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ

اپنے اوپر اور لڑو سب مشرکوں سے ہر حال میں جیسے وہ لڑتے ہیں تم سب سے ہر حال میں اور جان لو کہ اللہ ساتھ

مَعَ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنَّمَا النَّسِيْٓءُ زِيَادَةٌ فِي الْكُفْرِ يُضَلُّ بِهِ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُحِلُّوْنَهٗ

ہے ڈرنے والوں کے ف۳۷ یہ جو مہینہ ہٹا دینا ہے سو بڑھائی ہوئی بات ہے کفر کے عہد میں گمراہی میں پڑتے ہیں اس سے کافر

عَامًا وَّيُحَرِّمُوْنَهٗ عَامًا لِّيُوَاطِـُٔوْا عِدَّةَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَيُحِلُّوْا مَا حَرَّمَ اللّٰهُ ؕ زُيِّنَ

حلال کر لیتے ہیں اس مہینہ کو ایک برس اور حرام رکھتے ہیں دوسرے برس تا کہ پوری کر لیں گنتی ان مہینوں کی جو اللہ نے ادب کے لیے رکھے ہیں،

لَهُمْ سُوْٓءُ اَعْمَالِهِمْ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ ع ۱۱

پھر حلال کر لیتے ہیں جو مہینہ اللہ نے حرام کیا، بھلے کر دیے گئے ان کی نظر میں ان کے برے کام، اور اللہ راستہ نہیں دیتا کافر لوگوں کو ف۳۸

فَائِدَة: [۳۶] مہینہ آگے پیچھے کرنے کی رسم: ...... میرے نزدیک اوپر سے سلسلہ مضمون کا یوں ہے کہ گذشتہ رکوع میں مشرکین کے بعد اہلِ کتاب (یہود و نصاریٰ) سے جہاد کرنے کا حکم دیا۔ پھر رکوعِ حاضر کے شروع میں بتلایا کہ ان کے عقائد اور طور و طریق بھی مشرکین سے ملتے جلتے ہیں، ان کا عزیر و مسیح علیہما السلام کو خدا کا بیٹا کہنا ایسا ہی ہے جیسے مشرکین "ملائکۃ اللہ" کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے، بلکہ نصاریٰ میں "ابنیتِ مسیح" کا عقیدہ مشرکین کی تقلید سے آیا ہے۔ وہ بتوں کو خدائی کا درجہ دیتے ہیں انہوں نے مسیح و روح القدس کو خدا ٹھہرا لیا، باوجود دعوائے کتاب کے احبار و رہبان کے احکام کو شریعتِ الٰہیہ کا بدل تجویز کر لیا، یعنی احبار و رہبان رشوتیں لیکر اور حرام مال کھا کر جس چیز کو حلال یا حرام کر دیتے۔ احکام سماوی کی جگہ ان ہی کو قبول کر لیا جاتا، انکا یہ طریقہ ٹھیک مشرکین کے طریقہ سے مشابہ ہے۔ انکے سرگروہ [سردار، سرغنہ] بھی جس چیز کو چاہتے حلال و حرام ٹھہرا کر خدا کی طرف نسبت کر دیتے تھے جسکا ذکر "انعام" (آیت: ۱۳۶-۱۴۱) میں مفصل گزر چکا اور یہاں بھی اس کی ایک مثال بیان کی جاتی ہے۔ عرب میں قدیم سے معمول چلا آتا تھا کہ سال کے بارہ مہینوں میں سے چار مہینے "اَشہُرِ حُرُم" (خاص ادب و احترام کے مہینے) یعنی ذوالقعدہ، ذوالحجہ، محرم، رجب۔ ان میں خونریزی اور جدال و قتال قطعاً بند کر دیا جاتا تھا، حج و عمرہ اور تجارتی کاروبار کیلئے امن و امان کیساتھ آزادی سے سفر کر سکتے تھے، کوئی شخص ان ایام میں اپنے باپ کے قاتل سے بھی تعرض نہ کرتا تھا

بلکہ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اصل ملتِ ابراہیمی میں یہ چار ماہ ''اَشہرِ حرم'' قرار دیے گئے تھے۔ اسلام سے ایک مدت پہلے جب عرب کی وحشت و جہالت حد سے بڑھ گئی اور باہمی جدال وقتال میں بعض بعض قبائل کی درندگی اور انتقام کا جذبہ کسی آسمانی یا زمینی قانون کا پابند نہ رہا تو ''نسیء'' کی رسم نکالی یعنی جب کسی زور آور قبیلہ کا ارادہ ماہ محرم میں جنگ کرنے کا ہوا تو ایک سردار نے اعلان کر دیا کہ امسال ہم نے محرم کو اَشہرِ حرم سے نکال کر اُسکی جگہ صفر کو حرام کر دیا، پھر اگلے سال کہہ دیا کہ اس مرتبہ حسبِ دستورِ قدیم محرم حرام اور صفر حلال رہے گا، اس طرح سال میں چار مہینوں کی گنتی تو پوری کر لیتے لیکن اُنکی تعیین میں حسبِ خواہش ردّ و بدل کرتے رہتے تھے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کی تحقیق کے موافق ''نسیء'' (مہینہ آگے پیچھے کرنے) کی رسم صرف محرم و صفر میں ہوتی تھی اور اسکی وہ ہی صورت تھی جو اوپر مذکور ہوئی۔ امام مغازی محمد بن اسحاق نے لکھا ہے کہ پہلا شخص جس نے یہ رسم جاری کی ''قلمّس کنانی'' تھا، پھر اسکی اولاد در اولاد یوں ہی ہوتا چلا آیا، آخر میں اُسی کی نسل سے ''ابو ثمامہ جنادہ بن عوف کنانی'' کا معمول تھا کہ ہر سال موسمِ حج میں اعلان کیا کرتا کہ امسال محرم اَشہرِ حرم میں داخل رہیگا یا صفر۔ اسی طرح محرم و صفر میں سے ہر مہینہ کبھی حلال اور کبھی حرام کیا جاتا تھا اور عام طور پر لوگ اسی کو قبول کر لیتے تھے۔ گویا عہدِ جاہلیت میں کافروں کے کفر و گمراہی کو بڑھانے والی ایک چیز یہ بھی تھی کہ خدا کے حلال یا حرام کیے ہوئے مہینہ کو بدل ڈالنے کا حق کنانہ کے ایک سردار کو سونپ دیا گیا تھا، ٹھیک اسی طرح یہود و نصاریٰ کا حال تھا کہ انہوں نے تحلیل و تحریم کی باگ طامع اور غرض پرست احبار و رُہبان کے ہاتھ میں دیدی تھی۔ دونوں جماعتوں کی مشابہت ظاہر کرنے کیلئے ''نسیء'' کی رسم کا یہاں ذکر کیا گیا اور ﴿اِنَّ عِدَّةَ الشُّهُوْرِ عِنْدَ اللّٰهِ﴾ الآیۃ اسکے رَد کی تمہید ہے۔ یعنی آج سے نہیں جب سے آسمان و زمین پیدا کیے خدا کے نزدیک بہت سے احکامِ شرعیہ جاری کرنے کیلئے سال کے بارہ مہینہ رکھے گئے ہیں جن میں سے چار اَشہرِ حرم (ادب کے مہینے) ہیں۔ جن میں گناہ و ظلم سے بچنے کا اور زیادہ اہتمام کرنا چاہیے، یہ ہی سیدھا دین (ابراہیم علیہ السلام کا) ہے۔

فَائِدَة:[۳۷] حرمت والے مہینوں میں جہاد: ...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس آیت سے نکلتا ہے کہ کافروں سے لڑنا ہمیشہ رَوا ہے، (چنانچہ ''غزوہ تبوک'' جس کا آگے ذکر آتا ہے، ماہ رجب میں ہوا) اور آپس میں ظلم کرنا ہمیشہ گناہ ہے، ان مہینوں میں زیادہ۔ اکثر علماء کی رائے یہی ہے لیکن بہتر ہے کہ اگر کوئی کافر ان مہینوں کا ادب کرے تو ہم بھی اُس سے لڑائی کی ابتدا نہ کریں۔

فَائِدَة:[۳۸] ...... یعنی برے کام کو اچھا سمجھ رہے ہیں، جب سمجھ الٹ جائے تو بھلائی کا رستہ کہاں ملے؟ اس آیت میں جو رسم نسیء کا ذکر فرمایا ہے، اس کی تفصیل گذشتہ آیت کے فوائد پر زیر آیت ﴿ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ گزر چکی۔

تنبیہ: ...... بعض اقوام جو اپنے مہینوں کا حساب درست رکھنے کیلئے لوند [ہر تین سال کے بعد بڑھائے جانیوالا مہینہ تاکہ قمری سال شمسی سال کے برابر ہو جائے] کا مہینہ ہر تیسرے سال بڑھاتی ہیں، وہ نسیء میں داخل نہیں۔ اور بعض اکابر سلف سے جو نسیء کے تحت میں یہ منقول ہے کہ عرب جاہلیت میں سال کے مہینوں کا عدد بدل ڈالتے تھے۔ مثلاً بارہ کے چودہ مہینے بنا لیے یا حساب میں ایسی گڑبڑی کی کہ جو ذوالقعدہ تھا وہ ذوالحجہ بن گیا حتیٰ کہ ۹ ھ ہجری میں ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا حج بھی انکے حساب سے ذیقعدہ میں ہوا اور حدیث ''ان الزمان قد استدار کھیئتہ'' کی تقریر بھی اسی اصول کے موافق کی گئی، ان سب چیزوں پر حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے تعقب کیا ہے من شاء فلیراجعہ، یہاں اس پر مفصل بحث کی گنجائش نہیں، اگر مستقل تفسیر قرآن لکھنے کی توفیق ہوئی جیسا کہ ارادہ ہے تو وہاں تفصیلی کلام کیا جائے گا۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَا لَكُمْ اِذَا قِيْلَ لَكُمُ انْفِرُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اثَّاقَلْتُمْ اِلَى

اے ایمان والو تم کو کیا ہوا جب تم سے کہا جاتا ہے کہ کوچ کرو اللہ کی راہ میں تو گرے جاتے

الْاَرْضِ ۭ اَرَضِيْتُمْ بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا مِنَ الْاٰخِرَةِ ۚ فَمَا مَتَاعُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فِي

ہو زمین پر کیا خوش ہو گئے دنیا کی زندگی پر آخرت کو چھوڑ کر سو کچھ نہیں نفع اٹھانا دنیا کی زندگی کا آخرت

الْاٰخِرَةِ اِلَّا قَلِيْلٌ ۝۳۸ اِلَّا تَنْفِرُوْا يُعَذِّبْكُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ وَّيَسْتَبْدِلْ قَوْمًا

کے مقابلہ میں مگر بہت تھوڑا ف۳۹ اگر تم نہ نکلو گے تو دے گا تم کو عذاب دردناک اور بدلے میں لائے گا اور لوگ

غَيْرَكُمْ وَلَا تَضُرُّوْهُ شَيْــــًٔا ۭ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝۳۹ اِلَّا تَنْصُرُوْهُ فَقَدْ

تمہارے سوا اور کچھ نہ بگاڑ سکو گے تم اس کا اور اللہ سب چیز پر قادر ہے ف۴۰ اگر تم نہ مدد کرو گے رسول کی تو

نَصَرَهُ اللّٰهُ اِذْ اَخْرَجَهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ثَانِيَ اثْنَيْنِ اِذْ هُمَا فِي الْغَارِ اِذْ يَقُوْلُ

اس کی مدد کی ہے اللہ نے جس وقت اس کو نکالا تھا کافروں نے کہ وہ دوسرا تھا دو میں کا جب وہ دونوں تھے غار میں جب وہ کہہ رہا تھا

لِصَاحِبِهٖ لَا تَحْزَنْ اِنَّ اللّٰهَ مَعَنَا ۚ فَاَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلَيْهِ وَاَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ

اپنے رفیق سے تو غم نہ کھا بے شک اللہ ہمارے ساتھ ہے پھر اللہ نے اتاری اپنی طرف سے اس پر تسکین اور اس کی مدد کو

تَرَوْهَا وَجَعَلَ كَلِمَةَ الَّذِيْنَ كَفَرُوا السُّفْلٰى ۭ وَكَلِمَةُ اللّٰهِ هِىَ الْعُلْيَا ۭ وَاللّٰهُ

وہ فوجیں بھیجیں کہ تم نے نہیں دیکھیں اور نیچے ڈالی بات کافروں کی اور اللہ کی بات ہمیشہ اوپر ہے اور اللہ

عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۴۰ اِنْفِرُوْا خِفَافًا وَّثِقَالًا وَّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِكُمْ وَاَنْفُسِكُمْ فِيْ

زبردست ہے حکمت والا ف۴۱ نکلو ہلکے اور بوجھل ف۴۲ اور لڑو اپنے مال سے اور جان سے

سَبِيْلِ اللّٰهِ ۭ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝۴۱ لَوْ كَانَ عَرَضًا قَرِيْبًا

اللہ کی راہ میں یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اگر تم کو سمجھ ہے ف۴۳ اگر مال ہوتا نزدیک

وَّسَفَرًا قَاصِدًا لَّاتَّبَعُوْكَ وَلٰكِنْۢ بَعُدَتْ عَلَيْهِمُ الشُّقَّةُ ۭ وَسَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ

اور سفر ہلکا تو وہ لوگ ضرور تیرے ساتھ ہو لیتے لیکن لمبی نظر آئی ان کو مسافت ف۴۴ اور اب قسمیں کھائیں گے

لَوِ اسْتَطَعْنَا لَخَرَجْنَا مَعَكُمْ ۚ يُهْلِكُوْنَ اَنْفُسَهُمْ ۚ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اِنَّهُمْ

اللہ کی کہ اگر ہم سے ہو سکتا تو ہم ضرور چلتے تمہارے ساتھ، وبال میں ڈالتے ہیں اپنی جانوں کو اور اللہ جانتا ہے

ع ۱۲ لَكٰذِبُوْنَ ۝۴۲ عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ ۚ لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا

کہ وہ جھوٹے ہیں ف۴۵ اللہ بخشے تجھ کو، کیوں رخصت دے دی تو نے ان کو یہاں تک کہ ظاہر ہو جاتے تجھ پر سچ کہنے والے

وَتَعۡلَمَ الۡكٰذِبِيۡنَ ﴿۴۳﴾ لَا يَسۡتَاۡذِنُكَ الَّذِيۡنَ يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ اَنۡ

اور جان لیتا تو جھوٹوں کو ف۴۶ نہیں رخصت مانگتے تجھ سے وہ لوگ جو ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اس

يُّجَاهِدُوۡا بِاَمۡوَالِهِمۡ وَاَنۡفُسِهِمۡ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌۢ بِالۡمُتَّقِيۡنَ ﴿۴۴﴾ اِنَّمَا يَسۡتَاۡذِنُكَ

سے کہ لڑیں اپنے مال اور جان سے اور اللہ خوب جانتا ہے ڈر والوں کو رخصت وہی مانگتے ہیں

الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ وَارۡتَابَتۡ قُلُوۡبُهُمۡ فَهُمۡ فِىۡ رَيۡبِهِمۡ يَتَرَدَّدُوۡنَ ﴿۴۵﴾

تجھ سے جو نہیں ایمان لائے اللہ پر اور آخرت کے دن پر اور شک میں پڑے ہیں دل ان کے سو وہ اپنے شک ہی میں بھٹک رہے ہیں ف۴۷

فائدہ:[۳۹] غزوہ تبوک اور جہاد کی ترغیب شدید:...... یہاں سے غزوہ تبوک کیلئے مومنین کو اُبھارا گیا ہے گذشتہ رکوع سے پہلے رکوع میں ﴿قَاتِلُوا الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاللّٰهِ وَلَا بِالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ﴾ سے اہلِ کتاب کے مقابلہ میں جہاد کرنے کی ترغیب دی گئی تھی، درمیان میں جو ذیلی مضامین آئے انکا ربط موقع بہ موقع ظاہر ہوتا رہا ہے، گویا وہ سب رکوعِ حاضر کی تمہید تھی اور رکوعِ حاضر غزوہ تبوک کے بیان کی تمہید ہے۔ فتح مکہ وغزوہ حنین کے بعد ۹ھ ہجری میں نبی کریم ﷺ کو معلوم ہوا کہ شام کا نصرانی بادشاہ (ملکِ غسان) قیصرِ روم کی مدد سے مدینہ پر چڑھائی کرنیوالا ہے، حضور نے مناسب سمجھا کہ ہم خود حدودِ شام پر اقدام کر کے اسکا جواب دیں، اِس کیلئے آپ نے عام طور پر مسلمانوں کو حکم دیا کہ جہاد کیلئے تیار ہو جائیں۔ گرمی سخت تھی، قحط سالی کا زمانہ تھا، کھجور کی فصل پک رہی تھی، سایہ خوشگوار تھا، پھر اس قدر بعید مسافت طے کر کے جانا اور نہ صرف ملک غسان بلکہ قیصرِ روم کی باقاعدہ اور سروسامان سے آراستہ افواج سے نبرد آزما ہونا، کوئی کھیل تماشا نہ تھا۔ ایسی مہم میں مومنینِ مخلصین کے سوا کس کا حوصلہ تھا کہ جانبازانہ قدم اٹھا سکتا؟ چنانچہ منافقین جھوٹے حیلے بہانے تراش کر کھسکنے لگے، بعض مسلمان بھی ایسے سخت وقت میں اس طویل وصعب سفر سے کترا رہے تھے جن میں بہت سے تو آخر کار ساتھ ہو لیے اور گنے چنے آدمی رہ گئے جن کو کسل وتقاعد نے اس شرفِ عظیم کی شرکت سے محروم رکھا۔ نبی کریم ﷺ تقریباً تیس ہزار سرفروش مجاہدین کا لشکرِ جرار لیکر حدودِ شام کی طرف روانہ ہو گئے اور مقام تبوک میں ڈیرے ڈال دیئے۔ اِدھر قیصرِ روم کے نام نامۂ مبارک لکھا جس میں اسلام کی طرف دعوت دی گئی تھی، حضور کی صداقت اُسکے دل میں گھر کر گئی، مگر قوم نے موافقت نہ کی، اسلئے قبولِ اسلام سے محروم رہا، شام والوں کو جب حضور ﷺ کے ارادے کی اطلاع ہوئی قیصرِ روم سے ظاہر کیا، اس نے مدد نہ کی، ان لوگوں نے اطاعت کی مگر اسلام نہ لائے۔ تھوڑی مدت کے بعد حضور ﷺ کی وفات ہوئی اور فاروقِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں تمام ملکِ شام فتح ہوا۔ جب حضور ﷺ تبوک سے غالب ومنصور واپس تشریف لائے اور خدا نے بڑی بڑی سلطنتوں پر اسلام کی دھاک بٹھلا دی تو منافقینِ مدینہ بہت فضیحت (رُسوا) ہوئے۔ نیز چند سچے مسلمان جو محض سستی اور کسل کی بنا پر نہ گئے تھے بے حد نادم ومتحسر تھے۔ اس رکوع کے شروع سے بہت دور تک ان ہی واقعات کا ذکر ہے مگر زیادہ منافقین کی حرکات بیان ہوئی ہیں کہیں کہیں مسلمانوں کو خطاب اور اُنکے احوال سے تعرض کیا گیا ہے۔ آیت حاضرہ میں مسلمانوں کو بڑی شدت سے جہاد کی طرف ابھارا اور بتلایا ہے کہ تھوڑے سے عیش وآرام میں پھنس کر جہاد کو چھوڑنا گویا بلندی سے پستی کی طرف گر جانے کا مرادف ہے، مومنِ صادق کی نظر میں دنیا کے عیش وآرام کی آخرت کے مقابلہ میں کوئی وقعت نہ ہونی چاہیے۔ حدیث میں ہے کہ اگر خدا کے نزدیک دنیا کی وقعت پر پشہ [مچھر کے پر] کے برابر ہوتی تو کسی کافر کو ایک گھونٹ پانی کا نہ دیتا۔

فائدہ:[۴۰]...... یعنی خدا کا کام تم پر موقوف نہیں، تم اگر سستی کرو گے وہ اپنی قدرتِ کاملہ سے کسی دوسری قوم کو دینِ حق کی خدمت کے

لیے کھڑا کردے گا۔ تم اس سعادت سے محروم رہو گے جو تمہارے ہی نقصان کا موجب ہے ۔

منت منہ کہ خدمتِ سلطاں ہمی کنی منت شناس ازو کہ بخدمت گذاشتت

فَائِدَۃ: [۴۱] غارِ ثور کا عظیم واقعہ:......یعنی بالفرض اگر تم نبی کریم ﷺ کی مدد نہ کرو گے، نہ سہی، اُنکا منصور و کامیاب ہونا کچھ تم پر موقوف نہیں، ایک وقت پہلے ایسا آچکا ہے جب ایک یارِ غار کے سوا کوئی آپ کیساتھ نہ تھا، معدودے چند مسلمان مکہ والوں کے مظالم سے تنگ آکر ہجرت کر گئے تھے، آخر آپ کو بھی ہجرت کا حکم ہوا، مشرکین کا آخری مشورہ یہ قرار پایا تھا کہ ہر قبیلہ کا ایک ایک نوجوان منتخب ہو اور وہ سب ملکر بیک وقت آپ پر تلواروں کی ضرب لگائیں تاکہ خون بہا دینا پڑے تو سب قبائل پر تقسیم ہو جائے اور بنی ہاشم کی یہ ہمت نہ ہو کہ خون کے انتقام میں سارے عرب سے لڑائی مول لیں۔ جس شب میں اس ناپاک کارروائی کو عملی جامہ پہنانے کی تجویز تھی، حضور ﷺ نے اپنے بستر پر حضرت علی رضی اللہ تعالٰی عنہ کو لٹایا، تاکہ لوگوں کی امانتیں احتیاط سے آپ کے بعد مالکوں کے حوالہ کردیں اور حضرت علی کی تسلی فرمائی کہ تمہارا بال بیکا نہ ہوگا، پھر خود بہ نفسِ نفیس ظالموں کے ہجوم میں سے "شاہت الوجوہ" فرماتے ہوئے اور اُنکی آنکھوں میں خاک جھونکتے ہوئے صاف نکل آئے، حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو ساتھ لیا اور مکہ سے چند میل ہٹ کر غارِ ثور میں قیام فرمایا۔ یہ غار پہاڑ کی بلندی پر ایک بھاری مجوّف چٹان ہے، جس میں داخل ہونے کا صرف ایک راستہ تھا وہ بھی ایسا تنگ کہ انسان کھڑے ہو کر یا بیٹھ کر اس میں گھس نہیں سکتا، صرف لیٹ کر داخل ہونا ممکن تھا۔ اوّل حضرت ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ نے اندر جا کر اسے صاف کیا، سب سوراخ کپڑے سے بند کیے کہ کوئی کیڑا کانٹا گزند نہ پہنچا سکے، ایک سوراخ باقی تھا اس میں اپنا پاؤں اڑا دیا، سب انتظام کر کے حضور ﷺ سے اندر تشریف لانے کو کہا، آپ صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے زانو پر سرِ مبارک رکھ کر استراحت فرما رہے تھے کہ سانپ نے ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کا پاؤں ڈس لیا مگر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ پاؤں کو حرکت نہ دیتے تھے مبادا! حضور ﷺ کی استراحت میں خلل پڑے۔ جب آپ ﷺ کی آنکھ کھلی اور قصہ معلوم ہوا تو آپ ﷺ نے لعابِ مبارک صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کے پاؤں کو لگا دیا جس سے فوراً شفا ہوگئی۔ ادھر کفار "قائف" کو ہمراہ لیکر جو نشان ہائے قدم کی شناخت میں ماہر تھا حضور ﷺ کی تلاش میں نکلے، اُس نے غارِ ثور تک نشان قدم کی شناخت کی، مگر خدا کی قدرت کہ غار کے دروازہ پر مکڑی نے جالا تن لیا اور جنگلی کبوتر نے انڈے دیدئے، یہ دیکھ کر سب نے قائف کو جھٹلایا اور کہنے لگے کہ یہ مکڑی کا جالا تو محمد (ﷺ) کی ولادت سے بھی پہلے کا معلوم ہوتا ہے، اگر اندر کوئی داخل ہوتا تو یہ جالا اور انڈے کیسے صحیح وسالم رہ سکتے تھے۔ ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالٰی عنہ کو اندر سے کفار کے پاؤں نظر پڑتے تھے انہیں فکر تھی کہ جان سے زیادہ محبوب جسکے لیے سب کچھ فدا کر چکے ہیں دشمنوں کو نظر نہ پڑ جائیں، گھبرا کر کہنے لگے کہ یارسول اللہ ﷺ! اگر ان لوگوں نے ذرا جھک کر اپنے قدموں کی طرف نظر کی تو ہم کو دیکھ پائیں گے، حضور ﷺ نے فرمایا کہ ابوبکر! تیرا کیا خیال ہے ان دو کی نسبت جنکا تیسرا اللہ ہے، یعنی جب اللہ ہمارے ساتھ ہے تو پھر کس کا ڈر ہے۔ اُس وقت حق تعالٰی نے ایک خاص قسم کی کیفیتِ سکون واطمینان حضور ﷺ کے قلبِ مبارک پر اور آپ کی برکت سے ابوبکر رضی اللہ تعالٰی عنہ کے قلبِ مقدس پر نازل فرمائی اور فرشتوں کی فوج سے حفاظت وتائید کی۔ یہ اسی تائیدِ غیبی کا کرشمہ تھا کہ مکڑی کا جالا جسے ﴿ اَوْھَنَ الْبُیُوْتِ ﴾ [عنکبوت: ۴۱] بتلایا ہے، بڑے بڑے مضبوط ومستحکم قلعوں سے بڑھ کر ذریعۂ تحفظ بن گیا۔ اس طرح خدا نے کافروں کی بات نیچی کی اور اُنکی تدابیر خاک میں ملادیں، آپ تین روز غار میں قیام فرما کر بعافیتِ تمام مدینہ طیبہ پہنچ گئے۔ بے شک انجام کار خدا ہی کا بول بالا رہتا ہے، وہ ہر چیز پر غالب ہے اور اُس کا کوئی کام حکمت سے خالی نہیں۔

تنبیہ:......بعض نے ﴿ وَاَیَّدَہٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْھَا ﴾ سے بدر وحنین وغیرہ میں جو نزولِ ملائکہ ہوا وہ مراد لیا ہے، مگر ظاہر سیاق سے وہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔ واللہ اعلم!

فَائِدَة:[۴۲]......یعنی پیادہ اور سوار، فقیر اور غنی، جوان اور بوڑھے جس حالت میں ہوں نکل کھڑے ہوں۔ نفیرِ عام کے وقت کوئی عذر پیش نہ لائیں۔

فَائِدَة:[۴۳]......یعنی دنیوی اور اخروی ہر حیثیت سے۔

فَائِدَة:[۴۴] منافقین کی منافقت:...... یہ منافقین کو فرمایا کہ اگر سفر ہلکا ہوتا اور بے محنت مالِ غنیمت ہاتھ آنے کی توقع ہوتی تو جلدی سے ساتھ ہو لیتے، لیکن ایسی کٹھن منزلوں کا طے کرنا ان سے کہاں ممکن ہے؟

فَائِدَة:[۴۵]......یا تو نکلنے سے پہلے قسمیں کھا کر طرح طرح کے حیلے حوالے کرینگے کہ آپ انکو مدینہ میں ٹھہرے رہنے کی اجازت دیدیں اور یا آپ کی واپسی کے بعد جھوٹی قسمیں کھا کر باتیں بنائیں گے تا کہ اپنے نفاق پر پردہ ڈالیں حالانکہ خدا سے ان کا جھوٹ اور نفاق پوشیدہ نہیں رہ سکتا۔ یہ نفاق وفریب دہی اور جھوٹی قسمیں کھانا انجام کار انہیں کے حق میں وبالِ جان ہوگا۔

فَائِدَة:[۴۶]"عفا الله عنك":......منافقین جھوٹے عذر کر کے جب مدینہ میں ٹھہرے رہنے کی اجازت طلب کرتے تو آپ اُن کے کید [مکر] ونفاق سے اغماض [چشم پوشی] کر کے اور یہ سمجھ کر کہ ان کے ساتھ چلنے میں فساد کے سوا کوئی بہتری نہیں اجازت دیتے تھے۔ اس کو فرمایا کہ اگر آپ اجازت نہ دیتے تو زیادہ بہتر ہوتا، کیونکہ اس وقت ظاہر ہو جاتا کہ انہوں نے اپنے نہ جانے کو کچھ آپ کی اجازت پر موقوف نہیں رکھا ہے جانے کی توفیق تو انہیں کسی حال نہ ہوتی، البتہ آپ کے رُو بہ رُو اُن کا جھوٹ سچ کھل جاتا، پس اجازت دینا کوئی گناہ نہ تھا، البتہ نہ دینا مصالحِ حاضرہ کے اعتبار سے زیادہ موزوں ہوتا، اس اعلیٰ واکمل صورت کے ترک کی وجہ سے خطاب کو ﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ﴾ سے شروع فرمایا، عفو کا لفظ ضروری نہیں کہ گناہ ہی کے مقابلہ میں ہو، بعض محققین نے ﴿عَفَا اللّٰهُ عَنْكَ﴾ اس جملہ کو صدرِ کلام میں محض دعا وتعظیم کے طور پر لیا ہے جیسا کہ عرب کے محاورات میں شائع تھا، مگر سلف سے وہی منقول ہے جو ہم نے پہلے بیان کیا اور لفظ ﴿لِمَ اَذِنْتَ لَهُمْ﴾ اسکی تائید کرتا ہے۔ واللہ اعلم!

فَائِدَة:[۴۷] جہاد سے بچنا بے ایمانی ہے:......یعنی جن کے دلوں میں ایمان وتقویٰ کا نور ہے اُنکی یہ شان نہیں کہ جہاد سے الگ رہنے کی اس طرح بڑھ بڑھ کر اجازت حاصل کریں، انکا حال تو وہ ہے جو اس پارہ کے آخر میں بیان ہوا ہے ﴿تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ﴾[توبہ:۹۲] یعنی بے سروسامانی وغیرہ کے عذر سے اگر "جہاد فی سبیل اللہ" کے شرف سے محروم رہ جائیں تو اس فضل کے فوت ہو جانے پر اُن کی آنکھیں اشکبار ہوتی ہیں۔ بے حیا بن کر جہاد سے علیحدہ رہنے کی اجازت لینا انہی کا شیوہ ہے جن کو خدا کے وعدوں پر یقین نہیں نہ آخرت کی زندگی کو سمجھتے ہیں، حق تعالیٰ نے اسلام ومسلمین کے غالب ومنصور ہونے کی جو خبریں دی ہیں انکے متعلق ہمیشہ شک وشبہ میں گرفتار رہتے ہیں۔

وَلَوْ اَرَادُوا الْخُرُوْجَ لَاَعَدُّوْا لَهٗ عُدَّةً وَّلٰكِنْ كَرِهَ اللّٰهُ انْۢبِعَاثَهُمْ فَثَبَّطَهُمْ

اور اگر وہ چاہتے نکلنا تو ضرور تیار کرتے کچھ سامان اس کا لیکن پسند نہ کیا اللہ نے ان کا اٹھنا سو روک دیا ان کو

وَقِيْلَ اقْعُدُوْا مَعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۴۶﴾ لَوْ خَرَجُوْا فِيْكُمْ مَّا زَادُوْكُمْ اِلَّا خَبَالًا

اور حکم ہوا کہ بیٹھے رہو ساتھ بیٹھنے والوں کے ف۴۸ اگر نکلتے تم میں تو کچھ نہ بڑھاتے تمہارے لیے مگر خرابی

وَّلَا۟اَوْضَعُوْا خِلٰلَكُمْ يَبْغُوْنَكُمُ الْفِتْنَةَ ۚ وَفِيْكُمْ سَمّٰعُوْنَ لَهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ

اور گھوڑے دوڑاتے تمہارے اندر بگاڑ کروانے کی تلاش میں ف۴۹ اور تم میں بعضے جاسوس ہیں ان کے اور اللہ خوب جانتا

بِالظّٰلِمِيْنَ ﴿٤٧﴾ لَقَدِ ابْتَغَوُا الْفِتْنَةَ مِنْ قَبْلُ وَقَلَّبُوْا لَكَ الْاُمُوْرَ حَتّٰى جَآءَ الْحَقُّ

ہے ظالموں کو ف۵۰ وہ تلاش کرتے رہے ہیں بگاڑ کی پہلے سے اور الٹتے رہے تیرے کام یہاں تک کہ آ پہنچا

وَظَهَرَ اَمْرُ اللّٰهِ وَهُمْ كٰرِهُوْنَ ﴿٤٨﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ ائْذَنْ لِّيْ وَلَا تَفْتِنِّيْ ؕ اَلَا فِي

سچا وعدہ اور غالب ہوا حکم اللہ کا اور وہ ناخوش ہی رہے ف۵۱ اور بعضے ان میں کہتے ہیں مجھ کو رخصت دے اور گمراہی میں نہ ڈال، سنتا ہے

الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا ؕ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمُحِيْطَةٌ بِالْكٰفِرِيْنَ ﴿٤٩﴾ اِنْ تُصِبْكَ حَسَنَةٌ

وہ تو گمراہی میں پڑ چکے ہیں اور بے شک دوزخ گھیر رہی ہے کافروں کو ف۵۲ اگر تجھ کو پہنچے کوئی خوبی تو وہ

تَسُؤْهُمْ ۚ وَاِنْ تُصِبْكَ مُصِيْبَةٌ يَّقُوْلُوْا قَدْ اَخَذْنَآ اَمْرَنَا مِنْ قَبْلُ وَيَتَوَلَّوْا

بری لگتی ہے ان کو اور اگر پہنچے کوئی سختی تو کہتے ہیں ہم نے تو سنبھال لیا تھا اپنا کام پہلے ہی

وَّهُمْ فَرِحُوْنَ ﴿٥٠﴾ قُلْ لَّنْ يُّصِيْبَنَآ اِلَّا مَا كَتَبَ اللّٰهُ لَنَا ۚ هُوَ مَوْلٰىنَا ۚ وَعَلَى اللّٰهِ

اور پھر کر جائیں خوشیاں کرتے ف۵۳ تو کہہ دے ہم کو ہرگز نہ پہنچے گا مگر وہی جو لکھ دیا اللہ نے ہمارے لیے وہی ہے کارساز ہمارا، اور اللہ ہی

فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ﴿٥١﴾

پر چاہیے کہ بھروسہ کریں مسلمان

فائدہ:[۴۸] حالتِ منافقین اور وبالِ منافقت:......ان کا ارادہ ہی گھر سے نکلنے کا نہیں ورنہ اس کا کچھ تو سامان کرتے، حکم جہاد سنتے ہی جھوٹے عذر نہ لے دوڑتے، واقعہ یہ ہے کہ خدا نے ان کی شرکت کو پسند ہی نہیں کیا، یہ جاتے تو وہاں فتنے اٹھاتے، نہ جانے کی صورت میں انہیں پتہ لگ جائے گا کہ مومنین کو خدا کے فضل سے ایک تنکے کے برابر ان کی پروا نہیں، اسی لیے خدا نے صفوفِ مجاہدین میں شامل ہونے سے روک دیا اس طرح کہ رکنے کا وبال انہی کے سر پر رہے، گویا ان کو تکوینا کہہ دیا گیا کہ جاؤ، عورتوں بچوں اور اپاہج آدمیوں کے ساتھ گھر میں گھس کر بیٹھ رہو۔ اور پیغمبر علیہ السلام نے ان کے اعذار کاذبہ کے جواب میں جو گھر بیٹھ رہنے کی اجازت دے دی یہ بھی ایک طرح خدا ہی کا فرما دینا ہے اس لیے تکوینا کی قید بھی ضروری نہیں۔

فائدہ:[۴۹] منافقت کی نحوست:......یعنی اگر تمہارے ساتھ نکلتے تو اپنے جبن و نامردی کی وجہ سے دوسروں کی ہمتیں بھی سست کر دیتے اور آپس میں لگا بجھا کر مسلمانوں میں تفریق ڈالنے کی کوشش کرتے اور جھوٹی افواہیں اڑا کر ان کو دشمنوں سے ہیبت زدہ کرنا چاہتے، غرض ان کے وجود سے بھلائی میں تو کوئی اضافہ نہ ہوتا، ہاں! برائی بڑھ جاتی اور فتنہ انگیزی کا زور ہوتا، انہی وجوہ سے خدا نے ان کو جانے کی توفیق نہ بخشی۔

فائدہ:[۵۰] ہیبت مسلم:......یعنی اب بھی ان کے جاسوس یا بعض ایسے سادہ لوح افراد تم میں موجود ہیں جو ان کی بات سنتے اور تھوڑا بہت متاثر ہوتے ہیں (ابن کثیر) گو ویسا فتنہ و فساد برپا نہیں کر سکتے جو ان شریروں کے وجود سے ہو سکتا تھا، بلکہ ایک حیثیت سے ایسے جواسیس کا ہمراہ جانا مفید ہے کہ وہ بچشم خود مسلمانوں کی اولوالعزمی بے جگری وغیرہ دیکھ کر ان سے نقل کریں گے تو ان کے دلوں پر بھی مسلمانوں کی ہیبت قائم ہوگی۔

فَائِدَۃ: [۵۱] منافقین ہاتھ ملتے رہ گئے:...... جس وقت حضور ﷺ مدینہ تشریف لائے، یہود اور منافقینِ مدینہ آپ کے خلاف طرح طرح کی فتنہ انگیزیاں کرتے رہے اور اسلام کی روز افزوں ترقیات کا تختہ اُلٹنے کیلئے بہت کچھ اُلٹ پھیر کی، مگر بدر میں جب کفر و شرک کے بڑے بڑے ستون گر گئے اور حیرت انگیز طریقہ پر اسلام کا غلبہ ظاہر ہوا تو عبداللہ بن اُبی اور اُس کے ساتھیوں نے کہا ''اِنَّ هٰذَا اَمْرٌ قَدْ تَوَجَّهَ'' کہ یہ چیز تو اب رکنے والی معلوم نہیں ہوتی۔ چنانچہ بہت سے لوگ خوف کھا کر محض زبان سے کلمۂ اسلام پڑھنے لگے، مگر چونکہ دل میں کفر چھپا ہوا تھا اس لیے جوں جوں اسلام و مسلمین کی کامیابی اور غلبہ دیکھتے، دل دل میں جلتے اور غیظ کھاتے تھے۔ غرض ان کی فتنہ پردازی اور مکاری کوئی نئی چیز نہیں شروع سے ان کا یہی وطیرہ رہا ہے، جنگِ اُحد میں یہ لوگ اپنی جماعت کو لے کر راستہ سے لوٹ آئے تھے، مگر آخر دیکھ لیا کہ حق کس طرح غالب ہو کر رہتا ہے اور باطل کیسے ذلیل و رسوا کیا جاتا ہے۔

فَائِدَۃ: [۵۲] بدترین انجام:...... ایک بڑے منافق جد بن قیس نے کہا کہ حضرت! مجھے تو یہیں رہنے دیجیے، روم کی عورتیں بہت حسین ہوتی ہیں میں انہیں دیکھ کر دل قابو میں نہ رکھ سکوں گا تو مجھے وہاں لے جا کر گمراہی میں نہ ڈالیے۔ فرمایا کہ یہ لفظ کہہ کر اور اپنے جبن و کفر پر جھوٹی پرہیزگاری کا پردہ ڈال کر وہ گمراہی کے گڑھے میں گر چکا اور آگے چل کر کفر و نفاق کی بدولت دوزخ کے گڑھے میں گرنے والا ہے۔ بعض نے آیت کو عام منافقین کے حق میں رکھا ہے اور ﴿لَا تَفْتِنِّيْ﴾ کا مطلب یہ لیا ہے کہ ہم کو ساتھ لے جا کر اموال وغیرہ کے نقصان میں مبتلا نہ کیجیے، اس کا جواب ﴿اَلَا فِي الْفِتْنَةِ سَقَطُوْا﴾ سے دیا۔

فَائِدَۃ: [۵۳] منافقین کی عادت:...... منافقین کی عادت تھی جب مسلمانوں کو غلبہ و کامیابی نصیب ہوتی تو جلتے اور کڑھتے تھے۔ اور اگر کبھی کوئی سختی کی بات پیش آ گئی مثلاً کچھ مسلمان شہید یا مجروح ہو گئے تو فخر یہ کہتے کہ ہم نے ازراہِ دور اندیشی پہلے ہی اپنے بچاؤ کا انتظام کر لیا تھا، ہم سمجھتے تھے کہ یہی حشر ہونے والا ہے لہٰذا ان کے ساتھ گئے ہی نہیں۔ غرض ڈینگیں مارتے ہوئے اور خوشی سے بغلیں بجاتے ہوئے اپنی مجلسوں سے گھروں کو واپس جاتے ہیں۔

قُلۡ هَلۡ تَرَبَّصُوۡنَ بِنَاۤ اِلَّاۤ اِحۡدَى الۡحُسۡنَيَيۡنِ ؕ وَنَحۡنُ نَتَرَبَّصُ بِكُمۡ اَنۡ

تو کہہ دے تم کیا اُمید کرو گے ہمارے حق میں مگر دو خوبیوں میں سے ایک کی اور ہم امیدوار ہیں تمہارے حق میں

يُّصِيۡبَكُمُ اللّٰهُ بِعَذَابٍ مِّنۡ عِنۡدِهٖۤ اَوۡ بِاَيۡدِيۡنَا ۖ فَتَرَبَّصُوۡۤا اِنَّا مَعَكُمۡ

کہ ڈالے تم پر اللہ کوئی عذاب اپنے پاس سے یا ہمارے ہاتھوں، سو منتظر رہو ہم بھی تمہارے

مُّتَرَبِّصُوۡنَ ﴿۵۲﴾ قُلۡ اَنۡفِقُوۡا طَوۡعًا اَوۡ كَرۡهًا لَّنۡ يُّتَقَبَّلَ مِنۡكُمۡ ؕ اِنَّكُمۡ كُنۡتُمۡ

ساتھ منتظر ہیں ف ۵۴ کہہ دے کہ مال خرچ کرو خوشی سے یا ناخوشی سے ہرگز قبول نہ ہو گا تم سے بے شک

قَوۡمًا فٰسِقِيۡنَ ﴿۵۳﴾ وَمَا مَنَعَهُمۡ اَنۡ تُقۡبَلَ مِنۡهُمۡ نَفَقٰتُهُمۡ اِلَّاۤ اَنَّهُمۡ كَفَرُوۡا بِاللّٰهِ

تم نافرمان لوگ ہو ف ۵۵ اور موقوف نہیں ہوا قبول ہونا ان کے خرچ کا مگر اسی بات پر کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے

وَبِرَسُوۡلِهٖ وَلَا يَاۡتُوۡنَ الصَّلٰوةَ اِلَّا وَهُمۡ كُسَالٰى وَلَا يُنۡفِقُوۡنَ اِلَّا وَهُمۡ

اور اس کے رسول سے، اور نہیں آتے نماز کو مگر ہارے جی سے اور خرچ نہیں کرتے مگر

كٰرِهُوْنَ ﴿۵۴﴾ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ ؕ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا

برے دل سے ف ۵۶ سو تو تعجب نہ کر ان کے مال اور اولاد سے یہی چاہتا ہے اللہ کہ ان کو عذاب میں رکھے ان

فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۵۵﴾ وَيَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ اِنَّهُمْ

چیزوں کی وجہ سے دنیا کی زندگی میں اور نکلے ان کی جان اور وہ اس وقت تک کافر ہی رہیں ف ۵۷ اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی

لَمِنْكُمْ ؕ وَمَا هُمْ مِّنْكُمْ وَلٰكِنَّهُمْ قَوْمٌ يَّفْرَقُوْنَ ﴿۵۶﴾ لَوْ يَجِدُوْنَ مَلْجَاً اَوْ

کہ وہ بے شک تم میں ہیں اور وہ تم میں نہیں و لیکن وہ لوگ ڈرتے ہیں تم سے اگر وہ پائیں کوئی پناہ کی جگہ یا

مَغٰرٰتٍ اَوْ مُدَّخَلًا لَّوَلَّوْا اِلَيْهِ وَهُمْ يَجْمَحُوْنَ ﴿۵۷﴾

غار یا سر گھسانے کو جگہ تو الٹے بھاگیں اسی طرف رسیاں تڑاتے ف ۵۸

فائدہ: [۵۴] **منافقین کو حقیقت پسندانہ جواب:** ......یعنی سختی یا نرمی جو جس وقت کیلئے مقدر ہے وہ ٹل نہیں سکتی، نہ دنیا میں اس سے چارہ ہے، مگر ہم چونکہ ظاہر و باطن سے خدا کو اپنا حقیقی مولا اور پروردگار سمجھتے ہیں، لہٰذا ہماری گردنیں اسکے فیصلے اور حکم کے سامنے پست ہیں، کوئی سختی اسکی فرمانبرداری سے باز نہیں رکھتی، اور اسی پر ہم کو بھروسہ ہے کہ وہ عارضی سختی کو آخرت میں بالیقین اور بسا اوقات دنیا میں بھی راحت و خوشی سے تبدیل کر دیگا۔ اندریں صورت تم ہماری نسبت دو بھلائیوں میں سے کسی ایک کی ضرور امید کر سکتے ہو (۱) اگر خدا کے راستہ میں مارے گئے تو شہادت و جنت، (۲) اور واپس آئے تو اجر یا غنیمت ضرور مل کر رہے گی، جیسا کہ حدیث صحیح میں حق تعالیٰ نے مجاہد کی نسبت ان چیزوں کا تکفل فرمایا ہے۔ برخلاف اسکے تمہاری نسبت ہم منتظر ہیں کہ دو برائیوں میں سے ایک برائی ضرور پہنچ کر رہے گی (۱) یا نفاق و شرارت کی بدولت بلا واسطہ قدرت کی طرف سے کوئی عذاب تم پر مسلط ہوگا (۲) یا ہمارے ہاتھوں سے خدا تم کو سخت سزا دلوائے گا جو رسوا کر کے تمہارے نفاق کا پردہ فاش کر دیگی۔ بہرحال تم اور ہم دونوں کو ایک دوسرے کا انجام دیکھنے کے لیے منتظر رہنا چاہیے آخر معلوم ہو جائے گا کہ دونوں میں زیادہ انجام بین اور دور اندیش کون تھا۔

فائدہ: [۵۵] **منافق کا مال بھی قبول نہیں:** ......جد بن قیس نے رومی عورتوں کے فتنہ کا بہانہ کر کے یہ بھی کہا تھا کہ حضرت! میں بذات خود نہیں جا سکتا لیکن مالی اعانت کر سکتا ہوں۔ اس کا جواب دیا کہ بے اعتقاد کا مال قبول نہیں خواہ خوشی سے خرچ کرے یا ناخوشی سے۔ یعنی خوشی سے خدا کے راستہ میں خرچ کرنے کی ان کو توفیق کہاں؟ ﴿وَلَا يُنْفِقُوْنَ اِلَّا وَهُمْ كٰرِهُوْنَ﴾ [آیت: ۵۴] تاہم اگر بالفرض خوشی سے بھی خرچ کریں تو خدا قبول نہ کرے گا۔ اس کا سبب اگلی آیت میں بتایا ہے۔

فائدہ: [۵۶] **مال قبول نہ ہونے کی وجہ:** ......عدم قبول کا اصلی سبب تو انکا کفر ہے جیسا کہ ہم پہلے متعدد مواقع میں اشارہ کر چکے کہ کافر کا ہر عمل مردہ اور بے جان ہوتا ہے۔ باقی نماز میں ہارے جی سے آنا، یا برے دل سے خرچ کرنا، یہ سب کفر کے ظاہری آثار ہیں۔

فائدہ: [۵۷] **شبہ کا جواب اور مال و اولاد جیسی نعمتوں کی فراوانی میں مسلمانوں اور کافروں کے درمیان موازنہ:** ......شبہ گزر سکتا تھا کہ جب یہ ایسے مردود ہیں تو انکو مال و اولاد وغیرہ نعمتوں سے کیوں نوازا گیا ہے؟ اسکا جواب دیا کہ یہ نعمتیں انکے حق میں بڑا عذاب ہے جس طرح ایک لذیذ اور خوشگوار غذا تندرست آدمی کی صحت و قوت کو بڑھاتی ہے اور فاسد الاخلاط مریض کو ہلاکت سے قریب تر کر دیتی

ہے۔(اسی طرح) یہ ہی حال ان دنیوی نعمتوں (مال واولاد وغیرہ) کا سمجھو، ایک کافر کے حق میں یہ چیزیں سوئے مزاج کی وجہ سے زہر ہلاہل [مہلک] ہیں۔ چونکہ کفار دنیا کی حرص ومحبت میں غریق ہوتے ہیں اس لیے اوّل اسکے جمع کرنے میں بے حد کوفت اٹھاتے ہیں، پھر ذرا نقصان یا صدمہ پہنچ گیا تو جس قدر محبت ان چیزوں سے ہے، اسی قدر غم سوار ہوتا ہے اور کوئی وقت اسکے فکر واندیشہ اور اُدھیڑ بن سے خالی نہیں جاتا، پھر جب موت ان محبوب چیزوں سے جدا کرتی ہے اس وقت کے صدمے اور حسرت کا تو اندازہ کرنا مشکل ہے۔ غرض دنیا کے عاشق اور حریص کو کسی وقت حقیقی چین اور اطمینان میسر نہیں چنانچہ یورپ وامریکہ وغیرہ کے بڑے بڑے سرمایہ داروں کے اقوال اس پر شاہد ہیں۔ باقی مومنین جو دولت اور اولاد کو معبود اور زندگی کا اصلی نصب العین نہیں سمجھتے چونکہ انکے دل میں حب دنیا کا مرض نہیں ہوتا، اس لیے یہ ہی چیزیں انکے حق میں نعمت اور دین کی إعانت کا ذریعہ بنتی ہیں۔ اسکے علاوہ اکثر کفار کثرتِ مال واولاد پر مغرور ہو کر کفر وطغیان میں اور زیادہ شدید ہو جاتے ہیں جو اسکا سبب بنتا ہے کہ اخیر دم تک کافر ہی رہیں۔ نیز منافقینِ مدینہ جنکے حق میں یہ آیات نازل ہوئیں، اُنکا حال یہ تھا کہ بادلِ ناخواستہ جہاد وغیرہ کے مواقع پر ریا ونفاق سے مال خرچ کرتے تھے اور اُنکی اولاد میں بعض لوگ مخلص مسلمان ہو کر نبی کریم ﷺ کے ہمراہ جہاد میں شریک ہوتے تھے، یہ دونوں چیزیں منافقین کے منشائے قلبی کے بالکلیہ خلاف تھیں۔ اس طرح اموال واولاد اُنکے لیے دنیا میں عذاب بن گئے تھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''یعنی یہ تعجب نہ کر کہ بے دین کو اللہ نے نعمت کیوں دی، بے دین کے حق میں اولاد اور مال وبال ہے کہ اُنکے پیچھے دل پریشان رہے اور اُنکی فکر سے چھوٹنے نہ پائے مرتے دم تک، تا توبہ کرے یا نیکی اختیار کرے۔''

فائدہ: [۵۸] نفاق کی وجہ:......یعنی محض اس خوف سے کہ کفر ظاہر کریں تو کفار کا سا معاملہ انکے ساتھ بھی ہونے لگے گا، قسمیں کھاتے ہیں کہ ہم تو تمہاری ہی جماعت (مسلمین) میں شامل ہیں، حالانکہ یہ بالکل غلط ہے، اگر آج انکو کوئی پناہ کی جگہ مل جائے یا کسی غار میں چھپ کر زندگی بسر کر سکیں یا کم از کم ذرا سر گھسانے کی جگہ ہاتھ آجائے، غرض حکومتِ اسلامی کا خوف نہ رہے تو سب دعوے چھوڑ کر بے تحاشا اسی طرف بھاگنے لگیں، چونکہ نہ اسلامی حکومت کے مقابلہ کی طاقت ہے نہ کوئی پناہ کی جگہ ملتی ہے، اس لیے قسمیں کھا کھا کر جھوٹی باتیں بناتے ہیں۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّلْمِزُكَ فِي الصَّدَقٰتِ ۚ فَاِنْ اُعْطُوْا مِنْهَا رَضُوْا وَاِنْ لَّمْ يُعْطَوْا

اور بعضے ان میں وہ ہیں کہ تجھ کو طعن دیتے ہیں خیرات بانٹنے میں سو اگر ان کو ملے اس میں سے تو راضی ہوں اور اگر نہ

مِنْهَآ اِذَا هُمْ يَسْخَطُوْنَ ﴿۵۸﴾ وَلَوْ اَنَّهُمْ رَضُوْا مَآ اٰتٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ ۙ وَقَالُوْا

ملے تو جبھی وہ ناخوش ہو جائیں ف ۵۹ اور کیا اچھا ہوتا اگر وہ راضی ہو جاتے اُسی پر جو دیا ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے اور کہتے

حَسْبُنَا اللّٰهُ سَيُؤْتِيْنَا اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ وَرَسُوْلُهٗۤ ۙ اِنَّآ اِلَى اللّٰهِ رٰغِبُوْنَ ﴿۵۹﴾ اِنَّمَا ع ۱۷/۱۴

کافی ہے ہم کو اللہ وہ دے گا ہم کو اپنے فضل سے اور اس کا رسول، ہم کو تو اللہ ہی چاہیے ف ۶۰ زکوٰۃ جو

الصَّدَقٰتُ لِلْفُقَرَآءِ وَالْمَسٰكِيْنِ وَالْعٰمِلِيْنَ عَلَيْهَا وَالْمُؤَلَّفَةِ قُلُوْبُهُمْ وَفِي

ہے وہ حق ہے مفلسوں کا اور محتاجوں کا اور زکوٰۃ کے کام پر جانے والوں کا اور جن کا دل پرچانا (مانوس کرنا) منظور ہے اور

الرِّقَابِ وَالْغٰرِمِيْنَ وَفِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَابْنِ السَّبِيْلِ ؕ فَرِيْضَةً مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ

گردنوں کے چھڑانے میں اور جو تاوان بھریں اور اللہ کے راستہ میں اور راہ کے مسافر کو ٹھہرایا ہوا ہے اللہ کا اور اللہ سب کچھ

عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿٦٠﴾ وَمِنْهُمُ الَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ النَّبِيَّ وَيَقُوْلُوْنَ هُوَ اُذُنٌ ؕ قُلْ اُذُنُ

جاننے والا حکمت والا ہے ف ٦١ اور بعضے ان میں بدگوئی کرتے ہیں نبی کی اور کہتے ہیں کہ یہ شخص تو کان ہے، تو کہہ کان

خَيْرٍ لَّكُمْ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَيُؤْمِنُ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَرَحْمَةٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ ؕ

ہے تمہارے بھلے کے واسطے یقین رکھتا ہے اللہ اور یقین کرتا ہے مسلمانوں کی بات کا اور رحمت ہے ایمان والوں کے حق میں تم میں سے

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ رَسُوْلَ اللّٰهِ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦١﴾ يَحْلِفُوْنَ بِاللّٰهِ لَكُمْ

اور جو لوگ بدگوئی کرتے ہیں اللہ کے رسول کی ان کے لئے عذاب ہے دردناک ف ٦٢ قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی تمہارے

لِيُرْضُوْكُمْ ۚ وَاللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗۤ اَحَقُّ اَنْ يُّرْضُوْهُ اِنْ كَانُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٦٢﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا

آگے تاکہ تم کو راضی کریں اور اللہ کو اور اس کے رسول کو بہت ضرور ہے راضی کرنا اگر وہ ایمان رکھتے ہیں ف ٦٣ کیا وہ جان نہیں

اَنَّهٗ مَنْ يُّحَادِدِ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ فَاَنَّ لَهٗ نَارَ جَهَنَّمَ خَالِدًا فِيْهَا ؕ ذٰلِكَ

چکے کہ جو کوئی مقابلہ کرے اللہ سے اور اس کے رسول سے تو اس کے واسطے ہے دوزخ کی آگ سدا رہے

الْخِزْيُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٣﴾

اس میں یہی ہے بڑی رسوائی ف ٦٤

الثلٰثة

فَائِدَة: [٥٩] **خود غرض منافقین کی طعنہ زنی:**...... بعض منافقین اور بعض اعراب (بدّو) صدقات وغنائم کی تقسیم کے وقت دنیوی حرص اور خود غرضی کی راہ سے حضور ﷺ کی نسبت زبانِ طعن کھولتے تھے کہ تقسیم میں انصاف کا پہلو ملحوظ نہیں رکھا گیا۔ مگر یہ اعتراض اسی وقت تک تھا جب تک ان کی خواہش کے موافق صدقات وغیرہ میں سے حصہ نہ دیا جائے، اگر انہیں خوب جی بھر کر خواہش وحرص کے موافق دید یا گیا تو خوش ہو جاتے اور کچھ اعتراض نہیں رہتا تھا گویا ہر طرح مال و دولت کو قبلۂ مقصود ٹھہرا رکھا تھا۔ آگے بتلاتے ہیں کہ ایک مدعی ایمان کا مطمحِ نظر یہ نہیں ہونا چاہیے۔

فَائِدَة: [٦٠]...... یعنی بہترین طریقہ یہ ہے کہ جو کچھ خدا پیغمبر کے ہاتھ سے دلوائے اس پر آدمی راضی وقانع ہو اور صرف خدا پر توکل کرے اور سمجھے کہ وہ چاہے گا تو آئندہ اپنے فضل سے بہت کچھ مرحمت فرمائے گا۔ غرض دنیا کی متاعِ فانی کو نصب العین نہ بنائے، صرف خداوند رب العزت کے قرب ورضا کا طالب ہو اور جو ظاہری وباطنی دولت خدا اور رسول کی سرکار سے ملے اُسی پر مسرور ومطمئن ہو۔

فَائِدَة: [٦١] **زکوٰۃ کے مستحقین:**...... چونکہ تقسیمِ صدقات کے معاملہ میں پیغمبر پر طعن کیا گیا تھا، اس لیے متنبہ فرماتے ہیں کہ صدقات کی تقسیم کا طریقہ خدا کا مقرر کیا ہوا ہے، اس نے صدقات وغیرہ کے مصارف متعین فرما کر فہرست نبی کریم ﷺ کے ہاتھ میں دے دی ہے، آپ اسی کے موافق تقسیم کرتے ہیں اور کریں گے کسی کی خواہش کے تابع نہیں ہو سکتے۔ حدیث میں آپ نے فرمایا کہ "خدا نے صدقات (زکوٰۃ) کی تقسیم کو نبی یا غیر نبی، کسی کی مرضی پر نہیں چھوڑا بلکہ بذاتِ خود اس کے مصارف متعین کر دیئے ہیں جو آٹھ ہیں: (۱) "فقراء" (جنکے پاس کچھ نہ ہو) (۲) "مساکین" (جن کو بقدرِ حاجت میسر نہ ہو) (۳) "عاملین" (جو اسلامی حکومت کی طرف سے تحصیلِ صدقات

وغیرہ کے کاموں پر مامور ہوں) (۴) ''مؤلفۃ القلوب'' (جن کے اسلام لانے کی امید ہو یا اسلام میں کمزور ہوں وغیر ذلک من الانواع، اکثر علماء کے نزدیک حضور ﷺ کی وفات کے بعد یہ مد نہیں رہی) (۵) ''رقاب'' (یعنی غلاموں کا بدل کتابت ادا کر کے آزادی دلائی جائے، یا خرید کر آزاد کیے جائیں، یا اسیروں کا فدیہ دے کر رہا کرائے جائیں) (۶) ''غارمین'' (جن پر کوئی حادثہ پڑا اور مقروض ہو گئے یا کسی کی ضمانت وغیرہ کے بار میں دب گئے) (۷) ''سبیل اللہ'' (جہاد وغیرہ میں جانے والوں کی اعانت کی جائے) (۸) ''ابن السبیل'' (مسافر جو حالتِ سفر میں مالک نصاب نہ ہو، گو مکان پر دولت رکھتا ہو) حنفیہ کے یہاں تملیک ہر صورت میں ضروری ہے اور فقر شرط ہے۔ تفصیل فقہ میں ملاحظہ کی جائے۔

فائدہ: [۶۲] **ایذاء اور گستاخیٔ رسول ﷺ پر دردناک سزا کا اعلان:**......منافقین آپس میں بیٹھ کر اسلام و پیغمبر اسلام کے متعلق بد گوئی کرتے، جب کوئی کہتا کہ ہماری یہ باتیں پیغمبر علیہ السلام تک پہنچ جائیں گی تو کہتے کیا پرواہ ہے، ان کے سامنے ہم جھوٹی تاویلیں کر کے اپنی براءت کا یقین دلا دیں گے، کیونکہ وہ تو کان ہی کان ہیں جو سنتے ہیں فوراً تسلیم کر لیتے ہیں ان کو باتوں میں لے آنا کچھ مشکل نہیں۔ بات یہ تھی کہ حضرت ﷺ اپنے حیا و وقار اور کریم النفسی سے جھوٹے کا جھوٹ پہچانتے، تب بھی نہ پکڑتے، خلق عظیم کی بنا پر مسامحت اور تغافل برتتے تو وہ بے وقوف جانتے کہ آپ نے سمجھا ہی نہیں۔ حق تعالیٰ نے اس کا جواب دیا کہ اگر وہ کان ہی ہیں تو تمہارے بھلے کے واسطے ہیں، نبی کی یہ خو تمہارے حق میں بہتر ہے، نہیں تو اوّل تم پکڑے جاؤ گے اور یہ بھی ممکن ہے کہ حضور ﷺ کی اس چشم پوشی اور خلق عظیم پر کسی وقت مطلع ہو کر تمہیں ہدایت ہو جائے، تمہاری جھوٹی باتوں پر نبی ﷺ کا سکوت اس لیے نہیں کہ انہیں واقعی تمہارا یقین آ جاتا ہے یقین تو ان کو اللہ پر ہے اور ایمانداروں کی بات پر، ہاں! تم میں سے جو دعوائے ایمان رکھتے ہیں ان کے حق میں آپ کی خاموشی و اغماض ایک طرح کی رحمت ہے کہ فی الحال منہ توڑ تکذیب کر کے ان کو رسوا نہیں کیا جاتا، باقی منافقین کی حرکاتِ شنیعہ خدا سے پوشیدہ نہیں، رسول کی پیٹھ پیچھے جو بد گوئی کرتے ہیں یا ﴿هُوَ اُذُنٌ﴾ کہہ کر آپ کو ایذا پہنچاتے ہیں، اس پر سزائے سخت کے منتظر رہیں۔

فائدہ: [۶۳]......حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ''کسی وقت حضرت ﷺ ان کی دغا بازی پکڑتے تو مسلمانوں کے روبرو قسمیں کھاتے کہ ہمارے دل میں بری نیت نہ تھی، تا کہ ان کو راضی کر کے اپنی طرف کر لیں، نہ سمجھے کہ یہ فریب بازی خدا اور رسول کے ساتھ کام نہیں آتی۔'' اگر دعوائے ایمان میں واقعی سچے ہیں تو دوسروں کو چھوڑ کر خدا اور رسول کو راضی کرنے کی فکر کریں۔

فائدہ: [۶۴]......یعنی جس رسوائی سے بچنے کے لیے نفاق اختیار کیا ہے اس سے بڑی رسوائی یہ ہے۔

يَحْذَرُ الْمُنٰفِقُوْنَ اَنْ تُنَزَّلَ عَلَيْهِمْ سُوْرَةٌ تُنَبِّئُهُمْ بِمَا فِىْ قُلُوْبِهِمْ ؕ قُلِ

ڈرا کرتے ہیں منافق اس بات سے کہ نازل ہو مسلمانوں پر ایسی سورت کہ جتا دے ان کو جو ان کے دل میں ہے، تو کہہ

اسْتَهْزِءُوْا ۚ اِنَّ اللّٰهَ مُخْرِجٌ مَّا تَحْذَرُوْنَ ﴿۶۴﴾ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ لَيَقُوْلُنَّ اِنَّمَا كُنَّا

ٹھٹھے کرتے رہو اللہ کھول کر رہے گا اس چیز کو جس کا تم کو ڈر ہے ف ۶۵ اور اگر تو ان سے پوچھے تو وہ کہیں گے ہم تو

نَخُوْضُ وَنَلْعَبُ ؕ قُلْ اَبِاللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ وَرَسُوْلِهٖ كُنْتُمْ تَسْتَهْزِءُوْنَ ﴿۶۵﴾ لَا تَعْتَذِرُوْا

بات چیت کرتے تھے اور دل لگی ف ۶۶ تو کہہ کیا اللہ سے اور اس کے حکموں سے اس کے رسول سے تم ٹھٹھے کرتے تھے ف ۶۷ بہانے

قَدْ كَفَرْتُمْ بَعْدَ اِيْمَانِكُمْ ؕ اِنْ نَّعْفُ عَنْ طَآئِفَةٍ مِّنْكُمْ نُعَذِّبْ طَآئِفَةًۢ

مت بناؤ تم تو کافر ہو گئے اظہار ایمان کے پیچھے، اگر ہم معاف کر دیں گے تم میں سے بعضوں کو تو البتہ عذاب بھی دیں گے بعضوں کو

بِاَنَّهُمْ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿٦٦﴾ اَلْمُنٰفِقُوْنَ وَالْمُنٰفِقٰتُ بَعْضُهُمْ مِّنْۢ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ

اس سبب سے کہ وہ گناہ گار تھے ف ٦٨ منافق مرد اور منافق عورتیں سب کی ایک چال ہے سکھائیں

بِالْمُنْكَرِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمَعْرُوْفِ وَيَقْبِضُوْنَ اَيْدِيَهُمْ ؕ نَسُوا اللّٰهَ فَنَسِيَهُمْ ؕ

بات بری اور چھڑائیں بات بھلی اور بند رکھیں اپنی مٹھی بھول گئے اللہ کو سو وہ بھول گیا

اِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ﴿٦٧﴾ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْكُفَّارَ نَارَ

ان کو، تحقیق منافق وہی ہیں نافرمان ف ٦٩ وعدہ دیا ہے اللہ نے منافق مرد اور منافق عورتوں کو اور کافروں کو دوزخ کی

جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ هِيَ حَسْبُهُمْ ۚ وَلَعَنَهُمُ اللّٰهُ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ مُّقِيْمٌ ﴿٦٨﴾

آگ کا پڑے رہیں گے اس میں وہی بس ہے ان کو ف ٧٠ اور اللہ نے ان کو پھٹکار دیا، اور ان کے لیے عذاب ہے برقرار رہنے والا ف ٧١

كَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ كَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْكُمْ قُوَّةً وَّاَكْثَرَ اَمْوَالًا وَّاَوْلَادًا ؕ

جس طرح تم سے اگلے لوگ زیادہ تھے تم سے زور میں اور زیادہ رکھتے تھے مال اور اولاد

فَاسْتَمْتَعُوْا بِخَلَاقِهِمْ فَاسْتَمْتَعْتُمْ بِخَلَاقِكُمْ كَمَا اسْتَمْتَعَ الَّذِيْنَ مِنْ

پھر فائدہ اٹھا گئے اپنے حصہ سے ف ٧٢ پھر فائدہ اٹھایا تم نے اپنے حصہ سے جیسے فائدہ اٹھا گئے تم سے

قَبْلِكُمْ بِخَلَاقِهِمْ وَخُضْتُمْ كَالَّذِيْ خَاضُوْا ؕ اُولٰٓئِكَ حَبِطَتْ اَعْمَالُهُمْ فِي

اگلے اپنے حصہ سے اور تم بھی چلتے ہو انہی کی سی چال ف ٧٣ وہ لوگ مٹ گئے ان کے عمل دنیا میں

الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿٦٩﴾

اور آخرت میں اور وہی لوگ پڑے نقصان میں ف ٧٤

ع ٧/١٤ وقف لازم

فائدہ: [٦٥] **منافقین کے نفاق کا پردہ فاش ہوگا:**...... منافقین اپنی مجلسوں میں اسلام و پیغمبر اسلام کی بدگوئی کرتے، مومنین صادقین پر آوازے کستے، مہماتِ دین کا مذاق اڑاتے، پھر جب خیال آتا کہ ممکن ہے یہ باتیں حضور ﷺ تک پہنچ جائیں، تو کہتے کیا مضائقہ ہے وہ تو کان ہی کان ہیں، ہم ان کے سامنے جو تاویل و تلمیع کر دیں گے، سن کر اسی کو قبول کر لیں گے۔ مگر چونکہ بسا اوقات وحی الٰہی کے ذریعہ سے ان کے نفاق و بد باطنی کی قلعی کھلتی رہتی تھی اس لیے یہ ڈر بھی لگا رہتا تھا کہ کوئی سورت قرآن میں ایسی نازل نہ ہو جائے جو ہمارے مخاطباتِ سرّیہ و نیاتِ خفیہ کا پردہ فاش کر دے۔ اصل یہ ہے کہ منافقین کا قلب جبن و کمزوری سے کسی ایک طرف قائم نہ ہوتا تھا، ان

کے دل ہر وقت دگدا [خطرہ] میں رہتے تھے، کبھی آنحضرت ﷺ کی شانِ اغماض وکریم النفسی کو دیکھ کر کچھ تسلی حاصل کرتے مگر صاعقۂ قرآنی کی گرج سے پھر دہلنے لگتے تھے۔ اسی لیے فرمایا کہ بہتر ہے تم ٹھٹھے کرتے رہو اور استہزاء وتمسخر کا شغل جاری رکھو اور پیغمبر کی نسبت ﴿هُوَ اُذُنٌ﴾ کہہ کر تسلی کرلو۔ لیکن خدا اس چیز کو ضرور کھول کر رہے گا جس کا تم کو ڈر لگا ہوا ہے وہ تمہارے سب مکر وخداع کا تار تار بکھیر کر رکھ دے گا۔

فَائِدَة: [٦٦] منافقین کی ہرزہ سرائی اور باز پرس پر عذر لنگ:...... "تبوک" میں جاتے ہوئے بعض منافقین نے ازراہ تمسخر کہا: "اس شخص (محمد ﷺ) کو دیکھو کہ شام کے محلات اور روم کے شہروں کو فتح کرلینے کا خواب دیکھتا ہے۔ انہوں نے رومیوں کی جنگ کو عربوں کی باہمی جنگ پر قیاس کر رکھا ہے۔ میں یقین کرتا ہوں کہ کل تم سب رومیوں کے سامنے رسیوں میں بندھے ہوئے کھڑے ہوں گے۔ یہ ہمارے قراء (صحابہ ﷺ) پیٹو، جھوٹے اور نامرد سے کیا روم کی باقاعدہ فوجوں سے جنگ کریں گے" وغیر ذلک من الهفوات۔ اس قسم کے مقولے جو مسلمانوں کو روم سے مرعوب وہیبت زدہ کرنے اور شکستہ خاطر بنانے کے لیے کہہ رہے تھے، نبی کریم ﷺ کی خدمت میں نقل ہوئے۔ آپ نے بلا کر باز پرس کی تو کہنے لگے کہ حضرت! ہم کہیں سچ مچ ایسا اعتقاد تھوڑا ہی رکھتے ہیں محض خوش وقتی ودل لگی کے طور پر کچھ کہہ رہے تھے کہ باتوں میں بآسانی سفر کٹ جائے۔

فَائِدَة: [٦٧] خدا اور رسول کا استہزاء کفر عظیم ہے:...... یعنی کیا دل لگی اور خوش وقتی کا موقع ومحل یہ ہے کہ اللہ ورسول اور ان کے احکام کے ساتھ ٹھٹھا کیا جائے؟ خدا اور رسول کا استہزا اور احکام الٰہیہ کا استخفاف تو وہ چیز ہے کہ اگر محض زبان سے دل لگی کے طور پر کیا جائے، وہ بھی کفر عظیم ہے۔ چہ جائیکہ منافقین کی طرح ازراہِ شرارت وبدباطنی ایسی حرکت سرزد ہو۔

فَائِدَة: [٦٨] نفاق واستہزاء کی سزا مل کر رہے گی:...... یعنی جھوٹے عذر تراشنے اور حیلے حوالوں سے کچھ فائدہ نہیں جن کو نفاق واستہزا کی سزا ملنی ہے مل کر رہے گی۔ ہاں! جو اب بھی صدقِ دل سے توبہ کر کے اپنے جرائم سے باز آجائیں گے، انہیں خدا معاف کر دے گا، یا جو پہلے ہی سے باوجود کفر ونفاق کے اس طرح کی فتنہ انگیزی اور استہزا سے علیحدہ رہے ہیں، انہیں استہزا وتمسخر کی سزا یہاں نہ ملے گی۔

فَائِدَة: [٦٩] اللہ نے بھی منافقین کو بھلا دیا:...... یعنی سب سے بڑے نافرمان یہی بدباطن منافق ہیں جن کے مرد وعورت زبانی اقرار واظہار اسلام کے باوجود شب وروز اسی تگ ودو میں لگے رہتے ہیں کہ ہر قسم کے حیلے اور فریب کر کے لوگوں کو اچھی باتوں سے بیزار اور برے کاموں پر آمادہ کریں، خرچ کرنے کے اصلی موقعوں پر مٹھی بند رکھیں۔ غرض کلمہ پڑھتے رہیں لیکن نہ ان کی زبان سے کسی کو بھلائی پہنچے نہ مال سے۔ جب یہ خدا کو ایسا چھوڑ بیٹھے تو خدا نے بھی ان کو چھوڑ کر کہاں گرایا؟ اس کا ذکر اگلی آیت میں ہے۔

فَائِدَة: [٧٠]...... یعنی یہ ایسی کافی سزا ہے جس کے بعد دوسری سزا کی ضرورت نہیں رہتی۔

فَائِدَة: [٧١]...... شاید یہ مطلب ہو کہ دنیا میں بھی خدا کی پھٹکار (لعنت) کا اثر برابر پہنچتا رہے گا، یا پہلے جملہ کی تاکید ہے۔ واللہ اعلم!

فَائِدَة: [٧٢]...... یعنی دنیوی لذائذ کا جو حصہ ان کے لیے مقدر تھا اس سے فائدہ اٹھا گئے اور آخری انجام کا خیال نہ کیا۔

فَائِدَة: [٧٣] منافقین سابقہ اقوام کے نقشِ قدم پر:...... یعنی تم بھی ان کی طرح آخری انجام کے تصور سے غافل ہو کر دنیا کی متاع فانی سے جتنا مقدر ہے حصہ پا رہے ہو اور ساری چال ڈھال انہی کی سی رکھتے ہو، تو سمجھ لو جو حشر ان کا ہوا وہ ہی تمہارا بھی ہوسکتا ہے، ان کے پاس مال واولاد اور جسمانی قوتیں تم سے زائد تھیں۔ پھر انتقام الٰہی کی گرفت سے نہ بچ سکے تو تم کو کاہے پر بھروسہ ہے جو خدائی سزا سے اس قدر بے فکر ہو بیٹھے ہو۔

فَائِدَة: [٧٤]...... یعنی کوئی دنیوی واخروی برکت وکرامت انہیں نصیب نہ ہوئی، باقی دنیوی لذائذ کا جو حصہ بظاہر ملا وہ فی الحقیقت ان کے حق میں استدراج اور عذاب تھا، جیسا کہ دو رکوع پہلے ﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَآ اَوْلَادُهُمْ﴾ الآیۃ کے فوائد میں گزر چکا اور اس سے

پیشتر بھی کئی مواقع میں لکھا جاچکا ہے۔

اَلَمْ يَاْتِهِمْ نَبَاُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ۬ وَقَوْمِ اِبْرٰهِيْمَ

کیا پہنچی نہیں ان کو خبر ان لوگوں کی جو ان سے پہلے تھے قوم نوح کی اور عاد کی اور ثمود کی اور قوم ابراہیم کی

وَاَصْحٰبِ مَدْيَنَ وَالْمُؤْتَفِكٰتِ ؕ اَتَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ ۚ فَمَا كَانَ اللّٰهُ

اور مدین والوں کی اور ان بستیوں کی خبر جو الٹ دی گئی تھیں ف۷۵ پہنچے ان کے پاس ان کے رسول صاف حکم لے کر سو اللہ تو ایسا نہ تھا

لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۷۰ وَالْمُؤْمِنُوْنَ وَالْمُؤْمِنٰتُ

کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے ف۷۶ اور ایمان والے مرد اور ایمان والی عورتیں

بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۘ يَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُقِيْمُوْنَ وقف لازم

ایک دوسرے کی مددگار ہیں سکھلاتے ہیں نیک بات اور منع کرتے ہیں بری بات سے اور قائم رکھتے ہیں

الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَيُطِيْعُوْنَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ سَيَرْحَمُهُمُ اللّٰهُ ؕ

نماز اور دیتے ہیں زکوٰۃ اور حکم پر چلتے ہیں اللہ کے اور اس کے رسول کے وہی لوگ ہیں جن پر رحم کرے گا اللہ

اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝۷۱ وَعَدَ اللّٰهُ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

بے شک اللہ زبردست ہے حکمت والا ف۷۷ وعدہ دیا ہے اللہ نے ایمان والے مردوں اور ایمان والی عورتوں کو باغوں کا کہ بہتی ہیں نیچے

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا وَمَسٰكِنَ طَيِّبَةً فِيْ جَنّٰتِ عَدْنٍ ؕ وَرِضْوَانٌ مِّنَ اللّٰهِ

ان کی نہریں رہا کریں انہی میں اور ستھرے مکانوں کا رہنے کے باغوں میں اور رضامندی اللہ کی ان سب

اَكْبَرُ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝۷۲ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ ع ٩ ١٥

سے بڑی ہے یہی ہے بڑی کامیابی ف۷۸ اے نبی لڑائی کر کافروں سے اور منافقوں سے

وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ ؕ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ۝۷۳

اور تند خوئی کر ان پر اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے اور وہ برا ٹھکانا ہے ف۷۹

فائدہ: [۷۵] سابقہ اقوام کا انجام:...... قوم نوح طوفان سے، ''عاد'' آندھی سے، ''ثمود'' صیحہ (چیخ) سے ہلاک ہوئے۔ ابراہیم علیہ السلام کی حق تعالیٰ نے عجیب وغریب خارق عادت طریقہ سے تائید فرمائی، جنہیں دیکھ کر ان کی قوم ذلیل وناکام ہوئی، ان کا بادشاہ نمرود نہایت بدحالی کی موت مارا گیا، اصحاب مدین صیحہ (چیخ) رجفۃ (زلزلہ) وغیرہ سے تباہ ہوئے، قوم لوط کی بستیاں الٹ دی گئیں اور اوپر سے پتھروں کی بارش ہوئی۔ ان سب اقوام کا قصہ (بجز قوم ابراہیم کے) سورہ اعراف [آیت: ۵۹ تا ۹۳] میں گزر چکا۔

فائدہ:[۷۶]......یعنی خدا کسی کو بلاوجہ اور بے موقع سزا نہیں دیتا، لوگ خود ایسے جرائم کا ارتکاب کرتے ہیں جن کے بعد عذاب الٰہی کا آنا ناگزیر ہے۔

فائدہ:[۷۷] اوصاف مومنین بمقابلہ اوصاف منافقین:......ابتدائے رکوع میں منافقین کے اوصاف بیان ہوئے تھے، یہاں بطور مقابلہ مومنین کی صفات ذکر کی گئیں، یعنی جبکہ منافقین لوگوں کو بھلائی سے روک کر برائی کی ترغیب دیتے ہیں، مومنین بدی کو چھڑا کر نیکی کی طرف آمادہ کرتے ہیں۔ منافقین کی مٹھی بند ہے، مومنین کا ہاتھ کھلا ہوا ہے۔ وہ بخل کی وجہ سے خرچ کرنا نہیں جانتے، یہ اموال میں سے باقاعدہ حقوق (زکوٰۃ وغیرہ) ادا کرتے ہیں۔ انہوں نے خدا کو بالکل بھلا دیا، یہ پانچ وقت خدا کو یاد کرتے اور تمام معاملات میں خدا اور رسول کے احکام پر چلتے ہیں، اس لیے وہ مستحق لعنت ہوئے اور یہ رحمتِ خصوصی کے امیدوار ٹھہرے۔

فائدہ:[۷۸] سب سے بڑی نعمت حق تعالیٰ کی رضا ہے:......یعنی تمام نعمائے دنیوی واخروی سے بڑھ کر حق تعالیٰ کی رضا اور خوشنودی ہے، جنت بھی اسی لیے مطلوب ہے کہ وہ رضائے الٰہی کا مقام ہے، حق تعالیٰ مومنین کو جنت میں ہر قسم کی جسمانی وروحانی نعمتیں اور مسرتیں عطا فرمائے گا مگر سب سے بڑی نعمت محبوبِ حقیقی کی دائمی رضا ہوگی۔ حدیثِ صحیح میں ہے کہ حق تعالیٰ اہلِ جنت کو پکارے گا۔ جنتی ''لبیک'' کہیں گے۔ دریافت فرمائے گا: ''هَلْ رَضِيتُمْ'' یعنی اب تم خوش ہو گئے؟ جواب دیں گے کہ پروردگار! خوش نہ ہونے کی کیا وجہ؟ جب کہ آپ نے ہم پر انتہائی انعام فرمایا ہے۔ ارشاد ہوگا: ''هَلْ أُعْطِيكُمْ أَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ؟'' یعنی جو کچھ اب تک دیا گیا ہے کیا اس سب سے بڑھ کر ایک چیز لینا چاہتے ہو؟ جنتی سوال کریں گے کہ اے پروردگار! اس سے افضل اور کیا چیز ہوگی؟ اس وقت فرمائیں گے: ''أُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِي فَلَا أَسْخَطُ عَلَيْكُمْ بَعْدَهُ أَبَدًا'' اپنی دائمی رضا اور خوشنودی تم پر اُتارتا ہوں، جس کے بعد کبھی خفگی اور ناخوشی نہ ہوگی [بخاری: صفۃ الجنۃ والنار]۔ رَزَقَنَا اللّٰهُ وَسَائِرَ الْمُؤْمِنِينَ هٰذِهِ الْكَرَامَةَ الْعَظِيمَةَ الْبَاهِرَةَ۔

فائدہ:[۷۹] منافقین پر سختی کا حکم:......''جہاد'' کے معنی ہیں کسی ناپسندیدہ چیز کے دفع کرنے میں انتہائی کوشش کرنا۔ یہ کوشش کبھی ہتھیار سے ہوتی ہے، کبھی زبان سے، کبھی قلم سے، کبھی کسی اور طریق سے۔ منافقین جو زبان سے اسلام کا اظہار کریں اور دل سے مسلمان نہ ہوں، ان کے مقابلہ میں جہاد بالسیف جمہور امت کے نزدیک مشروع نہیں، نہ عہدِ نبوت میں ایسا واقع ہوا، اسی لیے جہاد کا لفظ اس آیت میں عام رکھا گیا ہے یعنی تلوار سے، زبان سے، قلم سے، جس وقت جس کے مقابلہ میں جس طرح مصلحت ہو جہاد کیا جائے۔ بعض علماء کی یہ رائے ہے کہ اگر منافقین کا نفاق بالکل عیاں ہو جائے تو ان پر بھی جہاد بالسیف کیا جا سکتا ہے۔ بہرحال غزوۂ تبوک نے چونکہ منافقین کا نفاق بہت آشکارا کر دیا تھا، اس لیے اس آیت میں اُن کی نسبت ذرا سخت رویہ اختیار کرنے کی ہدایت کی گئی۔ نبی کریم ﷺ فطری طور پر نہایت نرم خو واقع ہوئے تھے: ﴿فَبِمَا رَحْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ لِنْتَ لَهُمْ ۚ وَلَوْ كُنْتَ فَظًّا غَلِيظَ الْقَلْبِ لَانْفَضُّوا مِنْ حَوْلِكَ﴾ [آل عمران:۱۵۹] پھر حق تعالیٰ کی طرف سے حکم تھا ﴿وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ لِمَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْمُؤْمِنِينَ۝﴾ [شعراء: ۲۱۵] چونکہ منافقین بھی بظاہر مومنین کے زمرہ میں شامل رہتے تھے، اس لیے حضور ان کے ساتھ بھی درگزر، چشم پوشی اور نرم خوئی کا معاملہ فرماتے تھے، تبوک کے موقع پر جب منافقین نے کھلم کھلا بے حیائی، عناد اور دشمنی کا انداز اختیار کر لیا تو حکم ہوا کہ اب ان کے معاملہ میں سختی اختیار کیجیے، یہ شریر خوش اخلاقی اور نرمی سے ماننے والے نہیں۔

يَحْلِفُونَ بِاللّٰهِ مَا قَالُوا ۭ وَلَقَدْ قَالُوا كَلِمَةَ الْكُفْرِ وَكَفَرُوا بَعْدَ إِسْلَامِهِمْ

قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی کہ ہم نے نہیں کہا اور بے شک کہا ہے انہوں نے لفظ کفر کا اور منکر ہو گئے مسلمان ہو کر ف۸۰

وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا ۚ وَمَا نَقَمُوْٓا اِلَّآ اَنْ اَغْنٰىهُمُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ مِنْ فَضْلِهٖ ۚ

اور قصد کیا تھا اس چیز کا جو ان کو نہ ملی ف ٨١ اور یہ سب کچھ اسی کا بدلہ تھا کہ دولت مند کر دیا ان کو اللہ نے اور اس کے رسول نے اپنے فضل سے

فَاِنْ يَّتُوْبُوْا يَكُ خَيْرًا لَّهُمْ ۚ وَاِنْ يَّتَوَلَّوْا يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ عَذَابًا اَلِيْمًا ۙ فِي الدُّنْيَا

سو اگر توبہ کر لیں تو بھلا ہے ان کے حق میں اور اگر نہ مانیں گے تو عذاب دے گا ان کو اللہ عذاب دردناک دنیا

وَالْاٰخِرَةِ ۚ وَمَا لَهُمْ فِي الْاَرْضِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿٧٤﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ عٰهَدَ اللّٰهَ

اور آخرت میں اور نہیں ان کا روئے زمین پر کوئی حمایتی اور نہ مددگار ف ٨٢ اور بعضے ان میں وہ ہیں کہ عہد

لَئِنْ اٰتٰىنَا مِنْ فَضْلِهٖ لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُوْنَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿٧٥﴾ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمْ مِّنْ

کیا تھا اللہ سے اگر دیوے ہم کو اپنے فضل سے تو ہم ضرور خیرات کریں اور ہو رہیں ہم نیکی والوں میں پھر جب دیا ان کو

فَضْلِهٖ بَخِلُوْا بِهٖ وَتَوَلَّوْا وَّهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ﴿٧٦﴾ فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِيْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى

اپنے فضل سے تو اس میں بخل کیا اور پھر گئے ٹلا کر ف ٨٣ پھر اس کا اثر رکھ دیا نفاق ان کے دلوں میں جس دن تک کہ وہ اس سے ملیں

يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَآ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ ﴿٧٧﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا

گے اس وجہ سے کہ انہوں نے خلاف کیا اللہ سے جو وعدہ اس سے کیا تھا، اور اس وجہ سے کہ بولتے تھے جھوٹ ف ٨٤ کیا وہ جان نہیں

اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ﴿٧٨﴾

چکے کہ اللہ جانتا ہے ان کا بھید اور ان کا مشورہ اور یہ کہ اللہ خوب جانتا ہے سب چھپی باتوں کو ف ٨٥

فائدہ:[٨٠] منافقین کے کفر پر مہر تصدیق:...... منافقین پیچھے بیٹھ کر پیغمبر علیہ السلام کی اور دین اسلام کی اہانت کرتے جیسا کہ سورۂ منافقون میں آئے گا۔ جب کوئی مسلمان حضور صلی اللہ علیہ وسلم تک ان کی باتیں پہنچا دیتا تو اس کی تکذیب کرتے اور قسمیں کھا لیتے کہ ہم نے فلاں بات نہیں کی، حق تعالیٰ نے مسلمان راویوں کی تصدیق فرمائی کہ بے شک انہوں نے وہ باتیں زبان سے نکالی ہیں اور دعوائے اسلام کے بعد مذہب اسلام اور پیغمبرِ اسلام کی نسبت وہ کلمات کہے ہیں جو صرف منکرین کی زبان سے نکل سکتے ہیں۔

فائدہ:[٨١] بدبخت منافقین کی ناپاک سازش:...... غزوۂ تبوک سے واپسی میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم لشکر سے علیحدہ ہو کر ایک پہاڑی راستہ کو تشریف لے جا رہے تھے، تقریباً بارہ منافقین نے چہرے چھپا کر رات کی تاریکی میں چاہا کہ آپ پر ہاتھ چلائیں اور (معاذ اللہ) پہاڑی سے گرا دیں، حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ حذیفہ اور عمار رضی اللہ عنہم تھے، عمار کو انہوں نے گھیر لیا تھا، مگر حذیفہ نے مار مار کر ان کی اونٹنیوں کے منہ پھیر دیئے، چونکہ چہرے چھپائے ہوئے تھے، حذیفہ وغیرہ نے ان کو نہیں پہچانا، بعدہٗ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے حذیفہ و عمار رضی اللہ عنہما کو نام بنام ان کے پتے بتا دیئے مگر منع فرما دیا کہ کسی پر ظاہر نہ کریں۔ اسی واقعہ کی طرف ﴿وَهَمُّوْا بِمَا لَمْ يَنَالُوْا﴾ میں اشارہ ہے کہ جو ناپاک قصد انہوں نے کیا خدا کے فضل سے پورا نہ ہوا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ کسی موقع پر لشکر اسلام میں کچھ خانہ جنگی ہو گئی تھی۔ منافقین نے اغوا کر کے

مہاجرین وانصار میں پھوٹ ڈالنے کی کوشش کی مگر ناکام رہے، حضرت ﷺ نے اصلاح فرمادی جیسا کہ سورۂ منافقون میں آئے گا۔

فَائِدَہ:[۸۲] احسان فراموش منافقین اور بلند بخت ''جلاس'':...... یعنی حضور ﷺ کی دعا سے خدا نے انہیں دولت مند کر دیا، قرضوں کے بار سے سبکدوش ہوئے، مسلمانوں کے ساتھ ملے جلے رہنے کی وجہ سے غنائم میں حصہ ملتا رہا، حضور ﷺ کی برکت سے پیداوار اچھی ہوئی، ان احسانات کا بدلہ یہ دیا کہ خدا اور رسول کے ساتھ دغابازی کرنے لگے اور ہر طرح پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو ستانے پر کمر باندھ لی۔ اب بھی اگر توبہ کر کے شرارتوں اور احسان فراموشیوں سے باز آ جائیں تو ان کے حق میں بہتر ہے ورنہ خدا دنیا و آخرت میں وہ سزا دے گا جس سے بچانے والا روئے زمین پر کوئی نہ ملے گا۔ بعض روایات میں ہے کہ ''جلاس'' نامی ایک شخص یہ آیات سن کر صدقِ دل سے تائب ہوا، اور آئندہ اپنی زندگی خدمتِ اسلام میں قربان کر دی۔

فَائِدَہ:[۸۳] ثعلبہ بن حاطب کا واقعہ:...... ایک شخص ثعلبہ بن حاطب انصاری نے حضرت ﷺ سے عرض کیا کہ میرے حق میں دولت مند ہو جانے کی دعا فرما دیجیے۔ آپ نے فرمایا ثعلبہ! تھوڑی چیز جس پر تو خدا کا شکر ادا کرے اس بہت چیز سے اچھی ہے جس کے حقوق ادا نہ کر سکے۔ اس نے پھر وہی درخواست کی، آپ نے فرمایا کہ اے ثعلبہ! کیا تجھے پسند نہیں کہ میرے نقشِ قدم پر چلے؟ آپ کے انکار پر اُس کا اصرار بڑھتا رہا۔ اس نے وعدہ کیا کہ اگر خدا مجھ کو مال دے گا میں پوری طرح حقوق ادا کروں گا، آخر حضور ﷺ نے دعا فرمائی۔ اُس کی بکریوں میں اِس قدر برکت ہوئی کہ مدینہ سے باہر ایک گاؤں میں رہنے کی ضرورت پڑی اور اتنا پھیلاوا ہوا کہ اُن میں مشغول ہو کر رفتہ رفتہ جمعہ و جماعات بھی ترک کرنے لگا، کچھ دنوں بعد حضور ﷺ کی طرف سے زکوٰۃ وصول کرنے والے ''محصل'' پہنچے تو کہنے لگا کہ زکوٰۃ تو جزیہ کی بہن معلوم ہوتی ہے۔ دو ایک دفعہ ٹلا کر آخر زکوٰۃ دینے سے صاف انکار کر دیا۔ حضور ﷺ نے تین مرتبہ فرمایا: ''ویح ثعلبہ'' اور یہ آیات نازل ہوئیں۔ جب اس کے بعض اقارب نے اس کی خبر پہنچائی تو بادلِ ناخواستہ زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا، حضور ﷺ نے فرمایا کہ خدا نے مجھ کو تیری زکوٰۃ قبول کرنے سے منع فرما دیا ہے۔ یہ سن کر اُس نے بہت ہائے واویلا کی کیونکہ حضور کا زکوٰۃ قبول نہ کرنا اس کے لیے بڑی عار کی بات تھی۔ بدنامی کے تصور سے سر پر خاک ڈالتا تھا مگر دل میں نفاق چھپا ہوا تھا۔ پھر حضور ﷺ کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی خدمت میں زکوٰۃ لے کر حاضر ہوا، انہوں نے بھی قبول کرنے سے انکار فرمایا۔ پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ اور ان کے بعد حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کی خدمت میں زکوٰۃ پیش کی، دونوں نے انکار فرمایا۔ ہر ایک یہی کہتے تھے کہ جو چیز نبی کریم ﷺ نے رَدّ کر دی، ہم اس کو قبول نہیں کر سکتے۔ آخر اسی حالتِ نفاق پر حضرت عثمان رضی اللہ عنہ کے عہد میں اس کا خاتمہ ہوا۔

فَائِدَہ:[۸۴] بری خصلت کا بھیانک انجام:...... یعنی خدا سے صریح وعدہ خلافی کرنے اور جھوٹ بولتے رہنے کی سزا میں ان کے بخل و اعراض کا اثر یہ ہوا کہ ہمیشہ کے لیے نفاق کی جڑ ان کے دلوں میں قائم ہو گئی جو موت تک نکلنے والی نہیں اور یہی ''سنت اللہ'' ہے کہ جب کوئی شخص اچھی یا بری خصلت خود اختیار کر لیتا ہے تو کثرت مزاولت و ممارست سے وہ دائمی بن جاتی ہے، بری خصلت کے اسی دوام و استحکام کو کبھی کبھی ختم و طبع (مہر لگانے) سے تعبیر کر دیتے ہیں۔

فَائِدَہ:[۸۵] خدا خوب جانتا ہے:...... یعنی خواہ کیسے ہی وعدے کریں، باتیں بنائیں، یا مجبور ہو کر مال پیش کریں، خدا ان کے ارادوں اور نیتوں کو خوب جانتا ہے اور اپنے ہم مشربوں کے ساتھ بیٹھ کر جو مشورے کرتے ہیں ان سے پوری طرح آگاہ ہے۔ وہ جانتا ہے کہ ﴿لَنَصَّدَّقَنَّ وَلَنَكُونَنَّ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ کا وعدہ اور گھبرا کر زکوٰۃ حاضر کرنا کس دل اور کیسی نیت سے تھا۔

اَلَّذِيْنَ يَلْمِزُوْنَ الْمُطَّوِّعِيْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ فِي الصَّدَقٰتِ وَالَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ

وہ لوگ جو طعن کرتے ہیں ان مسلمانوں پر جو دل کھول کر خیرات کرتے ہیں اور ان پر جو نہیں رکھتے

اِلَّا جُهْدَهُمْ فَيَسْخَرُوْنَ مِنْهُمْ ؕ سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۷۹﴾

مگر اپنی محنت کا پھر ان پر ٹھٹھے کرتے ہیں اللہ نے اُن سے ٹھٹھا کیا ہے اور ان کے لیے عذاب دردناک ہے ف۸۶

اِسْتَغْفِرْ لَهُمْ اَوْ لَا تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ ؕ اِنْ تَسْتَغْفِرْ لَهُمْ سَبْعِيْنَ مَرَّةً فَلَنْ يَّغْفِرَ

تو ان کے لیے بخشش مانگ یا نہ مانگ، اگر ان کے لیے ستر بار بخشش مانگے تو بھی ہرگز نہ بخشے گا ان کو اللہ، یہ

اللّٰهُ لَهُمْ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ

اس واسطے کہ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور اللہ راستہ نہیں دیتا نا

الْفٰسِقِيْنَ ﴿۸۰﴾ فَرِحَ الْمُخَلَّفُوْنَ بِمَقْعَدِهِمْ خِلٰفَ رَسُوْلِ اللّٰهِ وَكَرِهُوْا اَنْ

ع ۸ / ۱۶

فرمان لوگوں کو ف۸۷ خوش ہو گئے پیچھے رہنے والے اپنے بیٹھ رہنے سے جدا ہو کر رسول اللہ سے اور گھبرائے

يُّجَاهِدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ فِىْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَقَالُوْا لَا تَنْفِرُوْا فِى الْحَرِّ ؕ قُلْ

اس سے کہ لڑیں اپنے مال سے اور جان سے اللہ کی راہ میں ف۸۸ اور بولے کہ مت کوچ کرو گرمی میں ف۸۹ تو کہہ

نَارُ جَهَنَّمَ اَشَدُّ حَرًّا ؕ لَوْ كَانُوْا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَلْيَضْحَكُوْا قَلِيْلًا وَّلْيَبْكُوْا

دوزخ کی آگ سخت گرم ہے اگر ان کو سمجھ ہوتی ف۹۰ سو وہ ہنس لیویں تھوڑا اور روویں

كَثِيْرًا ۚ جَزَآءًۢ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ﴿۸۲﴾

بہت سا، بدلہ اس کا جو وہ کماتے تھے ف۹۱

فائدہ: [۸۶] منافقین کے طعن و استہزاء پر دردناک عذاب کی پیشگوئی:...... ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے مسلمانوں کو صدقہ کرنے کی ترغیب دی۔ حضرت عبدالرحمن بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چار ہزار (دینار یا درہم) حاضر کر دیئے۔ عاصم بن عدی نے ایک سو وسق کھجوریں (جن کی قیمت چار ہزار درہم ہوتی تھی) پیش کیں۔ منافقین کہنے لگے کہ ان دونوں نے دکھلاوے اور نام و نمود کو اتنا دیا ہے۔ ایک غریب صحابی ابوعقیل حبحاب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جو محنت و مشقت سے تھوڑا سا کما کر لائے اُس میں سے ایک صاع تمر صدقہ کیا تو مذاق اڑانے لگے کہ یہ خواہ مخواہ زور آوری سے لہو لگا کر شہیدوں میں داخل ہونا چاہتا ہے، بھلا اس کی ایک صاع کھجوریں کیا پکار کریں گی، غرض تھوڑا دینے والا اور بہت خرچ کرنے والا کوئی اُنکی زبان سے بچتا نہ تھا، کسی پر طعن، کسی سے ٹھٹھا کرتے تھے۔ حق تعالیٰ نے فرمایا: ﴿سَخِرَ اللّٰهُ مِنْهُمْ﴾ (اللہ نے ان سے ٹھٹھا کیا ہے) یعنی ان کے طعن و تمسخر کا بدلہ دیا، بظاہر تو وہ چند روز کے لیے مسخراپن کرنے کے لیے آزاد چھوڑ دیئے گئے ہیں، لیکن فی الحقیقت اندر ہی اندر سکھ کی جڑیں کٹتی چلی جا رہی ہیں اور عذاب الیم ان کے لیے تیار ہے۔

فائدہ: [۸۷] منافقین کیلئے استغفار کا مطلب:...... یعنی منافقین کے لیے آپ کتنی ہی مرتبہ استغفار کیجیے ان کے حق میں بالکل بے کار اور بے فائدہ ہے، خدا ان بدبخت کافروں اور نافرمانوں کو کبھی معاف نہ کرے گا۔ واقعہ یہ پیش آیا کہ مدینہ میں رئیس المنافقین عبداللہ بن ابی

کا انتقال ہوا، آپ نے قمیص مبارک کفن میں دیا، لعاب مبارک اُس کے منہ میں ڈالا، نماز جنازہ پڑھی اور دعائے مغفرت کی۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ اس معاملہ میں آڑے آتے تھے اور کہتے تھے کہ یا رسول اللہ! یہ وہی خبیث تو ہے جس نے فلاں فلاں وقت ایسی ایسی نالائق حرکات کیں، ہمیشہ کفر و نفاق کا علمبردار رہا، کیا حق تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا ﴿اِسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اَوۡ لَا تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ اِنۡ تَسۡتَغۡفِرۡ لَهُمۡ سَبۡعِيۡنَ مَرَّةً فَلَنۡ يَّغۡفِرَ اللّٰهُ لَهُمۡ﴾ آپ نے ارشاد فرمایا کہ اے عمر! مجھ کو اِستغفار سے منع نہیں کیا گیا بلکہ آزاد رکھا گیا ہے کہ اِستغفار کروں یا نہ کروں، یہ خدا کا فعل ہے کہ ان کو معاف نہ کرے، یعنی ان کے حق میں میرا استغفار نافع نہ ہو (سو اُن کے حق میں نہ سہی۔ ممکن ہے دوسروں کے حق میں میرا یہ طرزِ عمل نافع ہو جائے، دوسرے لوگ سب سے بڑے موذی دشمن کے حق میں نبی کے اس وسعتِ اخلاق اور دفورِ رحمت و شفقت کو دیکھ کر اسلام و پیغمبر اسلام کے گرویدہ ہو جائیں، چنانچہ ایسا ہی ہوا) صحیح بخاری کی ایک روایت میں آپ نے فرمایا کہ اگر میں جانتا کہ ستر مرتبہ سے زیادہ استغفار کرنے سے اس کی مغفرت ہو سکتی ہے تو میں ستر مرتبہ سے زائد استغفار کرتا، گویا اس جملہ میں حضور ﷺ نے متنبہ فرما دیا کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی طرح آپ بھی اُسکے حق میں اِستغفار کو غیر مفید تصور فرما رہے تھے۔ فرق اس قدر ہے کہ حضرت عمر کی نظر بغض فی اللہ کے جوش میں صرف اسی نکتہ پر مقصور تھی، اور نبی کریم ﷺ میت کے فائدہ سے قطع نظر فرما کر عام پیغمبرانہ شفقت کا اظہار، اور احیاء کے فائدہ کا خیال فرما رہے تھے۔ لیکن آخر کار وحی الٰہی ﴿وَلَا تُصَلِّ عَلٰۤى اَحَدٍ مِّنۡهُمۡ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمۡ عَلٰى قَبۡرِهٖ﴾ نے صریح طور پر منافقین کا جنازہ پڑھنے یا اُن کے اہتمام دفن و کفن وغیرہ میں حصہ لینے کی ممانعت کر دی۔ کیونکہ اس طرزِ عمل سے منافقین کی ہمت افزائی اور مومنین کی دل شکستگی کا احتمال تھا، اس وقت سے حضور ﷺ نے کسی منافق کے جنازہ کی نماز نہیں پڑھی۔

فَائِدَۃ: [۸۸] **گناہگار اور بداعتقاد میں فرق:**...... یہ اُن منافقین کے متعلق ہے جو غزوۂ تبوک کی شرکت سے علیحدہ رہے، یعنی منافقین کا حال یہ ہے کہ برائی اور عیب کا کام کر کے خوش ہوتے ہیں نیکی سے گھبرا کر دور بھاگتے ہیں۔ اور جیسا کہ پہلے گزرا نیکی کرنے والوں پر طعن کرتے اور آوازے کستے ہیں، ایسی قوم کو نبی کے استغفار سے کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے؟ یہاں سے گناہ گار اور بداعتقاد کا فرق نکلتا ہے، گناہ ایسا کون سا ہے جو پیغمبر کے بخشوانے سے نہ بخشا جائے؟ ﴿وَلَوۡ اَنَّهُمۡ اِذۡ ظَّلَمُوۡۤا اَنۡفُسَهُمۡ جَآءُوۡكَ فَاسۡتَغۡفَرُوا اللّٰهَ وَاسۡتَغۡفَرَ لَهُمُ الرَّسُوۡلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيۡمًا۝﴾ [نساء: ۶۴] لیکن بداعتقاد کو پیغمبر کا ستر مرتبہ استغفار فائدہ نہ دے۔

فَائِدَۃ: [۹۰]...... یا تو منافقین آپس میں ایک دوسرے کو کہتے تھے اور یا بعض مومنین سے کہتے ہوں گے کہ اُن کی ہمتیں سست ہو جائیں۔

فَائِدَۃ: [۹۱]...... یعنی اگر سمجھ ہوتی تو خیال کرتے کہ یہاں کی گرمی سے بچ کر جس گرمی کی طرف جا رہے ہیں وہ کہیں زیادہ سخت ہے۔ یہ تو وہی مثال ہوئی کہ دھوپ سے بھاگ کر آگ کی پناہ لی جائے۔ حدیث میں ہے کہ جہنم کی آگ دنیا کی آگ سے انہتر درجہ زیادہ تیز ہے۔ نعوذ باللہ منہا!

فَائِدَۃ: [۹۲]...... یعنی چند روز اپنی حرکات پر خوش ہو لو اور ہنس لو۔ پھر ان کرتوتوں کی سزا میں ہمیشہ کو رونا ہے۔

فَاِنۡ رَّجَعَكَ اللّٰهُ اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنۡهُمۡ فَاسۡتَاۡذَنُوۡكَ لِلۡخُرُوۡجِ فَقُلۡ لَّنۡ تَخۡرُجُوۡا

سو اگر پھر لے جائے تجھ کو اللہ کسی فرقہ کی طرف ان میں سے ف ۹۳ پھر اجازت چاہیں تجھ سے نکلنے کی تو تو کہہ دینا کہ تم ہرگز نہ نکلو گے

مَعِىَ اَبَدًا وَّلَنۡ تُقَاتِلُوۡا مَعِىَ عَدُوًّا ؕ اِنَّكُمۡ رَضِيۡتُمۡ بِالۡقُعُوۡدِ اَوَّلَ مَرَّةٍ

میرے ساتھ کبھی اور نہ لڑو گے میرے ساتھ ہو کر کسی دشمن سے، تم کو پسند آیا بیٹھ رہنا پہلی بار سو بیٹھے

فَاقْعُدُوْا مَعَ الْخٰلِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَلَا تُصَلِّ عَلٰٓى اَحَدٍ مِّنْهُمْ مَّاتَ اَبَدًا وَّلَا تَقُمْ عَلٰى

رہو پیچھے رہنے والوں کے ساتھ ف۹۳ اور نماز نہ پڑھ ان میں سے کسی پر جو مر جائے اور کبھی نہ کھڑا ہو اس کی

قَبْرِهٖ ۭ اِنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَمَاتُوْا وَهُمْ فٰسِقُوْنَ ﴿۸۴﴾ وَلَا تُعْجِبْكَ

قبر پر ف۹۴ وہ منکر ہوئے اللہ سے اور اس کے رسول سے اور وہ مر گئے نافرمان ف۹۵ اور تعجب نہ کر ان

اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ۭ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ

کے مال اور اولاد سے اللہ تو یہی چاہتا ہے کہ عذاب میں رکھے ان کو ان چیزوں کے باعث دنیا میں اور نکلے ان

اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ اَنْ اٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَجَاهِدُوْا مَعَ

کی جان اور وہ اس وقت تک کافر ہی رہیں ف۹۶ اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورت کہ ایمان لاؤ اللہ پر اور لڑائی کرو اس کے

رَسُوْلِهِ اسْتَاْذَنَكَ اُولُوا الطَّوْلِ مِنْهُمْ وَقَالُوْا ذَرْنَا نَكُنْ مَّعَ الْقٰعِدِيْنَ ﴿۸۶﴾

رسول کے ساتھ ہوکر تو تجھ سے رخصت مانگتے ہیں مقدور والے ان کے اور کہتے ہیں ہم کو چھوڑ دے کہ رہ جائیں ساتھ بیٹھنے والوں کے

رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ الْخَوَالِفِ وَطُبِعَ عَلٰي قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَفْقَهُوْنَ ﴿۸۷﴾

خوش ہوئے کہ رہ جائیں پیچھے رہنے والی عورتوں کے ساتھ ف۹۷ اور مہر کر دی گئی ان کے دل پر سو وہ نہیں سمجھتے ف۹۸

لٰكِنِ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَاَنْفُسِهِمْ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ

لیکن رسول اور جو لوگ ایمان لائے ہیں ساتھ اس کے وہ لڑے ہیں اپنے مال اور جان سے اور انہی کے

لَهُمُ الْخَيْرٰتُ ۡ وَاُولٰۗىِٕكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ﴿۸۸﴾ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ

لیے ہیں خوبیاں اور وہی ہیں مراد کو پہنچنے والے تیار کر رکھے ہیں اللہ نے ان کے واسطے باغ کہ بہتی ہیں

تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ۭ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۸۹﴾ وَجَاۗءَ الْمُعَذِّرُوْنَ مِنَ ع

نیچے ان کے نہریں رہا کریں ان میں یہی ہے بڑی کامیابی ف۹۹ اور آئے بہانے کرنے والے

الْاَعْرَابِ لِيُؤْذَنَ لَهُمْ وَقَعَدَ الَّذِيْنَ كَذَبُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ ۭ سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ

گنوار تاکہ ان کو رخصت مل جائے اور بیٹھ رہے جنہوں نے جھوٹ بولا تھا اللہ سے اور اس کے رسول سے، اب پہنچے گا ان کو

كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۹۰﴾

جو کافر ہیں ان میں عذاب دردناک ف۱۰۰

فائدة: [۹۲]...... حضور ﷺ تبوک میں تھے اور منافقین مدینہ میں۔ ممکن تھا کہ بعض منافقین آپ کی واپسی سے قبل مرجائیں، اس لیے ﴿اِلٰى طَآئِفَةٍ مِّنْهُمْ﴾ فرمایا۔

فائدة: [۹۳] منافقین کو جہاد میں شرکت کرنے کی ممانعت:...... یعنی اب اگر یہ لوگ کسی دوسرے غزوہ میں ساتھ چلنے کی اجازت مانگیں تو فرما دیجیے کہ بس! تمہاری ہمت وشجاعت کا بھانڈا پھوٹ چکا اور تمہارے دلوں کا حال پہلی مرتبہ کھل چکا، نہ تم کبھی ہمارے ساتھ نکل سکتے ہو اور نہ دشمنانِ اسلام کے مقابلہ میں بہادری دکھا سکتے ہو، لہٰذا اب تم کو تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں۔ عورتوں، بچوں، اپاہج، اور ناتواں بڈھوں کے ساتھ گھر میں گھسے بیٹھے رہو اور جس چیز کو پہلی دفعہ تم نے اپنے لیے پسند کرلیا ہے، مناسب ہے کہ اسی حالت پر مرو، تاکہ اچھی طرح عذابِ الٰہی کا مزہ چکھو۔

فائدة: [۹۴]...... یعنی دعا و استغفار کے لیے یا اہتمام دفن کے لیے۔

فائدة: [۹۵] منافقین کا جنازہ پڑھنا ممنوع:...... یہ آیت عبداللہ بن اُبی کے واقعہ کے بعد نازل ہوئی جیسا کہ چند آیات پہلے ہم مفصل بیان کرچکے ہیں۔ اس آیت کے نزول کے بعد منافقین کا جنازہ پڑھنا قطعاً ممنوع ہوگیا۔ امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ احتیاطاً ایسے شخص کا جنازہ نہ پڑھتے تھے جس کی نماز میں حضرت حذیفہ رضی اللہ عنہ شریک نہ ہوں، کیوں کہ ان کو آنحضرت ﷺ نے بہت سے منافقین کا نام بنام علم کرا دیا تھا۔ اسی لیے ان کا لقب ''صاحب سرِ رسول اللہ ﷺ'' ہوا۔

فائدة: [۹۶]...... چار رکوع پہلے اسی مضمون کی آیت گزر چکی، اس کا فائدہ ملاحظہ کرلیا جائے۔

فائدة: [۹۷] منافقین کا جہاد سے جان چرانا اور زمانہ امن میں زبان چلانا:...... یعنی قرآن کی کسی سورت میں جب تنبیہ کی جاتی ہے کہ پوری طرح خلوص و پختگی سے ایمان لاؤ، جس کا بڑا اثر یہ ظاہر ہونا چاہیے کہ پیغمبر علیہ السلام کے ساتھ ہوکر خدا کے راستہ میں جہاد کریں تو یہ منافقین جان چرانے لگتے ہیں اور ان میں کے استطاعت و مقدور والے بھی جھوٹے عذر تراش کر اجازت طلب کرنے آتے ہیں کہ حضرت! ہمیں تو یہیں مدینہ میں رہنے دیجیے۔ گویا کمالِ بے غیرتی اور نامردی سے اس پر راضی ہیں کہ لڑائی یا خطرہ کا نام سنتے ہی خانہ نشین عورتوں کے ساتھ گھروں میں گھس کر بیٹھ رہیں۔ ہاں! جس وقت جنگ وغیرہ کا خطرہ نہ رہے اور امن و اطمینان کا زمانہ ہو تو باتیں بنانے اور قینچی کی طرح زبان چلانے میں سب سے پیش پیش ہوتے ہیں: ﴿فَاِذَا جَآءَ الْخَوْفُ رَاَیْتَهُمْ یَنْظُرُوْنَ اِلَیْكَ تَدُوْرُ اَعْیُنُهُمْ كَالَّذِیْ یُغْشٰی عَلَیْهِ مِنَ الْمَوْتِ ۚ فَاِذَا ذَهَبَ الْخَوْفُ سَلَقُوْكُمْ بِاَلْسِنَةٍ حِدَادٍ﴾ [احزاب: ۱۹]

فائدة: [۹۸]...... یعنی کذب و نفاق، نکول عن الجہاد، اور تخلف عن الرسول ﷺ کی شامت سے ان کے دلوں پر مہر کردی گئی کہ اب موٹے موٹے عیب بھی ان کو عیب نظر نہیں آتے اور انتہائی بے غیرتی و بزدلی پر بجائے شرمانے کے نازاں و فرحاں ہوتے ہیں۔

فائدة: [۹۹] وفادارانِ خدا کار مومنین کا تذکرہ:...... منافقین کے بالمقابل مومنین مخلصین کا بیان فرمایا کہ دیکھو! یہ ہیں خدا کے وفادار بندے جو اُس کے راستہ میں نہ جان سے ہٹتے ہیں نہ مال سے، کیسا ہی خطرہ کا موقع ہو، اسلام کی حمایت اور پیغمبرِ اسلام کی معیت میں ہر قربانی کے لیے تیار رہتے ہیں۔ پھر ایسوں کے لیے فلاح و کامیابی نہ ہوگی تو اور کس کے لیے ہوگی۔

فائدة: [۱۰۰] دیہاتیوں کی دو جماعتوں کا تذکرہ:...... یعنی جس طرح مدینہ کے رہنے والوں میں منافقین بھی ہیں اور مخلصین بھی اسی طرح دیہاتی گنواروں میں ہر قسم کے لوگ پائے جاتے ہیں، اُن میں سے یہاں دو قسموں کا ذکر فرمایا، مخلص دیہاتیوں کا ذکر اس رکوع کے خاتمہ پر ﴿وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ﴾ الآیۃ میں آئے گا۔ یہاں دیہاتیوں کی جن دو جماعتوں کا ذکر ہے (مُعَذِّرُوْنَ اور ﴿قَعَدُوْنَ﴾) ان میں سے پہلی جماعت (مُعَذِّرُوْنَ) کے مصداق میں مفسرینِ سلف کا اختلاف ہے کہ آیا اس سے مراد جھوٹے بہانے

بنانے والے منافق ہیں (جیسا کہ ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے) یا سچے عذر کرنے والے مسلمان جو واقعی جہاد کی شرکت سے معذور تھے، اگر پہلی شق اختیار کی جائے تو آیت میں منافقین کی دو قسموں کا بیان ہوگا (مُعَذِّرُوْنَ) تو وہ ہوئے جو باوجود نفاق کے محض رسم ظاہر داری نباہنے کے لیے جھوٹے حیلے بنا کر حضور ﷺ سے اجازت طلب کرتے تھے اور ﴿قَعِدُوْنَ﴾ سے وہ منافقین مراد ہوں گے جنہوں نے اوّل دعوائے ایمان میں جھوٹ بولا پھر ظاہر داری کی بھی پرواہ نہیں کی، جہاد کا نام سن کر گھروں میں بیٹھ رہے بالکل بے باک و بے حیا ہو کر، عذر کرنے بھی نہ آئے۔ اس تقدیر پر ﴿سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ﴾ دونوں جماعتوں کو شامل ہوگا۔ اور معنی یہ ہوں گے کہ جو لوگ دونوں جماعتوں میں سے اپنے کفر پر اخیر تک قائم رہیں گے ان کے لیے عذاب دردناک ہے، جن کو توبہ کی توفیق ہو جائے گی وہ اس وعید کے نیچے داخل نہیں اور اگر (مُعَذِّرُوْنَ) سے مراد مومنین مخلصین لیے جائیں جو واقعی معذور تھے تو ﴿قَعِدُوْنَ﴾ سے مراد منافقین ہوں گے اور ﴿سَيُصِيْبُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ﴾ کی وعید صرف ان ہی کے حق میں ہوگی، پہلی جماعت کا ذکر گویا قبولِ عذر کے طور پر ہوگا۔

لَيْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَجِدُوْنَ مَا يُنْفِقُوْنَ

نہیں ہے ضعیفوں پر اور نہ مریضوں پر اور نہ ان لوگوں پر جن کے پاس نہیں ہے خرچ کرنے کو

حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِيْنَ مِنْ سَبِيْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ

کچھ گناہ جب کہ دل سے صاف ہوں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ، نہیں ہی نیکی والوں پر الزام کی کوئی راہ ف ۱۰۱ اور اللہ بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ۙ﴿۹۱﴾ وَّلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ مَآ اَحْمِلُكُمْ

مہربان ہے ف ۱۰۲ اور نہ ان لوگوں پر کہ جب تیرے پاس آئے تو ان کو تو سواری دے تو نے کہا میرے پاس کوئی چیز نہیں کہ تم کو اس پر سوار

عَلَيْهِ ۪ تَوَلَّوْا وَّاَعْيُنُهُمْ تَفِيْضُ مِنَ الدَّمْعِ حَزَنًا اَلَّا يَجِدُوْا مَا يُنْفِقُوْنَ ؕ﴿۹۲﴾

کر دوں تو اُلٹے پھرے اور ان کی آنکھوں سے بہتے تھے آنسو اس غم میں کہ نہیں پاتے۔ وہ چیز جو خرچ کریں ف ۱۰۳

اِنَّمَا السَّبِيْلُ عَلَى الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ وَهُمْ اَغْنِيَآءُ ۚ رَضُوْا بِاَنْ يَّكُوْنُوْا مَعَ

راہ الزام کی تو ان پر ہے جو رخصت مانگتے ہیں تجھ سے، اور وہ مال دار ہیں، خوش ہوئے اس بات سے کہ رہ جائیں ساتھ پیچھے

الْخَوَالِفِ ۙ وَطَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۳﴾

رہنے والیوں کے اور مہر کر دی اللہ نے ان کے دلوں پر سو وہ نہیں جانتے۔ ف ۱۰۴

فَائِدَة: [۱۰۱] سچے معذورین کا بیان: ...... جھوٹے عذر کرنے والوں کے بعد سچے معذورین کا بیان فرماتے ہیں، حاصل یہ ہے کہ عذر کبھی تو شخصی طور پر لازم ذات ہوتا ہے مثلاً: بڑھاپے کی کمزوری جو عادۃً کسی طرح آدمی سے جدا نہیں ہو سکتی اور کبھی عارضی ہوتا ہے، پھر "عارضی" یا بدنی ہے جیسے: بیماری وغیرہ، یا مالی جیسے: اِفلاس و فقدانِ اسبابِ سفر، چونکہ غزوۂ تبوک میں مجاہدین کو بہت دور دراز مسافت طے کر کے پہنچنا تھا اس لیے سواری نہ ہونے کا عذر بھی معتبر و مقبول سمجھا گیا، جیسے آگے آتا ہے۔

فَائِدَة: [۱۰۲] ...... یعنی جو لوگ واقعی معذور ہیں اگر ان کے دل صاف ہوں اور خدا اور رسول کے ساتھ ٹھیک معاملہ رکھیں (مثلاً: خود نہ

جا سکتے ہوں تو جانے والوں کی ہمتیں پست نہ کریں) بلکہ اپنے مقدور کے موافق نیکی کرنے اور اخلاص کا ثبوت دینے کے لیے مستعد ہیں ان پر جہاد کی عدم شرکت سے کچھ الزام نہیں ایسے مخلصین سے اگر بہ مقتضائے بشریت کوئی کوتاہی ہو جائے تو حق تعالیٰ کی بخشش و مہربانی سے توقع ہے کہ وہ درگزر فرمائے گا۔

فَائِدَہ: [۱۰۳] بے مثال شوق جہاد:...... سبحان اللہ! نبی کریم ﷺ کی صحبت نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے دلوں میں عشقِ الٰہی کا وہ نشہ پیدا کیا تھا جس کی مثال کسی قوم وملت کی تاریخ میں موجود نہیں، مستطیع اور مقدور والے صحابہ کو دیکھو تو جان و مال سب کچھ خدا کے راستہ میں لٹانے کو تیار ہیں اور سخت سے سخت قربانی کے وقت بڑے ولولہ اور اشتیاق سے آگے بڑھتے ہیں، جن کو مقدور نہیں وہ اس غم میں رورو کر جان کھوئے لیتے ہیں کہ ہم میں اتنی استطاعت کیوں نہ ہوئی کہ اُس محبوبِ حقیقی کی راہ میں قربان ہونے کے لیے اپنے کو پیش کر سکتے۔ حدیث صحیح میں آپ نے مجاہدین کو خطاب کر کے فرمایا کہ تم مدینہ میں ایک ایسی قوم کو اپنے پیچھے چھوڑ آئے ہو جو ہر قدم پر تمہارے اجر میں شریک ہے، تم جو قدم خدا کے راستہ میں اٹھاتے ہو یا کوئی جنگل قطع کرتے ہو یا کسی پگڈنڈی پر چلتے ہو وہ قوم برابر ہر موقع پر تمہارے ساتھ ساتھ ہے، یہ وہ لوگ ہیں جنہیں واقعی مجبوریوں نے تمہارے ہمراہ چلنے سے روکا۔ حسن رحمۃ اللہ علیہ کے "مرسل" میں ہے کہ یہ مضمون بیان فرما کر آپ نے یہی آیت ﴿وَلَا عَلَى الَّذِيْنَ اِذَا مَآ اَتَوْكَ لِتَحْمِلَهُمْ قُلْتَ لَآ اَجِدُ...... ﴾ تلاوت فرمائی۔

فَائِدَہ: [۱۰۴] جھوٹے معذوروں کے دل پر خدائی مہر:...... یعنی باوجود قدرت واستطاعت جہاد سے پہلوتہی کرتے ہیں اور نہایت بے حمیتی سے یہ عار گوارا کرتے ہیں کہ عورتوں کی طرح گھر میں چوڑیاں پہن کر بیٹھ جائیں۔ گناہ کی ممارست (پریکٹس) سے آدمی کا قلب ایسا مسخ اور سیاہ ہو جاتا ہے کہ اُسے بھلے برے اور عیب و ہنر کی تمیز بھی باقی نہیں رہتی، جب بے غیرتی کرتے کرتے کوئی شخص اس قدر پاگل ہو جائے کہ نادم ومتاسف ہونے کی جگہ اُس پر اُلٹا نازاں اور خوش ہو تو سمجھ لو کہ اس کے دل پر خدائی مہر لگ چکی ہے۔ العیاذ باللہ!

............☆☆☆...... الحمد اللہ (۱۰) پارہ ختم ہوا......☆☆☆............

پارہ نمبر ۱۱

يَعْتَذِرُونَ إِلَيْكُمْ إِذَا رَجَعْتُمْ إِلَيْهِمْ ۚ قُل لَّا تَعْتَذِرُوا لَن نُّؤْمِنَ لَكُمْ قَدْ نَبَّأَنَا اللَّهُ

بہانے لائیں گے تمہارے پاس جب تم پھر کر جاؤ گے ان کی طرف، تو کہہ بہانے مت بناؤ ہم ہرگز نہ مانیں گے تمہاری بات ہم کو بتا چکا ہے اللہ تمہارے

مِنْ أَخْبَارِكُمْ ۚ وَسَيَرَى اللَّهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُولُهُ ثُمَّ تُرَدُّونَ إِلَىٰ عَالِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ

احوال اور ابھی دیکھے گا اللہ تمہارے کام اور اس کا رسول پھر تم لوٹائے جاؤ گے طرف اس جاننے والے چھپے اور کھلے کی سو

فَيُنَبِّئُكُم بِمَا كُنتُمْ تَعْمَلُونَ ﴿۹۴﴾ سَيَحْلِفُونَ بِاللَّهِ لَكُمْ إِذَا انقَلَبْتُمْ إِلَيْهِمْ لِتُعْرِضُوا

وہ بتائے گا تم کو جو تم کر رہے تھے ۱۰۵ اب قسمیں کھائیں گے اللہ کی تمہارے سامنے جب تم پھر کر جاؤ گے اُن کی طرف تا کہ تم ان سے

عَنْهُمْ ۖ فَأَعْرِضُوا عَنْهُمْ ۖ إِنَّهُمْ رِجْسٌ ۖ وَمَأْوَاهُمْ جَهَنَّمُ جَزَاءً بِمَا كَانُوا يَكْسِبُونَ ﴿۹۵﴾

درگزر کرو تو سو تم درگزر کرو ان سے، بے شک وہ لوگ پلید ہیں اور ان کا ٹھکانا دوزخ ہے بدلہ ان کے کاموں کا ۱۰۶

يَحْلِفُونَ لَكُمْ لِتَرْضَوْا عَنْهُمْ ۖ فَإِن تَرْضَوْا عَنْهُمْ فَإِنَّ اللَّهَ لَا يَرْضَىٰ عَنِ الْقَوْمِ

وہ لوگ قسمیں کھائیں گے تمہارے سامنے تا کہ تم ان سے راضی ہو جاؤ سو اگر تم راضی ہو گئے ان سے تو اللہ راضی نہیں ہوتا

الْفَاسِقِينَ ﴿۹۶﴾ الْأَعْرَابُ أَشَدُّ كُفْرًا وَنِفَاقًا وَأَجْدَرُ أَلَّا يَعْلَمُوا حُدُودَ مَا أَنزَلَ اللَّهُ عَلَىٰ

نافرمان لوگوں سے ۱۰۸ گنوار (دیہاتی) بہت سخت ہیں کفر میں اور نفاق میں اور اسی لائق ہیں کہ نہ سیکھیں وہ قاعدے جو نازل کیے

رَسُولِهِ ۗ وَاللَّهُ عَلِيمٌ حَكِيمٌ ﴿۹۷﴾ وَمِنَ الْأَعْرَابِ مَن يَتَّخِذُ مَا يُنفِقُ مَغْرَمًا

اللہ نے اپنے رسول پر اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ۱۰۹ اور بعضے گنوار ایسے ہیں کہ شمار کرتے ہیں اپنے خرچ کرنے کو تاوان

وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَائِرَ ۚ عَلَيْهِمْ دَائِرَةُ السَّوْءِ ۗ وَاللَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ ﴿۹۸﴾

اور انتظار کرتے ہیں تم پر زمانہ کی گردشوں کا، ان ہی پر آئے گردش بری اور اللہ سننے والا جاننے والا ہے ۱۱۰

فائدہ: [۱۰۵] عذر پیش کرنے والے منافقین کو جواب اور تنبیہ: ...... یعنی جیسے تبوک کی طرف روانہ ہونے کے وقت منافقین نے طرح طرح کے حیلے بہانے بنائے، جب تم مدینہ واپس آؤ گے اُس وقت بھی یہ لوگ اعذار باطلہ پیش کر کے تم کو مطمئن بنانا چاہیں گے اور

قسمیں کھائیں گے کہ حضرت ہمارا قصد مصمم تھا کہ آپ کے ساتھ چلیں، مگر فلاں فلاں موانع وعوائق پیش آ جانے کی وجہ سے مجبور رہے۔ آپ کہہ دیجیے کہ جھوٹی باتیں بنانے سے کچھ فائدہ نہیں، تمہارے سب اعذار لغو اور بیکار ہیں، ہم کو حق تعالیٰ تمہارے کذب ونفاق پر مطلع کر چکا، پھر کس طرح ہم تمہاری لغویات کو باور کر سکتے ہیں؟ اب پچھلے قصہ کو چھوڑو، آئندہ تمہارا طرزِ عمل دیکھا جائے گا کہ اپنے دعوے کو کہاں تک نباہتے ہو، سب جھوٹ سچ ظاہر ہو کر رہے گا اور بہر حال اُس ﴿عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ سے تو کوئی راز اور عمل یا نیت پوشیدہ نہیں رہ سکتی۔ اُسی کے یہاں سب کو جانا ہے، وہ جزاء دینے کے وقت تمہارا ہر چھوٹا بڑا، ظاہری و باطنی عمل کھول کر رکھ دے گا اور اُسی کے موافق بدلہ دیا جائے گا۔

فَائِدَة: [۱۰۶] منافقین پلید اور شریر ہیں: ...... تبوک سے واپسی کے بعد منافقین جھوٹی قسمیں کھا کر جو عذر پیش کرتے تھے، اُس کی غرض یہ تھی کہ پیغمبر علیہ السلام اور مسلمانوں کو اپنی قسموں اور ملمع سازیوں سے راضی و مطمئن کر دیں تا کہ بارگاہِ رسالت سے اُن پر کوئی عتاب و ملامت اور داروگیر نہ ہو، سابق کی طرح یوں ہی معاملہ ابہام میں رہے، مسلمان اُن سے کچھ تعرض نہ کریں۔ حق تعالیٰ نے فرمادیا کہ بہتر ہے تم اُن سے تعرض مت کرو، لیکن یہ اغماض وتغافل (تعرض نہ کرنا) راضی و مطمئن ہونے کی بنا پر نہیں، بلکہ اُن کے نہایت پلید اور شریر ہونے کی وجہ سے ہے، یہ لوگ اس قدر گندے واقع ہوئے ہیں کہ ان کے پاک وصاف ہونے کی کوئی توقع نہیں رہی۔ لہٰذا اس غلاظت کی پوٹ [بوجھ] کو دُور پھینک دینا اور اس سے علیحدہ رہنا ہی بہتر ہے خدا خود ان کو ٹھکانے لگا دے گا۔

فَائِدَة: [۱۰۷] مومن منافق سے دوستی نہیں کر سکتا: ...... بڑی کوشش یہ ہے کہ مکر وفریب اور کذب ودروغ سے مسلمانوں کو خوش کر لیں۔ فرض کیجیے! اگر چکنی چپڑی باتوں سے مخلوق راضی ہو جائے تو کیا نفع پہنچ سکتا ہے جبکہ خدا ان سے راضی نہ ہو، خدا کے آگے تو کوئی چالاکی اور دغابازی نہیں چل سکتی۔ گویا متنبہ فرمادیا کہ جس قوم سے خدا راضی نہ ہو، کوئی مومن قانت کیسے راضی ہو سکتا ہے، لہٰذا جھوٹی باتوں سے پیغمبر اور اُن کے ساتھیوں کو خوش کر لینے کا خبط انہیں دماغوں سے نکال دینا چاہیے، اگر اُن کے ساتھ تغافل واعراض کا معاملہ کیا گیا ہے تو یہ اس کی دلیل نہیں کہ مسلمان اُن سے خوش اور مطمئن ہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''جس شخص کا حال معلوم ہو کہ منافق ہے اُس کی طرف سے تغافل روا ہے، لیکن دوستی اور محبت ویگانگت روا نہیں۔''

فَائِدَة: [۱۰۸] کچھ تذکرہ دیہاتی بدوؤں کا: ...... یہاں تک مدینہ کے منافقین اور مومنین مخلصین کے احوال بیان ہوئے تھے۔ اب کچھ حال دیہاتی بدوؤں کا ذکر کرتے ہیں کہ اُن میں بھی کئی طرح کے آدمی ہیں: کفار، منافقین اور مخلص مسلمان۔ چونکہ دیہاتی لوگ قدرتی طور پر عموماً تندخو اور سخت مزاج ہوتے ہیں (جیسا کہ حدیث میں ہے: ''مَنْ سَكَنَ الْبَادِيَةَ جَفَا'') اور مجالس علم وحکمت سے دور رہنے کی وجہ سے تہذیب وشائستگی کا اثر اور علم وعرفان کی روشنی بہت کم قبول کرتے ہیں، اس لیے اُن کا کفر ونفاق شہری کفار ومنافقین سے زیادہ سخت ہوتا ہے۔ اُن کو ایسے مواقع دستیاب نہیں ہوتے کہ اہلِ علم وصلاح کی صحبت میں رہ کر دیانت وتہذیب کے وہ قانون اور قاعدے معلوم کریں جو خدا تعالیٰ نے پیغمبر علیہ السلام پر نازل کیے۔ علم ومعرفت ہی وہ چیز ہے جو انسان کے دل کو نرم کرتی اور مہذب بناتی ہے۔ جو لوگ اس قدر جہالت میں غرق ہیں، ضرور ہے کہ اُن کے دل سخت ہوں اور کفر ونفاق کے جس راستہ پر پڑ جائیں، بہائم اور درندوں کی طرح اندھا دھند بڑھتے چلے جائیں۔ اعراب کی سنگدلی کا ذکر متعدد احادیث میں ہے، ایک حدیث میں ہے کہ کسی اعرابی نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا کہ آپ لوگ اپنے بچوں کا پیار لیتے ہیں، خدا کی قسم! میں نے کبھی اپنی اولاد کا پیار نہیں لیا۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں کیا کروں اگر خدا نے تیرے دل میں سے اپنی رحمت کو نکال لیا ہے۔

فَائِدَة: [۱۰۹] استعداد وقابلیت کے موافق معاملہ ہوتا ہے: ...... یعنی اس کا علم بنی آدم کے تمام طبقات پر محیط ہے، وہ اپنی حکمت سے ہر ایک طبقہ کے ساتھ اُس کی استعداد وقابلیت کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''اعراب کی طبیعت میں بے حکمی، غرض پرستی اور جہالت شدید ہوتی ہے، سو اللہ حکمت والا ہے اُن سے وہ مشکل کام بھی نہیں چاہتا اور درجے بلند بھی نہیں دیتا۔''

فائدہ:[۱۱۰] دیہاتی منافقین کی حالت:...... یعنی اعراب منافقین میں وہ لوگ بھی ہیں جنہیں اگر کسی وقت خدا کے راستہ میں کچھ خرچ کرنا پڑ جاتا ہے تو ایسی کراہیت سے خرچ کرتے ہیں جیسے کوئی جرمانہ اور تاوان ادا کرتا ہو، وہ ابھی تک اس کے منتظر ہیں کہ مسلمان حوادثِ دہر سے کسی گردش اور آفت میں پھنس جائیں تو ہم خوب شادیانے بجائیں، یہ خبر نہیں کہ انہیں کی قسمت گردش میں آ رہی ہے، اسلام تو غالب وفائق ہو کر رہے گا اور یہ منافقین سخت ذلیل و رسوا ہوں گے۔ خدا ہر ایک کی باتیں اور دعائیں سنتا ہے اور جانتا ہے کہ کون عزت و کامیابی کا اہل ہے اور کون لوگ ذلت و رسوائی کے مستحق ہیں۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ

اور بعضے گنوار وہ ہیں کہ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور قیامت کے دن پر اور شمار کرتے ہیں اپنے خرچ کرنے کو نزدیک ہونا اللہ سے

وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَاۤ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَیُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

اور دعا لینی رسول کی، سنتا ہے وہ ان کے حق میں نزدیکی ہے، داخل کرے گا ان کو اللہ اپنی رحمت میں، بے شک اللہ بخشنے والا

ع ۱۲/۱ رَّحِیْمٌ ۹۹ وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ ۙ

مہربان ہے ف۱۱۱ اور جو لوگ قدیم ہیں سب سے پہلی ہجرت کرنے والے اور مدد کرنے والے اور جو اُن کے پیرو ہوئے نیکی کے

رَّضِیَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَاۤ اَبَدًا ؕ

ساتھ اللہ راضی ہوا اُن سے اور وہ راضی ہوئے اس سے اور تیار کر رکھے ہیں واسطے ان کے باغ کہ بہتی ہیں نیچے ان کے نہریں رہا کریں انہی

مع ۵ وقف منزل ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۱۰۰ وَمِمَّنْ حَوْلَكُمْ مِّنَ الْاَعْرَابِ مُنٰفِقُوْنَ ۛؕ وَمِنْ اَهْلِ الْمَدِیْنَةِ ۛ

میں ہمیشہ، یہی ہے بڑی کامیابی ف۱۱۲ اور بعضے تمہارے گرد کے گنوار منافق ہیں اور بعضے لوگ مدینہ والے اڑ رہے ہیں

مَرَدُوْا عَلَى النِّفَاقِ ۫ لَا تَعْلَمُهُمْ ؕ نَحْنُ نَعْلَمُهُمْ ؕ سَنُعَذِّبُهُمْ مَّرَّتَیْنِ ثُمَّ یُرَدُّوْنَ اِلٰى

نفاق پر، تو ان کو نہیں جانتا، ہم کو وہ معلوم ہیں ف۱۱۳ ان کو ہم عذاب دیں گے دوبارہ پھر وہ لوٹائے جائیں گے

عَذَابٍ عَظِیْمٍ ۱۰۱

بڑے عذاب کی طرف ف۱۱۴

فائدہ:[۱۱۱] نبی ﷺ اور قرآن کی معجزانہ تاثیر اور دیہاتی مومنین کی حالت:...... یہاں قرآنِ کریم کی معجزانہ تاثیر اور نبی کریم ﷺ کی تعلیم کا حیرت انگیز کرشمہ دکھلایا ہے کہ ان ہی درشت مزاج، سنگدل، تندخو گنواروں میں جو کفر و نفاق اور جہل و طغیان کی وجہ سے اس لائق ہی نہ تھے کہ خدا کے بتلائے ہوئے ادب اور قاعدے سمجھ سکیں۔ نبی کریم ﷺ کی تعلیم اور قرآنِ کریم کی آواز نے ایسے عارف اور مخلص افراد پیدا کر دیئے جو مبدأ و معاد سب چیزوں پر ایمان رکھتے ہیں اور خدا کی راہ میں جو کچھ خرچ کرتے ہیں، خالص قربِ الٰہی حاصل کرنے اور پیغمبر علیہ السلام کی دعا لینے کی غرض سے کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ نے اُن کو بشارت دی کہ بیشک وہ اپنی اُمیدوں میں حق بجانب

ہیں، یقیناً اُن کو وہ چیز مل کر رہے گی جس کی نیت کی ہے (یعنی قرب الٰہی) اور خدا ضرور اُن کو اپنی رحمت میں جگہ دے گا۔ رہی پیغمبر علیہ السلام کی دعا اُسے تو وہ اپنے کانوں سے سنتے اور آنکھوں سے دیکھتے ہیں کہ جب کوئی شخص صدقہ وغیرہ لے کر حاضر ہوتا ہے تو حضور اُس کو دعائیں دیتے ہیں۔ حضور ﷺ کی اس دعا کا ثمرہ بھی وہ ہی رحمت و قرب الٰہی ہے جس کا وعدہ پہلے ہو چکا۔

فائدہ: [١١٢] **قبول اسلام میں سبقت کرنے والوں کا تذکرہ:**...... ''اعراب مومنین'' کے بعد مناسب معلوم ہوا کہ زعماء و اعیانِ مومنین کا کچھ ذکر کیا جائے۔ یعنی جن مہاجرین نے ہجرت میں سبقت و اوّلیت کا شرف حاصل کیا، اور جن انصار نے نصرت و اعانت میں پہل کی، غرض جن لوگوں نے قبولِ حق اور خدمتِ اسلام میں جس قدر آگے بڑھ بڑھ کر حصے لیے، پھر جو لوگ نکوکاری اور حسن نیت سے اُن پیش روانِ اسلام کی پیروی کرتے رہے، ان سب کو درجہ بہ درجہ خدا کی خوشنودی اور حقیقی کامیابی حاصل ہو چکی۔ جیسے انہوں نے پوری خوشدلی اور انشراح قلب کے ساتھ حق تعالیٰ کے احکام تشریعی اور قضا تکوینی کے سامنے گردنیں جھکا دیں، اسی طرح خدا نے اُن کو اپنی رضا و خوشنودی کا پروانہ دے کر غیر محدود انعام و اکرام سے سرفراز فرمایا۔

تنبیہ:...... مفسرینِ سلف کے اقوال ﴿وَالسّٰبِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ﴾ کی تعیین میں مختلف ہیں۔ بعض نے کہا ہے کہ وہ مہاجرین و انصار مراد ہیں جو ہجرت سے پہلے مشرف باسلام ہوئے۔ بعض کے نزدیک وہ مراد ہیں جنہوں نے دونوں قبلوں (کعبہ و بیت المقدس) کی طرف نماز پڑھی۔ بعض کہتے ہیں کہ جنگ بدر تک کے مسلمان ''سابقین اولین'' ہیں۔ بعض حدیبیہ تک اسلام لانے والوں کو اس کا مصداق قرار دیتے ہیں۔ اور بعض مفسرین کی رائے ہے کہ تمام مہاجرین و انصار اطراف کے مسلمانوں اور پیچھے آنے والی نسلوں کے اعتبار سے ''سابقین اولین'' ہیں۔ ہمارے نزدیک ان اقوال میں چنداں تعارض نہیں ''سبقت'' و ''اوّلیت'' اضافی چیزیں ہیں، ایک ہی شخص یا جماعت کسی کے اعتبار سے سابق اور دوسرے کی نسبت سے لاحق بن سکتی ہے جیسا کہ ہم نے ''فائدہ'' میں اشارہ کیا ہے۔ جو شخص یا جماعت جس درجہ میں سابق و اوّل ہوگی اُسی قدر رضائے الٰہی اور حقیقی کامیابی سے حصہ پائے گی، کیونکہ سبقت و اوّلیت کی طرح رضا و کامیابی کے بھی مدارج بہت سے ہو سکتے ہیں۔ واللہ اعلم!

فائدہ: [١١٣] **مدینہ اور اطراف مدینہ کے منافقین:**...... پہلے سے دیہاتی عربوں کا ذکر چلا آ رہا تھا، درمیان میں اعراب مؤمنین کے تذکرہ سے مہاجرین و انصار کی طرف کلام منتقل ہو گیا۔ اب اس آیت میں خاص ''مدینہ'' اور اُس کے آس پاس رہنے والوں کا بیان ہے۔ یعنی بعض اہلِ مدینہ اور گرد و پیش کے رہنے والے نفاق کے خوگر ہو چکے اور اسی پر اڑے ہوئے ہیں لیکن یہ نفاق اس قدر عریق و عمیق ہے کہ اُن کے قرب مکانی اور نبی کریم ﷺ کی کمال فطانت و فراست کے باوجود آپ بھی بالتعیین اور قطعی طور پر محض علامات و قرائن سے اُن کے نفاق پر مطلع نہیں ہو سکے ان کا ٹھیک ٹھیک تعین صرف خدا کے علم میں ہے۔ جس طرح عام منافقین کا پتہ چہرہ لب و لہجہ اور بات چیت سے لگ جاتا تھا ﴿وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَیْنٰکَھُمْ فَلَعَرَفْتَھُمْ بِسِیْمٰھُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّھُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ﴾ [محمد: ٣٠] ان کا نفاق اتنا گہرا ہے کہ اس قسم کی ظاہری علامات اُن کا پردہ فاش نہیں کرتیں۔

فائدہ: [١١٤] **منافقین کے لئے متعدد عذابوں کا اعلان:**...... بڑا عذاب دوزخ کا ہے: ﴿اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ فِی الدَّرْكِ الْاَسْفَلِ مِنَ النَّارِ﴾ [نساء: ١٤٥] اُس سے قبل کم از کم دو بار ضرور عذاب میں مبتلا کیے جائیں گے۔ ایک عذاب قبر، دوسرا وہ عذاب جو اسی دنیوی زندگی میں پہنچ کر رہے گا مثلاً ابن عباس رضی اللہ عنہما کی ایک روایت کے موافق حضور ﷺ نے جمعہ کے روز ممبر پر کھڑے ہو کر تقریباً چھتیس آدمیوں کو نام بنام پکار کر فرمایا: ''اُخْرُجْ فَاِنَّکَ مُنَافِقٌ۔'' یعنی تو منافق ہے مسجد سے نکل جا۔ یہ رسوائی ایک قسم عذاب کی تھی، یا پہلے اِسی سورت میں گذرا کہ اُن کے اموال و اولاد کو حق تعالیٰ نے اُن کے حق میں عذاب بنا دیا ﴿فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُھُمْ وَلَآ اَوْلَادُھُمْ ؕ اِنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰهُ لِیُعَذِّبَھُمْ بِھَا

فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا﴾ [توبہ: ۵۵] یا اُن میں کے بعض بھوک وغیرہ آفات ارضی وسماوی میں مبتلا ہو کر ذلت کی موت مرے یا اسلام کی ترقی و عروج کو دیکھ کر غیظ کھانا اور دانت پیسنا، یہ بھی اُن کے حق میں سوہانِ روح [ناگوار] تھا۔ میرے نزدیک یہ سب قسم کے عذاب ﴿مَّرَّتَیْنِ﴾ کے احاطہ میں داخل ہیں اور دو کا عدد یا تو مطلق تعدد کے لیے ہے جیسے ﴿ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ﴾ [ملک: ۴] میں۔ اور یا دو بار سے مراد نوعی اثنینیت ہے یعنی "عذاب قبر" اور "عذاب قبل الموت"۔ واللہ اعلم!

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ

اور بعضے لوگ ہیں اقرار کیا انہوں نے اپنے گناہوں کا ملایا انہوں نے ایک کام نیک اور دوسرا، بد قریب ہے کہ اللہ معاف کرے

عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۰۲﴾ خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَتُزَكِّيْهِمْ بِهَا

ان کو بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف۱۱۵ لے ان کے مال میں سے زکوۃ ف۱۱۶ کہ پاک کرے تو ان کو اور بابرکت کرے تو ان کو اس کی

وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ﴿۱۰۳﴾ اَلَمْ يَعْلَمُوْۤا اَنَّ اللّٰهَ

وجہ سے اور دعا دے ان کو، بے شک تیری دعا ان کے لیے تسکین ہے اور اللہ سب کچھ سنتا جانتا ہے ف۱۱۷ کیا وہ جان نہیں چکے کہ اللہ آپ

هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَيَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۴﴾ وَقُلِ

قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے اور لیتا ہے زکوتیں اور یہ کہ اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے ف۱۱۸ اور کہہ کہ

اعْمَلُوْا فَسَيَرَى اللّٰهُ عَمَلَكُمْ وَرَسُوْلُهٗ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ؕ وَسَتُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ

عمل کیے جاؤ پھر آگے دیکھ لے گا اللہ تمہارے کام کو اور اس کا رسول اور مسلمان اور تم جلد لوٹائے جاؤ گے اس کے پاس جو تمام چھپی

وَالشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ اِمَّا يُعَذِّبُهُمْ

اور کھلی چیزوں سے واقف ہے، پھر وہ جتا دے گا تم کو جو کچھ تم کرتے تھے ف۱۱۹ اور بعضے اور لوگ ہیں کہ ان کا کام ڈھیل میں ہے حکم پر اللہ کے یا وہ ان کو عذاب

وَاِمَّا يَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۰۶﴾

دے اور یا ان کو معاف کرے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۱۲۰

فَائِدَۃٌ: [۱۱۵] غزوہ تبوک میں حاضر نہ ہونے والے مسلمان:...... اہلِ مدینہ میں اگر ایک طرف یہ منافقین متمردین ہیں جو اپنی شرارتوں اور جرموں کو پردۂ نفاق میں چھپاتے اور اُن پر سختی سے اڑے رہتے ہیں تو دوسری جانب بعض وہ مسلمان ہیں جن سے بہ مقتضائے بشریت کوئی خطا و قصور سرزد ہو جائے تو نادم ہو کر بے تأمل اپنے گناہوں کا اقرار کرتے ہیں، اُن کی بھلائی اور برائی مخلوط (رلی ملی) ہے۔ برائی تو مثلاً یہ ہے کہ نفیر عام کے باوجود نبی کریم ﷺ کی دعوت پر "غزوۂ تبوک" میں حاضر نہ ہوئے۔ بعدہٗ اس غیر حاضری پر دل سے پشیمان ومتأسف ہونا اور ظاہراً و باطناً توبہ کرنا اور دوسرے اعمال صالحہ (نماز روزہ، زکوۃ، حج یا دوسرے غزوات کی شرکت وغیرہ) بجالانا، یہ سب اُن کی بھلائیوں کی فہرست میں داخل ہیں، ایسے حضرات کو حق تعالیٰ نے معافی کی اُمید دلائی ہے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ یہ آیت

حضرت ابولبابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور اُن کے چند ہمراہیوں کے حق میں نازل ہوئی جو محض کسل اور تن آسانی کی وجہ سے ''تبوک'' میں حاضر نہ ہوئے۔ لیکن جب تبوک سے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی واپسی معلوم ہوئی تو غایت ندامت سے ان سب نے اپنے کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا اور قسم کھائی کہ جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے ان مجرموں اور قیدیوں کو معاف کر کے اپنے ہاتھ سے نہ کھولیں گے، اسی طرح بندھے کھڑے رہیں گے۔ آپ نے یہ حال دیکھ کر فرمایا: واللہ! جب تک خدا ان کے کھولنے کا حکم نہ دے میں ان کو نہیں کھول سکتا۔ آخر یہ آیات نازل ہوئیں، تب آپ نے کھولا اور قبول توبہ کی بشارت دی۔ کہتے ہیں کہ یہ لوگ کھلنے کے بعد تکمیل توبہ کے طور پر کچھ مال لے کر حاضر ہوئے کہ خدا کی راہ میں تصدق کریں، اُس پر اگلی آیت نازل ہوئی۔

فَائِدَۃ: [۱۱۶] ...... ''صدقہ'' کا ترجمہ مترجم محقق رحمۃ اللہ علیہ نے ''زکوٰۃ'' کیا ہے۔ لیکن اگر لفظ ''صدقہ'' کو عام رکھا جاتا جو زکوٰۃ و صدقات نافلہ سب کو شامل ہو تو بہتر تھا، کیونکہ اکثر روایات کے موافق یہ آیت اُن ہی لوگوں کے حق میں نازل ہوئی ہے جو بعد معافی تکمیل توبہ کے طور پر صدقہ لے کر حاضر ہوئے تھے جیسا کہ ابھی پچھلے فائدہ میں نقل کیا جا چکا ہے۔ ہاں! عموم الفاظ کو دیکھتے ہوئے حکم کو مورد نص پر مقصور رکھنے کی ضرورت نہیں، اسی لیے سلف رضی اللہ عنہم مسئلہ زکوٰۃ میں بھی اس آیت کو پیش کرتے رہے ہیں۔

فَائِدَۃ: [۱۱۷] **صدقہ کے فوائد:** ...... توبہ سے گناہ معاف ہو جاتا ہے، یعنی اُس پر مواخذہ باقی نہیں رہتا، لیکن ایک قسم کی روحانی کدورت و ظلمت وغیرہ جو گناہ کا طبعی اثر ہے وہ ممکن ہے باقی رہ جاتی ہو جو بالخصوص صدقہ اور عموماً حسنات کی مباشرت سے زائل ہوتی ہے۔ بایں لحاظ کہہ سکتے ہیں کہ صدقہ گناہوں کے اثرات سے پاک و صاف کرتا اور اموال کی برکت بڑھاتا ہے (''زکوٰۃ'' کے لغوی معنی نماء یعنی بڑھنے کے ہیں) اور ایک بڑا فائدہ صدقہ کرنے میں یہ تھا کہ صدقہ کرنے والوں کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم دعائیں دیتے تھے جن سے دینے والے کا دل بڑھتا اور سکون حاصل کرتا تھا بلکہ آپ کی دعا کی برکت دینے والے کی اولاد در اولاد تک پہنچتی تھی۔ اب بھی ائمہ کے نزدیک مشروع ہے کہ جو شخص صدقہ لائے امام مسلمین بحیثیت وارثِ نبی ہونے کے اُس کے لیے دعا کرے۔ البتہ جمہور کے نزدیک لفظ ''صلوٰۃ'' کا استعمال نہ کرے جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا مخصوص حق تھا۔

فَائِدَۃ: [۱۱۸] ...... یعنی توبہ اور صدقات کا قبول کرنا صرف خدا کے اختیار میں ہے کیونکہ وہ ہی جانتا ہے کہ کس نے اخلاص قلب اور شرائط قبول کی رعایت کے ساتھ توبہ کی یا صدقہ دیا۔ چنانچہ پہلے بعضوں پر عتاب ہو چکا کہ ہمیشہ کے لیے اُن کی زکوٰۃ لینی موقوف ہوئی اور منافقین کے صدقات کو مردود ٹھہرایا گیا اور اُن کے حق میں دعا و استغفار کو بھی بے سود بتلایا بلکہ جنازہ پڑھنے کی ممانعت کر دی۔ جن لوگوں کا یہاں ذکر ہے اُن کی توبہ قبول کی اور صدقات قبول کرنے کا حکم دیا اور یہ بھی کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اُن کے حق میں (حَیًّا وَمیتًا) دعا کریں۔

فَائِدَۃ: [۱۱۹] ...... یعنی توبہ وغیرہ سے گذشتہ تقصیرات معاف ہو گئیں لیکن آگے دیکھا جائے گا کہ تم کہاں تک صدق و استقامت کا عملی ثبوت پیش کرتے ہو، اس جہاد میں قصور ہوا تو آئندہ اور جہاد ہوں گے، پیغمبر علیہ السلام کے یا خلفاء کے روبرو اُن میں امتحان ہوگا کہ کیسا عمل کرتے ہو؟ پھر خدا کے یہاں جا کر ہر عمل کا پورا بدلہ مل جائے گا کیونکہ وہ ہی تمام کھلی چھپی چیزوں اور ظاہری عمل اور باطنی نیتوں پر مطلع ہے، ہر ایک کے ساتھ اُس کی واقعی حالت کے موافق معاملہ کریگا (آیت کی یہ تقریر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مذاق پر کی گئی ہے کیونکہ اوفق بالسیاق ہے)۔ واللہ اعلم!

فَائِدَۃ: [۱۲۰] **غزوہ تبوک میں شریک نہ ہونے والے تین قسم کے افراد:** ...... اہلِ مدینہ میں سے یہاں ایک اور چھوٹی سی جماعت کا ذکر فرمایا ہے، اصل یہ ہے کہ مخلّفین عن تبوک (یعنی تبوک میں نہ شریک ہونے والے) تین قسم کے تھے۔ (۱) ایک منافقین جو ازراہ شک و نفاق علیحدہ رہے۔ دوسرے بعض مومنین جو محض سستی اور تن آسانی کی بدولت شریکِ جہاد نہ ہوئے۔ پھر ان میں دو قسمیں تھیں۔ (۲) اکثر وہ تھے جنہوں نے واپسی کی اطلاع پا کر اپنے کو مسجد کے ستونوں سے باندھ دیا ان کا ذکر پچھلی آیات میں گذر چکا۔ (۳) صرف

تین شخصوں کی جماعت وہ تھی جنہوں نے نہ اپنے کو ستونوں سے بندھوایا، نہ کوئی عذر تراشا۔ بس جو واقعہ تھا اور جو قصور ہوا تھا صاف صاف بلا کم و کاست آنحضرت ﷺ کے سامنے عرض کر دیا۔ ان کے بارہ میں یہ آیت ﴿وَاٰخَرُوْنَ مُرْجَوْنَ لِاَمْرِ اللّٰهِ﴾ نازل ہوئی، یعنی ان کا معاملہ ابھی ڈھیل میں ہے، چندروز خدا کے حکم کا انتظار کرو خواہ ان کو سزا دے یا معاف کرے، جو اُس کے علم و حکمت کا اقتضا ہوگا کیا جائے گا۔ نبی کریم ﷺ نے تانزولِ حکمِ الٰہی ادب دینے کے لیے مسلمانوں کے تعلقات ان تینوں سے منقطع کر دیئے، پچاس دن تک یہی معاملہ رہا، پھر معافی ہوئی۔ ان واقعات کی اور تینوں کے ناموں کی تفصیل اگلے رکوع کے خاتمہ (آیت ۱۱۸) پر بیان ہوگی۔

وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مَسْجِدًا ضِرَارًا وَّكُفْرًا وَّتَفْرِيْقًا بَيْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَاِرْصَادًا لِّمَنْ حَارَبَ

اور جنہوں نے بنائی ہے ایک مسجد ضد پر اور کفر پر اور پھوٹ ڈالنے کو مسلمانوں میں اور گھات لگانے کو اُس شخص کی جو لڑ رہا ہے

اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ مِنْ قَبْلُ ؕ وَلَيَحْلِفُنَّ اِنْ اَرَدْنَآ اِلَّا الْحُسْنٰى ؕ وَاللّٰهُ يَشْهَدُ اِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ﴿۱۰۷﴾

اللہ سے اور اس کے رسول سے پہلے سے اور وہ قسمیں کھائیں گے کہ ہم نے تو بھلائی ہی چاہی تھی اور اللہ گواہ ہے کہ وہ جھوٹے ہیں ۱۲۱

لَا تَقُمْ فِيْهِ اَبَدًا ؕ لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى مِنْ اَوَّلِ يَوْمٍ اَحَقُّ اَنْ تَقُوْمَ فِيْهِ ؕ فِيْهِ

تو نہ کھڑا ہو اس میں کبھی، البتہ وہ مسجد جس کی بنیاد دھری گئی پرہیزگاری پر اول دن سے وہ لائق ہے کہ تو کھڑا ہو اس میں، اس میں ایسے لوگ ہیں

رِجَالٌ يُّحِبُّوْنَ اَنْ يَّتَطَهَّرُوْا ؕ وَاللّٰهُ يُحِبُّ الْمُطَّهِّرِيْنَ ﴿۱۰۸﴾

جو دوست رکھتے ہیں پاک رہنے کو اور اللہ دوست رکھتا ہے پاک رہنے والوں کو ۱۲۲

فائدہ: [۱۲۱] **مسجد ضرار اور منافقین کی شرارتیں:**...... پہلے اُن لوگوں کا ذکر تھا جن سے بظاہر ایک برا کام ہوگیا (تخلّف عن الجہاد) مگر صحت اعتقاد اور اعتراف خطا کی بدولت معافی مل گئی۔ یہاں ایسی جماعت کا بیان ہے جنہوں نے بظاہر اچھا کام کیا (تعمیر مسجد) لیکن بداعتقادی کی وجہ سے وبال بن گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ نبی کریم ﷺ مکہ سے ہجرت کر آئے تو اول مدینہ سے باہر "بنی عمرو بن عوف" کے محلہ میں فروکش ہوئے، پھر چندروز بعد شہر "مدینہ" میں تشریف لے گئے اور مسجد نبوی تعمیر کی، اس محلہ میں جہاں آپ پیشتر نماز پڑھتے تھے وہاں کے لوگوں نے مسجد تیار کرلی جو "مسجد قبا" کے نام سے مشہور ہے، حضرت ﷺ اکثر ہفتہ کے روز وہاں جا کر دو رکعت نماز پڑھتے اور بڑی فضیلت اُس کی بیان فرماتے تھے، بعض منافقین نے چاہا کہ پہلوں کی ضد پر اُسی کے قریب ایک اور مکان مسجد کے نام سے تعمیر کریں، اپنی جماعت جدا ٹھہرائیں اور بعض سادہ دل مسلمانوں کو مسجد قبا سے ہٹا کر ادھر لے آئیں۔ فی الحقیقت اس ناپاک تجویز کا محرک اصلی ایک شخص ابو عامر راہب خزرجی تھا، ہجرت سے پہلے اس شخص نے نصرانی بن کر راہبانہ زندگی اختیار کرلی تھی، مدینہ اور آس پاس کے لوگ خصوصاً قبیلہ خزرج اس کے زہد و درویشی کے معتقد تھے اور بڑی تعظیم کرتے تھے۔ حضور ﷺ کے قدوم میمنت لزوم سے جب مدینہ میں ایمان و عرفان کا آفتاب چمکا تو اس طرح کے درویشوں کا بھرم کھلنے لگا، بھلا نور آفتاب کے سامنے چراغ مردہ کو کون پوچھتا؟ ابو عامر یہ دیکھ کر چراغ پا ہوگیا، حضور ﷺ نے اس کو اسلام کی دعوت دی اور فرمایا کہ میں ٹھیٹ ملتِ ابراہیمی لے کر آیا ہوں۔ کہنے لگا کہ میں پہلے سے اسی پر قائم ہوں لیکن تم نے اپنی طرف سے ملتِ ابراہیمی میں اُس کے خلاف چیزیں داخل کر دی ہیں، حضور ﷺ نے بہت زور سے اس کی تردید فرمائی۔ آخر اس کی زبان سے نکلا کہ جو ہم میں سے جھوٹا ہو خدا اس کو وطن سے دُور یک و تنہا غربت و بیکسی کی موت مارے۔ آپ نے فرمایا

''آمین'' خدا ایسا ہی کرے۔ جنگ بدر کے بعد جب اسلام کی جڑیں مضبوط ہوگئیں اور مسلمانوں کا عروج وفروغ حاسدوں کی نگاہوں کو خیرہ کرنے لگا، ابوعامر کو تاب نہ رہی، بھاگ کر مکہ پہنچا تا کفار مکہ کو حضور کے مقابلہ میں چڑھا کر لائے، چنانچہ معرکۂ اُحد میں قریش کے ساتھ خود آیا، مبارزہ شروع ہونے سے پہلے آگے بڑھ کر انصار مدینہ کو جو عہد جاہلیت میں اُس کے بڑے معتقد تھے خطاب کر کے اپنی طرف مائل کرنا چاہا، احمق یہ نہ سمجھا کہ پیغمبرانہ تصرف کے سامنے اب وہ پرانا جادو کہاں چل سکتا ہے؟ آخر انصار نے جو اُسے پہلے راہب کہہ کر پکارتے تھے جواب دیا کہ او فاسق دشمنِ خدا! تیری آنکھ خدا کبھی ٹھنڈی نہ کرے۔ کیا رسول خدا کے مقابلہ میں ہم تیرا ساتھ دیں گے؟ انصار کا مایوس کن جواب سن کر کچھ حواس درست ہوئے اور غیظ میں آکر کہنے لگا کہ اے محمد! آیندہ جو قوم بھی تیرے مقابلہ کے لیے اُٹھے گی میں برابر اُس کے ساتھ رہوں گا۔ چنانچہ جنگ حنین تک ہر معرکہ میں کفار کے ساتھ ہو کر مسلمانوں سے لڑتا رہا، اُحد میں اسی کی شرارت سے حضور ﷺ کو چشم زخم پہنچا، دونوں صفوں کے درمیان اس نے پوشیدہ طور پر کچھ گڑھے کھدوا دیئے تھے، وہیں چہرۂ مبارک کے زخمی ہونے اور دندان مبارک شہید ہونے کا واقعہ پیش آیا۔ حنین کے بعد جب ابوعامر نے محسوس کرلیا کہ اب عرب کی کوئی طاقت اسلام کو کچلنے میں کامیاب نہیں ہوسکتی تو بھاگ کر ملک شام پہنچا اور منافقین مدینہ کو خط لکھا کہ میں قیصر روم سے مل کر ایک لشکرِ جرار محمد کے مقابلہ میں لانے والا ہوں جو چشم زدن میں ان کے سارے منصوبے خاک میں ملادے گا اور مسلمانوں کو بالکل پامال کر کے چھوڑے گا۔ (العیاذ باللہ) تم فی الحال ایک عمارت مسجد کے نام سے بنالو جہاں نماز کے بہانے سے جمع ہوکر اسلام کے خلاف ہر قسم کے سازشی مشورے ہوسکیں، اور قاصد تم کو وہیں میرے خطوط وغیرہ پہنچا دیا کرے اور میں بذاتِ خود آؤں تو ایک موزوں جگہ ٹھہرنے اور ملنے کی ہو، یہ خبیث مقاصد تھے جن کے لیے مسجدِ ضرار تعمیر ہوئی، اور حضور ﷺ کے رُو برو بہانہ یہ کیا کہ یا رسول اللہ! خدا کی قسم ہماری نیت بری نہیں بلکہ بارش اور سردی وغیرہ میں بالخصوص بیماروں، ناتوانوں اور ارباب حوائج کو مسجد قبا تک جانا دشوار ہوتا ہے، اس لیے یہ مسجد بنائی گئی ہے تا نمازیوں کو سہولت ہو اور مسجد قبا میں تنگی مکان کی شکایت نہ رہے حضور ﷺ ایک مرتبہ وہاں چل کر نماز پڑھ لیں تو ہمارے لیے موجب برکت وسعادت ہو۔ یہ اس لیے کہ حضور کا طرزِ عمل دیکھ کر بعض سادہ دل مسلمان حسن ظن کی بنا پر اُن کے جال میں پھنس جائیں۔ آپ اس وقت تبوک جانے کے لیے پابرکاب [سواری پر] تھے فرمایا کہ اللہ نے چاہا تو واپسی پر ایسا ہوسکے گا۔ جب حضور ﷺ تبوک سے واپس ہوکر بالکل مدینہ کے نزدیک پہنچ گئے، تب جبریل علیہ السلام یہ آیات لے کر آئے جن میں منافقین کی ناپاک اغراض پر مطلع کر کے مسجدِ ضرار کا پول کھول دیا گیا۔ آپ نے مالک بن خشم اور معن بن عدی کو حکم دیا کہ اس مکان کو (جس کا نام ازراہ خداع وفریب مسجد رکھا تھا) گرا کر پیوند زمین بنادو۔ انہوں نے فوراً حکم کی تعمیل کی اور جلا کر خاک سیاہ کردیا۔ اس طرح منافقین اور ابوعامر فاسق کے سب ارمان دل کے دل میں رہ گئے اور ابوعامر اپنی دعا اور حضور ﷺ کی آمین کے موافق قنسرین (ملک شام) میں تنہا سخت بیکسی کی موت مرا ﴿فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۭ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ﴾ [انعام: ۴۵] آیت میں ﴿لِّمَنْ حَارَبَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ﴾ سے یہی ابوعامر فاسق مراد ہے۔

فائدہ: [۱۲۲] **مسجد قبا اور اہل قبا:**...... یعنی اس مسجد میں جس کی بنیاد محض ضد، کفر ونفاق، عداوت اسلام اور مخالفت خدا اور رسول پر رکھی گئی، آپ کبھی نماز کے لیے کھڑے نہ ہوں۔ آپ کی نماز کے لائق وہ مسجد ہے جس کی بنیاد اوّل دن سے تقویٰ اور پرہیزگاری پر قائم ہوئی (خواہ مسجد نبوی ہو یا مسجد قبا) اُس کے نمازی گناہوں اور شرارتوں اور ہر قسم کی نجاستوں سے اپنا ظاہر وباطن پاک وصاف رکھنے کا اہتمام کرتے ہیں، اسی لیے خدائے پاک اُن کو محبوب رکھتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے اہلِ قبا سے دریافت کیا کہ تم طہارت وپاکیزگی کا کیا خاص اہتمام کرتے ہو؟ جو حق تعالیٰ نے تمہاری تطہیر کی مدح فرمائی۔ انہوں نے کہا کہ ڈھیلے کے بعد پانی سے استنجا کرتے ہیں۔ یعنی عام طہارت ظاہری وباطنی کے علاوہ وہ لوگ اس چیز کا معتاد سے زائد اہتمام رکھتے ہیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آیت میں مسجد قبا کا ذکر ہے

لیکن بعض روایات صریح ہیں کہ ﴿لَمَسْجِدٌ اُسِّسَ عَلَى التَّقْوٰى﴾ الآیۃ سے مسجد نبوی مراد ہے۔ علماء نے اس پر بہت کچھ کلام کیا ہے، ہم نے شرح صحیح مسلم میں اس کے متعلق اپنا ناقص خیال ظاہر کر کے روایات میں تطبیق دی ہے، یہاں اس کے بیان کا موقع نہیں۔

اَفَمَنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى تَقْوٰى مِنَ اللّٰهِ وَرِضْوَانٍ خَيْرٌ اَمْ مَّنْ اَسَّسَ بُنْيَانَهٗ عَلٰى شَفَا

بھلا جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی اللہ سے ڈرنے پر اور اس کی رضامندی پر وہ بہتر یا جس نے بنیاد رکھی اپنی عمارت کی کنارہ

جُرُفٍ هَارٍ فَانْهَارَ بِهٖ فِيْ نَارِ جَهَنَّمَ ؕ وَاللّٰهُ لَا يَهْدِى الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ لَا يَزَالُ

پر ایک کھائی کے جو گرنے کو ہے پھر اس کو لے کر ڈھے پڑا دوزخ کی آگ میں ف۱۲۳ اور اللہ راہ نہیں دیتا ظالم لوگوں کو ف۱۲۴ ہمیشہ رہے گا اس

ع ۱۳/۴ بُنْيَانُهُمُ الَّذِىْ بَنَوْا رِيْبَةً فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلَّاۤ اَنْ تَقَطَّعَ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ اِنَّ

عمارت سے جو انہوں نے بنائی تھی شبہ ان کے دلوں میں مگر جب ٹکڑے ہو جائیں ان کے دل کے اور اللہ سب کچھ جاننے والا حکمت والا ہے ف۱۲۵ اللہ

اللّٰهَ اشْتَرٰى مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ اَنْفُسَهُمْ وَاَمْوَالَهُمْ بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ ؕ يُقَاتِلُوْنَ فِىْ سَبِيْلِ

نے خرید لی مسلمانوں سے ان کی جان اور ان کا مال اس قیمت پر کہ ان کے لیے جنت ہے، لڑتے ہیں اللہ کی راہ میں

اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِى التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ ؕ وَمَنْ اَوْفٰى

پھر مارتے ہیں اور مرتے ہیں وعدہ ہو چکا اس کے ذمہ پر سچا تورات اور انجیل اور قرآن میں اور کون ہے قول

بِعَهْدِهٖ مِنَ اللّٰهِ فَاسْتَبْشِرُوْا بِبَيْعِكُمُ الَّذِىْ بَايَعْتُمْ بِهٖ ؕ وَذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿۱۱۱﴾

کا پورا اللہ سے زیادہ سو خوشیاں کرو اس معاملہ پر جو تم نے کیا ہے اس سے اور یہی ہے بڑی کامیابی ف۱۲۶

فائدہ: [۱۲۳] **تقویٰ، یقین اور اخلاص سے استحکام ملتا ہے:**...... یعنی جس کام کی بنیاد تقویٰ، یقین واخلاص اور خدا کی رضا جوئی پر ہو، وہ نہایت مستحکم اور پائیدار ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے جس کام کی بنا شک ونفاق اور مکر وخداع پر ہو، وہ اپنی ناپائیداری، بودے پن اور انجام بد کے لحاظ سے ایسا ہے جیسے کوئی عمارت ایک کھائی کے کنارہ پر کھڑی کی جائے کہ ذرا زمین سرکی یا پانی کی تھپیڑ کنارہ کو لگی، ساری عمارت دھڑام سے نیچے آرہی اور آخر کار دوزخ کے گڑھے میں جا پہنچی۔

فائدہ: [۱۲۴]...... یعنی بظاہر کوئی نیک عمل بھی کریں (جیسے مسجد بنانا) ظلم وناانصافی کی شامت سے بن نہیں پڑتا۔

فائدہ: [۱۲۵] **"ریبہ" کی تفسیر:**...... "ریبہ" کا ترجمہ کیا ہے "شبہ" جس سے مراد نفاق ہے۔ یعنی اس عمل بد کا اثر یہ ہوا کہ ہمیشہ اُنکے دلوں میں (جب تک موت انہیں پارہ پارہ نہ کر ڈالے) نفاق قائم رہے گا جیسے اسی سورت میں پہلے گذر چکا ﴿فَاَعْقَبَهُمْ نِفَاقًا فِىْ قُلُوْبِهِمْ اِلٰى يَوْمِ يَلْقَوْنَهٗ بِمَاۤ اَخْلَفُوا اللّٰهَ مَا وَعَدُوْهُ وَبِمَا كَانُوْا يَكْذِبُوْنَ﴾ [آیت:۷۷] بعض مترجمین نے "ریبہ" کے معنی کیے ہیں "کھٹکنا" یعنی جو عمارت انہوں نے ناپاک مقاصد کے لیے بنائی تھی، مگر حق تعالیٰ نے اپنے پیغمبر کو مطلع کر کے اُن کے تمام پلید مقاصد کا خاتمہ کر دیا، اس کا خیال ہمیشہ اُن کے دلوں میں کانٹا سا کھٹکتا رہے گا۔ والراجح عند السلف ہو الاول کما حکی ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ۔

فائدہ: [۱۲۶] **سود مند تجارت:**...... اس سے زیادہ سود مند تجارت اور عظیم الشان کامیابی کیا ہوگی کہ ہماری حقیر سی جانوں اور فانی اموال کا

خداوند قدوس خریدار بنا، ہماری جان و مال جو فی الحقیقت اُسی کی مملوک و مخلوق ہے محض ادنیٰ ملابست سے ہماری طرف نسبت کر کے "مبیع" قرار دیا جو "عقد بیع" میں مقصود بالذات ہوتی ہے اور جنت جیسے اعلیٰ ترین مقام کو اس کا "ثمن" بتلایا جو مبیع تک پہنچنے کا وسیلہ ہے۔ حدیث میں نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ "جنت" میں وہ نعمتیں ہوں گی جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا اور نہ کسی بشر کے قلب پر اُن کی کیفیات کا خطور ہوا۔ اب خیال کرو کہ جان و مال جو برائے نام ہمارے کہلاتے ہیں، انہیں جنت کا ثمن نہیں بنایا، نہ یہ کہا کہ حق تعالیٰ "بائع" اور ہم مشتری ہوتے، تلطف و نوازش کی حد ہوگئی کہ اس ذرا سی چیز کے (حالانکہ وہ بھی فی الحقیقت اُسی کی ہے) معاوضہ میں جنت جیسی لازوال اور قیمتی چیز کو ہمارے لیے مخصوص کر دیا، جیسا کہ "بالجنۃ" کی جگہ ﴿بِاَنَّ لَهُمُ الْجَنَّةَ﴾ فرمانے سے ظاہر ہوتا ہے ؎

نیم جاں بستاند و صد جاں دہد
آنچہ در ہمت نیاید آں دہد

پھر یہ نہیں کہ ہمارے جان و مال خرید لیے گئے تو فوراً ہمارے قبضہ سے نکال لیے جائیں صرف اس قدر مطلوب ہے کہ جب موقع پیش آئے جان و مال خدا کے راستہ میں پیش کرنے کے لیے تیار رہیں، دینے سے بخل نہ کریں خواہ وہ لیں یا نہ لیں اُسی کے پاس چھوڑے رکھیں۔ اسی لیے فرمایا: ﴿يُقَاتِلُوْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَيَقْتُلُوْنَ وَيُقْتَلُوْنَ﴾ یعنی مقصود خدا کی راہ میں جان و مال حاضر کر دینا ہے، بعدہٗ ماریں یا مارے جائیں۔ دونوں صورتوں میں عقد بیع پورا ہو گیا اور یقینی طور پر ثمن کے مستحق ٹھہر گئے ممکن ہے کسی کو وسوسہ گذرتا کہ معاملہ تو بیشک بہت سود مند اور فائدہ بخش ہے لیکن ثمن نقد نہیں ملتا اُس کا جواب دیا ﴿وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا فِي التَّوْرٰىةِ وَالْاِنْجِيْلِ وَالْقُرْاٰنِ﴾ یعنی زرِ ثمن کے مارے جانے کا کوئی خطرہ نہیں، خدا تعالیٰ نے بہت تاکید و اہتمام سے پختہ دستاویز لکھدی ہے جس کا خلاف ناممکن ہے۔ کیا خدا سے بڑھ کر صادق القول، راست باز اور وعدہ کا پکا کوئی دوسرا ہو سکتا ہے؟ ہرگز نہیں۔ لہٰذا اُس کا اُدھار بھی دوسروں کے نقد سے ہزاروں درجہ پختہ اور بہتر ہوگا پھر مومنین کے لیے خوش ہونے اور اپنی قسمت پر نازاں ہونے کا اس سے بہتر کونسا موقع ہوگا کہ خود رب العزت اُنکا خریدار بنے، اور اس شان سے بنے۔ سچ فرمایا عبداللہ بن رواحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہ یہ وہ بیع ہے جس کے بعد اقالت کی کوئی صورت ہم باقی رکھنا نہیں چاہتے۔ حق تعالیٰ اپنے فضل سے ہم ناتوانوں کو ان مؤمنین کے زمرہ میں محشور فرمائے آمین!

اَلتَّآئِبُوْنَ الْعٰبِدُوْنَ الْحٰمِدُوْنَ السَّآئِحُوْنَ الرّٰكِعُوْنَ السّٰجِدُوْنَ الْاٰمِرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ

وہ توبہ کرنے والے ہیں بندگی کرنے والے شکر کرنے والے بے تعلق رہنے والے ف۱۲۷ رکوع کرنے والے سجدہ کرنے والے حکم کرنے والے نیک بات کا

وَالنَّاهُوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَالْحٰفِظُوْنَ لِحُدُوْدِ اللّٰهِ ؕ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝۱۱۲ مَا كَانَ لِلنَّبِيِّ

اور منع کرنے والے بری بات سے ف۱۲۸ اور حفاظت کرنے والے ان حدود کے جو باندھی اللہ نے اور خوشخبری سنادے ایمان والوں کو ف۱۲۹ لائق نہیں

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ يَّسْتَغْفِرُوْا لِلْمُشْرِكِيْنَ وَلَوْ كَانُوْٓا اُولِيْ قُرْبٰى مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَيَّنَ لَهُمْ

نبی کو اور مسلمانوں کو کہ بخشش چاہیں مشرکوں کی اور اگرچہ وہ ہوں قرابت والے جب کہ کھل چکا

اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ الْجَحِيْمِ ۝۱۱۳ وَمَا كَانَ اسْتِغْفَارُ اِبْرٰهِيْمَ لِاَبِيْهِ اِلَّا عَنْ مَّوْعِدَةٍ وَّعَدَهَآ اِيَّاهُ ۚ

ان پر کہ وہ ہیں دوزخ والے ف۱۳۰ اور بخشش مانگنا ابراہیم کا اپنے باپ کے واسطے سو نہ تھا مگر وعدہ کے سبب کہ وعدہ کر چکا تھا اس سے

فَلَمَّا تَبَيَّنَ لَهٗۤ اَنَّهٗ عَدُوٌّ لِّلّٰهِ تَبَرَّاَ مِنْهُ ؕ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَاَوَّاهٌ حَلِيْمٌ ﴿۱۱۴﴾ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُضِلَّ

پھر جب کھل گیا ابراہیم پر کہ وہ دشمن ہے اللہ کا تو اُس سے بیزار ہو گیا، بے شک ابراہیم بڑا نرم دل تھا تحمل کرنے والا ۱۳۱ اور اللہ ایسا نہیں کہ گمراہ

قَوْمًۢا بَعْدَ اِذْ هَدٰىهُمْ حَتّٰى يُبَيِّنَ لَهُمْ مَّا يَتَّقُوْنَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ﴿۱۱۵﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ

کرے کسی قوم کو جب کہ ان کو راہ پر لا چکا جب تک کھول نہ دے ان پر جس سے ان کو بچنا چاہیے، بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے ۱۳۲ اللہ ہی کی

مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ﴿۱۱۶﴾

سلطنت ہے آسمانوں اور زمین میں جلاتا ہے اور مارتا ہے اور تمہارا کوئی نہیں اللہ کے سوا حمایتی اور نہ مددگار ۱۳۳

فَائِدَۃ: [۱۲۷] **سائحون کے مصداق اور مومنین کی صفات:**...... بعض نے ''سائحون'' سے مراد روزہ دار لیے ہیں کیونکہ روزہ دار کھانے پینے وغیرہ لذائذ و مرغوبات سے بے تعلق ہو کر روحانی مدارج اور ملکوتی مقامات کی سیر کرتا ہے۔ بعض کے نزدیک اس لفظ کا مصداق مہاجرین ہیں جو گھر بار سے بے تعلق ہو کر ''دار الاسلام'' میں سکونت پذیر ہوتے ہیں۔ بعض نے ''مجاہدین'' کا ارادہ کیا ہے کہ مجاہد اپنی جان تک سے بے تعلق ہو کر خدا کے راستہ میں قربان ہونے کے لیے نکلتا ہے۔ بعض کی رائے میں یہ لفظ طلبۂ علوم کے لیے ہے جو وطن، کنبہ، راحت و آسائش وغیرہ سب کو خیر باد کہہ کر طلب علم کے لیے نکل کھڑے ہوتے ہیں۔ بہر حال مترجم محقق رحمۃ اللہ علیہ نے جو ترجمہ کیا، اُس میں ان سب اقوال کی گنجائش ہے مگر اکثر سلف کے نزدیک پہلی تفسیر مختار ہے۔ واللہ اعلم! حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ''شاید بے تعلق رہنے سے مراد یہ ہو کہ دنیا میں دل نہ لگائے۔''

فَائِدَۃ: [۱۲۸]...... یعنی خود درست ہونے کے ساتھ دوسروں کو بھی درست کرتے ہیں۔ گویا اُن کا کام ہے عبادتِ حق اور خیر خواہی خلق۔

فَائِدَۃ: [۱۲۹]...... یعنی نیکی بدی کی جو حدود حق تعالیٰ نے معین فرما دی ہیں، اُن سے تجاوز نہ کرے۔ خلاصہ یہ کہ بے حکم شرع کوئی قدم نہ اُٹھائے۔ یہ سب صفات اُن مؤمنین کی ہوئیں جو جان و مال سے خدا کے ہاتھ پر بک چکے ہیں۔

فَائِدَۃ: [۱۳۰] **کفار و مشرکین کے لئے استغفار کی ممانعت:**...... مؤمنین جب جان و مال سے خدا کے ہاتھ بیع ہو چکے تو ضروری ہے کہ تنہا اُسی کے ہو کر رہیں۔ اعداء اللہ سے جن کا دشمنِ خدا اور جہنمی ہونا معلوم ہو چکا ہو محبت و مہربانی کا واسطہ نہ رکھیں، خواہ یہ دشمنانِ خدا اُن کے ماں باپ، چچا، تایا اور خاص بھائی بند ہی کیوں نہ ہوں، جو خدا کا باغی اور دشمن ہے وہ اُن کا دوست کیسے ہو سکتا ہے۔ پس جس شخص کی بابت پتہ چل جائے کہ بالیقین دوزخی ہے خواہ وحی الٰہی کے ذریعہ سے یا اس طرح کہ علانیہ کفر و شرک پر اُس کو موت آ چکی ہو، اُس کے حق میں استغفار کرنا اور بخشش مانگنا ممنوع ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ یہ آیت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی والدہ حضرت آمنہ کے بارہ میں نازل ہوئی، بعض احادیث میں مذکور ہے کہ آپ کے چچا ابو طالب کے حق میں اُتری، اور بعض نے نقل کیا ہے کہ مسلمانوں نے چاہا کہ اپنے آباء مشرکین کے لیے جو مر چکے تھے استغفار کریں اس آیت میں اُن کو منع کیا گیا۔ بہر حال شانِ نزول کچھ ہو، حکم یہ ہے کہ کفار و مشرکین کے حق میں جن کا خاتمہ کفر و شرک پر معلوم ہو جائے، استغفار جائز نہیں۔

تنبیہ:...... حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے والدین کے بارہ میں علمائے اسلام کے اقوال بہت مختلف ہیں، بعض نے اُن کو مؤمن و ناجی ثابت کرنے کے لیے مستقل رسائل لکھے ہیں اور شراحِ حدیث نے محدثانہ و متکلمانہ بحثیں کی ہیں۔ احتیاط و سلامت روی کا طریقہ اس مسئلہ میں یہ ہے کہ زبان بند رکھی جائے اور ایسے نازک مباحث میں خوض کرنے سے احتراز کیا جائے۔ حقیقت حال کو خدا ہی جانتا ہے اور وہ ہی تمام مسائل کا

ٹھیک ٹھیک فیصلہ کرنے والا ہے۔

فَائِدَہ:[۱۳۱] حضرت ابراہیم علیہ السلام کی اپنے والد کیلئے دعا واستغفار کی حقیقت:......سورۂ مریم میں ہے کہ جب حضرت ابراہیم علیہ السلام کے باپ نے قبول حق سے اعراض کیا اور ضد وعناد سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کو قتل کی دھمکیاں دینے لگا، تو آپ نے والدین کا ادب ملحوظ رکھتے ہوئے فرمایا ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكَ ۚ سَاَسْتَغْفِرُ لَكَ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ بِيْ حَفِيًّا﴾ [مریم: ۴۷] یعنی میں خدا سے تیرے لیے استغفار کروں گا۔ اس وعدہ کے موافق آپ برابر استغفار کرتے رہے، چنانچہ دوسری جگہ ﴿وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ﴾ فرمانے کی تصریح ہے۔ اس کا مطلب یہ نہیں تھا کہ ابراہیم علیہ السلام ایک مشرک کی حالتِ شرک پر قائم رہتے ہوئے مغفرت چاہتے تھے، نہیں! غرض یہ تھی کہ اس کو توفیق دے کہ حالتِ شرک سے نکل کر آغوشِ اسلام میں آجائے اور قبولِ اسلام اُس کی خطاؤں کے معاف ہونے کا سبب بنے "اِنَّ الْاِسْلَامَ يَهْدِمُ مَا كَانَ قَبْلَهٗ"۔ ابراہیم علیہ السلام کے استغفار کو قرآن میں پڑھ کر بعض صحابہ کے دلوں میں خیال آیا کہ ہم بھی اپنے مشرک والدین کے حق میں استغفار کریں اُس کا جواب حق تعالیٰ نے دیا کہ ابراہیم علیہ السلام نے وعدہ کی بنا پر صرف اُس وقت تک اپنے باپ کے لیے استغفار کیا جب تک یقینی طور سے یہ واضح نہیں ہوا تھا کہ اُسے کفر وشرک اور خدا کی دشمنی پر مرنا ہے۔ کیونکہ مرنے سے پہلے احتمال تھا کہ توبہ کر کے مسلمان ہو جائے اور بخشا جائے پھر جب کفر وشرک پر خاتمہ ہونے سے صاف کھل گیا کہ وہ حق کی دشمنی سے باز آنے والا نہ تھا، تو ابراہیم علیہ السلام اس سے بالکلیہ بیزار ہو گئے اور دعا واستغفار وغیرہ ترک کر دیا۔ پہلے نرم دلی اور شفقت سے دعا کرتے تھے جب توبہ ورجوع کے احتمالات منقطع ہو گئے، تو آپ نے اُس کی خیر خواہی سے ہاتھ اُٹھالیا، اور اس حادثہ کو پیغمبرانہ صبر وتحمل سے برداشت کیا۔ حدیث میں ہے کہ محشر میں ابراہیم علیہ السلام عرض کریں گے کہ خداوندا! تیرا وعدہ ہے کہ مجھے رسوا نہ کرے گا مگر اس سے زیادہ کیا رسوائی ہوگی کہ آج میرا باپ سب کے سامنے دوزخ میں پھینکا جائے۔ اُسی وقت اُن کے باپ کی صورت مسخ ہو کر ضبع [کفتار (بجو)] کی سی ہو جائے گی اور فرشتے گھسیٹ کر جہنم میں ڈال دیں گے۔ شاید یہ اس لیے ہو کہ لوگ اُسے پہچان نہ سکیں کیونکہ رسوائی کا دار ومدار شناخت پر ہے، جب شناخت نہ رہے گی کہ کیا چیز دوزخ میں پھینکی گئی پھر بیٹے کی رسوائی کا کچھ مطلب نہیں۔

فَائِدَہ:[۱۳۲] اتمام حجت اور اظہار حق کے بعد انحراف گمراہی ہے:......یعنی اتمام حجت اور اظہارِ حق سے پہلے خدا کسی کو گمراہ نہیں کرتا۔ گمراہی یہ ہے کہ جب خدا اپنے احکام صاف کھول کر بیان کر چکا، پھر امتثال نہ کیا جائے۔ گویا اشارہ کر دیا کہ جو لوگ ممانعت سے قبل مشرکین کے لیے استغفار کر چکے ہیں اُن پر مواخذہ نہیں لیکن اب اطلاع پانے کے بعد ایسا کرنا گمراہی ہے۔

فَائِدَہ:[۱۳۳]......جب اُس کی سلطنت ہے، تو اُسی کا حکم چلنا چاہیے۔ وہ علم محیط اور قدرت کاملہ سے جو احکام نافذ کرے بندوں کا کام ہے کہ بے خوف وخطر تعمیل کریں۔ کسی کی رُو رعایت کو دخل نہ دیں، کیونکہ خدا کے سوا کوئی کام آنے والا نہیں۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ وَالْمُهٰجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ فِيْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ

اللہ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر جو ساتھ رہے نبی کے مشکل کی گھڑی میں ۱۳۴ بعد

بَعْدِ مَا كَادَ يَزِيْغُ قُلُوْبُ فَرِيْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ ۭ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۷﴾ وَّعَلَى

اس کے کہ قریب تھا کہ دل پھر جائیں بعضوں کے اُن میں سے پھر مہربان ہوا اُن پر، بے شک وہ ان پر مہربان ہے رحم کرنے والا ۱۳۵ اور ان

الثَّلٰثَةِ الَّذِيْنَ خُلِّفُوْا ۭ حَتّٰٓى اِذَا ضَاقَتْ عَلَيْهِمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ وَضَاقَتْ عَلَيْهِمْ

تینوں شخصوں پر جن کو پیچھے رکھا تھا ۱۳۶ یہاں تک کہ جب تنگ ہوگئی ان پر زمین باوجود کشادہ ہونے کے اور تنگ

أَنفُسُهُمْ وَظَنُّوٓا۟ أَن لَّا مَلْجَأَ مِنَ ٱللَّهِ إِلَّآ إِلَيْهِ ۚ ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوبُوٓا۟ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ هُوَ

ہو گئیں ان پر ان کی جانیں اور سمجھ گئے کہ کہیں پناہ نہیں اللہ سے مگر اسی کی طرف، پھر مہربان ہوا ان پر تا کہ وہ پھر آئیں، بے شک اللہ ہی

ع ۱۴ ٱلتَّوَّابُ ٱلرَّحِيمُ ﴿١١٨﴾ يَٰٓأَيُّهَا ٱلَّذِينَ ءَامَنُوا۟ ٱتَّقُوا۟ ٱللَّهَ وَكُونُوا۟ مَعَ ٱلصَّٰدِقِينَ ﴿١١٩﴾ مَا كَانَ

ہے مہربان رحم والا ۱۳۷ اے ایمان والو ڈرتے رہو اللہ سے اور رہو ساتھ سچوں کے ۱۳۸ نہ چاہیے

لِأَهْلِ ٱلْمَدِينَةِ وَمَنْ حَوْلَهُم مِّنَ ٱلْأَعْرَابِ أَن يَتَخَلَّفُوا۟ عَن رَّسُولِ ٱللَّهِ وَلَا يَرْغَبُوا۟

مدینہ والوں کو اور ان کے گرد کے گنواروں کو کہ پیچھے رہ جائیں رسول اللہ کے ساتھ سے اور نہ یہ کہ

بِأَنفُسِهِمْ عَن نَّفْسِهِۦ ۚ ذَٰلِكَ بِأَنَّهُمْ لَا يُصِيبُهُمْ ظَمَأٌ وَلَا نَصَبٌ وَلَا مَخْمَصَةٌ فِى سَبِيلِ

اپنی جان کو چاہیں زیادہ رسول کی جان سے ۱۳۹ یہ اس واسطے کہ جہاد کرنے والے نہیں پہنچتی ان کو پیاس اور نہ محنت اور نہ بھوک اللہ

ٱللَّهِ وَلَا يَطَـُٔونَ مَوْطِئًا يَغِيظُ ٱلْكُفَّارَ وَلَا يَنَالُونَ مِنْ عَدُوٍّ نَّيْلًا إِلَّا كُتِبَ لَهُم بِهِۦ عَمَلٌ

کی راہ میں اور نہیں قدم رکھتے کہیں جس سے کہ خفا ہوں کافر اور نہ چھینتے ہیں دشمن سے کوئی چیز مگر لکھا جاتا ہے اُن کے بدلے نیک عمل،

صَٰلِحٌ ۚ إِنَّ ٱللَّهَ لَا يُضِيعُ أَجْرَ ٱلْمُحْسِنِينَ ﴿١٢٠﴾ وَلَا يُنفِقُونَ نَفَقَةً صَغِيرَةً وَلَا كَبِيرَةً وَلَا

بے شک اللہ نہیں ضائع کرتا حق نیکی کرنے والوں کا ۱۴۰ اور نہ خرچ کرتے ہیں کوئی خرچ چھوٹا اور نہ بڑا اور نہ طے کرتے ہیں

يَقْطَعُونَ وَادِيًا إِلَّا كُتِبَ لَهُمْ لِيَجْزِيَهُمُ ٱللَّهُ أَحْسَنَ مَا كَانُوا۟ يَعْمَلُونَ ﴿١٢١﴾

کوئی میدان مگر لکھ لیا جاتا ہے ان کے واسطے ۱۴۱ تا کہ بدلا دے ان کو اللہ بہتر اس کام کا جو کرتے تھے ۱۴۲

فائدہ: [۱۳۴] **غزوۂ تبوک میں پیش آنے والی مشکلات اور صحابہ کا جذبۂ ایثار وفدا کاری:......** مشکل کی گھڑی سے مراد "غزوۂ تبوک" کا زمانہ ہے جس میں کئی طرح کی مشکلات جمع تھیں، سخت گرمی، طویل مسافت، کھجور کا موسم، اُس زمانہ کی عظیم الشان سلطنت کے مقابلہ پر فوج کشی، پھر ظاہری بے سروسامانی ایسی کہ ایک ایک کھجور روزانہ دو دو سپاہیوں پر تقسیم ہوتی تھی، اخیر میں یہ نوبت پہنچ گئی کہ بہت سے مجاہدین ایک ہی کھجور کو یکے بعد دیگرے چوس کر پانی پی لیتے تھے، پھر پانی کے فقدان سے اُونٹوں کی آلائش نچوڑ کر پینے کی نوبت آ گئی، سواری کا اتنا قحط تھا کہ دس دس آدمی ایک ایک اُونٹ پر اترتے چڑھتے چلے جارہے تھے۔ یہ ہی وہ جذبۂ ایثار وفدا کاری تھا جس نے مٹھی بھر جماعت کو تمام دنیا کی قوموں پر غالب کر دیا۔ فللہ الحمد والمنۃ۔

فائدہ: [۱۳۵] **خدا کی مہربانیاں:......** خدا کی مہربانیاں پیغمبر علیہ السلام پر بیشمار ہیں اور آپ کی برکت سے مہاجرین وانصار پر بھی حق تعالیٰ کی مخصوص توجہ اور مہربانی رہی ہے کہ اُنکو ایمان وعرفان سے مشرف فرمایا، اتباعِ نبوی، جہاد فی سبیل اللہ اور عزائم امور کے سرانجام دینے کی ہمت وتوفیق بخشی، پھر ایسے مشکل وقت میں جبکہ بعض مؤمنین کے قلوب بھی مشکلات اور صعوبتوں کا ہجوم دیکھ کر ڈگمگانے لگے تھے اور قریب تھا کہ رفاقتِ نبوی سے پیچھے ہٹ جائیں، حق تعالیٰ نے دوبارہ مہربانی اور دستگیری فرمائی کہ اُنکو اس قسم کے خطرات ووساوس پر عمل کرنے

سے محفوظ رکھا اور مؤمنین کی ہمتوں کو مضبوط اور ارادوں کو بلند کیا۔

فَائِدَہ:[۱۳۶] غزوۂ تبوک میں شرکت سے محروم رہنے والے تین مخلص مومن:...... یہ تین شخص کعب بن مالک، ہلال بن اُمیہ اور مرارہ بن الربیع رضی اللہ عنہم ہیں جو باوجود مؤمن مخلص ہونے کے محض تن آسانی اور سہل انگاری کی بنا پر بدون عذر شرعی کے تبوک کی شرکت سے محروم رہے۔ جب حضور ﷺ واپس تشریف لائے تو نہ انہوں نے منافقین کی طرح جھوٹے عذر پیش کیے اور نہ بعض صحابہ کی طرح اپنے کو ستونوں سے باندھا، جو واقعہ تھا صاف صاف عرض کر دیا، اور اپنی کوتاہی اور تقصیر کا علانیہ اعتراف کیا۔ نتیجہ یہ ہوا کہ منافقین کی طرف سے بظاہر اغماض کر کے اُنکے بواطن کو خدا کے سپرد کیا گیا۔ ''اصحاب سواری'' کی (یعنی جو مسجد کے ستونوں سے بندھے ہوئے تھے) توبہ قبول کر لی گئی، اور اُن تینوں کا فیصلہ تا دیا کچھ مدت کیلئے ملتوی رکھا گیا، پچاس دن گذرنے کے بعد اُنکی توبہ قبول ہوئی۔ پیچھے رکھے جانے کا یہ ہی مطلب ہے جیسا کہ بخاری میں خود کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے نقل کیا ہے۔

فَائِدَہ:[۱۳۷] حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ:...... اِن تین میں سے حضرت کعب بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنا واقعہ نہایت شرح و بسط سے عجیب مؤثر طرز میں بیان فرمایا ہے، صحیح بخاری وغیرہ میں ملاحظہ کیا جائے، یہاں اس کے بعض اجزاء نقل کیے جاتے ہیں۔ کعب بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ تبوک کی مہم چونکہ بہت سخت اور دشوار گذار تھی، حضور ﷺ نے صحابہ کو عام حکم تیاری کا دیا، لوگ مقدور و استطاعت کے موافق سامانِ سفر درست کرنے میں مشغول تھے مگر میں بے فکر تھا کہ جب چاہوں گا فوراً تیار ہو کر ساتھ چلا جاؤں گا کیونکہ بفضلِ ایزدی اُس وقت ہر طرح کا سامان مجھ کو میسر تھا، ایک چھوڑ دو سواریاں میرے پاس موجود تھیں میں اسی غفلت کے نشہ میں رہا، اُدھر نبی کریم ﷺ نے تیس ہزار مجاہدینِ اسلام کو کوچ کا حکم دیدیا۔ مجھے اب بھی یہ خیال تھا کہ حضور ﷺ روانہ ہو گئے تو کیا ہے، اگلی منزل پر آپ سے جا ملوں گا آج چلوں، کل چلوں اِسی امروز و فردا میں وقت نکل گیا۔ حضور ﷺ نے تبوک پہنچ کر فرمایا ''مَا فَعَلَ کَعْبُ بْنُ مَالِک؟'' (کعب بن مالک کو کیا ہوا؟) بنی سلمہ کا ایک شخص بولا کہ یارسول اللہ! اُسکی عیش پسندی اور اعجاب و غرور نے نکلنے کی اجازت نہ دی۔ معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کہا کہ تو نے بری بات کہی، خدا کی قسم! ہم نے اس میں بھلائی کے سوا کچھ نہیں دیکھا۔ حضور ﷺ یہ گفتگو سن کر خاموش رہے۔ کعب کہتے ہیں کہ آپ کی تشریف آوری کے بعد بہت زیادہ وحشت اس سے ہوتی تھی کہ سارے مدینہ میں پکے منافق یا معذور مسلمان کے سوا مجھے کوئی مرد نظر نہ پڑتا تھا۔ بہر حال اب دل میں طرح طرح کے جھوٹے منصوبے گانٹھنے شروع کیے کہ آپ کی واپسی پر فلاں عذر کر کے جان بچا لونگا مگر جس وقت معلوم ہوا کہ حضور ﷺ خیر و عافیت سے واپس تشریف لے آئے، دل سے سارے جھوٹ فریب محو ہو گئے اور طے کر لیا کہ سچ کے سوا کوئی چیز اُس بارگاہ میں نجات دلانے والی نہیں۔ حضور ﷺ مسجد میں رونق افروز تھے، اصحاب کا مجمع تھا، منافقین جھوٹے حیلے بہانے بنا کر ظاہری گرفت سے چھوٹ رہے تھے کہ میں حضور ﷺ کے سامنے آیا۔ میرے سلام کرنے پر آپ نے غضب آمیز تبسم فرمایا اور غیر حاضری کی وجہ دریافت کی۔ میں نے عرض کیا: یارسول اللہ! اگر اس وقت میں دنیا والوں میں سے کسی دوسرے کے سامنے ہوتا تو آپ دیکھتے کہ کس طرح زبان زوری اور چرب لسانی سے جھوٹے حیلے حوالے کر کے اپنے کو صاف بچا لیتا۔ مگر یہاں تو معاملہ ایک ایسی ذات مقدس سے ہے جسے جھوٹ بول کر اگر میں راضی بھی کر لوں تو تھوڑی دیر کے بعد خدا اس کو سچی بات پر مطلع کر کے مجھ سے ناراض کر دیگا۔ برخلاف اسکے سچ بولنے میں گو تھوڑی دیر کے لیے آپ کی خفگی برداشت کرنی پڑے گی، لیکن اُمید کرتا ہوں کہ خدا کی طرف سے اسکا انجام بہتر ہوگا اور آخر کار سچ بولنا ہی مجھے خدا اور رسول کے غصہ سے نجات دلائے گا۔ یارسول اللہ! واقعہ یہ ہے کہ میرے پاس غیر حاضری کا کوئی عذر نہیں، جس وقت حضور کی ہمرکابی کے شرف سے محروم ہوا، اُس وقت سے زیادہ فراخی اور مقدرت کبھی مجھ کو حاصل نہ ہوئی تھی، میں مجرم ہوں، آپ کو اختیار ہے جو فیصلہ چاہیں میرے حق میں دیں۔ آپ نے فرمایا کہ یہ شخص ہے جس نے سچی بات کہی۔ اچھا

جاؤ اور خدائی فیصلہ کا انتظار کرو۔ میں اٹھا اور تحقیق سے معلوم ہوا کہ (ہلال بن اُمیہ اور مرارہ بن الربیع رضی اللہ عنہم) یہ دو شخص بھی میرے ہی جیسے ہیں۔ ہم تینوں کے متعلق آپ نے حکم دیدیا کہ کوئی ہم سے بات نہ کرے، سب علیحدہ رہیں۔ چنانچہ کوئی مسلمان ہم سے بات نہ کرتا تھا، نہ سلام کا جواب دیتا تھا۔ وہ دونوں تو خانہ نشین ہو گئے، شب و روز گھر میں وقف گریہ و بکا رہتے تھے میں ذرا سخت اور قوی تھا، مسجد میں نماز کے لیے حاضر ہوتا حضور کو سلام کر کے دیکھتا تھا کہ جواب میں لب مبارک کو حرکت ہوئی یا نہیں، جب میں حضور کی طرف دیکھتا آپ میری طرف سے منہ پھیر لیتے تھے۔ مخصوص اقارب اور محبوب ترین اعزہ بھی مجھ سے بیگانہ ہو گئے تھے۔ اسی اثنا میں ایک روز ایک شخص نے بادشاہ ''غسان'' کا خط مجھے دیا جس میں میری مصیبت پر اظہار ہمدردی کرنے کے بعد دعوت دی تھی کہ میں اُسکے ملک میں آ جاؤں، وہاں میری بہت آؤ بھگت ہو گی۔ میں نے پڑھ کر کہا کہ یہ بھی ایک مستقل امتحان ہے، آخر وہ خط میں نے نذر آتش کر دیا۔ چالیس دن گذرنے کے بعد بارگاہِ رسالت سے جدید حکم پہنچا کہ میں اپنی عورت سے بھی علیحدہ رہوں، چنانچہ اپنی بیوی کو کہہ دیا کہ اپنے میکے چلی جائے اور جب تک خدا کے یہاں سے میرا کوئی فیصلہ ہو وہیں ٹھہری رہے۔ سب سے بڑی فکر یہ تھی کہ اگر اسی حالت میں موت آ گئی تو حضور میرا جنازہ نہ پڑھیں گے، اور فرض کیجیے ان دنوں میں آپ کی وفات ہو گئی تو مسلمان ہمیشہ یہ ہی معاملہ مجھ سے رکھیں گے میری میت کے قریب بھی کوئی نہ آئے گا۔ غرض پچاس دن اسی حالت میں گذرے کہ خدا کی زمین مجھ پر باوجود فراخی کے تنگ تھی بلکہ عرصۂ حیات تنگ ہو گیا تھا، زندگی موت سے زیادہ سخت معلوم ہوتی تھی کہ یکایک جبل سلع سے آواز آئی ''یا کعب بن مالک! ابشر'' (اے کعب بن مالک خوش ہو جا) میں سنتے ہی سجدہ میں گر پڑا۔ معلوم ہوا کہ اخیر شب میں حق تعالیٰ کی طرف سے پیغمبر علیہ السلام کو خبر دی گئی کہ ہماری توبہ مقبول ہے۔ آپ نے بعد نمازِ فجر صحابہ کو مطلع فرمایا، ایک سوار میری طرف دوڑا کہ بشارت سنائے مگر دوسرے شخص نے پہاڑ پر زور سے للکارا۔ اُسکی آواز سوار سے پہلے پہنچی اور میں نے اپنے بدن کے کپڑے اتار کر آواز لگانے والے کو دیے۔ پھر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا، لوگ جوق جوق آتے اور مجھے مبارکباد دیتے تھے، مہاجرین میں سے حضرت طلحہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے کھڑے ہو کر مصافحہ کیا، حضور کا چہرہ خوشی سے چاند کی طرح چمک رہا تھا، آپ نے فرمایا: خدا نے تیری توبہ قبول فرمائی۔ میں نے عرض کیا کہ اس توبہ کا تتمہ یہ ہے کہ اپنا کل مال و جائداد خدا کی راہ میں صدقہ کرتا ہوں۔ آپ نے فرمایا کہ سب نہیں، کچھ اپنے لیے روکنا چاہیے۔ چنانچہ میں نے خیبر کا حصہ الگ کر کے باقی مال صدقہ کر دیا۔ چونکہ محض سچ بولنے سے مجھ کو نجات ملی تھی، اس لیے عہد کیا کہ خواہ کچھ ہی کیوں نہ ہو آئندہ کبھی جھوٹ نہ بولوں گا، اس عہد کے بعد بڑے سخت امتحانات پیش آئے مگر الحمد للہ! اس میں سچ کہنے سے کبھی نہیں ہٹا اور نہ ان شاء اللہ تا زیست ہٹوں گا۔ یہ واقعہ ہے جس کی طرف ان آیات میں اشارہ کیا گیا ہے۔ گویا ان تینوں پر خدا کی پہلی مہربانی تو یہ ہی تھی کہ ایمان و اخلاص بخشا، نفاق سے بچایا۔ اب نئی مہربانی یہ ہوئی کہ توبۂ نصوح کی توفیق دے کر پھر اپنی طرف کھینچ لیا اور کوتاہیوں کو معاف فرما دیا۔

فائدہ: [۱۳۸] ......یعنی سچوں کی صحبت رکھو اور انہی جیسے کام کرو۔ دیکھ لو! یہ تین شخص سچ کی بدولت بخشے گئے اور مقبول ٹھہرے۔ منافقین نے جھوٹ بولا اور خدا کا ڈر دل سے نکال دیا تو ''درکِ اسفل'' کے مستحق بنے۔

فائدہ: [۱۳۹] حضرت ابو خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم: ......یعنی رسول اللہ تو تکلیفیں اُٹھائیں اور ہم آرام سے بیٹھے رہیں، ایسا نہیں چاہیے۔ حدیث میں ہے کہ ابو خیثمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ بھی غزوہ تبوک میں پیچھے رہ گئے تھے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی روانگی کے بعد باغ میں گئے وہاں خوشگوار سایہ تھا، حسین و جمیل بیوی سامنے تھی اُس نے پانی چھڑک کر زمین کو خوب ٹھنڈا کر دیا، چٹائی کا فرش کیا، تازہ کھجور کے خوشے سامنے رکھے اور سرد و شیریں پانی حاضر کیا۔ یہ سامانِ عیش دیکھ کر دفعۃً ابو خیثمہ کے دل میں ایک بجلی سی دوڑ گئی۔ بولے تف ہے اس زندگی پر کہ میں تو خوشگوار سائے، ٹھنڈے پانی اور باغ و بہار کے مزے لوٹ رہا ہوں، اور خدا کا محبوب پیغمبر ایسی سخت لو اور گرمی و تشنگی کے عالم میں کوہ و بیابان

طے کر رہا ہے۔ یہ خیال آتے ہی سواری منگائی، تلوار حمائل کی، نیزہ سنبھالا اور حضور ﷺ کے نقشِ قدم پر چل نکلے، اونٹنی تیز ہوا کی طرح چل رہی تھی، آخر لشکر کو جا پکڑا۔ حضور ﷺ نے دور سے دیکھ کر کہ کوئی اونٹنی سوار ریت کے ٹیلے قطع کرتا چلا آ رہا ہے، فرمایا: "کُن اباخیثمہ" (ہو جا ابوخیثمہ) تھوڑی دیر میں سب نے دیکھ لیا کہ وہ ابوخیثمہ ہی تھے۔ رضی اللہ عنہ وعن سائر الصحابۃ ورضوا عنہ۔

فائدہ: [۱۴۰] اچھی نیت کی برکت: ...... یعنی باوجودیکہ ان میں سے اکثر چیزیں (مثلاً بھوک، پیاس لگنا، یا تکلیف پہنچنا) اختیاری کام نہیں ہیں، تاہم نیتِ جہاد کی برکت سے ان غیر اختیاری چیزوں کے مقابلہ میں اعمالِ صالحہ ان کی فردِ حسنات [نیکیوں کے رجسٹر] میں درج کر دیے جائیں گے جن پر خدا اجرِ نیک مرحمت فرمائے گا۔

فائدہ: [۱۴۱] ...... خرچ کرنا یا میدان طے کرنا، خود عمل صالح اور اختیاری افعال ہیں۔ اسی لیے یہاں ﴿اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ﴾ فرمایا۔ گذشتہ آیت کی طرح ﴿اِلَّا كُتِبَ لَهُمْ بِهٖ عَمَلٌ صَالِحٌ﴾ نہیں ارشاد ہوا۔ نبہ علیہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ۔

فائدہ: [۱۴۲] ...... یعنی بہترین عمل کی بہترین جزا دے گا۔

وَمَا كَانَ الْمُؤْمِنُوْنَ لِيَنْفِرُوْا كَآفَّةً ؕ فَلَوْلَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِّنْهُمْ طَآئِفَةٌ لِّيَتَفَقَّهُوْا

اور ایسے تو نہیں مسلمان کہ کوچ کریں سارے سو کیوں نہ نکلا ہر فرقہ میں سے ان کا ایک حصہ تاکہ سمجھ پیدا کریں

فِي الدِّيْنِ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْٓا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ع ۱۵ ۴

دین میں اور تاکہ خبر پہنچائیں اپنی قوم کو جب کہ لوٹ کر آئیں اُن کی طرف تاکہ وہ بچتے رہیں ف ۱۴۳ اے ایمان والو

قَاتِلُوا الَّذِيْنَ يَلُوْنَكُمْ مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوْا فِيْكُمْ غِلْظَةً ؕ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَعَ

لڑتے جاؤ اپنے نزدیک کے کافروں سے ف ۱۴۴ اور چاہیے کہ ان پر معلوم ہو تمہارے اندر سختی ف ۱۴۵ اور جانو کہ اللہ ساتھ ہے

الْمُتَّقِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ وَاِذَا مَآ اُنْزِلَتْ سُوْرَةٌ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّقُوْلُ اَيُّكُمْ زَادَتْهُ هٰذِهٖٓ اِيْمَانًا ۚ فَاَمَّا الربع

ڈر والوں کے ف ۱۴۶ اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورت تو بعضے ان میں کہتے ہیں کس کا تم میں سے زیادہ کر دیا اس سورت نے ایمان، سو جو لوگ

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَزَادَتْهُمْ اِيْمَانًا وَّهُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ

ایمان رکھتے ہیں ان کا زیادہ کر دیا اس سورت نے ایمان، اور وہ خوش وقت ہوتے ہیں اور جن کے دل میں مرض ہے سو

فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۱۲۵﴾

ان کے لیے بڑھا دی گندگی پر گندگی اور وہ مرنے تک کافر ہی رہے ف ۱۴۷

فائدہ: [۱۴۳] علم اور جہاد: ...... گذشتہ رکوعات میں "جہاد" میں نکلنے کی فضیلت اور نہ نکلنے پر ملامت تھی، ممکن تھا کوئی یہ سمجھ بیٹھے کہ ہمیشہ ہر جہاد میں تمام مسلمانوں پر نکلنا فرض عین ہے، اس آیت میں فرما دیا کہ نہ ہمیشہ یہ ضروری ہے، نہ مصلحت ہے کہ سب مسلمان ایک دم جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوں، مناسب یہ ہے کہ ہر قبیلہ اور قوم میں سے ایک جماعت نکلے، باقی لوگ دوسری ضروریات میں مشغول ہوں۔ اب اگر نبی کریم ﷺ بنفسِ نفیس جہاد کے لیے تشریف لے جا رہے ہوں تو ہر قوم میں سے جو جماعت آپ کے ہمراہ نکلے گی وہ حضور کی صحبت

میں رہ کر اور سینکڑوں حوادث وواقعات میں سے گذر کر دین اور احکام دینیہ کی سمجھ حاصل کرے گی اور واپس آکر اپنی باقیماندہ قوم کو مزید علم وتجربہ کی بنا پر بھلے برے سے آگاہ کرے گی۔ اور فرض کیجیے! اگر حضور ﷺ خود مدینہ میں رونق افروز رہے تو باقی ماندہ لوگ جو جہاد میں نہیں گئے حضور کی خدمت سے مستفید ہو کر دین کی باتیں سیکھیں گے اور مجاہدین کی غیبت میں جو وحی ومعرفت کی باتیں سنیں گے اُن سے واپسی کے بعد مجاہدین کو خبردار کریں گے۔ آیت کے الفاظ میں عربی ترکیب کے اعتبار سے دونوں احتمال ہیں کمافی ''روح المعانی'' وغیرہ۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''ہر قوم میں سے چاہیے بعضے لوگ پیغمبر کی صحبت میں رہیں تا علم دین سیکھیں اور پچھلوں کو سکھائیں۔ اب پیغمبر اس دنیا میں موجود نہیں لیکن علمِ دین اور علماء موجود ہیں۔ طلب علم فرض کفایہ ہے اور جہاد بھی فرضِ کفایہ ہے۔ البتہ اگر کسی وقت امام کی طرف سے نفیر عام ہو جائے تو ''فرضِ عین'' ہو جاتا ہے۔ تبوک میں یہ ہی صورت تھی اس لیے پیچھے رہنے والوں سے باز پرس ہوئی۔'' واللہ اعلم! ابوحیان رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک یہ آیت جہاد کے لیے نہیں، طلب علم کے بارہ میں ہے۔ جہاد اور طلب علم کی آیات میں مناسبت یہ ہے کہ دونوں میں خروج فی سبیل اللہ ہے اور دونوں کی غرض احیاء واعلائے دین ہے، ایک میں تلوار سے، دوسرے میں زبان وغیرہ سے۔

فَائِدَۃ: [۱۴۴] **اقدامی و دفاعی جہاد میں ترتیب:**...... جہاد فرضِ کفایہ ہے جو ترتیب طبعی کے موافق اوّل اُن کفار سے ہونا چاہیے جو مسلمانوں سے قریب تر ہوں بعدہٗ ان کے قریب رہنے والوں سے، اسی طرح درجہ بدرجہ حلقۂ جہاد کو وسیع کرنا چاہیے۔ نبی کریم ﷺ اور خلفائے راشدین رضی اللہ عنہم کے جہاد اسی ترتیب سے ہوئے۔ ''دفاعی جہاد'' میں بھی فقہاء نے یہ ہی ترتیب رکھی ہے کہ جس اسلامی ملک پر کفار حملہ آور ہوں، وہاں کے مسلمانوں پر دفاع واجب ہے اگر وہ کافی نہ ہوں یا سستی کریں تو اُن کے متصل رہنے والوں پر، وہ کافی نہ ہوں تو پھر جو اُن سے متصل ہیں۔ اسی طرح اگر ضرورت پڑے تو درجہ بدرجہ مشرق سے مغرب تک جہاد فرض ہوتا چلا جائے گا۔

فَائِدَۃ: [۱۴۵] **مومن کی شان:**...... مومن کی شان یہ ہے کہ اپنے بھائی کے حق میں نرم اور دشمنانِ خدا اور سول کے معاملہ میں سخت وشدید ہو تا کہ اُس کی نرمی اور ڈھیلا پن دیکھ کر دشمن جری نہ ہو جائے ﴿اَذِلَّةٍ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اَعِزَّةٍ عَلَى الْكٰفِرِيْنَ﴾ [مائدہ: ۵۴] ﴿وَالَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ﴾ [فتح: ۲۹] ﴿جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَالْمُنٰفِقِيْنَ وَاغْلُظْ عَلَيْهِمْ﴾ [توبہ: ۷۳] وفی الحدیث انہ علیہ الصلاۃ والسلام قال انا الضحوک القتال۔

فَائِدَۃ: [۱۴۶] **خدا سے ڈرنے کی بدولت کفار پر غلبہ:**...... یعنی خدا سے ڈرنے والے کو کسی کافر قوم سے ڈرنے اور دبنے کی کوئی وجہ نہیں، جب تک اور جس قدر مسلمان خدا سے ڈرتے رہے اُسی وقت تک اور اسی قدر اُن کو کفار پر غلبہ حاصل ہوتا رہا۔ حق تعالیٰ ہمارے دلوں میں اپنا ڈر پیدا کر دے۔

فَائِدَۃ: [۱۴۷] **منافقین کی طرف سے استہزاء اور اس کا جواب:**...... جب کوئی سورت قرآنی نازل ہوتی تو منافقین آپس میں ایک دوسرے سے یا بعض سادہ دل مسلمانوں سے ازراہِ استہزاء وتمسخر کہتے کہ کیوں صاحب تم میں سے کس کس کا ایمان اس سورت نے بڑھایا؟ مطلب یہ تھا کہ (معاذ اللہ) اس سورت میں رکھا ہی کیا ہے، کونسے حقائق ومعارف ہیں جو ایمان ویقین کی ترقی کا موجب ہوں؟ حق تعالیٰ نے جواب دیا کہ بیشک کلام الٰہی سن کر مؤمنین کے ایمان میں تازگی اور ترقی ہوتی ہے اور قلوب مسرور ومنشرح ہوتے ہیں۔ ہاں! جن کے دلوں میں کفر ونفاق کی بیماری اور گندگی ہے ان کی بیماری وگندگی میں اضافہ ہو جاتا ہے حتیٰ کہ یہ بیماری ان کی جان ہی لے کر چھوڑتی ہے۔

باراں کہ در لطافت طبعش خلاف نیست
در باغ لالہ روید ودر شورہ بوم خس

حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے دوسری طرح آیت کی تقریر کی ہے۔ یعنی کلام الٰہی جس مسلمان کے دل کے خطرہ سے موافق پڑتا وہ خوش ہو کر بول اٹھتا کہ سبحان اللہ! اس آیت نے میرا ایمان ویقین اور زیادہ کر دیا۔ اسی طرح جب کسی سورت میں منافقین کے پوشیدہ عیوب

ظاہر کیے جاتے تو وہ بھی شرمندگی سے کھسیانے ہو کر کہتے کہ بیشک اس کلام نے ہمارے یقین وایمان کو بڑھا دیا لیکن یہ کہنا چونکہ خوشی اور انشراح سے نہ تھا محض رفع خجالت کے لیے کہہ دیتے تھے، اس لیے یہ توفیق نہ ہوتی تھی کہ آئندہ توبہ کر کے سچے دل سے حق کی پیروی کریں بلکہ پہلے سے زیادہ اپنے عیب چھپانے کی فکر و تدبیر کرتے تھے، یہ اسی ہے گندگی پر گندگی، عیب دار کو لازم ہے کہ نصیحت سن کر اپنی اصلاح کرے نہ یہ کہ الٹا ناصح سے چھپانے لگے۔

أَوَلَا يَرَوْنَ أَنَّهُمْ يُفْتَنُونَ فِي كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً أَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوبُونَ وَلَا هُمْ

کیا نہیں دیکھتے کہ وہ آزمائے جاتے ہیں ہر برس میں ایک بار یا دو بار پھر بھی توبہ نہیں کرتے اور نہ وہ نصیحت

يَذَّكَّرُونَ ﴿۱۲۶﴾ وَإِذَا مَا أُنزِلَتْ سُورَةٌ نَّظَرَ بَعْضُهُمْ إِلَىٰ بَعْضٍ ط هَلْ يَرَاكُم مِّنْ أَحَدٍ ثُمَّ

پکڑتے ہیں ف ۱۴۸ اور جب نازل ہوتی ہے کوئی سورت تو دیکھنے لگتا ہے ان میں ایک دوسرے کی طرف، کہ کیا دیکھتا ہے تم کو کوئی مسلمان پھر

انصَرَفُوا ط صَرَفَ اللَّهُ قُلُوبَهُم بِأَنَّهُمْ قَوْمٌ لَّا يَفْقَهُونَ ﴿۱۲۷﴾ لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُولٌ مِّنْ

چل دیتے ہیں ف ۱۴۹ پھیر دیے ہیں اللہ نے دل ان کے اس واسطے کہ وہ لوگ ہیں کہ سمجھ نہیں رکھتے ف ۱۵۰ آیا ہے تمہارے پاس رسول تم میں

أَنفُسِكُمْ عَزِيزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيصٌ عَلَيْكُم بِالْمُؤْمِنِينَ رَءُوفٌ رَّحِيمٌ ﴿۱۲۸﴾ فَإِن

سے ف ۱۵۱ بھاری ہے اس پر جو تم کو تکلیف پہنچے ف ۱۵۲ حریص ہے تمہاری بھلائی پر ف ۱۵۳ ایمان والوں پر نہایت شفیق مہربان ہے ف ۱۵۴ پھر بھی

تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللَّهُ لَا إِلَٰهَ إِلَّا هُوَ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيمِ ﴿۱۲۹﴾ ع

اگر منہ پھیریں تو کہہ دے کہ کافی ہے مجھ کو اللہ، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، اسی پر میں نے بھروسہ کیا اور وہی مالک ہے عرش عظیم کا ف ۱۵۵

فائدہ: [۱۴۸] **منافقین کی بدباطنی:**...... یعنی ہر سال کم از کم ایک دو مرتبہ ان منافقین کو فتنہ اور آزمائش میں ڈالا جاتا ہے مثلاً قحط، بیماری وغیرہ کسی آفت ارضی وسماوی میں مبتلا ہوتے ہیں یا پیغمبر ﷺ کی زبانی اُن کا نفاق علانیہ ظاہر کر کے رسوا کیا جاتا ہے یا جنگ وجہاد کے وقت اُن کی بزدلی اور تیرہ باطنی [باطن کی سیاہی] بے نقاب کر دیجاتی ہے، مگر وہ ایسے بے حیا اور بدباطن واقع ہوئے ہیں کہ تازیانے کھا کر بھی ٹس سے مس نہیں ہوتے، نہ پچھلی خطاؤں سے توبہ کرتے ہیں، نہ آئندہ کو نصیحت پکڑتے ہیں۔

فائدہ: [۱۴۹] **منافقت کی نحوست سے قرآن سے دوری:**...... جس وقت وحی نازل ہوتی اور منافقین مجلس میں موجود ہوتے تو کلام الٰہی کا سننا اُن پر بہت شاق گذرتا تھا خصوصاً وہ آیات جن میں اُن کے عیوب کھولے جاتے تھے، اُس وقت ایک دوسرے کی طرف کن انکھیوں سے اشارے کرتے اور اِدھر اُدھر دیکھتے کہ مجلس میں کسی مسلمان نے ہم کو پرکھا نہ ہو، پھر نظر بچا کر شتاب [فوراً، جھٹ پٹ] مجلس سے کھسک جاتے تھے۔

فائدہ: [۱۵۰] ...... یعنی مجلس نبوی سے کیا پھرے، خدا نے اُن کے دلوں کو پھیر دیا کہ وہ اپنی جہل وحماقت سے ایمان وعرفان کی باتوں کو سمجھنا اور قبول کرنا نہیں چاہتے۔

فائدہ: [۱۵۱] **رسول اللہ ﷺ کی بعض صفات:**...... جس کے حسب ونسب، اخلاق واطوار اور دیانت وامانت سے تم خوب واقف ہو۔

فَائِدَہ: [۱۵۲] ...... جس چیز سے تم کو تکلیف یا سختی پہنچے وہ اُن پر بہت بھاری ہے۔ ہر ممکن طریقہ سے آپ یہ ہی چاہتے ہیں کہ اُمت پر آسانی ہو اور دنیوی و اُخروی عذاب سے محفوظ رہے اس لیے جو دین آپ لائے وہ بھی سہل اور نرم ہے۔ اور عمال کو آپ یہ ہی نصیحت فرماتے تھے: "یَسِّرُوْا وَلَا تُعَسِّرُوْا" (آسانی کرو سختی مت کرو)۔

فَائِدَہ: [۱۵۳] عظیم صفات اور جہاد کا مقصد: ...... یعنی تمہاری خیر خواہی اور نفع رسانی کی خاص تڑپ اُن کے دل میں ہے۔ لوگ دوزخ کی طرف بھاگتے ہیں، آپ اُن کی کمریں پکڑ پکڑ کر اُدھر سے ہٹاتے ہیں، آپ کی بڑی کوشش اور آرزو یہ ہے کہ خدا کے بندے اصلی بھلائی اور حقیقی کامیابی سے ہمکنار ہوں۔ جہاد وغیرہ کا مقصد بھی خونریزی نہیں بلکہ بحالت مجبوری سخت آپریشن کے ذریعہ سے بنی نوع انسان کے فاسد و مسموم اعضاء کو کاٹ کر اور خراب جراثیم کو تباہ کر کے اُمت کے مزاجِ عمومی کو صحت و اعتدال پر رکھنا ہے۔

فَائِدَہ: [۱۵۴] ...... جب آپ تمام جہان کے اس قدر خیر خواہ ہیں تو خاص ایمانداروں کے حال پر ظاہر ہے کس قدر شفیق و مہربان ہوں گے۔

فَائِدَہ: [۱۵۵] ...... اگر آپ کی عظیم الشان شفقت، خیر خواہی اور دل سوزی کی لوگ قدر نہ کریں تو کچھ پروا نہیں۔ اگر فرض کیجیے ساری دنیا آپ سے منہ پھیر لے تو تنہا خدا آپ کو کافی ہے جس کے سوا نہ کسی کی بندگی ہے نہ کسی پر بھروسہ ہو سکتا ہے، کیونکہ زمین و آسمان کی سلطنت اور "عرش عظیم" (تختِ شہنشاہی) کا مالک وہی ہے۔ سب نفع و ضرر، ہدایت و ضلالت اُسی کے ہاتھ میں ہے۔

فَائِدَہ: آخری آیت مبارکہ کی عظیم الشان فضیلت: ...... ابوداؤد میں ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے کہ جو شخص صبح و شام سات سات مرتبہ ﴿حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ﴾ پڑھا کرے، خدا اُس کے تمام ہموم و غموم کو کافی ہو جائے گا۔ باقی عرش کی عظمت کے متعلق اگر تفصیل دیکھنا ہو تو "روح المعانی" میں زیر آیت حاضرہ ملاحظہ کیجیے۔

تم سورۃ التوبۃ بفضل اللّٰہ وحسن توفیقہ۔

اللّٰھم تب علی واجعل لی براءۃ من النار

انک انت التواب الرحیم۔

ایاتها ۱۱۰ ۔ ۱۰ سُوْرَةُ يُوْنُسَ مَكِّيَّةٌ ۵۱ ۔ رکوعاتها ۱۱

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْحَكِيْمِ ① اَكَانَ لِلنَّاسِ عَجَبًا اَنْ اَوْحَيْنَآ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْهُمْ اَنْ

یہ آیتیں ہیں پکی کتاب کی ف۱ کیا لوگوں کو تعجب ہوا کہ وحی بھیجی ہم نے ایک مرد پر ان میں سے

اَنْذِرِ النَّاسَ وَبَشِّرِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنَّ لَهُمْ قَدَمَ صِدْقٍ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۗ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ اِنَّ

یہ کہ ڈر سنا دے لوگوں کو اور خوشخبری سنا دے ایمان والوں کو کہ ان کے لیے پایہ سچا ہے اپنے رب کے یہاں ف۲ کہنے لگے منکر بے شک

هٰذَا لَسٰحِرٌ مُّبِيْنٌ ② اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ

یہ تو جادوگر ہے صریح ف۳ تحقیق تمہارا رب اللہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں ف۴

اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ ۗ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ۗ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ

پھر قائم ہوا عرش پر ف۵ تدبیر کرتا ہے کام کی ف۶ کوئی سفارش نہیں کر سکتا مگر اس کی اجازت کے بعد ف۷ وہ اللہ ہے رب تمہارا سو اس

فَاعْبُدُوْهُ ۗ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ③ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا ۗ وَعْدَ اللّٰهِ حَقًّا ۗ اِنَّهٗ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ

کی بندگی کرو کیا تم دھیان نہیں کرتے ف۸ اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے تم سب کو ف۹ وعدہ ہے اللہ کا سچا، وہی پیدا کرتا ہے اول بار پھر دوبارہ

ثُمَّ يُعِيْدُهٗ لِيَجْزِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ بِالْقِسْطِ ۗ وَالَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَهُمْ

کرے گا اس کو تاکہ بدلہ دے ان کو جو ایمان لائے تھے اور کیے تھے کام نیک انصاف کے ساتھ ف۱۰ اور جو کافر ہوئے ان

شَرَابٌ مِّنْ حَمِيْمٍ وَّعَذَابٌ اَلِيْمٌۢ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ④

کو پینا ہے کھولتا پانی اور عذاب ہے دردناک اس لیے کہ کفر کرتے تھے۔

فائدہ: [۱] پکی کتاب کی پکی باتیں: ...... یہ آیتیں ایسی مضبوط و محکم کتاب کی ہیں جس کی ہر بات پکی ہے۔ الفاظ اس لیے کہ ہمیشہ تبدیل و تحریف سے محفوظ رہیں گے۔ علاوہ اس لیے کہ تمام تر عقل و حکمت کے موافق ہیں۔ احکام اس وجہ سے کہ آئندہ کوئی دوسری ناسخ

المنزل ۳

کتاب آنے والی نہیں یہ اخبار وقصص اس طرح کہ ٹھیک ٹھیک واقع کے مطابق ہیں۔ اور ایسا کیوں نہ ہو، جب کہ خدائے علیم وحکیم نے اس کو اپنے علم کامل کے زور سے اتارا ہے۔

فَائِدَہ:[۲] انسانوں کی اصلاح کیلئے انسان کو مبعوث کرنے پر تعجب بے بنیاد ہے: ......یعنی اس میں تعجب کی کیا بات ہے کہ انسانوں کی اصلاح وہدایت کے لیے حق تعالیٰ ایک انسان ہی کو مامور فرمادے اور اُس کی طرف وہ پیغام بھیجے جس کی دوسروں کو بلا واسطہ خبر نہ ہو۔ وہ تمام لوگوں کو خدا کی نافرمانی کے مہلک نتائج وعواقب سے آگاہ کرے، اور خدا کی بات ماننے والوں کو بشارت پہنچائے کہ رب العزت کے یہاں اعمال صالحہ کی بدولت اُن کا کتنا اونچا مرتبہ اور کیسا بلند پایہ ہے اور کیسی سعادت وفلاح ازل سے اُن کے لیے لکھی جاچکی ہے۔

فَائِدَہ:[۳] ......یعنی وحی قرآنی کو فوق العادت مؤثر وبلیغ ہونے کی وجہ سے جادو اور اُس کے لانے والے کو جادوگر کہتے ہیں۔

فَائِدَہ:[۴] چھ دنوں میں آسمان وزمین کی تخلیق اور ہمارے لئے سبق: ......یعنی اتنے وقت میں جو چھ دن کے برابر تھا اور ایک دن ابن عباس رضی اللہ عنہ کی تفسیر کے موافق ایک ہزار سال کا لیا جائے گا۔ گویا چھ ہزار سال میں زمین وآسمان وغیرہ تیار ہوئے۔ بلاشبہ حق تعالیٰ قادر تھا کہ آنِ واحد میں ساری مخلوق کو پیدا کردیتا لیکن حکمت اسی کو مقتضی ہوئی کہ تدریجاً پیدا کیا جائے۔ شاید بندوں کو سبق دینا ہو کہ قدرت کے باوجود ہر کام سوچ سمجھ کر تانی اور متانت سے کیا کریں۔ نیز تدریجی تخلیق میں بہ نسبت دفعۃً پیدا کرنے کے اس بات کا زیادہ اظہار ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ فاعل بالاضطرار نہیں بلکہ ہر چیز کا وجود بالکلیہ اُس کی مشیت واختیار سے وابستہ ہے جب چاہے، جس طرح چاہے پیدا کرے۔

فَائِدَہ:[۵] ......سورۂ "اعراف" کے ساتویں رکوع کے شروع میں اسی طرح کی آیت [آیت: ۵۴] گذر چکی اُس کا فائدہ ملاحظہ کیا جاوے۔

فَائِدَہ:[۶] ......یعنی مخلوق کے تمام کاموں کی تدبیر وانتظام اُسی کے ہاتھ میں ہے۔

فَائِدَہ:[۷] ......یعنی شریک اور حصہ دار تو اُس کی خدائی میں کیا ہوتا، سفارش کے لیے بھی اُس کی اجازت کے بدون لب نہیں ہلا سکتا۔

فَائِدَہ:[۸] ......یعنی دھیان کرو کہ ایسے رب کے سوا جس کی صفات اُوپر بیان ہوئیں دوسرا کون ہے جس کی بندگی اور پرستش کی جاسکے؟ پھر تم کو کیسے جرأت ہوتی ہے کہ اُس خالق ومالک شہنشاہِ مطلق اور حکیم برحق کے پیغاموں اور پیغامبروں کو محض اوہام وظنون کی بنا پر جھٹلانے لگو۔

فَائِدَہ:[۹] ......یعنی اُسی سے تم سب کا آغاز ہوا، اور اُسی کی طرف انجام کار سب کو جانا ہے۔ پھر اُس کے احکام وسفراء سے سرتابی کرنا کیسے روا ہوسکتا ہے۔

فَائِدَہ:[۱۰] ......یعنی چھوٹی سے چھوٹی نیکی بھی ضائع نہ ہو۔

هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِيَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّقَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ

وہی ہے جس نے بنایا سورج کو چمک [چمکتا] اور چاند کو چاندنا ۱۱ اور مقرر کیں اس کے لیے منزلیں ۱۲ تاکہ پہچانو گنتی برسوں کی

وَالْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْلَمُوْنَ ۞ اِنَّ فِي

اور حساب ۱۳ یوں ہی نہیں بنایا اللہ نے یہ سب کچھ مگر تدبیر سے ۱۴ ظاہر کرتا ہے نشانیاں ان لوگوں کے لیے جن کو سمجھ ہے ۱۵ البتہ بدلنے

اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ ۞ اِنَّ

میں رات اور دن کے اور جو کچھ پیدا کیا ہے اللہ نے آسمانوں اور زمین میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو ڈرتے ہیں ۱۶ البتہ

الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا وَرَضُوْا بِالْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَاطْمَاَنُّوْا بِهَا وَالَّذِيْنَ هُمْ عَنْ اٰيٰتِنَا

جو لوگ امید نہیں رکھتے ہمارے ملنے کی اور خوش ہوئے دنیا کی زندگی پر اور اُسی پر مطمئن ہو گئے اور جو لوگ ہماری نشانیوں سے

غٰفِلُوْنَ ۝۷ اُولٰٓئِكَ مَاْوٰىهُمُ النَّارُ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۸ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا

بے خبر ہیں ف۱۷ ایسوں کا ٹھکانا ہے آگ بدلہ اس کا جو کماتے تھے ف۱۸ البتہ جو لوگ ایمان لائے

الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ۝۹

اور کام کیے اچھے ہدایت کرے گا ان کو رب ان کے ایمان سے ف۱۹ بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں باغوں میں آرام کے،

دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَتَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَاٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ

اُن کی دعا اس جگہ یہ کہ پاک ذات ہے تیری یا اللہ ف۲۰ اور ملاقات ان کی سلام ف۲۱ اور خاتمہ ان کی دعا کا اس پر کہ سب خوبی اللہ کو جو پروردگار سارے

الْعٰلَمِيْنَ ۝۱۰ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۭ ع

جہان کا ف۲۲ اور اگر جلدی پہنچا دے اللہ لوگوں کو برائی جیسے کہ جلدی مانگتے ہیں وہ بھلائی تو ختم کر دی جائے ان کی عمر، سو ہم چھوڑے

فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ۝۱۱

رکھتے ہیں ان کو جن کو امید نہیں ہماری ملاقات کی ان کی شرارت میں سرگرداں ف۲۳

فائدہ: [۱۱] نور اور ضیاء میں فرق:...... بعض کے نزدیک ''نور'' عام ہے ''ضیاء'' سے۔ ''ضیاء'' خاص اُس نور کو کہتے ہیں جو زیادہ تیز اور چمکدار ہو۔ بعض نے کہا کہ جس کی روشنی ذاتی ہو، وہ ضیاء اور جس کی دوسرے سے مستفاد ہو، وہ ''نور'' ہے۔ سورج کی روشنی عالمِ اسباب میں کسی دوسرے کرّہ سے حاصل نہیں ہوئی۔ چاند کی روشنی البتہ سورج سے مستفاد ہے۔ اور بعض محققین نے دونوں میں یہ فرق بتلایا ہے کہ ''نور'' مطلق روشنی کو کہتے ہیں ''ضیاء'' اور ''ضوء'' اُس کے انتشار (پھیلاؤ) کا نام ہے۔ سورج کی روشنی کا پھیلاؤ چونکہ زیادہ ہے اس لیے ''ضیاء'' سے تعبیر فرمایا۔ واللہ اعلم بمرادہ!

فائدہ: [۱۲] ......یعنی روزانہ بتدریج گھٹتا بڑھتا ہے ﴿وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰى عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِيْمِ﴾ [یٰس: ۳۹] علمائے ہیئت نے اُس کے دورے کی تقسیم کر کے اٹھائیس منزلیں مقرر کی ہیں جو بارہ بروج پر منقسم ہیں۔ قرآن میں خاص اُن کی مصطلحات مراد نہیں، مطلق سیر و مسافت کے مدارج مراد ہیں۔

فائدہ: [۱۳] چاند سورج کے فوائد:...... یعنی برسوں کی گنتی اور مہینوں اور دنوں کے چھوٹے موٹے حساب سب چاند سورج کی رفتار سے وابستہ کر دیے ہیں۔ اگر چاند سورج نہ ہوں تو دن رات، قمری اور شمسی مہینے، اور سال وغیرہ کیسے متعین ہوں؟ حالانکہ علاوہ دنیوی زندگی اور معاشی کاروبار کے بہت سے احکامِ شرعیہ میں بھی تعین اوقات کی ضرورت ہے۔

فائدہ: [۱۴] ......یعنی فلکیات کا سلسلہ یوں ہی کیف ما اتفق نہیں بلکہ بڑے عظیم الشان نظام و تدبیر کے ماتحت اور ہزارہا فوائد و حکم پر مشتمل ہے۔

فَائِدَہ:[۱۵]...... یعنی سمجھدار لوگ مصنوعات کے اس نظام کو دیکھ کر خداوند قادر و حکیم کی ہستی کا سراغ پاتے ہیں۔ اور مادیات کے انتظام سے روحانیات کے متعلق بھی اندازہ کر لیتے ہیں کہ وہاں کی دنیا میں کیسے کیسے چاند سورج خدا نے پیدا کیے ہوں گے۔ اُنہی کو انبیاء و مرسلین کہہ لیجیے۔

فَائِدَہ:[۱۶]...... بلاشبہ دنیا کی ہر چھوٹی بڑی چیز میں خدا کی ہستی اور وحدانیت کے دلائل موجود ہیں ؎

وَفِی کُلِّ شیئٍ لہ اٰیۃٌ تَدُلُّ علی انّہ وَاحِدٌ

سورۂ بقرہ میں پارۂ سیقول کے ربع کے قریب ایک آیت (۱۶۴) گزر چکی جس میں زیادہ بسط و تفصیل سے ان نشانہائے قدرت کا بیان ہوا ہے۔

فَائِدَہ:[۱۷] قدرت کی نشانیوں میں غور و فکر کی دعوت:...... یعنی دنیا میں ایسا دل لگایا کہ آخرت کی اور خدا کے پاس جانے کی کچھ خبر ہی نہ رہی، اسی چندروزہ حیات کو مقصود و معبود بنالیا اور قدرت کی جو نشانیاں اوپر بیان ہوئیں، اُن میں کبھی غور و تامل نہ کیا کہ ایسا مضبوط اور حکیمانہ نظام یوں ہی بیکار نہیں بنایا گیا، ضرور اس سارے کارخانہ کا کوئی خاص مقصد ہوگا۔ پھر جس نے پہلی مرتبہ ایسی عجیب و غریب مخلوقات پیدا کر دی، اُس کو دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔

فَائِدَہ:[۱۸]...... یعنی دل و دماغ سے، زبان سے، ہاتھ پاؤں سے، جو کچھ انہوں نے کمائی کی اُس کا بدلہ دوزخ کی آگ ہے۔

فَائِدَہ:[۱۹]...... یعنی ایمان کی بدولت اور اُس کی روشنی میں حق تعالیٰ مؤمنین کو مقصدِ اصلی (جنت) تک پہنچائے گا۔

فَائِدَہ:[۲۰] جنت میں تکمیل رغبت کی دعا:...... جنتی جنت کی نعمتوں اور خدا کے فضل و احسان کو دیکھ کر ''سبحان اللہ'' پکاریں گے اور جب خدا سے کچھ مانگنے کی خواہش ہوگی، مثلاً کوئی پرندہ یا پھل دیکھا اور اُدھر رغبت ہوئی تو ﴿سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ﴾ کہیں گے، اتنا سنتے ہی فرشتے وہ چیز فوراً حاضر کر دیں گے، گویا یہ ہی ایک لفظ تمام دعاؤں کے قائم مقام ہوگا۔ دنیا میں بھی بڑے آدمیوں کے یہاں دستور ہے کہ مہمان اگر کسی چیز کو پسند کر کے صرف تعریف کر دے تو غیور میزبان کوشش کرتا ہے کہ وہ چیز مہمان کے لیے مہیا کرے۔

فَائِدَہ:[۲۱] جنتیوں کا سلام:...... جنتی ملاقات کے وقت ایک دوسرے کو سلام کریں گے جیسے دنیا میں مسلمانوں کا دستور ہے، نیز فرشتوں کا جنتیوں کو سلام کرنا، بلکہ خود خداوند رب العزت کی طرف سے تحفۂ سلام کا آنا قرآن میں منصوص ہے ﴿سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ﴾ [یٰس:۵۸] ﴿وَالْمَلٰۗىِٕكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ○ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ﴾ [الرعد:۲۳، ۲۴]

فَائِدَہ:[۲۲] جنتیوں کا شکر:...... جنت میں پہنچ کر جب دنیوی تفکرات و کدورات کا خاتمہ ہو جائیگا اور محض ﴿سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ﴾ کہنے پر ہر چیز حسب خواہش ملتی رہے گی تو اُنکی ہر دعا کا خاتمہ ﴿اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○﴾ پر ہوگا اور طبعاً ایسا ہی ہونا چاہیے۔

فَائِدَہ:[۲۳] خدا مجرموں کو مہلت دیتا ہے:...... دو آیت پہلے فرمایا تھا کہ جو لوگ غفلت میں پڑے ہیں اور ہمارے ملنے کی امید نہیں رکھتے، اُن کا ٹھکانا دوزخ ہے۔ یہاں یہ بتلانا ہے کہ خدا ایسے مجرموں کو دنیا میں فوراً نہیں پکڑتا بلکہ مہلت دیتا ہے۔ حالانکہ لوگوں کا حال یہ ہے کہ کبھی بے باک و بے حیا بن کر خود اپنے اُوپر جلد عذاب آنے کا مطالبہ کرتے ہیں مثلاً کہتے ہیں: ﴿اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَاۗءِ﴾ [انفال:۳۲] کبھی دنیوی حوادث سے تنگ آ کر اپنے یا اپنی اولاد وغیرہ کے حق میں بددعائیں کرنے لگتے ہیں جیسا کہ تجربہ سے ظاہر ہے۔ اب اگر خدا تعالیٰ اُن کی درخواست و دُعا کے موافق فوراً ہاتھوں ہاتھ کوئی عذاب یا برائی اس قدر جلد اُن کو پہنچا دے جتنی جلد وہ بھلائی کے پہنچنے کی خواہش رکھتے ہیں تو بدی کے وبال سے ایک منٹ بھی فرصت نہ پائیں اور رشتۂ حیات اسی وقت منقطع ہو جائے، مگر خدا کے یہاں نیکی و بدی دونوں میں حسب مصلحت تاخیر و تحمل ہوتا ہے، تا نیک لوگ تربیت پائیں اور بدکار غفلت میں پڑے رہ کر پیمانۂ شرارت لبریز کر لیں۔

وَإِذَا مَسَّ الْإِنسَانَ الضُّرُّ دَعَانَا لِجَنبِهِ أَوْ قَاعِدًا أَوْ قَائِمًا ۚ فَلَمَّا كَشَفْنَا عَنْهُ ضُرَّهُ مَرَّ

اور جب پہنچے انسان کو تکلیف پکارے ہم کو پڑا ہوا یا بیٹھا یا کھڑا، پھر جب ہم کھول دیں اس سے وہ تکلیف چلا جائے گویا کبھی نہ پکارا

كَأَن لَّمْ يَدْعُنَا إِلَىٰ ضُرٍّ مَّسَّهُ ۚ كَذَٰلِكَ زُيِّنَ لِلْمُسْرِفِينَ مَا كَانُوا يَعْمَلُونَ ﴿١٢﴾ وَلَقَدْ أَهْلَكْنَا

تھا ہم کو کسی تکلیف پہنچنے پر، اسی طرح پسند آیا ہے بیباک لوگوں کو جو کچھ کر رہے ہیں ف۲۴ اور البتہ ہم ہلاک کر چکے

الْقُرُونَ مِن قَبْلِكُمْ لَمَّا ظَلَمُوا ۙ وَجَاءَتْهُمْ رُسُلُهُم بِالْبَيِّنَاتِ وَمَا كَانُوا لِيُؤْمِنُوا ۚ

ہیں جماعتوں کو تم سے پہلے جب ظالم ہو گئے، حالانکہ لائے تھے ان کے پاس رسول ان کی کھلی نشانیاں اور ہرگز نہ تھے ایمان لانے والے،

كَذَٰلِكَ نَجْزِي الْقَوْمَ الْمُجْرِمِينَ ﴿١٣﴾ ثُمَّ جَعَلْنَاكُمْ خَلَائِفَ فِي الْأَرْضِ مِن بَعْدِهِمْ

یوں ہی سزا دیتے ہیں ہم قوم گناہ گاروں کو ف۲۵ پھر تم کو ہم نے نائب کیا زمین میں ان کے

لِنَنظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُونَ ﴿١٤﴾ وَإِذَا تُتْلَىٰ عَلَيْهِمْ آيَاتُنَا بَيِّنَاتٍ ۙ قَالَ الَّذِينَ لَا يَرْجُونَ

بعد تاکہ دیکھیں تم کیا کرتے ہو ف۲۶ اور جب پڑھی جاتی ہیں ان کے سامنے آیتیں ہماری واضح، کہتے ہیں وہ لوگ جن کو امید نہیں

لِقَاءَنَا ائْتِ بِقُرْآنٍ غَيْرِ هَٰذَا أَوْ بَدِّلْهُ ۚ قُلْ مَا يَكُونُ لِي أَنْ أُبَدِّلَهُ مِن تِلْقَاءِ نَفْسِي ۖ إِنْ

ہم سے ملاقات کی لے آ کوئی قرآن اس کے سوا یا اس کو بدل ڈال ف۲۷ تو کہہ دے میرا کام نہیں کہ اس کو بدل ڈالوں اپنی طرف سے، میں تابعداری

أَتَّبِعُ إِلَّا مَا يُوحَىٰ إِلَيَّ ۖ إِنِّي أَخَافُ إِنْ عَصَيْتُ رَبِّي عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيمٍ ﴿١٥﴾ قُل لَّوْ شَاءَ اللَّهُ

کرتا ہوں اسی کی جو حکم آئے میری طرف، میں ڈرتا ہوں اگر نافرمانی کروں اپنے رب کی بڑے دن کے عذاب سے ف۲۸ کہہ دے اگر اللہ چاہتا

مَا تَلَوْتُهُ عَلَيْكُمْ وَلَا أَدْرَاكُم بِهِ ۖ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيكُمْ عُمُرًا مِّن قَبْلِهِ ۚ أَفَلَا تَعْقِلُونَ ﴿١٦﴾

تو میں نہ پڑھتا اس کو تمہارے سامنے اور نہ وہ تم کو خبر کرتا اس کی، کیونکہ میں رہ چکا ہوں تم میں ایک عمر اس سے پہلے، کیا پھر تم نہیں سوچتے ف۲۹

فائدہ:[۲۴] غفلت کی مذمت اور فراخی پر شکر اور سختی پر صبر کی ترغیب:......یعنی انسان اوّل بے باک ہو کر اپنے خود عذاب طلب کرتا اور برائی اپنی زبان سے مانگتا ہے، مگر کمزور اور بودا اتنا ہے کہ جہاں ذرا تکلیف پہنچی گھبرا کر ہمیں پکارنا شروع کر دیا، جب تک مصیبت رہی کھڑے، بیٹھے، لیٹے ہر حالت میں خدا کو پکارتا رہا۔ پھر جہاں تکلیف ہٹالی گئی، سب کہا سنا بھول گیا، گویا خدا سے کبھی کوئی واسطہ نہ تھا۔ وہ ہی غرور وغفلت کا نشہ، وہ ہی اکڑفوں رہ گئی جس میں پہلے مبتلا تھا۔ حدیث میں ہے کہ تو خدا کو اپنے عیش و آرام میں یاد رکھ، خدا تجھ کو تیری سختی اور مصیبت میں یاد رکھے گا۔ مؤمن کی شان یہ ہے کہ کسی وقت خدا کو نہ بھولے، سختی پر صبر اور فراخی پر خدا کا شکر ادا کرتا رہے، یہ ہی وہ چیز ہے جس کی توفیق مؤمن کے سوا کسی کو نہیں ملتی۔

فائدہ:[۲۵] ظلم اور تکذیب کی سزا مل کر رہے گی:......یعنی اگر ان کی درخواست کے موافق جلدی عذاب نہ آئے یا تکلیف دہ مصیبت آکر ٹل جائے تو بے فکر نہیں ہونا چاہیے، ظلم و شرارت اور بے ایمانی کی سزا جلد یا بدیر مل کر رہے گی۔ سنت اللہ قدیم سے یہ ہی ہے کہ

جب لوگ انبیاء و مرسلین کے کھلے نشان دیکھنے کے بعد بھی ظلم و تکذیب پر کمر بستہ رہے اور کسی طرح ایمان و تسلیم کی طرف نہ جھکے تو آسمانی عذاب نے اُن کو ہلاک کر ڈالا۔ ہمیشہ مجرموں کو کسی نہ کسی رنگ میں سزا ملتی رہی۔

فائدہ:[۲۶] نیابت کا اعلان اور مقصد نیابت: ...... یعنی پہلوں کی جگہ اب تم کو زمین پر بسایا تا کہ دیکھا جائے کہ تم کہاں تک خالق و مخلوق کے حقوق پہچانتے ہو، اور خدا کے پیغمبروں کے ساتھ کیا معاملہ کرتے ہو، نیک و بد جیسے عمل کرو گے اُسی کے مناسب تم سے برتاؤ کیا جائے گا۔ آگے اُس معاملہ کا ذکر ہے جو قرآنِ کریم یا پیغمبر علیہ السلام یا خداوند قدوس کے ساتھ انہوں نے کیا۔

فائدہ:[۲۷] قرآن میں من پسند ترمیم اور تبدیلی کا مطالبہ: ...... قرآن کی عام پند و نصیحت تو بہت سے پسند کرتے لیکن بت پرستی یا اُن کے مخصوص عقائد و رسوم کا رد ہوتا تو وحشت کھاتے اور ناک بھوں چڑھا کر رسول اللہ ﷺ سے کہتے کہ اپنے خدا سے کہہ کر یا تو دوسرا قرآن لے آیئے جس میں یہ مضامین نہ ہوں اور اگر یہی قرآن رہے تو اتنے حصہ میں ترمیم کر دیجیے جو بت پرستی وغیرہ سے متعلق ہے۔ جن لوگوں نے پتھر کی مورتیوں پر خدائی اختیارات تقسیم کر رکھے تھے، اُن کی ذہنیت سے کچھ مستبعد نہیں کہ ایک پیغمبر کو اس طرح کے تصرفات و اختیارات کا مالک فرض کر لیں، یا یہ کہنا بھی محض الزام و استہزا کے طور پر ہوگا۔ بہر حال اس کا تحقیقی جواب آگے مذکور ہے۔

فائدہ:[۲۸] بیہودہ مطالبہ کا جواب: ...... یعنی کسی فرشتہ یا پیغمبر کا یہ کام نہیں کہ اپنی طرف سے کلام الٰہی میں ترمیم کر کے ایک شوشہ بھی تبدیل کر سکے۔ پیغمبر کا فرض یہ ہے کہ جو وحی خدا کی طرف سے آئے بلا کم و کاست اُس کے حکم کے موافق چلتا رہے، وہ خدا کی وحی کا تابع ہوتا ہے، خدا اُس کا تابع نہیں، ہوتا کہ جیسا کلام تم چاہو، خدا کے یہاں سے لا کر پیش کر دے۔ وحیِ الٰہی میں ادنیٰ سے ادنیٰ تصرف اور قطع و برید کرنا بڑی بھاری معصیت ہے، پھر جو معصوم بندے سب سے زیادہ خدا کا ڈر رکھتے ہیں (انبیاء علیہم السلام) وہ ایسی معصیت و نافرمانی کے قریب کہاں جا سکتے ہیں ﴿اِنِّىٓ اَخَافُ اِنْ عَصَيْتُ رَبِّىْ عَذَابَ يَوْمٍ عَظِيْمٍ﴾ میں گویا اُن بیہودہ فرمائش کرنے والوں پر تعریض ہوگئی کہ ایسی سخت نافرمانی کرتے ہوئے تم کو بڑے دن کے عذاب سے ڈرنا چاہیے۔

فائدہ:[۲۹] بے مثل حیاتِ پیغمبر اور صداقتِ قرآن: ...... یعنی جو خدا چاہتا ہے وہ ہی میں تمہارے سامنے پڑھتا ہوں اور جتنا وہ چاہتا ہے میرے ذریعہ سے تم کو خبردار کرتا ہے، اگر وہ اس کے خلاف چاہتا تو میری کیا طاقت تھی کہ خود اپنی طرف سے ایک کلام بنا کر اُس کی طرف منسوب کر دیتا، آخر میری عمر کے چالیس سال تمہاری آنکھوں کے سامنے گذرے، اس قدر طویل مدت میں تم کو میرے حالات کے متعلق ہر قسم کا تجربہ ہو چکا میرا صدق و عفاف، امانت و دیانت وغیرہ اخلاقِ حسنہ تم میں ضرب المثل رہے۔ میرا اُمّی ہونا اور کسی ظاہری معلم کے سامنے زانوئے تلمذ تہ نہ کرنا ایک معروف و مسلم واقعہ ہے۔ پھر چالیس برس تک جس نے نہ کوئی قصیدہ لکھا ہو، نہ مشاعروں میں شریک ہوا ہو، نہ کبھی کتاب کھولی ہو، نہ قلم ہاتھ میں لیا ہو، نہ کسی درسگاہ میں بیٹھا ہو دفعۃً ایسا کلام بنا لائے جو اپنی فصاحت و بلاغت، شوکت و جزالت، جدت اسلوب اور سلاست و روانی سے جن و انس کو عاجز کر دے، اُس کے علوم و حقایق کے سامنے تمام دنیا کے معارف ماند پڑ جائیں۔ ایسا مکمل اور عالمگیر قانون ہدایت نوع انسان کے ہاتھوں میں پہنچائے جس کے آگے سب پچھلے قانون ردی ہو جائیں، بڑی بڑی قوموں اور ملکوں کے مردہ قالب میں روح تازہ پھونک کر ابدی حیات اور نئی زندگی کا سامان بہم پہنچائے، یہ بات کس کی سمجھ میں آسکتی ہے۔ تم کو سوچنا چاہیے کہ جس پاک سرشت انسان نے چالیس برس تک کسی انسان پر جھوٹ نہ لگایا ہو، کیا وہ ایک دم ایسی جسارت کر سکتا ہے کہ معاذ اللہ! خداوند قدوس پر جھوٹ باندھنے اور افترا کرنے لگے؟ ناچار ماننا پڑے گا کہ جو کلام الٰہی تم کو سناتا ہوں، اُس کے بنانے یا پہنچانے میں مجھے اصلاً اختیار نہیں۔ خدا جو کچھ چاہتا ہے میری زبان سے تم کو سناتا ہے۔ ایک نقطہ یا زیر زبر تبدیل کرنے کا کسی مخلوق کو حق حاصل نہیں۔

فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اَوْ كَذَّبَ بِاٰيٰتِهٖ ۭ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ⑰

پھر اس سے بڑا ظالم کون جو باندھے اللہ پر بہتان یا جھٹلائے اس کی آیتوں کو، بے شک بھلا نہیں ہوتا گناہ گاروں کا ف ۳۰

وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَضُرُّهُمْ وَلَا يَنْفَعُهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ هٰٓؤُلَاۗءِ شُفَعَاۗؤُنَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ

اور پرستش کرتے ہیں اللہ کے سوا اس چیز کی جو نہ نقصان پہنچا سکے ان کو نہ نفع اور کہتے ہیں یہ تو ہمارے سفارشی ہیں اللہ کے پاس ف ۳۱

قُلْ اَتُنَبِّـــــُٔوْنَ اللّٰهَ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي السَّمٰوٰتِ وَلَا فِي الْاَرْضِ ۭ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ⑱

تو کہہ کیا تم اللہ کو بتلاتے ہو جو اس کو معلوم نہیں آسمانوں میں اور نہ زمین میں، وہ پاک ہے اور برتر ہے اس سے جس کو شریک کرتے ہیں ف ۳۲

وَمَا كَانَ النَّاسُ اِلَّآ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ۭ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ

اور لوگ جو ہیں سو ایک ہی امت ہیں پیچھے جدا جدا ہو گئے اور اگر نہ ایک بات پہلے ہو چکتی تیرے رب کی تو فیصلہ ہو جاتا ان میں جس

فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ⑲ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ

بات میں کہ اختلاف کر رہے ہیں ف ۳۳ اور کہتے ہیں کیوں نہ اتری اس پر ایک نشانی اس کے رب سے، سو تو کہہ دے کہ غیب کی بات اللہ ہی

ع فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ⑳ وَاِذَآ اَذَقْنَا النَّاسَ رَحْمَةً مِّنْۢ بَعْدِ ضَرَّاۗءَ

جانے، سو منتظر رہو میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں ف ۳۴ اور جب چکھائیں ہم لوگوں کو مزا اپنی رحمت کا بعد ایک تکلیف کے جو ان کو پہنچی

مَسَّتْهُمْ اِذَا لَهُمْ مَّكْرٌ فِيْٓ اٰيَاتِنَا ۭ قُلِ اللّٰهُ اَسْرَعُ مَكْرًا ۭ اِنَّ رُسُلَنَا يَكْتُبُوْنَ مَا تَمْكُرُوْنَ ㉑

تھی اس وقت بنانے لگیں حیلے ہماری قدرتوں میں، کہہ دے کہ اللہ سب سے جلد بنا سکتا ہے حیلے، تحقیق ہمارے فرشتے لکھتے ہیں حیلہ بازی تمہاری ف ۳۵

فائدہ: [۳۰] ......یعنی گناہ گاروں اور مجرموں کو حقیقی کامیابی اور بھلائی حاصل نہیں ہو سکتی۔ اب تم خود فیصلہ کر لو کہ ظالم و مجرم کون ہے؟ اگر (بفرضِ محال) میں جھوٹ بنا کر خدا کی طرف منسوب کرتا ہوں تو مجھ سا ظالم کوئی نہیں ہو سکتا۔ لیکن گذشتہ آیت میں جو دلیل بیان کی گئی اُس سے ثابت ہو چکا کہ یہ احتمال بالکل باطل ہے۔ پس جب میرا سچا ہونا ثابت ہے اور تم جہل یا عناد سے خدا کے کلام کو جھٹلا رہے ہو تو اب زمین کے پردہ پر تم سے بڑا ظالم کوئی نہیں ہو سکتا۔

فائدہ: [۳۱] **بتوں کی سفارش کا بے بنیاد عقیدہ:** ......وہ معاملہ تو خدا اور پیغمبر کے ساتھ تھا۔ اب اُن کی خدا پرستی کا حال سنیے کہ خدا کو چھوڑ کر ایسی چیزوں کی پرستش کرتے ہیں جن کے قبضۂ قدرت میں نفع و ضرر کچھ بھی نہیں۔ جب پوچھا جاتا ہے تو کہتے ہیں کہ بیشک بڑا خدا تو ایک ہے جس نے آسمان زمین پیدا کیے۔ مگر ان اصنام (بتوں) وغیرہ کو خوش رکھنا اس لیے ضروری ہے کہ یہ سفارش کر کے بڑے خدا سے دنیا میں ہمارے اہم کام درست کرا دیں گے اور اگر موت کے بعد دوسری زندگی کا سلسلہ ہوا تو وہاں بھی ہماری سفارش کریں گے، باقی چھوٹے موٹے کام جو خود اُن کے حدود اختیار میں ہیں ان کا تعلق تو صرف ان ہی سے ہے بناءً علیہ ہم کو ان کی عبادت کرنی چاہیے۔

فائدہ: [۳۲] **بے اصل اور غلط دعوے:** ......یعنی بتوں کا شفیع ہونا اور شفیع کا مستحق عبادت ہونا دونوں دعوے غلط اور بے اصل ہیں اور

ظاہر ہے کہ خدا کے علم میں وہ ہی چیز ہوگی جو واقعی ہو۔ لہٰذا تعلیم الٰہی کے خلاف اُن غیر واقعی اور خود تراشیدہ اصول کو حق بجانب ثابت کرنا گویا خدا تعالیٰ کو ایسی چیزوں کے واقعی ہونے کی خبر دینا ہے جن کا وقوع آسمان وزمین میں کہیں بھی اُسے معلوم نہیں۔ یعنی کہیں اُن کا وجود نہیں، ہوتا تو اُس کے علم میں ضرور ہوتا پھر اُس سے منع کیوں کرتا؟

فَائِدَة: [۳۳] **اللہ کا دین ہمیشہ سے ایک ہے:**...... ممکن تھا مشرکین کہتے کہ خدا نے تمہارے دین میں منع کیا ہوگا ہمارے دین میں منع نہیں کیا۔ اُس کا جواب دیدیا کہ اللہ کا دین ہمیشہ سے ایک ہے اعتقادات حقہ میں کوئی فرق نہیں۔ درمیان میں جب لوگ بہک کر جدا جدا ہو گئے خدا نے اُن کے سمجھانے اور دین حق پر لانے کو انبیاء بھیجے، کسی زمانہ اور کسی ملت میں خدا نے شرک کو جائز نہیں رکھا۔ باقی لوگوں کے باہمی اختلافات کو زبردستی اس لیے نہیں مٹایا گیا کہ پہلے سے خدا کے علم میں یہ بات طے شدہ تھی کہ یہ دنیا دارِ عمل (موقعِ واردات) ہے قطعی اور آخری فیصلہ کی جگہ نہیں، یہاں انسانوں کو کسب واختیار دے کر قدرے آزاد چھوڑا گیا ہے کہ وہ جو راہِ عمل چاہیں اختیار کریں۔ اگر یہ بات پیشتر طے نہ ہو چکی ہوتی تو سارے اختلافات کا فیصلہ ایک دم کر دیا جاتا۔

فَائِدَة: [۳۴] **فرمائشی مطالبات پر تنبیہ:**...... یعنی جن نشانیوں کی وہ فرمائش کرتے تھے، اُن میں سے کوئی نشانی کیوں نہ اُتری؟ جواب کا حاصل یہ ہے کہ صداقت کے نشان پہلے بہتیرے دیکھ چکے ہو، فرمائشی نشان دکھلانا ضروری نہیں نہ چنداں مفید ہے، آئندہ جو خدا کی مصلحت ہوگی وہ نشان دکھلائے گا، اس کا علم خدا ہی کو ہے کہ مستقبل میں کس شان اور نوعیت کے نشان ظاہر کرے گا، سو تم منتظر رہو، ہم بھی انتظار کرتے ہیں۔ موضح القرآن میں ہے "یعنی اگر کہیں کہ ہم کاہے سے جانیں کہ تمہاری بات سچ ہے، فرمایا کہ آگے دیکھیو حق تعالیٰ اس دین کو روشن کرے گا اور مخالف ذلیل ہوں گے، برباد ہو جائیں گے سو ویسا ہی ہوا۔ سچ کی نشانی ایک بار کافی ہے اور ہر بار مخالف ذلیل ہوں تو فیصلہ ہو جائے حالانکہ فیصلہ کا دن دنیا میں نہیں۔"

فَائِدَة: [۳۵] **مشرکین کا حیلہ وفریب:**...... اہلِ مکہ پر حق تعالیٰ نے سات سال کا قحط مسلط کیا، جب ہلاکت کے قریب پہنچ گئے تو گھبرا کر حضور ﷺ سے دعا کی درخواست کی اور وعدہ کیا کہ یہ عذاب اُٹھ جائے تو ہم ایمان لے آئیں گے۔ آپ کی دعا سے خدا نے ساں [لطف] کر دیا، قحط کی بلا دور ہوئی تو پھر وہی شرارتیں کرنے لگے، خدا کی آیتوں کو جھٹلاتے اور اُس کی قدرت ورحمت پر نظر نہ رکھتے بلکہ انعاماتِ الٰہیہ کو ظاہری اسباب وحیل اور محض بے اصل خیالات واوہام کی طرف نسبت کرنے لگتے۔ اُس کا جواب دیا کہ اچھا تم خوب مکر وفریب اور حیلہ بازی کر لو، مگر یہ یاد رہے کہ تمہاری حیلہ بازیاں ایک ایک کر کے لکھی جا رہی ہیں، وہ سارا دفتر قیامت کے دن تمہارے سامنے رکھ دیا جائے گا۔ پھر جب تمہاری کوئی حیلہ بازی فرشتوں سے مخفی نہیں، خدا کے علم محیط سے کہاں باہر رہ سکتی ہے۔ تم اپنے مکر وحیلہ سازی پر مغرور ہو، حالانکہ خدا کا جوابی مکر (تدبیر خفی) تمہارے مکر وتدبیر سے کہیں تیز اور سریع الاثر ہے۔ وہ مجرم کی باگ اتنی ڈھیلی چھوڑ دیتا ہے کہ مجرم کو نشۂ غفلت میں چور ہو کر سزا کا تصور بھی نہیں آتا۔ جب پیمانۂ شقاوت لبریز ہو جاتا ہے تو دفعۃً پکڑ کر ٹینٹوا دبا دیتا ہے۔ لہٰذا عاقل کو چاہیے کہ خدا کی نرمی، بردباری اور خوش کن حالات کو دیکھ کر مغرور نہ ہو، نہ معلوم نرمی کے بعد کیسی سختی آنے والی ہے جیسے آگے بحری سفر کی مثال میں بیان فرمایا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ "سختی کے وقت آدمی کی نظر اسباب سے اُٹھ کر صرف اللہ پر رہتی ہے، جہاں سخت گھڑی گذری اور کام بن گیا پھر خدا کو بھول کر اسباب پر آ رہتا ہے، ڈرتا نہیں کہ خدا پھر ویسی ہی تکلیف اور سختی کا ایک سبب کھڑا کر دے، اُسی کے ہاتھ میں سب اسباب کی باگ ہے۔" چنانچہ آگے دریائی سفر کی مثال میں اس کی ایک صورت بیان فرمائی۔

هُوَ الَّذِيْ يُسَيِّرُكُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ حَتّٰٓى اِذَا كُنْتُمْ فِي الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ

وہی تم کو پھراتا ہے جنگل اور دریا میں، یہاں تک کہ جب تم بیٹھے کشتیوں میں اور لے کر چلیں وہ لوگوں کو اچھی ہوا سے

وَّفَرِحُوا بِهَا جَآءَتْهَا رِيحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوٓا اَنَّهُمْ اُحِيطَ

اور خوش ہوئے اس سے، آئی کشتیوں پر ہوا تند اور آئی ان پر موج ہر جگہ سے اور جان لیا انہوں نے کہ وہ

بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُونَنَّ مِنَ الشّٰكِرِينَ ﴿۲۲﴾

گھر گئے، پکارنے لگے اللہ کو خالص ہو کر اُس کی بندگی میں، اگر تو نے بچا لیا ہم کو اس سے تو بے شک ہم رہیں گے شکر گزار، پھر جب بچا دیا

فَلَمَّآ اَنْجٰهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُونَ فِي الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ ۗ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّمَا بَغْيُكُمْ عَلٰى

ان کو اللہ نے لگے شرارت کرنے اُسی وقت زمین میں ناحق کی ف ۳۶ سنو لوگو تمہاری شرارت ہے تمہی پر، نفع اٹھا لو دنیا کی

اَنْفُسِكُمْ ۙ مَّتَاعَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۫ ثُمَّ اِلَيْنَا مَرْجِعُكُمْ فَنُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ

زندگانی کا، پھر ہمارے پاس ہے تم کو لوٹ کر آنا پھر ہم بتلا دیں گے جو کچھ کہ تم

تَعْمَلُونَ ﴿۲۳﴾ اِنَّمَا مَثَلُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ

کرتے تھے ف ۳۷ دنیا کی زندگانی کی وہی مثل ہے جیسے ہم نے پانی اتارا آسمان سے پھر رلا ملا نکلا اس سے سبزہ

الْاَرْضِ مِمَّا يَاْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ ۗ حَتّٰٓى اِذَآ اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ

زمین کا جو کہ کھائیں آدمی اور جانور ف ۳۸ یہاں تک کہ جب پکڑی زمین نے رونق اور مزین ہو گئی اور خیال کیا زمین والوں نے

اَهْلُهَآ اَنَّهُمْ قٰدِرُونَ عَلَيْهَآ ۙ اَتٰىهَآ اَمْرُنَا لَيْلًا اَوْ نَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ

کہ یہ ہمارے ہاتھ لگے گی ف ۳۹ ناگاہ پہنچا اس پر ہمارا حکم رات کو یا دن کو پھر کر ڈالا اس کو کاٹ کر ڈھیر گویا کل یہاں نہ

بِالْاَمْسِ ۗ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُونَ ﴿۲۴﴾

تھی آبادی، اسی طرح ہم کھول کر بیان کرتے ہیں نشانیوں کو ان لوگوں کے سامنے جو غور کرتے ہیں ف ۴۰

فائدہ: [۳۶] **کفار اور سمندری طوفان:** ...... یعنی ابتدا میں ہوا خوشگوار اور موافق تھی، مسافر ہنستے کھیلتے آرام سے چلے جا رہے تھے کہ یکایک ایک زور کا طوفانی جھکڑ چلنے لگا اور چاروں طرف سے پانی کے پہاڑ اُٹھ کر کشتی (یا جہاز) سے ٹکرانے لگے۔ جب سمجھ لیا کہ ہر طرف سے موت کے منہ میں گھرے ہوئے ہیں بھاگنے اور نکلنے کی کوئی سبیل نہیں، تو سارے فرضی معبودوں کو چھوڑ کر خدائے واحد کو پکارنے لگے جو اصل فطرت انسانی کا تقاضا تھا، ہر چیز سے مایوس ہو کر خالص خدا کی بندگی اختیار کی اور بڑے پکے عہد و پیمان باندھے کہ اگر اس مصیبت سے خدا نے نجات دی تو ہمیشہ اُس کے شکر گذار رہیں گے کوئی بات کفرانِ نعمت کی نہ کریں گے۔ لیکن جہاں ذرا امن نصیب ہوا ساحل پر قدم رکھتے ہی شرارتیں اور ملک میں اودھم مچانا شروع کر دیا، تھوڑی دیر بھی عہد پر قائم نہ رہے۔

تنبیہ: ...... **درس، عبرت اور حضرت عکرمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا واقعہ:** ...... اس آیت میں اُن مدعیانِ اسلام کے لیے بڑی عبرت ہے جو جہاز کے طوفان میں گھر جانے کے وقت بھی خدائے واحد کو چھوڑ کر غیر اللہ کو مدد کے لیے پکارتے ہیں۔ فتح مکہ کے بعد ابوجہل کا بیٹا عکرمہ

مسلمان نہ ہوا تھا، مکہ سے بھاگ کر بحری سفر اختیار کیا تھوڑی دُور جا کر کشتی کو طوفانی ہواؤں نے گھیر لیا، ناخدا نے مسافروں سے کہا کہ ایک خدا کو پکارو۔ یہاں تمہارے معبود کچھ کام نہ دیں گے۔ عکرمہ نے کہا کہ یہی تو وہ خدا ہے جس کی طرف محمد ہم کو بلاتے ہیں۔ اگر دریا میں ربِ محمد کے بدون نجات نہیں مل سکتی تو خشکی میں بھی اُس کی دستگیری اور اعانت کے بغیر نجات پانا محال ہے۔ اے خدا! اگر تو نے اس مصیبت سے نکال دیا تو میں واپس ہو کر محمد ﷺ کے ہاتھ میں ہاتھ دوں گا۔ مجھے اُمید ہے کہ وہ اپنے اخلاقِ کریمہ سے میری تقصیرات کو معاف فرمائیں گے۔ چنانچہ حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر مشرف باسلام ہوئے۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔

فائدہ:[۳۷] شرارت کا وبال:...... یعنی تمہاری شرارت کا وبال تمہیں پر پڑے گا۔ اگر چند روز شرارتیں کر کے فرض کرو کچھ دنیا کا نفع حاصل کر ہی لیا تو انجام کار پھر خدا کی طرف لوٹنا ہے وہاں تمہارا سب کیا دھرا آگے آئے گا۔ خداوند رب العزت سزا دے کر بتلا دے گا کہ تمہارے کرتوت کیسے تھے۔

فائدہ:[۳۸] دنیوی زندگی کی مثال:...... بعض نے ﴿فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ﴾ کے معنی کثرت پیداوار کے لیے ہیں کیونکہ جب زمین کی پیداوار زیادہ قوی ہوتی ہے تو گنجان ہو کر ایک جزو دوسرے سے مل جاتا اور لپٹ جاتا ہے۔ بعض نے "بہٖ" کی "با" کو مصاحبت کے لیے لے کر یہ معنی کیے ہیں کہ زمین کا سبزہ پانی کے ساتھ رَل مِل جاتا ہے۔ کیونکہ نباتات اجزائے مائیہ کو اپنے اندر جذب کرتے ہیں، جس طرح کھانا انسان کا جزو بدن بنتا ہے ایسے ہی پانی، گویا نباتات کی غذا بنتی ہے۔ مترجم رحمۃ اللہ علیہ کے صنیع سے مترشح ہوتا ہے کہ اختلاط سے یہ مراد لے رہے ہیں کہ زمین اور پانی کے ملنے سے جو سبزہ نکلتا ہے اُس میں آدمی کی اور جانوروں کی خوراک مخلوط (رلی ملی) ہوتی ہے مثلاً گیہوں کے درخت میں دانہ ہے جو انسان کی غذا بنتی ہے اور بھوسہ بھی ہے جو جانوروں کی خوراک ہے۔ اسی طرح درختوں میں پھل اور پتے لگتے ہیں جن میں سے ہر ایک کے کھانے والے علیحدہ ہیں۔

فائدہ:[۳۹]...... یعنی مختلف الوان واشکال کی نباتات میں زمین کو پُر رونق اور مزین کر دیا اور کھیتی وغیرہ ایسی تیار ہوگئی کہ مالکوں کو کامل بھروسہ ہو گیا کہ اب اِس سے پورا فائدہ اُٹھانے کا وقت آ گیا ہے۔

فائدہ:[۴۰]...... یعنی ناگہاں خدا کے حکم سے دن میں یا رات میں کوئی آفت پہنچی (مثلاً بگولا آ گیا، یا اولے پڑ گئے یا ٹڈی دَل پہنچ گیا۔ وعلیٰ ہذا القیاس) اس نے تمام زراعت کا ایسا صفایا کر ڈالا، گویا کبھی یہاں ایک تنکا بھی نہ اُگا تھا۔ ٹھیک اسی طرح حیاتِ دنیا کی مثال سمجھ لو کہ خواہ کتنی ہی حسین اور تر و تازہ نظر آئے، حتیٰ کہ بیوقوف لوگ اُس کی رونق و دل ربائی پر مفتون ہو کر اصل حقیقت کو فراموش کر دیں لیکن اُس کی یہ شادابی اور زینت و بہجت محض چند روزہ ہے جو بہت جلد زوال و فنا کے ہاتھوں نسیاً منسیاً ہو جائے گی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اِس مثال کو نہایت لطیف طرز میں خاص انسانی حیات پر منطبق کیا ہے۔ یعنی پانی کی طرح روح آسمان (عالم بالا) سے آئی، کالبد خاکی [جسم] میں مل کر قوت پکڑی، دونوں کے ملنے سے آدمی بنا، پھر کام کیے انسانی اور حیوانی دونوں طرح کے۔ جب ہر ہنر میں پورا ہوا اور اُس کے متعلقین کو اُس پر بھروسہ ہو گیا، ناگہاں موت آ پہنچی جس نے ایک دم میں سارا بنا بنایا کھیل ختم کر دیا۔ پھر ایسا بے نام و نشان ہوا گویا کبھی زمین پر آباد ہی نہ ہوا تھا۔

فائدہ:...... ﴿لَيْلًا اَوْ نَهَارًا﴾ (رات کو یا دن کو) شاید اس لیے فرمایا کہ رات کا وقت غفلت کا ہے اور دن میں لوگ عموماً بیدار ہوتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جب خدا کا حکم آ پہنچے، پھر سوتا ہو یا جاگتا، غافل ہو یا بیدار، کوئی شخص کسی حالت میں اُس کو روک نہیں سکتا۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝۲۵ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوا

اور اللہ بلاتا ہے سلامتی کے گھر کی طرف اور دکھلاتا ہے جس کو چاہے راستہ سیدھا ۴۱ انہوں نے کی بھلائی

الْحُسْنٰى وَزِيَادَةٌ ؕ وَلَا يَرْهَقُ وُجُوْهَهُمْ قَتَرٌ وَّلَا ذِلَّةٌ ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا

ان کے لیے ہے بھلائی اور زیادتی ف۴۲ اور نہ چڑھے گی ان کے منہ پر سیاہی اور نہ رسوائی، وہ ہیں جنت والے وہ اُسی میں

خٰلِدُوْنَ ﴿۲۶﴾ وَالَّذِيْنَ كَسَبُوا السَّيِّاٰتِ جَزَآءُ سَيِّئَةٍۭ بِمِثْلِهَا ۙ وَتَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ ؕ مَا لَهُمْ

رہا کریں گے ف۴۳ اور جنہوں نے کمائیں برائیاں بدلہ ملے برائی کا اس کے برابر ف۴۴ اور ڈھانک لے گی ان کو رسوائی، کوئی

مِّنَ اللّٰهِ مِنْ عَاصِمٍ ۚ كَاَنَّمَآ اُغْشِيَتْ وُجُوْهُهُمْ قِطَعًا مِّنَ الَّيْلِ مُظْلِمًا ؕ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ

نہیں ان کو اللہ سے بچانے والا، گویا کہ ڈھانک دیئے گئے ان کے چہرے اندھیری رات کے ٹکڑوں سے ف۴۵ وہ ہیں

النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿۲۷﴾ وَيَوْمَ نَحْشُرُهُمْ جَمِيْعًا ثُمَّ نَقُوْلُ لِلَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا مَكَانَكُمْ

دوزخ والے وہ اُسی میں رہا کریں گے اور جس دن جمع کریں گے ہم ان سب کو پھر کہیں گے شرک کرنے والوں کو کھڑے ہو اپنی

اَنْتُمْ وَشُرَكَآؤُكُمْ ۚ فَزَيَّلْنَا بَيْنَهُمْ وَقَالَ شُرَكَآؤُهُمْ مَّا كُنْتُمْ اِيَّانَا تَعْبُدُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَكَفٰى

اپنی جگہ تم اور تمہارے شریک ف۴۶ پھر تڑوادیں گے ہم آپس میں ان کو اور کہیں گے ان کے شریک تم ہماری تو بندگی نہ کرتے تھے سو اللہ

بِاللّٰهِ شَهِيْدًۢا بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اِنْ كُنَّا عَنْ عِبَادَتِكُمْ لَغٰفِلِيْنَ ﴿۲۹﴾ هُنَالِكَ تَبْلُوْا كُلُّ

کافی ہے شاہد ہمارے اور تمہارے بیچ میں ہم کو تمہاری بندگی کی خبر نہ تھی ف۴۷ وہاں جانچ لے گا ہر کوئی جو

نَفْسٍ مَّآ اَسْلَفَتْ وَرُدُّوْٓا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿۳۰﴾ ع ۱۰ / ۸

اس نے پہلے کیا تھا اور رجوع کریں گے اللہ کی طرف جو سچا مالک ہے ان کا اور جاتا رہے گا انکے پاس سے جو جھوٹ باندھا کرتے تھے ف۴۸

فائدہ: [۴۱] **دنیا فانی ہے، جنت کی طرف آؤ:**...... یعنی دنیا کی زائل وفانی زندگی پر مت ریجھو [عاشق نہ بنو]۔ دارالسلام (جنت) کی طرف آؤ۔ خدا تم کو سلامتی کے گھر کی طرف بلا رہا ہے اور وہاں تک پہنچنے کا راستہ بھی دکھلا تا رہا ہے۔ وہ ہی گھر ہے جہاں کے رہنے والے ہر قسم کے رنج وغم، پریشانی، تکلیف، نقصان، آفت اور فنا وزوال وغیرہ سے صحیح وسالم رہیں گے، فرشتے اُن کو سلام کریں گے، خود ربّ العزت کی طرف سے تحفۂ سلام پہنچے گا۔

فائدہ: [۴۲] **جنت میں دولتِ دیدار:**...... بھلے کام کرنے والوں کو وہاں بھلی جگہ ملے گی (یعنی جنت) اور اس سے زیادہ بھی کچھ ملے گا یعنی حق تعالیٰ کی رضا اور اُس کا دیدار۔ ''زیادۃ'' کی تفسیر ''دیدار مبارک'' سے کئی احادیثِ صحیحہ میں وارد ہوئی ہے اور بہت سے صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمہم اللہ سے منقول ہے۔ حضرت صہیب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے یہ آیت پڑھی اور فرمایا کہ جب جنتی جنت میں اور دوزخی دوزخ میں داخل ہو چکیں گے تو ایک پکارنے والا پکارے گا ''اے اہلِ جنت! تمہارے لیے ایک وعدہ خدا کا باقی ہے جواب پورا کرنا چاہتا ہے۔ جنتی کہیں گے کہ وہ کیا ہے؟ کیا خدا نے اپنے فضل سے ہماری حسنات کا پلہ بھاری نہیں کر دیا، کیا اُس نے ہمارے چہروں کو سفید اور نورانی نہیں بنایا؟ کیا اُس نے ہم کو دوزخ سے بچا کر جنت جیسے مقام میں نہیں پہنچایا؟ (یہ سب کچھ تو ہو چکا، آگے کونسی چیز باقی رہی) اس

پر حجاب اُٹھا دیا جائے گا اور جنتی حق تعالیٰ کی طرف نظر کریں گے۔ پس خدا کی قسم کوئی نعمت جو اُن کو عطا ہوئی ہے دولتِ دیدار سے زیادہ محبوب نہ ہوگی، نہ اُس سے بڑھ کر کوئی چیز اُن کی آنکھیں ٹھنڈی کر سکے گی۔ رزقنا اللّٰہ سبحانہ وتعالیٰ بمنہ وفضلہ۔

فَائِدَہ:[۴۳] فریقین میں نمایاں فرق:......یعنی عرصاتِ محشر[واحد عرصہ، میدانِ محشر] میں جس طرف کفار فجار کے چہروں پر سخت ذلت وظلمت چھائی ہوگی، جنتیوں کے چہرے اس کے خلاف ہوں گے۔ سیاہی اور رسوائی کیسی؟ وہاں تو نور ہی نور اور رونق ہی رونق ہوگی۔

فَائِدَہ:[۴۴]......یعنی بدی سے زائد نہ ہوگا۔ کم سزا دیں یا بعض برائیوں کو بالکل معاف کر دیں اُن کو اختیار ہے۔

فَائِدَہ:[۴۵]......یعنی اُن کے چہرے اس قدر سیاہ وتاریک ہوں گے گویا اندھیری رات کی تہیں اُن پر جما دی گئی ہیں۔ (اعاذنا اللّٰہ منہا)

فَائِدَہ:[۴۶]......یعنی جن کو تم نے اپنے خیال میں خدا کا شریک ٹھہرا رکھا تھا، یا جن کو خدا کے بیٹے بیٹیاں کہتے تھے، مثلاً مسیح علیہ السلام جو نصاریٰ کے نزدیک "ابن اللّٰہ" بلکہ "عین اللّٰہ" تھے یا "ملائکۃ اللّٰہ" یا "احبار ورہبان" کہ انہیں بھی ایک حیثیت سے خدائی کا منصب دے رکھا تھا، یا اصنام واوثان جن پر مشرکین مکہ نے خدائی کے اختیارات تقسیم کر رکھے تھے، سب کو حسبِ مراتب اپنی اپنی جگہ کھڑے ہونے کا حکم ہوگا۔

فَائِدَہ:[۴۷] باطل معبودوں کی کفار سے بیزاری:......یعنی اُس وقت عجیب افراتفری اور نفسی نفسی ہوگی، عابدین ومعبودین میں جدائی پڑ جائے گی اور دنیا میں اپنے اوہام وخیالات کے موافق جو رشتے جوڑ رکھے تھے، سب توڑ دیے جائیں گے۔ اس ہولناک وقت میں جب کہ مشرکین کو اپنے فرضی معبودوں سے بہت کچھ توقعات تھیں، وہ صاف جواب دیدیں گے کہ تمہارا ہم سے کیا تعلق؟ تم جھوٹ بکتے ہو کہ ہماری بندگی کرتے تھے (تم اپنے عقیدہ کے موافق جس چیز کو پوجتے تھے اُس کے لیے وہ خدائی صفات تجویز کرتے تھے، جو فی الواقع اُس میں موجود نہیں تھیں۔ تو حقیقت میں وہ عبادت اور بندگی واقعی "مسیح" یا "ملائکہ" کی نہ ہوئی اور نہ حقیقت میں بے جان مورتیوں کی پوجا تھی۔ محض اپنے خیال اور وہم یا شیطان لعین کی پرستش کو فرشتے یا نبی یا نیک انسان یا کسی تصویر وغیرہ کے نامزد کر دیتے تھے) خدا گواہ ہے کہ ہماری رضا یا اذن سے تم نے یہ حرکت نہیں کی۔ ہم کو کیا خبر تھی کہ انتہائی حماقت وسفاہت سے خدا کے مقابلہ میں ہمیں معبود بنا ڈالو گے۔

تنبیہ:......یہ گفتگو اگر حضرت "مسیح" وغیرہ ذوی العقول مخلوق کی طرف سے مانی جائے تو کوئی اشکال نہیں۔ اور "اصنام" (بتوں) کی جانب سے ہو تو کچھ بعید نہیں کہ حق تعالیٰ مشرکین کی انتہائی مایوسی اور حسرتناک درماندگی کے اظہار کے لیے اپنی قدرت کاملہ سے پتھر کی مورتوں کو گویا کر دے ﴿قَالُوْۤا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِيْۤ اَنْطَقَ كُلَّ شَيْءٍ﴾ [حم السجدۃ:۲۱]

فَائِدَہ:[۴۸]......یعنی جھوٹے اور بے اصل توہمات سب رفو چکر ہو جائیں گے۔ ہر شخص بہ رأی العین مشاہدہ کر لے گا کہ اُس سچے مالک کے سوا رجوع کرنے کا کوئی ٹھکانا نہیں، اور ہر ایک انسان کو اپنے تمام برے بھلے اعمال کا اندازہ ہو جائے گا کہ کتنا وزن رکھتے ہیں۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ

تو پوچھ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے ف۴۹ یا کون مالک ہے کان اور آنکھوں کا ف۵۰ اور کون نکالتا ہے زندہ کو مردہ

مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا

سے اور نکالتا ہے مردہ کو زندہ سے ف۵۱ اور کون تدبیر کرتا ہے کاموں کی ف۵۲ سو بول اٹھیں گے کہ اللہ، تو تو کہہ پھر

تَتَّقُوْنَ ۝۳۱ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚۖ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝۳۲

ڈرتے نہیں ہو سو یہ اللہ ہے رب تمہارا سچا، پھر کیا رہ گیا سچ کے پیچھے مگر بھٹکنا، سو کہاں سے لوٹے جاتے ہو ف۵۳

كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ فَسَقُوْٓا اَنَّهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿۳۳﴾ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ

اسی طرح ٹھیک آئی بات تیرے رب کی ان نافرمانوں پر کہ یہ ایمان نہ لائیں گے ف۵۳ پوچھ کوئی ہے تمہارے شریکوں میں

مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ﴿۳۴﴾ قُلْ هَلْ

جو پیدا کرے خلق کو پھر دوبارہ زندہ کرے، تو کہہ اللہ پہلے پیدا کرتا ہے پھر اس کو دہرائے گا سو کہاں سے پلٹے جاتے ہو ف۵۴ پوچھ کوئی ہے

مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ

تمہارے شریکوں میں جو راہ بتلائے صحیح، تو کہہ اللہ راہ بتلاتا ہے صحیح، تو اب جو کوئی راہ بتائے صحیح اس کی بات ماننی چاہیے

يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۣ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ﴿۳۵﴾ وَمَا يَتَّبِعُ اَكْثَرُهُمْ اِلَّا

یا اس کی جو آپ نہ پائے راہ مگر جب کوئی اور اس کو راہ بتلائے، سو کیا ہو گیا تم کو کیسا انصاف کرتے ہو ف۵۵ اور وہ اکثر چلتے ہیں محض اٹکل پر،

ظَنًّا ؕ اِنَّ الظَّنَّ لَا يُغْنِيْ مِنَ الْحَقِّ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ﴿۳۶﴾

سو اٹکل کام نہیں دیتی حق بات میں کچھ بھی ف۵۶ اللہ کو خوب معلوم ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں۔

فائدہ: [۴۹] ...... آسمان کی طرف سے بارش اور حرارتِ شمس وغیرہ پہنچتی ہے اور زمینی مواد اُس کے ساتھ ملتے ہیں، تب انسان کی روزی مہیا ہوتی ہے۔

فائدہ: [۵۰] **حقیقی مالک کی پہچان:** ...... یعنی ایسے عجیب و غریب محیر العقول طریقہ سے کس نے کان اور آنکھ پیدا کی، پھر اُن کی حفاظت کا سامان کیا۔ کون ہے جو ان تمام قوائے انسانی کا حقیقی مالک ہے کہ جب چاہے عطا فرما دے اور جب چاہے چھین لے؟

فائدہ: [۵۱] ...... مثلاً ''نطفہ'' یا ''بیضہ'' سے جاندار کو، پھر جاندار سے نطفہ اور بیضہ کو نکالتا ہے۔ یا روحانی اور معنوی طور پر جو شخص یا قوم مردہ ہو چکی اُس میں سے زندہ دل افراد پیدا کرتا ہے اور زندہ قوموں کے اخلاف پر اُن کی بدبختی سے موت طاری کر دیتا ہے۔

فائدہ: [۵۲] ...... یعنی دنیا کے تمام کاموں کی تدبیر و انتظام کون کرتا ہے؟

فائدہ: [۵۳] ...... مشرکین کو بھی اعتراف تھا کہ یہ اُمورِ کلیہ اور عظیم الشان کام اللہ کے سوا کوئی نہیں کر سکتا۔ اس لیے فرمایا کہ جب اصلی خالق و مالک اور تمام عالم کا مدبر اُسی کو مانتے ہو، پھر ڈرتے نہیں کہ اس کے سوا دوسروں کو معبود بناؤ۔ معبود تو وہ ہی ہونا چاہیے جو خالق کل، مالک الملک، رب مطلق اور متصرف علی الاطلاق ہو۔ اُس کا اقرار کر کے کہاں اُلٹے پاؤں واپس جا رہے ہو۔ جب سچا وہ ہی ہے تو سچ کے بعد بجز جھوٹ کے کیا رہ گیا، سچ کو چھوڑ کر جھوٹے اوہام میں بھٹکنا عاقل کا کام نہیں ہو سکتا۔

فائدہ: [۵۴] ...... یعنی اللہ نے ازل سے اِن متمرد سرکشوں کی قسمت میں ایمان نہیں لکھا جس کا سبب علمِ الٰہی میں اُن کی سرکشی اور نافرمانی ہے۔ اس طرح خدا کی لکھی ہوئی بات اُن پر فسق و نافرمانی کی وجہ سے راست آئی۔

فائدہ: [۵۵] **ابتداء اور اعادہ اور انتہاء پیدا کرنے والا اللہ ہی ہے:** ...... یہاں تک ''مبدا'' کا ثبوت تھا اب ''معاد'' کا ذکر ہے۔ یعنی جب اعتراف کر چکے کہ زمین، آسمان، سمع و بصر، موت و حیات، سب کا پیدا کرنے والا اور تھامنے والا وہ ہی ہے تو ظاہر ہے کہ مخلوق کو مرنے کے بعد دوبارہ پیدا کرنا اور دُہرا دینا بھی اُسی کا فعل ہو سکتا ہے۔ پھر انبیاء علیہم السلام کی زبانی جب وہ خود اس دُہرانے کی خبر دیتا ہے تو اُس کی تسلیم

میں کیا عذر ہے "مبدأ" کا اقرار کر کے "معاد" کی طرف سے کہاں پلٹے جاتے ہو؟

فائدہ:[٥٦]...... "مبدأ" و "معاد" کے بعد درمیانی وسائط کا ذکر کرتے ہیں۔ یعنی جس طرح اوّل پیدا کرنے والا اور دوبارہ جلانے والا وہ ہی خدا ہے، ایسے ہی "معاد" کی صحیح راہ بتلانے والا بھی کوئی دوسرا نہیں۔ خدا ہی بندوں کی صحیح اور سچی رہنمائی کر سکتا ہے، مخلوق میں کوئی بڑا ہو یا چھوٹا، سب اُسی کی رہنمائی کے محتاج ہیں، اُسی کی ہدایت و رہنمائی پر سب کو چلنا چاہیے۔ بت مسکین تو کس شمار میں ہیں؟ جو کسی کی رہنمائی سے بھی چلنے کی قدرت نہیں رکھتے۔ بڑے بڑے مقربین (انبیاء و ملائکہ علیہم السلام) بھی برابر یہ اقرار کرتے آئے ہیں کہ خدا کی ہدایت و دستگیری کے بدون ہم ایک قدم نہیں اُٹھا سکتے۔ اُن کی رہنمائی بھی اسی لیے بندوں کے حق میں قابل قبول ہے کہ خدا بلا واسطہ اُن کی رہنمائی فرماتا ہے۔ پھر یہ کس قدر ناانصافی ہے کہ انسان اُس ہادیٔ مطلق کو چھوڑ کر باطل اور کمزور سہارے ڈھونڈے۔ یا مثلاً احبار و رہبان، برہمنوں اور مہنتوں کی رہنمائی پر اندھا دھند چلنے لگے۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ يُّفْتَرٰى مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ

اور وہ نہیں یہ قرآن کہ کوئی بنا لے اللہ کے سوا ف ٥٧ اور لیکن تصدیق کرتا ہے اگلے کلام کی اور بیان کرتا ہے ان چیزوں کو جو تم

الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٣٧﴾ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّثْلِهٖ

پر لکھی گئیں جس میں کوئی شبہ نہیں پروردگار عالم کی طرف سے ف ٥٩ کیا لوگ کہتے ہیں کہ یہ بنا لایا ہے، تو کہہ دے تم لے آؤ ایک ہی سورت ایسی

وَادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٣٨﴾ بَلْ كَذَّبُوْا بِمَا لَمْ يُحِيْطُوْا

اور بلا لو جس کو بلا سکو اللہ کے سوا اگر تم سچے ہو ف ٦٠ بات یہ ہے کہ جھٹلانے لگے جس کے سمجھنے

بِعِلْمِهٖ وَلَمَّا يَاْتِهِمْ تَاْوِيْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ كَذَّبَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ

پر انہوں نے قابو نہ پایا ف ٦١ اور ابھی آئی نہیں اس کی حقیقت ف ٦٢ اسی طرح جھٹلاتے رہے اُن سے اگلے سو دیکھ لے کیسا ہوا

ع الظّٰلِمِيْنَ ﴿٣٩﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يُّؤْمِنُ بِهٖ وَمِنْهُمْ مَّنْ لَّا يُؤْمِنُ بِهٖ ؕ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِالْمُفْسِدِيْنَ ﴿٤٠﴾

انجام گنہگاروں کا اور بعضے ان میں یقین کریں گے قرآن کا اور بعضے یقین نہ کریں گے اور تیرا رب خوب جانتا ہے شرارت والوں کو ف ٦٣

وَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ لِّيْ عَمَلِيْ وَلَكُمْ عَمَلُكُمْ ۚ اَنْتُمْ بَرِيْٓـُٔوْنَ مِمَّآ اَعْمَلُ وَاَنَا بَرِيْٓءٌ مِّمَّا

اور اگر تجھ کو جھٹلائیں تو کہہ میرے لیے میرا کام اور تمہارے لیے تمہارا کام، تم پر ذمہ نہیں میرے کام کا اور مجھ پر ذمہ نہیں جو تم

تَعْمَلُوْنَ ﴿٤١﴾ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ وَلَوْ كَانُوْا لَا يَعْقِلُوْنَ ﴿٤٢﴾

کرتے ہو ف ٦٤ اور بعضے ان میں کان رکھتے ہیں تیری طرف، کیا تو سنائے گا بہروں کو اگرچہ ان کو سمجھ نہ ہو

فائدہ:[٥٧] مشرکین کے پاس اٹکل کے سوا کچھ نہیں:...... جب معلوم ہو چکا کہ "مبدیٔ"، "معید" اور "ہادی" وہ ہی اللہ ہے تو اُس کے خلاف شرک کی راہ اختیار کرنے والوں کو سوچنا چاہیے کہ اُن کے ہاتھ میں کونسی دلیل و برہان ہے جس کی بنا پر "توحید" کے مسلک قویم

وقدیم کو چھوڑ کر ضلالت کے گڑھے میں گرے جا رہے ہیں۔ سچ تو یہ ہے کہ ان کے پاس سوائے ظنون واوہام اور اٹکل پچو باتوں کے کوئی چیز نہیں۔ بھلا اٹکل کے تیر حق وصداقت کی بحث میں کیا کام دے سکتے ہیں۔

فَائِدَۃ:[٥٨] قرآن صرف اللہ کا کلام ہے:...... پچھلی آیات میں فرمایا تھا کہ مشرکین محض ظن وتخمین کی پیروی کرتے ہیں حالانکہ پیروی کے قابل اُس کی بات ہے جو صحیح راستہ بتلائے۔ اسی مناسبت سے یہاں قرآنِ کریم کا ذکر شروع کیا کہ آج دنیا میں وہ ہی ایک کتاب صحیح راستہ بتلانے والی اور ظنون واوہام کے مقابلہ میں سچے حقائق پیش کرنے والی ہے۔ اُس کے علوم ومعارف، احکام وقوانین اور معجزانہ فصاحت وجزالت پر نظر کر کے کہنا پڑتا ہے کہ یہ قرآن وہ کتاب نہیں جو خداوند قدوس کے سوا کوئی دوسرا شخص بنا کر پیش کر سکے۔ پورا قرآن تو بجائے خود رہا اُس کی ایک سورت کا مثل لانے سے بھی تمام جن وانس عاجز ہیں جیسا کہ آگے آتا ہے۔

فَائِدَۃ:[٥٩] ...... قرآن کا کلام الٰہی ہونا اس سے ظاہر ہے کہ وہ تمام کتب سماویہ سابقہ کی سچائی پر مہرِ تصدیق ثبت کرتا، اُن کے اصل مضامین کی حفاظت، اور اُن کی پیشین گوئیوں کی صداقت کا علانیہ اظہار کرتا ہے۔

فَائِدَۃ:[٦٠] ...... یعنی احکام الٰہیہ اور اُن حقائق ومعارف کو جو پچھلی کتابوں میں نہایت اجمالی طور پر مذکور تھیں کافی تفصیل سے بیان کرتا ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ اس کتاب میں عاقل کے لیے شک وشبہ کی قطعاً گنجائش نہیں، ایسا جامع، بلیغ، پر حکمت اور نورِ صداقت سے بھرا ہوا کلام ربّ العالمین ہی کا ہو سکتا ہے۔

فَائِدَۃ:[٦١] ایک سورت بنا لانے کا چیلنج:...... یعنی اگر میں بنا لایا ہوں تو تم بھی میری طرح بشر ہو سب مل کر ایک سورت جیسی سورت بنا لاؤ۔ ساری مخلوق کو دعوت دو، جن وانس کو جمع کر لو، تمام جہان کے فصیح وبلیغ، پڑھے لکھے اور اَن پڑھ اکٹھے ہو کر ایک چھوٹا سا کلام قرآن کی مانند پیش کر دو تو سمجھ لیا جائے گا کہ قرآن بھی کسی بشر کا کلام ہے جس کا مثل دوسرے لوگ لا سکتے ہیں، مگر محال ہے کہ ابدالآباد تک کوئی مخلوق ایسا حوصلہ کر سکے۔ قرآنِ کریم ہی وہ کتاب ہے جس میں تہذیب اخلاق، تمدن ومعاشرت، حکومت وسیاست، معرفت وروحانیت، تزکیۂ نفوس، تنویر قلوب، غرضیکہ وصول الی اللہ اور تنظیم ورفاہیہ خلائق [مخلوق کی بھلائی] کے وہ تمام قوانین وطرق موجود ہیں، جن سے آفرینش عالم کی غرض پوری ہوتی ہے اور جن کی ترتیب وتدوین کی ایک اُمی قوم کے اُمی فرد سے کبھی اُمید نہیں ہو سکتی تھی۔ پھر ان تمام علوم وہدایات کا تکفل کرنے کے ساتھ اس کتاب کی غلغلہ [شہرت] انداز فصاحت وبلاغت، جامع ومؤثر اور دلربا طرز بیان، دریا کا سا تموج، سہل ممتنع سلاست وروانی، اسالیب کلام کا تفنن اور اُس کی لذت وحلاوت اور شہنشاہانہ شان وشکوہ یہ سب چیزیں ایسی ہیں جنہوں نے بڑے زور شور اور بلند آہنگی سے سارے جہان کو مقابلہ کا چیلنج دیدیا ہے۔ جس وقت سے قرآن کے جمال جہاں آراء نے غیب کی نقاب اُلٹی اور اولادِ آدم کو اپنے سے روشناس کیا، اُس کا برابر یہ ہی دعویٰ رہا کہ میں خدائے قدوس کا کلام ہوں۔ اور جس طرح خدا کی زمین جیسی زمین، خدا کے سورج جیسا سورج، اور خدا کے آسمان جیسا آسمان پیدا کرنے سے دنیا عاجز ہے، اسی طرح خدا کے قرآن جیسا قرآن بنانے سے بھی دنیا عاجز رہے گی۔ قرآن کے مٹانے کی لوگ سازشیں کریں گے، مگر گانٹھیں گے، مقابلہ کے جوش میں کٹ مریں گے، اپنی مدد کے لیے دنیا کی بڑی بڑی طاقتوں کو دعوت دیں گے، کوئی حیلہ، کوئی تدبیر، کوئی داؤ پیچ اُٹھا نہ رکھیں گے، اپنے کو اور دوسروں کو مصیبت میں ڈالیں گے۔ سارے مصائب ودواہی کا تحمل اُن کے لیے ممکن ہوگا مگر قرآن کی چھوٹی سی سورت کا مثل لانا ممکن نہ ہوگا ﴿قُلْ لَّىِٕنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ یَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا یَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِیْرًا۝﴾ [بنی اسرائیل:٨٨] اس مسئلہ پر ہم نے ''اعجاز القرآن'' کے نام سے ایک مستقل رسالہ لکھا ہے جسے شوق ہو ملاحظہ کرے۔

فَائِدَۃ:[٦٢] تعصب اور قلت تدبر تکذیب قرآن سبب ہے:...... یعنی قرآن کو ''مفتریٰ'' کہنا سمجھ کر نہیں، محض جہل وسفاہت اور

قلتِ تدبر سے ہے، تعصب وعناد انہیں اجازت نہیں دیتا کہ ٹھنڈے دل سے قرآن کے حقائق اور وجوہ اعجاز میں غور کریں، بدفہمی یا قوائے فکریہ کے ٹھیک استعمال نہ کرنے کی وجہ سے جب قرآنِ پاک کے دلائل وعجائب کو پوری طرح نہیں سمجھ سکے، تو جھٹلانا شروع کر دیا۔

فائدہ: [٦٣] ...... بعض مفسرین نے "تاویل" کے معنی "تفسیر" کے لیے ہیں۔ یعنی مطالب قرآن اُنکے دماغ میں نہیں اُترے اور بعض نے قرآنی پیشینگوئیاں مراد لی ہیں۔ یعنی تکذیب کی ایک وجہ بعض سادہ لوحوں کے حق میں یہ بھی ہے کہ مستقبل کے متعلق قرآن نے جو خبریں دی ہیں اُن کے وقوع کا ابھی وقت نہیں آیا۔ لہٰذا وہ منتظر ہیں کہ اُن کا ظہور کب ہوتا ہے، مگر سوچنا چاہیے کہ یہ وجہ تکذیب کی کیسے ہو سکتی ہے؟ زائد از زائد توقف کی وجہ ہو تو ہو۔

فائدہ: [٦٤] ...... یعنی آگے چل کر ان میں کچھ لوگ مسلمان ہونے والے ہیں۔ انہیں چھوڑ کر جو باقی لوگ شرارت پر قائم رہیں گے، خدا سب کو خوب جانتا ہے موقع پر مناسب سزا دے گا۔

وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّنْظُرُ اِلَيْكَ ؕ اَفَاَنْتَ تَهْدِى الْعُمْىَ وَلَوْ كَانُوْا لَا يُبْصِرُوْنَ ﴿٤٣﴾ اِنَّ اللّٰهَ لَا

اور بعضے ان میں نگاہ کرتے ہیں تیری طرف، کیا تو راہ دکھائے گا اندھوں کو اگرچہ وہ سوجھ نہ رکھتے ہوں ف٦٦ اللہ ظلم نہیں

يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْئًا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿٤٤﴾ وَيَوْمَ يَحْشُرُهُمْ كَاَنْ لَّمْ

کرتا لوگوں پر کچھ بھی لیکن لوگ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے ہیں ف٦٧ اور جس دن ان کو جمع کرے گا

يَلْبَثُوْٓا اِلَّا سَاعَةً مِّنَ النَّهَارِ يَتَعَارَفُوْنَ بَيْنَهُمْ ؕ قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِلِقَآءِ اللّٰهِ وَمَا

گویا وہ نہ رہے تھے مگر ایک گھڑی دن ف٦٨ ایک دوسرے کو پہچانیں گے ف٦٩ بے شک خسارے میں پڑے جنہوں نے جھٹلایا اللہ سے ملنے کو اور نہ

كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ﴿٤٥﴾ وَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِىْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا مَرْجِعُهُمْ

آئے وہ راہ پر ف٧٠ اور اگر ہم دکھائیں گے تجھ کو کوئی چیز اُن وعدوں میں سے جو کیے ہم نے ان سے یا وفات دیں تجھ کو، سو ہماری ہی طرف ہے

ثُمَّ اللّٰهُ شَهِيْدٌ عَلٰى مَا يَفْعَلُوْنَ ﴿٤٦﴾ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِىَ بَيْنَهُمْ

ان کو لوٹنا، پھر اللہ شاہد ہے ان کاموں پر جو کرتے ہیں ف٧١ اور ہر فرقے کا ایک رسول ہے پھر جب پہنچا ان کے پاس رسول ان کا فیصلہ ہوا

بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿٤٧﴾ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ﴿٤٨﴾ قُلْ لَّآ

اُن میں انصاف سے اور ان پر ظلم نہیں ہوتا ف٧٢ اور کہتے ہیں کب ہے یہ وعدہ اگر تم سچے ہو ف٧٣ تو کہہ

اَمْلِكُ لِنَفْسِىْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَا شَآءَ اللّٰهُ ؕ لِكُلِّ اُمَّةٍ اَجَلٌ ؕ اِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ فَلَا

میں مالک نہیں اپنے واسطے برے کا نہ بھلے کا مگر جو چاہے اللہ، ہر فرقے کا ایک وعدہ ہے، جب آپہنچے گا ان کا وعدہ پھر نہ

يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٤٩﴾

پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی اور نہ آگے سرک سکیں گے ف٧٤

فَائِدَہ: [۶۵] رسول اللہ ﷺ کو کفار سے بیزاری: ...... یعنی اگر ایسے دلائل و براہین سننے کے بعد بھی یہ لوگ آپ کی تکذیب کریں تو کہہ دیجیے کہ ہم اپنا فرض ادا کر چکے، تم سمجھانے پر نہیں مانتے تو اب میرا تمہارا راستہ الگ الگ ہے۔ تم اپنے عمل کے ذمہ دار ہو میں اپنے عمل کا! ہر ایک کو اُسکے عمل کا ثمرہ مل کر رہے گا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ لکھتے ہیں کہ (معاذ اللہ) "اگر اللہ کا حکم غلط پہنچاؤں تو میں گناہ گار ہوں، اور میں سچ لاؤں تو نہ مانو تو گناہ تم پر ہے۔ بہر حال ماننے میں کسی طرح تمہارا نقصان نہیں۔"

فَائِدَہ: [۶۶] کفار دل کے اندھے و بہرے ہیں: ...... بعض لوگ بظاہر قرآن شریف اور آپ کا کلام مبارک سنتے ہیں اور آپ کے معجزات وکمالات دیکھتے ہیں مگر دیکھنا سننا وہ نافع ہے جو دل کے کانوں اور دل کی آنکھوں سے ہو۔ یہ آپ کے اختیار میں نہیں کہ آپ دل کے بہروں کو اپنی بات سنا دیں، بحالیکہ وہ سخت بہرہ پن کی وجہ سے قطعاً کسی کلام کو نہ سمجھ سکتے ہوں یا دل کے اندھوں کو راہ حق دکھلا دیں جب کہ انہیں کچھ بھی نہ سوجھتا ہو۔ "موضح القرآن" میں ہے: "یعنی کان رکھتے ہیں یا نگاہ کرتے ہیں اس توقع پر کہ آپ ہمارے دل پر تصرف کر دیں جیسا بعضوں پر ہو گیا، سو یہ بات اللہ کے ہاتھ ہے۔" بعض مفسرین نے لَا یَعۡقِلُوۡنَ سے مطلق عقل کی اور لَا یُبۡصِرُوۡنَ سے بصیرت کی نفی مراد لی ہے۔ مطلب یہ ہے کہ ایسے اندھے، بہرے جو علاوہ نہ سننے اور نہ دیکھنے کے ہر قسم کی سمجھ بوجھ سے محروم ہیں اُن کو آپ کس طرح سنا اور دکھا کر منوا سکتے ہیں۔

فَائِدَہ: [۶۷] بے اعتدالیوں کا نتیجہ: ...... یعنی جن کے دل میں اثر نہیں ہوتا، یہ اُن ہی کی تقصیر ہے۔ خود اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے اُنہوں نے قوائے ادراکیہ کو تباہ کر لیا ہے۔ ورنہ اصل فطرت سے ہر آدمی کو خدا نے سمجھنے اور قبول کرنے کی استعداد بخشی ہے۔

فَائِدَہ: [۶۸] ہولناک احوال کا اثر: ...... یعنی محشر کے ہولناک احوال و حوادث کو دیکھ کر عمر بھر کا عیش و آرام اس قدر حقیر و قلیل نظر آئے گا گویا دنیا میں ایک گھڑی سے زیادہ ٹھہرے ہی نہ تھے۔ اور افسوس کریں گے کہ ساری عمر کیسی فضول اور بیکار گذری، جیسے آدمی گھنٹہ دو گھنٹہ یوں ہی گپ شپ میں بیکار گذار دیتا ہے۔ نیز وہاں کی زہرہ گداز [سخت تکلیف دہ] مصائب کو دیکھ کر خیال کریں گے کہ گویا دنیا میں کچھ مدت قیام ہی نہ ہوا جو یہ وقت آ لیا۔ گھڑی دو گھڑی ٹھہرے اور یہاں آ پھنسے۔ کاش وہاں کی مدت قیام کچھ طویل ہوتی تو یہ دن اس قدر جلد نہ دیکھنا پڑتا۔ بعض مفسرین نے کہا کہ برزخ (قبر) میں ٹھہرنے کی مدت کو ایک گھڑی کے برابر سمجھیں گے۔ واللہ اعلم!

فَائِدَہ: [۶۹] ...... مگر کچھ مدد نہ کر سکیں گے، نفسی نفسی پڑی ہوگی، بھائی بھائی کے اور بیٹا باپ کے کام نہ آئے گا: ﴿فَلَاۤ اَنۡسَابَ بَیۡنَہُمۡ یَوۡمَئِذٍ وَّلَا یَتَسَآءَلُوۡنَ﴾ [مومنون: ۱۰۱] ﴿یَوۡمَ یَفِرُّ الۡمَرۡءُ مِنۡ اَخِیۡہِ ۝ وَاُمِّہٖ وَاَبِیۡہِ ۝ وَصَاحِبَتِہٖ وَبَنِیۡہِ ۝﴾ [عبس]

فَائِدَہ: [۷۰] ...... باقی جنہوں نے لقاء اللہ کی تصدیق کی اور سیدھی راہ پر چلے وہ سراسر فائدہ میں ہیں۔

فَائِدَہ: [۷۱] غلبۂ اسلام کے وعدوں کا ایفاء: ...... یعنی ہم نے کفار کو عذاب دینے اور اسلام کو غالب و منصور کرنے کے جو وعدے کیے ہیں، خواہ اُن میں سے بعض وعدے کسی حد تک آپ کی موجودگی میں پورے کر کے دکھلا دیے جائیں جیسے "بدر" وغیرہ میں دکھلا دیا، یا آپ کی وفات ہو جانے کی وجہ سے آپ کے سامنے اُن میں سے بعض کا ظہور نہ ہو۔ بہر صورت یہ یقینی ہے کہ وہ سب پورے ہو کر رہیں گے، اگر کسی مصلحت سے دنیا میں ان کفار کو سزا نہ دی گئی تو آخرت میں ملے گی ہم سے بچ کر کہاں بھاگ سکتے ہیں؟ سب کو ہماری طرف لوٹ کر آنا ہے اور اُن کے تمام اعمال ہمارے سامنے ہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "غلبۂ اسلام کچھ حضرت ﷺ کے روبرو ہوا، اور باقی آپ کی وفات کے بعد خلفاء کے ہاتھوں سے۔" گویا نَتَوَفَّیَنَّکَ میں اس طرف اشارہ ہے۔ واللہ اعلم!

فَائِدَہ: [۷۲] آگاہی سے پہلے سزا نہیں دی جاتی: ...... پہلے اس اُمت اور اُس کے رسول اکرم ﷺ کا ذکر تھا۔ اب عام اقوام و اُمم کا ضابطہ بتلاتے ہیں کہ ہر جماعت اور فرقہ کے پاس خدا کے احکام پہنچانے والے بھیجے گئے ہیں جن کو "رسول" کہیے تاکہ خدا کی حجت تمام ہو،

اتمام حجت سے پہلے کسی کو عذاب نہیں دیا جاتا۔ لوگ عمل پہلے سے کرتے ہیں مگر دنیا میں ان کو سزا رسول پہنچنے اور حجت تمام کرنے کے بعد دی جاتی ہے، خدا کے یہاں یہ ظلم اور اندھیر نہیں کہ بدون پیشتر سے آگاہ کرنے اور ملزم ثابت ہونے کے مجرموں کو فیصلہ سنا دیا جائے۔ قیامت میں بھی باقاعدہ پیشی ہوگی، فرد جرم لگائیں گے، گواہ پیش ہوں گے، ہر قوم کے ساتھ ان کے پیغمبر موجود ہوں گے، ان کے بیانات وغیرہ کے بعد نہایت انصاف سے فیصلہ ہوگا ﴿وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ وَجِايْٓءَ بِالنَّبِيّٖنَ وَالشُّهَدَآءِ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ○﴾ [زمر:۶۹] مجاہد وغیرہ نے آیت کو قیامت کے احوال پر حمل کیا ہے۔

فَائِدَۃ: [۷۳]...... یعنی عذاب آنے کی جو دھمکیاں دیتے ہو، محض جھوٹ اور بے اصل ہیں۔ اگر واقعی تم سچے ہو تو لے کیوں نہیں آتے، آخر یہ وعدہ کب پورا ہوگا؟

فَائِدَۃ: [۷۴]...... یعنی عذاب وغیرہ بھیجنا خدا کا کام ہے، میرے قبضہ اور اختیار میں نہیں، میں خود اپنے نفع نقصان کا صرف اسی قدر مالک ہوں جتنا اللہ چاہے، پھر دوسروں پر کوئی بھلائی برائی وارد کرنے کا مستقل اختیار مجھے کہاں سے ہوتا۔ ہر قوم کی ایک مدت اور میعاد خدا کے علم میں مقرر ہے، جب میعاد پوری ہو کر اس کا وقت پہنچ جائے گا، ایک سیکنڈ کا تخلف نہ ہو سکے گا۔ غرض عذاب کے لیے جلدی مچانے سے کچھ فائدہ نہیں خدا کے علم میں جو وقت طے شدہ ہے اس سے ایک منٹ آگے پیچھے نہیں سرک سکتے۔ زمخشری کے نزدیک ﴿فَلَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ۝۴۹﴾ سے کنایہ ہے کہ عذاب کا اپنے وقت معین پر آنا اٹل ہے۔ کنایہ میں حقیقتِ تقدم و تاخر کا نفیاً یا اثباتاً اعتبار نہیں۔ فتنبہ لہ۔

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُهٗ بَيَاتًا اَوْ نَهَارًا مَّاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ۝۵۰ اَثُمَّ

تو کہہ بھلا دیکھو تو اگر آ پہنچے تم پر عذاب اس کا راتوں رات یا دن کو تو کیا کر لیں گے اس سے پہلے گناہ گار ف۷۵ کیا پھر

اِذَا مَا وَقَعَ اٰمَنْتُمْ بِهٖ ؕ آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ كُنْتُمْ بِهٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ۝۵۱ ثُمَّ قِيْلَ لِلَّذِيْنَ ظَلَمُوْا

جب عذاب واقع ہو چکے گا تب اس پر یقین کرو گے، اب قائل ہوئے اور تم اسی کا تقاضا کرتے تھے ف۷۶ پھر کہیں گے گنہگاروں

ذُوْقُوْا عَذَابَ الْخُلْدِ ۚ هَلْ تُجْزَوْنَ اِلَّا بِمَا كُنْتُمْ تَكْسِبُوْنَ۝۵۲ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؔ

کو چکھتے رہو عذاب ہمیشگی کا وہی بدلہ ملتا ہے جو کچھ کماتے تھے ف۷۷ اور تجھ سے خبر پوچھتے ہیں کیا سچ ہے

قُلْ اِيْ وَرَبِّيْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ۝۵۳ وَلَوْ اَنَّ لِكُلِّ نَفْسٍ ظَلَمَتْ مَا فِي الْاَرْضِ

یہ بات، تو کہہ البتہ قسم میرے رب کی یہ سچ ہے اور تم تھکا نہ سکو گے ف۷۸ اور اگر ہو ہر شخص گناہ گار کے پاس جتنا کچھ ہے زمین میں

لَافْتَدَتْ بِهٖ ؕ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا

البتہ دے ڈالے اپنے بدلے میں ف۷۹ اور چھپے چھپے پچتائیں گے جب دیکھیں گے عذاب اور ان میں فیصلہ ہوگا انصاف سے اور ان

يُظْلَمُوْنَ۝۵۴ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ

پر ظلم نہ ہوگا ف۸۰ سن رکھو اللہ کا ہے جو کچھ ہے آسمان اور زمین میں، سن رکھو وعدہ اللہ کا سچ ہے ف۸۱ پر بہت لوگ

لَا يَعْلَمُوْنَ ۝٥٥ هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝٥٦ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَتْكُمْ مَّوْعِظَةٌ مِّنْ

نہیں جانتے ف۸۲ وہی جِلاتا ہے اور مارتا ہے اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے ف۸۳ اے لوگو تمہارے پاس آئی ہے نصیحت تمہارے

رَّبِّكُمْ وَشِفَآءٌ لِّمَا فِي الصُّدُوْرِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝٥٧

رب سے اور شفاء دلوں کے روگ کی اور ہدایت اور رحمت مسلمانوں کے واسطے ف۸۴

فَائِدَۃ: [۷۵] خوفناک عذاب کیلئے جلدی مچانا قابل تعجب ہے:...... یعنی رات کو سوتے ہوئے یا دن میں جب تم دنیا کے دھندوں میں مشغول ہو، اگر اچانک خدا کا عذاب آ دبائے تو مجرم جلدی کر کے کیا بچاؤ کر سکیں گے؟ جب بچاؤ نہیں کر سکتے پھر وقت پوچھنے سے کیا فائدہ؟ مترجم رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿مَاذَا يَسْتَعْجِلُ مِنْهُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝﴾ الآیۃ کا یہ ترجمہ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مذاق کے موافق کیا ہے۔ عموماً مفسرین نے یہ مطلب لیا ہے کہ عذاب الٰہی کے آنے میں کونسی ایسی خوشی اور مزے کی بات ہے جس کی وجہ سے مجرمین جلدی طلب کر رہے ہیں۔ یا یہ کہ تعجب کا مقام ہے کہ مجرمین کیسی سخت خوفناک چیز کے لیے جلدی مچا رہے ہیں، حالانکہ ایک مجرم کے لائق تو یہ تھا کہ وہ آنے والی سزا کے تصور سے کانپ اُٹھتا اور ڈر کے مارے ہلاک ہو جاتا۔ (البحر المحیط)

فَائِدَۃ: [۷۶] وقوع عذاب کے وقت ایمان لانے کا کوئی فائدہ نہیں:...... یعنی عذاب کے لیے جلدی کرنا اس بنا پر ہے کہ انہیں اُس کے آنے کا یقین نہیں، اس وقت یقین ہوتا تو فائدہ ہو سکتا تھا کہ بچنے کی کوشش کرتے، عذاب آ چکنے کے بعد یقین آیا تو کیا فائدہ ہوگا۔ اُس وقت خدا کی طرف سے کہہ دیا جائے گا کہ اچھا اب قائل ہوتے ہو، اور پہلے سے جھٹلاتے رہے کیونکہ تقاضا کرنا بھی جھٹلانے اور مذاق اُڑانے کی نیت سے تھا۔ اس وقت اقرار کرنے سے کچھ نفع نہیں ﴿فَلَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا قَالُوْٓا اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَحْدَهٗ وَكَفَرْنَا بِمَا كُنَّا بِهٖ مُشْرِكِيْنَ ۝ فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۝﴾ [مومن: ۸۴، ۸۵]

فَائِدَۃ: [۷۷]...... جو کفر و شرک اور تکذیب کرتے رہے تھے، اب ہمیشہ اُس کا مزا چکھتے رہو، یہ قیامت میں کہا جائے گا۔

فَائِدَۃ: [۷۸] موت کے بعد دوبارہ زندگی یقینی ہے:...... یعنی غفلت کے نشہ میں چور ہو کر تعجب سے پوچھتے ہیں کہ کیا یہ سچ ہے کہ ہم موت کے بعد دوبارہ زندہ کیے جائینگے اور دائمی عذاب کا مزہ چکھیں گے؟ کیا واقعی ریزہ ریزہ ہو کر اور خاک میں مل کر پھر از سر نو ہم کو موجود کیا جائیگا؟ آپ فرما دیجیے کہ تعجب کی کیا بات ہے، یہ چیز تو یقیناً ہونے والی ہے۔ تمہارا مٹی میں مل جانا اور پارہ پارہ ہو جانا خدا کو اس سے عاجز نہیں کر سکتا کہ پہلے کی طرح تمہیں دوبارہ پیدا کر دے اور شرارتوں کا مزہ چکھائے، ممکن نہیں کہ اُسکے قبضہ سے نکل بھاگو اور فرار ہو کر (معاذ اللہ) اُسے عاجز کر سکو۔

تنبیہ:...... اس آیت کے مشابہ دو آیتیں قرآن کریم میں ہیں: ایک سورۂ ''سبا'' میں [آیت: ۳] ﴿وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ﴾ دوسری ''تغابن'' [آیت: ۷] میں ﴿زَعَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنْ لَّنْ يُّبْعَثُوْا ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّيْ لَتُبْعَثُنَّ ثُمَّ لَتُنَبَّؤُنَّ بِمَا عَمِلْتُمْ ۭ وَذٰلِكَ عَلَي اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝﴾ یہ دونوں قیامت اور معاد کے متعلق ہیں۔ ان ہی کی مناسبت سے حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے آیت حاضرہ کو معاد کے متعلق رکھا ہے۔

فَائِدَۃ: [۷۹]...... یعنی اگر روئے زمین کے خزانے فرض کرو اُس کے قبضہ میں ہوں تو کوشش کرے کہ یہ سب دے کر خدا کے عذاب سے اپنے کو بچالے۔

فَائِدَۃ: [۸۰]...... دل میں اپنی حرکتوں پر پشیمان ہونگے اور چاہیں گے کہ لوگوں پر پشیمانی کا اظہار نہ ہو مگر تا کجے۔ کچھ دیر آثار ندامت

ظاہر نہ ہونے دیں گے، آخر بے اختیار ظاہر ہو کر رہیں گے۔ اُس وقت کہیں گے ﴿یٰحَسۡرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطۡتُّ فِیۡ جَنۡۢبِ اللّٰہِ﴾ [زمر ۵۶] اور ﴿یٰوَیۡلَنَا قَدۡ کُنَّا فِیۡ غَفۡلَۃٍ مِّنۡ ہٰذَا﴾ [انبیاء: ۹۷]۔

فائدہ: [۸۱] ...... یعنی سارے جہان میں حکومت صرف اللہ کی ہے۔ انصاف ہو کر رہے گا۔ کوئی مجرم نہ کہیں بھاگ سکتا ہے، نہ رشوت دیکر چھوٹ سکتا ہے۔

فائدہ: [۸۲] ...... یعنی سوءِ استعداد بدفہمی اور غفلت سے اکثر لوگ ان حقائق کو نہیں سمجھتے، اسی لیے جو زبان پر آئے بک دیتے ہیں۔ اور جو جی میں آئے کرتے ہیں۔

فائدہ: [۸۳] ...... جلانا اور مارنا جب اُسی کا فعل ہے تو دوبارہ زندہ کرنا کیا مشکل ہے۔

فائدہ: [۸۴] **قرآن اور نفس انسانی کی صفات و مراتب:** ...... یہ سب صفات قرآنِ کریم کی ہیں۔ قرآن اوّل سے آخر تک نصیحت ہے، جو لوگوں کو مہلک اور مضر باتوں سے روکتا ہے، دلوں کی بیماریوں کے لیے نسخۂ شفا ہے۔ وصول الی اللہ اور رضائے خداوندی کا راستہ بتاتا ہے، اور اپنے ماننے والوں کو دنیا و آخرت میں رحمتِ الٰہیہ کا مستحق ٹھہراتا ہے۔ بعض محققین کے نزدیک اس آیت میں نفسِ انسانی کے مراتب کمال کی طرف اشارہ ہے۔ یعنی جو شخص قرآنِ کریم سے تمسک کرے اُن تمام مراتب پر فائز ہو سکتا ہے۔ (۱) اپنے ظاہر کو نالائق افعال سے پاک کرنا۔ لفظ ﴿مَوۡعِظَۃٌ﴾ میں اس کی طرف اشارہ ہے۔ (۲) باطن کو عقائدِ فاسدہ اور ملکاتِ ردیہ سے خالی کرنا جو ﴿وَشِفَآءٌ لِّمَا فِی الصُّدُوۡرِ﴾ سے مفہوم ہوتا ہے۔ (۳) نفس کو عقائدِ حقہ اور اخلاقِ فاضلہ سے آراستہ کرنا، جس کے لیے لفظ ''ہدیٰ'' زیادہ مناسب ہے۔ (۴) ظاہر و باطن کی درستی کے بعد انوار رحمتِ الٰہیہ کا نفس پر فائض ہونا، جو لفظ ''رحمت'' کا مدلول ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے جو تقریر کی ہے اُس میں ان چار لفظوں سے شریعت، طریقت، حقیقت اور نبوت و خلافت کی طرف علی الترتیب اشارہ کیا ہے۔ یہاں اُس کی تفصیل کا موقع نہیں اور نہ اس قسم کے مضامین خالص تفسیر کی مد میں آ سکتے ہیں۔

قُلۡ بِفَضۡلِ اللّٰہِ وَبِرَحۡمَتِہٖ فَبِذٰلِکَ فَلۡیَفۡرَحُوۡا ؕ ہُوَ خَیۡرٌ مِّمَّا یَجۡمَعُوۡنَ ﴿۵۸﴾ قُلۡ اَرَءَیۡتُمۡ مَّاۤ

کہہ اللہ کے فضل سے اور اس کی مہربانی سے سو اسی پر ان کو خوش ہونا چاہیے ۸۵ یہ بہتر ہے ان چیزوں سے جو جمع کرتے ہیں ۸۶ تو کہہ بھلا دیکھو تو

اَنۡزَلَ اللّٰہُ لَکُمۡ مِّنۡ رِّزۡقٍ فَجَعَلۡتُمۡ مِّنۡہُ حَرَامًا وَّحَلٰلًا ؕ قُلۡ آٰللّٰہُ اَذِنَ لَکُمۡ اَمۡ عَلَی اللّٰہِ

اللہ نے جو اتاری تمہارے واسطے روزی پھر تم نے ٹھہرائی اس میں سے کوئی حرام اور کوئی حلال، کہہ کیا اللہ نے حکم دیا تم کو یا اللہ پر افتراء

تَفۡتَرُوۡنَ ﴿۵۹﴾ وَمَا ظَنُّ الَّذِیۡنَ یَفۡتَرُوۡنَ عَلَی اللّٰہِ الۡکَذِبَ یَوۡمَ الۡقِیٰمَۃِ ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوۡ فَضۡلٍ

کرتے ہو ۸۷ اور کیا خیال ہے جھوٹ باندھنے والوں کا اللہ پر قیامت کے دن ۸۸ اللہ تو فضل کرتا ہے

عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکۡثَرَہُمۡ لَا یَشۡکُرُوۡنَ ﴿۶۰﴾ وَمَا تَکُوۡنُ فِیۡ شَاۡنٍ وَّمَا تَتۡلُوۡا مِنۡہُ مِنۡ ع

لوگوں پر اور لیکن بہت لوگ حق نہیں مانتے ۸۹ اور نہیں ہوتا تو کسی حال میں اور نہ پڑھتا ہے اس میں سے

قُرۡاٰنٍ وَّلَا تَعۡمَلُوۡنَ مِنۡ عَمَلٍ اِلَّا کُنَّا عَلَیۡکُمۡ شُہُوۡدًا اِذۡ تُفِیۡضُوۡنَ فِیۡہِ ؕ وَمَا یَعۡزُبُ عَنۡ

کچھ قرآن اور نہیں کرتے ہو تم لوگ کچھ کام کہ ہم نہیں ہوتے حاضر تمہارے پاس جب تم مصروف ہوتے ہو اس میں اور غائب نہیں رہتا

رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ أَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ أَكْبَرَ إِلَّا فِيْ

تیرے رب سے ایک ذرہ بھر زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ چھوٹا اس سے اور نہ بڑا جو نہیں ہے

كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ﴿٦١﴾ أَلَآ إِنَّ أَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ﴿٦٢﴾ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

کھلی ہوئی کتاب میں ف۹۰ یاد رکھو جو لوگ اللہ کے دوست ہیں نہ ڈر ہے اُن پر اور نہ وہ غمگین ہوں گے ف۹۱ جو لوگ کہ ایمان لائے

وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿٦٣﴾ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِي الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ

اور ڈرتے رہے ف۹۲ اُن کے لئے خوشخبری دنیا کی زندگانی میں اور آخرت میں ف۹۳ بدلتی نہیں اللہ کی

ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ﴿٦٤﴾ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ إِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۚ هُوَ السَّمِيْعُ

باتیں ف۹۴ یہی ہے بڑی کامیابی اور رنج مت کر ان کی بات سے، اصل میں سب زور اللہ کے لیے ہے، وہی ہے سننے والا

الْعَلِيْمُ ﴿٦٥﴾ أَلَآ إِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِي الْأَرْضِ ۗ وَمَا يَتَّبِعُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ

جاننے والا ف۹۵ سنتا ہے اللہ کا ہے جو کوئی ہے آسمانوں میں اور جو کوئی ہے زمین میں اور یہ جو پیچھے پڑے ہیں اللہ کے سوا شریکوں

دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ۚ إِنْ يَّتَّبِعُوْنَ إِلَّا الظَّنَّ وَإِنْ هُمْ إِلَّا يَخْرُصُوْنَ ﴿٦٦﴾ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ

کو پکارنے والے، سو یہ کچھ نہیں مگر پیچھے پڑے ہیں اپنے خیال کے اور کچھ نہیں مگر اٹکلیں دوڑاتے ہیں ف۹۶ وہی ہے جس نے بنایا تمہارے

الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۚ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٧﴾ قَالُوا اتَّخَذَ

واسطے رات کو کہ چین حاصل کرو اس میں اور دن دیا دکھلانے والا، بے شک اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو سنتے ہیں ف۹۷ کہتے ہیں

اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ۚ هُوَ الْغَنِيُّ ۚ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ إِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ

ٹھہرا لیا اللہ نے بیٹا وہ پاک ہے، وہ بے نیاز ہے، اُسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں، نہیں تمہارے پاس کوئی سند اس

بِهٰذَا ۚ أَتَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾

کی، کیوں جھوٹ کہتے ہو اللہ پر جس بات کی تم کو خبر نہیں ف۹۸

وقف لازم

فائدہ: [۸۵] **محمود بھی مذموم بھی:**...... "فرح" (خوش ہونا) محمود بھی ہے اور مذموم بھی۔ کسی نعمت پر اس حیثیت سے خوش ہونا کہ اللہ کے فضل و رحمت سے ملی ہے، محمود ہے۔ جیسے یہاں فرمایا ﴿فَبِذٰلِكَ فَلْيَفْرَحُوْا﴾ اور حطام دنیا [دنیاوی ساز و سامان] پر خوش ہونا اور اکڑنا خصوصاً یہ خیال کر کے کہ ہم کو اپنی لیاقت سے حاصل ہوئی ہے، سخت مذموم ہے۔ قارون اپنے مال و دولت کی نسبت کہتا تھا ﴿إِنَّمَآ أُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ عِنْدِيْ﴾ [قصص:۷۸] اُس کو فرمایا ﴿لَا تَفْرَحْ إِنَّ اللّٰهَ لَا يُحِبُّ الْفَرِحِيْنَ ۝ وَابْتَغِ فِيْمَآ اٰتٰىكَ اللّٰهُ الدَّارَ الْاٰخِرَةَ﴾ الآیۃ۔ [قصص:۷۶، ۷۷]

فائدہ:[۸۶]......یعنی اصلی چیز خدا کا فضل و رحمت ہے، انسان کو اسی کی تلاش کرنی چاہیے، مال و دولت، جاہ و حشم سب اُس کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔

فائدہ:[۸۷] **حلت و حرمت کا حق اللہ کے سوا کسی کو نہیں:**......یعنی قرآن جو نصیحت، شفا، اور ہدایت و رحمت بن کر آیا ہے وہ ہی استناد اور تمسک کرنے کے لائق ہے، احکام الٰہیہ کی معرفت اور حلال و حرام کی تمیز اُسی سے ہو سکتی ہے۔ یہ کیا واہیات ہے کہ خدا نے تو تمہارے انتفاع کے لیے ہر قسم کی روزی پیدا کی، پھر تم نے محض اپنی آراء و اہواء سے اُس میں سے کسی چیز کو حلال، کسی کو حرام ٹھہرا لیا۔ بھلا تحلیل و تحریم کا تم کو کیا حق ہے؟ کیا تم یہ کہنے کی جرأت کر سکتے ہو کہ خدا تعالیٰ نے ایسا حکم دیا، یا یوں ہی خدا پر افترا کر رہے ہو؟ اگلی آیت میں صاف اشارہ کر دیا کہ بجز افترا علی اللہ کے اور کچھ نہیں۔

تنبیہ:......جن چیزوں کو حلال و حرام کیا تھا، اُن کا مفصل تذکرہ سورۂ ''مائدہ'' (آیت:۳) اور ''انعام'' (آیت:۱۴۶) میں گذر چکا۔

فائدہ:[۸۸]......یعنی یہ لوگ روز قیامت کے متعلق کیا خیال کر رہے ہیں کہ کیا معاملہ اِن کے ساتھ ہوگا۔ سخت پکڑے جائیں گے، یا سستے چھوٹ جائیں گے، عذاب بھگتنا پڑے گا یا نہیں۔ کن خیالات میں پڑے ہیں؟ یاد رکھیں جو دردناک سزا ملنے والی ہے وہ ٹل نہیں سکتی۔

فائدہ:[۸۹]......یعنی خدا اپنے فضل سے دنیا میں بہت کچھ مہلت دیتا ہے، بہت سی تقصیرات سے درگذر کرتا ہے لیکن بہت لوگ نرمی اور اغماض کو دیکھ کر بجائے شکر گذار ہونے کے اور زیادہ دلیر اور بے خوف ہو جاتے ہیں آخر سزا دینی پڑتی ہے

حلم حق باتو مواساہا کند
چوں تو از حد بگذری رسوا کند

فائدہ:[۹۰] **کائنات کا ذرہ ذرہ اللہ کے علم میں ہے:**......پہلے قرآن کریم کے اوصاف بیان کیے تھے کہ وہ سراپا نورِ ہدایت، شفائے قلوب، نعمتِ عظمٰی اور رحمتِ کبریٰ ہے۔ پھر اشارہ کیا کہ ہدایت و بصیرت کی ایسی صاف روشنی کو چھوڑ کر لوگ اپنے اوہام و خیالات کے اندھیرے میں بھٹکتے پھرتے ہیں اور خدا پر افترا کر کے اُس کے فضل و انعام کی ناقدری کرتے ہیں۔ اس آیت میں متنبہ کیا کہ لوگ کس حال میں ہیں اور پیغمبر علیہ السلام کی کیا شان ہے۔ آپ شب و روز مالک حقیقی کی وفاداری، اور ہمدردئ خلائق کی جن شئونِ [احوال] عظیمہ کے مظہر بنتے ہیں، خصوصاً آپ کی جو امتیازی شان قرآن کریم پڑھنے پڑھانے کے وقت ظاہر ہوتی ہے یعنی قرآن کے ذریعہ سے جو جہاد آپ کر رہے ہیں وہ سب خدا کے حضور میں ہے اور لوگ جو کچھ اچھا یا برا معاملہ کرتے ہیں، وہ سب بھی خدا کی نظر کے سامنے ہے۔ جس وقت مخلوق کوئی کام شروع کرتی اور اُس میں مشغول و منہمک ہو جاتی ہے، خواہ اسے خدا کا تصور نہ آئے، لیکن خدا اُس کو برابر دیکھ رہا ہے: ''فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔'' زمین و آسمان میں کہیں ایک ذرہ برابر یا اُس سے چھوٹی بڑی چیز نہیں جو خدا تعالیٰ کے علمِ محیط سے غائب ہو بلکہ علمِ الٰہی سے نیچے اُتر کر تمام ''ماکان و مایکون'' کا حال ''کتاب مبین'' (لوح محفوظ) میں ثبت ہے جسے ''عالم تدبیر'' میں ''صحیفۂ علم الٰہی'' کہنا چاہیے۔ جب حق تعالیٰ پر کوئی ادنیٰ سے ادنیٰ چیز پوشیدہ نہیں تو ان مکذبین و معاندین کے معاملات و احوال کیسے مخفی رہ سکتے ہیں، پھر روزِ جزا کی کاروائی کے متعلق یہ کیا خیال کر رہے ہیں؟ وہ خوب سمجھ لیں کہ اُن کی ہر چھوٹی بڑی حرکت خدا کے سامنے ہے وہاں کوئی خیانت اور چوری نہیں چل سکے گی ہر عمل کی سزا مل کر رہے گی۔ اور جس طرح دشمنوں کے معاملات اُس کے سامنے ہیں، اُن کے بالمقابل دوستوں کا ذرہ ذرہ حال بھی اُس کے علم میں ہے، اگلی آیات میں اُن کو بشارت سنائی گئی۔

فائدہ:[۹۱] **اولیاء اللہ کی خوف و حزن سے حفاظت:**......ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے روایاتِ حدیثیہ کی بنا پر اس کا مطلب یہ بیان کیا ہے کہ ''اولیاء اللہ'' (خدا کے دوستوں) کو آخرت میں احوالِ محشر کا کوئی خوف نہیں ہوگا اور نہ دنیا کے چھوٹ جانے پر غمگین ہوں گے۔ بعض مفسرین نے آیت کو کچھ عام رکھا ہے یعنی اُن پر اندیشہ ناک حوادث کا وقوع نہ دنیا میں ہوگا نہ آخرت میں، اور نہ کسی مطلوب کے فوت ہونے پر وہ

مغموم ہوتے ہیں۔ گویا خوف سے خوفِ حق یا غم سے غمِ آخرت کی نفی مراد نہیں، بلکہ دنیا میں دنیوی خوف و غم کی نفی مراد ہے جس کا احتمال مخالفت اعداء وغیرہ سے ہوسکتا ہے، وہ مؤمنینِ کاملین کو نہیں ہوتا۔ ہر وقت اُن کا اعتماد اللہ پر ہوتا ہے اور تمام واقعاتِ تکوینیہ کے حِنالی از حکمت نہ ہونے کا اعتقاد رکھتے ہیں۔ اس اعتماد و اعتقاد کے استحضار سے انہیں خوف و غم نہیں ستاتا۔ میرے نزدیک ﴿لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ﴾ کا مطلب یہ لیا جائے کہ ''اولیاء اللہ'' پر کوئی خوفناک چیز (ہلاکت یا معتد بہ نقصان) دنیا و آخرت میں واقع ہونے والی نہیں۔ اگر فرض کیجیے دنیا میں صورتاً کوئی نقصان پیش بھی آئے تو چونکہ نتیجتاً وہ اُن کے حق میں نفعِ عظیم کا ذریعہ بنتا ہے اس لیے اُس کو معتد بہ نقصان نہیں کہا جاسکتا۔ رہا کسی سبب دنیوی یا اُخروی کی وجہ سے اُن کو کسی وقت خوف لاحق ہونا، وہ آیت کی اس تقریر کے منافی نہ ہوگا کیونکہ آیت نے صرف یہ خبر دی ہے کہ اُن پر کوئی خوفناک چیز نہ پڑے گی، یہ نہیں کہا کہ انہیں کسی وقت خوف لاحق نہ ہوگا۔ شاید ''لَا يَحْزَنُونَ'' کے مناسب ''لَا يَخَافُونَ'' نہ فرمانے اور ﴿لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ﴾ کی تعبیر اختیار کرنے میں یہی نکتہ ہو۔ باقی ''لَا يَحْزَنُونَ'' کا تعلق میرے خیال میں مستقبل سے ہے یعنی موت کے وقت اور موت کے بعد غمگین نہ ہوں گے جیسا کہ فرمایا ﴿تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا﴾ [حم السجدہ: ۳۰] اور فرمایا ﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ [انبیاء: ۱۰۳]۔ واللہ تعالیٰ اعلم بمرادہ!

فَائِدَة: [۹۲] اولیاء اللہ کی تعریف: ...... یہ ''اولیاء اللہ'' کی تعریف فرمائی یعنی مؤمن متقی خدا کا ولی ہوتا ہے۔ پہلے کئی مواقع میں معلوم ہوچکا ہے کہ ایمان و تقویٰ کے بہت سے مدارج ہیں، پس جس درجہ کا ایمان و تقویٰ کسی میں موجود ہوگا اسی درجہ میں ولایت کا ایک حصہ اُس کے لیے ثابت ہوگا۔ پھر جس طرح مثلاً دس بیس روپیہ بھی مال ہے اور پچاس، سو، ہزار دو ہزار، لاکھ دو لاکھ روپیہ بھی لیکن عرف عام میں دس بیس روپے کے مالک کو ''مالدار'' نہیں کہا جاتا جب تک معتد بہ مقدار مال و دولت موجود نہ ہو، اسی طرح سمجھ لیجیے کہ ایمان و تقویٰ کی کسی مرتبہ میں ہو وہ ولایت کا شعبہ ہے اور اس حیثیت سے سب مؤمنین فی الجملہ ''ولی'' کہلائے جاسکتے ہیں۔ لیکن عرف میں ''ولی'' اُسی کو کہا جاتا ہے جس میں ایک خاص اور ممتاز درجہ ایمان و تقویٰ کا پایا جاتا ہو، احادیث میں کچھ علامات و آثار اس ولایت کے ذکر کیے گئے ہیں۔ مثلاً اُن کو دیکھنے سے خدا یاد آنے لگے یا مخلوقِ خدا سے اُن کو بے لوث محبت ہو، عارفین نے اپنے اپنے مذاق کے موافق ''ولی'' کی تعریفیں کی ہیں جن کی تفصیل کا یہاں موقع نہیں۔

فَائِدَة: [۹۳] اولیاء اللہ کیلئے بشارتیں: ...... ''اولیاء اللہ'' کے لیے دنیا میں کئی طرح کی بشارتیں ہیں مثلاً حق تعالیٰ نے انبیاء کی زبانی جو ﴿لَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ﴾ وغیرہ کی بشارت دی ہے، یا فرشتے موت کے قریب اُن کو کہتے ہیں ﴿وَاَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ﴾ [حم السجدہ] یا کثرت سے سچے اور مبارک خواب انہیں نظر آتے ہیں یا اُن کی نسبت دوسرے بندگانِ خدا کو دکھائی دیتے ہیں جو حدیث صحیح کے موافق نبوت کے چھیالیس اجزاء میں سے ایک جزو ہے۔ یا اُن کے معاملات میں خدا کی طرف سے خاص قسم کی تائید و امداد ہوتی ہے یا خواص میں اور کبھی خواص سے گذر کر عوام میں بھی اُن کو مقبولیت حاصل ہوتی ہے اور لوگ اُن کی مدح و ثنا اور ذکرِ خیر کرتے ہیں۔ یہ سب چیزیں دنیوی بشارت کے تحت میں درجہ بدرجہ آسکتی ہیں مگر اکثر روایات میں ﴿لَهُمُ الْبُشْرٰى فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا﴾ کی تفسیر رویائے صالحہ سے کی گئی ہے۔ واللہ اعلم اور ہی بشارتِ اُخروی، وہ خود قرآن میں منصوص ہے ﴿بُشْرٰىكُمُ الْيَوْمَ جَنّٰتٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ﴾ [حدید: ۱۲] اور حدیث میں بھی یہی تفسیر منقول ہے۔

فَائِدَة: [۹۴] ...... یعنی اللہ کی باتیں اور اس کے وعدے سب پختہ اور اٹل ہیں جو بشارتیں دی ہیں ضرور پہنچ کر رہیں گی۔

فَائِدَة: [۹۵] تسلیِ رسول ﷺ: ...... اُوپر سے اعدائے مکذبین کا ذکر چلا آتا تھا اُن کے بالمقابل دوستوں کا تذکرہ فرمایا اور اُن کو دارین میں محفوظ رہنے کی بشارت سنائی۔ اسی سلسلہ میں حضور ﷺ کو تسلی دی جاتی ہے کہ آپ احمقوں اور شریروں کی باتوں سے رنجیدہ نہ ہوں، غلبہ و رزور سب خدا کے لیے ہے وہ اپنے زورِ تائید سے حق کو غالب و منصور اور مخالفین کو ذلیل و رسوا کر کے چھوڑے گا، وہ اُن کی سب باتیں سنتا

اور سب حالات جانتا ہے۔

فائدہ:[۹۶] سلطنت صرف خدائے واحد کی ہے:...... یعنی کل زمین و آسمان میں خدائے واحد کی سلطنت ہے، سب جن و انس اور فرشتے اُسی کے مملوک و مخلوق ہیں۔ مشرکین کا غیر اللہ کو پکارنا اور انہیں خدائی کا حصہ دار بنانا، محض اٹکل کے تیر اور واہی تباہی خیالات ہیں۔ اُن کے ہاتھ میں نہ کوئی حقیقت ہے، نہ حجت و برہان، خالی اوہام و ظنون کی اندھیریوں میں پڑے ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

فائدہ:[۹۷] آفتاب ہدایت کا ظہور:...... دن رات اور اندھیرے اُجالے کا پیدا کرنے والا وہی ایک خدا ہے، اُسی سے خیر و شر اور تمام متقابل اشیاء کی پیدائش کو سمجھ لو، اس میں ''مجوس'' کے شرک کا رّد ہو گیا۔ اور ادھر بھی لطیف اشارہ کر دیا کہ جس طرح رات کی تاریکی کے بعد خدا روزِ روشن کو لاتا ہے اور دن کے اُجالے میں وہ چیزیں نظر آتی ہیں جو شب کی ظلمت میں دکھائی نہ دیتی تھیں۔ ایسے ہی مشرکین کے اوہام و ظنون کی اندھیریوں کا پردہ چاک کرنے کے لیے اُس نے قرآنِ کریم کا آفتاب چمکایا جو لوگوں کو وصول الی اللہ کا ٹھیک راستہ دکھانے والا ہے۔

فائدہ:[۹۸] عیسائیوں کے شرک کا رد:...... اس میں عیسائیوں کے شرک کا رد ہے جو حضرت مسیح علیہ السلام کو خدا کا بیٹا کہتے تھے، سمجھنے کی بات یہ ہے کہ اگر وہ واقعی طور پر مسیح علیہ السلام کو خدا کا (معاذ اللہ) صلبی بیٹا سمجھتے ہیں تو اس سے بڑھ کر کیا گستاخی ہوگی؟ خداوند قدوس بالبداہۃ بیوی بچوں سے پاک ہے۔ اور اگر بیٹے سے مراد متبنیٰ ہے تو خدا کو اس کی ضرورت کیا پیش آئی کہ ایک مخلوق کو متبنیٰ بنائے۔ کیا (معاذ اللہ) اُسے اولاد کی حسرت اور بیٹا نہ ہونے کا غم تھا؟ یا یہ فکر تھی کہ اُس کے بعد مال و دولت کا وارث اور اُس کا نام روشن کرنے والا کون ہوگا؟ یا یہ کہ بڑھاپے اور حرج مرج میں کس سے سہارا ملے گا؟ (العیاذ باللہ) وہ تو سب سے بے نیاز ہے اور سب ہر وقت اُس کے محتاج ہیں، اُسے بیٹے پوتے یا متبنیٰ وغیرہ کی احتیاج کہاں ہو سکتی ہے؟ سب چیزیں اس کی مملوک مخلوق ہیں، پھر مالک و مملوک اور خالق و مخلوق کے درمیان ان نسبی رشتوں کی کہاں گنجائش ہے۔ یہ بڑی سخت بات ہے کہ خدا کی نسبت محض جہالت سے ایسی جھوٹی اور بے سند باتیں کہی جائیں۔

قُلْ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿٦٩﴾ مَتَاعٌ فِي الدُّنْيَا ثُمَّ اِلَيْنَا

کہہ جو لوگ باندھتے ہیں اللہ پر جھوٹ بھلائی نہیں پاتے تھوڑا سا نفع اٹھا لینا دنیا میں

مَرْجِعُهُمْ ثُمَّ نُذِيْقُهُمُ الْعَذَابَ الشَّدِيْدَ بِمَا كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ ﴿٧٠﴾ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ

پھر ہماری طرف ہے اُن کو لوٹنا پھر چکھائیں گے ہم ان کو سخت عذاب بدلہ ان کے کفر کا ف ۹۹ اور سنا ان کو حال

ع ۱۲

نُوْحٍ ۘ اِذْ قَالَ لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اِنْ كَانَ كَبُرَ عَلَيْكُمْ مَّقَامِيْ وَتَذْكِيْرِيْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَعَلَى اللّٰهِ

نوح کا ف ۱۰۰ جب کہا اپنی قوم کو اے قوم اگر بھاری ہوا ہے تم پر میرا کھڑا ہونا اور نصیحت کرنا اللہ کی آیتوں سے تو میں نے اللہ پر بھروسہ

تَوَكَّلْتُ فَاَجْمِعُوْٓا اَمْرَكُمْ وَشُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ لَا يَكُنْ اَمْرُكُمْ عَلَيْكُمْ غُمَّةً ثُمَّ اقْضُوْٓا اِلَيَّ

کیا اب تم سب مل کر مقرر کرو اپنا کام اور جمع کرو اپنے شریکوں کو پھر نہ رہے تم کو اپنے کام میں شبہ پھر کر گزرو میرے ساتھ

وَلَا تُنْظِرُوْنِ ﴿٧١﴾ فَاِنْ تَوَلَّيْتُمْ فَمَا سَاَلْتُكُمْ مِّنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ ۙ وَاُمِرْتُ

اور مجھ کو مہلت نہ دو ف ۱۰۱ پھر اگر منہ پھیرو گے تو میں نے نہیں چاہی تم سے مزدوری، میری مزدوری ہے اللہ پر اور مجھ

اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۷۲﴾ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِى الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ

کو حکم ہے کہ رہوں فرماں بردار ۱۰۲ پھر اس کو جھٹلایا سو ہم نے بچالیا اس کو اور جو اس کے ساتھ تھے کشتی میں اور ان کو قائم کر دیا جگہ پر

وَاَغْرَقْنَا الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِنَا ۚ فَانْظُرْ كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُنْذَرِيْنَ ﴿۷۳﴾ ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْ

اور ڈبو دیا ان کو جو جھٹلاتے تھے ہماری باتوں کو، سو دیکھ لے کیسا ہوا انجام ان کا جن کو ڈرایا تھا ۱۰۳ پھر بھیجے ہم نے نوح کے بعد کتنے

بَعْدِهٖ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَآءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْا بِمَا كَذَّبُوْا بِهٖ مِنْ قَبْلُ ؕ

پیغمبر ان کی قوم کی طرف پھر لائے ان کے پاس کھلی دلیلیں سو ان سے یہ نہ ہوا کہ ایمان لے آئیں اس بات پر جس کو جھٹلا چکے تھے پہلے سے ۱۰۴

كَذٰلِكَ نَطْبَعُ عَلٰى قُلُوْبِ الْمُعْتَدِيْنَ ﴿۷۴﴾

اسی طرح ہم مہر لگا دیتے ہیں دلوں پر حد سے نکل جانے والوں کے ۱۰۵

فائدہ: [۹۹] **جھوٹے عذاب کا مزہ چکھیں گے:** ......یعنی خدا پر جھوٹ باندھنے والے خواہ دنیا میں کیسی ہی طاقت رکھتے ہوں اور اپنے ساز و سامان پر مغرور ہوں لیکن انہیں حقیقی بھلائی اور کامیابی ہرگز نصیب نہیں ہو سکتی۔ تھوڑے دن دنیا کے مزے اُڑا لیں، انجام کار ان کا معاملہ خدا کی طرف رجوع ہوگا جہاں سے اپنے جرائم کی پاداش میں نہایت سخت عذاب کا مزہ چکھیں گے۔

فائدہ: [۱۰۰] **قصہ نوح علیہ السلام سے عبرت حاصل کرنے کی ترغیب اور تسلّیِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم:** ......یعنی اہل مکہ کو نوح اور اس کی قوم کا حال سنا، تاکہ معلوم ہو کہ مکذبین و مفترین کو حقیقی کامیابی حاصل نہیں ہو سکتی۔ ان کی اُچھل کود اور چمک دمک محض چند روزہ ہے جو انجام کار ہلاکتِ ابدی پر منتہی ہوتی ہے۔ اہلِ مکہ کو قوم نوح کا قصہ سن کر عبرت حاصل کرنا چاہیے کہ اگر وہ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی تکذیب و عداوت اور اپنی شرکیات سے باز نہ آئے تو ان کا انجام بھی ویسا ہی ہو سکتا ہے جو نوح علیہ السلام کی تکذیب کرنے والوں کا ہوا۔ نیز اس واقعہ کے بیان کرنے میں پیغمبر علیہ السلام کو تسلی دینا ہے کہ آپ ان لوگوں کی دشمنی اور شرارت سے زیادہ دلگیر نہ ہوں، ہر نبی کو اس قسم کے حالات کا مقابلہ کرنا پڑا ہے، پھر آخر میں حق ہی غالب ہو کر رہا اور حق و صداقت کے دشمن تباہ و برباد کر دیئے گئے۔ عام سامعین کو ان واقعات کے ایسے مفصل بیان سے یہ سبق ملتا ہے کہ نبی عربی صلی اللہ علیہ وسلم باوجود اُمی ہونے اور کسی مخلوق کے سامنے ایک منٹ کے لیے بھی زانوئے تلمذ تہ کرنے کے پچھلی قوموں کے اس قدر صحیح اور پختہ احوال بیان فرماتے ہیں جو بظاہر بدون تعلیم اور طویل استفادہ کے ممکن نہیں، ناچار ماننا پڑے گا کہ آپ کا معلم کوئی انسان نہیں، بلکہ سب انسانوں کا پیدا کرنے والا ہے۔ یہ تو آپ کی سچائی کی ایک دلیل ہوگی۔

فائدہ: [۱۰۱] **پیغمبرانہ استقامت:** ......یعنی تمہاری خوشی ناخوشی یا موافقت و مخالفت کی مجھے ذرہ برابر پروا نہیں تمام پیغمبروں کی طرح میرا بھروسہ صرف خدائے واحد پر ہے۔ اگر تم میری نصیحت و فہمائش سے برا مانو تو مانا کرو، میں اپنے فرائض منصبی کے ادا کرنے میں قصور نہیں کر سکتا۔ تم برا مان کر مجھ سے دشمنی کرو اور نقصان پہنچانا چاہو تو یہ چیز میرے ارادوں پر قطعاً اثر ڈالنے والی نہیں، جو کچھ تمہارے امکان میں ہے شوق سے کر گزرو، میرے خلاف مشورہ کر کے کوئی تجویز پختہ کر لو۔ اپنے رفقائے کار بلکہ فرضی معبودوں کو بھی جمع کر کے ایک غیر مشکوک اور غیر مشتبہ رائے پر قائم ہو جاؤ، پھر متفقہ طاقت سے اُسے جاری کر ڈالو، ایک منٹ کی مہلت بھی مجھ کو نہ دو، پھر دیکھ لو کہ پیغمبرانہ استقامت و توکل کا پہاڑ تمام دنیا کی طاقتوں اور تدبیروں کو کچل کر کس طرح پاش پاش کر ڈالتا ہے۔

فائدہ: [۱۰۲] بے لوث خدمتِ تبلیغ: ......یعنی تمہارے مقابلہ میں نہ جانی و بدنی تکالیف سے گھبراتا ہوں اور نہ مالی نقصان کی کوئی فکر ہے کیونکہ میں نے خدمتِ تبلیغ و دعوت کا کچھ معاوضہ تم سے کبھی طلب نہیں کیا جو یہ اندیشہ ہو کہ تمہاری ناخوشی سے میری تنخواہ بند ہو جائے گی، یا کم از کم تم کو یہ کہنے کا موقع ملے گا کہ میری ساری جدّ و جہد مال کی حرص اور روپیہ کے لالچ سے تھی۔ میں جس کا کام کر رہا اور حکم بجالا رہا ہوں اُسی کے ذمہ میری اُجرت ہے جب میں اُس کا فرمانبردار ہوں اور خدمت مفوضہ بے خوف و خطر انجام دیتا ہوں تو کیسے ممکن ہے کہ وہ اپنے فضل و رحمت کے دروازے مجھ پر نہ کھولے رکھے۔

فائدہ: [۱۰۳] جھٹلانے والوں کا انجام: ......یعنی جس کے پاس چشم عبرت ہو وہ دیکھ لے کہ جھٹلانے والوں کا انجام کیسا ہوا۔ اُن لوگوں کو سیکڑوں برس نوح علیہ السلام نے نصیحت کی، نفع و ضرر سے آگاہ کیا۔ جب کوئی بات موثر نہ ہوئی بلکہ اُلٹا عناد و فرار بڑھتا گیا، اُس وقت خدا نے سخت طوفان پانی کا بھیجا سب مکذبین غرقاب کر دیے گئے، صرف نوح علیہ السلام اور چند نفوس جو اُن کے ساتھ کشتی پر سوار تھے، محفوظ رہے، اُن ہی سے آگے نسلِ انسانی چلی اور ڈوبنے والوں کی جگہ یہ ہی آباد ہوئے۔ نوح علیہ السلام کا کچھ قصہ ''سورۂ اعراف'' (آیت: ۵۹) میں گذر چکا۔

فائدہ: [۱۰۴] تکذیب حق کی نحوست: ......یعنی نوح علیہ السلام کے بعد ہود، صالح، لوط، ابراہیم، شعیب علیہم السلام وغیرہ انبیاء کو اپنی اپنی قوم کی طرف کھلے ہوئے نشانات دے کر بھیجا، لیکن جس جہالت اور کفر کی حالت میں وہ لوگ اپنے اپنے پیغمبر کی بعثت سے پہلے تھے اور جن چیزوں کو پیشتر سے جھٹلاتے چلے آرہے تھے، یہ توفیق نہ ہوئی کہ انبیاء کے تشریف لانے اور سمجھانے کے بعد اُن کو مان لیتے بلکہ جن اُصولِ صحیحہ کی تکذیب پہلے قوم نوح کر چکی تھی، ان سبھوں نے بھی اُن کے ماننے سے انکار کر دیا۔ اور جب پہلی مرتبہ منہ سے ''نہ'' نکل گئی، ممکن نہ تھا کہ پھر کبھی ''ہاں'' نکل سکے، اُسی بے ایمانی اور تکذیب حق پر آخر تک اَڑے رہے۔

فائدہ: [۱۰۵] ......جو لوگ تکذیب و عداوتِ حق میں حد سے نکل جاتے ہیں اُن کے دلوں پر مہر لگنے کی یہ ہی صورت ہوتی ہے کہ اوّل تکذیب کرتے ہیں، پھر اُس پر ضد اور اصرار کرتے کرتے محض دشمنی اور عناد کی روش اختیار کر لیتے ہیں یہاں تک کہ دل کی کلیں بگڑ جاتی ہیں [مزاج بگڑ جاتا ہے] اور قبولِ حق کی استعداد باقی نہیں رہتی۔

ثُمَّ بَعَثْنَا مِنْۢ بَعْدِهِمْ مُّوْسٰى وَهٰرُوْنَ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ بِاٰيٰتِنَا فَاسْتَكْبَرُوْا وَكَانُوْا

پھر بھیجا ہم نے ان کے پیچھے موسیٰ اور ہارون کو فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس اپنی نشانیاں دے کر پھر تکبر کرنے لگے اور وہ تھے

قَوْمًا مُّجْرِمِيْنَ ﴿۷۵﴾ فَلَمَّا جَآءَهُمُ الْحَقُّ مِنْ عِنْدِنَا قَالُوْٓا اِنَّ هٰذَا لَسِحْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿۷۶﴾ قَالَ مُوْسٰٓى

لوگ گناہ گار ۱۰۶ پھر جب پہنچی ان کو سچی بات ہمارے پاس سے کہنے لگے یہ تو جادو ہے کھلا ۱۰۷ کہا موسیٰ نے کیا

اَتَقُوْلُوْنَ لِلْحَقِّ لَمَّا جَآءَكُمْ ؕ اَسِحْرٌ هٰذَا ؕ وَلَا يُفْلِحُ السّٰحِرُوْنَ ﴿۷۷﴾ قَالُوْٓا اَجِئْتَنَا لِتَلْفِتَنَا

تم یہ کہتے ہو حق بات کو جب وہ پہنچے تمہارے پاس، کیا یہ جادو ہے اور نجات نہیں پاتے جادو کرنے والے ۱۰۸ بولے کیا تو آیا ہے کہ ہم کو پھیر

عَمَّا وَجَدْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا وَتَكُوْنَ لَكُمَا الْكِبْرِيَآءُ فِى الْاَرْضِ ؕ وَمَا نَحْنُ لَكُمَا بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۷۸﴾

دے اس راستہ سے جس پر پایا ہم نے اپنے باپ دادوں کو اور تم دونوں کو سرداری مل جائے اس ملک میں اور ہم نہیں ہیں تم کو ماننے والے ۱۰۹

وَقَالَ فِرۡعَوۡنُ ائۡتُوۡنِیۡ بِکُلِّ سٰحِرٍ عَلِیۡمٍ ﴿٧٩﴾ فَلَمَّا جَآءَ السَّحَرَۃُ قَالَ لَہُمۡ مُّوۡسٰۤی اَلۡقُوۡا مَاۤ

اور بولا فرعون لاؤ میرے پاس جو جادوگر ہو پڑھا ہوا ف١١٠ پھر جب آئے جادوگر کہا اُن کو موسیٰ نے ڈالو

اَنۡتُمۡ مُّلۡقُوۡنَ ﴿٨٠﴾ فَلَمَّاۤ اَلۡقَوۡا قَالَ مُوۡسٰی مَا جِئۡتُمۡ بِہِ ۙ السِّحۡرُ ؕ اِنَّ اللّٰہَ سَیُبۡطِلُہٗ ؕ اِنَّ

جوتم ڈالتے ہو ف١١١ پھر جب انہوں نے ڈالا موسیٰ بولا کہ جوتم لائے ہو سو جادو ہے ف١١٢ اب اللہ اس کو بگاڑتا

اللّٰہَ لَا یُصۡلِحُ عَمَلَ الۡمُفۡسِدِیۡنَ ﴿٨١﴾ وَیُحِقُّ اللّٰہُ الۡحَقَّ بِکَلِمٰتِہٖ وَلَوۡ کَرِہَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ ﴿٨٢﴾ ع ١٢ ١٢

ہے، بے شک اللہ نہیں سنوارتا شریروں کے کام ف١١٣ اور اللہ سچا کرتا ہے حق بات کو اپنے حکم سے اور پڑے برا مانیں گناہ گار

فَائِدَۃ:[١٠٦] جرائم کی نحوست:......یعنی جرائم پیشہ لوگ تھے، نافرمانی کی خو قبولِ حق کی اجازت کہاں دیتی۔ تکبر مانع ہوا کہ خدا کی نشانیوں کو دیکھ کر اُسکے سفراء کے سامنے گردن جھکائیں ﴿وَجَحَدُوۡا بِہَا وَاسۡتَیۡقَنَتۡہَاۤ اَنۡفُسُہُمۡ ظُلۡمًا وَّعُلُوًّا﴾ [نمل: ١٤] یہی تکبر تھا جس نے فرعون سے یہ الفاظ کہلوائے: ﴿اَلَمۡ نُرَبِّکَ فِیۡنَا وَلِیۡدًا وَّلَبِثۡتَ فِیۡنَا مِنۡ عُمُرِکَ سِنِیۡنَ﴾ [شعرآء: ١٨]

فَائِدَۃ:[١٠٧]......یعنی ''عصا'' اور ''ید بیضا'' وغیرہ کے معجزات دیکھ کر اور موسیٰ علیہ السلام کی نہایت پر تاثیر باتیں سن کر کہنے لگے کہ یہ سب کھلا ہوا جادو ہے، کیونکہ اُن کے خیال میں تمام فوق العادۃ چیزوں کا آخری درجہ ''جادو'' ہی ہو سکتا تھا۔

فَائِدَۃ:[١٠٨] بے حیائی یا دیوانگی:......یعنی حق کو جادو کہتے ہو، کیا جادو ایسا ہوتا ہے؟ اور کیا جادو کرنے والے نبوت کا دعویٰ کر کے حق و باطل کی کشمکش سے کامیاب نکل سکتے ہیں؟ سحر اور معجزہ میں تمیز نہ کر سکنا اُن کوتاہ فہموں کا کام ہے جو سونے اور پیتل میں تمیز نہ کر سکیں۔ پیغمبر کے روشن چہرے، پاکیزہ اخلاق، نورِ تقویٰ، پرشوکت و عظمت احوال میں بدیہی شہادت اس کی موجود ہوتی ہے کہ جادوگری اور شعبدہ بازی سے اُنہیں کوئی دُور کی نسبت بھی نہیں۔ پھر پیغمبر کو ''ساحر'' کہنا کس درجہ بے حیائی یا دیوانگی ہے۔

فَائِدَۃ:[١٠٩]......یعنی معاذ اللہ! تم دنیا کے حریص اور بدنیت ہو، ایک سیاسی تحریک کو مذہبی رنگ میں پیش کرتے ہو۔ تمہاری غرض یہ معلوم ہوتی ہے کہ مذہبی حیثیت سے ایک انقلاب عظیم برپا کر کے اس ملک میں اپنی حکومت اور سرداری جماؤ، اور یہاں کے قدیم سرداروں (قبطیوں) کو برطرف کر دو۔ سو یاد رہے کہ یہ خواہش پوری ہونے والی نہیں۔ ہم لوگ ہرگز تمہاری بات نہ مانیں گے، نہ تمہاری بزرگی کبھی تسلیم کریں گے۔

فَائِدَۃ:[١١٠] سحر اور معجزہ:......یہ موسیٰ علیہ السلام کی تقریر کا جواب تھا، یعنی رہا سحر اور معجزہ کا جھگڑا، اُسکا ہم عملاً تصفیہ کیے دیتے ہیں کہ اس ملک کے بڑے بڑے ماہر جادوگر اکٹھے کیے جائیں، پھر آپ اُنکے خوارق کے مقابل اپنے معجزات دکھلائیں دنیا مشاہدہ کر لے گی کہ تم پیغمبر ہو یا (معاذ اللہ) جادوگر ہو۔ اسکے لیے فرعون نے تمام ملک میں گشتی جاری کر دی اور آدمی بھیج دیے کہ مشاق اور ماہر جادوگر جہاں کہیں ہوں فوراً حاضر کیے جائیں۔ اسکا مفصل واقعہ سورۂ ''اعراف'' (آیت: ١١٣ تا ١٢٢) میں گذر چکا، وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔

فَائِدَۃ:[١١١]......دوسری جگہ مذکور ہے کہ ساحرین نے موسیٰ علیہ السلام سے دریافت کیا تھا کہ اپنا کرتب دکھلانے میں تم پہل کرتے ہو یا ہم کریں؟ اس کے جواب میں موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ جو تم کو دکھلانا ہے دکھلاؤ، کیونکہ باطل کی پوری زور آزمائی اور نمائش کے بعد حق کا آنا اور باطل کو نیچا دکھا کر ملیامیٹ کر دینا زیادہ مؤثر اور غلبۂ حق کو زیادہ واضح کرنے والا ہے۔

فَائِدَۃ:[١١٢] جادو کا کھیل:......ساحرین نے اپنی لاٹھیاں اور رسیاں زمین پر پھینک دیں اور تخیل و نظر بندی سے دیکھنے والوں کو ایسا

معلوم ہونے لگا گویا تمام میدان زندہ سانپوں سے بھرا ہوا ہے۔ موسیٰ علیہ السلام نے فرمایا کہ "جادو" یہ ہے۔ وہ جادو نہ تھا جسے فرعون اور اس کے خوشامدیوں نے جادو کہا تھا۔

فائدہ: [۱۱۳] **خدائی قدرت کے اظہار کا اعلان:**...... یعنی بس تم اپنی قوت صرف کر چکے، اب سنبھل جانا کہ خدا اپنی قدرت ورحمت سے یہ سب بنا بنایا کھیل بگاڑتا ہے جو میرے مقابلہ میں پھر کبھی نہیں سنور سکے گا۔ کیونکہ خدا کی عادت وحکمت کے خلاف ہے کہ مصلح ومفسد کے مقابلہ کے وقت جبکہ اُس سے مقصود خالص اتمام حجت ہو مفسدوں اور شریروں کی بات سنوار دے اور کلمۂ حق کو پست ومغلوب کر دے۔

فَمَآ اٰمَنَ لِمُوْسٰٓى اِلَّا ذُرِّيَّةٌ مِّنْ قَوْمِهٖ عَلٰى خَوْفٍ مِّنْ فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهِمْ اَنْ يَّفْتِنَهُمْ ۭ وَاِنَّ

پھر کوئی ایمان نہ لایا موسیٰ پر مگر کچھ لڑکے اُس کی قوم کے ف۱۱۴ ڈرتے ہوئے فرعون سے اور ان کے سرداروں سے کہ کہیں ان کو بچلا

فِرْعَوْنَ لَعَالٍ فِي الْاَرْضِ ۚ وَاِنَّهٗ لَمِنَ الْمُسْرِفِيْنَ ﴿۸۳﴾ وَقَالَ مُوْسٰى يٰقَوْمِ اِنْ كُنْتُمْ

نہ دے ف۱۱۵ اور فرعون چڑھ رہا ہے ملک میں اور اس نے ہاتھ چھوڑ رکھا ہے ف۱۱۶ اور کہا موسیٰ نے اے میری قوم اگر تم ایمان لائے ہو

اٰمَنْتُمْ بِاللّٰهِ فَعَلَيْهِ تَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّسْلِمِيْنَ ﴿۸۴﴾ فَقَالُوْا عَلَى اللّٰهِ تَوَكَّلْنَا ۚ رَبَّنَا لَا

اللہ پر تو اسی پر بھروسہ کرو اگر ہو تم فرماں بردار ف۱۱۷ تب وہ بولے ہم نے اللہ پر بھروسہ کیا اے رب

تَجْعَلْنَا فِتْنَةً لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ﴿۸۵﴾ۙ وَنَجِّنَا بِرَحْمَتِكَ مِنَ الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَوْحَيْنَآ اِلٰى

ہمارے نہ آزما ہم پر زور اس ظالم قوم کا ف۱۱۸ اور چھڑا دے ہم کو مہربانی فرما کر ان کافر لوگوں سے ف۱۱۹ اور حکم بھیجا ہم

مُوْسٰى وَاَخِيْهِ اَنْ تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا وَّاجْعَلُوْا بُيُوْتَكُمْ قِبْلَةً وَّاَقِيْمُوا

نے موسیٰ کو اور اس کے بھائی کو کہ مقرر کرو اپنی قوم کے واسطے مصر میں سے گھر ف۱۲۰ اور بناؤ اپنے گھر قبلہ رو اور قائم کرو

الصَّلٰوةَ ۭ وَبَشِّرِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۸۷﴾ وَقَالَ مُوْسٰى رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ زِيْنَةً

نماز ف۱۲۱ اور خوشخبری دے ایمان والوں کو ف۱۲۲ اور کہا موسیٰ نے اے رب ہمارے تو نے دی ہے فرعون کو اور اس کے سرداروں کو رونق

وَّاَمْوَالًا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۙ رَبَّنَا لِيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِكَ ۚ رَبَّنَا اطْمِسْ عَلٰٓى اَمْوَالِهِمْ

اور مال دنیا کی زندگی میں ف۱۲۳ اے رب اس واسطے کہ بہکائیں تیری راہ سے ف۱۲۴ اے رب مٹا دے ان کے مال

وَاشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿۸۸﴾

اور سخت کر دے ان کے دل کہ نہ ایمان لائیں جب تک دیکھ لیں عذاب دردناک ف۱۲۵

فائدہ: [۱۱۴] **باہمت نوجوانوں کا تذکرہ:**...... "بنی اسرائیل" فرعونیوں کے ہاتھوں سخت مصیبت اور ذلت اُٹھا رہے تھے اور پرانی پیشین گوئیوں کے مطابق منتظر تھے کہ فرعون کے مظالم کا خاتمہ کرنے اور اُس کی سلطنت کا تختہ اُلٹنے والا "اسرائیلی" پیغمبر مبعوث ہو۔ موسیٰ

علیہ السلام ٹھیک اُسی شان سے تشریف لائے جس کا اُنہیں انتظار تھا، اس لیے تمام بنی اسرائیل قدرتی طور پر موسیٰ علیہ السلام کی بعثت کو نعمتِ عظمیٰ سمجھتے تھے، وہ دل سے حضرت موسیٰ کو سچا جانتے اور اُن کی عزت کرتے تھے، مگر اکثر آدمی فرعون اور فرعونی سرداروں سے خوفزدہ تھے، اسی لیے ابتداء میں شرعی طور پر ایمان نہیں لائے وقت کے منتظر رہے کہ جس وقت حق کا غلبہ ہوگا مسلمان ہو جائیں گے۔ بنی اسرائیل کے تھوڑے سے نوجوانوں نے ہمت کر کے باوجود فرعونیوں سے خائف ہونے کے اپنے اسلام کا اظہار واعلان کر دیا۔ چند گنے چنے قبطی بھی جو فرعون کی قوم سے تھے۔ مشرف بایمان ہوئے۔ اخیر میں جب موسیٰ علیہ السلام کا اثر اور حق کا غلغلہ بڑھتا گیا، تب پوری قوم بنی اسرائیل کی جو تقریباً چھ لاکھ بالغ مردوں پر مشتمل تھی مسلمان ہوگئی۔ یہاں ابتدا کا قصہ بیان ہوا۔

فَائِدَة: [۱۱۵] **عمدہ وضاحت:**...... اُن کے سرداروں سے مراد یا تو فرعون کے حکام وعمال ہیں، یا بنی اسرائیل کے وہ سردار مراد ہیں جو خوف یا طمع وغیرہ کی وجہ سے اپنے ہم قوموں کو فرعون کی مخالفت سے ڈراتے دھمکاتے تھے۔ اور بچلا دینے کا مطلب یہ ہے کہ فرعون ایمان لانے کی خبر سن کر سخت ایذائیں پہنچائے جن سے صبرا کر ممکن ہے بعض ضعیف القلب راہِ حق سے بچل جائیں۔

فَائِدَة: [۱۱۶]...... یعنی اُن کا خوف کھانا بھی کچھ بے جا نہ تھا، کیونکہ اُس وقت ملک میں فرعون کی مادی طاقت بہت بڑھ چڑھ کر تھی اور اُس کا ظلم وعدوان اور کفر وطغیان حد سے متجاوز ہو چکا تھا، کمزوروں کو ستانے کے لیے اُس نے بالکل ہاتھ چھوڑ رکھا تھا۔

فَائِدَة: [۱۱۷] **مومن کا کام:**...... یعنی گھبرانے اور خوف کھانے کی ضرورت نہیں۔ ایک فرمان بردار مومن کا کام اپنے مالک کی طاقت پر بھروسہ کرنا ہے جسے خدا کی لامحدود قدرت ورحمت پر یقین ہوگا، وہ یقیناً ہر معاملہ میں خدا پر اعتماد کرے گا اور اس اعتماد کا اظہار جب ہی ہو سکتا ہے کہ بندہ اپنے کو بالکلیہ خدا کے سپرد کر دے، اُسی کے حکم پر چلے اور تمامی جدوجہد میں صرف اسی پر نظر رکھے۔

فَائِدَة: [۱۱۸] **مظلوموں کی دعا:**...... موسیٰ علیہ السلام کی نصیحت پر انہوں نے اخلاص کا اظہار کیا کہ بیشک ہمارا بھروسہ خالص خدا پر ہے، اُسی سے دُعا کرتے ہیں کہ ہم کو ان ظالموں کا تختۂ مشق نہ بنائے اس طرح کہ یہ ہم پر اپنے زور وطاقت سے ظلم ڈھاتے رہیں اور ہم انکا کچھ نہ بگاڑ سکیں، ایسی صورت میں ہمارا دین بھی خطرہ میں ہے، اور ان ظالموں یا دوسرے دیکھنے والوں کو یہ ڈینگ مارنے کا موقع ملے گا کہ اگر ہم حق پر نہ ہوتے تو تم پر ایسا تسلط وتفوق کیوں حاصل ہوتا اور تم اس قدر پست وذلیل کیوں ہوتے۔ یہ خیال ان گمراہوں کو اور زیادہ گمراہ کر دے گا۔ گویا ایک حیثیت سے ہمارا وجود اُن کے لیے فتنہ بن جائے گا۔

فَائِدَة: [۱۱۹]...... یعنی اِن کی غلامی اور محکومی سے ہم کو نجات دے اور دولت آزادی سے مالامال فرما۔

فَائِدَة: [۱۲۰] **علیحدگی اور نماز کا حکم:**...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''جب فرعون کی ہلاکت کا وقت قریب آیا تو حکم ہوا کہ اپنی قوم بنی اسرائیل کو ان میں شامل نہ رکھو اپنا محلہ جدا بساؤ کہ آگے ان پر آفتیں آنے والی ہیں۔ اس وقت تمہاری قوم ظاہری طور پر بھی آفتوں سے الگ تھلگ رہے۔'' مفسرین نے ﴿تَبَوَّاٰ لِقَوْمِكُمَا بِمِصْرَ بُيُوْتًا﴾ سے مراد یہ لی ہے کہ اپنے مکانوں میں ٹھہرے رہو اور اُن میں سے بعض کو عبادت کے لیے مخصوص کرلو۔

فَائِدَة: [۱۲۱]...... فرعون نے مسجدیں اور عبادت گاہیں خراب کر دی تھیں کوئی باہر نکل کر خدا کی عبادت نہ کر سکتا تھا، بحالت مجبوری حکم ہوا کہ مکان میں کوئی جگہ نماز کے لیے رکھو جو قبلہ رُخ ہو، نماز ترک مت کرو کہ اُسی کی برکت سے خدا کی مدد آتی ہے ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ [البقرہ:۴۵] ہجرت سے پہلے مکہ میں بھی یہی حال مسلمانوں کا تھا۔

فَائِدَة: [۱۲۲]...... دنیا میں فتح ونصرت کی اور آخرت میں نجات ورضائے الٰہی کی۔

فَائِدَة: [۱۲۳]...... یعنی ہر قسم کا سامان رونق وآرائش کا دیا مثلاً: حسن صورت، سواری، عمدہ پوشاک، اثاث البیت وغیرہ اور مال ودولت

کے خزانے، سونے چاندی وغیرہ کی کانیں عطا فرمائیں۔

فَائِدَۃ: [۱۲۴] **مال وزر کی بہتات کی حکمت اور انجام:**...... اگر لِیُضِلُّوْا میں لام تعلیل لیا جائے تو مطلب یہ ہے کہ تکوینی طور پر یہ سامان ان نابکاروں کو اس لیے دیا گیا کہ مغرور ہو کر خود گمراہ ہوں اور دوسروں کو گمراہ کرنے میں خرچ کریں، بڑی آزادی سے دل کھول کر زور لگالیں، آخر میں دیکھ لیں گے کہ وہ کچھ بھی کام نہ آیا۔ جب خالق خیر وشر کا اللہ ہے اور ظاہر ہے کہ اُس کا کوئی فعل خالی از حکمت نہیں ہو سکتا، لامحالہ ''خلق شر'' میں بھی مجموعۂ عالم کے اعتبار سے کوئی حکمت ضرور ہوگی۔ وہ ہی حکمت شریروں کو اس قدر سامان دیے جانے میں سمجھ لیجیے ﴿كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَاۗءِ وَهٰٓؤُلَاۗءِ مِنْ عَطَاۗءِ رَبِّكَ﴾ [بنی اسرائیل:۲۰] ﴿اِنَّمَا نُمْلِيْ لَھُمْ لِيَزْدَادُوْٓا اِثْمًا﴾ [آل عمران:۱۷۸] بعض مفسرین نے لِیُضِلُّوْا میں ''لام عاقبۃ'' لیا ہے جیسے ﴿فَالْتَقَطَهٗٓ اٰلُ فِرْعَوْنَ لِيَكُوْنَ لَهُمْ عَدُوًّا وَّحَزَنًا﴾ [قصص:۸] میں ''لام عاقبۃ'' ہے اس وقت مطلب یہ ہوگا کہ یہ سامان دیا تو اس لیے تھا کہ اُمورِ خیر میں خرچ کریں اور نعمتوں کو لے کر منعمِ حقیقی کو پہچانیں، اُس کے شکر گذار بندے بنیں۔ مگر اس کے برخلاف انہوں نے اپنی بدبختی سے خدا کی نعمتوں کو لوگوں کے بہکانے اور گمراہ کرنے میں ایسا بے دریغ خرچ کیا گویا وہ اسی کام کے لیے اُن کو دی گئی تھیں، اس تفسیر پر کوئی اشکال وارد نہیں ہوتا۔

فَائِدَۃ: [۱۲۵] **حضرت موسیٰ علیہ السلام کی بد دعا:**...... جب موسیٰ علیہ السلام مدت دراز تک ہر طرح ہدایت کر چکے اور عظیم الشان معجزات دکھلا چکے مگر معاندین کا جحود وعناد بڑھتا ہی رہا حتی کہ تجربہ اور طولِ صحبت یا وحی الٰہی سے پوری طرح ثابت ہوگیا کہ یہ لوگ کبھی ایمان لانے والے نہیں، تب اُن کی ہلاکت کی دعا فرمائی، تا اُن کی گندگی سے دنیا جلد پاک ہو اور دوسروں کے لیے اُن کی بدانجامی درسِ عبرت بنے۔ آپ نے بد دعا کی کہ خداوندا! ان کے اموال کو تباہ اور ملیامیٹ کر دے اور ان کے دلوں پر سخت گرہ لگادے جن میں کبھی ایمان ویقین نفوذ نہ کرے۔ بس اسی وقت یقین حاصل ہو جب اپنی آنکھوں سے عذابِ الیم کا مشاہدہ کرلیں۔ یہ دعا اُن کے حق میں ایسی سمجھو جیسے ابلیس کو ''لعنۃ اللہ'' یا کفار کو ''خذلہم اللہ'' کہا جاتا ہے حالانکہ ان کی ملعونیت وخذلان کا قطعی فیصلہ پیشتر سے کیا جا چکا ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے آیت کی تقریر دوسری طرز سے کی ہے، فرماتے ہیں ''سچے ایمان کی ان سے اُمید نہ تھی مگر جب کچھ آفت پڑتی تو جھوٹی زبان سے کہتے کہ اب ہم مانیں گے، اس میں عذاب تھم جاتا کام فیصل نہ ہوتا۔ دُعا اس واسطے مانگی کہ یہ جھوٹا ایمان نہ لائیں دل اُن کے سخت رہیں تا عذاب پڑ چکے اور کام فیصل ہو۔''

قَالَ قَدْ اُجِيْبَتْ دَّعْوَتُكُمَا فَاسْتَقِيْمَا وَلَا تَتَّبِعٰۗنِّ سَبِيْلَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۸۹﴾ وَجٰوَزْنَا

فرمایا قبول ہو چکی دعا تمہاری ۱۲۶ سو تم دونوں ثابت رہو اور مت چلو راہ ان کی جو ناواقف ہیں ۱۲۷ اور پار کر دیا ہم

بِبَنِيْٓ اِسْرَاۗءِيْلَ الْبَحْرَ فَاَتْبَعَھُمْ فِرْعَوْنُ وَجُنُوْدُهٗ بَغْيًا وَّعَدْوًا ۭ حَتّٰٓي اِذَآ اَدْرَكَهُ

نے بنی اسرائیل کو دریا سے پھر پیچھا کیا ان کا فرعون نے اور اس کے لشکر نے شرارت سے اور تعدی سے، یہاں تک کہ جب ڈوبنے لگا بولا یقین کر لیا میں

الْغَرَقُ ۙ قَالَ اٰمَنْتُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا الَّذِيْٓ اٰمَنَتْ بِهٖ بَنُوْٓا اِسْرَاۗءِيْلَ وَاَنَا مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ﴿۹۰﴾

نے کہ کوئی معبود نہیں مگر جس پر کہ ایمان لائے بنی اسرائیل اور میں ہوں فرمانبرداروں میں

اٰۗلْــٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ وَكُنْتَ مِنَ الْمُفْسِدِيْنَ ﴿۹۱﴾ فَالْيَوْمَ نُنَجِّيْكَ بِبَدَنِكَ لِتَكُوْنَ

اب یہ کہتا ہے اور تو نافرمانی کرتا رہا اس سے پہلے اور رہا گمراہوں میں ۱۲۸ سو آج بچائے دیتے ہیں ہم تیرے بدن کو تاکہ

ع١٠ لِمَنْ خَلْفَكَ اٰيَةً ۭ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ عَنْ اٰيٰتِنَا لَغٰفِلُوْنَ ﴿٩٢﴾ وَلَقَدْ بَوَّاْنَا بَنِيْٓ

ہووے تو اپنے پچھلوں کے واسطے نشانی اور بے شک بہت لوگ ہماری قدرتوں پر توجہ نہیں کرتے ف ١٢٩ اور جگہ دی ہم نے

اِسْرَاۗءِيْلَ مُبَوَّاَ صِدْقٍ وَّرَزَقْنٰھُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۚ فَمَا اخْتَلَفُوْا حَتّٰى جَاۗءَھُمُ الْعِلْمُ ۭ اِنَّ

بنی اسرائیل کو پسندیدہ جگہ اور کھانے کو دیں ستھری چیزیں ف ١٣٠ سو ان میں پھوٹ نہیں پڑی یہاں تک کہ پہنچی ان کو خبر، بے شک

رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَھُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿٩٣﴾

تیرا رب ان میں فیصلہ کرے گا قیامت کے دن جس بات میں کہ ان میں پھوٹ پڑی ف ١٣١

فَائِدَہ:[١٢٦]......روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام دعا کرتے تھے اور ہارون علیہ السلام ''آمین'' کہتے جاتے تھے، اس لحاظ سے دَعْوَتُكُمَا فرمایا۔

فَائِدَہ:[١٢٧]......یعنی اپنا کام استقلال اور ثابت قدمی سے انجام دیتے رہو۔ اگر قبولِ دعا کے آثار دیر سے ظاہر ہوں تو نادان لوگوں کی طرح شتابی [جلدی] مت کرو، وقت مقدر پر یہ ہی ہو کر رہے گا، گھبرانے سے کچھ حاصل نہیں۔

فَائِدَہ:[١٢٨] فرعونیوں کی غرقابی اور فرعون کا کلمۂ ایمان:......موسیٰ علیہ السلام کئی لاکھ بنی اسرائیل کو لیکر مصر سے نکلے، فرعون کو خبر ہوئی تو ایک لشکرِ جرار لے کر تعاقب کیا تا اُس کے پنجۂ ظلم سے چھوٹنے نہ پائیں۔ بنی اسرائیل جب بحرِ قلزم کے کنارے پہنچے تو سخت پریشان ہوئے، آگے سمندر اور پیچھے فرعون کا لشکر دباتا چلا آرہا تھا۔ موسیٰ علیہ السلام نے تسلی دی اور حق تعالیٰ کے حکم سے لاٹھی دریا پر ماری، سمندر کا پانی اِدھر اُدھر کھڑا ہو گیا اور درمیان میں خدا نے بارہ راستے خشک بنادیے، یہ پار ہوئے۔ اُدھر فرعون لشکر سمیت سمندر کے کنارے پہنچ گیا، خشک راستے دیکھ کر سب نے اُسی میں گھوڑے ڈال دیے۔ جب ایک ایک کر کے تمام فوج دریا کے وسط میں پہنچی، پانی کو حکم ہوا کہ مل جائے فوراً پانی کے طبقات مل گئے، سب لشکر اور سامان موجوں کی نذر ہو گیا۔ فرعون نے دیکھا کہ اب ڈوبتا ہوں اُس وقت گھبرا کر ایمان و اسلام کا لفظ زبان پر لایا کہ شاید بنی اسرائیل کا خدا ''ایمان'' کا لفظ سن کر دریا کی موجوں سے باہر نکال دے۔ اُس پر خدا کی طرف سے اشارہ ہوا ﴿آٰلْـٰٔنَ وَقَدْ عَصَيْتَ قَبْلُ﴾ الْاٰيَة'' یعنی ساری عمر مخالف ہو کر گمراہی پھیلاتا اور شرارتیں کرتا رہا۔ اب عذاب دیکھ کر یقین لایا اس وقت کا یقین کیا معتبر ہے ﴿فَلَمْ يَكُ يَنْفَعُهُمْ اِيْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ۭ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِيْ قَدْ خَلَتْ فِيْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ﴾ [مومن:٨٥]

تنبیہ:......قبضِ روح اور معاینۂ عذاب کے وقت ایمان لانا ''ایمانِ غرغرہ'' یا ''ایمانِ باس'' یا ''ایمانِ یاس'' کہلاتا ہے جو ''اہلِ السنت والجماعت'' کے نزدیک نافع نہیں۔ شیخ عبدالوہاب شعرانی رحمۃ اللہ علیہ نے ''کتاب الیواقیت والجواہر'' میں ''فتوحاتِ مکیہ'' سے عبارت نقل کی ہے جس میں ایمانِ فرعون کی بابت یہ ہی تصریح ہے، اور دیباچہ میں لکھا ہے کہ ''فتوحات'' کے نسخوں میں ملحدین و زنادقہ نے بہت سی عبارتیں مدسوس کر دی ہیں [چھپادی ہیں]۔ میرے پاس جو نہایت مستند و معتبر نسخہ ''فتوحات'' کا ہے اُس میں اِن عبارتوں کا پتہ نہیں۔ واللہ اعلم!

فَائِدَہ:......اخیر وقت میں فرعون سے لفظ اٰمَنْتُ کہلا کر حضرت موسیٰ علیہ السلام کی دعا ﴿فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٨٨﴾﴾ کی مقبولیت کا خدا نے مشاہدہ کرادیا۔

فَائِدَہ:[١٢٩] فرعون کی لاش بطورِ عبرت:......''موضح القرآن'' میں ہے کہ ''جیسا بے وقت ایمان لایا، بے فائدہ، ویسا ہی اللہ نے مرے پیچھے اُس کا بدن دریا میں سے نکال کر ٹیلے پر ڈال دیا کہ ''بنی اسرائیل'' دیکھ کر شکر کریں اور پیچھے آنے والے اُس کے حال سے

عبرت پکڑیں، ورنہ اُس کو بدن کے بچنے سے کیا فائدہ؟ جیسا بے فائدہ ایمان تھا ویسی ہی بے فائدہ نجات مل گئی۔ جدید تحقیقات سے ثابت ہوا ہے کہ فرعون کی لاش آج تک محفوظ چلی آتی ہے لیکن الفاظ قرآنی کی صحت اس کے ثبوت پر موقوف نہیں (اتفاق) بنی اسرائیل کے نجات پانے اور فرعون کے غرق ہونے کا واقعہ "عاشوراء" کے دن ہوا۔ اور اتفاق سے آج بھی جب بندہ یہ سطریں لکھ رہا ہے یوم عاشوراء ۱۳۴۸ھ ہجری ہے۔ خدا ہم کو دنیا و آخرت میں اپنے عذاب سے محفوظ رکھے اور دشمنانِ دین کا بیڑہ غرق کرے۔ آمین!

فائدہ: [۱۳۰] **یہود و نصاریٰ کا عروج و زوال:**...... یعنی فرعونیوں کو ہلاک کر کے اوّل ملک مصر دیا، پھر کچھ عرصہ کے بعد عمالقہ کو نکال کر ملک شام دیا گیا۔ دونوں ملک سرسبز و شاداب ہیں جہاں ستھری اور لذیذ چیزوں کی افراط ہے۔ غرضیکہ بنی اسرائیل حلال و طیب نعمتوں سے مالا مال کر دیے گئے۔

فائدہ: [۱۳۱]...... یعنی مادّی انعام و اکرام کے ساتھ دینی و روحانی نعمت سے سرفراز فرمایا کہ تورات شریف کا علم دیا۔ جس میں دین کے اصول و فروع بیان ہوئے تھے اور اگلے پچھلوں کے متعلق خبریں تھیں، اُن واضح حقائق سے خبردار ہونے کے بعد لائق نہ تھا کہ ایسی صاف چیزوں میں اختلاف کر کے آپس میں پھوٹ ڈالیں اور فرقہ بندی کی نحوست میں گرفتار ہوں۔ مگر باوجود علم صحیح اور خبر صادق پہنچ جانے کے طرح طرح کے اختلافات پیدا کیے اور پھوٹ ڈال کر رہے۔ بعض احکام میں اپنے پیغمبر (موسیٰ علیہ السلام) سے بھی کٹ حجتی کی جیسا کہ ذبح بقر کے واقعہ میں گذرا۔ بعد میں آنے والے پیغمبروں خصوصاً خاتم النبیین ﷺ کی بعض نے تصدیق اور اکثروں نے تکذیب کی، حالانکہ ان کے متعلق بہت سی پیشین گوئیوں پر مطلع ہو چکے تھے بلکہ بعثتِ محمدی سے پہلے نبی آخر الزماں کی آمد کے منتظر تھے اور مشرکین سے کہتے تھے کہ ہم پیغمبر آخر الزماں کیساتھ ہو کر تمہاری خبر لیں گے۔ نہ صرف اسی مسئلہ میں اختلاف ہوا بلکہ خود اپنے مذہب میں تحریف کر کے اصول و فروع بدل ڈالے اور رفتہ رفتہ بیسیوں فرقے پیدا ہو گئے۔ مسیح علیہ السلام سے تین سو برس بعد قسطنطین اعظم جو ایک فلسفی مزاج بادشاہ تھا، ازراہِ نفاق دین نصرانیت میں داخل ہوا تو پادریوں نے اُس کی خاطر جدید قوانین وضع کیے اور نئی شریعت بنائی۔ اُس نے اُن کے لیے بڑے بڑے گرجا اور معابد و مشاہد تعمیر کرائے اور اس نئے دین مسیحی کی جو اصلی مسیحیت کو بگاڑ کر تیار کیا گیا تھا خوب اشاعت ہوئی۔ بجز چند تارک الدنیا راہبوں کے جو بستیوں سے الگ جنگلوں اور پہاڑوں میں جا رہے تھے۔ کوئی شخص اصلی دین مسیحی پر قائم نہ رہا تھا۔ صلیب کی پرستش، مشرق کی طرف نماز پڑھنا، کلیساؤں میں مسیح و مریم وغیرہ کی تصاویر پوجنا، خنزیر وغیرہ کو حلال کرنا اور اسی طرح کی تحریفات نے حقیقی مسیحیت کو بالکل مسخ کر ڈالا اور یہی مسخ شدہ مسیحیت ساری دنیا میں پھیل گئی۔ یہ زمانہ تھا جب ملک شام، بیت المقدس، جزیرہ اور بلاد روم پر "نصاریٰ" کا تسلط تھا، تا آنکہ فاروق اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہد میں صحابہ رضی اللہ عنہم نے ان ممالک کو نصاریٰ کے قبضہ سے نکالا۔ وللہ الحمد والمنة۔

فَإِنْ كُنْتَ فِي شَكٍّ مِّمَّآ أَنْزَلْنَآ إِلَيْكَ فَسْـَٔلِ الَّذِيْنَ يَقْرَءُوْنَ الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَقَدْ

سو اگر تو ہے شک میں اس چیز سے کہ اتاری ہم نے تیری طرف تو پوچھ ان سے جو پڑھتے ہیں کتاب تجھ سے پہلے بے شک آئی

جَآءَكَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُمْتَرِيْنَ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الَّذِيْنَ كَذَّبُوْا بِاٰيٰتِ

ہے تیرے پاس حق بات تیرے رب سے سو تو ہرگز مت ہو شک کرنے والا اور مت ہو ان میں جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی باتوں کو

اللّٰهِ فَتَكُوْنَ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ﴿٩٥﴾ إِنَّ الَّذِيْنَ حَقَّتْ عَلَيْهِمْ كَلِمَتُ رَبِّكَ لَا يُؤْمِنُوْنَ ﴿٩٦﴾ وَلَوْ

پھر تو بھی ہو جائے خرابی میں پڑنے والا جن پر ثابت ہو چکی بات تیرے رب کی وہ ایمان نہ لائیں گے، اگرچہ

جَآءَتْهُمْ كُلُّ اٰيَةٍ حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ﴿٩٧﴾ فَلَوْلَا كَانَتْ قَرْيَةٌ اٰمَنَتْ فَنَفَعَهَآ

پہنچیں ان کو ساری نشانیاں جب تک نہ دیکھ لیں عذاب دردناک ف ۱۳۲ سو کیوں نہ ہوئی کوئی بستی کہ ایمان لاتی پھر کام آتا ان کو

اِيْمَانُهَآ اِلَّا قَوْمَ يُوْنُسَ ؕ لَمَّآ اٰمَنُوْا كَشَفْنَا عَنْهُمْ عَذَابَ الْخِزْيِ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

ایمان لانا مگر یونس کی قوم، جب وہ ایمان لائی اٹھا لیا ہم نے ان پر سے ذلت کا عذاب دنیا کی زندگانی میں اور فائدہ پہنچایا

وَمَتَّعْنٰهُمْ اِلٰى حِيْنٍ ﴿٩٨﴾ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ

ہم نے ان کو ایک وقت تک ف ۱۳۳ اور اگر تیرا رب چاہتا بے شک ایمان لے آتے جتنے لوگ کہ زمین میں ہیں سارے تمام، اب کیا تو زبردستی

النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ﴿٩٩﴾

کرے گا لوگوں پر کہ ہو جائیں باایمان ف ۱۳۴

فائدہ: [۱۳۲] **صداقت وحقانیتِ قرآن:**...... بظاہر یہ خطاب پیغمبر علیہ السلام کو ہے، لیکن حقیقت میں آپ کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے جو ایک اُمی کی زبان سے ایسے عظیم الشان حقائق وواقعات سن کر حیرت زدہ رہ جاتے تھے اور جہل وتعصب کی وجہ سے اُن کی واقعیت میں شک وتردّد کا اظہار کرنے لگتے تھے، ورنہ ظاہر ہے کہ آپ خود اپنی لائی ہوئی چیزوں میں کیسے شک وشبہ کر سکتے تھے اور جس کی طرف تمام دنیا کو دعوت دیتے اور پہاڑ سے زیادہ مضبوط یقین سننے والوں کے قلوب میں پیدا کر دیتے تھے، اُس کو خود اپنی زبان سے کیسے جھٹلاتے۔ چند آیات کے بعد صاف فرما دیا ﴿قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ﴾ [آیت: ۱۰۴] یہ آیت صاف بتلا رہی ہے کہ شک کرنے والے دوسرے لوگ تھے، جن کے مقابلہ میں آپ اپنے غیر متزلزل اور اٹل عقیدہ کا اعلان کر رہے ہیں۔ بہر حال اِن آیات میں پیغمبر کی زبان سے قرآن کے ہر ایک مخاطب کو متنبہ کیا کہ کفر وتکذیب کی بیماری شک سے شروع ہوتی ہے۔ اگر تم کو قرآن کے بیان کردہ واقعات میں شک وشبہ پیدا ہو تو اس کا فوراً علاج کرو، یعنی جو لوگ کتبِ سابقہ کا علم رکھتے ہیں اُن سے تحقیق کر لو، آخر اُن میں کچھ آدمی سچے اور انصاف پسند بھی ہیں، وہ بتائیں گے کہ نبی اُمی نے جو کچھ بیان فرمایا کہاں تک درست ہے۔ بلاشبہ جو کچھ آپ لائے وہ سچ کے سوا کچھ نہیں، وہ پروردگار کا اُتارا ہوا ہے جس میں شک وتردّد کی قطعاً گنجائش نہیں۔ اگر بیہودہ شکوک کا علاج نہ کیا جائے تو چند روز میں شک ترقی کر کے امتراء (جدل) اور "امتراء" ترقی کر کے "تکذیب" کی حد تک جا پہنچے گا، جس کا نتیجہ خسران وخرابی کے سوا کچھ نہیں۔ تکذیب کے بعد ایک اور درجہ ہے جہاں پہنچ کر دل پر مہر لگ جاتی ہے تکذیب کرتے کرتے قبولِ حق کی استعداد بھی برباد ہو جاتی ہے۔ ایسا شخص اگر دنیا جہان کے سارے نشان دیکھ لے تب بھی ایمان نہ لائے، اُسے عذابِ الیم دیکھ کر ہی یقین آئے گا۔ جب کہ اُس یقین سے کچھ فائدہ نہیں پہنچ سکتا۔

فائدہ:...... ﴿كَلِمَتُ رَبِّكَ﴾ (رب کی بات) سے مراد غالباً وہ ہے جو دوسری جگہ فرمایا ﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○﴾ [ھود] یعنی دوزخ کو جن وانس سے بھروں گا۔ جن لوگوں پر بدبختی، سوءِ استعداد اور شامتِ اعمال سے یہ بات علمِ الٰہی میں ثابت ہو چکی یہاں اُن کا ذکر ہے۔

فائدہ: [۱۳۳] **قوم یونس علیہ السلام کی توبہ وقبولِ ایمان:**...... یعنی جتنی بستیاں تکذیب انبیاء اور شرارتوں کی وجہ سے مستوجب عذاب ٹھہریں، اُن میں سے کسی کو ایسی طرح ایمان لانے کی نوبت نہ آئی جو عذابِ الٰہی سے نجات دیتا۔ صرف یونس علیہ السلام کی قوم کی ایک مثال ہے جس نے ایمان لا کر اپنے کو آسمانی عذاب سے بال بال بچا لیا جو بالکل اُن کے سروں پر منڈلا رہا تھا خدا نے ایمان کی بدولت دنیوی زندگی

میں اُن پر سے آنے والی بلا ٹال دی اور جس وقت تک اُنہیں دنیا میں رہنا تھا یہاں کے فوائد و برکات سے متمتع کیا۔ مفسرین نے نقل کیا ہے کہ حضرت یونس علیہ السلام سرزمین ''موصل'' میں اہلِ نینوا کی طرف مبعوث ہوئے وہاں کے لوگ بت پرست تھے، یونس علیہ السلام لگا تار سات سال تک پند و نصیحت کرتے رہے، انہوں نے ایک نہ سنی یوماً فیوماً انکار و تکذیب بڑھتا رہا، آخر حضرت یونس نے تنگ آ کر اُن کو آگاہ کیا کہ (باز نہ آئے تو) تین دن کے اندر عذاب آنے والا ہے، جب تیسری شب آئی یونس علیہ السلام آدھی رات گذرنے پر بستی سے نکل کھڑے ہوئے صبح ہوتے ہی آثار عذاب کے نظر آنے لگے، آسمان پر نہایت ہولناک اور سیاہ بادل چھا گیا جس سے سخت دُھواں نکلتا تھا، وہ اُن کے مکانوں سے قریب ہوتا جاتا تھا حتیٰ کہ اُن کی چھتیں بالکل تاریک ہو گئیں۔ یہ آثار دیکھ کر جب انہیں ہلاکت کا یقین ہو گیا تو یونس علیہ السلام کی تلاش ہوئی وہ نہ ملے تو سب لوگ عورتوں بچوں سمیت بلکہ مواشی اور جانوروں کو بھی ساتھ لے کر جنگل میں نکل آئے اور سچے دل سے خدا کی طرف رجوع ہوئے، خوف سے چیخیں مارتے تھے اور بڑے اخلاص و تضرع سے خدا کو پکار رہے تھے چاروں طرف آہ و بکا کی آوازیں بلند ہو رہی تھیں اور کہتے جاتے تھے کہ ''اٰمَنَّا بِمَا جَاءَ بِہٖ یونس'' جو کچھ یونس علیہ السلام لائے ہم اُس پر ایمان لاتے ہیں، حق تعالیٰ نے اُن کے تضرع و بکا پر رحم فرمایا اور آثار عذاب جو ہویدا ہو چکے تھے اُٹھا لیے گئے۔ یہاں پہنچ کر علمائے سلف کے دو قول ہیں: (۱) اکثر علما کہتے ہیں کہ ابھی اصلی عذاب کا معائنہ اُن کو نہ ہوا تھا، صرف علامات و آثار نظر آئے تھے، ایسے وقت کا ایمان شرعاً معتبر اور نافع ہے۔ ''ایمان بأس'' جو معتبر و مقبول نہیں اُس سے مراد یہ ہے کہ عین عذاب کو دیکھ کر اور اُس میں پھنس کر ایمان لائے جیسے فرعون نے سمندر کی موجوں میں پھنس کر اقرار کیا تھا۔ (۲) بعض علما کے نزدیک قوم یونس کا ایمان بھی فرعون کی طرح ''ایمان بأس'' تھا جو عام ضابطہ کے موافق نافع نہ ہونا چاہیے تھا، لیکن حق تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے خلافِ قاعدہ بطور استثنا اُس قوم کا یہ ایمان معتبر رکھا، فرعون کے ایمان کی طرح رد نہیں فرمایا۔ پھر اختلاف ہوا ہے کہ آیا اُن کے ایمان کا معتبر ہونا صرف دنیوی زندگی تک محدود تھا کہ دنیا میں آنے والا عذاب ٹل گیا یا آخرت میں بھی موجب نجات ہو گا؟ ''ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ'' نے دوسرے احتمال کو ترجیح دی ہے، یعنی دنیا و آخرت دونوں جگہ مفید و معتبر ہو گا۔ واللہ اعلم! حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے نہایت لطیف و دقیق طرز میں آیت کی تفسیر کی ہے: ''یعنی دنیا میں عذاب دیکھ کر یقین لانا کسی کو کام نہیں آیا مگر قوم یونس کو، اس واسطے کہ اُن پر حکم عذاب کا نہ پہنچا تھا، حضرت یونس علیہ السلام کی شتابی [عجلت] سے محض صورت عذاب کی نمودار ہوئی تھی (تا اُن کی نظر میں حضرت یونس علیہ السلام کی بات جھوٹی نہ ہو) وہ ایمان لائے پھر بچ گئے اور صورتِ عذاب ہٹا لی گئی۔ اسی طرح مشرکینِ مکہ کہ فتح مکہ میں فوج اسلام اُن پر پہنچی قتل و غارت کے لیے لیکن اُن کا ایمان قبول ہو گیا اور امان ملی۔'' حضرت یونس کے قصہ کا بقیہ سورۂ ''صافات'' (آیت: ۱۳۹ تا ۱۴۸) وغیرہ میں آئے گا۔

فائدۃ: [۱۳۴] ...... یعنی آپ کو یہ قدرت نہیں کہ زبردستی کسی کے دل میں ایمان اُتار دیں خدا چاہتا تو بیشک سب آدمیوں کے دلوں میں ایمان ڈال سکتا تھا، مگر جیسا کہ پہلے متعدد مواضع میں تقریر کی جا چکی ہے ایسا کرنا اُس کی تکوینی حکمت و مصلحت کے خلاف تھا اس لیے نہیں کیا۔

وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ۝۱۰۰ قُلِ

اور کسی سے نہیں ہو سکتا کہ ایمان لائے مگر اللہ کے حکم سے اور وہ ڈالتا ہے گندگی ان پر جو نہیں سوچتے ۱۳۵ تو کہہ

انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝۱۰۱

دیکھو تو کیا کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور کچھ کام نہیں آتی نشانیاں اور ڈرانے والے ان لوگوں کو جو نہیں مانتے ۱۳۶

فَهَلْ يَنْتَظِرُوْنَ اِلَّا مِثْلَ اَيَّامِ الَّذِيْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ قُلْ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ

سو اب کچھ نہیں جس کا انتظار کریں مگر انہی کے سے دن جو گزر چکے ہیں ان سے پہلے، تو کہہ اب راہ دیکھو میں بھی تمہارے ساتھ

ع ۱۱ ۱۵ الْمُنْتَظِرِيْنَ ﴿١٠٢﴾ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٣﴾

راہ دیکھتا ہوں ف ۱۳۷ پھر ہم بچا لیتے ہیں اپنے رسولوں کو اور ان کو جو ایمان لائے اسی طرح، ذمہ ہے ہمارا بچا لیں گے ایمان والوں کو ف ۱۳۸

قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَاۤ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ

کہہ دے اے لوگو اگر تم شک میں ہو میرے دین سے تو میں عبادت نہیں کرتا جن کی تم عبادت کرتے ہو اللہ کے سوا

وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۖۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ﴿١٠٤﴾ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ

اور لیکن میں عبادت کرتا ہوں اللہ کی جو کھینچ لیتا ہے تم کو اور مجھ کو حکم ہے کہ رہوں ایمان والوں میں اور یہ کہ سیدھا کر

لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٠٥﴾ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُكَ وَلَا

منہ اپنا دین پر حنیف ہو کر اور مت ہو شرک والوں میں اور مت پکار اللہ کے سوا ایسے کو کہ نہ بھلا کرے تیرا اور

يَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٠٦﴾

نہ برا، پھر اگر تو ایسا کرے تو تو بھی اس وقت ہو ظالموں میں ف ۱۳۹

فائدہ:[۱۳۵] توفیق الٰہی اور نشاناتِ قدرت میں غور و فکر کے بغیر ایمان نہیں ملتا:......خدا کی مشیت و توفیق اور حکم تکوینی کے بدون کوئی ایمان نہیں لا سکتا اور یہ حکم و توفیق اُن ہی کے حق میں ہوتی ہے جو خدا کے نشانات میں غور کریں اور عقل و فہم سے کام لیں، جو لوگ سوچنے سمجھنے کی تکلیف گوارا نہیں کرتے انہیں خدا تعالیٰ کفر و شرک کی گندگی میں پڑا رہنے دیتا ہے۔

فائدہ:[۱۳۶]......یعنی سوچنے اور غور کرنے والوں کے لیے آسمان و زمین میں خدا کی قدرت و حکمت اور توحید و تفرید کے کیا کچھ نشان موجود ہیں بلکہ ذرہ ذرہ اور پتا پتا اُس کی توحید پر دلالت کرتا ہے، لیکن جو کسی بات کو ماننا اور تسلیم کرنا نہیں چاہتے اُن کے لیے یہ سب نشانات و دلائل بیکار ہیں اور ڈرانے والے پیغمبروں کی تنبیہ و تخویف بھی غیر مؤثر ہے۔

فائدہ:[۱۳۷]......ایسی ضدی اور معاند قوم کے لیے جو کسی دلیل اور نشان کو نہ مانے، اور کچھ باقی نہیں بجز اس کے کہ گذشتہ مکذبین پر جو آفات و حوادث نازل ہوئے ہیں اُن کا یہ بھی انتظار کریں، سو بہتر ہے تم اور ہم دونوں مل کر اس وقت کا انتظار کرتے ہیں تا کہ صادق و کاذب کا آخری فیصلہ سامنے آ جائے۔

فائدہ:[۱۳۸] مومنین کے تحفظ کا وعدہ:......یعنی جیسے پہلی قوموں کے ساتھ ہماری عادت رہی ہے کہ مکذبین کو ہلاک کر کے پیغمبروں اور مومنین کو بچا لیا، اسی طرح موجودہ اور آئندہ مؤمنین کی نسبت ہمارا وعدہ ہے کہ اُن کو نجات دیں گے آخرت میں عذاب الیم سے اور دنیا میں کفار کے مظالم اور سختیوں سے۔ ہاں! شرط یہ ہے کہ مؤمنین مؤمنین ہوں، یعنی وہ صفات و خصائل رکھتے ہوں جو قرآن و حدیث میں مؤمنین کی بیان ہوئی ہیں۔

فائدہ:[۱۳۹] توحید خالص کی تعلیم و تلقین:......یعنی اگر میرا طریقہ اور مسلک دینی تمہاری سمجھ میں نہیں آیا اس لیے اُس کی نسبت شکوک و شبہات میں پھنسے ہوئے ہو، تو میں تمہیں اپنے دین کا اصل اصول (جو توحید خالص ہے) سمجھائے دیتا ہوں۔ خلاصہ یہ ہے کہ میں تمہارے ان فرضی معبودوں کی عبادت سے سخت نفور اور بیزار ہوں جس کے اختیار کرنے کا امکان بھی کبھی میری طرف سے دل میں نہ لانا میری عبادت خالص اُس خداوند قدوس کے لیے ہے جس کے قبضہ میں تمہاری سب کی جانیں ہیں، کہ جب تک چاہے اُنہیں جسموں میں چھوڑے

رکھے اور جب چاہے ایک دم میں کھینچ لے، گویا موت وحیات کا رشتہ جس کے ہاتھ میں ہے بندگی اُسی کی ہو سکتی ہے، نہ صرف یہ کہ جوارح سے اس کی بندگی کی جائے ضروری ہے کہ دل میں اُس کی توحید و تفرید پر پورا یقین و ایمان ہو اور ظاہر و باطن میں اسی دین حنیف پر جو ابراہیم خلیل اللہ کا دین ہے پوری ہمت اور توجہ سے مستقیم رہ کر شرک جلی و خفی کا تسمہ نہ لگا رہنے دیا جائے۔ جس طرح عبادت صرف اُسی کی کریں استعانت کے لیے بھی اُسی کو پکاریں، کیونکہ ہر قسم کا نفع نقصان اور بھلائی برائی تنہا اُسی کے قبضہ میں ہے، مشرکین کی طرح ایسی چیزوں کو مدد کے لیے پکارنا جو کسی نفع نقصان کے مالک نہ ہوں سخت بے موقع بات بلکہ ظلم عظیم (یعنی شرک) کا ایک شعبہ ہے، اگر بفرض محال نبی سے ایسی حرکت صادر ہو تو اُن کی عظیم الشان شخصیت کو لحاظ کرتے ہوئے ظلم اعظم ہوگا۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ

اور اگر پہنچا دیوے تجھ کو اللہ کچھ تکلیف تو کوئی نہیں اس کو ہٹانے والا اس کے سوا اور اگر پہنچانا چاہے تجھ کو کچھ بھلائی تو کوئی پھیرنے والا نہیں اس کے فضل کو،

بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ

پہنچائے اپنا فضل جس پر چاہے اپنے بندوں میں اور وہی ہے بخشنے والا مہربان ف ۱۴۰ کہہ دے اے لوگو پہنچ چکا حق تم کو تمہارے

رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَمَآ اَنَا

رب سے اب جو کوئی راہ پر آئے سو وہ راہ پاتا ہے اپنے بھلے کو اور جو کوئی بہکا پھرے سو بہکا پھرے گا اپنے برے کو اور میں

عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ﴿۱۰۸﴾ وَاتَّبِعْ مَا يُوْحٰۤى اِلَيْكَ وَاصْبِرْ حَتّٰى يَحْكُمَ اللّٰهُ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۱۰۹﴾ ع ۱۱ / ۱۶

تم پر نہیں ہوں مختار ف ۱۴۱ اور تو چل اُسی پر جو حکم پہنچے تیری طرف اور صبر کر جب تک فیصلہ کرے اللہ اور وہ ہے سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ف ۱۴۲

فائدہ: [۱۴۰] صرف اللہ کے قبضہ میں بھلائی اور تکلیف و راحت ہے:...... جب اُن چیزوں کے پکارنے سے منع کیا جن کے قبضہ میں تمہارا بھلا برا کچھ نہیں، تو مناسب ہوا کہ اس کے بالمقابل مالک علی الاطلاق کا ذکر کیا جائے جو تکلیف و راحت اور بھلائی برائی کے پورے سلسلہ پر کامل اختیار اور قبضہ رکھتا ہے جس کی بھیجی ہوئی تکلیف کو دنیا میں کوئی نہیں ہٹا سکتا، اور جس پر فضل و رحمت فرمانا چاہے کسی کی طاقت نہیں کہ اُسے محروم کر سکے۔

فائدہ: [۱۴۱]...... یعنی حق واضح طور پر دلائل و براہین کے ساتھ پہنچ چکا، جس کے قبول نہ کرنے کا کوئی معقول عذر کسی کے پاس نہیں خدا کی آخری حجت بندوں پر تمام ہوگئی، اب ہر ایک اپنا نفع نقصان سوچ لے، جو خدا کی بتلائی ہوئی راہ پر چلے گا دنیا و آخرت میں کامیاب ہوگا، جو اُسے چھوڑ کر اِدھر اُدھر بھٹکتا پھرے گا خود پریشان اور ذلیل و خوار رہے گا، اپنے بھلے برے کو خوب سمجھ کر ہر شخص اپنے مستقبل کا انتظام کر لے اور جو راستہ پسند ہو اختیار کرے، پیغمبر کوئی مختار بنا کر نہیں بھیجے گئے جو تمہارے افعال کے ذمہ دار اور جوابدہ ہوں، اُن کا کام صرف آگاہ کر دینے اور راستہ بتلا دینے کا ہے اُس پر چلنا چلنے والے کے اختیار میں ہے۔

فائدہ: [۱۴۲] تسلی رسول ﷺ:...... اس میں آنحضرت ﷺ کو تسلی دی گئی ہے کہ اگر یہ لوگ حق کو قبول نہ کریں تو اپنے کو ان کے غم میں نہ گھلائیں، آپ خدا تعالیٰ کے احکام کی پیروی کرتے رہیے اور تبلیغ وغیرہ کے کام میں لگے رہیے اور جو شدائد اس راستہ میں پہنچیں اُن پر صبر کیجیے، مخالفین کی ایذا رسانیوں کا تحمل کرتے رہنا چاہیے یہاں تک کہ خدا آپ کے اور اُن کے درمیان بہترین فیصلہ کر دے یعنی حسب وعدہ آپ کو منصور و غالب کرے یا جہاد کا حکم بھیج دے۔

تمّ سورة یونس علیہ السلام بمنه تعالیٰ وفضله۔ فلله الحمد علی ذٰلك۔

﴿ اٰیاتها ١٢٤ ﴾ ﴿ ١١ سُوْرَةُ هُوْدٍ مَّكِّيَّةٌ ٥٢ ﴾ ﴿ رکوعاتها ١٠ ﴾

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اُحْكِمَتْ اٰيٰتُهٗ ثُمَّ فُصِّلَتْ مِنْ لَّدُنْ حَكِيْمٍ خَبِيْرٍ ۙ﴿۱﴾ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ؕ

الرٰ یہ کتاب ہے کہ جانچ لیا ہے اس کی باتوں کو پھر کھولی گئی ہیں ایک حکمت والے خبردار کے پاس سے ف۱ کہ عبادت نہ کرو مگر اللہ کی ف۲ میں تم

اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ۙ﴿۲﴾ وَّاَنِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا

کو اسی کی طرف سے ڈر اور خوشخبری سناتا ہوں ف۳ اور یہ کہ گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع کرو اس کی طرف کہ فائدہ پہنچائے

حَسَنًا اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى وَّيُؤْتِ كُلَّ ذِيْ فَضْلٍ فَضْلَهٗ ؕ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنِّيْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ

تم کو اچھا فائدہ ایک وقت مقرر تک ف۴ اور دیوے ہر زیادتی والے کو زیادتی اپنی ف۵ اور اگر تم پھر جاؤ گے تو میں ڈرتا ہوں تم پر

عَذَابَ يَوْمٍ كَبِيْرٍ ﴿۳﴾ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۴﴾ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ

ایک بڑے دن کے عذاب سے ف۶ اللہ کی طرف ہے تم کو لوٹ کر جانا اور وہ ہر چیز پر قادر ہے سنتا ہے وہ دوہرے کرتے

صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ؕ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا

ہیں اپنے سینے تاکہ چھپائیں اس سے، سنتا ہے جس وقت اوڑھتے ہیں اپنے کپڑے، جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو

يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ﴿۵﴾

ظاہر کرتے ہیں، وہ تو جاننے والا ہے دلوں کی بات ف۷

فائدہ: [۱] عظیم الشان اور جلیل القدر کتاب: ...... یعنی یہ قرآنِ کریم وہ عظیم الشان اور جلیل القدر کتاب ہے جس کی آیتیں لفظی و معنوی ہر حیثیت سے نہایت جچی تلی باون تولہ پاؤ رتی ہیں، نہ اُن میں تناقض ہے، نہ کوئی مضمون حکمت یا واقع کے خلاف ہے، نہ باعتبار معجزانہ فصاحت و بلاغت کے ایک حرف پر نکتہ چینی ہو سکتی ہے، جس مضمون کو جس عبارت میں ادا کیا ہے محال ہے کہ اُس سے بہتر تعبیر ہو سکے، الفاظ کی قبا معانی کی قامت پر ذرا بھی نہ ڈھیلی ہے نہ تنگ۔ جن اصول و فروع، اخلاق و اعمال اور قیمتی پند و نصیحت پر یہ آیات مشتمل ہیں اور جو دلائل و براہین اثبات دعاوی کے لیے استعمال کی گئی ہیں، وہ سب علم و حکمت کے کانٹے میں تلی ہوئی ہیں، قرآنی حقائق و دلائل ایسی مضبوط و

محکم ہیں کہ زمانہ کتنی ہی پلٹیاں کھائے ان کے بدلنے یا غلط ہونے کا کوئی امکان نہیں۔ عالم کے مزاج کی پوری تشخیص کر کے اور قیامت تک پیش آنے والے تغیرات وحوادث کو من کل الوجوہ جانچ تول کر ایسی معتدل اور ابدی غذائے روح، مائدۂ قرآنی کے ذریعہ سے پیش کی گئی ہے جو تناول کرنے والوں کے لیے ہر وقت اور ہر حالت میں مناسب وملائم ہو۔ ان تمام حکیمانہ خوبیوں کے باوجود یہ نہیں کہ اجمال وابہام کی وجہ سے کتاب معمہ اور چیستان بن کر رہ جاتی بلکہ معاش ومعاد کی تمام مہمات کو خوب کھول کر سمجھایا ہے اور موقع بہ موقع دلائل توحید، احکام، مواعظ، قصص، ہر چیز بڑی خوبصورتی اور قرینہ سے الگ الگ رکھی ہے اور تمام ضروریات کا کافی تفصیل سے بیان ہوا ہے، نزولی حیثیت میں بھی یہ حکمت مرعی رہی ہے کہ پورا قرآن ایک دم نہیں اُتارا بلکہ وقتاً فوقتاً موقع ومصلحت کے لحاظ سے علیحدہ علیحدہ آیات کا نزول ہوتا رہا۔ قرآن میں ان تمام باریکیوں کو مجتمع دیکھ کر آدمی حیران ہو جاتا ہے، مگر حیرت کی کوئی وجہ نہیں اگر حکیم مطلق اور خبیر برحق کے کلام میں سب حکمتیں اور خوبیاں جمع نہ ہوں گی تو اور کس کلام میں توقع کی جا سکتی ہے۔

فائدہ: [۲] **مقصدِ قرآن:** ......یعنی اس محکم ومفصل کتاب کے نازل کرنے کا بڑا مقصد یہ ہے کہ دنیا کو صرف خدائے واحد کی عبادت کی طرف دعوت دی جائے اور اُس کے طریقے سکھائے جائیں۔ اسی عظیم جلیل مقصد کے لیے پہلے انبیاء تشریف لائے تھے ﴿وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ۝﴾ [انبیاء: ۲۵] ﴿وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ﴾ [نحل: ۳۶]

فائدہ: [۳] ......یعنی جو کتاب کو مانے اور شرک چھوڑ کر خدائے واحد کی عبادت کرے اُسے فلاحِ دارین کی خوشخبری سناتے ہیں، جو نہ مانے اور کفر وشرک اختیار کرے اس کو عذابِ الٰہی سے ڈراتے ہیں۔

فائدہ: [۴] **استغفار اور رجوع الی اللہ کی برکات:** ......جو پچھلی تقصیرات معاف کرائے اور آئندہ کے لیے خدا کی طرف دل سے رجوع ہو تو دنیا کی زندگی اچھی طرح گذرے، کیونکہ مؤمن قانت خواہ کسی حال میں ہو مگر خدا کے فضل وکرم کی بڑی بڑی اُمیدیں رکھتا ہے، وہ حق تعالیٰ کی رضا جوئی اور مستقبل کی عظیم الشان خوشحالی کے تصور میں اس قدر مگن رہتا ہے کہ یہاں کی بڑی بڑی سختیوں کو خاطر میں نہیں لاتا، وہ جب خیال کرتا ہے کہ میں اپنی زندگی کے فرائض صحیح طور پر انجام دے رہا ہوں جس کا صلہ مجھ کو ضرور ایک دن عرش والی سرکار سے ملنے والا ہے تو اپنی کامیابی اور حق تعالیٰ کے وعدوں پر اعتماد کر کے اس کا دل جوشِ مسرت سے اُچھلنے لگتا ہے، اُسے دنیا کی تھوڑی سی پونجی میں وہ سکونِ قلبی اور راحتِ باطنی نصیب ہوتی ہے جو بادشاہوں کو بے شمار سامانوں اور اموال وخزائن سے حاصل نہیں ہو سکتی، بلکہ بعض اوقات یہاں کی چند روزہ تکلیفوں اور سختیوں میں وہ لذت پاتے ہیں جو اغنیا وملوک اپنے عیش وتنعم میں محسوس نہیں کرتے۔ ایک محب وطن سیاسی قیدی کو اگر فرض کیجیے یقین ہو جائے کہ میری اسیری سے ملک اجنبیوں کی غلامی سے آزاد ہو جائے گا اور مجھے قید سے نکلتے ہی ملک کی جمہوریہ کا صدر بنا دیا جائے گا، تو کیا اسے جیل خانہ کی بند کوٹھری میں سرور واطمینان کی کیفیت اُس بادشاہ سے زیادہ حاصل نہ ہوگی، جس کے لیے ہر قسم کے سامان عیش وطرب فراہم ہیں مگر اندیشہ لگا ہوا ہے کہ وہ ایک ہفتہ کے اندر نہایت ذلت کے ساتھ تخت شاہی سے اُتارا جانے والا ہے؟ اسی پر دنیا کے جیل خانہ میں ایک مؤمن قانت کی زندگی کو قیاس کر لو۔

فائدہ: [۵] ......جو جس قدر زیادہ بڑھ کر عمل کرے گا اُسی قدر خدا کے فضل سے زیادہ حصہ پائے گا، آخرت میں اجر وثواب اور دنیا میں مزید طمانیت حاصل ہوگی۔

فائدہ: [۶] ......یعنی میری بات نہ مانو گے تو قیامت کا عذاب یقینی ہے، باقی یہ فرمانا کہ ''میں ڈرتا ہوں'' اس سے مقصود حضور ﷺ کی عام شفقت وہمدردی خلائق کا اظہار کرنا ہے۔

فائدہ: [۷] **خدا کھلی چھپی ہر چیز کو یکساں جانتا ہے:** ......سزا دینے کے لیے ضروری ہے کہ مجرم حاضر ہو، حاکم سزا دینے کی پوری قدرت

اور کامل اختیار رکھتا ہو، مجرمین کی کل کاروائیاں اُس کے علم میں ہوں، ﴿اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ﴾ میں بتلادیا کہ مجرم وغیر مجرم سب کو خدا کے یہاں حاضر ہونا ہے، ﴿وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ﴾ میں قدرت واختیار کا عموم بیان فرمایا اور ﴿اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ﴾ سے ﴿بِذَاتِ الصُّدُوْرِ﴾ تک اُس کے علم محیط کی وسعت کو ظاہر کیا کہ خدا ہر کھلی چھپی چیز کو یکساں جانتا ہے حتیٰ کہ دلوں کی تہہ میں جو خیالات، ارادے اور نیتیں پوشیدہ ہوتی ہیں اُن پر بھی مطلع ہے، پھر کوئی مجرم اپنے جرم کو کس طرح اس سے مخفی رکھ کر نجات پاسکتا ہے؟

تنبیہ:......شانِ نزول:...... اِن آیات کی شانِ نزول میں مفسرین کا اختلاف ہے۔ صحیح ترین روایت ابن عباس رضی اللہ عنہما کی بخاری میں ہے کہ بعض مسلمانوں پر حیا کا اس قدر حد سے زیادہ غلبہ ہوا کہ استنجا یا جماع وغیرہ ضروریاتِ بشری کے وقت کسی حصہ بدن کو برہنہ کرنے سے شرماتے تھے کہ آسمان والا ہم کو دیکھتا ہے، برہنہ ہونا پڑتا تو غلبۂ حیا سے جھکے جاتے اور شرم گاہ کو چھپانے کے لیے سینہ کو دُہرا کیے لیتے تھے۔ اس طرح کے آثار کبھی کبھی غایت تأدب مع اللہ اور غلبۂ حیاء سے ناشی ہوسکتے ہیں اور ایسے لوگ ''صوفیہ'' کی اصطلاح میں ''مغلوب الحال'' کہلاتے ہیں، چونکہ صحابہ رضی اللہ عنہم کا کسی مسئلہ میں ایسا غلو اور تعمق آئندہ اُمت کو ضیق میں مبتلا کرسکتا تھا اس لیے قرآن نے ﴿اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ﴾ الآیۃ سے اُن کی اصلاح فرمادی۔ یعنی اگر بہ وقت ضرورت بدن کھولنے میں خدا سے حیا آتی ہے اس لیے جھکے جاتے ہو تو غور کرو کہ کپڑے پہننے کی حالت میں تمہارا ظاہر و باطن کیا خدا کے سامنے نہیں ہے؟ جب انسان اُس سے کسی وقت نہیں چھپ سکتا پھر ضروریاتِ بشریہ کے متعلق اس قدر غلو سے کام لینا ٹھیک نہیں، واضح ہو کہ ربط آیات کے لیے اس بات کی ضرورت ہے کہ ایک آیت کا مضمون دوسری کے مضمون سے مناسبت رکھتا ہو، سببِ نزول سے مناسبت رکھنا ضروری نہیں۔

............☆☆☆......الحمد اللہ گیارواں ۱۱ پارہ ختم ہوا......☆☆☆............

پارہ نمبر:۱۲

الجزء ۱۲ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْأَرْضِ إِلَّا عَلَى اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۚ كُلٌّ فِي

اور کوئی نہیں چلنے والا زمین پر مگر اللہ پر ہے اس کی روزی ف۸ اور جانتا ہے جہاں وہ ٹھہرتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے ف۹ سب کچھ موجود

كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝٦ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضَ فِيْ سِتَّةِ أَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ

ہے کھلی کتاب میں ف۱۰ اور وہی ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین چھ دن میں ف۱۱ اور تھا اس کا تخت پانی پر ف۱۲

لِيَبْلُوَكُمْ أَيُّكُمْ أَحْسَنُ عَمَلًا ۗ وَلَئِنْ قُلْتَ إِنَّكُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ مِنْۢ بَعْدِ الْمَوْتِ لَيَقُوْلَنَّ

تاکہ آزمائے تم کو کہ کون تم میں اچھا کرتا ہے کام ف۱۳ اور اگر تو کہے کہ تم اٹھو گے مرنے کے بعد

الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا إِنْ هٰذَآ إِلَّا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۝٧ وَلَئِنْ أَخَّرْنَا عَنْهُمُ الْعَذَابَ إِلٰٓى أُمَّةٍ مَّعْدُوْدَةٍ

تو البتہ کافر کہنے لگیں یہ کچھ نہیں مگر جادو ہے کھلا ہوا ف۱۴ اور اگر ہم روکے رکھیں ان سے عذاب کو ایک مدت معلوم تک

لَّيَقُوْلُنَّ مَا يَحْبِسُهٗ ۗ أَلَا يَوْمَ يَأْتِيْهِمْ لَيْسَ مَصْرُوْفًا عَنْهُمْ وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ

تو کہنے لگیں کس چیز نے روک دیا عذاب کو، سنتا ہے جس دن آئے گا ان پر نہ پھیرا جائے گا ان سے اور گھیر لے گی ان کو وہ چیز جس پر ٹھٹھے

ع ۱ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝٨ وَلَئِنْ أَذَقْنَا الْإِنْسَانَ مِنَّا رَحْمَةً ثُمَّ نَزَعْنٰهَا مِنْهُ ۚ إِنَّهٗ لَيَئُوْسٌ كَفُوْرٌ ۝٩

کیا کرتے تھے ف۱۵ اور اگر ہم چکھا دیں آدمی کو اپنی طرف سے رحمت پھر وہ چھین لیں اس سے تو وہ ناامید ناشکر ہوتا ہے ف۱۶

وَلَئِنْ أَذَقْنٰهُ نَعْمَآءَ بَعْدَ ضَرَّآءَ مَسَّتْهُ لَيَقُوْلَنَّ ذَهَبَ السَّيِّاٰتُ عَنِّيْ ۗ إِنَّهٗ لَفَرِحٌ فَخُوْرٌ ۝١٠

اور اگر ہم چکھادیں اس کو آرام بعد تکلیف کے جو پہنچی تھی اس کو تو بول اٹھے دور ہوئیں برائیاں مجھ سے وہ تو اترانے والا شیخی خورا ہے ف۱۷

فائدہ:[۸] خدائی فضل اور روزی کی ذمہ داری:...... پہلے علم الٰہی کی وسعت بیان ہوئی تھی، یہ اُسی مضمون کا تکملہ ہے۔ یعنی زمین پر چلنے والا ہر جاندار جسے رزق کی احتیاج لاحق ہو، اُس کو روزی پہنچانا خدا نے محض اپنے فضل سے اپنے ذمہ لازم کرلیا ہے۔ جس قدر روزی جس کے لیے مقدر ہے یقینا پہنچ کر رہے گی۔ جو وسائل واسباب بندہ اختیار کرتا ہے، وہ روزی پہنچنے کے دروازے ہیں۔ اگر آدمی کی نظر اسباب و تدابیر اختیار کرتے وقت مسبب الاسباب پر ہو، تو یہ توکل کے منافی نہیں البتہ خدا کی قدرت کو ان اسباب عادیہ میں محصور ومقید نہ سمجھا جائے، وہ گاہ بگاہ سلسلۂ اسباب کو چھوڑ کر بھی روزی پہنچاتا یا اور کوئی کام کردیتا ہے۔ بہرحال جب تمام جانداروں کی حسب استعداد غذا اور معاش مہیا

کرنا حق تعالیٰ کا کام ہے تو ضروری ہے کہ اُس کا علم اُن سب پر محیط ہو، ورنہ اُن کی روزی کی خبر گیری کیسے کر سکے گا۔

فَائِدَۃ:[۹] ''مستقر'' اور ''مستودع'' اقوال وخلاصہ:...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں ''مُسْتَقَرّ'' (جہاں ٹھہرتا ہے) بہشت و دوزخ اور ''مُسْتَوْدَع'' (جہاں سونپا جاتا ہے) اُس کی قبر ہے۔ پہلے ﴿وَمَا مِن دَآبَّةٍ﴾ الآیۃ میں دنیوی زندگی کا بیان تھا، یہاں برزخ اور آخرت کا بیان ہوا۔ مطلب یہ ہوا کہ خدا ابتدا سے انتہا تک تمہاری ہستی کے تمام درجات کا علم رکھتا ہے۔ ''مُسْتَقَرّ'' و ''مُسْتَوْدَع'' کی تعیین میں مفسرین کے بہت اقوال ہیں۔ پہلے سورۂ ''انعام'' (آیت:۹۸) میں بھی ہم کچھ لکھ چکے ہیں۔ ابن کثیر نے کہا کہ زمین میں جہاں تک چلے پھرے اُس کے منتہائے سیر کو ''مُسْتَقَرّ'' اور پھر پھرا کر جس ٹھکانے پر آئے اُسے ''مُسْتَوْدَع'' کہتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کے نزدیک اس زندگی میں جہاں رہے وہ ''مُسْتَقَرّ'' اور موت کے بعد جہاں دفن کیا جائے وہ ''مُسْتَوْدَع'' ہے۔ مجاہد رحمۃ اللہ علیہ نے ''مُسْتَقَرّ'' سے رحم مادر اور ''مُسْتَوْدَع'' سے صلب پدر مراد لی ہے۔ عطاء رحمۃ اللہ علیہ نے اس کے عکس کا دعویٰ کیا۔ بعض متفلسفین کا خیال ہے کہ زمین میں حیوانات کا جو مسکن بالفعل ہے اُسے ''مُسْتَقَرّ'' اور وجود فعلی سے پہلے جن مواد ومقار میں رہ کر آئے اُنہیں ''مُسْتَوْدَع'' کہا گیا ہے۔ یعنی حق تعالیٰ اُن تمام مختلف مواد اور اطوار وادوار کا عالم ہے جن میں سے کوئی حیوان گذر کر اپنی موجودہ ہیئت کذائی تک پہنچا ہے۔ وہ ہی اپنے علم محیط سے ہر مرتبۂ وجود میں اُس کی استعداد کے مناسب وجود وکمالات وجود فائض کرتا ہے۔

فَائِدَۃ:[۱۰]...... یعنی ''لوح محفوظ'' میں جو صحیفۂ علم الٰہی ہے۔ پھر علم الٰہی میں ہر چیز کیسے موجود نہ ہوگی۔

فَائِدَۃ:[۱۱]...... یہ علم کے بعد قدرت کا بیان ہے۔ اس کی تفسیر سورۂ ''اعراف'' کے ساتویں رکوع (آیت:۵۴) میں گذر چکی۔

فَائِدَۃ:[۱۲] آسمان وزمین سے پہلے پانی کی تخلیق:...... یعنی آسمان وزمین کی پیدائش سے پہلے پانی مخلوق ہوا جو آئندہ اشیاء کا مادۂ حیات بننے والا تھا ﴿وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ﴾ [انبیاء:۳۰] اس وقت عرش خداوندی اُسی کے اُوپر تھا جیسے اب سماوات کے اُوپر ہے۔ گویا یہ ایک صورت تھی جو اس حقیقت کو ظاہر کر رہی تھی کہ کائنات کا مادہ اور ذریعۂ حیات بالکلیہ رب العرش کے تسلط وتصرف اور قیومیت مطلقہ کے ماتحت ہے۔ واللہ اعلم!

فَائِدَۃ:[۱۳] نظام عالم کی تخلیق وترتیب کا مقصد:...... یعنی اس سارے نظام کی تخلیق وترتیب سے مقصود تمہارا یہاں بسانا اور امتحان کرنا ہے کہ کہاں تک اس عجیب وغریب نظام اور سلسلۂ مصنوعات میں غور کر کے خالق ومالک کی صحیح معرفت حاصل کرتے اور مخلوقات ارضی و سماوی سے منتفع ہو کر محسن شناسی اور سپاس گذاری کا فطری فرض بجالاتے ہو، یہ مقام تمہاری سخت آزمائش کا ہے۔ مالک حقیقی دیکھتا ہے کہ تم میں سے کونسا غلام صدق واخلاص اور سلیقہ مندی سے اچھا کام کرتا اور فرائض بندگی انجام دیتا ہے۔

فَائِدَۃ:[۱۴] آزمائش کے بعد انعام وانتقام یقینی ہے:...... جب یہ دنیا امتحان وآزمائش کی جگہ ہے تو ضرور ہے کہ اس کے بعد مجازات (انعام وانتقام) کا سلسلہ ہو، تاکہ شاکرین وکافرین کو اپنے اپنے کیے کا پھل ملے، اسی لیے یہاں بعث بعد الموت کا ذکر کیا گیا۔ یعنی کفار مکہ کو یقین نہیں آتا کہ موت کے بعد دوبارہ اٹھائے جائیں گے اور اپنے جرائم کی سزا بھگتیں گے۔ جب وہ قرآن میں یا حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان سے بعث بعد الموت کا نہایت مؤثر بیان سنتے ہیں تو کہتے ہیں کہ آپ کا یہ بیان کھلا ہوا جادو ہے جس نے بہت سے لوگوں کو مرعوب و مسحور کر لیا۔ مگر یاد رکھیے! ہم پر یہ جادو چلنے والا نہیں۔ (ابن کثیر)

فَائِدَۃ:[۱۵] نزول عذاب کے بعد تو بربادی ہی بربادی ہوگی:...... یعنی جب اُن کی شرارتوں پر عذاب الٰہی سے ڈرایا جاتا ہے، مگر خدا کی حکمت ایک مدت معین تک عذاب کو روکے رکھتی ہے تو تکذیب واستہزاء کے طور پر کہتے ہیں کہ وہ عذاب کہاں ہے آخر آتا کیوں نہیں؟ کس چیز نے اُسے پکڑ رکھا ہے؟ فرماتے ہیں کیا مذاق کرتے ہو، وقت معین پر جب عذاب آئے گا کسی کے ٹالے نہ ٹلے گا، اور ہر طرف سے

گھیر کر تباہ و برباد کر کے چھوڑے گا۔

فائدۃ:[۱۶] انسانی کمزوری، ناشکری و مایوسی:......یعنی اب تو کہتے ہیں عذاب کہاں ہے؟ کیوں نہیں آتا؟ لیکن آدمی بودا اور تھڑ دلا [تنگ دل] اتنا ہے کہ اگر خدا چند روز اپنی مہربانی سے عیش و آرام میں رکھنے کے بعد تکلیف میں مبتلا کر دے تو پچھلی مہربانیاں بھی بھلا دیتا ہے اور نا امید ہو کر آئندہ کے لیے آس توڑ بیٹھتا ہے، گذشتہ پر ناشکری اور آئندہ سے مایوسی، یہ ہی اُس کی زندگی کا حاصل ہے۔

فائدۃ:[۱۷] غفلت اور شیخی......یعنی مصیبت کے بعد اگر خدا آرام و آسائش نصیب کرے تو سمجھتا ہے کہ گویا اب ہمیشہ کے لیے مصائب و تکالیف کا خاتمہ ہو چکا پچھلی کیفیت کبھی لوٹ کر آنے والی نہیں۔ اُس وقت غافل و مغرور ہو کر شیخیاں مارتا اور اتراتا پھرتا ہے حالانکہ چاہیے تھا کہ پچھلی حالت یاد کر کے خدا کا شکر ادا کرتا اور اُس کے احسان کے سامنے جھک جاتا۔

اِلَّا الَّذِيْنَ صَبَرُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّاَجْرٌ كَبِيْرٌ ⑪ فَلَعَلَّكَ تَارِكٌۢ

مگر جو لوگ صابر ہیں اور کرتے ہیں نیکیاں ان کے واسطے بخشش ہے اور ثواب بڑا ف۱۸ سو کہیں تو چھوڑ بیٹھے گا

بَعْضَ مَا يُوْحٰٓى اِلَيْكَ وَضَآئِقٌۢ بِهٖ صَدْرُكَ اَنْ يَّقُوْلُوْا لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ

کچھ چیز اس میں سے جو وحی آئی تیری طرف اور تنگ ہوگا اس سے تیرا جی اس بات پر کہ وہ کہتے ہیں کیوں نہ اترا اس پر خزانہ یا

مَلَكٌ ؕ اِنَّمَآ اَنْتَ نَذِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ⑫ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ فَاْتُوْا

کیوں نہ آیا اس کے ساتھ فرشتہ، تو تو ڈرانے والا ہے اور اللہ ہے ہر چیز کا ذمہ دار ف۱۹ کیا کہتے ہیں کہ بنا لایا ہے تو قرآن کو،

بِعَشْرِ سُوَرٍ مِّثْلِهٖ مُفْتَرَيٰتٍ وَّادْعُوْا مَنِ اسْتَطَعْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ⑬

کہہ دے تم بھی لے آؤ ایک دس سورتیں ایسی بنا کر اور بلا لو جس کو بلا سکو اللہ کے سوا اگر ہو تم سچے،

فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ

پھر اگر نہ پورا کریں تمہارا کہنا تو جان لو کہ قرآن تو اترا ہے اللہ کی وحی سے اور یہ کہ کوئی حاکم نہیں اس کے سوا پھر اب

مُّسْلِمُوْنَ ⑭ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَزِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ

تم حکم مانتے ہو ف۲۰ جو کوئی چاہے دنیا کی زندگانی اور اس کی زینت بھگتا دیں گے ہم ان کو ان کے عمل دنیا میں اور ان کو

فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ⑮

اس میں کچھ نقصان نہیں ف۲۰

فائدۃ:[۱۸] مستحق انعام اولو العزم وفاداری ہیں:......یعنی جو حال اُوپر عام انسانوں کا بیان ہوا، اس سے اللہ کے وہ بندے مستثنیٰ ہیں جو تکلیف و مصیبت کا مقابلہ صبر و استقامت سے کرتے اور امن و راحت کے وقت شکر گذاری کے ساتھ عمل صالح میں مستعدی دکھاتے ہیں۔ ایسے اولو العزم وفاداروں کی جماعت ہی عظیم الشان بخشش و انعام کی مستحق ہے۔

فائدہ: [۱۹] تسلّی رسول ﷺ:...... مشرکین مکہ شرک و بت پرستی کی تردید سے بہت غیظ کھاتے تھے، مشرکانہ خرافات پر جس قدر اُن کی تحمیق و تجہیل کی جاتی اُسی قدر اُن کے غصہ کی آگ بھڑکتی تھی، کبھی کوشش کرتے تھے کہ آپ کو اس معاملہ میں ذرا ڈھیلا کر دیں اور اس سب سے بڑے اور بنیادی مسئلہ کی تبلیغ میں نرمی اور تساہل برتنے پر آمادہ کریں، جب ادھر سے مایوس ہوتے تو محض دق کرنے کو عجیب بیہودہ فرمائشیں کرنے لگتے مثلاً یہ کہتے کہ آپ سچے ہیں اور منصب رسالت پر مامور ہو کر آئے ہیں تو آپ کے ساتھ خدا کے یہاں سے مال و دولت کا بڑا خزانہ آنا چاہیے تھا۔ یا آسمان سے ایک فرشتہ آتا جو آپ کے ہمراہ تصدیق کے لیے ہر طرف جایا کرتا ﴿لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ كَنْزٌ اَوْ جَآءَ مَعَهٗ مَلَكٌ﴾ [ہود:۱۲] گویا جب آپ کی بات منوانے کے لیے نہ مادی طاقت ساتھ ہے نہ روحانی، پھر ہم کس طرح تسلیم کر سکتے ہیں؟ آپ ان بیہودہ شبہات اور فرمائشوں سے سخت مغموم اور دلگیر ہوتے تھے۔ ممکن ہے کبھی ایسا خیال بھی دل میں گذرتا ہو کہ ان کے معبودوں کے معاملہ میں اگر خدا کی جانب سے اس قدر سختی اختیار کرنے کا حکم نہ رہے، تردید کی جائے مگر فی الحال قدرے نرمی اور رواداری کے ساتھ تو شاید زیادہ مؤثر اور مفید ہو، یا جو فرمائشیں یہ لوگ کرتے ہیں، اُن کی یہ ضد بھی کسی حد تک پوری کر دی جائے تو کیا عجب ہے مسلمان ہو جائیں۔ بہر حال وہ ایسا نازک اور پر خطر وقت تھا کہ تمام دنیا باطل پرستی کے شور سے گونج رہی تھی صرف ایک مقدس ہستی تھی جس کے حلقوم سے حق کی آواز نکل کر باطل کے قلعوں میں زلزلہ ڈالتی تھی۔ آپ چاروں طرف سے موذی دشمنوں کے نرغہ میں گھر رہے تھے۔ کوئی جھٹلاتا، کوئی طعن کرتا، کوئی مذاق اُڑاتا تھا۔ اُس ماحول کا تصور کرو اور اُس مبلغ اعظم کی قوتِ قلب اور ہمتِ مردانہ کا اندازہ لگاؤ، جس کا تمام تر اعتماد و اتکال ظاہری اسباب سے ہٹ کر خداوندِ قدوس کے وعدوں پر تھا۔ آپ جب محزون و دلگیر ہوتے تو صرف اپنے پروردگار کی آواز سے ہی تسلی پاتے اور دنیا کے مقابلہ میں تازہ دم ہو کر کھڑے ہو جاتے تھے۔ اسی سلسلہ میں یہ آیتیں نازل ہوئیں، جن کا حاصل یہ ہے کہ آپ اِن لوگوں کی بیہودہ خرافات اور فرمائشوں کی وجہ سے اس قدر فکر مند اور غمگین نہ ہوں، نہ اپنے دل میں ان لوگوں کی مراعات کا خیال لائیں۔ کہیں ایسا ہو سکتا ہے کہ وحیٔ الٰہی نے جو چیزیں آپ کو سکھلائی ہیں اور جس بے خوف و خطر تبلیغ کا حکم دیا ہے اُس کے بعض حصہ کو اُن لوگوں کی خرافات سے تنگ دل ہو کر چھوڑ بیٹھیں۔ جب یہ نہیں ہو سکتا، کیونکہ پیغمبرانہ عصمت اور اولوالعزمی مانع ہے تو تنگ دل ہونے سے کیا فائدہ؟ آپ کا کام صرف بھلے برے سے آگاہ کر دینا ہے اُن کی ہدایت کی ذمہ داری آپ پر نہیں۔ خدا تعالیٰ جس کے سپرد ہر چیز ہے، اُن کا معاملہ بھی اُسی کے سپرد کیجیے اور صبر و استقامت کے ساتھ فرائضِ تبلیغ کی انجام دہی میں ثابت قدم رہیے۔

فائدہ: [۲۰] قرآن کا کفار کو چیلنج:...... یعنی فرمائشی معجزے طلب کرتے ہیں، جن کا دیا جانا مصلحت نہیں۔ اور جو سب سے بڑا معجزہ (قرآن) اُن کے سامنے ہے، اُسے مانتے نہیں، کہتے ہیں یہ تو (معاذ اللہ) تمہاری بنائی ہوئی گھڑت ہے۔ اُس کا جواب دیا کہ تم بھی آخر عرب ہو، فصاحت و بلاغت کا دعویٰ رکھتے ہو، سب مل کر ایسی ہی دس سورتیں گھڑ کر پیش کر دو اور اس کام میں مدد دینے کے لیے تمام مخلوق کو بلکہ اپنے اُن معبودوں کو بھی بلا لاؤ جنہیں خدائی کا شریک سمجھتے ہو، اگر نہ کر سکو اور کبھی نہ کر سکو گے تو سمجھ لو کہ ایسا کلام خالق ہی کا ہو سکتا ہے، جس کا مثل لانے سے تمام مخلوق عاجز رہ جائے، تو یقیناً یہ وہ کلام ہے جو خدا نے اپنے علمِ کامل سے پیغمبر پر اُتارا ہے۔ بیشک جس کے کلام کا مثل نہیں ہو سکتا اُس کی ذات و صفات میں کون شریک ہو سکتا ہے، ایسا بے مثال کلام اُسی بے مثال خدا کا ہے جس کا کوئی شریک نہیں۔ کیا ایسے واضح دلائل کے بعد بھی مسلمان ہونے اور خدا کا حکم بردار بننے میں کسی چیز کا انتظار ہے؟

تنبیہ:...... اعجازِ قرآن کی کچھ تفصیل سورۂ ''یونس'' [آیت:۳۸] میں گذر چکی۔ ابتداء میں پورے قرآن سے تحدی کی گئی تھی، پھر دس سورتوں سے ہوئی، پھر ایک سورت سے جیسا کہ ''بقرہ'' [آیت:۲۳] اور ''یونس'' [آیت:۳۸] میں گذرا۔ گویا اُن کا عجز بتدریج نمایاں کیا گیا۔

فائدہ: [۲۱] کافروں کی خیرات وغیرہ کا بدلہ دنیا میں ہی دے دیا جاتا ہے:...... یعنی ایسے واضح ثبوت کے بعد جو شخص قرآن پر

ایمان نہیں لاتا، یا اُس کے بتلائے ہوئے راستہ پر نہیں چلتا بلکہ دنیا کی چندروزہ زندگی اور فانی ٹیپ ٹاپ ہی کو قبلۂ مقصود ٹھہرا کر عملی جدوجہد کرتا ہے۔ اگر بظاہر کوئی نیک کام مثلاً خیرات وغیرہ کرتا ہے، تو اُس سے بھی آخرت کی بہتری اور خدا کی خوشنودی مقصود نہیں ہوتی محض دنیوی فوائد کا حاصل کر لینا پیش نظر ہوتا ہے۔ ایسے لوگوں کی بابت خواہ وہ یہود ونصاریٰ ہوں یا مشرکین یا منافقین یا دنیا پرست ریاکار مسلمان، بتلا دیا کہ دنیا ہی میں اُن کا بھگتان کر دیا جائے گا۔ جو اعمال اور کوششیں وہ حصولِ دنیا کے لیے کریں گے اُن کے کم وکیف کو ملحوظ رکھتے ہوئے خدا تعالیٰ اپنے علم وحکمت سے جس قدر مناسب جانے گا اور دینا چاہے گا یہیں عطا فرما دے گا۔ احادیث سے معلوم ہوتا ہے کہ کافر جو خیرات وغیرہ کے کام کرے اُس کی یہ فانی اور صوری حسنات جو روحِ ایمان سے یکسر خالی ہیں، دنیا میں رائیگاں نہیں جاتیں، اُن کے بدلہ میں خدا تعالیٰ تندرستی، مال، اولاد، عزت وحکومت وغیرہ دے کر سب کھاتہ بے باق کر دیتا ہے، مرنے کے بعد دوسری زندگی میں کوئی چیز اُس کے کام آنے والی نہیں، جس کافر کے لیے جس درجہ کی سزا تجویز ہو چکی ہے وہ کبھی اُس سے ٹلنے یا کم ہونے والی نہیں ﴿مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا۝﴾ [بنی اسرائیل: ۱۸] ریاکار اور دنیا پرست عالم، مصدق اور مجاہد کے حق میں جو وعید آئی ہے، اُس کا حاصل بھی یہی ہے کہ اُن سے محشر میں کہا جائے گا کہ جس غرض کے لیے تو نے علم سکھلایا، یا صدقہ وجہاد کیا وہ دنیا میں حاصل ہو چکی، اب ہمارے پاس تیرے لیے کچھ نہیں۔ فرشتوں کو حکم ہوگا کہ اِسے جہنم میں لے جاؤ۔ (أعاذنا اللّٰہ منھا)

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا

یہی ہیں جن کے واسطے کچھ نہیں آخرت میں آگ کے سوا ف۲۲ اور برباد ہوا جو کچھ کیا تھا یہاں اور خراب گیا

يَعْمَلُوْنَ ۝١٦ اَفَمَنْ كَانَ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّهٖ وَيَتْلُوْهُ شَاهِدٌ مِّنْهُ وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰٓى

جو کمایا تھا ف۲۳ بھلا ایک شخص جو ہے صاف راستہ پر اپنے رب کے اور اس کے ساتھ ساتھ ہے ایک گواہ اللہ کی طرف سے اور اس سے پہلے گواہ تھی موسیٰ

اِمَامًا وَّرَحْمَةً ۭ اُولٰٓئِكَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ ۭ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِهٖ مِنَ الْاَحْزَابِ فَالنَّارُ مَوْعِدُهٗ ۚ فَلَا

کی کتاب راستہ بتلاتی اور بخشواتی (اوروں کی برابر ہے) ف۲۴ یہی لوگ مانتے ہیں قرآن کو اور جو کوئی منکر ہو اس سے سب فرقوں میں سے سو دوزخ

تَكُ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْهُ ۤ اِنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يُؤْمِنُوْنَ ۝١٧ وَمَنْ اَظْلَمُ

ہے ٹھکانا اسکا ف۲۵ سو تو مت رہ شبہ میں اس سے، بے شک وہ حق ہے تیرے رب کی طرف سے اور پر بہت سے لوگ یقین نہیں کرتے ف۲۶ اور اس سے بڑھ

مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ۭ اُولٰٓئِكَ يُعْرَضُوْنَ عَلٰى رَبِّهِمْ وَيَقُوْلُ الْاَشْهَادُ هٰٓؤُلَاۗءِ الَّذِيْنَ

کر ظالم کون جو باندھے اللہ پر جھوٹ، وہ لوگ رو برو آئیں گے اپنے رب کے اور کہیں گے گواہی دینے والے یہی

كَذَبُوْا عَلٰى رَبِّهِمْ ۚ اَلَا لَعْنَةُ اللّٰهِ عَلَى الظّٰلِمِيْنَ ۝١٨ الَّذِيْنَ يَصُدُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ

ہیں جنہوں نے جھوٹ کہا تھا اپنے رب پر ف۲۸ سن لو پھٹکار ہے اللہ کی نا انصاف لوگوں پر جو کہ روکتے ہیں اللہ کی راہ سے

وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ۝١٩ اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِي الْاَرْضِ

اور ڈھونڈتے ہیں اس میں کجی اور وہی ہیں آخرت سے منکر ف۲۹ وہ لوگ نہیں تھکانے والے زمین میں بھاگ

وَمَا كَانَ لَهُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِيَآءَ ۘ يُضٰعَفُ لَهُمُ الْعَذَابُ ؕ مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ

کر اور نہیں ان کے واسطے اللہ کے سوا کوئی حمایتی ف ۲۰ دونا ہے ان کے لیے عذاب ف ۲۱ نہ طاقت رکھتے تھے

السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ۝

سننے کی اور نہ دیکھتے تھے ف ۲۲

فَائِدَة:[۲۲]......یعنی اِن اعمال پر دوزخ کے سوا اور کسی چیز کے مستحق نہیں۔ کفار ابدی طور پر اور ریا کار مسلمان محدود مدت کے لیے۔ ہاں! خدا تعالیٰ بعض مومنین کو محض اپنے فضل و کرم سے معاف فرمادے، وہ الگ بات ہے۔

فَائِدَة:[۲۳]......یعنی دنیا میں جو کام دنیوی اغراض کے لیے کیے تھے، آخرت میں پہنچ کر ظاہر ہوگا کہ وہ سب برباد ہوئے اور ریا کاری یا دنیا پرستی کے سلسلہ میں بظاہر جو نیکیاں کمائی تھیں، سب یونہی خراب گئیں، یہاں کوئی کام نہ آئی۔

فَائِدَة:[۲۴] ''شاھد'' کی تفسیر:......یعنی یہ شخص اور وہ ریا کار دنیا پرست جن کا ذکر پہلے ہوا، کیا برابر ہوسکتے ہیں؟ ہرگز نہیں۔ ﴿بَيِّنَةٍ﴾ (صاف رستہ) سے مراد وہ رستہ ہے جس پر انسان اپنی اصلی اور صحیح فطرت کے موافق چلنا چاہتا ہے۔ بشرطیکہ گردوپیش کے حالات و خیالات سے متاثر نہ ہو، اور وہ توحید، اسلام اور قرآن کا راستہ ہے: ﴿فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ﴾ [روم: ۳۰] وفی الحدیث: ''كُلُّ مَوْلُوْدٍ يُوْلَدُ عَلَى الْفِطْرَةِ فَاَبَوَاهُ يُهَوِّدَانِهٖ اَوْ يُنَصِّرَانِهٖ اَوْ يُمَجِّسَانِهٖ'' [صحیح البخاری: ۱۲۹۶] اور شَاهِدٌ مِّنْهُ (گواہ اللہ کی طرف سے) قرآن عظیم ہے جو گواہی دیتا ہے کہ ''دین فطرت'' (توحید و اسلام) پر چلنے والا بے شک ٹھیک راستہ پر چل رہا ہے۔ اور وہ قرآن اپنی حقانیت کا بھی خود گواہ ہے ؎

آفتاب آمد دلیل آفتاب

چونکہ قرآن کے لانے والے جبریل امین اور لینے والے محمد ﷺ ہیں اس اعتبار سے اُن کو بھی شاہد کہہ سکتے ہیں۔ بلکہ حضور ﷺ کی شان تو یہ ہے کہ آپ کے اخلاق و عادات، معجزات، زبانِ مبارک، چہرۂ نورانی، ہر چیز سے شہادت ملتی ہے کہ جس دین کے آپ حامل ہیں وہ بالکل سچا دین ہے۔ آگے ﴿وَمِنْ قَبْلِهٖ كِتٰبُ مُوْسٰۤى اِمَامًا وَّرَحْمَةً﴾ کا مطلب یہ ہے کہ قرآن سے پہلے جو وحی کسی نبی پر نازل کی گئی وہ بھی دینِ فطرت کی صداقت پر گواہ تھی۔ خصوصاً موسیٰ علیہ السلام پر جو عظیم الشان کتاب (تورات) اتاری گئی قرآن سے پیشتر اُسے ایک بڑا بھاری شاہد اُن لوگوں کی حقانیت کا کہنا چاہیے جو دین فطرت کے صاف راستہ پر چلتے ہیں۔

فَائِدَة:[۲۵] قرآن کو نہ ماننے والے کی نجات نہیں ہوسکتی:......یعنی یہود، نصاریٰ، بت پرست، مجوس، عرب، عجم، یورپ، ایشیا کسی فرقہ، جماعت اور ملک و ملت سے تعلق رکھتا ہو جب تک قرآن کو نہ مانے گا نجات نہیں ہوسکتی جیسا کہ صحیح مسلم وغیرہ کی بعض احادیث میں آپ نے بہت تصریح و تعمیم کے ساتھ بیان فرمایا ہے۔

فَائِدَة:[۲۶]......یہ خطاب ہر شخص کو ہے جو قرآن سنے یا حضور ﷺ کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے کہ قرآن کی صداقت اور ''مِنَ اللّٰه'' ہونے میں قطعاً شک و شبہ کی گنجائش نہیں۔ جو لوگ نہیں مانتے وہ احمق ہیں یا معاند۔

فَائِدَة:[۲۷] قرآن خدا کا سچا پیغام ہے:......یعنی قرآن جھوٹ اور افترا نہیں۔ خدا کا سچا پیغام ہے جس کو قبول کرنا ضروری ہے خوب سمجھ لو کہ اُس شخص سے زیادہ ظالم کوئی نہیں ہوسکتا جو خدا پر جھوٹ باندھے۔ مثلاً اُس کا کلام نہ ہو اور کہہ دے کہ اُس کا کلام ہے یا واقعی اُس کا

ہو اور خدا یا ربار فرمائے کہ میرا کلام ہے مگر باوجود روشن دلائل کے جھٹلاتا رہے اور کہتا رہے کہ اُس کا نہیں۔

فَائِدَۃ: [٢٨]...... یعنی محشر میں جب خدا کے سامنے علیٰ رُوس الاشہاد پیش ہوں گے اور ان کی شرارتوں کے دفتر کھولے جائیں گے اُس وقت گواہی دینے والے (ملائکہ، انبیاء، صالحین بلکہ خود اِن کے ہاتھ پاؤں) کہیں گے کہ یہ ہی وہ بدبخت ظالم ہیں جنہوں نے اپنے پروردگار کی نسبت جھوٹ بکا تھا۔

فَائِدَۃ: [٢٩] راہِ خدا سے روکنے والوں پر خصوصی لعنت:...... یہ حق تعالیٰ کا ارشاد ہے۔ یعنی جو لوگ ظلم اور ناانصافی سے خدا کے کلام کو جھوٹا بتلاتے ہیں اور سب سے بڑھ کر آخرت کے منکر ہیں۔ دوسروں کو خدا کی راہ پر چلنے سے روکتے اور اس تلاش میں رہتے ہیں کہ سیدھے راستہ کو ٹیڑھا ثابت کریں، ایسے ظالموں پر خدا کی خصوصی لعنت ہے۔

فَائِدَۃ: [٣٠]...... یعنی اتنی وسیع زمین میں نہ کہیں بھاگ کر خدا سے چھپ سکتے ہیں اور نہ کوئی مددگار اور حمایتی مل سکتا ہے جو خدا کے عذاب سے بچاوے۔

فَائِدَۃ: [٣١]...... کیونکہ خود گمراہ ہوئے اور دوسروں کو گمراہ کیا۔

فَائِدَۃ: [٣٢]...... یعنی دنیا میں ایسے اندھے بہرے بنے کہ نہ حق بات سننے کی تاب تھی، نہ خدا کے نشانوں کو دیکھتے تھے جنہیں دیکھ کر ممکن تھا راہِ ہدایت پالیتے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اس کا مطلب یہ لیا ہے کہ اللہ پر جھوٹ بولا، بے اصل اور غلط باتیں اُس کی طرف منسوب کیں، کہاں سے لائے؟ غیب سے سن نہ آتے تھے، غیب کو دیکھتے نہ تھے پھر اُن کا ماخذ کیا ہے؟

أُولَٰٓئِكَ الَّذِيْنَ خَسِرُوْٓا اَنْفُسَهُمْ وَضَلَّ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ﴿٢١﴾ لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي

وہی ہیں جو کھو بیٹھے اپنی جان اور گم ہو گیا ان سے جو جھوٹ باندھا تھا ٣٣ اس میں شک نہیں کہ یہ لوگ

الْاٰخِرَةِ هُمُ الْاَخْسَرُوْنَ ﴿٢٢﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَاَخْبَتُوْٓا اِلٰى رَبِّهِمْ ۙ

آخرت میں یہی ہیں سب سے زیادہ نقصان میں البتہ جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے نیک اور عاجزی کی اپنے رب کے سامنے

اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ﴿٢٣﴾ مَثَلُ الْفَرِيْقَيْنِ كَالْاَعْمٰى وَالْاَصَمِّ وَالْبَصِيْرِ

وہ ہیں جنت کے رہنے والے وہ اسی میں رہا کریں گے ٣٤ مثال ان دونوں فرقوں کی جیسے ایک تو اندھا اور

ع وَالسَّمِيْعِ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿٢٤﴾ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖٓ ۡ اِنِّىْ

بہرا اور دوسرا دیکھتا اور سنتا کیا برابر ہے دونوں کا حال پھر کیا تم غور نہیں کرتے ٣٥ اور ہم نے بھیجا نوح کو اس کی قوم کی طرف کہ میں تم کو ڈر

لَكُمْ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ﴿٢٥﴾ اَنْ لَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنِّىْٓ اَخَافُ عَلَيْكُمْ عَذَابَ يَوْمٍ اَلِيْمٍ ﴿٢٦﴾

کی بات سناتا ہوں کھول کر ٣٦ کہ نہ پرستش کرو اللہ کے سوا ٣٧ میں ڈرتا ہوں تم پر دردناک دن کے عذاب سے ٣٨

فَقَالَ الْمَلَاُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ مَا نَرٰىكَ اِلَّا بَشَرًا مِّثْلَنَا وَمَا نَرٰىكَ اتَّبَعَكَ اِلَّا

پھر بولے سردار جو کافر تھے اس کی قوم کے ہم کو تو تو نظر نہیں آتا مگر ایک آدمی ہم جیسا اور دیکھتے نہیں کوئی تابع ہوا ہو

الَّذِيْنَ هُمْ اَرَاذِلُنَا بَادِىَ الرَّاْىِ ۚ وَمَا نَرٰى لَكُمْ عَلَيْنَا مِنْ فَضْلٍۢ بَلْ نَظُنُّكُمْ

تیرا، مگر جو ہم میں نیچ قوم ہیں بلا تامل اور ہم نہیں دیکھتے تم کو اوپر اپنے کچھ بڑائی بلکہ ہم کو تو خیال ہے کہ تم سب

كٰذِبِيْنَ ﴿٢٧﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّىْ وَاٰتٰىنِىْ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِهٖ

جھوٹے ہو ۳۹ بولا اے قوم دیکھو تو اگر میں ہوں صاف راستہ پر اپنے رب کے اور اس نے بھیجی مجھ پر رحمت اپنے پاس سے،

فَعُمِّيَتْ عَلَيْكُمْ ؕ اَنُلْزِمُكُمُوْهَا وَاَنْتُمْ لَهَا كٰرِهُوْنَ ﴿٢٨﴾

پھر اس کو تمہاری آنکھ سے مخفی رکھا، تو کیا ہم تم کو مجبور کر سکتے ہیں اس پر اور تم اس سے بیزار ہو ۴۰

فَائِدَہ:[۳۳] ...... جان کا کھو بیٹھنا، یہی کہ ابدی عذاب میں گرفتار ہوئے اور سب جھوٹے دعوے وہاں پہنچ کر گم ہو گئے۔

فَائِدَہ:[۳۴] ...... منکرین کی بدانجامی کے بالمقابل مؤمنین کا انجام نیک بیان فرمایا۔ ان کی عاجزی خدا کو پسند آئی اس لیے اپنی دائمی خوشنودی کا مقام عطا فرمایا۔

فَائِدَہ:[۳۵] منکرین اور مومنین میں نمایاں فرق: ...... یعنی منکرین تو اندھے بہرے ہیں جیسا کہ دو تین آیت پہلے فرمایا تھا: ﴿مَا كَانُوْا يَسْتَطِيْعُوْنَ السَّمْعَ وَمَا كَانُوْا يُبْصِرُوْنَ ﴿٢٠﴾﴾ پھر جسے نہ خود نظر آئے نہ دوسرے کی سن سکے، اُس کا آغاز و انجام کیسے اُن روشن ضمیر ایمانداروں کے برابر ہو سکتا ہے جو بصیرت کی آنکھوں سے حق و باطل اور بھلے برے میں تمیز کرتے اور اپنے ہادیوں کی باتیں بگوشِ ہوش سنتے ہیں۔ غور کرو کہ دونوں کا انجام یکساں کس طرح ہو سکتا ہے؟ آگے حضرت نوح علیہ السلام کی قوم کا قصہ اسی مضمون کی تائید میں پیش کرتے ہیں۔

فَائِدَہ:[۳۶] ...... یعنی نہایت وضاحت کے ساتھ وہ چیزیں بتلاتا ہوں جن کے ارتکاب پر مہلک عذاب نازل ہونے کا اندیشہ ہے، یا جو اُس عذاب سے محفوظ رہنے کے ذرائع ہیں۔

فَائِدَہ:[۳۷] ...... یعنی وَدّ، سواع، یغوث، یعوق، نسر کی جن کا ذکر سورۂ نوح (آیت: ۲۳) میں آئے گا۔

فَائِدَہ:[۳۸] دردناک دن: ...... یعنی غیر اللہ کی پرستش سے باز نہ آنے کی صورت میں سخت عذاب آنے کا ڈر ہے۔ ''دردناک دن'' سے وہ دن مراد ہے جس میں المناک اور دردانگیز حوادث کا وقوع ہو مثلاً قیامت کا دن یا وہ دن جس میں قومِ نوح غرقاب کی گئی۔

فَائِدَہ:[۳۹] حضرت نوح علیہ السلام اور ان کی قوم کا مکالمہ: ...... یعنی رسول کو تمام قوم کے مقابلہ میں کوئی نمایاں امتیاز ہونا چاہیے لیکن ہم دیکھتے ہیں کہ تم ہماری طرح جنسِ بشر سے ہو، آسمان کے فرشتے نہیں جس کے سامنے خواہ مخواہ انسانوں کی گردنیں جھک جائیں۔ پھر بشر بھی ایسے نہیں جنہیں کوئی خاص تفوق اور بڑائی ہم پر حاصل ہوتی مثلاً بڑے دولت مند یا جاہ و حکومت کے مالک ہوتے، جو لوگ تمہارے پیرو ہوئے وہ بھی ماشاء اللہ سب کے سب مفلس، رذیل، پست اور ادنیٰ طبقہ کے لوگ ہیں جن کے ساتھ بیٹھنا بھی ہم جیسے شریفوں کے لیے ننگ و عار کا موجب ہے، تو کیا ساری خدائی میں سے تم ہی ملے تھے جنہیں خدا نے اپنے منصبِ سفارت پر مامور فرمایا، آخر ہم تم سے حسب نسب، مال و دولت، خلق و خلق کس بات میں کم تھے؟ جو ہمارا انتخاب اس عہدہ کے لیے نہ ہو گیا۔ کم از کم آپ کا اتباع کرنے والے ہی کوئی معزز اور بڑے آدمی ہوتے، بھلا ان موچیوں اور حجاموں کا تابع ہو جانا آپ کے لیے کیا موجب فضل و شرف ہو سکتا ہے؟ اور کس طرح صداقت کی دلیل بن سکتی ہے؟ ایسے سطحی لوگوں کا جن کی پستی اور رذالت بالکل عیاں ہے، بے سوچے سمجھے اور بدون غور و تامل کے ظاہری اور سرسری طور پر ایمان لے آنا آپ کا کونسا کمال ہے؟ بلکہ ہمارا خیال تو یہ ہے کہ تم اور تمہارے ساتھی سب جھوٹے ہو۔ تم نے ایک بات بنائی اور چند بے

وقوفوں نے ہاں میں ہاں ملادی، تاکہ اس طرح ایک نئی تحریک اٹھا کر کوئی امتیاز اور بزرگی حاصل کرلیں۔ یہ اُن ملعونوں کی تقریر کا ماحصل تھا۔ نوح علیہ السلام نے جو جواب دیا آگے آتا ہے۔

فائدہ: [۴۰] ...... یعنی یہ صحیح ہے کہ پیغمبر کو عام انسانوں سے بالکل ممتاز ہونا چاہیے لیکن وہ امتیاز مال و دولت ملک وحکومت اور دنیا کی ٹیپ ٹاپ میں نہیں، بلکہ اعلیٰ اخلاق، بہترین ملکات، تقویٰ، خدا ترسی، حق پرستی، دردمندی خلائق اور اُن صریح آیات ونشانات پیش کرنے سے اُن کو امتیاز حاصل ہوتا ہے جو حق تعالیٰ بطور اتمام حجت واکمال نعمت اُن کے اندر قائم کرتا یا اُن کے ذریعہ سے ظاہر فرماتا ہے وہ وحی الٰہی اور ربانی دلائل وبراہین کی روشنی میں صاف راستہ پر چلتے ہیں اور دن رات خدا کی خصوصی رحمتیں اُن پر بارش کی طرح برستی ہیں۔ نوح علیہ السلام نے فرمایا کہ اگر یہ سب چیزیں مجھ میں کھلے طور پر موجود ہوں اور یقیناً موجود ہیں، لیکن جس طرح اندھے کو سورج کی روشنی نظر نہیں آتی، تمہاری آنکھیں بھی اِس نورِ الٰہی کے دیکھنے سے قاصر رہیں، تو کیا ہم زبردستی مجبور کرکے تم سے اُس نور اور رحمت کا اقرار کرا سکتے ہیں جس سے تم اس قدر نفور وبیزار ہو کہ آنکھ کھول کر دیکھنا بھی گوارا نہیں کرتے؟ خلاصہ یہ ہوا کہ میری بزرگی وبرتری جو تم کو نظر نہیں آتی، یہ اس لیے ہے کہ تمہارے دل کی آنکھیں اندھی ہیں یا بند ہیں۔

وَيٰقَوۡمِ لَاۤ اَسۡـَٔـلُكُمۡ عَلَيۡهِ مَالًا ؕ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا بِطَارِدِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا ؕ

اور اے میری قوم نہیں مانگتا میں تم سے اس پر کچھ مال، میری مزدوری نہیں مگر اللہ پر اور میں نہیں ہانکنے والا ایمان والوں کو

اِنَّهُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّهِمۡ وَلٰـكِنِّىۡۤ اَرٰٮكُمۡ قَوۡمًا تَجۡهَلُوۡنَ ﴿۲۹﴾ وَيٰقَوۡمِ مَنۡ يَّنۡصُرُنِىۡ مِنَ اللّٰهِ اِنۡ

ان کو ملنا ہے اپنے رب سے ف۴۱ لیکن میں دیکھتا ہوں تم لوگ جاہل ہو ف۴۲ اور اے قوم کون چھڑائے مجھ کو اللہ سے اگر ان

طَرَدْتُّهُمۡ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوۡنَ ﴿۳۰﴾ وَلَاۤ اَقُوۡلُ لَـكُمۡ عِنۡدِىۡ خَزَآٮِٕنُ اللّٰهِ وَلَاۤ اَعۡلَمُ الۡغَيۡبَ وَلَاۤ

کو ہانک دوں، کیا تم دھیان نہیں کرتے ف۴۳ اور میں نہیں کہتا تم کو کہ میرے پاس ہیں خزانے اللہ کے اور نہ میں خبر رکھوں غیب کی اور نہ کہوں

اَقُوۡلُ اِنِّىۡ مَلَكٌ وَّلَاۤ اَقُوۡلُ لِلَّذِيۡنَ تَزۡدَرِىۡۤ اَعۡيُنُكُمۡ لَنۡ يُّؤۡتِيَهُمُ اللّٰهُ خَيۡرًا ؕ اَللّٰهُ اَعۡلَمُ بِمَا

کہ میں فرشتہ ہوں اور نہ کہوں گا کہ جو لوگ تمہاری آنکھ میں حقیر ہیں نہ دے گا ان کو اللہ بھلائی، اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ

فِىۡۤ اَنۡفُسِهِمۡ ۖۚ اِنِّىۡۤ اِذًا لَّمِنَ الظّٰلِمِيۡنَ ﴿۳۱﴾ قَالُوۡا يٰـنُوۡحُ قَدۡ جٰدَلۡتَنَا فَاَكۡثَرۡتَ جِدَالَـنَا فَاۡتِنَا

ان کے جی میں ہے، یہ کہوں تو میں بے انصاف ہوں ف۴۴ بولے اے نوح تو نے ہم سے جھگڑا کیا اور بہت جھگڑ چکا اب لے آ

بِمَا تَعِدُنَاۤ اِنۡ كُنۡتَ مِنَ الصّٰدِقِيۡنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ اِنَّمَا يَاۡتِيۡكُمۡ بِهِ اللّٰهُ اِنۡ شَآءَ وَمَاۤ اَنۡتُمۡ

جو تو وعدہ کرتا ہے ہم سے اگر تو سچا ہے ف۴۵ کہا کہ لائے گا تو اس کو اللہ ہی اگر چاہے گا اور تم نہ تھکا سکو گے

بِمُعۡجِزِيۡنَ ﴿۳۳﴾ وَلَا يَنۡفَعُكُمۡ نُصۡحِىۡۤ اِنۡ اَرَدْتُّ اَنۡ اَنۡصَحَ لَـكُمۡ اِنۡ كَانَ اللّٰهُ يُرِيۡدُ اَنۡ

بھاگ کر ف۴۶ اور نہ کارگر ہوگی تم کو میری نصیحت جو چاہوں کہ تم کو نصیحت کروں اگر اللہ چاہتا ہوگا کہ تم کو گمراہ کرے،

يُغْوِيَكُمْ ۭ هُوَ رَبُّكُمْ ۣ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝۳۴ۭ

وہی ہے رب تمہارا اور اسی کی طرف لوٹ جاؤ گے ۴۷

فائدہ: [۴۱] ......یعنی میں تبلیغ کے کام کی کوئی تنخواہ تم سے نہیں مانگتا، جو مالی خودغرضی کا شبہ ہو۔ میں اپنے پروردگار کا نوکر ہوں اُسی کے یہاں سے مزدوری ملے گی۔ بحمد اللہ نہ مجھے تمہارے مال کی طلب ہے نہ ضرورت، پھر غریبوں کو چھوڑ کر مالداروں کی طرف کیوں جھکوں؟ اگر تم میرے اتباع کو محض اُن کی افلاس یا پیشہ کی وجہ سے حقیر و ذلیل سمجھتے ہو تو خوب سمجھ لو کہ میں وہ نہیں جو دولتِ ایمان کے سرمایہ داروں کو ظاہری خستہ حالی کی بنا پر جانوروں کی طرح دھکے دے کر نکال دوں اُنہیں ایک روز اپنے پروردگار سے ملنا ہے، وہ میری شکایت اُس کے دربار میں کریں گے کہ آپ کے پیغمبر نے متکبر دنیاداروں کی خاطر ہم غریب وفاداروں کو نکال دیا تھا۔ میں ظاہر حال کے خلاف یہ کیونکر سمجھ لوں کہ اُن کا ایمان محض ظاہری اور سرسری ہے۔ دلوں کو چیر کر دیکھنا میرا کام نہیں یہ پروردگار کے یہاں پتہ چلے گا کہ اُن کے دلوں کی کیا حالت تھی۔

فائدہ: [۴۲] ......یعنی جہل و حماقت سے انجام پر نظر نہیں کرتے، صرف اُن کی ظاہری شکستگی دیکھ کر حقیر سمجھتے ہو۔ اور ایسی مہمل درخواست کرتے ہو کہ اِن کو ہٹا دیا جائے تو ہم تمہارے پاس آئیں۔ کیا غربت اور کسبِ حلال کوئی عیب ہے؟ یہ ہی چیز تو ہے جو حق کے قبول کرنے میں مزاحم نہیں ہوتی۔ عموماً دولت و جاہ کا نشہ انسان کو قبولِ حق سے محروم رکھتا ہے، اسی لیے ہرقل کی حدیث میں آیا کہ انبیاء علیہم السلام کے متبعین ضعفاء ہوتے ہیں۔ بہرحال تم نہیں جانتے کہ سب کو خدا کے پاس جمع ہونا ہے، وہاں پہنچ کر ظاہر ہوگا کہ اپنے کو اُن سے بہتر سمجھنا تمہارا جاہلانہ غرور تھا۔

فائدہ: [۴۳] ......یعنی میں تمہارے کبر و غرور اور جہالت سے متاثر ہو کر اپنا نقصان کیسے کروں؟ اگر تمہاری رعایت سے میں نے خدا کے مخلص بندوں کو دھکے دیدیے تو اُس کی سزا اور گرفت سے مجھ کو کون بچا سکے گا؟

فائدہ: [۴۴] ......کفار نے نوح علیہ السلام کو کہا تھا کہ تم ہمارے جیسے بشر ہو، جتھے اور دولت کے اعتبار سے بھی کچھ امتیاز نہیں رکھتے، اُس کا جواب نہایت متانت و انصاف کے ساتھ دیتے ہیں کہ بیشک جیسا امتیاز تم دیکھنا چاہتے ہو اُس کا ہم دعوٰی نہیں رکھتے، بلاشبہ میں ایک بشر ہوں، فرشتہ نہیں۔ نہ خدا نے اپنے سارے خزانے میرے تصرف و اختیار میں دیدیے ہیں، نہ تمام غیب کی باتوں پر مطلع کیا گیا ہوں، لیکن اِن تمام باتوں کے اعتراف کے ساتھ تمہاری طرح یہ کبھی نہ کہوں گا کہ جو لوگ تمہاری نگاہ میں معیوب و حقیر ہیں (یعنی میں اور میرے رفقاء) اُن کو خدا ہرگز کوئی خیر (بھلائی) نہیں دے سکتا۔ مثلاً اُن میں سے کسی کو نبوت و حکمت عطا فرمادے اور باقیوں کو ایمان و عرفان کی دولت سے بہرہ ور کرے۔ خوب سمجھ لو! حق تعالیٰ اُن کے دلوں کی استعدادات و کیفیات کو پوری طرح جانتا ہے، ہر ایک کی استعداد کے مناسب فیض پہنچاتا اور باطنی احوال و کیفیات کے موافق برتاؤ کرتا ہے۔ اُس نے جو خاص مہربانی مجھ پر یا میرے ساتھیوں پر کی ہے، وہ تمہاری آنکھ سے پوشیدہ ہے۔ اگر میں یہ کہنے لگوں کہ جو تمہیں بظاہر شکستہ حال اور حقیر دکھائی دیتے ہیں، خدا تعالیٰ نے بھی جو بواطن کا جاننے والا ہے اُنہیں کوئی عزت و شرف نہیں بخشا، تو نہایت بے اصول اور ناانصافی کی بات ہوگی۔

تنبیہ: ......اس آیت کے ابتدائی تین جملے سورۂ "انعام" (آیت: ۵۰) میں گذر چکے، وہاں کے فوائد دیکھ لیے جائیں۔

فائدہ: [۴۵] ......نوح علیہ السلام قبل از طوفان ساڑھے نو سو برس اُن میں رہے، شب و روز سراً و علانیتاً اُنہیں نصیحت کرتے، ہر شبہ کا جواب دیتے تبلیغ و تفہیم اور بحث و مناظرہ کا سلسلہ جاری رہتا، اسی جھگڑے میں صدیاں گذر گئیں۔ کفار نے اُن کی حقانی بحثوں اور شب و روز کی روک ٹوک سے عاجز ہو کر کہا کہ اب یہ سلسلہ بند کیجیے۔ بس! اگر آپ سچے ہیں تو جس عذاب کی دھمکیاں دیتے رہے ہو، وہ فوراً لے آؤ تا کہ یہ روز روز کا جھگڑا ختم ہو۔

فائدہ: [۴۶] ......یعنی یہ چیز میرے قبضہ میں نہیں، خدا جس وقت اپنی حکمت کے موافق چاہے گا عذاب نازل کردے گا، ہمارا افرض

صرف آگاہ کر دینا تھا۔ باقی عذاب تو ایسی ہولناک اور عظیم الشان چیز ہے، جس کا لے آنا اور دفع کر دینا دونوں پہلو قوائے بشریہ کے دائرہ سے خارج ہیں۔ جب مشیت الٰہی ہوگی تو کہیں بھاگ کر پناہ نہ لے سکو گے۔ ایسا کون ہے جو خدا کو (معاذ اللہ) تھکا کر عاجز کر سکے؟

فائدہ: [۴۷]...... یعنی کفر پر اس قدر اصرار وضد اور انتہائی شوخ چشمی سے نزول عذاب کی استدعا پتا دیتی ہے کہ خدا کا ارادہ یہی ہے کہ تم کو گمراہی میں پڑا رہنے دے اور آخر کار ہلاک کر دے۔ پس اگر تمہاری بدکرداری کے سبب سے خدا نے یہی چاہا تو میں کتنا ہی نصیحت وخیر خواہی کر کے تم کو نفع پہنچانا چاہوں، کچھ نافع اور مؤثر نہ ہوگا۔ تمہارا رب وہ ہی ہے جسکے ملک وتصرف میں ہر چیز ہے، جیسا جس کے ساتھ معاملہ کرے، کوئی روک نہیں سکتا، سب کو اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے وہ ہی سب کے اعمال کی جزا وسزا دینے والا ہے۔

ربط:...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''یہاں تک جتنے سوالات واعتراضات اُس قوم کے تھے، وہ ہی تھے حضرت کی قوم کے۔ گویا یہ سب جواب اُن کو ملے۔ ایک اُن کا نیا دعویٰ تھا، اُسے آگے قصہ کے درمیان میں بیان فرماتے ہیں۔

ع ۱۱

أَمْ يَقُولُونَ افْتَرَاهُ ۖ قُلْ إِنِ افْتَرَيْتُهُ فَعَلَيَّ إِجْرَامِي وَأَنَا بَرِيءٌ مِّمَّا تُجْرِمُونَ ﴿٣٥﴾ وَأُوحِيَ إِلَىٰ

کیا کہتے ہیں کہ بنالایا قرآن کو ف۴۸ کہہ دے اگر میں بنالایا ہوں تو مجھ پر ہے میرا گناہ اور میرا ذمہ نہیں جو تم گناہ کرتے ہو ف۴۹ اور حکم ہوا طرف

نُوحٍ أَنَّهُ لَن يُؤْمِنَ مِن قَوْمِكَ إِلَّا مَن قَدْ آمَنَ فَلَا تَبْتَئِسْ بِمَا كَانُوا يَفْعَلُونَ ﴿٣٦﴾ وَاصْنَعِ

نوح کی کہ اب ایمان نہ لائے گا تیری قوم میں مگر جو ایمان لا چکا سو غمگین نہ رہ ان کاموں پر جو کر رہے ہیں ف۵۰ اور بنا کشتی

الْفُلْكَ بِأَعْيُنِنَا وَوَحْيِنَا وَلَا تُخَاطِبْنِي فِي الَّذِينَ ظَلَمُوا ۚ إِنَّهُم مُّغْرَقُونَ ﴿٣٧﴾ وَيَصْنَعُ

روبرو ہمارے اور ہمارے حکم سے اور نہ بات کر مجھ سے ظالموں کے حق میں یہ بے شک غرق ہوں گے ف۵۱ اور وہ کشتی

الْفُلْكَ وَكُلَّمَا مَرَّ عَلَيْهِ مَلَأٌ مِّن قَوْمِهِ سَخِرُوا مِنْهُ ۚ قَالَ إِن تَسْخَرُوا مِنَّا فَإِنَّا نَسْخَرُ

بناتا تھا ف۵۲ اور جب گزرتے اس پر سردار اس کی قوم کے ہنسی کرتے ف۵۳ اس سے بولا اگر تم ہنستے ہو ہم سے تو ہم ہنستے ہیں

مِنكُمْ كَمَا تَسْخَرُونَ ﴿٣٨﴾ فَسَوْفَ تَعْلَمُونَ مَن يَأْتِيهِ عَذَابٌ يُخْزِيهِ وَيَحِلُّ عَلَيْهِ عَذَابٌ

تم سے جیسے تم ہنستے ہو ف۵۴ اب جلد جان لو گے کہ کس پر آتا ہے عذاب کہ رسوا کرے اس کو اور اترتا ہے اس پر عذاب

مُّقِيمٌ ﴿٣٩﴾ حَتَّىٰ إِذَا جَاءَ أَمْرُنَا وَفَارَ التَّنُّورُ قُلْنَا احْمِلْ فِيهَا مِن كُلٍّ زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ

دائمی ف۵۵ یہاں تک کہ جب پہنچا حکم ہمارا اور جوش مارا تنور نے ف۵۶ کہا ہم نے چڑھا لے کشتی میں ہر قسم سے جوڑا دو عدد ف۵۷

وَأَهْلَكَ إِلَّا مَن سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ وَمَنْ آمَنَ ۚ وَمَا آمَنَ مَعَهُ إِلَّا قَلِيلٌ ﴿٤٠﴾

اور اپنے گھر کے لوگ مگر جس پر پہلے ہو چکا ہے حکم ف۵۸ اور سب ایمان والوں کو اور ایمان نہ لائے تھے اس کے ساتھ مگر تھوڑے ف۵۹

فائدہ: [۴۸] کفار مکہ کا قصہ نوح علیہ السلام پر اعتراض:...... یہ گفتگو کفار مکہ کی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ تھی کہ قرآن آپ خود بنا لائے ہیں، خدا کا کلام نہیں ہے۔ حضرت نوح کتاب نہ لائے تھے جو اُن کی قوم یہ بات کہتی (کذا فی الموضح) لیکن بعض مفسرین نے اس آیت کو

بھی نوح علیہ السلام کے قصہ کا جز و بتلایا ہے۔ یعنی اُن کی قوم نے کہا کہ جن باتوں کو نوح خدا کی طرف منسوب کرتے ہیں وہ خود اِن کی گھڑنت ہیں۔ بعض نے کہا کہ گفتگو تو اہلِ مکہ کی حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے مگر اس کا تعلق خاص نوح کے قصہ سے تھا۔ گویا وہ کہتے تھے کہ یہ داستان آپ نے جھوٹ بنالی ہے، واقع میں ان قصوں کی کوئی اصل نہیں۔

فائدہ: [۴۹] رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جواب:...... قرآن کو ''مفتریٰ'' کہنے کا تحقیقی جواب اسی سورت میں ایک رکوع (آیت ۱۸ تا ۲۲) پہلے گذر چکا۔ یہاں آخری بات فرمائی یعنی قرآن کا کلام الٰہی ہونا نہایت واضح و محکم دلائل سے بار بار ثابت کیا جاچکا ہے۔ ایسی روشن چیز کی تکذیب کر کے جو گناہ تم سمیٹ رہے ہو اس کا وبال تم ہی پر پڑے گا۔ اُس کی فکر کرو، میں کافی تبلیغ کر کے بری الذمہ ہو چکا ہوں۔ اب جو غلطیاں تم کرو اُس کا میں ذمہ دار نہیں۔ ہاں! بفرض محال اگر میں نے افترا کیا ہوتو اُس کا گناہ مجھ پر پڑسکتا ہے، سو بحمد اللہ ایسا ہوا نہیں۔

فائدہ: [۵۰] تسلی نوح علیہ السلام:...... جب قوم کی ایذائیں حد سے گذر گئیں تو نوح علیہ السلام نے سیکڑوں برس ظالموں کی زہرہ گداز جفائیں [سخت تکلیف دہ زیادتیاں] جھیلنے کے بعد خدا کے آگے شکوہ کیا ﴿اَنِّیْ مَغْلُوْبٌ فَانْتَصِرْ﴾ [قمر:۱۰] کہ میں مغلوب وضعیف ہوں آپ ان سے بدلہ لیجیے۔ ارشاد ہوا کہ جن گنے چنے افراد کی قسمت میں ایمان لانا تھا، لاچکے۔ آئندہ اِن میں کوئی ایمان لانے والا نہیں ہے، لہٰذا اب آپ اِن کی عداوت وتکذیب اور ایذا رسانی سے زیادہ غمگین نہ رہیں۔ عنقریب خدا کی شمشیر انتقام بے نیام ہونے والی ہے جو سب شرارتوں اور شریروں کا خاتمہ کر ڈالے گی۔

فائدہ: [۵۱] نوح علیہ السلام کو کشتی تیار کرنے کا حکم:...... حق تعالیٰ نے نوح علیہ السلام سے فرمایا کہ ایک کشتی ہمارے رُوبرُو (یعنی ہماری حفاظت ونگرانی میں) ہمارے حکم اور تعلیم والہام کے موافق تیار کرو، کیونکہ عنقریب پانی کا سخت خوفناک طوفان آنے والا ہے جس میں یہ سب ظالمین ومکذبین یقیناً غرق کیے جائیں گے۔ اِن کے حق میں اب یہ فیصلہ نافذ ہو کر رہے گا، آپ کسی ظالم کی سفارش وغیرہ کے لیے ہم سے کوئی بات نہ کریں، آنے والا عذاب بالکل اٹل ہے۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جب قوم لوط کے حق میں جھگڑنا شروع کیا تھا اُن کو بھی اسی طرح کا ارشاد ہوا تھا ﴿یٰۤاِبْرٰهِیْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِیْهِمْ عَذَابٌ غَیْرُ مَرْدُوْدٍ﴾ [ہود:۷۶]

فائدہ: [۵۲] جہازی کشتی:...... کہتے ہیں کشتی سالہا سال میں تیار کی۔ کشتی کیا تھی بڑا جہاز تھا، جس میں الگ الگ درجے تھے۔ مفسرین نے اس کی تفاصیل میں بہت سی مبالغہ آمیز اور عجیب وغریب روایات بیان کی ہیں جن میں اکثر اسرائیلیات ہیں۔

فائدہ: [۵۳] قوم کا استہزاء:...... کہ دیکھو! پیغمبر سے بڑھئی بن گئے۔ کبھی ایک عجیب سی چیز دیکھ کر نوح علیہ السلام سے پوچھتے کہ یہ کیا بناتے ہو؟ آپ فرمادیتے کہ ایک گھر بناتا ہوں جو پانی پر چلے گا اور ڈوبنے سے بچائے گا۔ وہ سن کر ہنسی اُڑاتے کہ خشک زمین پر ڈوبنے کا بچاؤ کر رہے ہیں۔

فائدہ: [۵۴] استہزاء کا جواب:...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''وہ ہنستے تھے کہ خشک زمین پر غرق کا بچاؤ کرتا ہے۔ یہ ہنستے تھے اُس پر کہ موت سر پر کھڑی ہے اور یہ ہنستے ہیں۔'' اسی تفسیر کے موافق مترجم محقق رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿فَاِنَّا نَسْخَرُ مِنْكُمْ﴾ الآیۃ کا ترجمہ بصیغۂ حال کیا ہے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ ﴿نَسْخَرُ مِنْكُمْ﴾ میں استقبال کے معنی مراد لیتے ہیں یعنی آج تم ہمیں احمق بناتے اور ہنستے ہو، لیکن وہ زمانہ قریب ہے کہ اس کے جواب میں تمہاری حماقت وسفاہت پر ہم کو ہنسنے کا موقع ملے گا، جب تم اپنے جرائم کی پاداش میں سزایاب ہوگے۔

فائدہ: [۵۵]...... یعنی اب زیادہ تاخیر نہیں۔ جلد آشکارا ہوجائے گا کہ دنیا کا رسواکن اور آخرت کا دائمی عذاب کس پر نازل ہوتا ہے؟

فائدہ: [۵۶] طوفانی پانی کا نزول وظہور:...... یعنی نوح علیہ السلام کشتی تیار کرتے رہے یہاں تک کہ وعدہ کے موافق خدا کا حکم پہنچ گیا بادلوں کو کہ برس پڑیں، اور زمین کو کہ اُبل پڑے، اور فرشتوں کو کہ تعذیب وغیرہ کے متعلق اپنے فرائض منصبی کا سرانجام کریں۔ آخر اُوپر سے بارش آئی اور نیچے زمین کی سطح سے چشموں کی طرح جوش مار کر پانی اُبلنے لگا حتیٰ کہ روٹی پکانے کے تنوروں میں بھی جہاں آگ بھری ہوتی ہے پانی اُبل پڑا۔

تنبیہ:...... ''تنور'' کے معنی میں اختلاف ہے۔ بعض مطلق روٹی پکانے کا تنور مراد لیتے ہیں، بعض کہتے ہیں کہ ایک تنور حضرت حواء رضی اللہ عنہا سے منتقل ہوتے ہوتے حضرت نوح علیہ السلام کے پاس پہنچا تھا، وہ اُن کے گھر میں طوفان کا نشان ٹھہرایا گیا تھا کہ جب اُس سے پانی اُبلے کشتی میں سوار ہو جاؤ، بعض کے نزدیک تنور کوئی خاص چشمہ ''کوفہ'' یا ''جزیرہ'' میں تھا، بعض نے دعویٰ کیا ہے کہ ''تنور'' صبح کے اُجالے اور روشنی کو کہا ہے یعنی صبح کی روشنی خوب چمکنے لگے۔ ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ﴿فَارَ التَّنُّوْرُ﴾ ممکن ہے ''ظہورِ عذاب'' اور ''شدتِ ہول'' سے کنایہ ہو جیسے ''حمی الوطیس'' شدتِ حرب سے کنایہ ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما سے منقول ہے کہ ''تنور'' کے معنی وجہ ارض (سطح زمین) کے ہیں، ہم نے اُوپر جو تفسیر کی مقدم اسی معنی کو رکھا ہے، اشارہ بعض دوسرے معانی کی طرف بھی کر دیا۔ حافظ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ یہی تفسیر لکھنے کے بعد فرماتے ہیں: وھذا قول جمہور السلف وعلماء الخلف۔ واللہ اعلم!

فائدہ: [٥٧] ...... یعنی جن جانوروں کی ضرورت ہے اور نسل باقی رہنی مقدر ہے، اُن میں سے ایک ایک جوڑا (نر اور مادہ دونوں) لے کر کشتی پر سوار کر لو۔

فائدہ: [٥٨] ''یام'' اور ''واعلہ'': ...... یعنی مقدر ہو چکا ہے کہ وہ ظالموں کے زمرہ میں داخل ہونے کی وجہ سے غرق کیے جائیں گے۔ ﴿وَلَا تُخَاطِبْنِيْ فِي الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ۚ اِنَّهُمْ مُّغْرَقُوْنَ ۝﴾ اس سے مراد ہے نوح علیہ السلام کا بیٹا ''یام'' جس کا لقب کنعان تھا اور کنعان کی والدہ ''واعلہ'' گھر والوں میں سے یہ دونوں علیحدہ رہے اور غرق ہوئے۔

فائدہ: [٥٩] ...... یعنی اسی مرد یا کم وبیش۔

وَقَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝٤١ وَهِيَ تَجْرِيْ

اور بولا سوار ہو جاؤ اس میں اللہ کے نام سے ہے اس کا چلنا اور ٹھہرنا، تحقیق میرا رب ہے بخشنے والا مہربان ٦٠ اور وہ لیے جا رہی تھی

بِهِمْ فِيْ مَوْجٍ كَالْجِبَالِ ۣ وَنَادٰى نُوْحُ ۨ ابْنَهٗ وَكَانَ فِيْ مَعْزِلٍ يّٰبُنَيَّ ارْكَبْ مَّعَنَا وَلَا تَكُنْ

ان کو لہروں میں جیسے پہاڑ اور پکارا نوح نے اپنے بیٹے کو اور وہ ہو رہا تھا کنارے اے بیٹے سوار ہو جا ساتھ ہمارے اور مت رہ

مَّعَ الْكٰفِرِيْنَ ۝٤٢ قَالَ سَاٰوِيْٓ اِلٰى جَبَلٍ يَّعْصِمُنِيْ مِنَ الْمَآءِ ؕ قَالَ لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ

ساتھ کافروں کے ٦١ بولا جا لگوں گا کسی پہاڑ کو جو بچا لے گا مجھ کو پانی سے ٦٢ کہا کوئی بچانے والا نہیں آج اللہ کے حکم سے مگر جس پر وہی رحم

اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ ۚ وَحَالَ بَيْنَهُمَا الْمَوْجُ فَكَانَ مِنَ الْمُغْرَقِيْنَ ۝٤٣ وَقِيْلَ يٰٓاَرْضُ ابْلَعِيْ

کرے اور حائل ہو گئی دونوں میں موج پھر ہو گیا ڈوبنے والوں میں ٦٣ اور حکم آیا اے زمین نگل

مَآءَكِ وَيٰسَمَآءُ اَقْلِعِيْ وَغِيْضَ الْمَآءُ وَقُضِيَ الْاَمْرُ وَاسْتَوَتْ عَلَى الْجُوْدِيِّ وَقِيْلَ بُعْدًا

جا اپنا پانی اور اے آسمان تھم جا اور سکھا دیا گیا پانی اور ہو چکا کام اور کشتی ٹھہری جودی پہاڑ پر اور حکم ہوا

لِّلْقَوْمِ الظّٰلِمِيْنَ ۝٤٤ وَنَادٰى نُوْحٌ رَّبَّهٗ فَقَالَ رَبِّ اِنَّ ابْنِيْ مِنْ اَهْلِيْ وَاِنَّ وَعْدَكَ الْحَقُّ

کہ دور ہو قوم ظالم ٦٤ اور پکارا نوح نے اپنے رب کو کہا اے رب میرا بیٹا ہے میرے گھر والوں میں اور بے شک تیرا وعدہ سچا ہے

وَاَنْتَ اَحْكَمُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۴۵﴾

اور تو سب سے بڑا حاکم ہے

فَائِدَة:[۶۰] اہل ایمان کو کشتی میں سوار ہونے کا حکم اور دعا کا ثبوت:......نوح علیہ السلام نے اپنے ساتھیوں کو فرمایا کہ بنام خدا کشتی پر سوار ہو جاؤ، کچھ فکر مت کرو اس کا چلنا اور ٹھہرنا سب خدا کے اِذن وحکم اور اُس کے نام کی برکت سے ہے، غرقابی کا کوئی اندیشہ نہیں۔ میرا پروردگار مومنین کی کوتاہیوں کو معاف کرنے والا اور اُن پر بے حد مہربان ہے، وہ اپنے فضل سے ہم کو صحیح سلامت اُتارے گا۔ اس آیت سے نکلتا ہے کہ کشتی وغیرہ پر سوار ہوتے وقت ﴿بِسْمِ اللّٰهِ﴾ کہنا چاہیے۔

فَائِدَة:[۶۱] بیٹے سے مکالمہ و نصیحت:......یعنی کشتی پہاڑ جیسی موجوں کو چیرتی پھاڑتی بے خوف وخطر چلی جا رہی تھی۔ سوار ہونے کے بعد نوح علیہ السلام نے اپنے بیٹے "یام" (کنعان) کو جو اپنے باپ بھائی وغیرہ سارے کنبہ سے کنارے ہو کر کافروں کی صحبت میں تھا، آواز دی کہ ان بدبخت کافروں کی معیت چھوڑ کر ہمارے ساتھ سوار ہو جا! تا اِس مصیبت عظمیٰ سے نجات پا سکے۔

تنبیہ:......یا تو نوح علیہ السلام اُسے مومن خیال کرتے تھے، اِس لیے آواز دی، خواہ واقع میں مومن نہ ہو۔ یا کافر جانتے ہوں مگر یہ توقع ہوگی کہ اِن ہولناک نشانات کو دیکھ کر مسلمان ہو جائے گا۔ یا ﴿وَاَهْلَكَ﴾ کے عموم میں داخل سمجھ کر شفقت پدری کے جوش سے ایسا کیا ہو، اور ﴿اِلَّا مَنْ سَبَقَ عَلَيْهِ الْقَوْلُ﴾ کو مجمل ہونے کی وجہ سے اُس پر منطبق نہ سمجھتے ہوں۔ واللہ اعلم!

فَائِدَة:[۶۲] ......وہ اپنے جہل وغباوت سے ابھی یہ خیال کر رہا تھا کہ جس طرح معمولی سیلابوں میں بعض اوقات کسی بلندی پر چڑھ کر آدمی جان بچالیتا ہے، میں بھی کسی اُونچے پہاڑ پر چڑھ کر جان بچالوں گا۔

فَائِدَة:[۶۳] ......یعنی کس خبط میں پڑا ہے؟ یہ معمولی سیلاب نہیں، عذابِ الٰہی کا طوفان ہے۔ پہاڑ کی کیا حقیقت؟ کوئی چیز آج عذاب سے نہیں بچا سکتی۔ ہاں! خدا ہی کسی پر رحم کرے تو بچ سکتا ہے، مگر اس ہنگامۂ دار و گیر اور مقام انتقام میں کٹر مجرموں پر رحم کیسا؟ باپ بیٹے کی یہ گفتگو پوری نہ ہوئی تھی کہ پانی کی ایک موج نے درمیان میں حائل ہو کر ہمیشہ کے لیے دونوں کو جدا کر دیا۔

فَائِدَة:[۶۴] عظیم طوفان اور خاتمہ طوفان:......ایک مدت تک اس قدر پانی برسا گویا آسمان کے دہانے کھل گئے اور زمین کے پردے پھٹ پڑے۔ درخت اور پہاڑیاں تک پانی میں چھپ گئیں۔ اصحاب سفینہ کے سوا تمام لوگ جن کے حق میں نوح علیہ السلام نے دعا کی تھی ﴿رَّبِّ لَا تَذَرْ عَلَى الْاَرْضِ مِنَ الْكٰفِرِيْنَ دَيَّارًا ۝﴾ [نوح: ۲۶] غرق ہو گئے۔ اُس وقت خداوند قدوس نے زمین کو حکم دیا کہ اپنا پانی نگل جا! اور بادل کو فرمایا کہ تھم جا! پھر کیا مجال تھی کہ دونوں اُس کے امتثالِ حکم میں ایک لمحہ کی تاخیر کرتے۔ چنانچہ پانی خشک ہونا شروع ہو گیا، کشتی "جودی" پہاڑ پر جا لگی جو بعض کے نزدیک موصل میں تھا۔ اور جو کام خدا نے چاہا (یعنی مجرمین کو سزا دینا) وہ پورا ہو چکا، ظالموں کے حق میں کہہ دیا گیا کہ خدا کی رحمت سے دُور ہو کر ہمیشہ کے لیے مصیبت وہلاکت کے غار میں پڑے رہو۔

تنبیہ:......اس میں اختلاف ہے کہ "طوفانِ نوح" تمام دنیا میں آیا یا خاص ملکوں میں، اس کے فیصلہ کا یہاں موقع نہیں۔ مگر یاد رہے کہ "دائرۃ المعارف" میں بعض محققینِ یورپ کے ایسے اقوال و دلائل نقل کیے ہیں جو عمومِ طوفان کی تائید کرتے ہیں۔ جو لوگ عام طوفان کے قائل ہیں، اُن میں سے اکثر کے نزدیک موجودہ دنیا کے کل انسان نوح علیہ السلام کے تین بیٹوں "سام" "حام" "یافث" کی اولاد ہیں ﴿وَجَعَلْنَا ذُرِّيَّتَهٗ هُمُ الْبٰقِيْنَ ۝﴾ [صافات: ۷۷] طوفان سے جو بچے اور حیوانات ہلاک ہوئے، اُن کا اہلاک بطور تعذیب نہ تھا بلکہ جیسے خدا دوسرے اسباب طبیعیہ کے ذریعہ سے اُن پر موت وارد کرتا ہے اور وہ ظلم نہیں ہوتا، اسی طرح یہاں اُن کی موت اس ذریعہ سے واقع

ہوئی آخراب بھی جو سیلاب اور طوفان آتے ہیں اُن میں کتنے جانور اور بچے ہلاک ہو جاتے ہیں۔

قَالَ يٰنُوۡحُ اِنَّهٗ لَيۡسَ مِنۡ اَهۡلِكَ‌ۚ اِنَّهٗ عَمَلٌ غَيۡرُ صَالِحٍ فَلَا تَسۡـَٔلۡنِ مَا لَيۡسَ لَكَ بِهٖ

فرمایا اے نوح وہ نہیں تیرے گھر والوں میں، اس کے کام ہیں خراب، سو مت پوچھ مجھ سے جو تجھ کو معلوم

عِلۡمٌ‌ؕ اِنِّىۡۤ اَعِظُكَ اَنۡ تَكُوۡنَ مِنَ الۡجٰهِلِيۡنَ ۝٤٦ قَالَ رَبِّ اِنِّىۡۤ اَعُوۡذُ بِكَ اَنۡ اَسۡـَٔلَكَ مَا لَيۡسَ

نہیں، میں نصیحت کرتا ہوں تجھ کو کہ نہ ہو جائے تو جاہلوں میں ف٦٥ بولا اے رب میں پناہ لیتا ہوں تیری اس سے کہ پوچھوں تجھ سے جو معلوم نہ

لِىۡ بِهٖ عِلۡمٌ‌ؕ وَاِلَّا تَغۡفِرۡ لِىۡ وَتَرۡحَمۡنِىۡۤ اَكُنۡ مِّنَ الۡخٰسِرِيۡنَ ۝٤٧ قِيۡلَ يٰنُوۡحُ اهۡبِطۡ بِسَلٰمٍ مِّنَّا

ہو مجھ کو ف٦٦ اور اگر تو نہ بخشے مجھ کو اور رحم نہ کرے تو میں ہوں نقصان والوں میں ف٦٧ حکم ہوا اے نوح اتر سلامتی کے ساتھ ہماری طرف سے

وَبَرَكٰتٍ عَلَيۡكَ وَعَلٰٓى اُمَمٍ مِّمَّنۡ مَّعَكَ‌ؕ وَاُمَمٌ سَنُمَتِّعُهُمۡ ثُمَّ يَمَسُّهُمۡ مِّنَّا عَذَابٌ

اور برکتوں کے ساتھ تجھ پر اور ان فرقوں پر جو تیرے ساتھ ہیں اور دوسرے فرقے ہیں کہ فائدہ دیں گے ان کو پھر پہنچے گا ان کو ہماری طرف سے عذاب

اَلِيۡمٌ ۝٤٨ تِلۡكَ مِنۡ اَنۡۢبَآءِ الۡغَيۡبِ نُوۡحِيۡهَاۤ اِلَيۡكَ‌ۚ مَا كُنۡتَ تَعۡلَمُهَاۤ اَنۡتَ وَلَا قَوۡمُكَ مِنۡ

دردناک ف٦٨ یہ باتیں منجملہ غیب کی خبروں کے ہیں کہ ہم بھیجتے ہیں تیری طرف، نہ تجھ کو ان کی خبر تھی اور نہ تیری قوم

قَبۡلِ هٰذَا‌ ۛؕ فَاصۡبِرۡ‌ ۛؕ اِنَّ الۡعَاقِبَةَ لِلۡمُتَّقِيۡنَ ۝٤٩ وَاِلٰى عَادٍ اَخَاهُمۡ هُوۡدًا‌ ؕ قَالَ يٰقَوۡمِ

کو اس سے پہلے ف٦٩ سو تو صبر کر البتہ انجام بھلا ہے ڈرنے والوں کا ف٧٠ اور عاد کی طرف ہم نے بھیجا ان کے بھائی ہود کو بولا اے قوم بندگی

اعۡبُدُوا اللّٰهَ مَا لَـكُمۡ مِّنۡ اِلٰهٍ غَيۡرُهٗ‌ ؕ اِنۡ اَنۡتُمۡ اِلَّا مُفۡتَرُوۡنَ ۝٥٠ يٰقَوۡمِ لَاۤ اَسۡـَٔلُكُمۡ عَلَيۡهِ

کرو اللہ کی کوئی تمہارا حاکم نہیں سوائے اس کے تم سب جھوٹ کہتے ہو ف٧١ اے قوم میں تم سے نہیں مانگتا اس پر مزدوری

اَجۡرًا‌ ؕ اِنۡ اَجۡرِىَ اِلَّا عَلَى الَّذِىۡ فَطَرَنِىۡ‌ ؕ اَفَلَا تَعۡقِلُوۡنَ ۝٥١

میری مزدوری اسی پر ہے جس نے مجھ کو پیدا کیا ف٧٢ پھر کیا تم نہیں سمجھتے ف٧٣

فائدۃ: [٦٥] **دعاء نوح علیہ السلام اور بیٹے کی غرقابی:**...... نوح علیہ السلام نے یہ کس وقت عرض کیا، کنعان کے غرق ہونے سے پہلے یا غرق ہونے کے بعد، دونوں احتمال ہیں۔ نیز کنعان کو اُس کی منافقانہ اوضاع واطوار دیکھ کر غلط فہمی سے مومن سمجھ رہے تھے یا کافر سمجھتے ہوئے بارگاہِ رب العزت میں یہ گذارش کی۔ دونوں باتوں کا امکان ہے، اگر مومن سمجھ کر غرقابی سے پہلے عرض کیا تھا تو مقصود اپنی اضطرابی کیفیت کا اظہار اور خدا سے کہہ کر اُس کے بچاؤ کا انتظام کرنا تھا۔ اور اگر غرقابی کے بعد یہ گفتگو ہوئی تو محض معاملہ کی اصل حقیقت معلوم کرنے کی غرض سے اپنا خلجان یا اشکال پیش کیا۔ یعنی خداوندا! تو نے میرے گھر والوں کو بچانے کا وعدہ کیا تھا، اور کنعان مومن ہونے کی وجہ سے ﴿اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَيۡهِ الۡقَوۡلُ﴾ کے استثناء میں بظاہر داخل نہیں۔ پھر اُس کی غرقابی کا راز کیا ہے؟ بلاشبہ آپ کا وعدہ سچا ہے، کسی کو یہ خیال نہیں گذر سکتا کہ معاذ اللہ! وعدہ خلافی کی ہو۔ آپ احکم الحاکمین اور شہنشاہ مطلق ہیں سمجھ میں آئے یا نہ آئے، کسی کو حق نہیں کہ آپ کے فیصلہ کے سامنے دم

مار سکے، یا آپ کو وعدہ خلافی پر مجبور کر دے، نہ کسی کا یہ منصب ہے کہ آپ کے حکم ناطق کے متعلق کسی قسم کی نکتہ چینی کر سکے۔ فقط قلبی اطمینان کے لیے بطریق استعلام و استفسار اس واقعہ کا راز معلوم کرنا چاہتا ہوں۔ جواب ملا یہ اُن گھر والوں میں سے نہیں جن کے بچانے کا وعدہ تھا بلکہ ﴿اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَیۡہِ الۡقَوۡلُ﴾ میں شامل ہے۔ کیونکہ اُس کے عمل خراب ہیں، تم کو اُس کے کفر و شرک کی خبر نہیں۔ مقام تعجب ہے کہ پیغمبرانہ فراست کی روشنی میں صریح آثار کفر کے باوجود ایک کافر کا حال مشتبہ رہے۔ جس شخص کا واقعی حال تمہیں معلوم نہیں اُس کے بارہ میں ہم سے ایسی نامناسب رعایت یا اس طرح کی کیفیت مت طلب کرو۔ مقربین کو لائق نہیں کہ وہ بے سوچے سمجھے ادب ناشناس جاہلوں کی سی باتیں کرنے لگیں۔ آیت کی یہ تقریر اس صورت میں ہے کہ نوح علیہ السلام کنعان کو مومن سمجھتے ہوں اور اگر کافر سمجھتے تھے تو شاید اس درخواست یا سوال کا منشا یہ ہو کہ "انجاء" کے ذکر میں "اہل" کو چونکہ عام مومنین سے الگ کر کے بیان فرمایا تھا۔ اس سے نوح علیہ السلام نے یہ خیال کیا کہ میرے اہل کو اس دنیوی عذاب سے محفوظ رکھنے کے لیے ایمان شرط نہیں اور ﴿اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَیۡہِ الۡقَوۡلُ﴾ مجمل تھا، اس لیے اُس کے مصداق کی تعیین نہیں کر سکے۔ بناءً علیہ شفقت پدری کے جوش میں عرض کیا کہ الٰہ العالمین! میرا بیٹا یقیناً میرے اہل میں داخل ہے جس کے بچانے کا آپ وعدہ فرما چکے ہیں، پھر یہ کیوں غرق کیا جا رہا ہے یا غرق کر دیا گیا؟ جواب ملا کہ تمہارا پہلا ہی مقدمہ ﴿اِنَّ ابۡنِیۡ مِنۡ اَہۡلِیۡ﴾ غلط ہے جس اہل کے بچانے کا وعدہ تھا اُس میں یہ داخل نہیں کیونکہ اس کے کرتوت بہت خراب ہیں، نیز ﴿اِلَّا مَنۡ سَبَقَ عَلَیۡہِ الۡقَوۡلُ﴾ کے مصداق کا تم کو کچھ علم نہیں کہ وہ کون لوگ ہیں۔ پھر جس چیز کا علم تم نہیں رکھتے اُس کی نسبت ایسے محاجہ کے رنگ میں سوال یا درخواست کرنا تمہارے لیے زیبا نہیں۔

فَائِدَۃ:[۶۶] ......حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "آدمی وہ ہی پوچھتا ہے جو معلوم نہ ہو لیکن مرضی معلوم ہونی چاہیے۔ یہ کام جاہل کا ہے کہ بڑے کی مرضی پوچھنے کی نہ دیکھے، پھر پوچھے۔ "مرضی کیوں نہ تھی؟" اسے ہم فائدہ گذشتہ میں بیان کر چکے ہیں۔

فَائِدَۃ:[۶۷] حضرت نوح علیہ السلام کی توبہ اور "ادب": ......حضرت نوح علیہ السلام کانپ اُٹھے اور توبہ کی، لیکن یہ نہ کہا کہ پھر ایسا نہ کروں گا کہ اس میں دعویٰ نکلتا ہے، بندہ کو کیا مقدور ہے، چاہیے اُسی کی پناہ مانگے کہ مجھ سے پھر نہ ہو اور دل میں عزم نہ کرنے کا رکھے۔ حضرت آدم علیہ السلام اور یونس علیہ السلام وغیرہ کی توبہ کے جو الفاظ قرآن میں نقل ہوئے ہیں اُن میں یہ ہی ادب ملحوظ رہا ہے۔

فَائِدَۃ:[۶۸] تسلی، سلامتی اور برکت کا اعلان: ......یعنی کشتی سے "جودی" پر، پھر "جودی" سے زمین پر اُترے۔ برکتیں اور سلامتی آئندہ تم پر اور اُن اقوام پر رہے گی جو تمہارے ساتھیوں سے پیدا ہونے والی ہیں۔ فی الحال جو زمین طوفان سے بالکل اُجڑ گئی ہے خدا دوبارہ آباد کر دے گا اور اُس کی رونق و برکت پھر عود کر آئے گی۔ "سلامت" کے لفظ سے گویا حق تعالیٰ نے تسلی فرما دی کہ پھر ساری نوع انسانی پر قیامت سے پہلے ایسی عام ہلاکت نہ آئے گی، مگر بعضے فرقے ہلاک ہوں گے۔

فَائِدَۃ:[۶۹] ......یعنی یہ دلائلِ نبوت میں سے ہے کہ ایک اُمی کی زبان سے اُممِ سابقہ کے ایسے مستند و مفصل واقعات سنوائے جائیں۔

فَائِدَۃ:[۷۰] ......جیسے نوح علیہ السلام اور اُن کے رفقاء کا انجام بھلا ہوا آپ کے ساتھیوں کا مستقبل بھی نہایت تابناک اور کامیاب ہے۔ آپ کفار کی ایذاؤں پر صبر کریں، گھبرا کر تنگ دل نہ ہوں جیسے نوح علیہ السلام نے ساڑھے نو سو برس صبر کیا۔

فَائِدَۃ:[۷۱] ......کہ پتھر کے "بت" بھی بااختیار حاکم بلکہ معبود ہیں۔ سورۂ "اعراف" [آیت:۶۵] میں قومِ "ہود" کا قصہ گذر چکا۔

فَائِدَۃ:[۷۲] تبلیغ ہود علیہ السلام: ......یعنی تمہارے مال کی مجھے ضرورت نہیں، میرا پیدا کرنے والا ہی تمام دنیوی ضروریات اور اُخروی اجر و ثواب کا کفیل ہے۔ یہ بات ہر ایک پیغمبر نے اپنی قوم سے کہی تا کہ نصیحت بے لوث اور مؤثر ہو، لوگ اُن کی محنت کو دنیوی طمع پر محمول نہ کریں۔

فَائِدَۃ:[۷۳] غباوتِ قوم: ......یعنی اس قدر غبی ہو، اتنی موٹی بات بھی نہیں سمجھتے کہ ایک شخص بے طمع بے غرض، محض دردمندی اور خیر خواہی سے تمہاری فلاح دارین کی بات کہتا ہے تم اُسے دشمن اور بدخواہ سمجھ کر دست و گریباں ہوتے ہو۔

وَيٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّيَزِدْكُمْ قُوَّةً

اور اے قوم گناہ بخشواؤ اپنے رب سے پھر رجوع کرو اسی کی طرف ف۷۴ چھوڑے گا تم پر آسمان سے دھاریں ف۷۵ اور زیادہ دے گا تم کو زور

اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَلَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا يٰهُوْدُ مَا جِئْتَنَا بِبَيِّنَةٍ وَّمَا نَحْنُ بِتَارِكِيْٓ اٰلِهَتِنَا

پر زور اور روگردانی نہ کرو گناہ گار ہو کر ف۷۶ بولے اے ہود تو ہمارے پاس کوئی سند لے کر نہیں آیا اور ہم نہیں چھوڑنے والے اپنے ٹھاکروں

عَنْ قَوْلِكَ وَمَا نَحْنُ لَكَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۵۳﴾ اِنْ نَّقُوْلُ اِلَّا اعْتَرٰىكَ بَعْضُ اٰلِهَتِنَا بِسُوْٓءٍ ۭ قَالَ

(معبودوں) کو تیرے کہنے سے اور ہم نہیں تجھ کو ماننے والے ف۷۷ ہم تو یہی کہتے ہیں کہ تجھ کو آسیب پہنچایا ہے کسی ہمارے ٹھاکروں (معبودوں)

اِنِّىْٓ اُشْهِدُ اللّٰهَ وَاشْهَدُوْٓا اَنِّىْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ﴿۵۴﴾ مِنْ دُوْنِهٖ فَكِيْدُوْنِىْ جَمِيْعًا ثُمَّ لَا

نے بری طرح ف۷۸ بولا میں گواہ کرتا ہوں اللہ کو اور تم گواہ رہو کہ میں بیزار ہوں ان سے جن کو تم شریک کرتے ہو، اُس کے سوا، سو برائی کرو میرے حق

تُنْظِرُوْنِ ﴿۵۵﴾ اِنِّىْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّىْ وَرَبِّكُمْ ۭ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌۢ بِنَاصِيَتِهَا ۭ اِنَّ

میں تم سب مل کر پھر مجھ کو مہلت نہ دو، میں نے بھروسہ کیا اللہ پر جو رب ہے میرا اور تمہارا کوئی نہیں زمین پر پاؤں دھرنے والا مگر اللہ کے ہاتھ میں ہے

رَبِّىْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۵۶﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقَدْ اَبْلَغْتُكُمْ مَّآ اُرْسِلْتُ بِهٖٓ اِلَيْكُمْ ۭ

چوٹی اس کی، بے شک میرا رب ہے سیدھی راہ پر ف۷۹ پھر اگر تم منہ پھیرو گے تو میں پہنچا چکا تم کو جو میرے ہاتھ بھیجا تھا تمہاری طرف

وَيَسْتَخْلِفُ رَبِّىْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۚ وَلَا تَضُرُّوْنَهٗ شَيْـًٔا ۭ اِنَّ رَبِّىْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ ﴿۵۷﴾ وَلَمَّا

اور قائم مقام کرے گا میرا رب اور لوگ اور نہ بگاڑ سکو گے اللہ کا کچھ، تحقیق میرا رب ہے ہر چیز پر نگہبان ف۸۰ اور جب

جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا هُوْدًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا ۚ وَنَجَّيْنٰهُمْ مِّنْ عَذَابٍ غَلِيْظٍ ﴿۵۸﴾

پہنچا ہمارا حکم بچا دیا ہم نے ہود کو اور جو لوگ ایمان لائے تھے اس کے ساتھ اپنی رحمت سے اور بچا دیا ان کو ایک بھاری عذاب سے ف۸۱

فائدۃ:[۷۴]......اسی سورت کے شروع (آیت:۳) میں اس جملہ کی تفسیر گذر چکی۔

فائدۃ:[۷۵] ایمان کے ظاہری و روحانی فوائد:......یعنی موقع بہ موقع خوب بارشیں دے گا۔ وہ قوم چونکہ کھیتی، باغ لگانے سے بڑی دلچسپی رکھتی تھی اس لیے ایمان لانے کے ظاہری فوائد و برکات وہ بیان کیے جو اُن کے حق میں خصوصی طور پر موجب ترغیب ہوں۔ لکھتے ہیں کہ وہ لوگ تین سال سے خشک سالی اور امساکِ باراں کی مصیبت میں گرفتار تھے۔ ہود علیہ السلام نے وعدہ کیا کہ ایمان لا کر خدا کی طرف رجوع ہو گئے تو یہ مصیبت دُور ہو جائے گی۔

فائدۃ:[۷۶]......یعنی مالی اور بدنی قوت بڑھائے گا، اولاد میں برکت دے گا، خوشحالی میں ترقی ہو گی، اور مادی قوت کے ساتھ روحانی و ایمانی قوت کا اضافہ کر دیا جائے گا بشرطیکہ خدا تعالیٰ کی طرف رجوع ہو کر اُس کی اطاعت سے مجرموں کی طرح روگردانی نہ کرو۔

فائدۃ:[۷۷] قوم ہود علیہ السلام کی کھلی ہٹ دھرمی:......یہ اُن کی کھلی ہٹ دھرمی تھی جو کہتے تھے کہ آپ کوئی واضح سند اور دلیل اپنی

صداقت کی نہیں لائے۔ خدا جسے پیغمبری کے عہدہ پر فائز کرے، ضرور ہے کہ اُسکو تقرر کی سند اور پروانہ عطا فرمائے۔ چنانچہ حدیث میں ہے کہ جو نبی مبعوث ہوا اُسکے ساتھ ایسے واضح نشان بھیجے گئے جس پر آدمی ایمان لانا چاہیں تو لا سکتے ہیں۔ اس لیے بالیقین کہا جا سکتا ہے کہ ہود علیہ السلام نے نشان پیش کیے ہوں گے، مگر وہ لوگ ہٹ دھرمی اور بے حیائی سے یہ ہی کہتے رہے کہ آپ کوئی کھلا ہوا نشان نہیں لائے (شاید یہ مراد ہو کہ ایسا نشان نہ لائے جو سب کی گردنیں پکڑ کر ایمان لانے پر مجبور کر دے) بہرحال ہم محض تیرے کہنے سے اپنے معبودوں کو نہیں چھوڑ سکتے، نہ کبھی تیری رسالت پر ایمان لا سکتے ہیں۔

فائدہ:[۷۸] قوم کی بے وقوفی:...... یعنی یہ جو تم بہکی بہکی باتیں کرتے ہو اور سارے جہان کو بے وقوف بتلا کر اپنا دشمن بنا رہے ہو۔ ہمارا خیال یہ ہے کہ ہمارے دیوتاؤں میں سے کسی نے آسیب پہنچا کر تمہیں مجنون اور پاگل کر دیا ہے (العیاذ باللہ) تم جو اُن کی عبادت سے روکتے اور برا بھلا کہتے تھے، انہوں نے اس گستاخی کی سزا دی کہ اب تم بالکل دیوانوں کی سی باتیں کرنے لگے۔

فائدہ:[۷۹] بیانگ دہل کلمۂ حق کا اعلان:...... یعنی وہ بے چاری پتھر کی مورتیں تو مجھے کیا گزند پہنچا سکتیں، تم سب جو بڑے شہ زور، تنومند اور طاقتور نظر آتے ہو اپنے دیوتاؤں کی فوج میں بھرتی ہو کر اور مجھ جیسے یکہ و تنہا پر پوری قوت سے بیک وقت ناگہاں حملہ کر کے بھی میرا بال بینکا نہیں کر سکتے۔ سنو! میں خدا کو گواہ بنا کر اعلان کرتا ہوں اور تم سب بھی اس پر گواہ رہو کہ میں تمہارے جھوٹے دیوتاؤں سے قطعاً بیزار ہوں۔ تم سب جمع ہو کر جو برائی مجھے پہنچا سکتے ہو پہنچاؤ، نہ ذرا کوتاہی کرو، نہ ایک منٹ کی مجھے مہلت دو۔ اور خوب سمجھ لو کہ میرا بھروسہ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ پر ہے جو میرا رب ہے اور وہ ہی تمہارا بھی مالک و حاکم ہے گو بدفہمی سے تم نہیں سمجھتے، نہ صرف میں اور تم بلکہ ہر چھوٹی بڑی چیز جو زمین پر چلتی ہے خالص اُس کے قبضہ اور تصرف میں ہے گویا اُن کے سر کے بال اُس کے ہاتھ میں ہیں جدھر چاہے پکڑ کر کھینچے اور پھیر دے، کسی کی مجال نہیں کہ اُس کے قبضۂ اختیار سے نکل کر بھاگ جائے، نہ ظالم اُس کی گرفت سے چھوٹ سکتے ہیں، نہ سچے اُس کی پناہ میں رہ کر رسوا ہو سکتے ہیں۔ بلاشبہ میرا پروردگار عدل و انصاف کی سیدھی راہ پر ہے، اُس کے یہاں نہ ظلم ہے نہ بے موقع انعام۔ اپنے بندوں کو نیکی اور خیر کی جو سیدھی راہ اُس نے بتلائی، بے شک اُسی پر چلنے سے وہ ملتا ہے اور اُس پر چلنے والوں کی حفاظت کرنے کے لیے خود ہر وقت وہاں موجود ہے۔

فائدہ:[۸۰] حقیقت کا برملا اظہار:...... یعنی ایسی صاف اور کھری کھری باتیں سن کر بھی نہ مانو گے تو اب میرا کچھ نقصان نہیں۔ میں فرض تبلیغ پوری طرح ادا کر چکا تم اپنی فکر کر لو۔ ضرور ہے کہ اس قسم کی ہٹ دھرمی اور تعصب و عناد پر آسمان سے عذاب آئے جو تم کو ہلاک کر ڈالے۔ خدا کی زمین تمہاری تباہی سے ویران نہ ہوگی، وہ دوسرے لوگوں کو تمہارے اموال وغیرہ کا وارث بنا دے گا۔ تمہارا قصہ ختم کر دینے سے یاد رکھو خدا کا یا اُس کے پیغمبروں کا کچھ نہیں بگڑتا، نہ اُس کا ملک خراب ہوتا ہے۔ جب وہ ہر چیز کا محافظ و نگہبان ہے تو ہر قابل حفاظت چیز کی حفاظت کے سامان اپنی قدرت کاملہ سے کر دے گا۔

فائدہ:[۸۱] عذاب کی مسموم آندھیاں:...... یعنی سات رات اور آٹھ دن مسلسل آندھی کا طوفان آیا جیسا کہ سورۂ ''اعراف'' (آیت: ۷۲) میں ہم ذکر کر چکے ہیں: مکان گر گئے، چھتیں اُڑ گئیں، درخت جڑ سے اُکھڑ کر کہیں کے کہیں جا پڑے، ہوا ایسی مسموم تھی کہ آدمیوں کی ناک میں داخل ہو کر نیچے سے نکل جاتی اور جسم کو پارہ پارہ کر ڈالتی تھی۔ اُس ہولناک عذاب سے ہم نے ہود علیہ السلام اور اُن کے ساتھیوں کو جو آخر میں چار ہزار تک پہنچ گئے تھے بالکل محفوظ رکھا اور ایمان و عملِ صالح کی بدولت آخرت کے بھاری عذاب سے بھی اُن کو نجات دیدی۔

وَتِلْكَ عَادٌ جَحَدُوا بِاٰيٰتِ رَبِّهِمْ وَعَصَوْا رُسُلَهٗ وَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ كُلِّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ۝۵۹

اور یہ تھے عاد منکر ہوئے اپنے رب کی باتوں سے اور نہ مانا اس کے رسولوں کو اور مانا حکم ان کا جو سرکش تھے مخالف ف۸۲

وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اَلَآ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّعَادٍ

اور پیچھے سے آئی ان کو اس دنیا میں پھٹکار اور قیامت کے دن بھی ف۸۳ سن لو عاد منکر ہوئے اپنے رب سے سن لو پھٹکار ہے عاد کو جو

قَوْمِ هُوْدٍ ۝۶۰ وَاِلٰى ثَمُوْدَ اَخَاهُمْ صٰلِحًا ۘ قَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ ؕ

قوم تھی ہود کی ف۸۴ اور ثمود کی طرف بھیجا ان کا بھائی صالح ف۸۵ بولا اے قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی حاکم نہیں تمہارا اس کے سوا،

هُوَ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاسْتَعْمَرَكُمْ فِيْهَا فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّيْ

اسی نے بنایا تم کو زمین سے ف۸۶ اور بسایا تم کو اس میں سو گناہ بخشواؤ اس سے اور رجوع کرو اس کی طرف، تحقیق میرا رب نزدیک

قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ ۝۶۱ قَالُوْا يٰصٰلِحُ قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا

ہے قبول کرنے والا ف۸۷ بولے اے صالح تجھ سے تو ہم کو امید تھی اس سے پہلے کیا تو ہم کو منع کرتا ہے کہ پرستش کریں جن کی پرستش کرتے رہے

يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا وَاِنَّنَا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝۶۲ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى

ہمارے باپ دادے اور ہم کو تو شبہ ہے اس میں جس کی طرف تو بلاتا ہے ایسا کہ دل نہیں مانتا ف۸۸ بولا اے قوم بھلا دیکھو تو اگر مجھ کو سمجھ مل گئی

بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَاٰتٰىنِيْ مِنْهُ رَحْمَةً فَمَنْ يَّنْصُرُنِيْ مِنَ اللّٰهِ اِنْ عَصَيْتُهٗ ۫ فَمَا تَزِيْدُوْنَنِيْ غَيْرَ

اپنے رب کی طرف سے اور اس نے مجھ کو دی رحمت اپنی طرف سے پھر کون بچائے مجھ کو اس سے اگر اس کی نافرمانی کروں ف۸۹ سو تم کچھ نہیں بڑھاتے میرا

تَخْسِيْرٍ ۝۶۳ وَيٰقَوْمِ هٰذِهٖ نَاقَةُ اللّٰهِ لَكُمْ اٰيَةً فَذَرُوْهَا تَاْكُلْ فِيْٓ اَرْضِ اللّٰهِ وَلَا تَمَسُّوْهَا بِسُوْٓءٍ

سوائے نقصان کے ف۹۰ اور اے قوم یہ اونٹنی ہے اللہ کی تمہارے لیے نشانی سو چھوڑ دو اس کو کھاتی پھرے اللہ کی زمین میں اور مت ہاتھ لگاؤ اس

فَيَاْخُذَكُمْ عَذَابٌ قَرِيْبٌ ۝۶۴

کو بری طرح پھر تو آ پکڑے گا تم کو عذاب بہت جلد

فائدہ: [۸۲] **درس عبرت:** ...... یعنی اُن کے کھنڈرات کو چشم عبرت سے دیکھو کہ یہ وہ ''قوم عاد'' تھی جن کے بڑوں نے بہت طمطراق سے اپنے پروردگار کی باتوں کا مقابلہ کیا اور اُس کے پیغمبروں کی نافرمانی کی، اور چھوٹوں نے بڑے شیطانوں کی پیروی کی، آخر دونوں تباہ و برباد ہوئے۔

تنبیہ: ...... رُسُلَهٗ شاید اس لیے فرمایا کہ ایک کی تکذیب سب پیغمبروں کی تکذیب ہے، کیونکہ توحید وغیرہ اُصولِ دین میں سب متفق اور ایک دوسرے کے مصدق ہیں۔

فائدہ: [۸۳] **لعنت کا طوق:** ...... یعنی خدا کی لعنت (پھٹکار) دنیا میں اُن کے پیچھے لگا دی گئی کہ جہاں جائیں ساتھ جائے، اور قیامت تک

جہاں اُن کا ذکر ہو لعنت کے ساتھ ہو بلکہ قیامت کے بعد بھی وہ اِن کا پیچھا نہ چھوڑے گی، لعنت کا طوق ہمیشہ اُن کے گلے میں پڑا رہے گا۔

فائدہ: [۸۴]...... بعض مفسرین نے کہا کہ قیامت کے دن یوں پکارا جائے گا ﴿اَلَاۤ اِنَّ عَادًا كَفَرُوْا﴾ الآیۃ۔

تنبیہ:...... ''عاد'' کے ساتھ ''قومِ ہود'' کا لفظ یا تو اس لیے بڑھایا کہ دونوں کا تصور سننے والے کے دماغ میں ساتھ ساتھ آئے۔ یعنی ''ہود'' کا کیا حال تھا، اور یہ اُسی کی قوم تھی جس کا حشر یہ ہوا اور ممکن ہے اس پر تنبیہ کرنا ہو کہ ''عاد'' دو ہیں ''اولیٰ'' اور ''اُخریٰ'' اِسی لیے ایک جگہ فرمایا ﴿وَاَنَّهٗۤ اَهْلَكَ عَادَا الْاُوْلٰى﴾ [نجم: ۵۰] یہاں ''عادِ اولیٰ'' مراد ہے جس کی طرف ''ہود'' مبعوث ہوئے تھے۔ واللہ اعلم!

فائدہ: [۸۵]...... اِن کا قصہ ''اعراف'' (آیت: ۷۳) میں گذر چکا۔

فائدہ: [۸۶] **حضرت صالح علیہ السلام کا رجوع الی اللہ کی دعوت دینا:**...... یعنی اوّل آدم کو مٹی سے پیدا کیا، پھر زمین سے غذائیں پیدا کیں جن سے نطفہ وغیرہ بنتا ہے جو مادہ ہے آدمی کی پیدائش کا۔

فائدہ: [۸۷]...... یعنی پیدا کر کے باقی رکھا، بقا کا سامان کیا، زمین کے آباد کرنے کی ترکیبیں بتلائیں، تدابیر الہام فرمائیں۔ جب وہ ایسا منعم و محسن ہے تو چاہیے آدمی اُسی کی طرف ایمان وطاعت کیساتھ رجوع کرے اور کفر و شرک وغیرہ جو گناہ کر چکا ہے اُنکی معافی چاہے، وہ ہم سے بالکل نزدیک ہے، ہر بات خود سنتا ہے اور جو توبہ و استغفار صدقِ دل سے کیا جائے اُسے سنکر قبول کرتا ہے۔

فائدہ: [۸۸] **قوم کی خام خیالی:**...... یعنی تجھ سے اُمید تھی کہ آگے چل کر بڑا فاضل اور نیک مرد ہوگا جس کو معزز بزرگوں کا جانشین سمجھ کر قوم سر پر بٹھائے گی، تیری پیشانی سے رُشد و صلاح کے آثار ہویدا تھے، سب کو توقع تھی کہ مستقبل قریب میں بڑا فائدہ تجھ سے پہنچے گا۔ رائے و تدبیر، صلاح و مشورہ سے اپنے قومی بھائیوں کی رہنمائی اور نہایت قوتِ قلب کے ساتھ آبائی مذہب کی حمایت و تائید کرے گا۔ یہ درست ہے کہ ابتداء سے تجھ کو بت پرستی مبغوض تھی اور عام قومی مذہب سے الگ تھلگ رہتا تھا، تاہم تیری سمجھ اور فطری قابلیت پر اعتماد کر کے ہم کو اُمید رہی کہ آگے چل کر عقل و تجربہ کی پختگی کے بعد یہ روش نہ رہے گی، لیکن افسوس یک بہ یک تو ایسی باتیں کرنے لگا جس نے تمام امیدوں پر پانی پھیر دیا، تو نے ہمارے آباء و اجداد کے قدیم مذہب کے خلاف علانیہ جہاد شروع کر کے سب توقعات خاک میں ملا دیں۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ ہم ایک خدا کو لے کر سارے پرانے دیوتاؤں کو چھوڑ بیٹھیں؟ ہمارے نزدیک بزرگوں کی روش کے خلاف ایسا مسلک اختیار کرنا سخت شبہ کی چیز ہے جسے ہمارا دل کسی طرح نہیں مانتا۔ موضح القرآن میں ہے: ''یعنی ہونہار لگتا تھا کہ باپ دادے کی راہ روشن کرے گا، تو لگا مٹانے۔''

فائدہ: [۸۹] **حقیقت پسندانہ جواب:**...... یعنی تمہارے شک و شبہ کی وجہ سے میں ایک صاف راستہ کیسے چھوڑ سکتا ہوں، خدا نے مجھ کو سمجھ دی اور اپنی رحمتِ عظیمہ سے منصبِ پیغمبری عطا کیا۔ اب اگر فرض کیجیے میں اُس کی نافرمانی کرنے لگوں اور جن چیزوں کے پہنچانے کا حکم ہے نہ پہنچاؤں تو مجھ کو اُس کی سزا سے کون بچا لے گا۔

فائدہ: [۹۰]...... یعنی بجائے اس کے کہ اپنے سچے خیر خواہ اور محسن کی قدر کرتے مجھے فرائضِ دعوت و تبلیغ سے رک جانے کا مشورہ دے کر ناقابلِ تلافی نقصان پہنچانا چاہتے ہو۔ بعض سلف نے اس جملہ کا مطلب یہ لیا ہے کہ تمہاری گفتگو سے مجھ میں کوئی چیز نہیں بڑھتی بجز اس یقین کے کہ تم اپنا سخت نقصان کر رہے ہو، مگر سیاق کے مناسب پہلے معنی ہیں۔

فَعَقَرُوْهَا فَقَالَ تَمَتَّعُوْا فِيْ دَارِكُمْ ثَلٰثَةَ اَيَّامٍ ؕ ذٰلِكَ وَعْدٌ غَيْرُ مَكْذُوْبٍ ﴿۶۵﴾ فَلَمَّا جَآءَ

پھر اس کے پاؤں کاٹے تب کہا فائدہ اٹھالو اپنے گھروں میں تین دن، یہ وعدہ ہے جو جھوٹا نہ ہوگا ف۹۱ پھر جب پہنچا

اَمْرُنَا نَجَّيْنَا صٰلِحًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ ؕ اِنَّ رَبَّكَ

حکم ہمارا بچا دیا ہم نے صالح کو اور جو ایمان لائے اس کے ساتھ اپنی رحمت سے اور اس دن کی رسوائی سے ف۹۲ بے شک تیرا رب

هُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ﴿۶۶﴾ وَاَخَذَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۶۷﴾ كَاَنْ

وہی ہے زور والا زبردست ف۹۳ اور پکڑ لیا ان ظالموں کو ہولناک آواز نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں میں اوندھے پڑے ہوئے گویا کبھی

ع ۶ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَآ اِنَّ ثَمُوْدَا۟ كَفَرُوْا رَبَّهُمْ ؕ اَلَا بُعْدًا لِّثَمُوْدَ ﴿۶۸﴾ وَلَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُنَآ

رہے ہی نہ تھے وہاں، ف۹۴ سن لو ثمود منکر ہوئے اپنے رب سے، سن لو پھٹکار ہے ثمود کو ف۹۵ اور البتہ آ چکے ہیں ہمارے بھیجے ہوئے

اِبْرٰهِيْمَ بِالْبُشْرٰى قَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ سَلٰمٌ فَمَا لَبِثَ اَنْ جَآءَ بِعِجْلٍ حَنِيْذٍ ﴿۶۹﴾ فَلَمَّا رَآ

ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر بولے سلام، وہ بولا سلام ہے پھر دیر نہ کی لے آیا ایک بچھڑا تلا ہوا ف۹۶ پھر جب دیکھا

اَيْدِيَهُمْ لَا تَصِلُ اِلَيْهِ نَكِرَهُمْ وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً ؕ قَالُوْا لَا تَخَفْ اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى

ان کے ہاتھ نہیں آتے کھانے پر تو کھٹکا اور دل میں ان سے ڈرا، وہ بولے مت ڈر ف۹۷ ہم بھیجے ہوئے آئے ہیں

قَوْمِ لُوْطٍ ﴿۷۰﴾ وَامْرَاَتُهٗ قَآئِمَةٌ فَضَحِكَتْ فَبَشَّرْنٰهَا بِاِسْحٰقَ ۙ وَمِنْ وَّرَآءِ اِسْحٰقَ يَعْقُوْبَ ﴿۷۱﴾

طرف قوم لوط کی ف۹۸ اور اسکی عورت کھڑی تھی تب وہ ہنس پڑی پھر ہم نے خوشخبری دی اسکو اسحاق کے پیدا ہونے کی اور اسحاق کے پیچھے یعقوب کی ف۹۹

فائدہ: [۹۱] ...... حضرت صالح علیہ السلام سے قوم نے معجزہ طلب کیا تھا وہ انہیں دکھلا دیا۔ اس واقعہ کی پوری تفصیل اور الفاظ کی تشریح سورۂ "اعراف" (آیت: ۷۳ تا ۷۹) میں آٹھویں پارہ کے ختم پر گذر چکی ہے، وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

فائدہ: [۹۲] ...... یعنی جب حکم عذاب پہنچا تو ہم نے "صالح" اور اُن کے ساتھیوں کو بچا دیا۔ اور کاہے سے بچا دیا؟ اُس دن کی رُسوائی سے ﴿وَمِنْ خِزْيِ يَوْمِئِذٍ﴾ "نَجَّيْنَا" کی شرح و تفصیل ہے۔

فائدہ: [۹۳] ...... یعنی جسے چاہے ہلاک کر دے اور جسے چاہے بچا دے۔

فائدہ: [۹۴] **قوم صالح علیہ السلام پر عذاب:** ...... یعنی بے نام و نشان ہو گئے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "ان پر عذاب آیا اس طرح کہ رات کو پڑے سوتے تھے فرشتہ نے چنگھاڑ ماری سب کے جگر پھٹ گئے۔" بعض آیات میں "رَجْفَۃ" کا لفظ آیا ہے یعنی "زلزلہ" یا "کپکپی" سے ہلاک ہوئے۔ سورۂ "اعراف" (آیت: ۷۸) میں ہم اس کے متعلق تطبیق کی صورت لکھ چکے ہیں۔

فائدہ: [۹۵] ...... یعنی جو اپنے پروردگار کی آیات و احکام سے منکر ہو اُس کی یہ گت بنتی ہے اور ایسی پھٹکار پڑتی ہے، سن کر عبرت حاصل کرو۔

فائدہ: [۹۶] **حضرت ابراہیم علیہ السلام کو مہمان فرشتوں کی بشارت:** ...... اس سورت کے قصص کی ترتیب "اعراف" کی ترتیب کے موافق ہے صرف قوم لوط کے قصہ سے پہلے یہاں ابراہیم علیہ السلام کا تھوڑا سا قصہ بیان فرمایا ہے مگر تعبیر ایسی رکھی جو ظاہر کرتی ہے کہ مقصود اصلی لوط علیہ السلام کا قصہ بیان کرنا ہے۔ چونکہ اُس میں اور ابراہیم علیہ السلام کے قصہ میں کئی طرح کی مناسبت اور تعلق پایا جاتا تھا اس لیے بطور تمہید و توطیہ ابراہیم علیہ السلام کا قصہ مذکور ہوا۔ لوط علیہ السلام حضرت ابراہیم کے خالہ زاد بھائی ہیں جو آپ کے ہمراہ عراق سے ہجرت کر کے آئے، ایک ہی

جماعت فرشتوں کی دونوں کے پاس بھیجی گئی۔ حضرت ابراہیم نے قوم لوط کی ہلاکت کے مسئلہ میں فرشتوں سے بحث کی جو آگے آتی ہے۔ یہ فرشتے نہایت حسین وجمیل نوجوانوں کی شکل میں لوط علیہ السلام کی طرف جاتے ہوئے حضرت ابراہیم کے پاس خوشخبری لے کر آئے کہ حق تعالیٰ نے اُن کو اپنا خلیل بنایا ہے اور اس بڑھاپے میں حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے بیٹا عطا کرنے والا ہے۔ نیز یہ کہ قوم لوط کے بدمعاشوں اور ظالموں کے وجود سے عنقریب دنیا پاک کر دی جائے گی جس میں حضرت ابراہیم و حضرت لوط کے متبعین کو کسی قسم کا ضرر نہ پہنچے گا۔ فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کو سلام کیا، آپ نے جواب دیا مگر اوّل وہلہ میں پہچان نہ سکے۔ جیسے ابتداءً حضرت لوط علیہ السلام نے بھی اُن کو نہیں پہچانا (بلکہ صحیحین کی حدیث میں ہے کہ ایک مرتبہ جبریل علیہ السلام آدمی کی شکل میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال وجواب کرتے رہے، جب اُٹھ کر چلے گئے تب آپ کو بتلایا گیا کہ یہ جبریل تھے) گویا متنبہ کر دیا کہ نبی کو بھی فرشتہ وغیرہ کا علم ضروری خدا کے دینے سے ہوتا ہے، وہ کسی وقت مخفی رکھنا چاہے تو کسی کی قدرت نہیں کہ معلوم کر سکے۔ بہرحال ابراہیم علیہ السلام اُنہیں آدمی سمجھ کر مہمان نوازی کے لیے اُٹھے اور نہایت فربہ بچھڑا بھون تل کر سامنے حاضر کیا۔

فَائِدَة:[٩٧] مہمانوں کا کھانے سے انکار:...... کہ آخر یہ کون ہیں، کس غرض سے آئے ہیں؟ ہم کھانا پیش کرتے ہیں، یہ اُسے ہاتھ نہیں لگاتے۔ اُس وقت کے دستور کے موافق جو مہمان کھانے سے انکار کرتا، سمجھا جاتا تھا کہ یہ کسی اچھے خیال سے نہیں آیا۔ ابراہیم علیہ السلام گھبرائے کہ اگر آدمی ہیں تو کھانے سے انکار کرنا ضرور کچھ معنی رکھتا ہے اور فرشتے ہیں تو نہ معلوم کس مطلب کیلئے بھیجے گئے ہیں، آیا مجھ سے کوئی غلطی ہوئی یا میری قوم کے حق میں کوئی ناخوشگوار چیز لیکر آئے۔ اسی حیص و بیص [تکرار] میں زبان سے اظہار بھی کر دیا: ﴿اِنَّا مِنۡکُمۡ وَجِلُوۡنَ۝﴾ [حجر:٥٢] یعنی ہم کو تم سے اندیشہ ہے۔ عموماً مفسرین نے ابراہیم علیہ السلام کے خوف کی یہ ہی توجیہات کی ہیں، مگر حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے میرے نزدیک نہایت لطیف توجیہ کی کہ ”فرشتوں کے ساتھ جو عذاب الٰہی تھا اور شان غضب وانتقام کے مظہر بن کر قوم لوط کی طرف جارہے تھے اس کا طبعی اثر یہ تھا کہ ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر ایک طرح کے خوف وخشیت کی کیفیت طاری ہوئی، جس کا اظہار انہوں نے ﴿اِنَّا مِنۡکُمۡ وَجِلُوۡنَ﴾ کہہ کر کیا، یعنی ہم کو تم سے ڈر لگتا ہے۔ واللہ اعلم!

فَائِدَة:[٩٨]...... یعنی ڈرنے کی کوئی بات نہیں ہم فرشتے ہیں جو ”قوم لوط“ کو تباہ کرنے کے لیے بھیجے گئے ہیں۔ آپ کچھ اندیشہ ضرر کا نہ کیجیے۔

فَائِدَة:[٩٩] بیٹے اور پوتے کی بشارت:...... یعنی حضرت سارہ رضی اللہ عنہا جو مہمانوں کی خدمت گذاری یا اور کسی کام کے لیے وہاں کھڑی تھیں اُس ڈر کے رفع ہونے سے خوش ہو کر ہنس پڑیں حق تعالیٰ نے خوشی پر اور خوشیاں سنائیں کہ تجھ کو اس عمر میں بیٹا ملے گا۔ اسحاق علیہ السلام اور اُس کی نسل سے ایک پوتا یعقوب عطا ہوگا جس سے ایک بڑی بھاری قوم بنی اسرائیل اٹھنے والی ہے۔ یہ بشارت حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کو شاید اسلئے سنائی گئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کے ایک بیٹا (اسمٰعیل علیہ السلام) حضرت ہاجرہ رضی اللہ عنہا کے بطن سے پہلے ہی موجود تھا۔ سارہ کو تمنا تھی کہ مجھے بھی بیٹا ملے مگر بوڑھی ہو کر مایوس ہو چکی تھی، اُس وقت یہ بشارت ملی۔ بعض علماء نے حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کے ہنسنے کی اور بھی توجیہات کی ہیں مگر ظاہر وہ ہی ہے جو ہم نے بیان کیا۔ علماء نے ﴿وَمِنۡ وَّرَآءِ اِسۡحٰقَ یَعۡقُوۡبَ﴾ سے استدلال کیا ہے کہ حضرت اسحاق ”ذبیح“ نہ تھے، اسمٰعیل علیہ السلام تھے۔ (راجع ابن کثیر)

قَالَتۡ یٰوَیۡلَتٰۤی ءَاَلِدُ وَ اَنَا عَجُوۡزٌ وَّ ہٰذَا بَعۡلِیۡ شَیۡخًا ؕ اِنَّ ہٰذَا لَشَیۡءٌ عَجِیۡبٌ ﴿۷۲﴾ قَالُوۡۤا اَتَعۡجَبِیۡنَ

بولی اے خرابی کیا میں بچہ جنوں گی، اور میں بڑھیا ہوں، اور یہ خاوند میرا ہے بوڑھا ١٠٠ یہ تو ایک عجیب بات ہے ١٠١ وہ بولے کیا تو تعجب

مِنۡ اَمۡرِ اللّٰہِ رَحۡمَتُ اللّٰہِ وَ بَرَکٰتُہٗ عَلَیۡکُمۡ اَہۡلَ الۡبَیۡتِ ؕ اِنَّہٗ حَمِیۡدٌ مَّجِیۡدٌ ﴿۷۳﴾ فَلَمَّا ذَہَبَ

کرتی ہے اللہ کے حکم سے اللہ کی رحمت ہے اور برکتیں تم پر اے گھر والو، تحقیق اللہ ہے تعریف کیا گیا بڑائیوں والا ١٠٢ پھر جب جاتا رہا

عَنْ اِبْرٰهِيْمَ الرَّوْعُ وَجَآءَتْهُ الْبُشْرٰى يُجَادِلُنَا فِيْ قَوْمِ لُوْطٍ ۝ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ لَحَلِيْمٌ اَوَّاهٌ

ابراہیم سے ڈر اور آئی اس کو خوشخبری، جھگڑنے لگا ہم سے قوم لوط کے حق میں البتہ ابراہیم تحمل والا نرم دل ہے رجوع

مُّنِيْبٌ ۝ يٰۤاِبْرٰهِيْمُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ۚ اِنَّهٗ قَدْ جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ۚ وَاِنَّهُمْ اٰتِيْهِمْ عَذَابٌ

رہنے والا اے ابراہیم چھوڑ یہ خیال، وہ تو آ چکا حکم تیرے رب کا اور ان پر آتا ہے عذاب جو لوٹایا

غَيْرُ مَرْدُوْدٍ ۝ وَلَمَّا جَآءَتْ رُسُلُنَا لُوْطًا سِيْٓءَ بِهِمْ وَضَاقَ بِهِمْ ذَرْعًا وَّقَالَ هٰذَا يَوْمٌ

نہیں جاتا ف۱۰۳ اور جب پہنچے ہمارے بھیجے ہوئے لوط کے پاس غمگین ہوا ان کے آنے سے اور تنگ ہوا دل میں اور بولا آج

عَصِيْبٌ ۝ وَجَآءَهٗ قَوْمُهٗ يُهْرَعُوْنَ اِلَيْهِ ۭ وَمِنْ قَبْلُ كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ ۭ قَالَ يٰقَوْمِ

دن بڑا سخت ہے ف۱۰۴ اور آئی اس کے پاس قوم اس کی دوڑتی بے اختیار اور آگے سے کر رہے تھے برے کام ف۱۰۵ بولا اے قوم

هٰٓؤُلَاۗءِ بَنَاتِيْ هُنَّ اَطْهَرُ لَكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا تُخْزُوْنِ فِيْ ضَيْفِيْ ۭ اَلَيْسَ مِنْكُمْ رَجُلٌ رَّشِيْدٌ ۝

یہ میری بیٹیاں حاضر ہیں یہ پاک ہیں تم کو ان سے سو ڈرو تم اللہ سے اور مت رسوا کرو مجھ کو میرے مہمانوں میں، کیا تم میں ایک مرد بھی نہیں نیک چلن ف۱۰۶

فائدہ: [۱۰۰] ...... یہاں ﴿یٰوَیْلَتٰی﴾ کا لفظ ایسا ہے جیسے ہمارے محاورات میں عورتیں کہہ دیتی ہیں کہ میں ''نگوڑی'' [نامراد، اُجڑی ہوئی] کیا اس بڑھاپے میں اولاد جنوں گی؟ حضرت سارہ رضی اللہ عنہا کی عمر کہتے ہیں اُس وقت ننانوے سال تھی اور حضرت ابراہیم علیہ السلام سو سال یا اس سے بھی متجاوز تھے۔

فائدہ: [۱۰۱] ......یعنی ایسا ہو تو بالکل انوکھی اور عجیب و غریب بات ہوگی۔

فائدہ: [۱۰۲] **حضرت سارہ کے تعجب کا جواب:** ......یعنی جس گھرانے پر خدا کی اس قدر رحمتیں اور برکتیں نازل رہی ہیں اور جنہیں ہمیشہ معجزات و خوارق دیکھنے کا اتفاق ہوتا رہا، کیا اُن کے لیے یہ کوئی تعجب کا مقام ہے؟ اُن کا تعجب کرنا خود قابل تعجب ہے۔ اُنہیں لائق ہے کہ بشارت سن کر تعجب کی جگہ خدا کی تحمید و تمجید کریں کہ سب بڑائیاں اور خوبیاں اُسی کی ذات میں جمع ہیں۔

تنبیہ: ......بعض محققین نے لکھا ہے کہ نمازوں میں جو درود شریف پڑھتے ہیں، اُس کے الفاظ میں اس آیت سے اقتباس کیا گیا ہے۔

فائدہ: [۱۰۳] **حضرت ابراہیم علیہ السلام کی فرشتوں سے بحث:** ......یعنی اِدھر سے مطمئن ہوئے تو فوراً قوم لوط کے مسئلہ میں فرشتوں سے بحث شروع کردی جس کا خلاصہ سورۂ ''عنکبوت'' (آیت: ۳۱ تا ۳۲) میں بیان فرمایا کہ فرشتوں نے ابراہیم علیہ السلام کو مطلع کیا کہ ہم اِن بستیوں کو ہلاک کرنے آئے ہیں۔ ابراہیم علیہ السلام بولے کہ اُن میں تو خود لوط علیہ السلام موجود ہیں (پھر ایک پیغمبر کے اُن میں موجود ہوتے ہوئے کیسے ہلاک کیے جاسکتے ہیں؟) فرشتوں نے کہا ہم سب کو جانتے ہیں جو وہاں رہتے ہیں۔ لوط علیہ السلام اور اس کے متعلقین کو وہاں سے علیحدہ کر کے عذاب نازل کیا جائے گا۔ تفاسیر میں اِس بحث کی جو تفاصیل بیان ہوئی ہیں اللہ جانے کہاں تک صحیح ہیں۔ بہر حال اسی بحث کو مبالغۃً لفظ ﴿یُجَادِلُنَا﴾ سے تعبیر فرمایا جس سے صاف مترشح ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام اپنی فطری شفقت، نرم خوئی اور رحم دلی سے اُس قوم پر ترس کھا کر حق تعالیٰ کی جناب میں کچھ سفارش کرنا چاہتے تھے، اُسی کا جواب دیا کہ اس خیال کو چھوڑیے اِن ظالموں کا پیمانہ لبریز ہو چکا ہے اب خدا کا حکم واپس نہیں ہوسکتا، عذاب آ کر رہے گا جو کسی سفارش یا دعا وغیرہ سے نہیں ٹل سکتا۔

فَائِدَة: [۱۰۴] حضرت لوط علیہ السلام کے پاس فرشتوں کی آمد:...... فرشتے نہایت حسین وجمیل بے ریش و بروت [بے مونچھ] نوجوانوں کی شکل میں تھے۔ ابتداء حضرت لوط علیہ السلام نے نہ پہچانا کہ فرشتے ہیں، معمولی مہمان سمجھے۔ اُدھر اس قوم کی بے حیائی اور خوئے بد معلوم تھی، سخت فکر مند اور تنگ دل ہوئے کہ یہ بدمعاش ان مہمانوں کا پیچھا کریں گے۔ مہمانوں کو چھوڑنا بھی مشکل اور ان خبیثوں کے ہاتھوں سے چھڑانا بھی دشوار، گویا ساری قوم سے لڑائی مول لینا ہے۔

فَائِدَة: [۱۰۵] شہوت پرست قوم کی بے حیائی:...... یعنی اُس قوم کو نامعقول حرکتوں اور خلاف فطرت فواحش کی جو عادت پڑی ہوئی تھی کہاں چین سے بیٹھنے دیتی، وہ ایسے خوبصورت لڑکوں کی خبر پاتے ہی نہایت بے حیائی کے ساتھ لوط علیہ السلام کے مکان پر اندھا دھند چڑھ دوڑے اور پوری قوت وشدت سے مطالبہ کیا کہ مہمان اُنکے حوالے کر دیے جائیں کیونکہ ہم پہلے ہی منع کر چکے ہیں کہ تم کسی مرد کو اپنا مہمان نہ بنایا کرو، یہاں آنے والے مہمانوں کو ہم پر چھوڑ دو ہم جو چاہیں کریں۔

فَائِدَة: [۱۰۶] حضرت لوط علیہ السلام کی پیشکش:...... حضرت لوط علیہ السلام نے مہمانوں کی آبرو بچانے کے لیے ہر قسم کی کوشش کی۔ آخری بات اُس شہوت پرست قوم سے یہ کہی کہ ظالمو! یہ میری بیٹیاں تمہارے لیے حاضر ہیں، نکاح ہو جانے پر ان سے بطریق حلال تمتع کر سکتے ہو جو نہایت پاکیزہ اور شائستہ طریقہ ہے۔ خدا سے ڈرنا چاہیے کہ پاک اور مشروع طریقہ کو چھوڑ کر ایسے خلاف فطرت گندے کاموں میں مبتلا ہوتے ہو۔ کم از کم میری ہی رعایت کرو کہ میں اِن مقدس مہمانوں کے سامنے شرمندہ اور رسوا نہ ہوں، مہمان کی بے عزتی میزبان کی بے عزتی ہے۔ کیا تم میں ایک شخص بھی نہیں جو سیدھی باتوں کو سمجھ کر نیکی اور تقویٰ کی راہ اختیار کرے؟

تنبیہ:...... ﴿هٰٓؤُلَآءِ بَنَاتِیْ﴾ سے مراد عام طور پر اُس قوم کی لڑکیاں ہیں جن کو تجوزاً "بیٹیاں" کہا گیا۔ کیونکہ پیغمبر اُمت کے حق میں روحانی باپ ہوتا ہے، اور ویسے بھی محاورات میں قوم کے بڑے بوڑھے سب کی لڑکیوں کو اپنی "بیٹیاں" کہہ کر پکار سکتے ہیں۔ اور اگر خاص لوط علیہ السلام کی بیٹیاں مراد ہوں تو شاید اُن میں سے بعض ممتاز لوگوں کے نکاح کے لیے پیش کی ہوں گی، اُس وقت کافر کا نکاح مسلمان عورت سے جائز تھا۔ بعض مفسرین نے فرمایا کہ لوط علیہ السلام کا مقصود اس قول سے نکاح وغیرہ کچھ نہ تھا بلکہ اُن کی زیادتیوں سے عاجز ہو کر مہمانوں کی آبرو بچانے کی دھن میں انتہائی تواضع سے یہ لفظ کہے تا کہ اُن میں غیرت وحیا کا کچھ شائبہ اور آدمیت کا کوئی ذرہ بھی موجود ہو تو یہ لفظ سن کر جھینپ جائیں اور نرمی اختیار کر لیں، مگر وہ ایسے حیادار کاہے کو تھے؟ کان پر جوں بھی نہ رینگی، پہلے سے زیادہ بے باک ہو کر بے غیرتی کا مظاہرہ کرنے لگے۔

قَالُوْا لَقَدْ عَلِمْتَ مَا لَنَا فِیْ بَنٰتِكَ مِنْ حَقٍّ ۚ وَاِنَّكَ لَتَعْلَمُ مَا نُرِیْدُ ﴿۷۹﴾ قَالَ لَوْ اَنَّ لِیْ بِكُمْ

بولے تو تو جانتا ہے ہم کو تیری بیٹیوں سے کچھ غرض نہیں اور تجھ کو تو معلوم ہے جو ہم چاہتے ہیں ف ۱۰۷ کہنے لگا کاش مجھ کو تمہارے مقابلہ

قُوَّةً اَوْ اٰوِیْٓ اِلٰی رُكْنٍ شَدِیْدٍ ﴿۸۰﴾ قَالُوْا یٰلُوْطُ اِنَّا رُسُلُ رَبِّكَ لَنْ یَّصِلُوْٓا اِلَیْكَ فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ

میں زور ہوتا، یا جا بیٹھتا کسی مستحکم پناہ میں ف ۱۰۸ مہمان بولے اے لوط ہم بھیجے ہوئے ہیں تیرے رب کے ہرگز نہ پہنچ سکیں گے تجھ تک ف ۱۰۹

بِقِطْعٍ مِّنَ الَّیْلِ وَلَا یَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ اِلَّا امْرَاَتَكَ ؕ اِنَّهٗ مُصِیْبُهَا مَآ اَصَابَهُمْ ؕ اِنَّ

سو لے نکل اپنے لوگوں کو کچھ رات سے اور مڑ کر نہ دیکھے تم میں کوئی مگر عورت تیری کہ اس کو پہنچ کر رہے گا جو ان کو پہنچے گا ف ۱۱۰

مَوْعِدَهُمُ الصُّبْحُ ۚ أَلَيْسَ الصُّبْحُ بِقَرِيبٍ ﴿٨١﴾ فَلَمَّا جَاءَ أَمْرُنَا جَعَلْنَا عَالِيَهَا سَافِلَهَا

ان کے وعدہ کا وقت ہے صبح، کیا صبح نہیں ہے نزدیک ف ۱۱۱ پھر جب پہنچا حکم ہمارا کر ڈالی ہم نے وہ بستی اوپر نیچے

وَأَمْطَرْنَا عَلَيْهَا حِجَارَةً مِّن سِجِّيلٍ مَّنضُودٍ ﴿٨٢﴾ مُّسَوَّمَةً عِندَ رَبِّكَ ۖ وَمَا هِيَ مِنَ

اور برسائے ہم نے اس پر پتھر کنکر کے ف ۱۱۲ تہ بہ تہہ ف ۱۱۳ نشان کیے ہوئے تیرے رب کے پاس ف ۱۱۴ اور نہیں ہے وہ بستی

الظَّالِمِينَ بِبَعِيدٍ ﴿٨٣﴾ وَإِلَىٰ مَدْيَنَ أَخَاهُمْ شُعَيْبًا ۚ قَالَ يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ مَا لَكُم مِّنْ

ان ظالموں سے کچھ دور ف ۱۱۵ اور مدین کی طرف بھیجا ان کے بھائی شعیب کو، بولا اے میری قوم بندگی کرو اللہ کی کوئی نہیں تمہارا معبود

إِلَٰهٍ غَيْرُهُ ۖ وَلَا تَنقُصُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ ۚ إِنِّي أَرَاكُم بِخَيْرٍ وَإِنِّي أَخَافُ عَلَيْكُمْ

اس کے سوا اور نہ گھٹاؤ ناپ اور تول کو ف ۱۱۶ میں دیکھتا ہوں تم کو آسودہ حال اور ڈرتا ہوں تم پر عذاب سے

عَذَابَ يَوْمٍ مُّحِيطٍ ﴿٨٤﴾ وَيَا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيَالَ وَالْمِيزَانَ بِالْقِسْطِ ۖ وَلَا تَبْخَسُوا النَّاسَ

ایک گھیر لینے والے دن کے ف ۱۱۷ اور اے قوم پورا کرو ناپ اور تول کو انصاف سے ف ۱۱۸ اور نہ گھٹا دو لوگوں کو

أَشْيَاءَهُمْ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ﴿٨٥﴾

ان کی چیزیں ف ۱۱۹ اور مت مچاؤ زمین میں فساد ف ۱۲۰

فائدہ:[۱۰۷]...... پھر اتنی حجت و تکرار کیوں کر رہا ہے، ہم اپنا ناپاک ارادہ پورا کیے بدون نہ ہٹیں گے۔

فائدہ:[۱۰۸] حضرت لوط علیہ السلام کی گھبراہٹ اور پریشانی:...... لوط علیہ السلام کی زبان سے انتہائی گھبراہٹ اور پریشانی میں بے ساختہ یہ الفاظ نکلے کہ کاش! مجھ میں بذاتِ خود تم سب سے لڑنے اور مقابلہ کرنے کی طاقت ہوتی یا کوئی طاقتور اور مضبوط پناہ دینے والا ہوتا، یعنی میرا کنبہ اور جتھا یہاں ہوتا۔ حدیث میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''یَرْحَمُ اللّٰہُ لُوْطًا لَقَدْ کَانَ یَاْوِیْ اِلٰی رُکْنٍ شَدِیْدٍ'' [صحیح البخاری: ۳۳۷۵] خدا لوط پر رحم فرمائے، بے شک وہ مضبوط و مستحکم پناہ حاصل کر رہے تھے، یعنی خداوند قدوس کی مگر اُس وقت سخت گھبراہٹ اور بے حد ضیق کی وجہ سے اُدھر خیال نہ گیا، بے ساختہ ظاہری اسباب پر نظر گئی۔ لوط علیہ السلام کے بعد جو انبیاء مبعوث ہوئے سب بڑے جتھے اور قبیلے والے تھے۔

فائدہ:[۱۰۹] فرشتوں کی طرف سے تسلی:...... جب لوط علیہ السلام کے اضطراب و قلق کی حد ہوگئی، تب مہمانوں نے کہا کہ حضرت! آپ کس فکر میں ہیں؟ مطلق پریشان نہ ہوں، ہم خدا کے بھیجے ہوئے فرشتے ہیں جوان کو تباہ و ہلاک کرنے کے لیے آئے ہیں۔ یہ خبیث ہمارا تو کیا بگاڑ سکتے آپ تک بھی نہیں پہنچ سکیں گے۔ تفاسیر میں ہے کہ وہ شریر لوگ دروازہ توڑ کر یا دیوار پھاند کر اندر گھسے جاتے تھے، تب جبریل علیہ السلام نے خدا سے اجازت لے کر لوط علیہ السلام کو علیحدہ بٹھا دیا اور ایک ذرا بازو اُن ملعونوں کی طرف ہلایا۔ جو سب کے سب نپٹ [بالکل] اندھے ہوگئے اور کہنے لگے کہ بھاگو! لوط کے مہمان تو بڑے جادوگر معلوم ہوتے ہیں۔

فائدہ:[۱۱۰] عذاب الٰہی کی خبر:...... یعنی صبح کو عذاب آنے والا ہے، تھوڑی رات رہے آپ اپنے متعلقین کو لے کر یہاں سے تشریف لے جایئے اور اپنے ہمراہیوں کو ہدایت کر دیجیے کہ جلدی کریں اور کوئی پیچھے مڑ کر بھی نہ دیکھے۔ ہاں! تیری عورت کہ وہ ساتھ نہ جائے گی یا

پیچھے پھر کر دیکھے گی، اس طرح اُسی عذاب کی لپیٹ میں آجائے گی جو سب قوم کو پہنچنے والا ہے۔ کہتے ہیں اسی عورت نے قوم کو مہمانوں کی آمد سے مطلع کیا تھا۔

فَائِدَہ: [۱۱۱] ...... یعنی خوش ہو جایئے اب ان ظالموں کے ہلاک ہونے میں کچھ دیر نہیں ہے، صبح ہوتے ہی سب کا صفایا ہو جائے گا۔

فَائِدَہ: [۱۱۲] بتاہ کن عذاب: ...... جبریل علیہ السلام نے اُن بستیوں کو اُٹھا کر آسمان کے قریب سے نیچے پٹک دیا، اس طرح سب بستیاں تہ و بالا ہوگئیں۔ پھر اُنکی نکایت اور ذلت ورُسوائی کی پوری تکمیل کے لیے اوپر سے جھانوے [بدن کے میل اُتارنے کا کھردرا پتھر] اور پتھر برسائے گئے۔ شہر کی آبادی سے الگ جو افراد اس قوم کے جس جگہ تھے وہیں پتھروں سے ہلاک کیے گئے (العیاذ باللہ)۔

تنبیہ: ...... جو سزا اس قوم کو اُوپر نیچے کرنے کی ملی وہ ان کی شرمناک حرکت سے ظاہری مناسبت بھی رکھتی ہے۔

فَائِدَہ: [۱۱۳] ...... ﴿مَّنۡضُوۡدٍ﴾ کے معنی مترجم محقق رحمۃ اللہ علیہ نے ''تہ بہ تہ'' کیے ہیں۔ بعض نے یہ معنی لیے کہ پتھر مسلسل یکے بعد دیگرے برس رہے تھے۔

فَائِدَہ: [۱۱۴] عذاب الٰہی کے پتھر: ...... یعنی کوئی خاص علامت اُن پر تھی جو عام پتھروں سے ممتاز کر کے ظاہر کرتی تھی کہ یہ عذاب الٰہی کے پتھر ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ ہر پتھر پر اُس کا نام درج تھا جس کی ہلاکت کا وہ سبب بنا۔ واللہ اعلم!

فَائِدَہ: [۱۱۵] درسِ عبرت: ...... یعنی باعتبار زمانہ کے بھی قریب ہے کیونکہ ''عاد'' ''ثمود'' اور قوم نوح وغیرہ کے بعد یہ واقعہ ہوا، اور باعتبار مکان کے بھی کیونکہ ان کی بستیاں مدینہ اور شام کے درمیان میں تھیں، گذرنے والے قافلے وہاں کھنڈرات مشاہدہ کرتے تھے۔ یا اس جملہ ﴿وَمَا هِيَ مِنَ الظّٰلِمِيۡنَ بِبَعِيۡدٍ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ اس طرح کا عذاب ایسے ظالموں سے اب بھی کچھ دور نہیں، ہمیشہ خدا کے غضب سے ڈرتے رہنا چاہیے۔

تنبیہ: ...... اس قصہ کے بعض اجزاء ''اعراف'' (آیت: ۸۰ تا ۸۴) میں گذر چکے ہیں، وہاں ملاحظہ کیے جائیں۔

فَائِدَہ: [۱۱۶] ...... یہ قصہ بھی سورۂ ''اعراف'' میں (آیت: ۸۵ تا ۹۳) گذر چکا۔

فَائِدَہ: [۱۱۷] حضرت شعیب علیہ السلام کا اپنی قوم کو درسِ نصیحت: ...... یعنی خدا نے فراغت اور آسودگی عنایت کی تو ڈرتے رہو کہیں نافرمانی سے چھن نہ جائے اور آسائش وخوشحالی سلب ہو کر دنیوی یا اُخروی عذاب مسلط نہ کر دیا جائے۔

فَائِدَہ: [۱۱۸] ...... یعنی اب تک جو ظلم وعدوان کا معیار وقانون تھا، اُس کی اصلاح کرو۔

فَائِدَہ: [۱۱۹] ...... یعنی صرف ماپ تول میں نہیں بلکہ کسی چیز میں بھی لوگوں کے حقوق تلف مت کرو۔

فَائِدَہ: [۱۲۰] ...... یعنی شرک وکفر سے یا کم ناپنے تولنے سے یا دوسری طرح اتلافِ حقوق اور ظلم وستم کر کے زمین میں فساد مت مچاؤ، کہتے ہیں وہ لوگ ڈکیتی ڈالتے تھے اور امانت میں خیانت کرتے تھے۔

بَقِيَّتُ اللّٰهِ خَيۡرٌ لَّـكُمۡ اِنۡ كُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِيۡنَ ۚ وَمَاۤ اَنَا عَلَيۡكُمۡ بِحَفِيۡظٍ ﴿۸۶﴾ قَالُوۡا يٰشُعَيۡبُ

جو بچ رہے اللہ کا دیا وہ بہتر ہے تم کو اگر ہو تم ایمان والے ۱۲۱ اور میں نہیں ہوں تم پر نگہبان ۱۲۲ بولے اے شعیب

اَصَلٰوتُكَ تَاۡمُرُكَ اَنۡ نَّتۡرُكَ مَا يَعۡبُدُ اٰبَآؤُنَاۤ اَوۡ اَنۡ نَّفۡعَلَ فِىۡۤ اَمۡوَالِنَا مَا نَشٰٓؤُا ؕ اِنَّكَ لَاَنۡتَ

کیا تیرے نماز پڑھنے نے تجھ کو یہ سکھایا کہ ہم چھوڑ دیں جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے، یا چھوڑ دیں کرنا جو کچھ کہ کرتے ہیں اپنے مالوں میں، تو

الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ ﴿٨٧﴾ قَالَ يٰقَوْمِ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كُنْتُ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَرَزَقَنِيْ مِنْهُ رِزْقًا

ہی بڑا باوقار ہے نیک چلن ؏ ۱۲۳ بولا اے قوم دیکھو تو اگر مجھ کو سمجھ آ گئی اپنے رب کی طرف سے اور اس نے روزی دی مجھ کو نیک

حَسَنًا ۭ وَمَآ اُرِيْدُ اَنْ اُخَالِفَكُمْ اِلٰى مَآ اَنْهٰىكُمْ عَنْهُ ۭ اِنْ اُرِيْدُ اِلَّا الْاِصْلَاحَ مَا

روزی ؏ ۱۲۴ ۔ اور میں یہ نہیں چاہتا کہ بعد کو خود کروں وہ کام جو تم سے چھڑاؤں ؏ ۱۲۵ میں تو چاہتا ہوں سنوارنا جہاں تک

اسْتَطَعْتُ ۭ وَمَا تَوْفِيْقِيْٓ اِلَّا بِاللّٰهِ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ اُنِيْبُ ﴿٨٨﴾ وَيٰقَوْمِ لَا يَجْرِمَنَّكُمْ

ہو سکے اور بن آنا ہے اللہ کی مدد سے، اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف میرا رجوع ہے ؏ ۱۲۶ اور اے قوم نہ کمائیو میری ضد

شِقَاقِيْٓ اَنْ يُّصِيْبَكُمْ مِّثْلُ مَآ اَصَابَ قَوْمَ نُوْحٍ اَوْ قَوْمَ هُوْدٍ اَوْ قَوْمَ صٰلِحٍ ۭ وَمَا قَوْمُ

کر کے یہ کہ پڑے تم پر جیسا کچھ کہ پڑ چکا قوم نوح پر یا قوم ہود پر یا قوم صالح پر اور قوم

لُوْطٍ مِّنْكُمْ بِبَعِيْدٍ ﴿٨٩﴾ وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ ۭ اِنَّ رَبِّيْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا

لوط تو تم سے کچھ دور ہی نہیں ؏ ۱۲۷ اور گناہ بخشواؤ اپنے رب سے اور رجوع کرو اس کی طرف، البتہ میرا رب ہے مہربان محبت والا ؏ ۱۲۸ بولے

يٰشُعَيْبُ مَا نَفْقَهُ كَثِيْرًا مِّمَّا تَقُوْلُ وَاِنَّا لَنَرٰىكَ فِيْنَا ضَعِيْفًا ۚ وَلَوْلَا رَهْطُكَ لَرَجَمْنٰكَ ۡ

اے شعیب ہم نہیں سمجھتے بہت باتیں جو تو کہتا ہے ؏ ۱۲۹ اور ہم تو دیکھتے ہیں کہ تو ہم میں کمزور ہے ؏ ۱۳۰ اور اگر نہ ہوتے تیرے بھائی بند تو تجھ کو ہم

وَمَآ اَنْتَ عَلَيْنَا بِعَزِيْزٍ ﴿٩١﴾

سنگسار کر ڈالتے اور ہماری نگاہ میں تیری کچھ عزت نہیں ؏ ۱۳۱

فائدہ: [۱۲۱] ......ایک ایماندار کے لیے اللہ کا دیا ہوا جو ٹھیک ٹھیک حقوق ادا کر کے بچ رہے گو قلیل ہو، اُس کثیر سے بہتر ہے جو حرام طریقہ سے حاصل کیا جائے یا جس میں لوگوں کے حقوق مارے جائیں۔ مالِ حلال میں جو ٹھیک ماپ تول کر لیا دیا جائے فی الحال برکت ہوتی ہے اور خدا کے یہاں اجر ملتا ہے۔

فائدہ: [۱۲۲] ......یعنی میں نے تم کو نصیحت کر دی، آگے اس کا ذمہ دار نہیں کہ تم سے زبردستی عمل کرا کے چھوڑوں۔

فائدہ: [۱۲۳] **قوم شعیب علیہ السلام اور جاہلانہ دستور کی پیروی:**......یہ بطور استہزا و تمسخر کہہ رہے تھے کہ بس زیادہ بزرگ نہ بنئے۔ کیا ساری قوم میں ایک آپ ہی بڑے عقل مند، باوقار اور نیک چلن رہ گئے ہیں؟ باقی ہم اور ہمارے بزرگ سب جاہل اور احمق ہی رہے؟ حضرت شعیب علیہ السلام نماز بہت کثرت سے پڑھتے تھے، کہنے لگے کہ شاید آپ کی نماز یہ حکم دیتی ہے کہ ہم سے باپ دادوں کا پرانا دین چھڑوا دیں اور ہمارے اموال میں ہمارا مالکانہ اختیار نہ رہنے دیں۔ بس آپ اپنی نماز پڑھے جایئے، ہمارے مذہبی و دنیاوی معاملات اور ماپ تول کے قصوں میں دخل دینے کی ضرورت نہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''جاہلوں کا دستور ہے کہ نیکوں کے کام آپ نہ کر سکیں تو انہی کو چڑانے لگیں، یہ ہی خصلت ہے کفر کی۔'' بعض مفسرین نے ﴿اِنَّكَ لَاَنْتَ الْحَلِيْمُ الرَّشِيْدُ﴾ کو استہزا پر نہیں، واقعیت پر حمل کیا

ہے۔ یعنی تو ایک سمجھدار، باوقار، اور نیک چلن آدمی ہے پھر ایسی بے موقع باتیں کیوں کرنے لگا۔ جیسے صالح علیہ السلام کو کہا تھا: ﴿قَدْ كُنْتَ فِيْنَا مَرْجُوًّا قَبْلَ هٰذَآ اَتَنْهٰىنَآ اَنْ نَّعْبُدَ مَا يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا﴾ الآیۃ۔

فَائِدَۃ:[۱۲۴] حضرت شعیب علیہ السلام کا حقانی عزم اور دعوت خیر: ..... یا تو ظاہری روزی مراد ہے یعنی ماپ تول میں کمی بیشی کیے بدون حلال وطیب طریق سے روزی مرحمت فرمائی یا باطنی روزی یعنی علم وحکمت اور نبوت عطا کی۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر حق تعالیٰ نے مجھ کو فہم و بصیرت دے کر وہ صاف راستہ دکھلا دیا جو تم کو نظر نہیں آتا اور اُس دولت سے مالا مال کیا جس سے تمہیں حصہ نہیں ملا، تو کیا اس کا حق یہ ہے کہ میں معاذ اللہ! تمہاری طرح اندھا بن جاؤں اور خدا کے احکام سے روگردانی کرنے لگوں، یا تمہارے استہزاء و تمسخر سے گھبرا کر نصیحت کرنا اور سمجھانا چھوڑ دوں؟ ہرگز نہیں۔

فَائِدَۃ:[۱۲۵] ..... یعنی جن بری باتوں سے تم کو روکتا ہوں میری یہ خواہش نہیں کہ تم سے علیحدہ ہو کر خود اُن کا ارتکاب کروں مثلاً تمہیں تارک الدنیا بنا دوں اور خود دنیا سمیٹ کر گھر میں بھر لوں، نہیں جو نصیحت تم کو کرتا ہوں میں تم سے پہلے اُس کا پابند ہوں، تم یہ الزام مجھ پر نہیں رکھ سکتے کہ میری نصیحت کسی خود غرضی اور ہوا پرستی پر محمول ہے۔

فَائِدَۃ:[۱۲۶] ..... میری تمام تر کوشش یہ ہے کہ تمہاری دینی و دنیوی حالت درست ہو جائے، موجودہ ردّی حالت سے نکل کر بام ایمان و عرفان پر چڑھنے کی کوشش کرو۔ اس مقصد اصلاح کے سوا دوسرا مقصد نہیں، جسے میں اپنے مقدور و استطاعت کے موافق کسی حال نہیں چھوڑ سکتا، باقی یہ کہ میری بات بن آئے اور اپنی کوشش میں کامیاب ہو جاؤں، یہ سب خداوند قدوس کے قبضہ میں ہے۔ اُسی کی امداد و توفیق سے سب کام انجام پا سکتے ہیں، میرا بھروسہ اُسی پر ہے اور ہر معاملہ میں اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں۔

فَائِدَۃ:[۱۲۷] ..... یعنی میری ضد اور عداوت کے جوش میں ایسی حرکتیں مت کرنا جو تم کو گزشتہ اقوام کی طرح سخت تباہ کن عذاب کا مستحق بنا دیں۔ نوح، ہود، اور صالح علیہم السلام کی اُمتوں پر تکذیب وعداوت کی بدولت جو عذاب آئے وہ پوشیدہ نہیں، اور لوط علیہ السلام کی قوم کا قصہ تو ان سب کے بعد ماضی قریب میں ہوا ہے اُس کی یاد تمہارے حافظہ میں تازہ ہوگی ان نظائر کو فراموش مت کرو۔

فَائِدَۃ:[۱۲۸] توبہ کی اہمیت فضیلت: ..... کیسا ہی پرانا اور کٹر مجرم ہو جب صدق دل سے اُس کی بارگاہ میں رجوع ہو کر معافی چاہے وہ اپنی مہربانی سے معاف کر دیتا ہے بلکہ اُس سے محبت کرنے لگتا ہے۔

فَائِدَۃ:[۱۲۹] قوم کی ضد یا غباوت: ..... سمجھتے سب کچھ تھے لیکن عناد اور حق پوشی سے ایسا کہتے تھے کہ تیری بات کچھ نہیں سمجھتے، نہ معلوم کیا مجذوبوں کی بڑ ہانک رہا ہے (العیاذ باللہ) اور اگر واقعی وہ ایسی سیدھی اور صاف باتیں بے توجہی یا غباوت کی وجہ سے سمجھتے نہ تھے تو یہ کلام اپنے ظاہر پر محمول ہوگا۔

فَائِدَۃ:[۱۳۰] قوم کی طعنہ زنی: ..... یعنی ایک کمزور اور بے حقیقت آدمی خواہ مخواہ سارے جہان کو اپنا دشمن بنا رہا ہے اُسے چاہیے اپنے حال پر رحم کھائے، بیٹھے بٹھائے اپنے کو موت کے منہ میں ڈالنے سے کیا فائدہ ہے۔

تنبیہ: ..... بعض سلف سے "ضعیف" کے معنی "ضریر البصر" (نابینا) کے منقول ہیں۔ شاید کسی خاص وقت میں عارضی طور پر ظاہری بینائی جاتی رہی ہو جیسے یوسف علیہ السلام کے فراق میں حضرت یعقوب علیہ السلام کا حال ہوا تھا۔ مفسرین نے بعض روایات نقل کی ہیں کہ حضرت شعیب علیہ السلام روتے بہت تھے، حتی کہ نگاہ جاتی رہی۔ حق تعالیٰ نے فرمایا کہ شعیب! اس قدر کیوں روتا ہے؟ جنت کے شوق میں یا دوزخ کے ڈر سے؟ عرض کیا، پروردگار! تیری لقا کا خیال کر کے روتا ہوں کہ جس وقت آپ کا دیدار ہوگا نہ معلوم میرے ساتھ کیسا برتاؤ کریں گے؟ ارشاد ہوا تجھ کو ہماری لقا (دیدار) مبارک ہو، اے شعیب! اسی لیے میں نے اپنے کلیم موسیٰ بن عمران کو تیری خدمت کے لیے کھڑا کر دیا ہے،

کہتے ہیں خدا نے اُن کی بینائی واپس کر دی۔ واللہ تعالیٰ اعلم بصحتہ۔

فائدہ:[۱۳۱]......یعنی تیرے کنبہ کے لوگ جو ہمارے ساتھ ہیں اُن کا خیال آتا ہے ورنہ اب تک تجھے سنگسار کر ڈالتے۔

قَالَ يٰقَوْمِ اَرَهْطِيْٓ اَعَزُّ عَلَيْكُمْ مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاتَّخَذْتُمُوْهُ وَرَآءَكُمْ ظِهْرِيًّا ؕ اِنَّ رَبِّيْ بِمَا

بولا اے قوم کیا میرے بھائی بندوں کا دباؤ تم پر زیادہ ہے اللہ سے اور اس کو ڈال رکھا تم نے پیٹھ پیچھے بھلا کر، تحقیق میرے رب کے قابو میں ہے

تَعْمَلُوْنَ مُحِيْطٌ ﴿۹۲﴾ وَيٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ؕ سَوْفَ تَعْلَمُوْنَ ۙ مَنْ يَّاْتِيْهِ

جو کچھ کرتے ہو ف ۱۳۲ اور اے میری قوم کام کیے جاؤ اپنی جگہ میں بھی کام کرتا ہوں، آگے معلوم کر لو گے کس پر آتا ہے

عَذَابٌ يُّخْزِيْهِ وَمَنْ هُوَ كَاذِبٌ ؕ وَارْتَقِبُوْٓا اِنِّيْ مَعَكُمْ رَقِيْبٌ ﴿۹۳﴾ وَلَمَّا جَآءَ اَمْرُنَا نَجَّيْنَا

عذاب رسوا کرنے والا اور کون ہے جھوٹا اور تاکتے رہو میں بھی تمہارے ساتھ تاک رہا ہوں ف ۱۳۳ اور جب پہنچا ہمارا حکم بچا

شُعَيْبًا وَّالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ بِرَحْمَةٍ مِّنَّا وَاَخَذَتِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوا الصَّيْحَةُ فَاَصْبَحُوْا فِيْ

دیا ہم نے شعیب کو اور جو ایمان لائے تھے اس کے ساتھ اپنی مہربانی سے اور آ پکڑا ان ظالموں کو کڑک نے پھر صبح کو رہ گئے اپنے گھروں

دِيَارِهِمْ جٰثِمِيْنَ ﴿۹۴﴾ ۙ كَاَنْ لَّمْ يَغْنَوْا فِيْهَا ؕ اَلَا بُعْدًا لِّمَدْيَنَ كَمَا بَعِدَتْ ثَمُوْدُ ﴿۹۵﴾ وَلَقَدْ

میں اوندھے پڑے ہوئے گویا کبھی وہاں بسے ہی نہ تھے ف ۱۳۴ سن لو پھٹکار ہے مدین کو جیسے پھٹکار ہوئی تھی ثمود کو ف ۱۳۵ اور البتہ

اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَا وَسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ﴿۹۶﴾ ۙ اِلٰى فِرْعَوْنَ وَمَلَا۟ئِهٖ فَاتَّبَعُوْٓا اَمْرَ فِرْعَوْنَ ۚ وَمَآ

بھیج چکے ہیں ہم موسیٰ کو اپنی نشانیاں اور واضح سند دے کر ف ۱۳۶ فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس پھر وہ چلے حکم پر فرعون کے اور نہیں

اَمْرُ فِرْعَوْنَ بِرَشِيْدٍ ﴿۹۷﴾ يَقْدُمُ قَوْمَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فَاَوْرَدَهُمُ النَّارَ ؕ وَبِئْسَ الْوِرْدُ

بات فرعون کی کچھ کام کی ف ۱۳۷ آگے ہو گا اپنی قوم کے قیامت کے دن پھر پہنچائے گا ان کو آگ پر اور برا گھاٹ

الْمَوْرُوْدُ ﴿۹۸﴾ وَاُتْبِعُوْا فِيْ هٰذِهٖ لَعْنَةً وَّيَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ بِئْسَ الرِّفْدُ الْمَرْفُوْدُ ﴿۹۹﴾ ذٰلِكَ مِنْ

ہے جس پر پہنچے ف ۱۳۸ اور پیچھے سے ملتی رہی اس جہان میں لعنت اور دن قیامت کے بھی، برا انعام ہے جو ان کو ملا ف ۱۳۹ یہ تھوڑے سے

اَنْۢبَآءِ الْقُرٰى نَقُصُّهٗ عَلَيْكَ مِنْهَا قَآئِمٌ وَّحَصِيْدٌ ﴿۱۰۰﴾

حالات ہیں بستیوں کے کہ ہم سناتے ہیں تجھ کو، بعض ان میں سے اب تک قائم ہیں اور بعض کی جڑ کٹ گئی ف ۱۴۰

فائدہ:[۱۳۲] حضرت شعیب علیہ السلام کا جواب:......یعنی افسوس اور تعجب ہے کہ خاندان کی وجہ سے میری رعایت کرتے ہو، اس وجہ سے نہیں کرتے کہ میں خدا کا بھیجا ہوا ہوں اور صاف وصریح نشانات اپنی سچائی کے دکھلا رہا ہوں۔ گویا تمہاری نگاہ میں میرے خاندان کی عزت اور اُس کا دباؤ خداوند قدوس سے زیادہ ہے، خدا کی عظمت وجلال کو ایسا بھلا دیا کہ کبھی تمہیں تصور بھی نہیں آتا۔ جو قوم خدا تعالیٰ کو بھلا کر

(معاذ اللہ) پسِ پشت ڈال دے اُسے یاد رکھنا چاہیے کہ اُس کے تمامی افعال واعمال خدا تعالیٰ کے علم وقدرت کے احاطہ میں ہیں۔ تم کوئی کام کرو اور کسی حالت میں ہو، ایک آن کے لیے بھی اُس کے قابو سے باہر نہیں۔

فَائِدَہ: [۱۳۳]......یعنی اچھا تم اپنی ضد اور ہٹ پر جمے رہو، میں خدا کی توفیق سے راہِ ہدایت پر ثابت قدم ہوں۔ عنقریب پتہ چل جائے گا کہ ہم میں سے کس کو خدا کا عذاب فضیحت کرتا ہے اور کون جھوٹا ثابت ہوتا ہے۔ اب ہم اور تم دونوں آسمانی فیصلہ کا انتظار کرتے ہیں۔

فَائِدَہ: [۱۳۴]...... یہاں قومِ شعیب کا کڑک (فرشتہ کی چیخ) سے ہلاک ہونا مذکور ہے اور "اعراف" (آیت:۹۱) میں "رجفہ" کا لفظ آیا ہے یعنی زلزلہ سے ہلاک ہوئے۔ اور سورہ "شعراء" [آیت:۱۸۹] میں ﴿عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ﴾ آیا ہے جس کا مطلب یہ ہے کہ عذاب کے بادل سائبان کی طرح اُن پر محیط ہو گئے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ یہ تینوں قسم کے عذاب اس قوم کے حق میں جمع کر دیے گئے تھے، پھر ہر سورت میں وہاں کے سیاق کے مناسب عذاب کا ذکر کیا گیا۔ "اعراف" (آیت:۸۸) میں تھا کہ اُن لوگوں نے شعیب علیہ السلام سے کہا کہ ہم تم کو اور تمہارے ساتھیوں کو اپنی سرزمین سے نکال دیں گے۔ وہاں بتلا دیا کہ جس زمین سے نکالنا چاہتے تھے، اُسی کے زلزلہ سے ہلاک ہوئے یہاں اُن کے سخت گستاخانہ مقالات کا ذکر تھا، اس لیے بالمقابل آسمانی "صیحہ" (کڑک) کا ذکر فرمایا، گویا عذابِ الٰہی کی ایک کڑک میں اُن کی سب آوازیں گم ہو گئیں۔ سورہ "شعراء" میں اُن کا یہ قول نقل کیا ہے ﴿فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ﴾ [آیت: ۱۸۷] یعنی اگر تو سچا ہے تو ہم پر آسمان کا ایک ٹکڑا گرا دے، اُس کے مقابلہ میں ﴿عَذَابُ يَوْمِ الظُّلَّةِ﴾ کا تذکرہ فرمایا۔

فَائِدَہ: [۱۳۵]......یعنی دونوں "صیحہ" سے ہلاک ہوئے۔

فَائِدَہ: [۱۳۶] **معجزاتِ موسیٰ علیہ السلام:**......نشانیوں سے غالباً معجزات اور وہ نو آیتیں مراد ہیں، جن کا ذکر ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ﴾ [بنی اسرائیل:۱۰۱] میں ہوا ہے۔ اُن میں سے معجزۂ عصا کو جو نہایت ظاہر وقاہر معجزہ تھا شاید ﴿سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ (واضح سند) فرمایا یا ﴿سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ سے وہ روشن دلائل مراد ہوں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کے سامنے خدا تعالیٰ کے وجود و توحید وغیرہ کے متعلق پیش کیے جن کا ذکر دوسرے مقامات میں آئیگا۔ اور ممکن ہے ﴿سُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ﴾ سے اُس کے لغوی معنی (یعنی کھلا ہوا غلبہ) مراد لیے گئے ہوں، کیونکہ فرعونیوں کے مقابلہ پر بار بار حضرت موسیٰ کو نمایاں غلبہ اور فتح مبین حاصل ہوتی رہی۔

فَائِدَہ: [۱۳۷] **فرعونیوں کی کجروی:**......یعنی کھلے کھلے نشان دیکھ کر بھی فرعونیوں نے پیغمبر خدا کی بات نہ مانی، اُسی دشمن خدا کے حکم پر چلتے رہے۔ حالانکہ اُس کی کوئی بات ٹھکانے کی نہ تھی جسے مان کر انسان بھلائی حاصل کر سکتا۔

فَائِدَہ: [۱۳۸] **فرعونیوں کا امام اور مقام:**......جس طرح یہاں کفر و تکذیب میں اُن کا امام تھا قیامت کے دن بھی امام رہے گا۔ جو لوگ دنیا میں اُس کی اندھی تقلید کر رہے تھے، وہ اُس کے پیچھے پیچھے آخری منزل (جہنم) تک پہنچ جائیں گے۔ یہی وہ گھاٹ ہے جہاں ٹھنڈے پانی کی جگہ بھسم کر دینے والی آگ ملے گی۔

فَائِدَہ: [۱۳۹] **فرعون و فرعونیوں پر دائمی لعنت کا انعام:**......یعنی رہتی دنیا تک لوگ فرعون اور فرعونیوں پر لعنت بھیجتے رہیں گے، پھر قیامت میں ملائکۃ اللہ اور اہلِ موقف کی طرف سے لعنت پڑے گی۔ غرض لعنت کا سلسلہ لگاتار اُن کے ساتھ ساتھ چلتا رہے گا۔ گویا یہ انعام ہے جو اُن کے کارناموں پر دیا گیا۔

فَائِدَہ: [۱۴۰] **خلاصۂ کلام:**......یعنی پچھلی قوموں کے قصے جو تم کو سنائے گئے کہ کس طرح اُنہوں نے پیغمبروں کی تکذیب اور گستاخیاں کیں، پھر کس طرح تباہ ہوئے، اُن میں سے بعض کی بستیاں ابھی آباد ہیں جیسے "مصر" جو فرعون کا مقام تھا اور بعض اُجڑ گئیں۔ مگر اُن کے کچھ کھنڈر باقی ہیں جیسے قومِ لوط کی بستیاں، اور بعض کا نشان بھی صفحۂ ہستی پر باقی نہ رہا۔

وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ فَمَآ اَغْنَتْ عَنْهُمْ اٰلِهَتُهُمُ الَّتِيْ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ

اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا لیکن ظلم کر گئے وہی اپنی جان پر پھر کچھ کام نہ آئے ان کے ٹھاکر (معبود) جن کو پکارتے تھے سوائے اللہ کے کسی چیز میں

اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ لَّمَّا جَآءَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ وَمَا زَادُوْهُمْ غَيْرَ تَتْبِيْبٍ ۝۱۰۱ وَكَذٰلِكَ اَخْذُ رَبِّكَ اِذَآ

جس وقت پہنچا حکم تیرے رب کا ف۱۴۱ اور نہیں بڑھایا انکے حق میں سوائے ہلاک کرنے کے ف۱۴۲ اور ایسی ہی ہے پکڑ تیرے رب کی جب پکڑتا

اَخَذَ الْقُرٰى وَهِيَ ظَالِمَةٌ ؕ اِنَّ اَخْذَهٗٓ اَلِيْمٌ شَدِيْدٌ ۝۱۰۲ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّمَنْ خَافَ عَذَابَ

ہے بستیوں کو اور وہ ظلم کرتے ہوتے ہیں، بے شک اس کی پکڑ دردناک ہے شدت (زور) کی ف۱۴۳ اس بات میں نشانی ہے اس کو جو ڈرتا ہے

الْاٰخِرَةِ ؕ ذٰلِكَ يَوْمٌ مَّجْمُوْعٌ ۙ لَّهُ النَّاسُ وَذٰلِكَ يَوْمٌ مَّشْهُوْدٌ ۝۱۰۳ وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ

آخرت کے عذاب سے ف۱۴۴ وہ ایک دن ہے جس میں جمع ہوں گے سب لوگ اور وہ دن ہے سب کے پیش ہونے کا ف۱۴۵ اور اسکو ہم دیر جو کرتے ہیں سو

مَّعْدُوْدٍ ؕ ۝۱۰۴ يَوْمَ يَاْتِ لَا تَكَلَّمُ نَفْسٌ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ۚ فَمِنْهُمْ شَقِيٌّ وَّسَعِيْدٌ ۝۱۰۵ فَاَمَّا الَّذِيْنَ

ایک وعدہ کیلئے جو مقرر ہے ف۱۴۶ جس دن وہ آئے گا بات نہ کر سکے گا کوئی جاندار مگر اسکے حکم سے، سو ان میں بعض بد بخت ہیں اور بعضے نیک بخت، ف۱۴۷

شَقُوْا فَفِي النَّارِ لَهُمْ فِيْهَا زَفِيْرٌ وَّشَهِيْقٌ ۝۱۰۶ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ

سو جو لوگ بدبخت ہیں وہ تو آگ میں ہیں ان کو وہاں چیخنا ہے اور دھاڑنا ہمیشہ رہیں اس میں، جب تک رہے آسمان اور زمین مگر

اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ۝۱۰۷ وَاَمَّا الَّذِيْنَ سُعِدُوْا فَفِي الْجَنَّةِ خٰلِدِيْنَ

جو چاہے تیرا رب، بے شک تیرا رب کر ڈالتا ہے جو چاہے اور جو لوگ نیک بخت ہیں سو جنت میں ہیں ہمیشہ

فِيْهَا مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالْاَرْضُ اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ ؕ عَطَآءً غَيْرَ مَجْذُوْذٍ ۝۱۰۸

رہیں اس میں جب تک رہے آسمان اور زمین مگر جو چاہے تیرا رب، بخشش ہے بے انتہا ف۱۴۸

فائدہ: [۱۴۱] گذشتہ اقوام کی ہلاکت کے اسباب: ...... یعنی خدا نے کسی کو بے قصور نہیں پکڑا جو ظلم کا وہم ہو سکے، جب وہ جرائم کے ارتکاب میں حد سے آگے نکل گئے اور اس طرح اپنے کو کھلم کھلا سزا کا مستحق ٹھہرا دیا تب خدا کا عذاب آیا۔ پھر دیکھ لو جن معبودوں (دیوتاؤں) کا انہیں بڑا اسہارا تھا اور جن سے بڑی بڑی توقعات قائم کر رکھی تھیں وہ ایسی سخت مصیبت کے وقت کچھ بھی کام نہ آئے۔

فائدہ: [۱۴۲] ...... باطل معبود کام کیا آتے؟ اُلٹے ہلاکت کا سبب بنے۔ جب اُنہیں نفع و ضرر کا مالک سمجھا، اُمیدیں قائم کیں، چڑھاوے چڑھائے، تعظیم اور ڈنڈوت [سجدہ] کی تو یہ روز بد دیکھنا پڑا۔ تکذیب انبیاء وغیرہ کا جو عذاب ہوتا شرک و بت پرستی کا عذاب اُس پر مزید رہا۔

فائدہ: [۱۴۳] مہلت کے بعد گرفت: ...... یعنی ظالموں کو بڑی حد تک مہلت دی جاتی ہے، جب کسی طرح باز نہیں آتے تو پکڑ کر گلا دبا دیا جاتا ہے۔ مجرم چاہے کہ تکلیف کم ہو، یا اُس کی پکڑ سے چھوٹ کر بھاگ نکلے، ایں خیال است و محال است و جنوں۔

فَائِدَۃ: [۱۴۴] **سامانِ عبرت و نصیحت:**...... یعنی دنیا جو "دارِ عمل" ہے جب اُس میں شرک و کفر اور تکذیبِ انبیاء پر سزائیں ملتی ہیں اور اس قدر سخت ملتی ہیں تو یہ ایک نشان اس بات کے معلوم کرنے کا ہے کہ آخرت میں جو خالص "دارِ جزا" ہے، کیا کچھ سزا ان جرائم پر ملے گی؟ اور کیا صورت رُستگاری [نجات] کی ہوگی۔ عقلمند آدمی کے لیے جو اپنے انجام کو سوچ کر ڈرتا رہتا ہے اس چیز میں بڑی عبرت و نصیحت ہے۔

فَائِدَۃ: [۱۴۵] ...... یعنی تمام دنیا کا بیک وقت فیصلہ اُسی دن ہوگا جب سارے اوّلین و آخرین اکٹھے کیے جائیں گے اور کوئی شخص غیر حاضر نہ رہ سکے گا، گویا خدائی عدالت کی سب سے بڑی پیشی کا دن وہی ہوگا۔

فَائِدَۃ: [۱۴۶] ...... یعنی اللہ کے علم میں جو میعاد مقرر ہے وہ پوری ہو جائیگی تب وہ دن آئے گا، تاخیر سے یہ گمان مت کرو کہ محض فرضی اور وہمی باتیں ہیں۔

فَائِدَۃ: [۱۴۷] ...... یعنی کوئی شخص ایسی بات جو مقبول و نافع ہو بدون حکمِ الٰہی کے نہ کر سکے گا اور محشر کے بعض مواقف میں تو مطلقاً ایک حرف بھی اذن و اجازت کے بدون منہ سے نہ نکال سکیں گے۔

فَائِدَۃ: [۱۴۸] **شقی و سعید کا انجام:**...... ان آیات کے دو معنی ہو سکتے ہیں: ایک یہ کہ جس قدر مدت آسمان و زمین دنیا میں باقی رہے اتنی مدت تک اشقیاء دوزخ میں اور سعداء جنت میں رہیں گے۔ مگر جو اور زیادہ چاہے تیرا رب، وہ اُسی کو معلوم ہے کیونکہ ہم جب طویل سے طویل زمانہ کا تصور کرتے ہیں تو اپنے ماحول کے اعتبار سے بڑی مدت یہی خیال میں آتی ہے۔ اسی لیے ﴿مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ﴾ وغیرہ الفاظ محاوراتِ عرب میں دوام کے مفہوم کو ادا کرنے کے لیے بولے جاتے ہیں۔ باقی دوام وابدیت کا اصلی مدلول جسے لامحدود زمانہ کہنا چاہیے وہ حق تعالیٰ ہی کے علمِ غیر متناہی کے ساتھ مختص ہے، جو ﴿مَا شَآءَ رَبُّكَ﴾ سے ادا کیا۔ دوسرے معنی آیت کے یہ ہو سکتے ہیں کہ لفظ ﴿مَا دَامَتِ السَّمٰوٰتُ وَالۡاَرۡضُ﴾ کو کنایہ دوام سے مانا جائے یا آسمان و زمین سے آخرت کا زمین و آسمان مراد لیا جائے جیسے فرمایا: ﴿یَوۡمَ تُبَدَّلُ الۡاَرۡضُ غَیۡرَ الۡاَرۡضِ وَالسَّمٰوٰتُ﴾ [ابراہیم: ۴۸] مطلب یہ ہوا کہ اشقیاء دوزخ اور سعداء جنت میں اُس وقت تک رہیں گے جب تک آخرت کے زمین و آسمان باقی رہیں، یعنی ہمیشہ۔ مگر جو چاہے تیرا رب تو موقوف کر دے، وہاں ہمیشہ نہ رہنے دے۔ کیونکہ جنتیوں اور دوزخیوں کا خلود بھی اُسی کی مشیت و اختیار سے ہے لیکن وہ چاہ چکا کہ کفار و مشرکین کا عذاب اور اہلِ جنت کا ثواب کبھی موقوف نہ ہوگا۔ چنانچہ فرمایا: ﴿وَمَا هُمۡ بِخٰرِجِیۡنَ مِنَ النَّارِ ۝﴾ [بقرہ: ۱۶۷] اور ﴿یُرِیۡدُوۡنَ اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا مِنَ النَّارِ وَمَا هُمۡ بِخٰرِجِیۡنَ مِنۡهَا﴾ [مائدہ: ۳۷] اور ﴿لَا یُخَفَّفُ عَنۡهُمُ الۡعَذَابُ وَلَا هُمۡ یُنۡظَرُوۡنَ﴾ [بقرہ: ۱۶۲] اور ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا یَغۡفِرُ اَنۡ یُّشۡرَكَ بِهٖ وَیَغۡفِرُ مَا دُوۡنَ ذٰلِكَ لِمَنۡ یَّشَآءُ﴾ [نساء: ۱۱۶] اسی پر تمام اہلِ اسلام کا اجماع رہا ہے اور ہمارے زمانہ کے بعض نام نہاد مفسرین نے جو کچھ اس کے خلاف چیزیں پیش کی ہیں وہ یا روایاتِ ضعیفہ و موضوعہ ہیں یا اقوال غریبہ مؤوّلہ۔ یا بعض آیات و احادیث ہیں جن کا مطلب کوتاہ نظری یا بدفہمی سے غلط سمجھ لیا گیا ہے۔ اگر خدا کی توفیق سے مستقل تفسیر لکھنے کی نوبت آئی، اُس میں مفصل کلام کیا جائے گا اختصار کی وجہ سے یہاں گنجائش نہیں، رہا عصاۃ موحدین کا مسئلہ یعنی جو مسلمان گناہوں کی بدولت دوزخ میں ڈالے جائیں گے (العیاذ باللہ) اُن کے متعلق احادیثِ صحیحہ نے ہم کو خدا کی مشیت پر مطلع کر دیا ہے کہ ایک دن ضرور اُن کو نکال کر جنت میں پہنچا ئیں گے جہاں سے کسی جنتی کو کبھی نکلنا نہیں۔ شاید اسی لحاظ سے جنتیوں کے ذکر میں ﴿عَطَآءً غَیۡرَ مَجۡذُوۡذٍ﴾ اور اشقیاء کے ذکر میں ﴿اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا یُرِیۡدُ﴾ ارشاد ہوا، تا معلوم ہو جائے کہ بعض اشقیاء دوزخ سے نکالے جائیں گے مگر سعید کوئی جنت سے خارج نہ کیا جائے گا۔

تنبیہ:...... ﴿اِلَّا مَا شَآءَ رَبُّكَ﴾ سے متنبہ فرما دیا کہ خدا کے ہمیشہ رہنے اور مخلوق کے ہمیشہ رہنے میں فرق ہے، کسی مخلوق کا ہمیشہ رہنا بہمہ وجوہ خدا کی مشیت پر موقوف ہے، وہ جب چاہے فنا کر سکتا ہے۔ نیز یہ جتلا دیا کہ جزاء و سزا دینا اُس کے اختیار و مشیت کے تابع ہے،

"آریہ سماج" وغیرہ کے عقیدہ کے موافق وہ اس پر مجبور نہیں۔

فَلَا تَكُ فِیْ مِرْیَةٍ مِّمَّا یَعْبُدُ هٰۤؤُلَآءِ ؕ مَا یَعْبُدُوْنَ اِلَّا كَمَا یَعْبُدُ اٰبَآؤُهُمْ مِّنْ قَبْلُ ؕ وَ اِنَّا

سو تو نہ رہ دھوکے میں ان چیزوں سے جن کو پوجتے ہیں یہ لوگ، کچھ نہیں پوجتے مگر ویسا ہی جیسا کہ پوجتے تھے ان کے باپ دادے اس سے پہلے اور ہم

لَمُوَفُّوْهُمْ نَصِیْبَهُمْ غَیْرَ مَنْقُوْصٍ ﴿۱۰۹﴾ وَ لَقَدْ اٰتَیْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ فَاخْتُلِفَ فِیْهِ ؕ وَ لَوْ

دینے والے ہیں ان کو ان کا حصہ یعنی عذاب سے بلا نقصان ف۱۴۹ اور البتہ ہم نے دی تھی موسیٰ کو کتاب پھر اس میں پھوٹ پڑ گئی اور اگر

لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ وَ اِنَّهُمْ لَفِیْ شَكٍّ مِّنْهُ مُرِیْبٍ ﴿۱۱۰﴾ وَ اِنَّ كُلًّا لَّمَّا

نہ ہوتا ایک لفظ کہ پہلے فرما چکا تھا تیرا رب تو فیصلہ ہو جاتا ان میں اور ان کو اس میں شبہ ہے کہ مطمئن نہیں ہونے دیتا ف۱۵۰ اور جتنے لوگ ہیں

لَیُوَفِّیَنَّهُمْ رَبُّكَ اَعْمَالَهُمْ ؕ اِنَّهٗ بِمَا یَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ﴿۱۱۱﴾ فَاسْتَقِمْ كَمَاۤ اُمِرْتَ وَ مَنْ تَابَ

جب وقت آیا پورا دے گا رب تیرا انکو ان کے اعمال، اسکو سب خبر ہے جو کچھ وہ کر رہے ہیں ف۱۵۱ سو تو سیدھا چلا جا جیسا تجھ کو حکم ہوا اور جس نے توبہ کی

مَعَكَ وَ لَا تَطْغَوْا ؕ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ﴿۱۱۲﴾ وَ لَا تَرْكَنُوْۤا اِلَى الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ

تیرے ساتھ اور حد سے نہ بڑھو، بے شک وہ دیکھتا ہے جو کچھ تم کرتے ہو ف۱۵۲ اور مت جھکو ان کی طرف جو ظالم ہیں پھر تم کو لگے گی

النَّارُ ۙ وَ مَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ اَوْلِیَآءَ ثُمَّ لَا تُنْصَرُوْنَ ﴿۱۱۳﴾ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ طَرَفَیِ النَّهَارِ

آگ اور کوئی نہیں تمہارا اللہ کے سوا مددگار پھر کہیں مدد نہ پاؤ گے ف۱۵۳ اور قائم کر نماز کو دونوں طرف دن کے

وَ زُلَفًا مِّنَ الَّیْلِ ؕ اِنَّ الْحَسَنٰتِ یُذْهِبْنَ السَّیِّاٰتِ ؕ ذٰلِكَ ذِكْرٰى لِلذّٰكِرِیْنَ ﴿۱۱۴﴾

اور کچھ ٹکڑوں میں رات کے ف۱۵۴ البتہ نیکیاں دور کرتی ہیں برائیوں کو، یہ یادگاری ہے یاد رکھنے والوں کو ف۱۵۵

فائدہ:[۱۴۹] شرک کی سزا مل کر رہے گی:...... یعنی اتنی مخلوق کا شرک و بت پرستی کے راستہ پر پڑ لینا اور اب تک سزایاب نہ ہونا، کوئی ایسی چیز نہیں جس سے دھوکہ کھا کر آدمی شبہ میں پڑ جائے، یہ لوگ اپنے باپ دادوں کی کورانہ تقلید کر رہے ہیں۔ وہ جھوٹے معبود ان کے کیا کام آئے، جو ان کے کام آئیں گے؟ یقیناً ان سب کو آخرت میں عذاب کا پورا حصہ ملے گا جس میں کوئی کمی نہ ہوگی یا کبھی کم نہ کیا جائے گا، گویا لفظ "﴿غَیْرَ مَنْقُوْصٍ﴾" "﴿عَطَآءً غَیْرَ مَجْذُوْذٍ﴾" کے مقابل ہوا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ دنیا میں رزق وغیرہ کا جو حصہ مقدر ہے وہ پورا ملے گا، پھر شرک کی پوری سزا بھگتیں گے۔

فائدہ:[۱۵۰] کسب و اختیار کی آزادی میں آزمائش اور اس کی حکمت:...... موسیٰ علیہ السلام کو تورات دے کر بھیجا تو آپس میں پھوٹ پڑ گئی، کسی نے قبول کیا کسی نے نہ کیا۔ جس طرح آج قرآن عظیم کے متعلق یہی اختلاف ہو رہا ہے۔ بے شک خدا کو قدرت تھی کہ یہ اختلاف و تفریق پیدا نہ ہونے دیتا یا پیدا ہو چکنے کے بعد تمام مکذبین کا فوراً استیصال کر کے سارے جھگڑے ایک دم میں چکا دیتا، مگر اس کی حکمت تکوینی اس کو مقتضی نہ ہوئی۔ ایک بات اس کے یہاں پہلے سے طے شدہ ہے کہ انسان کو ایک خاص حد تک کسب و اختیار کی آزادی

دے کر آزمائے کہ وہ کس راستہ پر چلتا ہے، آیا خالق و مخلوق کا ٹھیک ٹھیک حق پہچان کر خدا کی رحمت و کرامت کا مستحق بنتا ہے؟ یا کجروی اور غلط کاری سے فطرتِ صحیحہ کی رہنمائی کو خیر باد کہہ کر اپنے کو غضب و سخط کا مظہر ٹھہراتا ہے؟ ﴿لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا﴾ اسی مقصد کو پیش نظر رکھتے ہوئے انسان کی ساخت ایسی بنائی کہ وہ نیکی یا بدی کے اختیار کرنے میں بالکل مجبور و مضطر نہ ہو، اس کا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ دنیا میں خیر و شر اور نیک و بد کی باہمی آویزش جاری رہے بعدہٗ مرحوم و مغضوب علیحدہ کیے جائیں ﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّکَ﴾، کے ساتھ ﴿لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾ (صفحہ آئندہ) والی بات بھی پوری ہو۔ غالباً یہ ہی وہ کلمہ (لفظ) ہے جو اگر نہ فرما چکا ہوتا تو سب اختلافات کا ایک دم خاتمہ کر دیا جاتا۔ عام لوگ اِن حکمتوں کو نہ سمجھ سکنے کی وجہ سے شک میں پڑے ہوئے ہیں کہ آئندہ بھی ان اختلافات کا فیصلہ ہوگا یا نہیں۔

فَائِدَۃ: [۱۵۱] ...... یعنی ابھی وقت نہیں آیا کہ ہر ایک کے عمل کا پورا بھگتان کیا جائے، لیکن جب وقت آئے گا تو یقیناً ذرہ ذرہ کا حساب کر دیا جائے گا۔ تاخیرِ عذاب سے یہ نہ سمجھو کہ اُسے تمہارے اعمال کی خبر نہیں۔

فَائِدَۃ: [۱۵۲] **احکام الٰہیہ میں استقامت کا حکم:** ...... آپ اِن مشرکین کی جھنجھٹ میں نہ پڑیے۔ آپ کو اور اُن لوگوں کو جنہوں نے کفر وغیرہ سے توبہ کر کے آپ کی معیت اختیار کر لی اور حق تعالیٰ کی طرف رجوع کیا، احکام الٰہیہ پر نہایت پامردی اور استقلال کے ساتھ ہمیشہ جمے رہنا چاہیے۔ عقائد، اخلاق، عبادات، معاملات، دعوت و تبلیغ وغیرہ، ہر چیز میں افراط و تفریط سے علیحدہ ہو کر توسط و استقامت کی راہ پر سیدھے چلے جاؤ۔ کسی معاملہ میں افراط یا تفریط کی جانب اختیار کر کے حد سے نہ نکلو، اور یقین رکھو کہ حق تعالیٰ ہر آن تمہارے اعمال کو دیکھ رہا ہے۔

فَائِدَۃ: [۱۵۳] **ظالموں کی طرف میلان اور جھکاؤ کی ممانعت:** ...... پہلے ﴿لَا تَطْغَوْا﴾ میں حد سے نکلنے کو منع کیا تھا، اب بتلاتے ہیں کہ جو لوگ ظالم (حد سے نکلنے والے) ہیں، اُن کی طرف تمہارا ذرا سا میلان اور جھکاؤ بھی نہ ہو۔ اُن کی موالات، مصاحبت، تعظیم و تکریم، مدح و ثنا، ظاہری تشبہ، اشتراکِ عمل، ہر بات سے حسبِ مقدور محترز رہو، مبادا آگ کی لپٹ تم کو نہ لگ جائے۔ پھر نہ خدا کے سوا تم کو کوئی مددگار ملے گا اور نہ خدا کی طرف سے کچھ مدد پہنچے گی۔

فَائِدَۃ: [۱۵۴] **خدا کی طرف جھکنے کا حکم:** ...... ظالموں کی طرف مت جھکو بلکہ خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی طرف جھکو یعنی صبح و شام اور رات کی تاریکی میں خشوع و خضوع سے نمازیں ادا کرو کہ یہ ہی بڑا ذریعہ خدا کی مدد حاصل کرنے کا ہے۔

تنبیہ: ...... دن کے دونوں طرف یعنی طلوع و غروب سے پہلے فجر اور عصر کی نمازیں مراد ہیں۔ یا ایک طرف فجر اور دوسری طرف مغرب کو رکھا جائے کہ وہ بھی بالکل غروب کے متصل ہوتی ہے۔ اور بعض سلف کے نزدیک اس میں فجر اور ظہر و عصر تینوں نمازیں داخل ہیں، گویا دن کے دو حصے کر کے پہلے حصہ میں فجر کو اور دوسرے حصہ میں جو نصف النہار سے شروع ہو کر غروب پر ختم ہوتا ہے، دونوں نمازوں (ظہر و عصر) کو شمار کر لیا۔ اور ﴿زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ﴾ سے فقط ''عشاء'' یا ''مغرب و عشاء'' دونوں مراد ہیں۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے یہ احتمال بھی لکھا ہے کہ ﴿طَرَفَيِ النَّهَارِ﴾ سے فجر و عصر اور ﴿زُلَفًا مِّنَ الَّيْلِ﴾ سے تہجد مراد ہو کیونکہ ابتدائے اسلام میں یہ ہی تین نمازیں فرض ہوئی تھیں، بعدہٗ تہجد کی فرضیت منسوخ ہوئی اور باقی دو کے ساتھ تین کا اضافہ کیا گیا۔ واللہ اعلم!

فَائِدَۃ: [۱۵۵] **ناقابلِ فراموش ضابطہ اور نیکیوں کی برکت:** ...... یعنی نمازوں کا قائم رکھنا خدا کی یادگاری ہے جیسے دوسری جگہ فرمایا: ﴿اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ﴾، یا یہ مطلب ہے کہ ﴿اِنَّ الْحَسَنٰتِ يُذْهِبْنَ السَّيِّاٰتِ﴾ کا ضابطہ یاد رکھنے والوں کے لیے یاد رکھنے کی چیز ہے جسے کبھی فراموش نہ کرنا چاہیے، کیونکہ اس سے مؤمن کو نیکیوں کی طرف خاص ترغیب ہوتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''نیکیاں دُور کرتی ہیں برائیوں کو تین طرح، جو نیکیاں کرے اُس کی برائیاں معاف ہوں، اور جو نیکیاں اختیار کرے اُس سے خو برائیوں کی چھوٹے، اور جس ملک میں نیکیوں کا رواج ہو وہاں ہدایت آئے اور گمراہی مٹے، لیکن تینوں جگہ وزن غالب چاہیے جتنا میل اتنا صابون۔''

وَاصۡبِرۡ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ ﴿۱۱۵﴾ فَلَوۡلَا كَانَ مِنَ الۡقُرُوۡنِ مِنۡ قَبۡلِكُمۡ اُولُوۡا

اور صبر کر البتہ اللہ ضائع نہیں کرتا ثواب نیکی کرنے والوں کا ف۱۵۶ سو کیوں نہ ہوئے ان جماعتوں میں جو تم سے پہلے تھیں

بَقِيَّةٍ يَّنۡهَوۡنَ عَنِ الۡفَسَادِ فِى الۡاَرۡضِ اِلَّا قَلِيۡلًا مِّمَّنۡ اَنۡجَيۡنَا مِنۡهُمۡ‌ ۚ وَاتَّبَعَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا

ایسے لوگ جن میں اثر خیر رہا ہو کہ منع کرتے رہتے بگاڑ کرنے سے ملک میں مگر تھوڑے کہ جن کو ہم نے بچا لیا ان میں سے اور چلے وہ لوگ جو ظالم تھے وہی راہ

مَاۤ اُتۡرِفُوۡا فِيۡهِ وَكَانُوۡا مُجۡرِمِيۡنَ ﴿۱۱۶﴾ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهۡلِكَ الۡقُرٰى بِظُلۡمٍ وَّاَهۡلُهَا مُصۡلِحُوۡنَ ﴿۱۱۷﴾

جس میں عیش سے رہے تھے اور تھے گناہ گار ف۱۵۷ اور تیرا رب ہرگز ایسا نہیں کہ ہلاک کرے بستیوں کو زبردستی سے اور لوگ وہاں کے نیک ہوں ف۱۵۸

وَلَوۡ شَآءَ رَبُّكَ لَجَـعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً‌ وَّلَا يَزَالُوۡنَ مُخۡتَلِفِيۡنَ ﴿۱۱۸﴾ اِلَّا مَنۡ رَّحِمَ رَبُّكَ‌ ؕ

اور اگر چاہتا تیرا رب کر ڈالتا لوگوں کو ایک راستہ پر اور ہمیشہ رہتے ہیں اختلاف میں مگر جن پر رحم کیا تیرے رب نے ف۱۵۹

وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمۡ‌ ؕ وَتَمَّتۡ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمۡلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ ﴿۱۱۹﴾

اور اسی واسطے ان کو پیدا کیا ہے اور پوری ہوئی بات تیرے رب کی کہ البتہ بھر دوں گا دوزخ جنوں سے اور آدمیوں سے اکٹھے ف۱۶۰

فائدہ:[۱۵۶] **اللہ تعالیٰ کی امداد حاصل کرنے کا طریقہ:**......قرآن کریم میں غور کرنے سے ظاہر ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ کی امداد و اعانت حاصل کرنے میں دو چیزوں کو خاص دخل ہے: صلوٰۃ اور صبر ﴿وَاسۡتَعِيۡنُوۡا بِالصَّبۡرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ [بقرہ:۴۵] یہاں بھی ''صلوٰۃ'' کے بعد ''صبر'' کا حکم فرمایا۔ مطلب یہ ہے کہ مومن خدا کی عبادت و فرمانبرداری میں ثابت قدم رہے اور کسی دُکھ درد کی پرواہ نہ کرے، تب خدا کی مدد ونصرت حاصل ہوتی ہے۔ اُس کے یہاں کسی نیکوکار کا اجر ضائع نہیں ہوتا بلکہ اندازہ سے زائد ملتا ہے۔

فائدہ:[۱۵۷] **قوموں کی تباہی کا ایک اہم سبب:**......یہ پچھلوں کا حال سنا کر اُمتِ محمدیہ کو اُبھارا گیا ہے کہ اُن میں ''امر بالمعروف'' اور ''نہی عن المنکر'' کرنیوالے بکثرت موجود رہنے چاہئیں۔ گذشتہ قومیں اسلئے تباہ ہوئیں کہ عام طور پر لوگ عیش و عشرت کے نشہ میں چور ہو کر جرائم کا ارتکاب کرتے رہے اور بڑے بااثر آدمی جن میں کوئی اثر خیر کا باقی تھا، انہوں نے منع کرنا چھوڑ دیا، اِسطرح کفر و عصیان اور ظلم و طغیان سے دنیا کی جو حالت بگڑ رہی تھی اُسکا سنوارنے والا کوئی نہ رہا، چند گنتی کے آدمیوں نے ''امر بالمعروف'' کی کچھ آواز بلند کی مگر نقار خانہ میں طوطی کی صدا کون سنتا تھا، نتیجہ یہ ہوا کہ وہ منع کرنیوالے عذاب سے محفوظ رہے باقی سب قوم تباہ ہوگئی۔ شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''نیک لوگ غالب ہوتے تو قوم ہلاک نہ ہوتی، تھوڑے تھے سو آپ بچ گئے۔'' حدیثِ صحیح میں ہے کہ جب ظالم کا ہاتھ پکڑ کر ظلم سے نہ روکا جائے اور لوگ ''امر بالمعروف و نہی عن المنکر'' ترک کر بیٹھیں، تو قریب ہے کہ خدا تعالیٰ ایسا عام عذاب بھیجے جو کسی کو نہ چھوڑے۔ العیاذ باللہ!

فائدہ:[۱۵۸] **عذاب کب آتا ہے؟**......یعنی جس بستی کے لوگ اپنی حالت درست کرنے کی طرف متوجہ ہوں، نیکی کو رواج دیں، ظلم و فساد کو روکیں تو خداوند قدوس کی یہ شان نہیں کہ خواہ مخواہ اُنہیں زبردستی پکڑ کر ہلاک کر دے۔ عذاب اُسی وقت آتا ہے جب لوگ کفر و عصیان یا ظلم و طغیان میں حد سے نکل جائیں۔

فائدہ:[۱۵۹] **حق پرستی کی برکت:**......یعنی جیسا کہ بارہا پہلے لکھا جا چکا ہے خدا تعالیٰ کی حکمت تکوینی اس کو مقتضی نہیں ہوئی کہ ساری دنیا کو

ایک ہی راستہ پر ڈال دیتا۔ اسی لیے حق کے قبول کرنے نہ کرنے میں ہمیشہ اختلاف رہتا ہے اور رہے گا، مگر فی الحقیقت اختلاف اور پھوٹ ڈالنے والے وہ لوگ ہیں جنہوں نے صاف و صریح فطرت کے خلاف حق کو جھٹلایا۔ اگر فطرتِ سلیمہ کے موافق سب چلتے تو کوئی اختلاف نہ ہوتا۔ اسی لیے ﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ﴾ سے متنبہ فرما دیا کہ جن پر خدا نے اُن کی حق پرستی کی بدولت رحم کیا وہ اختلاف کرنے والوں سے مستثنیٰ ہیں۔

فَائِدَة:[۱۶۰] آفرینش عالم کا مقصد:...... یعنی دنیا کی آفرینش سے غرض یہ ہی ہے کہ حق تعالیٰ کی ہر قسم کی ''صفاتِ جمالیہ'' و ''قہریہ'' کا ظہور ہو، اس لیے مظاہر کا مختلف ہونا ضروری ہے تاکہ ایک جماعت اپنے مالک کی وفاداری و اطاعت دکھا کر رحمت و کرم اور رضوان و غفران کا مظہر بنے جو ﴿اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ﴾ کی مصداق ہے، اور دوسری جماعت اپنی بغاوت و غداری سے اُس کی صفت عدل و انتقام کا مظہر بن کر حبسِ دوام کی سزا بھگتے جس پر خدا کی یہ بات پوری ہو ﴿لَاَمْلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ﴾۔ بہر حال آفرینشِ عالم کا تشریعی مقصد عبادت ہے ﴿الْمُؤْمِنِيْنَ○ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ﴾ [ذاریات:۵۶] اور تکوینی غرض یہ ہے کہ تشریعی مقصد کو اپنے کسب و اختیار سے پورا کرنے اور نہ کرنے والے دو گروہ ایسے موجود ہوں جو حق تعالیٰ کی صفات جلالیہ و جمالیہ یا بالفاظ دیگر لطف و قہر کے مورد و مظہر بن سکیں ؎

در کار خانۂ عشق از کفر ناگزیر است — دوزخ کرا بسوزد گر بولہب نہ باشد

پھر لطف و کرم کے مظاہر بھی اپنے مدارج استعداد و عمل کے اعتبار سے مختلف ہوں گے ؎

گلہائے رنگ رنگ سے ہے رونق چمن — اے ذوق اس جہاں کو ہے زیب اختلاف سے

وَكُلًّا نَّقُصُّ عَلَيْكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الرُّسُلِ مَا نُثَبِّتُ بِهٖ فُؤَادَكَ ۚ وَجَآءَكَ فِيْ هٰذِهِ الْحَقُّ

اور سب چیز بیان کرتے ہیں ہم تیرے پاس رسولوں کے احوال سے جس سے تسلی دیں تیرے دل کو اور آئی تیرے پاس اس سورت میں تحقیق بات اور

وَمَوْعِظَةٌ وَّذِكْرٰى لِلْمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۲۰﴾ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ ۭ اِنَّا

نصیحت اور یادداشت ایمان والوں کو ف ۱۶۱ اور کہہ دے ان کو جو ایمان نہیں لاتے کام کیے جاؤ اپنی جگہ پر ہم بھی کام

عٰمِلُوْنَ ﴿۱۲۱﴾ وَانْتَظِرُوْا ۚ اِنَّا مُنْتَظِرُوْنَ ﴿۱۲۲﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ

کرتے ہیں اور انتظار کرو ہم بھی منتظر ہیں ف ۱۶۲ اور اللہ کے پاس چھپی ہے بات آسمانوں کی اور زمین کی اور اسی کی طرف رجوع ہے سب

الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۱۲۳﴾ ع ۱۰

کام کا سو اسی کی بندگی کر اور اسی پر بھروسہ رکھ اور تیرا رب بے خبر نہیں جو کام تم کرتے ہو ف ۱۶۳

فَائِدَة:[۱۶۱] قرآنی واقعات کی حکمت:...... اُوپر بہت سے انبیاء و رسل کے قصص مذکور ہوئے تھے، اب ختم سورت پر ذکر قصص کی بعض حکمتوں پر تنبیہ فرماتے ہیں۔ یعنی گذشتہ اقوام و رسل کے واقعات سن کر پیغمبر علیہ السلام کا قلب بیش از بیش ساکن و مطمئن ہوتا ہے اور اُمت کو تحقیقی باتیں معلوم ہوتی ہیں جن میں نصیحت و تذکیر کا بڑا سامان ہے۔ آدمی جب سنتا ہے کہ میرے ابنائے نوع پہلے فلاں فلاں جرائم کی پاداش میں ہلاک ہو چکے ہیں تو اُن سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور جب دیکھتا ہے کہ فلاں راستہ اختیار کرنے سے پچھلوں کو نجات ملی تو طبعاً اُس کی طرف دوڑتا ہے۔ فی الحقیقت قرآن کریم میں قصص کا حصہ اس قدر مؤثر و مذکر واقع ہوا ہے کہ کوئی شخص جس میں تھوڑا سا آدمیت کا

جزو ہو اور خوف خدا کی ذرا سی ٹیس دل میں رکھتا ہو اُنہیں سن کر متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ باقی قصص یا بعض دوسرے مضامین کی تکرار جو قرآنِ کریم میں پائی جاتی ہے اُس پر ہم نے رسالہ ''القاسم'' کے ابتدائی دور میں ایک مستقل مضمون لکھا ہے اُسے ملاحظہ کرلیا جائے۔

فَائِدَة: [۱۶۲] **عنقریب پتہ چل جائے گا:**...... اِس مضمون کی آیات پہلے اسی سورت میں گذر چکی ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اگر میری بات نہیں مانتے تو بہتر ہے تم اپنی ضد پر جمے رہو، میں اپنے مقام پر مستقیم ہوں۔ نیز تم میرے لیے حوادثِ دہر کا انتظار کرتے رہو، میں تمہارے انجام بد کا منتظر ہوں۔ چند روز میں پتہ چل جائیگا کہ ظالموں کا اُونٹ کس کروٹ بیٹھتا ہے ﴿وَيَتَرَبَّصُ بِكُمُ الدَّوَآئِرَ ۚ عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ﴾ [توبہ:۹۸]

فَائِدَة: [۱۶۳] **تسلی رسول ﷺ اور حکم توکل:**...... یعنی آپ ان کے کفر و شرارت سے دلگیر نہ ہوں، اپنا کام کیے جائیں اور اِن کا فیصلہ خدا کے حوالہ کریں۔ اُس سے آسمان و زمین کی کوئی بات چھپی نہیں، سب معاملات ہر پھر کر اُسی کی طرف لوٹنے والے ہیں، وہاں اِن کو پتہ لگ جائے گا کہ وہ کس خبط میں پڑے ہوئے تھے۔ آپ تو دل و جان سے اپنے پروردگار کی بندگی اور فرمانبرداری میں لگے رہیے، اور تنہا اُسی کی اعانت پر بھروسہ رکھیے۔ وہ تمہارے مخلصانہ اعمال سے بے خبر نہیں اُن کے مناسب تم سے معاملہ کرے گا۔ حدیث میں ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے سوال کیا یا رسول اللہ! آپ پر بڑھاپے کے آثار بہت جلد آ گئے؟ فرمایا ''شَيَّبَتْنِيْ هُوْدٌ وَاَخَوَاتُهَا'' سورۂ ''ہود'' اور اُس کی بہنوں نے مجھے بوڑھا کر دیا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ سورۂ ہود کی جس آیت نے آپ کو بوڑھا کر دیا یہ تھی ﴿فَاسْتَقِمْ كَمَآ اُمِرْتَ وَمَنْ تَابَ مَعَكَ وَلَا تَطْغَوْا ۚ اِنَّهٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ﴾۔

رزقنا اللّٰہ سبحانہٗ وتعالٰی الاستقامۃ علی دینہ وسنۃ نبیہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم۔ تم سورۃ ''ہود'' بفضلہ ومنہ۔

ایاتها ۱۱۱ | ۱۲ سُوْرَةُ يُوْسُفَ مَكِّيَّةٌ ۵۳ | رکوعاتها ۱۲

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ ۚ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ الْمُبِيْنِ ① اِنَّآ اَنْزَلْنٰهُ قُرْءٰنًا عَرَبِيًّا لَّعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ② نَحْنُ نَقُصُّ

الرٰ یہ آیتیں ہیں واضح کتاب کی ف۱ ہم نے اس کو اتارا ہے قرآن عربی زبان کا تاکہ تم سمجھ لو ف۲ ہم بیان

عَلَيْكَ اَحْسَنَ الْقَصَصِ بِمَآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ هٰذَا الْقُرْاٰنَ ۖ وَاِنْ كُنْتَ مِنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ

کرتے ہیں تیرے پاس بہت اچھا بیان اس واسطے کہ بھیجا ہم نے تیری طرف یہ قرآن اور تو تھا اس سے پہلے البتہ

الْغٰفِلِيْنَ ③ اِذْ قَالَ يُوْسُفُ لِاَبِيْهِ يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ رَاَيْتُ اَحَدَ عَشَرَ كَوْكَبًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ

بے خبروں میں ف۳ جس وقت کہا یوسف نے اپنے باپ سے اے باپ میں نے دیکھا خواب میں گیارہ ستاروں کو اور سورج کو اور چاند کو دیکھا میں

رَاَيْتُهُمْ لِيْ سٰجِدِيْنَ ④ قَالَ يٰبُنَيَّ لَا تَقْصُصْ رُءْيَاكَ عَلٰٓى اِخْوَتِكَ فَيَكِيْدُوْا لَكَ كَيْدًا ۭ

نے ان کو اپنے واسطے سجدہ کرتے ہوئے ف۴ کہا اے بیٹے مت بیان کرنا خواب اپنا اپنے بھائیوں کے آگے پھر وہ بنائیں گے تیرے واسطے کچھ

اِنَّ الشَّيْطٰنَ لِلْاِنْسَانِ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ⑤ وَكَذٰلِكَ يَجْتَبِيْكَ رَبُّكَ وَيُعَلِّمُكَ مِنْ تَاْوِيْلِ

فریب، البتہ شیطان ہے انسان کا صریح دشمن ف۵ اور اسی طرح برگزیدہ کرے گا تجھ کو تیرا رب ف۶ اور سکھلائے گا تجھ کو ٹھکانے پر

الْاَحَادِيْثِ وَيُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَعَلٰٓى اٰلِ يَعْقُوْبَ كَمَآ اَتَمَّهَا عَلٰٓى اَبَوَيْكَ مِنْ قَبْلُ اِبْرٰهِيْمَ

لگانا باتوں کا ف۷ اور پورا کرے گا اپنا انعام تجھ پر اور یعقوب کے گھر پر ف۸ جیسا پورا کیا ہے تیرے دو باپ دادوں پر اس سے پہلے ابراہیم

وَاِسْحٰقَ ۭ اِنَّ رَبَّكَ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ⑥ لَقَدْ كَانَ فِيْ يُوْسُفَ وَاِخْوَتِهٖٓ اٰيٰتٌ لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ⑦ اِذْ ع ۱

اور اسحاق پر ف۹ البتہ تیرا رب خبردار ہے حکمت والا ف۱۰ البتہ ہیں یوسف کے قصے میں اور اسکے بھائیوں کے قصہ میں نشانیاں پوچھنے والوں کیلئے ف۱۱

قَالُوْا لَيُوْسُفُ وَاَخُوْهُ اَحَبُّ اِلٰٓى اَبِيْنَا مِنَّا وَنَحْنُ عُصْبَةٌ ۭ اِنَّ اَبَانَا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنِ ⑧

جب کہنے لگے البتہ یوسف اور اسکا بھائی زیادہ پیارا ہے ہمارے باپ کو ہم سے اور ہم ان سے قوت والے لوگ ہیں، البتہ ہمارا باپ صریح خطا پر ہے ف۱۲

فَائِدَہ:[۱] واضح اور روشن کتاب:......جس کا من عند اللہ ہونا بالکل واضح ہے اور جن احکام و شرائع یا مواعظ و نصائح پر وہ مشتمل ہے نہایت روشن اور صاف ہیں۔

فَائِدَہ:[۲] فصیح و بلیغ قرآن اور پر شوکت زبان:......یعنی عربی زبان جو تمام زبانوں میں زیادہ فصیح و وسیع اور منضبط و پر شوکت زبان ہے، نزولِ قرآن کے لیے منتخب کی گئی۔ جب خود پیغمبر عربی ہیں تو ظاہر ہے کہ دنیا میں اُس کے اوّلین مخاطب عرب ہوں گے، پھر عرب کے ذریعہ سے چاروں طرف یہ روشنی پھیلے گی۔ اسی کی طرف ﴿لَعَلَّکُمۡ تَعۡقِلُوۡنَ﴾ میں اشارہ فرمایا کہ تمہاری زبان میں اُتارنے کی ایک وجہ یہ ہے کہ تم جو پیغمبر علیہ السلام کی قوم ہو اوّل اُس کے علوم و معارف کا مزہ چکھو پھر دوسروں کو چکھاؤ، چنانچہ ایسا ہی ہوا۔ ابن کثیر رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "اَنۡزَلَ اَشۡرَفُ الۡکُتُبِ بِاَشۡرَفِ اللُّغَاتِ عَلٰی اَشۡرَفِ الرُّسُلِ بِسِفَارَۃِ اَشۡرَفِ الۡمَلَآئِکَۃِ وَکَانَ ذٰلِکَ فِیۡ اَشۡرَفِ بِقَاعِ الۡاَرۡضِ وَابۡتِدَاءُ اِنۡزَالِہٖ فِیۡ اَشۡرَفِ شُھُوۡرِ السَّنَۃِ وَھُوَ رَمَضَانُ، فَکَمُلَ مِنۡ کُلِّ الۡوُجُوۡہِ۔"

فَائِدَہ:[۳] شانِ نزول:......یعنی اُس وحی کے ذریعہ سے جو قرآن کی صورت میں ہم پر نازل ہوتی ہے ہم ایک نہایت اچھا بیان نہایت حسین طرز میں تم کو سناتے ہیں جس سے اب تک اپنی قوم کی طرح تم بھی بے خبر تھے۔ گو یہ واقعہ کتب تاریخ اور بائبل میں پہلے سے مذکور تھا مگر محض ایک افسانہ کی صورت میں تھا۔ قرآن کریم نے اُس کے ضروری اور مفید اجزاء کو ایسی عجیب ترتیب اور بلیغ و مؤثر انداز میں بیان فرمایا جس نے نہ صرف پہلے تذکرہ نویسوں کی کوتاہیوں پر مطلع کیا بلکہ موقع بہ موقع نہایت ہی اعلیٰ نتائج کی طرف رہنمائی کی اور قصہ کے ضمن میں علوم و ہدایات کے ابواب مفتوح کر دیے۔ یہ بات کہ خداوند قدوس کی تقدیر کو کوئی چیز نہیں روک سکتی، اور خدا جب کسی پر فضل کرنا چاہے تو سارا جہان مل کر بھی اپنی ساری امکانی تدابیر سے اُسے محروم نہیں کر سکتا، صبر و استقامت دنیوی و اُخروی کامیابی کی کلید ہے، حسد و عداوت کا انجام خذلان و نقصان کے سوا کچھ نہیں، عقل انسانی بڑا شریف جوہر ہے جس کی بدولت آدمی بہت سی مشکلات پر غالب آتا اور اپنی زندگی کو کامیاب بنالیتا ہے، اخلاقی شرافت اور پاک دامنی انسان کو دشمنوں اور حاسدوں کی نظر میں بھی آخرکار معزز بنادیتی ہے۔ یہ اور اس قسم کے بے شمار حقائق ہیں جن پر اس احسن القصص کے ضمن میں متنبہ فرمایا ہے۔ مفسرین نے اس سورت کی شانِ نزول میں کئی روایتیں نقل کی ہیں۔ سب کے ملانے سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ یہود نے مشرکینِ مکہ کے ذریعہ سے امتحاناً یہ سوال کیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام اور اُن کی اولاد تو شام میں رہتی تھی، پھر "بنی اسرائیل" مصر میں کیسے پہنچ گئے جو موسیٰ علیہ السلام کو فرعون سے مقابلہ کی نوبت آئی۔ شاید مسلمانوں کو بھی ایک مفصل تاریخی واقعہ جو بصائر و عبر سے مملو ہو سننے کا اشتیاق ہوا ہوگا۔ اِدھر اس قصہ کے ضمن میں جن احوال و حوادث کا تذکرہ ہونے والا تھا، وہ کئی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی قوم کے حالات سے مشابہت رکھتے تھے اور اُن کا ذکر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں موجب تسکین خاطر اور آپ کی قوم کے حق میں موجب عبرت تھا۔ اِن وجوہ سے یہ پورا واقعہ کافی بسط و تفصیل سے قرآن کریم میں بیان فرمایا، تا پوچھنے والوں کو معلوم ہو جائے کہ اسرائیل (یعنی حضرت یعقوب علیہ السلام) اور اُن کی اولاد کے شام سے مصر آنے کا سبب حضرت یوسف علیہ السلام کا واقعہ ہوا ہے۔ پھر وہیں اُن کی نسل پھیلی اور بڑھتی رہی تا آنکہ حضرت موسیٰ علیہ السلام نے آکر فرعون اور قبطیوں کی غلامی سے انہیں نجات دلائی۔

فَائِدَہ:[۴] خوابِ یوسف علیہ السلام:......یعنی گیارہ ستارے اور چاند سورج میرے آگے جھک رہے اور پست ہو رہے ہیں۔ یہ خواب لڑکپن میں دیکھا تھا، سچ ہے "ہونہار بروے کے چکنے چکنے پات" [ذہین بچے کی عقل مندی کی باتیں]۔

فَائِدَہ:[۵] بیانِ خواب میں احتیاط کی نصیحت:......یعنی شیطان ہر وقت انسان کی گھات میں لگا ہے، وسوسہ اندازی کر کے بھائیوں کو تیرے خلاف اُکسا دے گا۔ کیونکہ خواب کی تعبیر بہت ظاہر تھی، اور یوسف علیہ السلام کے بھائیوں کو جو بہرحال خاندان نبوت میں سے تھے، ایسے واضح خواب کا سمجھ لینا کچھ مشکل نہ تھا کہ گیارہ ستارے گیارہ بھائی ہیں اور چاند سورج ماں باپ ہیں گویا یہ سب کسی وقت یوسف علیہ السلام

کی عظمت شان کے سامنے سر جھکا ئیں گے۔ چنانچہ آخر سورت میں ﴿یٰاَبَتِ هٰذَا تَاْوِیْلُ رُءْیَایَ مِنْ قَبْلُ قَدْ جَعَلَهَا رَبِّیْ حَقًّا﴾ [آیت: ١٠٠] کہہ کر اسی طرف اشارہ کیا۔ معلوم ہوتا ہے کہ حضرت یعقوب علیہ السلام خواب سے پیشتر ہی یہ محسوس کرتے تھے کہ یوسف کے ساتھ باپ کی خصوصی محبت کو دیکھ کر اُس کے علاتی بھائی دل ہی دل میں کڑھتے ہیں۔ اب اُنہوں نے خیال کیا کہ اگر کہیں یہ خواب سن پائے تو شیطان حسد کی آگ اُن کے دلوں میں بھڑکا دے گا اور جوشِ حسد میں آنکھیں بند کر کے ممکن ہے وہ کوئی ایسی حرکت کر گذریں جو یوسف کی اذیت اور خود اُن کی رسوائی اور بدانجامی کا موجب ہو۔ اس لیے آپ نے یوسف علیہ السلام کو منع فرمادیا کہ اپنا خواب بھائیوں کے رُوبہ رُو ظاہر نہ کریں۔ یوسف علیہ السلام کا ایک حقیقی بھائی ''بنیامین'' تھا، اُسکے سامنے ذکر کرنے کی بھی اجازت نہیں دی، گو اس سے برائی کا کچھ اندیشہ نہ تھا، لیکن یہ ممکن تھا کہ وہ سنکر بے احتیاطی سے دوسروں کے سامنے تذکرہ کردے، اور اس طرح یہ خبر لوگوں میں شائع ہو جائے۔

تنبیہ:...... حافظ ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مستقل رسالہ میں لکھا ہے کہ قرآن، لغت، اور عقلی اعتبارات میں سے کوئی چیز اس خیال کی تائید نہیں کرتی کہ برادرانِ یوسف انبیاء تھے، نہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی خبر دی نہ صحابہ رضی اللہ عنہم میں کوئی اس کا قائل تھا۔ بھلا عقوق والدین، قطع رحم، مسلمان بھائی کے قتل پر اقدام کرنا، اُس کو غلام بنا کر بیچ ڈالنا اور بلادِ کفر کی طرف بھیج دینا، پھر صریح جھوٹ اور حیلے بنانا، وغیرہ ایسی حرکات شنیعہ، کیا کسی نبی کی طرف (خواہ قبل از بعثت ہی سہی) منسوب کی جاسکتی ہیں؟ (العیاذ باللہ) جن لوگوں نے برادران یوسف کی نبوت کا خیال ظاہر کیا ہے، اُن کے پاس لفظ ''اسباط'' کے سوا کوئی دلیل نہیں حالاں کہ ''اسباط'' خاص صلبی اولاد کو نہیں بلکہ اقوام واُمم کو کہتے ہیں، اور ''بنی اسرائیل'' کی اسباط پر تقسیم حضرت موسیٰ علیہ السلام کے عہد میں ہوئی ہے۔

فَائِدَۃ: [٦] **نبوت کی پیشگوئی:**...... یعنی جس طرح ایسا اچھا خواب دکھلایا، اسی طرح محض جاذبہ رحمت سے اپنی بارگاہ قرب میں تجھ کو خصوصی مقام عطا فرمائے گا۔ چنانچہ نبوت عطا فرمائی اور طرح طرح کی ظاہری و باطنی نوازشیں کیں۔

فَائِدَۃ: [٧] **روشن علوم کی پیشگوئی:**...... مثلاً تعبیر رؤیا، یعنی خواب سن کر اُس کے اجزاء کو ذہانت و فراست سے ٹھکانے پر لگا دینا۔ یا ہر بات کے موقع ومحل کو سمجھنا، اور معاملات کے عواقب ونتائج کو فوراً پرکھ لینا۔ یا خدا اور پیغمبروں کے ارشادات اقوام واُمم کے قصص اور کتب منزلہ کے مضامین کی تہ تک پہنچ جانا، یہ سب چیزیں ''تاویل الاحادیث'' کے تحت میں مندرج ہو سکتی ہیں۔

فَائِدَۃ: [٨] **آل یعقوب پر نعمتوں کی بارش:**...... یعنی اُخروی نعمتوں کے ساتھ دنیوی نعمتیں عطا فرمائے گا، نبوت کے ساتھ بادشاہت میں حصہ دے گا اور شدائد ومحن سے نجات دے کر خوشحالی وفراغ بالی کی زندگی نصیب کرے گا۔ یعقوب علیہ السلام کے گھرانے کو دنیوی مکروہات اور مادی تکلیفوں سے رہائی دے گا اور آئندہ اُن کی نسل سے بڑے بڑے پیغمبر اور بادشاہ پیدا کرے گا۔

فَائِدَۃ: [٩]...... حضرت یعقوب علیہ السلام نے تواضعاً اپنا نام نہیں لیا، اپنے والد حضرت اسحاق علیہ السلام اور اُن کے والد حضرت ابراہیم علیہ السلام کا ذکر فرمایا۔ حضرت ابراہیم کو خدا نے اپنا خلیل اور نبی بنایا، اُن کے دشمن نمرود کو ہلاک کیا، آگ کے شعلوں کو اُن کے لیے گلزار بنا دیا، حضرت اسحاق کو نبوت عطا کی، پھر اُن کے صلب سے حضرت یعقوب جیسا نبی پیدا کیا جس سے تمام انبیائے بنی اسرائیل کا سلسلہ چلا۔ حدیث صحیح میں ہے: ''الکریم ابن الکریم ابن الکریم ابن الکریم یوسف بن یعقوب بن اسحٰق بن ابراہیم۔''

تنبیہ:...... حضرت یعقوب علیہ السلام نے جو پیشین گوئی کی اُس کا کچھ حصہ تو غالباً حضرت یوسف علیہ السلام کے خواب سے سمجھے اور اس سے کہ اتنی چھوٹی عمر میں ایسا موزوں ومبارک خواب دیکھا اور کچھ حضرت یوسف کے خصائل وشمائل سے یا وحیٔ الٰہی کے ذریعہ سے مطلع ہوئے ہوں گے۔

فَائِدَۃ: [١٠]...... یعنی وہ ہر ایک کی مناسبت واستعداد سے باخبر ہے، اپنی حکمت سے اُسی کے مناسب فیض پہنچاتا ہے۔

فَائِدَۃ:[۱۱] قدرت باری کی عظیم نشانیاں اور سامانِ تسلی:......یعنی جولوگ اس طرح کے واقعات دریافت کر کے کسی نتیجہ پر پہنچنا چاہتے ہیں اُن کے لیے یوسف علیہ السلام اور اُن کے بھائیوں کی سرگزشت میں ہدایت وعبرت کی بہت سی نشانیاں موجود ہیں۔اس قصہ کوسن کر قلوب میں حق تعالیٰ کی عظیم قدرت وحکمت کا نقش جم جاتا ہے۔نبی کریم ﷺ کی صداقت کا بین ثبوت ملتا ہے کہ آپ باوجود اُمی ہونے اور کسی کتاب یا معلم سے استفادہ نہ کرنے کے ایسے منقح ومنضبط تاریخی حقائق کا انکشاف فرمارہے ہیں جن کے بیان کی بجز اعلام ربانی کے کوئی توجیہ نہیں ہوسکتی۔خصوصاً قریش مکہ کے لیے (جو یہود کے اکسانے سے اس قصہ کے متعلق حضور ﷺ سے سوال کررہے تھے) اس واقعہ میں بڑا عبرت آموز سبق ہے کہ جس طرح حضرت یوسف علیہ السلام کو بھائیوں نے گھر سے نکالا،ازراہِ حسد قتل یا جلاوطن کرنے کے مشورے کیے،طرح طرح سے ایذائیں پہنچائیں،اہانت واستخفاف میں کوئی دقیقہ اُٹھانہ رکھا۔آخرایک دن آیا کہ یوسف کی طرف نادم ومحتاج ہوکر آئے۔یوسف علیہ السلام کوخدانے دین ودنیا کے اعلیٰ مناصب پر فائز کیا اور اُنہوں نے اپنے عروج واقتدار کے وقت بھائیوں کے جرائم سے چشم پوشی کی اور نہایت دریادلی سے سب کے قصور معاف کردیے۔ٹھیک اسی طرح حضرت محمد رسول اللہ ﷺ کی برادری نے آپ کے متعلق ناپاک منصوبے باندھے،دُکھ پہنچائے،عزت وآبرو پر حملے کیے حتیٰ کہ وطن چھوڑنے پر مجبور کیا۔لیکن جلد وہ دن آنے والا تھا جب وطن سے علیحدہ ہوکر آپ کی کامیابی اور رفعت شان کا آفتاب چمکا،اور چند سال کے بعد فتحِ مکہ کا وہ تاریخی دن آپہنچا جب کہ آپ نے اپنے قومی اور وطنی بھائیوں کی گذشتہ تقصیرات پر بعینہٖ حضرت یوسف علیہ السلام والے کلمات ﴿لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ﴾ فرما کر قلم عفو کھینچ دیا۔

فَائِدَۃ:[۱۲] کوتاہ نظر بھائیوں کا حسد:......حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام اور اُن کے عینی بھائی ''بنیامین'' سے بہت زیادہ محبت کرتے تھے،کیونکہ یہ دونوں اپنے علاتی بھائیوں سے چھوٹے تھے،والدہ کا انتقال ہوچکا تھا اور خاص حضرت یوسف کی نسبت اپنے نورِ فراست یا الہامِ ربانی سے سمجھ چکے تھے کہ اِن کا مستقبل نہایت درخشاں ہے اور نبوت کا خاندانی سلسلہ ان کی ذات سے وابستہ ہونے والا ہے۔خود یوسف علیہ السلام کا حسن صورت وسیرت اور کمال ظاہری وباطنی پدر بزرگوار کی محبت خصوصی کو اپنی طرف جذب کرتا تھا۔دوسرے بھائیوں کو یہ چیز ناگوار تھی،وہ کہتے تھے کہ وقت پر کام آنے والے تو ہم ہیں،ہمارا ایک طاقتور جتھا ہے جو باپ کی ضعیفی میں کام آسکتا ہے۔اِن چھوٹے لڑکوں سے کیا امید ہوسکتی ہے؟ اِن ہی خیالات کے ماتحت اپنے والد بزرگوار کی نسبت کہتے تھے کہ وہ اس معاملہ میں سخت غلطی اور صریح خطا پر ہیں،اپنے نفع ونقصان کا صحیح موازنہ نہیں کرتے۔

اقْتُلُوْا يُوْسُفَ اَوِ اطْرَحُوْهُ اَرْضًا يَّخْلُ لَكُمْ وَجْهُ اَبِيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا

مار ڈالو یوسف کو یا پھینک دو کسی ملک میں کہ خالص رہے تم پر توجہ تمہارے باپ کی ف۱۳ اور ہو رہنا اس کے

صٰلِحِيْنَ ⑨ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ وَاَلْقُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ يَلْتَقِطْهُ بَعْضُ

بعد نیک لوگ ف۱۴ بولا ایک بولنے والا ان میں مت مار ڈالو یوسف کو اور ڈال دو اس کو گم نام کنوئیں میں کہ اٹھالے جائے

السَّيَّارَةِ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ⑩ قَالُوْا يٰۤاَبَانَا مَا لَكَ لَا تَاْمَنَّا عَلٰى يُوْسُفَ وَاِنَّا لَهٗ

اس کو کوئی مسافر اگر تم کو کرنا ہے ف۱۵ بولے اے باپ کیا بات ہے کہ تو اعتبار نہیں کرتا ہمارا یوسف پر اور ہم تو

لَنٰصِحُوْنَ ⑪ اَرْسِلْهُ مَعَنَا غَدًا يَّرْتَعْ وَيَلْعَبْ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ ⑫ قَالَ اِنِّيْ لَيَحْزُنُنِيْۤ اَنْ

اسکے خیرخواہ ہیں ف۱۶ بھیج اس کو ہمارے ساتھ کل کو خوب کھائے اور کھیلے اور ہم تو اسکے نگہبان ہیں ف۱۷ بولا مجھ کو غم ہوتا ہے اس سے کہ تم

تَذْهَبُوْا بِهٖ وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ وَاَنْتُمْ عَنْهُ غٰفِلُوْنَ ⑬ قَالُوْا لَئِنْ اَكَلَهُ الذِّئْبُ

اس کو لے جاؤ اور ڈرتا ہوں اس سے کہ کھا جائے اس کو بھیڑیا اور تم اس سے بے خبر رہو ف۱۸ بولے اگر کھا گیا اس کو بھیڑیا

وَنَحْنُ عُصْبَةٌ اِنَّآ اِذًا لَّخٰسِرُوْنَ ⑭ فَلَمَّا ذَهَبُوْا بِهٖ وَاَجْمَعُوْٓا اَنْ يَّجْعَلُوْهُ فِيْ غَيٰبَتِ الْجُبِّ

اور ہم ایک جماعت ہیں قوت ور تو تو ہم نے سب کچھ گنوا دیا ف۱۹ پھر جب لے کر چلے اس کو اور متفق ہوئے کہ ڈالیں اس کو گمنام کنوئیں میں

وَاَوْحَيْنَآ اِلَيْهِ لَتُنَبِّئَنَّهُمْ بِاَمْرِهِمْ هٰذَا وَهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ⑮

اور ہم نے اشارہ کر دیا اس کو کہ تو جتائے گا ان کو ان کا یہ کام اور وہ تجھ کو نہ جانیں گے ف۲۰

فَائِدَہ: [۱۳] بھائیوں کا منصوبہ:...... یعنی رشک وحسد کی آگ اندر ہی اندر سلگتی رہی، آخر آپس میں مشورہ کیا کہ یوسف علیہ السلام کی موجودگی میں ممکن نہیں کہ والد بزرگوار کی خصوصی محبت وتوجہ کو ہم اپنی طرف کھینچ سکیں، اس لیے یوسف کا قصہ ہی یہاں سے ختم کر دینا چاہیے خواہ قتل کر دو یا کسی دور دراز ملک کی طرف پھینک دو جہاں سے واپس نہ آ سکے۔ جب وہ نہ رہیں گے تو باپ کی ساری توجہات اور مہربانیوں کے ہم ہی تنہا حقدار رہ جائیں گے۔ ''بنیامین'' کے معاملہ کو غالباً اُن کے یہاں کوئی اہمیت نہیں تھی۔ گویا اُس کی محبت کو یوسف کی محبت کا ضمیمہ سمجھتے تھے۔

فَائِدَہ: [۱۴] ...... یعنی ایک مرتبہ قتل وغیرہ کا گناہ کرنا پڑے گا، اُس سے فارغ ہو کر توبہ کر لیں گے اور خوب نیک بن جائیں گے، گویا رِند کے رند رہے ہاتھ سے جنت نہ گئی۔ بعض مفسرین نے ﴿وَتَكُوْنُوْا مِنْۢ بَعْدِهٖ قَوْمًا صٰلِحِيْنَ﴾ کے معنی یہ لیے ہیں کہ یوسف کے بعد ہمارے سب کام ٹھیک اور درست ہو جائیں گے کیونکہ پدر بزرگوار کا دستِ شفقت یوسف سے مایوس ہو کر صرف ہمارے ہی سروں پر رہا کرے گا۔

فَائِدَہ: [۱۵] ''یہودا'' کی رائے:...... یہ کہنے والا ''یہودا'' تھا یعنی قتل کرنا بہت سخت بات ہے اور ہمارا مقصد بدون اُسکے بھی حاصل ہو سکتا ہے۔ اگر تم یوسف کو یہاں سے علیحدہ کرنا چاہتے ہو تو آسان صورت یہ ہے کہ اُسکو بستی سے دُور کسی گمنام کنوئیں میں ڈال دو۔ ابو حیان نے بعض اہلِ لغت سے نقل کیا ہے کہ ﴿غَيٰبَتِ الْجُبِّ﴾ اُس طاقچہ وغیرہ کو کہتے ہیں جو کنوئیں (باؤلی) میں پانی سے ذرا اوپر بنا ہوا ہو۔ غرض یہ تھی کہ ہم خواہی نہ خواہی عمداً ہلاک کرنے کا گناہ اپنے سر نہ لیں، ایسے کنوئیں میں ڈال دینے کے بعد بہت ممکن ہے کوئی مسافر اُدھر سے گذرے اور خبر پا کر کنوئیں سے نکال لے جائے۔ اِس صورت میں ہمارا مقصد حاصل ہو جائے گا اور خونِ ناحق میں ہاتھ رنگین نہ کرنے پڑیں گے گویا سانپ مر جائے گا اور لاٹھی نہ ٹوٹے گی۔

فَائِدَہ: [۱۶] باپ کے خدشات:...... اِس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلے بھی باپ سے اس قسم کی درخواست کر چکے تھے مگر اُن کا دل اُن کے ساتھ بھیجنے پر مطمئن نہیں ہوا۔

فَائِدَہ: [۱۷] بھائیوں کی درخواست:...... یعنی ایسے خوبصورت بچے کے قویٰ گھر میں خالی پڑے رہنے سے بیکار ہوئے جاتے ہیں۔ مناسب ہے کہ ہمارے ساتھ اس کو بکریاں چرانے کے لیے جنگل بھیج دیجیے، وہاں جنگل کے پھل میوے خوب کھائے گا اور کھیل کود سے جسمانی ورزش بھی ہو جائے گی۔ کہتے ہیں اُن کا کھیل بھاگ دوڑ اور تیر اندازی تھی، اور ویسے بھی بچوں کے لیے مناسب حد تک کھیلنا جیسا کہ ابو حیان نے کہا ہے نشاط وشگفتگی کا موجب ہے۔ غرض یعقوب علیہ السلام سے یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جانے کی پرزور درخواست کی اور نہایت مؤکد طریقہ سے اطمینان دلایا کہ ہم برابر اُس کی حفاظت کریں گے۔ مفسرین نے لکھا ہے کہ خود یوسف علیہ السلام کو بھی جداگانہ طور پر ساتھ چلنے اور باپ سے اجازت لینے کی ترغیب دی۔

فائدہ:[۱۸] والد کے اندیشے:......یعنی یوسف علیہ السلام کی جدائی اور تمہارے ساتھ جانے کا تصور ہی مجھے غمگین بنائے دیتا ہے، اُس پر یہ خوف مزید رہا کہ بچہ ہے تمہاری بے خبری اور غفلت میں بھیڑیا وغیرہ کوئی درندہ نہ پھاڑ کھائے۔ لکھا ہے کہ اُس جنگل میں بھیڑیے کثرت سے تھے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں کہ "اُن کو آگے چل کر بھیڑیے کا بہانا کرنا تھا وہ ہی اُن کے دل میں خوف آیا"۔ بعض محققین کا خیال یہ ہے کہ ﴿وَاَخَافُ اَنْ يَّاْكُلَهُ الذِّئْبُ﴾ فرمانا حضرت یعقوب جیسے پیغمبر کے درجۂ توکل و تفویض سے ذرا نازل بات تھی۔ اُس کا جواب یہ ملا کہ لڑکوں نے گویا اُن کے منہ میں سے بات پکڑلی جو اندیشہ ظاہر کیا تھا وہ ہی واقعہ بنا کر لے آئے۔

فائدہ:[۱۹] بھائیوں کی تسلی:......یعنی اگر ہماری جیسی طاقتور جماعت کی موجودگی میں چھوٹے بھائی کو بھیڑیا کھا جائے تو سمجھو کہ ہم بالکل ہی گئے گذرے ہوئے۔ اس سے بڑھ کر کیا خسارہ ہوگا کہ دس گیارہ تنومند بھائیوں کی آنکھوں کے سامنے سے ایک کمزور بچہ بھیڑیے کے منہ میں پہنچ جائے، ایسا ہو تو کہنا چاہیے کہ ہم نے اپنا سب کچھ گنوا دیا۔

فائدہ:[۲۰] طے شدہ منصوبہ پر عمل اور تسلی کا اشارہ:......مفسرین نے بہت سے درمیانی قصے نہایت درد انگیز اور رقت خیز پیرایہ میں نقل کیے ہیں جنہیں سن کر پتھر کا کلیجہ موم ہو جائے، خدا جانے وہ کہاں تک صحیح ہیں۔ قرآن کریم اپنے خاص نصب العین کے اعتبار سے اس قسم کی تفاصیل کو زیادہ درخورِ اعتنا اور لائق ذکر نہیں سمجھتا کیونکہ ان اجزاء سے کوئی مہم مقصد متعلق نہیں ہے۔ قرآنِ کریم اپنے سامعین کے دلوں میں وہ رقت پیدا کرنا چاہتا ہے جس کا منشا خالص ایمان و عرفان ہو۔ عام رقت جو ہر کافر و مومن بلکہ حیوانات تک میں طبعاً مشترک ہے اُس پر عام خطباء کی طرح زور ڈالنا قرآن کی عادت نہیں۔ یہاں بھی اُس نے درمیانی واقعات حذف کر کے آخری بات بتلا دی کہ برادرانِ یوسف، یوسف علیہ السلام کو بلطائف الحیل باپ کے پاس سے لے گئے اور ٹھہری ہوئی قرارداد کے موافق کنوئیں میں ڈالنے کا تہیہ کر لیا۔ اُس وقت ہم نے یوسف کو اشارہ کیا جس کی دوسروں کو مطلق خبر نہیں ہوئی، کہ گھبراؤ نہیں! ایک وقت آیا چاہتا ہے کہ یہ سب کارروائیاں تم اِن کو یاد دلاؤ گے اور اُس وقت تم ایسے بلند مقام اور اعلیٰ مرتبہ پر ہو گے کہ یہ تم کو پہچان نہ سکیں گے یا طولِ عہد کی وجہ سے تم کو شناخت نہ کر سکیں گے۔ یہ خدائی اشارہ خواب میں ہوا یا بیداری میں، بطریق الہام ہوا یا فرشتہ کے ذریعہ سے، اس کی تفصیل قرآن میں نہیں۔ البتہ ظاہر الفاظ کو دیکھ کر کہا گیا ہے کہ وحی کا آنا چالیس برس کی عمر پر موقوف نہیں ہے کیونکہ حضرت یوسف اس وقت بہت کم عمر تھے۔ واللہ اعلم!

وَجَآءُوْٓ اَبَاهُمْ عِشَآءً يَّبْكُوْنَ ﴿۱۶﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَآ اِنَّا ذَهَبْنَا نَسْتَبِقُ وَتَرَكْنَا يُوْسُفَ عِنْدَ

اور آئے اپنے باپ کے پاس اندھیرا پڑے روتے ہوئے ف۲۱ کہنے لگے اے باپ ہم لگے دوڑنے آگے نکلنے کو اور چھوڑا یوسف کو اپنے

مَتَاعِنَا فَاَكَلَهُ الذِّئْبُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُؤْمِنٍ لَّنَا وَلَوْ كُنَّا صٰدِقِيْنَ ﴿۱۷﴾ وَجَآءُوْ عَلٰى قَمِيْصِهٖ

اسباب کے پاس پھر اس کو کھا گیا بھیڑیا ف۲۲ اور تو باور نہ کرے گا ہمارا کہنا اور اگرچہ ہم سچے ہوں ف۲۳ اور لائے اس کے کرتے پر

بِدَمٍ كَذِبٍ ۭ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ۭ فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ۭ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ

لہو لگا کر جھوٹ ف۲۴ بولا یہ ہرگز نہیں بلکہ بنا دی ہے تم کو تمہارے جیوں نے ایک بات اب صبر ہی بہتر ہے اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں

عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ﴿۱۸﴾ وَجَآءَتْ سَيَّارَةٌ فَاَرْسَلُوْا وَارِدَهُمْ فَاَدْلٰى دَلْوَهٗ ۭ قَالَ يٰبُشْرٰى هٰذَا

اُس بات پر جو تم ظاہر کرتے ہو ف۲۵ اور آیا ایک قافلہ پھر بھیجا اپنا پانی بھرنے والا، اس نے لٹکایا اپنا ڈول کہنے لگا کیا خوشی کی بات ہے یہ ہے ایک

غُلٰمٌ ؕ وَاَسَرُّوْهُ بِضَاعَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَعْمَلُوْنَ ۝۱۹ وَشَرَوْهُ بِثَمَنٍۭ بَخْسٍ دَرَاهِمَ

لڑکا ۲۶ اور چھپا لیا اس کو تجارت کا مال سمجھ کر ۲۷ اور اللہ خوب جانتا ہے جو کچھ وہ کرتے ہیں ۲۸ اور بیچ آئے اس کو بھائی ناقص قیمت

مَعْدُوْدَةٍ ۚ وَكَانُوْا فِيْهِ مِنَ الزّٰهِدِيْنَ ۝۲۰

ع ۱۲

کو گنتی کی چونیاں ۲۹ اور ہو رہے تھے اس سے بیزار ۳۰

فائدہ: [۲۱] **بھائیوں کی جھوٹی آہ و بکا:**...... یا تو گھر پہنچتے پہنچتے اندھیرا ہو گیا یا جان بوجھ کر اندھیرے سے آئے کہ دن کے اُجالے میں باپ کو منہ دکھانا زیادہ مشکل تھا اور رات کی سیاہ چادر بے حیائی، سنگدلی اور جھوٹی آہ و بکا کی کسی حد تک پردہ داری کر سکتی تھی۔ اعمش نے خوب فرمایا کہ برادران یوسف کا گریہ و بکا سننے کے بعد ہم کسی شخص کو محض چشمِ اشکبار سے سچا نہیں سمجھ سکتے۔

فائدہ: [۲۲] **جھوٹی کہانی:**...... یعنی ہم نے حفاظت میں کچھ کوتاہی نہیں کی، ہمارے کپڑے لتے وغیرہ قابل حفاظت چیزیں جہاں رکھی تھیں وہیں یوسف کو بٹھلایا اور ایک دوسرے سے آگے نکلنے کو بھاگ دوڑ شروع کی۔ بس ذرا آنکھ سے اوجھل ہونا تھا کہ بھیڑیے نے یوسف کو آدبوچا، اُس موقع پر اتنی ذرا سی دیر میں احتمال بھی نہ تھا کہ بھیڑیا پہنچ کر فوراً یوسف کو شکار کر لے گا۔

فائدہ: [۲۳]...... یعنی یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں پہلے ہی سے آپ کو ہماری طرف بدگمانی ہے۔ اگر آپ کے نزدیک ہم بالکل سچے بھی ہوں تب بھی اس معاملۂ خاص میں کسی طرح ہماری بات کا یقین نہیں کر سکتے۔

فائدہ: [۲۴] **خون آلود قمیض:**...... ایک بکری یا ہرن وغیرہ ذبح کر کے اُس کا خون یوسف کی قمیص پر چھڑک لائے تھے وہ جھوٹا خون پیش کر کے باپ کو یقین دلانے لگے کہ بھیڑیے کے زخمی کرنے سے یہ کرتہ خون آلود ہو گیا۔

فائدہ: [۲۵] **حضرت یعقوب علیہ السلام کا مثالی جواب:**...... بھلا جس کو شام میں بیٹھ کر مصر سے یوسف علیہ السلام کے کرتہ کی خوشبو آتی تھی وہ بکری کے خون پر یوسف علیہ السلام کے خون کا گمان کب کر سکتا تھا۔ انہوں نے سنتے ہی جھٹلا دیا، اور جیسا کہ بعض تفاسیر میں ہے: کہنے لگے کہ وہ بھیڑیا واقعی بڑا حلیم و متین ہو گا جو یوسف کو لے گیا اور خون آلود کرتہ کو نہایت احتیاط سے صحیح و سالم اُتار کر رکھ گیا۔ سچ ہے "دروغ گو را حافظہ نہ باشد" خون سے چھینٹے تو دیے مگر یہ خیال نہ رہا کہ قمیص کو بے ترتیبی سے نوچ کر اور پھاڑ کر پیش کرتے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام نے صاف طور پر فرما دیا کہ یہ سب تمہاری سازش اور اپنے دلوں سے تراشی ہوئی باتیں ہیں۔ بہر حال میں صبرِ جمیل اختیار کرتا ہوں جس میں نہ کسی غیر کے سامنے شکوہ ہو گا، نہ تم سے انتقام کی کوشش۔ صرف اپنے خدا سے دعا کرتا ہوں کہ اس صبر میں میری مدد فرمائے اور اپنی اعانت غیبی سے جو باتیں تم ظاہر کر رہے ہو، اُنکی حقیقت اس طرح آشکارا کر دے کہ سلامتی کے ساتھ یوسف سے دوبارہ ملنا نصیب ہو۔ معلوم ہوتا ہے کہ یعقوب علیہ السلام کو مطلع کر دیا گیا تھا کہ جس امتحان میں وہ مبتلا کیے گئے ہیں وہ پورا ہو کر رہیگا، اور ایک مدتِ معین کے بعد اس مصیبت سے نجات ملے گی۔ فی الحال ڈھونڈھنے یا انتقامی تدابیر اختیار کرنے سے کوئی فائدہ نہیں یوسف علیہ السلام ابھی ملیں گے نہیں۔ ہاں! دوسرے بیٹے ساری دنیا میں رُسوا ہو جائیں گے اور ممکن ہے کہ طیش میں آ کر خود یعقوب علیہ السلام کو ایذا پہنچانے کی کوشش کریں۔ کذا قال الامام الرازی فی الکبیر۔ واللہ اعلم!

فائدہ: [۲۶] **تین دن کنوئیں میں:**...... کہتے ہیں تین روز تک یوسف علیہ السلام کنوئیں میں رہے، قدرتِ الٰہی نے حفاظت کی۔ ایک بھائی یہودا کے دل میں ڈال دیا کہ وہ ہر روز کنوئیں میں کھانا پہنچا آتا تھا۔ ویسے بھی سب بھائی خبر رکھتے تھے کہ مریں نہیں کسی دوسرے ملک کا مسافر نکال لے جائے تو ہمارے درمیان سے یہ کانٹا نکل جائے۔ سچ ہے ؎

گل است سعدی و در چشم دشمناں خار است

آخر مدین سے مصر کو جانے والا ایک قافلہ اُدھر سے گذرا، اُنہوں نے کنواں دیکھ کر اپنا آدمی پانی بھرنے کو بھیجا، اُس نے ڈول پھانسا تو حضرت یوسف علیہ السلام چھوٹے تو تھے ہی، ڈول میں ہو بیٹھے اور رسّی ہاتھ سے پکڑ لی، کھینچنے والے نے اُن کا حسن و جمال دیکھ کر بے ساختہ خوشی سے پکارا کہ یہ تو عجیب لڑکا ہے بڑی قیمت کو بکے گا۔

فائدہ: [۲۷]......یعنی کھینچنے والے نے اِس واقعہ کو دوسرے ہمراہیوں سے چھپانا چاہا کہ اوروں کو خبر ہوگی تو سب شریک ہو جائیں گے۔ شاید یہ ظاہر کیا کہ یہ غلام اُس کے مالکوں نے مجھ کو دیا ہے تا مصر کے بازار میں فروخت کروں۔

فائدہ: [۲۸] **تین عزائم:**......یعنی بھائی بے وطن کرنا چاہتے تھے اور قافلہ والے بیچ کر دام وصول کرنے کا ارادہ کر رہے تھے اور خدا تعالیٰ خزائن مصر کا مالک بنانا چاہتا تھا۔ وہ اگر چاہتا تو ان کاروائیوں کو ایک سیکنڈ میں روک دیتا، لیکن اُسکی مصلحت تاخیر میں تھی، اسلئے سب چیزوں کو جانتے اور دیکھتے ہوئے اُنہیں ڈھیل دی گئی۔

فائدہ: [۲۹] **اٹھارہ دراہم میں فروختگی:**...... بھائیوں کو خبر ہوئی کہ قافلہ والے نکال لے گئے۔ وہاں پہنچے اور ظاہر کیا کہ یہ ہمارا غلام بھاگ آیا ہے چونکہ اسے بھاگنے کی عادت ہے اِس لیے ہم رکھنا نہیں چاہتے، تم خریدو تو خرید سکتے ہو مگر بہت سخت نگرانی رکھنا کہیں بھاگ نہ جائے۔ کہتے ہیں اٹھارہ درہم یا کم وبیش میں بیچ ڈالا، اور نو بھائیوں نے دو دو درہم (تقریباً آٹھ آٹھ آنے) بانٹ لیے، ایک بھائی یہودا نے حصہ نہیں لیا۔

فائدہ: [۳۰]......یعنی اِس قدر ارزاں بیچنے سے تعجب مت کرو۔ وہ اتنے بیزار تھے کہ مفت ہی دے ڈالتے تو مستبعد نہ تھا جو پیسے مل گئے غنیمت سمجھا۔ بعض مفسرین کہتے ہیں آیت میں اُس بیع کا ذکر ہے جو قافلہ والوں نے مصر پہنچ کر کی۔ اگر ایسا ہو تو کہا جائے گا کہ پڑی ہوئی چیز کی قدر نہ کی اور یہ اندیشہ رہا کہ پھر کوئی آ کر دعویٰ نہ کر بیٹھے۔ آبق (بھگوڑا) ہونے کا عیب سن چکے تھے، اس لیے سستے داموں بیچ ڈالا۔ والظاہر ہو الاول۔ واللہ اعلم!

وَقَالَ الَّذِي اشْتَرٰىهُ مِنْ مِّصْرَ لِامْرَاَتِهٖٓ اَكْرِمِيْ مَثْوٰىهُ عَسٰٓى اَنْ يَّنْفَعَنَآ اَوْ نَتَّخِذَهٗ

اور کہا جس شخص نے خرید کیا اس کو مصر سے اپنی عورت کو آبرو سے رکھ اس کو شاید ہمارے کام آئے یا ہم کر لیں اس

وَلَدًا ؕ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ؗ وَلِنُعَلِّمَهٗ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ؕ وَاللّٰهُ

کو بیٹا ف ۳۱ اور اسی طرح جگہ دی ہم نے یوسف کو اس ملک میں اور اس واسطے کہ اس کو سکھائیں کچھ ٹھکانے پر بٹھانا باتوں کا ف ۳۲ اور اللہ

غَالِبٌ عَلٰٓى اَمْرِهٖ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۲۱﴾ وَلَمَّا بَلَغَ اَشُدَّهٗٓ اٰتَيْنٰهُ حُكْمًا

طاقتور رہتا ہے اپنے کام میں ولیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ف ۳۳ اور جب پہنچ گیا اپنی قوت کو دیا ہم نے اس کو حکم اور علم ف ۳۴ اور ایسا

وَّعِلْمًا ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَرَاوَدَتْهُ الَّتِيْ هُوَ فِيْ بَيْتِهَا عَنْ نَّفْسِهٖ وَغَلَّقَتِ

ہی بدلہ دیتے ہیں ہم نیکی والوں کو ف ۳۵ پھسلایا اس کو اس کی عورت نے جس کے گھر میں تھا اپنا جی تھامنے سے اور بند کر

الْاَبْوَابَ وَقَالَتْ هَيْتَ لَكَ ؕ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اِنَّهٗ رَبِّيْٓ اَحْسَنَ مَثْوَايَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ

دیے دروازے اور بولی شتابی کر ف ۳۶ کہا خدا کی پناہ عزیز مالک ہے میرا اچھی طرح رکھا ہے مجھ کو، بے شک بھلائی نہیں پاتے جو لوگ کہ

الظّٰلِمُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ ۚ وَهَمَّ بِهَا لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ ؕ كَذٰلِكَ لِنَصْرِفَ عَنْهُ

بے انصاف ہوں ف ۳۷ اور البتہ عورت نے فکر کیا اس کا اور اس نے فکر کیا عورت کا ف ۳۸، اگر نہ ہوتا یہ کہ دیکھے قدرت اپنے رب کی ف ۳۹ یوں ہی

السُّوْٓءَ وَالْفَحْشَآءَ ؕ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُخْلَصِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاسْتَبَقَا الْبَابَ وَقَدَّتْ قَمِيْصَهٗ مِنْ

ہوا تاکہ ہٹائیں ہم اس سے برائی اور بے حیائی، البتہ وہ ہے ہمارے برگزیدہ بندوں میں ف ۴۰ اور دونوں دوڑے دروازے کو اور عورت نے چیر ڈالا اسکا

دُبُرٍ وَّاَلْفَيَا سَيِّدَهَا لَدَا الْبَابِ ؕ قَالَتْ مَا جَزَآءُ مَنْ اَرَادَ بِاَهْلِكَ سُوْٓءًا اِلَّآ اَنْ يُّسْجَنَ اَوْ

کرتہ پیچھے سے اور دونوں مل گئے عورت کے خاوند سے دروازے کے پاس ف ۴۱ بولی اور کچھ سزا نہیں ایسے شخص کی جو چاہے تیرے گھر میں برائی مگر یہی کہ قید میں ڈالا

عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ قَالَ هِيَ رَاوَدَتْنِيْ عَنْ نَّفْسِيْ وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْ اَهْلِهَا ۚ اِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ

جائے یا عذاب دردناک ف ۴۲ یوسف بولا اسی نے خواہش کی مجھ سے کہ نہ تھاموں اپنے جی کو اور گواہی دی ایک گواہ نے عورت کے لوگوں میں سے ف ۴۳

قُدَّ مِنْ قُبُلٍ فَصَدَقَتْ وَهُوَ مِنَ الْكٰذِبِيْنَ ﴿۲۶﴾ وَاِنْ كَانَ قَمِيْصُهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ فَكَذَبَتْ

اگر ہے کرتہ اس کا پھٹا آگے سے تو عورت سچی ہے اور وہ ہے جھوٹا اور اگر ہے کرتا اس کا پھٹا پیچھے سے

وَهُوَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿۲۷﴾ فَلَمَّا رَاٰ قَمِيْصَهٗ قُدَّ مِنْ دُبُرٍ قَالَ اِنَّهٗ مِنْ كَيْدِكُنَّ ؕ اِنَّ كَيْدَكُنَّ

تو یہ جھوٹی ہے اور وہ سچا ہے پھر جب دیکھا عزیز نے کرتا اس کا پھٹا ہوا پیچھے سے کہا بے شک یہ ایک فریب ہے تم عورتوں کا، البتہ تمہارا

ع ۳ / ۱۲ عَظِيْمٌ ﴿۲۸﴾ يُوْسُفُ اَعْرِضْ عَنْ هٰذَا ٜ وَاسْتَغْفِرِيْ لِذَنْۢبِكِ ۖۚ اِنَّكِ كُنْتِ مِنَ الْخٰطِـِٕيْنَ ﴿۲۹﴾

فریب بڑا ہے یوسف جانے دے اس ذکر کو اور عورت تو بخشوا اپنا گناہ، بے شک تو ہی گناہ گار تھی ف ۴۴

فَائِدَة: [۳۱] **مصر میں نیلام اور عزیز مصر کے پاس قیام:**...... کہتے ہیں مصر پہنچ کر نیلام ہوا۔ عزیز مصر جو وہاں کا مدار المہام [وزیر اعظم] تھا، اُس کی بولی پر معاملہ ختم ہوا۔ اُس نے اپنی عورت (زلیخا یا راعیل) سے کہا کہ نہایت پیارا، قبول صورت، اور ہونہار لڑکا معلوم ہوتا ہے۔ اُس کو پوری عزت و آبرو سے رکھو: غلاموں کا معاملہ مت کرو۔ شاید بڑا ہو کر ہمارے کام آئے، ہم اپنا کاروبار اس کے سپرد کر دیں یا جب اولاد نہیں ہے تو بیٹا بنا لیں۔

فَائِدَة: [۳۲] **ترقیات اور سربلندیوں کا پیش خیمہ:**...... یعنی ہم نے اپنی قدرت کاملہ اور تدبیر لطیف سے یوسف علیہ السلام کو بھائیوں کی حاسدانہ سختیوں اور کنوئیں کی قید سے نکال کر عزیز مصر کے یہاں پہنچا دیا۔ پھر اُسکے دل میں یوسف علیہ السلام کی محبت و وقعت القا فرمائی۔ اس طرح ہم نے اُنکو مصر میں ایک معزز جگہ دی اور اہلِ مصر کی نظروں میں اُن کو وجیہ و محبوب بنا دیا، تا یہ چیز آئندہ ترقیات اور سربلندیوں کا پیش خیمہ ہو، اور بنی اسرائیل کو مصر میں بسانے کا ذریعہ بنے۔ ساتھ ہی یہ بھی منظور تھا کہ عزیز مصر کے یہاں رہ کر بڑے سرداروں کی صحبت دیکھیں تا سلطنت کے رموز و اشارات سمجھنے اور تمام باتوں کو اُن کے ٹھکانے پر بٹھانے کا کامل سلیقہ اور تجربہ حاصل ہو۔

تنبیہ:...... اسی سورت کے پہلے رکوع (آیت: ٦) میں ﴿تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ﴾ کا لفظ گذر چکا ہے، اسکی تفسیر وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

فَائِدَۃ: [۳۳]...... یعنی بھائیوں نے یوسف علیہ السلام کو گرانا چاہا۔ خدا نے اُن کو آسمان رفعت پر پہنچا دیا۔ اکثر لوگ کوتاہ نظری سے دیکھتے نہیں کہ انسانی تدبیروں کے مقابلہ میں کس طرح خدا کا بندوبست غالب آتا ہے۔

فَائِدَۃ: [۳۴] **عظیم الشان علم و حکمت کا فیضان:**...... یعنی جب یوسف کے تمام قویٰ حدِ کمال کو پہنچ گئے تو خدا کے یہاں سے عظیم الشان علم و حکمت کا فیض پہنچا۔ نہایت مشکل عقدے اپنی فہم رسا سے حل کرتے، بڑی خوبی اور دانائی سے لوگوں کے نزاعات چکاتے، دین کی باریکیاں سمجھتے جو زبان سے کہتے وہ کر کے دکھاتے۔ سفیہانہ اخلاق سے قطعاً پاک وصاف اور علم شرائع کے پورے ماہر تھے، تعبیر رؤیا کا علم تو اُن کا مخصوص حصہ تھا۔

فَائِدَۃ: [۳۵]...... جو لوگ فطرت کی رہنمائی یا تقلید صالحین اور توفیق ازلی سے نوائب وحوادث پر صابر رہ کر عمدہ اخلاق اور نیک چال چلن اختیار کرتے ہیں، حق تعالیٰ اُن پر ایسے ہی انعام فرماتا ہے۔

فَائِدَۃ: [۳۶] **پیغمبرانہ عصمت کے مقابلہ میں شیطانی جال پاش پاش:**...... اُدھر تو الطاف غیبیہ حضرت یوسف کی عجیب وغریب طریقہ سے تربیت فرما رہے تھے۔ اِدھر عزیز کی بیوی (زلیخا) نے اُنکے سامنے ایک نہایت ہی مزلتہ الاقدام [پاؤں پھسلا دینے والا موقع] امتحان کا کھڑا کر دیا۔ یعنی حضرت یوسف علیہ السلام کے حسن وجمال پر زلیخا مفتون ہوگئی اور دلکشی وہوشربائی کے سارے سامان جمع کر کے چاہا کہ یوسف کے دل کو اُنکے قابو سے باہر کر دے۔ ایک طرف عیش ونشاط کے سامان، نفسانی جذبات پورے کرنے کیلئے ہر قسم کی سہولتیں، یوسف علیہ السلام کا ہر وقت زلیخا کے گھر میں موجود رہنا، اُسکا نہایت محبت اور پیار سے رکھنا، تنہائی کے وقت خود عورت کی طرف سے ایک خواہش کا بیتابانہ اظہار، کسی غیر کے آنے جانے کے سب دروازے بند، دوسری طرف جوانی کی عمر، قوت کا زمانہ، مزاج کا اعتدال، تجرد کی زندگی، یہ سب دواعی واسباب ایسے تھے جن سے ٹکرا کر بڑے سے بڑے زاہد کا تقویٰ بھی پاش پاش ہو جاتا۔ مگر خدا نے جس کو محسن قرار دے کر علم وحکمت کے رنگ میں رنگین کیا اور پیغمبرانہ عصمت کے بلند مقام پر پہنچایا، اُس پر کیا مجال تھی کہ شیطان کا قابو چل جاتا۔ اُس نے ایک لفظ کہا ﴿مَعَاذَ اللّٰهِ﴾ (خدا کی پناہ) اور شیطانی جال کے سارے حلقے توڑ ڈالے، کیونکہ جس نے خدا کی پناہ لی اُس پر کس کا وار چل سکتا ہے؟

فَائِدَۃ: [۳۷]...... یعنی خدا کی پناہ، میں ایسی قبیح حرکت کیسے کر سکتا ہوں؟ علاوہ بریں "عزیز" میرا مربی ہے جس نے مجھے ایسی عزت و راحت سے رکھا، کیا میں اپنے محسن کے ناموس پر حملہ کروں؟ ایسی محسن کشی اور بے انصافی کرنے والے کبھی بھلائی اور کامیابی کا منہ نہیں دیکھ سکتے۔ نیز جب ظاہری مربی کا ہم کو اس قدر پاس ہے تو سمجھ لو کہ اُس پروردگار حقیقی سے ہمیں کس قدر شرمانا اور حیا کرنا چاہیے، جس نے محض اپنے فضل سے ہماری تربیت فرمائی اور اپنے بندوں کو ہماری خدمت وراحت رسانی کے لیے کھڑا کر دیا۔

تنبیہ:...... بعض مفسرین نے ﴿اِنَّهٗ رَبِّيْٓ﴾ کی ضمیر اللہ تعالیٰ کی طرف راجع کی ہے۔

فَائِدَۃ: [۳۸] **تائید غیبی اور دونوں کے "ھَمّ" میں فرق:**...... یعنی عورت نے پھانسنے کی فکر کی اور اُس نے فکر کی کہ عورت کا داؤ چلنے نہ پائے، اگر اپنے رب کی حجت وقدرت کا معائنہ نہ کرتا تو ثابت قدم رہنا مشکل تھا۔ بعض مفسرین نے ﴿وَهَمَّ بِهَا﴾ کو ﴿وَلَقَدْ هَمَّتْ بِهٖ﴾ سے علیحدہ کر کے ﴿لَوْلَآ اَنْ رَّاٰ بُرْهَانَ رَبِّهٖ﴾ سے متعلق کیا ہے، جیسے ﴿اِنْ كَادَتْ لَتُبْدِيْ بِهٖ لَوْلَآ اَنْ رَّبَطْنَا عَلٰى قَلْبِهَا﴾ کی ترکیب ہے۔ اس وقت مقصود یوسف علیہ السلام کے حق میں ھَمّ کا ثابت کرنا نہیں، بلکہ نفی کرنا ہے۔ ترجمہ یوں ہوگا کہ عورت نے یوسف کا ارادہ کیا اور یوسف بھی عورت کا ارادہ کرتا اگر اپنے پروردگار کی قدرت وحجت نہ دیکھ لیتا۔ بعض نے ﴿وَهَمَّ بِهَا﴾ میں لفظ ھَمّ کو بمعنی میلان ورغبت کے لیا ہے۔ یعنی یوسف کے دل میں کچھ رغبت ومیلان بے اختیار پیدا ہوا، جیسے روزہ دار کو گرمی میں ٹھنڈے پانی کی طرف طبعاً رغبت ہوتی ہے لیکن نہ وہ پینے کا ارادہ کرتا ہے نہ یہ بے اختیاری رغبت کچھ مضر ہے، بلکہ باوجود رغبت طبعی کے اُس سے قطعاً محترز رہنا مزید اجر وثواب کا

موجب ہے۔اسی طرح سمجھ لو کہ ایسے اسباب ودواعی قویہ کی موجودگی سے طبع بشری کے موافق بلا اختیار وارادہ یوسف علیہ السلام کے دل میں کسی قسم کی رغبت ومیلان کا پایا جانا نہ عصمت کے منافی ہے نہ اُن کے مرتبہ کو گھٹاتا ہے، بلکہ صحیح مسلم میں ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث ہے کہ اگر بندہ کا میلان کسی برائی کی طرف ہو لیکن اُس پر عمل نہ کیا تو اُس کے فردِ حسنات میں ایک نیکی لکھی جاتی ہے۔خدا فرماتا ہے کہ اُس نے (بوجود رغبت ومیلان) میرے خوف سے اُس برائی کو ہاتھ نہ لگایا۔بہر حال باوجود اشتراکِ لفظی کے زلیخا کے ھَمّ اور یوسف کے ھَمّ میں زمین آسمان کا تفاوت ہے۔اسی لیے قرآن کریم نے دونوں کے ھَمّ کو ایک ہی لفظ میں جمع نہیں کیا اور نہ زلیخا کے ھَمّ کی طرح یوسف کے ھَمّ پر''لام''اور''قَدْ''داخل کیا گیا، بلکہ سیاق ولحاق میں بہت سی دلائل یوسف علیہ السلام کی طہارت ونزاہت پر قائم فرمائیں جو غور کرنے والوں پر پوشیدہ نہیں، تفصیل''روح المعانی''اور''کبیر''وغیرہ میں موجود ہے۔

فَائِدَہ:[۳۹] رب کی بُرھان:...... ''برہان''دلیل وحجت کو کہتے ہیں۔یعنی اگر یوسف علیہ السلام اُس وقت اپنے رب کی دلیل نہ دیکھتے تو قلبی میلان پر چل پڑتے۔دلیل کیا تھی؟ زنا کی حرمت وشناعت کا وہ عین الیقین جو حق تعالیٰ نے اُن کو عطا فرمایا، یا وہ ہی دلیل جو خود انہوں نے زلیخا کے مقابلہ میں ﴿اِنَّهٗ رَبِّیْۤ اَحْسَنَ مَثْوَایَ اِنَّهٗ لَا یُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ﴾ کہہ کر پیش کی۔بعض کہتے ہیں کہ خدا کی قدرت سے اُس وقت حضرت یعقوب علیہ السلام نظر آئے کہ اُنگلی دانتوں میں دبائے سامنے کھڑے ہیں، بعض نے کہا کہ کوئی غیبی تحریر نظر پڑی جس میں اس فعل سے روکا گیا تھا۔واللہ اعلم!

فَائِدَہ:[۴۰] برھان کا مقصد:...... یعنی یہ برہان دکھانا اور ایسی طرح ثابت قدم رکھنا اس لیے تھا کہ یوسف علیہ السلام ہمارے برگزیدہ بندوں میں ہیں، لہٰذا کوئی چھوٹی بڑی بُرائی خواہ ارادہ کے درجہ میں ہو یا عمل کے، اُن تک نہ پہنچ سکے۔

فَائِدَہ:[۴۱] یوسف علیہ السلام بچ نکلنے میں کامیاب:...... آگے یوسف علیہ السلام تھے کہ جلدی دروازہ کھول کر نکل جائیں اور پیچھے زلیخا انہیں روکنے کے لیے تعاقب کر رہی تھیں، اتفاقاً یوسف علیہ السلام کے قمیص کا پچھلا حصہ زلیخا کے ہاتھ میں آ گیا، اُس نے پکڑ کر کھینچنا چاہا، کھینچا تانی میں کرتہ پھٹ گیا، مگر یوسف جوں توں کر کے مکان سے نکلنے میں کامیاب ہو گئے۔اِدھر یہ دونوں آگے پیچھے دروازہ پر پہنچے، اُدھر عورت کا خاوند عزیز مصر بھی پہنچ گیا، عورت نے فوراً بات بنانی شروع کی۔

فَائِدَہ:[۴۲] زلیخا کا مکر اور الزام:...... عورت نے الزام یوسف علیہ السلام پر رکھا کہ اُس نے مجھ سے برا ارادہ کیا، ایسے شخص کی سزا یہ ہونی چاہیے کہ جیل خانہ بھیجا جائے یا کوئی اور سخت مار پڑے۔

فَائِدَہ:[۴۳] حضرت یوسف علیہ السلام کے حق میں عظیم گواہی:...... اب یوسف علیہ السلام کو واقعہ ظاہر کرنا پڑا کہ عورت نے میرے نفس کو بے قابو کرنا چاہا، میں نے بھاگ کر جان بچائی۔یہ جھگڑا ابھی چل رہا تھا کہ خود عورت کے خاندان کا ایک گواہ عجیب طریقہ سے یوسف علیہ السلام کے حق میں گواہی دینے لگا۔بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ شیر خوار بچہ تھا، جو خدا کی قدرت سے حضرت یوسف کی برأت ووجاہت عند اللہ ظاہر کرنے کو بول پڑا۔اور بعض علماء کہتے ہیں کہ بچہ نہیں کوئی مرد دانا تھا جس نے ایسی پتہ کی بات کہی۔واللہ اعلم!

فَائِدَہ:[۴۴]...... اگر گواہ شیر خوار بچہ تھا جیسا کہ بعض معتبر روایات میں ہے تب تو اُس کا بولنا اور ایسی گواہی دینا جو انجام کار یوسف علیہ السلام کے حق میں مفید ہو، خود مستقل دلیل یوسف علیہ السلام کی سچائی کی تھی۔کرتہ کا آگے یا پیچھے سے پھٹا ہونا شہادت سے زائد بطور ایک علامت اور قرینہ کے سمجھنا چاہیے، اور اگر گواہ کوئی مرد دانا تھا تو بظاہر ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ خارجی طریقہ سے حقیقتِ حال پر مطلع ہو چکا ہوگا اُس نے نہایت دانائی سے ایسے پیرایہ میں شہادت دی جو دفعۃً کسی کی جانبداری پر بھی محمول نہ ہو اور آخر کار یوسف علیہ السلام کی برأت ثابت کر دے۔جو پیرایہ اظہارِ واقعہ کا اُس نے اختیار کیا وہ غیر جانبداروں کے نزدیک نہایت معقول تھا، کیونکہ اگر عورت کے دعوے کے موافق یوسف نے

(معاذ اللہ) اُس کی طرف اقدام کیا تو اُن کا چہرہ عورت کی طرف ہوگا تو ظاہر یہ ہے کہ کشمکش میں کرتا بھی سامنے سے پھٹے اور اگر یوسف کا کہنا صحیح ہے کہ عورت مجھ کو اپنی طرف بلاتی تھی، میں دروازہ کی طرف بھاگا، اُس نے پکڑنے کے لیے میرا تعاقب کیا تو کھلی ہوئی بات ہے کہ کرتہ پیچھے سے پھٹا ہوگا۔ کیونکہ اس صورت میں یوسف اُس کی طرف متوجہ نہیں تھے بلکہ اُدھر سے پیٹھ پھیر کر بھاگ رہے تھے۔ بہر حال جب دیکھا گیا کہ کرتہ آگے سے نہیں پیچھے سے پھٹا ہے تو عزیز نے سمجھ لیا کہ یہ سب عورت کا مکر وفریب ہے، یوسف قصوروار نہیں۔ چنانچہ اُس نے صاف کہہ دیا کہ زلیخا کی پرفریب کاروائی اُسی قسم کی ہے جو عموماً عورتیں کیا کرتی ہیں۔ اُس نے یوسف سے استدعا کی کہ جو ہونا تھا ہو چکا، آیندہ اس کا ذکر مت کرو کہ سخت رسوائی اور بدنامی کا موجب ہے، اور عورت کو کہا کہ یوسف سے یا خدا سے اپنے قصور کی معافی مانگ، یقیناً قصور تیرا ہی تھا۔

وَقَالَ نِسْوَةٌ فِي الْمَدِينَةِ امْرَاَتُ الْعَزِيزِ تُرَاوِدُ فَتٰهَا عَنْ نَّفْسِهٖ ۚ قَدْ شَغَفَهَا حُبًّا ؕ اِنَّا

اور کہنے لگیں عورتیں اس شہر میں عزیز کی عورت خواہش کرتی ہے اپنے غلام سے اس کے جی کو، فریفتہ ہو گیا اس کا دل اس کی محبت میں

لَنَرٰىهَا فِي ضَلٰلٍ مُّبِينٍ ۝۳۰ فَلَمَّا سَمِعَتْ بِمَكْرِهِنَّ اَرْسَلَتْ اِلَيْهِنَّ وَاَعْتَدَتْ لَهُنَّ مُتَّكَاً

، ہم تو دیکھتے ہیں اس کو صریح خطا پر ف۴۵ پھر جب سنا اُس نے ان کا فریب ف۴۶ بلوا بھیجا ان کو اور تیار کی ان کے واسطے ایک مجلس

وَّاٰتَتْ كُلَّ وَاحِدَةٍ مِّنْهُنَّ سِكِّينًا وَّقَالَتِ اخْرُجْ عَلَيْهِنَّ ۚ فَلَمَّا رَاَيْنَهٗٓ اَكْبَرْنَهٗ وَقَطَّعْنَ

اور دی انکو ہر ایک کے ہاتھ میں ایک چھری اور بولی یوسف نکل آ انکے سامنے پھر جب دیکھا اسکو ششدر رہ گئیں اور کاٹ ڈالے اپنے ہاتھ ف۴۷

اَيْدِيَهُنَّ ۫ وَقُلْنَ حَاشَ لِلّٰهِ مَا هٰذَا بَشَرًا ؕ اِنْ هٰذَآ اِلَّا مَلَكٌ كَرِيمٌ ۝۳۱ قَالَتْ فَذٰلِكُنَّ

اور کہنے لگیں حاشا للہ نہیں یہ شخص آدمی، یہ تو کوئی فرشتہ ہے بزرگ ف۴۸ بولی یہ وہی ہے کہ طعنہ

الَّذِي لُمْتُنَّنِي فِيهِ ؕ وَلَقَدْ رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ فَاسْتَعْصَمَ ؕ وَلَئِنْ لَّمْ يَفْعَلْ مَآ اٰمُرُهٗ

دیا تھا تم نے مجھ کو اس کے واسطے ف۴۹ اور میں نے لینا چاہا تھا اس سے اس کا جی پھر اس نے تھام رکھا ف۵۰ اور بے شک اگر نہ کریگا جو میں

لَيُسْجَنَنَّ وَلَيَكُونًا مِّنَ الصّٰغِرِينَ ۝۳۲ قَالَ رَبِّ السِّجْنُ اَحَبُّ اِلَيَّ مِمَّا يَدْعُونَنِيٓ اِلَيْهِ ۚ

اس کو کہتی ہوں تو قید میں پڑے گا اور ہوگا بے عزت ف۵۱ یوسف بولا اے رب مجھ کو قید پسند ہے اس بات سے جس کی طرف مجھ کو بلاتی ہیں

وَاِلَّا تَصْرِفْ عَنِّي كَيْدَهُنَّ اَصْبُ اِلَيْهِنَّ وَاَكُنْ مِّنَ الْجٰهِلِينَ ۝۳۳

اور اگر تو نہ دفع کرے گا مجھ سے ان کا فریب تو مائل ہو جاؤں گا ان کی طرف اور ہو جاؤں گا بے عقل ف۵۲

فَائِدَۃ: [۴۵] شہر کی عورتوں کا زلیخا پر طعن: ......یعنی شدہ شدہ شہر کی عورتوں نے کہنا شروع کیا کہ عزیز کی عورت اپنے نوجوان غلام پر مفتون ہوگئی، چاہتی ہے کہ اُس کے نفس کو بے قابو کردے، غلام کی محبت اُس کے دل کی تہ میں پیوست ہو چکی ہے۔ حالانکہ ایسے معزز عہدہ دار کی بیوی کے لیے یہ سخت شرمناک بات ہے کہ وہ ایک غلام پر گرنے لگے، ہمارے نزدیک اس معاملہ میں وہ علانیہ غلطی پر ہے۔

فائدہ:[۴۶] عورتوں کا مکر:......عورتوں کی گفتگو کو مکر (فریب) اس لیے کہا کہ مکاروں کی طرح چھپ چھپ کر یہ باتیں کرتی تھیں اور زلیخا پر طعن کر کے گویا اپنی پارسائی کا اظہار مقصود تھا، حالانکہ یوسف علیہ السلام کے بے مثال حسن و جمال کا شہرہ جس عورت کے کان میں پڑتا تھا، اُس کی دید کا اشتیاق دل میں چٹکیاں لینے لگتا تھا۔ کچھ بعید نہیں کہ زلیخا پر طعن وتشنیع اور نکتہ چینی کرنے والیوں کے دلوں میں یہ ہی غرض پوشیدہ ہو کہ زلیخا کو غصہ دلا کر کسی ایسی حرکت پر آمادہ کر دیں جو یوسف علیہ السلام کے دیدار کا سبب بن جائے، یا زلیخا کے دل میں اُس کی نفرت بٹھا کر اپنی طرف مائل کرنے کا موقع نکال لیں اور یہ بھی ممکن ہے کہ زلیخا نے بعض عورتوں کو اس معاملہ میں اپنا راز دار بنایا ہو اُس نے رازداری کی جگہ پردہ دری اور خوردہ گیری شروع کر دی۔ بہر حال اُن کی گفتگو کو لفظ ''مکر'' سے ادا کرنے میں یہ سب احتمالات ہیں۔

فائدہ:[۴۷] حسن یوسف علیہ السلام اور صداقتِ یوسف علیہ السلام پر ایک اور مستقل دلیل:......یعنی دعوت کر کے اُن عورتوں کو بلوا بھیجا اور کھانے پینے کی ایک مجلس ترتیب دی جس میں بعض چیزیں چاقو سے تراش کر کھانے کی تھیں۔ چنانچہ کھانے اور میوے وغیرہ اُن کے سامنے چن کر ہر ایک عورت کے ہاتھ میں ایک چاقو دیدیا، تا تراشنے کے قابل چیزوں کے کھانے میں کسی کو کلفتِ انتظار اُٹھانا نہ پڑے۔ یہ سب سامان درست کر کے اُس نے حضرت یوسف علیہ السلام کو جو کہیں قریب ہی موجود تھے آواز دی کہ اِدھر نکل آئے۔ نکلنا تھا کہ بجلی سی کوند گئی، تمام عورتیں یوسف کے حسن و جمال کا دفعۃً مشاہدہ کرنے سے ہوش وحواس کھو بیٹھیں اور مدہوشی کے عالم میں چھریوں سے پھلوں کی جگہ ہاتھ کاٹ لیے۔ گویا قدرت نے یہ ایک مستقل دلیل یوسف علیہ السلام کی نزاہت وصداقت پر قائم فرمادی کہ جس کے جمال بے مثال کی ذرا سی جھلک نے دیکھنے والی عورتوں کے حواس گم کر دیے بحال یہ کہ یوسف نے آنکھ اُٹھا کر بھی اُن کے حسن وخوبی کی طرف نہ دیکھا تو یقیناً واقعہ یوں ہی ہوا ہوگا کہ زلیخا اُس کے جمال ہوشربا کو دیکھ کر ہوش وخرد کھو بیٹھی اور وہ معصوم فرشتہ کی طرح اپنا دامنِ عفت بچاتا ہوا صاف نکل گیا۔

فائدہ:[۴۸]......یعنی حسن و جمال اور نورانی صورت کے اعتبار سے فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔ کسی نے خوب کہا ؎

قَوْمٌ اِذَا قُوْبِلُوْا كَانُوْا مَلَائِكَةً
حُسْنًا وَاِنْ قُوْتِلُوْا كَانُوْا عَفَارِيْتًا

یا حیاء عفت اور پاکدامنی جو چہرہ اور چال ڈھال سے ٹپک رہی تھی اُسے دیکھ کر کہا کہ یہ آدمی نہیں کوئی معصوم فرشتہ معلوم ہوتا ہے۔

فائدہ:[۴۹]......اب زلیخا کو موقع ملا کہ عورتوں کے طعن وتشنیع کا تیر اُن ہی کی طرف لوٹا دے، گویا اُس وقت ''﴿فَذٰلِكُنَّ الَّذِيْ لُمْتُنَّنِيْ فِيْهِ﴾'' کہہ کر وہ اِس شعر کا خلاصہ ادا کر رہی تھی ؎

ایں است کہ خوں خوردہ و دل بردہ بسے را
بسم اللہ اگر تاب نظر ہست کسے را

فائدہ:[۵۰] حضرت یوسف علیہ السلام کی کمال عصمت وعفت پر اقبالی ثبوت:......مجمع کا رنگ دیکھ کر زلیخا بالکل ہی کھل پڑی اور واقعہ کا صاف صاف اظہار کر دیا کہ بیشک میں نے اُن کا دل لینا چاہا تھا، مگر اس بندۂ خدا نے ایسا مضبوط تھامے رکھا کہ کسی طرح نہ دیا۔ یہ خدا تعالیٰ نے شہر کی عورتوں کے مجمع میں حضرت یوسف علیہ السلام کی کمالِ عصمت وعفت اور غایتِ نزاہت وطہارت کا اقبالی ثبوت پیش کرا دیا۔ زلیخا کا حال اس وقت وہ ہی تھا جو کسی نے کہا ہے ؎

لَا تُخْفِ مَا صَنَعَتْ بِكَ الْاَشْوَاقُ
وَاشْرَحْ هَوَاكَ فَكُلُّنَا عُشَّاقُ

فائدہ:[۵۱]......زلیخا کی اس گفتگو میں کچھ تو عورتوں پر اپنی معذوری اور نامرادی کا اظہار تھا، تا اُن کی ہمدردی حاصل کر سکے اور کچھ

یوسف علیہ السلام کو تحکمانہ دھمکیوں سے مرعوب کرنا تھا کہ وہ خوفزدہ ہو کر آئندہ اُس کی مطلب برآری پر آمادہ ہو جائیں۔ حالانکہ

عنقا شکار کس نہ شود دام باز چیں
کا نجا ہمیشہ باد بدست ست دام را

فَائِدَہ: [۵۲] عورتوں کی ملمع کاری اور یوسف علیہ السلام کی دعا:...... معلوم ہوتا ہے کہ زلیخا کا مایوسانہ غصہ اور مظلومانہ انداز بیاں اس کی ہم جنسوں پر اثر کر گیا، یا پہلے ہی سے کچھ ملی بھگت ہوگی، بہرحال لکھا ہے کہ اب عورتوں نے یوسف علیہ السلام کو سمجھانا شروع کیا کہ تم کو اپنی محسنہ سیّدہ کا کہنا ماننا چاہیے، آخر اس غریب پر اتنا ظلم کیوں کرتے ہو، پھر یہ بھی سوچ لو کہ نافرمانی کا نتیجہ کیا ہوگا؟ خواہ مخواہ مصیبت سر پر لینے سے کیا فائدہ؟ کہتے ہیں کہ بظاہر زبان سے وہ زلیخا کی سفارش کر رہی تھیں مگر دل ہر ایک کا یوسف کو اپنی طرف کھینچنا چاہتا تھا۔ یوسف علیہ السلام نے جب دیکھا کہ یہ عورت بے طرح پیچھے پڑی ہے اور شیطان ہر طرف اپنا جال بچھانے لگا ہے تو نہایت عزم و استقلال اور پیغمبرانہ استقامت سے بارگاہِ احدیت میں درخواست کی کہ مجھے ان کے مکر و فریب سے بچایئے، اگر اس سلسلہ میں قید ہونا پڑے تو میں قید کو ارتکابِ معصیت پر ترجیح دیتا ہوں، اگر آپ میری دستگیری نہ فرمائینگے تو ڈر ہے کہ بے عقل ہو کر اُنکی ابلہ فریبیوں کی طرف نہ جھک پڑوں۔ یہاں یوسف علیہ السلام کی زبانی یہ جتلا دیا کہ انبیاء کی عصمت بھی حق تعالیٰ کی دستگیری سے ہے اور یہ کہ وہ اپنی عصمت پر مغرور نہیں ہوتے، بلکہ عصمت کا جو منشا ہے (حفاظت و صیانت الٰہی) اُسی پر نظر رکھتے ہیں۔

فَاسْتَجَابَ لَهٗ رَبُّهٗ فَصَرَفَ عَنْهُ كَيْدَهُنَّ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ﴿۳۴﴾ ثُمَّ بَدَا لَهُمْ مِّنْ

سو قبول کر لی اس کی دعا اس کے رب نے پھر دفع کیا اس سے ان کا فریب ف۵۳ البتہ وہی ہے سننے والا خبردار ف۵۴ پھر یوں سمجھ میں آیا لوگوں کی ان

ع ۱۳ بَعْدِ مَا رَاَوُا الْاٰيٰتِ لَيَسْجُنُنَّهٗ حَتّٰى حِيْنٍ ﴿۳۵﴾ وَدَخَلَ مَعَهُ السِّجْنَ فَتَيٰنِ ۭ قَالَ اَحَدُهُمَآ

نشانیوں کے دیکھنے پر کہ قید رکھیں اس کو ایک مدت تک ف۵۵ اور داخل ہوئے قید خانہ میں اس کے ساتھ دو جوان کہنے لگا ان میں سے ایک

اِنِّىْٓ اَرٰىنِيْٓ اَعْصِرُ خَمْرًا ۚ وَقَالَ الْاٰخَرُ اِنِّىْٓ اَرٰىنِيْٓ اَحْمِلُ فَوْقَ رَاْسِيْ خُبْزًا تَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْهُ ۭ

میں دیکھتا ہوں کہ میں نچوڑتا ہوں شراب اور دوسرے نے کہا میں دیکھتا ہوں کہ اٹھا رہا ہوں اپنے سر پر روٹی کہ جانور کھاتے ہیں

نَبِّئْنَا بِتَاْوِيْلِهٖ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ لَا يَاْتِيْكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقٰنِهٖٓ اِلَّا نَبَّاْتُكُمَا

اس میں سے، بتلا ہم کو اس کی تعبیر ہم دیکھتے ہیں تجھ کو نیکی والا ف۵۶ بولا نہ آنے پائے گا تم کو کھانا جو ہر روز تم کو ملتا ہے مگر بتا چکوں گا

بِتَاْوِيْلِهٖ قَبْلَ اَنْ يَّاْتِيَكُمَا ۭ ذٰلِكُمَا مِمَّا عَلَّمَنِيْ رَبِّيْ ۭ اِنِّىْ تَرَكْتُ مِلَّةَ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ

تم کو اس کی تعبیر اس کے آنے سے پہلے، یہ علم ہے کہ مجھ کو سکھایا میرے رب نے، میں نے چھوڑا دین اس قوم کا کہ ایمان

بِاللّٰهِ وَهُمْ بِالْاٰخِرَةِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ﴿۳۷﴾ وَاتَّبَعْتُ مِلَّةَ اٰبَاۗءِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ ۭ مَا

نہیں لاتے اللہ پر اور آخرت سے وہ لوگ منکر ہیں ف۵۷ اور پکڑا میں نے دین اپنے باپ دادوں کا ابراہیم اور اسحاق اور یعقوب کا، ہمارا

كَانَ لَنَآ اَنْ نُّشْرِكَ بِاللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ۭ ذٰلِكَ مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ عَلَيْنَا وَعَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ

کام نہیں کہ شریک کریں اللہ کا کسی چیز کو یہ فضل ہے اللہ کا ہم پر اور سب لوگوں پر لیکن بہت

النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۳۸ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ

لوگ احسان نہیں مانتے ف۵۸ اے رفیقو قید خانہ کے بھلا کئی معبود جدا جدا بہتر یا اللہ

الْقَهَّارُ ۳۹ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلَّآ اَسْمَاۗءً سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّآ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا

اکیلا زبردست ف۵۹ کچھ نہیں پوجتے ہو سوائے اس کے مگر نام ہیں جو رکھ لیے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اتاری اللہ نے ان

مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ۭ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ ۭ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ

کی کوئی سند ف۶۰ حکومت نہیں ہے کسی کی سوائے اللہ کے، اس نے فرما دیا کہ نہ پوجو مگر اسی کو ف۶۱ یہی ہے راستہ سیدھا

اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۴۰ يٰصَاحِبَيِ السِّجْنِ اَمَّآ اَحَدُكُمَا فَيَسْقِيْ رَبَّهٗ خَمْرًا ۚ وَاَمَّا

پر بہت لوگ نہیں جانتے ف۶۲ اے رفیقو قید خانہ کے ایک جو ہے تم دونوں میں سو پلائے گا اپنے خاوند (مالک) کو شراب اور دوسرا جو ہے

الْاٰخَرُ فَيُصْلَبُ فَتَاْكُلُ الطَّيْرُ مِنْ رَّاْسِهٖ ۭ قُضِيَ الْاَمْرُ الَّذِيْ فِيْهِ تَسْتَفْتِيٰنِ ۴۱

سولی دیا جائے گا، پھر کھائیں گے جانور اس کے سر میں سے، فیصل ہوا وہ کام جس کی تحقیق تم چاہتے تھے ف۶۳

فائدہ: [۵۳] ......یعنی اُن کو عصمت وعفت پر پوری طرح ثابت قدم رکھا کسی کا فریب چلنے نہ دیا۔

فائدہ: [۵۴] **دعا میں اچھی چیز کا سوال کرنا چاہئے:** ......یعنی سب کی دعائیں سنتا ہے اور خبر رکھتا ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمہ اللہ لکھتے ہیں: "ظاہر معلوم ہوتا ہے کہ اپنے مانگنے سے قید میں پڑے، لیکن اللہ تعالیٰ نے اتنا ہی قبول فرمایا کہ اُن کا فریب دفع کر دیا، باقی قید ہونا تھا قسمت میں۔ آدمی کو چاہیے کہ گھبرا کر اپنے حق میں برائی نہ مانگے، پوری بھلائی مانگے، گو ہوگا وہی جو قسمت میں ہے۔" ترمذی میں ہے کہ ایک شخص کو حضور ﷺ نے یہ دعا مانگتے سنا: "اَللّٰھُمَّ اِنِّی اَسْأَلُکَ الصَّبْرَ" (اے اللہ میں تجھ سے صبر مانگتا ہوں) آپ نے فرمایا: "سَأَلْتَ اللّٰہَ الْبَلَاءَ فَاسْئَلْہُ الْعَافِیَۃَ" (تو نے اللہ سے بلاء طلب کی کیونکہ صبر تو بلاء پر ہوگا، اب تو اُس سے عافیت مانگ)۔

فائدہ: [۵۵] **یوسف علیہ السلام کیلئے قید کا فیصلہ:** ......یعنی باوجود یہ کہ حضرت یوسف علیہ السلام کی برأت ونزاہت کے بہت سے نشان دیکھ چکے تھے، پھر بھی اُن کی مصلحت یہ ہوئی کہ یوسف کو ایک مدت تک قید میں رکھا جائے تاکہ عام لوگ سمجھیں کہ قصور یوسف ہی کا تھا، عورت بے چاری مفت میں بدنام ہوئی۔ گویا عورت نے قید کی جو دھمکی دی تھی اُسے پورا کرا کے چھوڑا۔ اُن لوگوں کی غرض تو یہ ہوگی کہ عورت سے یہ بدنامی زائل ہو، نیز ایک مدت تک یوسف علیہ السلام اُس کی نظر سے دُور رہیں، اور عورت کا مطلب یہ ہوگا کہ شاید قید کی سختیاں اُٹھا کر یوسف کچھ نرم پڑ جائیں، اس طرح اپنا مطلب نکال سکوں۔

فائدہ: [۵۶] **دو قیدیوں کے خواب:** ......یعنی اُسی زمانہ میں دو نوجوان قیدی جیل خانہ میں لائے گئے۔ جن میں ایک بادشاہِ مصر (ریان بن الولید) کا نانبائی اور دوسرا ساقی (شراب پلانے والا) تھا، دونوں بادشاہ کو زہر دینے کے الزام میں ماخوذ تھے۔ قید خانہ میں

یوسف علیہ السلام کی مروّت وامانت، راست گوئی، حسنِ اخلاق، کثرتِ عبادت، معرفتِ تعبیر اور ہمدردیٔ خلائق کا چرچا تھا۔ یہ دونوں قیدی حضرت یوسف سے بہت مانوس ہو گئے اور بڑی محبت کا اظہار کرنے لگے۔ ایک روز دونوں نے اپنا اپنا خواب بیان کیا۔ ساقی نے کہا میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ بادشاہ کو شراب پلا رہا ہوں، نانبائی نے کہا کہ میرے سر پر کئی ٹوکرے ہیں جس میں سے پرندے نوچ کر کھا رہے ہیں۔ یوسف علیہ السلام کو بزرگ دیکھ کر تعبیر مانگی۔

فَائِدَۃ:[۵۷] ایمان وتوحید کی دعوت:...... یوسف علیہ السلام نے اوّل اُن کو تسلی دی کہ بیشک خوابوں کی تعبیر تمہیں بہت جلد معلوم ہوا چاہتی ہے، روزمرہ جو کھانا تم کو ملتا ہے اُس کے آنے سے پیشتر میں تعبیر بتلا کر فارغ ہو جاؤں گا، لیکن تعبیر خواب سے زیادہ ضروری اور مفید ایک چیز پہلے تم کو سناتا ہوں۔ وہ یہ کہ تعبیر وغیرہ کا یہ علم مجھ کو کہاں سے حاصل ہوا؟ سو یاد رکھو کہ میں کوئی پیشہ ور کاہن یا منجم نہیں، بلکہ میرے علم کا سرچشمہ وحی اور الہام ربانی ہے جو مجھ کو حق تعالیٰ نے اس کی بدولت عطا فرمایا کہ میں نے ہمیشہ سے کافروں اور باطل پرستوں کے دین وملت کو چھوڑے رکھا اور اپنے مقدس آباء واجداد (حضرت ابراہیم، حضرت اسحاق، حضرت یعقوب علیہم السلام) جیسے انبیاء ومرسلین کے دینِ توحید پر چلا اور اُن کا اسوۂ حسنہ اختیار کیا۔ ہمارا سب سے بڑا اور مقدم مطمح نظر یہ ہی رہا کہ دنیا کی کسی چیز کو کسی درجہ میں بھی خدا کا شریک نہ بنائیں، نہ ذات میں، نہ صفات میں، نہ افعال میں، نہ ربوبیت ومعبودیت میں۔ صرف اُسی کے آگے جھکیں، اُسی سے محبت کریں، اُسی پر بھروسہ رکھیں اور اپنا جینا مرنا سب اُسی ایک پروردگار کے حوالہ کر دیں۔ بہرحال یوسف علیہ السلام نے موقع مناسب دیکھ کر نہایت مؤثر طرز میں اُن قیدیوں کو ایمان وتوحید کی طرف آنے کی ترغیب دی۔ پیغمبروں کا کام یہ ہی ہوتا ہے کہ دعوت وتبلیغِ حق کا کوئی مناسب موقع ہاتھ سے نہ جانے دیں۔ یوسف علیہ السلام نے دیکھا کہ ان قیدیوں کے دل میری طرف متوجہ اور مجھ سے مانوس ہیں، قید کی مصیبت میں گرفتار ہو کر شاید کچھ نرم بھی ہوئے ہوں گے، لاؤ اِن حالات سے فرضِ تبلیغ کے ادا کرنے میں فائدہ اُٹھائیں۔ اوّل اِنکو دین کی باتیں سکھلائیں، پھر تعبیر بھی بتلا دیں گے۔ یہ تسلی پہلے کر دی کہ کھانے کے وقت تک تعبیر معلوم ہو جائے گی تا وہ نصیحت سے اُکتائیں نہیں۔

تنبیہ:...... بہت سے مفسرین نے ﴿لَا يَأْتِيكُمَا طَعَامٌ تُرْزَقَانِهٖ﴾ الآیۃ کے معنی یہ لیے ہیں کہ کبھی کھانا تمہارے پاس نہیں آتا ہے مگر میں آنے سے پہلے اُس کی حقیقت پر تم کو مطلع کر دیا کرتا ہوں۔ یعنی آج کیا کھانا آئے گا؟ کس قسم کا ہو گا؟ پھر تعبیر بتلانا کیا مشکل ہے۔ گویا اوّل حضرت یوسف علیہ السلام نے معجزہ کی طرف توجہ دِلا کر اُنہیں اپنی نبوت کا یقین دلانا چاہا، تاکہ آئندہ جو نصیحت کریں زیادہ مؤثر وواقع فی النفس ہو۔ اس تقدیر پر یوسف علیہ السلام کا یہ معجزہ ایسا ہی ہو گا جیسے حضرت مسیح علیہ السلام نے فرمایا تھا ﴿بِمَا تَأْكُلُونَ وَمَا تَدَّخِرُونَ فِي بُيُوتِكُمْ﴾ [آل عمران:۴۹]، مگر مترجم محقق رحمۃ اللہ علیہ نے پہلی تفسیر اختیار کی ہے۔ واللہ اعلم! حضرت شاہ عبدالقادر صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''حق تعالیٰ نے قید میں یہ حکمت رکھی کہ اُن کا دل کافروں کی محبت سے (یعنی کافر جو اُن کی محبت ومدارات کرتے تھے، اُس سے) ٹوٹا تو دل پر اللہ کا علم روشن ہوا۔ چاہا کہ اوّل اُن کو دین کی بات سنا دیں پیچھے تعبیر خواب کہیں۔ اس واسطے تسلی کر دی، تا نہ گھبرائیں۔ کہا کہ کھانے کے وقت تک وہ بھی بتا دوں گا۔

فَائِدَۃ:[۵۸] مقامِ فکر:...... یعنی ہمارا خالص توحید اور ملتِ ابراہیمی پر قائم رہنا نہ صرف ہمارے حق میں بلکہ سارے جہان کے حق میں رحمت وفضل ہے، کیونکہ خاندانِ ابراہیمی ہی کی شمع سے سب لوگ اپنے دلوں کے چراغ روشن کر سکتے ہیں، لیکن افسوس ہے کہ بہت سے لوگ خدا کی اس نعمتِ عظیمہ کی قدر نہیں کرتے۔ چاہیے یہ تھا کہ اُس کا احسان مان کر راہِ توحید پر چلتے وہ اُلٹی ناشکری کر کے شرک وعصیان کی راہ اختیار کر رہے ہیں۔

فَائِدَۃ:[۵۹] بہترین اسلوبِ دعوت:...... یعنی مختلف انواع واشکال کے چھوٹے بڑے دیوتا جن پر تم نے خدائی اختیارات تقسیم کر رکھے ہیں اُن سے لو لگانا بہتر ہے یا اُس اکیلے زبردست خدا سے جس کو ساری مخلوق پر کلی اختیار اور کامل تصرف وقبضہ حاصل ہے اور جس کے

آگے نہ کسی کا حکم چل سکتا ہے، نہ اختیار، نہ اُسے کوئی بھاگ کر ہرا سکتا ہے، نہ مقابلہ کر کے مغلوب کر سکتا ہے، خود سوچو کہ سر عبودیت ان میں سے کس کے سامنے جھکایا جائے۔

فائدہ:[۶۰] انکشاف حقیقت:......یعنی یوں ہی بے سند اور بے ٹھکانے کچھ نام رکھ چھوڑے ہیں جن کے نیچے حقیقت ذرہ برابر نہیں، اُن ہی نام کے خداؤں کی پوجا کر رہے ہو، ایسے جہل پر انسان کو شرمانا چاہیے۔

فائدہ:[۶۱]......یعنی قدیم سے انبیاء علیہم السلام کی زبانی یہ ہی حکم بھیجتا رہا کہ خدا کی عبادت میں کسی کو شریک مت کرو۔ ﴿وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَاۤ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً يُّعْبَدُوْنَ﴾ [زخرف:۴۵]

فائدہ:[۶۲]......یعنی توحید خالص کے راستہ میں اینچ پینچ کچھ نہیں، سیدھی اور صاف سڑک ہے جس پر چل کر آدمی بے کھٹکے خدا تک پہنچتا ہے، لیکن بہت لوگ حماقت یا تعصب سے ایسی سیدھی بات کو بھی نہیں سمجھتے۔

فائدہ:[۶۳] خوابوں کی تعبیر:......فرض تبلیغ ادا کرنے کے بعد یوسف علیہ السلام نے اُن کے خوابوں کی تعبیر بیان فرمائی کہ جس نے خواب میں شراب پلاتے دیکھا اُس کی تعبیر یہ ہی ہے کہ وہ بیداری میں بادشاہ کو شراب پلائے گا، اور جس نے سر پر سے جانوروں کو روٹیاں کھاتے دیکھا اُس کا مطلب یہ ہے کہ وہ سولی دیا جائے گا، پھر جانور اُس کے سر سے نوچ نوچ کر کھائیں گے، قضا و قدر کا فیصلہ یہ ہی ہے کہ جو کسی کے ٹالے ٹل نہیں سکتا۔ جو بات تم پوچھتے تھے وہ میں نے بتلا دی، یہ بالکل طے شدہ امر ہے جس میں تخلف نہیں ہو سکتا۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا، ساقی زہر خورانی کی تہمت سے بری ہو گیا اور خباز (نانبائی) کو جرم ثابت ہونے کی وجہ سے سزائے موت دی گئی۔

وَقَالَ لِلَّذِيْ ظَنَّ اَنَّهٗ نَاجٍ مِّنْهُمَا اذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ ۡ فَاَنْسٰىهُ الشَّيْطٰنُ ذِكْرَ رَبِّهٖ فَلَبِثَ

اور کہہ دیا یوسف نے اس کو جس کو گمان کیا تھا کہ بچے گا ان دونوں میں میرا ذکر کرنا اپنے خاوند (مالک) کے پاس ف۶۴ سو بھلا دیا اس کو شیطان نے ذکر کرنا اپنے

ع ۱۵ فِي السِّجْنِ بِضْعَ سِنِيْنَ ﴿۴۲﴾ وَقَالَ الْمَلِكُ اِنِّيْۤ اَرٰى سَبْعَ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ

خاوند (مالک) سے پھر رہا قید میں کئی برس ف۶۵ اور کہا بادشاہ نے میں خواب میں دیکھتا ہوں سات گائیں موٹی ان کو کھاتی ہیں سات گائیں دبلی اور سات

وَّسَبْعَ سُنْبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ؕ يٰۤاَيُّهَا الْمَلَاُ اَفْتُوْنِيْ فِيْ رُءْيَايَ اِنْ كُنْتُمْ لِلرُّءْيَا

بالیں ہری اور دوسری سوکھی ف۶۶ اے دربار والو تعبیر کہو مجھ سے میرے خواب کی اگر ہو تم خواب کی تعبیر دینے

تَعْبُرُوْنَ ﴿۴۳﴾ قَالُوْۤا اَضْغَاثُ اَحْلَامٍ ۚ وَمَا نَحْنُ بِتَاْوِيْلِ الْاَحْلَامِ بِعٰلِمِيْنَ ﴿۴۴﴾ وَقَالَ الَّذِيْ

والے ف۶۷ بولے یہ خیالی خواب ہیں اور ہم کو ایسے خوابوں کی تعبیر معلوم نہیں ف۶۸ اور بولا وہ جو

نَجَا مِنْهُمَا وَادَّكَرَ بَعْدَ اُمَّةٍ اَنَا اُنَبِّئُكُمْ بِتَاْوِيْلِهٖ فَاَرْسِلُوْنِ ﴿۴۵﴾ يُوْسُفُ اَيُّهَا الصِّدِّيْقُ

بچا تھا ان دونوں میں سے اور یاد آ گیا اس کو مدت کے بعد میں بتاؤں تم کو اس کی تعبیر سو تم مجھ کو بھیجو ف۶۹ جا کر کہا اے یوسف اے سچے ف۷۰ حکم

اَفْتِنَا فِيْ سَبْعِ بَقَرٰتٍ سِمَانٍ يَّاْكُلُهُنَّ سَبْعٌ عِجَافٌ وَّسَبْعِ سُنْبُلٰتٍ خُضْرٍ وَّاُخَرَ يٰبِسٰتٍ ۙ

دے ہم کو اس خواب میں سات گائیں موٹی ان کو کھائیں سات دبلی اور سات بالیں ہری اور دوسری سوکھی تاکہ لے جاؤں

لَّعَلِّیٓ اَرۡجِعُ اِلَی النَّاسِ لَعَلَّهُمۡ یَعۡلَمُوۡنَ ﴿۴۶﴾ قَالَ تَزۡرَعُوۡنَ سَبۡعَ سِنِیۡنَ دَاَبًا ۚ فَمَا

میں لوگوں کے پاس شاید ان کو معلوم ہو وے۔ کہا تم کھیتی کرو گے سات برس جم کر

حَصَدۡتُّمۡ فَذَرُوۡهُ فِیۡ سُنۡۢبُلِهٖۤ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّمَّا تَاۡکُلُوۡنَ ﴿۴۷﴾ ثُمَّ یَاۡتِیۡ مِنۡۢ بَعۡدِ ذٰلِکَ سَبۡعٌ شِدَادٌ

سو جو کاٹو اس کو چھوڑ دو اس کی بال میں مگر تھوڑا سا جو تم کھاؤ۔ پھر آئیں گے اس کے بعد سات برس سختی کے کھا جائیں گے

یَّاۡکُلۡنَ مَا قَدَّمۡتُمۡ لَهُنَّ اِلَّا قَلِیۡلًا مِّمَّا تُحۡصِنُوۡنَ ﴿۴۸﴾

جو رکھا تم نے ان کے واسطے مگر تھوڑا سا جو روک رکھو گے بیج کے واسطے

فائدہ: [۶۴] ...... یہاں ظن یقین کے معنی میں ہے جیسے ﴿اَلَّذِیۡنَ یَظُنُّوۡنَ اَنَّهُمۡ مُّلٰقُوۡا رَبِّهِمۡ﴾ [بقرہ:۴۶] میں۔ یعنی یوسف علیہ السلام کو دونوں میں سے جس شخص کی بابت یقین تھا کہ بری ہو جائے گا جب وہ قید خانہ سے نکلا تو فرمایا اپنے بادشاہ کی خدمت میں میرا بھی ذکر کرنا کہ ایک ایسا شخص بے قصور قید خانہ میں برسوں سے پڑا ہے، مبالغہ کی ضرورت نہیں، میری جو حالت تو نے مشاہدہ کی ہے بلا کم وکاست کہہ دینا۔

فائدہ: [۶۵] **حضرت یوسف علیہ السلام کو عتاب آمیز تنبیہ:** ...... یعنی شیطان نے چھوٹنے والے قیدی کے دل میں مختلف خیالات و وساوس ڈال کر ایسا غافل کیا کہ اُسے بادشاہ کے سامنے اپنے محسن بزرگ (یوسف علیہ السلام) کا تذکرہ کرنا یاد ہی نہ رہا، نتیجہ یہ ہوا کہ یوسف علیہ السلام کو کئی سال اور قید میں رہنا پڑا۔ مدت دراز کے بعد جب بادشاہ نے ایک خواب دیکھا اور اُس کی تعبیر کسی کی سمجھ میں نہ آئی تب اُس شخص کو یوسف علیہ السلام یاد آئے جیسا کہ آگے آتا ہے ﴿وَقَالَ الَّذِیۡ نَجَا مِنۡهُمَا وَادَّکَرَ بَعۡدَ اُمَّةٍ﴾ بھلانے کی نسبت شیطان کی طرف اس لیے کی گئی کہ وہ القائے وساوس وغیرہ کا ذریعہ ہے جو سبب بنتا ہے نسیان کا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کے رفیق سفر نے کہا تھا ﴿وَمَاۤ اَنۡسٰنِیۡهُ اِلَّا الشَّیۡطٰنُ اَنۡ اَذۡکُرَهٗ﴾ [کہف: ۶۳] لیکن ہر ایک شر میں حق تعالیٰ کوئی خیر کا پہلو رکھ دیتا ہے۔ یہاں بھی گو اس نسیان کا نتیجہ تطویل قید کی صورت میں ظاہر ہوا۔ تاہم حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نکتہ آفرینی کے موافق اس میں یہ تنبیہ ہوگئی کہ ایک پیغمبر کا دل ظاہری اسباب پر نہیں ٹھہرنا چاہیے، بلکہ ابن جریر اور بغوی رحمہما اللہ وغیرہ نے بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ وہ ﴿فَاَنۡسٰهُ الشَّیۡطٰنُ ذِکۡرَ رَبِّهٖ﴾ کی ضمیر یوسف علیہ السلام کی طرف راجع کرتے ہیں۔ گویا ﴿اذۡکُرۡنِیۡ عِنۡدَ رَبِّکَ﴾ کہنا ایک طرح کی غفلت تھی جو یوسف علیہ السلام کو عارض ہوئی۔ انہوں نے قیدی کو کہا کہ اپنے رب سے میرا ذکر کرنا، حالانکہ چاہیے تھا کہ سب ظاہری سہارے چھوڑ کر وہ خود اپنے رب سے فریاد کرتے۔ بیشک کشف شدائد کے وقت مخلوق سے ظاہری استعانت اور اسباب کی مباشرت مطلقاً حرام نہیں ہے، لیکن ابرار کی حسنات مقربین کی سیئات بن جاتی ہیں۔ جو بات عامۃ الناس بے کھٹکے کر سکتے ہیں انبیاء علیہم السلام کے منصب عالی کے اعتبار سے وہ ہی بات ایک قسم کی تقصیر بن جاتی ہے، امتحان و ابتلا کے موقع پر انبیاء کی شانِ رفیع اسی کو مقتضی ہے کہ رخصت پر نظر نہ کریں، انتہائی عزیمت کی راہ چلیں۔ چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام کا ﴿اذۡکُرۡنِیۡ عِنۡدَ رَبِّکَ﴾ کہنا عزیمت کے خلاف تھا، اس لیے عتاب آمیز تنبیہ ہوئی کہ کئی سال تک مزید قید اُٹھانی پڑی اور اسی لیے ''اِنساء'' کی نسبت شیطان کی طرف کی گئی۔ واللہ اعلم بالصواب! زیادہ تفصیل روح المعانی میں ہے۔

فائدہ: [۶۶] **بادشاہ مصر کا خواب:** ...... وہ سوکھی بالیں ہری بالوں پر لپٹتی ہیں اور اُنہیں خشک کر دیتی ہیں۔ یہ خواب بادشاہ مصر ''ریان بن الولید'' نے دیکھا۔ جو آخر کار حضرت یوسف علیہ السلام کی رہائی اور ظاہری عروج کا سبب بنا۔ یوسف علیہ السلام کے قصہ میں جابجا اس پر متنبہ فرمایا ہے کہ خدا جب کوئی بات چاہتا ہے غیر متوقع طریقہ سے اُس کے ایسے اسباب فراہم کر دیتا ہے جن کی طرف آدمی کا خیال نہیں جاتا۔

فَائِدَۃ:[۶۷]......یعنی اگر اس فن میں کچھ مہارت رکھتے ہو تو میرے خواب کی تعبیر بتلاؤ۔

فَائِدَۃ:[۶۸] درباریوں کا جھوٹا عذر:......معلوم ہوتا ہے کہ وہ لوگ اس فن سے جاہل تھے، اپنے جہل کا صاف لفظوں میں اقرار کرنے سے شرمائے تو یوں بات بنادی کہ یہ کوئی خواب نہیں، محض پریشان خیالات ہیں، بسا اوقات انسان کو نیند میں ایسی صورتیں متخیل ہوجاتی ہیں جو لائقِ اعتنا نہیں، نہ ہم ایسے خوابوں کی تعبیر کا علم رکھتے ہیں کیونکہ وہ علمِ تعبیر رؤیا کے اصول کے ماتحت نہیں ہوتے۔

فَائِدَۃ:[۶۹] دربار میں تذکرۂ یوسف علیہ السلام:......اب خواب کے سلسلہ میں ساقی کو جو قید سے چھوٹ کر آیا تھا مدت کے بعد حضرت یوسف علیہ السلام یاد آئے، اُس نے بادشاہ اور اہلِ دربار سے کہا کہ اگر مجھے ذرا جانے کی اجازت دو تو میں اس خواب کی تعبیر لاسکتا ہوں، قید خانہ میں ایک مقدس بزرگ فرشتہ صورت موجود ہے جو فنِ تعبیر کا ماہر ہے (ممکن ہے اِس نے اپنے خواب کا قصہ بھی ذکر کیا ہو) میں تعبیر لینے کے لیے اُس کی خدمت میں حاضر ہوتا ہوں۔ چنانچہ اجازت دی گئی، اُس نے یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوکر وہ عرض کیا جو آگے آتا ہے۔

فَائِدَۃ:[۷۰] ساقی حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں:......﴿اَیُّهَا الصِّدِّیْقُ﴾ کہنے سے یہ غرض تھی کہ آپ مجسم سچ ہیں، جو بات کبھی آپ کی زبان سے نکلی سچ ہوکر رہی، اُمید ہے جو تعبیر اس خواب کی دیں گے ہوبہو پوری ہوکر رہے گی۔ یہ لفظ بتلا رہا ہے کہ انبیاء علیہم السلام کے صدق و دیانت کا نقش کس طرح عام و خاص کے قلوب پر بیٹھ جاتا ہے۔

فَائِدَۃ:[۷۱]......یعنی خواب کی تعبیر اور اُس کے ذریعہ سے آپ کی قدر و منزلت معلوم ہو۔

ع ۶

ثُمَّ یَاْتِیْ مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ عَامٌ فِیْهِ یُغَاثُ النَّاسُ وَ فِیْهِ یَعْصِرُوْنَ۠ ﴿۴۹﴾ وَ قَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِیْ

پھر آئے گا اس کے پیچھے ایک برس اس میں مینہ برسے گا لوگوں پر اور اس میں رس نچوڑیں گے ف۷۲ اور کہا بادشاہ نے لے آؤ اس کو میرے پاس،

بِهٖ ۚ فَلَمَّا جَآءَهُ الرَّسُوْلُ قَالَ ارْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ فَسْـَٔلْهُ مَا بَالُ النِّسْوَةِ الّٰتِیْ قَطَّعْنَ اَیْدِیَهُنَّ ؕ

پھر جب پہنچا اس کے پاس بھیجا ہوا آدمی کہا لوٹ جا اپنے خاوند (آقا، مالک) کے پاس اور پوچھ اس سے کیا حقیقت ہے ان عورتوں کی جنھوں نے کاٹے تھے ہاتھ

اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ ﴿۵۰﴾ قَالَ مَا خَطْبُكُنَّ اِذْ رَاوَدْتُّنَّ یُوْسُفَ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ قُلْنَ حَاشَ

اپنے ف۷۳ میرا رب تو ان کا فریب سب جانتا ہے ف۷۴ کہا بادشاہ نے عورتوں کو کیا حقیقت ہے تمہاری جب تم نے پھسلانا چاہا یوسف کو اُس کے

لِلّٰهِ مَا عَلِمْنَا عَلَیْهِ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ قَالَتِ امْرَاَتُ الْعَزِیْزِ الْـٰٔنَ حَصْحَصَ الْحَقُّ ۫ اَنَا رَاوَدْتُّهٗ

نفس کی حفاظت سے ف۷۵ بولیں حاشا للہ ہم کو معلوم نہیں اس پر کچھ برائی، بولی عورت عزیز کی اب کھل گئی سچی بات میں نے پھسلانا چاہا تھا

عَنْ نَّفْسِهٖ وَ اِنَّهٗ لَمِنَ الصّٰدِقِیْنَ ﴿۵۱﴾ ذٰلِكَ لِیَعْلَمَ اَنِّیْ لَمْ اَخُنْهُ بِالْغَیْبِ وَ اَنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ

اس کو اس کے جی سے اور وہ سچا ہے ف۷۶ یوسف نے کہا یہ اس واسطے کہ عزیز معلوم کرلے کہ میں نے اس کی چوری نہیں کی چھپ کر، اور یہ

كَیْدَ الْخَآئِنِیْنَ ﴿۵۲﴾

کہ اللہ نہیں چلاتا فریب دغابازوں کا

فائدہ:[۷۲] بادشاہ مصر کے خواب کی بھرپور تعبیر:...... یوسف علیہ السلام نے تعبیر بتلانے میں دیر نہ کی، نہ کوئی شرط لگائی، نہ اُس شخص کو شرمندہ کیا کہ تجھ کو اتنی مدت بعد اب میرا خیال آیا۔ اس سے انبیاء علیہم السلام کے اخلاق و مروت کا اندازہ ہوتا ہے، پھر وہ صرف خواب کی تعبیر مانگتا تھا آپ نے تین چیزیں عطا فرمائیں: تعبیر، تدبیر، تبشیر۔ آپ کے کلام کا حاصل یہ تھا کہ سات موٹی گائیں اور سات ہری بالیں سات برس ہیں جن میں متواتر خوشحالی رہے گی، کھیتوں میں خوب پیداوار ہوگی، حیوانات و نباتات خوب بڑھیں گے۔ اس کے بعد سات سال قحط ہوگا جس میں سارا پچھلا اندوختہ کھا کر ختم کر ڈالو گے، صرف آیندہ تخم ریزی کے لیے کچھ تھوڑا سا باقی رہ جائے گا، یہ سات سال دُبلی گائیں اور سوکھی بالیں ہیں جو موٹی گائیوں اور ہری بالوں کو ختم کر دیں گی۔ تعبیر بتلانے کے دوران میں حضرت یوسف علیہ السلام نے از راہ شفقت و ہمدردیٔ خلائق ایک تدبیر بھی تلقین فرما دی کہ اوّل سات سال میں جو پیداوار ہو اُسے بڑی حفاظت سے رکھو اور کفایت شعاری سے اُٹھاؤ، کھانے کے لیے جس قدر غلہ کی ضرورت ہو اُسے الگ کر لو اور تھوڑا تھوڑا احتیاط سے کھاؤ، باقی غلہ بالوں میں رہنے دو تا اس طرح کیڑے وغیرہ سے محفوظ رہ سکے اور سات سال کی پیداوار چودہ سال تک کام آئے، ایسا نہ کرو گے تو قحط کا مقابلہ کرنا دشوار ہوگا۔ یہ تعبیر و تدبیر بتلانے کے بعد اُنہیں بشارت سنائی جو غالباً آپ کو وحی سے معلوم ہوئی ہوگی یعنی سات سال قحط رہنے کے بعد جو سال آئے گا اُس میں حق تعالیٰ کی طرف سے فریاد رسی ہوگی اور خوب مینہ برسے گا، کھیتی باڑی، پھل میوے نہایت افراط سے پیدا ہوں گے، جانوروں کے تھن دُودھ سے بھر جائیں گے، انگور وغیرہ نچوڑنے کے قابل چیزوں سے لوگ شراب کشید کریں گے۔ یہ آخری بات سائل کے حسب حال فرمائی کیونکہ وہ یہی کام کرتا تھا۔

فائدہ:[۷۳] رہائی کے حکم پر جھوٹی تہمت کے کلی استیصال کیلئے صبر و استقلال کا مظاہرہ:...... بادشاہ کچھ تو پہلے ہی ساقی کے تذکرے سے حضرت یوسف علیہ السلام کا معتقد ہو گیا تھا اب جو ایسی موزوں و دلنشین تعبیر اور رعایا کی ہمدردی کی تدبیر سنی تو اُن کے علم و فضل، عقل و دانش اور حسن اخلاق کا سکہ اُس کے دل پر بیٹھ گیا، فوراً حکم دیا کہ ایسے شخص کو میرے پاس لاؤ، تا اُس کی زیارت سے بہرہ اندوز ہوں اور اُس کے مرتبہ اور قابلیت کے موافق عزت کروں۔ قاصد پیام شاہی لے کر حضرت یوسف علیہ السلام کی خدمت میں حاضر ہوا، مگر یوسف علیہ السلام کی نظر میں اپنی دینی و اخلاقی پوزیشن کی برتری اور صفائی اعلیٰ سے اعلیٰ دنیوی عزت و وجاہت سے زیادہ مہم تھی۔ آپ جانتے تھے کہ پیغمبر خدا کی نسبت لوگوں کی ادنیٰ بدگمانی بھی ہدایت و ارشاد کے کام میں بڑی بھاری رکاوٹ ہے، اگر آج میں بادشاہی فرمان کے موافق چپ چپاتے قید خانہ سے نکل گیا اور جس جھوٹی تہمت کے سلسلہ میں سالہا سال قید و بند کی مصائب اُٹھائیں اُس کا قطعی طور پر استیصال نہ ہوا تو بہت ممکن ہے کہ بہت سے ناواقف لوگ میری عصمت کے متعلق تردد اور شبہ میں پڑے رہ جائیں اور حاسدین کچھ زمانہ کے بعد اِن ہی بے اصل اثرات سے فائدہ اُٹھا کر کوئی اور منصوبہ میرے خلاف کھڑا کر دیں۔ اِن مصالح پر نظر کرتے ہوئے آپ نے حکم شاہی کے امتثال میں جلدی نہ کی بلکہ نہایت صبر و استقلال کا مظاہرہ کرتے ہوئے قاصد کو کہا کہ تو اپنے مالک (بادشاہ) سے واپس جا کر دریافت کر کہ تجھ کو اُن عورتوں کے قصہ کی کچھ حقیقت معلوم ہے جنہوں نے دعوت کے موقع پر اپنے ہاتھ کاٹ لیے تھے۔ حضرت یوسف کو اُن عورتوں کے ناموں کی تفصیل کہاں معلوم ہوگی، یہ خیال کیا ہوگا کہ ایسا واقعہ ضرور عام شہرت حاصل کر چکا ہے۔ اس لیے واقعہ کے ایک ممتاز جزو (ہاتھ کاٹنے) کو ظاہر کر کے بادشاہ کو توجہ دلائی کہ اس مشہور و معروف قصہ کی تفتیش و تحقیق کرے، غالباً اب وہ عورتیں بتلا دیں گی کہ تقصیر کس کی ہے؟ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحیحین کی حدیث میں حضرت یوسف علیہ السلام کے کمال صبر و تحمل کی اس طرح داد دی ہے: "لَوْ لَبِثْتُ فِي السِّجْنِ مَا لَبِثَ يُوسُفُ لَأَجَبْتُ الدَّاعِيَ" (اگر میں اتنی مدت قید میں رہتا جتنا یوسف علیہ السلام رہے تو بلانے والے کی اجابت کرتا یعنی فوراً ساتھ ہو لیتا) محققین کہتے ہیں کہ اس میں حضرت یوسف علیہ السلام کے صبر و تحمل کی تعریف اور لطیف رنگ میں اپنی عبودیتِ کاملہ کا اظہار ہے۔ ہم نے اس مضمون کی تفصیل شرح صحیح مسلم میں کی ہے یہاں اختصار کی وجہ سے زیادہ نہیں لکھ سکتے۔

فَائِدَۃ:[۷۴]......حضرت یوسف علیہ السلام نے "سب کا فریب" فرمایا، اس واسطہ کہ ایک کا فریب تھا اور سب اُس کی مددگار تھیں اور اصل فریب والی کا نام شاید حق پرورش کی وجہ سے نہیں لیا، حیا کی وجہ سے گول مول فرمایا، کیونکہ جانتے تھے کہ اصل حقیقت آخر کھل کر رہے گی۔ کذا فی الموضح۔

فَائِدَۃ:[۷۵]......بادشاہ نے دریافت کرنے کا ایسا عنوان اختیار کیا گویا وہ پہلے سے خبر رکھتا ہے تا یہ دیکھ کر اُنہیں جھوٹ بولنے کی ہمت نہ ہو۔ نیز یوسف علیہ السلام کی استقامت وصبر کا اثر پڑا ہوگا کہ بدون اظہار برأت کے جیل سے نکلنا گوارا نہیں کرتے اور ﴿اِنَّ رَبِّیْ بِكَیْدِهِنَّ عَلِیْمٌ﴾ کہہ کر اُن کے "کید" کا اظہار فرما رہے ہیں۔ اُدھر ساقی وغیرہ نے واقعات سنائے ہوں گے، اُن سے بھی یوسف کی نزاہت اور عورتوں کے مکائد کی تائید ملی ہوگی۔

فَائِدَۃ:[۷۶] اقرارِ جرم اور صداقتِ یوسف علیہ السلام:......سب عورتوں کی متفقہ شہادت کے بعد خود زلیخا نے بھی صاف اقرار کر لیا کہ قصور میرا ہے یوسف علیہ السلام بالکل سچے ہیں، بے شک میں نے اُن کو اپنی جانب مائل کرنا چاہا تھا، لیکن وہ ایسے کاہے کو تھے کہ میرے داؤ میں آ جاتے۔

فَائِدَۃ:[۷۷]......یعنی اتنی تحقیق وتفتیش اس لیے کرائی کہ پیغمبرانہ عصمت ودیانت بالکل آشکارا ہو جائے اور لوگ معلوم کر لیں کہ خائنوں اور دغابازوں کا فریب اللہ چلنے نہیں دیتا، چنانچہ عورتوں کا فریب نہ چلا، آخر حق ہو کر رہا۔

............☆☆☆......الحمد للہ بارواں [۱۲] پارہ ختم ہوا......☆☆☆............

پارہ نمبر: ۱۳

الجزء ١٣ وَمَآ اُبَرِّئُ نَفْسِيْ ۚ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ اِلَّا مَا رَحِمَ رَبِّيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۵۳﴾

اور میں پاک نہیں کہتا اپنے جی کو بے شک جی تو سکھلاتا ہے برائی مگر جو رحم کر دیا میرے رب نے ، بے شک میرا رب بخشنے والا ہے مہربان ف۷۸

وَقَالَ الْمَلِكُ ائْتُوْنِيْ بِهٖٓ اَسْتَخْلِصْهُ لِنَفْسِيْ ۚ فَلَمَّا كَلَّمَهٗ قَالَ اِنَّكَ الْيَوْمَ لَدَيْنَا مَكِيْنٌ

اور کہا بادشاہ نے لے آؤ اس کو میرے پاس میں خالص کر رکھوں اس کو اپنے کام میں ف۷۹ پھر جب بات چیت کی اس سے، کہا واقعی تو نے آج سے ہمارے پاس

اَمِيْنٌ ﴿۵۴﴾ قَالَ اجْعَلْنِيْ عَلٰى خَزَآئِنِ الْاَرْضِ ۚ اِنِّيْ حَفِيْظٌ عَلِيْمٌ ﴿۵۵﴾ وَكَذٰلِكَ مَكَّنَّا

جگہ پائی معتبر ہو کر ف۸۰ یوسف نے کہا مجھ کو مقرر کر ملک کے خزانوں پر، نگہبان ہوں خوب جاننے والا ف۸۱ اور یوں قدرت دی ہم

لِيُوْسُفَ فِي الْاَرْضِ ۚ يَتَبَوَّاُ مِنْهَا حَيْثُ يَشَآءُ ؕ نُصِيْبُ بِرَحْمَتِنَا مَنْ نَّشَآءُ وَلَا نُضِيْعُ

نے یوسف کو اس زمین میں، جگہ پکڑتا تھا اس میں جہاں چاہتا ف۸۲ پہنچا دیتے ہیں ہم رحمت اپنی جس کو چاہیں اور ضائع نہیں

ع ٨ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۵۶﴾ وَلَاَجْرُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَكَانُوْا يَتَّقُوْنَ ﴿۵۷﴾ وَجَآءَ اِخْوَةُ

کرتے ہم بدلہ بھلائی والوں کا اور ثواب آخرت کا بہتر ہے ان کو جو ایمان لائے اور رہے پرہیزگاری میں ف۸۳ اور آئے بھائی یوسف کے

يُوْسُفَ فَدَخَلُوْا عَلَيْهِ فَعَرَفَهُمْ وَهُمْ لَهٗ مُنْكِرُوْنَ ﴿۵۸﴾

پھر داخل ہوئے اس کے پاس تو اس نے پہچان لیا ان کو، اور وہ نہیں پہچانتے تھے ف۸۴

فائدہ: [۷۸] **حضرت یوسف علیہ السلام کی عاجزی وانکساری:** ...... چونکہ حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنی برأت پر بہت زیادہ زور دیا۔ ممکن تھا کوئی سطحی آدمی اس سے فخر وناز اور غرور واعجاب کا شبہ کرنے لگتا، اس لیے اپنی نزاہت کی حقیقت کھول دی کہ میں کوئی شیخی نہیں مارتا، نہ پاک صاف رہنے میں اپنے نفس پر بھروسہ کر سکتا ہوں۔ محض خدا کی رحمت واعانت ہے جو کسی نفس کو برائی سے روکتی ہے۔ یہ ہی رحمت خصوصی عصمتِ انبیاء کی کفیل وضامن ہے ورنہ نفس انسانی کا کام عموماً برائی کی ترغیب دینا تھا۔ خدا تعالیٰ کی خصوصی توفیق ودستگیری نہ ہوتی تو میرا نفس بھی دوسرے نفوسِ بشریہ کی طرح ہوتا ﴿اِنَّ رَبِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ﴾ سے اشارہ کر دیا کہ نفسِ امارہ جب توبہ کر کے ''لوامہ'' بن جائے تو خدا اُسکی پچھلی تقصیرات معاف فرما دیتا ہے بلکہ رفتہ رفتہ اپنی مہربانی سے ''نفسِ مطمئنہ'' کے درجہ تک پہنچا دیتا ہے۔

تنبیہ: ...... حافظ ابن تیمیہ اور ابن کثیر رحمہ اللہ علیہا وغیرہ نے ﴿ذٰلِكَ لِيَعْلَمَ اَنِّيْ لَمْ اَخُنْهُ﴾ تک زلیخا کا مقولہ قرار دیا ہے یعنی زلیخا نے ﴿اَنَا رَاوَدْتُّهٗ عَنْ نَّفْسِهٖ﴾ [یوسف: ۵۱] کا اقرار کر کے کہا کہ اس اقرار واعتراف سے عزیز کو یہ معلوم کرانا ہے کہ میں نے اُس کی پیٹھ پیچھے

کوئی بڑی خیانت نہیں کی۔ بیشک یوسف علیہ السلام کو پھسلانا چاہا تھا مگر میری مراودت اُن پر کارگر نہیں ہوئی۔ اگر میں نے مزید خیانت کی ہوتی تو ضرور اُس کا پردہ فاش ہو کر رہتا کیونکہ خدا خائنوں کے مکروفریب کو چلنے نہیں دیتا۔ ہاں! میں اپنے نفس کو بری نہیں کرتی، جتنی غلطی مجھ سے ہوئی اُس کا اقرار کر رہی ہوں۔ دوسرے آدمیوں کی طرح نفس کی شرارتوں سے میں بھی پاک نہیں۔ اُن سے تو یوسف علیہ السلام جیسا پاکباز انسان ہی محفوظ رہ سکتا ہے جس پر خدا کی خاص مہربانی اور رحمت ہے۔ ابوحیان نے بھی اس کو زلیخا کا مقولہ قرار دیا ہے لیکن ﴿لِيَعْلَمَ﴾ اور ﴿لَمْ أَخُنْهُ﴾ کی ضمیریں بجائے عزیز کے یوسف کی طرف راجع کی ہیں۔ یعنی اپنی خطا کا صاف اقرار اس لیے کرتی ہوں کہ یوسف علیہ السلام کو معلوم ہو جائے کہ میں نے اُس کی عدم موجودگی میں کوئی غلط بات نہیں کہی، نہ اپنے جرم کو اُن کی طرف منسوب کیا۔ واللہ اعلم!

فائدہ:[۷۹]......یعنی میرا مشیر خاص رہے گا۔

فائدہ:[۸۰] عزیز مصر سے ملاقات:......کچھ پہلے سے معتقد ہو چکا تھا بالمشافہ باتیں سن کر بالکل ہی گرویدہ ہو گیا اور حکم دے دیا کہ آج سے آپ ہمارے پاس نہایت معزز و معتبر ہو کر رہیں گے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''اب عزیز کا علاقہ موقوف کیا، اپنی صحبت میں رکھا۔''

فائدہ:[۸۱] وزارت خزانہ کی سربراہی:......یعنی دولت کی حفاظت بھی پوری کروں گا اور اُس کی آمد و خرچ کے ذرائع اور حساب و کتاب سے خوب واقف ہوں۔ یوسف علیہ السلام نے خود درخواست کر کے مالیات کا کام اپنے سر لیا، تا اس ذریعہ سے عامۂ خلائق کو پورا نفع پہنچا سکیں۔ خصوصاً آنے والے خوفناک قحط میں نہایت خوش انتظامی سے مخلوق کی خبر گیری اور حکومت کی مالی حالت کو مضبوط رکھ سکیں۔ اس سے ظاہر ہوتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام دنیا کی عقل بھی کامل رکھتے ہیں، اور یہ کہ ہمدردی خلائق کے لیے مالیات کے قصوں میں پڑنا شانِ نبوت یا بزرگی کے خلاف نہیں سمجھتے۔ نیز ایک آدمی اگر نیک نیتی سے یہ سمجھے کہ فلاں منصب کا میں اہل ہوں اور دوسروں سے یہ کام اچھی طرح بن نہ پڑے گا تو مسلمانوں کی خیر طلبی اور نفع رسانی کی غرض سے اُس کی خواہش یا درخواست کر سکتا ہے۔ اور اگر حسب ضرورت اپنے بعض خصالِ حسنہ اور اوصافِ حمیدہ کا تذکرہ کرنا پڑے تو یہ ناجائز مدح سرائی میں داخل نہیں۔ عبدالرحمن بن سمرۃ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جو شخص از خود امارت طلب کرے تو اُس کا بار اسی کے کندھوں پر ڈال دیا جاتا ہے (غیبی اعانت مددگار نہیں ہوتی) یہ اُس وقت ہے جب طلب کرنا محض نفس پروری اور جاہ پسندی وغیرہ اغراض کی بنا پر ہو۔ واللہ اعلم!

فائدہ:[۸۲] حضرت یوسف علیہ السلام کی بادشاہت:......جہاں چاہتے اُترتے اور جو چاہتے تصرف کرتے، گویا ریان بن الولید برائے نام بادشاہ تھا حقیقت میں یوسف علیہ السلام بادشاہی کر رہے تھے اور ''عزیز'' کہہ کر پکارے جاتے تھے، جیسا کہ آگے آئے گا۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ بادشاہ آپ کے ہاتھ پر مسلمان ہو گیا۔ نیز اسی زمانہ میں عزیز مصر کا انتقال ہوا تو اسکی عورت زلیخا نے آپ سے شادی کر لی۔ واللہ اعلم! محدثین اس پر اعتماد نہیں کرتے۔

فائدہ:[۸۳] بھلائی اور نیکی کا نتیجہ میٹھا پھل:......جو بھلائی اور نیکی کا راستہ اختیار کرے خدا اُس کو دنیا میں بھی میٹھا پھل دیتا ہے۔ خواہ ثروت و حکومت یا لذاتِ عیش، حیاتِ طیبہ، اور غنائے قلبی۔ حضرت یوسف علیہ السلام کو یہ سب چیزیں عنایت فرمائیں۔ رہا آخرت کا اجر، سو وہ ایک ایماندار و پرہیزگار کے لیے دنیا کے اجر سے کہیں بہتر ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''یہ جواب ہوا اُن کے سوال کا کہ اولادِ ابراہیم اس طرح ''شام'' سے آئی مصر میں اور بیان ہوا کہ بھائیوں نے حضرت یوسف علیہ السلام کو گھر سے دور پھینکا تا ذلیل ہو۔ اللہ نے عزت دی اور ملک پر اختیار دیا، ایسا ہی ہوا ہمارے حضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو۔''

فائدہ:[۸۴] برادرانِ یوسف علیہ السلام کی آمد اور یوسف علیہ السلام سے ملاقات:......موضح القرآن میں ہے: ''جب حضرت یوسف علیہ السلام

ملک ''مصر'' پر مختار ہوئے خواب کے موافق سات برس خوب آبادی کی اور ملک کا اناج بھرتے گئے۔ پھر سات برس کے قحط میں ایک بھاؤ میانہ باندھ کر بکوایا اپنے ملک والوں کو اور پردیسیوں کو سب برابر مگر پردیسی کو ایک اُونٹ سے زیادہ نہ دیتے تھے۔ اس میں خلق بچی قحط سے اور خزانہ بادشاہ کا بھر گیا۔ ہر طرف خبر تھی کہ مصر میں اناج سستا ہے اُن کے بھائی خریدنے کی غرض سے آئے۔'' اُن کے تن و توش، ہیئات، وضع قطع میں چنداں تغیر نہ ہوا تھا۔ اِدھر حضرت یوسف علیہ السلام برابر اپنے باپ بھائیوں کا تفقّد کرتے رہے ہوں گے اور وہاں پہنچنے پر اُن کا نام ونشان بھی دریافت کر لیا ہوگا جیسا کہ سلاطین واعیان سے ملاقات کرنے میں عموماً ہوا کرتا ہے۔ چنانچہ بعض تفاسیر میں ہے کہ انہوں نے یوسف علیہ السلام سے اپنا نام ونسب وغیرہ بیان کیا۔ ہاں! یوسف علیہ السلام جدائی کے وقت چونکہ بہت چھوٹے تھے اور بھائیوں کو پہلے سے ادھر خیال بھی نہ تھا، نہ بادشاہوں کے یہاں عام آدمیوں کی یہ جرأت ہو سکتی ہے کہ اُن کا نام ونسب وغیرہ دریافت کریں، اس لیے وہ یوسف علیہ السلام کو نہ پہچان سکے۔

وَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ قَالَ ائْتُونِي بِأَخٍ لَكُمْ مِنْ أَبِيكُمْ ۚ أَلَا تَرَوْنَ أَنِّي أُوفِي الْكَيْلَ

اور جب تیار کر دیا ان کو ان کا اسباب کہا لے آئیو میرے پاس ایک بھائی جو تمہارا ہے باپ کی طرف سے تم نہیں دیکھتے ہو کہ میں پورا دیتا ہوں ناپ

وَأَنَا خَيْرُ الْمُنْزِلِينَ ﴿٥٩﴾ فَإِنْ لَمْ تَأْتُونِي بِهِ فَلَا كَيْلَ لَكُمْ عِنْدِي وَلَا تَقْرَبُونِ ﴿٦٠﴾ قَالُوا

اور خوب طرح اتارتا ہوں مہمانوں کو ف۸۵ پھر اگر نہ لائے تم میرے پاس تو تمہارے لیے بھرتی نہیں میرے نزدیک اور میرے پاس نہ آئیو ف۸۶ بولے ہم

سَنُرَاوِدُ عَنْهُ أَبَاهُ وَإِنَّا لَفَاعِلُونَ ﴿٦١﴾ وَقَالَ لِفِتْيَانِهِ اجْعَلُوا بِضَاعَتَهُمْ فِي رِحَالِهِمْ لَعَلَّهُمْ

خواہش کریں گے اسکے باپ سے اور ہم کو یہ کام کرنا ہے ف۸۷ اور کہہ دیا اپنے خدمتگاروں کو رکھ دو ان کی پونجی ان کے اسباب میں شاید اس کو

يَعْرِفُونَهَا إِذَا انْقَلَبُوا إِلَىٰ أَهْلِهِمْ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُونَ ﴿٦٢﴾ فَلَمَّا رَجَعُوا إِلَىٰ أَبِيهِمْ قَالُوا يَا أَبَانَا

پہچانیں جب پھر کر پہنچیں اپنے گھر شاید وہ پھر آ جائیں ف۸۸ پھر جب پہنچے اپنے باپ کے پاس بولے اے باپ روک دی گئی ہم

مُنِعَ مِنَّا الْكَيْلُ فَأَرْسِلْ مَعَنَا أَخَانَا نَكْتَلْ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ ﴿٦٣﴾ قَالَ هَلْ آمَنُكُمْ عَلَيْهِ

سے بھرتی سو بھیج ہمارے ساتھ ہمارے بھائی کو کہ بھرتی لے آئیں، اور ہم اس کے نگہبان ہیں ف۸۹ کہا میں کیا اعتبار کروں تمہارا اس پر

إِلَّا كَمَا أَمِنْتُكُمْ عَلَىٰ أَخِيهِ مِنْ قَبْلُ ۖ فَاللَّهُ خَيْرٌ حَافِظًا ۖ وَهُوَ أَرْحَمُ الرَّاحِمِينَ ﴿٦٤﴾ وَلَمَّا

مگر وہی جیسا اعتبار کیا تھا اس کے بھائی پر اس سے پہلے، سو اللہ بہتر ہے نگہبان اور وہی ہے سب مہربانوں سے مہربان ف۹۰ اور جب

فَتَحُوا مَتَاعَهُمْ وَجَدُوا بِضَاعَتَهُمْ رُدَّتْ إِلَيْهِمْ ۖ قَالُوا يَا أَبَانَا مَا نَبْغِي ۖ هَٰذِهِ بِضَاعَتُنَا

کھولی اپنی چیز بست پائی اپنی پونجی کہ پھیر دی گئی ان کی طرف، بولے اے باپ ہم کو اور کیا چاہیے، یہ پونجی ہماری پھیر دی ہے ہم

رُدَّتْ إِلَيْنَا ۖ وَنَمِيرُ أَهْلَنَا وَنَحْفَظُ أَخَانَا وَنَزْدَادُ كَيْلَ بَعِيرٍ ۖ ذَٰلِكَ كَيْلٌ يَسِيرٌ ﴿٦٥﴾ قَالَ

کو اب جائیں تو رسد لائیں ہم اپنے گھر کو اور خبرداری کریں گے اپنے بھائی کی اور زیادہ لیویں بھرتی ایک اونٹ کی ف۹۱ وہ بھرتی آسان ہے ف۹۲ کہا

لَنْ اُرْسِلَهٗ مَعَكُمْ حَتّٰى تُؤْتُوْنِ مَوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ لَتَاْتُنَّنِيْ بِهٖۤ اِلَّاۤ اَنْ يُّحَاطَ بِكُمْ ۚ فَلَمَّاۤ اٰتَوْهُ

ہرگز نہ بھیجوں گا اس کو تمہارے ساتھ یہاں تک کہ دو مجھ کو عہد خدا کا کہ البتہ پہنچا دو گے اس کو میرے پاس، مگر یہ کہ گھیرے جاؤ تم سب پھر جب

مَوْثِقَهُمْ قَالَ اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ ﴿۶۶﴾

دیا اس کو سب نے عہد بولا اللہ ہماری باتوں پر نگہبان ہے ف۹۳

فائدہ: [۸۵] **بھائیوں کی مہمانی اور بنیامین کی طلبی:** ...... حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کی خوب مدارات اور مہمانداری کی ایک ایک اُونٹ فی کس غلہ دیا۔ یہ خاص مہربانی اور اخلاق دیکھ کر کہتے ہیں انہوں نے درخواست کی کہ ہمارے ایک علاتی بھائی (بنیامین) کو بوڑھے غمزدہ باپ نے تسکین خاطر کے لیے اپنے پاس روک لیا ہے کیونکہ اُس کا دوسرا عینی بھائی (یوسف علیہ السلام) جو باپ کو بے حد محبوب تھا مدت ہوئی کہیں جنگل میں ہلاک ہو چکا ہے۔ اگر بنیامین کے حصہ کا غلہ بھی ہم کو مرحمت فرمائیں تو بڑی نوازش ہوگی۔ یوسف علیہ السلام نے فرمایا کہ اس طرح غائب کا حصہ دینا خلاف قاعدہ ہے تم پھر آؤ تو بنیامین کو ساتھ لاؤ تب اُس کا حصہ پا سکو گے۔ میرے اخلاق اور مہمان نوازی کو تم خود مشاہدہ کر چکے ہو، کیا اس کے بعد تمہیں اپنے چھوٹے بھائی کے لانے میں کچھ تردد ہو سکتا ہے؟

فائدہ: [۸۶] ...... یعنی نہ لائے تو سمجھا جائے گا کہ تم جھوٹ بول کر اور دھوکہ دے کر خلاف قاعدہ ایک اونٹ زیادہ لینا چاہتے تھے۔ اُس کی سزا یہ ہوگی کہ آئندہ خود تمہارا حصہ بھی سوخت [یعنی ختم] ہو جائے گا بلکہ میرے پاس یا میرے قلمرو میں آنے کی بھی اجازت نہ ہوگی۔

فائدہ: [۸۷] ...... یعنی گو باپ سے اُس کا جدا کرنا سخت مشکل ہے تاہم ہماری یہ کوشش ہوگی کہ باپ کو کسی تدبیر سے راضی کر لیں۔ اُمید ہے کہ کسی نہ کسی طرح ہم اپنے مقصد میں کامیاب ہو کر رہیں گے۔

فائدہ: [۸۸] **پونجی کی واپسی:** ...... یعنی جو پونجی دے کر غلہ خریدا تھا، حکم دیا کہ وہ بھی خفیہ طور پر اُن کے اسباب میں رکھ دو تا گھر پہنچ کر جب اسباب کھولیں اور دیکھیں کہ غلہ کے ساتھ قیمت بھی واپس دیدی گئی تو دوبارہ اِدھر آنے کی ترغیب مزید ہو کہ ایسے کریم بادشاہ کہاں ملتے ہیں۔ اور ممکن ہے قیمت نہ موجود ہونے کی بنا پر دوبارہ آنے سے مجبور رہیں، اس لیے قیمت واپس کر دی۔ بعض نے کہا کہ یوسف علیہ السلام نے بھائیوں سے قیمت لینا مروّت و کرم کے خلاف سمجھا۔

فائدہ: [۸۹] **حضرت یعقوب علیہ السلام سے بیٹوں کی درخواست:** ...... یعنی یوسف علیہ السلام کی طرح اس کے متعلق کچھ تردد نہ کیجیے۔ اب ہم چوکنے ہو گئے ہیں پوری طرح حفاظت کریں گے۔

فائدہ: [۹۰] **جواب یعقوب علیہ السلام:** ...... یعنی یہ ہی الفاظ ﴿وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ تم نے یوسف علیہ السلام کو ساتھ لے جاتے وقت کہے تھے، پھر تمہارے وعدہ پر کیا اعتبار ہو؟ ہاں! اس وقت ضرورت شدید ہے جس سے اغماض نہیں کیا جا سکتا اس لیے تمہارے ساتھ بھیجنا ناگزیر معلوم ہوتا ہے۔ سو میں اُس کو خدا کی حفاظت میں دیتا ہوں وہ ہی اپنی مہربانی سے اُس کی حفاظت کرے گا اور مجھ کو یوسف کی جدائی کے بعد دوسری مصیبت سے بچائے گا۔

فائدہ: [۹۱] ...... یعنی بنیامین کا حصہ۔

فائدہ: [۹۲] ...... یعنی ایسی آسان بھرتی کو چھوڑنا نہیں چاہیے جس طرح ہو بنیامین کو ہمارے ساتھ بھیج دیجیے۔ بعض نے ﴿ذٰلِكَ كَيْلٌ يَّسِيْرٌ﴾ کا اشارہ پہلے جو غلہ لائے تھے اُس کی طرف کیا ہے اور ﴿يَسِيْرٌ﴾ کو بمعنی قلیل لیا ہے یعنی جو پہلے لائے ہیں وہ حاجت کے اعتبار سے

تھوڑا ہے، قحط کے زمانہ میں کہاں تک کام دے گا۔ لہٰذا ضروری ہے کہ جس طرح بن پڑے ہم دوبارہ جائیں اور سب کا حصہ لے کر آئیں۔

فائدہ: [۹۳] حضرت یعقوب علیہ السلام کا بیٹوں سے عہد و پیمان اور اللہ پر بھروسہ:......یعنی اگر تقدیر الٰہی سے کوئی ایسا حادثہ پیش آجائے جس میں تم سب گھر جاؤ اور نکلنے کی کوئی سبیل نہ رہے تب تو میں کیا کہہ سکتا ہوں۔ ہاں!! اپنے مقدور اور زندگی بھر بنیامین کی حفاظت میں کوتاہی نہ کرو گے۔ یہ پختہ عہد و پیمان اور قسمیں لے کر زیادہ تاکید و اہتمام کے طور پر فرمایا ﴿اللّٰهُ عَلٰى مَا نَقُوْلُ وَكِيْلٌ﴾ یعنی جو کچھ عہد و پیمان ہم اس وقت کر رہے ہیں وہ سب خدا کے سپرد ہیں۔ اگر کسی نے خیانت اور بدعہدی کی وہ ہی سزا دے گا، یا یہ کہ قول و قرار تو اپنے مقدور کے موافق پختہ کر رہے ہیں لیکن ان باتوں سے جو مقصدِ اصلی ہے وہ خدا کی حفاظت و نگہبانی سے ہی پورا ہو سکتا ہے خدا نہ چاہے تو سارے اسباب و تدابیر رکھی رہ جائیں، کچھ نہ ہو۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ظاہری اسباب بھی پختہ کر لیے اور بھروسہ اللہ پر رکھا۔ یہی حکم ہے ہر کسی کو۔''

وَقَالَ يٰبَنِيَّ لَا تَدْخُلُوْا مِنْۢ بَابٍ وَّاحِدٍ وَّادْخُلُوْا مِنْ اَبْوَابٍ مُّتَفَرِّقَةٍ ؕ وَمَاۤ اُغْنِيْ عَنْكُمْ

اور کہا اے بیٹو نہ داخل ہونا ایک دروازہ سے اور داخل ہونا کئی دروازوں سے جدا جدا اور میں نہیں بچا سکتا تم

مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ ؕ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ ۚ وَعَلَيْهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ﴿٦٧﴾

کو اللہ کی کسی بات سے، حکم کسی کا نہیں سوائے اللہ کے، اسی پر مجھ کو بھروسہ ہے اور اسی پر بھروسہ چاہیے بھروسہ کرنے والوں کو ف۹۴

وَلَمَّا دَخَلُوْا مِنْ حَيْثُ اَمَرَهُمْ اَبُوْهُمْ ؕ مَا كَانَ يُغْنِيْ عَنْهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ اِلَّا حَاجَةً

اور جب داخل ہوئے جہاں سے کہا تھا ان کے باپ نے ف۹۵ کچھ نہ بچا سکتا تھا ان کو اللہ کی کسی بات سے مگر ایک خواہش تھی

فِيْ نَفْسِ يَعْقُوْبَ قَضٰىهَا ؕ وَاِنَّهٗ لَذُوْ عِلْمٍ لِّمَا عَلَّمْنٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿٦٨﴾ ع ١١ / ٢

یعقوب کے جی میں سو پوری کر چکا، اور وہ تو خبردار تھا جو کچھ ہم نے اس کو سکھایا، لیکن بہت لوگوں کو خبر نہیں ف۹۶

وَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰۤى اِلَيْهِ اَخَاهُ قَالَ اِنِّيْۤ اَنَا اَخُوْكَ فَلَا تَبْتَىِٕسْ بِمَا كَانُوْا

اور جب داخل ہوئے یوسف کے پاس اپنے پاس رکھا اپنے بھائی کو، کہا تحقیق میں ہوں بھائی تیرا سو غمگین مت ہو ان کاموں سے جو انہوں

يَعْمَلُوْنَ ﴿٦٩﴾ فَلَمَّا جَهَّزَهُمْ بِجَهَازِهِمْ جَعَلَ السِّقَايَةَ فِيْ رَحْلِ اَخِيْهِ ثُمَّ اَذَّنَ مُؤَذِّنٌ اَيَّتُهَا

نے کیے ہیں ف۹۷ پھر جب تیار کر دیا ان کے واسطے اسباب ان کا رکھ دیا پینے کا پیالہ اسباب میں اپنے بھائی کے پھر پکارا پکارنے والے

الْعِيْرُ اِنَّكُمْ لَسٰرِقُوْنَ ﴿٧٠﴾ قَالُوْا وَاَقْبَلُوْا عَلَيْهِمْ مَّاذَا تَفْقِدُوْنَ ﴿٧١﴾ قَالُوْا نَفْقِدُ صُوَاعَ

نے اے قافلہ والو تم تو البتہ چور ہو ف۹۸ کہنے لگے منہ کر کے ان کی طرف تمہاری کیا چیز گم ہو گئی ف۹۹ بولے ہم نہیں پاتے بادشاہ کا پیمانہ

الْمَلِكِ وَلِمَنْ جَآءَ بِهٖ حِمْلُ بَعِيْرٍ وَّاَنَا بِهٖ زَعِيْمٌ ﴿٧٢﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ عَلِمْتُمْ مَّا جِئْنَا

اور جو کوئی اس کو لائے اس کو ملے ایک بوجھ اونٹ کا، اور میں ہوں اس کا ضامن ف۱۰۰ بولے قسم اللہ کی تم کو معلوم ہے ہم شرارت

لِنُفۡسِدَ فِی الۡاَرۡضِ وَمَا کُنَّا سٰرِقِیۡنَ ﴿۷۳﴾

کرنے کو نہیں آئے ملک میں اور نہ ہم کبھی چور تھے ۱۰۱

فائدہ: [۹۴] **باپ کی بیٹوں کو نصیحت:**...... برادرانِ یوسف پہلی مرتبہ جو مصر گئے تھے عام مسافروں کی طرح بلا امتیاز شہر میں داخل ہو گئے تھے لیکن یوسف علیہ السلام کی خاص توجہات والطاف کو دیکھ کر یقیناً وہاں کے لوگوں کی نظریں اُن کی طرف اُٹھنے لگی ہوں گی۔ اب دوبارہ جانا خاص شان واہتمام سے بلکہ کہنا چاہیے کہ ایک طرح کی یوسف علیہ السلام کی دعوت پر تھا۔ بنیامین جس کی حفاظت ومحبت حضرت یعقوب علیہ السلام یوسف علیہ السلام کے بعد بہت کرتے تھے، بھائیوں کے ہمراہ تھے۔ یعقوب علیہ السلام کو خیال گذرا کہ ایک باپ کے گیارہ وجیہ وخوش رُو بیٹوں کا خاص شان سے بہیئت اجتماعی شہر میں داخل ہونا خصوصاً اُس برتاؤ کے بعد جو عزیز مصر (یوسف علیہ السلام) کی طرف سے لوگ پہلے مشاہدہ کر چکے تھے، ایسی چیز ہے جس کی طرف عام نگاہیں ضرور اُٹھیں گی۔ ''العین حق'' نظر لگ جانا ایک حقیقت ہے (اور آج کل مسمریزم کے عجائبات تو عموماً اسی قوتِ نگاہ کے کرشمے ہیں) یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کو نظر بد اور حسد وغیرہ مکروہات سے بچانے کے لیے یہ ظاہری تدبیر تلقین فرمائی کہ متفرق ہو کر معمولی حیثیت سے شہر کے مختلف دروازوں سے داخل ہوں، تاکہ خواہی نہ خواہی پبلک کی نظریں اُن کی طرف نہ اُٹھیں، ساتھ ہی یہ بھی ظاہر کر دیا کہ میں کوئی تدبیر کر کے قضاوقدر کے فیصلوں کو نہیں روک سکتا۔ تمام کائنات میں حکم صرف خدا کا چلتا ہے، ہمارے سب انتظامات حکمِ الٰہی کے مقابلہ میں بیکار ہیں۔ ہاں! تدبیر کرنا بھی اُسی نے سمجھایا ہے اور جائز رکھا ہے۔ آدمی کو چاہیے کہ بچاؤ کی تدبیر کرے مگر بھروسہ خدا پر رکھے گویا لڑکوں کو سنایا کہ میری طرح تم بھی تہ دل سے خدا کی حفاظت پر بھروسہ رکھو، تدابیر پر مغرور نہ بنو۔

فائدہ: [۹۵]...... یعنی مختلف دروازوں سے علیحدہ علیحدہ۔

فائدہ: [۹۶] **تدبیر اور تقدیر:**...... یعنی جس طرح کہا تھا داخل ہوئے تو اگرچہ نظر یا ٹوک نہ لگی۔ لیکن تقدیر اور طرف سے آئی (بنیامین کو الزام سرقہ کے سلسلہ میں روک لیا گیا) تقدیر دفع نہیں ہوتی۔ سو جن کو علم ہے اُن کو تقدیر کا یقین اور اسباب کا بچاؤ دونوں حاصل ہو سکتے ہیں۔ لیکن بے علم سے ایک ہو تو دوسرا نہ ہو، یا ہمہ تن اسباب پر اتکاء کر کے تقدیر کا انکار کر بیٹھتا ہے یا تقدیر پر یقین رکھنے کے یہ معنی سمجھ لیتا ہے کہ اسباب کو معطل کر دیا جائے، البتہ عارف اور باخبر لوگ تقدیر و تدبیر کو جمع کرتے اور ہر ایک کو اس کے درجہ میں رکھتے ہیں۔

فائدہ: [۹۷] **حضرت یوسف علیہ السلام کا بنیامین سے خصوصی معاملہ اور تسلی:**...... حضرت یوسف علیہ السلام نے بنیامین کے ساتھ ممتاز معاملہ کیا اور خلوت میں آہستہ سے آگاہ کر دیا کہ میں تیرا حقیقی بھائی (یوسف) ہوں۔ جو مظالم اِن علاتی بھائیوں نے ہم پر کیے کہ مجھے باپ سے جدا کر کے کنوئیں میں ڈالا، غلام بنا کر بیچا اور ہمارے باپ بھائی وغیرہ کو فراق کے صدمہ میں مبتلا کیا یا اب یہاں آتے ہوئے تمہارے ساتھ کوئی سختی کی، ان باتوں سے غمگین مت ہو۔ وقت آ گیا ہے کہ ہمارے سب غم غلط ہو جائیں اور سختیوں کے بعد حق تعالیٰ راحت وعزت نصیب فرمائے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اس بھائی کو جو یوسف علیہ السلام نے آرزو سے بلایا اوروں کو حسد ہوا۔ اس سفر میں اُس کو بات بات پر جھڑکتے اور طعنے دیتے، اب حضرت یوسف علیہ السلام نے تسلی کر دی۔''

فائدہ: [۹۸] **تدبیر یوسف علیہ السلام اور بھائیوں پر چوری کا الزام:**...... یعنی جب یوسف علیہ السلام کے حکم سے اُن کا غلہ لدوا دیا اور سامانِ سفر تیار کیا گیا تو ایک چاندی کا پیالہ اپنے بھائی بنیامین کے اسباب میں بلا اطلاع رکھدیا۔ جس وقت قافلہ روانہ ہونے لگا، محافظین کو پیالہ کی تلاش ہوئی، آخر اُن کا شبہ اسی قافلہ پر گیا۔ قافلہ تھوڑی دُور نکلا تھا کہ محافظین میں سے کسی نے آواز دی کہ ٹھہرو! تم لوگ یقیناً چور معلوم ہوتے ہو۔

تنبیہ:...... اگر یہ لفظ یوسف علیہ السلام کے حکم سے کہے گئے تو یہ مطلب ہو گا کہ کوئی مال چراتا ہے، تم وہ ہو جنہوں نے باپ کی چوری سے

بھائی کو بیچ ڈالا۔

فَائِدَہ:[۹۹] بھائیوں کا جواب:......یعنی ہم کو خواہ مخواہ چور کیوں بناتے ہو؟ اگر تمہاری کوئی چیز گم ہوئی ہے وہ بتلاؤ ہم ابھی کہیں گئے نہیں ہمارے اسباب میں تلاش کرلو۔

فَائِدَہ:[۱۰۰] پیمانے کی گمشدگی اور انعام کا اعلان:......محافظین نے کہا، بادشاہ کے پانی پینے کا پیالہ یا غلہ ناپنے کا پیمانہ گم ہوگیا ہے۔ اگر بدون حیل وحجت کے کوئی شخص حاضر کردے گا تو غلہ کا ایک اُونٹ انعام پائے گا، میں اس کا ذمہ دار ہوں۔

فَائِدَہ:[۱۰۱] بھائیوں نے اپنی صفائی پیش کی:......یعنی مصر میں ہمارا چال چلن عام طور پر معلوم ہے کیا کوئی بتلاسکتا ہے کہ ہم نے یہاں کبھی کچھ شرارت کی؟ نہ ہم شرارتوں کے لیے یہاں آئے اور نہ چوروں کے خاندان سے ہیں۔

قَالُوْا فَمَا جَزَآؤُهٗۤ اِنْ كُنْتُمْ كٰذِبِیْنَ ﴿۷۴﴾ قَالُوْا جَزَآؤُهٗ مَنْ وُّجِدَ فِیْ رَحْلِهٖ فَهُوَ جَزَآؤُهٗ ؕ

بولے پھر کیا سزا ہے اس کی، اگر تم نکلے جھوٹے ف۱۰۲ کہنے لگے اس کی سزا یہ کہ جس کے اسباب میں سے ہاتھ آئے وہی اس کے بدلے میں

كَذٰلِكَ نَجْزِی الظّٰلِمِیْنَ ﴿۷۵﴾ فَبَدَاَ بِاَوْعِیَتِهِمْ قَبْلَ وِعَآءِ اَخِیْهِ ثُمَّ اسْتَخْرَجَهَا مِنْ وِّعَآءِ

جائے، ہم یہی سزا دیتے ہیں ظالموں کو ف۱۰۳ پھر شروع کیں یوسف نے ان کی خرجیاں دیکھنی اپنے بھائی کی خرجی سے پہلے آخر کو وہ برتن نکالا اپنے

اَخِیْهِ ؕ كَذٰلِكَ كِدْنَا لِیُوْسُفَ ؕ مَا كَانَ لِیَاْخُذَ اَخَاهُ فِیْ دِیْنِ الْمَلِكِ اِلَّاۤ اَنْ یَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ

بھائی کی خرجی سے ف۱۰۴ یوں داؤ بتا دیا ہم نے یوسف کو ف۱۰۵ وہ ہرگز نہ لے سکتا تھا اپنے بھائی کو دین میں اس بادشاہ کے مگر جو چاہے اللہ ف۱۰۶ ہم

نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ وَفَوْقَ كُلِّ ذِیْ عِلْمٍ عَلِیْمٌ ﴿۷۶﴾ قَالُوْۤا اِنْ یَّسْرِقْ فَقَدْ سَرَقَ اَخٌ لَّهٗ

درجے بلند کرتے ہیں جس کے چاہیں ف۱۰۷ اور ہر جاننے والے سے اوپر ہے ایک جاننے والا ف۱۰۸ کہنے لگے اگر اس نے چرایا تو چوری کی تھی اس

مِنْ قَبْلُ ۚ فَاَسَرَّهَا یُوْسُفُ فِیْ نَفْسِهٖ وَلَمْ یُبْدِهَا لَهُمْ ۚ قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا ۚ وَاللّٰهُ

کے ایک بھائی نے بھی اس سے پہلے ف۱۰۹ تب آہستہ سے کہا یوسف نے اپنی جی میں اور ان کو نہ جتایا، کہا جی میں کہ تم بدتر ہو درجہ میں اور اللہ

اَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ ﴿۷۷﴾

خوب جانتا ہے جو تم بیان کرتے ہو ف۱۱۰

فَائِدَہ:[۱۰۲] محافظین کا سوال:......محافظین نے کہا کہ تم فضول حجتیں کررہے ہو۔ اگر مال مسروقہ تمہارے پاس سے برآمد ہوگیا تو کیا کروگے؟

فَائِدَہ:[۱۰۳] بھائیوں کا بلا تامل جواب:......یہ شریعت ابراہیمی میں چور کی سزا تھی۔ یعنی جسکے پاس سے چوری نکلے وہ ایک سال تک غلام ہوکر رہے۔ برادرانِ یوسف علیہ السلام نے اپنے قانون شرعی کے موافق بے تامل سزا کا ذکر کردیا۔ کیونکہ انہیں پورا یقین تھا کہ ہم چور نہیں، نہ چوری کا مال ہمارے پاس سے برآمد ہوسکتا ہے۔ اس طرح اپنے اقرار سے خود پکڑے گئے۔

فَائِدَہ:[۱۰۴] عزیز مصر کے حکم سے تفتیش:......یعنی اس گفتگو کے بعد محافظین اُن کو "عزیز مصر" (یوسف علیہ السلام) کے پاس لے گئے

اور سب ماجرا کہہ سنایا، اُنہوں نے تفتیش کا حکم دیا۔ پہلے دوسرے بھائیوں کی خرجیاں (زنبیلیں اور بیگ وغیرہ) دیکھے گئے، پیالہ برآمد نہ ہوا۔ اخیر میں بنیامین کے اسباب کی تلاشی ہوئی، چنانچہ پیالہ اُس میں سے نکل آیا۔

فائدہ:[۱۰۵]...... یا یوں تدبیر کی ہم نے یوسف علیہ السلام کے لیے۔

فائدہ:[۱۰۶] **تدبیر خداوندی:**...... یعنی بھائیوں کی زبان سے آپ ہی نکلا کہ جس کے پاس مال نکلے غلام بنالو۔ اُس پر پکڑے گئے ورنہ حکومت مصر کا قانون یہ نہ تھا۔ اگر ایسی تدبیر نہ کی جاتی کہ وہ خود اپنے اقرار میں بندھ جائیں تو ملکی قانون کے موافق کوئی صورت بنیامین کو روک لینے کی نہ تھی۔

فائدہ:[۱۰۷]...... یعنی جسے چاہیں حکمت وتدبیر سکھلائیں، یا اپنی تدبیر لطیف سے سربلند کریں۔ دیکھو! وہ ہی لوگ جنہوں نے باپ کی چوری سے یوسف علیہ السلام کو چند درہم میں بیچ ڈالا تھا، آج یوسف علیہ السلام کے سامنے چوروں کی حیثیت میں کھڑے ہیں۔ شاید اس طرح ان کی پچھلی غلطیوں کا کفارہ کرنا ہوگا۔

فائدہ:[۱۰۸]...... یعنی دنیا میں ایک آدمی سے زیادہ دوسرا، دوسرے سے زیادہ تیسرا جاننے والا ہے مگر سب جاننے والوں کے اُوپر ایک جاننے والا اور ہے جسے ﴿عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ﴾ [حشر:۲۲] کہتے ہیں۔

تنبیہ: توریہ اور اس کی شرعی حیثیت:.......... واضح ہو کہ اس تمام واقعہ میں حضرت یوسف علیہ السلام کی زبان سے کوئی لفظ خلاف واقعہ نہیں نکلا، نہ کوئی حرکت خلاف شرع ہوئی زیادہ سے زیادہ اُنہوں نے ''توریہ'' کیا، ''توریہ'' کا مطلب ہے ایسی بات کہنا یا کرنا جس سے دیکھنے سننے والے کے ذہن میں ایک ظاہری اور قریبی مطلب آئے لیکن متکلم کی مراد دوسری ہو جو ظاہری مطلب سے بعید ہے۔ اگر یہ ''توریہ'' کسی نیک اور محمود مقصد کے لیے کیا جائے تو اُسکے جائز بلکہ محمود ہونے میں شبہ نہیں۔ اور کسی مذموم وقبیح غرض کے لیے ہو تو وہ ''توریہ'' نہیں دھوکہ اور فریب ہے۔ یہاں حق تعالیٰ کو منظور تھا کہ یعقوب علیہ السلام کے ابتلاء وامتحان کی تکمیل کردی جائے، یوسف علیہ السلام کے بعد بنیامین بھی اُن سے جدا ہوں۔ ادھر مدت کے بچھڑے ہوئے دو عینی بھائی آپس میں مل کر رہیں۔ یوسف علیہ السلام کو امتحان کی گھاٹیوں سے نکالنے کے بعد اوّل علاتی بھائیوں پھر عینی بھائی پر والد بزرگوار اور سب کنبہ سے بتدریج ملائیں۔ دوسری طرف برادران یوسف علیہ السلام سے جو غلطیاں ہوئی تھیں کچھ ٹھوکریں کھا کر وہ بھی عفو ورحم کے دروازہ پر پہنچ جائیں۔ اور نہ معلوم کیا کیا حکمتیں ہوں گی جن کی وجہ سے یوسف علیہ السلام کو تھوڑا سا ''توریہ'' کرنے کی ہدایت ہوئی۔ انہوں نے پیالہ اپنے بھائی کے اسباب میں رکھا، پھر نہ کسی پر اُس کی چوری کا الزام لگایا، نہ یہ کہا کہ ہم فلاں کو چوری کی سزا میں پکڑتے ہیں۔ صورتیں ایسی پیدا ہوتی چلی گئیں جن سے آخر میں بنیامین کے لیے اپنے بھائی کے پاس عزت و راحت کے ساتھ رہنے کی سبیل نکل آئی۔ مصلحتاً بعض ایسے الفاظ بیشک استعمال کیے جن کے معنی متبادر مراد نہ تھے یا بعض چیزوں پر سکوت کیا جن کی نسبت اگر کچھ بولتے تو راز فاش ہو کر اصل مقصد فوت ہو جاتا۔ واللہ اعلم!

فائدہ:[۱۰۹] **بھائیوں کا الزام:**...... یہ اشارہ یوسف علیہ السلام کی طرف تھا۔ اپنی پاکبازی جتانے کے لیے محض ناحق کوشی اور عناد سے بنیامین کے جرم کو پختہ کر دیا اور اتنی مدت کے بعد بھی یوسف علیہ السلام معصوم پر جھوٹی تہمت لگانے سے نہ شرمائے۔ مفسرین نے اس موقع پر کئی قصے بیان کیے ہیں جن کی طرف برادران یوسف علیہ السلام نے چوری کے لفظ میں اشارہ کیا تھا، اُن کے نقل کی یہاں حاجت نہیں۔

فائدہ:[۱۱۰] **حضرت یوسف علیہ السلام کا تحمل:**...... یعنی ایسا سخت لفظ سن کر بھی یوسف علیہ السلام بے قابو نہیں ہوئے، کیونکہ مصلحت خداوندی افشائے راز کو مقتضی نہ تھی۔ یوسف علیہ السلام نے بات کو دل میں رکھا جواب دے کر ان کے اتہام کی حقیقت نہ کھولی۔ اپنے جی میں کہا ﴿أَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا وَاللّٰهُ أَعْلَمُ بِمَا تَصِفُوْنَ﴾ یعنی اُلٹا چور کوتوال کو ڈانٹے، مجھے چور بناتے ہو؟ حالانکہ تم نے ایسی چوری کی کہ بھائی کو باپ سے چرا کر

بیچ ڈالا، باقی میری چوری کا حال اللہ کو معلوم ہے۔ بعض مفسرین نے ﴿قَالَ اَنْتُمْ شَرٌّ مَّكَانًا﴾ الآیۃ کا مطلب یہ لیا ہے کہ یوسف علیہ السلام نے اُن کو خطاب کر کے کہا کہ تم بڑے ہی بدترین لوگ ہو۔ ابھی تو کہہ رہے تھے ﴿وَمَا كُنَّا سٰرِقِيْنَ﴾ ہم چوروں میں کے نہیں۔ جب ایک بھائی کے اسباب میں سے مال برآمد ہوا تو اس کے ساتھ دوسرے غیر حاضر بھائی کو بھی ملوث کرنے لگے، گویا چوری کرنا تمہارا خاندانی پیشہ ہے (العیاذ باللہ) خدا خوب جانتا ہے کہ تم اپنے بیان میں کہاں تک سچے ہو۔ وہ ہی تم کو غلط بیانیوں کی سزا دے گا۔

قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ اِنَّ لَهٗۤ اَبًا شَيْخًا كَبِيْرًا فَخُذْ اَحَدَنَا مَكَانَهٗ ۚ اِنَّا نَرٰىكَ مِنَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿۷۸﴾

کہنے لگے اے عزیز اس کا ایک باپ ہے بوڑھا بڑی عمر کا سو رکھ لے ایک کو ہم میں سے اس کی جگہ، ہم دیکھتے ہیں تو ہے احسان کرنے والا ف ۱۱۱

ع ۱۱ قَالَ مَعَاذَ اللّٰهِ اَنْ نَّاْخُذَ اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗۤ ۙ اِنَّاۤ اِذًا لَّظٰلِمُوْنَ ﴿۷۹﴾ فَلَمَّا

بولا اللہ پناہ دے کہ ہم کسی کو پکڑیں مگر جس کے پاس پائی ہم نے اپنی چیز ف ۱۱۲ تو تو ہم ضرور بے انصاف ہوئے ف ۱۱۳ پھر جب ناامید ہوئے

اسْتَيْـَٔسُوْا مِنْهُ خَلَصُوْا نَجِيًّا ؕ قَالَ كَبِيْرُهُمْ اَلَمْ تَعْلَمُوْۤا اَنَّ اَبَاكُمْ قَدْ اَخَذَ عَلَيْكُمْ

اس سے اکیلے ہو بیٹھے مشورہ کرنے کو، بولا اُن میں بڑا کیا تم کو معلوم نہیں کہ تمہارے باپ نے لیا ہے تم سے عہد اللہ کا

مَّوْثِقًا مِّنَ اللّٰهِ وَمِنْ قَبْلُ مَا فَرَّطْتُّمْ فِيْ يُوْسُفَ ۚ فَلَنْ اَبْرَحَ الْاَرْضَ حَتّٰى يَاْذَنَ لِيْۤ اَبِيْۤ اَوْ

اور پہلے جو قصور کر چکے ہو یوسف کے حق میں، سو میں تو ہرگز نہ سرکوں گا اس ملک سے جب تک کہ حکم دے مجھ کو باپ میرا یا قضیہ چکا

يَحْكُمَ اللّٰهُ لِيْ ۚ وَهُوَ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ﴿۸۰﴾ اِرْجِعُوْۤا اِلٰۤى اَبِيْكُمْ فَقُوْلُوْا يٰۤاَبَانَاۤ اِنَّ ابْنَكَ سَرَقَ ۚ

دے اللہ میری طرف اور وہ ہے سب سے بہتر چکانے والا ف ۱۱۴ پھر جاؤ اپنے باپ کے پاس اور کہو اے باپ تیرے بیٹے نے تو چوری کی

وَمَا شَهِدْنَاۤ اِلَّا بِمَا عَلِمْنَا وَمَا كُنَّا لِلْغَيْبِ حٰفِظِيْنَ ﴿۸۱﴾ وَسْـَٔلِ الْقَرْيَةَ الَّتِيْ كُنَّا فِيْهَا

اور ہم نے وہی کہا تھا جو ہم کو خبر تھی اور ہم کو غیب کی بات کا دھیان نہ تھا ف ۱۱۵ اور پوچھ لے اس بستی سے جس میں ہم تھے،

وَالْعِيْرَ الَّتِيْۤ اَقْبَلْنَا فِيْهَا ؕ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۸۲﴾ قَالَ بَلْ سَوَّلَتْ لَكُمْ اَنْفُسُكُمْ اَمْرًا ؕ

اور اس قافلہ سے جس میں ہم آئے ہیں اور ہم بے شک سچ کہتے ہیں ف ۱۱۶ بولا کوئی نہیں، بنالی ہے تمہارے جی نے ایک بات،

فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّاْتِيَنِيْ بِهِمْ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ ﴿۸۳﴾ وَتَوَلّٰى

اب صبر ہی بہتر ہے، شاید اللہ لے آئے میرے پاس اُن سب کو، وہی ہے خبردار حکمتوں والا ف ۱۱۷ اور الٹا پھرا

عَنْهُمْ وَقَالَ يٰۤاَسَفٰى عَلٰى يُوْسُفَ وَابْيَضَّتْ عَيْنٰهُ مِنَ الْحُزْنِ فَهُوَ كَظِيْمٌ ﴿۸۴﴾

ان کے پاس سے، اور بولا اے افسوس یوسف پر ف ۱۱۸ اور سفید ہو گئیں آنکھیں اس کی غم سے ف ۱۱۹ سو وہ آپ کو ہا تھا ف ۱۲۰

فَائِدَة: [۱۱۱] **برادران یوسف علیہ السلام کی درخواست:......** یعنی بوڑھے باپ کو بڑا صدمہ پہنچے گا، وہ ہم سب سے زیادہ اس کو اور اس کے بھائی یوسف کو چاہتے تھے۔ یوسف علیہ السلام کے بعد اب اسی سے اپنے دل کو تسلی دیتے ہیں۔ آپ اگر اس کی جگہ ہم میں سے کسی ایک کو رکھ لیں تو بڑی مہربانی ہوگی۔ آپ ہمیشہ مخلوق پر احسانات کرتے ہیں اور ہم پر خصوصی احسان فرماتے رہے ہیں۔ اُمید ہے ہم کو اپنے کرم سے مایوس نہ فرمائیں گے۔

فَائِدَة: [۱۱۲] **حضرت یوسف علیہ السلام کا جواب:......** یعنی خدا پناہ میں رکھے کہ ہم کسی کو بے سبب دوسرے کے بدلے میں پکڑنے لگیں۔ ہم تو صرف اُسی شخص کو روکیں گے جس کے پاس سے اپنی چیز ملی ہے (وہ بنیامین ہے جو عینی بھائی ہونے کی حیثیت سے ہمارے پاس رہے گا) یہاں بھی ﴿اِلَّا مَنْ وَّجَدْنَا مَتَاعَنَا عِنْدَهٗ﴾ کی جگہ "اِلَّا مَنْ سَرَقَ" نہیں فرمایا جو مختصر تھا کیونکہ واقع کے خلاف ہوتا۔

فَائِدَة: [۱۱۳] ......یعنی مجرم کے بدلہ میں بے قصور کو پکڑیں تو تمہارے خیال اور قانون کے موافق ہم بے انصاف ٹھہریں گے۔

فَائِدَة: [۱۱۴] **بھائیوں کا مشورہ اور بڑے بھائی کا فیصلہ:......** جب حضرت یوسف علیہ السلام کا جواب سنکر مایوس ہو گئے تو مجمع سے ہٹ کر آپس میں مشورہ کرنے لگے۔ اکثروں کی رائے ہوئی کہ وطن واپس جانا چاہیے۔ اُن میں جو عمر یا عقل وغیرہ کے اعتبار سے بڑا تھا اُس نے کہا کہ باپ کے سامنے ہم کیا منہ لیکر جائینگے، جو عہد ہم سے لیا تھا اُسکا کیا جواب دینگے؟ ایک تقصیر تو پہلے یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں کر چکے ہیں جسکا اثر آج تک موجود ہے، اب بنیامین کو چھوڑ کر سب کا چلا جانا سخت بے حمیتی ہوگی۔ سو واضح رہے کہ بندہ تو کسی حال یہاں سے ٹلنے والا نہیں اِلَّا یہ کہ خود والد بزرگوار مجھ کو یہاں سے چلے جانے کا حکم دیں یا اس درمیان میں قدرت کی طرف سے کوئی فیصلہ ہو جائے۔ مثلاً تقدیر سے میں یہیں مر جاؤں یا کسی تدبیر سے بنیامین کو چھڑا لوں۔ (تنبیہ) یہ کہنے والا غالباً وہ ہی بھائی تھا جس نے یوسف علیہ السلام کے معاملہ میں بھی نرم مشورہ دیا تھا ﴿لَا تَقْتُلُوْا يُوْسُفَ﴾ [یوسف:۱۰]

فَائِدَة: [۱۱۵] **باپ کو واقعہ سے آگاہ کرنے کا فیصلہ:......** یعنی مجھے چھوڑ دو اور تم سب جا کر باپ سے عرض کرو کہ ایسا واقعہ پیش آیا، جس کی کوئی توقع نہ تھی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "یعنی تم کو قول دیا تھا اپنی دانست پر۔ یہ کیا خبر تھی کہ بنیامین چوری کر کے پکڑا جائے گا، یا ہم نے چور کو پکڑ رکھنا بتایا اپنے دین کے موافق۔ یہ نہ معلوم تھا کہ بھائی چور ہے۔"

فَائِدَة: [۱۱۶] **اپنی سچائی کے دلائل:......** یعنی آپ معتبر آدمی بھیج کر اُس بستی والوں سے تحقیق کر لیں جہاں یہ واقعہ پیش آیا۔ نیز دوسرے قافلہ والوں سے دریافت فرما لیں جو ہمارے ساتھ رہے اور واپس آئے ہیں۔ آپ کو ثابت ہو جائے گا کہ ہم اپنے بیان میں بالکل سچے ہیں۔

فَائِدَة: [۱۱۷] **حضرت یعقوب علیہ السلام کا صبر و استقامت اور مضبوط تعلق مع اللہ:......** پہلی بار کی بے اعتباری سے اس مرتبہ بھی حضرت یعقوب علیہ السلام نے بیٹوں کا اعتبار نہ کیا لیکن نبی کا کلام جھوٹ نہیں، بیٹوں کی بنائی بات تھی، حضرت یوسف علیہ السلام بھی بیٹے تھے کذا فی الموضح۔ گویا لَکُمْ کا خطاب جنس اَبناء کی طرف ہوا۔ واللہ اعلم! بعض مفسرین نے یہ مطلب لیا ہے کہ تم یہاں سے حفاظت کے کیسے وعدے کر کے اصرار کے ساتھ لے گئے وہاں پہنچ کر اتنا بھی نہ کہا کہ اُسکے اسباب میں سے پیالہ برآمد ہونے سے چوری کیسے ثابت ہوگئی، شاید کسی اور نے چھپا دیا ہو۔ مدافعت تو کیا کرتے یہ کہہ کر کہ پہلے اُسکے بھائی نے بھی چوری کی تھی اُسکے جرم کو پختہ کر دیا۔ تمہارے دل میں کھوٹ نہ ہوتا تو یہ طرزِ عمل اختیار نہ کرتے، اب باتیں بنانے کیلئے آئے ہو۔ بہر حال میں تو اس پر بھی صبر ہی کرونگا کوئی حرفِ شکایت زبان پر نہ لاؤنگا۔ خدا کی قدرت و رحمت سے کیا بعید ہے کہ یوسف، بنیامین، اور وہ بھائی جو بنیامین کی وجہ سے رہ گیا ہے سب کو میرے پاس جمع کر دے۔ وہ سب کے احوال سے خبردار ہے اور ہر ایک کے ساتھ اپنی حکمت کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ اس سے اندازہ ہو سکتا ہے کہ ہر قسم کے یاس انگیز احوال اور مرورِ دھور کے بعد بھی انبیاء کے قلوب مایوس نہیں ہو سکتے۔ وہ ہمیشہ خدا کی رحمتِ واسعہ پر اعتماد کرتے اور الطاف و منن

[احسانات] کے امیدوار رہتے ہیں۔

فائدہ:[١١٨]...... نیا زخم کھا کر پرانا زخم ہرا ہو گیا، بے اختیار پکار اُٹھے ﴿یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ﴾ (ہائے افسوس یوسف)۔

فائدہ:[١١٩]...... یعنی بے رونق یا بے نور ہو گئیں۔ علی اختلاف القولین۔

فائدہ:[١٢٠] **حضرت یعقوب علیہ السلام کی آزمائش اور استقلال:**...... حدیث میں ہے: "نَحْنُ مَعَاشِرَ الْاَنْبِیَاءِ اَشَدُّ بَلَاءً ثُمَّ الْاَمْثَلُ فَالْاَمْثَلُ" یعنی انبیاء کی جماعت حق تعالیٰ کی طرف سے سخت ترین امتحانوں میں مبتلا کی جاتی ہے۔ پھر امتحان کی اقسام ہیں، ہر نبی کو حق تعالیٰ اپنی حکمت اور اُس کی استعداد کے موافق جس قسم کے امتحان میں چاہے مبتلا کرتا ہے۔ یعقوب علیہ السلام کے قلب میں یوسف علیہ السلام کی فوق العادت محبت ڈال دی پھر ایسے محبوب اور ہونہار بیٹے کو جو خاندانِ ابراہیمی کا چشم و چراغ تھا، ایسے دردناک طریقے سے جدا کیا گیا۔ غمزدہ اور زخم خوردہ یعقوب علیہ السلام کے جگر کو اس روح فرسا صدمہ نے کھا لیا تھا۔ وہ کسی مخلوق کے سامنے نہ حرف شکایت زبان پر لاتے تھے، نہ کسی سے انتقام لیتے، نہ غصہ نکالتے، غم کی بات منہ سے نہ نکلتی۔ ہاں جب اپنے کو بہت گھونٹتے تو دل کا بخار آنکھوں کی راہ سے ٹپک پڑتا۔ بیسیوں برس تک چشم گریاں اور سینہ بریاں [غم سے سینہ بھرا ہونے] کے باوجود ادائے فرائض و حقوق میں کوئی خلل نہ پڑنے دیا۔ اُن کا دل جتنا یوسف علیہ السلام کے فراق میں روتا تھا، اُتنا ہی خدا کے حضور میں زیادہ گڑگڑاتا تھا۔ درد و غم کی شدت اور اشک باری کی کثرت جس قدر اُن کی بصارت کو ضعیف کرتی اُسی قدر نورِ بصیرت کو بڑھا رہی تھی۔ بیتابی و اضطراب کا کیسا ہی طوفان اُٹھتا، دل پکڑ کر اور کلیجا مسوس کر رہ جاتے زبان سے اُف نہ نکالتے، بنیامین کی جدائی سے جب پرانے زخم میں نیا چرکا لگا تو اُس وقت بے اختیار ﴿یٰاَسَفٰی عَلٰی یُوْسُفَ﴾ صرف اتنا لفظ زبان سے نکلا۔ بقول حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ "ایسا درد اتنی مدت دبا رکھنا پیغمبر کے سوا کس کا کام ہو سکتا ہے۔"

قَالُوْا تَاللّٰهِ تَفْتَؤُا تَذْكُرُ يُوْسُفَ حَتّٰى تَكُوْنَ حَرَضًا اَوْ تَكُوْنَ مِنَ الْهٰلِكِيْنَ ﴿٨٥﴾ قَالَ اِنَّمَاۤ

کہنے لگے قسم اللہ کی تو نہ چھوڑے گا یوسف کی یاد کو جب تک کہ گھل جائے یا ہو جائے مردہ بولا میں تو

اَشْكُوْا بَثِّيْ وَحُزْنِيْۤ اِلَى اللّٰهِ وَاَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٨٦﴾ يٰبَنِيَّ اذْهَبُوْا فَتَحَسَّسُوْا مِنْ

کھولتا ہوں اپنا اضطراب اور غم اللہ کے سامنے اور جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے ف١٢١ اے بیٹو جاؤ اور تلاش کرو

يُّوْسُفَ وَاَخِيْهِ وَلَا تَايْـَٔسُوْا مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ ۭ اِنَّهٗ لَا يَايْـَٔسُ مِنْ رَّوْحِ اللّٰهِ اِلَّا الْقَوْمُ

یوسف کی اور اس کے بھائی کی اور نا امید مت ہو اللہ کے فیض سے، بے شک نا امید نہیں ہوتے اللہ کے فیض سے مگر وہی لوگ

الْكٰفِرُوْنَ ﴿٨٧﴾ فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلَيْهِ قَالُوْا يٰۤاَيُّهَا الْعَزِيْزُ مَسَّنَا وَاَهْلَنَا الضُّرُّ وَجِئْنَا بِبِضَاعَةٍ

جو کافر ہیں ف١٢٢ پھر جب داخل ہوئے اس کے پاس بولے اے عزیز پڑی ہم پر اور ہمارے گھر پر سختی اور لائے ہیں ہم

مُّزْجٰىةٍ فَاَوْفِ لَنَا الْكَيْلَ وَتَصَدَّقْ عَلَيْنَا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَجْزِي الْمُتَصَدِّقِيْنَ ﴿٨٨﴾ قَالَ هَلْ

پونجی ناقص سو پوری دے ہم کو بھرتی اور خیرات کر ہم پر، اللہ بدلہ دیتا ہے خیرات کرنے والوں کو ف١٢٣ کہا کچھ تم

عَلِمْتُمْ مَّا فَعَلْتُمْ بِيُوْسُفَ وَاَخِيْهِ اِذْ اَنْتُمْ جٰهِلُوْنَ ﴿٨٩﴾

کو خبر ہے کہ کیا کیا تم نے یوسف سے اور اس کے بھائی سے ف١٢٤ جب تم کو سمجھ نہ تھی ف١٢٥

فائدہ:[۱۲۱] بے صبر کون؟...... موضح القرآن میں ہے: یعنی کیا تم مجھ کو صبر سکھاؤ گے؟ بے صبر وہ ہے جو مخلوق کے آگے خالق کے بیچھے ہوئے درد کی شکایت کرے۔ میں تو اُسی سے کہتا ہوں جس نے درد دیا اور یہ بھی جانتا ہوں کہ (یوسف زندہ ہے ضرور ملے گا اور اس کا خواب پورا ہو کر رہے گا) یہ مجھ پر آزمائش ہے دیکھوں کس حد پر پہنچ کر بس ہو۔

فائدہ:[۱۲۲] بیٹوں کو نصیحت اور تلاش کا حکم:...... یعنی حق تعالیٰ کی مہربانی اور فیض سے ناامید ہونا کافروں کا شیوہ ہے جنہیں اس کی رحمت واسعہ اور قدرت کاملہ کی صحیح معرفت نہیں ہوتی۔ ایک مسلمان کا کام یہ ہے کہ اگر پہاڑ کی چٹانوں اور سمندر کی موجوں کی برابر مایوس کن حالات پیش آئیں تب بھی خدا کی رحمت کا اُمیدوار رہے اور امکانی کوشش میں پست ہمتی نہ دکھلائے۔ جاؤ! کوشش کر کے یوسف کا کھوج لگاؤ اور اُس کے بھائی بنیامین کے چھڑانے کا کوئی ذریعہ تلاش کرو، کچھ بعید نہیں کہ حق تعالیٰ ہم سب کو پھر جمع کر دے۔ تیسرے بھائی کا ذکر شاید اس لیے نہیں کیا کہ وہ باختیار خود محض بنیامین کی وجہ سے رُکا ہے، بنیامین چھوٹ جائے تو وہ کیوں پڑا رہے گا۔

فائدہ:[۱۲۳] بارگاہ یوسفی میں بھائیوں کی آمد اور حالت زار کا بیان:...... باپ کے فرمانے پر مصر کو پھر روانہ ہوئے کیوں کہ یوسف علیہ السلام کا پتہ معلوم نہ تھا۔ یہ خیال کیا ہوگا کہ جس کا پتہ معلوم ہے (بنیامین) پہلے اُس کی فکر کریں اور قحط کی وجہ سے غلہ کی ضرورت ہے، عزیز کو اِدھر بھی توجہ دلائیں۔ اگر دینے لینے کے معاملہ میں کچھ نرم پایا تو بنیامین کے متعلق گفت وشنید کریں گے چنانچہ پہلی بات اُنہوں نے حضرت یوسف علیہ السلام سے یہی کہی کہ اے عزیز مصر! آج کل قحط وناداری کی وجہ سے ہم پر اور ہمارے گھر پر بڑی سختی گذر رہی ہے، سب اسباب گھر کا بک گیا۔ کچھ نکمی اور حقیری پونجی رہ گئی ہے وہ غلہ خریدنے کے لیے ساتھ لائے ہیں۔ آپ کے مکارم اخلاق اور گذشتہ مہربانیوں سے اُمید ہے کہ ہماری ناقص چیزوں کا خیال نہ فرمائیں گے اور تھوڑی قیمت میں غلہ کی مقدار گذشتہ کی طرح پوری دلوا دیں گے۔ یہ عنایت حقیقت میں ایک طرح کی خیرات ہوگی جو آپ ہم پر کریں گے یا اس کے علاوہ ہم کو بطور خیرات ہی کچھ دے دیجیے، خدا آپ کا بھلا کرے گا۔ حضرت یوسف علیہ السلام یہ حال سن کر رو پڑے، شفقت ورحم دلی کا چشمہ دل میں جوش مار کر آنکھوں سے اُبل پڑا۔ اُس وقت حق تعالیٰ کے حکم سے اپنے تئیں ظاہر کیا کہ میں کون ہوں اور تم نے میرے ساتھ جو معاملہ کیا تھا، اُس کے بعد میں کس مرتبہ پر پہنچا ہوں۔ اگلی آیت میں اسی اظہار کی تمہید ہے۔

تنبیہ:...... بعض نے تصدق کے معنی مطلق احسان کرنے کے لیے ہیں جیسے ''قصر صلوٰۃ'' کی حدیث میں: ''صَدَقَةٌ تَصَدَّقَ اللهُ بِهَا عَلَيْكُمْ''

فائدہ:[۱۲۴] ...... یعنی دونوں میں جدائی ڈالی اور دونوں سے بیر رکھا۔

فائدہ:[۱۲۵] حضرت یوسف علیہ السلام کا صبر اور بے مثال مروت:...... اللہ اکبر! صبر اور مروّت واخلاق کی حد ہوگئی کہ تمام عمر بھائیوں کی شکایت کا ایک حرف زبان پر نہ لائے۔ اتنا سوال بھی اس لیے کیا کہ وہ لوگ اپنے ذہنوں میں بیسیوں برس پہلے کے حالات کو ایک مرتبہ مستحضر کرلیں تا ماضی وحال کے موازنہ سے خدا تعالیٰ کے اُن احسانات کی حقیقت روشن ہو، جو یوسف علیہ السلام پر اُن مصائب وحوادث کے بعد ہوئے جن کی طرف آگے ﴿قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا﴾ میں اشارہ ہے۔ پھر سوال کا پیرایہ ایسا نرم اختیار کیا جس میں اُن کے جرم سے زیادہ معذرت کا پہلو نمایاں ہے یعنی جو حرکت اس وقت تم سے صادر ہوئی ناسمجھی اور بیوقوفی سے ہوگئی۔ تمہیں کیا معلوم تھا کہ یوسف علیہ السلام کا خواب پورا ہو کر اور ہلال ایک روز بدر بن کر رہے گا۔

قَالُوْٓا ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ ۭ قَالَ اَنَا يُوْسُفُ وَهٰذَآ اَخِيْ ۡ قَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَيْنَا ۭ اِنَّهٗ مَنْ

بولے کیا سچ تو ہی ہے یوسف، ف ۱۲۶ کہا میں یوسف ہوں اور یہ ہے میرا بھائی ف ۱۲۷ اللہ نے احسان کیا ہم پر ف ۱۲۸ البتہ جو

يَّتَّقِ وَيَصْبِرْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيْعُ اَجْرَ الْمُحْسِنِيْنَ ﴿٩٠﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ لَقَدْ اٰثَرَكَ اللّٰهُ عَلَيْنَا وَاِنْ

کوئی ڈرتا ہے اور صبر کرتا ہے تو اللہ ضائع نہیں کرتا حق نیکی والوں کا ف۱۲۹ بولے قسم اللہ کی، البتہ پسند کر لیا تجھ کو اللہ نے ہم سے اور ہم

كُنَّا لَخٰطِئِيْنَ ﴿٩١﴾ قَالَ لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ ۭ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ ۡ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ﴿٩٢﴾

تھے چوکنے والے ف۱۳۰ کہا کچھ الزام نہیں تم پر آج بخشے اللہ تم کو ف۱۳۱ اور وہ ہے سب مہربانوں سے مہربان ف۱۳۲

اِذْهَبُوْا بِقَمِيْصِيْ هٰذَا فَاَلْقُوْهُ عَلٰي وَجْهِ اَبِيْ يَاْتِ بَصِيْرًا ۚ وَاْتُوْنِيْ بِاَهْلِكُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٩٣﴾ ع ۱۰ / ۱۴

لے جاؤ یہ کرتہ میرا اور ڈالو اس کو منہ پر میرے باپ کے کہ چلا آئے آنکھوں سے دیکھتا ہوا، اور لے آؤ میرے پاس گھر اپنا سارا ف۱۳۳

وَلَمَّا فَصَلَتِ الْعِيْرُ قَالَ اَبُوْهُمْ اِنِّىْ لَاَجِدُ رِيْحَ يُوْسُفَ لَوْلَآ اَنْ تُفَنِّدُوْنِ ﴿٩٤﴾ قَالُوْا تَاللّٰهِ

اور جب جدا ہوا قافلہ کہا ان کے باپ نے میں پاتا ہوں بو یوسف کی ف۱۳۴ اگر نہ کہو مجھ کو بوڑھا بہک گیا ف۱۳۵ لوگ بولے

اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ ﴿٩٥﴾ فَلَمَّآ اَنْ جَاۗءَ الْبَشِيْرُ اَلْقٰىهُ عَلٰي وَجْهِهٖ فَارْتَدَّ بَصِيْرًا ۚ قَالَ ربع

قسم اللہ کی تو تو اپنی اسی قدیم غلطی میں ہے ف۱۳۶ پھر جب پہنچا خوشخبری والا ڈالا اس نے وہ کرتہ اس کے منہ پر پھر لوٹ کر ہو گیا دیکھنے والا ف۱۳۷

اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ ۚ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مِنَ اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿٩٦﴾ قَالُوْا يٰٓاَبَانَا اسْتَغْفِرْ لَنَا ذُنُوْبَنَآ اِنَّا

بولا میں نے نہ کہا تھا تم کو کہ میں جانتا ہوں اللہ کی طرف سے جو تم نہیں جانتے ف۱۳۸ بولے اے باپ بخشوا ہمارے گناہوں کو بے شک ہم

كُنَّا خٰطِئِيْنَ ﴿٩٧﴾ قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ۭ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿٩٨﴾

تھے چوکنے والے ف۱۳۹ کہا دم لو بخشواؤں گا تم کو اپنے رب سے وہی ہے بخشنے والا مہربان ف۱۴۰

فائدہ: [۱۲۶] تم ہی یوسف ہو؟...... ممکن ہے اس سوال سے گھبرائے ہوں کہ اتنی مدت کے بعد یہ کون گھر کا بھیدی نکل آیا۔ پھر عزیز مصر کو یوسف علیہ السلام کے قصہ سے کیا مطلب؟ غیر معمولی مہربانیاں اور بنیامین کے ساتھ خصوصی برتاؤ پہلے سے دیکھ ہی رہے تھے۔ اس سوال نے دفعۃً اُن کا ذہن اُدھر منتقل کر دیا ہو کہ کہیں یوسف جسے ہم نے مصری قافلہ کے ہاتھ بیچ ڈالا تھا یہ ہی تو نہیں ہے؟ جب ادھر توجہ ہوئی تو بغور دیکھا ہوگا اور ممکن ہے یوسف علیہ السلام نے خود بھی اپنے کو اس دفعہ زیادہ واضح طور پر پیش کیا ہو، یا تصریحاً کہہ دیا ہو کہ میں یوسف ہوں۔ غرض وہ سخت متعجب و حیرت زدہ ہو کر بول اُٹھے: ﴿ءَاِنَّكَ لَاَنْتَ يُوْسُفُ﴾ (سچ بتاؤ کیا تم ہی یوسف ہو؟)

فائدہ: [۱۲۷] ...... یعنی جس سے مجھ کو جدا کیا تھا آج میرے پاس بیٹھا ہے۔

فائدہ: [۱۲۸] خدائی قدرت: ...... جدائی کو ملاپ سے، ذلت کو عزت سے، تکلیف کو راحت سے، تنگی کو عیش سے بدل دیا۔ جو غلام بنا کر چند دراہم میں فروخت کیا گیا تھا، آج خدا نے اُسے ملک مصر کی حکومت بخشی۔

فائدہ: [۱۲۹] نکتہ: ...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ لکھتے ہیں: ”جس پر تکلیف پڑے اور وہ شرع سے باہر نہ ہو اور گھبرائے نہیں تو آخر بلا سے زیادہ عطا ہو۔“

فَائِدَۃ:[۱۳۰] غلطی کا اعتراف، ندامت کا اظہار:...... یعنی تجھ کو ہر حیثیت سے ہم پر فضیلت دی اور تو اسی لائق تھا، ہماری غلطی اور بھول تھی کہ تیری قدر نہ پہچانی، آخر تیرا خواب سچا اور ہمارا حسد بے کار ثابت ہوا۔

فَائِدَۃ:[۱۳۱] حضرت یوسف علیہ السلام کا مثالی عفو و درگذر:...... یوسف علیہ السلام بھائیوں سے اتنا بھی سننا نہیں چاہتے تھے فرمایا، یہ تذکرہ مت کرو آج میں تمہیں کوئی الزام نہیں دیتا۔ تمہاری سب غلطیاں معاف کر چکا ہوں۔ جو لفظ میں نے کہے محض حق تعالیٰ کا احسان اور صبر و تقویٰ کا نتیجہ ظاہر کرنے کی نیت سے کہے۔ آج کے بعد تمہاری تقصیر کا ذکر بھی نہ ہوگا میں دُعا کرتا ہوں کہ تم نے جو خطائیں خدا تعالیٰ کی کی ہیں، وہ بھی معاف کر دے۔

فَائِدَۃ:[۱۳۲] ...... میری مہربانی بھی اُسی کی مہربانی کا ایک پرتو ہے۔

فَائِدَۃ:[۱۳۳] کرامت یوسفی:...... یعنی میں بحالت موجودہ شام کا سفر نہیں کر سکتا تم جاؤ والدین اور اپنے سب متعلقین کو یہاں لے آؤ۔ چونکہ والد بزرگوار کی نسبت وحی سے یا بھائیوں کی زبانی معلوم ہوا ہوگا کہ بینائی نہیں رہی یا نگاہ میں فرق آ گیا ہے، اس لیے اپنا قمیص دے کر فرمایا کہ یہ اُن کی آنکھوں کو لگا دینا بینائی بحال ہو جائے گی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ہر مرض کی اللہ کے ہاں دوا ہے۔ آنکھیں گئی تھیں ایک شخص کے فراق میں، اُسی کے بدن کی چیز ملنے سے چنگی ہوئیں۔ یہ کرامت تھی حضرت یوسف علیہ السلام کی۔'' اور کرامت نہ کہیں تب بھی آج کل واقعات و مشاہدات کی بنا پر یہ بات مان لی گئی ہے کہ کسی سخت صدمہ یا غیر معمولی خوشی کے اثر سے بعض نابینا دفعۃً بینا ہو گئے ہیں۔

فَائِدَۃ:[۱۳۴] عجائبات قدرت اور پیراہن یوسفی کی خوشبو:...... خدا کی قدرت یوسف علیہ السلام مصر میں موجود ہیں۔ کبھی نہ کہا کہ یوسف علیہ السلام کی خوشبو آتی ہے، کیوں کہ خدا کو امتحان پورا کرنا تھا۔ اب بلانے کی ٹھہری تو اُدھر قافلہ یوسف علیہ السلام کا قمیص لے کر مصر سے نکلا اِدھر پیراہن یوسفی کی خوشبو یعقوب علیہ السلام کے مشام جان کو معطر کرنے لگی۔ ایک یہ کیا پورا واقعہ ہی عجائب قدرت کا ایک مرقع ہے۔ یعقوب علیہ السلام جیسے مشہور و معروف پیغمبر شام میں رہیں اور یوسف علیہ السلام جیسی جلیل القدر شخصیت مصر میں بادشاہت کرے، یوسف علیہ السلام کے بھائی کئی مرتبہ مصر آئیں، خود یوسف علیہ السلام کے مہمان بنیں، اس کے باوجود خداوند قدوس کی حکمتِ غامضہ اور مشیتِ قاہرہ کا ہاتھ باپ کو بیٹے سے بیسیوں برس تک علیحدہ رکھے اور خون کے آنسو رُلا کر امتحان کی تکمیل کرائے، ''جَلَّتْ قُدْرَتُہٗ وَعَزَّ سُلْطَانُہٗ''

فَائِدَۃ:[۱۳۵] ...... یعنی یہ بات کہتے ہوئے جھجکتا ہوں کیونکہ تمہاری سمجھ میں نہیں آئے گی، کہہ دو گے بڈھا سٹھیا گیا ہے۔

فَائِدَۃ:[۱۳۶] ...... یعنی یوسف علیہ السلام کی محبت، اُسکے زندہ ہونے اور دوبارہ ملنے کا یقین تیرے دل میں جاگزیں ہے۔ وہ ہی پرانے خیالات ہیں جو یوسف علیہ السلام کی خوشبو بن کر دماغ میں آتے ہیں۔

فَائِدَۃ:[۱۳۷] بینائی بحال:...... یعنی بینائی واپس آ گئی، دوبارہ حسب سابق نظر آنے لگا۔

فَائِدَۃ:[۱۳۸] صداقتِ یعقوب علیہ السلام:...... یعنی میں نے کہا نہ تھا یوسف کی خوشبو آ رہی ہے، آخر سچ ہوا۔ یا بیٹوں کو کہا تھا کہ یوسف کو تلاش کرو۔ اللہ کی رحمت سے کیا بعید ہے کہ ہم سب کو پھر اکٹھا کر دے۔ دیکھ لو! وہ ہی صورت ہوئی۔

فَائِدَۃ:[۱۳۹] معافی کی زوردار درخواست:...... یعنی توجہ اور دعا کر کے خدا سے ہمارے گناہ معاف کرائیے ہم سے بڑی بھاری خطائیں ہوئی ہیں۔ مطلب یہ تھا کہ پہلے آپ معاف کر دیں پھر صاف دل ہو کر بارگاہِ رب العزت سے معافی دلوائیں کیوں کہ جو خود نہ بخشے وہ خدا سے کہاں بخشوائے گا۔

فَائِدَۃ:[۱۴۰] قبولیت کا وقت:...... یعنی قبول کی گھڑی آنے دو، اُس وقت اپنے مہربان خدا کے آگے تمہارے لیے ہاتھ اُٹھاؤں گا، کہتے ہیں جمعہ کی شب یا تہجد کے وقت کا انتظار تھا۔

فَلَمَّا دَخَلُوْا عَلٰى يُوْسُفَ اٰوٰٓى اِلَيْهِ اَبَوَيْهِ وَقَالَ ادْخُلُوْا مِصْرَ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ اٰمِنِيْنَ ﴿۹۹﴾

پھر جب داخل ہوئے یوسف کے پاس جگہ دی اپنے پاس اپنے ماں باپ کو، اور کہا داخل ہو مصر میں اللہ نے چاہا تو دل جمعی سے ف۱۴۱

وَرَفَعَ اَبَوَيْهِ عَلَى الْعَرْشِ وَخَرُّوْا لَهٗ سُجَّدًا ۚ وَقَالَ يٰٓاَبَتِ هٰذَا تَاْوِيْلُ رُءْيَايَ مِنْ قَبْلُ ۫ قَدْ

اور اونچا بٹھایا اپنے ماں باپ کو تخت پر اور سب گرے اس کے آگے سجدہ میں ف۱۴۲ اور کہا اے باپ یہ بیان ہے میرے اس پہلے خواب کا اس

جَعَلَهَا رَبِّيْ حَقًّا ؕ وَقَدْ اَحْسَنَ بِيْٓ اِذْ اَخْرَجَنِيْ مِنَ السِّجْنِ وَجَآءَ بِكُمْ مِّنَ الْبَدْوِ مِنْۢ بَعْدِ

کو میرے رب نے سچ کر دیا ف۱۴۳ اور اس نے انعام کیا مجھ پر جب مجھ کو نکالا قید خانہ سے اور تم کو لے آیا گاؤں سے بعد

اَنْ نَّزَغَ الشَّيْطٰنُ بَيْنِيْ وَبَيْنَ اِخْوَتِيْ ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَطِيْفٌ لِّمَا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْعَلِيْمُ

اس کے کہ جھگڑا ڈال چکا تھا شیطان مجھ میں اور میرے بھائیوں میں، میرا رب تدبیر سے کرتا ہے جو چاہتا ہے، بے شک وہی ہے خبردار

الْحَكِيْمُ ﴿۱۰۰﴾ رَبِّ قَدْ اٰتَيْتَنِيْ مِنَ الْمُلْكِ وَعَلَّمْتَنِيْ مِنْ تَاْوِيْلِ الْاَحَادِيْثِ ۚ فَاطِرَ

حکمت والا ف۱۴۴ اے رب تو نے دی مجھ کو کچھ حکومت اور سکھایا مجھ کو کچھ پھیرنا باتوں کا ف۱۴۵ اے پیدا کرنے والے

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۫ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۰۱﴾

آسمان اور زمین کے تو ہی میرا کارساز ہے دنیا میں اور آخرت میں، موت دے مجھ کو اسلام پر ف۱۴۶ اور ملا مجھ کو نیک بختوں میں ف۱۴۷

فَائِدَۃ:[۱۴۱] شہر سے باہر استقبال کو نکلے:...... ماں باپ کو اپنے قریب جگہ دی (اس میں مفسرین کا اختلاف ہے بعض کا قول ہے کہ حضرت یوسف کی والدہ پیشتر وفات پا چکی تھیں۔ جیسا کہ سابق فوائد میں گزر چکا یہاں خالہ کا ذکر ہے اور بعض کہتے ہیں کہ والدہ حیات تھیں اور حضرت یعقوب علیہ السلام کے ساتھ مصر تشریف لائیں تھیں) سب کو فرمایا شہر میں چلو، قحط وغیرہ کا اب کچھ اندیشہ مت کرو۔ انشاء اللہ بالکل دلجمعی اور راحت اطمینان سے رہو گے بعض مفسرین کہتے ہیں کہ یہ الفاظ شہر میں پہنچ کر کہے۔ گویا "اُدْخُلُوْا مِصْرَ" الخ کے معنی ہوئے مصر میں قیام کرو بے کھٹکے۔

فَائِدَۃ:[۱۴۲] خدا کے سامنے سجدۂ شکر:...... یوسف علیہ السلام نے اپنی طرف سے والدین کی تعظیم کی، تخت پر بٹھلایا لیکن خدا کو یوسف علیہ السلام کی جو تعظیم کرانی تھی اُسے یوسف علیہ السلام کب روک سکتے تھے۔ اُس وقت کے دستور کے موافق ماں باپ اور سب بھائی یوسف علیہ السلام کے آگے سجدہ میں گر پڑے۔ یہ سجدہ تعظیمی تھا، جو بقول حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ آدم علیہ السلام کے زمانہ سے مسیح علیہ السلام کے عہد تک جائز رہا۔ البتہ شریعت محمدیہ نے ممنوع و حرام قرار دیا جیسا کہ احادیث کثیرہ اس پر شاہد ہیں بلکہ حضرت شاہ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ نے ﴿وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ﴾ الآیۃ [جن:۱۸] سے حرمت کا اشارہ نکالا ہے۔ بعض مفسرین نے اس جگہ سجدہ کے معنی متبادر مراد نہیں لیے، محض جھک جانے کے معنی لیے ہیں۔ بعض کہتے ہیں کہ یہ سجدہ یوسف علیہ السلام کو نہ تھا بلکہ یوسف علیہ السلام کی عزت عظمت دیکھ کر سب نے خدا کے سامنے سجدۂ شکر ادا کیا۔ اس تقدیر پر ﴿وَخَرُّوْا لَهٗ﴾ میں لام سببیہ ہوگا۔ یعنی یوسف علیہ السلام کے عروج و اقتدار کے سبب سے خدا کے آگے سجدہ میں گر پڑے۔

تنبیہ:...... تعظیم اور عبادت دو الگ الگ چیزیں ہیں۔ غیر اللہ کی تعظیم کلیتاً ممنوع نہیں، البتہ غیر اللہ کی عبادت شرک جلی ہے جس کی

اجازت ایک لمحہ کے لیے کبھی نہیں ہوئی، نہ ہو سکتی ہے ''سجود عبادت'' یعنی غیر اللہ کو کسی درجہ میں نفع و ضرر کا مستقل مالک سمجھ کر سجدہ کرنا شرکِ جلی ہے جس کی اجازت کبھی کسی ملتِ سماوی میں نہیں ہوئی۔ ہاں ''سجودِ تعظیم'' یعنی عقیدہ مذکورہ بالا سے خالی ہو کر محض تعظیم و تکریم کے طور پر سر بسجود ہونا شرائع سابقہ میں جائز تھا، شریعتِ محمدیہ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والتسلیم نے اس کی بھی جڑ کاٹ دی۔ حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے ''حجۃ اللہ البالغہ'' میں اقسامِ شرک پر جو دقیق بحث کی ہے اُسے دیکھنا چاہیے۔

فائدہ: [۱۴۳] ...... یعنی میرا اس میں کچھ دخل نہیں۔ خواب کی تعبیر پوری ہونی تھی وہ خدا نے پوری کر دکھائی۔

فائدہ: [۱۴۴] **حضرت یوسف علیہ السلام کی مالی حوالگی اور نعمتوں کی یاد دہانی:** ...... خدا تعالیٰ کے احسانات ذکر فرمائے اور اُس کی تدبیر لطیف کی طرف توجہ دلائی کہ کس طرح مجھ کو قید سے نکال کر ملک کا حاکم مختار بنا دیا اور اُس جھگڑے کے بعد جو شیطان نے ہم بھائیوں میں ڈال دیا تھا جبکہ کوئی اُمید دوبارہ ملنے کی نہ رہی تھی، کیسے اسباب ہمارے ملاپ کے فراہم کر دیے۔ اس موقع پر اپنی مصائب و تکالیف کا کچھ ذکر نہ کیا، نہ کوئی حرفِ شکایت زبان پر لائے، بلکہ بھائیوں کے واقعہ کی طرف بھی ایسے عنوان سے اشارہ کیا کہ کسی فریق کی زیادتی یا تقصیر ظاہر نہ ہونے پائے۔ مبادا بھائی سن کر محجوب ہوں۔ اللہ اکبر! یہ اخلاق پیغمبروں کے سوا کس میں ہوتے ہیں۔

فائدہ: [۱۴۵] ...... اسی سورت کے پہلے رکوع میں ﴿تَاۡوِیۡلِ الۡاَحَادِیۡثِ﴾ کی تفسیر گزر چکی۔

فائدہ: [۱۴۶] ...... یا تو لقاء اللہ کے شوق میں فی الحال موت کی تمنا کی یا یہ مطلب ہے کہ جب کبھی موت آئے اسلام (یعنی کامل تسلیم و رضا) پر آئے۔

تنبیہ: ...... حدیث میں آیا ہے کہ کوئی شخص کسی مصیبت اور تکلیف سے گھبرا کر موت کی تمنا نہ کرے۔ اس سے مفہوم ہوتا ہے کہ حب لقاء اللہ یا اور کسی غرض صالح کی وجہ سے موت کی تمنا کر سکتا ہے جیسے ساحرین فرعون نے دعا کی تھی ﴿رَبَّنَاۤ اَفۡرِغۡ عَلَیۡنَا صَبۡرًا وَّ تَوَفَّنَا مُسۡلِمِیۡنَ﴾ [اعراف: ۱۲۶] یا حضرت مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے کہا تھا ﴿یٰلَیۡتَنِیۡ مِتُّ قَبۡلَ ہٰذَا وَ کُنۡتُ نَسۡیًا مَّنۡسِیًّا﴾ [مریم: ۲۳] اور معاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث میں ہے: ''وَاِذَا اَرَدْتَ بِقَوْمٍ فِتْنَةً فَاقْبِضْنِیْ اِلَیْکَ غَیْرَ مَفْتُوْنٍ'' [تخریج احادیث الاحیاء ۱ / ۲۷۴] اور مسند احمد میں حدیث ہے: ''یَکْرَہُ الْمَوْتَ وَالْمَوْتُ خَیْرٌ لِّلْمُؤْمِنِ مِنَ الْفِتَنِ'' [مسند احمد: ۵ / ۴۲۷، شرح السنۃ: ۱۴ / ۲۶۷] حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ہجوم فتن کے وقت دُعا کی: ''اَللّٰھُمَّ خُذْنِیْ اِلَیْکَ فَقَدْ سَئِمْتُھُمْ وَسَئِمُوْنِیْ'' امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کو جب امیر خراسان کے ساتھ جھگڑا پیش آیا تو یہ دعا کرنی پڑی: ''اَللّٰھُمَّ تَوَفَّنِیْ اِلَیْکَ۔'' حدیث میں ہے کہ خروجِ دجال کے وقت ایک شخص کسی قبر پر گذرے گا اور فتن زلازل کو دیکھ کر کہے گا: ''یَالَیْتَنِیْ مَکَانَکَ'' کاش کہ میں تیری جگہ ہوتا۔

فائدہ: [۱۴۷] **دعائے یوسف علیہ السلام:** ...... یہ لفظ ایسے ہیں جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم مرض الموت میں فرماتے تھے: ''اَللّٰھُمَّ فِی الرَّفِیْقِ الْاَعْلٰی'' حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''علم کامل پایا، دولت کامل پائی، اب شوق ہوا اپنے باپ دادا کے مراتب کا۔'' گویا ﴿اَلۡحِقۡنِیۡ بِالصّٰلِحِیۡنَ﴾ سے یہ غرض ہوئی کہ میرا مرتبہ اسحاق و ابراہیم علیہما السلام کے مراتب سے ملا دے۔ حضرت یعقوب علیہ السلام کی زندگی تک ملکی انتظامات میں رہے، اُن کی وفات کے بعد اپنے اختیار سے چھوڑ دیا۔ مفسرین لکھتے ہیں کہ حضرت یعقوب علیہ السلام نے وصیت فرمائی تھی کہ میری لاش ''شام'' لے جا کر دفن کرنا، چنانچہ جنازہ وہیں لے گئے۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے فرمایا تھا کہ ایک زمانہ آئے گا جب ''بنی اسرائیل'' مصر سے نکلیں گے اس وقت میری لاش بھی اپنے ہمراہ لے جائیں۔ چنانچہ حضرت موسیٰ علیہ السلام جب بنی اسرائیل کو لے کر مصر سے نکلے، حضرت یوسف علیہ السلام کا تابوت بھی ساتھ لے گئے۔ واللہ اعلم!

ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ۚ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ اَجْمَعُوْٓا اَمْرَهُمْ وَهُمْ

یہ خبریں ہیں غیب کی ہم بھیجتے ہیں تیرے پاس اور تو نہیں تھا اُن کے پاس جب وہ ٹھہرانے لگے اپنا کام اور فریب

يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۰۲﴾ وَمَآ اَكْثَرُ النَّاسِ وَلَوْ حَرَصْتَ بِمُؤْمِنِيْنَ ﴿۱۰۳﴾ وَمَا تَسْـَٔلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ

کرنے لگے ف۱۴۸ اور اکثر لوگ نہیں ہیں یقین کرنے والے اگرچہ تو کتنا ہی چاہے ف۱۴۹ اور تو مانگتا نہیں ان سے اس پر کچھ بدلہ، یہ تو

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ﴿۱۰۴﴾ وَكَاَيِّنْ مِّنْ اٰيَةٍ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ يَمُرُّوْنَ عَلَيْهَا وَهُمْ ع ۱۱

اور کچھ نہیں مگر نصیحت سارے عالم کو ف۱۵۰ اور بہتیری نشانیاں ہیں آسمانوں اور زمین میں جن پر گزر ہوتا رہتا ہے ان کا اور وہ ان

عَنْهَا مُعْرِضُوْنَ ﴿۱۰۵﴾ وَمَا يُؤْمِنُ اَكْثَرُهُمْ بِاللّٰهِ اِلَّا وَهُمْ مُّشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۶﴾ اَفَاَمِنُوْٓا اَنْ تَاْتِيَهُمْ

پر دھیان نہیں کرتے ف۱۵۱ اور نہیں ایمان لاتے بہت لوگ اللہ پر مگر ساتھ ہی شریک بھی کرتے ہیں ف۱۵۲ کیا نڈر ہو گئے اس

وقف النبی ﷺ غَاشِيَةٌ مِّنْ عَذَابِ اللّٰهِ اَوْ تَاْتِيَهُمُ السَّاعَةُ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ﴿۱۰۷﴾ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْٓ

سے کہ آ ڈھانکے ان کو ایک آفت اللہ کے عذاب کی یا آ پہنچے قیامت اچانک اور ان کو خبر نہ ہو ف۱۵۳ کہہ دے یہ میری راہ ہے

اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۣ عَلٰي بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ۭ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۰۸﴾ وَمَآ

بلاتا ہوں اللہ کی طرف سمجھ بوجھ کر میں اور جو میرے ساتھ ہے، اور اللہ پاک ہے اور میں نہیں شریک بنانے والوں میں ف۱۵۴ اور جتنے

اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ اِلَّا رِجَالًا نُّوْحِيْٓ اِلَيْهِمْ مِّنْ اَهْلِ الْقُرٰى ۭ اَفَلَمْ يَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ

بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے وہ سب مرد ہی تھے کہ وحی بھیجتے تھے ہم ان کو بستیوں کے رہنے والے، سو کیا ان لوگوں نے نہیں سیر کی

فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۭ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ لِّلَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۭ

ملک کی کہ دیکھ لیتے کیسا ہوا انجام ان لوگوں کا جو ان سے پہلے تھے اور آخرت کا گھر تو بہتر ہے پرہیز کرنے والوں کو، کیا

اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ حَتّٰٓي اِذَا اسْتَيْـَٔسَ الرُّسُلُ وَظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَاۗءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ

اب بھی نہیں سمجھتے ف۱۵۵ یہاں تک کہ جب نا امید ہونے لگے رسول اور خیال کرنے لگے ان سے جھوٹ کہا گیا تھا پہنچی ان کو ہماری مدد،

فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَاۗءُ ۭ وَلَا يُرَدُّ بَاْسُنَا عَنِ الْقَوْمِ الْمُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۰﴾ لَقَدْ كَانَ فِيْ قَصَصِهِمْ عِبْرَةٌ

پھر بچا دیا جن کو ہم نے چاہا اور پھرتا نہیں عذاب ہمارا قوم گناہ گار سے ف۱۵۶ البتہ ان کے احوال سے اپنا حال قیاس کرنا ہے

لِّاُولِي الْاَلْبَابِ ۭ مَا كَانَ حَدِيْثًا يُّفْتَرٰى وَلٰكِنْ تَصْدِيْقَ الَّذِيْ بَيْنَ يَدَيْهِ وَتَفْصِيْلَ كُلِّ

عقل والوں کو کچھ بنائی ہوئی بات نہیں لیکن موافق ہے اس کلام کے جو اس سے پہلے ہے اور بیان

شَيْءٍ وَّهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿١١١﴾ ع ١٢

ہر چیز کا اور ہدایت اور رحمت ان لوگوں کو جو ایمان لاتے ہیں ف ١٥٨

فائدہ:[١٤٨] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی دلیل نبوت:......یعنی برادرانِ یوسف علیہ السلام جب اُن کو باپ سے جدا کرنے اور کنوئیں میں ڈالنے کے مشورے اور تدبیریں کر رہے تھے آپ اُن کے پاس نہیں کھڑے تھے کہ اُن کی باتیں سنتے اور حالات کا معائنہ کرتے۔ پھر ایسے صحیح واقعات بجز وحیٔ الٰہی کے آپ کو کس نے بتائے؟ آپ رسمی طور پر پڑھے لکھے نہیں، کسی ظاہری معلم سے استفادہ کی نوبت نہیں آئی پھر یہ حقائق جن کی اس قدر تفصیل بائبل میں بھی نہیں، آپ کو خدا کے سوا کس نے معلوم کرائیں۔

فائدہ:[١٤٩]......یعنی باوجود یہ کہ آپ کی صداقت پر ایسی واضح دلائل موجود ہیں، پھر بھی اکثر لوگ وہ ہیں جو کسی طرح ایمان لانے والے نہیں۔

فائدہ:[١٥٠]......یعنی نہیں مانتے نہ مانیں، آپ کا کیا نقصان ہے۔ کچھ تبلیغ کی تنخواہ تو آپ اُن سے مانگتے نہ تھے کہ وہ بند کر لیں گے۔ نصیحت اور فہمائش تھی سو ہو گئی اور ہو رہی ہے۔

فائدہ:[١٥١] اللہ کی نشانیوں سے کفار کی غفلت:......یعنی جس طرح آیاتِ تنزیلیہ سن کر آپ پر ایمان نہیں لاتے، ایسے ہی آیاتِ تکوینیہ دیکھ کر خدا کی توحید کا سبق حاصل نہیں کرتے۔ اصل یہ ہے کہ اُن کا سننا اور دیکھنا محض سرسری ہے، آیات اللہ میں غور و فکر کرتے تو کچھ فائدہ پہنچتا، جب دھیان نہیں تو ایمان کہاں سے ہو۔

فائدہ:[١٥٢] شرک سے پاک حقیقی اور کامل ایمان مطلوب ہے:......یعنی زبان سے سب کہتے ہیں کہ خالق و مالک اللہ تعالیٰ ہے مگر اس کے باوجود کوئی بتوں کو خدائی کا حصہ دار بنا رہا ہے۔ چنانچہ مشرکین عرب ''تلبیہ'' میں یہ لفظ کہتے تھے: ''لَبَّيْكَ اَللّٰهُمَّ لَبَّيْكَ لَا شَرِيْكَ لَكَ اِلَّا شَرِيْكًا هُوَلَكَ تَمْلِكُهٗ وَمَا مَلَكَ'' کوئی اُس کے لیے بیٹے بیٹیاں تجویز کرتا ہے، کوئی اُسے روح و مادہ کا محتاج بتاتا ہے، کسی نے احبار و رہبان کو خدائی کے اختیارات دیدیے ہیں، بہت سے تعزیہ پرستی، قبر پرستی، پیر پرستی کے خس و خاشاک سے توحید کے صاف چشمہ کو مکدر کر رہے ہیں۔ ریا اور ہوا پرستی سے تو کتنے موحدین ہیں جو پاک ہوں گے۔ غرض ایمان کا زبانی دعویٰ کر کے بہت کم ہیں جو عقیدہ یا عمل کے درجہ میں شرک جلی یا خفی کا ارتکاب نہیں کرتے۔ (اعاذنا اللّٰہ من سائر انواع الشرک)

فائدہ:[١٥٣]......یعنی ایسے بےفکر و بےخوف کیوں ہو رہے ہیں۔ کیا انہوں نے عذاب الٰہی یا قیامت کے ہولناک حوادث سے محفوظ رہنے کا کچھ انتظام کر لیا ہے؟

فائدہ:[١٥٤] نبوی راستہ ''خالص توحید'':......یعنی میرا راستہ یہ ہی خالص توحید کا راستہ ہے۔ میں تمام دنیا کو دعوت دیتا ہوں کہ سب خیالات و اوہام کو چھوڑ کر ایک خدا کی طرف آئیں، اُس کی توحید، اُس کی صفات و کمالات اور اس کے احکام وغیرہ کی صحیح معرفت صحیح راستہ سے حاصل کریں۔ میں اور میرے ساتھی اس سیدھے راستہ پر، حجت و برہان اور بصیرت و وجدان کی روشنی میں چل رہے ہیں۔ خدا نے مجھ کو ایک نور دیا جس سے سب ہمراہیوں کے دماغ روشن ہو گئے۔ یہاں کسی کی اندھی تقلید نہیں، خالص توحید کا راہرو ہر قدم پر اپنے باطن میں معرفت و بصیرت کی خاص روشنی اور عبودیت محضہ کی خاص لذت محسوس کر کے بےساختہ پکار اٹھتا ہے: ﴿سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾۔

فائدہ:[١٥٥] درست عبرت اور تمام انبیاء مرد ہی تھے:......یعنی پہلے بھی ہم نے آسمان کے فرشتوں کو نبی بنا کر نہیں بھیجا۔ انبیائے سابقین اِن ہی انسانی بستیوں کے رہنے والے مرد تھے۔ پھر دیکھ لو اُن کے جھٹلانے والوں کا دنیا میں کیا حشر ہوا حالانکہ دنیا میں کافروں کو بھی

بسا اوقات عیش نصیب ہو جاتا ہے، اور آخرت کی بہتری تو خالص اُن ہی کے لیے ہے جو شرک و کفر سے پرہیز کرتے ہیں۔ یہ تنبیہ ہے کفارِ مکہ کو کہ اگلوں کے احوال سے عبرت حاصل کریں۔

تنبیہ:...... اس آیت سے نکلتا ہے کہ کوئی عورت نبی نہیں بنائی گئی۔ حضرت مریم رضی اللہ عنہا کو بھی قرآن نے ''صدیقۃ'' کا مرتبہ دیا ہے۔ نیز آیت سے ظاہر ہوتا ہے کہ اہلِ بوادی (جنگلی گنواروں) میں سے کوئی نبی مبعوث نہیں ہوا۔

فائدۃ: [۱۵۶] مومنین کو تسلی اور کفار کو تنبیہ:...... یعنی تاخیر عذاب سے دھوکہ مت کھاؤ۔ پہلی قوموں کو بھی لمبی مہلتیں دی گئیں اور عذاب آنے میں اتنی دیر ہوئی کہ منکرین بالکل بے فکر ہو کر بیش از بیش شرارتیں کرنے لگے۔ یہ حالات دیکھ کر پیغمبروں کو اُن کے ایمان لانے کی کوئی اُمید نہ رہی، اُدھر خدا کی طرف سے اُن کو ڈھیل اس قدر دی گئی کہ مدت دراز تک عذاب کے کچھ آثار نظر نہ آتے تھے۔ غرض دونوں طرف کے حالات و آثار پیغمبروں کے لیے یاس انگیز تھے۔ یہ منظر دیکھ کر کفار نے یقینی طور پر خیال کر لیا کہ انبیاء سے جو وعدے اُن کی نصرت اور ہماری ہلاکت کے کیے گئے تھے سب جھوٹی باتیں ہیں، عذاب وغیرہ کا ڈھکوسلہ صرف ڈرانے کے واسطے تھا۔ کچھ بعید نہیں کہ ایسی مایوس کن اور اضطراب انگیز حالت میں انبیاء کے قلوب میں بھی یہ خیالات آنے لگے ہوں کہ وعدۂ عذاب کو جس رنگ میں ہم نے سمجھا تھا وہ صحیح نہ تھا۔ یا وساوس و خطرات کے درجہ میں۔ بے اختیار یہ وہم گذرنے لگے ہوں کہ ہماری نصرت اور منکرین کی ہلاکت کے جو وعدے کیے گئے تھے کیا وہ پورے نہ کیے جائیں گے؟ جیسے دوسری جگہ فرمایا ﴿وَزُلْزِلُوْا حَتّٰى يَقُوْلَ الرَّسُوْلُ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ مَتٰى نَصْرُ اللّٰهِ﴾ [بقرہ: ۲۱۴] جب مجرمین کی بے خوفی اور انبیاء کی تشویش اس حد تک پہنچ گئی اُس وقت ناگہاں آسانی مدد آئی۔ پھر جس کو خدا نے چاہا (یعنی فرمانبردار مؤمنین کو) محفوظ و مصون رکھا اور مجرموں کی جڑ کاٹ دی۔

تنبیہ ۱:...... اللہ تعالیٰ کی غیر محدود رحمت و مہربانی سے مایوس ہونا کفر ہے لیکن ظاہری حالات و اسباب کے اعتبار سے ناامیدی کفر نہیں۔ یعنی یوں کہہ سکتے ہیں کہ فلاں چیز کی طرف سے جہاں تک اسبابِ ظاہری کا تعلق ہے مایوسی ہے لیکن حق تعالیٰ کی رحمت کاملہ سے مایوسی نہیں۔ آیت ﴿حَتّٰۤى اِذَا اسْتَيْــَٔسَ الرُّسُلُ﴾ میں یہ ہی مایوسی مراد ہے جو ظاہری حالات و آثار کے اعتبار سے ہو، ورنہ پیغمبر خدا کی رحمت سے کب مایوس ہو سکتے ہیں۔

تنبیہ ۲:...... کفر کا وسوسہ کفر نہیں، نہ کسی درجہ میں ایمان یا عصمت کے منافی ہے۔ حدیث میں آیا ہے کہ صحابہ رضی اللہ عنہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! ہم اپنے دلوں میں ایسی چیزیں (بے اختیار) پاتے ہیں جن کے زبان پر لانے سے ہم بہتر سمجھتے ہیں کہ جل کر کوئلہ ہو جائیں۔ آپ نے فرمایا کیا ایسا پاتے ہو؟ عرض کیا: ہاں! فرمایا: ''ذَاکَ صَرِیْحُ الْاِیْمَان'' یہ تو کھلا ہوا ایمان ہے۔

فائدۃ: [۱۵۷]...... یعنی یہ کوئی افسانہ یا ناول نہیں، تاریخی حقائق ہیں جن سے عقل مندوں کو سبق لینا چاہیے۔

فائدۃ: [۱۵۸] اوصافِ قرآن:...... یعنی قرآنِ کریم جس میں یہ قصص بیان ہوئے، کوئی جھوٹی بنائی ہوئی بات نہیں بلکہ تمام پہلی سچائیوں کی تصدیق کرنے والا اور ہر ضروری چیز کو کھول کر بیان کرنے والا ہے چونکہ ایماندار اس سے نفع اُٹھاتے ہیں، اس لحاظ سے ان کے حق میں خاص طور پر ذریعۂ ہدایت و رحمت ہے۔

نفعنا اللّٰہ بعلومہ ورزقنا تلاوتہ اٰناء اللیل واٰناء النہار وجعلہ حجۃً لنا لا علینا اٰمین۔ تم سورۃ یوسف بعون اللّٰہ تعالیٰ۔

ایاتہا ۴۳ | ۱۳ سُوْرَةُ الرَّعْدِ مَدَنِيَّةٌ ۹۶ | رکوعاتہا ۶

بِسۡمِ اللّٰهِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِيۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بے حد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓمّٓرٰ ۚ تِلۡكَ اٰيٰتُ الۡكِتٰبِ ؕ وَالَّذِىۡۤ اُنۡزِلَ اِلَيۡكَ مِنۡ رَّبِّكَ الۡحَـقُّ وَلٰـكِنَّ اَكۡثَرَ النَّاسِ لَا

المّٓرٰ یہ آیتیں ہیں کتاب کی اور جو کچھ اترا تجھ پر تیرے رب سے سو حق ہے لیکن بہت لوگ نہیں

يُؤۡمِنُوۡنَ ۞ ١ اَللّٰهُ الَّذِىۡ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيۡرِ عَمَدٍ تَرَوۡنَهَا ثُمَّ اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ وَسَخَّرَ

مانتے ف۱ اللہ وہ ہے جس نے اونچے بنائے آسمان بغیر ستون دیکھتے ہو ف۲ پھر قائم ہوا عرش پر ف۳ اور کام میں لا

الشَّمۡسَ وَالۡقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجۡرِىۡ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الۡاَمۡرَ يُفَصِّلُ الۡاٰيٰتِ لَعَلَّكُمۡ بِلِقَآءِ

دیا سورج اور چاند کو، ہر ایک چلتا ہے وقت مقرر پر ف۴ تدبیر کرتا ہے کام کی ظاہر کرتا ہے نشانیاں کہ شاید تم اپنے رب سے ملنے کا

رَبِّكُمۡ تُوۡقِنُوۡنَ ۞ ٢ وَهُوَ الَّذِىۡ مَدَّ الۡاَرۡضَ وَجَعَلَ فِيۡهَا رَوَاسِىَ وَاَنۡهٰرًا ؕ وَمِنۡ كُلِّ الثَّمَرٰتِ

یقین کرو ف۵ اور وہی ہے جس نے پھیلائی زمین اور رکھے اس میں بوجھ اور ندیاں ف۶ اور ہر میوے کے رکھے

جَعَلَ فِيۡهَا زَوۡجَيۡنِ اثۡنَيۡنِ يُغۡشِى الَّيۡلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّتَفَكَّرُوۡنَ ۞ ٣

اس میں جوڑے دو دو قسم ف۷ ڈھانکتا ہے دن پر رات کو ف۸ اس میں نشانیاں ہیں ان کے واسطے جو کہ دھیان کرتے ہیں،

وَفِى الۡاَرۡضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنۡ اَعۡنَابٍ وَّزَرۡعٌ وَّنَخِيۡلٌ صِنۡوَانٌ وَّغَيۡرُ صِنۡوَانٍ

اور زمین میں کھیت ہیں مختلف ایک دوسرے سے متصل، اور باغ ہیں انگور کے اور کھیتیاں ہیں اور کھجوریں ہیں ایک کی جڑ دوسری سے ملی ہوئی اور بعض بن ملی ان کو پانی

يُّسۡقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ وَنُفَضِّلُ بَعۡضَهَا عَلٰى بَعۡضٍ فِى الۡاُكُلِ ؕ اِنَّ فِىۡ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوۡمٍ يَّعۡقِلُوۡنَ ۞ ٤

بھی ایک ہی دیا جاتا ہے اور ہم ہیں کہ بڑھا دیتے ہیں ان میں ایک کو ایک سے میووں میں، ان چیزوں میں نشانیاں ہیں ان کو جو غور کرتے ہیں ف۹

فَائِدَة: [۱] عظیم الشان کتاب کی برحق آیات ہیں: ...... یعنی جو کچھ اس سورت میں پڑھا جانے والا ہے وہ عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں۔ یہ کتاب جو آپ پر پروردگار کی طرف سے اُتاری گئی یقیناً حق وصواب ہے لیکن جائے تعجب ہے کہ ایسی صاف اور واضح حقیقت کے

ماننے سے بھی بہت لوگ انکار کرتے ہیں۔

فائدہ:[۲] عظیم الشان چھت بغیر ستونوں کے:......یعنی اس دنیا کی ایسی عظیم الشان، بلند اور مضبوط چھت خدا نے بنائی جسے تم دیکھتے ہو۔ اور لطف یہ ہے کہ کوئی ستون یا کھمبا یا گارڈر دکھائی نہیں دیتا جس پر اتنی بڑی ڈاٹ [محراب] کھڑی کی گئی بجز اس کے کیا کہا جائے کہ محض قدرت کے غیر مرئی ستون کے سہارے اس کا قیام ہے۔ ﴿وَيُمۡسِكُ السَّمَآءَ اَنۡ تَقَعَ عَلَى الۡاَرۡضِ اِلَّا بِاِذۡنِهٖ﴾ [حج: ۶۵] کششِ اجسام کا نظریہ اگر صحیح ہو تو وہ اس آیت کے منافی نہیں کیونکہ کشش کو عرفاً عمد نہیں کہتے اور اگر عمد کہا جائے تو مرئی نہیں۔ ''رُوِيَ عَنِ ابۡنِ عَبَّاسٍ وَمُجَاهِدٍ وَالۡحَسَنِ وَقَتَادَةَ وَغَيۡرِ وَاحِدٍ اَنَّهُمۡ قَالُوا لَهَا عُمُدٌ وَلٰكِنۡ لَا نَرٰى'' (ابن کثیر) یعنی ان بزرگوں نے فرمایا کہ آسمانوں کے ستون ہیں جو ہم کو نظر نہیں آتے۔ واللہ اعلم!

فائدہ:[۳]......﴿اسۡتَوٰى عَلَى الۡعَرۡشِ﴾ ''سورۂ اعراف'' آٹھویں پارہ (آیت: ۵۴) کے آخر میں کلام کیا گیا ہے، وہاں ملاحظہ کر لیا جائے۔

فائدہ:[۴] سورج اور چاند کا مفوضہ کام:......یعنی سورج اپنا دورہ ایک سال میں اور چاند ایک ماہ میں پورا کرتا ہے۔ یا ﴿لِاَجَلٍ مُّسَمًّى﴾ کے معنی وقت مقرر تک لیے جائیں تو یہ مطلب ہوگا کہ چاند سورج اسی طرح چلتے رہیں گے قیامت تک۔

فائدہ:[۵] آسمانی عدالت کے سامنے حاضری:......یعنی جس نے ایسی عظیم الشان مخلوقات کو پیدا کیا اُسے تمہارا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے۔ نیز ایک باخبر، مدبر، بیدار مغز اور طاقتور گورنمنٹ باغیوں اور مجرموں کو ہمیشہ کے لیے یوں ہی آزاد نہیں چھوڑے رکھتی، نہ وفادار امن پسند رعایا کی راحت رسانی سے اغماض کر سکتی ہے۔ پھر کیسے ممکن ہے کہ خداوند قدوس جو زمین و آسمان کے تخت کا تنہا مالکــــ اور اپنی تدبیر و حکمت سے تمام مخلوقات علوی و سفلی کا انتظام باحسنِ اسلوب قائم رکھنے والا ہے۔ مطیع و عاصی کو یوں ہی مہمل چھوڑے رکھے، ضرور ہے کہ ایک دن وفاداروں کو وفاداری کا صلہ ملے اور مجرم اپنی سزا کو پہنچیں۔ پھر جب اس زندگی میں مطیع و عاصی کے درمیان ہم ایسی صاف تفریق نہیں دیکھتے تو یقیناً ماننا پڑے گا کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہے جس میں سب کو آسمانی عدالت کے سامنے حاضر ہو کر عمر بھر کے اعمال کا پھل چکھنا ہوگا۔

فائدہ:[۶] قدرت کی نشانیاں:......یعنی پہاڑ جو ایک جگہ کھڑے ہیں اور دریا جو ہر وقت چلتے رہتے ہیں۔

فائدہ:[۷]......یعنی چھوٹا بڑا، کھٹا میٹھا، سیاہ و سفید، گرم سرد اور جدید تحقیق کے موافق ہر ایک میں نر و مادہ بھی پائے جاتے ہیں۔

فائدہ:[۸]......اسکے معنی سورۂ اعراف (آیت: ۵۴) میں آٹھویں پارے کے خاتمہ پر بیان ہو چکے وہاں دیکھ لیا جائے۔

فائدہ:[۹]......بلند آسمانوں کے مقابل پست زمین کا ذکر کیا۔ آسمان کے ساتھ چاند سورج کا بیان ہوا تھا کہ ہر ایک کی رفتار انگ ہے اور ہر ایک کا کام جداگانہ ہے۔ ایک کی گرم و تیز شعاعیں جو کام کرتی ہیں، دوسرے کی ٹھنڈی اور دھیمی چاندنی سے وہ بن نہیں پڑتا۔ اسی طرح یہاں زمین کے مختلف احوال اور اس سے تعلق رکھنے والی مختلف چیزوں کا ذکر فرمایا کہیں پہاڑ کھڑے ہیں، کہیں دریا رواں ہیں، جو میوے اور پھل پیدا ہوتے ہیں اُن میں بھی شکل، صورت، رنگ، مزہ، چھوٹے بڑے بلکہ نر و مادہ کا اختلاف ہے۔ کبھی زمین دن کے اُجالے سے روشن ہو جاتی ہے، کبھی رات کی سیاہ نقاب منہ پر ڈال لیتی ہے۔ پھر طرفہ تماشا یہ ہے کہ چند قطعات زمین جو ایک دوسرے سے متصل ہیں، ایک پانی سے سیراب ہوتے ہیں، ایک سورج کی شعاعیں سب کو پہنچتی ہیں، ایک ہی ہوا سب پر چلتی ہے۔ اس کے باوجود اس قدر مختلف پھول پھل لاتے ہیں اور باہم پیداوار کی کمی زیادتی کا اتنا فرق ہوتا ہے جو دیکھنے والوں کو حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ غور و فکر کرنے والے اِن نشانوں کو دیکھ کر سمجھ لیتے ہیں کہ ایک ہی ابرِ رحمت کی آبیاری یا ایک ہی آفتابِ ہدایت کی موجودگی میں انسانوں کے مادی و رُوحانی احوال کا اختلاف بھی کچھ مستبعد و مستنکر نہیں ہے اور یہ کہ لامحدود قدرت کا کوئی زبردست ہاتھ آسمان سے زمین تک تمام مخلوق کے نظامِ ترکیبی کو اپنے

قبضہ میں لیے ہوئے ہے۔ جس نے ہر چیز کی استعداد کے موافق اُس کے دائرۂ عمل واثر کی بہت مضبوط حد بندی کر رکھی ہے۔ پھر ایسے لامتناہی قدرت واختیار رکھنے والے خدا کو کیا مشکل ہے کہ ہم کو مرنے کے بعد دوبارہ زندہ کر دے اور اس عالم کے مخلوط عناصر کی کیمیاوی تحلیل کر کے ہر خیر وشر کو اُس کے مستقر میں پہنچا دے۔

وَاِنْ تَعْجَبْ فَعَجَبٌ قَوْلُهُمْ ءَاِذَا كُنَّا تُرٰبًا ءَاِنَّا لَفِيْ خَلْقٍ جَدِيْدٍ ۬ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا

اور اگر تو عجیب بات چاہے تو عجب ہے ان کا کہنا کہ کیا جب ہو گئے ہم مٹی کیا نئے سرے سے بنائے جائیں گے ف۱۰ وہی ہیں جو منکر ہو گئے

بِرَبِّهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ الْاَغْلٰلُ فِيْٓ اَعْنَاقِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝۵

اپنے رب سے اور وہی ہیں کہ طوق ہیں ان کی گردنوں میں اور وہ ہیں دوزخ والے، وہ اسی میں رہیں گے برابر ف۱۱

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالسَّيِّئَةِ قَبْلَ الْحَسَنَةِ وَقَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمُ الْمَثُلٰتُ ۭ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ

اور جلد مانگتے ہیں تجھ سے برائی کو پہلے بھلائی سے ف۱۲ اور گزر چکے ہیں ان سے پہلے بہت سے عذاب اور تیرا رب معاف

مَغْفِرَةٍ لِّلنَّاسِ عَلٰي ظُلْمِهِمْ ۚ وَاِنَّ رَبَّكَ لَشَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝۶ وَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْلَآ

بھی کرتا ہے لوگوں کو باوجود ان کے ظلم کے، اور تیرے رب کا عذاب بھی سخت ہے ف۱۳ اور کہتے ہیں کافر کیوں نہ اتری

اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۭ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرٌ وَّلِكُلِّ قَوْمٍ هَادٍ ۝۷ ع اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ

اس پر کوئی نشانی اس کے رب سے ف۱۴ تیرا کام تو ڈر سنا دینا ہے اور ہر قوم کے لیے ہوا ہے راہ بتانے والا ف۱۵ اللہ جانتا ہے جو پیٹ میں

اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۭ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ

رکھتی ہے ہر مادہ ف۱۶ اور جو سکڑتے ہیں پیٹ اور بڑھتے ہیں اور ہر چیز کا اس کے یہاں اندازہ ہے ف۱۷ جاننے والا پوشیدہ

وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝۹ سَوَاۗءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ

اور ظاہر کا سب سے بڑا برتر ف۱۸ برابر ہے تم میں جو آہستہ بات کہے اور جو کہے پکار کر اور جو

هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝۱۰

چھپ رہا ہے رات میں اور جو گلیوں میں پھرتا ہے دن کو ف۱۹

فائدہ: [۱۰]......یعنی اس سے زیادہ عجیب بات کیا ہوگی کہ جس نے اوّل ایک چیز بنائی وہ دوبارہ بنانے پر قادر نہ ہو؟ العیاذ باللہ!

فائدہ: [۱۱] موت کے بعد کی زندگی کے انکار پر سزا:......گویا یہ لوگ ''بعث بعد الموت'' کا انکار کر کے خداوند قدوس کی شہنشاہی سے منکر ہیں، تو ایسے باغیوں کا انجام یہی ہونا ہے کہ گلے میں طوق اور ہاتھ پاؤں میں ہتھکڑیاں اور بیڑیاں پہنا کر ابدی جیل خانہ میں ڈال دیے جائیں، جو حقیقت میں ایسے ہی مجرموں کے لیے بنایا گیا ہے۔

فائدہ: [۱۲]......یعنی حق کو قبول نہیں کرتے جس سے دنیا وآخرت کی بھلائی ملے، کفر اختیار کرتے ہیں اور کہتے ہیں عذاب لے آؤ۔

فائدہ:[۱۳] حق تعالیٰ کی شان حلم وعفو:...... یعنی پہلے بہتیری قوموں پر عذاب آچکے ہیں۔ تم پر لے آنا کیا مشکل تھا، بات صرف اتنی ہے کہ تیرا پروردگار اپنی شانِ حلم وعفو سے ہر چھوٹے بڑے جرم پر فوراً گرفت نہیں کرتا۔ وہ لوگوں کے ظلم وستم دیکھتا اور درگذر کرتا رہتا ہے حتیٰ کہ جب مظالم اور شرارتوں کا سلسلہ حد سے گذر جاتا ہے اُس وقت اُس کے تباہ کن عذاب سے بچنے کی کوئی صورت نہیں رہتی۔

فائدہ:[۱۴] کفار کا مطالبہ:...... یعنی جو نشانی ہم مانگتے ہیں وہ کیوں نہیں اُتری، جسے دیکھ کر ہم ایمان لانے پر مجبور ہوجاتے۔

فائدہ:[۱۵] جواب ربانی:...... یعنی آیات کا اُتارنا آپ کے قبضہ میں نہیں، یہ تو خدا کا کام ہے جو آیت پیغمبر کی تصدیق کے لیے مناسب ہو دکھلائے۔ آپ کا فرض اسی قدر ہے کہ خیر خواہی کی بات سنادیں اور برائی کے مہلک انجام سے لوگوں کو آگاہ کردیں۔ پہلے بھی ہر قوم کی طرف ہادی "راہ بتانے والے" اور نذیر "ڈرانے والے" آتے رہے ہیں۔ ان میں سے کسی کا یہ دعویٰ نہیں ہوا کہ جو نشان معاندین طلب کریں گے ضرور دکھلا کر رہیں گے۔ ہاں! خدا کی راہ دکھانا ان کا کام تھا وہ ہی آپ کا ہے۔ البتہ وہ خاص خاص قوم کے لیے ہادی تھے آپ دنیا کی ہر قوم کے لیے ہیں۔

فائدہ:[۱۶] اللہ کا علم محیط اور شکم مادر:...... کہ مذکر ہے یا مؤنث، پورا ہے یا ادھورا، اچھا ہے یا برا، وغیر ذلک من الاحوال!

فائدہ:[۱۷]...... یعنی حاملہ کے پیٹ میں ایک بچہ ہے یا زیادہ، پورا بن چکا ہے یا ناتمام ہے، تھوڑی مدت میں پیدا ہوگا یا زیادہ میں۔ غرض پیٹ کے گھٹنے بڑھنے کے تمام اسرار واسباب اور اوقات واحوال کو پوری طرح جانتا ہے، اور اپنے علم محیط کے موافق ہر چیز کو ہر حالت میں اُس کے اندازہ اور استعداد کے موافق رکھتا ہے۔ اسی طرح اُس نے جو آیات انبیاء علیہم السلام کی تصدیق کے لیے اتاری ہیں اُن میں خاص اندازہ اور مصالح وحکم ملحوظ رہی ہیں۔ جس وقت جس قدر بنی آدم کی استعداد وصلاحیت کے مطابق نشانات کا ظاہر کرنا مصلحت تھا اُس میں کمی نہیں ہوئی۔ باقی قبول کرنے اور منتفع ہونے کے لحاظ سے لوگوں کا اختلاف ایسا ہی ہے جیسے حوامل کے پیٹ سے پیدا ہونے والوں کے احوال تفاوتِ استعداد وتربیت کی بنا پر مختلف ہوتے ہیں۔

فائدہ:[۱۸]...... یہ علمِ الٰہی کی لامحدود وسعت واحاطہ کا بیان ہوا۔ یعنی دنیا کی کوئی کھلی چھپی چیز اُس سے پوشیدہ نہیں اور تمام عالم اس کے زیر تصرف ہے۔

فائدہ:[۱۹]...... علمِ الٰہی کا عموم بیان کرکے بلحاظ مناسبت مقام خاص احوال مکلفین کی نسبت بتلاتے ہیں کہ تمہارے ہر قول وفعل کو ہمارا علم محیط ہے۔ جو بات تم دل میں چھپاؤ یا آہستہ کہو اور جو علانیہ پکار کر کہو، نیز جو کام رات کی اندھیری میں پوشیدہ ہوکر کرو اور جو دن دھاڑے برسر بازار کرو، دونوں کی حیثیت علمِ الٰہی کے اعتبار سے یکساں ہے۔ بعض مفسرین نے آیت کو تین قسم کے آدمیوں پر مشتمل بتلایا ہے ﴿مَنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ﴾ (جو بات کو چھپائے) ﴿وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ﴾ (جو ظاہر کرے) ﴿مَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ﴾ (جو اپنا کام رات کو چھپائے مثلاً شب کو چوری کرنا اور دن کو ظاہر کرے مثلاً دن میں نمازیں پڑھنا) اللہ تعالیٰ کو سب یکساں طور پر معلوم ہیں۔

لَهٗ مُعَقِّبٰتٌ مِّنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ يَحْفَظُوْنَهٗ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ

اس کے پہرے والے ہیں بندہ کے آگے سے اور پیچھے سے اس کی نگہبانی کرتے ہیں اللہ کے حکم سے ف۲۰ اللہ نہیں بدلتا کسی قوم کی حالت جو جب تک

حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ

وہ نہ بدلیں جو ان کے جیوں میں ہے، اور جب چاہتا ہے اللہ کسی قوم پر آفت پھر وہ نہیں پھرتی اور کوئی نہیں ان کا اس

مِنْ وَّالٍ ﴿۱۱﴾ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ﴿۱۲﴾ وَيُسَبِّحُ

کے سوا مددگار ف ۲۱ وہی ہے کہ تم کو دکھلاتا ہے بجلی ڈر کو اور امید کو اور اٹھاتا ہے بادل بھاری ف ۲۲ اور پڑھتا ہے

الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ

گرجنے والا خوبیاں اس کی اور سب فرشتے اس کے ڈر سے ف ۲۳ اور بھیجتا ہے کڑک بجلیاں پھر ڈالتا ہے جس پر چاہے اور یہ لوگ

يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ﴿۱۳﴾

جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں اور اس کی آن سخت ہے ف ۲۴

فائدہ: [۲۰] **پہرے دار اور محافظ فرشتے:** ......یعنی ہر بندہ کے ساتھ خدا کے فرشتے مامور ہیں۔ جن میں بعض اُس کے سب اگلے پچھلے اعمال لکھتے ہیں اور بعضے خدا کے حکم کے موافق اُن بلاؤں کے دفع کرنے کا ذریعہ بنتے ہیں جن سے حق تعالیٰ بندہ کو بچانا چاہتا ہے۔ جس طرح اس عالم میں خدا کی عام عادت ہے کہ جو چیز پیدا کرنا چاہے اُس کے ظاہری اسباب مہیا کر دیتا ہے، ایسے ہی اُس نے کچھ باطنی اسباب و ذرائع پیدا کیے ہیں جن کو ہماری آنکھیں نہیں دیکھتیں لیکن مشیتِ الٰہی کی تنفیذ اُن کے واسطہ سے ہوتی ہے۔

فائدہ: [۲۱] **قوموں کے عروج وزوال کا قانون:** ......یعنی اللہ تعالیٰ اپنی نگہبانی اور مہربانی سے جو ہمیشہ اُس کی طرف سے ہوتی رہتی ہے، کسی قوم کو محروم نہیں کرتا جب تک وہ اپنی روش اللہ کے ساتھ نہ بدلے۔ جب بدلتی ہے تو آفت آتی ہے، پھر کسی کے ٹالے نہیں ٹلتی، نہ کسی کی مدد اُس وقت کام دیتی ہے۔

تنبیہ: ......یہاں قوموں کے عروج وزوال کا قانون بتایا ہے، اشخاص وافراد کا نہیں۔ قوم کی اچھی بری حالت متعین کرنے میں اکثریت اور غلبہ کا لحاظ ہوتا ہے۔

فائدہ: [۲۲] **امید وخوف کی متضاد کیفیتوں والے نشانہائے قدرت:** ...... پہلے بندوں کی حفاظت کا ذکر تھا، پھر بداعمالیوں سے جو آفت ومصیبت آتی ہے اُس کا ذکر ہوا، معلوم ہوا کہ خدا کی ذات سے اُن انعام وانتقام دونوں کی جامع ہے۔ اسی مناسبت سے یہاں بعض ایسے نشانہائے قدرت کی طرف توجہ دلائی جن میں بیک وقت اُمید وخوف کی دو متضاد کیفیتیں پیدا کرنے کی صلاحیت ہے یعنی جب بجلی چمکتی ہے تو اُمید بندھتی ہے کہ بارش آئے گی۔ اور ڈر بھی لگتا ہے کہ کہیں گر کر ہلاکت کا سبب نہ بن جائے۔ بھاری بادل پانی کے بھرے ہوئے آتے ہیں تو خوشی ہوتی ہے کہ بارانِ رحمت کا نزول ہوگا، ساتھ ہی فکر رہتی ہے کہ پانی کا طوفان نہ آ جائے۔ ٹھیک اسی طرح انسان کو چاہیے کہ رحمتِ الٰہی کا اُمیدوار رہے مگر مکرُ اللہ سے مامون اور بے فکر نہ ہو۔

فائدہ: [۲۳] **رعد اور تسبیح:** ......یعنی گرجنے والا بادل یا فرشتہ زبانِ ''حال'' یا ''قال'' سے حق تعالیٰ کی تسبیح وتحمید کرتا ہے: ﴿وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ﴾ [بنی اسرائیل: ۴۴] اور تمام فرشتے ہیبت وخوف کے ساتھ اُس کی حمد وثنا اور تسبیح وتحمید میں مشغول رہتے ہیں۔

تنبیہ: رعد، برق اور صاعقہ: ......''رعد'' ''برق'' وغیرہ کے متعلق آج کل کی تحقیق یہ ہے کہ بادلوں میں ''قوتِ کہربائیہ موجبہ'' پائی جاتی ہے اور زمین میں ''کہربائیہ سالب'' جو بادل زمین سے زیادہ نزدیک ہو اُس میں گاہ بہ گاہ زمین کی ''سالب کہربائیہ'' سرایت کر جاتی ہے۔ پھر اُس بادل کے اوپر بسا اوقات وہ بادل گذرتے ہیں جن میں ''کہربائیہ موجبہ'' موجود ہے۔ اور یہ قاعدہ تجربہ سے معلوم ہو چکا ہے کہ

مختلف قسم کے "کہربائیہ" رکھنے والے دو جسم جب محاذی ہوں تو ہر ایک اپنے اندر دوسرے کی "کہربائیہ" کو جذب کرتا ہے تاکہ دونوں کی کہربائیہ متحد ہو جائے۔ اسی قاعدہ سے اُوپر نیچے والے بادل جب ایک دوسرے کی قوتِ کہربائیہ کو اپنی طرف کھینچتے ہیں تو دونوں کے مل جانے سے شدید حرارت پیدا ہو جاتی ہے۔ اور اُس حرارتِ شدیدہ سے دونوں بادلوں کے حجم کے مناسب ایک آتشیں شعلہ اُٹھتا ہے جو "صاعقہ" کہلاتا ہے، اسی صاعقہ کی چمک اور روشنی "برق" کہلاتی ہے اور ہوا میں اُس کے سرایت کرنے سے جو آواز نکلتی ہے وہ "رعد" ہے۔ "کہربا" کا یہی آتشیں شرارہ کبھی بادلوں اور ہواؤں کو پھاڑ کر نیچے گرتا ہے جس کے نہایت عجیب و غریب افعال و آثار مشاہدہ کیے گئے ہیں، علاوہ اس کے کہ وہ مکانوں کو گراتا، پہاڑوں کو شق کرتا اور جانداروں کی ہلاکت کا سبب بنتا ہے۔ بعض اوقات دیکھا گیا ہے کہ اُس نے نہایت احتیاط سے ایک آدمی کے بدن سے کپڑے اُتار کر کسی درخت کی شاخ پر رکھ دیے ہیں مگر پہننے والے کے جسم کو کچھ صدمہ نہیں پہنچا (دائرۃ المعارف فرید وجدی) جسے دیکھ کر خیال گذرتا ہے کہ بجلی کے اس آتشیں شعلہ میں کوئی ذی شعور اور ذی اختیار قوت غیر مرئی طریقہ سے کام کر رہی ہے۔ ہم کو ضرورت نہیں کہ اُوپر بیان کیے ہوئے "نظریہ" کا انکار کریں لیکن یہ بیان کرنے والے خود اقرار کرتے ہیں کہ "روح" کی طرح "قوتِ کہربائیہ" کی اصل حقیقت پر بھی اس وقت تک پردہ پڑا ہوا ہے۔ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے اربابِ کشف و شہود کا بیان یہ ہے کہ تمام نظامِ عالم میں ظاہری اسباب کے علاوہ باطنی اسباب کا ایک عظیم الشان سلسلہ کارفرما ہے جو کچھ ہم یہاں دیکھتے ہیں وہ صرف صورت ہے لیکن اس صورت میں جو غیر مرئی حقیقت پوشیدہ ہے اُس کے ادراک تک عام لوگوں کی رسائی نہیں، صرف باطنی آنکھ رکھنے والے اُسے دیکھتے ہیں۔ آخر تم جو نظریات بیان کرتے ہو (مثلاً یہی قوتِ کہربائیہ کا موجبہ سالبہ ہونا وغیرہ) اُس کا علم بھی چند حکمائے طبیعیین کے سوا بلا واسطہ کس کو ہوتا ہے۔ کم از کم اتنا ہی وثوق انبیاء کے مشاہدات و تجربات پر کر لیا جائے تو بہت سے اختلافات مٹ سکتے ہیں۔ احادیث سے پتہ چلتا ہے کہ دوسرے نوامیسِ [احکام] طبیعیہ کی طرف بادلوں اور بارشوں کے انتظامات پر بھی فرشتوں کی جماعتیں تعینات ہیں جو بادلوں کو مناسب مواقع پر پہنچانے اور ان سے حسبِ ضرورت و مصلحت کام لینے کی تدبیر کرتی ہیں۔ اگر تمہارے بیان کے موافق بادل اور زمین وغیرہ کی "کہربائیہ" کا مدبر کوئی غیر مرئی فرشتہ ہو تو انکار کی کون سی وجہ ہے؟ جس کو تم "شرارۂ کہربائیہ" کہتے ہو۔ چونکہ وہ فرشتہ کے خاص تصرف سے پیدا ہوتا ہے لہٰذا اُسے وحی کی زبان میں "مخاریق من نار" (فرشتہ کا آتشیں کوڑا) کہہ دیا گیا تو کیا قیامت ہوگئی۔ اس کی شدت اور سخت اشتعال سے جو گرج اور کڑک پیدا ہوئی اگر حقیقت کو لحاظ کرتے ہوئے اُسے فرشتہ کی ڈانٹ سے تعبیر فرمایا تو یہ نہایت ہی موزوں تعبیر ہے۔ بہر حال "سائنس" نے جس چیز کی محض صورت کو سمجھا "وحی" نے اُس کی روح اور حقیقت پر مطلع کر دیا۔ کیا ضرورت ہے کہ خواہ مخواہ دونوں کو ایک دوسرے کا حریف مقابل قرار دے لیا جائے۔ علامہ محمود آلوسی رحمۃ اللہ علیہ نے "بقرہ" کے شروع میں اس پر معقول بحث کی ہے۔ فلیراجع۔

فائدہ: [۲۴] **گستاخی کی سزا:**...... ان جھگڑنے والوں پر عذاب کی بجلی نہ گرا دے۔ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ نے عرب کے ایک متکبر رئیس کے پاس آدمی بھیجا کہ اُسے میرے پاس بلا لاؤ۔ قاصد نے اُس کو کہا کہ رسول اللہ ﷺ تجھے بلاتے ہیں کہنے لگا رسول اللہ کون ہے؟ اور اللہ کیا چیز ہے؟ سونے کا ہے یا چاندی کا، یا تانبے کا؟ (العیاذ باللہ) تین مرتبہ یہی گفتگو کی۔ تیسری مرتبہ جب وہ یہ گستاخانہ کلمات بک رہا تھا، ایک بادل اُٹھا فوراً بجلی گری اور اُس کی کھوپڑی سر سے جدا کر دی۔ بعض روایات میں ہے کہ عامر بن طفیل اور اربد بن ربیعہ نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر کہا کہ ہم اسلام لاتے ہیں بشرطیکہ آپ کے بعد خلافت ہم کو ملے آپ نے انکار فرما دیا۔ دونوں یہ کہہ کر اُٹھے کہ ہم "مدینہ" کی وادی کو آپ کے مقابلہ میں پیدل اور سواروں سے بھر دیں گے۔ آپ نے فرمایا کہ اللہ اُس کو روک دے گا اور "انصار مدینہ" روکیں گے۔ وہ دونوں چلے، راستہ میں "اربد" پر بجلی گری اور عامر طاعون کی گلٹی سے ہلاک ہوا۔

فائدہ: دعائے رعد:...... رعد کی آواز سن کر کہنا چاہیے: "سُبْحَانَ مَنْ يُّسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰۗئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ اَللّٰهُمَّ لَا تَقْتُلْنَا بِغَضَبِكَ وَلَا تُهْلِكْنَا بِعَذَابِكَ وَعَافِنَا قَبْلَ ذٰلِكَ۔"

لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ۭ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَيْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ

اسی کا پکارنا سچ ہے اور جن لوگوں کو یہ پکارتے ہیں اس کے سوا وہ نہیں کام آتے ان کے کچھ بھی مگر جیسے کسی نے پھیلائے دونوں ہاتھ پانی کی طرف کہ آ پہنچے

اِلَى الْمَاۗءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ۭ وَمَا دُعَاۗءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِيْ ضَلٰلٍ ۝۱۴ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ

اس کے منہ تک اور وہ کبھی نہ پہنچے گا اس تک اور جتنی پکار ہے کافروں کی سب گمراہی ہے ف ۲۵ اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے

فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝۱۵ ۩ قُلْ مَنْ رَّبُّ

جو کوئی ہے آسمانوں اور زمین میں خوشی سے اور زور سے اور ان کی پرچھائیاں صبح اور شام ف ۲۶ پوچھ کون ہے رب

السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ ۭ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ

آسمان اور زمین کا کہہ دے اللہ ہے، کہہ پھر کیا تم نے پکڑے ہیں اس کے سوا ایسے حمایتی جو مالک نہیں اپنے

نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ۭ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ڏ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ڬ

بھلے اور برے کے، کہہ کیا برابر ہوتا ہے اندھا اور دیکھنے والا یا کہیں برابر ہے اندھیرا اور اجالا ف ۲۸ کیا ٹھہرائے ہیں

اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ۭ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ

انہوں نے اللہ کے لیے شریک کہ انہوں نے کچھ پیدا کیا ہے جیسے پیدا کیا اللہ نے پھر مشتبہ ہوگئی پیدائش ان کی نظر میں، کہہ اللہ ہے پیدا کرنے والا ہر چیز کا

وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝۱۶ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ

اور وہی ہے اکیلا زبردست ف ۲۹ اتارا اس نے آسمان سے پانی پھر بہنے لگے نالے اپنی اپنی موافق پھر اوپر لے آیا

زَبَدًا رَّابِيًا ۭ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَاۗءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۭ كَذٰلِكَ

وہ نالا جھاگ پھولا ہوا اور جس چیز کو دھونکتے ہیں آگ میں واسطے زیور کے یا اسباب کے اس میں بھی جھاگ ہے ویسا ہی، یوں

يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ڛ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَاۗءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ

بیان کرتا ہے اللہ حق اور باطل کو، سو وہ جھاگ تو جاتا رہتا ہے سوکھ کر اور وہ جو کام آتا ہے لوگوں کے سو باقی رہتا ہے

فِي الْاَرْضِ ۭ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۝۱۷ۭ

زمین میں، اس طرح بیان کرتا ہے اللہ مثالیں ف ۳۰

فائدۃ: [۲۵] **غیر اللہ کو مدد کیلئے بلانے والوں کی مثال:**...... یعنی پکارنا اسی کو چاہیے جو ہر قسم کے نفع وضرر کا مالک ہے۔ عاجز کو پکارنے سے کیا حاصل؟ اللہ کے سوا کون ہے جس کے قبضہ میں اپنا یا دوسروں کا نفع وضرر ہے؟ غیر اللہ کو اپنی مدد کے لیے بلانا ایسا ہے جیسے کوئی

پیاسا کنوئیں کی من پر کھڑا ہو کر پانی کی طرف ہاتھ پھیلائے اور خوشامد کرے کہ میرے منہ میں پہنچ جا، ظاہر ہے قیامت تک پانی اُس کی فریاد کو پہنچنے والا نہیں، بلکہ اگر پانی اُس کی مٹھی میں ہو تب بھی خود چل کر منہ تک نہیں جا سکتا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''کافر جن کو پکارتے ہیں بعضے محض خیالات واوہام ہیں، بعضے جن اور شیاطین ہیں، اور بعضی چیزیں ہیں کہ اُن میں کچھ خواص ہیں لیکن اپنے خواص کی مالک نہیں۔ پھر اُن کے پکارنے سے کیا حاصل؟ جیسے آگ یا پانی اور شاید ستارے بھی اسی قسم میں ہوں۔''

فَائِدَہ: [۲۶] مخلوقات کا سجدہ: ...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''جو اللہ پر یقین لایا خوشی سے سر رکھتا ہے اُس کے حکم پر اور جو نہ یقین لایا آخر اُس پر بھی بے اختیار اُسی کا حکم جاری ہے اور پرچھائیاں صبح اور شام زمین پر پسر جاتی ہیں یہی ہے اُن کا سجدہ۔'' مطلب یہ ہے کہ جواہر ہوں یا اعراض کوئی چیز اللہ کے حکم تکوینی سے باہر نہیں ہو سکتی اُس کے نفوذ واقتدار کے سامنے سب منقاد اور سربسجود ہیں۔ سایہ کا گھٹنا بڑھنا داہنے بائیں مائل ہونا سب اسی کے ارادہ اور مشیت سے ہے۔ صبح شام کا ذکر شاید اسی لیے کیا کہ ان وقتوں میں زمین پر سایہ کا پھیلاؤ زیادہ نمایاں ہوتا ہے۔

فَائِدَہ: [۲۷] ...... یعنی جب ربوبیت کا اقرار صرف خدا کے لیے کرتے ہو پھر مدد کے لیے دوسرے حمایتی کہاں سے تجویز کر لیے؟ حالانکہ وہ ذرہ برابر نفع نقصان کا مستقل اختیار نہیں رکھتے۔

فَائِدَہ: [۲۸] موحد اور مشرک میں فرق: ...... یعنی موحد ومشرک میں ایسا فرق ہے جیسے بینا اور نابینا میں اور توحید وشرک کا مقابلہ ایسا سمجھو جیسے نور کا ظلمت سے۔ تو کیا ایک اندھا مشرک جو شرک کی اندھیریوں میں پڑا ٹامک ٹوئیاں مار رہا ہو اُس مقام پر پہنچ سکتا ہے جہاں ایک موحد کو پہنچنا ہے جو فہم وبصیرت اور ایمان وعرفان کی روشنی میں فطرتِ انسانی کے صاف راستہ پر چل رہا ہے؟ ہرگز دونوں ایک نتیجہ پر نہیں پہنچ سکتے۔

فَائِدَہ: [۲۹] عاجز اور مجبور کیسے خدا ہو سکتا ہے؟ ...... یعنی جیسی مخلوقات خدا تعالیٰ نے پیدا کی، کیا تمہارے دیوتاؤں نے ایسی کوئی چیز پیدا کی ہے جسے دیکھ کر اُن پر خدائی کا شبہ ہونے لگا؟ وہ تو ایک مکھی کا پر اور ایک مچھر کی ٹانگ بھی نہیں بنا سکتے بلکہ تمام چیزوں کی طرح خود بھی اسی اکیلے زبردست خدا کی مخلوق ہیں۔ پھر ایسی عاجز ومجبور چیزوں کو خدائی کے تخت پر بٹھا دینا کس قدر گستاخی اور شوخ چشمی ہے۔

فَائِدَہ: [۳۰] حق وباطل میں مقابلے کی مثال: ...... آسمان کی طرف سے بارش اُتری جس سے ندی نالے بہہ پڑے۔ ہر نالے میں اُس کے ظرف اور گنجائش کے موافق جتنا خدا نے چاہا پانی جاری کر دیا، چھوٹے میں کم بڑے میں زیادہ۔ پانی جب زمین پر رواں ہوا تو مٹی اور کوڑا کرکٹ ملنے سے گدلا ہو گیا، پھر میل کچیل اور جھاگ پھول کر اُوپر آیا، جیسے تیز آگ میں چاندی، تانبا، لوہا، اور دوسری معدنیات پگھلاتے ہیں تا زیور، برتن اور ہتھیار وغیرہ تیار کریں۔ اُس میں بھی اسی طرح جھاگ اُٹھتا ہے مگر تھوڑی دیر بعد خشک یا منتشر ہو کر جھاگ جاتا رہتا ہے۔ اور جو اصلی کار آمد چیز تھی (یعنی پانی یا پگھلی ہوئی معدنیات) وہ ہی زمین میں یا زمین والوں کے ہاتھ میں باقی رہ جاتی ہے جس سے مختلف طور پر لوگ منتفع ہوتے ہیں۔ یہ ہی مثال حق وباطل کی سمجھ لو۔ جب وحیٔ آسمانی دینِ حق کو لیکر اُترتی ہے تو قلوب بنی آدم اپنے ظرف اور استعداد کے موافق فیض حاصل کرتے ہیں۔ پھر حق اور باطل باہم بھڑ جاتے ہیں تو میل اُبھر آتا ہے۔ بظاہر باطل جھاگ کی طرح حق کو دبالیتا ہے لیکن اُس کا یہ اُبال عارضی اور بے بنیاد ہے۔ تھوڑی دیر بعد اُس کے جوش وخروش کا پتہ نہیں رہتا، خدا جانے کدھر گیا؟ جو اصلی اور کار آمد چیز جھاگ کے نیچے دبی ہوئی تھی (یعنی حق وصداقت) بس وہ ہی رہ گئی۔ دیکھو! خدا کی بیان کردہ مثالیں کیسی عجیب ہوتی ہیں۔ کیسے مؤثر طرز میں سمجھایا کہ دنیا میں جب حق وباطل بھڑتے ہیں یعنی دونوں کا جنگی مقابلہ ہوتا ہے تو گو برائے چندے باطل اُونچا اور پھولا ہوا نظر آئے، لیکن آخر کار باطل کو منتشر کر کے حق ہی ظاہر وغالب ہو کر رہے گا۔ کسی مومن کو باطل کی عارضی نمائش سے دھوکا نہ کھانا چاہیے۔ اسی طرح کسی انسان کے دل میں جب حق اُتر جائے کچھ دیر کے لیے اوہام ووساوس زور وشور دکھلائیں تو گھبرانے کی بات نہیں،

تھوڑی دیر میں یہ اُبال بیٹھ جائے گا اور خالص حق ثابت و مستقر رہے گا۔ گذشتہ آیات میں چونکہ توحید و شرک کا مقابلہ کیا گیا تھا اس مثال میں حق و باطل کے مقابلہ کی کیفیت بتلادی، آگے دونوں کا انجام بالکل کھول کر بیان کرتے ہیں۔

لِلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمُ الْحُسْنٰى ؕ وَالَّذِيْنَ لَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهٗ لَوْ اَنَّ لَهُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ

جنہوں نے مانا اپنے رب کا حکم ان کے واسطے بھلائی ہے ف۳۱ اور جنہوں نے اس کا حکم نہ مانا اگر ان کے پاس ہو جو کچھ کہ زمین میں ہے

جَمِيْعًا وَّمِثْلَهٗ مَعَهٗ لَافْتَدَوْا بِهٖ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ سُوْٓءُ الْحِسَابِ ۙ وَمَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ

سارا اور اتنا ہی اس کے ساتھ اور تو سب دیویں [دے ڈالیں] اپنے بدلہ میں ف۳۲ ان لوگوں کے لیے ہے برا حساب ف۳۳ اور ٹھکانا ان کا دوزخ ہے

وَبِئْسَ الْمِهَادُ ﴿۱۸﴾ اَفَمَنْ يَّعْلَمُ اَنَّمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ كَمَنْ هُوَ اَعْمٰى ؕ اِنَّمَا

اور وہ بری آرام کی جگہ [برا بچھونا] ہے بھلا جو شخص جانتا ہے کہ جو کچھ اترا تجھ پر تیرے رب سے حق ہے برابر ہو سکتا ہے اس کے جو کہ اندھا ہے سمجھتے

يَتَذَكَّرُ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۱۹﴾ الَّذِيْنَ يُوْفُوْنَ بِعَهْدِ اللّٰهِ وَلَا يَنْقُضُوْنَ الْمِيْثَاقَ ﴿۲۰﴾ وَالَّذِيْنَ

وہی ہیں جن کو عقل ہے ف۳۴ وہ لوگ جو پورا کرتے ہیں اللہ کے عہد کو اور نہیں توڑتے اس عہد کو ف۳۵ اور وہ

يَصِلُوْنَ مَآ اَمَرَ اللّٰهُ بِهٖٓ اَنْ يُّوْصَلَ وَيَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ وَيَخَافُوْنَ سُوْٓءَ الْحِسَابِ ﴿۲۱﴾ وَالَّذِيْنَ

لوگ جو ملاتے ہیں جس کو اللہ نے فرمایا ملانا ف۳۶ اور ڈرتے ہیں اپنے رب سے اور اندیشہ رکھتے ہیں برے حساب کا ف۳۷ اور وہ لوگ

صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً

جنہوں نے صبر کیا خوشی کو اپنے رب کی ف۳۸ اور قائم رکھی نماز اور خرچ کیا ہمارے دیئے میں سے پوشیدہ [چھپے] اور ظاہر [کھلے] ف۳۹ اور کرتے ہیں

وَّيَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۲﴾ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ

برائی کے مقابلہ میں بھلائی ف۴۰ ان لوگوں کے لیے ہے آخرت کا گھر باغ ہیں رہنے کے ف۴۱ داخل ہوں گے ان میں اور جو

صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ﴿۲۳﴾

نیک ہوئے ان کے باپ دادوں میں اور جوروؤں میں اور اولاد میں ف۴۲ اور فرشتے آئیں ان کے پاس ہر دروازے سے

فائدہ: [۳۱] **ایمان و عمل صالح کی بدولت خوشی اور سکون:**...... یعنی ایمان و عمل صالح اختیار کیا اُن کے لیے دنیا و آخرت کی بھلائی ہے۔ حقیقی خوشی اور قلبی طمانیت و سکون اُن کے سوا کسی کو حاصل نہیں ہوتا۔

فائدہ: [۳۲] **آخرت میں نافرمانوں کی پریشانی و گھبراہٹ:**...... یعنی یہاں تو خیر جس طرح گذرے، لیکن آخرت میں اُن کی حالت ایسی پریشانی اور گھبراہٹ کی ہوگی کہ اگر تمام دنیا کے خزانے اُن کے ہاتھ میں ہوں بلکہ اسی قدر اور بھی تو تمنا کریں گے کہ ہم یہ سب فدیہ میں دے کر اس پریشانی سے چھوٹ جائیں "وَاَنّٰی لَھُمْ ذٰلِکَ؟"

فَائِدَہ: [۳۳] ...... یعنی حساب میں کسی قسم کی رعایت اور درگذر نہ ہوگی، ایک ایک بات پر پوری طرح پکڑے جائیں گے۔

فَائِدَہ: [۳۴] دونوں میں فرق ہے: ...... مومن و کافر دونوں کا الگ الگ انجام ذکر فرمانے کے بعد متنبہ کرتے ہیں کہ ایسا ہونا عین عقل و حکمت کے موافق ہے۔ کوئی عقل مند یہ نہیں کہہ سکتا کہ ایک نپٹ اندھا جسے کچھ نظر نہ آئے یوں ہی اناپ شناپ اندھیرے میں پڑا ٹھوکریں کھا رہا ہو، اُس شخص کی برابری کر سکتا ہے جس کے دل کی آنکھیں کھلی ہیں اور پوری بصیرت کے ساتھ حق کی روشنی سے مستفید ہو رہا ہے۔

فَائِدَہ: [۳۵] عقلمندوں کے اوصاف: ...... یعنی اللہ سے جو عہد ازل میں ہو چکا ہے (عہدِ الست) جس پر انسان کی فطرت خود گواہ ہے، اور جو انبیاء علیہم السلام کی زبانی عہد لیے گئے اُن سب کو پورا کرتے ہیں کسی کو توڑتے نہیں۔ نیز بذاتِ خود کسی معاملہ میں خدا سے یا بندوں سے جو عہد و پیمان باندھتے ہیں (بشرطیکہ معصیت نہ ہو) اُس کی خلاف ورزی نہیں کرتے۔

فَائِدَہ: [۳۶] ...... یعنی صلہ رحم کرتے ہیں۔ یا ایمان کو عمل کے ساتھ یا حقوق العباد کو حقوق اللہ کے ساتھ ملاتے ہیں، یا اسلامی اخوت کو قائم رکھتے ہیں۔ یا انبیاء علیہم السلام میں تفریق نہیں کرتے کہ کسی کو مانیں کسی کو نہ مانیں۔

فَائِدَہ: [۳۷] ...... یعنی حق تعالیٰ کی عظمت و جلال کا تصور کر کے لرزاں و ترساں رہتے ہیں اور یہ اندیشہ لگا رہتا ہے کہ دیکھئے وہاں جب ذرہ ذرہ کا حساب ہوگا، کیا صورت پیش آئے گی۔

فَائِدَہ: [۳۸] ...... یعنی مصائب و شدائد اور دنیا کی مکروہات پر صبر کیا۔ کسی سختی سے گھبرا کر طاعت کے راستہ سے قدم نہیں ہٹایا، نہ معصیت کی طرف جھکے اور یہ صبر و استقلال محض حق تعالیٰ کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کیلئے دکھلایا، اس لیے نہیں کہ دنیا انہیں بہت صابر اور مستقل مزاج کہے۔ نہ اس لیے کہ بجز صبر کے چارہ نہ رہا تھا مجبور ہو گئے تو صبر کر کے بیٹھ رہے۔

فَائِدَہ: [۳۹] ...... پوشیدہ کو شاید اس لیے مقدم رکھا کہ پوشیدہ خیرات کرنا افضل ہے۔ اِلّا یہ کہ کہیں مصلحت شرعی علانیہ دینے میں ہو۔

فَائِدَہ: [۴۰] ...... یعنی برائی کا جواب بھلائی سے دیتے ہیں۔ سختی کے مقابلہ میں نرمی برتتے ہیں، کوئی ظلم کرتا ہے یہ معاف کرتے ہیں (بشرطیکہ معافی سے برائی کے ترقی کرنے کا اندیشہ نہ ہو) بدی سے بچ کر نیکی اختیار کرتے ہیں۔ اگر کبھی کوئی برا کام ہو جاتا ہے تو اُس کے مقابلہ میں بھلا کام (یعنی توبہ اور اس گناہ کی تلافی) کرتے ہیں۔

فَائِدَہ: [۴۱] جنت کی بشارت مع مزید خوشخبری: ...... یعنی جن میں ہمیشہ رہیں گے۔

فَائِدَہ: [۴۲] ...... "آباء" کا لفظ تغلیباً کہا ہے جس میں اُمہات (مائیں) بھی شامل ہیں۔ یہ جنت کی بشارت کے ساتھ مزید خوشخبری سنائی کہ ایسے کاملین کو جن کی خصال اُوپر بیان ہوئیں، جنت میں ایک نعمت و مسرت یہ حاصل ہوگی کہ وہ اور اُن کے ماں باپ، اولاد، بیویاں جو اپنی نیکی کی بدولت دخول جنت کے لائق ہوں سب اکٹھے رہیں گے حتیٰ کہ ان متعلقین میں سے اگر کوئی کم رُتبہ ہوگا تو حق تعالیٰ اپنی نوازش و مہربانی سے درجہ بڑھا کر اُس مردِ کامل سے نزدیک کر دے گا ﴿وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ﴾ [طور: ۲۱] اس سے معلوم ہوا کہ بدونِ ایمان و عملِ صالح کے محض کاملین کی قرابت کافی نہیں۔ ہاں! ایمان و عملِ صالح موجود ہو تو تعلق قرابت سے کچھ ترقی درجات ممکن ہے۔ واللہ اعلم!

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ﴿۲۴﴾ وَالَّذِيْنَ يَنْقُضُوْنَ عَهْدَ اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ

کہیں گے سلامتی تم پر بدلے اس کے کہ تم نے صبر کیا، سو خوب ملا عاقبت کا گھر ۲۴ اور جو لوگ توڑتے ہیں عہد اللہ کا مضبوط کرنے کے بعد

مِيثَاقِهِ وَيَقْطَعُونَ مَا أَمَرَ اللَّهُ بِهِ أَنْ يُوصَلَ وَيُفْسِدُونَ فِي الْأَرْضِ ۙ أُولَٰئِكَ لَهُمُ

اور قطع کرتے ہیں اس چیز کو جس کو فرمایا اللہ نے جوڑنا اور فساد اٹھاتے ہیں ملک میں، ایسے لوگ ان کے واسطے ہے

اللَّعْنَةُ وَلَهُمْ سُوءُ الدَّارِ ﴿٢٥﴾ اللَّهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَاءُ وَيَقْدِرُ ۚ وَفَرِحُوا بِالْحَيَاةِ

لعنت، اور ان کے لیے ہے برا گھر ۴۴ اللہ کشادہ کرتا ہے روزی جس کو چاہے اور تنگ کرتا ہے ۴۵ اور فریفتہ ہیں دنیا کی زندگی پر،

الدُّنْيَا وَمَا الْحَيَاةُ الدُّنْيَا فِي الْآخِرَةِ إِلَّا مَتَاعٌ ﴿٢٦﴾ وَيَقُولُ الَّذِينَ كَفَرُوا لَوْلَا أُنْزِلَ

اور دنیا کی زندگی کچھ نہیں آخرت کے آگے مگر متاع، حقیر ۴۶ اور کہتے ہیں کافر کیوں نہ اتری اس پر کوئی نشانی

عَلَيْهِ آيَةٌ مِنْ رَبِّهِ ۚ قُلْ إِنَّ اللَّهَ يُضِلُّ مَنْ يَشَاءُ وَيَهْدِي إِلَيْهِ مَنْ أَنَابَ ﴿٢٧﴾ الَّذِينَ آمَنُوا

اس کے رب سے، کہہ دے اللہ گمراہ کرتا ہے جس کو چاہے اور راہ دکھلاتا ہے اپنی طرف اس کو جو رجوع ہوا ۴۷ وہ لوگ جو ایمان لائے

وَتَطْمَئِنُّ قُلُوبُهُمْ بِذِكْرِ اللَّهِ ۗ أَلَا بِذِكْرِ اللَّهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوبُ ﴿٢٨﴾

اور چین پاتے ہیں ان کے دل اللہ کی یاد سے ۴۸ سنتا ہے! اللہ کی یاد ہی سے چین پاتے ہیں دل ۴۹

فائدہ: [۴۳] **مجاہدین جنت میں اور فرشتوں کا سلام:**...... صحیح حدیث میں جنت کے آٹھ دروازے بیان ہوئے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ اُن کاملین کی تعظیم و تکریم کے لیے خدا کے پاک فرشتے ہر طرف سے تحائف و ہدایا لے کر حاضر ہوں گے۔ احادیث میں ہے کہ خلق اللہ میں سے اول وہ فقراء مہاجرین جنت میں داخل ہوں گے جو سختیوں اور لڑائیوں میں سینہ سپر ہوتے اور رخنہ بندی کے وقت کام آتے تھے، جو حکم اُن کو ملتا اُس کی تعمیل کے لیے ہمیشہ مستعد رہتے، دنیا کی حاجتیں اور دل کے ارمان دل ہی میں لے کر یہاں سے رخصت ہو گئے۔ قیامت کے دن حق تعالیٰ فرمائیگا: میرے وہ بندے کہاں ہیں؟ (حاضر ہوں) جو میرے راستہ میں لڑے، میرے لیے تکلیفیں اُٹھائیں اور جہاد کیا۔ جاؤ! جنت میں بے کھٹکے داخل ہو جاؤ۔ پھر ملائکہ کو حکم ہوگا کہ میرے اِن بندوں کے پاس حاضر ہو کر سلام کرو۔ وہ عرض کریں گے خداوندا! ہم تیری بہترین مخلوق ہیں کیا ہم بارگاہ قرب کے رہنے والوں کو حکم دیتے ہیں کہ ان زمینی باشندوں کے پاس حاضر ہو کر سلام کریں؟ ارشاد ہوگا، ہاں! یہ میرے وہ بندے ہیں جنہوں نے توحید پر جان دی، دنیا کے سب ارمان اپنے سینوں میں لے کر چلے آئے، میرے راستہ میں جہاد کیا اور ہر تکلیف کو خوشی سے برداشت کرتے رہے۔ یہ سن کر فرشتے ہر طرف سے اُن کی خدمت میں حاضر ہوں گے اور کہیں گے ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ ہر سال کے آغاز میں قبور شہداء پر تشریف لے جاتے اور فرماتے ﴿سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ﴾ یہ ہی طرز عمل ابوبکر، عمر، اور عثمان رضی اللہ عنہم کا رہا۔

فائدہ: [۴۴] **اشقیاء کی عادات و خصال اور آخری انجام:**...... سعداء کے مقابل یہاں اشقیاء کی عادات و خصال اور آخری انجام بتلایا ہے۔ ان کا کام یہ ہے کہ حق تعالیٰ سے بدعہدی کریں، جن چیزوں کے جوڑنے کا حکم تھا انہیں توڑیں، ملک میں فتنہ و فساد کی آگ بھڑکائیں، دوسروں پر اور اپنی جانوں پر ظلم کرنے سے نہ رکیں۔ یہ ہی لوگ ہیں جو خدا کی رحمت سے دور پھینک دیے گئے اور سب سے زیادہ برے مقام پر پہنچنے والے ہیں۔

فائدہ: [۴۵] **دنیا کی تنگی و فراخی مقبول و مردود ہونے کا معیار نہیں:**...... یعنی دنیا کے عیش و فراخی کو دیکھ کر سعادت و شقاوت کا فیصلہ

نہیں ہوتا۔ نہ یہ ضروری ہے کہ جس کو دنیا میں خدا نے رزق اور پیسہ زیادہ دیا ہے وہ اُس کی بارگاہ میں مقبول ہو۔ بہت سے مقبول بندے بطور آزمائش وامتحان یہاں عُسرت کی زندگی بسر کرتے ہیں اور مردود مجرموں کو ڈھیل دی جاتی ہے وہ مزے اُڑاتے ہیں۔ یہ ہی دلیل اس کی ہے کہ اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہی جہاں ہر شخص کو اُس کے نیک و بد اعمال کا پورا پھل مل کر رہے گا۔ بہرحال دنیا کی تنگی و فراخی مقبول و مردود ہونے کا معیار نہیں بن سکتا۔

فائدہ:[۴۶] دنیا آخرت کی کھیتی ہے:...... یعنی اسی کو مقصود سمجھ کر اتراتے اور اکڑتے ہیں حالانکہ آخرت کے مقابلہ میں دنیا کی زندگی محض ہیچ ہے جیسے ایک شخص اپنی انگلی سے سمندر کو چھوئے تو وہ تری جو انگلی کو پہنچی ہے سمندر کے سامنے کیا حقیقت رکھتی ہے، دنیا کی آخرت کے مقابل اتنی بھی حقیقت نہیں۔ لہٰذا عقل مند کو چاہیے کہ فانی پر باقی کو مقدم رکھے۔ حقیقت یہ ہے کہ دنیا آخرت کی کھیتی ہے بذاتِ خود مقصود نہیں۔ یہاں کے سامانوں سے اس طرح تمتع کرو جو آخرت کی کامیابی کا ذریعہ بنے جیسے صحابہ رضی اللہ عنہم نے کیا۔

فائدہ:[۴۷] معاندانہ فرمائشوں کا جواب:...... سیکڑوں نشان دیکھتے تھے مگر وہ ہی مرغے کی ایک ٹانگ پکڑی ہوئی تھی کہ جو ہم کہتے جائیں وہ نشان دکھاؤ۔ مثلاً مکہ کے پہاڑوں کو ذرا اپنی جگہ سے سرکا کر کھیتی باڑی کے لیے زمین وسیع کر دو یا زمین کو پھاڑ کر چشمے اور نہریں نکال دو یا ہمارے پرانے بزرگوں کو دوبارہ زندہ کر کے ہم سے بات چیت کرا دو۔ غرض کوئی نشان ایسا دکھلاؤ جو ہم کو ایمان لانے پر مجبور کر دے۔ اُس کا جواب دیا کہ بیشک خدا ایسے نشان دکھلانے پر قدرت رکھتا ہے لیکن اُس کی حکمت و عادت مقتضی نہیں کہ تمہاری فرمائشیں پوری کیا کرے، پیغمبروں کی تصدیق کے لیے جس قدر ضرورت ہے اس سے زائد نشانات دکھلا چکا اور دکھلا رہا ہے۔ دوسرے سیکڑوں معجزات سے قطع نظر کر کے اکیلا قرآن ہی کیسا عظیم الشان نشان پیغمبر کی صداقت کا ہے۔ جب تم ان نشانوں کو دیکھ کر راہِ راست پر نہ آئے اور حق کی طرف رجوع نہ ہوئے تو معلوم ہوا کہ قدیم قانون کے موافق خدا کی مشیت یہ ہی ہے کہ تم کو تمہاری پسند کردہ گمراہی میں چھوڑے رکھے۔ بلاشبہ اگر تم اتنے بڑے بڑے نشان دیکھ کر اُس کی طرف رجوع ہوتے تو وہ اپنی عادت کے موافق تم کو آگے بڑھاتا اور حقیقی کامیابی تک پہنچنے کی راہیں دکھاتا۔ جب تم نے خود یہ نہ چاہا تو اُس کی حکمت بھی اسی کو مقتضی ہے کہ تمہیں مجبور نہ کرے۔ پھر فرمائشی نشان دکھلانے کی کیا ضرورت رہی؟ بلکہ نہ دکھلانے میں تمہارا فائدہ ہے کیونکہ سنت اللہ یہ ہے کہ فرمائشی نشان اُسی وقت دکھلائے جاتے ہیں جب کسی قوم کا تباہ کرنا مقصود ہو۔ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے فرمایا: اے محمد! اگر تم چاہو تو ہم ان کو فرمائشی نشان دکھلا دیں، اُس پر بھی نہ مانیں تو ایسا عذاب بھیجا جائے گا جو دنیا میں کسی پر نہ آیا ہو۔ اور اگر تم چاہو تو رحمت و توبہ کا دروازہ کھلا رکھیں۔ آپ نے دوسری شق کو اختیار فرمایا، چنانچہ یہ ہی معاندانہ فرمائشیں کرنے والے بہت سے بعد کو مسلمان ہو گئے۔

فائدہ:[۴۸] ذکر اللہ سے سکون و اطمینان ملتا ہے:...... یہ خدا کی طرف رجوع ہونے والوں کا بیان ہوا۔ یعنی اُن کو دولتِ ایمان نصیب ہوتی ہے اور ذکر اللہ (خدا کی یاد) سے چین اور اطمینان حاصل کرتے ہیں۔ کیونکہ سب سے بڑا ذکر تو قرآن ہے ﴿اِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا الذِّكۡرَ وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوۡنَ﴾ جسے پڑھ کر اُن کے دلوں میں یقین کی کیفیت پیدا ہوتی ہے۔ شبہات اور وساوس شیطانیہ دُور ہو کر سکون و اطمینان میسر آتا ہے۔ ایک طرف اگر حق تعالیٰ کی عظمت و مہابت دلوں میں خوف و خشیت پیدا کرتی ہے تو دوسری طرف لا محدود رحمت و مغفرت کا ذکر قلبی سکون و راحت کے سامان بہم پہنچاتا ہے۔ غرض اُن کا دل ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کی طرف جم جاتا ہے اور ذکر اللہ کا نور اُن کے قلوب سے ہر طرح کی دنیوی وحشت اور گھبراہٹ کو دُور کر دیتا ہے۔

فائدہ:[۴۹] اضطراب و وحشت سے چھٹکارا ملتا ہے:...... یعنی دولت، حکومت، منصب، جاگیر یا فرمائشی نشانات کا دیکھ لینا، کوئی چیز انسان کو حقیقی سکون و اطمینان سے ہم آغوش نہیں کر سکتی۔ صرف یادِ الٰہی سے جو تعلق مع اللہ حاصل ہوتا ہے وہ ہی ہے جو دلوں کے اضطراب و وحشت کو دُور کر سکتا ہے۔

فَائِدَہ: [۵۰] ...... مترجم محقق رحمۃ اللہ علیہ نے "طوبیٰ" کے لغوی معنی لیے ہیں، اسی کے اندر جنت کا وہ درخت بھی آ گیا جسے حدیث صحیح میں "طوبیٰ" کے نام سے موسوم فرمایا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ طُوْبٰی لَھُمْ وَحُسْنُ مَاٰبٍ ﴿۲۹﴾ كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِیْٓ اُمَّةٍ قَدْ

جو لوگ ایمان لائے اور کام کیے اچھے خوشحالی ہے ان کے واسطے اور اچھا ٹھکانا ف۵۰ اسی طرح تجھ کو بھیجا ہم نے ایک امت میں

خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَا۟ عَلَیْهِمُ الَّذِیْٓ اَوْحَیْنَآ اِلَیْكَ وَهُمْ یَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ

کہ گزر چکی ہیں اس سے پہلے بہت امتیں تا کہ سنا دے تو ان کو جو حکم بھیجا ہم نے تیری طرف ف۵۱ اور وہ منکر ہوتے ہیں رحمان سے ف۵۲

قُلْ هُوَ رَبِّیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَیْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَیْهِ مَتَابِ ﴿۳۰﴾ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُیِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ

تو کہہ وہی رب میرا ہے کسی کی بندگی نہیں اسکے سوا، اسی پر میں نے بھروسہ کیا ہے اور اسی کی طرف آتا ہوں رجوع کر کے۔ ف۵۳ اور اگر کوئی قرآن ہوا ہوتا کہ چلیں

اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰی ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِیْعًا ؕ اَفَلَمْ یَایْـَٔسِ الَّذِیْنَ

اس سے پہاڑ یا ٹکڑے ہووے اس سے زمین یا بولیں اس سے مردے تو کیا ہوتا بلکہ سب کام تو اللہ کے ہاتھ میں ہیں ف۵۴ سو کیا خاطر جمع نہیں ایمان والوں کو

اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَی النَّاسَ جَمِیْعًا ؕ وَلَا یَزَالُ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا تُصِیْبُهُمْ بِمَا

اس پر اگر چاہے اللہ تو راہ پر لائے سب لوگوں کو ف۵۵ اور برابر پہنچتا رہے گا منکروں کو ان کے کرتوت

صَنَعُوْا قَارِعَةٌ اَوْ تَحُلُّ قَرِیْبًا مِّنْ دَارِهِمْ حَتّٰی یَاْتِیَ وَعْدُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یُخْلِفُ الْمِیْعَادَ ﴿۳۱﴾ ع ۱۰

پر صدمہ یا اترے گا ان کے گھر سے نزدیک جب تک کہ پہنچے وعدہ اللہ کا بے شک، اللہ خلاف نہیں کرتا اپنا وعدہ ف۵۶

فَائِدَہ: [۵۱] حسب سابق معاملہ ہوگا: ...... یعنی جس طرح ہم اپنی طرف رجوع ہونے والوں کو کامیابی کی راہ دکھاتے ہیں، اسی طرح اس اُمت کی رہنمائی کے لیے ہم نے تجھے مبعوث کیا تا جو کتاب اپنی رحمت کاملہ سے تجھ پر اتاری ہے آپ ان کو پڑھ کر سنا دیں۔ آپ کا پیغمبر بنا کر بھیجا جانا کوئی انوکھی بات نہیں پہلی اُمتوں کی طرف بھی پیغمبر بھیجے جا چکے ہیں جو اُس وقت تکذیب کرنے والوں کا حشر ہوا ان لوگوں کو بھی پیش نظر رہنا چاہیے۔

فَائِدَہ: [۵۲] رحمٰن سے انکار: ...... یعنی رحمٰن نے اپنی رحمتِ کاملہ سے قرآن اُتارا ﴿اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝﴾ اور آپ کو رحمۃ للعالمین بنا کر بھیجا، مگر انہوں نے سخت ناشکری اور کفرانِ نعمت پر کمر باندھ لی۔ رحمٰن کا حق ماننے سے منکر ہو گئے بلکہ اس نام سے ہی وحشت کھانے لگے۔ اسی لیے "حدیبیہ" کے صلح نامہ میں بسم اللہ الرحمن الرحیم لکھنے پر جھگڑا کیا ﴿وَاِذَا قِیْلَ لَهُمُ اسْجُدُوْا لِلرَّحْمٰنِ قَالُوْا وَمَا الرَّحْمٰنُ﴾ [فرقان:۶۰]۔

فَائِدَہ: [۵۳] ...... یعنی جس رحمٰن سے تم انکار کرتے ہو وہ ہی میرا رب ہے اور وہ ہی اللہ ہے جس کا کوئی شریک نہیں ﴿قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَیًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی﴾ [بنی اسرائیل:۱۱۰] میرا آغاز وانجام سب اُسی کے ہاتھ میں ہے، میں اُسی پر توکل کرتا ہوں۔ نہ تمہارے انکار وتکذیب سے مجھے ضرر کا اندیشہ ہے، نہ اُس کی امداد واعانت سے مایوس ہوں۔

فائدہ: [۵۴] فضائل قرآن اور کفار کی ہٹ دھرمی: ...... یہاں قرآن سے مراد عام کتاب ہے جیسا کہ ایک حدیث صحیح میں "زبور" پر لفظ قرآن کا اطلاق ہوا ہے یعنی اگر کوئی کتاب ایسی اتاری جاتی جس سے تمہارے یہ فرمائشی نشان پورے ہو جاتے تو وہ بجز اس قرآن کے اور کونسی ہو سکتی تھی۔ یہ ہی قرآن ہے جس نے رُوحانی طور پر پہاڑوں کی طرح جمے ہوئے لوگوں کو اُن کی جگہ سے ہٹا دیا، قلوب بنی آدم کی زمینوں کو پھاڑ کر معرفتِ الٰہی کے چشمے جاری کر دیے، وصول الی اللہ کے راستے برسوں کی جگہ منٹوں میں طے کرائے، مردہ قوموں اور دلوں میں ابدی زندگی کی روح پھونک دی۔ جب ایسے قرآن سے تم کو شفاء ہدایت نصیب نہ ہوئی تو فرض کرو تمہاری طلب کے موافق اگر یہ قرآن مادی اور حسی طور پر بھی وہ سب چیزیں دکھلا دیتا جن کی فرمائش کرتے ہو۔ تب ہی کیا اُمید تھی کہ تم ایمان لے آتے اور نئی حجتیں اور کج بحثیاں شروع نہ کرتے؟ تم ایسے ضدی اور سرکش واقع ہوئے ہو کہ کسی نشان کو دیکھ کر ایمان لانے والے نہیں۔ اصل یہ ہے کہ سب کام (ہدایت واضلال) اللہ کے ہاتھ میں ہیں جسے وہ نہ چاہے قیامت تک ہدایت نہیں ہو سکتی۔ لیکن وہ اسی کو چاہتا ہے جو اپنی طرف سے قبولِ حق کی خواہش اور تڑپ رکھتا ہو۔

فائدہ: [۵۵] معاندین کی فرمائشیں پوری کرنے کی ضرورت نہیں ہے: ...... شاید بعض مسلمانوں کو خیال گذرا ہوگا کہ ایک مرتبہ اُن کی فرمائش ہی پوری کر دی جائے شاید ایمان لے آئیں، اُن کو سمجھایا کہ خاطر جمع رکھو اگر خدا چاہے تو بدون ایک نشان دکھلائے ہی سب کو راہِ راست پر لے آئے لیکن یہ اُسکی عادت و حکمت کے خلاف ہے۔ اُس نے انسان کو ایک حد تک کسب و اختیار کی آزادی دے کر ہدایت کے کافی اسباب فراہم کر دیے، جو چاہے اُن سے منتفع ہو۔ کیا ضرورت ہے کہ اُن کی فرمائشیں پوری کی جائیں؟ باوجود کافی سامان ہدایت موجود ہونے کے اگر معاندین نہیں مانتے اور اپنے ایمان کو بے ہودہ فرمائشوں پر معلق کرتے ہیں تو ہم نے یہ ارادہ بھی نہیں کیا کہ ساری دنیا کو ضرور منوا ہی دیا جائے: ﴿لَاَمۡلَـَٔنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الۡجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجۡمَعِيۡنَ۝﴾ [ھود:۱۱۹] والی بات بھی تو پوری ہو کر رہے گی۔

فائدہ: [۵۶] کفار کا علان: ...... یعنی یہ کفارِ مکہ فرمائشی نشانوں سے ماننے والے نہیں یہ تو اس طرح مانیں گے کہ برابر کوئی آفت و مصیبت خود اِن پر یا اِن کے آس پاس والوں پر پڑتی رہے گی جسے دیکھ کر یہ عبرت حاصل کریں مثلاً جہاد میں مسلمانوں کے ہاتھوں سے کچھ قتل ہوں گے، کچھ قید کیے جائیں گے، کچھ دوسری طرح کے مصائب کا شکار ہوں گے، یہ ہی سلسلہ رہے گا۔ جب تک خدا کا وعدہ پورا ہو یعنی مکہ فتح ہو اور "جزیرۃ العرب" شرک کی گندگی سے پاک وصاف ہو جائے۔ بیشک خدا کا وعدہ اٹل ہے، پورا ہو کر رہے گا۔ بعض مفسرین نے ﴿اَوۡ تَحُلُّ قَرِيۡبًا مِّنۡ دَارِهِمۡ﴾ میں رسول اللہ ﷺ کی طرف خطاب مانا ہے یعنی آپ اُن کی بستی کے قریب اُتریں گے جیسا کہ حدیبیہ میں ہوا۔ اُس وقت "قارعۃ" سے وہ سرایا مراد ہوں گے جن میں آپ بہ نفسِ نفیس شریک نہ ہوتے تھے۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ آیت تمام کفار کے حق میں عام ہے، مکہ والوں کی تخصیص نہیں۔ واللہ اعلم!

وَلَقَدِ اسۡتُهۡزِئَ بِرُسُلٍ مِّنۡ قَبۡلِكَ فَاَمۡلَيۡتُ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا ثُمَّ اَخَذۡتُهُمۡ فَكَيۡفَ كَانَ

اور ٹھٹھا کر چکے ہیں کتنے رسولوں سے تجھ سے پہلے سو ڈھیل دی میں نے منکروں کو پھر ان کو پکڑ لیا سو کیسا تھا

عِقَابِ ۝۳۲ اَفَمَنۡ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفۡسٍۢ بِمَا كَسَبَتۡ ۚ وَجَعَلُوۡا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلۡ سَمُّوۡهُمۡ ؕ

میرا بدلہ ف۵۷ بھلا جو لیے کھڑا ہے ہر کسی کے سر پر جو کچھ اس نے کیا ہے اور مقرر کرتے ہیں اللہ کے لیے شریک ف۵۸ کہہ ان کا نام لو ف۵۹

اَمۡ تُنَبِّـُٔوۡنَهٗ بِمَا لَا يَعۡلَمُ فِى الۡاَرۡضِ اَمۡ بِظَاهِرٍ مِّنَ الۡقَوۡلِ ؕ بَلۡ زُيِّنَ لِلَّذِيۡنَ كَفَرُوۡا

یا اللہ کو بتلاتے ہو جو وہ نہیں جانتا زمین میں ف۶۰ یا کرتے ہو اوپر ہی اوپر باتیں ف۶۱ یہ نہیں بلکہ بھلے سجھا دیے ہیں منکروں کو ان کے

مَكْرُهُمْ وَصُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ۗ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ﴿۳۳﴾ لَهُمْ عَذَابٌ فِي

فریب اور وہ روک دیئے گئے ہیں راہ سے ف۶۲ اور جس کو گمراہ کرے اللہ سو کوئی نہیں اس کو بتانے والا ف۶۳ ان کو مار پڑتی ہے

الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَلَعَذَابُ الْاٰخِرَةِ اَشَقُّ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنَ اللّٰهِ مِنْ وَّاقٍ ﴿۳۴﴾ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ

دنیا کی زندگی میں ف۶۴ اور آخرت کی مار تو بہت ہی سخت ہے اور کوئی نہیں ان کو اللہ سے بچانے والا ف۶۵ حال جنت کا جس کا

وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ۗ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۗ اُكُلُهَا دَآئِمٌ وَّظِلُّهَا ۗ تِلْكَ عُقْبَى الَّذِيْنَ اتَّقَوْا ۖ

وعدہ ہے پرہیزگاروں سے، بہتی ہیں اس کے نیچے نہریں، میوہ اس کا ہمیشہ ہے ف۶۶ اور سایہ بھی، یہ بدلہ ہے ف۶۷ ان کا جو ڈرتے رہے ف۶۸

وَّعُقْبَى الْكٰفِرِيْنَ النَّارُ ﴿۳۵﴾

اور بدلہ منکروں کا آگ ہے ف۶۹

فائدہ:[۵۷] ...... یعنی سزا ملنے میں دیر ہو تو مت سمجھو کہ چھوٹ گئے، گذشتہ مجرموں کو بھی پہلے ڈھیل دی گئی، پھر جب پکڑا تو دیکھ لو کیا حشر ہوا۔ آج تک اُن کی تباہی کی داستانیں زبانوں پر ہیں۔

فائدہ:[۵۸] اپنے وجود سے بے خبر معبودان باطلہ عظیم الشان اور علیم الکل خدا کے شریک نہیں ہو سکتے: ...... یعنی جو خدا ہر شخص کے ہر عمل کی ہر وقت نگرانی رکھتا ہے، ایک لحہ کسی سے غافل نہیں۔ ذرا کوئی شرارت کرے اُسی وقت تنبیہ کر سکتا اور سزا دے سکتا ہے کیا مجرم اُس سے چھوٹ کر کہیں بھاگ سکتے ہیں؟ یا اُسکی مثل پتھر کی وہ مورتیاں ہو سکتی ہیں جو نہ دیکھتی ہیں، نہ سنتی ہیں، نہ اپنے یا دوسرے کے نفع وضرر کا کچھ اختیار رکھتی ہیں۔ تعجب ہے کہ ایسے خدا کی موجودگی میں انسان ایسی عاجز وحقیر مخلوق کے آگے سر جھکائے اور اُسکو خدائی کے اختیارات تفویض کر دے۔ اس ظلم کی بھی کوئی انتہا ہے کہ علیم الکل اور بہمہ صفت موصوف خدا کے شریک وہ ہوں جنہیں خود اپنے وجود کی خبر نہیں۔ خوب سمجھ لو کہ جو کچھ ہم خفیہ یا علانیہ کرتے ہیں سب خدا کی آنکھ کے سامنے ہے، لوگوں کی ان مشرکانہ گستاخیوں سے وہ بے خبر نہیں، جلد یا بدیر سزا مل کر رہے گی۔

فائدہ:[۵۹] ...... یعنی ذرا آگے بڑھ کر اُن شرکاء کے نام تو لو اور پتے تو بتاؤ، کیا خداوند قدوس کی یہ صفات سن کر جو اُوپر بیان ہوئیں کوئی حیادار اُن پتھروں کا نام بھی لے سکتا ہے؟ اور بے حیائی سے ''لات'' و ''عزیٰ'' کے نام لینے لگو تو کیا کوئی عاقل اُدھر التفات کر سکتا ہے؟

فائدہ:[۶۰] تمام روئے زمین پر خدائی کا کوئی شریک نہیں: ...... یعنی خدا کو تمام رُوئے زمین پر اپنی خدائی کا کوئی شریک (حصہ دار) معلوم نہیں (کیونکہ ہے ہی نہیں جو معلوم ہو) کیا تم اُسے وہ چیز بتلاؤ گے جسے وہ نہیں جانتا؟ (العیاذ باللہ)۔ (تنبیہ) زمین کی قید اس لیے لگائی کہ بت پرستوں کے نزدیک شرکاء (اصنام) کی قیام گاہ یہ ہی زمین تھی۔ ابو حیان رحمۃ اللہ علیہ نے لَا يَعْلَمُ کی ضمیر ''مَا'' کی طرف لوٹائی ہے۔ یعنی کیا خدا کو بتلاتے ہو کہ آپ کی خدائی کے حصہ دار وہ بت ہیں جو ادنیٰ سا علم بھی نہیں رکھتے؟

فائدہ:[۶۱] یہ اوپر اوپر کی بے حقیقت باتیں ہیں: ...... پہلے فرمایا تھا اُن شرکاء کا ذرا نام لو، پھر متنبہ فرمایا کہ جس چیز کا واقع میں ثبوت ہی نہیں اُس کا نام کیا لیا جا سکتا ہے؟ اب بتلاتے ہیں کہ کسی چیز کو خدا کا شریک ٹھہرانا خالی الفاظ اور صوت محض ہے جس کے نیچے کوئی حقیقت نہیں، مجرد ظن وتخمین اور باطل اوہام سے چند بے معنی الفاظ بامعنی نہیں بن جاتے۔ شاید ﴿بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ﴾ میں ادھر بھی اشارہ ہو کہ جو مشرکانہ باتیں وہ کر رہے ہیں اگر کورانہ تقلید وتعصب سے خالی ہو کر اپنے ضمیر کی طرف رجوع کریں تو خود اُن کا ضمیر بھی ان لغویات سے انکار

کرے گا۔ اس لیے کہنا چاہیے کہ یہ سب اُوپر اُوپر کی باتیں ہیں جن کو انسانی ضمیر اور انسانی فطرت دونوں مردود ٹھہرا چکے ہیں۔

فائدہ:[۶۲]......یعنی کچھ بھی نہیں۔ شرک کی حمایت میں اُن کی یہ مستعدی اور توحید کے مقابلہ میں اس قدر جدوجہد خالی نفس کا دھوکہ اور شیطان کا فریب ہے، اسی نے اُن کو راہ حق سے روک دیا ہے۔

فائدہ:[۶۳]......یعنی جسے خدا ہدایت کی توفیق نہ دے اسے کون راہ پر لاسکتا ہے؟ اور وہ اُسی کو توفیق دیتا ہے جو باختیار خود ہدایت کے دروازے اپنے اُوپر بند نہ کرلے۔

فائدہ:[۶۴]......مجاہدین کے ہاتھوں سے یا بلاواسطہ قدرت کی طرف سے۔

فائدہ:[۶۵]......یعنی بے سزا دیے چھوڑے گا نہیں، پھر وہاں کی سزا کا کیا پوچھنا۔

فائدہ:[۶۶]......جس کی کوئی نوع کبھی ختم نہ ہوگی اور ہمیشہ وہ ہی ملے گا جس کی خواہش کریں گے: ﴿لَّا مَقْطُوْعَةٍ وَّلَا مَمْنُوْعَةٍ﴾ [واقعہ:۳۳]

فائدہ:[۶۷]......یعنی سایہ بھی ہمیشہ آرام دہ رہے گا۔ نہ کبھی دھوپ کی تپش ہوگی نہ سردی کی تکلیف: ﴿لَا یَرَوْنَ فِیْهَا شَمْسًا وَّلَا زَمْهَرِیْرًا﴾ [دھر:۱۳]

فائدہ:[۶۸]......یعنی خدا سے ڈر کر شرک و کفر کو چھوڑے رکھا۔

فائدہ:[۶۹]......اہلِ حق اور اہلِ باطل کا انجام ایک دوسرے کے بالمقابل بیان فرمایا: "وَبِضِدِّهَا تَتَبَیَّنُ الْاَشْیَاءُ۔"

وَالَّذِیْنَ اٰتَیْنٰهُمُ الْكِتٰبَ یَفْرَحُوْنَ بِمَاۤ اُنْزِلَ اِلَیْكَ وَمِنَ الْاَحْزَابِ مَنْ یُّنْكِرُ بَعْضَهٗ ؕ

اور وہ لوگ جن کو ہم نے دی ہے کتاب خوش ہوتے ہیں اس سے جو نازل ہوا تجھ پر ف ۱ اور بعضے فرقے نہیں مانتے اس کی بعض بات ف ۲ کہہ مجھ کو

قُلْ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَاۤ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَیْهِ اَدْعُوْا وَاِلَیْهِ مَاٰبِ ۝۳۶ وَكَذٰلِكَ اَنْزَلْنٰهُ

یہی حکم ہوا ہے کہ بندگی کروں اللہ کی اور شریک نہ کروں اس کا، اسی کی طرف بلاتا ہوں اور اسی کی طرف ہے، میرا ٹھکانا ف ۲ اور اسی طرح اتارا ہم نے

حُكْمًا عَرَبِیًّا ؕ وَلَئِنِ اتَّبَعْتَ اَهْوَآءَهُمْ بَعْدَ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ ۙ مَا لَكَ مِنَ اللّٰهِ مِنْ

یہ کلام حکم عربی زبان میں ف ۳ اور اگر تو چلے ان کی خواہش کے موافق بعد اس علم کے جو تجھ کو پہنچ چکا کوئی نہیں تیرا اللہ سے حمایتی

ع ۶ / ۱۱ وَّلِیٍّ وَّلَا وَاقٍ ۝۳۷ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ وَجَعَلْنَا لَهُمْ اَزْوَاجًا وَّذُرِّیَّةً ؕ وَمَا كَانَ

اور نہ بچانے والا ف ۴ اور بھیج چکے ہیں ہم کتنے رسول تجھ سے پہلے اور ہم نے دی تھیں ان کو جورُوئیں اور اولاد اور نہیں ہوا

لِرَسُوْلٍ اَنْ یَّاْتِیَ بِاٰیَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ لِكُلِّ اَجَلٍ كِتَابٌ ۝۳۸ یَمْحُوا اللّٰهُ مَا یَشَآءُ وَیُثْبِتُ ۖۚ

کسی رسول سے کہ وہ لے آئے کوئی نشانی مگر اللہ کے اذن سے ہر ایک وعدہ ہے لکھا ہوا ف ۵ مٹاتا ہے اللہ جو چاہے اور باقی رکھتا ہے

وَعِنْدَهٗۤ اُمُّ الْكِتٰبِ ۝۳۹ وَاِنْ مَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِنَّمَا عَلَیْكَ

اور اسی کے پاس ہے اصل کتاب ف ۶ اور اگر دکھلائیں ہم تجھ کو کوئی وعدہ جو ہم نے کیا ہے ان سے یا تجھ کو اٹھالیویں سو تیرا ذمہ تو

الْبَلٰغُ وَعَلَيْنَا الْحِسَابُ ﴿٤٠﴾

پہنچا دینا ہے اور ہمارا ذمہ ہے حساب لینا ۷۷

فائدہ: [۷۰] نزول قرآن پر منصف مزاج حق پرستوں کی خوشی: ......جن کو اب قرآن دیا ہے (یعنی مسلمان) اور جن کو پہلے ''تورات'' و ''انجیل'' وغیرہ دی گئی (یعنی یہود و نصاریٰ) اُس چیز کو سن کر خوش ہوتے ہیں جو آپ ﷺ پر نازل کی گئی۔ مسلمانوں کا خوش ہونا تو ظاہر ہے کہ وہ اسی کتاب کو فلاحِ دارین کی کلید جانتے تھے، باقی یہود و نصاریٰ میں جو لوگ اہلِ علم و انصاف اور فی الجملہ حق پرست تھے اُن کے لیے بھی ایک طرح مسرت کا موقع تھا کیونکہ وہ دیکھتے تھے کہ قرآنِ کریم کیسی فراخ دلی سے اُن کی اصل کتابوں کی تصدیق اور اُن کے انبیاء کی تعریف و تعظیم میں رطب اللسان ہے بلکہ سچے احبار و رُہبان کے وجود کو بھی معرض مدح میں پیش کرتا ہے ﴿ذٰلِكَ بِأَنَّ مِنْهُمْ قِسِّيْسِيْنَ وَرُهْبَانًا﴾ [مائدہ:۸۲] چنانچہ اسی قسم کے منصف و حق پرست یہود و نصاریٰ آخر کار مشرف باسلام ہوئے۔

فائدہ: [۷۱] جاہلوں اور منکروں کی ناخوشی: ......یعنی یہود و نصاریٰ یا عرب کے جاہلوں میں وہ جماعتیں بھی ہیں جو قرآن سے اس لیے ناخوش ہیں کہ انہیں اُس کی بعض چیزوں سے انکار ہے اور یہ وہی چیزیں ہیں جو اُن کی تحریف و تبدیل یا آراء و اہواء کے خلاف قرآن نے بیان کی ہیں۔

فائدہ: [۷۲] خلاف و انکار سے بے نیاز دعوتِ توحید اور اتباع: ......یعنی کوئی خوش ہو یا ناخوش، میں تو اُسی خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ کی بندگی کرتا ہوں جس کو سب انبیاء اور ملل بالاتفاق مانتے چلے آئے۔ اُسی کے احکام و مرضیات کی طرف ساری دنیا کو دعوت دیتا ہوں اور خوب جانتا ہوں کہ میرا انجام اُسی کے ہاتھ میں ہے، میں اُسی کی طرف رجوع کرتا ہوں، وہیں میرا ٹھکانا ہے وہ ہی مجھ کو آخر کار غالب و منصور اور مخالفین کو مغلوب و رسوا کرے گا۔ لہٰذا کسی کے خلاف و انکار کی مجھے قطعاً پروا نہیں۔

فائدہ: [۷۳] جامع و معجز کتاب پر شوکت زبان میں: ......یعنی جیسے پیشتر دوسری کتابیں اُتاری گئیں، اِس وقت یہ قرآن اُتارا جو عظیم الشان معارف و حکم پر مشتمل اور حق و باطل کا آخری فیصلہ کرنے والا ہے۔ پھر جس طرح ہر پیغمبر کو اُسی زبان میں کتاب دی گئی جو اُس کی قومی زبان تھی ایسے ہی محمد عربی ﷺ کو عربی قرآن دیا گیا۔ بلاشبہ قرآن جیسی معجز و جامع کتاب ایسی ہی زبان میں نازل ہونی چاہیے تھی جو نہایت بلیغ، وسیع، جامع، منضبط، واضح، پر مغز اور پر شوکت ہونے کی وجہ سے ''اُم الالسنۃ'' اور ''ملکۃ اللغات'' کہلانے کی مستحق ہے۔

فائدہ: [۷۴] علم عظیم کی پیروی کرتے رہو: ......یعنی کسی کے انکار و ناخوشی کی ذرہ بھی پروانہ کرو۔ حق تعالیٰ نے جو علم عظیم تم کو دیا ہے اُسکی پیروی کرتے رہو۔ اگر بالفرض تم اِن لوگوں کی خواہشات کی طرف جھک گئے تو اُسکے وبال سے کون بچا سکتا ہے؟ یہ خطاب ہر طالب حق کو ہے، اور اگر حضور ﷺ مخاطب ہیں تو آپ کو سامنے رکھ کر دوسروں کو سنانا مقصود ہے جیسا کہ پہلے متعدد مواضع میں اِس کی نظائر گذر چکیں۔

فائدہ: [۷۵] تمام انبیاء بشر اور خدائی اذن کے پابند تھے: ......یعنی پیغمبر عربی ﷺ کوئی کتاب اور نئے احکام دیکر بھیجا گیا اچنبھے کی بات ہوگئی جو اتنی حجتیں نکالی جاتی ہیں۔ آخر ان سے پہلے بھی ہم نے جو پیغمبر بھیجے وہ آسمان کے فرشتے نہ تھے اسی دنیا کے رہنے والے آدمی تھے، جو کھانا کھاتے اپنی ضروریات اپنے ہاتھوں سے انجام دیتے اور بیوی بچے رکھتے تھے۔ اُن میں کسی کو یہ قدرت نہ تھی کہ لوگ جو نشانی مانگتے ضرور دکھلا دیتا بلکہ موجودہ پیغمبر کی طرح ہر چیز میں خدائی اذن کے منتظر رہتے تھے وہ ہی نشان دکھاتے اور وہ ہی احکام سناتے تھے جسکا اذن خدا کے یہاں سے ہوتا۔ خدائی اذن کا حال یہ ہے کہ اسکے یہاں ہر زمانہ اور ہر قرن کے مناسب جداگانہ حکم لکھا ہوا ہے، اور ایک وعدہ ٹھہرا ہوا ہے جسکو نہ کوئی نبی بدل سکتا ہے نہ فرشتہ۔ پھر جب ہر ایک پیغمبر اپنے زمانہ کے مناسب احکام لائے اور اپنی صداقت کے نشان

دکھانے میں پبلک کی خواہشات کے پابند نہیں رہے، نہ اپنے کو حوائج بشریہ اور تعلقات معاشرت سے پاک اور برتر ظاہر کیا تو ان ہی چیزوں کا محمد رسول اللہ ﷺ میں پایا جانا انکار نبوت کی دلیل کیسے بن سکتی ہے؟

فائدہ:[۷۶] قضاو قدر کا مالک اللہ ہے اور تقدیر کی دو قسمیں:......یعنی اپنی حکمت کے موافق جس حکم کو چاہے منسوخ کرے، جسے چاہے باقی رکھے۔ جس قوم کو چاہے مٹائے، جسے چاہے اُس کی جگہ جمادے۔ جن اسباب کی تاثیر چاہے بدل ڈالے، جن کی چاہے نہ بدلے۔ جو وعدہ چاہے شرائط کی موجودگی میں ظاہر کرے، جو چاہے شرائط کے نہ پائے جانے کی بناپر موقوف کردے۔ غرض ہر قسم کی تبدیل وتغییر، محو واثبات نسخ واحکام اُسی کے ہاتھ میں ہے۔ قضاو قدر کے تمام دفاتر اُسی کے قبضہ میں ہیں اور سب تفصیلات ودفاتر کی جڑ جسے ''اُم الکتاب'' کہنا چاہیے اُسی کے پاس ہے یعنی ''علم ازلی محیط'' جو ہر قسم کے تبدل وتغیر سے قطعاً منزہ ومبری اور لوح محفوظ کا ماخذ ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''دنیا میں ہر چیز اسباب سے ہے، بعض اسباب ظاہر ہیں بعضے چھپے ہیں۔ اسباب کی تاثیر کا ایک طبعی اندازہ ہے، جب اللہ چاہے اس کی تاثیر اندازہ سے کم یا زیادہ کردے۔ جب چاہے ویسی ہی رکھے۔ آدمی کبھی کنکر سے مرتا ہے اور کبھی گولی سے بچتا ہے اور ایک اندازہ ہر چیز کا اللہ کے علم میں ہے جو ہرگز نہیں بدلتا، اندازے کو تقدیر کہتے ہیں۔ یہ دو تقدیریں ہوئیں ایک بدلتی ہے اور ایک نہیں بدلتی۔ جو تقدیر بدلتی ہے اُس کو معلق اور جو نہیں بدلتی اُس کو مبرم کہتے ہیں۔'' جن احادیث وآثار سے بعض افاضل کو قضاء مبرم کے بدلنے کا شبہ ہوا ہے اُن کے متعلق یہاں تفصیل کا موقع نہیں۔ ان شاء اللہ مستقل تفسیر میں لکھا جائے گا اگر خدا نے توفیق دی۔ وہو الموفق والمستعان۔

فائدہ:[۷۷] ہر چیز کا ایک وقت مناسب ہے:......یعنی جو وعدے اُن سے کیے گئے ہیں، ہم کو اختیار ہے کہ ان میں سے بعض آپ کے سامنے پورے کردیں یا آپ کی وفات کے بعد ظاہر کریں، نہ آپ کو اُن کے ظہور کی فکر میں پڑنا چاہیے اور نہ تاخیر وامہال دیکھ کر ان لوگوں کو بے فکر ہونا چاہیے۔ خدا کے علم میں ہر چیز کا ایک وقت مناسب ہے جس کے پہنچنے پر وہ ضرور ظاہر ہو کر رہے گی۔ آپ اپنا فرض (تبلیغ) ادا کیے جایئے تکذیب کرنے والوں کا حساب ہم خود بیباق کردیں گے۔

اَوَلَمۡ یَرَوۡا اَنَّا نَاۡتِی الۡاَرۡضَ نَنۡقُصُہَا مِنۡ اَطۡرَافِہَا ؕ وَاللّٰہُ یَحۡکُمُ لَا مُعَقِّبَ لِحُکۡمِہٖ ؕ

کیا وہ نہیں دیکھتے کہ ہم چلے آتے ہیں زمین کو گھٹاتے اس کے کناروں سے ف۷۸ اور اللہ حکم کرتا ہے کوئی نہیں کہ پیچھے ڈالے اس کا حکم ف۷۹

وَہُوَ سَرِیۡعُ الۡحِسَابِ ﴿۴۱﴾ وَقَدۡ مَکَرَ الَّذِیۡنَ مِنۡ قَبۡلِہِمۡ فَلِلّٰہِ الۡمَکۡرُ جَمِیۡعًا ؕ یَعۡلَمُ مَا

اور وہ جلد لیتا ہے حساب ف۸۰ اور فریب کر چکے ہیں جو ان سے پہلے تھے سو اللہ کے ہاتھ میں ہے سب فریب ف۸۱ جانتا ہے جو کچھ

تَکۡسِبُ کُلُّ نَفۡسٍ ؕ وَسَیَعۡلَمُ الۡکُفّٰرُ لِمَنۡ عُقۡبَی الدَّارِ ﴿۴۲﴾ وَیَقُوۡلُ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا لَسۡتَ

کماتا ہے ہر ایک جی ف۸۲ اور اب معلوم کیے لیتے ہیں کافر کہ کس کا ہوتا ہے پچھلا گھر ف۸۳ کہتے ہیں کافر تو بھیجا ہوا

مُرۡسَلًا ؕ قُلۡ کَفٰی بِاللّٰہِ شَہِیۡدًۢا بَیۡنِیۡ وَبَیۡنَکُمۡ ۙ وَمَنۡ عِنۡدَہٗ عِلۡمُ الۡکِتٰبِ ﴿۴۳﴾ ع ۱۶

نہیں آیا، کہہ دے اللہ کافی ہے گواہ میرے اور تمہارے بیچ میں ف۸۴ اور جس کو خبر ہے کتاب کی ف۸۵

فائدہ:[۷۸] اسلام پھیل رہا ہے:......یعنی سرزمین مکہ کے آس پاس اسلام کا اثر پھیلتا جاتا اور کفر کی عملداری گھٹتی جاتی ہے۔ بڑے بڑے قبائل اور اشخاص کے قلوب پر اسلام کا سکہ بیٹھ رہا ہے۔ اوس وخزرج کے دل حق وصداقت کے سامنے مفتوح ہو رہے ہیں۔ اس طرح

ہم آہستہ آہستہ کفر کی حکومت کو دباتے چلے آ رہے ہیں۔ کیا یہ روشن آثار ان مکذبین کو نہیں بتلاتے کہ خدا کا فیصلہ اُن کے مستقبل کے متعلق کیا ہو چکا ہے۔ ایک عقل مند سمجھ سکتا ہے کہ اسلام آج جس رفتار سے بڑھ رہا ہے وہ کسی طاقت سے رُکنے والا نہیں۔ لہٰذا انجام بینی اسی میں ہے کہ آنے والی چیز کو آئی ہوئی سمجھیں۔

فَائِدَہ: [۷۹]...... یعنی اُس کا تکوینی حکم اور فیصلہ اٹل ہے، جب وقت آ جائے تو کس کی طاقت ہے کہ ایک منٹ کے لیے ملتوی کر کے پیچھے ڈال دے۔

فَائِدَہ: [۸۰]...... یعنی جہاں حساب کا وقت آن پہنچا پھر دیر نہ لگے گی۔ یا جو چیز یقیناً آنے والی ہے اُسے جلد ہی سمجھو۔

فَائِدَہ: [۸۱] **خدا کی تدبیر سب پر غالب:**...... وہ نہ چاہے تو سب فریب رکھے رہ جائیں، یا یہ کہ خدا اُن کے فریب کا توڑ کرتا ہے۔ ''مکر'' اصل میں خفیہ تدبیر کو کہتے ہیں، اگر برائی کے لیے کی جائے بری ہے اور برائی کو دور کرنے کے لیے ہو تو اچھی ہے۔ یعنی انہوں نے چھپ چھپ کرنا پاک تدبیریں کیں لیکن خدا کی تدبیر سب پر غالب رہی، اُس نے وہ تدبیریں اُن ہی پر اُلٹ دیں ﴿وَلَا يَحِيقُ الْمَكْرُ السَّيِّئُ إِلَّا بِأَهْلِهِ﴾ [فاطر: ۴۳]

فَائِدَہ: [۸۲]...... یعنی جس سے کوئی حرکت وسکون اور کھلا چھپا کام پوشیدہ نہیں اُس کے آگے کسی کا مکر کیا چل سکتا ہے۔ وہ ان مکاروں کو خوب مزا چکھائے گا۔

فَائِدَہ: [۸۳]...... یعنی جیسے اگلوں نے اپنے مکر کا انجام دیکھ لیا، موجودہ کفار کو بھی قدر عافیت معلوم ہوا چاہتی ہے۔

فَائِدَہ: [۸۴] **صداقت مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر قرآن گواہ ہے:**...... یعنی تمہارے جھٹلانے سے کچھ نہیں ہوتا، جب کہ خداوند قدوس میری صداقت کے بڑے بڑے نشان دکھلا رہا ہے۔ قرآن جو اُس کا کلام ہے، جیسے اپنے کلام الٰہی ہونے کی شہادت دیتا ہے اسی طرح میرے پیغمبر برحق ہونے کا گواہ ہے۔ اگر آنکھیں کھول کر دیکھو تو سخت ناموافق حالات میں سچ کا اس شان سے پھیلتے جانا اور دشمنوں تک کے دلوں میں گھر کرنا، اور جھوٹ کا مغلوب و مقہور ہو کر سمٹتے رہنا خدا کی طرف سے کھلی ہوئی گواہی میری حقانیت کی ہے۔

فَائِدَہ: [۸۵] **اہل علم بھی گواہ ہیں:**...... یعنی جن کو قرآن کا علم اور اُس کے حقائق کی خبر ہو گئی ہے وہ بھی دل سے گواہ ہیں کہ میں نے کچھ جھوٹ نہیں بنایا، نیز جنہیں پہلی کتب سماویہ اور اُن کی پیشین گوئیوں کی اطلاع ہے اُن کے دل گواہی دیتے ہیں کہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم ٹھیک اُن پیشین گوئیوں کے مطابق تشریف لائے ہیں جو سیکڑوں برس پیشتر موسیٰ اور مسیح کر چکے تھے، علیہما وعلیٰ نبینا الصلوٰۃ والسلام۔ اے خدا! تو گواہ رہ کہ جس چیز کی گواہی تو نے اور تیری کتاب والوں نے دی، یہ عاجز خاطی بھی صدق دل سے اُس کی گواہی دیتا ہے۔

تم سورۃ الرعد بعون اللہ وحسن توفیقہ۔

آیاتہا ۵۳ ۱۴ سُوْرَۃُ اِبْرٰهِيْمَ مَكِّيَّةٌ ۷۲ رکوعاتہا ۷

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى

الٓرٰ یہ ایک کتاب ہے کہ ہم نے اتاری تیری طرف کہ تو نکالے لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کی طرف ان کے رب کے حکم سے وا راستہ پر [راہ، طرف] اس

صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ۝۱ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ

زبردست خوبیوں والے اللہ کے اللہ کا ہے جو کچھ کہ موجود ہے آسمانوں میں اور جو کچھ ہے زمین میں وا اور مصیبت ہے کافروں کو

مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِۨ ۝۲ الَّذِيْنَ يَسْتَحِبُّوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا عَلَى الْاٰخِرَةِ وَيَصُدُّوْنَ عَنْ

ایک سخت عذاب سے وا جو کہ پسند رکھتے ہیں زندگی دنیا کی آخرت سے اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے

سَبِيْلِ اللّٰهِ وَيَبْغُوْنَهَا عِوَجًا ۭ اُولٰۗىِٕكَ فِيْ ضَلٰلٍۢ بَعِيْدٍ ۝۳ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا

اور تلاش کرتے ہیں اس میں کجی وہ راستہ بھول کر جا پڑے ہیں دور وا اور کوئی رسول نہیں بھیجا ہم نے مگر بولی

بِلِسَانِ قَوْمِهٖ لِيُبَيِّنَ لَهُمْ ۭ فَيُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَاۗءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ

بولنے والا اپنی قوم کی تاکہ ان کو سمجھائے وہ پھر راستہ بھلاتا ہے اللہ جس کو چاہے اور راستہ دکھلاتا ہے جس کو چاہے اور وہ ہے زبردست

الْحَكِيْمُ ۝۴ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰى بِاٰيٰتِنَآ اَنْ اَخْرِجْ قَوْمَكَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ڏ

حکمتوں والا وا اور بھیجا تھا ہم نے موسیٰ کو اپنی نشانیاں دے کر کہ نکال اپنی قوم کو اندھیروں سے اجالے کی طرف

وَذَكِّرْهُمْ بِاَيّٰىمِ اللّٰهِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ۝۵

اور یاد دلا ان کو دن اللہ کے، البتہ اس میں نشانیاں ہیں اس کو جو صبر کرنے والا ہے شکر گزار وے

فائدہ: [۱] عظیم الشان قرآن، رفیع الشان نبی اور اعلیٰ مقصد: ...... یعنی اس کتاب کی عظمتِ شان کا اندازہ اس بات سے کرنا چاہیے کہ ہم اُسکے اتارنے والے، اور آپ جیسی رفیع الشان شخصیت اُس کی اُٹھانے والی ہے اور مقصد بھی اس قدر اعلیٰ وارفع ہے جس سے بلند تر کوئی

مقصد نہیں ہوسکتا وہ یہ کہ خدا کے حکم وتوفیق سے تمام دنیا کے لوگوں کو خواہ عرب ہوں یا عجم، کالے ہوں یا گورے، مزدور ہوں یا سرمایہ دار، بادشاہ ہوں یا رعایا۔ سب کو جہالت واوہام کی گھٹا ٹوپ اندھیریوں سے نکال کر معرفت وبصیرت اور ایمان وایقان کی روشنی میں کھڑا کرنے کی کوشش کی جائے۔

فائدہ: [۲] ......یعنی صحیح معرفت کی روشنی میں اُس راستہ پر چل پڑیں جو زبردست وغالب، ستودہ صفات [اچھے اوصاف والا]، شہنشاہِ مطلق اور مالک الکل خدا کا بتایا ہوا اور اُس کے مقامِ رضا تک پہنچانے والا ہے۔

فائدہ: [۳] ......یعنی جو لوگ ایسی کتاب نازل ہونے کے بعد کفر وشرک اور جہالت وضلالت کی اندھیری سے نہ نکلے اُن کو سخت عذاب اور ہلاکت خیز مصیبت کا سامنا ہے، آخرت میں یا دنیا میں بھی۔

فائدہ: [۴] **کافروں کی دنیا سے محبت اور کج روی وگمراہی:** ......یہ کافروں کا حال بیان فرمایا کہ اُن کا اوڑھنا بچھونا یہ ہی دنیا ہے، آخرت کے مقابلہ میں اسی کو پسند کرتے اور ترجیح دیتے ہیں، شب وروز اسی کی محبت میں غرق رہتے ہیں اور دوسروں کو بھی چاہتے ہیں کہ دنیا کی محبت میں پھنسا کر خدا تعالیٰ کی خوشنودی کے راستہ سے روک دیں۔ اسی لیے یہ فکر رہتی ہے کہ خدا کے دین میں کوئی عیب نکالیں اور سیدھے راستہ کو ٹیڑھا ثابت کریں۔ فی الحقیقت یہ لوگ راستہ سے بھٹک کر بہت ہی دُور جا پڑے ہیں جن کے واپس آنے کی توقع نہیں۔ خدا کی سخت مار پڑے گی تب آنکھیں کھلیں گی۔

فائدہ: [۵] **ہر پیغمبر اپنی قوم کا ہم زبان ہوتا ہے اور وحی قومی زبان میں آتی ہے:** ......یعنی جس طرح آپ کو ہم نے لوگوں کی ہدایت کے لیے یہ عظیم الشان کتاب عطا فرمائی، پہلے بھی ہر زمانہ میں سامانِ ہدایت بہم پہنچاتے رہے ہیں۔ چونکہ طبعی ترتیب کے موافق ہر پیغمبر کے اولین مخاطب اسی قوم کے لوگ ہوتے ہیں جس میں سے وہ پیغمبر اٹھایا جاتا ہے اس لیے اسی کی قومی زبان میں وحی بھیجی جاتی رہی، تا احکامِ الٰہیہ کے سمجھنے سمجھانے میں پوری سہولت رہے۔ نبی کریم ﷺ کی اُمتِ دعوت میں گو تمام جن وانس شامل ہیں، تاہم جس قوم میں سے آپ اُٹھائے گئے اُس کی زبان عربی تھی اور ترتیبِ طبعی کے موافق شیوعِ ہدایت کی یہ ہی صورت مقدر تھی کہ آپ کے اوّلین مخاطب اور مقدم ترین شاگرد ایسی سہولت اور خوبی سے قرآنی تعلیمات وحقائق کو سمجھ لیں اور محفوظ کرلیں کہ اُن کے ذریعہ سے تمام اقوامِ عالم اور آنے والی نسلیں درجہ بدرجہ قرآنی رنگ میں رنگی جاسکیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا عربوں نے اپنے نبی کی صحبت میں رہ کر اپنی قومی زبان میں جس سے انہیں بے حد شغف تھا، قرآنی علوم پر کافی دسترس پائی، پھر وہ مشرق ومغرب میں پھیل پڑے اور روم وفارس پر چھا گئے۔ اس وقت قدرت نے عجمی قوموں میں ایسا زبردست جوش اور داعیہ کلامِ الٰہی کی معرفت اور زبانِ عربی میں مہارت حاصل کرنے کا پیدا فرمادیا کہ تھوڑی مدت کے بعد وہ قرآنی علوم کی شرح وتبیین میں اپنے معاصر عربوں سے گوئے سبقت لے گئے بلکہ عموماً علومِ دینیہ وادبیہ کا مدار ثریا تک پرواز کرنے والے عجمیوں پر رہ گیا۔ اس طرح خدا کی حجت بندوں پر تمام ہوتی رہی اور وقتاً فوقتاً قرآنی ہدایات سے مستفید ہونے کے اسباب فراہم ہوتے رہے۔ فالحمد للہ علیٰ ذٰلک۔ بہرحال خاتم الانبیاء ﷺ کے خاص قومِ عرب میں سے اُٹھائے جانے کی اگر کچھ وجوہ موجود ہیں (اور یقیناً ہیں) تو اُن ہی وجوہ کے نتیجہ میں اس سوال کا جواب بھی آجاتا ہے کہ قرآن عربی زبان میں اتار کر خداوند عالم نے عربوں کی رعایت کیوں کی؟

فائدہ: [۶] **کسب واختیار کی آزادی:** ......یعنی تبیین وہدایت کے سامان مکمل کردیے پھر جس نے ان سامانوں سے منتفع ہونا چاہا اس کی دستگیری فرما کر راہ پر لگادیا جس نے روگردانی کی اُسے گمراہی میں چھوڑے رکھا۔ وہ زبردست اور غالب ہے، چاہے تو سب کو زبردستی راہِ ہدایت پر لگادے لیکن اُس کی حکمت مقتضی ہوئی کہ انسان کو کسب واختیار کی ایک حد تک آزادی دے کر رحمت وغضب دونوں کے مظاہر کو دنیا میں باقی رہنے دے۔

فَائِدَہ:[۷] بیتے لمحات کی یاد دہانی:...... "نشانیاں دے کر" یعنی معجزات دے کر جو "آیاتِ تسعہ" کے نام سے مشہور ہیں، یا آیاتِ تورات مراد ہوں۔ اور "یاددلاان کو دن اللہ کے" یعنی اُن دنوں کے واقعات یاد دلاؤ، جب اُن پر شدائد و مصائب کے پہاڑ ٹوٹے پھر اللہ تعالیٰ نے اُن سے نجات دی اور اپنی مہربانی مبذول فرمائی۔ کیونکہ دونوں قسم کے حالات سننے سے صابر و شاکر بندوں کو عبرت حاصل ہوتی ہے، کہ مصیبت کے وقت گھبرانا اور راحت کے وقت اِترانا نہیں چاہیے۔ جو لوگ پہلے کامیاب ہوئے ہیں وہ سختیوں پر صبر اور نعمائے الٰہیہ پر شکر کرنے سے ہوئے ہیں: ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۢ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ﴾ [اعراف:۱۳۷]

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ اَنْجٰىكُمْ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ يَسُوْمُوْنَكُمْ

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو یاد کرو اللہ کا احسان اپنے اوپر جب چھڑا دیا تم کو فرعون کی قوم سے وہ پہنچاتے تھے

سُوْٓءَ الْعَذَابِ وَيُذَبِّحُوْنَ اَبْنَآءَكُمْ وَيَسْتَحْيُوْنَ نِسَآءَكُمْ ۭ وَفِيْ ذٰلِكُمْ بَلَآءٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ

تم کو برا عذاب ف۸ اور ذبح کرتے تمہارے بیٹوں کو اور زندہ رکھتے تمہاری عورتوں کو اور اس میں مدد ہوئی تمہارے رب کی طرف

عَظِيْمٌ ۝ وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّكُمْ لَىِٕنْ شَكَرْتُمْ لَاَزِيْدَنَّكُمْ وَلَىِٕنْ كَفَرْتُمْ اِنَّ عَذَابِيْ لَشَدِيْدٌ ۝ ع

سے بڑی ف۹ اور جب سنا دیا تمہارے رب نے اگر احسان مانو گے تو اور بھی دوں گا تم کو ف۱۰ اور اگر ناشکری کرو گے تو میرا عذاب البتہ سخت ہے ف۱۱

وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ۝ اَلَمْ

اور کہا موسیٰ نے اگر کفر کرو گے تم اور جو لوگ زمین میں ہیں سارے تو اللہ بے پروا ہے سب خوبیوں والا ف۱۲ کیا نہیں

يَاْتِكُمْ نَبَؤُا الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ قَوْمِ نُوْحٍ وَّعَادٍ وَّثَمُوْدَ ڛ وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ڛ لَا

پہنچی تم کو خبر ان لوگوں کی جو پہلے تھے تم سے قوم نوح کی اور عاد اور ثمود اور جو ان سے پیچھے ہوئے، کسی

يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ ۭ جَاۗءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرَدُّوْٓا اَيْدِيَهُمْ فِيْٓ اَفْوَاهِهِمْ وَقَالُوْٓا اِنَّا

کو ان کی خبر نہیں مگر اللہ کو ف۱۳ آئے ان کے پاس ان کے رسول نشانیاں لے کر پھر لوٹائے انہوں نے اپنے ہاتھ اپنے منہ میں ف۱۴ اور بولے

كَفَرْنَا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ وَاِنَّا لَفِيْ شَكٍّ مِّمَّا تَدْعُوْنَنَآ اِلَيْهِ مُرِيْبٍ ۝

ہم نہیں مانتے جو تم کو دے کر بھیجا اور ہم کو تو شبہ ہے اس راہ میں جس کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو خلجان میں ڈالنے والا

فَائِدَہ:[۸]...... مثلاً تم کو غلام بنا رکھا تھا اور سخت بیگاریں لیتے تھے۔

فَائِدَہ:[۹] بنی اسرائیل کی "انعام" سے آزمائش:...... کہ تم کو غلامی کی ذلت سے نکالا اور دولتِ آزادی سے مالا مال کیا۔ ﴿بَلَاءٌ﴾ کے اصل معنی آزمائش کے ہیں، تکلیف و راحت دونوں حالتوں میں بندے کے صبر و شکر کی آزمائش ہے ﴿وَنَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَالْخَيْرِ فِتْنَةً﴾ [انبیاء:۳۵] ﴿وَبَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَالسَّيِّاٰتِ﴾ [اعراف:۱۶۸] چونکہ فرعونیوں سے نجات دینا بڑی نعمت تھی تو یہاں

آزمائش انعام سے ہوئی جسے مترجم محقق رحمۃ اللہ علیہ نے بطور حاصل معنی لفظ "مدد" سے تعبیر کیا۔ اس قسم کی آیت سورۂ بقرہ (آیت:۴۹) اور اعراف (آیت:۱۴۱) میں گذر چکی ہے، وہاں کے فوائد ملاحظہ کر لیے جائیں۔

فائدہ:[۱۰] شکر سے نعمتوں میں اضافہ ہوتا ہے:...... موسیٰ علیہ السلام کا مقولہ ہے یعنی وہ وقت بھی یاد کرو جب تمہارے پروردگار نے اعلان فرمادیا کہ اگر احسان مان کر زبان و دل سے میری نعمتوں کا شکر ادا کرو گے تو اور زیادہ نعمتیں ملیں گے، جسمانی و روحانی اور دنیوی و اُخروی ہر قسم کی۔

فائدہ:[۱۱] شکر گزاری کا نقد صلہ:...... موجودہ نعمتیں سلب کر لی جائیں گی اور ناشکری کی مزید سزا الگ رہی۔ حدیث میں ہے کہ حضور ﷺ کی خدمت میں ایک سائل آیا، آپ نے ایک کھجور عنایت فرمائی اُس نے نہ لی یا پھینک دی۔ پھر دوسرا سائل آیا اُسکو بھی ایک کھجور دی، وہ بولا: "سبحان اللّٰہ تمرۃ من رسول اللّٰہ ﷺ" یعنی رسول اللہ کا تبرک ہے۔ آپ نے جاریہ کو حکم دیا کہ اُمّ سلمہ رضی اللہ عنہا کے پاس جو چالیس درہم رکھے ہیں وہ اس (شکر گذار) سائل کو دلوادے۔

فائدہ:[۱۲] ناشکری سے اپنا ہی نقصان ہوگا:...... یعنی کفرانِ نعمت کا ضرر تم ہی کو پہنچے گا، خدا کا کچھ نہیں بگڑتا۔ اُسے تمہارے شکریوں کی کیا حاجت ہے۔ کوئی شکر ادا کرے یا نہ کرے، بہر حال اُس کے حمید و محمود ہونے میں کچھ کمی نہیں آتی۔ صحیح مسلم میں حدیث قدسی ہے جس میں حق تعالیٰ نے فرمایا: "اے میرے بندو! اگر تمہارے اگلے پچھلے، جن و انس سب کے سب ایک اعلیٰ درجہ کے متقی شخص کے نمونہ پر ہو جائیں تو اس سے میرے ملک میں کچھ بڑھ نہیں جاتا۔ اور اگر سب اگلے پچھلے جن و انس مل کر بفرض محال ایک بدترین انسان جیسے ہو جائیں (العیاذ باللہ) تو اس سے میرے ملک میں ذرہ برابر کمی نہیں ہوتی۔"

فائدہ:[۱۳] گذشتہ قوموں کا علم اللہ کے پاس ہے:...... یہ موسیٰ علیہ السلام کے کلام کا تتمہ ہے، یا اُسے چھوڑ کر حق تعالیٰ نے اس اُمت کو خطاب فرمایا ہے۔ بہر حال اس میں بتلایا کہ جو بیشمار قومیں پہلے گذر چکیں اُن کے تفصیلی پتے اور احوال بجز خدا کے کسی کو معلوم نہیں۔ البتہ چند قومیں جو عرب والوں کے یہاں زیادہ مشہور تھیں اُن کے نام لے کر اور بقیہ کو ﴿وَالَّذِيْنَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ﴾ میں درج کر کے متنبہ فرماتے ہیں کہ ان اقوام کا جو کچھ حشر ہوا کیا وہ تم کو نہیں پہنچا۔ تعجب ہے اتنی قومیں پہلے تباہ ہو چکیں اور اُن کے حال سے ابھی تک تمہیں عبرت حاصل نہ ہوئی۔

تنبیہ:...... ابن عباس رضی اللہ عنہما نے ﴿لَا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کو پڑھ کر فرمایا: "کذب النسابون" (یعنی انساب کی پوری معرفت کا دعویٰ رکھنے والے جھوٹے ہیں)، عروۃ بن الزبیر فرماتے ہیں کہ ہم نے کسی کو نہیں پایا، جو معد بن عدنان سے اُوپر (تحقیقی طور پر) نسب کا حال بتاتا ہو۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

فائدہ:[۱۴] انبیاء علیہم السلام سے کافروں کا ناروا سلوک:...... یعنی کفار فرطِ غیظ سے اپنے ہاتھ کاٹنے لگے جیسے دوسری جگہ ہے ﴿عَضُّوْا عَلَيْكُمُ الْاَنَامِلَ مِنَ الْغَيْظِ﴾ [آل عمران:۱۱۹] یا انبیاء کی باتیں سنکر فرطِ تعجب سے ہاتھ منہ پر رکھ لیے، یا ہاتھ منہ کی طرف لیجا کر اشارہ کیا کہ بس چپ رہیے۔ یا ہماری اس زبان سے اس جواب کے سوا کوئی توقع نہ رکھو، جو آگے آرہا ہے۔ یا پیغمبر کی باتیں سنکر ہنستے تھے اور کبھی ہنسی کے دبانے کو منہ پر ہاتھ رکھ لیتے تھے اور یہ بھی ممکن ہے کہ ﴿اَيْدِيَهُمْ﴾ کی ضمیر کفار کی طرف اور ﴿اَفْوَاهِهِمْ﴾ کی "رُسل" کی طرف راجع ہو، یعنی ملعونوں نے اپنے ہاتھ پیغمبروں کے منہ میں اڑادیے کہ وہ بالکل بول نہ سکیں یا دونوں ضمیریں رُسل کی طرف ہوں یعنی گستاخانہ طور پر انبیاء کے ہاتھ پکڑ کر انہی کے منہ میں ٹھونس دیے۔ بعض کے نزدیک یہاں "ایدی" سے مراد نعمتیں ہیں یعنی جو عظیم الشان نعمتیں انبیاء نے پیش کی تھیں، مثلاً شرائع الٰہیہ وغیرہ وہ ناقدری سے اُن ہی کی طرف لوٹادیں کسی کو قبول نہ کیا جیسے ہمارے محاورات میں کہتے ہیں کہ میں نے فلاں شخص کی چیز اُسکے منہ پر ماری۔ بہر حال کوئی معنی لیے جائیں سب کا حاصل یہ ہے کہ انہوں نے نعمت خداوندی کی ناقدری کی اور انبیاء علیہم السلام کی دعوت قبول نہ کی اُن کے ساتھ بڑی بے رُخی بلکہ گستاخی سے پیش آئے۔

قَالَتْ رُسُلُهُمْ اَفِي اللّٰهِ شَكٌّ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَدْعُوْكُمْ لِيَغْفِرَ لَكُمْ مِّنْ

بولے ان کے رسول کیا اللہ میں شبہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین ف۱۵ وہ تم کو بلاتا ہے تاکہ بخشے تم کو

ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرَكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ قَالُوْٓا اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ؕ تُرِيْدُوْنَ اَنْ

کچھ گناہ تمہارے ف۱۶ اور ڈھیل دے تم کو ایک وعدہ تک جو ٹھہر چکا ہے ف۱۷ کہنے لگے تم تو یہی آدمی ہو ہم جیسے تم چاہتے ہو کہ روک دو

تَصُدُّوْنَا عَمَّا كَانَ يَعْبُدُ اٰبَآؤُنَا فَاْتُوْنَا بِسُلْطٰنٍ مُّبِيْنٍ ۝۱۰ قَالَتْ لَهُمْ رُسُلُهُمْ اِنْ نَّحْنُ اِلَّا

ہم کو ان چیزوں سے جن کو پوجتے رہے ہمارے باپ دادے، سو لاؤ کوئی سند کھلی ہوئی ف۱۸ اُن کو کہا ان کے رسولوں نے ہم تو یہی آدمی ہیں

بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَمُنُّ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَمَا كَانَ لَنَآ اَنْ نَّاْتِيَكُمْ

جیسے تم لیکن اللہ احسان کرتا ہے اپنے بندوں میں جس پر چاہے ف۱۹ اور ہمارا کام نہیں کہ لے آئیں تمہارے

بِسُلْطٰنٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝۱۱ وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ

پاس سند مگر اللہ کے حکم سے اور اللہ پر بھروسہ چاہیے ایمان والوں کو ف۲۰ اور ہم کو کیا ہوا کہ بھروسہ نہ کریں اللہ پر

ع وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ۝۱۲

اور وہ سمجھا چکا ہم کو ہماری راہیں ف۲۱ اور ہم صبر کریں گے ایذاء پر جو تم ہم کو دیتے ہو اور اللہ پر بھروسہ چاہیے بھروسے والوں کو ف۲۲

فائدہ: [۱۵] **خدا کے وجود پر گواہ:** ...... یعنی خدا کی ہستی اور وحدانیت تو ایسی چیز نہیں جس میں شک و شبہ کی ذرا بھی گنجائش ہو۔ انسانی فطرت خدا کے وجود پر گواہ ہے۔ علویات و سفلیات کا عجیب و غریب نظام شہادت دیتا ہے کہ اس مشین کے پرزوں کو وجود کے سانچہ میں ڈھالنے والا پھر انہیں جوڑ کر نہایت محکم و منظم طریقہ سے چلانے والا بڑا زبردست ہاتھ ہونا چاہیے جو کامل حکمت و اختیار سے عالم کی مشین کو قابو میں کیے ہوئے ہے۔ اسی لیے کٹر سے کٹر مشرک کو بھی کسی نہ کسی رنگ میں اس بات کے اعتراف سے چارہ نہیں رہا کہ بڑا خدا جس نے آسمان و زمین وغیرہ کرات پیدا کیے وہ ہی ہو سکتا ہے جو تمام چھوٹے چھوٹے دیوتاؤں سے اُونچے مقام پر براجمان ہو۔ انبیاء کی تعلیم یہ ہے کہ جب انسانی فطرت نے ایک علیم و حکیم قادر و توانا منبع الکمالات خدا کا سراغ پا لیا پھر اوہام و ظنون کی دلدل میں پھنس کر اس سادہ فطری عقیدہ کو کھلونا یا چیستاں کیوں بنایا جاتا ہے۔ وجدان شہادت دیتا ہے کہ ایک قادر مطلق اور عالم الکل خدا کی موجودگی میں کسی پتھر یا درخت یا انسانی تصویر یا سیارۂ فلکی یا اور کسی مخلوق کو الوہیت میں شریک کرنا فطرتِ صحیحہ کی آواز کو دبانے یا بگاڑنے کا مرادف ہے۔ کیا خداوند قدوس کی ذات و صفات میں (معاذ اللہ) کچھ کمی محسوس ہوئی جس کی مخلوق خداؤں کی جمعیت سے تلافی کرنا چاہتے ہو؟

فائدہ: [۱۶] **ایمان و ایقان کی دعوت:** ...... یعنی ہم نہیں بلاتے۔ فی الحقیقت ہمارے ذریعہ سے وہ تم کو اپنی طرف بلا رہا ہے کہ توحید و ایمان کے رستہ پر چل کر اس کے مقام قرب تک پہنچو۔ اگر تم اپنی حرکتوں سے باز آ کر ایمان و ایقان کا طریق اختیار کر لو تو ایمان لانے سے پیشتر کے سب گناہ (بجز حقوق و زواجر کے) معاف کر دے گا۔ پھر ایمان لانے کے بعد جیسا عمل کرو گے اُس کے موافق معاملہ ہوگا۔

فائدہ: [۱۷] ...... یعنی کفر و شرارت پر قائم رہنے کی صورت میں جو جلد تباہ کیے جاتے اُس سے محفوظ ہو جاؤ گے اور جتنی مدت دنیا میں

رہو گے سکون واطمینان کی زندگی گذارو گے ﴿يُمَتِّعْكُمْ مَّتَاعًا حَسَنًا﴾[ہود: ٣] اور ﴿فَلَنُحْيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً﴾[نحل: ٩٧] وغیرہ نصوص کے موافق۔

فَائِدَہ:[١٨] بشری رسالت کا انکار واعتراضات:......یعنی اچھا خدا کی بحث کو چھوڑ یے۔ آپ اپنی نسبت کہیں کیا آپ آسمان کے فرشتے ہیں؟ یا نوع بشر کے علاوہ کوئی دوسری نوع ہیں؟ جب کچھ نہیں ہم ہی جیسے آدمی ہو تو آخر کس طرح آپ کی باتوں پر یقین کر لیں۔ آپ کی خواہش یہ ہوگی کہ ہم کو قدیم مذہب سے ہٹا کر اپنا تابع بنالیں تو خاطر جمع رکھیے یہ کبھی نہ ہوگا اگر آپ اپنا امتیاز ثابت کرنا اور اس مقصد میں کامیاب ہونا چاہتے ہیں تو کوئی ایسا کھلا ہوا نشان یا خدائی سرٹیفکیٹ دکھلایئے جس کے سامنے خواہی نہ خواہی سب کی گردنیں جھک جائیں۔ اور یہ اُسی وقت ممکن ہے جب ہماری فرمائش کے موافق معجزات دکھلائیں۔

فَائِدَہ:[١٩] بشری رسالت کا اثبات:......یعنی تمہارا یہ کہنا درست ہے کہ ہم نہ فرشتے ہیں نہ کوئی اور مخلوق، بلکہ نفس بشریت میں تم ہی جیسے ہیں لیکن نوع بشر کے افراد میں احوال ومدارج کے اعتبار سے کیا زمین وآسمان کا تفاوت نہیں۔ آخر اتنا تو تم بھی مشاہدہ کرتے ہو کہ حق تعالیٰ نے جسمانی، دماغی، اخلاقی اور معاشی حالات کے اعتبار سے بعض انسانوں کو بعض پر کس قدر فضیلت دی ہے۔ پھر اگر یہ کہا جائے کہ خدا نے اپنے بعض بندوں کو اُن کی فطری قابلیت اور اعلیٰ ملکات کی بدولت روحانی کمال اور باطنی قرب کے اُس بلند مقام پر پہنچا دیا جسے ''مقام نبوت'' یا ''منصب رسالت'' کہتے ہیں تو اس میں کیا اشکال واستبعاد ہے؟ بہر حال دعویٰ نبوت سے یہ لازم نہیں آتا کہ ہم اپنی نسبت بشر کے سوا کوئی دوسری نوع ہونے کا دعویٰ رکھتے ہیں۔ ہاں اس قدر ثابت ہوتا ہے کہ حق تعالیٰ اپنے بندوں میں سے بعض پر ایک خصوصی احسان فرماتا ہے جو دوسروں پر نہیں ہوتا۔

فَائِدَہ:[٢٠] فرمائشی معجزات کے مطالبہ کا جواب:......یعنی اب رہا سند اور سرٹیفکیٹ لانے کا قصہ، سو خدا کے حکم سے ہم پہلے ہی اپنی نبوت کی سند اور روشن نشانیاں دکھلا چکے ہیں۔ کما قال: ﴿وَجَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ﴾ جو آدمی ماننا چاہے اُس کے اطمینان کے لیے وہ کافی سے زیادہ ہیں۔ باقی تمہاری فرمائشیں پوری کرنا، تو یہ چیز ہمارے قبضہ میں نہیں نہ ہماری تصدیق عقلاً اُس پر موقوف ہے۔ خدا تعالیٰ اپنی حکمت کے موافق جو سند اور نشان چاہے تم کو دکھلائے گا۔ فرمائشی نشانات دیکھنے سے ایمان نہیں آتا، اللہ کے دینے سے آتا ہے۔ لہٰذا ایک ایماندار کو اسی پر بھروسہ کرنا چاہیے۔ اگر تم نہ مانو گے اور ہماری عداوت وایذا رسانی پر تیار ہو گے، تو ہمارا بھروسہ اُسی خدا کی مہربانی اور امداد پر رہے گا۔

فَائِدَہ:[٢١]......یعنی حق تعالیٰ ہم کو جام توحید وعرفان پلا کر حقیقی کامیابی کے راستے بتا چکا، پھر کیسے ممکن ہے کہ ہم اُس پر توکل نہ کریں۔

فَائِدَہ:[٢٢]......یعنی تم خواہ کتنی ہی ایذا پہنچاؤ، خدا کے فضل سے ہمارے توکل میں فرق نہیں پڑ سکتا۔ متوکلین کا یہ کام نہیں کہ سختیاں دیکھ کر توکل اور استقامت کی راہ سے ہٹ جائیں۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لِرُسُلِهِمْ لَنُخْرِجَنَّكُمْ مِّنْ اَرْضِنَآ اَوْ لَتَعُوْدُنَّ فِيْ مِلَّتِنَا ؕ فَاَوْحٰٓى

اور کہا کافروں نے اپنے رسولوں کو ہم نکال دیں گے تم کو اپنی زمین سے یا لوٹ آؤ ہمارے دین میں ف ٢٣ تب حکم بھیجا ان کو

اِلَيْهِمْ رَبُّهُمْ لَنُهْلِكَنَّ الظّٰلِمِيْنَ ﴿١٣﴾ وَلَنُسْكِنَنَّكُمُ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ؕ ذٰلِكَ لِمَنْ خَافَ

ان کے رب نے ہم غارت کریں گے ان ظالموں کو اور آباد کریں گے تم کو اس زمین میں ان کے پیچھے ف ٢٤ یہ ملتا ہے اس کو جو ڈرتا ہے کھڑے ہونے

مَقَامِيْ وَخَافَ وَعِيْدِ ﴿١٤﴾ وَاسْتَفْتَحُوْا وَخَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ ﴿١٥﴾ مِّنْ وَّرَآئِهٖ جَهَنَّمُ

سے میرے سامنے اور ڈرتا ہے میرے عذاب کے وعدہ سے ف ٢٥ اور فیصلہ لگے مانگنے پیغمبر ف ٢٦ اور نامراد ہوا ہر ایک سرکش ضدی ف ٢٧ پیچھے اس

وَيُسْقٰى مِنْ مَّآءٍ صَدِيْدٍ ﴿۱۶﴾ يَّتَجَرَّعُهٗ وَلَا يَكَادُ يُسِيْغُهٗ وَيَاْتِيْهِ الْمَوْتُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّمَا

کے دوزخ ہے اور پلائیں گے اس کو پانی پیپ کا ۲۸ گھونٹ گھونٹ پیتا ہے اس کو اور گلے سے نہیں اتار سکتا ۲۹ اور چلی آتی ہے اس پر موت ہر طرف

هُوَ بِمَيِّتٍ ؕ وَمِنْ وَّرَآئِهٖ عَذَابٌ غَلِيْظٌ ﴿۱۷﴾ مَثَلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ اَعْمَالُهُمْ كَرَمَادِ

سے اور وہ نہیں مرتا اور اس کے پیچھے عذاب ہے سخت ۳۰ حال ان لوگوں کا جو منکر ہوئے اپنے رب سے ان کے عمل ہیں جیسے

اشْتَدَّتْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ يَوْمٍ عَاصِفٍ ؕ لَا يَقْدِرُوْنَ مِمَّا كَسَبُوْا عَلٰى شَيْءٍ ؕ ذٰلِكَ هُوَ

وہ راکھ کہ زور کی چلے اس پر ہوا آندھی کے دن، کچھ ان کے ہاتھ میں نہ ہو گا اپنی کمائی میں سے،

الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ﴿۱۸﴾

یہی ہے بہک کر دور جا پڑنا ۳۱

فَائِدَہ: [۲۳] **کفار کی ہرزہ سرائی:** ......یعنی اپنے توکل وغیرہ کو رہنے دو، زیادہ بزرگی مت جتاؤ۔ بس اب دو باتوں میں سے ایک بات ہو کر رہے گی، یا تم (بعثت سے پہلے کی طرح) چپ چاپ ہم میں رَل مل کر رہو گے اور جن کو تم نے بہکایا ہے وہ سب ہمارے پرانے دین میں واپس آئیں گے، ورنہ تم سب کو ملک بدر اور جلاوطن کیا جائے گا۔

فَائِدَہ: [۲۴] **جوابِ باری:** ......یعنی یہ تم کو کیا نکالیں گے ہم ہی ان ظالموں کو تباہ کر کے ہمیشہ کے لیے یہاں سے نکال دیں گے کہ پھر کبھی واپس نہ آسکیں اور اُن کی جگہ تم کو اور تمہارے مخلص وفاداروں کو زمین میں آباد کریں گے۔ دیکھ لو کفار مکہ نے نبی کریم ﷺ اور مسلمانوں کو ہمیشہ کے لیے مکہ سے نکالنا چاہا، وہ ہی نکلنا آخر اس کا سبب بن گیا کہ وہاں اسلام اور مسلمانوں کا دائمی تسلط ہوا اور کافر کا نشان باقی نہ رہے۔

فَائِدَہ: [۲۵] **خدا سے ڈرنے کی بدولت کامیابی:** ......یعنی مذکورہ بالا کامیابی ان لوگوں کے لیے ہے جو خدا سے ڈرتے ہیں یہ خیال کر کے کہ وہ ہماری تمام حرکتوں کو برابر دیکھ رہا ہے اور ایک دن حساب دینے کے لیے اُس کے سامنے کھڑا ہونا ہے، جہاں اُس کے بے پناہ عذاب سے کوئی بچانے والا نہ ہوگا۔

فَائِدَہ: [۲۶] **خدا سے استعانت:** ......یعنی پیغمبروں نے خدا سے مدد مانگی اور فیصلہ چاہا، چنانچہ نوح علیہ السلام نے کہا تھا ﴿فَافْتَحْ بَيْنِيْ وَبَيْنَهُمْ فَتْحًا وَّنَجِّنِيْ﴾ الآیۃ [شعراء:۱۱۸]، لوط علیہ السلام نے کہا ﴿رَبِّ نَجِّنِيْ وَاَهْلِيْ مِمَّا يَعْمَلُوْنَ ۝﴾ [شعراء]، شعیب علیہ السلام نے عرض کیا ﴿رَبَّنَا افْتَحْ بَيْنَنَا وَبَيْنَ قَوْمِنَا بِالْحَقِّ﴾ [اعراف:۸۹]، موسیٰ علیہ السلام نے دعا کی ﴿رَبَّنَآ اِنَّكَ اٰتَيْتَ فِرْعَوْنَ وَمَلَاَهٗ﴾ [یونس:۸۸]، اور کفار نے بھی جب دیکھا کہ اتنی طویل مدت سے عذاب کی دھمکیاں دی جا رہی ہیں لیکن اُس کے آثار کچھ نظر نہیں آتے تو استہزاء اور تمسخر سے کہنے لگے ﴿رَبَّنَا عَجِّلْ لَّنَا قِطَّنَا قَبْلَ يَوْمِ الْحِسَابِ ۝﴾ [ص:۱۶] اور ﴿اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ ۝﴾ [انفال:۳۲]، یہ تو قریش کے مقولے ہیں، قوم نوح نے کہا تھا ﴿فَاْتِنَا بِمَا تَعِدُنَآ﴾ [ھود:۳۲]، قوم شعیب نے کہا ﴿فَاَسْقِطْ عَلَيْنَا كِسَفًا﴾ [شعراء:۱۸۷] وغیرہ ذٰلک۔ غرض دونوں طرف سے فیصلہ کی جلدی ہونے لگی۔

فَائِدَہ: [۲۷] **سرکش اور ضدی ناکام:** ......یعنی پیغمبروں کا خدا کو پکارنا تھا کہ مدد آئی اور ہر ایک سرکش اور ضدی نامراد ہو کر رہ گیا، جو کچھ خیالات پکا رکھے تھے، ایک ہی پکڑ میں کافور ہو گئے نہ وہ رہے نہ ان کی توقعات رہیں، ایک لحہ میں سب کا خاتمہ ہوا۔

فَائِدَہ:[۲۸] بھیانک منظر:......یعنی یہ تو یہاں کا عذاب تھا، اس کے بعد آگے دوزخ کا بھیانک منظر ہے، جہاں شدت کی تشنگی کے وقت اُن کو پیپ یا پیپ جیسا پانی پلایا جائے گا۔

فَائِدَہ:[۲۹]......یعنی خوشی سے کہاں پی سکیں گے۔ حدیث میں ہے کہ فرشتے لوہے کے گرز سر پر مار کر زبردستی منہ میں ڈالیں گے، جس وقت منہ کے قریب کریں گے شدت حرارت سے دماغ تک کی کھال اُتر کر نیچے لٹک پڑے گی، منہ میں پہنچ کر گلے میں پھنسے گا، بڑی مصیبت اور تکلیف کے ساتھ ایک ایک گھونٹ کر کے حلق سے نیچے اُتاریں گے، پیٹ میں پہنچنا ہوگا کہ آنتیں کٹ کر باہر آجائیں گی ﴿وَسُقُوْا مَآءً حَمِیْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَھُمْ﴾ [محمد] ﴿وَاِنْ یَّسْتَغِیْثُوْا یُغَاثُوْا بِمَآءٍ کَالْمُھْلِ یَشْوِی الْوُجُوْہَ﴾ [کہف:۲۹] (اعاذنا اللہ منہا وسائر المؤمنین)

فَائِدَہ:[۳۰] شش جہت سے عذاب:......یعنی اس کا جینا کیا ہوگا ہر طرف سے موت کا سامنا کرنا ہوگا، سر سے پاؤں تک ہر عضو بدن پر سکرات موت طاری ہوں گے، شش جہت سے مہلک عذاب کی چڑھائی ہوگی۔ اس زندگی پر موت کو ترجیح دیں گے لیکن موت بھی نہیں آئے گی، جو سب تکلیفوں کا خاتمہ کر دے۔ ایک عذاب کے پیچھے دوسرا تازہ عذاب آتا رہے گا ﴿کُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُھُمْ بَدَّلْنٰھُمْ جُلُوْدًا غَیْرَھَا لِیَذُوْقُوا الْعَذَابَ﴾ [نساء:۵۶] ﴿ثُمَّ لَا یَمُوْتُ فِیْھَا وَلَا یَحْیٰی﴾ [اعلیٰ:۱۳]، سچ ہے ؎

اب تو گھبرا کے یہ کہتے ہیں کہ مر جائیں گے
مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گے

اَللّٰھُمَّ احفظنا۔

فَائِدَہ:[۳۱] کافروں کے اچھے اچھے اعمال کی مثال:......بعض کفار کو یہ خیال ہو سکتا تھا کہ آخر ہم نے دنیا میں بہت سے اچھے کام صدقہ خیرات کی مد میں کیے ہماری خوش اخلاقی لوگوں میں مشہور ہوئی، بہتیرے آدمیوں کی مصیبت میں کام آئے اور کسی نہ کسی عنوان سے خدا کی پوجا بھی کی، کیا یہ سب کیا کرایا اور دیا لیا اُس وقت کام نہ آئے گا؟ اُس کا جواب اس تمثیل میں دیا۔ یعنی جسے خدا کی صحیح معرفت نہیں، محض فرضی اور وہمی خدا کو پوجتا ہے اُس کے تمام اعمال محض بے روح اور بے وزن ہیں، وہ محشر میں اسی طرح اُڑ جائیں گے جس طرح آندھی کے وقت جب زور کی ہوا چلے تو راکھ کے ذرّات اُڑ جاتے ہیں، اُس وقت کفار نیک عمل سے بالکل خالی ہاتھ ہوں گے حالانکہ وہ ہی موقع ہوگا جہاں نیک عمل کی سب سے زیادہ ضرورت ہوگی۔ اللہ اکبر! یہ کیسی حسرت کا وقت ہوگا کہ جن اعمال کو ذریعہ قرب ونجات سمجھے تھے وہ راکھ کے ڈھیر کی طرح عین اُس موقع پر بے حقیقت ثابت ہوئے جب دوسرے لوگ اپنی نیکیوں کے ثمر شیریں سے لذت اندوز ہو رہے ہیں ؎

کہ بازار چنداں کہ آگندہ تر
تہی دست را دل پراگندہ تر

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنْ یَّشَاْ یُذْھِبْکُمْ وَیَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِیْدٍ ﴿۱۹﴾

تو نے کیا نہیں دیکھا کہ اللہ نے بنائے آسمان اور زمین جیسی چاہیے، اگر چاہے تم کو لے جائے اور لائے کوئی پیدائش نئی،

وَّمَا ذٰلِکَ عَلَی اللّٰہِ بِعَزِیْزٍ ﴿۲۰﴾ وَبَرَزُوْا لِلّٰہِ جَمِیْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَکْبَرُوْٓا اِنَّا کُنَّا

اور یہ اللہ کو کچھ مشکل نہیں ف۳۲ اور سامنے کھڑے ہوں گے اللہ کے سارے ف۳۳ پھر کہیں گے کمزور بڑائی والوں کو ہم تو تمہارے تابع تھے سو

لَكُمْ تَبَعًا فَهَلْ اَنْتُمْ مُّغْنُوْنَ عَنَّا مِنْ عَذَابِ اللّٰهِ مِنْ شَیْءٍ ؕ قَالُوْا لَوْ هَدٰىنَا اللّٰهُ

بچاؤ گے ہم کو اللہ کے کسی عذاب سے کچھ ف ۳۴ وہ کہیں گے اگر ہدایت کرتا ہم کو اللہ تو البتہ

لَهَدَیْنٰكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَیْنَآ اَجَزِعْنَآ اَمْ صَبَرْنَا مَا لَنَا مِنْ مَّحِیْصٍ ﴿۲۱﴾ وَقَالَ الشَّیْطٰنُ لَمَّا ع ۱۵

ہم تم کو ہدایت کرتے، اب برابر ہے ہمارے حق میں ہم بے قراری کریں یا صبر کریں ہم کو نہیں خلاصی ف ۳۵ اور بولا شیطان جب فیصل ہو چکا سب

قُضِیَ الْاَمْرُ اِنَّ اللّٰهَ وَعَدَكُمْ وَعْدَ الْحَقِّ وَوَعَدْتُّكُمْ فَاَخْلَفْتُكُمْ ؕ وَمَا كَانَ لِیَ عَلَیْكُمْ

کام بے شک اللہ نے تم کو دیا تھا سچا وعدہ اور میں نے تم سے وعدہ کیا پھر جھوٹا کیا اور میری تم پر کچھ حکومت نہ تھی مگر یہ

مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِیْ ۚ فَلَا تَلُوْمُوْنِیْ وَلُوْمُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ مَآ اَنَا

کہ میں نے بلایا تم کو پھر تم نے مان لیا میری بات کو سو الزام دو اپنے آپ کو نہ میں

بِمُصْرِخِكُمْ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُصْرِخِیَّ ؕ اِنِّیْ كَفَرْتُ بِمَآ اَشْرَكْتُمُوْنِ مِنْ قَبْلُ ؕ اِنَّ الظّٰلِمِیْنَ

تمہاری فریاد کو پہنچوں نہ تم میری فریاد کو پہنچو، میں منکر ہوں جو تم نے مجھ کو شریک بنایا تھا اس سے پہلے، البتہ جو ظالم ہیں

لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ﴿۲۲﴾

ان کے لیے ہے عذاب دردناک ف ۳۶

فَائِدَۃ: [۳۲] **دوسری زندگی کا اثبات:** ...... یعنی شاید کفار کو یہ خیال گذرے کہ جب مٹی میں مل کر مٹی ہو گئے پھر دوبارہ زندگی کہاں، قیامت اور عذاب وثواب وغیرہ سب کہانیاں ہیں۔ اُن کو بتلایا کہ جس خدا نے آسمان وزمین کامل قدرت وحکمت سے پیدا کیے اسے تمہارا از سرِ نو دوبارہ پیدا کرنا، یا کسی دوسری مخلوق کو تمہاری جگہ لے آنا کیا مشکل ہے؟ اگر آسمان وزمین کے محکم نظام کو دیکھ کر یہ یقین ہوتا ہے کہ اس کا پیدا کرنے اور قائم رکھنے والا کوئی صانع حکیم ہے جیسا کہ لفظ بِالْحَقِّ میں تنبیہ فرمائی، تو کیسے کہا جا سکتا ہے کہ اُس نے اشرف المخلوقات (انسان) کو محض بے نتیجہ پیدا کیا ہوگا اور اس کی تخلیق وایجاد سے کوئی عظیم الشان مقصد متعلق نہ ہوگا۔ یقیناً اس زندگی کے بعد کوئی دوسری زندگی ہونی چاہیے جس میں آدم کی پیدائش کا مقصدِ عظیم اکمل واتم طریقہ سے آشکارا ہو۔

فَائِدَۃ: [۳۳] ...... یعنی سب سے بڑی عدالت میں پیشی ہوگی۔

فَائِدَۃ: [۳۴] **آخرت میں متبعین کا بڑے کافروں سے مدد کا سوال:** ...... یہ اَتباع اپنے متبوعین سے کہیں گے۔ یعنی دنیا میں تم بڑے بن کر بیٹھے تھے اور ہم نے تمہاری بہت تابعداری کی تھی، آج اس مصیبت کی گھڑی میں کچھ تو کام آؤ، کیا ایسا ہو سکتا ہے کہ عذاب الٰہی کے کسی حصہ کو ہم سے ذرا ہلکا کر دو؟ یہ دوزخ میں جانے کے بعد کہیں گے یا میدانِ حشر میں، ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے پہلے احتمال کو ترجیح دی ہے لقولہ تعالیٰ: ﴿وَاِذْ یَتَحَآجُّوْنَ فِی النَّارِ فَیَقُوْلُ الضُّعَفٰٓؤُا لِلَّذِیْنَ اسْتَكْبَرُوْٓا اِنَّا كُنَّا لَكُمْ تَبَعًا﴾ [مومن: ۴۶] وغیر ذٰلك من الآیات۔ واللہ اعلم!

فَائِدَۃ: [۳۵] **بڑوں کا چھوٹے کافروں کو جواب:** ...... یعنی اگر خدا دنیا میں ہم کو ہدایت کی توفیق دیتا تو ہم تم کو بھی اپنے ساتھ سیدھے راستہ پر لے چلتے، لیکن ہم نے ٹھوکر کھائی تو تمہیں بھی لے ڈوبے۔ یا یہ مطلب ہے کہ اس وقت اگر خدا تعالیٰ ہم کو اس عذاب سے نکلنے کی کوئی

راہ بتلاتا تو ہم تمہیں وہ ہی راہ بتادیتے، اب تو تمہاری طرح ہم خود مصیبت میں مبتلا ہیں، اور مصیبت بھی ایسی جس سے چھٹکارے کی کوئی صورت نہیں، نہ صبر کرنے اور خاموش رہنے سے فائدہ، نہ گھبرانے اور چلانے سے کچھ حاصل۔

فائدہ:[۳۶] شیطان کی تقریر:...... یعنی حساب کتاب کے بعد جب جنتیوں کے جنت میں اور دوزخیوں کے دوزخ میں جانے کا فیصلہ ہو چکے گا اُس وقت کفار دوزخ میں جا کر یا داخل ہونے سے پہلے ابلیس لعین کو الزام دیں گے کہ مردود تو نے دنیا میں ہماری راہ ماری اور اس مصیبت میں گرفتار کرایا۔ اب کوئی تدبیر مثلاً سفارش وغیرہ کا انتظام کر، تاعذاب الٰہی سے رہائی ملے۔ تب ابلیس اُن کے سامنے لیکچر دے گا جس کا حاصل یہ ہے کہ بیشک حق تعالیٰ نے صادق القول پیغمبروں کے توسط سے ثواب وعقاب اور دوزخ وجنت کے متعلق سچے وعدے کیے تھے جن کی سچائی دنیا میں دلائل وبراہین سے ثابت تھی اور آج مشاہدے سے ظاہر ہے، میں نے اُس کے بالمقابل جھوٹی باتیں کہیں اور جھوٹے وعدے کیے جن کا جھوٹ ہونا وہاں بھی ادنیٰ فکر وتامل سے واضح ہوسکتا تھا اور یہاں تو آنکھ کے سامنے ہے۔ میرے پاس نہ حجت و برہان کی قوت تھی نہ ایسی طاقت رکھتا تھا کہ زبردستی تم کو ایک جھوٹی بات کے ماننے پر مجبور کر دیتا، بلاشبہ میں نے بدی کی تحریک کی اور تم کو اپنے مشن کی طرف بلایا، تم جھپٹ کر خوشی سے آئے اور میں نے جدھر شہ دی اُدھر ہی اپنی رضا اور رغبت سے چل پڑے اگر میں نے اغوا کیا تھا تو تم ایسے اندھے کیوں بن گئے کہ نہ دلیل سنی نہ دعوے کو پرکھا آنکھیں بند کر کے پیچھے ہو لیے، انصاف یہ ہے کہ مجھ سے زیادہ تم اپنے نفسوں پر ملامت کرو میرا جرم اغوا بجائے خود رہا، لیکن مجھے مجرم گردان کر تم کیسے بری ہو سکتے ہو آج تم کو مدد دینا تو درکنار، خود تم سے مدد لینا بھی ممکن نہیں۔ ہم اور تم دونوں اپنے اپنے جرم کے موافق سزا میں پکڑے ہوئے ہیں۔ کوئی ایک دوسرے کی فریاد کو نہیں پہنچ سکتا تم نے اپنی حماقت سے دنیا میں مجھ کو خدائی کا شریک ٹھہرایا (یعنی بعض تو براہ راست شیطان کی عبادت کرنے لگے اور بہتوں نے اُس کی باتوں کو ایسی طرح مانا اور اُس کے احکام کے سامنے اس طرح سر تسلیم وانقیاد خم کیا جو خدائی احکام کے آگے کرنا چاہیے تھا) بہرحال اپنے جہل وغباوت سے جو شرک تم نے کیا تھا اس وقت میں اُس سے منکر اور بیزار ہوں۔ یا ﴿بِمَآ اَشْرَکْتُمُوْنِ﴾ میں بائے سببیت لے کر یہ مطلب ہو کہ تم نے مجھ کو خدائی کا رتبہ دیا اس سبب سے میں بھی کافر بنا، اگر میری بات کوئی نہ پوچھتا تو میں کفر وطغیان کے اس درجہ میں کہاں پہنچتا، اب ہر ایک ظالم اور مشرک کو اپنے کیے کی سزا دردناک عذاب کی صورت میں بھگتنا چاہیے شور مچانے اور الزام دینے سے کچھ حاصل نہیں۔ گذشتہ آیت میں ضعفاء ومستکبرین (عوام اور لیڈروں) کی گفتگو نقل کی گئی تھی اسی کی مناسبت سے یہاں دوزخیوں کے مہالیڈر (ابلیس لعین) کی تقریر نقل فرمائی چونکہ عوام کا الزام اور اُن کی استدعا دونوں جگہ یکساں تھی شاید اسی لیے شیطان کی گفتگو کے وقت اُس کا ذکر ضروری نہیں معلوم ہوا۔ واللہ اعلم! مقصود ان مکالمات کے نقل کرنے سے یہ ہے کہ لوگ اس افراتفری کا تصور کر کے شیاطین الانس والجن کے اتباع سے باز رہیں۔

وَاُدْخِلَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ جَنّٰتٍ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِیْنَ فِیْهَا

اور داخل کیے گئے جو لوگ ایمان لائے تھے اور کام کیے تھے نیک باغوں میں جن کے نیچے بہتی ہیں نہریں ہمیشہ رہیں ان میں اپنے

بِاِذْنِ رَبِّهِمْ ؕ تَحِیَّتُهُمْ فِیْهَا سَلٰمٌ ﴿۲۳﴾ اَلَمْ تَرَ کَیْفَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا کَلِمَةً طَیِّبَةً کَشَجَرَةٍ

رب کے حکم سے ف۳۷ ان کی ملاقات ہے وہاں سلام ف۳۸ تو نے دیکھا کیسی بیان کی اللہ نے ایک مثال ف۳۹ بات ستھری ف۴۰ جیسے ایک

طَیِّبَةٍ اَصْلُهَا ثَابِتٌ وَّفَرْعُهَا فِی السَّمَآءِ ﴿۲۴﴾ تُؤْتِیْٓ اُکُلَهَا کُلَّ حِیْنٍۭ بِاِذْنِ رَبِّهَا ؕ وَیَضْرِبُ اللّٰهُ

درخت ستھرا ف۴۱ اس کی جڑ مضبوط ہے اور ٹہنے ہیں آسمان میں ف۴۲ لاتا ہے پھل اپنا ہر وقت پر اپنے رب کے حکم سے ف۴۳ اور بیان کرتا ہے اللہ

الْأَمْثَالَ لِلنَّاسِ لَعَلَّهُمْ يَتَذَكَّرُونَ ﴿٢٥﴾ وَمَثَلُ كَلِمَةٍ خَبِيثَةٍ كَشَجَرَةٍ خَبِيثَةٍ اجْتُثَّتْ

مثالیں لوگوں کے واسطے تاکہ وہ فکر کریں۔ اور مثال گندی بات کی ف۴۴ جیسے درخت گندا ف۴۵ اکھاڑ لیا

مِنْ فَوْقِ الْأَرْضِ مَا لَهَا مِنْ قَرَارٍ ﴿٢٦﴾ يُثَبِّتُ اللَّهُ الَّذِينَ آمَنُوا بِالْقَوْلِ الثَّابِتِ فِي الْحَيَاةِ

اس کو زمین کے اوپر سے کچھ نہیں اس کو ٹھہراؤ ف۴۶ مضبوط کرتا ہے اللہ ایمان والوں کو مضبوط بات سے دنیا کی زندگی میں

الدُّنْيَا وَفِي الْآخِرَةِ ۖ وَيُضِلُّ اللَّهُ الظَّالِمِينَ ۚ وَيَفْعَلُ اللَّهُ مَا يَشَاءُ ﴿٢٧﴾ أَلَمْ تَرَ إِلَى الَّذِينَ بَدَّلُوا

اور آخرت میں ف۴۷ اور بچلا دیتا ہے اللہ بے انصافوں کو ف۴۸ اور کرتا ہے اللہ جو چاہے ف۴۹ تو نے نہ دیکھا ان کو جنہوں نے بدلہ کیا اللہ کے

نِعْمَتَ اللَّهِ كُفْرًا وَأَحَلُّوا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ ﴿٢٨﴾ جَهَنَّمَ ۖ يَصْلَوْنَهَا ۖ وَبِئْسَ الْقَرَارُ ﴿٢٩﴾

احسان کا ناشکری اور اتارا اپنی قوم کو تباہی کے گھر میں ف۵۰ جو دوزخ ہے داخل ہوں گے اس میں اور وہ برا ٹھکانا ہے

فائدہ:[۳۷] ...... یہ بطور مقابلہ کفار کی سزا کے بعد مومنین کا انجام بیان فرمایا۔

فائدہ:[۳۸] دعا اور مبارکباد: ...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ''دنیا میں ''سلام'' دعا ہے سلامتی مانگنے کی، وہاں ''سلام'' کہنا مبارکباد ہے سلامتی ملنے پر۔''

فائدہ:[۳۹] ...... یعنی دیکھئے اور غور کیجئے، کیسی باموقع اور معنی خیز مثال ہے، عقل مند جس قدر اس میں غور کرے سیکڑوں باریکیاں نکلتی چلی آئیں۔

فائدہ:[۴۰] ستھری بات کا مصداق: ...... ''ستھری بات'' میں کلمۂ توحید، معرفتِ الٰہی کی باتیں، ایمان و ایمانیات، قرآن، حمد و ثنا، تسبیح و تہلیل، سچ بولنا سب داخل ہے۔

فائدہ:[۴۱] ستھرے درخت کا مصداق: ...... اکثر روایات و آثار میں یہاں ''ستھرے درخت'' کا مصداق کھجور کو قرار دیا ہے، گو دوسرے ستھرے درخت بھی اس کے تحت میں مندرج ہو سکتے ہیں۔

فائدہ:[۴۲] کلمۂ طیبہ کی مثال: ...... یعنی اُس کی جڑیں زمین کی گہرائیوں میں پھیلی ہوں کہ زور کا جھکڑ بھی جڑ سے نہ اُکھیڑ سکے اور چوٹی آسمان سے لگی ہو یعنی شاخیں بہت اُونچی اور زمینی کثافتوں سے دُور ہوں۔

فائدہ:[۴۳] ...... یعنی کوئی فصل پھل سے خالی نہ جائے، یا فرض کیجئے بارہ مہینے صبح و شام اُس پر تازہ پھل لگا کرے۔

فائدہ:[۴۴] کلمۂ خبیثہ کا مصداق: ...... کلمۂ کفر، جھوٹی بات اور ہر ایک کلام جو خدا تعالیٰ کی مرضی کے خلاف ہو ''کلمۂ خبیثہ'' میں داخل ہے۔

فائدہ:[۴۵] شجرۂ خبیثہ سے مراد؟ ...... اکثر نے اس سے حنظل (اندرائن) مراد لیا ہے گو عموم لفظ میں ہر خراب درخت شامل ہو سکتا ہے۔

فائدہ:[۴۶] کلمۂ خبیثہ کی مثال اور دونوں مثالوں کا خلاصہ: ...... یعنی جڑ کچھ نہ ہو، ذرا اشارہ سے اُکھڑ جائے، گویا اُس کے بودے پن اور ناپائیداری کو ظاہر فرمایا، دونوں مثالوں کا حاصل یہ ہوا کہ مسلمانوں کا دعوائے توحید و ایمان پکا اور سچا ہے، جس کے دلائل نہایت صاف صحیح اور مضبوط ہیں، موافق فطرت ہونے کی وجہ سے اُس کی جڑیں قلوب کی پہنائیوں میں اُتر جاتی ہیں اور اعمال صالحہ کی شاخیں آسمان قبول سے جا لگتی ہیں ﴿إِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهُ﴾ [فاطر: ۱۰] اُس کے لطیف و شیریں ثمرات سے موحدین کے کام و دہن ہمیشہ لذّت اندوز ہوتے ہیں۔ الغرض حق و صداقت اور توحید و معرفت کا سدا بہار درخت روز بروز پھولتا پھلتا اور

بڑی پائیداری کے ساتھ اونچا ہوتا رہتا ہے، اس کے برخلاف جھوٹی بات اور شرک وکفر کے دعوائے باطل کی جڑ بنیاد کچھ نہیں ہوتی، ہوا کے ایک جھٹکے میں اُکھڑ کر جا پڑتا ہے۔ ناحق بات ثابت کرنے میں خواہ کتنے ہی زور لگائے جائیں، لیکن انسانی ضمیر اور فطرت کے مخالف ہونے کی وجہ سے اُس کی جڑیں دل کی گہرائی میں نہیں پہنچتیں، تھوڑا دھیان کرنے سے غلط معلوم ہونے لگتی ہے، اسی لیے مشہور ہے کہ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے یعنی سچ کی طرح اپنے پاؤں نہیں چلتا، نہ اُس سے دل میں نور پیدا ہوتا ہے۔ امام فخر الدین رازی رحمۃ اللہ علیہ نے صوفیاء کے طرز پر ان مثالوں کے بیان میں بہت اطناب سے کام لیا ہے، یہاں اُس کے نقل کی گنجائش نہیں۔

فائدہ: [۴۷] **کلمۂ طیبہ محشر تک ہر موقع پر ثابت قدمی کا ذریعہ ہے:**...... یعنی حق تعالیٰ توحید وایمان کی باتوں سے (جن کی مضبوطی و پائیداری پچھلی مثال میں ظاہر کی گئی) مومنین کو دنیا وآخرت میں مضبوط وثابت قدم رکھتا ہے، رہی قبر کی منزل جو دنیا وآخرت کے درمیان برزخ ہے اس کو ادھر یا اُدھر جس طرف چاہیں شمار کر سکتے ہیں، چنانچہ سلف سے دونوں قسم کے اقوال منقول ہیں۔ غرض یہ ہے کہ مومنین دنیا کی زندگی سے لے کر محشر تک اسی کلمۂ طیبہ کی بدولت مضبوط اور ثابت قدم رہیں گے۔ دنیا میں کیسی ہی آفات وحوادث پیش آئیں، کتنا ہی سخت امتحان ہو، قبر میں نکیرین سے سوال وجواب ہو، محشر کا ہولناک منظر ہوش اُڑا دینے والا ہو، ہر موقع پر یہ ہی کلمۂ توحید اُن کی پامردی اور استقامت کا ذریعہ بنے گا۔

فائدہ: [۴۸]...... بے انصافوں سے مراد یہاں کفار ومشرکین ہیں، وہ دنیا میں بھی بچلے [بہکے، راستہ بھولے] اور اخیر تک بچلتے رہیں گے، کبھی حقیقی کامیابی کا رستہ ہاتھ نہ لگے گا۔

فائدہ: [۴۹]...... یعنی اپنی حکمت کے موافق جیسا معاملہ جس کے ساتھ مناسب ہوتا ہے کرتا ہے۔

فائدہ: [۵۰] **کفار ومشرکین کی ناشکری وتباہی:**...... اس سے کفار ومشرکین کے سردار مراد ہیں، خصوصاً رؤسائے قریش جن کے ہاتھ میں اُس وقت عرب کی باگ تھی، یعنی حق تعالیٰ نے اُن پر کیسے احسان کیے، اُن کی ہدایت کے لیے پیغمبر علیہ السلام کو بھیجا، قرآن اُتارا، اپنے حرم اور بیت کا مجاور بنایا، عرب کی سرداری دی۔ انہوں نے ان نعمتوں اور احسانات کا بدلہ یہ کیا کہ خدا کی ناشکری پر کمربستہ ہوگئے، اُس کی باتوں کو جھٹلایا، اُس کے پیغمبر سے لڑائی کی، آخر اپنی قوم کو لے کر تباہی کے گڑھے میں جا گرنے۔

وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ﴿۳۰﴾ قُلْ

اور ٹھہرائے اللہ کے لیے مقابل کہ بہکائیں لوگوں کو اس کی راہ سے ف۵۱ تو کہہ مزا اڑا لو پھر تم کو لوٹنا ہے طرف آگ کے ف۵۲ کہہ دے

لِّعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّعَلَانِيَةً مِّنْ قَبْلِ

میرے بندوں کو جو ایمان لائے ہیں قائم رکھیں نماز اور خرچ کریں ہماری دی ہوئی روزی میں سے پوشیدہ اور ظاہر ف۵۳ پہلے اس

اَنْ يَّاْتِيَ يَوْمٌ لَّا بَيْعٌ فِيْهِ وَلَا خِلٰلٌ ﴿۳۱﴾ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ

سے کہ آئے دن جس میں نہ سودا ہے نہ دوستی ف۵۴ اللہ وہ ہے جس نے بنائے آسمان اور زمین اور اتارا آسمان سے پانی ف۵۵ پھر

السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ

اُس سے نکالی روزی تمہاری میوے ف۵۶ اور کہنے میں [قابو، کنٹرول میں] کیا تمہارے کشتی کو کہ چلے دریا میں اس کے حکم

بِاَمْرِهٖ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ﴿۳۲﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآىِٕبَيْنِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ

سے ۵۷ اور کام میں لگایا تمہارے ندیوں کو اور کام میں لگا دیا تمہارے سورج اور چاند کو ایک دستور پر برابر اور کام میں لگا دیا تمہارے رات

وَالنَّهَارَ ﴿۳۳﴾ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ

اور دن کو ۵۸ اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی ۵۹ اور اگر گنو احسان اللہ کے نہ پورے کر سکو ۶۰ بے شک

الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ﴿۳۴﴾ ع

آدمی بڑا بے انصاف ہے ناشکرا ۶۱

فائدہ:[۵۱] مشرکین کی بغاوت: ......یعنی خدا کے احسانات سے متاثر ہو کر منعم حقیقی کی شکر گذاری اور اطاعت شعاری میں لگتے، یہ تو نہ ہوا، اُلٹے بغاوت پر کمربستہ ہو گئے، خدا کے مقابل دوسری چیزیں کھڑی کر دیں جن پر خدائی اختیارات تقسیم کیے اور عبادت جو خدائے واحد کا حق تھا، وہ مختلف عنوانوں سے اُن کے لیے ثابت کرنے لگے، تا اس سلسلہ میں اپنے ساتھ دوسروں کی راہ ماریں اور انہیں بہکا کر اپنے دام سیادت میں پھنسائے رکھیں۔

فائدہ:[۵۲] چند روزہ عیش: ......یعنی بہتر ہے بے وقوفوں کو جال میں پھنسا کر چند روز جی خوش کر لو اور دنیا کے مزے اڑا لو، مگر تا کجے آخر دوزخ کی آگ میں ہمیشہ رہنا ہے۔ کیونکہ اس مزے اُڑانے کا یہی نتیجہ ہوگا۔ گویا یہ جملہ ایسا ہوا جیسے ایک طبیب کسی بد پرہیز مریض کو خفا ہو کر کہے: "کُلْ مَا تُرِیْدُ فَاِنَّ مَصِیْرَکَ اِلَی الْمَوْتِ" جو تیرا جی چاہے کھا کیونکہ ایک دن یہ مرض تیری جان لے کر رہے گا۔

فائدہ:[۵۳] مومنین کو تنبیہ: ......کفار کے احوال ذکر کرنے کے بعد مومنین مخلصین کو متنبہ فرماتے ہیں کہ وہ پوری طرح بیدار رہیں، وظائف عبودیت میں ذرا فرق نہ آنے دیں، دل و جان سے خالق کی عبادت اور مخلوق کی خدمت کریں کہ وہ بھی بہترین عبادت ہے۔ نمازوں کو اُنکے حقوق و حدود کی رعایت کیساتھ خشوع و خضوع سے ادا کرتے رہیں، خدا نے جو کچھ دیا ہے اُسکا ایک حصہ خفیہ یا علانیہ مستحقین پر خرچ کریں۔ غرض کفار جو شرک اور کفرانِ نعمت پر تلے ہوئے ہیں اُنکے بالمقابل مومنین کو جان و مال سے حق تعالیٰ کی طاعت و شکر گذاری میں مستعدی دکھلانا چاہیے۔

فائدہ:[۵۴] آخرت میں نیکیاں کام آئیں گی: ......یعنی نماز اور انفاق فی سبیل اللہ وغیرہ نیکیاں اُس دن کام آئیں گی، بیع و شراء یا محض دوستانہ تعلقات سے کام نہ نکلے گا۔ یعنی نہ وہاں نیک عمل کہیں سے خرید کر لا سکو گے، نہ کوئی ایسا دوست بیٹھا ہے جو بدون ایمان و عمل صالح کے محض دوستانہ تعلقات کی بنا پر نجات کی ذمہ داری کر لے۔

ربط: ......پہلے کفار کی ناشکری کا ذکر تھا، پھر مومنین کو مراسم طاعت کی اقامت کا حکم دیکر شکر گذاری کی طرف اُبھارا۔ آگے چند عظیم الشان نعمائے الٰہیہ کا ذکر فرماتے ہیں جو ہر مومن و کافر کے حق میں عام ہیں، تا انہیں سن کر مومنین کو شکر گذاری کی مزید ترغیب ہو اور کفار بھی غور کریں تو اپنے دل میں شرمائیں کہ وہ کیسے بڑے منعم و محسن شہنشاہ سے بغاوت کر رہے ہیں، اسی ضمن میں خدا تعالیٰ کی عظمت و وحدانیت کے دلائل بھی بیان ہو گئے، ممکن ہے انہیں سن کر کوئی عاقل منصف شرکیات سے باز آجائے، یا عظمت و جبروت کے نشانات میں غور کر کے اُس کی گرفت اور سزا سے ڈر جائے۔

فائدہ:[۵۵] نعمائے الٰہیہ: ......یعنی آسمان کی طرف سے پانی اتارا، یا یہ مطلب ہو کہ بارش کے آنے میں بخارات وغیرہ ظاہری

اسباب کے علاوہ غیر مرئی سماوی اسباب کو بھی دخل ہے۔ دیکھو آفتاب کی شعاعیں تمام اشیاء کی طرح آتشیں شیشہ پر بھی پڑتی ہیں، لیکن وہ اپنی مخصوص ساخت اور استعداد کی بدولت انہی شعاعوں سے غیر مرئی طور پر اس درجہ حرارت کا استفادہ کرتا ہے جو دوسری چیزیں نہیں کرتیں۔ چاند سمندر سے کتنی دُور ہے، مگر اُسکے گھٹنے بڑھنے سے سمندر کے پانی میں جزر و مد پیدا ہو جاتا ہے، اسی طرح اگر بادل بھی کسی سماوی خزانہ سے غیر محسوس طریقہ پر مستفید ہوتا ہو تو انکار کی کونسی وجہ ہے۔

فائدہ: [۵۶] ......یعنی حق تعالیٰ نے اپنے کمال قدرت و حکمت سے پانی میں ایک قوت رکھی جو درختوں اور کھیتوں کے نشو و نما اور بارآور ہونے کا سبب بنتی ہے، اسی کے ذریعہ سے پھل اور میوے ہمیں کھانے کو ملتے ہیں۔

فائدہ: [۵۷] ......یعنی سمندر کی خوفناک لہروں میں ذرا سی کشتی پر سوار ہو کر کہاں سے کہاں پہنچتے ہو اور کس قدر تجارتی یا غیر تجارتی فوائد حاصل کرتے ہو، یہ خدا ہی کی قدرت اور حکم سے ہے کہ سمندر کے تھپیڑوں میں ذرا سی ڈونگی [چھوٹی کشتی] کو ہم جدھر چاہیں لیے پھرتے ہیں۔

فائدہ: [۵۸] ......یعنی ندیوں میں پانی کا آنا اور کہیں سے کہیں پہنچنا گو کشتی کی طرح تمہارے کہنے میں نہیں، تاہم تمہارے کام میں وہ بھی لگی ہوئی ہیں۔ اسی طرح چاند سورج جو ایک معین نظام اور ضابطہ کے موافق برابر چل رہے ہیں، کبھی تھکتے نہیں نہ رفتار میں فرق پڑتا ہے، یا رات اور دن ایک دوسرے کے پیچھے ٹھہری ہوئی عادت کے موافق ہمیشہ چلے آتے ہیں۔ یہ سب چیزیں گو اس معنی سے تمہارے قبضہ میں نہیں کہ تم جب چاہو اور جدھر چاہو اُنکی قدرتی حرکت و تاثیر کو پھیر دو، تاہم تم بہت سے تصرفات و تدابیر کر کے اُنکے اثرات سے بیشمار فوائد حاصل کرتے ہو اور انسانی تصرف و تدبیر سے قطع نظر کر کے بھی وہ قدرتی طور پر ہر وقت تمہاری کسی نہ کسی خدمت میں لگے ہوئے ہیں، تم سوتے ہو وہ تمہارا کام کرتے ہیں، تم چین سے بیٹھے ہو وہ تمہارے لیے سرگرداں ہیں۔

فائدہ: [۵۹] ......یعنی جو چیزیں تم نے زبانِ قال یا حال سے طلب کیں، اُن میں سے ہر چیز کا جس قدر حصہ حکمت و مصلحت کے موافق تھا مجموعی طور پر تم سب کو دیا۔

فائدہ: [۶۰] خدا کی نعمتیں غیر متناہی ہیں: ......یعنی خدا کی نعمتیں اتنی بے شمار بلکہ غیر متناہی ہیں کہ اگر تم سب مل کر اجمالاً ہی گنتی شروع کرو تو تھک کر اور عاجز ہو کر بیٹھ جاؤ۔ اس موقع پر امام رازی رحمۃ اللہ علیہ نے نعمائے الٰہیہ کا بیشمار ہونا، اور علامہ ابو السعود نے اُن کا غیر متناہی ہونا ذرا بسط سے بیان فرمایا ہے اور صاحب روح المعانی نے اُن کے بیانات پر مفید اضافہ کیا۔ یہاں اس قدر تطویل کی گنجائش نہیں۔

فائدہ: [۶۱] ......یعنی جنس انسان میں بہتیرے بے انصاف اور ناسپاس ہیں، جو اتنے بے شمار احسانات دیکھ کر بھی منعمِ حقیقی کا حق نہیں پہچانتے۔

وَاِذْ قَالَ اِبْرٰهِيْمُ رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا الْبَلَدَ اٰمِنًا وَّاجْنُبْنِيْ وَبَنِيَّ اَنْ نَّعْبُدَ الْاَصْنَامَ ﴿۳۵﴾

اور جس وقت کہا ابراہیم نے ۶۲ اے رب کر دے اس شہر کو امن والا اور دور رکھ مجھ کو اور میری اولاد کو اس بات سے کہ ہم پوجیں مورتوں کو ۶۳

رَبِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ

اے رب انہوں نے گمراہ کیا بہت لوگوں کو ۶۴ سو جس نے پیروی کی میری سو وہ تو میرا ہے اور جس نے میرا کہنا نہ مانا سو تو بخشنے والا

رَّحِيْمٌ ﴿۳۶﴾ رَبَّنَآ اِنِّيْٓ اَسْكَنْتُ مِنْ ذُرِّيَّتِيْ بِوَادٍ غَيْرِ ذِيْ زَرْعٍ عِنْدَ بَيْتِكَ الْمُحَرَّمِ ۙ رَبَّنَا

مہربان ہے ۶۵ اے رب میں نے بسایا ہے اپنی ایک اولاد کو میدان میں کہ جہاں کھیتی نہیں تیرے محترم گھر کے پاس، اے رب

لِيُقِيمُوا الصَّلٰوةَ فَاجْعَلْ اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ تَهْوِيْۤ اِلَيْهِمْ وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ

ہمارے تاکہ قائم رکھیں نماز کو سو رکھ بعضے لوگوں کے دل کہ مائل ہوں ان کی طرف اور روزی دے ان کو

لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ ﴿۳۷﴾ رَبَّنَاۤ اِنَّكَ تَعْلَمُ مَا نُخْفِيْ وَمَا نُعْلِنُ ؕ وَمَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْ شَيْءٍ فِي

میووں سے شاید وہ شکر کریں ف۶۶ اے رب ہمارے تُو تو جانتا ہے جو کچھ ہم کرتے ہیں چھپا کر اور جو کچھ کرتے ہیں دکھا کر اور مخفی نہیں

الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ﴿۳۸﴾ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ وَهَبَ لِيْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّيْ

اللہ پر کوئی چیز زمین میں نہ آسمان میں ف۶۷ شکر ہے اللہ کا جس نے بخشا مجھ کو اتنی بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحاق بے شک میرا رب

لَسَمِيْعُ الدُّعَآءِ ﴿۳۹﴾

سنتا ہے دعا کو ف۶۸

فائدہ: [۶۲] **رؤسائے قریش کو تنبیہ:**...... رؤسائے قریش جن کی ناشکر گذاری اور شرک و کفر کا بیان اُوپر ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ﴾ [آیت: ۲۸] میں ہوا تھا، انہیں ابراہیم علیہ السلام کا قصہ یاد دلا کر متنبہ کرتے ہیں کہ تم جن کی اولاد میں ہونے کی وجہ سے کعبۃ اللہ اور حرم شریف کے مجاور بنے بیٹھے ہو، انہوں نے اس کعبہ کی بنیاد خالص توحید پر رکھی تھی، اُن ہی کی دعاؤں سے خدا تعالیٰ نے یہ شہر (مکہ) آباد کیا اور پتھریلے ریگستان میں ظاہری و باطنی نعمتوں کے ڈھیر لگا دیے، وہ دنیا سے یہ ہی دعائیں اور وصیتیں کرتے ہوئے رخصت ہوئے کہ اُن کی اولاد شرک کا طریقہ اختیار نہ کرے۔ اب تم کو سوچنا اور شرمانا چاہیے کہ کہاں تک اُن کی وصایا کا پاس کیا یا اُن کی دعا سے حصہ پایا اور کس حد تک خدا تعالیٰ کے احسانات پر شکر گذار ہوئے۔

فائدہ: [۶۳] **دعائے ابراہیم علیہ السلام اور دعا کا ایک مخاص ادب:**...... یعنی مکہ کو "حرم آمن" بنادے (چنانچہ خدا نے بنا دیا) نیز مجھ کو اور میری اولاد کو ہمیشہ بت پرستی سے دور رکھ۔ غالباً یہاں "اولاد" سے خاص صلبی اولاد مراد ہے، سو آپ کی صلبی اولاد میں یہ مرض نہیں آیا اور اگر عام ذرّیت مراد ہو تو کہا جائے گا کہ دعا بعض کے حق میں قبول نہیں ہوئی۔ باوجودیکہ حضرت ابراہیم علیہ السلام معصوم پیغمبر تھے، یہ دعا کا ادب ہے کہ دوسروں سے پہلے آدمی اپنے لیے دعا کرے۔ اس قسم کی دعائیں جو انبیاء سے منقول ہوں اُن میں یہ اشارہ ہوتا ہے کہ پیغمبروں کی عصمت بھی خود اُن کی پیدا کی ہوئی نہیں بلکہ حق تعالیٰ کی حفاظت و صیانت سے ہے، اس لیے وہ ہمیشہ اُسی کی طرف التجاء کرتے ہیں جو اُن کی عصمت کا ضامن و کفیل ہوا ہے۔

تنبیہ:...... حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک ابراہیم علیہ السلام نے یہ دعائیں مکہ کی آبادی اور تعمیر کعبہ کے بعد کی ہیں۔ سورۂ بقرہ میں اوّل پارہ کے ختم پر جس دعا کا ذکر ہے وہ البتہ بنائے کعبہ کے وقت حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی معیت میں ہوئی۔ یہ دعائیں اُس کے بہت زمانہ بعد پیرانہ سالی میں کی گئیں۔

فائدہ: [۶۴] ...... یعنی یہ پتھر کی مورتیاں بہت آدمیوں کی گمراہی کا سبب ہوئیں۔

فائدہ: [۶۵] ...... یعنی جس نے توحید خالص کا راستہ اختیار کیا اور میری بات مانی وہ میری جماعت میں شامل ہے، جس نے کہنا نہ مانا اور ہمارے راستہ سے علیحدہ ہو گیا تو آپ اپنی بخشش اور مہربانی سے اس کو توبہ کی توفیق دے سکتے ہیں، آپ کی مہربانی ہو تو وہ ایمان لا کر اپنے کو

رحمت خصوصی اور نجات ابدی کا مستحق بنا سکتا ہے، یا یہ مطلب ہو کہ آپ کو قدرت ہے اسے بھی بحالت موجودہ بخش دیں، گو آپ کی حکمت سے اس کا وقوع نہ ہو۔

تنبیہ:...... سورۂ مائدہ کے آخر (آیت:۱۱۸) میں ہم نے حضرت خلیل علیہ السلام کے اس قول اور مسیح علیہ السلام کے مقولے میں فرق بیان کیا ہے وہاں ملاحظہ کرلیا جائے۔

فائدہ:[۶۶] دعائے ابراہیمی علیہ السلام کا ظہور:...... یعنی اسمٰعیل علیہ السلام کو، کیونکہ دوسری اولاد حضرت اسحاق علیہ السلام وغیرہ "شام" میں تھے۔ خدا تعالیٰ کے حکم سے آپ حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کو بحالت شیر خوارگی اور ان کی والدہ ہاجرہ کو یہاں چٹیل میدان میں چھوڑ کر چلے گئے تھے، بعدہٗ قبیلۂ جرہم کے کچھ لوگ وہاں پہنچے کیونکہ اللہ تعالیٰ نے حضرت اسمٰعیل علیہ السلام کی تشنگی اور ہاجرہ علیہا السلام کی بیتابی کو دیکھ کر فرشتے کے ذریعہ سے وہاں "زم زم" کا چشمہ جاری کر دیا، جرہم کے خانہ بدوش لوگ پانی دیکھ کر اتر پڑے اور ہاجرہ کی اجازت سے وہیں بسنے لگے، اسمٰعیل علیہ السلام جب بڑے ہوئے تو اسی قبیلہ میں ان کی شادی ہوئی۔ اس طرح جہاں آج مکہ ہے ایک بستی آباد ہوگئی۔ حضرت ابراہیم گاہ بگاہ ملک شام سے تشریف لایا کرتے تھے اور اس شہر اور شہر کے باشندوں کے لیے دعا فرماتے کہ خداوندا! میں نے اپنی ایک اولاد کو اس بنجر اور چٹیل آبادی میں تیرے حکم سے تیرے معظم و محترم گھر کے پاس لا کر بسایا ہے تا یہ اور اس کی نسل تیرا اور تیرے گھر کا حق ادا کریں تو اپنے فضل سے کچھ لوگوں کے دل ادھر متوجہ کردے کہ وہ یہاں آئیں جس سے تیری عبادت ہو اور شہر کی رونق بڑھے، نیز اُن کی روزی اور دلجمعی کے لیے غیب سے ایسا سامان فرمادے کہ (غلہ اور پانی جو ضروریات زندگی ہیں ان سے گذر کر) عمدہ میوے اور پھلوں کی یہاں افراط ہوجائے تاکہ یہ لوگ اطمینان قلب کے ساتھ تیری عبادت اور شکر گذاری میں لگے رہیں۔ حق تعالیٰ نے یہ سب دعائیں قبول فرمائیں، آج تک ہر سال ہزاروں لاکھوں آدمی مشرق و مغرب سے کھنچ کھنچ کر وہاں جاتے ہیں، اعلیٰ قسم کے میوے اور پھلوں کی مکہ میں وہ افراط ہے جو شاید دنیا کے کسی حصہ میں نہ ہو۔ حالانکہ خود مکہ میں ایک بھی ثمردار درخت موجود نہ ہوگا۔ بعض سلف سے منقول ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے دعا میں ﴿اَفْـِٕدَةً مِّنَ النَّاسِ﴾ (کچھ آدمیوں کے دل) کہا تھا، ورنہ سارا جہان ٹوٹ پڑتا۔

فائدہ:[۶۷]...... یعنی زمین و آسمان کی کوئی چیز آپ سے پوشیدہ نہیں پھر ہمارا ظاہر و باطن کیسے مخفی رہ سکتا ہے۔ یہ جو فرمایا: "جو ہم کرتے ہیں چھپا کر اور جو کرتے ہیں دکھا کر۔" اس میں مفسرین کے کئی اقوال ہیں، لیکن تخصیص کی کوئی وجہ نہیں الفاظ عام ہیں جو سب کھلی چھپی چیزوں کو شامل ہیں۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے فرمایا کہ ظاہر میں دعا کی سب اولاد کے واسطے اور دل میں دعا منظور تھی پیغمبر آخر الزمان صلی اللہ علیہ وسلم کی۔

فائدہ:[۶۸]...... یعنی بڑھاپے میں اسحاق علیہ السلام سارہ علیہا السلام کے اور اسمٰعیل علیہ السلام ہاجرہ علیہا السلام کے بطن سے غیر متوقع طور پر عنایت کیے۔ جیسے آپ نے اولاد کے متعلق میری دعا: ﴿رَبِّ هَبْ لِيْ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ [صافات:۱۰۰] سنی، یہ دعائیں بھی قبول فرمائیے۔

رَبِّ اجْعَلْنِيْ مُقِيْمَ الصَّلٰوةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِيْ ۖ رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَآءِ ۝۴۰ رَبَّنَا اغْفِرْ لِيْ وَلِوَالِدَيَّ

اے رب میرے کر مجھ کو قائم رکھوں نماز اور میری اولاد میں سے بھی اے رب میرے ۶۹ اور قبول کر میری دعا ۷۰ اے ہمارے رب بخش مجھ کو

ع ۱۸ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْحِسَابُ ۝۴۱ وَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ غَافِلًا عَمَّا يَعْمَلُ الظّٰلِمُوْنَ ۬ اِنَّمَا

اور میرے باپ کو اور سب ایمان والوں کو جس دن قائم ہو حساب ۷۱ اور ہرگز مت خیال کر کہ اللہ بے خبر ہے ان کاموں سے جو کرتے ہیں بے انصاف ۷۲

يُؤَخِّرُهُمْ لِيَوْمٍ تَشْخَصُ فِيْهِ الْاَبْصَارُ ۝۴۲ مُهْطِعِيْنَ مُقْنِعِيْ رُءُوْسِهِمْ لَا يَرْتَدُّ اِلَيْهِمْ

ان کو تو ڈھیل دے رکھی ہے اس دن کیلئے کہ پتھرا [کھلی رہ] جائیں گی آنکھیں ۷۳ دوڑتے ہوں گے اوپر اٹھائے اپنے سر پھر کر نہیں آئیں گی ان کی طرف ان کی

طَرْفُهُمْ ۚ وَاَفْـِٕدَتُهُمْ هَوَآءٌ ﴿٤٣﴾ وَاَنْذِرِ النَّاسَ يَوْمَ يَاْتِيْهِمُ الْعَذَابُ فَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ

آنکھیں اور دل ان کے اڑ گئے ہوں گے ف۷۴ اور ڈرا دے لوگوں کو اس دن سے کہ آئے گا ان پر عذاب ف۷۵ تب کہیں گے ظالم اے رب

ظَلَمُوْا رَبَّنَآ اَخِّرْنَآ اِلٰٓى اَجَلٍ قَرِيْبٍ ۙ نُّجِبْ دَعْوَتَكَ وَنَتَّبِعِ الرُّسُلَ ۭ اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا

ہمارے مہلت دے ہم کو تھوڑی مدت تک کہ ہم قبول کرلیں تیرے بلانے کو اور پیروی کرلیں رسولوں کی ف۷۶ کیا

اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ ﴿٤٤﴾ وَّسَكَنْتُمْ فِيْ مَسٰكِنِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ

تم پہلے قسم نہ کھاتے تھے کہ تم کو نہیں دنیا سے ٹلنا ف۷۷ اور آباد تھے تم بستیوں میں انہی لوگوں کی جنہوں نے ظلم کیا اپنی جان پر

وَتَبَيَّنَ لَكُمْ كَيْفَ فَعَلْنَا بِهِمْ وَضَرَبْنَا لَكُمُ الْاَمْثَالَ ﴿٤٥﴾

اور کھل چکا تھا تم کو کہ کیسا کیا ہم نے ان سے اور بتلائے ہم نے تم کو سب قصے ف۷۸

فائدۃ: [۶۹] ......یعنی میری ذریت میں ایسے لوگ ہوتے رہیں جو نمازوں کو ٹھیک طور پر قائم رکھیں۔

فائدۃ: [۷۰] ......یعنی میری سب دعائیں قبول فرمائیے۔

فائدۃ: [۷۱] **کافر باپ کیلئے دعا کا مطلب:** ......یہ دعا غالباً اپنے والد کے حالت کفر پر مرنے کی خبر موصول ہونے سے پہلے کی، تو مطلب یہ ہوگا کہ اسے اسلام کی ہدایت کرکے قیامت کے دن مغفرت کا مستحق بنا دے اور اگر مرنے کی خبر ملنے کے بعد دعا کی ہے تو شاید اس وقت تک خدا تعالیٰ نے آپ کو مطلع نہیں کیا ہوگا کہ کافر کی مغفرت نہیں ہوگی۔ عقلاً کافر کی مغفرت محال نہیں، سمعاً ممتنع ہے۔ سو اس کا علم سمع پر موقوف ہوگا اور قبل از سمع امکان عقلی معتبر رہے گا۔ بعض شیعہ نے یہ لکھا ہے کہ قرآن کریم میں ابراہیم علیہ السلام کے باپ کو جو کافر کہا گیا ہے وہ ان کے حقیقی باپ نہ تھے بلکہ چچا وغیرہ کوئی دوسرے خاندان کے بڑے تھے۔ واللہ اعلم!

فائدۃ: [۷۲] **خدا ظالموں کی حرکات سے بے خبر نہیں:** ......ایک رکوع پہلے بہت سے نعمائے عظیمہ کا ذکر کرکے فرمایا تھا ﴿اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ﴾ (انسان بڑا ظالم اور ناشکر گذار ہے) بعدہٗ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا قصہ سنا کر کفار مکہ کو بعض خصوصی نعمتیں یاد دلائیں اور ان کے ظلم و شرک کی طرف اشارہ کیا۔ اس رکوع میں متنبہ فرماتے ہیں کہ اگر ظالموں کو سزا ملنے میں کچھ دیر ہو تو یہ مت سمجھو کہ خدا ان کی حرکات سے بے خبر ہے، یاد رکھو! ان کا کوئی چھوٹا بڑا کام خدا سے پوشیدہ نہیں۔ البتہ اس کی عادت نہیں ہے کہ مجرم کو فوراً پکڑ کر تباہ کردے، وہ بڑے سے بڑے ظالم کو مہلت دیتا ہے کہ یا اپنے جرائم سے باز آجائے یا ارتکاب جرائم میں اس حد تک پہنچ جائے کہ قانونی حیثیت سے اس کے مستحق سزا ہونے میں کسی طرح کا خفا باقی نہ رہے۔

تنبیہ: ......﴿لَا تَحْسَبَنَّ﴾ کا خطاب ہر اس شخص کو ہے جسے ایسا خیال گذر سکتا ہو، اور اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب ہے تو آپ کو مخاطب بنا کر دوسروں کو سنانا مقصود ہوگا کہ جب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کو فرمایا کہ ایسا خیال مت کرو حالانکہ ایسا خیال آپ کے قریب بھی نہ آسکتا تھا، تو دوسروں کے حق میں اس طرح کا خیال کس قدر واجب الاحتراز ہونا چاہیے۔

فائدۃ: [۷۳] ......یعنی قیامت کے دن ہول اور دہشت سے آنکھیں پھٹی کی پھٹی رہ جائیں گی۔

فائدۃ: [۷۴] **محشر میں ظالموں کی حالت:** ......یعنی محشر میں سخت پریشانی اور خوف و حیرت سے اوپر کو سر اٹھائے ٹکٹکی باندھے گھبرائے

ہوئے چلے آئیں گے، جدھر نظر اٹھ گئی ادھر سے ہٹے گی نہیں، ہکا بکا ہو کر ایک طرف دیکھتے ہوں گے، ذرا پلک بھی نہ جھپکے گی۔ دلوں کا حال یہ ہوگا کہ عقل وفہم اور بہتری کی توقع سے یکسر خالی اور فرط دہشت وخوف سے اڑے جا رہے ہوں گے۔ غرض ظالموں کے لیے وہ سخت حسرت ناک وقت ہوگا۔ رہے مومنین قانتین، سو ان کے حق میں دوسری جگہ آ چکا ہے ﴿لَا يَحْزُنُهُمُ الْفَزَعُ الْاَكْبَرُ وَتَتَلَقّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ﴾ [انبیاء: ۱۰۳]

فَائِدَة: [۷۵] ...... یا تو قیامت کا دن اور عذابِ اُخروی مراد ہے یا موت کا وقت اور اس کے سکرات وقبضِ روح کی شدت۔ یا دنیوی عذاب سے ہلاک ہونے کا دن ارادہ کیا جائے۔

فَائِدَة: [۷۶] کفار کا مہلت طلب کرنا: ...... اگر یہ کہنا دنیا میں عذاب یا موت کی شدت دیکھ کر ہو تب تو مطلب ظاہر ہے کہ ابھی چند روز کی ہم کو اور مہلت دیجیے، ہم وعدہ کرتے ہیں کہ آئندہ اپنا رویہ درست کر لیں گے۔ یعنی حق کی دعوت کو قبول کر کے انبیاء کی پیروی اختیار کریں گے کما قال تعالیٰ: ﴿حَتّٰٓى اِذَا جَآءَ اَحَدَهُمُ الْمَوْتُ قَالَ رَبِّ ارْجِعُوْنِ ۝ لَعَلِّيْٓ اَعْمَلُ صَالِحًا﴾ [مومنون: ۹۹-۱۰۰] اور اگر ان کا یہ مقولہ قیامت کے دن ہوگا تب مہلت طلب کرنے کے معنی یہ ہوں گے کہ ہم کو دوبارہ تھوڑی مدت کے لیے دنیا میں بھیج دیجیے، پھر دیکھئے ہم کیسی وفاداری دکھلاتے ہیں کما قال تعالیٰ: ﴿وَلَوْ تَرٰٓى اِذِ الْمُجْرِمُوْنَ نَاكِسُوْا رُءُوْسِهِمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۭ رَبَّنَآ اَبْصَرْنَا وَسَمِعْنَا فَارْجِعْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا﴾ [سجدہ: ۱۲]

فَائِدَة: [۷۷] خدائی جواب: ...... یعنی تم وہ ہی تو ہو جن میں کے بعض مغرور وبے باک زبانِ قال سے اور اکثر زبانِ حال سے قسمیں کھاتے تھے کہ ہماری شان وشکوہ کو کبھی زوال نہیں، نہ کبھی مر کر خدا کے پاس جانا ہے ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ﴾ [نحل: ۳۸] یہ انکے جواب میں خدا کی طرف سے کہا جائے گا۔

فَائِدَة: [۷۸] ...... یعنی تمہارے پچھلے ان ہی بستیوں میں یا ان کے آس پاس آباد ہوئے، جہاں اگلے ظالم سکونت رکھتے تھے اور ان ہی کی عادات واطوار اختیار کیں، حالانکہ تاریخی روایات اور متواتر خبروں سے ان پر روشن ہو چکا تھا کہ ہم اگلے ظالموں کو کیسی کچھ سزا دے چکے ہیں اور ہم نے امم ماضیہ کے یہ قصے کتب سماویہ میں درج کر کے انبیاء علیہم السلام کی زبانی ان کو آگاہ بھی کر دیا تھا، مگر انہیں ذرہ بھر عبرت نہ ہوئی۔ اسی سرکشی، عناد اور عداوت حق پر اڑے رہے ﴿حِكْمَةٌۢ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ﴾ [قمر: ۵]

وَقَدْ مَكَرُوْا مَكْرَهُمْ وَعِنْدَ اللّٰهِ مَكْرُهُمْ ۭ وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ لِتَزُوْلَ مِنْهُ الْجِبَالُ ۝۴۶ فَلَا

اور یہ بنا چکے ہیں اپنا داؤ اور اللہ کے آگے ہے ان کا داؤ ف۷۹ اور نہ ہوگا ان کا داؤ کہ ٹل جائیں اس سے پہاڑ ف۸۰ سو خیال

تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝۴۷ يَوْمَ تُبَدَّلُ الْاَرْضُ غَيْرَ

مت کر کہ اللہ خلاف کرے گا اپنا وعدہ اپنے رسولوں سے ف۸۱ بے شک اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا ف۸۲ جس دن بدلی جائے اس زمین سے اور

الْاَرْضِ وَالسَّمٰوٰتُ وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ۝۴۸ وَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ يَوْمَىِٕذٍ مُّقَرَّنِيْنَ فِي

زمین اور بدلے جائیں آسمان اور لوگ نکل کھڑے ہوں سامنے اللہ اکیلے زبردست کے ف۸۳ اور دیکھے تو گناہ گاروں کو اس دن باہم جکڑے ہوئے

الْاَصْفَادِ ۝۴۹ سَرَابِيْلُهُمْ مِّنْ قَطِرَانٍ وَّتَغْشٰى وُجُوْهَهُمُ النَّارُ ۝۵۰ لِيَجْزِيَ اللّٰهُ كُلَّ نَفْسٍ

زنجیروں میں ف۸۴ کرتے ان کے ہیں گندھک کے ف۸۵ اور ڈھانکے لیتی ہے ان کے منہ کو آگ ف۸۶ تا کہ بدلہ دے اللہ ہر ایک جی کو اس کی

مَّا كَسَبَتْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ﴿۵۱﴾ هٰذَا بَلٰغٌ لِّلنَّاسِ وَلِيُنْذَرُوْا بِهٖ وَلِيَعْلَمُوْٓا اَنَّمَا

کمائی کا بے شک اللہ جلد کرنے والا ہے حساب ف ۸۷ یہ خبر پہنچا دینی ہے لوگوں کو اور تاکہ چونک جائیں اس سے اور تاکہ جان لیں کہ

هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّلِيَذَّكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ ﴿۵۲﴾

معبود وہی ایک ہے اور تاکہ سوچ لے عقل والے ف ۸۸

ع ۱۹

فائدہ:[۷۹] کفار کے داؤ اور سازشیں:......یعنی سب اگلے پچھلے ظالم اپنے اپنے داؤ کھیل چکے ہیں، انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں حق کو دبانے اور مٹانے کی کوئی تدبیر اور سازش انہوں نے اٹھا نہیں رکھی، ان کی سب تدبیریں اور داؤ گھات خدا کے سامنے ہیں اور ایک ایک کر کے محفوظ ہیں، وہ ہی ان کا بدلہ دینے والا ہے۔

فائدہ:[۸۰] سب داؤ ومکر حفاظت الٰہی کے سامنے ہیچ:......یعنی انہوں نے بہتیرے داؤ کر کے دیکھ لیے مگر خدا کی حفاظت کے آگے سب ناکام رہے۔ کیا یہ ہوسکتا ہے کہ انکی مکاریاں پہاڑوں کو انکی جگہ سے ٹلا دیں، یعنی انبیاء علیہم السلام اور شرائع حقہ' جو پہاڑوں سے زیادہ مضبوط و مستقیم ہوتے ہیں انکی مکاریوں سے ڈگمگا جائیں؟ حاشا وکلا۔ اس تفسیر کے موافق ﴿وَاِنْ كَانَ مَكْرُهُمْ﴾ الآیۃ میں ''ان'' نافیہ ہوگا، اور آیت کا مضمون ﴿وَلَا تَمْشِ فِي الْاَرْضِ مَرَحًا ۚ اِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْاَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُوْلًا ﴾ [بنی اسرائیل:۳۷] کے مشابہ ہوگا۔ بعض مفسرین نے ''ان'' شرطیہ اور واؤ وصلیہ لے کر آیت کا مطلب یہ لیا ہے کہ انہوں نے بڑے بڑے داؤ چلے جو حفاظتِ الٰہی کے سامنے ہیچ ثابت ہوئے، اگرچہ انکے داؤ فی حد ذاتہ ایسے زبردست تھے جو ایک مرتبہ پہاڑوں کو بھی اپنی جگہ سے ہلا ڈالیں۔

فائدہ:[۸۱]......یعنی وہ وعدہ جو ﴿اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا﴾ [مؤمن:۵۱] اور ﴿كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ﴾ [مجادلہ:۲۱] وغیرہ آیات میں کیا گیا ہے۔

فائدہ:[۸۲]......نہ مجرم اس سے چھوٹ کر بھاگ سکتا ہے، نہ وہ خود ایسے مجرموں کو سزا دیئے بدون چھوڑ سکتا ہے۔

فائدہ:[۸۳] قیامت کے دن آسمان وزمین کی تبدیلی:......قیامت کو یہ زمین وآسمان بہیاتِ موجودہ باقی نہ رہیں گے، یا تو ان کی ذوات ہی بدل دی جائیں گی یا صرف صفات میں تغیر ہوگا اور بعض روایات سے پتہ چلتا ہے کہ شاید متعدد مرتبہ تبدیل وتغیر کی نوبت آئے گی۔ واللہ اعلم! سامنے کھڑے ہونے کا مطلب ﴿وَبَرَزُوْا لِلّٰهِ جَمِيْعًا فَقَالَ الضُّعَفٰٓؤُا﴾ (آیت:۲۱) کے تحت میں گزر چکا ہے۔

فائدہ:[۸۴]......یعنی ایک نوعیت کے کئی کئی مجرم اکھٹے زنجیروں میں باندھے جائیں گے کما قال تعالٰی: ﴿اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَاَزْوَاجَهُمْ﴾ [صافات:۲۲] وقال تعالٰی: ﴿وَاِذَا النُّفُوْسُ زُوِّجَتْ ﴾ [تکویر:۷]

فائدہ:[۸۵] دوزخیوں کے گندھکی کُرتے:......جس میں آگ بہت جلد اور تیزی سے اثر کرتی ہے اور سخت بدبو ہوتی ہے، پھر جیسی جہنم کی آگ ویسی ہی وہاں کی گندھک سمجھ لیجیے۔

فائدہ:[۸۶]......چہرہ چونکہ حواس ومشاعر کا محل اور انسان کے ظاہری اعضاء میں سب سے اشرف عضو ہے، اس لیے اس کو خصوصیت سے ذکر فرمایا۔ جیسے دوسری جگہ ﴿تَطَّلِعُ عَلَى الْاَفْـِٕدَةِ﴾ میں قلب کا ذکر کیا ہے۔

فائدہ:[۸۷] ''سریع الحساب'' کا مطلب:......یعنی جس بات کا پیش آنا بالکل یقینی ہے، اسے دور مت سمجھو کما قال تعالٰی: ﴿اِقْتَرَبَ لِلنَّاسِ حِسَابُهُمْ وَهُمْ فِيْ غَفْلَةٍ مُّعْرِضُوْنَ ﴾ [انبیاء:۱] یا یہ مطلب ہے کہ جس وقت حساب ہوگا پھر دیر نہ لگے گی۔ تمام اوّلین و

آخرین، جن وانس کے ذرہ ذرہ عمل کا حساب بہت جلد ہو جائے گا کیونکہ نہ خدا پر کوئی چیز مخفی ہے، نہ اس کو ایک شان دوسری شان سے مشغول کرتی ہے ﴿مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ﴾۔ [لقمان:۲۸]

فَائِدَة:[۸۸] **خواب غفلت سے بیداری کا سبق:**......یعنی خواب غفلت سے بیدار ہو جائیں اور خدا سے ڈر کر اس کی آیات میں غور کریں جس سے اس کی وحدانیت کا یقین حاصل ہو اور عقل وفکر سے کام لے کر نصیحت پر کار بند ہوں۔

تم سورۃ ابراھیم وللہ الحمد والمنۃ۔

آیاتها ۱۰۰ ۱۵ سُورَةُ الْحِجْرِ مَكِّيَّةٌ ٥٤ رکوعاتها ٦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

الٓرٰ تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَقُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ ①

الٓرٰ یہ آیتیں ہیں کتاب کی ف۱ اور واضح قرآن کی ف۲

فَائِدَة: [۱] ذی شان کتاب: ......یعنی یہ اس جامع اور عظیم الشان کتاب کی آیتیں ہیں جس کے مقابلہ میں کوئی دوسری کتاب "کتاب" کہلانے کی مستحق نہیں۔

فَائِدَة: [۲] ......اور اس قرآن کی آیتیں ہیں جس کے اصول نہایت صاف، دلائل روشن، احکام معقول، وجوہ اعجاز واضح اور بیانات شگفتہ اور فیصلہ کن ہیں، لہٰذا آگے جو کچھ بیان کیا جانے والا ہے مخاطبین کو پوری توجہ سے سننا چاہیے۔

............☆☆☆......الحمد للہ تیرواں ۱۳ پارہ ختم ہوا......☆☆☆............

پارہ نمبر: ۱۴

الجزء ١٤

رُبَمَا يَوَدُّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَوْ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ﴿٢﴾ ذَرْهُمْ يَأْكُلُوْا وَيَتَمَتَّعُوْا وَيُلْهِهِمُ الْأَمَلُ

کسی وقت آرزو کریں گے یہ لوگ جو منکر ہیں کیا اچھا ہوتا جو ہوتے مسلمان ف۳ چھوڑ دے ان کو کھالیں اور برت لیں اور امید میں لگے رہیں سو

فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿٣﴾ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُوْمٌ ﴿٤﴾ مَا تَسْبِقُ مِنْ اُمَّةٍ

آئندہ معلوم کرلیں گے ف۴ اور کوئی بستی ہم نے غارت نہیں کی مگر اس کا وقت لکھا ہوا تھا مقرر ف۵ نہ سبقت کرتا ہے کوئی فرقہ اپنے وقت

اَجَلَهَا وَمَا يَسْتَاْخِرُوْنَ ﴿٥﴾ وَقَالُوْا يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْ نُزِّلَ عَلَيْهِ الذِّكْرُ اِنَّكَ لَمَجْنُوْنٌ ﴿٦﴾ لَوْ مَا

مقرر سے اور نہ پیچھے رہتا ہے ف۶ اور لوگ کہتے ہیں اے وہ شخص کہ تجھ پر اترا ہے قرآن تو بے شک دیوانہ ہے ف۷ کیوں نہیں

تَاْتِيْنَا بِالْمَلٰٓئِكَةِ اِنْ كُنْتَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ﴿٧﴾ مَا نُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ اِلَّا بِالْحَقِّ وَمَا كَانُوْٓا اِذًا

لے آتا ہمارے پاس فرشتوں کو اگر تو سچا ہے ف۸ ہم نہیں اتارتے فرشتوں کو مگر کام پورا کر [ٹھیک] اور اس وقت نہ ملے گی

مُّنْظَرِيْنَ ﴿٨﴾

ان کو مہلت ف۹

فَائِدَۃ: [۳] کفار کی حسرت...... کاش! ہم مسلمان ہوتے:...... یعنی آج منکرین نے قرآن و اسلام جیسی عظیم الشان نعمتِ الٰہیہ کی قدر نہیں کی لیکن ایسا وقت آنے والا ہے جب یہ لوگ اپنی محرومی پر ماتم کریں گے اور دستِ حسرت مل کر کہیں گے، کاش! ہم مسلمان ہوتے۔ وہ وقت کب آئے گا؟ اس میں اختلاف ہوا ہے ہم ابن الانباری کے قول کے موافق اس کو عام رکھتے ہیں یعنی دنیا و آخرت میں جو مواقع کافروں کی نامرادی اور مسلمانوں کی کامیابی کے پیش آتے رہیں گے۔ ہر موقع پر کفار کو رہ رہ کر اپنے مسلمان ہونے کی تمنا اور نعمتِ اسلام سے محروم رہ جانے کی حسرت ہوگی۔ اس سلسلہ میں پہلا موقع تو "جنگِ بدر" کا تھا جہاں کفار مکہ نے مسلمانوں کی طرف کھلا ہوا غلبہ اور تائید غیبی دیکھ کر اپنے دلوں میں محسوس کیا کہ جس اسلام نے فقرائے مہاجرین اور اوس و خزرج کے کاشتکاروں کو اونچی ناک والے قریشی سرداروں پر غالب کیا، افسوس ہم اس دولت سے محروم ہیں۔ اسی طرح اسلامی فتوحات و ترقیات کی ہر ایک منزل پر کفار کو اپنی تہی دستی و حرمان پر پچتانے اور دل سے اشک حسرت بہانے کا موقع ملتا رہا۔ انتہائی حسرت و افسوس کا مقام وہ ہوگا جب فرشتہ جان نکالنے کے لیے سامنے کھڑا ہے اور عالمِ غیب کے حقائق آنکھوں سے نظر آرہے ہیں۔ اس وقت ہاتھ کاٹیں گے اور آرزو کریں گے کہ کاش ہم نے اسلام قبول کرلیا ہوتا کہ آج عذاب بعد الموت سے محفوظ رہ سکتے۔ اس سے بھی بڑھ کر یاس انگیز نظارہ وہ ہوگا جو طبرانی کی حدیث میں ہے، نبی کریم ﷺ نے

فرمایا کہ میری امت کے بہت سے آدمی اپنے گناہوں کی بدولت جہنم میں جائیں گے اور جب تک خدا چاہے گا وہاں رہیں گے۔ بعدہٗ مشرکین ان پر طعن کریں گے کہ تمہارے ایمان وتوحید نے تم کو کیا فائدہ دیا؟ تم بھی آج تک ہماری طرح دوزخ میں ہو، اس پر حق تعالیٰ کسی موحد کو جہنم میں نہ چھوڑے گا۔ یہ فرما کر نبی کریم ﷺ نے یہ آیت پڑھی ﴿رُبَمَا یَوَدُّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا لَوْ کَانُوْا مُسْلِمِیْنَ۝﴾ گویا یہ آخری موقع ہوگا جب کفار اپنے مسلمان ہونے کی تمنا کریں گے۔

فَائِدَة:[۴] کفار کیلئے مہلت:...... یعنی جب کوئی نصیحت کارگر نہیں تو آپ ان کے غم میں نہ پڑیے بلکہ چند روز انہیں بہائم کی طرح کھانے پینے دیجیے۔ یہ خوب دل کھول کر دنیا کے مزے اڑالیں اور مستقبل کے متعلق لمبی چوڑی امیدیں باندھتے رہیں۔ عنقریب وقت آیا چاہتا ہے جب حقیقتِ حال کھل جائے گی اور اگلا پچھلا، کھایا پیا سب نکل جائے گا۔ چنانچہ کچھ تو دنیا ہی میں مجاہدین کے ہاتھوں حقیقت کھل گئی اور پوری تکمیل آخرت میں ہو جائے گی۔

فَائِدَة:[۵] مقررہ وقت پر ہلاکت:...... یعنی جس قدر بستیاں اور قومیں پہلے ہلاک کی گئیں، خدا کے علم میں ہر ایک کی ہلاکت کا ایک وقت معین تھا جس میں نہ بھول چوک ہو سکتی تھی، نہ غفلت اور نہ خدا کا وعدہ ٹل سکتا تھا۔ جب کسی قوم کی میعاد پوری ہوئی اور تعذیب کا وقت آپہنچا، ایک دم میں غارت کر دی گئی۔ موجودہ کفار بھی اِمہال وتاخیرِ عذاب پر مغرور نہ ہوں، جب اِن کا وقت آئے گا خدائی سزا سے بچ نہ سکیں گے۔ جو تاخیر کی جارہی ہے اس میں خدا کی بہت حکمتیں ہیں، مثلاً اِن میں سے بعض کا یا بعض کی اولاد کا ایمان لانا مقدر ہے، فوری عذاب کی صورت میں اس کے وقوع کی کوئی صورت نہیں۔

فَائِدَة:[٦]...... یعنی اممِ مُہلکہ کی تخصیص نہیں بلکہ ہر قوم کے عروج وزوال یا موت وحیات کی جو میعاد مقرر ہے وہ اس سے ایک سیکنڈ آگے پیچھے نہیں ہو سکتی۔

فَائِدَة:[۷] مشرکین کا رسول اللہ ﷺ سے استہزاء:...... مشرکینِ مکہ یہ الفاظ محض بطریقِ استہزاء واستخفاف کہتے تھے۔ یعنی آپ سب سے آگے بڑھ کر خدا کے یہاں سے قرآن لے آئے، دوسروں کو احمق وجاہل بتلانے لگے بلکہ ساری دنیا کو الٹی میٹم دیا، اس پر یہ دعویٰ ہے کہ آخر میں ہی غالب ہوں گا اور ایک وقت آئے گا کہ منکرین حسرت سے کہیں گے کہ کاش ہم مسلمان ہو جاتے۔ یہ کون سی عقل وہوش کی باتیں ہیں؟ کھلی ہوئی دیوانگی ہے اور جو پڑھ کر سناتے ہو مجنون کی بڑ سے زیادہ وقعت نہیں رکھتا۔ (العیاذ باللہ)

فَائِدَة:[۸]...... اگر بارگاہِ احدیت میں آپ کو ایسا ہی قرب حاصل ہے اور ساری قوم میں سے خدا نے منصب رسالت کے لیے آپ کا انتخاب کیا ہے تو فرشتوں کی خدائی فوج آپ کے ساتھ کیوں نہ آئی، جو کھلم کھلا آپ کی تصدیق کرتی اور ہم سے آپ کی بات منواتی، نہ مانتے تو فوراً سزا دیتی۔

فَائِدَة:[۹] حکمت الٰہی کے موافق ہی فرشتوں کا نزول ہوتا ہے:...... یعنی ماننے والوں کے لیے اب بھی کافی سے زائد نشان موجود ہیں باقی جن کا ارادہ ہی ماننے کا نہیں وہ فرشتوں کے آنے پر بھی نہ مانیں گے پھر اُن کے اتارنے میں کیا فائدہ ہے۔ حق تعالیٰ فرشتوں کو زمین پر اپنی حکمت کے موافق کسی غرضِ صحیح کے لیے بھیجتے ہیں، یوں ہی بے فائدہ تماشا دکھلانا مقصود نہیں ہوتا۔ عموماً عادۃُ اللہ یہ رہی ہے کہ جب کسی قوم کی سرکشی انتہا کو پہنچ جاتی ہے اور سارے مراحل تفہیم وہدایت کے طے ہو جاتے ہیں تو فرشتوں کی فوج اسکے ہلاک کرنے کے لیے بھیجی جاتی ہے پھر اسکو قطعاً مہلت نہیں دی جاتی۔ اگر تمہاری خواہش کے موافق فرشتے اتارے جائیں تو اس سے صرف یہ ہی ایک مقصد ہو سکتا ہے کہ تم کو بلا تاخیر ہلاک کر دیا جائے جو فی الحال حکمتِ الٰہی کے موافق نہیں کیونکہ ابھی اس کا وقت نہیں آیا، یہ تو آخری صورت ہے جو سب منزلیں طے ہو چکنے اور سب کام ختم کیے جانے کے بعد ظہور پذیر ہوتی ہے۔

إِنَّا نَحۡنُ نَزَّلۡنَا ٱلذِّكۡرَ وَإِنَّا لَهُۥ لَحَٰفِظُونَ ⑨ وَلَقَدۡ أَرۡسَلۡنَا مِن قَبۡلِكَ فِي شِيَعِ ٱلۡأَوَّلِينَ ⑩

ہم نے آپ اتاری ہے یہ نصیحت اور ہم آپ اس کے نگہبان ہیں ف۱۰ اور ہم بھیج چکے تجھ سے پہلے رسول اگلے فرقوں میں،

وَمَا يَأۡتِيهِم مِّن رَّسُولٍ إِلَّا كَانُواْ بِهِۦ يَسۡتَهۡزِءُونَ ⑪ كَذَٰلِكَ نَسۡلُكُهُۥ فِي قُلُوبِ ٱلۡمُجۡرِمِينَ ⑫

اور نہیں آتا ان کے پاس کوئی رسول مگر کرتے رہیں ہیں اس سے ہنسی ف۱۱ اسی طرح بٹھا دیتے ہیں ہم اس کو دل میں گنہگاروں کے ف۱۲

لَا يُؤۡمِنُونَ بِهِۦ وَقَدۡ خَلَتۡ سُنَّةُ ٱلۡأَوَّلِينَ ⑬ وَلَوۡ فَتَحۡنَا عَلَيۡهِم بَابًا مِّنَ ٱلسَّمَآءِ فَظَلُّواْ

یقین نہ لائیں گے اس پر اور ہوتی آئی ہے رسم پہلوں کی ف۱۳ اور اگر ہم کھول دیں ان پر دروازہ آسمان سے اور سارے دن

فِيهِ يَعۡرُجُونَ ⑭ لَقَالُوٓاْ إِنَّمَا سُكِّرَتۡ أَبۡصَٰرُنَا بَلۡ نَحۡنُ قَوۡمٞ مَّسۡحُورُونَ ⑮ وَلَقَدۡ جَعَلۡنَا ع ۱۵

اس میں چڑھتے رہیں تو بھی یہی کہیں گے کہ باندھ دیا ہے ہماری نگاہ کو نہیں بلکہ ہم لوگوں پر جادو ہوا ہے ف۱۴ اور ہم نے بنائے

فِي ٱلسَّمَآءِ بُرُوجٗا وَزَيَّنَّٰهَا لِلنَّٰظِرِينَ ⑯

ہیں آسمان میں برج ف۱۵ اور رونق دی اس کو دیکھنے والوں کی نظر میں ف۱۶

فائدہ: [۱۰] **حفاظت قرآن کا عظیم الشان وعدۂ الٰہی:** ......یعنی تمہارا استہزاء وتعنت اور قرآن لانے والے کی طرف جنون کی نسبت کرنا، قرآن وحاملِ قرآن پر قطعاً اثر انداز نہیں ہوسکتا۔ یادرکھو! اس قرآن کے اتارنے والے ہم ہیں اور ہم ہی نے اس کی ہرقسم کی حفاظت کا ذمہ لیا ہے۔ جس شان اور ہیئت سے وہ اترا ہے بدون ایک شوشہ یا زبر زیر کی تبدیلی کے چاردانگ عالم میں پہنچ کر رہے گا اور قیامت تک ہرطرح کی تحریفِ لفظی ومعنوی سے محفوظ ومضمون رکھا جائے گا۔ زمانہ کتنا ہی بدل جائے مگر اس کے اصول واحکام کبھی نہ بدلیں گے، زبان کی فصاحت وبلاغت اور علم وحکمت کی موشگافیاں کتنی ہی ترقی کرجائیں، پر قرآن کی صوری ومعنوی اعجاز میں اصلاً ضعف وانحطاط محسوس نہ ہوگا۔ قومیں اور سلطنتیں قرآن کی آواز کو دبانے یا گم کردینے میں ساعی ہوں گی لیکن اس کے ایک نقطہ کو گم نہ کرسکیں گی۔ حفاظتِ قرآن کے متعلق یہ عظیم الشان وعدۂ الٰہی ایسی صفائی اور حیرت انگیز طریقہ سے پورا ہو کر رہا جسے دیکھ کر بڑے بڑے متعصب ومغرور مخالفوں کے سر نیچے ہوگئے۔ "میورخ" کہتا ہے: "جہاں تک ہماری معلومات ہیں دنیا بھر میں ایک بھی ایسی کتاب نہیں جو قرآن کی طرح بارہ صدیوں تک ہرقسم کی تحریف سے پاک رہی ہو" ایک اور یورپین محقق لکھتا ہے کہ "ہم ایسے ہی یقین سے قرآن کو بعینہٖ محمد ﷺ کے منہ سے نکلے ہوئے الفاظ سمجھتے ہیں جیسے مسلمان اسے خدا کا کلام سمجھتے ہیں۔" واقعات بتلاتے ہیں کہ ہرزمانہ میں ایک جمِ غفیر علماء کا جن کی تعداد اللہ ہی کو معلوم ہے، ایسا رہا جس نے قرآن کے علوم ومطالب اور غیر منقضی عجائب کی حفاظت کی، کاتبوں نے رسم الخط کی، قاریوں نے طرزِ ادا کی، حافظوں نے اس کے الفاظ وعبارت کی وہ حفاظت کی کہ نزول کے وقت سے آج تک ایک زیرزبر تبدیل نہ ہوسکا۔ کسی نے قرآن کے رکوع گن لیے، کسی نے آیتیں شمار کیں، کسی نے حروف کی تعداد بتلائی حتی کہ بعض نے ایک ایک اعراب اور ایک ایک نقطہ کو شمار کرڈالا۔ آنحضرت ﷺ کے عہدِ مبارک سے آج تک کوئی لمحہ اور کوئی ساعت نہیں بتلائی جاسکتی جس میں ہزاروں لاکھوں کی تعداد حفاظِ قرآن کی موجود نہ رہی ہو۔ خیال کرو آٹھ دس سال کا ہندوستانی بچہ جسے اپنی مادری زبان میں دو تین جزء کا رسالہ یاد کرانا دشوار ہے وہ ایک اجنبی زبان کی اتنی ضخیم کتاب جو متشابہات سے پر ہے، کس طرح فرفر سنا دیتا ہے، پھر کسی مجلس میں ایک بڑے باوجاہت عالم وحافظ سے کوئی حرف چھوٹ جائے، یا

اعراب کی فروگذاشت ہوجائے تو ایک بچہ اس کو ٹوک دیتا ہے۔ چاروں طرف تصحیح کرنے والے للکارتے ہیں، ممکن نہیں کہ پڑھنے والے کو غلطی پر قائم رہنے دیں۔ حفظِ قرآن کے متعلق یہ ہی اہتمام واعتناء عہدِ نبوت میں سب لوگ مشاہدہ کرتے تھے۔ اسی کی طرف ﴿وَاِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ﴾ فرما کر اس وقت کے منکرین کو توجہ دلائی۔

فَائِدَة: [١١] **تسلی رسول ﷺ:** ......آپ کو تسلی دی گئی کہ ان کی تکذیب واستہزاء سے دل گیر نہ ہوں، یہ کوئی نئی بات نہیں۔ ہمیشہ منکرین کی عادت رہی ہے کہ جب کوئی پیغمبر آیا اسکی ہنسی اڑائی، کبھی مجنون کہا۔ کبھی محض دِق کرنے کے لیے لغو اور دور از کار مطالبے کرنے لگے، فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی نسبت کہا تھا: ﴿قَالَ اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ۝﴾ [شعراء: ٢٧] اور وہ ہی فرشتوں کی فوج لانے کا مطالبہ کیا جو قریش آپ سے کر رہے تھے: ﴿فَلَوْلَآ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ۝﴾ [زخرف: ٥٣]

فَائِدَة: [١٢] ......یعنی جو لوگ ارتکابِ جرائم سے باز نہیں آتے ہم اُن کے دلوں میں اسی طرح استہزاء وتکذیب کی عادت جا گزیں کر دیتے ہیں جب ان کے دل میں کانوں کے راستہ سے وحیٔ الٰہی جاتی ہے تو ساتھ ساتھ تکذیب بھی چلی جاتی ہے۔

فَائِدَة: [١٣] **سنت اللہ:** ......یعنی ہمیشہ یوں ہی جھٹلاتے اور ہنسی کرتے آئے ہیں اور سنت اللہ یہ رہی ہے کہ متمرّدین ہلاک ورسوا کیے جاتے رہے اور انجام کار حق کا بول بالا رہا۔

فَائِدَة: [١٤] **کفار کا ضد اور عناد:** ......یعنی فرشتوں کا اترنا تو اس قدر عجیب نہیں، اگر ہم آسمان کے دروازے کھول کر خود انہیں اوپر چڑھا دیں اور یہ دن بھر اسی شغل میں رہیں، تب بھی ضدی اور معاند لوگ حق کو تسلیم نہیں کر سکتے۔ اس وقت کہہ دیں گے کہ ہم پر نظر بندی یا جادو کیا گیا ہے۔ شاید ابتدا میں نظر بندی سمجھیں اور آخر میں بڑا جادو قرار دیں۔

فَائِدَة: [١٥] **آسمانی برجوں سے مراد:** ......"برجوں" سے یہاں بڑے بڑے سیارات مراد ہیں بعض نے منازلِ شمس وقمر کا ارادہ کیا ہے، بعض کہتے ہیں کہ برج وہ آسمانی قلعے ہیں جن میں فرشتوں کی جماعتیں پہرہ دیتی ہیں۔

فَائِدَة: [١٦] **غور وفکر کرنے والوں کیلئے وحدانیت مطلقہ پر روشن دلائل:** ......یعنی آسمان کو ستاروں سے زینت دی۔ رات کے وقت جب بادل اور گرد وغبار نہ ہو، بے شمار ستاروں کے قمقموں سے آسمان دیکھنے والوں کی نظر میں کس قدر خوبصورت اور پر عظمت معلوم ہوتا ہے اور غور وفکر کرنے والوں کے لیے اس میں کتنے نشان حق تعالیٰ کی صنعتِ کاملہ، حکمتِ عظیمہ اور وحدانیتِ مطلقہ کے پائے جاتے ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ آسمان سے فرشتے اتارنے یا ان کو آسمان پر چڑھانے کی ضرورت نہیں۔ اگر ماننا چاہیں تو آسمان وزمین میں قدرت کے نشان کیا تھوڑے ہیں جنہیں دیکھ کر سمجھدار آدمی توحید کا سبق بہت آسانی سے حاصل کر سکتا ہے۔ ایسے روشن نشان دیکھ کر انہوں نے کیا معرفت حاصل کی؟ جو آئندہ توقع رکھی جائے۔

وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝١٧ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ۝١٨

اور محفوظ رکھا ہم نے اس کو ہر شیطان مردود سے مگر جو چوری سے سن بھاگا سو اس کے پیچھے پڑا انگارہ چمکتا ہوا ۱۷

وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَيْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَّوْزُوْنٍ ۝١٩ وَجَعَلْنَا

اور زمین کو ہم نے پھیلایا اور رکھ دیے اس پر بوجھ اور اگائی اس میں ہر چیز اندازے سے اور بنا دیے تمہارے

لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِيْنَ ۝٢٠ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ وَمَا

واسطے اس میں معیشت کے اسباب اور وہ چیزیں جن کو تم روزی نہیں دیتے ۱۸ ور ہر چیز کے ہمارے پاس خزانے ہیں

نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ﴿۲۱﴾ وَاَرْسَلْنَا الرِّيٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَيْنٰكُمُوْهُ

اور اتارتے ہیں ہم اندازہ معین پر ف۱۹ اور چلائیں ہم نے ہوائیں اوس بھری پھر اتارا ہم نے آسمان سے پانی پھر تم کو وہ پلایا ف۲۰

وَمَآ اَنْتُمْ لَهٗ بِخٰزِنِيْنَ ﴿۲۲﴾ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْيٖ وَنُمِيْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ﴿۲۳﴾ وَلَقَدْ عَلِمْنَا

اور تمہارے پاس نہیں اس کا خزانہ ف۲۱ اور ہم ہی ہیں جلانے والے اور مارنے والے اور ہم ہی ہیں پیچھے رہنے والے ف۲۲ اور ہم نے جان رکھا

الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ﴿۲۴﴾ وَاِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَحْشُرُهُمْ ۭ اِنَّهٗ

ہے آگے بڑھنے والوں کو تم میں سے اور جان رکھا ہے پیچھے رہنے والوں کو ف۲۳ اور تیرا رب وہی اکٹھا کر لائے گا ان کو، بے شک

حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ﴿۲۵﴾ ع ۲

وہی ہے حکمتوں والا خبردار ف۲۴

فائدہ: [۱۷] شہاب شیاطین کے تعاقب میں: ...... یعنی آسمانوں پر شیاطین کا کچھ عمل دخل نہیں چلتا بلکہ بعثتِ محمدی ﷺ کے وقت سے تو اُن کا گذر بھی وہاں نہیں ہوسکتا۔ اب انتہائی کوشش اُن کی یہ ہوتی ہے کہ ایک شیطانی سلسلہ قائم کرکے آسمان کے قریب پہنچیں اور عالمِ ملکوت سے نزدیک ہوکر اخبارِ غیبیہ کی اطلاعات حاصل کریں، اس پر بھی فرشتوں کے پہرے بٹھادیئے گئے ہیں کہ جب شیاطین ایسی کوشش کریں اوپر سے آتش باری کی جائے۔ نصوصِ قرآن وحدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ تکوینی اُمور کے متعلق آسمانوں پر جب کسی فیصلہ کا اعلان ہوتا ہے اور خداوند قدوس اس سلسلہ میں فرشتوں کی طرف وحی بھیجتا ہے تو وہ اعلان ایک خاص کیفیت کے ساتھ اوپر سے نیچے کو درجہ بدرجہ پہنچتا ہے آخر سماءِ دنیا پر اور بخاری کی ایک روایت کے موافق ''عنان'' (بادل) میں فرشتے اُس کا مذاکرہ کرتے ہیں۔ شیاطین کی کوشش ہوتی ہے کہ ان معاملات کے متعلق غیبی معلومات حاصل کریں، اسی طرح جیسے آج کوئی پیغام بذریعہ وائرلیس ٹیلیفون جارہا ہو اسے بعض لوگ راستہ میں جذب کرنے کی تدبیر کرتے ہیں، ناگہان اوپر سے بم کا گولہ (شہابِ ثاقب) چھٹتا ہے اور ان غیبی پیغامات کی چوری کرنے والوں کو مجروح یا ہلاک کرکے چھوڑتا ہے۔ اسی دَوا دَوش [بھاگ دوڑ] اور ہنگامۂ دار وگیر میں جو ایک آدھ بات شیطان کو ہاتھ لگ جاتی ہے وہ ہلاک ہونے سے پیشتر بڑی عُجلت کے ساتھ دوسرے شیاطین کو اور وہ شیاطین اپنے دوست انسانوں کو پہنچانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کاہن لوگ اسی ادھوری سی بات میں سیکڑوں جھوٹ اپنی طرف سے ملا کر عوام کو غیبی خبریں بتلاتے ہیں۔ جب وہ ایک آدھ سماوی بات سچی نکلتی ہے تو اُن کے معتقدین اسے اُن کی سچائی کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں اور جو سیکڑوں بنائی ہوئی خبریں جھوٹی ثابت ہوتی ہیں ان سے اغماض وتغافل برتا جاتا ہے۔ قرآن وحدیث نے یہ واقعات بیان کرکے متنبہ کردیا کہ کسی ادنیٰ سے ادنیٰ اور چھوٹی سی چھوٹی سچائی کا سرچشمہ بھی وہ ہی عالمِ ملکوت ہے، شیاطین الجن والانس کے خزانہ میں بجز کذب وافتراء کوئی چیز نہیں۔ نیز یہ کہ آسمانی انتظامات اس قدر مکمل ہیں کہ کسی شیطان کی مجال نہیں وہاں قدم رکھ سکے یا باوجود انتہائی جدوجہد کے وہاں کے انتظامات اور فیصلوں پر معتدبہ دسترس حاصل کرلے۔ باقی جو ایک آدھا جملہ اِدھر اُدھر کا فرشتوں سے سن بھاگتا ہے، حق تعالیٰ نے ارادہ نہیں کیا کہ اس کی قطعاً بندش کردی جائے وہ چاہتا تو اس سے بھی روک دیتا، مگر یہ بات اس کی حکمت کے موافق نہ تھی۔ آخر شیاطین الجن والانس کو جن کی بابت اسے معلوم ہے کہ کبھی اِغواء واِضلال سے باز نہ آئیں گے اتنی طویل مہلت اور مغویانہ اسباب ووسائل پر دسترس دینے میں کچھ نہ کچھ حکمت تو سب کو ماننی پڑے گی، اسی طرح کی حکمت یہاں بھی سمجھ لو۔

تنبیہ:...... شیاطین ہمیشہ شہابوں کے ذریعہ سے ہلاک ہوتے رہتے ہیں، مگر جس طرح قطب جنوبی اور ہمالیہ کی بلند تر چوٹی کی تحقیق کرنے والے مرتے رہتے ہیں اور دوسرے ان کا یہ انجام دیکھ کر اس مہم کو ترک نہیں کرتے، اسی پر شیاطین کی مسلسل جدوجہد کو قیاس کرلو۔ یہ واضح رہے کہ قرآن وحدیث نے یہ نہیں بتلایا کہ شُہب کا وجود صرف رجم شیاطین ہی کے لیے ہوتا ہے۔ ممکن ہے ان کے وجود سے اور بہت سے مصالح وابستہ ہوں اور حسب ضرورت یہ کام بھی لیا جاتا ہو۔ واللہ اعلم!

فائدہ:[۱۸]...... یعنی نوکر چاکر حیوانات وغیرہ جن سے کام اور خدمت ہم لیتے ہیں اور روزی اُن کی خدا کے ذمہ ہے۔

فائدہ:[۱۹] اللہ کی لامحدود قدرت تمام چیزوں کا خزانہ:...... یعنی جو چیز جتنی مقدار میں چاہے پیدا کردے، نہ کچھ تعب ہوتا ہے نہ تکان، اِدھر ارادہ کیا اُدھر وہ چیز موجود ہوئی۔ گویا تمام چیزوں کا خزانہ اُس کی لامحدود قدرت ہوئی جس سے ہر چیز حکمت کے موافق ایک معین نظام کے ماتحت ٹھہرے ہوئے اندازہ پر بلا کم وکاست نکلی چلی آتی ہے۔

فائدہ:[۲۰] پانی کا حیرت انگیز نظام:...... یعنی برساتی ہوائیں بھاری بھاری بادلوں کو پانی سے بھر کر لاتی ہیں، اُن سے پانی برستا ہے جو نہروں چشموں اور کنوؤں میں جمع ہو کر تمہارے کام آتا ہے، خدا چاہتا تو اسے پینے کے قابل نہ چھوڑتا، لیکن اس نے اپنی مہربانی سے کس قدر شیریں اور لطیف پانی تمہارے بارہ مہینہ پینے کے لیے زمین کے مسام میں جمع کردیا۔

فائدہ:[۲۱] خدائی قدرت اور احاطۂ علمی کا اعلان واظہار:...... یعنی نہ اوپر بارش کے خزانہ پر تمہارا قبضہ ہے، نہ نیچے چشمے اور کنوئیں تمہارے اختیار میں ہیں۔ خدا جب چاہے بارش برسائے، نہ تم روک سکتے ہو، نہ اپنے حسب خواہش لا سکتے ہو اور اگر کنوؤں اور چشموں کا پانی خشک کردے یا زیادہ نیچے اتار دے کہ تمہاری دسترس سے باہر ہوجائے تو کیسے قابو حاصل کرسکتے ہو؟

فائدہ:[۲۲]...... یعنی دنیا فنا ہوجائے گی، ایک خدا اپنی کامل صفات کے ساتھ باقی رہے گا۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ہر کوئی مرجاتا ہے اور اس کی کمائی اللہ کے ہاتھ میں رہتی ہے۔''

فائدہ:[۲۳]...... یعنی اگلا پچھلا کوئی شخص یا اس کے اعمال ہمارے احاطۂ علمی سے باہر نہیں۔ حق تعالیٰ کو ازل سے ہر چیز کا تفصیلی علم ہے، اسی کے مطابق دنیا میں پیش آتا ہے اور اسی کے موافق آخرت میں تمام مخلوق کا انصاف کیا جائے گا۔

تنبیہ:...... آگے بڑھنا اور پیچھے رہنا عام ہے۔ ولادت میں ہو یا موت میں، یا اسلام میں، یا نیک کاموں میں، صفوف صلوٰۃ میں آگے پیچھے رہنا بھی نیک کام کے ذیل میں آگیا۔

فائدہ:[۲۴]...... یعنی ایک ایک ذرہ اس کے علم میں ہے، جب اس کی حکمت مقتضی ہوگی کہ سب کو بیک وقت انصاف کے لیے اکٹھا کیا جائے تو کچھ دشواری نہ ہوگی۔ قبر کی مٹی، جانوروں کے پیٹ، سمندر کی تہ، ہوائی فضا میں یا جہاں کہیں کسی چیز کا کوئی جزء ہوگا، وہ اپنے علم محیط اور قدرت کاملہ سے جمع کردے گا۔

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۶﴾ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ

اور بنایا ہم نے آدمی کو کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے ف ۲۵ اور جان کو بنایا ہم نے اس سے پہلے لو

نَّارِ السَّمُوْمِ ﴿۲۷﴾ وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۲۸﴾

کی آگ سے ف ۲۶ اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤں گا ایک بشر کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے

فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ ﴿۲۹﴾ فَسَجَدَ الْمَلٰٓئِكَةُ كُلُّهُمْ

پھر جب ٹھیک کروں اس کو اور پھونک دوں اس میں اپنی جان سے تو گر پڑیو اس کے آگے سجدہ کرتے ہوئے ف۲۷ تب سجدہ کیا ان فرشتوں نے

اَجْمَعُوْنَ ﴿۳۰﴾ اِلَّآ اِبْلِيْسَ ۭ اَبٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۱﴾ قَالَ يٰٓاِبْلِيْسُ مَا لَكَ اَلَّا تَكُوْنَ

سب نے مل کر مگر ابلیس نے نہ مانا کہ ساتھ ہو سجدہ کرنے والوں کے فرمایا اے ابلیس کیا ہوا تجھ کو کہ ساتھ نہ ہوا

مَعَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۳۲﴾ قَالَ لَمْ اَكُنْ لِّاَسْجُدَ لِبَشَرٍ خَلَقْتَهٗ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ﴿۳۳﴾

سجدہ کرنے والوں کے بولا میں وہ نہیں کہ سجدہ کروں ایک بشر کو جس کو تو نے بنایا کھنکھناتے سنے ہوئے گارے سے

قَالَ فَاخْرُجْ مِنْهَا فَاِنَّكَ رَجِيْمٌ ﴿۳۴﴾ وَّاِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ﴿۳۵﴾ قَالَ رَبِّ

فرمایا تو تو نکل یہاں سے ف۲۸ تجھ پر مار ہے ف۲۹ اور تجھ پر پھٹکار ہے اس دن تک کہ انصاف ہو ف۳۰ بولا اے رب

فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ﴿۳۶﴾ قَالَ فَاِنَّكَ مِنَ الْمُنْظَرِيْنَ ﴿۳۷﴾ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ ﴿۳۸﴾

تو مجھ کو ڈھیل دے اس دن تک کہ مردے زندہ ہوں، فرمایا تو تجھ کو ڈھیل دی اسی مقرر وقت کے دن تک ف۳۱

فائدہ: [۲۵] ...... آیاتِ آفاقیہ کے بعد بعض آیاتِ انفسیہ کو بیان فرماتے ہیں جس کے ضمن میں شاید یہ تنبیہ بھی مقصود ہے کہ جس ذاتِ منبع الکمالات نے تم کو ایسے انوکھے طریقہ سے اوّل پیدا کیا، دوبارہ پیدا کر کے ایک میدان میں جمع کر دینا کیا مشکل ہے۔

تنبیہ: ...... آدمی کی پیدائش کے متعلق یہاں دو لفظ فرمائے ﴿صَلْصَالٍ﴾ (بجنے والی کھنکھناتی مٹی جو آگ میں پکنے سے اس حالت کو پہنچتی ہے، اسی کو دوسری جگہ ﴿كَالْفَخَّارِ﴾ فرمایا) اور ﴿حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ (سڑا ہوا گارا جس سے بو آتی ہو) خیال یہ ہوتا ہے کہ اوّل سنے ہوئے گارے سے آدم کا پتلا تیار کیا، پھر جب خشک ہو کر اور پک کر کھن کھن بجنے لگا، تب مختلف تطورات کے بعد اس درجہ پر پہنچا کہ انسانی روح پھونکی جائے۔ روح المعانی میں بعض علماء کا قول نقل کیا ہے جس کے الفاظ یہ ہیں: "كَاَنَّهٗ سُبْحَانَهٗ اَفْرَغَ الْحَمَاَ فَصَوَّرَ مِنْ ذٰلِكَ تِمْثَالَ اِنْسَانٍ اَجْوَفَ فَيَبِسَ حَتّٰى اِذَا نُقِرَ صَوَّتَ ثُمَّ غَيَّرَهٗ طَوْرًا بَعْدَ طَوْرٍ حَتّٰى نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ فَتَبَارَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخَالِقِيْنَ" حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں مٹی پانی میں تر کی اور خمیر اٹھایا کہ کھن کھن بولنے لگی، وہ ہی بدن ہوا انسان کا، اس کی خاصیتیں سختی اور بوجھ اس میں رہ گئیں۔ اسی طرح گرم ہوا کی خاصیت (حدت و خفت) جن کی پیدائش میں رہی۔ راغب اصفہانی نے ایک طویل مضمون کے ضمن میں متنبہ کیا ہے کہ ﴿حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ﴾ اور ﴿طِيْنٍ لَّازِبٍ﴾ وغیرہ الفاظ ظاہر کرتے ہیں کہ مٹی اور پانی کو ملا کر ہوا سے خشک کیا اور "فخار" کا لفظ دلالت کرتا ہے کہ کسی درجہ میں آگ سے پکایا گیا یہ ہی ناری جزء آدمی کی شیطنت کا منشاء ہے اسی مناسبت سے ایک جگہ فرمایا ﴿خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ۝ وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝﴾ [رحمٰن: ۱۴، ۱۵] راغب کا یہ مضمون بہت طویل اور دلچسپ ہے، افسوس ہے ہم اس کا خلاصہ بھی یہاں درج نہیں کر سکتے۔

فائدہ: [۲۶] **جنوں کی تخلیق:** ...... یعنی لطیف آگ ہوا ملی ہوئی کما قال: ﴿وَخَلَقَ الْجَانَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ۝﴾ [رحمٰن: ۱۵] یا یوں کہو تیز ہوا جو آگ کی طرح جلانے والی ہو، جسے ہمارے یہاں "لُو" کہتے ہیں۔ بہر حال آدمیوں کا باپ ایسے مادہ سے پیدا کیا گیا جس میں عنصرِ ترابی غالب تھا اور جنوں کا باپ اس مادہ سے پیدا ہوا جس میں ناری عنصر کا غلبہ تھا، ابلیس بھی اسی قسم میں تھا۔

فَائِدَة:[۲۷]......یعنی آدم کا پتلا ٹھیک کر کے اس قابل کر دوں کہ روحِ انسانی فائض کی جاسکے، پھر اس میں جان ڈال دوں جس سے ایک جماد انسان بن جاتا ہے، اس وقت تم کو حکم دیا جاتا ہے کہ سب سجدہ میں گر پڑو۔

تنبیہ:......''روح''(جان) کی اضافت جو اپنی طرف کی یہ محض تشریف و تکریم اور روحِ انسانی کا امتیاز ظاہر کرنے کے لیے ہے۔ یعنی وہ خاص ''جان'' جس میں نمونہ ہے میری صفات (علم و تدبیر وغیرہ) کا، اور جو اصل فطرت سے مجھے یاد کرنے والی اور بسبب خصوصی لطافت کے مجھ سے نسبتاً قریبی علاقہ رکھنے والی ہے۔ امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ نے دوسرے عنوان سے اس اضافت پر روشنی ڈالی ہے، فرماتے ہیں اگر آفتاب کو قوتِ گویائی مل جائے اور وہ کہے کہ میں نے اپنے نور کا فیض زمین کو پہنچایا، تو کیا یہ لفظ (اپنا نور) غلط ہوگا؟ جب یہ کہنا صحیح ہے حالانکہ نہ آفتاب زمین میں حلول کرتا ہے نہ اس کا نور اس سے جدا ہوتا ہے، بلکہ زمین سے لاکھوں میل دور رہ کر بھی روشنی کی باگ اُسی کے قبضہ میں ہے، زمین کا کچھ اختیار نہیں چلتا، بجز اُس کے کہ اس سے بقدر اپنی استعداد کے نفع حاصل کرتی رہے، تو وراء الوراء خدا کا یہ فرمانا کہ میں نے آدم میں اپنی روح پھونکی، حلول و اتحاد وغیرہ کی دلیل کیسے بن سکتی ہے؟ ''روح'' کے متعلق مناسب کلام ان شاء اللہ آئندہ ﴿وَيَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ۖ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ﴾ [بنی اسرائیل: ۸۵] میں کیا جائے گا۔

فَائِدَة:[۲۸]......یعنی جنت سے یا آسمان سے یا اس مقامِ عالی سے نکل جہاں اب تک پہنچا ہوا تھا۔

فَائِدَة:[۲۹] ابلیس کا انکار و تکبر:......یعنی مردود و مطرود ہے، یا ''رجیم'' سے اشارہ اسی طرف ہو جو پہلے گذرا کہ شُہب سے شیاطین کا رجم کیا جاتا ہے۔ گویا اس لفظ میں اُس کے شبہ کا جواب دیا گیا کہ تیرا سجود سے انکار کرنا شرفِ عنصری کی بنا پر نہیں، فضل و شرف تو اسی کے لیے ہے جسے خدا تعالیٰ سرفراز فرمائے۔ ہاں! تیرے اِباء و استکبار کا منشاء وہ شقاوت، بدبختی ہے جو تیری سوءِ استعداد کی وجہ سے مقدر ہو چکی ہے۔

فَائِدَة:[۳۰] ابلیس پر دائمی لعنت:......یعنی قیامت کے دن تک خدا کی پھٹکار اور بندوں کی طرف سے لعنت پڑتی رہے گی۔ اس طرح آناً فاناً خیر سے بعید تر ہوتا رہے گا۔ جب قیامت تک توفیقِ خیر کی نہ ہوگی تو اس کے بعد تو کوئی موقع ہی نہیں کیونکہ آخرت میں ہر شخص وہ ہی کاٹے گا جو یہاں بویا ہے۔ یا یوں کہو کہ قیامت کے دن تک لعنت رہے گی، اُس کے بعد جو بے شمار قسم کے عذاب ہوں گے وہ لعنت سے کہیں زیادہ ہیں، یا ﴿اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ کا لفظ دوام سے کنایہ ہو۔

فَائِدَة:[۳۱] ابلیس کو مہلت:......یعنی اس وقت تک تجھے ڈھیل دی جاتی ہے جی کھول کر ارمان نکال لے، اس واقعہ کی تفصیل ''بقرہ'' اور ''اعراف'' (آیت: ۱۵) میں گذر چکی ہے۔ ہم نے ''اعراف'' کے دوسرے رکوع میں اس کے اجزاء پر جو کچھ کلام کیا ہے اسے ملاحظہ کر لیا جائے، اعادہ کی ضرورت نہیں۔

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِي الْاَرْضِ وَلَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٣٩﴾ اِلَّا عِبَادَكَ

بولا اے رب جیسا تو نے مجھ کو راہ سے کھو دیا میں بھی ان سب کو بہاریں دکھلاؤں گا زمین سے اور راہ سے کھو دوں گا ان سب کو مگر جو تیرے

مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ ﴿٤٠﴾ قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ﴿٤١﴾ اِنَّ عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ

چنے ہوئے بندے ہیں ف۳۲ فرمایا یہ راہ ہے مجھ تک سیدھی ف۳۳ جو میرے بندے ہیں تیرا ان پر کچھ

سُلْطٰنٌ اِلَّا مَنِ اتَّبَعَكَ مِنَ الْغٰوِيْنَ ﴿٤٢﴾ وَاِنَّ جَهَنَّمَ لَمَوْعِدُهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿٤٣﴾ لَهَا سَبْعَةُ

زور نہیں مگر جو تیری راہ چلا بہکے ہوؤں میں ف۳۴ اور دوزخ پر وعدہ ہے ان سب کا ف۳۵ اس کے ساتھ

ع ۱۹ ﴿ اَبْوَابٍ ؕ لِكُلِّ بَابٍ مِّنْهُمْ جُزْءٌ مَّقْسُوْمٌ ﴿۴۴﴾ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّعُيُوْنٍ ﴿۴۵﴾ اُدْخُلُوْهَا

دروازے ہیں، ہر دروازہ کے واسطے ان میں سے ایک فرقہ ہے بانٹا ہوا ف ۳۶ پرہیزگار ہیں باغوں میں اور چشموں میں ف ۳۷ کہیں گے ان کو

بِسَلٰمٍ اٰمِنِيْنَ ﴿۴۶﴾ وَنَزَعْنَا مَا فِيْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ اِخْوَانًا عَلٰى سُرُرٍ مُّتَقٰبِلِيْنَ ﴿۴۷﴾ لَا

جاؤ ان میں سلامتی سے خاطر جمع (بے کھٹکے) سے ف ۳۸ اور نکال ڈالی ہم نے جو ان کے جیوں میں تھی خفگی، بھائی ہو گئے ف ۳۹ تختوں

يَمَسُّهُمْ فِيْهَا نَصَبٌ وَّمَا هُمْ مِّنْهَا بِمُخْرَجِيْنَ ﴿۴۸﴾ نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ﴿۴۹﴾

پر بیٹھے آمنے سامنے ف ۴۰ نہ پہنچے گی ان کو وہاں کچھ تکلیف اور نہ ان کو وہاں سے کوئی نکالے ف ۴۱ خبر سنادے میرے بندوں کو کہ میں ہوں اصل بخشنے والا مہربان ف ۴۲

وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ﴿۵۰﴾ وَنَبِّئْهُمْ عَنْ ضَيْفِ اِبْرٰهِيْمَ ﴿۵۱﴾ وقف لازم

اور یہ بھی کہ میرا عذاب وہی عذاب دردناک ہے۔ اور حال سنادے ان کو ابراہیم کے مہمانوں کا ف ۴۳

فائدہ: [۳۲] **ابلیس کا اعلانِ انتقام:**...... یعنی دنیا کی بہاریں دکھلا کر خواہشاتِ نفسانی کے جال میں پھنساؤں گا اور تیرے مخصوص و منتخب بندوں کے سوا سب کو راہِ حق سے ہٹا کر رہوں گا، یہ کلمات لعین نے جوشِ انتقام میں کہے۔ مطلب یہ تھا کہ آپ کا تو کچھ بگاڑ نہیں سکتا، لیکن جس کی وجہ سے میں دور پھینکا گیا ہوں اپنی قدرت اور بساط کے موافق اس کی نسلوں تک سے بدلہ لے کر چھوڑوں گا۔ ''سورۂ اعراف'' (آیت:۱۶، ۱۷) میں اس موضوع پر ہم نے جو کچھ لکھا ہے ملاحظہ کیا جائے۔

فائدہ: [۳۳] **جوابِ ربانی:**...... یعنی بے شک بندگی اور اخلاص کی راہ سیدھی میرے تک پہنچتی ہے اور یہ ہی میرا صاف اور سیدھا راستہ ہے جس میں کوئی ہیر پھیر نہیں کہ جو بندے عبودیت و اخلاص کی راہ اختیار کریں گے وہ ہی شیطانِ لعین کے تسلط سے مامون رہیں گے، اور جو ملعون کی پیروی کریں گے اُس کے ہمراہ دوزخ میں جائیں گے۔ بعض مفسرین نے ﴿هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ﴾ کو تہدید پر حمل کیا ہے یعنی او ملعون! لوگوں کو صراطِ مستقیم سے گمراہ کر کے کہاں بھاگے گا؟ وہ کونسا راستہ ہے جو ہماری طرف نہ جاتا ہو؟ پھر ہماری سزا سے بچ کر کدھر جا سکتا ہے۔ اس وقت کلام ایسا ہو گا جیسے کہتے ہیں: ''اِفْعَلْ مَاشِئْتَ فَطَرِيْقُكَ عَلَيَّ'' اور قرآن میں دوسری جگہ فرمایا: ﴿اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ﴾ [فجر:۱۴] واللہ اعلم!

فائدہ: [۳۴] **مخلصین پر شیطان کا کچھ زور نہ چلے گا:**...... یعنی بے شک چنے ہوئے بندوں پر جن کا ذکر اُوپر ہوا تیرا کچھ زور نہ چلے گا۔ یا یہ مطلب ہو کہ کسی بندے پر بھی تیری زبردستی نہیں چل سکتی، ہاں! جو خود ہی بہک کر اپنی جہالت و حماقت سے تیرے پیچھے ہو لیا وہ اپنے اختیار سے خراب و برباد ہوا۔ جیسے پہلے خود شیطان کا مقولہ گذر چکا ﴿وَمَا كَانَ لِيْ عَلَيْكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍ اِلَّآ اَنْ دَعَوْتُكُمْ فَاسْتَجَبْتُمْ لِيْ﴾ [ابراہیم:۲۲]

فائدہ: [۳۵]...... یعنی تیرے اور تیرے ساتھیوں کے لیے دوزخ کا جیل خانہ تیار ہے تم سب اسی گھاٹ اتارے جاؤ گے۔

فائدہ: [۳۶] **جہنم کے سات طبقے یا دروازے:**...... بعض سلف نے ﴿سَبْعَةُ اَبْوَابٍ﴾ سے دوزخ کے سات طبقے اوپر نیچے مراد لیے ہیں، چنانچہ ان کے نام ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ بتلائے ہیں: جہنم، سعیر، لظی، حطمہ، سقر، جحیم، ہاویہ، اور لفظ جہنم ایک خاص طبقہ اور مجموعہ طبقات دونوں پر اطلاق کیا جاتا ہے۔ بعض کے نزدیک سات دروازے مراد ہیں، جن سے الگ الگ دوزخی داخل ہوں گے۔ واللہ

اعلم! حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''جیسے بہشت کے آٹھ دروازے ہیں نیک عمل والوں پر بانٹے ہوئے، ویسے دوزخ کے سات دروازے ہیں بدعمل والوں پر بانٹے ہوئے۔ شاید بہشت کا ایک دروازہ زیادہ اس لیے ہے کہ بعضے موحدین نرے فضل سے جنت میں جائیں گے بغیر عمل کے، باقی عمل میں دروازے برابر ہیں۔''

فَائِدَہ:[۳۷] مخلص بندوں کا انجام:...... جو لوگ کفر و شرک اور معاصی و ذنوب سے پرہیز کرتے ہیں، وہ حسبِ مراتب جنت کے باغوں میں رہیں گے جہاں بڑے قرینہ سے چشمے اور نہریں بہتی ہوں گی شیطان کے متبعین کے بعد یہ عبادِ مخلصین کا انجام بیان فرمایا۔

فَائِدَہ:[۳۸]...... یعنی فی الحال تمام آفات و عیوب سے صحیح و سالم اور آئندہ ہمیشہ کے لیے ہر قسم کی فکر، پریشانی، گھبراہٹ اور خوف و ہراس سے بے کھٹکے۔

فَائِدَہ:[۳۹] کدورتوں سے پاک وصاف دل:...... یعنی جنت میں پہنچ کر اہلِ جنت میں باہم کوئی گذشتہ کدورت باقی نہ رہے گی بالکل پاک وصاف کر کے داخل کیے جائیں گے، نہ وہاں ایک کو دوسرے پر حسد ہوگا بلکہ بھائی بھائی ہو کر انتہائی محبت و الفت سے رہیں گے، ہر ایک دوسرے کو دیکھ کر مسرور و محظوظ ہوگا۔ اس کا کچھ بیان سورۂ اعراف آٹھویں پارہ کے اخیر ربع (آیت: ۴۳) میں گزر چکا۔

فَائِدَہ:[۴۰] جنت میں ملاقات کا منظر:...... یعنی عزت و کرامت کے تختوں پر آمنے سامنے بیٹھ کر باتیں کریں گے، ملاقات وغیرہ کے وقت ایسی نشست نہ ہوگی جس میں کوئی آگے کوئی پیچھے ہو۔

فَائِدَہ:[۴۱] ہمیشہ کی تندرست زندگی کا اعلان:...... حدیث میں ہے کہ جنتیوں سے کہا جائے گا، اے اہلِ جنت! اب تمہارے لیے یہ ہے کہ ہمیشہ تندرست رہو کبھی بیماری نہ ستائے، ہمیشہ زندہ رہو کبھی موت نہ آئے، ہمیشہ آرام سے مقیم رہو کبھی سفر کی تکلیف اٹھانی نہ پڑے۔

فَائِدَہ:[۴۲] مجرمین و متقین کے انجام میں اللہ کی صفت و شان کا ظہور ہے:...... ''مجرمین'' اور ''متقین'' کا الگ الگ انجام بیان فرما کر یہاں تنبیہ کی ہے کہ ہر ایک صورت میں حق تعالیٰ کی کسی نہ کسی صفت و شان کا ظہور ہے۔ کوئی شبہ نہیں کہ خدا تعالیٰ اصل سے اپنی تمام مخلوق پر بخشش اور مہربانی کرنا چاہتا ہے اور حقیقت میں اصل مہربانی اسی کی ہے، تمام دنیا کی مہربانیاں اُس کی مہربانی کا پرتو ہیں لیکن جو شخص خود شرارت و بدکاری سے مہربانی کے دروازے اپنے اوپر بند کر لے تو پھر اُس کی سزا بھی ایسی سخت ہے جس کے روکنے کی کوئی تدبیر نہیں۔

سعدی نے خوب فرمایا:

به تهدید گر بر کشد تیغ حکم | بمانند کرو بیاں صم و بکم
وگر در دهد یک صلائے کرم | عزازیل گوید نصیبے برم

آگے ایک واقعہ بیان فرماتے ہیں جس میں فرشتوں کے اترنے کا ذکر ہے۔ وہ ہی فرشتے ایک جگہ خوشخبری سناتے اور دوسری جگہ پتھر برساتے تھے، تا معلوم ہو کہ خدا کی دونوں صفتیں (رحمت و غضب) پوری ہیں، بندوں کو چاہیے نہ دلیر ہوں، نہ آس توڑیں۔

اِذْ دَخَلُوْا عَلَيْهِ فَقَالُوْا سَلٰمًا ؕ قَالَ اِنَّا مِنْكُمْ وَجِلُوْنَ ﴿۵۲﴾ قَالُوْا لَا تَوْجَلْ اِنَّا نُبَشِّرُكَ

جب چلے آئے اس کے گھر میں اور بولے سلام، وہ بولا ہم کو تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے ف۴۴ بولے ڈرمت ہم تجھ کو خوشخبری سناتے ہیں ایک ہوشیار

بِغُلٰمٍ عَلِيْمٍ ﴿۵۳﴾ قَالَ اَبَشَّرْتُمُوْنِيْ عَلٰٓى اَنْ مَّسَّنِيَ الْكِبَرُ فَبِمَ تُبَشِّرُوْنَ ﴿۵۴﴾ قَالُوْا بَشَّرْنٰكَ

لڑکے کی ف۴۵ بولا کیا خوشخبری سناتے ہو مجھ کو جب پہنچ چکا مجھ کو بڑھاپا اب کاہے پر خوشخبری سناتے ہو ف۴۶ بولے ہم نے تجھ کو خوشخبری

بِالْحَقِّ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ ﴿۵۵﴾ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ﴿۵۶﴾ قَالَ فَمَا

سنائی سچی، سو مت ہو تو ناامیدوں میں، بولا اور کون آس توڑے اپنے رب کی رحمت سے مگر، جو گمراہ ہیں ف ۴۷ بولا پھر

خَطْبُكُمْ اَيُّهَا الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۵۷﴾ قَالُوْٓا اِنَّآ اُرْسِلْنَآ اِلٰى قَوْمٍ مُّجْرِمِيْنَ ﴿۵۸﴾ اِلَّآ اٰلَ لُوْطٍ ؕ اِنَّا

کیا مہم ہے تمہاری اے اللہ کے بھیجے ہوؤ ف ۴۸ بولے ہم بھیجے ہوئے آئے ہیں ایک قوم گنہگار پر مگر لوط کے گھر والے، ہم

لَمُنَجُّوْهُمْ اَجْمَعِيْنَ ﴿۵۹﴾ اِلَّا امْرَاَتَهٗ قَدَّرْنَآ ۙ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا جَآءَ اٰلَ لُوْطِ ع ۱۶

ان کو بچالیں گے سب کو، مگر ایک اس کی عورت ہم نے ٹھہرا لیا وہ ہے رہ جانے والوں میں ف ۴۹ پھر جب پہنچے لوط کے گھر

الْمُرْسَلُوْنَ ﴿۶۱﴾ قَالَ اِنَّكُمْ قَوْمٌ مُّنْكَرُوْنَ ﴿۶۲﴾ قَالُوْا بَلْ جِئْنٰكَ بِمَا كَانُوْا فِيْهِ يَمْتَرُوْنَ ﴿۶۳﴾

وہ بھیجے ہوئے، بولا تم لوگ ہو اوپرے ف ۵۰ بولے نہیں پر ہم لے کر آئے ہیں تیرے پاس وہ چیز جس میں وہ جھگڑتے تھے ف ۵۱

وَاَتَيْنٰكَ بِالْحَقِّ وَاِنَّا لَصٰدِقُوْنَ ﴿۶۴﴾

اور ہم لائے ہیں تیرے پاس پکی بات اور ہم سچ کہتے ہیں ف ۵۲

فائدہ: [۴۳] **ابراہیم علیہ السلام کے مہمان:** ...... "مہمان" اس لیے کہا کہ ابراہیم علیہ السلام ابتداءً انہیں مہمان ہی سمجھے، بعد میں کھلا کہ فرشتے ہیں۔

فائدہ: [۴۴] ...... دوسری جگہ آیا ہے ﴿وَاَوْجَسَ مِنْهُمْ خِيْفَةً﴾ [ہود: ۷۰] یعنی خوف کو دل میں چھپایا تو کہا جائے گا کہ ابتداءً میں چھپانے کی کوشش کی۔ آخر ضبط نہ کر سکے، زبان سے ظاہر کر دیا۔ یا یہ مطلب ہو کہ باوجود چھپانے کے خوف کے آثار چہرہ وغیرہ پر اس قدر عیاں تھے گویا کہہ رہے تھے کہ ہم کو تم سے ڈر معلوم ہوتا ہے۔ یہ ڈر کس بات کا تھا؟ اس کی تفصیل سورہ ہود (آیت: ۷۰) میں گذر چکی وہاں ملاحظہ کی جائے۔ اور اس واقعہ کے دوسرے اجزاء پر بھی جو کلام کیا گیا ہے ضرورت ہے کہ ایک مرتبہ مراجعت کر لی جائے۔

فائدہ: [۴۵] **اولاد کی خوشخبری:** ...... یعنی ڈرنے کی ضرورت نہیں بلکہ خوش ہونے کا موقع ہے، اس بڑھاپے میں ہم تم کو اولاد کی خوشخبری سناتے ہیں۔ اولاد بھی کیسی؟ لڑکا، نہایت ہوشیار، بڑا عالم، جسے پیغمبرانہ علوم دے کر منصب نبوت پر فائز کیا جائے گا ﴿وَبَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ نَبِيًّا مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ﴾ [صافات: ۱۱۲]

فائدہ: [۴۶] **لہجہ تعجب:** ...... چونکہ غیر متوقع اور غیر معمولی طور پر خوشخبری سنی، تو اپنی پیرانہ سالی کو دیکھتے ہوئے کچھ عجیب سی معلوم ہوئی۔ انسانی طبیعت کا خاصہ ہے کہ جب آدمی کوئی مسرت انگیز خبر خلاف توقع غیر معمولی طریقہ سے اچانک سنے تو باوجود یقین آجانے کے اُسے خوب کھود کرید کر دریافت کرتا اور لہجہ تعجب کا اختیار کر لیتا ہے، تاخبر دینے والا پوری تاکید وتصریح سے خوشخبری کو دہرائے، جس میں نہ کسی قسم کی غلط فہمی کا احتمال رہے نہ تاویل والتباس کا، گویا اظہار تعجب سے بشارت کو خوب واضح اور پختہ کرانا اور تکرار سماع سے لذت حاصل کرنا مقصود ہوتا ہے۔ اسی طرز میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اظہار تعجب فرمایا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کے الفاظ ہیں: "قال متعجبا من کبرہ و کبر زوجتہ ومتحققا للوعد فاجابوہ مؤکدین لما بشروہ بہ تحقیقا وبشارة بعد بشارة۔" چونکہ سطح کلام سے نااُمیدی کا توہم ہو سکتا تھا جو اکابر خصوصاً اولوالعزم پیغمبروں کی شان کے بالکل خلاف ہے۔ اس لیے ملائکہ نے ﴿فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْقٰنِطِيْنَ﴾ کہہ کر تنبیہ کی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "معلوم ہوا کہ کاملین بھی (کسی درجہ میں) ظاہری اسباب پر خیال رکھتے ہیں۔"

فائدہ:[۴۷] مسلمان رحمت الٰہیہ سے ناامید نہیں ہو سکتا:...... یعنی رحمتِ الٰہیہ سے ناامید تو عام مسلمان بھی نہیں ہو سکتے چہ جائیکہ انبیاء علیہم السلام کو معاذ اللہ ایہ نوبت آئے محض اسباب عادیہ اور اپنی حالتِ موجودہ کے اعتبار سے ایک چیز عجیب معلوم ہوئی، اس پر میں نے اظہار تعجب کیا ہے کہ خدا کی قدرت اب بڑھاپے میں مجھے اولاد ملے گی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''عذاب سے نڈر ہونا اور فضل سے ناامید ہونا دونوں کفر کی باتیں ہیں یعنی آگے کی خبر اللہ کو ہے۔ ایک بات پر دعویٰ کرنا یقین کر کے کہ یوں نہیں ہو سکتا یہ ہی کفر کی بات ہے، باقی محض دل کے خیال وتصور پر پکڑ نہیں جب منہ سے دعویٰ کرے تب گناہ ہوتا ہے۔''

فائدہ:[۴۸] تشریف آوری کا مقصد؟...... یعنی کیا محض یہ بشارت سنانے کے لیے ہی بھیجے گئے ہو، یا کوئی اور مہم ہے جس پر مامور ہو کر آئے ہو؟ غالباً قرائن سے ابراہیم علیہ السلام سمجھے کہ اصل مقصد تشریف آوری کا کچھ اور ہے۔ ممکن ہے جو خوف انہیں دیکھ کر پیدا ہوا تھا اسی سے خیال گذرا ہو کہ خالص بشارت لانے والوں کو دیکھ کر خوف کیسا، ضرور کوئی دوسری خوفناک چیز بھی ان کے ساتھ ہوگی۔ واللہ اعلم!

فائدہ:[۴۹]...... یعنی وہ باقی کفار کے ساتھ عذاب میں مبتلا رہے گی۔ (تنبیہ) ظاہر یہ ہے کہ ﴿قَدَّرْنَآ اِنَّهَا لَمِنَ الْغٰبِرِيْنَ﴾ مقولہ ملائکہ کا ہے جو عذاب لے کر آئے تھے۔ چونکہ اس وقت وہ قضا وقدر کا فیصلہ نافذ کرنے کے لیے سرکاری ڈیوٹی پر آئے تھے اس لیے تقدیر (ٹھہرانے) نسبت نیابتاً اپنی طرف کر دی، اور ممکن ہے ﴿قَدَّرْنَآ﴾ حق تعالیٰ کا کلام ہو تب کوئی اشکال نہیں۔

فائدہ:[۵۰] فرشتے اور حضرت لوط علیہ السلام:...... یا تو یہ مطلب تھا کہ تم مجھے غیر معمولی سے آدمی معلوم ہوتے ہو جنہیں دیکھ کر خواہ مخواہ دل کھٹکتا ہے۔ یہ شاید ویسا ہی کھٹکا ہوگا جو ابراہیم علیہ السلام کے دل میں پیدا ہوا تھا۔ یا یہ غرض ہو کہ تم اس شہر میں اجنبی ہو تم کو یہاں کے لوگوں کی خوئے بد معلوم نہیں، دیکھئے! وہ تمہارے ساتھ کیا سلوک کریں، یا یہ اس وقت فرمایا جب لوگوں نے فرشتوں کو حسین لڑکے سمجھ کر لوط کے مکان پر چڑھائی کی۔ لوط علیہ السلام انہیں مہمان سمجھتے ہوئے امکانی مدافعت کرتے رہے حتیٰ کہ آخر میں نہایت حسرت سے فرمایا ﴿لَوْ اَنَّ لِيْ بِكُمْ قُوَّةً اَوْ اٰوِيْٓ اِلٰى رُكْنٍ شَدِيْدٍ﴾ الآیۃ [ہود: ۸۰] اس وقت تنگ ہو کر اور گھبرا کر ان مہمانوں سے کہنے لگے کہ تم عجیب طرح کے آدمی معلوم ہوتے ہو۔ میں تمہاری آبرو بچانے کیلئے خون پسینہ ایک کر رہا ہوں لیکن تم میری امداد کیلئے ذرا ہاتھ بھی نہیں ہلاتے۔

فائدہ:[۵۱]...... یعنی گھبراؤ مت ہم آدمی نہیں ہیں، ہم تو آسمان سے وہ چیز لے کر آئے ہیں جس میں یہ لوگ تم سے جھگڑا کرتے تھے۔ یعنی مہلک عذاب جس کی تم دھمکی دیتے اور یہ انکار کرتے تھے۔

فائدہ:[۵۲]...... یعنی اب آپ بالکل مطمئن ہو جائیے، یہ بالکل پکی اور اٹل بات ہے جس میں قطعاً جھوٹ کا احتمال نہیں۔

فَاَسْرِ بِاَهْلِكَ بِقِطْعٍ مِّنَ الَّيْلِ وَاتَّبِعْ اَدْبَارَهُمْ وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ وَّامْضُوْا حَيْثُ

سو لے نکل اپنے گھر کو کچھ رات رہے سے اور تو چل ان کے پیچھے اور مڑ کر نہ دیکھے تم میں سے کوئی ف۵۳ اور چلے جاؤ جہاں

تُؤْمَرُوْنَ ﴿۶۵﴾ وَقَضَيْنَآ اِلَيْهِ ذٰلِكَ الْاَمْرَ اَنَّ دَابِرَ هٰٓؤُلَاۗءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۶۶﴾ وَجَاۗءَ اَهْلُ

تم کو حکم ہے ف۵۴ اور مقرر کر دی ہم نے اس کو یہ بات کہ ان کی جڑ کٹے گی صبح ہوتے ف۵۵ اور آئے شہر

الْمَدِيْنَةِ يَسْتَبْشِرُوْنَ ﴿۶۷﴾ قَالَ اِنَّ هٰٓؤُلَاۗءِ ضَيْفِيْ فَلَا تَفْضَحُوْنِ ﴿۶۸﴾ وَاتَّقُوا اللّٰهَ وَلَا

کے لوگ خوشیاں کرتے ف۵۶ لوط نے کہا یہ لوگ میرے مہمان ہیں سو مجھ کو رسوا مت کرو ف۵۷ اور ڈرو اللہ سے اور میری

تُخْزُوْنِ ﴿٦٩﴾ قَالُوْٓا اَوَلَمْ نَنْهَكَ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ﴿٧٠﴾ قَالَ هٰٓؤُلَآءِ بَنٰتِيْٓ اِنْ كُنْتُمْ فٰعِلِيْنَ ﴿٧١﴾

آبرو مت کھووف ۵۸ بولے کیا ہم نے تجھ کو منع نہیں کیا جہان کی حمایت سے ف ۵۹ بولا یہ حاضر ہیں میری بیٹیاں اگر تم کو کرنا ہے ف ۶۰

لَعَمْرُكَ اِنَّهُمْ لَفِيْ سَكْرَتِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ﴿٧٢﴾ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُشْرِقِيْنَ ﴿٧٣﴾ فَجَعَلْنَا

قسم ہے تیری جان کی وہ اپنی مستی میں مدہوش ہیں ف ۶۱ پھر آ پکڑا ان کو چنگھاڑ نے سورج نکلتے وقت ف ۶۲ پھر کر

عَالِيَهَا سَافِلَهَا وَاَمْطَرْنَا عَلَيْهِمْ حِجَارَةً مِّنْ سِجِّيْلٍ ﴿٧٤﴾

ڈالی ہم نے وہ بستی او پر تلے اور برسائے ان پر پتھر کھنگر (کنکر) کے ف ۶۳

فائدہ: [۵۳] ......یعنی جب تھوڑی رات رہے اپنے گھر والوں کو بستی سے لے کر نکل جایئے اور آپ! سب کے پیچھے رہیے تاکہ پورا اطمینان رہے کہ کوئی رہ تو نہیں گیا یا راستہ سے واپس تو نہیں ہوا۔ اس صورت میں آپ کا قلب مطمئن رہے گا اور دل جمعی سے خدا کے ذکر و شکر میں مشغول رہتے ہوئے رفقاء کی دیکھ بھال رکھیں گے۔ دوسری طرف آپ کے پیچھے ہونے کی وجہ سے آگے چلنے والوں کو آپ کا رعب مانع ہوگا کہ پیچھے مڑ کر دیکھیں۔ اس طرح ﴿وَلَا يَلْتَفِتْ مِنْكُمْ اَحَدٌ﴾ کا پورا امتثال ہو سکے گا اور وہ لوگ خطرہ کے مقام سے بعید رہیں گے اور آپ کو اپنا ظاہری پشتیبان سمجھیں گے۔

فائدہ: [۵۴] ......یعنی ملکِ شام میں یا اور کہیں امن کی جگہ جو خدا نے ان کے لیے مقرر کی ہوگی۔

فائدہ: [۵۵] **عذاب کی خبر و فیصلہ:** ......یعنی لوط علیہ السلام کو ملائکہ کے توسط سے ہم نے اپنا قطعی فیصلہ سنا دیا کہ عذاب کچھ دور نہیں، ابھی صبح کے وقت اس قوم کا بالکلیہ استیصال کر دیا جائے گا۔ شاید یہ مطلب ہو کہ صبح ہوتے ہی عذاب شروع ہو جائے گا اور اشراق تک سب معاملہ ختم کر دیا جائے گا، کیونکہ دوسری جگہ ﴿مُصْبِحِيْنَ﴾ کے بجائے ﴿مُشْرِقِيْنَ﴾ کا لفظ آیا ہے۔

فائدہ: [۵۶] **قوم کی اخلاقی پستی:** ......یعنی جب سنا کہ لوط کے یہاں بڑے حسین و جمیل لڑکے مہمان ہیں تو اپنی عادتِ بد کی وجہ سے بڑے خوش ہوئے اور دوڑتے ہوئے اُن کے مکان پر آئے اور لوط علیہ السلام سے مطالبہ کیا کہ انہیں ہمارے حوالہ کر دو۔

تنبیہ: ......﴿وَجَآءَ اَهْلُ الْمَدِيْنَةِ﴾ الآیۃ میں ''واؤ'' مطلق جمع کے لیے ہے، یہاں ترتیب واقعات بیان میں ملحوظ نہیں، سورۂ ہود (آیت: ۷۸) اور اعراف (آیت: ۸۳) میں یہ قصہ گذر چکا ہے اسے دیکھ لیا جائے اور وہاں کے فوائد ملاحظہ کیے جائیں۔

فائدہ: [۵۷] ......کیونکہ مہمان کی فضیحت میزبان کی رسوائی ہے۔

فائدہ: [۵۸] **نصیحت و لجاجت:** ......یعنی خدا سے ڈر کر یہ بے حیائی کے کام چھوڑ دو اور اجنبی مہمانوں کو دق مت کرو۔ آخر میں تم میں رہتا ہوں، میری آبرو کا تمہیں کچھ پاس کرنا چاہیے۔ میں مہمانوں کی نظر میں کس قدر حقیر ہوں گا جب یہ سمجھیں گے کہ بستی میں ایک آدمی بھی اِن کی عزت نہیں کرتا، نہ اِن کا کہا مانتا ہے۔

فائدہ: [۵۹] **قوم کی گستاخی اور ہٹ دھرمی:** ......یعنی ہم بے آبرو نہیں کرتے آپ خود بے آبرو ہوتے ہیں۔ جب ہم منع کر چکے کہ تم کسی اجنبی کو پناہ مت دو نہ اپنا مہمان بناؤ۔ ہم کو اختیار ہے باہر سے آنے والوں کے ساتھ جس طرح چاہیں پیش آئیں۔ پھر آپ کو کیا ضرورت پیش آئی کہ خواہ مخواہ ان نوجوانوں کو اپنے یہاں ٹھہرا کر فضیحت ہوئے؟ اس سے مترشح ہوتا ہے کہ وہ لوگ ہمیشہ اجنبی مسافروں کو اپنے افعالِ شنیعہ کا تختۂ مشق بناتے ہوں گے اور حضرت لوط علیہ السلام اپنے مقدور کے موافق غریب مسافروں کی حمایت اور ان اشقیاء کو نالائق حرکتوں سے باز رکھتے ہوں گے۔

فَائِدَۃ:[۶۰] قوم کو غور وفکر کی دعوت: ......یعنی بے شک تم نے مجھ کو اجنبی لوگوں کی حمایت سے روکا لیکن میں پوچھتا ہوں آخر اس روکنے کا منشاء کیا ہے؟ یہ ہی نہ کہ میں تمہاری خلافِ فطرت شہوت رانی کے راستہ میں حائل ہوتا ہوں۔ تو خود غور کرو کیا قضائے شہوت کے حلال مواقع تمہارے سامنے موجود نہیں جو ایسی بیہودہ حرام کاری کے مرتکب ہوتے ہو؟ یہ تمہاری بیویاں (جو میری بیٹیوں کے برابر ہیں) تمہارے گھروں میں موجود ہیں، اگر تم میرے کہنے کے موافق عمل کرو اور قضائے شہوت کے مشروع و معقول طریقہ پر چلو، تو حاجت برآری کے لیے وہ کافی ہیں۔ یہ کیا آفت ہے کہ حلال اور ستھری چیز کو چھوڑ کر حرام کی گندگی میں ملوث ہوتے ہو؟

فَائِدَۃ:[۶۱] منظر کشی: ......ظاہر یہ ہے کہ یہ خطاب حق تعالیٰ شانہٗ کی طرف سے نبی کریم ﷺ کو ہے۔ یعنی تیری جان کی قسم! لوط کی قوم غفلت اور مستی کے نشہ میں بالکل اندھی ہو رہی تھی وہ بڑی لاپروائی سے حضرت لوط علیہ السلام کی نصیحت بلکہ لجاجت کو ٹھکرا رہے تھے۔ ان کو اپنی قوت کا نشہ تھا، شہوت پرستی نے اُن کے دل و دماغ مسخ کر دیئے تھے۔ وہ بڑے امن و اطمینان کے ساتھ پیغمبرِ خدا سے جھگڑ رہے تھے۔ نہیں جانتے تھے کہ صبح تک کیا حشر ہونے والا ہے؟ تباہی اور ہلاکت کی گھڑی اُن کے سر پر منڈلا رہی تھی وہ لوط علیہ السلام کی باتوں پر ہنستے تھے اور موت انہیں دیکھ کر ہنس رہی تھی۔

تنبیہ: ......ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا خدا تعالیٰ نے دنیا میں کوئی جان محمد ﷺ کی جان سے زیادہ اکرم و اشرف پیدا نہیں کی۔ میں نے خدا کو نہیں سنا کہ اس نے محمد ﷺ کی جانِ عزیز کے سوا کسی دوسری جان کی قسم کھائی ہو۔ قرآنِ کریم میں جو قسمیں آئی ہیں ان کے متعلق ہم ان شاء اللہ کسی دوسری جگہ ذرا مفصل کلام کریں گے۔

فَائِدَۃ:[۶۲] ......اس کے متعلق ہم قریب ہی ﴿دَابِرَ هٰٓؤُلَآءِ مَقْطُوْعٌ مُّصْبِحِيْنَ﴾ کے فائدہ میں کلام کر چکے ہیں۔ ابن جریج کا قول ہے کہ ہر عذاب جس سے کوئی قوم ہلاک کی جائے ''صیحۃ'' اور ''صاعقۃ'' کہلاتا ہے۔

فَائِدَۃ:[۶۳] ......اس کی تفصیل سورۂ ہود وغیرہ میں گذر چکی۔ (آیت: ۸۲)

اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُتَوَسِّمِيْنَ ۝۷۵ وَاِنَّهَا لَبِسَبِيْلٍ مُّقِيْمٍ ۝۷۶ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۷۷

بے شک اس میں نشانیاں ہیں دھیان کرنے والوں کو ف ۶۴ اور وہ بستی واقع ہے سیدھی راہ پر ف ۶۵ البتہ اس میں نشانی ہے ایمان والوں کو ف ۶۶

وَاِنْ كَانَ اَصْحٰبُ الْاَيْكَةِ لَظٰلِمِيْنَ ۝۷۸ فَانْتَقَمْنَا مِنْهُمْ ۘ وَاِنَّهُمَا لَبِاِمَامٍ مُّبِيْنٍ ۝۷۹ وَلَقَدْ

اور تحقیق تھے بن کے رہنے والے گناہ گار ف ۶۷ سو ہم نے بدلہ لیا ان سے اور یہ دونوں بستیاں واقع ہیں کھلے راستہ پر ف ۶۸ اور بے

كَذَّبَ اَصْحٰبُ الْحِجْرِ الْمُرْسَلِيْنَ ۝۸۰ وَاٰتَيْنٰهُمْ اٰيٰتِنَا فَكَانُوْا عَنْهَا مُعْرِضِيْنَ ۝۸۱ وَكَانُوْا

شک جھٹلایا حجر والوں نے رسولوں کو ف ۶۹ اور دیں ہم نے ان کو اپنی نشانیاں سو رہے ان سے منہ پھیرتے ف ۷۰ اور تھے کہ

يَنْحِتُوْنَ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا اٰمِنِيْنَ ۝۸۲ فَاَخَذَتْهُمُ الصَّيْحَةُ مُصْبِحِيْنَ ۝۸۳ فَمَآ اَغْنٰى عَنْهُمْ

تراشتے تھے پہاڑوں کے گھر اطمینان کے ساتھ ف ۷۱ پھر پکڑا ان کو چنگھاڑ نے صبح ہونے کے وقت پھر کام

مَّا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ ۝۸۴ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَاِنَّ

نہ آیا ان کے جو کچھ کمایا تھا ف ۷۲ اور ہم نے بنائے نہیں آسمان اور زمین اور جو ان کے بیچ میں ہے بغیر حکمت اور

ع ۱۴

السَّاعَةَ لَاٰتِيَةٌ فَاصْفَحِ الصَّفْحَ الْجَمِيْلَ ﴿۸۵﴾ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ﴿۸۶﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنٰكَ

قیامت بے شک آنے والی ہے سو کنارہ کر اچھی طرح کنارہ ۷۳ تیرارب جو ہے وہی ہے پیدا کرنے والا خبردار ۷۴ اور ہم نے دی ہیں

سَبْعًا مِّنَ الْمَثَانِيْ وَالْقُرْاٰنَ الْعَظِيْمَ ﴿۸۷﴾

تجھ کو سات آیتیں وظیفہ اور قرآن بڑے درجہ کا ۷۵

فائدہ:[٦٤] قوم لوط کے قبضہ میں عبرت کے بہت نشان ہیں:...... ''متوسم'' اصل میں اُس شخص کو کہتے ہیں جو بعض ظاہری علامات وقرائن دیکھ کر محض فراست سے کسی پوشیدہ بات کا پتہ لگالے۔ حدیث میں ہے: ''اِتَّقُوْا فِرَاسَةَ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّهٗ يَنْظُرُ بِنُوْرِ اللهِ'' بعض روایات میں ''وَبِتَوْفِيْقِ اللهِ'' کی زیادت ہے، یعنی مومن کی فراست سے ڈرتے رہو، وہ خدا تعالیٰ کے عطا کیے ہوئے نور توفیق سے دیکھتا ہے۔ شاید ''کشف'' اور ''فراست'' میں بقول امیر عبدالرحمن خاں مرحوم اتنا ہی فرق ہو جتنا ٹیلی فون اور ٹیلی گراف میں ہوتا ہے۔ بہرحال آیت کا مطلب یہ ہے کہ دھیان کرنے اور پتہ لگانے والوں کے لیے ''قوم لوط'' کے قصہ میں عبرت کے بہت نشان موجود ہیں۔ انسان سمجھ سکتا ہے کہ بدی اور سرکشی کا انجام کیسا ہوتا ہے۔ خدا کی قدرت عظیمہ کے سامنے ساری طاقتیں ہیچ ہیں، اُس کی لاٹھی میں آواز نہیں، اُس کی مہلت پر آدمی مغرور نہ ہو، نہ پیغمبروں کے ساتھ ضد اور عداوت باندھے، ورنہ ایسا ہی حشر ہوگا۔ وغیر ذٰلک

فائدہ:[٦٥] ...... مکہ سے شام کو جاتے ہوئے اس الٹی ہوئی بستی کے کھنڈر نظر آتے تھے: ﴿وَاِنَّكُمْ لَتَمُرُّوْنَ عَلَيْهِمْ مُّصْبِحِيْنَ ﴿۱۳۷﴾ وَبِالَّيْلِ ۗ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝﴾ [صافات: ١٣٧، ١٣٨]

فائدہ:[٦٦] ...... یعنی ان کھنڈرات کو دیکھ کر بالخصوص مومنین کو عبرت ہوتی ہے، کیونکہ وہ ہی سمجھتے ہیں کہ اس قوم کی بدکاری اور سرکشی کی سزا میں بستیاں الٹی گئیں۔ مومنین کے سوا دوسرے لوگ تو ممکن ہے انہیں دیکھ کر محض بخت واتفاق یا اسباب طبیعہ کا نتیجہ قرار دیں۔

فائدہ:[٦٧] تذکرہ ''اصحاب ایکہ'' کا: ...... بن کے رہنے والے یعنی قوم شعیب شہر ''مدین'' میں رہتے تھے جس کے نزدیک درختوں کا بن تھا کچھ وہاں رہتے ہوں گے۔ بعض کہتے ہیں ''اصحاب ایکہ'' اور ''اصحاب مدین'' دو جداگانہ قومیں ہیں، حضرت شعیب علیہ السلام دونوں کی طرف مبعوث ہوئے۔ ان لوگوں کا گناہ شرک وبت پرستی، ڈاکہ زنی اور ناپ تول میں فریب اور دھوکہ کرنا تھا۔ پہلے سورۂ ہود (آیت: ٨٤) واعراف (آیت: ٨٥) میں ان کا مفصل قصہ گذر چکا ہے ملاحظہ کرلیا جائے۔

فائدہ:[٦٨] ...... یعنی حجاز وشام کے جس راستہ پر قوم لوط کی بستیاں تھیں، وہیں ذرا نیچے اتر کر قوم شعیب کا مسکن تھا دونوں کے آثار رستہ چلنے والوں کو نظر آتے ہیں۔

فائدہ:[٦٩] اصحاب حجر: ...... ''حجر والے'' فرمایا ''ثمود'' کو۔ اُن کے ملک کا نام ''حجر'' تھا جو مدینہ سے شمال کی طرف واقع ہے، اُن کی طرف حضرت صالح علیہ السلام مبعوث ہوئے۔ ایک نبی کا جھٹلانا سب انبیاء کا جھٹلانا ہے۔

فائدہ:[٧٠] ...... یعنی اونٹنی جو پتھر سے نکالی گئی اور اس کے علاوہ دوسرے معجزات۔

فائدہ:[٧١] ...... یعنی دنیوی زندگی پر مغرور ہو کر تکبر وتجبر کی نمائش کے لیے پہاڑوں کو تراش کر بڑے عالیشان مکان بناتے تھے۔ گویا کبھی یہاں سے جانا نہیں، یہ بھی سمجھتے ہوں گے کہ ایسی مضبوط ومستحکم عمارتوں میں کوئی آفت کہاں پہنچ سکتی ہے۔

فائدہ:[٧٢] عبرت کی جا ہے تماشا نہیں: ...... یعنی مال ودولت، مستحکم عمارات جسمانی قوت اور دوسرے اسباب ووسائل میں سے

کوئی چیز بھی خدا کے عذاب کو دفع نہ کر سکی، ان کا قصہ بھی پہلے گذر چکا۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ تبوک جاتے ہوئے "وادیٔ حجر" پر سے گذرے، آپ نے سر ڈھانپ لیا، سواری کی رفتار تیز کر دی اور صحابہ کو فرمایا کہ معذب قوم کی بستیوں پر مت داخل ہو۔ مگر (خدا کے خوف سے) روتے ہوئے اگر رونا نہ آئے تو رونے والوں کی صورت بنالو، خدا نہ کرے وہ چیز تم کو پہنچے جو ان کو پہنچی تھی۔ یہ آپ نے مسلمانوں کو ادب سکھلایا کہ آدمی اس قسم کے مقامات میں پہنچ کر عبرت حاصل کرے اور خدا کے خوف سے لرزاں و ترساں ہو، محض سیر و تماشہ نہ سمجھے۔

فائدہ: [۷۳]...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "پہلی امتوں کا حال سنا کر فرمایا کہ یہ جہاں یوں ہی خالی نہیں پڑا، سر پر ایک مدبر ہے۔ ہر چیز کا تدارک کرنے والا۔ اکمل اور آخری تدارک کا نام قیامت ہے۔" اور کفار سے کنارہ کرنے کو فرمایا جب خدا کا حکم پہنچا چکے، تبلیغ کا فرض ادا کر دیا اور کافر ضد پر اڑے رہے۔ تب حکم ہوا کہ زیادہ جھگڑنے سے فائدہ نہیں، اب وعدہ کی راہ دیکھو اور ان کی تکلیف و ایذا پر صبر کرو، حرف شکایت زبان پر نہ لاؤ یہاں تک کہ خدا کا فیصلہ پہنچ جائے۔

فائدہ: [۷۴] **تذکرہ معاد:**...... جس کو تیرے صبر اور ان کی ایذا کی سب خبر ہے، ہر ایک کو اس کے عمل کا بدلہ دے گا۔ اس آیت میں گویا معاد کی تقریر فرما دی، یعنی جس نے ایک مرتبہ پیدا کیا دوبارہ پیدا کرنا کیا مشکل ہے اور جس چیز کے اجزاء منتشر ہو گئے ہوں اس کو ہر جزء کی خبر ہے، جہاں کہیں ہو گا سب کو جمع کر دے گا۔ دوسری جگہ فرمایا ﴿اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ بَلٰى ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝﴾ الیٰ آخر الآیۃ۔ [یٰس: ۸۱]

فائدہ: [۷۵]...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "یعنی یہ اتنی بڑی نعمت دیکھ جو تجھ کو عطا ہوئی اور کافروں کی ضد سے خفا نہ ہو۔"

تنبیہ:...... "سبع مثانی" کے مصداق میں اختلاف ہے۔ صحیح اور راجح یہ ہی ہے کہ اس سے مراد سورۂ فاتحہ کی سات آیتیں ہیں جو ہر نماز کی ہر رکعت میں دہرائی جاتی ہیں اور جن کو بطور وظیفہ کے بار بار پڑھا جاتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ حق تعالیٰ نے تورات، انجیل، زبور، قرآنِ پاک کسی کتاب میں اس کا مثل نازل نہیں فرمایا۔ احادیث صحیحہ میں تصریح ہے کہ نبی کریم ﷺ نے سورۂ "فاتحہ" کو فرمایا کہ یہ ہی "سبع مثانی" اور قرآن عظیم ہے جو مجھ کو دیا گیا۔ اس چھوٹی سی سورت کو "قرآن عظیم" (بڑا قرآن) فرمانا درجہ کے اعتبار سے ہے، اس سورت کو ام القرآن بھی اسی لحاظ سے کہتے ہیں کہ گویا یہ ایک خلاصہ اور متن ہے جسکی تفصیل و شرح پورے قرآن کو سمجھنا چاہیے۔ قرآن کے تمام علوم و مطالب کا اجمالی نقشہ تنہا اس سورت میں موجود ہے، یوں مثانی کا لفظ بعض حیثیات سے پورے قرآن پر بھی اطلاق کیا گیا ہے ﴿اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ﴾ الآیۃ [زمر: ۲۳] اور ممکن ہے دوسری سورتوں کو مختلف وجوہ سے "مثانی" کہہ دیا جائے، مگر اس جگہ "سبع مثانی" اور "قرآن عظیم" کا مصداق یہ ہی سورت (فاتحہ) ہے۔

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَاخْفِضْ جَنَاحَكَ

مت ڈال اپنی آنکھیں ان چیزوں پر جو برتنے کو دیں ہم نے ان میں سے کئی طرح کے لوگوں کو ف۷۶ اور نہ غم کھا ان پر اور جھکا اپنے بازو ایمان

لِلْمُؤْمِنِيْنَ ۝۸۸ وَقُلْ اِنِّيْٓ اَنَا النَّذِيْرُ الْمُبِيْنُ ۝۸۹ كَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَى الْمُقْتَسِمِيْنَ ۝۹۰ الَّذِيْنَ

والوں کے واسطے ف۷۷ اور کہہ کہ میں وہی ہوں ڈرانے والا کھول کر ف۷۸ جیسا ہم نے بھیجا ہے ان بانٹنے والوں پر جنہوں نے

جَعَلُوا الْقُرْاٰنَ عِضِيْنَ ۝۹۱ فَوَرَبِّكَ لَنَسْـَٔلَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝۹۲ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝۹۳ فَاصْدَعْ

کیا ہے قرآن کو بوٹیاں ف۷۹ سو قسم ہے تیرے رب کی ہم کو پوچھنا ہے ان سب سے جو کچھ وہ کرتے تھے ف۸۰ سو

بِمَا تُؤْمَرُ وَاَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۹۴﴾ اِنَّا كَفَيْنٰكَ الْمُسْتَهْزِءِيْنَ ﴿۹۵﴾ الَّذِيْنَ يَجْعَلُوْنَ مَعَ

سنادے کھول کر جو تجھ کو حکم ہوا اور پرواہ کر مشرکوں کی ف۸۱ ہم بس (کافی) ہیں تیری طرف سے ٹھٹھے کرنے والوں کو ف۸۲ جو کہ ٹھہراتے ہیں

اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۚ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ﴿۹۶﴾ وَلَقَدْ نَعْلَمُ اَنَّكَ يَضِيْقُ صَدْرُكَ بِمَا يَقُوْلُوْنَ ﴿۹۷﴾

اللہ کے ساتھ دوسرے کی بندگی، سو عنقریب معلوم کرلیں گے ف۸۳ اور ہم جانتے ہیں کہ تیرا جی رکتا ہے ان کی باتوں سے،

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ﴿۹۸﴾ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ﴿۹۹﴾ ع۶

سو تو یاد کر خوبیاں اپنے رب کی اور ہو سجدہ کرنے والوں سے ف۸۴ اور بندگی کیے جا اپنے رب کی جب تک آئے تیرے پاس یقینی بات ف۸۵

فَائِدَة:[۷۶] ملعونوں کے سامان کی طرف نظر نہ کیجئے:...... یعنی مشرکین، یہود و نصاریٰ اور دوسرے دشمنانِ خدا اور رسول کو دنیا کی چندروزہ زندگی کا جو سامان دیا ہے اُس کی طرف نظر نہ کیجیے کہ ان ملعونوں کو یہ سامان کیوں دیدیا گیا، جس سے ان کی شقاوت و شرارت زیادہ بڑھتی ہے، یہ دولت مسلمانوں کو ملتی تو اچھے راستہ میں خرچ ہوتی۔ ان کو تھوڑی دیر مزہ اڑا لینے دو۔ تم کو خدا تعالیٰ نے وہ دولتِ قرآن دی ہے جس کے آگے سب دولتیں گرد ہیں۔ روایات میں ہے کہ جس کو خدا تعالیٰ نے قرآن دیا پھر کسی کی اور نعمت دیکھ کر ہوس کرے تو اُس نے قرآن کی قدر نہ جانی۔

فَائِدَة:[۷۷] مومنین پر شفقت:...... غم نہ کھا کہ مسلمان کیوں نہیں ہوتے، آپ فرضِ تبلیغ ادا کرتے رہیں، معاندین کے پیچھے اپنے کو زیادہ فکر و غم میں مبتلا نہ کیجیے۔ آپ کی شفقت و ہمدردی کے مستحق مومنین ہیں ان کے ساتھ ملاطفت، نرم خوئی اور شفقت و تواضع کا برتاؤ رکھیے۔

فَائِدَة:[۷۸]...... یعنی کوئی مانے یا نہ مانے میں خدا کا پیام صاف صاف پہنچائے دیتا ہوں اور تکذیب و شرارت کے عواقب خوب کھول کر آگاہ کر رہا ہوں۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ”تیرا کام دل پھیر دینا نہیں، یہ خدا سے ہوسکتا ہے۔ جو کوئی ایمان نہ لائے تو غم نہ کھا۔“

فَائِدَة:[۷۹] مقتسمین کون؟...... اس آیت کے معنی کئی طرح کیے گئے ہیں: بعض نے کہا کہ ”مقتسمین“ (بانٹنے والوں) سے مراد آپ کے زمانہ کے یہود و نصاریٰ وغیرہ ہیں جنہوں نے قرآن کی تقسیم و تحلیل کر رکھی تھی۔ یعنی جو مضمونِ قرآنی ان کی تحریفات یا آراء و اہواء کے موافق پڑ جائے مان لو، جو خلاف ہو نہ مانو۔ مطلب یہ ہوگا کہ ہم نے تجھے ”سبع مثانی“ اور ”قرآن عظیم“ دے کر بھیجا جیسے ان لوگوں پر بھی پہلے کتابیں نازل کی تھیں۔ آپ پر کتاب اُتارنا یا وحی بھیجنا کوئی انوکھی بات نہیں جس کا انکار کیا جائے۔ بعض نے ”مقتسمین“ سے یہود و نصاریٰ مراد لے کر لفظِ قرآن سے کتب سابقہ مراد لی ہیں، یعنی اُنہوں نے تحریف کر کے اپنی کتابوں کو پارہ پارہ کر ڈالا۔ بعض نے کہا مشرکین مراد ہیں جو بطور استہزاء و تمسخر قرآن کی تقسیم کرتے تھے، جب سورتوں کے نام سنتے تو ہنس کر آپس میں کہتے بقرہ یا مائدہ میں لوں گا، عنکبوت تجھ کو دوں گا۔ ان لوگوں نے ایک اور طرح بھی قرآن کے متعلق خیالات تقسیم کر رکھے تھے کوئی اسے شاعری بتاتا، کوئی کہانت، کوئی جادو، کوئی مجنون کی بڑ، کوئی اساطیر الاولین، ان کو آگاہ کیا کہ میں سب کو عذاب سے ڈرانے والا ہوں، جیسا عذاب یقینا نازل ہونے والا ہے ان ٹھٹھا کرنے والوں پر۔ اس وقت اَنْزَلْنَا کی تعبیر اس لحاظ سے ہوگی کہ متیقن الوقوع مستقبل کو گویا ماضی فرض کرلیا گیا۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے ”مقتسمین“ کے معنی قسم کھانے والوں کے لیے ہیں یعنی وہ گذشتہ قومیں جو انبیاء کی تکذیب و مخالفت کے حلف اٹھا چکی تھیں اور جھوٹی باتوں پر قسمیں کھاتی تھیں اور انہوں نے کتب سماویہ کے ٹکڑے کر دیئے تھے۔ جیسا عذاب ہم نے ان پر اتارا، اسی طرح کے عذاب سے یہ ”نذیر مبین“ تم کو ڈراتا ہے۔ ”مقتسمین“ کے اس معنی کی تائید میں ابن کثیر نے ذیل کی آیات پیش کی ہیں: ﴿تَقَاسَمُوْا بِاللّٰهِ لَنُبَيِّتَنَّهٗ

وَاَهْلَه﴾[نمل:۴۹] ﴿وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ﴾[نحل:۳۸] ﴿اَوَلَمْ تَكُوْنُوْٓا اَقْسَمْتُمْ مِّنْ قَبْلُ مَا لَكُمْ مِّنْ زَوَالٍ﴾[ابراہیم:۴۴] ﴿اَهٰٓؤُلَآءِ الَّذِيْنَ اَقْسَمْتُمْ لَا يَنَالُهُمُ اللّٰهُ بِرَحْمَةٍ﴾[اعراف:۴۹]

فَائِدَة:[۸۰]......یعنی کس کی عبادت کی تھی؟ پیغمبروں کے ساتھ کس طرح پیش آئے تھے؟ ﴿لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ﴾ کو کیوں نہ مانا تھا؟ اس کلمہ کا حق کیوں ادا نہیں کیا تھا؟ یہ اور اسی قسم کے کتنے سوالات ہوں گے۔

فَائِدَة:[۸۱] دوٹوک تبلیغ کا حکم:......یعنی کہنے میں کوتاہی نہ کیجیے، خوب کھول کر خدائی پیغامات پہنچا دیجیے، یہ مشرکین آپ کا کچھ نہ بگاڑ سکیں گے۔

فَائِدَة:[۸۲] حفاظت کا وعدہ:......یعنی دنیا و آخرت میں ہم سب ٹھٹھا کرنے والوں سے نبٹ لیں گے آپ بے خوف و خطر تبلیغ کرتے رہیے آپ کا بال بیکا نہ ہوگا۔

فَائِدَة:[۸۳]......یعنی رسول کے ساتھ استہزاء کرنا اور خدا کے لیے شریک ٹھہرانا، دونوں باتوں کا انجام یہ لوگ دیکھ لیں گے۔

فَائِدَة:[۸۴] حصول راحت کا ذریعہ:......یعنی اگر ان کی ہٹ دھرمی سے دل تنگ ہو تو آپ ان کی طرف سے توجہ ہٹا کر ہمہ تن خدا کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہیے۔ خدا کا ذکر، نماز سجدہ عبادتِ الٰہی وہ چیزیں ہیں جن کی تاثیر سے قلب مطمئن و منشرح رہتا ہے اور فکر و غم دور ہوتے ہیں۔ اسی لیے نبی کریم ﷺ کی عادت تھی کہ جب کوئی مہم بات فکر کی پیش آتی آپ نماز کی طرف جھپٹتے۔

فَائِدَة:[۸۵] مرتے دم تک خدا کی عبادت:......یعنی موت۔ یقین کا لفظ دوسری جگہ قرآن نے اسی معنی میں استعمال کیا ﴿وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ حَتّٰٓى اَتٰىنَا الْيَقِيْنُ ۝﴾[مدثر:۴۶، ۴۷] حدیث میں ایک میت کی نسبت آپ نے فرمایا: ''اَمَّا هُوَ فَقَدْ جَاءَهُ الْيَقِيْنُ وَاِنِّيْ لَاَرْجُوْ لَهُ الْخَيْرَ'' جمہور سلف نے اس آیت میں ''یقین'' کو بمعنی موت لیا ہے یعنی مرتے دم تک خدا کی عبادت میں لگے رہیے

اندریں رہ می تراش و می خراش
تادمِ آخر دمے فارغ مباش

جن بعض عارفین نے اس جگہ ''یقین'' کو کیفیتِ قلبیہ کے معنی میں لیا ہے اس کی توجیہ روح المعانی میں مذکور ہے دیکھ لی جائے۔

تم سورة الحجر۔

ولله الحمد والمنة وهو المسئول ان يتوفانا على اكمل الاحوال واحسنها فانه جواد كريم۔

آیاتہا ۱۲۹ | ۱٦ سُوْرَةُ النَّحْلِ مَكِّيَّةٌ ۷۰ | رکوعاتہا ۱٦

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے۔

اَتٰۤى اَمْرُ اللّٰهِ فَلَا تَسْتَعْجِلُوْهُ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝١ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ

آ پہنچا حکم اللہ کا سو اس کی جلدی مت کرو [۱] وہ پاک ہے اور برتر ہے ان کے شریک بتلانے سے [۲] اتارتا ہے فرشتوں کو [۳] بھید دے کر [۴]

اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖۤ اَنْ اَنْذِرُوْۤا اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝٢ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ

اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں [۵] کہ خبردار کر دو کہ کسی کی بندگی نہیں سوا میرے سو مجھ سے ڈرو [٦] بنائے آسمان

وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝٣ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝٤

اور زمین ٹھیک ٹھیک وہ برتر ہے ان کے شریک بتلانے سے [۷] بنایا آدمی کو ایک بوند سے پھر جبھی ہو گیا جھگڑا کرنے والا بولنے والا [۸]

فائدہ:[۱] خدا کا حکم قریب آپہنچا:...... یعنی خدا کا یہ حکم کہ "پیغمبر علیہ السلام کی جماعت غالب و منصور اور حق کے مخالف مغلوب و ذلیل ہوں گے، جنہیں دنیا میں مسلمان مجاہدین کے ہاتھوں اور آخرت میں براہ راست احکم الحاکمین کے دربار سے شرک و کفر کی سزا ملے گی" اس حکم کے وقوع کا وقت قریب آپہنچا اور قیامت کی گھڑی بھی دور نہیں ہے۔ جس چیز کا آنا یقینی ہوا سے آئی ہوئی سمجھنا چاہیے پھر جلدی مچانے کی کیا ضرورت ہے۔ کفار از راہ تکذیب و استہزاء کہا کرتے تھے کہ جس عذاب یا قیامت کے آنے کا تم وعدہ کرتے ہو وہ جلد کیوں نہیں آجاتا، انہیں متنبہ فرمایا کہ تمہارے ایسا کہنے سے وہ ٹلنے والا نہیں بلکہ حتمی اور یقینی طور پر جلد آیا چاہتا ہے جس قدر دیر لگ رہی ہے وہ بھی ایک طرح سے تمہارے حق میں مفید ہے ممکن ہے بعض کو اصلاح و توبہ کی توفیق مل جائے ﴿وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ؕ وَلَوْلَاۤ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ﴾ [عنکبوت:۵۳] ﴿يَسْتَعْجِلُ بِهَا الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِهَا ۚ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مُشْفِقُوْنَ مِنْهَا ۙ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهَا الْحَقُّ﴾ [شوریٰ:۱۸]

فائدہ:[۲]...... یعنی جب حق کا غالب ہونا اور کفر و شرک پر سزا ملنا یقینی ہے تو توحید کی راہ اختیار کرو اور مشرکانہ طور و طریق سے علیحدہ ہو جاؤ۔ جنہیں تم خدائی کا شریک ٹھہراتے ہو ان میں سے کوئی خدا کے حکم کو ٹال نہیں سکتا، نہ عذاب الٰہی کو روک سکتا ہے۔

فائدہ:[۳]...... یعنی فرشتوں کی جنس میں سے بعض کو جیسے حضرت جبرائیل علیہ السلام یا حفظۃ الوحی، جنکی طرف ﴿فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا﴾ [جن:۲۷] میں اشارہ کیا ہے۔

فائدہ:[۴] "روح" سے مراد وحی ہے:...... یہاں "روح" سے مراد وحی الٰہی ہے جو خدا کی طرف سے پیغمبروں کی طرف غیر مرئی طریق پر بطور ایک بھید کے آتی ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ فرمایا ﴿يُلْقِى الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ﴾ [مؤمن:۱۵] ایک جگہ

قرآن کی نسبت فرمایا ﴿وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ [شوریٰ: ۵۲] قرآن یا وحیٔ الٰہی کو ''روح'' سے تعبیر فرمانے میں یہ اشارہ ہے کہ جس طرح مادی اجسام کو نفخ روح سے ظاہری حیات حاصل ہوتی ہے، اسی طرح جو قلوب جہل وضلال کی بیماریوں سے مردہ ہو چکے تھے وہ وحی الٰہی کی روح پا کر زندہ ہو جاتے ہیں۔

فائدہ: [۵] **انبیاء کی بعثت اور متفقہ نصب العین:** ......وہ بندے انبیاء علیہم السلام ہیں جن کو خدا تعالیٰ ساری مخلوق میں سے اپنی حکمت کے موافق اپنے کامل اختیار سے چن لیتا ہے ﴿اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ﴾ [انعام: ۱۲۴] ﴿اَللّٰهُ يَصْطَفِيْ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا وَّمِنَ النَّاسِ﴾ [حج: ۷۵]

فائدہ: [۶] ......یعنی توحید کی تعلیم، شرک کا رد اور تقویٰ کی طرف دعوت، یہ ہمیشہ سے تمام انبیاء علیہم السلام کا مشترکہ و متفقہ نصب العین (مشن) رہا ہے۔ گویا اثباتِ توحید کی یہ نقلی دلیل ہوئی، آگے عقلی دلائل بیان کی جاتی ہیں۔

فائدہ: [۷] **زمین وآسمان میں خدا کی وحدانیت کے عقلی دلائل:** ......یعنی زمین وآسمان کا نظام ایسا درست واستوار بنایا ہے جسے دیکھ کر لامحالہ یقین کرنا پڑتا ہے کہ تمام کائنات کا سلسلہ صرف ایک ہی مالکِ مختار کے ہاتھ میں ہونا چاہیے۔ اگر کئی بااختیار خداؤں کے ہاتھوں میں باگ ہوتی تو یہ محکم انتظام وانضباط اتنی مدت تک ہرگز قائم نہ رہتا، ضرور آپس میں ٹکر ہو جاتی بلکہ کئی آزاد خداؤں کی کشمکش باہمی سرے سے اس نظامِ عالم کو موجود ہی نہ ہونے دیتی ﴿لَوْ كَانَ فِيْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا﴾ [انبیاء: ۲۲] ﴿اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۭ بِمَا خَلَقَ وَلَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ﴾ [مومنون: ۹۱]

فائدہ: [۸] **تخلیقِ انسانی میں دلائلِ قدرت:** ......یعنی علویات وسفلیات کا انتظام درست کر کے تم کو پیدا کیا۔ تم خود اپنی خلقت میں غور کرو تو حق تعالیٰ کی عجیب وغریب صنعت وقدرت کا سبق ملے گا۔ تمہاری اصل کیا تھی؟ ایک قطرۂ بے جان جس میں نہ حس وحرکت تھی، نہ شعور وارادہ، نہ وہ بات کرنے کے قابل تھا، نہ اس لائق تھا کہ کسی معاملہ میں جھگڑ کر اپنا حق منوا دے یا دوسروں پر غالب آ جائے۔ اب دیکھو! حق تعالیٰ نے اسی قطرۂ ناچیز کو کیا سے کیا بنا دیا، کیسی عجیب صورت عطا کی، اور کیسی اعلیٰ قوتیں اور کمالات اس پر فائض کیے جو ایک حرف بولنے پر قادر نہ تھا وہ کیسے لیکچر دینے لگا، جس میں ادنیٰ حس وحرکت نہ تھی، اب کس طرح بات بات میں جھگڑے کرنے اور حجتیں نکالنے لگا۔ حتیٰ کہ بعض اوقات مخلوق سے گذر کر خالق کے مقابلہ میں خم ٹھونک کر کھڑا ہو گیا، یہ بھی یاد نہ رکھا کہ میری اصل کیا تھی اور کیسے یہ طاقت حاصل ہوئی: ﴿اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۚ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۝ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمٌ ۝﴾ [یس: ۷۷-۷۹]

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝۵ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ

اور چوپائے بنا دیئے تمہارے واسطے ان میں جڑاول ہے اور کتنے فائدے اور بعضوں کو کھاتے ہو ۹ اور تم کو ان سے عزت ہے جب شام کو چرا کر

تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝۶ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ

لاتے ہو اور جب چرانے لے جاتے ہو ۱۰ اور اٹھا لے چلتے ہیں بوجھ تمہارے ان شہروں تک کہ تم نہ پہنچتے وہاں مگر جان مار کر بے شک تمہارا رب

الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝۷ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ۭ

بڑا شفقت کرنے والا مہربان ہے ۱۱ اور گھوڑے پیدا کیے اور خچریں اور گدھے کہ ان پر سوار ہو اور زینت کے لیے ۱۲ اور پیدا کرتا

وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۸﴾ وَعَلَى اللهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ

ہے جو تم نہیں جانتے ف۱۳ اور اللہ تک پہنچتی ہے سیدھی راہ اور بعضی راہ کج بھی ہے ف۱۴ اور اگر وہ چاہے تو سیدھی راہ دے

ع ۹
اَجْمَعِيْنَ ﴿۹﴾ هُوَ الَّذِيْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ﴿۱۰﴾

تم سب کو ف۱۵ وہی ہے جس نے اتارا آسمان سے تمہارے لیے پانی اس سے پیتے ہو اور اسی سے درخت ہوتے ہیں جس میں چراتے ہو ف۱٦

يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ

اگاتا ہے تمہارے واسطے سے کھیتی اور زیتون اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے میوے، اس میں البتہ نشانی ہے

لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۱۱﴾ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ

ان لوگوں کو جو غور کرتے ہیں ف۱۷ اور تمہارے کام میں لگا دیا رات اور دن اور سورج اور چاند کو اور ستارے

مُسَخَّرٰتٌۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ﴿۱۲﴾

کام میں لگے ہیں اس کے حکم سے ف۱۸ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کو جو سمجھ رکھتے ہیں

فائدہ:[۹] چوپایوں کی تخلیق میں دلائل قدرت:...... یعنی اونٹ، گائے، بھیڑ، بکری تمہارے لیے پیدا کیے۔ ان میں سے بعض کے بال یا اون وغیرہ سے کمبل، دسے [گرم اونی کپڑا]، ڈیرے، خیمے اور سردی سے بچنے کے لیے مختلف قسم کے لباس تیار کرتے ہیں۔ اسکے علاوہ کسی کا دودھ پیا جاتا ہے، کسی کو ہل میں چلایا جاتا ہے۔ گھی مکھن وغیرہ کی ساری افراط ان ہی جانوروں کی بدولت ہے۔ انکے چمڑے سے کیسے کیسے عمدہ اور بیش قیمت سامان تیار کیے جاتے ہیں۔ جن جانوروں کا گوشت کھانے میں کوئی معتد بہ بدنی یا اخلاقی مضرت نہیں ہے اُنکا گوشت کھایا جاتا ہے، کتنے غریبوں کی شکم پروری اس سے ہوتی ہے اور جو دوسری غذائیں ہم کھاتے ہیں اُنکی تیاری میں بھی ان حیوانات کو کس قدر دخل ہے۔

فائدہ:[۱۰]...... جب ڈھور ڈنگر گھر میں بندھے کھڑے ہوں یا جنگل میں غائب ہوں اس وقت انعام الٰہی کا ایسا صاف مظاہرہ نہیں ہوتا۔ ہاں! جب چرنے کے لیے گھر سے نکلتے یا شام کو جنگل سے شکم سیر ہو کر گھر کی طرف لوٹتے ہیں اُس وقت ایک عجیب رونق اور چہل پہل ہوتی ہے۔ مالک خود بھی دیکھ کر خوش ہوتا ہے اور دوسرے لوگ بھی کہتے ہیں کہ خدا نے فلاں زمیندار کو کیسا دھن دولت دیا ہے۔

فائدہ:[۱۱]...... یعنی جہاں تم جریدہ بدون سامان و اسباب کے بڑی مشکل سے پہنچ سکتے تھے یہ جانور تم کو اور تمہارے بھاری بھاری سامانوں کو کھینچ کرلے جاتے ہیں۔ یہ خدا کی کتنی بڑی شفقت اور مہربانی ہے کہ ان حیوانات کو تمہاری خدمت میں لگا دیا اور ان سے کام لینے کی اجازت دی اور بڑی سخت اور مشکل مہمات ان جانوروں کے ذریعہ سے آسان کر دیں ﴿اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَاۤ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ○ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ○﴾ [یٰس: ۷۱، ۷۲]

فائدہ:[۱۲]...... یعنی سواری کرتے ہو اور عزت و شان ظاہر ہوتی ہے۔

تنبیہ:...... عرب میں گدھے کی سواری معیوب نہیں۔ وہاں کے گدھے نہایت قیمتی، خوبصورت، تیز رفتار اور قدم باز ہوتے ہیں۔ بعض گدھوں کے سامنے گھوڑوں کی کچھ حقیقت نہیں رہتی۔ ایک زندہ دل ہندی نے خوب کہا تھا کہ حجاز میں ''گدھا'' نہیں ''حمار'' ہوتا ہے۔

فَائِدَة: [۱۳]......یعنی جن حیوانات کا اوپر ذکر ہوا، ان کے علاوہ حق تعالیٰ تمہارے انتفاع کے لیے وہ چیزیں پیدا کرتا رہتا ہے اور کرتا رہیگا جنکی تمہیں فی الحال خبر بھی نہیں۔ اس میں وہ سب سواریاں بھی آگئیں جو قیامت تک بنتی رہیں گی۔

فَائِدَة: [۱۴] روحانی اور معنوی سیر و سیاحت:...... پہلے ذکر فرمایا تھا کہ تم حیوانات کی پیٹھ پر سوار ہوتے ہو اور وہ تم کو مع سامان و اسباب کے سخت اور کٹھن منزلیں طے کرا کر منزلِ مقصود پر پہنچا دیتے ہیں، یہ بدنی اور حسّی سیر و سفر کا حال ہوا۔ اسی کی مناسبت سے اب روحانی اور معنوی سیر و سیاحت کی طرف کلام منتقل ہوگیا۔ یعنی جس طرح زمینی راستے طے کر کے منزل مقصود تک پہنچتے ہو، ایسے ہی خدا تک پہنچنے کا سیدھا راستہ بھی کھلا ہوا ہے۔ جس کی سمجھ سیدھی ہوگی وہ مذکورہ بالا دلائل و بصائر میں غور کر کے حق تعالیٰ کی قدرت اور عظمت و جبروت پر ایمان لائے گا اور توحید و تقویٰ کی سیدھی راہ چل کر بے کھٹکے خدا تک پہنچ جائے گا۔ لیکن جس کی عقل سیدھی نہیں، اُسے سیدھی سڑک پر چلنے کی توفیق کہاں ہوسکتی ہے؟ وہ ہمیشہ اہواء و اوہام کی پیچ دار پگڈنڈیوں میں پڑا بھٹکتا رہے گا ﴿وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ﴾ [انعام: ۱۵۳]

فَائِدَة: [۱۵]......یعنی خدا کچھ اس بات سے عاجز نہیں تھا کہ ساری دنیا کو ایک ہی راہ پر لگا دیتا، لیکن اس کی حکمت مقتضی نہیں ہوئی کہ سب کو ایک ہی ڈھنگ اختیار کرنے پر مجبور کر دے جیسا کہ ہم پہلے متعدد مواقع میں اس کی تشریح کر چکے ہیں۔

فَائِدَة: [۱۶]......یعنی پانی پینے کے قابل بنایا اور اسی سے درخت، گھاس وغیرہ نباتات اگائے جس سے تمہارے جانور چرتے ہیں۔

فَائِدَة: [۱۷] پھلوں میں خدا کی قدرت کے نشان:...... یعنی ایک ہی پانی سے مختلف قسم کے پھل اور میوے اُگاتا رہتا ہے جن کی شکل و صورت، رنگ و بو، مزہ اور تاثیر ایک دوسرے سے بالکل مختلف ہیں۔ اس میں غور کرنے والوں کے لیے خدا کی قدرتِ کاملہ اور صنعتِ غریبہ کا بڑا نشان ہے کہ ایک زمین، ایک آفتاب، ایک ہوا، اور ایک پانی سے کیسے رنگ برنگ کے پھول پھل پیدا ہوتے رہتے ہیں۔

فَائِدَة: [۱۸] رات، دن، سورج اور چاند وغیرہ میں عظیم دلائل قدرت:...... رات اور دن برابر ایک دوسرے کے پیچھے لگے چلے آتے ہیں تا دنیا کا کاروبار چلے اور لوگ سکون و آرام حاصل کر سکیں۔ اسی طرح چاند سورج ایک معین نظام کے ماتحت نکلتے اور چھپتے رہتے ہیں۔ رات، دن کی آمد و شد اور شمس و قمر کے طلوع و غروب کے ساتھ انسانوں کے بے شمار فوائد وابستہ ہیں۔ بلکہ غور سے دیکھا جائے تو ان کے بدون انسان کی زندگی محال ہے۔ خدا تعالیٰ نے اپنے اقتدارِ کامل سے چاند سورج اور کل ستاروں کو ادنیٰ مزدوروں کی طرح ہمارے کاموں پر لگا رکھا ہے۔ مجال نہیں کہ ذرا سستی یا سرتابی کر سکیں، لیکن چونکہ رات دن اور چاند سورج سے بالکل صریح طور پر ہمارے کام متعلق ہیں اور دوسرے ستاروں سے ہمارے فوائد و مصالح کی وابستگی اس قدر واضح نہیں ہے، شاید اس لیے اُن کو جدا کر کے دوسرے عنوان سے بیان فرمایا۔ واللہ اعلم!

وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ⑬ وَهُوَ الَّذِيْ

اور جو چیزیں پھیلائیں تمہارے واسطے زمین میں رنگ برنگ کی ف۱۹ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کو جو سوچتے ہیں، اور وہی ہے جس نے کام میں لگا

سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ

دیا دریا کو کہ کھاؤ اس میں سے گوشت تازہ اور نکالو اس میں سے گہنا جو پہنتے ہو اور دیکھتا ہے تو کشتیوں کو چلتی ہیں پانی پھاڑ کر اس میں ف۲۰ اور اس

مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ⑭ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ

واسطے کہ تلاش کرو اس کے فضل سے اور تاکہ احسان مانو ف۲۱ اور رکھ دیے زمین پر بوجھ کہ کبھی جھک پڑیں تم کو لے کر ف۲۲ اور بنائیں

وَّ تَمِيْدَ بِكُمْ وَ اَنْهٰرًا وَّ سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ﴿۱۵﴾ وَ عَلٰمٰتٍ ؕ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ﴿۱۶﴾ اَفَمَنْ

ندیاں ۲۳ اور راستے تا کہ تم راہ پاؤ ۲۴ اور بنائیں علامتیں ۲۵ اور ستاروں سے لوگ راہ پاتے ہیں ۲۶ بھلا جو پیدا کرے برابر ہے

يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ﴿۱۷﴾ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ

اس کے جو کچھ نہ پیدا کرے، کیا تم سوچتے نہیں ۲۷ اور اگر شمار کرو اللہ کی نعمتوں کو نہ پورا کر سکو گے ان کو ۲۸ بے شک اللہ بخشنے

رَّحِيْمٌ ﴿۱۸﴾ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَ مَا تُعْلِنُوْنَ ﴿۱۹﴾

والا مہربان ہے ۲۹ اور اللہ جانتا ہے جو تم چھپاتے ہو اور جو ظاہر کرتے ہو ۳۰

فائدہ:[۱۹] ......یعنی جس بلند و برتر ہستی نے آسمانی چیزوں کو تمہارے کام میں لگایا اسی نے تمہارے فائدہ کے لیے زمین میں مختلف قسم کی مخلوقات پیدا کیں جو ماہیت، شکل و صورت، رنگ و بو اور منافع و خواص میں ایک دوسرے سے بالکل علیحدہ ہیں۔ اس میں سب حیوانات، نباتات، جمادات، بسائط و مرکبات شامل ہو گئے۔

فائدہ:[۲۰] خوفناک سمندر کی تسخیر: ......یعنی ایسے ٹھاٹھیں مارنے والے خوفناک سمندر کو بھی جس کے سامنے انسان ضعیف البنیان کی کچھ بساط نہیں، تمہارے کام میں لگا دیا کہ اس میں بے تکلف مچھلی کا شکار کر کے نہایت لذیذ اور تر و تازہ گوشت حاصل کرتے ہو۔ اور اس کے بعض حصوں میں سے موتی اور مونگا نکالتے ہو جس کے قیمتی زیور تیار کیے جاتے ہیں۔ بھلا سمندر کی موجوں کو دیکھو جن کے سامنے بڑے بڑے جہازوں کی ایک تنکا کے برابر حقیقت نہیں، لیکن ایک چھوٹی سی کشتی کس طرح ان موجوں کو چیرتی پھاڑتی چلی جاتی ہے۔ یہ خدا تعالیٰ کی قدرت کا نمونہ ہے کہ اس نے انسان کو عقل دی اور ایسی چیزیں تیار کر لینے کی ترکیب سجھائی جن کے ذریعہ سے گویا سمندروں کو پایاب کر لیا گیا [چھان لیا گیا]۔

فائدہ:[۲۱] شکر گزاری کی ترغیب: ......یعنی جہازوں اور کشتیوں پر تجارتی مال لاد کر ایک ملک سے دوسرے ملک اور ایک براعظم سے دوسرے براعظم میں پہنچاؤ، اور خدا کے فضل سے بڑی فراخ روزی حاصل کرو، پھر خدا کا احسان مان کر اس کی نعمتوں کے شکر گذار رہو۔

فائدہ:[۲۲] پہاڑوں کی تخلیق میں ایک خاص فائدہ: ......یعنی خدا تعالیٰ نے زمین پر بھاری پہاڑ رکھ دیے، تا زمین اپنی اضطرابی حرکت سے تم کو لے کر بیٹھ نہ جائے۔ روایات و آثار سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین ابتدائے آفرینش میں مضطربانہ طور پر ہلتی اور کانپتی تھی خدا تعالیٰ نے اس میں پہاڑ پیدا کیے جن سے اس کی کپکپی بند ہوئی۔ آج کل جدید سائنس نے بھی اقرار کیا ہے کہ پہاڑوں کا وجود بڑی حد تک زلزلوں کی کثرت سے مانع ہے۔ بہر حال زمین کی حرکت و سکون کا مسئلہ جو حکماء میں مختلف فیہ رہا ہے اس سے آیت کا نفیاً یا اثباتاً کچھ تعلق نہیں، جس میں اختلاف ہو رہا ہے۔

فائدہ:[۲۳] دیگر نشانہائے قدرت: ......یعنی ندیوں اور نہروں کا سرچشمہ کہیں پہاڑوں میں ہوتا ہے لیکن وہ میدانوں اور پہاڑوں کو قطع کرتی ہوئی سینکڑوں ہزاروں میل کی مسافت پر خدا کے حکم سے ان بستیوں تک پہنچتی ہیں جن کا رزق ان کے پانی سے متعلق کیا گیا ہے۔

فائدہ:[۲۴] ......یعنی ایک ملک سے دوسرے ملک میں جا سکو۔

فائدہ:[۲۵] ......یعنی پہاڑ، چشمے، درخت، ریت کے ٹیلے غرض مختلف قسم کی علامتیں قائم کر دی ہیں جن سے مسافروں کے قافلے ٹھیک راستہ کا سراغ نکال سکیں۔ میں نے خود بعض اعراب (بدوؤں) کو دیکھا کہ مٹی سونگھ کر راستہ کا پتہ لگا لیتے ہیں۔

فَائِدَة: [۲۶] ......یعنی رات کے وقت دریا اور خشکی کے سفر میں بعض ستاروں کے ذریعہ سے رستہ کا پتہ لگا لیا جاتا ہے۔ "قطب نما" سے جو رہنمائی ہوتی ہے وہ بھی بالواسطہ ستارہ سے تعلق رکھتی ہے۔

فَائِدَة: [۲۷] سوچنے کی بات: ......یعنی سوچنا چاہیے یہ کس قدر حماقت ہے کہ جو چیزیں ایک مکھی کا پر اور مچھر کی ٹانگ بلکہ ایک جو کا دانہ یا ریت کا ذرّہ پیدا کرنے پر قادر نہ ہوں انہیں معبود و مستعان ٹھہرا کر خداوند قدوس کے برابر کر دیا جائے، جو مذکورہ بالا عجیب و غریب مخلوقات کا پیدا کرنے والا اور ان کے محکم نظام کو قائم رکھنے والا ہے۔ اس گستاخی کو دیکھو اور خدا کے انعامات کو خیال کرو، حقیقت میں انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

فَائِدَة: [۲۸] ......یعنی جو نعمتیں اوپر بیان ہوئیں "مشتے نمونہ از خروارے" تھیں، باقی خدا کی نعمتیں تو اس قدر ہیں جن کا تم کسی طرح شمار نہیں کر سکتے۔

فَائِدَة: [۲۹] ناشکری کے باوجود رحمتوں کی برسات: ......یعنی ان بیشمار نعمتوں کا شکر پوری طرح کس سے ادا ہو سکتا تھا۔ لہٰذا ادائے شکر میں جو کوتاہی رہ جاتی ہے خدا اس سے درگذر کرتا اور تھوڑے سے شکر پر بہت سا اجر عطا فرما دیتا ہے، یا یہ کہ کفرانِ نعمت کے بعد جو شخص توبہ کر کے شکر گذار بن جائے حق تعالیٰ اُس کی پچھلی کوتاہیوں کو بخشتا اور آئندہ کے لیے رحمت مبذول فرماتا ہے۔ بلکہ ناشکری کی حالت میں بھی اپنی رحمتِ واسعہ سے اُس کو بالکلیہ محروم نہیں کرتا، ہزاروں طرح کی نعمتیں دنیا میں فائض کرتا رہتا ہے۔

فَائِدَة: [۳۰] حق تعالیٰ تمام ظاہری و باطنی احوال سے خبردار ہے: ......یعنی حق تعالیٰ تمام ظاہری و باطنی احوال سے خبردار ہے، وہ خوب جانتا ہے کہ کون شخص اُس کی نعمتوں پر کس حد تک دل سے اور کس حد تک جوارح سے شکر گذار بنتا ہے اور کون ایسا ہے جس کا ظاہر و باطن ادائے حقِ نعمت سے خالی رہتا ہے، یا مذکورہ بالا دلائل و نعم کو سن کر کون ہے جو سچے دل سے اس پر ایمان لاتا ہے اور کون ہے جو ظاہر میں دلائل سے لاجواب ہو کر بھی حق کو قبول نہیں کرتا۔ خدا کے علم میں جس کا جو حال ہوگا اُسی کے موافق معاملہ ہوگا۔

وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْـًٔا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ﴿۲۰﴾ اَمْوَاتٌ غَيْرُ اَحْيَاۗءٍ ۚ

اور جن کو پکارتے ہیں اللہ کے سوا کچھ پیدا نہیں کرتے اور وہ خود پیدا کیے ہوئے ہیں ف۳۱ مردے ہیں جن میں جان نہیں ف۳۲

وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ﴿۲۱﴾ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ

اور نہیں جانتے کب اٹھائے جائیں گے ف۳۳ معبود تمہارا معبود ہے اکیلا، سو جن کو یقین نہیں آخرت کی

قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ﴿۲۲﴾ لَا جَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۭ

زندگی کا ان کے دل نہیں مانتے اور وہ مغرور ہیں ف۳۴ ٹھیک بات ہے کہ اللہ جانتا ہے جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں، بے شک

اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ﴿۲۳﴾ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمْ مَّاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ۙ قَالُوْٓا اَسَاطِيْرُ

وہ نہیں پسند کرتا غرور کرنے والوں کو ف۳۵ اور جب کہے ان سے کہ کیا اتارا ہے تمہارے رب نے، تو کہیں کہانیاں

الْاَوَّلِيْنَ ﴿۲۴﴾ لِيَحْمِلُوْٓا اَوْزَارَهُمْ كَامِلَةً يَّوْمَ الْقِيٰمَةِ ۙ وَمِنْ اَوْزَارِ الَّذِيْنَ يُضِلُّوْنَهُمْ بِغَيْرِ

ہیں پہلوں کی ف۳۶ تاکہ اٹھائیں بوجھ اپنے پورے دن قیامت کے اور کچھ بوجھ ان کے جن کو بہکاتے ہیں بلا تحقیق،

عِلۡمٍ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَزِرُوۡنَ ﴿۲۵﴾ قَدۡ مَكَرَ الَّذِيۡنَ مِنۡ قَبۡلِهِمۡ فَاَتَى اللّٰهُ بُنۡيَانَهُمۡ مِّنَ

سنتا ہے برا بوجھ ہے جو اٹھاتے ہیں ف ۳۶ البتہ دغابازی کر چکے ہیں جو تھے ان سے پہلے پھر پہنچا حکم اللہ کا ان کی عمارات پر بنیادوں

الۡقَوَاعِدِ فَخَرَّ عَلَيۡهِمُ السَّقۡفُ مِنۡ فَوۡقِهِمۡ وَاَتٰٮهُمُ الۡعَذَابُ مِنۡ حَيۡثُ لَا يَشۡعُرُوۡنَ ﴿۲۶﴾

سے پھر گر پڑی ان پر چھت اوپر سے اور آیا ان پر عذاب جہاں سے ان کو خبر نہ تھی ف ۳۸

ثُمَّ يَوۡمَ الۡقِيٰمَةِ يُخۡزِيۡهِمۡ وَيَقُوۡلُ اَيۡنَ شُرَكَآءِىَ الَّذِيۡنَ كُنۡتُمۡ تُشَآقُّوۡنَ فِيۡهِمۡ ؕ قَالَ

پھر قیامت کے دن رسوا کرے گا ان کو اور کہے گا کہاں ہیں میرے شریک جن پر تم کو بڑی ضد تھی ف ۳۹ بولیں گے

الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡعِلۡمَ اِنَّ الۡخِزۡىَ الۡيَوۡمَ وَالسُّوۡٓءَ عَلَى الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۲۷﴾

جن کو دی گئی تھی خبر بے شک رسوائی آج کے دن اور برائی منکروں پر ہے ف ۴۰

فائدہ:[۳۱] مشرکین کے معبود خود خدا کی مخلوق ہیں:......خدا تو وہ ہے جس کے عظیم الشان اور غیر محصور انعامات کا اوپر تذکرہ ہوا۔ اب مشرکین کی حماقت ملاحظہ ہو کہ ایسے عالم الکل اور خالق الکل خدا کا شریک اُن چیزوں کو ٹھہرا دیا جو ایک گھاس کا تنکا پیدا نہیں کر سکتیں، بلکہ خود اُن کا وجود بھی خدا کا پیدا کیا ہوا ہے۔

فائدہ:[۳۲] ......یعنی جن چیزوں کو خدا کے سوا پوجتے ہیں سب مردے (بے جان) ہیں۔ خواہ دواماً مثلاً بت، یا فی الحال مثلاً جو بزرگ مر چکے اور اُن کی پوجا کی جاتی ہے یا انجام و مآل کے اعتبار سے مردہ ہیں مثلاً حضرت مسیح علیہ السلام، روح القدس اور ملائکۃ اللہ جن کی بعض فرقے پرستش کرتے تھے بلکہ جن و شیطان بھی جن کو بعض مسوخ الفطرت پوجتے ہیں سب پر ایک وقت موت طاری ہونے والی ہے پس جس چیز کا وجود دوسرے کا عطا کیا ہوا ہو اور وہ جب چاہے چھین لے، اسے خدا کس طرح کہہ سکتے ہیں؟ یا عبادت کے لائق کیسے ہو سکتا ہے؟

فائدہ:[۳۳] انتہاء درجہ کی حماقت:......یعنی یہ عجیب خدا ہیں جنہیں کچھ خبر نہیں کہ قیامت کب آئے گی اور وہ خود یا ان کے پرستار کب حساب و کتاب کے لیے اٹھائے جائیں گے۔ ایسی بے جان اور بے خبر ہستیوں کو خدا بتلانا انتہا درجہ کی حماقت اور جہل ہے۔

فائدہ:[۳۴] ......یعنی جو دلائل و شواہد اوپر بیان ہوئے ایسے صاف اور واضح ہیں جس میں ادنیٰ غور کرنے سے انسان توحید کا یقین کر سکتا ہے لیکن غور و طلب تو وہ کرے جسے اپنی عاقبت کی فکر اور انجام کا ڈر ہو، جن کو بعد الموت کا یقین ہی نہیں نہ انجام کی طرف دھیان ہے وہ دلائل پر کب کان دھرتے اور ایمان و کفر کے نیک و بد انجام کی طرف کب التفات کرتے ہیں۔ پھر دلوں میں توحید کا اقرار اور پیغمبروں کے سامنے تواضع سے گردن جھکانے کا خیال آئے تو کہاں سے آئے؟

فائدہ:[۳۵] تکبر و غرور کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا:......یعنی خوب سمجھ لو کبر و غرور کوئی اچھی اور پسندیدہ چیز نہیں، اس کا نتیجہ بھگتنا پڑے گا، توحید کا انکار جو تم دلوں میں رکھتے ہو اور غرور و تکبر جس کا اظہار تمہاری چال ڈھال اور طور و طریق سے ہو رہا ہے، سب خدا کے علم میں ہے، وہ ہی ہر کھلے چھپے جرم کی سزا تم کو دے گا۔

فائدہ:[۳۶] مکذبین کا قرآن سے استہزاء:......یعنی ناواقف اشخاص بغرضِ تحقیق یا واقف لوگ ازراہِ امتحان جب ان مکذبین سے کہتے ہیں یا وہ مکذبین خود آپس میں ایک دوسرے سے ازراہِ تمسخر و استہزاء سوال کرتے ہیں کہ "کہو تمہارے رب نے کیا چیز اتاری ہے؟"

مطلب یہ کہ قرآن جسے پیغمبر ﷺ خدا کا اتارا ہوا بتلاتے ہیں تمہارے نزدیک کیا چیز ہے اور محمد اس دعوے میں کہاں تک سچے ہیں؟ تو کہتے ہیں کہ (معاذ اللہ) قرآن میں رکھا ہی کیا ہے، بجز اس کے کہ کتب سابقہ اور ملل سابقہ کی کچھ پرانی بے سند باتیں (توحید، نبوت جنت دوزخ وغیرہ) اور چند قصے کہانیاں نقل کر دی گئی ہیں۔

فائدہ:[۳۷] استہزاء کا مقصد: ......یعنی اس کہنے سے غرض یہ ہے کہ (معاذ اللہ) قرآن عزیز کو بے وقعت ٹھہرا کر اپنے ساتھ دوسروں کو گمراہ کریں اور اس طرح اپنے کفر و ضلال کی پوری پوٹ کے ساتھ کچھ بوجھ ان لوگوں کے اضلال و اغواء کا بھی سر پر رکھیں جنہیں اپنی نادانی اور جہالت سے گمراہ کر رہے ہیں۔ خیال کرو کیسی بدی کی پوٹ سر پر رکھ رہے ہیں۔ حدیث میں ہے: ''وَمَنْ دَعَا اِلٰی ضَلَالَةٍ کَانَ عَلَیْهِ مِنَ الْاِثْمِ مِثْلُ اٰثَامِ مَنِ اتَّبَعَهٗ لَا یَنْقُصُ ذٰلِکَ مِنْ اٰثَامِهِمْ شَیْئًا'' قال اللہ تعالیٰ: ﴿وَلَيَحْمِلُنَّ اَثْقَالَهُمْ وَاَثْقَالًا مَّعَ اَثْقَالِهِمْ﴾ [عنکبوت: ۱۳]

فائدہ:[۳۸] گذشتہ قوموں کے مکر و تلبیس کا انجام: ......یعنی جن لوگوں کو گمراہ کرنے اور پیغامِ حق کو پست کرنے کی جو تدبیریں آج کی جا رہی ہیں ان سے پہلے دوسری قومیں بھی انبیاء علیہم السلام کے مقابلہ میں ایسی تدبیریں کر چکی ہیں۔ انہوں نے مکر و تلبیس کے بڑے اونچے محل کھڑے کر دیے، پھر جب خدا کا حکم پہنچا تو اُس نے پکڑ کر بنیادیں ہلا دیں۔ آخر عذابِ الٰہی کے ایک جھٹکا میں ان کے تیار کیے ہوئے محل ان ہی پر آ پڑے جن کی چھتوں کے نیچے سب دب کر رہ گئے۔ مطلب یہ ہے کہ اُن کی تدبیریں خود اُن ہی پر اُلٹ دی گئیں، اور جو سامان غلبہ و حفاظت کا کیا تھا وہ فنا و ہلاکت کا سبب بن گیا بلکہ بعض اقوام کی بستیاں حسی طور پر بھی تہ و بالا کر دی گئیں۔

فائدہ:[۳۹] قیامت کے دن مشرکین کی رسوائی: ......یعنی جن شرکاء کی حمایت میں ہمارے پیغمبروں سے ہمیشہ لڑتے جھگڑتے تھے آج وہ کہاں ہیں؟ تمہاری مدد کو کیوں نہیں آتے؟ ﴿هَلْ يَنْصُرُوْنَكُمْ اَوْ يَنْتَصِرُوْنَ﴾ [شعراء: ۹۳] ﴿فَمَا لَهٗ مِنْ قُوَّةٍ وَّلَا نَاصِرٍ﴾ [طارق: ۱۰] یہ کہنا ہی اُن کو رسوا کرنا ہے یا رسوائی سے مراد جہنم میں داخل کرنا اور ان کی خفیہ مکاریوں کا پردہ فاش کرنا ہے ﴿اِنَّكَ مَنْ تُدْخِلِ النَّارَ فَقَدْ اَخْزَيْتَهٗ﴾ [آل عمران: ۱۹۲]

فائدہ:[۴۰] ......یعنی وہ تو کیا جواب دے سکتے، البتہ انبیاء علیہم السلام اور دوسرے باخبر لوگ اُس وقت اِن مکار دغابازوں کو سنا کر کہیں گے کہ دیکھ لیا جو ہم کہا کرتے تھے۔ آج کے دن ساری برائی اور رسوائی صرف منکرینِ حق کے لیے ہے۔

الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۪ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَا كُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ

جن کی جان نکالتے ہیں فرشتے اور وہ برا کر رہے ہیں اپنے حق میں ف۴۱ تب ظاہر کریں گے اطاعت کہ ہم تو کرتے نہ تھے کچھ برائی ف۴۲

بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ﴿۲۸﴾ فَادْخُلُوْٓا اَبْوَابَ جَهَنَّمَ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ

کیوں نہیں اللہ خوب جانتا ہے جو تم کرتے تھے ف۴۳ سو داخل ہو دروازوں میں دوزخ کے رہا کرو سدا

فَلَبِئْسَ مَثْوَى الْمُتَكَبِّرِيْنَ ﴿۲۹﴾ وَقِيْلَ لِلَّذِيْنَ اتَّقَوْا مَاذَآ اَنْزَلَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوْا خَيْرًا ؕ

اسی میں سو کیا برا ٹھکانا ہے غرور کرنے والوں کا اور کہا پرہیزگاروں کو کیا اتارا تمہارے رب نے، بولے نیک بات جنہوں نے بھلائی کی ف۴۴ اس

لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا فِيْ هٰذِهِ الدُّنْيَا حَسَنَةٌ ؕ وَلَدَارُ الْاٰخِرَةِ خَيْرٌ ؕ وَلَنِعْمَ دَارُ الْمُتَّقِيْنَ ﴿۳۰﴾

دنیا میں ان کو بھلائی ہے اور آخرت کا گھر بہتر ہے اور کیا خوب گھر ہے پرہیزگاروں کا ف۴۵

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ لَهُمْ فِيْهَا مَا يَشَآءُوْنَ ؕ كَذٰلِكَ يَجْزِي

باغ ہیں ہمیشہ رہنے کے جن میں وہ جائیں گے بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں ان کے واسطے وہاں ہے جو چاہیں ف۴۶ ایسا بدلہ

اللّٰهُ الْمُتَّقِيْنَ ۝۳۱ الَّذِيْنَ تَتَوَفّٰىهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ طَيِّبِيْنَ ۙ يَقُوْلُوْنَ سَلٰمٌ عَلَيْكُمُ ۙ ادْخُلُوا

دے گا اللہ پرہیزگاروں کو ف۴۷ جن کی جان قبض کرتے ہیں فرشتے اور وہ ستھری ہیں ف۴۸ کہتے ہیں فرشتے سلامتی تم پر جاؤ بہشت میں ف۴۹

الْجَنَّةَ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝۳۲ هَلْ يَنْظُرُوْنَ اِلَّآ اَنْ تَاْتِيَهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَوْ يَاْتِيَ اَمْرُ رَبِّكَ ؕ

بدلہ ہے اس کا جو تم کرتے تھے ف۵۰ کیا کافر اب اس کے منتظر ہیں کہ آئیں ان پر فرشتے یا پہنچے حکم تیرے رب کا ف۵۱

كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ۝۳۳

اسی طرح کیا تھا ان سے اگلوں نے اور اللہ نے ظلم نہ کیا ان پر لیکن وہ خود اپنا برا کرتے رہے

فَاَصَابَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا عَمِلُوْا وَحَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ ۝۳۴ ع ۹

پھر پڑے ان کے سر ان کے برے کام اور الٹ پڑا ان پر جو ٹھٹھا کرتے تھے ف۵۲

فائدہ:[۴۱] ......یعنی شرک وکفر اختیار کر کے اپنے حق میں برا کرتے رہے، آخر اسی حالت میں موت کے فرشتے جان نکالنے کو آگئے۔ خلاصہ یہ کہ خاتمہ حالتِ کفر وشرک پر ہوا۔ العیاذ باللہ!

فائدہ:[۴۲] ......یعنی اُس وقت ساری فوں فاں نکل جائے گی، جو شرارت وبغاوت دنیا میں کرتے تھے سب کا انکار کر کے اطاعت و وفاداری کا اظہار کریں گے کہ ہم نے کبھی کوئی بری حرکت نہیں کی ہمیشہ نیک چلن رہے ﴿يَوْمَ يَبْعَثُهُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا فَيَحْلِفُوْنَ لَهٗ كَمَا يَحْلِفُوْنَ لَكُمْ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ عَلٰى شَيْءٍ ؕ اَلَآ اِنَّهُمْ هُمُ الْكٰذِبُوْنَ ۝﴾ [مجادلہ:۱۸]

فائدہ:[۴۳] ......یعنی کیا جھوٹ بول کر خدا کو فریب دینا چاہتے ہو؟ جس کے علم میں تمہاری ساری حرکات ہیں۔ آج تمہارا کوئی مکر اور جھوٹ خدائی سزا سے نہیں بچا سکتا، وقت آگیا ہے کہ اپنی کرتوت کا مزہ چکھو۔

فائدہ:[۴۴] متقین سے سوال اور ان کا جواب: ......یہ مستکبرین کے مقابلہ میں متقین (پرہیزگاروں) کا حال بیان فرمایا کہ جب ان سے قرآن کے متعلق دریافت کیا جاتا ہے کہ تمہارے رب نے کیا چیز اتاری تو نہایت عقیدت وادب سے کہتے ہیں کہ "نیک بات جو سراپا خیر وبرکت ہے۔" ایسے لوگوں کو معلوم ہونا چاہیے کہ جس نے بھلائی کی دنیا میں اسے بھلائی کا خوشگوار پھل مل کر رہیگا۔ خدا کے یہاں کسی کی محنت اور ذرہ برابر نیکی ضائع نہیں جاتی۔

فائدہ:[۴۵] ......یعنی آخرت کی بھلائیوں اور نعمتوں کا تو پوچھنا ہی کیا ہے۔ دنیا ومافیہا کی نعمتیں وہاں کی چھوٹی چھوٹی چیزوں کے مقابلہ میں ہیچ ہیں۔

فائدہ:[۴۶] جنت میں ہر خواہش پوری: ......یعنی جنتی جس قسم کی جسمانی راحت اور روحانی مسرت چاہیں گے وہاں حاصل ہوگی ﴿وَفِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَتَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَاَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ۝﴾ [زخرف:۷۱]

فائدہ:[۴۷] ......یعنی ان تمام لوگوں کو جو کفر وشرک اور فسوق وعصیان سے پرہیز کرتے ہیں ایسا اچھا بدلہ ملے گا۔

فَائِدَة:[۴۸]......یعنی اُن کی جانیں موت کے وقت تک کفر وشرک کی نجاست سے پاک اور فسق وفجور کے میل کچیل سے صاف رہیں، اور حق تعالیٰ کی صحیح معرفت ومحبت کی وجہ سے نہایت خوشدلی اور انشراح بلکہ اشتیاق کے ساتھ اپنی جان جاں آفریں کے حوالہ کی۔

فَائِدَة:[۴۹]......ایک حیثیت سے روحانی طور پر تو انسان مرنے کے بعد ہی جنت یا دوزخ میں داخل ہو جاتا ہے۔ ہاں! جسمانی حیثیت سے پوری طرح دخولِ حشر کے بعد ہوگا، ممکن ہے اس بشارت میں دونوں قسم کے دخول کی طرف اشارہ ہو۔

فَائِدَة:[۵۰]......یعنی تمہارا عمل سبب عادی ہے دخولِ جنت کا، باقی سببِ حقیقی رحمتِ الٰہیہ ہے جیسا کہ حدیث میں آیا: "اِلَّا اَنْ یَّتَغَمَّدَنِیَ اللّٰہُ بِرَحْمَتِہٖ۔"

فَائِدَة:[۵۱] غافلوں کو تنبیہ:......جنت کی خوبیاں اور اس کا تفوق وامتیاز بیان فرمانے کے بعد ان غافلوں کو تنبیہ کی جاتی ہے جو محض دنیوی سامانوں پرست ہو کر آخرت کو بھلائے بیٹھے ہیں اور اپنا انجام سدھارنے کی کوئی فکر نہیں کرتے۔ یعنی کیا یہ لوگ اس کے منتظر ہیں کہ جس وقت فرشتے جان نکالنے کو آجائیں گے یا خدا کے حکم کے موافق قیامت قائم ہو جائے گی، یا مجرموں کی سزادہی کا حکم پہنچ جائے گا اور جوتا سر پر پڑنے لگے گا، تب ایمان لا کر اپنی حالت درست کریں گے؟ حالانکہ اُس وقت کا ایمان یا توبہ ورجوع کچھ نافع نہ ہوگا۔ ضرورت تو اس کی ہے کہ موت سے پہلے بعد الموت کی تیاری کی جائے اور عذاب آنے سے پیشتر بچاؤ کی تدبیر کرلیں۔

فَائِدَة:[۵۲] شرارتوں کا خمیازہ:......یعنی اگلے معاندین بھی اسی طرح غرور وغفلت کے نشے میں پڑے رہے تھے۔ باطل پرستی میں تمادی ہوتی رہی، توبہ کے وقت توبہ نہ کی، اخیر تک انبیاء کی تکذیب ومخالفت پر تلے رہے اور انکی باتوں کی ہنسی اڑاتے رہے۔ آخر جو کیا تھا سامنے آیا اور عذابِ الٰہی وغیرہ کی جن خبروں سے ٹھٹھا کیا کرتے تھے وہ آنکھوں سے دیکھ لیں۔ اُنکا استہزاء وتمسخر اُنہی پر اُلٹ پڑا، بھاگ کر جان بچانے کی کوئی سبیل نہ رہی، اپنی شرارتوں کا خمیازہ بھگتنا پڑا، جو بویا تھا سو کاٹا۔ خدا کو ان سے کوئی بیر نہ تھا، نہ اُسکے یہاں ظلم وتعدی کا امکان ہے۔ ان لوگوں نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری، کسی کا کیا بگڑا انہی کا نقصان ہوا۔

وَقَالَ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا عَبَدْنَا مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ نَّحْنُ وَلَآ اٰبَآؤُنَا وَلَا حَرَّمْنَا

اور بولے شرک کرنے والے اگر چاہتا اللہ نہ پوجتے ہم اس کے سوا کسی چیز کو ف۵۳ اور نہ ہمارے باپ اور نہ حرام ٹھہرا لیتے

مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَيْءٍ ؕ كَذٰلِكَ فَعَلَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۚ فَهَلْ عَلَى الرُّسُلِ اِلَّا الْبَلٰغُ

ہم بدون اس کے حکم کے کسی چیز کو، اسی طرح کیا ان سے اگلوں نے سو رسولوں کے ذمہ نہیں مگر پہنچا دینا

الْمُبِيْنُ ﴿۳۵﴾ وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ

صاف صاف ف۵۴ اور ہم نے اٹھائے ہیں ہر امت میں رسول ف۵۵ کہ بندگی کرو اللہ کی اور بچو سرکشوں سے ف۵۶ پھر کسی کو

فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَى اللّٰهُ وَمِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَيْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِيْرُوْا فِي الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا

ان میں سے ہدایت کی اللہ نے اور کسی پر ثابت ہوئی گمراہی، سو سفر کرو ملکوں میں پھر

كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الْمُكَذِّبِيْنَ ﴿۳۶﴾ اِنْ تَحْرِصْ عَلٰى هُدٰىهُمْ فَاِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ يُّضِلُّ

دیکھو کیسا ہوا انجام جھٹلانے والوں کا۔ اگر تو طمع کرے ان کو راہ پر لانے کی تو اللہ راہ نہیں دیتا جس کو

وَّمَا لَهُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ﴿۳۷﴾ وَاَقْسَمُوْا بِاللّٰهِ جَهْدَ اَيْمَانِهِمْ ۙ لَا يَبْعَثُ اللّٰهُ مَنْ يَّمُوْتُ ؕ بَلٰى

بچلاتا ہے اور کوئی نہیں ان کا مددگار ۵ے اور قسمیں کھاتے ہیں اللہ کی سخت قسمیں کہ نہ اٹھائے گا اللہ جو کوئی مر جائے ۵۸

وَعْدًا عَلَيْهِ حَقًّا وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۳۸﴾ لِيُبَيِّنَ لَهُمُ الَّذِيْ يَخْتَلِفُوْنَ فِيْهِ

کیوں نہیں وعدہ ہو چکا ہے اس پر پکا لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے ۵۹ اٹھائے گا تاکہ ظاہر کر دے ان پر جس بات میں کہ جھگڑتے

وَلِيَعْلَمَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّهُمْ كَانُوْا كٰذِبِيْنَ ﴿۳۹﴾

ہیں اور تاکہ معلوم کرلیں کافر کہ وہ جھوٹے تھے ۶۰

فائدہ: [۵۳] مشرکین کے شبہات کی تردید:...... یہاں سے ان باطل اعذار اور لچر لوچ دلائل کا رد شروع کرتے ہیں جو مشرکین اپنے شرک اور اعمالِ شرکیہ کا جواز واستحسان ثابت کرنے کیلئے پیش کرتے تھے۔ خلاصہ یہ ہے کہ اگر غیر اللہ کی پرستش یا بعض جانوروں (مثلاً بحیرہ سائبہ وغیرہ) کو حرام ٹھہرا لینا برے اور بے سند کام ہوتے جنہیں خدا پسند نہ کرتا، تو ہم کو کرنے کیوں دیتا؟ ضرور تھا کہ جب ہم اُس کی مرضی کے خلاف کام کریں تو اس سے روک دے، نہ رکیں تو فوراً سزا دے۔ اگر ایسا نہیں ہوا تو یہ دلیل ہے کہ خدا کو وہ کام ناپسند نہیں۔ آٹھویں پارہ کے دوسرے ربع آیت ﴿سَيَقُوْلُ الَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا لَوْ شَآءَ اللّٰهُ﴾ [انعام: ۱۴۸] کی جو تقریر ہم نے کی ہے اس میں مشرکین کا یہ شبہ اور اس کا مفصل جواب بیان کیا گیا ہے، وہاں ملاحظہ کرلیا جائے۔

فائدہ: [۵۴] حسب ضرورت انبیاء کی آمد اور مقصدِ آمد:...... یعنی مشرکین کا یہ کہنا غلط ہے کہ خدا کی طرف سے روکا نہیں گیا۔ ابتدائے آفرینش سے آج تک حسبِ ضرورت ومصلحت حق تعالیٰ انبیاء کو بھیجتا رہا ہے جن کا کام ہی یہ تھا کہ لوگوں کو شرک واعمالِ شرکیہ سے روکیں، اور صاف صاف اعلان کریں کہ خدا تعالیٰ کو کیا کام پسند ہیں کیا ناپسند، اور ان میں سے ہر ایک کا انجام کیا ہے۔ باقی یہ کہ لوگوں کو تکوینی طور پر مجبور کیوں نہ کر دیا گیا کہ وہ بدی کا راستہ اختیار ہی نہ کر سکتے، تو یہ بات اُس کی حکمت کے منافی تھی جیسا کہ ہم پہلے متعدد مواضع میں لکھ چکے ہیں۔ رہی یہ چیز کہ جو انبیاء کا کہنا نہ مانیں انہیں فوراً سزا دی جاتی تو بہت سی قوموں کو دنیا میں عبرتناک سزائیں بھی دی گئیں جیسا کہ اگلی آیت میں مذکور ہے۔ ہاں! عقلاً ونقلاً یہ ضروری نہیں کہ ارتکاب جرم کیساتھ فوراً سزا دی جائے۔ مجرم کو ایک منٹ کی مہلت نہ ملے، نہ اسکے لیے توبہ و اصلاح کا کوئی موقع باقی چھوڑا جائے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "یہ نادانوں کی باتیں ہیں کہ اللہ کو یہ کام برا لگتا تو کیوں کرنے دیتا آخر ہر فرقے کے نزدیک بعضے کام برے ہیں، پھر وہ کیوں کرنے دیتا ہے۔" (کیا اُنکے روکنے سے خدا عاجز تھا؟) یہاں جواب مجمل فرمایا کہ ہمیشہ رسول منع کرتے آئے ہیں، جسکی قسمت میں ہدایت تھی اس نے پائی، جو خراب ہونا تھا خراب ہوا۔ اللہ کو یہی منظور ہے (کہ انسان کو فی الجملہ کسب واختیار کی قوت دیکر آزاد رکھے۔ اینٹ پتھر کی طرح مجبور یا حیوانات کی طرح اس کا دائرۂ عمل محدود نہ کرے بلکہ ہر طرف بڑھنے اور ترقی کرنے کا موقع دے)۔

فائدہ: [۵۵]...... یعنی اپنے اپنے وقت پر، پھر آخر میں پیغمبر عربی صلی اللہ علیہ وسلم کو رسول الثقلین بنا کر بھیجا۔

تنبیہ:...... اس آیت سے لازم نہیں آتا کہ ہر قوم اور بستی میں رسول بلا واسطہ بھیجا گیا ہو۔ ہوسکتا ہے کہ ایک نبی کسی قوم میں اٹھایا جائے اور اس کے نائب جنہیں "ہادی" و "نذیر" کہا جا سکتا ہے دوسری اقوام میں بھیجے جائیں، اُن کا بھیجنا گویا بالواسطہ اسی پیغمبر کا بھیجنا ہے، واللہ اعلم!

فائدہ: [۵۶]...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: "ہڑ دنگا [جھگڑالو، فسادی] وہ جو ناحق سرداری کا دعویٰ کرے کچھ سند نہ رکھے۔

ایسے کو "طاغوت" کہتے ہیں بت، شیطان اور زبردست ظالم سب اس میں داخل ہیں۔"

فائدہ:[۵۷] ...... یعنی جس کو قصورِ استعداد اور سوءِ اختیار کی بنا پر خدا گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت نہیں کرسکتا، نہ اسے خدائی سزا سے کوئی بچاسکتا ہے۔ آپ کا ان کی ہدایت پر حریص ہونا بھی کچھ فائدہ نہیں پہنچا سکتا۔ پھر آپ ان کے غم میں اپنے کو اس قدر کیوں گھلاتے ہیں۔

فائدہ:[۵۸] ...... یعنی موت کے بعد دوسری زندگی ہی نہیں پھر عذاب کا کیا ڈر، سب ڈھکوسلے ہیں۔

فائدہ:[۵۹] **جھوٹی قسموں سے خدا کا پکا وعدہ ٹل نہیں سکتا:** ...... یعنی تمہارے انکار اور اٹکل پچو قسمیں کھانے سے خدا کا پکا وعدہ ٹل نہیں سکتا، وہ تو ہو کر رہے گا۔ البتہ تم ایسی حقائقِ ثابتہ کا انکار کرکے اپنے جہل کا ثبوت دے رہے ہو۔ جو شخص خدا کے علمِ محیط اور شیونِ قدرت و حکمت، تکوین کے راز اور اس کی غرض و غایت سے آگاہ ہوگا وہ کبھی بعث بعد الموت کا انکار نہیں کرسکتا، سچ ہے "الناس اعداء ما جھلوا۔"

فائدہ:[۶۰] **دوبارہ زندگی عین حکمت ہے:** ...... یعنی معاد (قیامت وغیرہ کا آنا) عین حکمت ہے، اگر موت کے بعد دوسری زندگی نہ ہو تو دنیا میں جو مختلف اعمال و احوال پائے جاتے ہیں اُن کے صاف اور مکمل نتائج کیسے ظاہر ہوں گے۔ یہاں کے جھگڑوں کا دوٹوک فیصلہ تو وہیں ہوگا اور اُس وقت منکرین معلوم کرلیں گے کہ قسمیں کھا کر جن باتوں کا انکار کرتے تھے وہ سچی تھیں اور قسم کھانے والے جھوٹے تھے۔
حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "یعنی اس جہان میں بہت باتوں کا شبہ رہا اور کسی نے اللہ کو مانا کوئی منکر رہا تو دوسرا جہان ہونا لازم ہے کہ جھگڑے تحقیق ہوں، سچ اور جھوٹ جدا ہو اور مطیع و منکر اپنا کیا پائیں۔"

إِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَيْءٍ إِذَا أَرَدْنَاهُ أَنْ نَقُولَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ﴿۴۰﴾ وَالَّذِينَ هَاجَرُوا فِي اللَّهِ مِنْ بَعْدِ ع ۵

ہمارا کہنا کسی چیز کو جب ہم اس کو کرنا چاہیں یہی ہے کہ کہیں اس کو ہو جا تو وہ ہو جائے ف۶۱ — اور جنہوں نے گھر چھوڑا اللہ کے واسطے بعد اس کے

مَا ظُلِمُوا لَنُبَوِّئَنَّهُمْ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۖ وَلَأَجْرُ الْآخِرَةِ أَكْبَرُ ۚ لَوْ كَانُوا يَعْلَمُونَ ﴿۴۱﴾ وقف لازم

کہ ظلم اٹھایا البتہ ان کو ہم ٹھکانا دیں گے دنیا میں اچھا اور ثواب آخرت کا تو بہت بڑا ہے اگر ان کو معلوم ہوتا ف۶۲

الَّذِينَ صَبَرُوا وَعَلَىٰ رَبِّهِمْ يَتَوَكَّلُونَ ﴿۴۲﴾ وَمَا أَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ إِلَّا رِجَالًا نُوحِي إِلَيْهِمْ

جو ثابت قدم رہے اور اپنے رب پر بھروسہ کیا ف۶۳ اور تجھ سے پہلے بھی ہم نے یہی مرد بھیجے تھے کہ حکم بھیجتے تھے ہم

فَاسْأَلُوا أَهْلَ الذِّكْرِ إِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ ﴿۴۳﴾ بِالْبَيِّنَاتِ وَالزُّبُرِ ۗ وَأَنْزَلْنَا إِلَيْكَ الذِّكْرَ

اُن کی طرف سو پوچھو یاد رکھنے والوں سے اگر تم کو معلوم نہیں ف۶۴ بھیجا تھا ان کو نشانیاں دے کر اور ورقے ف۶۵ اور اتاری ہم نے تجھ پر یہ یادداشت

لِتُبَيِّنَ لِلنَّاسِ مَا نُزِّلَ إِلَيْهِمْ وَلَعَلَّهُمْ يَتَفَكَّرُونَ ﴿۴۴﴾ أَفَأَمِنَ الَّذِينَ مَكَرُوا السَّيِّئَاتِ النصف

کہ تو کھول دے لوگوں کے سامنے وہ چیز جو اتری ان کے واسطے ف۶۶ تاکہ وہ غور کریں ف۶۷ سو کیا نڈر ہو گئے وہ لوگ جو برے فریب

أَنْ يَخْسِفَ اللَّهُ بِهِمُ الْأَرْضَ أَوْ يَأْتِيَهُمُ الْعَذَابُ مِنْ حَيْثُ لَا يَشْعُرُونَ ﴿۴۵﴾

کرتے ہیں اس سے کہ دھنسا دیوے اللہ ان کو زمین میں یا آ پہنچے ان پر عذاب جہاں سے خبر نہ رکھتے ہوں ف۶۸

فَائِدَۃ: [٦١] ...... پھر مردوں کو دوبارہ زندہ کر دینا کیا مشکل ہے۔

تنبیہ: ...... ﴿کُنْ فَیَکُوْنُ﴾ کی بحث پارۂ الم رکوع ﴿وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ﴾ [آیت: ١١٣] میں ملاحظہ کر لی جائے، غرض صرف اس قدر ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ارادے سے ایک سیکنڈ کے لیے بھی مراد کا تخلف نہیں ہو سکتا۔ ارادہ کے بعد مراد کا نہایت سہولت وسرعت سے فوراً واقع ہونا اور کسی مانع وعائق کا مزاحمت نہ کر سکنا یہی خلاصہ اس جملہ کا ہے۔

فَائِدَۃ: [٦٢] ہجرت کے بے پناہ فوائد: ...... یعنی سلسلہ مجازات (طاعت ومعصیت کا پورا نتیجہ ظاہر کرنے) کے لیے بعث بعد الموت ضروری ہے۔ بہت سے خدا کے وفادار بندے مصائب وشدائد جھیلتے ہوئے دنیا سے رخصت ہو جاتے ہیں، کیا اُن کی قربانیاں ضائع کی جا سکتی ہیں؟ ہر گز نہیں، جن لوگوں نے حق کی حمایت اور خدا کی رضا جوئی کے لیے ظالموں کی سختیاں برداشت کیں اور انواع واقسام کے ظلم وستم اٹھائے حتیٰ کہ مجبور ہو کر گھر بار، خویش واقارب اور عزت وراحت سب چیزوں کو خدا کے راستہ میں تج دیا، اُن کی محنت ووفاداری کا صلہ یقیناً مل کر رہے گا۔ اوّل تو ان میں سے جو جیتے بچیں گے دنیا ہی میں اپنی قربانیوں کا تھوڑا سا پھل چکھ لیں گے، یعنی گھر چھوڑنے والوں کو بہترین ٹھکانا دیا جائے گا۔ گھر سے اچھا گھر، وطنی بھائیوں سے بڑھ کر دردمند بھائی، روزی سے بہتر روزی، عزت سے زیادہ عزت ملے گی۔ بلکہ وطن سے نکالنے والوں پر غالب، دنیا کے حاکم اور پرہیزگاروں کے امام بن جائیں گے۔ پھر اِن سب کے بعد جو بلند مقامات اور عظیم الشان مدارج آخرت میں ملیں گے اُن کا تو اندازہ بھی نہیں کیا جا سکتا۔ اگر وہاں کے اجر وثواب کا پورا یقین ہو جائے تو دوسرے لوگ بھی جو ہجرت کی سعادت سے محروم ہیں تمام گھر بار چھوڑ کر خدا کے راستہ میں نکل کھڑے ہوں۔

تنبیہ: ...... آیت کے عموم الفاظ پر نظر کرتے ہوئے ہم نے یہ تقریر کی ہے (وھو منقول فی روح المعانی عن بعضھم) عامۂ مفسرین نے اس کو اُن اَسّی صحابہ رضی اللہ عنہم کے حق میں رکھا ہے جو کفارِ مکہ کی زیادتیوں سے تنگ آ کر ابتداءً حبشہ کو ہجرت کر گئے تھے۔ کیونکہ اکثر کے نزدیک آیت مکی ہے جو ہجرت الی المدینہ سے پہلے نازل ہوئی ہے۔ ان ہجرت کرنے والوں کو آخر کار خدا تعالیٰ نے اچھا ٹھکانہ مدینہ میں دیا۔ رضی اللہ عنہم ورضوا عنہ۔

فَائِدَۃ: [٦٣] ...... یعنی کسی ظلم اور سختی سے نہیں گھبرائے، وطن محبوب اور خویش واقارب کے چھوٹنے کی پروا نہ کی۔ رضائے الٰہی کے راستہ سے ذرا قدم نہیں ڈگمگایا، ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کے ہو رہے، خالص اُسی کی امداد اور اٹل وعدوں پر بھروسہ کیا، یہاں تک کہ دیکھ لیا کہ جو خدا کا ہو رہتا ہے کس طرح خدا اس کا ہو جاتا ہے۔

فَائِدَۃ: [٦٤] اہل علم سے استفادہ ...... تقلید ائمہ کا ثبوت: ...... یعنی پیغمبر کے مظلوم ساتھیوں کو جب وہ صبر وتوکل کی راہ میں ثابت قدم ہوں، دارین میں غالب ومنصور کرنا ہماری کوئی نئی عادت نہیں پہلے بھی ہم نے انسانوں میں سے رسول بھیجے جن کا کام یہ تھا کہ خدا کے احکام اور نیکی بدی کے انجام سے لوگوں کو خبردار کر دیں۔ اب اگر تمہیں معلوم نہیں تو جاننے والوں سے جو اُمم سابقہ اور ان کے پیغمبروں کے تاریخی واقعات کا علم رکھتے ہیں تحقیق کر لو کہ فی الواقع پہلے کچھ آدمی پیغمبری کے منصب پر بینات وزُبر (معجزے اور کتابیں) دے کر بھیجے گئے یا نہیں؟ اور یہ کہ ان کے ماننے والوں اور نہ ماننے والوں کا کیا حشر ہوا۔ اہل حق صبر وتوکل کی بدولت کس طرح منصور وکامیاب ہوئے، اور ظالم معاندین اتمام حجت کے بعد کیسے تباہ کیے گئے: ﴿وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ الْحُسْنٰى عَلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۙ بِمَا صَبَرُوْا ۭ وَدَمَّرْنَا مَا كَانَ يَصْنَعُ فِرْعَوْنُ وَقَوْمُهٗ وَمَا كَانُوْا يَعْرِشُوْنَ﴾ [اعراف: ١٣٧] ہم نے اہل الذکر سے خاص اہل کتاب مراد نہیں لیے بلکہ عموم لفظ کی رعایت کی ہے جس میں اہل کتاب بھی شامل ہیں۔ روح المعانی میں ہے: "قال الرمانی والزجاج والازھری: المراد باھل الذکر علماء اخبار الامم السالفة کائنا من کان فالذکر بمعنی الحفظ" مترجم محقق قدس اللہ سرہٗ نے بھی ﴿اَھْلَ الذِّكْرِ﴾ کا ترجمہ "یاد رکھنے والوں" سے کر کے شاید اسی طرف اشارہ کیا ہے۔ بہر حال عموم آیت سے یہ مسئلہ نکلتا ہے کہ غیر اہل علم کو اہل الذکر سے دریافت کر

کے عمل کرنا چاہیے۔ بہت سے علماء اس کو تقلید ائمہ کے ثبوت میں پیش کرتے ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم!

فَائِدَہ:[٦٥] ......یعنی معجزات اور وہ علوم جو اوراق میں لکھے جاتے ہیں۔

فَائِدَہ:[٦٦] **قرآن کی جامعیت اور صاحب قرآن کا منصب:**......"یادداشت" سے مراد ہے قرآن کریم جو اگلی امتوں کے ضروری احوال وشرائع کا محافظ، انبیائے سابقین کے علوم کا جامع، اور ہمیشہ کے لیے خدائی احکام اور فلاح دارین کے طریقوں کو یاد دلانے والا اور خوابِ غفلت سے بیدار کرنے والا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ جس طرح پہلے رسول بھیجے گئے، کتابیں اتاری گئیں، آج تم کو (اے محمد ﷺ) ہم نے ایسی کتاب دے کر بھیجا جو تمام کتبِ سابقہ کا خلاصہ اور انبیائے سابقین کے علوم کی مکمل یادداشت ہے، آپ کا کام یہ ہے کہ تمام دنیا کے لوگوں کے لیے اس کتاب کے مضامین خوب کھول کر بیان فرمائیں اور اس کی مشکلات کی شرح اور مجملات کی تفصیل کر دیں۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن کا مطلب وہ ہی معتبر ہے جو احادیثِ رسول اللہ ﷺ کے موافق ہو۔

فَائِدَہ:[٦٧] ......یعنی حضور ﷺ کا کام مضامینِ قرآن کو کھول کر بیان کرنا، اور لوگوں کا کام اس میں غور وفکر کرنا ہے۔

فَائِدَہ:[٦٨] **کفار کو تنبیہ:**......یعنی اگلے انبیاء اور اُن کی قوموں کا حال سننے اور قرآن ایسی مکمل یادداشت پہنچ جانے کے بعد بھی، کیا کفارِ مکہ حق کے مقابلہ میں اپنی مکاریوں اور داؤ فریب سے باز نہیں آتے، کیا یہ امکان نہیں کہ خدا انہیں قارون کی طرح زمین میں دھنسا دے یا ایسی طرف سے کوئی آفت بھیج دے جدھر سے انہیں وہم وگمان بھی نہ ہو؟ چنانچہ "بدر" میں مسلمان غازیوں کے ہاتھوں سے ایسی سزا دلوائی جو اپنی قوت وجمعیت اور مسلمانوں کے ضعف وقلت کو دیکھتے ہوئے ان کے تصور میں بھی نہ آسکتی تھی۔

اَوۡ يَاۡخُذَهُمۡ فِىۡ تَقَلُّبِهِمۡ فَمَا هُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ ۝٤٦ اَوۡ يَاۡخُذَهُمۡ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمۡ

یا پکڑ لے ان کو چلتے پھرتے سو وہ نہیں ہیں عاجز کرنے والے ف٦٩ یا پکڑ لے ان کو ڈرانے کے بعد ف٧٠ سو تمہارا رب بڑا

لَرَءُوۡفٌ رَّحِيۡمٌ ۝٤٧ اَوَلَمۡ يَرَوۡا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنۡ شَىۡءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الۡيَمِيۡنِ

نرم ہے مہربان ف٧١ کیا نہیں دیکھتے وہ جو کہ اللہ نے پیدا کی ہے کوئی چیز کہ ڈھلتے ہیں سائے ان کے داہنی طرف سے

وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمۡ دٰخِرُوۡنَ ۝٤٨ وَلِلّٰهِ يَسۡجُدُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الۡاَرۡضِ مِنۡ

اور بائیں طرف سے سجدہ کرتے ہوئے اللہ کی اور وہ عاجزی میں ہیں ف٧٢ اور اللہ کو سجدہ کرتا ہے جو آسمان میں ہے اور جو زمین میں

دَآبَّةٍ وَّالۡمَلٰٓئِكَةُ وَهُمۡ لَا يَسۡتَكۡبِرُوۡنَ ۝٤٩ يَخَافُوۡنَ رَبَّهُمۡ مِّنۡ فَوۡقِهِمۡ وَيَفۡعَلُوۡنَ مَا

ہے جانداروں سے اور فرشتے اور وہ تکبر نہیں کرتے ف٧٣ ڈر رکھتے ہیں اپنے رب کا اپنے اوپر سے اور کرتے ہیں جو حکم

يُؤۡمَرُوۡنَ ۝٥٠ ۩ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوۡۤا اِلٰهَيۡنِ اثۡنَيۡنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّاىَ فَارۡهَبُوۡنِ ۝٥١

پاتے ہیں ف٧٤ اور کہا ہے اللہ نے مت پکڑو دو معبود، وہ معبود ایک ہی ہے سو مجھ سے ڈرو ف٧٥

ع ٦ السجدة ٣ ١٢

وَلَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالۡاَرۡضِ وَلَهُ الدِّيۡنُ وَاصِبًا ؕ اَفَغَيۡرَ اللّٰهِ تَتَّقُوۡنَ ۝٥٢ وَمَا بِكُمۡ مِّنۡ

اور اسی کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں اور اسی کی عبادت ہے [اسی کا انصاف] ہمیشہ ف٧٦ سو کیا سوائے اللہ کے کسی سے ڈرتے ہو اور جو کچھ تمہارے

نِّعْمَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ثُمَّ اِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فَاِلَيْهِ تَجْئَرُوْنَ ۝ ثُمَّ اِذَا كَشَفَ الضُّرَّ عَنْكُمْ اِذَا

پاس ہے نعمت سو اللہ کی طرف سے پھر جب پہنچتی ہے تم کو سختی تو اسی کی طرف چلّاتے ہو (اسی سے فریاد کرتے ہو) ۷۷ پھر جب کھول دیتا ہے سختی تم

فَرِيْقٌ مِّنْكُمْ بِرَبِّهِمْ يُشْرِكُوْنَ ۝

سے اسی وقت ایک فرقہ تم میں سے اپنے رب کے ساتھ لگتا ہے شریک بتانے

فَائِدَة: [۶۹] خدائی قدرت کا بیان:...... یعنی یہ بھی ضرورت نہیں کہ پہلے سے کچھ اہتمام کیا جائے یا فوجیں مقابلہ کے لیے روانہ کی جائیں۔ خدا تو اس پر بھی قادر ہے کہ تمہیں چلتے پھرتے، کام کاج کرتے یا بستروں پر کروٹیں بدلتے ہوئے ایک دم پکڑے اور بالکل عاجز و بے بس کر دے اس کو سب قدرت ہے۔ وہ تم کو عاجز کر سکتا ہے تم اسے نہیں تھکا سکتے۔

فَائِدَة: [۷۰] ...... یعنی اچانک نہ پکڑے بلکہ آگاہ کرتے اور مبادیٔ عذاب بھیجنے کے بعد ایسی حالت میں پکڑ لے جب کہ لوگ اطلاع پا کر اور آثارِ عذاب دیکھ کر طبعاً خوف کھا رہے ہوں یا آس پاس کے لوگوں کو آفاتِ سماویہ میں مبتلا دیکھ کر ڈر رہے ہوں لیکن یہ خوف محض طبعی ہو ندامت اور توبہ کے ساتھ نہ ہو جو دافع عذاب ہو سکتا ہے۔ بعض نے ''تخوف'' کے معنی ''تنقص'' (آہستہ آہستہ کم کرنے) کے لیے ہیں یعنی یہ بھی ممکن ہے کہ دفعۃً ہلاک نہ کرے آہستہ آہستہ تم کو گھٹائے اور پست کرتا رہے۔

فَائِدَة: [۷۱] عذاب میں تاخیر کی وجہ:...... یعنی خدا سب کچھ کر سکتا ہے مگر کیوں نہیں کرتا، اس کی نرمی اور مہربانی مانع ہے کہ مجرمین پر فوراً عذاب نازل کر دے، اس کی رأفت و رحمت مقتضی ہے کہ مجرمین کو مہلت اور اصلاح کا موقع دیا جائے یا یہ جملہ صرف ﴿يَأْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ﴾ سے متعلق ہے بحالیکہ ﴿تَخَوُّفٍ﴾ کو بمعنی ''تنقص'' لیا جائے، تو مطلب یہ ہوگا کہ آہستہ آہستہ کم کرنا اور دفعۃً ہلاک نہ کرنا اس کی رحمت و شفقت کی وجہ سے ہے، ورنہ ایک آن میں نیست و نابود کر دیتا۔

فَائِدَة: [۷۲] ہر چیز خدا کے سامنے مطیع و منقاد:...... یعنی جب تکوینی طور پر ہر چیز خدا کے سامنے عاجز اور مطیع و منقاد ہے حتیٰ کہ سایہ دار چیزوں کا سایہ بھی اُسی کے حکم اور قانون قدرت کے موافق گھٹتا بڑھتا اور اِدھر یا اُدھر ڈھلتا رہتا ہے۔ پھر ایسے قدرت والے خدا کو عذاب بھیجنے سے کون سی طاقت روک سکتی ہے؟ آدمی کو چاہیے کہ بااختیارِ خود اس کے احکام تشریعیہ کے سامنے گردن جھکا دے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ہر چیز ٹھیک دوپہر میں کھڑی ہے اس کا سایہ بھی کھڑا ہے۔ جب دن ڈھلا، سایہ جھکا، پھر جھکتے جھکتے شام تک زمین پر پڑ گیا، جیسے نماز میں کھڑے سے رکوع، رکوع سے سجدہ، اسی طرح ہر چیز آپ کھڑی ہے اپنے سایہ سے نماز کرتی ہے، کسی ملک میں کسی موسم میں داہنی طرف جھکتا ہے کہیں بائیں طرف۔''

فَائِدَة: [۷۳] مقرب اور معظم ہستیاں بھی سربسجود:...... پہلے کھڑی چیزوں کا جو سایہ دار ہوں سجدہ بیان ہوا تھا، یہاں عام جاندار دن بالخصوص فرشتوں کا سجدہ بیان کر کے متنبہ فرمایا کہ ایسی مقرب و معظم ہستیاں بھی اُس کے آگے سربسجود ہیں کوئی شیخی یا غرور ان میں نہیں، جو اپنے مالک کے سامنے سر جھکانے سے رکے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''مغرور لوگوں کو سر رکھنا زمین پر مشکل ہوتا ہے، نہیں جانتے کہ بندہ کی بڑائی اسی میں ہے۔'' من تواضع لله رفعه الله۔

فَائِدَة: [۷۴] ...... یعنی فرشتے باوجود اس قدر قرب و وجاہت کے اپنے رب کے جلال سے ڈرتے رہتے ہیں اور جو حکم پاتے ہیں فوراً بجا لاتے ہیں۔ موضح القرآن میں ہے کہ ''ہر بندہ کے دل میں ہے کہ میرے اوپر اللہ ہے آپ کو نیچے سمجھتا ہے، یہ سجدہ فرشتوں کا بھی ہے اور سب کا۔

فَائِدَة: [۷۵] ...... یعنی جب تمام آسمانی و زمینی مخلوق ایک خدا کے سامنے بے اختیار سربسجود اور عاجز و مقہور ہے، پھر عبادت میں کوئی دوسرا

شریک کہاں سے آگیا، جو سارے جہان کا مالک ومطاع ہے تنہا اسی کی عبادت ہونی چاہیے اور اسی سے ڈرنا چاہیے۔

فَائِدَہ:[۷۶] ......یعنی تکوینی طور پر ہر چیز خالص اُسی کی عبادت واطاعت پر مجبور ہے ﴿اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ۝﴾ [آل عمران: ۸۳] یا یہ مطلب ہے کہ ہمیشہ اسی کی عبادت کرنا لازم ہے ﴿اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ﴾ [زمر: ۳] اور بعض نے ''دین'' کو ''جزاء'' کے معنی میں لیا۔ یعنی نیک وبد کا دائمی بدلہ اسی ایک خدا کی طرف سے ملے گا۔ واللہ اعلم۔

فَائِدَہ:[۷۷] نعمتوں کی برسات اور مصائب سے نجات دینا صرف خدا کا کام ہے: ......یعنی سب بھلائیاں اور نعمتیں اُسی کی طرف سے ہیں اور ہر ایک برائی یا سختی کا دفع کرنا بھی اسی کے قبضہ میں ہے۔ چنانچہ جب کوئی سخت مصیبت انسان کو چھو جاتی ہے تو کٹر سے کٹر مشرک بھی اس وقت سب سہارے چھوڑ کر خدا کو پکارنے لگتا ہے۔ گویا فطرت انسانی شہادت دیتی ہے کہ مصائب اور سختیوں سے بچانا خدائے واحد کے سوا کسی کا کام نہیں ہوسکتا۔ پھر جس کے قبضہ میں ہر ایک نعمت ونقمت اور ہر قسم کا نفع وضرر ہے، دوسرا کون ہے جو اس کی الوہیت میں حصہ دار بن سکے۔ یا جس سے انسان خوف کھائے اور امیدیں باندھے۔

لِيَكْفُرُوْا بِمَاۤ اٰتَيْنٰهُمْ ؕ فَتَمَتَّعُوْا ۫ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۝۵۵ وَيَجْعَلُوْنَ لِمَا لَا يَعْلَمُوْنَ نَصِيْبًا

تاکہ منکر ہوجائیں اس چیز سے جو کہ ہم نے ان کو دی ہے سو مزے اڑا لو آخر معلوم کرلو گے ف۷۸ اور ٹھہراتے ہیں انکے لیے جن کی خبر نہیں رکھتے ایک حصہ

مِّمَّا رَزَقْنٰهُمْ ؕ تَاللّٰهِ لَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَفْتَرُوْنَ۝۵۶ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ الْبَنٰتِ سُبْحٰنَهٗ ۙ وَلَهُمْ

ہماری دی ہوئی روزی میں سے ف۷۹ قسم اللہ کی تم سے پوچھنا ہے جو تم بہتان باندھتے ہو ف۸۰ اور ٹھہراتے ہیں اللہ کے لیے بیٹیاں وہ اس سے پاک ہے ف۸۱

مَّا يَشْتَهُوْنَ۝۵۷ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِالْاُنْثٰى ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ كَظِيْمٌ۝۵۸ يَتَوَارٰى مِنَ

اور اپنے لیے جو دل چاہتا ہے ف۸۲ اور جب خوشخبری ملے ان میں کسی کو بیٹی کی سارے دن رہے منہ اس کا سیاہ اور جی میں گھٹتا رہے ف۸۳ چھپتا پھرے

الْقَوْمِ مِنْ سُوْٓءِ مَا بُشِّرَ بِهٖ ؕ اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ اَمْ يَدُسُّهٗ فِي التُّرَابِ ؕ اَلَا سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ۝۵۹

لوگوں سے مارے برائی اس خوشخبری کے جو سنی ف۸۴ اس کو رہنے دے ذلت قبول کر کے یا اس کو داب دے مٹی میں ف۸۵ سنتا ہے برا فیصلہ کرتے ہیں ف۸۶

لِلَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ مَثَلُ السَّوْءِ ۚ وَلِلّٰهِ الْمَثَلُ الْاَعْلٰى ؕ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ۝۶۰ ع ١٠/١٢

جو نہیں مانتے آخرت کو ان کی بری مثال ہے اور اللہ کی مثال (شان) سب سے اوپر اور وہی ہے زبردست حکمت والا

فَائِدَہ:[۷۸] ......یعنی جہاں سختی دور ہوئی، منعمِ حقیقی کو بھلا بیٹھے اور نہایت بے حیائی سے خدائی کے حصے بخرے کرنے لگے۔ شرم نہ آئی کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے عاجز ہو کر کسے پکار رہے تھے۔ نہ محسنِ حقیقی کا احسان مانا، نہ یہ اندیشہ کیا کہ ناشکری کی سزا میں پکڑے جائیں گے، یا کم از کم کفرانِ نعمت سلب نعمت کا موجب ہوجائے گا۔ گویا خدائے وحدہٗ لاشریک لہٗ نے جو انعام فرمایا تھا بالکل اُس کے انکار پر تل گئے۔ بہتر ہے، چند روز کی انہیں مہلت دی جاتی ہے خوب دنیا کے مزے اڑالیں آخر معلوم ہوجائے گا کہ اس مشرکانہ کفرانِ نعمت کی کیسی سزا ملتی ہے۔

فَائِدَہ:[۷۹] غیر اللہ کی نیاز پر تنبیہ: ......یہ ان کو فرمایا جو اپنے کھیت میں، مواشی میں، تجارت میں اللہ کے سوا کسی دوسرے کی نیاز ٹھہراتے ہیں۔ (موضح القرآن) جیسا کہ مشرکینِ عرب کا دستور تھا جس کا ذکر آٹھویں پارہ کے تیسرے رکوع (آیت: ۱۳۶-۱۴۰)

میں گذر چکا ہے۔ ﴿مَالَا يَعْلَمُوْنَ﴾ سے مراد وہی اصنام وغیرہ ہیں جنہیں مشرکین جہالت اور بے خبری سے معبود یا مالک نفع وضر سمجھتے تھے، حالانکہ اس کی کوئی دلیل یا سند اُن کے پاس نہ تھی، پھر شرکا بھی تجویز کیے گئے پتھر کے بت جو ہر قسم کے علم وشعور سے کورے ہیں ﴿اِنَّ هٰذَا لَشَيْءٌ عُجَابٌ﴾ [ص:۵]

فَائِدَة:[۸۰] ...... یعنی قیامت میں اِن افتراء پردازیوں کی تم سے ضرور باز پرس ہوگی۔ خدا کے دیئے ہوئے مال میں کیا حق تھا کہ دوسروں کو شریک وسہیم بناؤ (باقی کسی کو ثواب پہنچانے کا مسئلہ جدا گانہ ہے وہ اس آیت کے تحت میں داخل نہیں)۔

فَائِدَة:[۸۱] اللہ تعالیٰ کیلئے اولاد ثابت کرنے والوں کا رد: ...... یعنی وہ اِس سے پاک ہے کہ اُس کے لیے اولاد ثابت کی جائے خاص کر بیٹیاں۔ تعجب ہے، یہ لوگ حق تعالیٰ کی نسبت ایسی جرأت کس طرح کرتے ہیں۔ اس آیت میں ''بنو خزاعہ'' کا رد ہوا جو فرشتوں کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے۔ العیاذ باللہ!

فَائِدَة:[۸۲] ...... یعنی خود اپنے لیے بیٹیاں دیئے جانے پر رضا مند نہیں جب مانگیں گے بیٹا مانگیں گے۔

فَائِدَة:[۸۳] بیٹی کی پیدائش پر نفرت وغم کی مذمت: ...... یعنی اُن میں سے کسی کو اگر خبر دی جائے کہ تیرے گھر میں لڑکی پیدا ہوئی ہے تو نفرت وغم سے تیوری چڑھ جائے اور دن بھر ناخوشی سے چہرہ بے رونق اور دل گھٹتا رہے کہ یہ ناشدنی مصیبت کہاں سے سر پر آئی۔

فَائِدَة:[۸۴] ...... یعنی رسمی ننگ وعار کے تصور سے کہ لڑکی زندہ رہی تو کسی کو داماد بنانا پڑے گا، لوگوں کو منہ دکھانا نہیں چاہتا اِدھر اُدھر چھپتا پھرتا ہے۔

فَائِدَة:[۸۵] ...... یعنی شب وروز اُدھیڑ بن میں لگا ہوا ہے اور تجویزیں سوچتا ہے کہ دنیا کی عار قبول کر کے لڑکی کو زندہ رہنے دے یا زمین میں اتار دے یعنی ہلاک کر ڈالے جیسا کہ جاہلیت میں بہت سے سنگدل لڑکیوں کو مار ڈالتے تھے یا زندہ زمین میں گاڑ دیتے تھے۔ اسلام نے آکر اس رسمِ قبیح کو مٹایا اور ایسا قلع قمع کیا کہ اسلام کے بعد سارے ملک میں اس بے رحمی کی ایک مثال بھی پیش نہیں کی جاسکتی۔ بعض نے ﴿اَيُمْسِكُهٗ عَلٰى هُوْنٍ﴾ کے معنی یوں کیے ہیں ''روکے رکھے لڑکی کو ذلیل وخوار کر کے'' یعنی زندہ رہنے کی صورت میں ایسا ذلیل معاملہ کرے گویا وہ اس کی اولاد ہی نہیں بلکہ آدمی بھی نہیں۔

فَائِدَة:[۸۶] ظالمانہ فیصلہ کرنے والوں کا برا فیصلہ: ...... لڑکیوں کے متعلق جو ظالمانہ فیصلہ اُن کا تھا اس سے زیادہ برا فیصلہ یہ ہے کہ خدا کے لیے اولاد تجویز کریں، پھر اولاد بھی ''اناث'' جس سے خود اتنا گھبراتے ہیں۔ گویا اچھی چیز ان کے لیے اور ناقص خدا کے لیے ہے۔ العیاذ باللہ!

فَائِدَة:[۸۷] بری مثالیں وصفات مشرکین کی ہیں: ...... یعنی مشرکین جنہیں اپنے ظلم اور گستاخیوں کے انجام پر یقین نہیں، بری مثال یا بری صفت وحالت ان ہی کی ہے۔ وہ ہی اولاد کے محتاج ہیں، دکھ اور ضعیفی وغیرہ میں کام آنے کے لیے ان کو لڑکوں کا سہارا چاہیے۔ دفع عار یا افلاس وغیرہ کے ڈر سے لڑکیوں کو ہلاک کرنا ان کا شیوہ ہے۔ آخر میں ظلم وشرک وغیرہ کا جو برا انجام ہونا چاہیے اس سے بھی وہ بچ نہیں سکتے۔ غرض ہر نہج سے بری مثال اور نقص وعیب کی نسبت ان ہی کی طرف ہونی چاہیے۔ حق تعالیٰ کی طرف ان صفات کی نسبت کرنا جو مخلوق کا خاصہ ہیں اور (معاذ اللہ) بیٹے بیٹیاں تجویز کر کے حقیر اور پست مثالیں دینا اس کی شان عظیم ورفیع کے منافی ہے۔ اس کے لیے تو وہ ہی مثالیں اور صفات ثابت کی جاسکتی ہیں جو اعلیٰ سے اعلیٰ اور ہر بلند چیز سے بلند تر ہوں۔

فَائِدَة:[۸۸] ...... یعنی زبردست تو ایسا ہے کہ تمہاری گستاخیوں کی سزا ہاتھوں ہاتھ دے سکتا ہے لیکن فوراً سزا دینا اُس کی حکمت کے مناسب نہیں۔ لہٰذا ڈھیل دی جاتی ہے کہ اب بھی باز آجائیں اور اپنا رویہ درست کرلیں۔

وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ

اور اگر پکڑے اللہ لوگوں کو ان کی بے انصافی پر نہ چھوڑے زمین پر ایک چلنے والا لیکن ڈھیل دیتا ہے اُن کو ایک وقت

مُّسَمًّى ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ﴿٦١﴾ وَيَجْعَلُوْنَ لِلّٰهِ مَا

موعود تک، پھر جب آ پہنچے گا اُن کا وعدہ نہ پیچھے سرک سکیں گے ایک گھڑی اور نہ آگے سرک سکیں گے ف۸۹ اور کرتے ہیں اللہ کے

يَكْرَهُوْنَ وَتَصِفُ اَلْسِنَتُهُمُ الْكَذِبَ اَنَّ لَهُمُ الْحُسْنٰى ۭ لَا جَرَمَ اَنَّ لَهُمُ النَّارَ وَاَنَّهُمْ

واسطے جس کو اپنا جی نہ چاہے ف۹۰ اور بیان کرتی ہیں زبانیں انکی جھوٹ کہ ان کے واسطے خوبی ہے ف۹۱ آپ ثابت (محقق ہوگیا) ہے کہ انکے واسطے آگ

مُّفْرَطُوْنَ ﴿٦٢﴾ تَاللّٰهِ لَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَزَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ اَعْمَالَهُمْ

ہے اور وہ بڑھائے جا رہے ہیں ف۹۲ قسم اللہ کی ہم نے رسول بھیجے مختلف فرقوں میں تجھ سے پہلے پھر اچھے کر کے دکھلائے ان کو شیطان نے انکے کام

فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الْيَوْمَ وَلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿٦٣﴾ وَمَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ اِلَّا لِتُبَيِّنَ لَهُمُ

سو وہی رفیق انکا ہے آج اور ان کے واسطے عذاب دردناک ہے ف۹۳ اور ہم نے اتاری تجھ پر کتاب اسی واسطے کہ کھول کر سنا دے تو ان کو وہ چیز

الَّذِى اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ۙ وَهُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿٦٤﴾ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً

کہ جس میں جھگڑ رہے ہیں ف۹۴ اور سیدھی راہ سجھانے کو اور واسطے بخشش ایمان لانے والوں کے ف۹۵ اور اللہ نے اتارا آسمان سے پانی پھر اس سے

فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ﴿٦٥﴾ ع ۱۴

زندہ کیا زمین کو اس کے مرنے کے پیچھے ف۹۶ اس میں نشانی ہے ان لوگوں کو جو سنتے ہیں ف۹۷

فائدہ: [۸۹] **مجرموں کو توبہ و اصلاح کیلئے مقررہ وقت تک مہلت:** ......یعنی اگر خدا تعالیٰ لوگوں کی گستاخی اور نا انصافی پر دنیا میں فوراً پکڑنا اور سزا دینا شروع کر دے تو چند گھنٹے بھی زمین کی یہ آبادی نہیں رہ سکتی، کیونکہ دنیا میں بڑا حصہ ظالموں اور بدکاروں کا ہے۔ اور چھوٹی موٹی خطا و قصور سے تو کوئی خالی ہوگا؟ (کلکم خطائون) جب خاطی و بدکار فوراً ہلاک کر دیئے گئے تو صرف معصوم انبیاء کے زمین پر بھیجنے کی بھی ضرورت نہیں رہتی، بلکہ اُن کا ملائکہ معصومین کے ساتھ رہنا زیادہ موزوں ہے۔ جب نیک و بد انسان دونوں زمین پر نہ رہے تو دوسرے حیوانات کا رکھنا بے فائدہ ہوگا، کیونکہ وہ سب بنی آدم کے لیے پیدا کیے گئے ہیں۔ نیز فرض کیجیے! خدا نے انسانوں کے ظلم و عدوان پر بارش بند کر دی تو کیا آدمیوں کے ساتھ جانور نہیں مریں گے؟ بہر حال خدا اگر بات بات پر دنیا میں پکڑے اور فوراً سزا دے تو اس دنیا کا سارا قصہ منٹوں میں تمام ہو جائے، مگر وہ اپنے حلم و حکمت سے ایسا نہیں کرتا بلکہ مجرموں کو توبہ و اصلاح کا موقع دیتا ہے اور وقتِ موعود تک انہیں ڈھیلا چھوڑتا ہے، جب وقت آ پہنچا پھر ایک سیکنڈ اِدھر اُدھر نہیں ہو سکتا۔

تنبیہ: ......بعض مفسرین نے ﴿مَا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ﴾ سے خاص دابہ ظالمہ مراد لیا ہے۔ اگر یہ صحیح ہو تو مطلب واضح ہے کوئی اشکال نہیں۔ واللہ اعلم!

فَائدَہ:[۹۰] ......یعنی جو چیزیں بری سمجھ کر اپنے لیے پسند نہیں کرتے مثلاً بیٹیاں یا اپنی ملک میں کسی اجنبی کی شرکت یا استہزاء و استخفاف کا معاملہ۔ وہ خداوند قدوس کے لیے ثابت کرتے ہیں۔

فَائدَہ:[۹۱] جھوٹے دعوے: ......یعنی باوجود ایسی گستاخیوں کے زبان پر یہ جھوٹا دعویٰ ہے کہ ہم تو دنیا میں بھی بھلی چیزوں کے لائق ہیں اور اگر آخرت وغیرہ کے قصے سچے ہوئے تو وہاں بھی خوب چین اڑائیں گے ﴿وَلَئِنۡ اَذَقۡنٰهُ رَحۡمَةً مِّنَّا مِنۡۢ بَعۡدِ ضَرَّآءَ مَسَّتۡهُ لَيَـقُوۡلَنَّ هٰذَا لِىۡ ۙ وَمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآئِمَةً ۙ وَّلَئِنۡ رُّجِعۡتُ اِلٰى رَبِّىۡۤ اِنَّ لِىۡ عِنۡدَهٗ لَـلۡحُسۡنٰى﴾ [حم السجدة:۵۰]

فَائدَہ:[۹۲] گستاخیوں کے ساتھ باطل آرزوؤں کی حقیقت: ......یعنی ان گستاخیوں کے ساتھ ایسی باطل آرزوئیں رکھنا ہی اس کی دلیل ہے کہ ان کے لیے کوئی خوبی اور بھلائی تو کیا ہوتی، البتہ دوزخ تیار ہے جس کی طرف وہ بڑھائے جا رہے ہیں اور جہاں پہنچ کر گویا بالکل بھلا دیئے جائیں گے یعنی ابد الآباد تک کبھی مہربانی کی نظر ان پر نہ ہوگی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "یہ ان کو فرمایا جو ناکارہ چیزیں اللہ کے نام دیں اور اس پر یقین کریں کہ ہم کو بہشت ملے گی، حالانکہ وہ روز بروز دوزخ کی طرف بڑھتے ہیں۔"

فَائدَہ:[۹۳] تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم: ......کفار مکہ کی گستاخیوں اور لغو بیہودہ دعاوی کا ذکر کر کے پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم کو تسلی دیتے ہیں کہ آپ ان کی حرکتوں سے دل گیر اور رنجیدہ نہ ہوں۔ ہم نے آپ سے پہلے بھی مختلف اُمتوں کی طرف پیغمبر بھیجے ہیں لیکن ہمیشہ یہ ہی ہوا کہ شیطان لعین مکذبین کو اُن کے عمل اچھے کر کے دکھاتا رہا، اور وہ برابر شرارت میں بڑھتے رہے۔ آج وہ سب خدائی عذاب کے نیچے ہیں۔ اور شیطان جو اُن کا رفیق ہے کچھ کام نہیں آتا، نہ اُن کی فریاد کو پہنچ سکتا ہے۔ یہ ہی انجام آپ کے مکذبین کا ہوگا۔ بعض نے ﴿فَهُوَ وَلِيُّهُمُ الۡيَوۡمَ﴾ کا یہ مطلب لیا ہے کہ شیطان جس نے اگلوں کو بہکایا تھا وہ ہی آج اُن کفار مکہ کا رفیق بنا ہوا ہے، لہٰذا جو حشر اُن کا ہوا اِن کا بھی ہوگا۔

فَائدَہ:[۹۴] ......یعنی قرآن صرف اس لیے اُتارا گیا ہے کہ جن سچے اصولوں میں لوگ اختلاف کر رہے ہیں اور جھگڑے ڈال رہے ہیں (مثلاً توحید و معاد اور احکام حلال و حرام وغیرہ) ان سب کو وضاحت و تحقیق کے ساتھ بیان کر دے کوئی اشکال و خفا باقی نہ رہے۔ گویا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بذریعہ قرآن تمام نزاعات کا دو ٹوک فیصلہ سنا دیں اور بندوں پر خدا کی حجت تمام کر دیں آگے، ماننا نہ ماننا خود مخاطبین کا کام ہے جسے توفیق ہوگی قبول کرے گا، آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔

فَائدَہ:[۹۵] ......یعنی فیصلہ اور بیان تو سب کے لیے ہے لیکن اس کی ہدایت سے منتفع ہونا اور رحمت الٰہیہ کی آغوش میں آنا انہی کا حصہ ہے جو اس فیصلہ کو صدق دل سے تسلیم کرتے ہیں اور بطوع و رغبت ایمان لاتے ہیں۔

فَائدَہ:[۹۶] ......یعنی خشک زمین کو آسمانی بارش سے سرسبز کر دیا گویا خشک ہونا زمین کی موت اور سرسبز و شاداب ہونا حیات ہے۔

فَائدَہ:[۹۷] ......یعنی اسی طرح قرآن سے جاہلوں کو عالم اور مردہ دلوں کو زندہ کر دے گا، اگر توجہ قلبی اور انصاف سے سنیں گے۔

وَاِنَّ لَـكُمۡ فِى الۡاَنۡعَامِ لَعِبۡرَةً ؕ نُسۡقِيۡكُمۡ مِّمَّا فِىۡ بُطُوۡنِهٖ مِنۡۢ بَيۡنِ فَرۡثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا

اور تمہارے واسطے چوپاؤں میں سوچنے کی جگہ ہے، پلاتے ہیں تم کو اس کے پیٹ کی چیزوں میں سے گوبر اور لہو کے بیچ میں سے دودھ ستھرا ۹۸

سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيۡنَ ۝۶۶ وَمِنۡ ثَمَرٰتِ النَّخِيۡلِ وَالۡاَعۡنَابِ تَتَّخِذُوۡنَ مِنۡهُ سَكَرًا وَّرِزۡقًا

خوشگوار پینے والوں کے لیے ۹۹ اور میووں سے کھجور کے اور انگور کے بناتے ہو اس سے نشہ اور روزی خاصی ۱۰۰

حَسَنًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ﴿۶۷﴾ وَ اَوْحٰی رَبُّكَ اِلَی النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِیْ مِنَ

اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے واسطے جو سمجھتے ہیں ف۱۰۱ اور حکم دیا تیرے رب نے شہد کی مکھی کو کہ بنا لے

الْجِبَالِ بُیُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا یَعْرِشُوْنَ ﴿۶۸﴾ ثُمَّ كُلِیْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِیْ سُبُلَ

پہاڑوں میں گھر اور درختوں میں اور جہاں ٹٹیاں باندھتے ہیں ف۱۰۲ پھر کھا ہر طرح کے میووں سے ف۱۰۳ پھر چل راہوں میں اپنے

رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ یَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِیْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ

رب کی صاف پڑے ہیں ف۱۰۴ نکلتی ہے ان کے پیٹ میں سے پینے کی چیز جس کے مختلف رنگ ہیں ف۱۰۵ اس میں مرض اچھے ہوتے ہیں لوگوں کے ف۱۰٦

لَاٰیَةً لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ﴿۶۹﴾

اس میں نشانی ہے ان لوگوں کے لیے جو دھیان کرتے ہیں ف۱۰۷

فَائِدَة:[۹۸] چوپایوں میں قدرت کا کرشمہ:......یعنی اونٹ گائے، بھینس وغیرہ جانور جو گھاس چارہ کھاتے ہیں وہ پیٹ میں پہنچ کر تین چیزوں کی طرف مستحیل ہو جاتا ہے۔قدرت نے ان حیوانات کے جسم کے اندرونی حصہ میں ایسی مشین لگا دی ہے جو غذا کے کچھ اجزاء کو تحلیل کر کے فضلہ (گوبر) کی شکل میں باہر پھینک دیتی ہے اور کچھ اجزاء کو خون بنا کر عروق میں پھیلا دیتی ہے جو اُن کی حیات و بقا کا سبب بنتا ہے۔اور اسی مادہ میں سے جس کے بعض اجزاء گوبر اور بعض خون بن گئے۔ان دو گندی چیزوں کے درمیان ایک تیسری چیز (دودھ) تیار کرتی ہے جو نہایت پاک طیب اور خوشگوار چیز ہے۔

فَائِدَة:[۹۹] تذکرہ مشروبات اور شرک کا رد:......پہلے کتاب اتارنے کی مناسبت سے پانی اُتارنے کا ذکر فرمایا تھا ان آیات میں پانی کی مناسبت سے باقی انواعِ مشروبات کا تذکرہ ہوا ہے یعنی دودھ، شراب و نبیذ اور شہد۔ایک دوسرے موقع پر جہاں جنت کی نہروں کا ذکر آیا ہے مشروبات کی یہی چار قسمیں مذکور ہوئی ہیں: ﴿فِیْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَیْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ یَتَغَیَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِیْنَ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّی﴾ [محمد:۱۵] یہاں اس قسم کی چیزوں کے ذکر سے مقصود یہ ہے کہ لوگوں کے خیال میں جو بڑی بڑی نعمتیں ہیں وہ سب خدا کی پیدا کی ہوئی ہیں۔پھر تعجب ہے کہ آدمی کس طرح منعمِ حقیقی کے احسانات بھلا کر دوسروں کا غلام بن جاتا ہے۔گویا شرک کے ردّ کی طرف اشارہ ہوا اور یہ بھی کہ جس طرح تمہاری جسمانی زندگی کیلئے خدا نے طرح طرح کے انتظامات اور مناسب سامان کیے ہیں ضرور ہے کہ روحانی زندگی اور باطنی ترقی کے وسائل و ذرائع بھی کافی مقدار میں مہیا کیے ہوں گے۔

فَائِدَة:[۱۰۰] میووں کے منافع:......یعنی ان میووں سے نشہ لانے والی شراب کشید کرتے ہو، اور کھانے پینے کی دوسری عمدہ چیزیں مثلاً شربت، نبیذ، سرکہ، اور خشک خرما یا کشمش وغیرہ ان سے حاصل کرتے ہو۔

تنبیہ:......یہ آیت مکی ہے شراب مکہ میں حرام نہ ہوئی تھی، پینے والے اس وقت تک بے تکلف پیتے تھے۔ہجرت کے بعد حرام ہوئی پھر کسی مسلمان نے ہاتھ نہیں لگایا، تاہم اس مکی آیت میں بھی ﴿سَكَرًا﴾ کے بعد ﴿وَّ رِزْقًا حَسَنًا﴾ فرما کر متنبہ فرما دیا کہ جو چیز آئندہ ہونے والی ہے اس پر "رزق حسن" کا اطلاق کرنا موزوں نہیں۔

فَائِدَة:[۱۰۱]......یہاں ﴿یَّعْقِلُوْنَ﴾ کا لفظ جو عقل سے مشتق ہے ﴿سَكَرًا﴾ کے تذکرہ سے خاص مناسبت رکھتا ہے۔چونکہ نشہ عقل کو

زائل کر دیتا ہے، اس لیے اشارہ فرما دیا کہ آیات کا سمجھنا عقل والوں کا کام ہے نشہ پینے والوں کا نہیں۔

فَائِدَہ:[۱۰۲] شہد کی مکھیوں میں قدرت کی عظیم نشانیاں:...... یعنی انگور کی بیل چڑھانے کو جو ٹٹیاں باندھتے ہیں یا جو عمارتیں لوگ تیار کرتے ہیں۔ شہد کی مکھی کو حکم دینے کا یہ مطلب ہے کہ اس کی فطرت ایسی بنائی جو باوجود ادنیٰ حیوان ہونے کے نہایت کاریگری اور باریک صنعت سے اپنا چھتہ پہاڑوں، درختوں اور مکانوں میں تیار کرتی ہے۔ ساری مکھیاں ایک بڑی مکھی کے ماتحت رہ کر پوری فرمانبرداری کے ساتھ کام کرتی ہیں۔ ان کے سردار کو "یعسوب" کہا جاتا ہے جس کے ساتھ مکھیوں کا جلوس چلتا ہے، جب کسی جگہ مکان بناتی ہیں تو سب خانے "مسدس متساوی الاضلاع" کی شکل پر ہوتے ہیں۔ بدون مسطر و پرکار وغیرہ کے اس قدر صحت و انضباط کے ساتھ ٹھیک ٹھیک ایک ہی شکل پر تمام خانوں کا رکھنا آدمی کو حیرت زدہ کر دیتا ہے۔ حکماء کہتے ہیں کہ مسدس کے علاوہ کوئی دوسری شکل اگر اختیار کی جاتی تو لامحالہ درمیان میں کچھ جگہ فضول خالی رہتی۔ فطرت نے ایسی شکل کی طرف رہنمائی کی جس میں ذرا سا فرجہ بھی بیکار نہ رہے۔

فَائِدَہ:[۱۰۳] ...... ﴿کُلِیْ﴾ اور ﴿فَاسْلُکِیْ﴾ سب اوامر تکوینیہ ہیں۔ یعنی فطرتاً اس کو ہدایت کی کہ اپنی خواہش اور استعداد مزاج کے مناسب ہر قسم کے پھلوں اور میووں میں سے اپنی غذا حاصل کرے، چنانچہ مکھیاں اپنے چھتہ سے نکل کر رنگ برنگ کے پھول پھل چوستی ہیں جن سے شہد اور موم وغیرہ حاصل ہوتا ہے۔

فَائِدَہ:[۱۰۴] شہد کی مکھی کے راستے:...... یعنی غذا حاصل کرنے اور کھا پی کر چھتہ کی طرف واپس آنے کے راستے صاف کھلے پڑے ہیں کوئی روک ٹوک نہیں۔ چنانچہ دیکھا گیا ہے کہ مکھیاں غذا کی تلاش میں بعض اوقات بہت دور نکل جاتی ہیں پھر بے تکلف اپنے چھتہ میں واپس آ جاتی ہیں ذرا راستہ نہیں بھولتیں۔ بعض نے ﴿فَاسْلُکِیْ سُبُلَ رَبِّکِ ذُلُلًا﴾ کا مطلب یہ لیا ہے کہ قدرت نے تیرے عمل و تصرف کے جو فطری راستے مقرر کر دیئے ہیں اُن پر مطیع و منقاد بن کر چلتی رہ، مثلاً پھول پھل چوس کر فطری قویٰ و تصرفات سے شہد وغیرہ تیار کر۔

فَائِدَہ:[۱۰۵] ...... یعنی مختلف رنگ کا شہد نکلتا ہے سفید، سرخ، زرد، کہتے ہیں کہ رنگتوں کا اختلاف موسم، غذا اور مکھی کی عمر وغیرہ کے اختلاف سے پیدا ہوتا ہے۔ واللہ اعلم!

فَائِدَہ:[۱۰۶] شہد میں شفاء:...... یعنی بہت سی بیماریوں میں صرف شہد خالص یا کسی دوسری دوا میں شامل کر کے دیا جاتا ہے جو باذن اللہ مریضوں کی شفایابی کا ذریعہ بنتا ہے۔ حدیث صحیح میں ہے کہ ایک شخص کو دست آ رہے تھے اُس کا بھائی حضور ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا آپ نے شہد پلانے کی رائے دی۔ شہد پینے کے بعد اسہال میں ترقی ہو گئی۔ اس نے پھر حاضر ہو کر عرض کیا کہ حضرت دست زیادہ آنے لگے فرمایا: "صَدَقَ اللّٰہُ وَکَذَبَ بَطْنُ اَخِیْکَ" (اللہ سچا ہے اور تیرے بھائی کا پیٹ جھوٹا ہے) پھر پلاؤ۔ دوبارہ پلانے سے بھی وہی کیفیت ہوئی۔ آپ نے پھر وہی فرمایا۔ آخر تیسری مرتبہ پلانے سے دست بند ہو گئے اور طبیعت صاف ہو گئی۔ اطباء نے اپنے اصول کے موافق کہا ہے کہ بعض اوقات پیٹ میں "کیموس" فاسد ہوتا ہے جو پیٹ میں پہنچنے والی ہر ایک غذا اور دوا کو فاسد کر دیتا ہے، اس لیے دست آتے ہیں۔ اس کا علاج یہ ہی ہے کہ مسہلات دی جائیں تا وہ "کیموس فاسد" خارج ہو۔ شہد کے مسہل ہونے میں کسی کو کلام نہیں، گویا حضور کا مشورہ اسی طبی اصول کے موافق تھا۔ مامون رشید کے زمانہ میں ثمامہ عبسی کو جب اِسی قسم کا مرض لاحق ہوا تو اُس زمانہ کے شاہی طبیب یزید بن یوحنا نے مسہل سے اس کا علاج کیا اور یہ ہی وجہ بتلائی۔ آج کل کے اطباء شہد کے استعمال کو استطلاق بطن کے علاج میں بے حد مفید بتلاتے ہیں۔

فَائِدَہ:[۱۰۷] برے میں سے بھلا:...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حق تعالیٰ نے اوپر کی آیتوں میں برے میں سے بھلا نکلنے کے تین پتے بتلائے۔ جانور کے پیٹ اور خون، گوبر کے مادہ سے دودھ، نشے کے مادہ (انگور کھجور وغیرہ) سے پاک روزی اور مکھی کے

پیٹ سے شہد، تینوں میں اشارہ ہوا کہ اللہ تعالیٰ اس قرآن کی بدولت جاہلوں کی اولاد میں عالم پیدا کرے گا۔ حضرت کے وقت میں یہ ہی ہوا کہ کافروں کی اولاد عارف کامل ہوئی۔

وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ۙ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ

اور اللہ نے تم کو پیدا کیا پھر تم کو موت دیتا ہے اور کوئی تم میں سے پہنچ جاتا ہے نکمی عمر کو کہ سمجھنے کے پیچھے

شَيْـًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ ع ۱۵

اب کچھ نہ سمجھے، اللہ خبردار ہے قدرت والا ف۱۰۸ اور اللہ نے بڑائی دی تم میں ایک کو ایک پر روزی میں، سو جن کو بڑائی دی وہ نہیں پہنچا دیتے اپنی

فُضِّلُوْا بِرَاۗدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰي مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝

روزی ان کو جن کے مالک ان کے ہاتھ ہیں کہ وہ سب اس میں برابر ہو جائیں، کیا اللہ کی نعمت کے منکر ہیں ف۱۰۹

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ

اور اللہ نے پیدا کیں تمہارے واسطے تمہاری ہی قسم سے عورتیں ف۱۱۰ اور دیے تم کو تمہاری عورتوں سے بیٹے اور پوتے ف۱۱۱ اور کھانے کو

مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ

دیں تم کو ستھری چیزیں ف۱۱۲ سو کیا جھوٹی باتیں مانتے ہیں اور اللہ کے فضل کو نہیں مانتے ف۱۱۳ اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا ایسوں

اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝

کو جو مختار نہیں ان کی روزی کے آسمان اور زمین میں سے کچھ بھی ف۱۱۴ اور نہ قدرت رکھتے ہیں ف۱۱۵

فائدہ:[۱۰۸] انسانی وجود میں قدرت کی نشانیاں:......قدرت کے بہت سے خارجی نشان بیان فرما کر انسان کو متنبہ کرتے ہیں کہ خود اپنے اندرونی حالات میں غور کرے۔ وہ کچھ نہ تھا، خدا نے وجود بخشا، پھر موت بھیجی اور دی ہوئی زندگی واپس لے لی یہ کچھ نہ کر سکا اور بعضوں کو موت سے پہلے ہی پیرانہ سالی کے ایسے درجہ میں پہنچا دیا کہ ہوش و حواس ٹھکانے نہ رہے۔ نہ ہاتھ پاؤں میں طاقت رہی، بالکل نکما ہو گیا۔ نہ کوئی بات سمجھتا ہے نہ سمجھی ہوئی یاد رکھ سکتا ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ علم و قدرت اُسی خالق و مالک کے خزانہ میں ہے۔ جب اور جس قدر چاہے دے اور جب چاہے واپس کر لے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک آیت میں اِس طرف اشارہ ہے کہ اس اُمت میں کامل پیدا ہو کر پھر ناقص پیدا ہونے لگیں گے۔ واللہ اعلم!

فائدہ:[۱۰۹] روزی اور بخشش میں بعض کو بعض پر فضیلت:......یعنی خدا کی دی ہوئی روزی اور بخشش سب کے لیے برابر نہیں۔ بلحاظ تفاوتِ استعداد و احوال کے اس نے اپنی حکمت بالغہ سے بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے، کسی کو مالدار اور بااقتدار بنایا جس کے ہاتھ تلے بہت سے غلام اور نوکر چاکر ہیں جن کو اُسی کے ذریعہ سے روزی پہنچتی ہے۔ ایک وہ غلام ہیں جو بذات خود ایک پیسہ یا ادنیٰ اختیار کے مالک نہیں، ہر وقت آقا کے اشاروں کے منتظر رہتے ہیں۔ پس کیا دنیا میں کوئی آقا گوارا کرے گا کہ غلام یا نوکر چاکر جو بہر حال اس جیسے انسان ہیں بدستور غلامی کی حالت میں رہتے ہوئے اس کی دولت، عزت، بیوی وغیرہ میں برابر کے شریک ہو جائیں۔ غلام کا حکم تو شرعاً یہ ہے کہ

بحالت غلامی کسی چیز کا مالک بنایا جائے تب بھی نہیں بنتا آقا ہی مالک رہتا ہے۔ اور فرض کرو آقا غلامی سے آزاد کر کے اپنی دولت وغیرہ میں برابر کا حصہ دار بنالے تو مساوات بیشک ہو جائے گی لیکن اس وقت غلام غلام نہ رہا۔ بہرکیف غلامی اور مساوات جمع نہیں ہو سکتی۔ جب دو ہم جنس اور متحد النوع انسانوں کے اندر مالک و مملوک میں شرکت و مساوات نہیں ہو سکتی، پھر غضب ہے کہ خالق و مخلوق کو معبودیت وغیرہ میں برابر کر دیا جائے، اور ان چیزوں کو جنہیں خدا کی مملوک سمجھنے کا اقرار خود مشرکین بھی کرتے تھے: "اِلَّا شَرِیْکًا ھُوَلَکَ تَمْلِکُہٗ وَمَامَلَکَ" مالک حقیقی کا شریک و سہیم ٹھہرا دیا جائے۔ کیا منعم حقیقی کی نعمتوں کا یہ ہی شکریہ ہے کہ جس بات کے قبول کرنے سے خود ناک بھوں چڑھاتے ہو اس سے زیادہ قبیح و شنیع صورت اس کے لیے تجویز کی جائے؟ نیز جس طرح روزی وغیرہ میں حق تعالیٰ نے بعض کو بعض پر فضیلت دی، سب کو ایک درجہ نہیں رکھا، اگر علم و عرفان اور کمالات نبوت میں کسی ہستی کو دوسروں سے فائق کر دیا تو خدا کی اس نعمت سے انکار کرنے کی بجز ہٹ دھرمی کے کیا وجہ ہو سکتی ہے۔

فائدہ: [۱۱۰] ...... یعنی نوع انسان ہی سے تمہارا جوڑا پیدا کیا تا الفت و موانست قائم رہے۔ اور تخلیق کی غرض پوری ہو ﴿وَمِنْ اٰیٰتِہٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْھَا وَجَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّۃً وَّرَحْمَۃً﴾ [روم: ۲۱]

فائدہ: [۱۱۱] ...... جو تمہاری بقائے نوعی کا ذریعہ ہیں۔

فائدہ: [۱۱۲] ...... جو بقائے شخصی کا سبب ہے۔

فائدہ: [۱۱۳] ...... یعنی بتوں کا احسان مانتے ہیں کہ بیماری سے چنگا کیا، یا بیٹا دیا، یا روزی دی، اور یہ سب جھوٹ اور وہ جو سچ دینے والا ہے اُس کے شکر گذار نہیں کذا فی الموضح۔ اور شاید یہ بھی اشارہ ہو کہ فانی و زائل زندگانی کی بقاء نوعی و شخصی کے اسباب کو تو مانتے ہو اور خدا کی سب سے بڑی نعمت (پیغمبر علیہ السلام کی ہدایات) کو جو بقائے ابدی اور حیات جاودانی کا واحد ذریعہ ہے، تسلیم نہیں کرتے ع

اَلَا کُلُّ شَیْءٍ مَا خَلَا اللّٰہَ بَاطِلُ

فائدہ: [۱۱۴] ...... یعنی نہ آسمان سے مینہ برسانے کا خدائی اختیار رکھتے ہیں نہ زمین سے غلہ اگانے کا۔ پھر قادر مطلق کے شریک معبودیت میں کس طرح بن گئے؟

فائدہ: [۱۱۵] ...... یعنی نہ فی الحال اختیار حاصل ہے، نہ آئندہ حاصل کرنے کی قدرت رکھتے ہیں۔

فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰہِ الْاَمْثَالَ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ﴿۷۴﴾ ضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا عَبْدًا

سو مت چسپاں کرو اللہ پر مثالیں ۱۱۶ بے شک اللہ جانتا ہے اور تم نہیں جانتے ۱۱۷ اللہ نے بتلائی ایک مثال ایک بندہ (غلام) پرا

مَّمْلُوْکًا لَّا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰہُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَھُوَ یُنْفِقُ مِنْہُ سِرًّا وَّجَھْرًا ؕ ھَلْ

یا مال، نہیں قدرت رکھتا کسی چیز پر اور ایک جس کو ہم نے روزی دی اپنی طرف سے خاصی روزی، سو وہ خرچ کرتا ہے اس میں سے چھپا کر اور سب کے

یَسْتَوٗنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ ؕ بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ﴿۷۵﴾ وَضَرَبَ اللّٰہُ مَثَلًا رَّجُلَیْنِ اَحَدُھُمَاۤ

روبرو، کہیں برابر ہوتے ہیں، سب تعریف اللہ کو ہے، پر بہت لوگ نہیں جانتے ۱۱۸ اور بتائی اللہ نے ایک دوسری مثال دو مرد ہیں ایک

اَبْکَمُ لَا یَقْدِرُ عَلٰی شَیْءٍ وَّھُوَ کَلٌّ عَلٰی مَوْلٰىہُ ۙ اَیْنَمَا یُوَجِّھْہُّ لَا یَاْتِ بِخَیْرٍ ؕ ھَلْ یَسْتَوِیْ

گونگا ۱۱۹ کچھ کام نہیں کر سکتا ۱۲۰ اور وہ بھاری ہے اپنے صاحب پر، جس طرف اس کو بھیجے نہ کر کے لائے کچھ بھلائی ۱۲۱ کہیں برابر

هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۷۶﴾ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

ہے وہ اور ایک وہ شخص جو حکم کرتا ہے انصاف سے اور ہے سیدھی راہ پر ف۱۲۲ اور اللہ ہی کے پاس ہیں بھید آسمانوں اور زمین کے ف۱۲۳ اور

وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ﴿۷۷﴾

قیامت کا کام تو ایسا ہے جیسے لپک نگاہ کی یا اس سے بھی قریب ف۱۲۴ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے ف۱۲۵

فائدہ: [۱۱۶] ہر چھوٹے بڑے کام کا فاعل اور موثر حقیقی صرف اللہ ہے:...... مشرک کہتے تھے کہ مالک اللہ ہی ہے، یہ لوگ اُس کی سرکار میں مختار ہیں، ہمارے کام اِن ہی سے پڑتے ہیں، بڑی سرکار تک براہ راست رسائی نہیں ہوسکتی۔ سو یہ مثال غلط ہے جو بارگاہِ احدیت پر چسپاں نہیں۔ اللہ ہر چیز آپ کرتا ہے خواہ بالواسطہ ہو یا بلا واسطہ کوئی کام کسی کو اس طرح سپرد نہیں کر رکھا جیسے سلاطینِ دنیا اپنے ماتحت حکام کو اختیارات تفویض کر دیتے ہیں کہ تفویض تو ارادہ واختیار سے کیا لیکن بعد تفویض ان اختیارات کے استعمال میں ماتحت آزاد ہیں۔ کسی مجسٹریٹ کے فیصلہ کے وقت بادشاہ یا پارلیمنٹ کو اس واقعہ اور فیصلہ کی مطلق خبر نہیں ہوتی۔ نہ اس وقت جزئی طور پر بادشاہ کی مشیت وارادہ کو فیصلہ صادر کرنے میں قطعاً دخل ہے۔ یہ صورت حق تعالیٰ کے یہاں نہیں بلکہ ہر ایک چھوٹا بڑا کام اور ادنیٰ سے ادنیٰ جزئی خواہ بواسطۂ اسباب یا بلا واسطہ اُس کے علم محیط اور مشیت وارادہ سے وقوع پذیر ہوتی ہے۔ اسی لیے لازم ہے کہ آدمی ہر کلی جزئی کا فاعل اور موثر حقیقی اعتقاد کر کے تنہا اسی کو معبود ومستعان سمجھے۔

تنبیہ:...... ابن عباس رضی اللہ عنہما وغیرہ سلف سے ﴿فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ﴾ کا یہ مطلب منقول ہے کہ خدا کا مماثل کسی کو مت ٹھہراؤ۔

فائدہ: [۱۱۷]...... یعنی تم نہیں جانتے کہ خدا کے لیے کس طرح مثال پیش کرنی چاہیے جو اصل حقیقت اور صحیح مطلب کی تفہیم میں معین ہو، اور اُس کی عظمت ونزاہت کے خلاف شبہ پیدا نہ کرے۔ اگر صحیح مثال چاہو تو آگے دو مثالیں بیان فرمائیں انہیں غور سے سنو اور تمثیل کی غرض کو سمجھو۔

فائدہ: [۱۱۸] **روشن مثال:**...... ایک شخص وہ ہے جو آزاد نہیں، دوسرے کا مملوک غلام ہے کسی طرح کی قدرت واختیار نہیں رکھتا ہر ایک تصرف میں مالک کی اجازت کا محتاج ہے بدون اجازت اس کے سب تصرفات غیر معتبر ہیں۔ دوسرا آزاد اور بااختیار شخص ہے جسے خدا نے اپنے فضل سے بہت کچھ مقدرت اور روزی عنایت فرمائی جس میں سے دن رات سراً وعلانیتاً بے دریغ خرچ کرتا ہے کوئی اس کا ہاتھ نہیں روک سکتا۔ کیا یہ دونوں شخص برابر ہوسکتے ہیں؟ اسی طرح سمجھ لو کہ حق تعالیٰ ہر چیز کا مالکِ حقیقی ہے، سب تعریفیں اور خوبیاں اُس کے خزانہ میں ہیں جس کو جو چاہے دے، کوئی مزاحمت کرنے والا نہیں۔ ذرہ ذرہ پر کلی اختیار اور کامل قبضہ رکھتا ہے۔ یہ کس قدر ظلم ہوگا کہ ایک پتھر کے بت کو اس کے برابر کر دیا جائے جو کسی چیز کا مالک نہیں بلکہ خود پرایا مال ہے۔ اگر مالک مجازی اور مملوک مجازی برابر نہیں ہوسکتے تو کوئی مملوک محض مالک حقیقی کا شریک کیسے بن سکتا ہے۔ یہاں سے یہ بھی سمجھ لو کہ خدائے واحد کا پرستار جسے مالک نے علم وایمان کی دولت بخشی اور لوگوں میں شب وروز روحانی نعمتیں تقسیم کرنے کا ذریعہ بنایا، کیا ایک پلید مشرک کو جو بت کا مملوک، اہواء واوہام کا غلام اور عملِ مقبول سے محض تہی دست ہے اس مومن موحد کے ساتھ برابر کھڑا کیا جاسکتا ہے؟ کَلَّا واللہ!

فائدہ: [۱۱۹]...... گونگا ہے تو لازمی طور پر بہرا بھی ہوگا، گویا نہ اپنی کہہ سکے نہ دوسرے کی سن سکے۔

فائدہ: [۱۲۰]...... کیونکہ نہ حواس رکھتا ہے نہ عقل، اور اپاہج ہے جو چل پھر بھی نہیں سکتا۔

فائدہ: [۱۲۱]...... یعنی مالک کے کسی کام کا نہیں جدھر اُسے بھیجنا چاہے یا متوجہ کرے کچھ بھلائی اور فلاح نہ پہنچا سکے۔

فائدہ:[۱۲۲]......یعنی خود سیدھی راہ پر قائم رہ کر دوسروں کو بھی اعتدال و انصاف کے راستہ پر لے جا رہا ہے۔ جب یہ دونوں شخص برابر نہیں ہو سکتے تو ایک خود تراشیدہ پتھر کی مورتی کو (العیاذ باللہ) خدائی کا درجہ کیوں کر دیا جا سکتا ہے۔ یا ایک اندھا بہرا مشرک جو خدا کی پیدا کی ہوئی روزی کھاتا ہے اور چھدام کا کام [یعنی کچھ کام] کر کے نہیں دیتا اس مومن قانت کی ہمسری کیسے کر سکتا ہے جو خود سیدھی راہ پر ہو اور دوسروں کو اپنے ساتھ ترا [بچا کر] لے جائے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: یعنی "خدا کی دو مخلوق ایک بت نکمانہ ہل سکے نہ چل سکے جیسے گونگا غلام، دوسرا رسول وہ اللہ کی راہ بتاوے ہزاروں کو اور آپ بندگی پر قائم ہے اس کے تابع ہونا بہتر یا اس کے۔"

فائدہ:[۱۲۳] ساری مخلوق یکساں نہیں ہے:......یعنی ساری مخلوق یکساں نہ ہوئی۔ ایک آدمی کا حال دوسرے سے بے انتہا مختلف ہوا۔ سب چیزیں ایک سطح مستوی پر کھڑی نہیں کی گئیں۔ اس کا بھید اور ہر ایک کی پوشیدہ استعداد اور مخفی حالت کا علم خدا ہی کے پاس ہے۔ چنانچہ وہ اپنے علم محیط کے موافق قیامت میں ہر ایک کے ساتھ جداگانہ معاملہ کرے گا، اور مختلف احوال پر مختلف نتائج مرتب فرمائے گا۔

فائدہ:[۱۲۴] خدا کے آگے کوئی چیز مشکل نہیں:......یعنی قیامت کے آنے کو مستبعد مت سمجھو، خدا کے آگے کوئی چیز مشکل نہیں۔ تمام لوگوں کو جب دوبارہ پیدا کرنا چاہے گا تو پلک جھپکنے کی دیر بھی نہ لگے گی، اُدھر سے ارادہ ہوتے ہی چشم زدن میں ساری دنیا دوبارہ موجود ہو جائے گی۔

تنبیہ:......﴿كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْ هُوَ اَقْرَبُ﴾ کا مطلب یہ ہے کہ عام لوگوں کے محسوسات کے موافق تو اس کی سرعت کو آنکھ جھپکنے سے تعبیر کر سکتے ہیں لیکن واقع میں اس سے بھی کم میں قیامت قائم ہو جائے گی۔ کیونکہ "لمح بصر" بہرحال زمانی چیز ہے اور ارادۂ خداوندی پر مراد کا ترتب آنی ہوگا۔

فائدہ:[۱۲۵]......یعنی جس کے علم محیط کا وہ حال ہو کہ آسمان و زمین کے سارے بھید اس کے سامنے حاضر ہیں اور جس کی قدرت کاملہ ذرہ ذرہ پر محیط ہو، بھلا اس کا ہمسر کون ہو سکتا ہے؟ اور اس کی پوری مثال کہاں سے لا سکتے ہیں؟

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْـًٔا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ

اور اللہ نے تم کو نکالا تمہاری ماں کے پیٹ سے نہ جانتے تھے تم کسی چیز کو اور دیئے تم کو کان اور آنکھیں

وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ﴿۷۸﴾ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ۭ مَا

اور دل تا کہ تم احسان مانو ۱۲۶ | کیا نہیں دیکھے اڑتے جانور حکم کے باندھے ہوئے آسمان کی ہوا میں، کوئی نہیں تھام

يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ﴿۷۹﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ

رہا ان کو سوائے اللہ کے ۱۲۷ اس میں نشانیاں ہیں ان لوگوں کو جو یقین لاتے ہیں ۱۲۸ | اور اللہ نے بنا دیئے تم کو تمہارے گھر بسنے کی جگہ ۱۲۹ اور

سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ

بنا دیئے تم کو چوپاؤں کی کھال سے ڈیرے جو ہلکے رہتے ہیں تم پر جس دن سفر میں ہو اور جس دن گھر میں ۱۳۰ | اور بھیڑوں کی اون سے اور اونٹوں کی

وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ﴿۸۰﴾ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ

بریوں سے ۱۳۱ اور بکریوں کے بالوں سے کتنے اسباب اور استعمال کی چیزیں وقت مقرر تک ۱۳۲ | اور اللہ نے بنا دیئے تمہارے واسطے

ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ

اپنی بنائی ہوئی چیزوں کے سائے ف۱۳۳ اور بنادیں تمہارے واسطے پہاڑوں میں چھپنے کی جگہیں ف۱۳۴ اور بنادیے تم کو کرتے جو بچاؤ ہیں گرمی میں

تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ؕ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ﴿۸۱﴾ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا

ف۱۳۵ اور کرتے جو بچاؤ ہیں لڑائی میں ف۱۳۶ اسی طرح پورا کرتا ہے اپنا احسان تم پر تاکہ تم حکم مانو ف۱۳۷ پھر اگر پھر جائیں تو تیرا

عَلَيْكَ الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ ﴿۸۲﴾ يَعْرِفُوْنَ نِعْمَتَ اللّٰهِ ثُمَّ يُنْكِرُوْنَهَا وَاَكْثَرُهُمُ الْكٰفِرُوْنَ ﴿۸۳﴾

کام تو یہی ہے کھول کر سنا دینا ف۱۳۸ پہچانتے ہیں اللہ کا احسان پھر منکر ہو جاتے ہیں اور بہت ان میں ناشکر ہیں ف۱۳۹

فائدہ:[۱۲۶] نعمتوں سے مالا مال جسم انسانی خدائی قدرت کا شاہکار ہے:......یعنی پیدائش کے وقت تم کچھ جانتے اور سمجھتے نہ تھے، خدا تعالیٰ نے علم کے ذرائع اور سمجھنے والے دل تم کو دیئے جو بذاتِ خود بھی بڑی نعمتیں ہیں اور لاکھوں نعمتوں سے متمتع ہونے کے وسائل ہیں۔ اگر آنکھ، کان، عقل وغیرہ نہ ہو تو ساری ترقیات کا دروازہ ہی بند ہو جائے۔ جوں جوں آدمی کا بچہ بڑا ہوتا ہے اُسکی علمی وعملی قوتیں بتدریج بڑھتی جاتی ہیں۔ اسکی شکر گذاری یہ تھی کہ ان قوتوں کو مولیٰ کی طاعت میں خرچ کرتے، اور حق شناسی میں سمجھ بوجھ سے کام لیتے، نہ یہ کہ بجائے احسان ماننے کے الٹے بغاوت پر کمر بستہ ہو جائیں اور منعمِ حقیقی کو چھوڑ کر اینٹ پتھروں کی پرستش کرنے لگیں۔

فائدہ:[۱۲۷] خدائی قدرت کا ایک شاہکار:......یعنی جیسے آدمی کو اس کے مناسب قوی عنایت فرمائے، پرندوں میں اُن کے حالات کے مناسب فطری قوتیں ودیعت کیں، ہر ایک پرندہ اپنی اڑان میں قانونِ قدرت کا تابع اور خدا تعالیٰ کے تکوینی احکام سے وابستہ ہے۔ اسے کسی درسگاہ میں اڑنے کی تعلیم نہیں دی گئی، قدرت نے اُس کے پر اور بازو اور دُم وغیرہ کی ساخت ایسی بنائی ہے کہ نہایت آسانی سے آسمانی فضا میں اڑتے رہتے ہیں۔ یہ نہیں ہوتا کہ ان کا جسمِ ثقیل ہوائے لطیف کو چیر پھاڑ کر بے اختیار نیچے آپڑے، یا زمین کی عظیم الشان کشش انہیں اپنی طرف کھینچ لے اور طیران سے منع کر دے۔ کیا خدا کے سوا کسی اور کا ہاتھ ہے جس نے ان کو بے تکلف فضائے آسمانی میں روک رکھا ہے؟

فائدہ:[۱۲۸]......حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''یعنی ایمان لانے میں بعضے اٹکتے ہیں معاش کی فکر سے، سو فرمایا کہ ماں کے پیٹ سے کوئی کچھ نہیں لاتا۔ کمائی کے اسباب کہ آنکھ، کان، دل وغیرہ ہیں، اللہ ہی دیتا ہے اور اُڑتے جانور ادھر [بغیر سہارے] میں آخر کس کے بھروسہ رہتے ہیں؟''

فائدہ:[۱۲۹]......یعنی اینٹ، پتھر، لکڑی وغیرہ کے مکان۔

فائدہ:[۱۳۰] بعض خصوصی انعامات:......یعنی اینٹ پتھر کے مکانوں کو کہیں منتقل نہیں کر سکتے تھے، اسلئے چمڑے اور اون وغیرہ کے ڈیرے خیمے بنانے سکھا دیے جو بسہولت منتقل کیے جا سکتے ہیں، سفر حضر میں جہاں چاہو نصب کر لو اور جب چاہو لپیٹ کر رکھ دو۔ بعض نے ﴿يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ﴾ الآیۃ کا یہ مطلب لیا ہے کہ چلنے کے وقت اٹھانے میں اور کسی جگہ اترتے وقت نصب کرنے میں ہلکے رہتے ہیں۔

فائدہ:[۱۳۱]......یعنی اونٹ کی پشم سے۔

فائدہ:[۱۳۲]......یعنی ان چیزوں سے کتنے سامان رہائش اور آسائش کے تیار کیے جاتے ہیں جو ایک وقتِ معین یا مدتِ دراز تک کام

دیتے ہیں۔ اگر خدا تعالیٰ آنکھ، کان اور ترقی کرنے والا دل ودماغ نہ دیتا، کیا یہ سامان میسر آسکتے تھے؟

فَائِدَۃ:[۱۳۳]...... مثلاً بادل، درخت، مکان اور پہاڑ وغیرہ کا سایہ قانونِ قدرت کے موافق زمین پر پڑتا ہے جس میں مخلوق آرام پاتی ہے۔

فَائِدَۃ:[۱۳۴]...... جہاں سر چھپا کر بارش، دھوپ یا دشمن وغیرہ سے اپنی حفاظت کرسکتے ہو۔

فَائِدَۃ:[۱۳۵]...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: جن کرتوں میں گرمی کا بچاؤ ہے، سردی کا بھی بچاؤ ہے۔ پر اُس ملک میں گرمی زیادہ تھی اس کا ذکر خصوصیت سے فرمایا۔

فَائِدَۃ:[۱۳۶]...... یعنی زرہیں جو لڑائی میں زخمی ہونے سے بچاتی ہیں۔

فَائِدَۃ:[۱۳۷]...... یعنی دیکھو! کس طرح تمہاری ہر قسم کی ضروریات کا اپنے فضل سے انتظام فرمایا اور کیسی علمی وعملی قوتیں مرحمت فرمائیں۔ جن سے کام لیکر انسان عجیب وغریب تصرفات کرتا رہتا ہے۔ پھر کیا ممکن ہے کہ جس نے مادی اور جسمانی دنیا میں اس قدر احسانات فرمائے، روحانی تربیت وتکمیل کے سلسلہ میں ہم پر اپنا احسان پورا نہ کریگا؟ بیشک پورا کرچکا۔ ﴿اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ وَرَضِیْتُ لَکُمُ الْاِسْلَامَ دِیْنًا﴾ [مائدہ: ۳] ضروری ہے کہ سب لوگ اس کے احسان کے آگے گردنیں جھکادیں اور اس منعم حقیقی اور محسنِ اعظم کے مطیع ومنقاد ہو کر رہیں۔

فَائِدَۃ:[۱۳۸]...... یعنی اگر اس قدر احسانات سن کر بھی خدا کے سامنے نہ جھکیں تو آپ کچھ غم نہ کھایئے۔ آپ اپنا فرض ادا کرچکے، کھول کھول کر تمام ضروری باتیں سنادی گئیں، آگے ان کا معاملہ خدا کے سپرد کیجیے۔

فَائِدَۃ:[۱۳۹]...... یعنی بیشک بعضے بندے شکر گذار بھی ہیں ﴿وَقَلِیْلٌ مِّنْ عِبَادِیَ الشَّکُوْرُ﴾ [سبا: ۱۳] لیکن اکثروں کا حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے انعامات کو دیکھتے اور اُس کے احسانات کو سمجھتے ہیں، مگر جب شکر گذاری اور اظہارِ اطاعت کا وقت آتا ہے تو سب بھول جاتے ہیں، گویا دل سے سمجھتے ہیں اور عمل سے انکار کرتے ہیں۔

وَیَوْمَ نَبْعَثُ مِنْ کُلِّ اُمَّۃٍ شَہِیْدًا ثُمَّ لَا یُؤْذَنُ لِلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَلَا ہُمْ یُسْتَعْتَبُوْنَ ﴿۸۴﴾

اور جس دن کھڑا کریں ہم ہر فرقہ میں ایک بتلانے والا پھر حکم [اجازت] نہ ملے منکروں کو اور نہ ان سے توبہ لی جائے ف۱۴۰

وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ ظَلَمُوا الْعَذَابَ فَلَا یُخَفَّفُ عَنْہُمْ وَلَا ہُمْ یُنْظَرُوْنَ ﴿۸۵﴾ وَاِذَا رَاَ الَّذِیْنَ

اور جب دیکھیں گے ظالم عذاب کو پھر ہلکا نہ ہوگا ان سے اور نہ ان کو ڈھیل ملے ف۱۴۱ اور جب دیکھیں مشرک

اَشْرَکُوْا شُرَکَآءَہُمْ قَالُوْا رَبَّنَا ہٰٓؤُلَآءِ شُرَکَآؤُنَا الَّذِیْنَ کُنَّا نَدْعُوْا مِنْ دُوْنِکَ ۚ فَاَلْقَوْا

اپنے شریکوں کو بولیں اے رب یہ ہمارے شریک ہیں جن کو ہم پکارتے تھے تیرے سوا ف۱۴۲ تب وہ

اِلَیْہِمُ الْقَوْلَ اِنَّکُمْ لَکٰذِبُوْنَ ﴿۸۶﴾ وَاَلْقَوْا اِلَی اللّٰہِ یَوْمَئِذِ ۣ السَّلَمَ وَضَلَّ عَنْہُمْ مَّا کَانُوْا

ان پر ڈالیں گے بات کہ تم جھوٹے ہو ف۱۴۳ اور آپڑیں اللہ کے آگے اس دن عاجز ہو کر اور بھول جائیں جو جھوٹ

یَفْتَرُوْنَ ﴿۸۷﴾ اَلَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَصَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ زِدْنٰہُمْ عَذَابًا فَوْقَ الْعَذَابِ بِمَا کَانُوْا

باندھتے تھے ف۱۴۴ جو لوگ منکر ہوئے ہیں اور روکتے ہیں اللہ کی راہ سے ان کو ہم بڑھادیں گے عذاب پر عذاب بدلہ اس کا جو شرارت

يُفۡسِدُوۡنَ ﴿۸۸﴾ وَيَوۡمَ نَبۡعَثُ فِىۡ كُلِّ اُمَّةٍ شَهِيۡدًا عَلَيۡهِمۡ مِّنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَجِئۡنَا بِكَ شَهِيۡدًا

کرتے تھے ف۱۴۵ اور جس دن کھڑا کریں گے ہم ہر فرقہ میں ایک بتلانے والا ان پر انہی میں کا اور تجھ کو لائیں بتلانے کو ان لوگوں

عَلٰى هٰۤؤُلَاۤءِ ؕ وَنَزَّلۡنَا عَلَيۡكَ الۡكِتٰبَ تِبۡيَانًا لِّـكُلِّ شَىۡءٍ وَّهُدًى وَّرَحۡمَةً وَّبُشۡرٰى لِلۡمُسۡلِمِيۡنَ ﴿۸۹﴾ ع ۱۲/۶ ۱۸

پر ف۱۴۶ اور اتاری ہم نے تجھ پر کتاب کھلا بیان ہر چیز کا ف۱۴۷ اور ہدایت اور رحمت اور خوشخبری حکم ماننے والوں کے لیے ف۱۴۸

فَائِدَة: [۱۴۰] **کفر و ناشکری کا انجام:**...... یہاں سے کفر و ناشکری کا انجام بتلاتے ہیں۔ یعنی یاد رکھو! وہ دن بھی آنے والا ہے جب تمام اگلی پچھلی امتیں احکم الحاکمین کی آخری عدالت میں کھڑی ہوں گی اور ہر امت کا نبی بطورِ گواہ کھڑا کیا جائے گا، تا اپنی امت کے نیک و بد اور مطیع و عاصی کی نسبت شہادت دے کہ کس نے کیسا معاملہ حق کے پیغام اور پیغامبر کے ساتھ کیا ہے۔ اُس وقت منکروں کو اجازت نہ ہوگی کہ کچھ لب کشائی کر سکیں۔ یا اب بعد از وقت توبہ کر کے سزا سے چھوٹ جائیں، اور لب کشائی کاہے میں کریں گے؟ درانحالیکہ انہیں اپنے مجرم ہونے اور کسی کی معذرت نہ چل سکنے کا پورا انکشاف ہو جائے گا۔ وہ یہ بھی سمجھ لیں گے کہ یہ "دارِ جزاء" ہے "دارِ عمل" نہیں جو اَب توبہ کر کے خطائیں معاف کرا لیں۔

فَائِدَة: [۱۴۱]...... یعنی نہ عذاب کی سختی میں کمی ہوگی اور نہ درمیان میں وقفہ ہوگا کہ تھوڑی دیر مہلت مل جائے، پھر از سرِ نو عذاب شروع ہو۔ بعض نے ﴿وَلَا هُمۡ يُنۡظَرُوۡنَ﴾ سے یہ مراد لیا ہے کہ جہنم کو دیکھنے کے بعد ایک منٹ کی ڈھیل نہ ملے گی۔ جہنم فوراً مجرمین کو اس طرح اچک لے گا جیسے پرندہ ایک دم دانہ اٹھا کر نگل جاتا ہے، گویا سرعتِ دخول کی طرف اشارہ ہوا۔

فَائِدَة: [۱۴۲]...... یعنی ہم تو ان کی بدولت مارے گئے۔ شاید یہ مطلب ہو کہ ہم بذاتِ خود بے قصور ہیں، یا یہ کہ اِنہیں دوہری سزا دیجیے۔

فَائِدَة: [۱۴۳] **مزعومہ معبودوں کا اظہارِ بیزاری:**...... یعنی جھوٹے ہو جو ہم کو خدا کا شریک ٹھہرا لیا۔ ہم نے کب کہا تھا کہ ہماری عبادت کرو۔ فی الحقیقت تم محض اپنے اوہام و خیالات کو پوجتے تھے جس کے نیچے کوئی حقیقت نہ تھی، یا جن و شیاطین کی پرستش کرتے تھے۔ مگر وہاں شیطان بھی یہ کہہ کر الگ ہو جائے گا ﴿وَمَا كَانَ لِىَ عَلَيۡكُمۡ مِّنۡ سُلۡطٰنٍ اِلَّاۤ اَنۡ دَعَوۡتُكُمۡ فَاسۡتَجَبۡتُمۡ لِىۡ ۚ فَلَا تَلُوۡمُوۡنِىۡ وَلُوۡمُوۡۤا اَنۡفُسَكُمۡ﴾ [ابراہیم: ۲۲] غرض جن چیزوں کو مشرکین نے معبود بنا رکھا تھا، سب اپنی علیحدگی اور بیزاری کا اظہار کریں گے، کوئی سچ کوئی جھوٹ۔ پتھر کے بتوں کو تو سرے سے کچھ خبر ہی نہ تھی، ملائکہ اور بعض انبیاء و صالحین ہمیشہ شرک سے سخت نفرت و بیزاری اور اپنی خالص بندگی کا اظہار کرتے رہے۔ رہ گئے شیاطین سو اُن کا اظہارِ نفرت گو جھوٹ ہوگا، تاہم اس سے مشرکین کو کلی طور پر مایوسی ہو جائے گی کہ آج بڑے سے بڑا رفیق بھی کام آنے والا نہیں۔

فَائِدَة: [۱۴۴]...... یعنی ساری طمطراق اور افتراء پردازیاں اُس وقت غائب ہو جائیں گی، سب عاجز و مقہور ہو کر خدا کے سامنے اپنی اطاعت و انقیاد کا اظہار کریں گے ﴿اَسۡمِعۡ بِهِمۡ وَاَبۡصِرۡ ۙ يَوۡمَ يَاۡتُوۡنَنَا﴾ [مریم: ۳۸]

فَائِدَة: [۱۴۵] **جہنمیوں میں تفاوت:**...... یعنی ایک عذاب تو انکارِ حق پر، دوسرا اس پر کہ اوروں کو خدا کی راہ سے روکا، یا ایک عذاب صدورِ جرم پر دوسرا اُسکی عادت ڈالنے پر۔ بہرحال آیت سے معلوم ہوا کہ جس طرح جنت میں اہلِ جنت کے منازل و مدارج متفاوت ہوں گے، جہنمیوں کا عذاب بھی "کماً و کیفاً و نوعاً" متفاوت ہوگا۔

فَائِدَة: [۱۴۶] **قیامت میں گواہی:**...... یعنی وہ ہولناک دن یاد رکھنے کے قابل ہے جب ہر ایک پیغمبر اپنی امت کے معاملات کے متعلق بارگاہِ احدیت میں بیان دے گا۔ اور آپ (نبی کریم ﷺ) اس امت کی حالت بتلائینگے بلکہ بعض مفسرین کے قول کے موافق آپ ان تمام شہداء کیلئے شہادت دینگے کہ بیشک انہوں نے اپنا فرضِ منصبی بخوبی ادا کیا۔ حدیث میں آیا ہے کہ امت کے اعمال ہر روز حضور ﷺ کے روبہ

روپیش کیے جاتے ہیں۔ آپ اعمالِ خیر کو دیکھ کر خدا کا شکر ادا کرتے ہیں اور بداعمالیوں پر مطلع ہو کر نالائقوں کیلئے استغفار فرماتے ہیں۔

فَائِدَہ: [۱۴۷] لطیف اشارہ: ...... یعنی قرآن کریم میں تمام علوم ہدایت اور اصول دین اور فلاح دارین سے متعلق ضروری امور کا نہایت مکمل اور واضح بیان ہے۔ اس میں قیامت کے یہ واقعات بھی آ گئے جنکا ذکر اوپر ہوا۔ اندریں صورت جس پیغمبر پر ایسی جامع کتاب اتاری گئی اسکی مسئولیت اور ذمہ داری بھی بہت بھاری ہوگی۔ گویا ﴿شَهِيْدًا عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ﴾ کے بعد ﴿وَنَزَّلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ تِبْيَانًا﴾ فرما کر حضور ﷺ کے عظیم مرتبہ اور اسی مرتبہ کے مناسب مسئولیت کی طرف لطیف اشارہ فرما دیا ﴿فَلَنَسْـَٔلَنَّ الَّذِيْنَ اُرْسِلَ اِلَيْهِمْ وَلَنَسْـَٔلَنَّ الْمُرْسَلِيْنَ ۝﴾ [اعراف: ٦] ابن کثیر رحمہ اللہ نے اس کو ذرا تفصیل سے بیان کیا ہے۔

فَائِدَہ: [۱۴۸] ...... یعنی یہ کتاب سارے جہان کے لیے سرتاپا ہدایت اور مجسم رحمت ہے، فرمانبردار بندوں کو شاندار مستقبل کی خوشخبری سناتی ہے۔

اِنَّ اللّٰهَ يَاْمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِيْتَآئِ ذِي الْقُرْبٰى وَيَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَالْمُنْكَرِ

اللہ حکم کرتا ہے انصاف کرنے کا اور بھلائی کرنے کا اور قرابت والوں کے [کو] دینے کا ف۱۴۹ اور منع کرتا ہے بے حیائی سے اور نامعقول

وَالْبَغْيِ ۚ يَعِظُكُمْ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝٩٠ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِ اللّٰهِ اِذَا عٰهَدْتُّمْ وَلَا تَنْقُضُوا

کام سے اور سرکشی سے ف۱۵۰ تم کو سمجھاتا ہے تاکہ تم یاد رکھو ف۱۵۱ اور پورا کرو عہد اللہ کا جب آپس میں عہد کرو اور نہ توڑو

الْاَيْمَانَ بَعْدَ تَوْكِيْدِهَا وَقَدْ جَعَلْتُمُ اللّٰهَ عَلَيْكُمْ كَفِيْلًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝٩١

قسموں کو پکا کرنے کے بعد اور تم نے کیا ہے اللہ کو اپنا ضامن اللہ جانتا ہے جو تم کرتے ہو ف۱۵۲

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّتِيْ نَقَضَتْ غَزْلَهَا مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ اَنْكَاثًا ۭ تَتَّخِذُوْنَ اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا بَيْنَكُمْ

اور مت رہو جیسے وہ عورت کہ توڑا اس نے اپنا سوت کاتا ہوا محنت کے بعد ٹکڑے ٹکڑے ف۱۵۳ کہ ٹھہراؤ اپنی قسموں کو دخل دینے کا بہانہ ایک دوسرے

اَنْ تَكُوْنَ اُمَّةٌ هِيَ اَرْبٰى مِنْ اُمَّةٍ ۭ اِنَّمَا يَبْلُوْكُمُ اللّٰهُ بِهٖ ۭ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا

میں اس واسطے کہ ایک فرقہ ہو چڑھا ہوا دوسرے سے ف۱۵۴ یہ تو اللہ پرکھتا ہے تم کو اس سے ف۱۵۵ اور آئندہ کھول دے گا اللہ تم کو قیامت کے دن

كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ۝٩٢ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ

جس بات میں تم جھگڑ رہے تھے ف۱۵۶ اور اللہ چاہتا تو تم سب کو ایک ہی فرقہ کر دیتا لیکن راہ بھلاتا ہے جس کو چاہے ف۱۵۷ اور

وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ۝٩٣ وَلَا تَتَّخِذُوْٓا اَيْمَانَكُمْ دَخَلًۢا

سجھاتا ہے جس کو چاہے اور تم سے پوچھ ہوگی جو کام تم کرتے تھے ف۱۵۸ اور نہ ٹھہراؤ اپنی قسموں کو دھوکا

بَيْنَكُمْ فَتَزِلَّ قَدَمٌۢ بَعْدَ ثُبُوْتِهَا وَتَذُوْقُوا السُّوْۗءَ بِمَا صَدَدْتُّمْ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ وَلَكُمْ

آپس میں کہ ڈگ نہ جائے کسی کا پاؤں جمنے کے پیچھے اور تم چکھو سزا اس بات پر کہ تم نے روکا اللہ کی راہ سے اور تم

عَذَابٌ عَظِيمٌ ﴿٩٤﴾ وَلَا تَشْتَرُوا بِعَهْدِ اللّٰهِ ثَمَنًا قَلِيلًا ۭ اِنَّمَا عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ

کو بڑا عذاب ہو ۱۵۹ اور نہ لو اللہ کے عہد پر مول تھوڑا سا بے شک جو اللہ کے یہاں ہے وہی بہتر ہے تمہارے حق

كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ﴿٩٥﴾ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۭ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا

میں اگر تم جانتے ہو ۱۶۰ جو تمہارے پاس ہے ختم ہو جائے گا اور جو اللہ کے پاس ہے کبھی ختم نہ ہوگا [سو رہنے والا ہے] و ۱۶۱ اور ہم بدلے میں دیں گے صبر کرنے

اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ﴿٩٦﴾

والوں کو ان کا حق اچھے کاموں پر جو کرتے تھے و ۱۶۲

فَائِدَة:[۱۴۹] جامع ترین آیت اور تین چیزوں کا حکم:......قرآن کو ﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ فرمایا تھا یہ آیت اس کا ایک نمونہ ہے۔ ابن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ خدا تعالیٰ نے ہر ایک خیر و شر کے بیان کو اِس آیت میں اکٹھا کر دیا ہے۔ گویا کوئی عقیدہ، خلق، نیت، عمل، معاملہ اچھا یا برا ایسا نہیں جو امرًا و نہیًا اسکے تحت میں داخل نہ ہو گیا ہو۔ بعض علماء نے لکھا ہے کہ اگر قرآن میں کوئی دوسری آیت نہ ہوتی تو تنہا یہی آیت ﴿تِبْيَانًا لِّكُلِّ شَيْءٍ﴾ کا ثبوت دینے کیلئے کافی تھی۔ شاید اسی لیے خلیفۂ راشد حضرت عمر بن عبدالعزیز رحمۃ اللہ علیہ نے خطبۂ جمعہ کے آخر میں اسکو درج کر کے امت کیلئے اسوۂ حسنہ قائم کر دیا۔ اس آیت کی جامعیت سمجھانے کیلئے تو ایک مستقل تصنیف کی ضرورت ہے، تاہم تھوڑا سا اندازہ یوں کیا جا سکتا ہے کہ آیت میں تین چیزوں کا امر فرمایا ہے: (۱) عدل، (۲) احسان، (۳) ایتاءِ ذی القربیٰ۔ ''عدل'' کا مطلب یہ ہے کہ آدمی کے تمام عقائد، اعمال، اخلاق، معاملات، جذبات، اعتدال و انصاف کے ترازو میں تلے ہوں، افراط و تفریط سے کوئی پلہ جھکنے یا اٹھنے نہ پائے۔ سخت سے سخت دشمن کے ساتھ بھی معاملہ کرے تو انصاف کا دامن ہاتھ سے نہ چھوٹے۔ اسکا ظاہر و باطن یکساں ہو جو بات اپنے لیے پسند نہ کرتا ہو اپنے بھائی کیلئے بھی پسند نہ کرے۔ ''احسان'' کے معنی یہ ہیں کہ انسان بذاتِ خود نیکی اور بھلائی کا پیکر بن کر دوسروں کا بھلا چاہے۔ مقامِ عدل و انصاف سے ذرا اور بلند ہو کر فضل و عفو اور تلطف و ترحم کی خو اختیار کرے۔ فرض ادا کرنے کے بعد تطوع و تبرع کی طرف قدم بڑھائے انصاف کے ساتھ مروّت کو جمع کرے، اور یقین رکھے کہ جو کچھ بھلائی کریگا خدا اسے دیکھ رہا ہے، ادھر سے بھلائی کا جواب ضرور بھلائی کی صورت میں ملے گا: ''اَلْاِحْسَانُ اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ كَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَكُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ يَرَاكَ۔'' (صحیح بخاری) ﴿هَلْ جَزَآءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ ۝﴾ [رحمٰن:۶۰] یہ دونوں خصلتیں (یعنی عدل و احسان یا بالفاظِ دیگر انصاف و مروّت) تو اپنے نفس اور ہر ایک خویش و بیگانہ اور دوست و دشمن سے متعلق تھیں، لیکن اقارب کا حق اجانب سے کچھ زائد ہے۔ جو تعلقاتِ قرابت قدرت نے باہم رکھ دیئے ہیں انہیں نظر انداز نہ کیا جائے بلکہ اقارب کی ہمدردی اور انکے ساتھ مروّت و احسان اجانب سے کچھ بڑھ کر ہونا چاہیے۔ صلۂ رحم ایک مستقل نیکی ہے جو اقارب و ذوی الارحام کیلئے درجہ بدرجہ استعمال ہونی چاہیے۔ گویا ''احسان'' کے بعد ذی القربیٰ کا بالتخصیص ذکر کر کے متنبہ فرما دیا کہ عدل و انصاف تو سب کیلئے یکساں ہے لیکن مروّت و احسان کے وقت بعض مواقع بعض سے زیادہ رعایت و اہتمام کے قابل ہیں۔ فرقِ مراتب کو فراموش کرنا ایک طرح قدرت کے قائم کیے ہوئے قوانین کو بھلا دینا ہے۔ اب ان تینوں لفظوں کی ہمہ گیری کو پیشِ نظر رکھتے ہوئے سمجھدار آدمی فیصلہ کر سکتا ہے کہ وہ کونسی فطری خوبی بھلائی اور نیکی دنیا میں ایسی رہ گئی ہے جو ان تین فطری اصولوں کے احاطہ سے باہر ہو۔ فللّٰہ الحمد والمنۃ۔

فَائِدَة:[۱۵۰] تین چیزوں سے منع:......منع بھی تین چیزوں سے کیا: (۱) فحشاء، (۲) منکر (۳) بغی۔ کیونکہ انسان میں تین قوتیں ہیں

جنکے بے موقع اور غلط استعمال سے ساری خرابیاں اور برائیاں پیدا ہوتی ہے (۱) قوتِ بہیمیہ شہوانیہ، (۲) قوتِ بہیمیہ شیطانیہ، (۳) قوتِ غضبیہ سَبُعیہ۔ غالباً ''الفحشاء'' سے وہ بے حیائی کی باتیں مراد ہیں جنکا منشا شہوت وبہیمیت کی افراط ہو۔ ''منکر'' معروف کی ضد ہے، یعنی نا معقول کام جن پر فطرتِ سلیمہ اور عقلِ صحیح انکار کرے۔ گویا قوتِ وہمیہ شیطانیہ کے غلبہ سے قوتِ عقلیہ ملکیہ دب جائے۔ تیسری چیز ''بغی'' ہے یعنی سرکشی کر کے حد سے نکل جانا۔ ظلم وتعدی پر کمربستہ ہو کر درندوں کی طرح کھانے پھاڑنے کو دوڑنا، اور دوسروں کے جان ومال یا آبرو وغیرہ لینے کے واسطے ناحق دست درازی کرنا۔ اس قسم کی تمام حرکات قوتِ سبعیہ غضبیہ کے بے جا استعمال سے پیدا ہوتی ہیں، الحاصل! آیت میں تنبیہ فرمادی کہ انسان جب تک ان تینوں قوتوں کو قابو میں نہ رکھے اور قوتِ عقلیہ ملکیہ کو ان سب پر حاکم نہ بنائے، مہذب اور پاک نہیں ہوسکتا۔

فَائِدَہ:[۱۵۱] قبول ایمان کا سبب بننے والی آیت:...... اکثم بن صیفی نے اس آیتِ کریمہ کوسن کر اپنی قوم سے کہا: ''میں دیکھتا ہوں کہ یہ پیغمبر تمام عمدہ اور اعلیٰ اخلاق کا حکم دیتے ہیں اور کمینہ اخلاق واعمال سے روکتے ہیں۔ تو تم اس کے ماننے میں جلدی کرو'' فَکُوْنُوْا فِیْ هٰذَا الْاَمْرِ رُؤُوْسًا وَلَا تَکُوْنُوْا فِیْهِ اَذْنَابًا'' (یعنی تم اس سلسلہ میں سر بنو، دُم نہ بنو) حضرت عثمان رضی اللہ عنہ بن مظعون فرماتے ہیں کہ اسی آیت کوسن کر میرے دل میں ایمان راسخ ہوا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جاگزیں ہوئی۔

فَائِدَہ:[۱۵۲] ایفائے عہد کی تاکید اور بدعہدی کی ممانعت:...... اوپر کی آیت میں جن چیزوں کے کرنے یا چھوڑنے کا حکم تھا اُن کے بعض افراد کو بالتخصیص بیان فرماتے ہیں۔ یعنی ایفائے عہد کی تاکید اور غدر وبدعہدی سے ممانعت کی یہ چیز علاوہ فی نفسہ مہتم بالشان ہونے کے اس وقت مخاطبین کے بہت زیادہ مناسب حال تھی۔ جس کا مسلم قوم کے عروج وترقی اور مستقبل کی کامیابی پر بے انتہا اثر پڑنے والا تھا۔ اسی لیے حکم دیا کہ جب خدا کا نام لے کر اور قسمیں کھا کر معاہدے کرتے ہو تو خدا کے نام پاک کی حرمت قائم رکھو۔ کسی قوم سے یا کسی شخص سے معاہدہ ہو (بشرطیکہ خلاف شرع نہ ہو) مسلمان کا فرض ہے کہ اسے پورا کرے، خواہ اس میں کتنی ہی مشکلات اور صعوبتوں کا سامنا کرنا پڑے۔ ''قولِ مرداں جان دارد'' خصوصاً جب خدا کا نام لے کر اور حلف کر کے ایک معاہدہ کیا ہے تو سمجھنا چاہیے کہ قسم کھانا گویا خدا کو اس معاملہ کا گواہ یا ضامن بنانا ہے۔ وہ جانتا ہے جب تم اسے گواہ بنارہے ہو، اور یہ بھی جانتا ہے کہ کہاں تک اس گواہی کا لحاظ رکھتے ہو۔ اگر تم نے خیانت اور بدعہدی کی، وہ اپنے علمِ محیط کے موافق پوری سزا دے گا، کیونکہ تمہاری کسی قسم کی کھلی چھپی دغابازی اس سے مخفی نہیں رہ سکتی۔

فَائِدَہ:[۱۵۳] عہد توڑنے کی مثال:...... یعنی عہد باندھ کر توڑ ڈالنا ایسی حماقت ہے جیسے کوئی عورت دن بھر سوت کاتے، پھر کتا کتایا سوت شام کے وقت توڑ کر پارہ پارہ کردے۔ چنانچہ مکہ میں ایک دیوانی عورت ایسا ہی کیا کرتی تھی۔ مطلب یہ ہے کہ معاہدات کو محض کچے دھاگے کی طرح سمجھ لینا کہ جب چاہا کاتا اور جب چاہا انگلیوں کی ادنیٰ حرکت سے بے تکلف توڑ ڈالا، سخت ناعاقبت اندیشی اور دیوانگی ہے۔ بات کا اعتبار نہ رہے تو دنیا کا نظام مختل ہوجائے۔ قول وقرار کی پابندی ہی سے عدل کی ترازو سیدھی رہ سکتی ہے۔ جو قومیں قانونِ عدل و انصاف سے ہٹ کر محض اغراض وخواہشات کی پوجا کرنے لگتی ہیں۔ ان کے یہاں معاہدات صرف توڑنے کے لیے رہ جاتے ہیں جہاں معاہد قوم کو اپنے سے کمزور دیکھا، سارے معاہدات ردی کی ٹوکری میں پھینک دیئے گئے۔

فَائِدَہ:[۱۵۴] نقض عہد اہل جاہلیت کا شیوہ تھا:...... یعنی معاہدوں اور قسموں کو فریب ودغاکاری اور حیلہ سازی کا آلہ مت بناؤ۔ جس طرح اہلِ جاہلیت کی عادت تھی کہ ایک جماعت کو اپنے سے بڑا تو ردیکھ کر معاہدہ کرلیا پھر جس وقت کوئی جماعت اس سے بڑھ کر معزز اور طاقتور سامنے آئی، پہلا معاہدہ توڑ کر نئی جماعت سے عہد وپیمان گانٹھ لیے۔ پھر چندروز بعد ان حلفاء کو کمزور بنانے اور اپنے کو بڑھانے کا موقع پایا تو فوراً معاہدات توڑ ڈالے اور سب قسمیں اور حلف بالائے طاق رکھ دیئے، بعینہٖ جس طرح آج کل یورپین اقوام کا معمول ہے۔

فَائِدَة:[۱۵۵] قوموں کی قوت اور ضعف میں آزمائش ہے:...... یعنی قوت وضعف میں اقوام کا اختلاف ان میں سے کسی کو اوپر چڑھانا کسی کو نیچے گرانا، خدا تعالیٰ نے تمہاری آزمائش کے لیے رکھا ہے اور ایفائے عہد کا حکم دینے میں بھی تمہارا امتحان ہے۔ دیکھتے ہیں کون ثابت قدم رہتا ہے کہ اپنا عہد پورا کرنے میں حلفاء کی قوت وضعف کی کچھ پروا نہیں کرتا۔ باقی اقبال وادبار کسی کے بدلے سے بدلا نہیں جاتا۔ ادبار کی جگہ اقبال اور ضعف کی جگہ قوت خدا ہی لائے تو آئے، ہاں! بدعہدی کا خیال آنا اس کی علامت ہے کہ ادبار آنے والا ہے۔

فَائِدَة:[۱۵۶]...... یعنی یہاں امتحان ہے، نتیجہ امتحان قیامت کے دن کھل جائے گا۔ جس وقت ضعف وطاقت کے سب جھگڑے چکا دیئے جائیں گے۔

فَائِدَة:[۱۵۷]...... یعنی اسے قدرت تھی کہ اختلاف نہ رہنے دیتا، مگر حکمت اس کو مقتضی نہ تھی جیسا کہ کئی مواقع میں ہم اس کی تقریر کر چکے ہیں۔

فَائِدَة:[۱۵۸]...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''اس سے معلوم ہوا کہ کافر سے بھی غدر اور بدعہدی نہ کرے۔ کفر ان باتوں سے ہٹا نہیں اور اپنے اوپر وبال آتا ہے۔''

فَائِدَة:[۱۵۹] مسلمانوں کو تنبیہ:...... یعنی عہد شکنی کر کے اور قسمیں توڑ کر بدعہدی کی راہ مت نکالو، اور مسلمان قوم کو بدنام نہ کرو کہ تمہارے خراب اور پست کیرکٹر کو دیکھ کر یقین لانے والے شک میں پڑ جائیں اور غیر مسلم قومیں اسلام میں داخل ہونے سے رکنے لگیں۔ اور تم پر خدا کی راہ سے روکنے کا گناہ چڑھے جس کی سزا بڑی سخت ہوگی۔

فَائِدَة:[۱۶۰] اللہ کے عہد کو توڑنے کی ممانعت:...... پہلے مذکور تھا آپس میں قول توڑنے کا، اب اللہ سے قول توڑنے کا ذکر ہے۔ یعنی مال کی طمع سے خلافِ شرع حکم مت کرو، انجام کار ایسا مال وبال لائے گا۔ جو موافق شرع ہاتھ لگے، تمہارے حق میں وہ ہی بہتر ہے (موضح القرآن) یا ایفائے عہد کا جو اجر خدا کے یہاں ملے گا وہ اس ثمنِ قلیل سے کہیں بہتر ہے۔ ثمن کو قلیل اس لیے کہا کہ اگر ساری دنیا بھی مل جائے تب بھی آخرت کے مقابلہ میں قلیل وحقیر ہے۔

فَائِدَة:[۱۶۱]...... پھر باقی ودائم کو چھوڑ کر فانی وزائل کا پسند کرنا کہاں کی عقل مندی ہے۔

فَائِدَة:[۱۶۲] ثابت قدم رہنے والوں کا اجر:...... یعنی جو لوگ خدا کے عہد پر ثابت قدم رہیں گے اور تمام مشکلات اور صعوبتوں کو صبر کے ساتھ برداشت کریں گے اُن کا اجر ضائع ہونے والا نہیں۔ ایسے بہترین عمل کا بدلہ ضرور ہمارے یہاں سے مل کر رہے گا۔

مَنۡ عَمِلَ صَالِحًا مِّنۡ ذَكَرٍ اَوۡ اُنۡثٰى وَهُوَ مُؤۡمِنٌ فَلَنُحۡيِيَنَّهٗ حَيٰوةً طَيِّبَةً ۚ وَلَنَجۡزِيَنَّهُمۡ

جس نے کیا نیک کام مرد ہو یا عورت ہو اور وہ ایمان پر ہے تو اس کو ہم زندگی دیں گے ایک اچھی زندگی ف۱۶۳ اور بدلے میں دیں

اَجۡرَهُمۡ بِاَحۡسَنِ مَا كَانُوۡا يَعۡمَلُوۡنَ ﴿۹۷﴾ فَاِذَا قَرَاۡتَ الۡقُرۡاٰنَ فَاسۡتَعِذۡ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيۡطٰنِ

گے ان کو حق ان کا بہتر کاموں پر جو کرتے تھے سو جب تو پڑھنے لگے قرآن تو پناہ لے اللہ کی شیطان

الرَّجِيۡمِ ﴿۹۸﴾ اِنَّهٗ لَيۡسَ لَهٗ سُلۡطٰنٌ عَلَى الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَلٰى رَبِّهِمۡ يَتَوَكَّلُوۡنَ ﴿۹۹﴾ اِنَّمَا سُلۡطٰنُهٗ

مردود سے ف۱۶۴ اس کا زور نہیں چلتا پر جو ایمان رکھتے ہیں اور اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں ف۱۶۵ اس کا زور تو انہی

ع ۱۳/۱۱ عَلَى الَّذِيْنَ يَتَوَلَّوْنَهٗ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِهٖ مُشْرِكُوْنَ ﴿۱۰۰﴾ وَاِذَا بَدَّلْنَآ اٰيَةً مَّكَانَ اٰيَةٍ ۙ وَّاللّٰهُ اَعْلَمُ

پر ہے جو اس کو رفیق سمجھتے ہیں اور جو اس کو شریک مانتے ہیں ف۱۶۶ اور جب ہم بدلتے ہیں ایک آیت کی جگہ دوسری آیت اور اللہ خوب

بِمَا يُنَزِّلُ قَالُوْٓا اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ﴿۱۰۱﴾ قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ

جانتا ہے جو اتارتا ہے تو کہتے ہیں تو تو بنا لاتا ہے یہ بات نہیں پر اکثروں کو ان میں خبر نہیں ف۱۶۷ تو کہہ اس کو اتارا ہے پاک فرشتے نے تیرے

رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَهُدًى وَّبُشْرٰى لِلْمُسْلِمِيْنَ ﴿۱۰۲﴾

رب کی طرف سے بلاشبہ ف۱۶۸ تا کہ ثابت کرے ایمان والوں کو اور ہدایت اور خوشخبری مسلمانوں کے واسطے ف۱۶۹

فَائِدَہ: [۱۶۳] **مزے دار زندگی کا نسخہ:**...... اوپر کی آیت میں صابرین اور ایفائے عہد کرنے والوں کے اجر کا ذکر تھا، یہاں تمام اعمالِ صالحہ کے متعلق عام ضابطہ بیان فرماتے ہیں۔ حاصل یہ ہے کہ جو کوئی مرد یا عورت نیک کاموں کی عادت رکھے، بشرطیکہ وہ کام صرف صورۃً نہیں بلکہ حقیقۃً نیک ہوں۔ یعنی ایمان اور معرفتِ صحیحہ کی روح اپنے اندر رکھتے ہوں تو ہم اس کو ضرور پاک، ستھری اور مزیدار زندگی عنایت کریں گے۔ مثلاً دنیا میں حلال روزی، قناعت وغنائے قلبی، سکون وطمانیت، ذکر اللہ کی لذت، حبِ الٰہی کا مزہ، ادائے فرضِ عبودیت کی خوشی، کامیاب مستقبل کا تصور، تعلق مع اللہ کی حلاوت جس کا ذائقہ چکھ کر ایک عارف نے کہا تھا ؎

چوں چترِ سنجری رخ بختم سیاہ باد — در دل اگر بود ہوسِ ملکِ سنجرم
زانگہ کہ یافتم خبر از ملکِ نیم شب — من ملکِ نیم روز بہ یک جو نمی خرم

سچ ہے "اَھْلُ اللَّیْلِ فِیْ لَیْلِھِمْ اَلَذُّ مِنْ اَھْلِ اللَّھْوِ فِیْ لَھْوِھِمْ"۔ اسی لیے ایک بزرگ نے فرمایا کہ اگر سلاطین کو خبر ہو جائے کہ شب بیداروں کو رات کے اٹھنے میں کیا لذت و دولت حاصل ہوتی ہے، تو اس کے چھیننے کے لیے اسی طرح لشکر کشی کریں جیسے ملک گیری کے لیے کرتے ہیں۔ بہر حال مومنِ قانت کی پاک اور مزہ دار زندگی یہیں سے شروع ہو جاتی ہے۔ قبر میں پہنچ کر اس کا رنگ اور زیادہ نکھر جاتا ہے۔ آخر انتہا اس حیاتِ طیبہ پر ہوتی ہے جس کے متعلق کہا ہے: "حَیَاۃٌ بِلَا مَوْتٍ، وَغِنًی بِلَا فَقْرٍ، وَصِحَّۃٌ بِلَا سُقْمٍ، وَمُلْکٌ بِلَا ھُلْکٍ، وَسَعَادَۃٌ بِلَا شَقَاوَۃٍ" رزقنا اللہ تعالیٰ بفضلہ ومنہ ایاھا۔

تنبیہ:...... اس آیت نے بتلا دیا کہ قرآن کی نظر میں عورت اور مرد کی نیکی اور کامیابی کا ایک ہی ضابطہ ہے۔ یعنی عورت اور مرد بلا امتیاز اپنے اپنے حسبِ حال نیکی کر کے پاک زندگی حاصل کر سکتے ہیں۔

فَائِدَہ: [۱۶۴] **تلاوت کا ادب اور تعوذ:**...... حدیث میں ہے: "خَیْرُکُمْ مَنْ تَعَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وَعَلَّمَہٗ" (تم میں بہتر وہ ہے جو قرآن سیکھے اور سکھلائے) معلوم ہوا کہ مومن کے لیے قرأتِ قرآن بہترین کام ہے اور پچھلی آیات میں دو مرتبہ بہتر کاموں پر اجر ملنے کا ذکر تھا۔ اس لیے یہاں قرأتِ قرآن کے بعض آداب کی تعلیم فرماتے ہیں تاکہ آدمی بے احتیاطی سے اس بہتر کام کا اجر ضائع نہ کر بیٹھے۔ شیطان کی کوشش ہمیشہ یہ رہتی ہے کہ لوگوں کو نیک کاموں سے روکے خصوصاً قرأتِ قرآن جیسے کام کو جو تمام نیکیوں کا سرچشمہ ہے کب ٹھنڈے دل سے گوارا کر سکتا ہے؟ ضرور اس کی کوشش ہوگی کہ مومن کو اس سے باز رکھے، اور اس میں کامیاب نہ ہو تو ایسی آفات میں مبتلا کر دے جو قرأتِ قرآن کا حقیقی فائدہ حاصل ہونے سے مانع ہوں۔ ان سب مغویانہ تدبیروں اور پیش آنے والی خرابیوں سے حفاظت کا یہی طریقہ ہو سکتا ہے کہ جب مومن قرأتِ قرآن کا ارادہ کرے، پہلے صدقِ دل سے حق تعالیٰ پر بھروسہ کرے اور شیطان مردود کی زد سے بھاگ کر خداوند قدوس کی

پناہ میں آجائے۔ اصلی استعاذہ (پناہ میں آنا) تو دل سے ہے مگر زبان و دل کو موافق کرنے کے لیے مشروع ہے کہ ابتدائے قرأت میں زبان سے بھی "أَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ" پڑھے۔

فائدہ:[١٦٥] شیطان کے غلبہ سے حفاظت: ......یعنی جس نے خدا پر بھروسہ کیا اور اُس کی پناہ ڈھونڈی اس پر شیطان زور سے حاوی نہیں ہوسکتا۔ اگر ایسا شخص کسی وقت محض تھوڑی دیر کے لیے بہ مقتضائے بشریت شیطان کے چکمہ میں آیا بھی تب بھی شیطان اپنا قبضہ اور تسلط اس پر نہیں جما سکتا۔ بہت جلد اس کی آنکھ کھل جائے گی اور غفلت میں تمادی نہ ہوگی ﴿إِنَّ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا إِذَا مَسَّهُمْ طٰٓئِفٌ مِّنَ الشَّيْطٰنِ تَذَكَّرُوْا فَإِذَا هُمْ مُّبْصِرُوْنَ ○ وَإِخْوَانُهُمْ يَمُدُّوْنَهُمْ فِي الْغَيِّ ثُمَّ لَا يُقْصِرُوْنَ ○﴾ [اعراف: ٢٠١، ٢٠٢]

فائدہ:[١٦٦] شیطان کے دوستوں پر شیطان کا غلبہ: ......یعنی جو لوگ از خود شیطان کو اپنا رفیق بنالیں اور بجائے ایک خدا پر بھروسہ کرنے کے اُس پر بھروسہ رکھیں۔ گویا اُس کو خدائی کا شریک ٹھہرالیں یا اُس کے اِغواء سے دوسری چیزوں کو خدا کا شریک مانیں، انہی پر شیطان کا پورا قبضہ اور تسلط ہے کہ جس طرح چاہتا ہے انگلیوں پر نچاتا ہے۔

فائدہ:[١٦٧] شیطانی وساوس کا جواب اور "نسخ" کی حقیقت: ...... پہلے حکم دیا تھا کہ قرآن پڑھتے وقت شیطان رجیم کے کید سے پناہ ڈھونڈو، کہیں وہ اس بہترین کام میں رکاوٹ اور خرابی نہ ڈالے۔ یہاں اس کی بعض رکاوٹوں کا ذکر کرتے ہیں جو قرآن کے متعلق پیدا کرتا تھا۔ واقعہ یہ ہے کہ پورا قرآن ایک مرتبہ تو نازل ہوا نہیں، موقع بموقع آیات نازل ہوتی تھیں۔ ان میں بعض وقتی احکام بھی آتے تھے، پھر دوسرے وقت حالات کے تبدیل ہونے پر دوسرا حکم آجاتا تھا مثلاً ابتداء میں قتال سے ممانعت اور ہاتھ روکے رکھنے کا حکم تھا ایک زمانہ کے بعد اجازت دی گئی۔ یا ابتداء میں حکم تھا ﴿قُمِ الَّيْلَ إِلَّا قَلِيْلًا ○﴾ [مزمل: ٢] تھوڑی مدت کے بعد مکہ ہی میں یہ آیات نازل ہوئیں ﴿عَلِمَ أَنْ لَّنْ تُحْصُوْهُ فَتَابَ عَلَيْكُمْ فَاقْرَءُوْا مَا تَيَسَّرَ مِنَ الْقُرْاٰنِ﴾ الآیۃ [مزمل: ٢٠] کفار ایسی چیزوں کو سن کر اعتراض کرتے کہ یہ خدا کا کلام کیسے ہوسکتا ہے؟ کیا خدا تعالیٰ نے (معاذ اللہ) پہلے بے خبری سے ایک بات کا حکم دے دیا تھا؟ پھر خبر ہوئی تو دوسرا حکم اتارا؟ معلوم ہوتا ہے کہ یہ کلام آپ خود بنالاتے ہیں ورنہ خدا کے احکام ایسے نہیں ہوسکتے کہ ایک دن کچھ دوسرے دن کچھ۔ اس طرح کے شبہات و وساوس ممکن تھا شیطان بعض مسلمانوں کے دلوں میں اِلقاء کرے۔ اس کا جواب دیتے ہیں کہ تمہارا یہ اعتراض محض جہالت سے ہے۔ تم کو اگر "نسخ" کی حقیقت معلوم ہوتی تو کبھی ایسا لفظ زبان سے نہ نکالتے۔ "نسخ" کا مطلب صرف اس قدر ہے کہ ایک میعادی حکم کی میعاد پوری ہونے پر دوسرا حکم بھیجا جائے۔ کیا طبیب "منضج" [قبض آور دوا] کا نسخہ دس بیس دن پلا کر اگر مسہل تجویز کرے تو اُسے طبیب کی کم علمی یا بے خبری پر محمول کیا جاسکتا ہے؟ یا جو ایسا کہے وہ خود جاہل اور بے خبر کہلائے گا۔ حق تعالیٰ جانتا ہے کہ جس وقت جو حکم اتارا گیا یعنی جو روحانی غذا یا دوا تجویز کی گئی وہ کہاں تک مریضوں کے مزاج اور حالات کے مناسب ہے۔

فائدہ:[١٦٨] ......یعنی میرا یا کسی بشر کا بنایا ہوا کلام نہیں، یہ تو وہ کلام ہے جو بلاشبہ میرے رب نے روح القدس (پاک فرشتہ جبریل امین) کے ذریعہ سے عین حکمت و مصلحت کے موافق مجھ پر نازل فرمایا۔ گویا ﴿مِنْ رَّبِّكَ﴾ کہہ کر متنبہ فرمادیا کہ اس کی نازل کرنے والی وہ ہستی ہے جس نے خود محمد ﷺ کی اس قدر حیرت انگیز طریقہ سے ایسے اعلیٰ و اکمل اخلاق پر تربیت فرمائی جو تمہارے سامنے ہے۔ اور "روح القدس" کا واسطہ بیان فرما کر شاید اس طرف اشارہ کرتا ہو کہ جس کلام کا حامل "روح القدس" بنایا گیا، وہ روحانیت، پاکیزگی اور ملکوتی خصال کا پیکر ہونا چاہیے۔ چنانچہ دیکھ لو! اِن اوصاف میں اِس شان کا کیا کوئی دوسرا کلام آسمان کے نیچے نظر آتا ہے؟

فائدہ:[١٦٩] بتدریج نزول میں حکمت: ......یعنی موقع بہ موقع اور بتدریج احکام و آیات کا نزول دیکھ کر ایمان والوں کے دل قوی اور اعتقاد پختہ ہوتے ہیں کہ ہمارا رب ہمارے ہر حال اور زندگی کے ہر ایک دور سے پورا خبردار ہے اور نہایت حکمت سے ہماری تربیت کرتا

ہے، جیسے حالات پیش آئیں اُن کے موافق ہدایت و رہنمائی کرتا اور ہر کام پر اُس کے مناسب خوشخبری سناتا ہے۔

وَلَقَدۡ نَعۡلَمُ اَنَّهُمۡ يَقُوۡلُوۡنَ اِنَّمَا يُعَلِّمُهٗ بَشَرٌ ؕ لِسَانُ الَّذِىۡ يُلۡحِدُوۡنَ اِلَيۡهِ اَعۡجَمِىٌّ وَّهٰذَا

اور ہم کو خوب معلوم ہے کہ وہ کہتے ہیں اس کو تو سکھلاتا ہے ایک آدمی ف ۱۷۰ جس کی طرف تعریض کرتے ہیں اس کی زبان ہے عجمی اور یہ قرآن زبان

لِسَانٌ عَرَبِىٌّ مُّبِيۡنٌ ﴿۱۰۳﴾ اِنَّ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۙ لَا يَهۡدِيۡهِمُ اللّٰهُ وَلَهُمۡ عَذَابٌ

عربی ہے صاف ف ۱۷۱ وہ لوگ جن کو اللہ کی باتوں پر یقین نہیں ان کو اللہ راہ نہیں دیتا اور ان کے لیے عذاب

اَلِيۡمٌ ﴿۱۰۴﴾ اِنَّمَا يَفۡتَرِى الۡكَذِبَ الَّذِيۡنَ لَا يُؤۡمِنُوۡنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ ۚ وَاُولٰۤـئِكَ هُمُ الۡكٰذِبُوۡنَ ﴿۱۰۵﴾

دردناک ہے ف ۱۷۲ جھوٹ تو وہ لوگ بناتے ہیں جن کو یقین نہیں اللہ کی باتوں پر اور وہی لوگ جھوٹے ہیں ف ۱۷۳

مَنۡ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنۡۢ بَعۡدِ اِيۡمَانِهٖۤ اِلَّا مَنۡ اُكۡرِهَ وَقَلۡبُهٗ مُطۡمَـئِنٌّۢ بِالۡاِيۡمَانِ وَلٰـكِنۡ مَّنۡ شَرَحَ

جو کوئی منکر ہو اللہ سے یقین لانے کے پیچھے مگر وہ نہیں جس پر زبردستی کی گئی اور اس کا دل برقرار ہے ایمان پر ف ۱۷۴ ولیکن جو

بِالۡكُفۡرِ صَدۡرًا فَعَلَيۡهِمۡ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمۡ عَذَابٌ عَظِيۡمٌ ﴿۱۰۶﴾ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمُ اسۡتَحَبُّوا

کوئی دل کھول کر منکر ہوا سو ان پر غضب ہے اللہ کا اور ان کو بڑا عذاب ہے یہ اس واسطے کہ انہوں نے عزیز رکھا

الۡحَيٰوةَ الدُّنۡيَا عَلَى الۡاٰخِرَةِ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ لَا يَهۡدِى الۡقَوۡمَ الۡكٰفِرِيۡنَ ﴿۱۰۷﴾

دنیا کی زندگی کو آخرت سے اور اللہ راستہ نہیں دیتا منکر لوگوں کو ف ۱۷۵

فائدة: [۱۷۰] **قرآن و صاحب قرآن پر اعتراض:** ......یعنی قرآن شریف نہ خدا کا کلام ہے، ورنہ نسخ اس میں نہ ہوتا، اور نہ یہ آپ کا کلام ہو سکتا ہے کیونکہ آپ کا اُمی ہونا سب کو معلوم و مسلم تھا۔ ایک اُمی جس نے نہ کبھی کوئی کتاب چھوئی ہو، نہ قلم ہاتھ میں پکڑا ہو بلکہ باوجود اعلیٰ درجہ کے قریشی ہونے کے چالیس برس تک ایک شعر بھی زبان سے نہ کہا ہو، جس میں عرب کی چھوکریاں تک فطری سلیقہ اور ملکہ رکھتی تھیں۔ کیسے گمان کیا جا سکتا ہے کہ وہ بدون تعلیم و تعلم کے دفعۃً ایسی کتاب بنا لائے جو اس قدر عجیب و غریب علوم و حکم، مؤثر ہدایات اور کایا پلٹ کر دینے والے قوانین و احکام پر مشتمل ہو۔ ناگزیر کہنا پڑے گا کہ کوئی دوسرا شخص انہیں یہ باتیں سکھلاتا اور ایسا کلام بنا کر دے دیتا ہے۔ وہ شخص کون تھا جس کی بے اندازہ قابلیت سے قرآن جیسی کتاب تیار ہوئی اس کے نام میں اختلاف تھا: جبر، یسار، عائش، یعیش۔ کئی عجمی غلاموں کے نام لیے گئے ہیں جن میں کوئی یہودی تھا کوئی نصرانی، بلکہ بعض کی نسبت کہا گیا ہے کہ وہ نصرانیت چھوڑ کر مذہب اسلام قبول کر چکے تھے۔ کہتے ہیں حضور گاہ بہ گاہ آتے جاتے ان میں سے کسی ایک کے پاس بیٹھتے تھے یا وہ حضور ﷺ کی خدمت میں کبھی حاضر ہوا کرتا تھا۔ مگر تعجب ہے اتنے بڑے قابل انسانوں کا تو نام بھی تاریخ نے پورے تیقن و تعین کے ساتھ یاد نہ رکھا اور جو اُن سے سیکھ کر محض نقل کر دیا کرتے تھے، دنیا اُن کے قدموں پر گر پڑی۔ حتیٰ کہ جنہوں نے اُن کو نبی نہ مانا، دنیا کا سب سے بڑا مصلح اور کامل انسان ان کو بھی تسلیم کرنا پڑا۔ بہرحال مشرکین کے اس سفیہانہ اعتراض سے یہ ضرور ثابت ہو گیا کہ دعوائے بعثت سے پہلے آپ کا اُمی ہونا ان کے نزدیک ایسا مسلم تھا کہ قرآنی علوم و معارف کو آپ کی امیت مسلمہ سے تطبیق نہ دے سکتے تھے۔ اس لیے کہنا پڑتا تھا کہ کوئی دوسرا شخص آپ کو یہ باتیں سکھلا جاتا ہے۔ بلاشبہ آپ سکھلائے

ہوئے تھے، لیکن سکھلانے والا کوئی بشر نہ تھا۔ وہ رب قدیر تھا جس نے فرمایا: ﴿اَلرَّحْمٰنُ ۝ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ۝﴾ [رحمن: ۱]

فَائِدَة: [۱۷۱] **اعتراض کا جواب:**...... یعنی اگر قرآن کے علوم خارقہ اور دوسری وجوہِ اعجاز کو اپنی غباوت کی وجہ سے تم نہیں سمجھ سکتے تو اس کی زبان کی معجزانہ فصاحت و بلاغت کا ادراک تو کر سکتے ہو۔ جس کے متعلق بار بار چیلنج دیا جا چکا اور اعلان کیا جا چکا ہے کہ تمام جن و انس مل کر بھی اس کلام کا مثل پیش نہ کر سکیں گے۔ پھر جس کا مثل لانے سے عرب کے تمام فصحاء و بلغاء بلا استثناء احدے عاجز و درماندہ ہوں ایک گمنام عجمی بازاری غلام سے کیوں کر امید کی جا سکتی ہے کہ ایسا کلام معجز تیار کر کے پیش کر دے۔ اگر تمام عرب میں کوئی شخص بالفرض ایسا کلام بنا سکتا تو وہ خود حضرت محمد ﷺ ہوتے، مگر قرآن کے سوا آپ کے دوسرے کلام کا ذخیرہ قرآن کے بیان کردہ موضوعات پر موجود ہے، جو باوجود انتہائی فصاحت کے کسی ایک چھوٹی سے چھوٹی سورتِ قرآنی کی ہمسری نہیں کر سکتا۔

فَائِدَة: [۱۷۲]...... یعنی کھلے دلائل کے باوجود جو شخص یہ ہی دل میں ٹھان لے کہ یقین نہیں کرونگا، خدا تعالیٰ بھی اس کو مقصد پر پہنچنے کی راہ نہیں دیتا۔ جتنا سمجھایئے کبھی نہ سمجھے گا بداعتقاد آدمی ہدایت سے محروم رہ کر آخر سخت سزا کا مستحق ہوتا ہے۔

فَائِدَة: [۱۷۳]...... یعنی آپ کو کہتے ہیں ﴿اِنَّمَآ اَنْتَ مُفْتَرٍ﴾ حالانکہ آپ کی امانت وراست بازی پہلے سے مسلم اور ہر ایک چال ڈھال سے ظاہر تھی۔ کیا جھوٹ بنانے والوں کا چہرہ اور طور وطریق ایسا ہوتا ہے؟ جھوٹ بنانا تو ان اشقیاء کا شیوہ ہے جو خدا کی باتیں سن کر اور اُس کے نشانات دیکھ کر بھی یقین نہ کریں۔ اس سے بڑا جھوٹ کیا ہوگا کہ آدمی خدا کی باتوں کو جھوٹا کہے۔

فَائِدَة: [۱۷۴] **اضطراری حالت میں رخصت:**...... ایک تو وہ مجرم ہیں جو سیکڑوں دلائل و آیات سن کر بھی یقین نہ لائیں، مگر ان سے بڑھ کر مجرم وہ ہیں جو یقین لانے اور تسلیم کرنے کے بعد شیطانی شبہات و وساوس سے متاثر ہو کر صداقت سے منکر ہو جائیں جیسا کہ عبد اللہ بن ابی سرح نے کیا تھا کہ ایمان لانے کے بعد مرتد ہو گیا۔ العیاذ باللہ! ایسے لوگوں کی سزا آگے بیان فرمائی ہے درمیان میں ﴿اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ﴾ سے ایک ضروری استثنا کر دیا گیا۔ یعنی اگر کوئی مسلمان صدقِ دل سے برابر ایمان پر قائم ہے ایک لحہ کے لیے بھی ایمانی روشنی اور قلبی طمانیت اس کے قلب سے جدا نہیں ہوئی صرف کسی خاص حالت میں بہت ہی سخت دباؤ اور زبردستی سے مجبور ہو کر شدید ترین خوف کے وقت گلوخلاصی کے لیے محض زبان سے منکر ہو جائے یعنی کوئی کلمہ اسلام کے خلاف نکال دے بشرطیکہ اس وقت بھی قلب میں کوئی تردد نہ ہو، بلکہ زبانی لفظ سے سخت کراہیت و نفرت ہو، ایسا شخص مرتد نہیں بلکہ مسلمان ہی سمجھا جائے گا۔ ہاں! اس سے بلند مقام وہ ہے کہ آدمی مرنا قبول کرے مگر منہ سے بھی ایسا لفظ نہ نکالے جیسا کہ حضرت بلال، حضرت یاسر، حضرت سمیہ، حضرت حبیب بن زید انصاری اور حضرت عبد اللہ بن حذافہ رضی اللہ عنہم کے واقعات تاریخوں میں موجود ہیں۔ بنظرِ اختصار ہم یہاں درج نہیں کر سکتے "ابنِ کثیر" میں دیکھ لیے جائیں۔

فَائِدَة: [۱۷۵] **جب دنیا ہی کعبۂ مقصود ٹھہرے تو کامیابی کیسے؟**...... یعنی ایسے منکروں کو جو حیاتِ دنیا ہی کو کعبۂ مقصود ٹھہرا لیں، کامیابی کا رستہ کہاں ملتا ہے؟ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "جو کوئی ایمان سے پھرا ہے تو دنیا کی غرض کو، جان کے ڈر سے یا برادری کی خاطر سے یا زر کے لالچ سے جس نے دنیا عزیز رکھی اس کو آخرت کہاں؟ اگر جان کے ڈر سے لفظ کہے تو چاہیے جب ڈر کا وقت جا چکے پھر توبہ واستغفار کر کے ثابت ہو جائے۔"

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ طَبَعَ اللّٰهُ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ وَسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ ۝۱۰۸

یہ وہی ہیں کہ مہر کر دی اللہ نے ان کے دلوں پر اور کانوں پر اور آنکھوں پر اور یہی ہیں بے ہوش ۱۷۶

لَا جَرَمَ اَنَّهُمْ فِي الْاٰخِرَةِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ﴿۱۰۹﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا

خود ظاہر ہے کہ آخرت میں یہی لوگ خراب ہیں ف۱۷۷ پھر بات یہ ہے کہ تیرا رب ان لوگوں پر کہ انہوں نے وطن چھوڑا ہے بعد اس کے

فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿۱۱۰﴾ يَوْمَ تَاْتِيْ كُلُّ نَفْسٍ ع

کہ مصیبت اٹھائی پھر جہاد کرتے رہے اور قائم رہے، بے شک تیرا رب ان باتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے ف۱۷۸ جس دن آئے گا ہر جی جواب

تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ﴿۱۱۱﴾ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا

سوال کرتا اپنی طرف سے ف۱۷۹ اور پورا ملے گا ہر کسی کو جو اس نے کمایا اور ان پر ظلم نہ ہوگا ف۱۸۰ اور بتلائی اللہ نے ایک مثال ایک

قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ

بستی تھی چین امن سے ف۱۸۱ چلی آتی تھی اس کو روزی فراغت کی ہر جگہ سے ف۱۸۲ پھر ناشکری کی اللہ کے احسانوں کی پھر چکھایا اس کو اللہ نے مزہ

فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ﴿۱۱۲﴾ وَلَقَدْ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ مِّنْهُمْ

کہ ان کے تن کے کپڑے ہو گئے بھوک اور ڈر بدلہ اس کا جو وہ کرتے تھے ف۱۸۳ اور ان کے پاس پہنچ چکا رسول انہی

فَكَذَّبُوْهُ فَاَخَذَهُمُ الْعَذَابُ وَهُمْ ظٰلِمُوْنَ ﴿۱۱۳﴾

میں کا پھر اس کو جھٹلایا پھر آ پکڑا ان کو عذاب نے اور وہ گناہ گار تھے ف۱۸۴

فائدہ:[۱۷۶] **دنیا طلبی میں مست و بیہوش ہونے کا مطلب وانجام:**...... یعنی دنیا طلبی اور ہوا پرستی کے نشہ میں ایسے مست و بیہوش ہیں جنکے ہوش میں آنے کی کوئی امید نہیں۔ خدا کی دی ہوئی قوتیں انہوں نے سب بے کار کر دیں۔ آخر کانوں سے حق کی آواز سننے، آنکھوں سے حق کے نشان دیکھنے، اور دلوں سے حق بات سمجھنے اور سوچنے کی توفیق سلب ہوگئی۔ مہر کرنے کا مطلب پہلے سورۂ بقرہ (آیت:۷) وغیرہ میں گذر چکا ہے۔

فائدہ:[۱۷۷]...... یعنی جو لوگ اپنی بے اعتدالیوں اور غلط کاریوں سے خدا کی بخشی ہوئی قوتیں تباہ کر ڈالیں اور دنیا ہی کو قبلۂ مقصود بنالیں، اُن سے بڑھ کر خراب انجام کس کا ہوگا۔

فائدہ:[۱۷۸] **مجبور کیلئے تسلی:**...... مکہ میں بعضے لوگ کافروں کے ظلم سے بچل گئے تھے۔ یا صرف زبانی لفظ کفر کہہ لیا تھا۔ اس کے بعد جب ہجرت کی، جہاد کیا، اور بڑے استقلال و پامردی سے اسلام پر قائم رہے، اتنے کام ایمان کے کیے، وہ تقصیر بخشی گئی اور خدا کی مہربانی مبذول ہوئی۔ ایک بزرگ تھے "عمار"، ان کے باپ تھے "یاسر" اور ماں "سمیہ" دونوں ظلم اٹھاتے مر گئے، پر لفظِ کفر نہ کہا، یہ مسلمانوں کا پہلا خون تھا جو خدا کی راہ میں گرا۔ بیٹے (عمار) نے خوف جان سے لفظ کہہ دیا، پھر روتے ہوئے حضرت کے پاس آئے، تب یہ آیتیں اتریں۔

فائدہ:[۱۷۹] **قیامت کا ایک منظر:**...... یعنی ایک کی طرف سے دوسرا نہ بول سکے گا۔ ماں، باپ، بہن، بھائی، بیوی، اولاد، احباب و اقارب کوئی کام نہ دے گا۔ ہر شخص اپنی فکر میں پڑا ہوگا کہ کس طرح خدا کے عذاب سے مخلصی حاصل کرے۔ طرح طرح کے جھوٹے سچے عذر برأت کے لیے تراشے گا اور جواب و سوال کر کے چاہے گا کہ رستگاری حاصل کرے۔

فَائِدَة: [۱۸۰]......یعنی نیکی کے ثواب میں کمی نہ ہوگی اور بدی کی سزا استحقاق سے زائد نہ دی جائے گی۔

فَائِدَة: [۱۸۱] خوشحالی بستی کی مثال:......یعنی نہ باہر سے دشمن کا کھٹکا، نہ اندر سے کسی طرح کی فکر و تشویش خوب امن چین سے زندگی گذرتی تھی۔

فَائِدَة: [۱۸۲]......یعنی کھانے کے لیے غلے اور پھل وغیرہ کھنچے چلے آتے تھے ہر چیز کی افراط تھی، گھر بیٹھے دنیا کی نعمتیں ملتی تھیں۔

فَائِدَة: [۱۸۳] کفرانِ نعمت کا وبال:......اس بستی کے رہنے والوں نے خدا کے انعامات کی قدر نہ پہچانی، دنیا کے مزوں میں پڑ کر ایسے غافل اور بدمست ہوئے کہ منعمِ حقیقی کا دھیان بھی نہ آیا بلکہ اسکے مقابلہ میں بغاوت کی ٹھان لی۔ آخر خدا تعالیٰ نے اُنکی ناشکری اور کفرانِ نعمت کا مزہ چکھایا یعنی امن چین کی جگہ خوف و ہراس نے اور فراخ روزی کی جگہ بھوک اور قحط کی مصیبت نے انکو اس طرح گھیر لیا جیسے ''کپڑا'' پہننے والے کے بدن کو گھیر لیتا ہے۔ ایک دم کو بھوک اور ڈر اُن سے جدا نہ ہوتا تھا۔

فَائِدَة: [۱۸۴] تکذیب و عداوتِ رسول کی سزا:......ظاہری نعمتوں کے علاوہ جو اوپر مذکور ہوئیں ایک بڑی بھاری باطنی نعمت بھی اُن کو دی گئی تھی، یعنی انہی کی قوم ونسب میں سے ایک رسول بھیجا گیا، جس کا اتباع کر کے وہ خدا کی خوشنودی کے بڑے اونچے مقامات حاصل کر سکتے تھے۔ انہوں نے اتباع و تصدیق کی جگہ اُس کی تکذیب ومخالفت پر کمر باندھ لی اور اِس طرح پستی میں گرتے چلے گئے۔ آخر قدیم سنت اللہ کے موافق ظالموں اور گناہ گاروں کو عذاب نے آ پکڑا پھر کسی کی کوئی تدبیر پیش نہ گئی۔ بعض مفسرین کہتے ہیں کہ ان آیات میں کسی معین بستی کا تذکرہ نہیں، محض بطور تمثیل کسی تباہ شدہ بستی کا لاعلی التعیین حوالہ دے کر یا ایک ایسی بستی کا وجود فرض کر کے کفار مکہ کو آگاہ کیا گیا ہے کہ تم نے ایسا کیا تو تمہارے ساتھ بھی ایسا ہی معاملہ ہو سکتا ہے۔ کفرانِ نعمت اور تکذیب و عداوتِ رسول کی سزا سے بے فکر نہ ہوں۔ بعض علماء کے نزدیک اس مثال میں بستی سے مراد مکہ معظمہ ہے جہاں ہر قسم کا امن چین تھا اور باوجود وادیٔ غیر ذی زرع ہونے کے طرح طرح کے پھل اور میوے کھنچے چلے آتے تھے: ﴿اَوَلَمْ نُمَكِّنْ لَّهُمْ حَرَمًا اٰمِنًا يُّجْبٰٓى اِلَيْهِ ثَمَرٰتُ كُلِّ شَيْءٍ﴾ [قصص: ۵۷] اہل مکہ نے ان نعمتوں کی کچھ قدر نہ جانی، شرک وعصیان، بے حیائی اور اوہام پرستی میں منہمک ہو گئے۔ پھر خدا تعالیٰ نے سب سے بڑی نعمت محمد رسول اللہ ﷺ کی صورت میں بھیجی۔ اس کے انکار و تکذیب میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھا ﴿اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ دَارَ الْبَوَارِ﴾ [ابراہیم: ۲۸] آخر خدا تعالیٰ نے امن و اطمینان کے بجائے مسلمان مجاہدین کا خوف، اور فراخ روزی کی جگہ سات سال کا قحط اُن پر مسلط کر دیا جس میں کتے اور مردار تک کھانے کی نوبت آ گئی۔ پھر ''بدر'' کے معرکہ میں غازیانِ اسلام کے ہاتھوں خدا کا عذاب ان پر ٹوٹ پڑا۔ ادھر تو یہ ہوا دوسری طرف جو لوگ اُن ظالموں کے جور و ستم سے تنگ آ کر گھر بار چھوڑ بھاگ گئے تھے اُن کو خدا نے بہتر ٹھکانا دیا، دشمنوں کے خوف سے مامون و مصئون بنایا، روزی کے دروازے کھول دیے، زبردست دشمنوں پر فتح عنایت کی، بلکہ اقلیموں کا بادشاہ اور متقیوں کا امام بنا دیا۔ شاید اسی لیے ان آیات میں مکہ والوں کا حال سنا کر اگلی آیت ﴿فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ﴾ میں مسلمانوں کو خطاب فرمایا ہے کہ تم اس قسم کی حرکات سے بچتے رہنا جن کی بدولت مکہ والوں پر مصیبت ٹوٹی۔

فَكُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ حَلٰلًا طَيِّبًا ۠ وَّاشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ﴿۱۱۴﴾

سو کھاؤ جو روزی دی تم کو اللہ نے حلال اور پاک اور شکر کرو اللہ کے احسان کا اگر تم اسی کو پوجتے ہو ف ۱۸۵

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ

اللہ نے یہی حرام کیا ہے تم پر مردار اور لہو اور سور کا گوشت اور جس پر نام پکارا اللہ کے سوا کسی اور کا، پھر جو کوئی ناچار ہو جائے

بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ﴿١١٥﴾ وَلَا تَقُوْلُوْا لِمَا تَصِفُ اَلْسِنَتُكُمُ الْكَذِبَ هٰذَا

نہ زور کرتا ہو نہ زیادتی تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے ف١٨٦ اور مت کہو اپنی زبانوں کے جھوٹ بنا لینے سے

حَلٰلٌ وَّهٰذَا حَرَامٌ لِّتَفْتَرُوْا عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ

کہ یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ پر بہتان باندھو ف١٨٧ بے شک جو بہتان باندھتے ہیں اللہ پر ان کا

لَا يُفْلِحُوْنَ ﴿١١٦﴾ؕ مَتَاعٌ قَلِيْلٌ ۪ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ﴿١١٧﴾ وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا مَا قَصَصْنَا

بھلا نہ ہوگا تھوڑا سا فائدہ اٹھا لیں اور ان کے واسطے عذاب دردناک ہے ف١٨٨ اور جو لوگ یہودی ہیں ان پر ہم نے حرام

عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ ۚ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْۤا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ﴿١١٨﴾ ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ

کیا تھا جو تجھ کو پہلے سنا چکے اور ہم نے ان پر ظلم نہیں کیا پر وہ اپنے اوپر آپ ظلم کرتے تھے ف١٨٩ پھر بات یہ ہے کہ تیرا رب ان لوگوں پر

عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْۤا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ

جنہوں نے برائی کی نادانی سے ف١٩٠ پھر توبہ کی اس کے پیچھے اور سنوارا اپنے کام کو سو تیرا رب ان باتوں کے پیچھے بخشنے

رَّحِيْمٌ ﴿١١٩﴾ اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ؕ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿١٢٠﴾ ع ١٦

والا مہربان ہے ف١٩١ اصل میں تو ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا فرمانبردار اللہ کا سب سے ایک طرف ہو کر اور نہ تھا شرک والوں میں ف١٩٢

فائدہ:[١٨٥] کھاؤ اور شکر ادا کرو:...... یعنی جس کو خدا کی پرستش کا دعویٰ ہو اسے لائق ہے کہ خدا کی دی ہوئی حلال وطیب روزی سے تمتع کرے اور اُس کا احسان مان کر شکر گذار بندہ بنے، حلال کو حرام نہ سمجھے اور نعمتوں سے منتفع ہوتے وقت منعمِ حقیقی کو نہ بھولے بلکہ اُس پر اور اُس کے بھیجے ہوئے پیغمبروں پر ایمان لائے اور اُسی کے احکام وہدایات کی پابندی کرے۔

فائدہ:[١٨٦] کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرانا صرف اللہ کا حق ہے:...... اس آیت کی تفسیر ''سورۂ بقرہ'' (آیت: ١٧٣) اور ''سورۂ انعام'' (آیت: ١٤٦) وغیرہ میں گذر چکی وہاں دیکھ لی جائے، یہاں غرض یہ ہے کہ جس طرح پہلی آیت میں اشارہ تھا کہ حلال کو اپنے اوپر حرام نہ کرے، اس آیت میں تنبیہ کی گئی کہ حرام چیزوں کو حلال نہ ٹھہرائے۔ خلاصہ یہ کہ کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہرانا اُسی کا حق ہے جس نے یہ چیزیں پیدا کی ہیں۔ چنانچہ آئندہ آیات میں نہایت وضاحت سے یہ مضمون بیان ہوا ہے۔

فائدہ:[١٨٧]...... یعنی بدون کسی مستندِ شرعی کے کسی چیز کے متعلق منہ اٹھا کر کہہ دینا کہ حلال ہے یا حرام بڑی سخت جسارت اور کذب و افتراء ہے۔ حلال وحرام تو وہ ہی ہو سکتا ہے جسے خدا تعالیٰ نے حلال یا حرام کہا ہو۔ اگر کوئی شخص محض اپنی رائے سے کسی چیز کو حلال یا حرام ٹھہراتا ہے اور خدا کی طرف اس کی نسبت کرتا ہے جیسے مشرکینِ مکہ کرتے تھے، جس کا ذکر ''سورۂ انعام'' (آیت: ١٣٧-١٤١) میں گذر چکا وہ فی الحقیقت خدا پر بہتان باندھتا ہے۔ مسلمانوں کو ہدایت کی گئی کہ کبھی ایسا رویہ اختیار نہ کریں۔ جس چیز کو خدا نے حلال کیا حلال اور جسکو حرام کیا حرام سمجھیں، بدون ماخذِ شرعی کے حلت وحرمت کا حکم نہ لگائیں۔

فائدہ:[١٨٨] مفتری کیلئے دائمی جیل خانہ تیار:...... یعنی مشرکینِ مکہ جو حضور [ﷺ] کو معاذ اللہ! مفتری کہتے تھے، یاد رکھیں! کہ وہ

خود مفتری ہیں۔ از راہِ کذب و افترا جس چیز کو چاہیں حلال یا حرام کہہ کر خدا کی طرف منسوب کر دیتے ہیں اُن کو عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ یہ روش اختیار کر کے کسی بھلائی کو نہیں پہنچ سکتے۔ تھوڑے دن اور دنیا کا مزہ اڑالیں، پھر دائمی جیل خانہ تیار ہے۔

فائدہ:[۱۸۹]...... "سورۂ انعام" ﴿وَعَلَى الَّذِيْنَ هَادُوْا حَرَّمْنَا كُلَّ ذِيْ ظُفُرٍ ۚ وَمِنَ الْبَقَرِ وَالْغَنَمِ حَرَّمْنَا عَلَيْهِمْ شُحُوْمَهُمَآ﴾ [آیت:۱٤٦] کے فوائد میں اس کا بیان گذر چکا، ملاحظہ کر لیا جائے۔ یہاں مقصد یہ ہے کہ جو چیز خدا تعالیٰ نے سب کے لیے یا کسی خاص قوم کے لیے معین وقت تک حرام کی ہے، عین حکمت ہے، کسی بشر کو حق نہیں کہ اُس میں تصرف کر کے حرام کو حلال یا حلال کو حرام بنائے۔

فائدہ:[۱۹۰]...... مثلاً حرام کو حلال یا حلال کو حرام بنایا۔ "نادانی سے" اس لیے فرمایا کہ خدا کی جو نافرمانی اور گناہ آدمی کرتا ہے خواہ جان بوجھ کر کرے، وہ فی الحقیقت نادان اور بے عقل بن کر کرتا ہے۔ اگر ذرا عقل سے کام لے اور گناہ کے بدنتائج کا تصور کرے تو ہرگز معصیت پر اقدام نہیں کر سکتا۔ "سورۂ نساء" ﴿اِنَّمَا التَّوْبَةُ عَلَى اللّٰهِ لِلَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ﴾ [آیت:۱۷] کے تحت میں جو اس کے متعلق لکھا گیا ہے اُسے بھی ایک مرتبہ ملاحظہ کر لیا جائے۔

فائدہ:[۱۹۱]...... یعنی کفریات سے توبہ کر کے مسلمان ہو جانے اور آئندہ کے لیے اپنی حالت درست کر لینے پر حق تعالیٰ تمام گذشتہ گناہ معاف فرما دیتا ہے خواہ کتنے ہی سخت کیوں نہ ہوں ؎

باز آ باز آ ہر آنچہ کر دی باز آ   گر کافر و گبر و بت پرستی باز آ
این درگہ مادرگہ نومیدی نیست   صد بار اگر توبہ شکستی باز آ

فائدہ:[۱۹۲] اصلی دین ابراہیمی کی تذکیر:...... مشرکینِ عرب کا شرکیات کا رد کر کے امام الموحدین ابو الانبیاء حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیٰ نبینا وعلیہ الصلوٰۃ والسلام کا طریقہ یاد دلاتے ہیں کیونکہ عرب کے لوگ اُن کی نسل سے تھے اور دینِ ابراہیمی پر ہونے کا دعویٰ رکھتے تھے۔ حالانکہ ملتِ ابراہیمی سے انہیں دور کی نسبت بھی نہ رہی تھی۔ انہیں بتلایا گیا کہ ابراہیم علیہ السلام موحدین کے امام نیکی کے معلم، تمام دنیا کے مشرکین کے مقابلہ میں تن تنہا ایک اُمتِ عظیم کے برابر تھے جن کی ذاتِ واحد میں حق تعالیٰ نے وہ سب خوبیاں اور کمالات جمع کر دیے تھے جو کسی بڑے مجمع میں متفرق طور پر پائے جاتے ہیں

لَيْسَ عَلَى اللّٰهِ بِمُسْتَنْكَرٍ   اَنْ يَّجْمَعَ الْعَالَمَ فِيْ وَاحِدٍ

ابراہیم خدا کا کامل مطیع و فرمانبردار بندہ تھا جو ہر طرف سے ٹوٹ کر ایک خدا کا ہو رہا تھا، ممکن نہ تھا کہ بدون حکمِ الٰہی کسی چیز کو محض اپنی طرف سے حلال یا حرام ٹھہرا دے، وہ خود تو معاذ اللہ! شرک کا ارتکاب کہاں کر سکتا؟ مشرکین کی جماعت اور بستی میں رہنا بھی گوارا نہیں کرتا تھا۔ پھر جو لوگ آپ کو "حنیف" کہتے اور دینِ ابراہیمی پر بتاتے ہیں اُنہیں شرم کرنی چاہیے کہ خدا پر افترا باندھ کر حلال کو حرام یا حرام کو حلال کہنا اور شرک کی حمایت میں پیغمبروں سے لڑنا، کیا ایک "حنیف" اور ابراہیمی کی شان ہو سکتی ہے؟ یاد رکھو! حلال و حرام کے بیان اور اصولِ دین میں اصل ملتِ ابراہیمی ہے۔ محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی ملت کی اقامت و اشاعت اور بسط و تفصیل کے لیے تشریف لائے ہیں، اگر اصلی دینِ ابراہیم پر چلنا چاہو تو آپ کا طریقہ اختیار کرو۔

شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهِ ۭ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ﴿۱۲۱﴾ وَاٰتَيْنٰهُ فِي الدُّنْيَا حَسَنَةً ۭ

حق ماننے والا اس کے احسانوں کا ف۱۹۳ اس کو اللہ نے چن لیا اور چلایا سیدھی راہ پر ف۱۹٤ اور دی ہم نے دنیا میں اس کو خوبی ف۱۹۵ اور وہ آخرت

وَاِنَّهٗ فِي الْاٰخِرَةِ لَمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ﴿۱۲۲﴾ ثُمَّ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ اَنِ اتَّبِعْ مِلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ؕ

میں اچھے لوگوں میں ہے ف۱۹۶ پھر حکم بھیجا ہم نے تجھ کو کہ چل دین ابراہیم پر جو ایک طرف کا

وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ﴿۱۲۳﴾ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ

تھا، نہ تھا وہ شرک والوں میں ف۱۹۷ ہفتہ کا دن جو مقرر کیا سو انہی پر جو اس میں اختلاف کرتے تھے،

لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ﴿۱۲۴﴾ اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ

اور تیرا رب حکم کرے گا ان میں قیامت کے دن جس بات میں اختلاف کرتے تھے ف۱۹۸ بلا اپنے رب کی راہ پر پکی باتیں سمجھا کر

وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ

اور نصیحت سنا کر بھلی طرح اور الزام دے ان کو جس طرح بہتر ہو ف۱۹۹ تیرا رب ہی بہتر جانتا ہے ان کو جو بھول گیا اس

سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ﴿۱۲۵﴾ وَاِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ

کی راہ اور وہی بہتر جانتا ہے ان کو جو راہ پر ہیں ف۲۰۰ اور اگر بدلہ لو تو بدلہ لو اس قدر جس قدر کہ تم کو تکلیف پہنچائی جائے اور اگر

صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ﴿۱۲۶﴾ وَاصْبِرْ وَمَا صَبْرُكَ اِلَّا بِاللّٰهِ وَلَا تَحْزَنْ عَلَيْهِمْ وَلَا تَكُ فِيْ

صبر کرو تو یہ بہتر ہے صبر والوں کو ف۲۰۱ اور تو صبر کر اور تجھ سے صبر ہو سکے اللہ ہی کی مدد سے اور ان پر غم نہ کھا اور تنگ مت

ضَيْقٍ مِّمَّا يَمْكُرُوْنَ ﴿۱۲۷﴾ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا وَّالَّذِيْنَ هُمْ مُّحْسِنُوْنَ ﴿۱۲۸﴾ ع ۲۲

ہو ان کے فریب سے ف۲۰۲ اللہ ساتھ ہے ان کے جو پرہیزگار ہیں اور جو نیکی کرتے ہیں ف۲۰۳

فائدہ:[۱۹۳] **تذکرۂ ابراہیم علیہ السلام:**......یعنی ابراہیم علیہ السلام خدا کا شکر گذار بندہ تھا، تم سخت ناسپاس اور کفرانِ نعمت کرنے والے ہو جیسا کہ ﴿وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً﴾ [نحل:۱۱۲] کے فوائد میں لکھا جا چکا ہے۔ پھر اس کی راہ پر کیوں کر ہوئے؟

فائدہ:[۱۹۴]......یعنی توحید کامل اور تسلیم و رضا کی سیدھی راہ پر چلایا۔

فائدہ:[۱۹۵]......یعنی نبوت، فراخ روزی، اولاد اور وجاہت و مقبولیتِ عامہ کہ تمام اہلِ ادیان بالاتفاق ان کی تعظیم کرتے ہیں اور ہر فرقہ چاہتا ہے کہ اپنا سلسلہ ابراہیم علیہ السلام سے ملائے۔

فائدہ:[۱۹۶]......یعنی اُس نے اپنے حق میں جو دعا کی تھی ﴿وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ﴾ [شعراء:۸۳] قبول ہوئی، بیشک وہ آخرت میں صالحین کے اعلیٰ طبقہ میں شامل ہوں گے جو انبیاء علیہم السلام کا طبقہ ہے۔

فائدہ:[۱۹۷] **اہلِ ملت ابراہیمی کی اتباع کا حکم:**......اس کا بیان "سورہ انعام" ﴿دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ﴾ آیت [۱۶۱] کے تحت میں گذر چکا وہاں ملاحظہ کیا جائے۔ مقصد یہ ہے کہ حلال و حرام اور دین کی باتوں میں اصل ملتِ ابراہیم ہے، درمیان میں یہود و نصاریٰ کو ان کے حالات کے مناسب بعض مخصوص احکام دیئے گئے۔ آخر آپ کو خاتم الانبیاء بنا کر بھیجا، تا

اصل ملتِ ابراہیمی کو جو غفلت اور تحریف و تصرف بے جا کی دستبرد سے ضائع ہو چکی تھی از سرِ نو زندہ اور روشن کیا جائے، اور شرک کی تمام رگیں کاٹ دی جائیں حدیث میں ہے: "بُعِثْتُ بِالسَّمْحَةِ الْحَنِيْفِيَّةِ الْبَيْضَاءِ" اس کی پوری شرح و تفصیل حضرت شاہ ولی اللہ رحمۃ اللہ علیہ نے "حجۃ اللہ البالغہ" میں کی ہے جو قابل دید ہے۔

فَائِدَة:[۱۹۸] آخرت میں سب اختلافات کا فیصلہ:......یعنی اصل ملتِ ابراہیمی میں ہفتہ کا حکم نہ تھا، اس امت پر بھی نہیں ہے البتہ درمیان میں "یہود" نے اپنے پیغمبر موسیٰ علیہ السلام کے ارشاد سے اختلاف کر کے جب اپنے لیے یہ دن انتخاب کیا تو حکم ہوا کہ اچھا اسی کی تعظیم کرو اور مچھلی کا شکار اس روز مت کرو۔ یہ حکم کسی نے مانا، کسی نے نہ مانا۔ نہ ماننے والے دنیا میں بندر اور سور بنائے گئے اور آخرت میں جو فیصلہ ہوگا وہ الگ رہا۔ ایک اسی پر کیا منحصر ہے وہاں تو سارے اختلافات اور جھگڑے چکا دیئے جائیں گے، مثلاً حضرت ابراہیم علیہ السلام کی نسبت کوئی "یہودی" بتلاتا تھا، کوئی "نصرانی" حالانکہ حق تعالیٰ نے آگاہ کر دیا کہ وہ "حنیف مسلم" تھے۔ بہرحال آخرت میں سب اختلافات کا فیصلہ ہو جائے گا اور ہر شخص آنکھوں سے دیکھ لے گا کہ کون غلطی پر تھا، کون راستے پر؟

فَائِدَة:[۱۹۹] دعوت و نصیحت کے تین بنیادی اصول:......اوپر کی آیتوں میں مخاطبین کو آگاہ کرنا تھا کہ یہ پیغمبر اصل ملتِ ابراہیمی لے کر آئے ہیں۔ اگر کامیابی چاہتے ہو اور "حنیف" ہونے کے دعوے میں سچے ہو تو اس راستہ پر چل پڑو۔ ﴿اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ﴾ الآیۃ سے خود پیغمبر علیہ السلام کو تعلیم دی جا رہی ہے کہ لوگوں کو راستہ پر کس طرح لانا چاہیے، اس کے تین طریقے بتلائے: (۱) حکمت، (۲) موعظت حسنہ، (۳) جدال بالتی ہی احسن۔ "حکمت" سے مراد یہ ہے کہ نہایت پختہ اور اٹل مضامین مضبوط دلائل و براہین کی روشنی میں حکیمانہ انداز سے پیش کیے جائیں جن کو سن کر فہم و ادراک اور علمی ذوق رکھنے والا طبقہ گردن جھکا سکے۔ دنیا کے خیالی فلسفے اُن کے سامنے ماند پڑ جائیں اور کسی قسم کی علمی و دماغی ترقیات وحی الٰہی کی بیان کردہ حقائق کا ایک شوشہ تبدیل نہ کر سکیں۔ "موعظۃ حسنہ" مؤثر اور رقت انگیز نصیحتوں سے عبارت ہے جن میں نرم خوئی اور دلسوزی کی روح بھری ہو۔ اخلاص، ہمدردی اور شفقت و حسن اخلاق سے خوبصورت اور معتدل پیرایہ میں جو نصیحت کی جاتی ہے، بسا اوقات پتھر کے دل بھی موم ہو جاتے ہیں، مُردوں میں جانیں پڑ جاتی ہے۔ ایک مایوس و پژ مردہ قوم جھرجھری لے کر کھڑی ہو جاتی ہے، لوگ ترغیب و ترہیب کے مضامین سن کر منزلِ مقصود کی طرف بیتابانہ دوڑنے لگتے ہیں۔ اور بالخصوص جو زیادہ عالی دماغ اور ذکی و فہیم نہیں ہوتے، مگر طلبِ حق کی چنگاری سینے میں رکھتے ہیں۔ ان میں مؤثر وعظ و پند سے عمل کی ایسی اسٹیم بھری جا سکتی ہے جو بڑی اونچی عالمانہ تحقیقات کے ذریعہ سے ممکن نہیں۔ ہاں! دنیا میں ہمیشہ سے ایک ایسی جماعت بھی موجود رہی ہے جن کا کام ہر چیز میں الجھنا اور بات بات میں حجتیں نکالنا اور کج بحثی کرنا ہے یہ لوگ نہ حکمت کی باتیں قبول کرتے ہیں، نہ وعظ و نصیحت سنتے ہیں بلکہ چاہتے ہیں کہ ہر مسئلہ میں بحث و مناظرہ کا بازار گرم ہو۔ بعض اوقات اہلِ فہم و انصاف اور طالبینِ حق کو بھی شبہات گھیر لیتے ہیں اور بدون بحث کے تسلی نہیں ہوتی، اس لیے ﴿وَجَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ﴾ الآیۃ فرمادیا کہ اگر ایسا موقع پیش آئے تو بہترین طریقہ سے تہذیب، شائستگی، حق شناسی اور انصاف کے ساتھ بحث کرو۔ اپنے حریف مقابل کو الزام دو تو بہترین اسلوب سے دو، خواہی نخواہی دل آزار اور جگر خراش باتیں مت کرو۔ جن سے قضیہ بڑھے اور معاملہ طول کھینچے، مقصود تفہیم اور احقاق حق ہونا چاہیے۔ خشونت، بداخلاقی، سخن پروری اور ہٹ دھرمی سے کچھ نتیجہ نہیں۔

فَائِدَة:[۲۰۰]......یعنی طریق دعوت و تبلیغ میں تم کو خدا کے بتائے ہوئے راستہ پر چلنا چاہیے۔ اِس فکر میں پڑنے کی ضرورت نہیں کہ کس نے مانا کس نے نہیں مانا، نتیجہ کو خدا کے سپرد کرو۔ وہ ہی راہ پر آنے والوں اور نہ آنے والوں کے حالات کو بہتر جانتا ہے، جیسا مناسب ہوگا اُن سے معاملہ کرے گا۔

فَائِدَۃ:[۲۰۱] بدلہ کی اجازت لیکن صبر کا مقام بلند تر ہے:......یعنی دعوت وتبلیغ کی راہ میں اگر تم کو سختیاں اور تکلیفیں پہنچائی جائیں تو قدرت حاصل ہونے کے وقت برابر کا بدلہ لے سکتے ہو، اجازت ہے، لیکن صبر کا مقام اس سے بلند تر ہے۔ اگر صبر کرو گے تو اس کا نتیجہ تمہارے حق میں اور دیکھنے والوں کے بلکہ خود زیادتی کرنے والوں کے حق میں بہتر ہوگا۔

فَائِدَۃ:[۲۰۲]......یعنی مظالم وشدائد پر صبر کرنا، سہل کام نہیں۔ خدا ہی مدد فرمائے تو ہوسکتا ہے کہ آدمی ظلم سہتا رہے اور اُف نہ کرے۔

فَائِدَۃ:[۲۰۳] خدائی امداد کے حصول کا نسخہ:......یعنی انسان جس قدر خدا سے ڈر کر تقویٰ، پرہیزگاری اور نیکی اختیار کرے گا، اسی قدر خدا کی امداد واعانت اُس کے ساتھ ہوگی۔ سو ایسے لوگوں کو کفار کے مکر وفریب سے تنگ دل اور غمگین ہونے کی کوئی وجہ نہیں۔ حق تعالیٰ اس عاجز ضعیف کو بھی متقین ومحسنین کے ساتھ اپنے فضل ورحمت سے محشور فرمائے۔

تم سورۃ النحل بعونہ وتوفیقہ۔
وللہ الحمد!

............☆☆☆......الحمد للہ چودواں[۱۴] پارہ ختم ہوا......☆☆☆............

پارہ نمبر: ۱۵

آیاتھا ۱۱۲ | ۱۷ سُوْرَةُ بَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ مَكِّيَّةٌ ۵۰ | رکوعاتھا ۱۲

الجزء ۱۵ — المنزل ٤

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا الَّذِيْ

پاک ذات ہے ف۱ جو لے گیا اپنے بندے کو راتوں رات مسجد حرام سے مسجد اقصیٰ تک ف۲ جس کو گھیر رکھا ہے ہماری

بٰرَكْنَا حَوْلَهٗ لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ① وَاٰتَيْنَا مُوْسَى الْكِتٰبَ

برکت نے تا کہ دکھلائیں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے ف۳ وہی ہے سننے والا دیکھنے والا ف۴ اور دی ہم نے موسیٰ کو کتاب

وَجَعَلْنٰهُ هُدًى لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اَلَّا تَتَّخِذُوْا مِنْ دُوْنِيْ وَكِيْلًا ؕ② ذُرِّيَّةَ مَنْ حَمَلْنَا مَعَ

اور کیا اس کو ہدایت بنی اسرائیل کے واسطے ف۵ کہ نہ ٹھہراؤ میرے سوا کسی کو کارساز ف۶ تم جو اولاد ہو ان لوگوں کی جن کو چڑھایا

نُوْحٍ ؕ اِنَّهٗ كَانَ عَبْدًا شَكُوْرًا ③ وَقَضَيْنَآ اِلٰى بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ فِي الْكِتٰبِ لَتُفْسِدُنَّ فِي

ہم نے نوح کے ساتھ، بے شک وہ تھا بندہ حق ماننے والا ف۷ اور صاف کہہ سنایا ہم نے بنی اسرائیل کو کتاب میں کہ تم خرابی کرو

الْاَرْضِ مَرَّتَيْنِ وَلَتَعْلُنَّ عُلُوًّا كَبِيْرًا ④ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ اُوْلٰىهُمَا بَعَثْنَا عَلَيْكُمْ عِبَادًا

گے ملک میں دوبار اور سرکشی کرو گے بڑی سرکشی ف۸ پھر جب آیا پہلا وعدہ بھیجے ہم نے تم پر اپنے بندے ف۹ سخت

لَّنَآ اُولِيْ بَاْسٍ شَدِيْدٍ فَجَاسُوْا خِلٰلَ الدِّيَارِ ؕ وَكَانَ وَعْدًا مَّفْعُوْلًا ⑤

لڑائی والے پھر پھیل پڑے شہروں کے بیچ اور وہ وعدہ ہونا ہی تھا ف۱۰

فائدہ:[۱] اللہ کی شان: ......یعنی اُس کی ذات نقص وقصور اور ہر قسم کے ضعف و عجز سے پاک ہے۔ جو بات ہمارے خیال میں بے انتہا عجیب معلوم ہو اور ہماری ناقص عقلیں اسے بے حد مستبعد سمجھیں، خدا کی قدرت ومشیت کے سامنے وہ کچھ بھی مشکل نہیں۔

فائدہ:[۲] واقعہ معراج اور جمہور امت کا عقیدہ: ......یعنی صرف ایک رات کے محدود حصہ میں اپنے مخصوص ترین اور مقرب ترین بندہ (محمد رسول اللہ ﷺ) کو حرم مکہ سے بیت المقدس تک لے گیا۔ اِس سفر کی غرض کیا تھی؟ آگے ﴿لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا﴾ میں اِسکی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ حاصل یہ ہے کہ خود اِس سفر میں یا "بیت المقدس" سے آگے کہیں اور لے جا کر اپنی قدرت کے عظیم الشان نشان اور حکیمانہ

انتظامات کے عجیب و غریب نمونے دکھلانے منظور تھے۔ سورۂ نجم میں اِن آیات کا کچھ ذکر کیا ہے جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ آپ "سدرۃ المنتہیٰ" تک تشریف لے گئے اور نہایت عظیم الشان آیات کا مشاہدہ فرمایا ﴿وَلَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى ﴿۱۳﴾ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى ﴿۱۴﴾ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى ﴿۱۵﴾ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى ﴿۱۶﴾ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَمَا طَغٰى ﴿۱۷﴾ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى ﴿۱۸﴾﴾ [نجم: ۱۳ تا ۱۸] علماء کی اصطلاح میں مکہ سے بیت المقدس تک کے سفر کو "اسراء" اور وہاں سے اوپر "سدرۃ المنتہیٰ" تک کی سیاحت کو "معراج" کہتے ہیں اور بسا اوقات دونوں سفروں کے مجموعہ کو ایک ہی لفظ "اسراء" یا "معراج" سے تعبیر کر دیا جاتا ہے۔ معراج کی احادیث تقریباً تیس صحابہ سے منقول ہیں جن میں معراج و اسراء کے واقعات بسط و تفصیل سے بیان ہوئے ہیں۔ جمہور سلف و خلف کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور پر نور ﷺ کو حالتِ بیداری میں بجسدہ الشریف معراج ہوئی۔ صرف دو تین صحابہ رضی اللہ عنہم و تابعین رحمۃ اللہ علیہم سے منقول ہے کہ واقعۂ اسراء و معراج کو منام (نیند) کی حالت میں بطور ایک عجیب و غریب خواب کے مانتے تھے۔ چنانچہ اسی سورت میں آگے چل کر جو لفظ ﴿وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِيْٓ اَرَيْنٰكَ﴾ الآیۃ آتا ہے اس سے یہ حضرات استدلال کرتے ہیں۔ سلف میں سے یہ کسی کا قول نہیں کہ معراج حالت بیداری میں محض روحانی طور پر ہوئی ہو، جیسا کہ بعض حکماء و صوفیہ کے مذاق پر تجویز کیا جاسکتا ہے۔ روح المعانی میں ہے: "وَلَيْسَ مَعْنَى الْاِسْرَاءِ بِالرُّوْحِ الذَّهَابَ يَقْظَةً كَالْاِنْسِلَاخِ الَّذِيْ ذَهَبَ اِلَيْهِ الصُّوْفِيَّةُ وَالْحُكَمَاءُ فَاِنَّهٗ وَاِنْ كَانَ خَارِقًا لِلْعَادَةِ وَمَحَلًّا لِلتَّعَجُّبِ اَيْضًا اِلَّا اَنَّهٗ اَمْرٌ لَا تَعْرِفُهُ الْعَرَبُ وَلَمْ يَذْهَبْ اِلَيْهِ اَحَدٌ مِنَ السَّلَفِ۔" بیشک ابن قیم رحمۃ اللہ علیہ نے زاد المعاد میں عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا، معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ کے مسلک کی اس طرح توجیہ کی ہے لیکن اس پر کوئی نقل پیش نہیں کی، محض ظن و تخمین سے کام لیا ہے۔ ابن اسحٰق وغیرہ نے جو الفاظ ان بزرگوں کے نقل کیے ہیں ان میں کہیں حالت بیداری کی تصریح نہیں۔ بہر حال قرآن کریم نے جس قدر اہتمام اور ممتاز و درخشاں عنوان سے واقعۂ "اسراء" کو ذکر فرمایا اور جس قدر جدّ و مستعدی سے مخالفین اسکے انکار و تکذیب پر تیار ہو کر میدان میں نکلے، حتیٰ کہ بعض موافقین کے قدم بھی لغزش کھانے لگے یہ اسکی دلیل ہے کہ واقعہ کی نوعیت محض ایک عجیب و غریب خواب یا سیرِ روحانی کی نہ تھی۔ روحانی سیر و انکشافات کے رنگ میں آپ کے جو دعاوی ابتدائے بعثت سے رہے ہیں۔ دعوائے اسراء، کفار کیلئے کچھ ان سے بڑھ کر تعجب خیز و حیرت انگیز نہ تھا جو خصوصی طور پر اسکو تکذیب و تردید اور استہزاء و تمسخر کا نشانہ بناتے اور لوگوں کو دعوت دیتے کہ آؤ، آج مدعیٔ نبوت کی ایک بالکل انوکھی بات سنو۔ نہ آپ کو خاص اس واقعہ کے اظہار پر اس قدر متفکر و مشوش ہونے کی ضرورت تھی جو بعض روایات صحیحہ میں مذکور ہے۔ بعض احادیث میں صاف لفظ ہیں "ثُمَّ اَصْبَحْتُ بِمَكَّةَ یا ثُمَّ اَتَيْتُ مَكَّةَ" (پھر صبح کے وقت میں مکہ پہنچ گیا) اگر معراج محض کوئی روحانی کیفیت تھی تو آپ مکہ سے غائب ہی کہاں ہوئے۔ اور شداد بن اوس وغیرہ کی روایت کے موافق بعض صحابہ کا یہ دریافت کرنا کیا معنی رکھتا ہے کہ "رات میں قیام گاہ پر تلاش کیا، حضور ﷺ کہاں تشریف لے گئے تھے؟" ہمارے نزدیک ﴿اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ﴾ کے یہ معنی لینا کہ "خدا اپنے بندہ کو خواب میں یا محض روحانی طور پر مکہ سے بیت المقدس لے گیا،" اس کے مشابہ ہے کہ کوئی شخص ﴿فَاَسْرِ بِعِبَادِيْ﴾ کے یہ معنی لینے لگے کہ "اے موسیٰ! میرے بندوں (بنی اسرائیل) کو خواب میں یا محض روحانی طور پر لیکر مصر سے نکل جاؤ۔" یا سورۂ کہف" میں جو حضرت موسیٰ علیہ السلام کا حضرت خضر علیہ السلام کی ملاقات کے لیے جانا اور انکے ہمراہ سفر کرنا جسکے لیے کئی جگہ ﴿فَانْطَلَقَا﴾ کا لفظ آیا ہے، اسکا مطلب یہ لے لیا جائے کہ یہ سب کچھ محض خواب میں یا بطور روحانی سیر کے واقع ہوا تھا۔ باقی لفظ "رؤیا" جو قرآن میں آیا، اسکے متعلق ابن عباس رضی اللہ عنہما فرما چکے ہیں: "رُؤْيَا عَيْنٍ اُرِيَهَا رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ" مفسرین نے کلام عرب سے اسکے شواہد پیش کیے ہیں کہ "رؤیا" کا لفظ گاہ بگاہ مطلق رؤیت (دیکھنے) کے معنی میں استعمال ہوتا ہے۔ لہٰذا اگر اس سے مراد یہی اسراء کا واقعہ ہے تو مطلق نظارہ کے معنی لیے جائیں جو ظاہری آنکھوں سے ہوا تا کہ ظواہرِ نصوص اور جمہور امت کے عقیدہ کی مخالفت نہ ہو۔ ہاں! شریک کی روایت میں بعض الفاظ ضرور ایسے آئے ہیں جن سے "اسراء" کا بحالتِ نوم واقع ہونا معلوم ہوتا ہے۔ مگر محدثین کا اتفاق ہے کہ شریک کا حافظہ خراب تھا، اس لیے بڑے بڑے حفاظِ حدیث کے مقابلہ میں ان کی

روایت قابلِ استناد نہیں ہوسکتی۔ حافظ ابن حجر رحمۃ اللہ علیہ نے ''فتح الباری'' کے اواخر میں حدیث شریک کے اَغلاط شمار کرائے ہیں اور یہ بھی بتلایا ہے کہ اُنکی روایت کا مطلب ایسا لیا جاسکتا ہے جو عام احادیث کے مخالف نہ ہو۔ اِس قسم کی تفاصیل ہم یہاں درج نہیں کر سکتے شرح صحیح مسلم میں یہ مباحث پوری شرح وبسط سے درج کیے ہیں، یہاں صرف یہ بتلانا ہے کہ مذہب راجح یہی ہے کہ معراج و اِسراء کا واقعہ حالتِ بیداری میں بہ جسدہ الشریف واقع ہوا۔ ہاں اگر اس سے پہلے یا بعد خواب میں بھی اِس طرح کے واقعات دکھلائے گئے ہوں تو انکار کرنے کی ضرورت نہیں۔ کہا جاتا ہے کہ ایک شب میں اتنی لمبی مسافت زمین و آسمان کی کیسے طے کی ہوگی یا کرۂ نار و زمہریر میں سے کیسے گذرے ہونگے۔ یا اہلِ یورپ کے خیال کے موافق جب آسمانوں کا وجود ہی نہیں تو ایک آسمان سے دوسرے اور دوسرے سے تیسرے پر اِس شان سے تشریف لے جانا جو روایات میں مذکور ہے کیسے قابلِ تسلیم ہوگا۔ لیکن آج تک کوئی دلیل اِسکی پیش نہیں کی گئی کہ آسمان واقع میں کوئی شے موجود نہیں۔ اگر اُن لوگوں کا یہ دعویٰ بھی تسلیم کرلیا جائے کہ یہ نیلگونی چیز جو ہم کو نظر آتی ہے فی الحقیقت آسمان نہیں ہے، تب بھی اِسکا کیا ثبوت ہے کہ اِس نیلگونی رنگ کے اوپر آسمانوں کا وجود نہیں ہوسکتا۔ رہا ایک رات میں اتنا طویل سفر طے کرنا تو تمام حکماء تسلیم کرتے ہیں کہ سرعتِ حرکت کیلئے کوئی حد نہیں ہے۔ اب سے سو برس پیشتر تو کسی کو یہ بھی یقین نہیں آسکتا تھا کہ تین سو میل فی گھنٹہ چلنے والی موٹر تیار ہو جائیگی، یا دس ہزار فٹ کی بلندی تک ہم ہوائی جہاز کے ذریعہ پرواز کرسکیں گے۔ ''اسٹیم'' اور ''قوتِ کہربائیہ'' کے یہ کرشمے کس نے دیکھے تھے؟ کرۂ نار تو آج کل ایک لفظِ بے معنی ہے۔ ہاں! اوپر جاکر ہوا کی سخت برودت وغیرہ کا مقابلہ کرنے والے آلات طیاروں میں لگا دیئے گئے ہیں جو اڑنے والوں کی زمہریر سے حفاظت کرتے ہیں۔ یہ تو مخلوق کی بنائی ہوئی مشینوں کا حال تھا، خالق کی بلاواسطہ پیدا کی ہوئی مشینوں کو دیکھتے ہیں تو عقل دنگ ہو جاتی ہے۔ زمین یا سورج چوبیس گھنٹہ میں کتنی مسافت طے کرتے ہیں۔ روشنی کی شعاع ایک منٹ میں کہاں سے کہاں پہنچتی ہے۔ بادل کی بجلی مشرق میں چمکتی اور مغرب میں گرتی ہے۔ اور اِس سرعتِ سیر و سفر میں پہاڑ بھی سامنے آجائے تو پرکاہ [تنکے کے برابر] کی برابر حقیقت نہیں سمجھتی۔ جس خدا نے یہ چیزیں پیدا کیں کیا وہ قادرِ مطلق اپنے حبیب ﷺ کے براق میں ایسی برق رفتاری کی کلیں اور حفاظت و آسائش کے سامان نہ رکھ سکتا تھا جن سے حضور بڑی راحت و تکریم کے ساتھ چشم زدن میں ایک مقام سے دوسرے مقام کو منتقل ہوسکیں؟ شاید اِسی لیے واقعۂ ''اِسراء'' کا بیان لفظ ﴿سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ﴾ سے شروع فرمایا، تا جو لوگ کوتاہ نظری سے اور تنگ خیالی سے حق تعالیٰ کی لامحدود قدرت کو اپنے وہم و تخمین کی چہار دیواری میں محصور کرنا چاہتے ہیں، کچھ اپنی گستاخیوں اور عقلی ترکتازیوں [لوٹ مار] پر شرمائیں۔

نہ ہر جائے مرکب تواں تاختن   کہ جاہا سپر باید انداختن

فَائِدَۃ: [۳] عظیم الشان سفر میں ''خاص'' اشارہ اور امامتِ انبیاء کا منصب:...... یعنی جس ملک میں مسجد اقصیٰ (بیت المقدس) واقع ہے وہاں حق تعالیٰ نے بہت سی ظاہری و باطنی برکات رکھی ہیں۔ مادی حیثیت سے چشمے، نہریں، غلے، پھل اور میووں کی اِفراط، اور روحانی اعتبار سے دیکھا جائے تو کتنے انبیاء و رُسل کا مسکن و مدفن اور اُن کے فیوض و انوار کا سرچشمہ رہا ہے۔ شاید نبی کریم ﷺ کو وہاں لے جانے میں یہ بھی اشارہ ہوگا کہ جو کمالات انبیاء بنی اسرائیل وغیرہ پر تقسیم ہوئے تھے آپ کی ذاتِ مقدس میں وہ سب جمع کر دیئے گئے، جو نعمتیں بنی اسرائیل پر مبذول ہوئی تھیں اُن پر اب بنی اسمٰعیل کو قبضہ دلایا جانے والا ہے، ''کعبہ'' اور ''بیت المقدس'' دونوں کے انوار و برکات کی حامل ایک ہی اُمت ہونے والی ہے۔ احادیثِ معراج میں تصریح ہے کہ بیت المقدس میں تمام انبیاء علیہم السلام نے آپ کی اقتدا میں نماز پڑھی۔ گویا حضور ﷺ کو جو سیادت و امامتِ انبیاء کا منصب دیا گیا تھا اُس کا حسی نمونہ آپ کو اور مقربینِ بارگاہ کو دکھلایا گیا۔

فَائِدَۃ: [۴]...... یعنی اصلی سننے والا اور دیکھنے والا خدا ہے۔ وہ جسے اپنی قدرت کے نشان دکھلانا چاہے دکھلا دیتا ہے۔ اُس نے اپنے حبیب محمد ﷺ کی مناجات کو سنا اور احوالِ رفیعہ کو دیکھا۔ آخر معراج شریف میں ''بی یبصر'' والی آنکھ سے وہ آیاتِ عظام دکھلائیں، جو آپ کی استعدادِ کامل اور شانِ رفیع کے مناسب تھیں۔

فَائِدَة:[۵] عبرت، نصیحت اور تنبیہ یہودیوں کو:...... نبی کریم ﷺ کا فضل و شرف بیان فرما کر سلسلہ کلام حضرت موسیٰ علیہ السلام کے ذکر کی طرف منتقل کر دیا گیا۔ چونکہ ''اسراء'' کے ذیل میں ''مسجد اقصیٰ'' (بیت المقدس) تک جانا مذکور ہوا تھا، آگے ''مسجد اقصیٰ'' اور اُس کے قدیم متولیوں (بنی اسرائیل) پر جو مختلف دور گذرے، مسلمانوں کی عبرت اور خود بنی اسرائیل کی نصیحت کے لیے اُن کا بیان کیا جاتا ہے، یہ آیت اِسی کی تمہید ہے۔ واقعہ ''اِسراء'' میں اشارہ تھا کہ حجازی پیغمبر کی اُمت ہی آیندہ اس امانتِ الٰہی کی مالک بننے والی ہے جو شام کی مبارک سرزمین میں ودیعت کی گئی تھی۔ اِن آیات میں بنی اسرائیل کو متنبہ کرنا ہے کہ اگر خیریت چاہتے ہیں تو اب پیغمبر عربی ﷺ کی پیروی کریں، حق تعالیٰ اُن کے حال پر مہربانی فرمائے گا۔ ورنہ پہلے کی طرح پھر شرارتوں پر سزا ملے گی اور مسجد اقصیٰ کی تولیت سے محروم کر دیے جائیں گے۔

فَائِدَة:[۶]...... یعنی تورات میں یہ ہدایت کی گئی تھی کہ خالص توحید پر قائم رہیں اور خدا کے سوا کسی کو کارساز نہ سمجھیں ہمیشہ اُسی پر بھروسہ اور توکل کریں۔

فَائِدَة:[۷] تذکرہ ''نوح علیہ السلام'' اور شکر گزاری کی ترغیب:...... یعنی تم اُن کی اولاد ہو جو نوح کے ساتھ کشتی پر سوار ہو کر عذابِ الٰہی سے بچے تھے۔ جو احسان تمہارے بڑوں پر کیا گیا اُسے فراموش مت کرو۔ دیکھو! نوح علیہ السلام جن کی اولاد میں تم ہو کیسے احسان شناس اور شکر گذار بندے تھے، تم کو بھی ان ہی کی راہ پر چلنا چاہیے۔

فَائِدَة:[۸] بنی اسرائیل کی سرکشی اور دردناک سزا:...... تورات میں یا کسی دوسری آسمانی کتاب میں یہ پیشین گوئی کی گئی تھی کہ یہ قوم (بنی اسرائیل) دو مرتبہ ملک میں سخت خرابی پھیلائے گی اور ظلم و تکبر کا شیوہ اختیار کر کے سخت تمرّد و سرکشی کا مظاہرہ کرے گی۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا اور ہر مرتبہ خدا تعالیٰ کی طرف سے دردناک سزا کا مزہ چکھنا پڑا جس کا ذکر آگے آتا ہے۔

فَائِدَة:[۹]...... یعنی جن کو ہم نے سزا دینے کے لیے تم پر مسلط کیا تھا۔

فَائِدَة:[۱۰]...... یعنی بستی میں مکانوں کے اندر گھس کر خوب کشت و خون اور لوٹ کھسوٹ کی۔ اِس طرح خدا نے سزا دہی کا جو وعدہ کیا تھا پورا ہو کر رہا۔

ثُمَّ رَدَدْنَا لَكُمُ الْكَرَّةَ عَلَيْهِمْ وَأَمْدَدْنٰكُمْ بِأَمْوَالٍ وَّبَنِيْنَ وَجَعَلْنٰكُمْ أَكْثَرَ نَفِيْرًا ۝۶ إِنْ

پھر ہم نے پھیر دی تمہاری باری ان پر ف۱۱ اور قوت دی تم کو مال سے اور بیٹوں سے اور اس سے زیادہ کر دیا تمہارا لشکر،

أَحْسَنْتُمْ أَحْسَنْتُمْ لِأَنْفُسِكُمْ ۚ وَإِنْ أَسَأْتُمْ فَلَهَا ۚ فَإِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ لِيَسُوْٓءُا

اگر بھلائی کی تم نے تو بھلا کیا اپنا اور اگر برائی کی تو اپنے لیے ف۱۲ پھر جب پہنچا وعدہ دوسرا بھیجے اور بندے کہ اداس

وُجُوْهَكُمْ وَلِيَدْخُلُوا الْمَسْجِدَ كَمَا دَخَلُوْهُ أَوَّلَ مَرَّةٍ وَّلِيُتَبِّرُوْا مَا عَلَوْا تَتْبِيْرًا ۝۷ عَسٰى

کر دیں تمہارے منہ اور گھس جائیں مسجد میں جیسے گھس گئے تھے پہلی بار اور خراب کر دیں جس جگہ غالب ہوں پوری خرابی ف۱۳ بعید نہیں

رَبُّكُمْ أَنْ يَّرْحَمَكُمْ ۚ وَإِنْ عُدْتُّمْ عُدْنَا ۘ وَجَعَلْنَا جَهَنَّمَ لِلْكٰفِرِيْنَ حَصِيْرًا ۝۸ إِنَّ هٰذَا

تمہارے رب سے کہ رحم کرے تم پر اور اگر پھر وہی کرو گے تو ہم پھر وہی کریں گے اور کیا ہے ہم نے دوزخ کو کافروں کا قید خانہ ف۱۴ یہ قرآن

وقف لازم

الْقُرْاٰنَ یَهْدِیْ لِلَّتِیْ هِیَ اَقْوَمُ وَیُبَشِّرُ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ

بتلاتا ہے وہ راہ جو سب سے سیدھی ہے اور خوشخبری سناتا ہے ایمان والوں کو جو عمل کرتے ہیں اچھے کہ ان کے

اَجْرًا كَبِیْرًا ۹ وَّاَنَّ الَّذِیْنَ لَا یُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابًا اَلِیْمًا ۱۰ وَیَدْعُ

لیے ہے ثواب بڑا ۱۵ اور یہ کہ جو نہیں مانتے آخرت کو ان کے لیے تیار کیا ہے ہم نے عذاب دردناک اور مانگتا ہے

الْاِنْسَانُ بِالشَّرِّ دُعَآءَهٗ بِالْخَیْرِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ عَجُوْلًا ۱۱

آدمی برائی جیسے مانگتا ہے بھلائی اور ہے انسان جلد باز ۱۶

فَائِدَة: [۱۱] بنی اسرائیل کا غلبہ:...... یعنی جب تم ہماری طرف رجوع ہوئے اور توبہ و انابت کا طریقہ اختیار کیا ہم نے پھر ایک مرتبہ تم کو دشمنوں پر غالب کیا۔

فَائِدَة: [۱۲] ...... یعنی بھلائی برائی کا جو کچھ نفع نقصان پہنچنا تھا تم ہی کو پہنچنا تھا، سو پہنچا۔

فَائِدَة: [۱۳] بنی اسرائیل کی قوت کا خاتمہ:...... یعنی مار مار کر تمہارے منہ بگاڑ دیئے اور ''مسجد اقصیٰ'' (بیت المقدس) میں گھس کر پہلے کی طرح اودھم مچائی، ہیکل وغیرہ کو تباہ کر دیا۔ اس طرح ''بنی اسرائیل'' کی قوت کا ہمیشہ کے لیے خاتمہ ہو گیا۔

فَائِدَة: [۱۴] بنی اسرائیل کی شرارت سزا اور آئندہ کیلئے تنبیہ:...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''تورات میں کہہ دیا تھا کہ بنی اسرائیل دو بار شرارت کریں گے۔ اُس کی جزا میں دشمن اِن کے ملک پر غالب ہوں گے۔ اسی طرح ہوا ہے، ایک بار جالوت غالب ہوا، پھر حق تعالیٰ نے اُس کو حضرت داؤد علیہ السلام کے ہاتھ سے ہلاک کیا، پیچھے بنی اسرائیل کو اور قوت زیادہ دی۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی سلطنت میں، دوسری بار فارسی لوگوں میں بخت نصر غالب ہوا۔ تب سے اِن کی سلطنت نے قوت نہ پکڑی۔ اب فرمایا کہ اللہ مہربانی پر آیا ہے اگر اس نبی کے تابع ہو تو وہی سلطنت اور غلبہ پھر کر دے اور اگر پھر وہی شرارت کرو گے تو ہم وہی کریں گے۔ یعنی مسلمانوں کو اِن پر غالب کیا اور آخرت میں دوزخ تیار ہے۔'' بعض علماء نے پہلے وعدہ سے بخت نصر کا حملہ جو ولادتِ مسیح سے ۵۸۷ سال پہلے اور دوسرے وعدہ سے ''طیطوس رومی'' کا حملہ جو رفع مسیح سے ستر سال بعد ہوا مراد لیا ہے، کیونکہ اِن دونوں حملوں میں یہود پر پوری تباہی آئی اور ''مقدس ہیکل'' کو برباد کیا گیا۔ واللہ اعلم!

فَائِدَة: [۱۵] قرآن کا راستہ ہی سب سے اچھا اور سیدھا ہے:...... یعنی یوں تو ''تورات'' بھی بنی اسرائیل کو راہ بتانے والی تھی جیسا کہ پہلے فرمایا ﴿هُدًی لِّبَنِیْٓ اِسْرَآءِیْلَ﴾ لیکن یہ قرآن ساری دنیا کو سب سے زیادہ اچھی، سیدھی اور مضبوط راہ بتلاتا ہے۔ تمام ''قویم راہیں'' اس ''اقوم'' کے تحت میں مندرج ہو گئی ہیں۔ لہٰذا اگر کامیابی اور نجات چاہتے ہو تو خاتم الانبیاء کی پیروی میں اسی سیدھی سڑک پر چلو۔ جو لوگ قلب و جوارح یعنی ایمان و عمل صالح سے اس صاف و کشادہ راہ پر چلیں گے قرآن اُن کو دنیا میں حیاتِ طیبہ کی اور آخرت میں جنت کی عظیم الشان بشارت سناتا ہے۔ باقی جنہیں انجام کا کچھ خیال نہیں۔ اندھا دُھند دنیا کی لذات و شہوات میں غرق ہیں، آخرت کی اصلاً فکر نہیں رکھتے، ان کا انجام اگلے جملہ میں بیان کیا گیا ہے۔

فَائِدَة: [۱۶] انسان کی جلد بازی و بیوقوفی:...... یعنی قرآن تو لوگوں کو سب سے بڑی بھلائی کی طرف بلاتا، اجرِ کبیر کی بشارتیں سناتا اور بدی کے مہلک نتائج سے آگاہ کرتا ہے۔ لیکن حضرتِ انسان کا حال یہ ہے کہ وہ سب کچھ سننے کے بعد بھی اپنے لیے برائی کو اُسی اشتیاق والحاح سے طلب کرتا ہے جس طرح کوئی بھلائی مانگتا ہو، یا جیسے بھلائی طلب کرنا چاہیے وہ انجام کی طرف سے آنکھیں بند کر کے بڑی تیزی

کے ساتھ گناہوں اور برائیوں کی طرف لپکتا ہے بلکہ بعض بدبخت تو صاف لفظوں میں زبان سے کہہ اٹھتے ہیں ﴿اللّٰهُمَّ اِنْ كَانَ هٰذَا هُوَ الْحَقَّ مِنْ عِنْدِكَ فَاَمْطِرْ عَلَيْنَا حِجَارَةً مِّنَ السَّمَآءِ اَوِ ائْتِنَا بِعَذَابٍ اَلِيْمٍ﴾ [انفال: ٣٢] (خداوندا! اگر پیغمبر اپنے دعوے میں سچے ہیں تو ہم پر آسمان سے پتھر برسا دیجیے یا اور کوئی سخت عذاب نازل کیجیے) بعض بیوقوف غصہ سے جھنجھلا کر اپنے حق میں یا اپنی اولاد وغیرہ کے حق میں بے سوچے سمجھے بددعا کر بیٹھتے ہیں، بعض دنیا کے نفع عاجل کو معبود بنا کر ہر ایک حلال و حرام طریقہ سے اسکی طرف دوڑتے ہیں۔ اور نہیں سمجھتے کہ اس لہلہاتے پودے کے نیچے سانپ بچھو بھی چھپے ہوئے ہیں جو انجام کار ہلاکت کے گڑھے میں پہنچا کر رہیں گے۔ حقیقت یہ ہے کہ آدمی اپنی جلد بازی سے کسی چیز کی ظاہری ٹیپ ٹاپ کو دیکھ لیتا ہے، بدی کے دوررس نتائج پر غور نہیں کرتا۔ بس جو بات کسی وقت سانح ہوئی فوراً کہہ ڈالی یا ایک دم کر گزرا۔ جدھر قدم اٹھ گیا بے سوچے سمجھے اُدھر ہی بڑھتا چلا گیا۔ اگر جلد بازی چھوڑ کر متانت، تدبر اور انجام بینی سے کام لے تو کبھی ایسی غلطیاں نہ کرے۔

وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا

اور ہم نے بنائے رات اور دن دو نمونے ف ١٧ پھر مٹا دیا رات کا نمونہ ف ١٨ اور بنا دیا دن کا نمونہ دیکھنے کو

فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ؕ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ﴿١٢﴾

تاکہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا ف ١٩ اور تاکہ معلوم کرو گنتی برسوں کی اور حساب ف ٢٠ اور سب چیز سنائی ہم نے کھول کر ف ٢١

وَكُلَّ اِنْسَانٍ اَلْزَمْنٰهُ طٰٓئِرَهٗ فِيْ عُنُقِهٖ ؕ وَنُخْرِجُ لَهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ كِتٰبًا يَّلْقٰىهُ مَنْشُوْرًا ﴿١٣﴾

اور جو آدمی ہے لگا دی ہے ہم نے اسکی بری قسمت اسکی گردن سے اور نکال دکھائیں گے اسکو قیامت کے دن ایک کتاب کہ دیکھے گا اسکو کھلی ہوئی ف ٢٢

اِقْرَاْ كِتٰبَكَ ؕ كَفٰى بِنَفْسِكَ الْيَوْمَ عَلَيْكَ حَسِيْبًا ﴿١٤﴾ مَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ

پڑھ لے کتاب اپنی، تو ہی بس ہے آج کے دن اپنا حساب لینے والا ف ٢٣ جو کوئی راہ پر آیا تو آیا اپنے ہی بھلے کو،

وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ؕ وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰى ؕ وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى

اور جو کوئی بہکا رہا تو بہکا رہا اپنے ہی برے کو اور کسی پر نہیں پڑتا بوجھ دوسرے کا ف ٢٤ اور ہم نہیں ڈالتے بلا جب تک

نَبْعَثَ رَسُوْلًا ﴿١٥﴾ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا

نہ بھیجیں کوئی رسول ف ٢٥ اور جب ہم نے چاہا کہ غارت کریں کسی بستی کو حکم بھیج دیا اسکے عیش کرنے والوں کو پھر انہوں نے نافرمانی کی اس میں تب ثابت ہو گئی ان

الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ﴿١٦﴾

پر بات پھر اکھاڑ مارا ہم نے انکو اٹھا کر ف ٢٦

فائدہ: [١٧] رات اور دن میں خداوند قدوس کی قدرتِ کاملہ کے نمونے:...... رات کا اندھیرا، دن کا اجالا، دونوں میں سے کبھی اس کا کبھی اُس کا چھوٹا بڑا ہونا، پھر رات میں چاند کی آہستہ آہستہ گھٹنے بڑھنے والی، ٹھنڈی اور دھیمی چاندنی، دن میں آفتاب عالمتاب کی تیز

اور گرم روشنی، یہ سب خداوند قدوس کی قدرتِ کاملہ کے نمونے ہیں جن میں سے ہر ایک کا مستقل نظام علیحدہ ہے جس کے ساتھ سیکڑوں فوائد اور مصالح وابستہ ہیں، اور سب کا مجموعی نظام الگ ہے جو شروع سے اب تک نہایت مضبوط ومحکم قوانین کے ماتحت چل رہا ہے۔

فَائِدَة:[۱۸]......رات کا نمونہ تاریک اور مٹا ہوا ہے، چاند کی روشنی سورج کے اعتبار سے دھیمی اور دھندلی ہوتی ہے بلکہ خود جرم قمر بھی دیکھنے والے کو داغ دار نظر آتا ہے۔

فَائِدَة:[۱۹]......یعنی دن کے وقت سورج کی روشنی میں ہر چیز صاف دکھائی دیتی ہے لوگ تازہ دم ہو کر روزی کی تلاش میں نکلتے اور مختلف قسم کے کاروبار میں مشغول ہوجاتے ہیں۔ الغرض! شب میں جن چیزوں پر تاریکی کی چادر پڑی ہوئی تھی۔ سورج کی شعاعیں سب کو بے حجاب کردیتی ہیں اور جو لوگ خواب گراں سے مدہوش تھے آنکھیں کھول کر اِدھر اُدھر گشت لگانے لگتے ہیں۔

فَائِدَة:[۲۰]......یعنی لیل ونہار کی آمد وشد اور شمس وقمر کے طلوع وغروب سے مہینوں اور سالوں کی گنتی اور بہت طرح کے چھوٹے بڑے حساب متعلق ہیں۔

فَائِدَة:[۲۱]......تم سمجھ لو کہ گھبرانے اور جلدی مچانے سے کچھ فائدہ نہیں۔ خدا کے یہاں ہر چیز کا خیر ہو یا شر ایک وقت اور انداز مقرر ہے جیسے رات اور دن، کسی کی جلد بازی اور شتاب کاری سے رات کم نہیں ہوجاتی یا دن بڑھ نہیں جاتا۔ اپنے وقت پر آپ صبح وشام ہوتی ہے، شر کے بعد خیر اور خیر کے بعد شر کا آنا بھی ایسا ہی سمجھو جیسے رات کے پیچھے دن اور دن کے پیچھے رات برابر لگی چلی آتی ہے۔ دنیا کے تمام خیر وشر کا سلسلہ ایک معین ضابطہ اور نظام کے ماتحت ہے جس کا توڑ ڈالنا کسی کے امکان میں نہیں۔ اِس دنیا کی مکدّر ومنغص زندگی کو شبِ تاریک کے مشابہ سمجھو جس کے اندھیرے میں آدمی کو خیر وشر کے نتائج بالکل صاف دکھائی نہیں دیتے۔ بیشک حق تعالیٰ نے انبیاء ومرسلین کو بھیجا کہ رات کی اندھیری میں مخلوق کو صحیح راستہ بتلائیں اور اُن کی آنکھوں کے سامنے اپنے اپنے درجہ کے موافق اُجالا کریں جس سے لوگوں کو خیر وشر کی حقیقت اور اُس کے نتائج کا انکشاف ہوجائے۔ لیکن ایسا صریح اور بدیہی انکشاف جس میں کسی فردِ بشر کو انکار یا شبہ کی مجال ہی باقی نہ رہے، اُس وقت ہوگا جب ہماری دنیوی زندگی کی رات ختم ہو کر فردائے محشر کا دن نکل آئے گا۔ انسان کے وہی اعمال جو دنیا کی دھندلی زندگی میں ہر وقت اس کے گلے کا ہار بنے ہوئے تھے، پر غفلت وجہالت وغیرہ کی تاریکی میں صاف نظر نہ آتے تھے قیامت کی صبح ہوتے ہی ایک کھلی کتاب کی شکل میں سامنے آجائیں گے جسے روزِ روشن کے اجالے میں ہر شخص بے تکلف پڑھ سکے گا ﴿فَكَشَفْنَا عَنْكَ غِطَآءَكَ فَبَصَرُكَ الْيَوْمَ حَدِيدٌ﴾ [ق: ۲۲] اُس وقت اپنے تمام چھوٹے بڑے اعمال کو اصلی رنگ میں دیکھ کر بول اٹھے گا ﴿مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ اَحْصٰىهَا﴾۔ [کہف: ۴۹]

فَائِدَة:[۲۲] اعمال اور نامۂ اعمال:......یعنی شومئ قسمت اور زشتئ اعمال اُس کے گلے کا ہار ہے۔ بری قسمت کے ساتھ برے عمل ہیں کہ چھوٹ نہیں سکتے۔ وہ ہی نظر آئیں گے قیامت میں۔

فَائِدَة:[۲۳]......یعنی نامۂ اعمال اُس کے ہاتھ میں دیدیا جائے گا کہ خود پڑھ کر فیصلہ کرلے، جو کام عمر بھر میں کیے تھے کوئی رہا تو نہیں یا زیادہ تو نہیں لکھا گیا۔ ہر آدمی اُس وقت یقین کرے گا کہ ذرّہ ذرّہ عمل بلا کم وکاست اِس میں موجود ہے۔ دنیا میں جو کتاب بھیجی (قرآن کریم) اور چاند سورج وغیرہ سے جو حساب متعلق ہے پہلے اُس کا ذکر تھا۔ اِن آیتوں میں قیامت کے حساب وکتاب کا ذکر فرمایا جو اِسی پہلے حساب وکتاب پر بطورِ نتیجہ مرتب ہوتا ہے۔

فَائِدَة:[۲۴]......یعنی سیدھی راہ خدا نے سب کو بتلادی اب جو کوئی اِس پر چلے یا نہ چلے، اپنا بھلا برا خود سوچ لے کیونکہ اپنے طریقِ عمل کا نفع یا نقصان اسی کو پہنچے گا، ایک کے گناہوں کی گٹھڑی دوسرے کے سر پر نہیں رکھی جائے گی۔

فَائِدَة: [۲۵] سلسلۂ وحی و رسالت کی غرض:...... یعنی بلاشبہ برے عمل آفت لاتے ہیں، پر حق تعالیٰ بغیر بجھائے نہیں پکڑتا اسی واسطے رسول بھیجتا ہے کہ لوگوں کو بے خبر اور غافل نہ رہنے دیں، نیک و بد سے پوری طرح آگاہ کر دیں۔ جن باتوں کو آدمی محض عقل و فطرت کی رہنمائی سے سمجھ سکتا ہے (مثلاً وجود باری یا توحید) ان کی مزید تشریح و توثیق پیغمبروں کی زبانی کر دی جائے اور جن چیزوں کے ادراک میں محض عقل کافی نہ ہو انہیں وحی والہام کی روشنی میں پیش کیا جائے، اسی لیے ابتداء آفرینش سے حق تعالیٰ نے وحی و رسالت کا سلسلہ جاری رکھا تا آنکہ انبیاء علیہم السلام کے انوار و فیوض نے دنیا میں ایسی فضا پیدا کر دی کہ کوئی معذب قوم دنیا یا آخرت میں جہل و بے خبری کا عذر پیش کر کے عذاب الٰہی سے رستگاری حاصل نہیں کر سکتی۔

تنبیہ:...... مفسرین نے یہاں "اصحاب فترت" اور اطفال صغار کی تعذیب پر بحث شروع کر دی ہے، ہم تطویل کے خوف سے درج نہیں کر سکتے۔

فَائِدَة: [۲۶] ہلاکتِ اقوام کا فلسفہ:...... یعنی جب بداعمالیوں کی بدولت کسی بستی کو تباہ کرنا ہوتا ہے تو یوں ہی دفعۃً پکڑ کر ہلاک نہیں کر دیتے، بلکہ اتمام حجت کے بعد سزا دی جاتی ہے۔ اوّل پیغمبر یا اُس کے نائبین کی زبانی خدائی احکام ان کو پہنچائے جاتے ہیں۔ خصوصاً وہاں کے اُمراء اور بارسوخ لوگوں کو جن کے ماننے نہ ماننے کا اثر جمہور پر پڑتا ہے آگاہ کیا جاتا ہے۔ جب یہ بڑی ناک والے سمجھ بوجھ کر خدائی پیغام کو رد کر دیتے اور کھلے بندوں نافرمانیاں کر کے تمام بستی کی فضا کو مسموم و مکدر بنا دیتے ہیں، اس وقت وہ بستی اپنے کو علانیہ مجرم ثابت کر کے عذاب الٰہی کی مستحق ہو جاتی ہے (نعوذ باللّٰہ من شرور انفسنا)۔

تنبیہ:...... "وقال بعض السلف ان الامر فی قولہ تعالیٰ: ﴿اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا﴾ امر تکوینی قدري بالفسق وقولہ تعالیٰ: ﴿اِنَّ اللّٰهَ لَا يَأْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ﴾ [اعراف: ۲۸] معناہ نفي الامر التشريعي فلا منافاۃ، فافہم۔

وَكَمْ اَهْلَكْنَا مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْۢ بَعْدِ نُوْحٍ ۭ وَكَفٰى بِرَبِّكَ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًۢا بَصِيْرًا ⑰

اور بہت غارت کر دیے ہم نے قرن نوح کے پیچھے ف ۲۷ اور کافی ہے تیرا رب اپنے بندوں کے گناہ جاننے والا دیکھنے والا ف ۲۸

مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَاۗءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ

جو کوئی چاہتا ہو پہلا گھر جلد دے دیں ہم اس کو اسی میں جتنا چاہیں جس کو چاہیں پھر ٹھہرایا ہے ہم نے اس کے واسطے دوزخ داخل

يَصْلٰىهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ⑱ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰۗىِٕكَ

ہوگا اس میں اپنی برائی سن کر دھکیلا جا کر ف ۲۹ اور جس نے چاہا پچھلا گھر اور دوڑ کی اس کے واسطے جو اس کی دوڑ ہے اور وہ یقین پر ہے

كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ⑲ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَاۗءِ وَهٰٓؤُلَاۗءِ مِنْ عَطَاۗءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَاۗءُ رَبِّكَ

سو ایسوں کی دوڑ ٹھکانے لگی ہے ف ۳۰ ہر ایک کو ہم پہنچائے جاتے ہیں ان کو تیرے رب کی بخشش میں سے اور تیرے رب کی بخشش کسی نے

مَحْظُوْرًا ⑳ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰي بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ

نہیں روک لی ف ۳۱ دیکھ کیسا بڑھا دیا ہم نے ایک کو ایک سے اور پچھلے گھر میں تو اور بڑے درجے ہیں اور بڑی

تَفۡضِيۡلًا ﴿۲۱﴾ لَا تَجۡعَلۡ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقۡعُدَ مَذۡمُوۡمًا مَّخۡذُوۡلًا ﴿۲۲﴾ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا ع۲

فضیلت میں ۳۲ مت ٹھہرا اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم پھر بیٹھ رہے گا تو الزام کھا کر بے کس ہو کر ۳۳ اور حکم کر چکا تیرا رب کہ

تَعۡبُدُوۡۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ وَبِالۡوَالِدَيۡنِ اِحۡسَانًا ؕ اِمَّا يَبۡلُغَنَّ عِنۡدَكَ الۡكِبَرَ اَحَدُهُمَاۤ اَوۡ كِلٰهُمَا فَلَا

نہ پوجو اس کے سوائے اور ماں باپ کے ساتھ بھلائی کرو ۳۴ اگر پہنچ جائے تیرے سامنے بڑھاپے کو ایک ان میں یا دونوں تو نہ کہہ

تَقُلۡ لَّهُمَاۤ اُفٍّ وَّلَا تَنۡهَرۡهُمَا وَقُلۡ لَّهُمَا قَوۡلًا كَرِيۡمًا ﴿۲۳﴾

ان کو ہوں اور نہ جھڑک ان کو اور کہہ ان سے بات ادب کی ۳۵

فائدہ:[۲۷] قوموں کی ہلاکت کا سلسلہ کب سے شروع ہوا؟......آدم و نوح کے درمیانی زمانہ میں سب آدمی اسلام پر رہے، پھر شرک و بت پرستی شروع ہوئی۔ نوح علیہ السلام ان کی اصلاح کے لیے بھیجے گئے، سینکڑوں برس سمجھایا، نہ مانے، آخر سب ہلاک کیے گئے۔ اس کے بعد بہت سی قومیں (عاد و ثمود وغیرہ) تباہ ہوئیں۔ حاصل یہ کہ قوموں کے ہلاک کیے جانے کا سلسلہ بعثتِ نوح کے بعد سے شروع ہوا۔

فائدہ:[۲۸]......یعنی کسی کو بے قصور نہیں پکڑتا، نہ غیر مناسب سزا دیتا ہے بلکہ ہر ایک کے گناہوں کو دیکھ کر اور اُس کے اَوضاع و اطوار کو پوری طرح جان کر موزوں و مناسب برتاؤ کرتا ہے۔

فائدہ:[۲۹] تاخیر عذاب میں حکمت و مصلحت:......یعنی ضروری نہیں کہ ہر عاشقِ دنیا کو فوراً ہلاک کر دیا جائے نہیں ہم اُن لوگوں میں سے جو صرف متاعِ دنیا کے لیے سرگرداں ہیں جس کو چاہیں اور جس قدر چاہیں اپنی حکمت و مصلحت کے موافق دنیا کا سامان دے دیتے ہیں تا اُن کی جدوجہد اور فانی نیکیوں کا فانی پھل مل جائے اور اگر آخری سعادت مقدر نہیں تو شقاوت کا پیمانہ پوری طرح لبریز ہو کر نہایت ذلت و رسوائی کے ساتھ دوزخ کے اَبدی جیل خانہ میں دھکیل دیے جائیں۔

فائدہ:[۳۰] ایمان و یقین کے بعد اعمال ضائع نہیں ہوتے:......یعنی جس کے دل میں ایمان و یقین موجود ہو اور نیک نیتی سے خدا کی خوشنودی اور ثوابِ اخروی کی خاطر پیغمبر کے بتلائے ہوئے راستہ پر عملی دوڑ دھوپ کرے۔ اُس کی کوشش ہرگز ضائع ہونے والی نہیں یقیناً بارگاہِ احدیت میں حسنِ قبول سے سرفراز ہو کر رہے گی۔

فائدہ:[۳۱] ہر کسی کو دنیوی امداد سے حسب مصلحت حصہ پہنچتا ہے:......یعنی حق تعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت کے موافق بعض طالبینِ دنیا کو دنیا اور تمام طالبینِ آخرت کو آخرت عطا فرماتا ہے، اس کی عطا میں کوئی مانع و مزاحم نہیں ہو سکتا۔ یا یہ مطلب ہے کہ طالب دنیا ہو یا طالب آخرت دنیوی امداد سے دونوں کو حسب مصلحت حصہ پہنچتا ہے، محض کفر و عصیان کی وجہ سے دنیوی بخشش کے دروازے بند نہیں کر دیے جاتے۔

فائدہ:[۳۲] دنیا و آخرت میں فرق مراتب:......یعنی دنیوی زندگی میں مال، دولت، عزت، حکومت، اولاد وغیرہ کے اعتبار سے ایک کو دوسرے پر کسی قدر فضیلت ہے۔ اسی پر قیاس کر لو کہ آخرت میں تفاوتِ اعمال و احوال کے لحاظ سے کس قدر فرق مراتب ہوگا۔ چنانچہ نصوص سے ثابت ہے کہ درجاتِ جنت اور درکاتِ جہنم بے حد متفاوت ہیں۔ حدیث میں آیا ہے کہ جنت کے دو درجوں کے درمیان زمین و آسمان کا تفاوت ہوگا۔ نیچے والے اوپر والوں کو اس طرح دیکھیں گے جیسے ہم زمین پر کھڑے ہو کر اُفق میں کوئی ستارہ دیکھتے ہیں۔ پہلے بتایا جا چکا کہ جنت کے یہ درجات اُنہی کو مل سکتے ہیں جو آخرت کے لیے اُس کے لائق دوڑ دھوپ کریں۔ اگلی آیتوں میں دور تک آخرت کی سعی کا طریقہ بتلایا گیا ہے جس پر چلنے سے انسان کو یہ بلند مقامات حاصل ہوتے ہیں۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما کا قول ہے کہ حق تعالیٰ

نے ''تورات'' کی ساری (اخلاقی) تعلیم سورۂ ''بنی اسرائیل'' کی پندرہ آیتوں میں درج کر دی ہے۔ وہ پندرہ آیتیں اگلے رکوع سے شروع ہوتی ہیں۔

فَائِدَۃ: [۳۳] **شرک ظاہر البطلان چیز ہے:**...... یعنی شرک ایسی ظاہر البطلان چیز ہے جس کے اختیار کرنے پر اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے، بلکہ دنیا کے ہر عقلمند کے نزدیک تم مذموم و ملزم ٹھہرو گے۔ چنانچہ آج ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں کہ جن مذاہب میں شرک صریح کی تعلیم تھی وہ بھی دانشمندوں کی سوسائٹی میں جگہ حاصل کرنے کے لیے اپنی ترمیم و اصلاح کر کے آہستہ آہستہ توحید کی طرف قدم اٹھا رہے ہیں۔ ہر ایک عاقل یہ محسوس کرنے لگا ہے کہ اشرف المخلوقات انسان کے لیے یہ چیز سخت ذلت و رسوائی کا موجب ہے کہ اپنے سے کمتر یا کسی عاجز مخلوق کے سامنے سر بسجود ہو جائے۔ خصوصاً اُن چیزوں کے سامنے دستِ سوال دراز کرے جو خود اُسی کی تراشی ہوئی ہیں۔ جو آدمی خدا کو چھوڑ کر غیر اللہ کے سامنے جھکتا ہے، خدائے بے نیاز حقیقی نصرت و برکت کا دروازہ اس پر بند کر کے کمزوری اور بے کسی کی حالت میں چھوڑ دیتا ہے۔ چنانچہ سخت کٹھن وقت میں جب کہ اُسے اعانت و امداد کی بڑی ضرورت ہوگی، کوئی یار و مددگار نہ ملے گا۔ ﴿ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ۝﴾ [حج: ۷۳]

فَائِدَۃ: [۳۴] **والدین کے ساتھ بھلائی اور اس کی وجہ:**...... خدا تو حقیقتاً بچہ کو وجود عطا فرماتا ہے، والدین اس کی ایجاد کا ظاہری ذریعہ ہیں۔ اس لیے کئی آیتوں میں خدا تعالیٰ کے حقوق کے ساتھ والدین کے حقوق ذکر کیے گئے۔ حدیث میں آیا ہے کہ ''وہ شخص خاک میں مل گیا جس نے اپنے والدین کو پایا اور اُن کی خدمت کر کے جنت حاصل نہ کی۔'' ایک حدیث میں فرمایا کہ ''جنت ماں کے قدموں کے نیچے ہے۔'' والدین کے ساتھ بھلائی کرنا یہ ہے کہ زندگی میں اُن کی جان و مال سے خدمت اور دل سے تعظیم و محبت کرے۔ مرنے کے بعد اُن کا جنازہ پڑھے، اُن کے لیے دعا و استغفار کرے۔ ان کے عہد تا مقدور پورے کرے، اُن کے دوستوں کے ساتھ تعظیم و حسنِ سلوک سے اور اُن کے اقارب کے ساتھ صلۂ رحم سے پیش آئے۔ وغیر ذٰلک!

فَائِدَۃ: [۳۵] **بات چیت کا سلیقہ:**...... بڑھاپے میں خدمت کی احتیاج زیادہ ہوتی ہے، جس سے بعض اوقات اہل و عیال بھی اُکتانے لگتے ہیں زیادہ پیرانہ سالی میں ہوش و حواس بھی ٹھکانے نہیں رہتے۔ بڑی سعادت مند اولاد کا کام ہے کہ اس وقت بڈھے والدین کی خدمت گذاری و فرمانبرداری سے جی نہ ہارے۔ قرآن نے تنبیہ کی کہ جھڑکنا اور ڈانٹنا تو کجا اُن کے مقابلہ میں زبان سے ''ہوں'' بھی مت کرو، بلکہ بات کرتے وقت پورے ادب و تعظیم کو ملحوظ رکھو۔ ابن مسیب نے فرمایا ایسی طرح بات کرو جیسے ایک خطادار غلام سخت مزاج آقا سے کرتا ہے۔

وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِي صَغِيْرًا ﴿۲۴﴾ رَبُّكُمْ

اور جھکا دے ان کے آگے کندھے عاجزی کر نیازمندی سے اور کہہ اے رب ان پر رحم کر جیسا پالا انہوں نے مجھ کو چھوٹا سا ۳۶ تمہارا رب خوب

اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۚ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ﴿۲۵﴾ وَاٰتِ ذَا

جانتا ہے جو تمہارے جی میں ہے، اگر تم نیک ہو گے تو وہ رجوع کرنے والوں کو بخشتا ہے ۳۷ اور دے قرابت

الْقُرْبٰى حَقَّهٗ وَالْمِسْكِيْنَ وَابْنَ السَّبِيْلِ وَلَا تُبَذِّرْ تَبْذِيْرًا ﴿۲۶﴾ اِنَّ الْمُبَذِّرِيْنَ كَانُوْٓا اِخْوَانَ

والے کو اس کا حق اور محتاج کو اور مسافر کو اور مت اڑا بے جا ۳۸ بے شک اڑانے والے بھائی ہیں

الشَّیٰطِیْنِ ؕ وَکَانَ الشَّیْطٰنُ لِرَبِّہٖ کَفُوْرًا ﴿۲۷﴾ وَاِمَّا تُعْرِضَنَّ عَنْھُمُ ابْتِغَآءَ رَحْمَۃٍ مِّنْ رَّبِّکَ

شیطانوں کے اور شیطان ہے اپنے رب کا ناشکرا ف۳۹ اور اگر کبھی تغافل کرے تو ان کی طرف سے انتظار میں اپنے رب کی مہربانی کے

تَرْجُوْھَا فَقُلْ لَّھُمْ قَوْلًا مَّیْسُوْرًا ﴿۲۸﴾ وَلَا تَجْعَلْ یَدَکَ مَغْلُوْلَۃً اِلٰی عُنُقِکَ وَلَا تَبْسُطْھَا

جس کی تجھ کو توقع ہے تو کہہ دے ان کو بات نرمی کی ف۴۰ اور نہ رکھ اپنا ہاتھ بندھا ہوا اپنی گردن کے ساتھ اور نہ کھول دے

کُلَّ الْبَسْطِ فَتَقْعُدَ مَلُوْمًا مَّحْسُوْرًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ رَبَّکَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّہٗ

اس کو بالکل کھول دینا پھر تو بیٹھ رہے الزام کھایا ہارا ہوا ف۴۱ تیرا رب کھول دیتا ہے روزی جس کے واسطے چاہے اور تنگ بھی وہی کرتا ہے ف۴۲

کَانَ بِعِبَادِہٖ خَبِیْرًا بَصِیْرًا ﴿۳۰﴾

وہی ہے اپنے بندوں کو جاننے والا دیکھنے والا ف۴۳

ع

فائدہ:[۳۶] والدین کیلئے دعا:......یعنی جب میں بالکل کمزور وناتواں تھا انہوں نے میری تربیت میں خون پسینہ ایک کر دیا، اپنے خیال کے موافق میرے لیے ہر ایک راحت وخوشی کی فکر کی، ہزار ہا آفات وحوادث سے بچانے کی کوشش کرتے رہے، بار ہا میری خاطر اپنی جان جوکھوں میں ڈالی، آج ان کی ضعیفی کا وقت آیا۔ جو کچھ میری قدرت میں ہے ان کی خدمت وتعظیم کرتا ہوں لیکن پورا حق ادا نہیں کر سکتا۔ اس لیے تجھ سے درخواست کرتا ہوں کہ اس بڑھاپے میں اور موت کے بعد ان پر نظرِ رحمت فرما۔

فائدہ:[۳۷] خدمت میں کوتاہی وفرد گزاشت پر توبہ:......یعنی والدین کی تعظیم اور اُنکے سامنے تواضع وفروتنی صمیمِ قلب سے ہونی چاہیے۔ خدا تعالیٰ جانتا ہے کہ کون کیسے دل سے ماں باپ کی خدمت کرتا ہے۔ اگر فی الواقع تم دل سے نیک اور سعادت مند ہوگے اور خدا کی طرف رجوع ہو کر اخلاص وحق شناسی کے ساتھ اُن کی خدمت کرو گے تو وہ تمہاری کوتاہیوں اور خطاؤں سے درگذر فرمائے گا۔ فرض کرو اگر کسی وقت باوجود نیک نیتی کے تنگ دلی یا تنگ مزاجی [نازک] سے کوئی فروگذاشت ہوگئی، پھر توبہ ور جوع کیا تو اللہ بخشنے والا ہے۔

تنبیہ:......والدین کی فرمانبرداری کن چیزوں میں ہے اور کن میں نہیں؟ اس کی تفصیل کتبِ فقہ وغیرہ میں دیکھنا چاہیے، روح المعانی میں بھی اس پر مفید ومبسوط کلام کیا ہے فلیراجع۔

فائدہ:[۳۸] حقوق کی خبر گیری......فضول خرچی کسے کہتے ہیں:......یعنی قرابت والوں کے مالی واخلاقی ہر قسم کے حقوق ادا کرو۔ محتاج ومسافر کی خبر گیری رکھو اور خدا کا دیا ہوا مال فضول بے موقع مت اڑاؤ۔ فضول خرچی یہ ہے کہ معاصی اور لغویات میں خرچ کیا جائے یا مباحات میں بے سوچے سمجھے اتنا خرچ کردے جو آگے چل کر تفویتِ حقوق اور ارتکابِ حرام کا سبب بنے۔

فائدہ:[۳۹] مال بڑی نعمت ہے اور فضول خرچی کی مذمت:......یعنی مال خدا کی بڑی نعمت ہے جس سے عبادت میں دل جمعی ہو، بہت سی اسلامی خدمات اور نیکیاں کمانے کا موقع ملے۔ اس کو بے جا اُڑانا ناشکری ہے جو شیطان کی تحریک واغواء سے وقوع میں آتی ہے اور آدمی ناشکری کر کے شیطان کے مشابہ ہو جاتا ہے۔ جس طرح شیطان نے خدا کی بخشی ہوئی قوتوں کو عصیان واضلال میں خرچ کیا، اس نے بھی حق تعالیٰ کی دی ہوئی نعمت کو نافرمانی میں اڑایا۔

فائدہ:[۴۰] نرم اور میٹھے طریقہ سے معذرت:......یعنی جو کوئی ہمیشہ سخاوت کرتا ہے اور ایک وقت اُس کے پاس نہیں ہے تو اللہ کے

ہاں امید والے کا محروم جانا خوش نہیں آتا اُس محتاج کی قسمت سے اللہ سخیوں کو بھیج دیتا ہے۔ سو اِس واسطے اگر ایک وقت تو نہ دے سکے تو نرم اور میٹھے طریقہ سے معذرت کر دے مثلاً یہ کہہ دیا جائے کہ جب خدا ہم کو دے گا، ان شاء اللہ ہم تمہاری خدمت کریں گے۔ سختی اور بد اخلاقی سے جواب دینے میں اندیشہ ہے کہ کہیں اگلی خیراتیں بھی برباد نہ ہو جائیں۔

فائدہ: [۴۱] **خرچ میں میانہ روی:**...... یعنی سب الزام دیں کہ کنجوس مکھی چوس ہے، یا یہ کہ اتنا کیوں دیا کہ آپ محتاج رہ گیا۔ غرض ہر معاملہ میں توسط و اعتدال مرعی رکھنا چاہیے، نہ ہاتھ اس قدر کھینچے کہ گردن سے لگ جائے اور نہ طاقت سے بڑھ کر خرچ کرنے میں ایسی کشادہ دستی دکھلائے کہ پھر بھیک مانگنی پڑے اور ہاتھ کھلے کا کھلا رہ جائے۔ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "فتعطی فوق طاقتک وتخرج اکثر من دخلک" یعنی طاقت سے بڑھ کر یا آمدنی سے زائد خرچ کرنا بھی ﴿وَلَا تَبْسُطْهَا كُلَّ الْبَسْطِ﴾ کے تحت میں داخل ہے۔ حدیث میں ہے: "مَا عَالَ مَنِ اقْتَصَدَ" (جس نے میانہ روی اختیار کی محتاج نہیں ہوا)۔

فائدہ: [۴۲] **روزی میں کمی بیشی خدا کے قبضہ میں ہے:**...... یعنی تمہارے ہاتھ روکنے سے تم غنی اور دوسرا فقیر نہیں ہو جاتا، نہ تمہاری سخاوت سے وہ غنی اور تم فقیر بن سکتے ہو۔ فقیر و غنی بنانا اور روزی کا کم و بیش کرنا محض خدا کے قبضہ میں ہے اور پریشان ہونے کی ضرورت نہیں کہ افسوس آج ہمارے پاس نہیں ہے، یہ فقیر جو امید لیکر آیا تھا کیا کہے گا۔ فقر و غنی کے مختلف احوال بھیجنا اُسی مالک علی الاطلاق کے قبضہ میں ہے، تمہارا کام میانہ روی سے امتثالِ حکم کرنا ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "یعنی محتاج کو دیکھ کر بالکل بیتاب نہ ہو جا اُس کی حاجت روائی تیرے ذمہ نہیں، اللہ کے ذمہ پر ہے۔ لیکن یہ باتیں پیغمبر علیہ السلام کو فرمائی ہیں جو بے حد سخی واقع ہوئے تھے۔ باقی جس کے جی سے مال نہ نکل سکے اس کو پابند کیا ہے دینے کا۔ حکیم بھی گرمی والے کو سرد دوا دیتا ہے اور سردی والے کو گرم۔"

فائدہ: [۴۳] **خدا ظاہری و باطنی احوال و مصالح سے خوب واقف ہے:**...... یعنی ہر ایک بندے کے ظاہری و باطنی احوال و مصالح سے خبردار ہے، اُسی کے موافق معاملہ کرتا ہے۔ حدیثِ قدسی میں فرمایا کہ میرے بعض بندے وہ ہیں جن کی درستی حال فقیر رہنے میں ہے، اگر میں اس کو غنی کر دیتا تو اس کا دین تباہ ہو جاتا۔ اس کے برعکس بعض وہ بندے ہیں جن کو غنی بنایا، اگر فقیر بنا دیا جاتا تو دین پر قائم نہ رہ سکتے۔ اس کے علاوہ بعض اشقیاء کے حق میں غنا ظاہری محض اِمہال و استدراج کے طور پر یا فقر و تنگدستی عقوبت اور سزا کے طریقہ سے ہے (عیاذاً باللہ من ہذا و ہذا) ہم پہلے کئی جگہ اس کی تقریر کر چکے ہیں۔

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۭ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۭ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً

اور نہ مار ڈالو اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے ہم روزی دیتے ہیں ان کو اور تم کو۴۴ بے شک ان کا مارنا

كَبِيْرًا ۝۳۱ وَلَا تَقْرَبُوا الزِّنٰٓى اِنَّهٗ كَانَ فَاحِشَةً ۭ وَسَاۗءَ سَبِيْلًا ۝۳۲ وَلَا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِيْ

بڑی خطا ہے ۴۵ اور پاس نہ جاؤ زنا کے ۴۶ وہ ہے بے حیائی اور بری راہ ہے ۴۷ اور نہ مارو اس جان کو جس کو

حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ۭ وَمَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِيِّهٖ سُلْطٰنًا فَلَا يُسْرِفْ فِّي

منع کر دیا ہے اللہ نے مگر حق پر ۴۸ اور جو مارا گیا ظلم سے تو دیا ہم نے اس کے وارث کو زور سو حد سے نہ نکل جائے قتل

الْقَتْلِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ مَنْصُوْرًا ۝۳۳ وَلَا تَقْرَبُوْا مَالَ الْيَتِيْمِ اِلَّا بِالَّتِيْ هِىَ اَحْسَنُ حَتّٰى يَبْلُغَ

کرنے میں ۴۹ اس کو مدد ملتی ہے ۵۰ اور پاس نہ جاؤ یتیم کے مال کے مگر جس طرح کہ بہتر ہو جب تک کہ وہ پہنچے

أَشُدَّهُ ۖ وَأَوْفُوا بِالْعَهْدِ ۖ إِنَّ الْعَهْدَ كَانَ مَسْئُولًا ﴿٣٤﴾ وَأَوْفُوا الْكَيْلَ إِذَا كِلْتُمْ وَزِنُوا

اپنی جوانی کو ف۵۱ اور پورا کرو عہد کو بے شک عہد کی پوچھ ہوگی ف۵۲ اور پورا بھر دو ناپ جب ناپ کر دینے لگو اور

بِالْقِسْطَاسِ الْمُسْتَقِيمِ ۚ ذَٰلِكَ خَيْرٌ وَأَحْسَنُ تَأْوِيلًا ﴿٣٥﴾ وَلَا تَقْفُ مَا لَيْسَ لَكَ بِهِ

تولو سیدھی ترازو سے ف۵۳ یہ بہتر ہے اور اچھا ہے اس کا انجام ف۵۴ اور نہ پیچھے پڑ جس بات کی خبر نہیں تجھ کو بے شک

عِلْمٌ ۚ إِنَّ السَّمْعَ وَالْبَصَرَ وَالْفُؤَادَ كُلُّ أُولَٰئِكَ كَانَ عَنْهُ مَسْئُولًا ﴿٣٦﴾

کان اور آنکھ اور دل ان سب کی اس سے پوچھ ہوگی ف۵۵

فائدہ:[۴۴] اولاد کو مار ڈالنے کی ممانعت:...... بعض کافر اولاد کو مار ڈالتے تھے کہ ان کا خرچ کہاں سے لائیں گے۔ سورۂ "انعام" (آیت:۱۵۱) میں اسی مضمون کی آیت گذر چکی، تفصیل وہاں ملاحظہ کر لی جائے۔

فائدہ:[۴۵]...... کیونکہ یہ بے رحمی کی حرکت نسلِ انسانی کے قطع کرنے کا موجب ہے اور ظاہر ہوتا ہے کہ ایسا کرنے والے کو حق تعالیٰ کی رزاقی پر اعتماد نہیں۔

فائدہ:[۴۶] زنا کے قریب بھی مت جاؤ:...... یعنی زنا کرنا تو بڑی سخت چیز ہے، اس کے پاس بھی مت جاؤ۔ گویا ﴿لَا تَقْرَبُوا﴾ میں مبادیٔ زنا سے بچنے کی ہدایت کر دی گئی مثلاً اجنبی عورت کی طرف بدون عذر شرعی نظر کرنا یا بوس و کنار وغیرہ۔

فائدہ:[۴۷] زنا کی اجازت کا مطالبہ اور رسول اللہ ﷺ کا حکیمانہ جواب:...... کیونکہ زنا سے انساب میں گڑبڑی ہوتی ہے اور بہت طرح کی لڑائیاں اور جھگڑے کھڑے ہوتے ہیں اور سب کے لیے بری راہ نکلتی ہے۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "یعنی اگر یہ راہ نکلی تو ایک شخص دوسرے کی عورت پر نظر کرے، کوئی دوسرا اس کی عورت پر کرے گا۔" مسند امام احمد میں ہے کہ "ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ مجھے زنا کی اجازت دے دیجیے۔ حاضرین نے اُسے ڈانٹ بتلائی کہ (پیغمبر خدا کے سامنے ایسی گستاخی؟) خبردار! چپ رہو۔ حضور ﷺ نے اُس کو فرمایا کہ میرے قریب آ۔ وہ قریب آ کر بیٹھا تو آپ نے فرمایا کہ کیا تو یہ حرکت اپنی ماں، بیٹی، بہن، پھوپی، خالہ میں سے کسی کی نسبت پسند کرتا ہے؟ اُس نے عرض کیا یا رسول اللہ! خدا مجھ کو آپ پر قربان کرے ہرگز نہیں۔ فرمایا دوسرے لوگ بھی اپنی ماؤں، بیٹیوں، بہنوں، پھوپیوں اور خالاؤں کے لیے یہ فعل گوارا نہیں کرتے۔ پھر آپ نے دعا فرمائی کہ الٰہی اس کے گناہ کو معاف فرما اور اسکے دل کو پاک اور شرمگاہ کو محفوظ کر دے۔" ابو اُمامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ اس دعا کے بعد اس شخص کی یہ حالت ہوگئی کہ کسی عورت وغیرہ کی طرف نگاہ اٹھا کر نہ دیکھتا تھا۔ "اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ۔"

فائدہ:[۴۸] قتل مسلم کی ممانعت:...... صحیحین میں ہے کہ کسی مسلمان کا خون حلال نہیں مگر تین صورتوں میں، جان کے بدلے جان، یا زانی محصن یا جو شخص دین کو چھوڑ کر جماعت سے علیحدہ ہو جائے۔

فائدہ:[۴۹] خون کا بدلہ لیتے وقت حد سے تجاوز نہ کریں:...... یعنی اولیائے مقتول کو اختیار ہے کہ حکومت سے کہہ کر خون کا بدلہ لیں، لیکن بدلہ لیتے وقت حد سے نہ گذریں مثلاً قاتل کی جگہ غیر قاتل کو سزا دلوانے لگیں یا قاتل کے ساتھ دوسرے بے گناہوں کو بھی شامل کر لیں۔ یا قاتل کے ناک، کان وغیرہ کاٹنے اور مثلہ کرنے لگیں۔

فائدہ:[۵۰]...... یعنی خدا نے اُس کی مدد کی کہ بدلہ لینے کا حق دیا اور حکام کو امر فرمایا کہ حق دلوانے میں کمی نہ کریں بلکہ ہر کسی کو لازم ہے

کہ خون کا بدلہ دلانے میں مدد کرے، نہ یہ کہ اُلٹا قاتل کی حمایت کرنے لگے۔ اور وارث کو بھی چاہیے کہ ایک کے بدلے دو نہ مارے یا قاتل ہاتھ نہ لگا تو اس کے بیٹے بھائی کو نہ مار ڈالے جیسے جاہلیت میں رواج تھا۔

فائدہ: [۵۱] یتیم کے مال کی حفاظت ونگہداشت: ......یعنی یتیم کے مال کو ہاتھ نہ لگاؤ۔ ہاں! اگر اُس کی حفاظت ونگہداشت اور خیر خواہی مقصود ہو تو مضائقہ نہیں۔ جس وقت جوان ہو جائے اور اپنے نفع نقصان کو سمجھنے لگے، مال اُس کے حوالہ کر دو۔

فائدہ: [۵۲] بدعہدی کا وبال ضرور پڑتا ہے: ......اس میں سب عہد داخل ہیں خواہ اللہ سے کیے جائیں یا بندوں سے بشرطیکہ غیر مشروع نہ ہوں۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ ”کسی کو قول وقرار صلح کا دیکر بدعہدی کرنا، اس کا وبال ضرور پڑتا ہے۔“

فائدہ: [۵۳] ماپ تول میں دیانت کی تاکید: ......یعنی جھونک نہ مارو، ماپ تول میں کمی کرنے سے معاملات کا نظام مختل ہو جاتا ہے قوم شعیب کی ہلاکت کا قصہ پہلے کئی جگہ آ چکا ہے ان کا بڑا عملی گناہ یہ ہی بیان کیا گیا ہے۔ روایات میں ہے کہ جو شخص کسی حرام پر قدرت پا کر محض خدا کے خوف سے رُک جائے تو خدا تعالیٰ اسی دنیا میں آخرت سے پہلے اُس کو نعم البدل عطا فرمائے گا۔

فائدہ: [۵۴] عقلی دلیل: ......یعنی دغابازی اوّل چلتی ہے پھر لوگ خبردار ہو کر اُس سے معاملہ نہیں کرتے۔ اور پورا حق دینے والا سب کو بھلا لگتا ہے، اللہ اُس کی تجارت خوب چلاتا ہے۔

فائدہ: [۵۵] بقدر کفایت تحقیق ضروری ہے: ......یعنی بے تحقیق بات زبان سے مت نکال، نہ اسکی اندھا دھند پیروی کر۔ آدمی کو چاہیے کہ کان، آنکھ اور دل ودماغ سے کام لے کر اور بقدرِ کفایت تحقیق کر کے کوئی بات منہ سے نکالے یا عمل میں لائے، سنی سنائی باتوں پر بے سوچے سمجھے یوں ہی اٹکل پچو کوئی قطعی حکم نہ لگائے یا عمل درآمد شروع نہ کر دے۔ اس میں جھوٹی شہادت دینا، غلط تہمتیں لگانا، بے تحقیق چیزیں سن کر کسی کے درپے آزار ہونا یا بغض وعداوت قائم کر لینا، باپ دادا کی تقلید یا رسم ورواج کی پابندی میں خلاف شرع اور ناحق باتوں کی حمایت کرنا، اَن دیکھی یا اَن سنی چیزوں کو دیکھی یا سنی ہوئی بتلانا، غیر معلوم اشیاء کی نسبت دعویٰ کرنا کہ میں جانتا ہوں۔ یہ سب صورتیں اس آیت کے تحت میں داخل ہیں۔ یاد رکھنا چاہیے کہ قیامت کے دن تمام قویٰ کی نسبت سوال ہوگا کہ ان کو کہاں کہاں استعمال کیا تھا، بے موقع تو خرچ نہیں کیا؟

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا ۚ إِنَّكَ لَنْ تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَنْ تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا ﴿۳۷﴾ كُلُّ

اور مت چل زمین پر اتراتا ہوا تو پھاڑ نہ ڈالے گا زمین کو اور نہ پہنچے گا پہاڑوں تک لمبا ہو کر ۵۶ یہ جتنی

ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِنْدَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا ﴿۳۸﴾ ذَٰلِكَ مِمَّا أَوْحَىٰ إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَةِ ۗ وَلَا

باتیں ہیں ان سب میں بری چیز ہے تیرے رب کی بیزاری ۵۷ یہ ہے ان باتوں میں سے جو وحی بھیجی تیرے رب نے تری طرف عقل کے

تَجْعَلْ مَعَ اللَّهِ إِلَٰهًا آخَرَ فَتُلْقَىٰ فِي جَهَنَّمَ مَلُومًا مَدْحُورًا ﴿۳۹﴾ أَفَأَصْفَاكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِينَ

کاموں سے ۵۸ اور نہ ٹھہرا اللہ کے سوا کسی اور کی بندگی پھر پڑے تو دوزخ میں الزام کھا کر دھکیلا جا کر ۵۹ کیا تم کو چن کر دے دیے

ع وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلَائِكَةِ إِنَاثًا ۚ إِنَّكُمْ لَتَقُولُونَ قَوْلًا عَظِيمًا ﴿۴۰﴾ وَلَقَدْ صَرَّفْنَا فِي هَٰذَا الْقُرْآنِ

تمہارے رب نے بیٹے اور اپنے لیے کر لیا فرشتوں کو بیٹیاں تم کہتے ہو بھاری بات ۶۰ اور پھیر پھیر کر سمجھایا ہم نے اس قرآن میں تاکہ

لِيَذَّكَّرُوْا ؕ وَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا نُفُوْرًا ﴿٤١﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا

وہ سوچیں اور ان کو زیادہ ہوتا ہے وہی بدکنا [نفرت کرنا] ف۶۱ کہہ اگر ہوتے اس کے ساتھ اور حاکم جیسا یہ بتلاتے ہیں ف۶۲ تو

اِلٰى ذِي الْعَرْشِ سَبِيْلًا ﴿٤٢﴾ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ﴿٤٣﴾ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ

نکالتے صاحب عرش کی طرف راہ ف۶۳ وہ پاک ہے اور برتر ہے ان کی باتوں سے بے نہایت اس کی پاکی بیان کرتے ہیں ساتوں آسمان

السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ؕ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ

اور زمین اور جو کوئی ان میں ہے اور کوئی چیز نہیں جو نہیں پڑھتی خوبیاں اس کی لیکن تم نہیں سمجھتے ان کا

تَسْبِيْحَهُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ﴿٤٤﴾ وَاِذَا قَرَاْتَ الْقُرْاٰنَ جَعَلْنَا بَيْنَكَ وَبَيْنَ الَّذِيْنَ

پڑھنا ف۶۴ بے شک وہ ہے تحمل والا بخشنے والا ف۶۵ اور جب تو پڑھتا ہے قرآن کر دیتے ہیں ہم بیچ میں تیرے اور ان لوگوں

لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ حِجَابًا مَّسْتُوْرًا ﴿٤٥﴾

کے جو نہیں مانتے آخرت کو ایک پردہ چھپا ہوا ف۶۶

فائدہ: [۵۶] **متکبرانہ چال چلنا نامناسب ہے:**...... یعنی متکبروں کی چال چلنا انسان کو زیبا نہیں، نہ تو زور سے پاؤں مار کر وہ زمین کو پھاڑ سکتا ہے، نہ گردن ابھارنے اور سینہ تاننے سے اُونچا ہو کر پہاڑوں کے برابر ہو سکتا ہے۔ پھر ایسے ضعف و عجز اور اس بساط پر اپنے کو اس قدر لمبا کھینچنے سے کیا فائدہ؟

فائدہ: [۵۷] **رب کی بیزاری کا مطلب:**...... یعنی جن باتوں کو اوپر منع کیا ان کے کرنے میں رب کی بیزاری ہے اور جن کا حکم کیا ان کے نہ کرنے میں بیزاری ہے۔

فائدہ: [۵۸]...... یعنی اوپر جو پر مغز اور بیش بہا نصیحتیں کی گئیں، یہ وہ علم و حکمت اور تہذیب و اخلاق کی باتیں ہیں جنہیں عقلِ سلیم قبول کرتی ہے۔ اور جو وحی کے ضمن میں نبی اُمی صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف بلاواسطہ اور اُمتِ اُمیہ کی طرف بواسطہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم بھیجی گئی۔

فائدہ: [۵۹] **حسنات کا آغاز و انجام:**...... مذکورہ بالا نصائح کا بیان توحید سے شروع کیا گیا تھا ﴿لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا﴾ خاتمہ پر بھی توحید یاد دلا دی گئی تا قاری سمجھ سکے کہ تمام حسنات کا آغاز و انجام خالص توحید کو ہونا چاہیے۔

فائدہ: [۶۰] **بھاری گستاخی:**...... یعنی ایک تو خدا کے لیے اولاد تجویز کرنا اور اولاد بھی بیٹیاں جنہیں تم نہایت حقارت کی نظر سے دیکھتے ہو، یہ بڑی بھاری گستاخی ہے۔

فائدہ: [۶۱]...... یعنی قرآنِ کریم مختلف عنوانوں اور رنگ برنگ کے دلائل و شواہد سے اُن مشرکین کو فہمائش کرتا ہے، لیکن بجائے نصیحت حاصل کرنے کے یہ بدبخت اور زیادہ بدکتے اور وحشت کھا کر بھاگتے ہیں۔

فائدہ: [۶۲]...... یعنی اصنام وغیرہ جنہیں خدائی کا شریک اور اُلوہیت کا حصہ دار بتلایا جاتا ہے۔

فائدہ: [۶۳] **توحید کی دلیل:**...... یعنی پرایا محکوم رہنا کیوں پسند کرتے، سب مل کر خدا تعالیٰ کے تختِ سلطنت کو اُلٹ ڈالتے۔ اگر کہا

جائے کہ صاحب عرش کے مقابلہ میں اُن کی کچھ چلتی نہیں تو ایک عاجز مخلوق کی عبادت کرنا پرلے درجہ کی حماقت ہے، یا اگر وہ معبود خود رب العرش کو خوش رکھنا اور اُس کا قرب حاصل کرنا اپنے لیے ضروری سمجھتے ہیں تو ان کے پوجنے والوں کے لیے اور بھی زیادہ ضروری ہوا کہ خدائے اکبر کو خوش رکھنے کی فکر کریں۔ لیکن خدائے بزرگ تمام انبیاء کی زبانی اور فطرتِ انسانی کی معرفت شرک سے اپنی کامل بیزاری کا اظہار فرما چکا۔ پھر تعجب ہے کہ یہ احمق کس راستہ پر اندھا دُھند چلے جا رہے ہیں۔

فائدہ: [۶۴] **ہر مخلوق اللہ کی ثناء خواں ہے:**...... یعنی ہر ایک مخلوق زبان سے یا حال سے اُس کی پاکی اور خوبیاں بیان کرتی ہے لیکن تم اُسے سمجھتے نہیں۔ خواہ فکر وتامل نہ کرنے کی وجہ سے یا اُس قوت کے فقدان کی وجہ سے جس کے ذریعہ بعض مخلوقات کی تسبیح قالی سنی اور سمجھی جا سکتی ہے۔ اور اگر کوئی شخص باوجود سمجھنے کے قبول نہ کرے یا اُس کے مقتضیٰ پر عمل نہ کرے، تو یہ سمجھنا نہ سمجھنے ہی کے حکم میں ہے۔

فائدہ: [۶۵] ...... یعنی تمام مخلوقات جس کی پاکی بیان کریں تم اُس کے لیے شرکاء اولاد اور بیٹیاں تجویز کرو۔ یہ ایسی گستاخی تھی کہ تم کو فوراً ہلاک کر دیا جاتا لیکن وہ اپنے حلم سے شتاب نہیں پکڑتا اور توبہ کرلو تو بخش دیتا ہے۔

فائدہ: [۶۶] **معنوی پردہ:**...... جو شخص آخرت کو نہ مانے اور اپنے بھلے برے انجام کی کچھ فکر نہ رکھے وہ نصیحت کی طرف کیوں دھیان کرنے لگا۔ جب اُسے نجات ہی کی فکر نہیں تو نجات دلانے والے پیغمبر کے احوال واقوال میں غور کرنے اور بارگاہِ رسالت تک پہنچنے کی کیا ضرورت ہوگی۔ بس یہی عدم ایمان بالآخرت اور انجام کی طرف سے بے فکری وہ معنوی پردہ ہے جو اُس شخص کے اور نبی (من حیث ہو نبی) کے درمیان لٹکا دیا جاتا ہے۔

وَّجَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْٓ اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِذَا ذَكَرْتَ رَبَّكَ فِي الْقُرْاٰنِ

اور ہم رکھتے ہیں ان کے دلوں پر پردہ کہ اس کو نہ سمجھیں ۶۷ اور ان کے کانوں میں بوجھ ۶۸ اور جب ذکر کرتا ہے تو قرآن میں اپنے

وَحْدَهٗ وَلَّوْا عَلٰٓى اَدْبَارِهِمْ نُفُوْرًا ﴿۴۶﴾ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ

رب کا اکیلا کر کے بھاگتے ہیں اپنی پیٹھ پر بدک کر ۶۹ ہم خوب جانتے ہیں ۷۰ جس واسطے وہ سنتے ہیں جس وقت کان رکھتے ہیں تیری طرف اور جب

هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ﴿۴۷﴾ اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ

وہ مشاورت کرتے ہیں، جب کہ کہتے ہیں یہ بے انصاف جس کے کہنے پر تم چلتے ہو وہ نہیں ہے مگر ایک مرد جادو کا مارا ۷۱ دیکھ لے کیسے جماتے ہیں

الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ﴿۴۸﴾ وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا

تجھ پر مثلیں اور بہکتے پھرتے ہیں سو راہ نہیں پا سکتے ۷۲ اور کہتے ہیں کیا جب ہم ہو جائیں ہڈیاں

لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۴۹﴾ قُلْ كُوْنُوْا حِجَارَةً اَوْ حَدِيْدًا ﴿۵۰﴾ اَوْ خَلْقًا مِّمَّا يَكْبُرُ فِيْ

اور چورا چورا پھر اٹھیں گے نئے بن کر ۷۳ تو کہہ تم ہو جاؤ پتھر یا لوہا یا کوئی خلقت جس کو مشکل سمجھو اپنے

صُدُوْرِكُمْ ۚ فَسَيَقُوْلُوْنَ مَنْ يُّعِيْدُنَا ؕ قُلِ الَّذِيْ فَطَرَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۚ فَسَيُنْغِضُوْنَ اِلَيْكَ

جی میں ۷۴ پھر اب کہیں گے کون لوٹا کر لائے گا ہم کو، کہہ جس نے پیدا کیا تم کو پہلی بار ۷۵ پھر اب مٹکائیں

رُءُوْسَهُمْ وَيَقُوْلُوْنَ مَتٰى هُوَ ؕ قُلْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَرِيْبًا ﴿۵۱﴾ يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ

گے تیری طرف اپنے سر اور کہیں گے کب ہوگا یہ وے تو کہہ شاید نزدیک ہی ہوگا وے جس دن تم کو پکارے گا پھر چلے آؤ گے اس کی

بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۵۲﴾ ع۵

تعریف کرتے ہوئے و۸ے اور اٹکل کرو گے کہ دیر نہیں لگی تم کو مگر تھوڑی و۹ے

فَائِدَہ:[۶۷] ''دلوں پر پردہ'' کی وضاحت:...... پہلے پیغمبر کی صداقت تک نہ پہنچ سکنے کا ذکر کیا تھا، یہاں فہم قرآن تک رسائی حاصل نہ کر سکنے کا بیان ہے۔ یعنی اس قرآن میں ایسی قوی تاثیر ہے، اور کافروں پر اثر نہیں ہوتا، یہ سبب ہے کہ اوٹ میں ہیں۔ آفتاب سے سارا جہان روشن ہے لیکن اگر کوئی شخص تہ خانہ میں تمام دروازے اور تابدان [روشن دان] بند کر کے بیٹھ جائے بلکہ آنکھیں بھی بند کر لے تو اُس کے اعتبار سے آفتاب کی روشنی کہیں بھی نہیں۔

فَائِدَہ:[۶۸] ......یعنی جب بہ نیت انتفاع واستفادہ سننا نہیں چاہتے تو گویا سنتے ہی نہیں۔ (تنبیہ) خدا تعالیٰ نے جو حجاب اور پردے وغیرہ ڈالے یہ وہ ہی ہیں جن کا وجود انہوں نے خود اپنے لیے بڑی خوشی اور فخر سے ثابت کیا تھا ﴿وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِيْۤ اَكِنَّةٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَاۤ اِلَيْهِ وَفِيْۤ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَيْنِنَا وَبَيْنِكَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ۝﴾ [حم سجدہ: ۵] آخرت پر ایمان نہ رکھنا اور انجام سے بے فکر رہنا، خدائے واحد کے ذکر سے چڑنا، پیغمبروں کے ساتھ تمسخر کرنا، وہ چیزیں ہیں جو حجاب، کنان اور وقر کی صورت اختیار کر لیتی ہیں۔ اور چونکہ خالق ہر چیز کا خدا تعالیٰ ہے اس لیے اُنکے خلق کی نسبت بھی اُسکی طرف کی جاتی ہے۔

فَائِدَہ:[۶۹] کافروں کی معاندانہ حرکات:......یعنی خدائے واحد کے ذکر سے چڑتے، بدکتے اور پیٹھ پھیر کر بھاگتے ہیں، ہاں! اُن کے معبودوں کا تذکرہ آئے تو بہت خوش ہوتے ہیں ﴿وَاِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَاِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ۝﴾ [زمر: ۴۵]

فَائِدَہ:[۷۰] ......یعنی سننے سے استفادہ مقصود نہیں ہوتا محض استخفاف واستہزا مقصود ہوتا ہے جس کا ذکر آگے آرہا ہے۔

فَائِدَہ:[۷۱] الزام تراشی:......یعنی قرآن اور آپ کی باتیں سن کر گئے۔ پھر آپس میں مشورہ کیا کہ محمد کی نسبت کیا کہنا چاہیے؟ آخر کہنے لگے کہ یہ شخص جادو کا مارا ہوا معلوم ہوتا ہے۔ یعنی جادو کے اثر سے مجنون ہو گیا، دماغ ٹھکانے نہیں آرہا (العیاذ باللہ العظیم) بعض نے ''مسحور'' کو یہاں ''ساحر'' کے معنی میں لیا ہے گویا اس کی باتوں میں جادو کا اثر ہے۔

تنبیہ:......لفظ ''مسحور'' سے جو مطلب وہ لیتے تھے اُس کی نفی سے یہ لازم نہیں آتا کہ نبی پر کسی قسم کے سحر کا کسی درجہ میں عارضی طور پر بھی اثر نہ ہو سکے، یہ آیت مکی ہے۔ مدینہ میں آپ پر یہود کے جادو کرانے کا واقعہ صحاح میں مذکور ہے، جس کا اثر چند روز تک صرف اتنا رہا کہ بعض دنیوی کاموں میں کبھی کبھی ذہول ہو جاتا تھا۔

فَائِدَہ:[۷۲] ......یعنی کبھی شاعر کہتے ہیں، کبھی جادوگر، کبھی کاہن، کبھی مسحور یا مجنون، غرض بہکی بہکی باتیں کرتے رہتے ہیں کسی ایک بات پر جماؤ نہیں جس وقت جو منہ میں آیا بک دیا۔ حقیقت یہ ہے کہ باوجود جدوجہد کے طعن وتشنیع کا کوئی ایسا راستہ انہیں نہیں مل سکا جس پر چل کر وہ اپنے مقصد اغوا و اضلال میں کامیاب ہو سکیں۔

فَائِدَہ:[۷۳] کافروں کی قابل تعجب، بے تکی دلیل:......یعنی آپ پر مسحور و مجنون یا شاعر و کاہن وغیرہ کی مثالیں چسپاں کرنا تو تعجب

انگیز تھا ہی، اِس سے زیادہ قابلِ تعجب وہ دلیل ہے جو (معاذ اللہ) مسحور ومجنون ثابت کرنے کے لیے پیش کرتے تھے۔ جس کا خلاصہ یہ تھا کہ موت کے بعد ہم مشاہدہ کرتے ہیں کہ آدمی کا بدن گل سڑ کر سفید ہڈیاں رہ جاتی ہیں تھوڑے دنوں بعد وہ بھی ریزہ ریزہ ہو کر مٹی میں مل جاتی ہیں۔ کیا کوئی ذی ہوش یہ تجویز کرسکتا ہے کہ یہ ہڈیوں کا چورا اور خاک کے ریزے دوبارہ جی اٹھیں گے؟ اور انسانی حیات ان منتشر ذرات میں عود کر آئے گی؟ اگر پیغمبر ایسی ناممکن بات کی خبر دیتے ہیں تو ثابت ہوتا ہے کہ (العیاذ باللہ) ان کی دماغی صحت بحال نہیں ہے۔

فائدہ:[۷۴] **آسان فہم بہترین جواب:**......یعنی یہ ریزے اور چورا تو بہرحال انسانی لاش کا ہے جس میں پیشتر زندگی رہ چکی ہے، اور خود مٹی کے ذرات میں بھی آثارِ حیات کا پیدا ہو جانا چنداں مستبعد نہیں۔ میں اس سے بڑھ کر تم کو اجازت دیتا ہوں کہ ہڈیوں کا چورا نہیں، اگر ممکن ہو تو پتھر یا لوہا بن جاؤ۔ جو آثارِ حیات کے قبول کرنے سے بالکل محروم نظر آتے ہیں، بلکہ کوئی ایسی سخت چیز بن کر تجربہ کر لو جس کا زندہ ہونا لوہے اور پتھر سے بھی زیادہ مشکل معلوم ہو حتیٰ کہ مجسم موت بن کر دیکھ لو کہ پھر بھی اُس قادرِ مطلق کو تمہارا زندہ کر دینا کس قدر آسان ہے۔

فائدہ:[۷۵]......جس نے پہلی بار تم کو مٹی یا نطفہ سے پیدا کیا اور جمادِ لایعقل پر روحِ انسانی فائض کر دی، کیا اب اس میں قدرت نہیں رہی کہ خاک کے ذرات اور مردہ لاش کے اجزاء کو جمع کر کے دوبارہ زندگی عنایت کر دے؟

فائدہ:[۷۶] **ضد اور مذاق:**......یعنی استہزاء و تمسخر سے سر ہلا ہلا کر کہتے ہیں کہ ہاں صاحب! بوسیدہ ہڈیوں کے ریزوں میں کب جان پڑے گی، اور کب مردے قبروں سے حساب کے لیے اٹھائے جائیں گے۔

فائدہ:[۷۷] **وقوعِ قیامت کا وقت:**......یعنی قیامت کا ٹھیک وقت حق تعالیٰ نے کسی کو نہیں بتلایا۔ ہاں! اُس کے مستقبلِ قریب میں آنے کی تم امید ظاہر کر سکتے ہو گویا دنیا کی بقیہ عمر اس سے کم ہے جتنی گذر چکی ہے۔

فائدہ:[۷۸] **میدانِ حشر میں اجتماع اور حمد وثناء:**......یعنی جس وقت خدا کی طرف سے آواز دی جائے گی ایک ڈانٹ میں سب مردے زمین سے نکل کر میدانِ حشر میں جمع ہو جائیں گے کسی کو سرتابی کی مجال نہ ہوگی۔ ہر ایک انسان اس وقت مطیع ومنقاد ہو کر خدا کی حمد وثنا کرتا ہوا حاضر ہوگا گو کافر کو اُس وقت کی اضطراری حمد وثنا سے کچھ فائدہ نہیں۔ بعض روایات میں ہے کہ مومنین کی زبان پر یہ الفاظ ہوں گے۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ۔

فائدہ:[۷۹]......یعنی اب شتابی کرتے ہو، اُس وقت اندازہ کرو گے کہ دنیا میں کچھ زیادہ دیر نہیں رہے تھے۔ پچاس سو برس اُن ہزاروں برسوں کے سامنے کیا معلوم ہوں (موضح القرآن) بعض نے کہا کہ شدتِ ہول وخوف سے دنیا کی زندگی تھوڑی معلوم ہوگی۔ یا نفخۂ اوّل اور نفخۂ ثانی کے درمیان چونکہ عذاب نہ رہے گا اس درمیانی مدت کو قلیل خیال کر کے کہیں گے: ﴿مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا﴾ [یٰس:۵۲]

وَقُلْ لِّعِبَادِیْ یَقُوْلُوا الَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ یَنْزَغُ بَیْنَهُمْ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ

اور کہہ دے میرے بندوں کو کہ بات وہی کہیں جو بہتر ہو، شیطان جھڑپ کرواتا ہے ان میں، شیطان ہے

لِلْاِنْسَانِ عَدُوًّا مُّبِیْنًا ﴿۵۳﴾ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ یَّشَاْ یَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ یَّشَاْ یُعَذِّبْكُمْ ؕ

انسان کا دشمن صریح ف۸۰ تمہارا رب خوب جانتا ہے تم کو، اگر چاہے تم پر رحم کرے اور اگر چاہے تم کو عذاب دے ف۸۱

وَمَاۤ اَرْسَلْنٰكَ عَلَیْهِمْ وَكِیْلًا ﴿۵۴﴾ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ

اور تجھ کو نہیں بھیجا ہم نے ان پر ذمہ لینے والا ف۸۲ اور تیرا رب خوب جانتا ہے ان کو جو آسمانوں میں ہیں اور زمین میں اور

فَضَّلْنَا بَعْضَ النَّبِيّٖنَ عَلٰى بَعْضٍ وَّاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ﴿۵۵﴾ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ

ہم نے افضل کیا ہے بعضے پیغمبروں کو بعضوں سے اور دی ہم نے داؤد کو زبور ف۸۳ کہہ پکارو جن کو تم سمجھتے ہو سوائے

دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ﴿۵۶﴾ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ

اس کے سو وہ اختیار نہیں رکھتے کہ کھول دیں تکلیف کو تم سے اور نہ بدل دیں ف۸۴ وہ لوگ جن کو یہ پکارتے ہیں وہ خود ڈھونڈھتے ہیں اپنے

اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ

رب تک وسیلہ کہ کونسا بندہ بہت نزدیک ہے ف۸۵ اور امید رکھتے ہیں اس کی مہربانی کی اور ڈرتے ہیں اس کے عذاب سے، بے شک تیرے رب کا

كَانَ مَحْذُوْرًا ﴿۵۷﴾

عذاب ڈرنے کی چیز ہے ف۸۶

فَائِدَة:[۸۰] **مذاکرہ میں اشتعال انگیز پہلو سے اجتناب کی نصیحت:**...... مشرکین کی جہالت اور طعن وتمسخر کو سن کر ممکن تھا کوئی مسلمان نصیحت وفہمائش کرتے وقت تنگ دلی برتنے لگے اور سختی پر اُتر آئے، اس لیے مسلمانوں کو نصیحت فرمائی کہ مذاکرہ میں کوئی سخت دل آزار اور اشتعال انگیز پہلو اختیار نہ کریں کیونکہ اس سے بجائے فائدہ کے نقصان ہوتا ہے۔ شیطان دوسرے کو ابھار کر لڑائی کرا دیتا ہے پھر مخاطب کے دل میں ایسی ضد وعداوت قائم ہو جاتی ہے کہ سمجھتا ہو تب بھی نہ سمجھے۔

فَائِدَة:[۸۱]...... یعنی رحم کرے ایمان کی توفیق دیکر، یا عذاب دے حالت کفر پر مار کر۔

فَائِدَة:[۸۲]...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ "مذاکرہ میں حق والا جھنجھلانے لگتا ہے کہ دوسرا صریح حق کو نہیں مانتا، سو فرما دیا کہ تم ان کی ہدایت کے ذمہ دار نہیں، اللہ بہتر جانتا ہے جس کو چاہے راہ سمجھائے۔"

فَائِدَة:[۸۳] **بعض کی بعض پر فضیلت:**...... یعنی ہم اپنے علم محیط کے موافق ہر ایک کیساتھ معاملہ کرتے ہیں جس کو مناسب جانا آدمیوں میں سے پیغمبر بنایا، پھر جس پیغمبر کو چاہا دوسرے پیغمبروں پر کلی یا جزئی فضیلت عنایت کی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "یعنی بعضے نبی تھے کہ (اُمت کی حد سے زیادہ شرارتوں پر آخر کار) جھنجھلا گئے۔ آپ کا حوصلہ اُن سے زیادہ رکھا ہے (اور سب پر فضیلت دی ہے، لہٰذا آپ کی خوش اخلاقی اپنے مرتبۂ عالی کے موافق ہونی چاہیے) اور خصوصیت سے داؤد علیہ السلام کا ذکر کیا، کیونکہ دونوں چیزیں رکھتے تھے، جہاد بھی اور زبور بھی، سمجھانے کو (وفی الحدیث: "کَانَ لَایَفِرُّ اِذَا لَاقٰی") وہی دونوں باتیں یہاں بھی ہیں۔" قرآن اور جہاد۔ بعض نے کہا کہ یہاں "زبور" کا ذکر کر کے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی فضیلتِ کلیہ اور اُمتِ محمدیہ کے فضل وشرف کی طرف اشارہ فرما دیا، کیونکہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے خاتم الانبیاء اور اِس امت کے اشرف الامم ہونے پر زبور شریف کے مضامین مشتمل تھے ﴿ كَتَبْنَا فِي الزَّبُوْرِ مِنْۢ بَعْدِ الذِّكْرِ اَنَّ الْاَرْضَ يَرِثُهَا عِبَادِيَ الصّٰلِحُوْنَ ﴾ [انبیاء: ۱۰۵] یعنی محمداً صلی اللہ علیہ وسلم وامتہ المرحومۃ۔

فَائِدَة:[۸۴] **خدائی قدرت اور باطل معبودوں کی بے بسی:**...... یعنی خدا تو وہ ہے کہ جس کو چاہے عذاب دے جس پر چاہے مہربانی فرمائے، جس کو جس قدر چاہے دوسروں پر فضیلت عطا کرے اُس کی قدرت کامل اور علم محیط ہو۔ اب ذرا مشرکین اُن ہستیوں کو پکاریں جن کو انہوں نے خدا سمجھ رکھا یا بنا رکھا ہے۔ کیا اُن میں ایک بھی ایسا مستقل اختیار رکھتا ہے کہ ذرا سی تکلیف کو تم سے دور کر سکے یا ہلکی کر دے یا تم

سے اٹھا کر کسی دوسرے پر ڈال دے؟ پھر ایسی ضعیف و عاجز مخلوق کو معبود ٹھہرا لینا کیسے روا ہوگا؟

فَائِدَہ:[۸۵] مشرکین کے مزعومہ معبودوں کی حالت:...... بخاری میں روایت ہے کہ کچھ لوگ جاہلیت میں جنات کی عبادت کرتے تھے۔ وہ جن مسلمان ہو گئے اور یہ پوجنے والے اپنی جہالت پر قائم رہے، اُن کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ بعض کہتے ہیں کہ جن، ملائکہ، مسیح و عزیر علیہما السلام وغیرہ کے پوجنے والے سب اس میں شامل ہیں۔ مطلب یہ ہے کہ جن ہستیوں کو تم معبود و مستعان سمجھ کر پکارتے ہو، وہ خود اپنے رب کا بیش از بیش قرب تلاش کرتے ہیں۔ اُن کی دوا دوش صرف اس لیے ہے کہ خدا کی نزدیکی حاصل کرنے میں کون آگے نکلتا ہے، اُن میں جو زیادہ مقرب ہیں وہ ہی زیادہ قربِ الٰہی کے طالب رہتے ہیں اور سوچتے ہیں کہ کسی سب سے زیادہ مقرب بندہ کی دعا وغیرہ کو حصولِ قرب کا وسیلہ بنائیں۔ پس جب تمہارے تجویز کیے ہوئے معبودوں کا خدا کے سامنے یہ حال ہے تو اپنے تئیں خود فیصلہ کر لو کہ خدا تعالیٰ کو خوش رکھنا کہاں تک ضروری ہے۔ غیر اللہ کی پرستش سے نہ خدا خوش ہوتا ہے، نہ وہ جنہیں تم خوش رکھنا چاہتے ہو۔

تنبیہ:...... "توسل" اور "تعبد" میں فرق ظاہر ہے، پھر توسل بھی اسی حد تک مشروع ہے جہاں تک شریعت نے اجازت دی۔

فَائِدَہ:[۸۶] امیدیں صرف ایک خدا سے:...... یعنی باوجود غایتِ قرب کے اُن کی امیدیں محض حق تعالیٰ کی مہربانی سے وابستہ ہیں اور اسی کے عذاب سے ہمیشہ لرزاں و ترساں رہتے ہیں۔ وہ جانتے ہیں کہ ہر قسم کا نفع پہنچانا، یا ضرر کو روکنا ایک خدا کے قبضہ میں ہے۔

وَاِنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اِلَّا نَحْنُ مُهْلِكُوْهَا قَبْلَ يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اَوْ مُعَذِّبُوْهَا عَذَابًا شَدِيْدًا ؕ كَانَ

اور کوئی بستی نہیں جس کو ہم خراب نہ کر دیں گے قیامت سے پہلے یا آفت ڈالیں گے اس پر سخت آفت ف۸۷ یہ

ذٰلِكَ فِى الْكِتٰبِ مَسْطُوْرًا ﴿۵۸﴾ وَمَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ ؕ

ہے کتاب میں لکھا گیا، ف۸۸ اور ہم نے اس لیے موقوف کیں نشانیاں بھیجنی کہ اگلوں نے ان کو جھٹلایا ف۸۹

وَاٰتَيْنَا ثَمُوْدَ النَّاقَةَ مُبْصِرَةً فَظَلَمُوْا بِهَا ؕ وَمَا نُرْسِلُ بِالْاٰيٰتِ اِلَّا تَخْوِيْفًا ﴿۵۹﴾ وَاِذْ قُلْنَا

اور ہم نے دی ثمود کو اونٹنی ان کے سمجھانے کو پھر ظلم کیا اس پر ف۹۰ اور نشانیاں جو ہم بھیجتے ہیں سو ڈرانے کو ف۹۱ اور جب

لَكَ اِنَّ رَبَّكَ اَحَاطَ بِالنَّاسِ ؕ وَمَا جَعَلْنَا الرُّءْيَا الَّتِىْٓ اَرَيْنٰكَ اِلَّا فِتْنَةً لِّلنَّاسِ

کہہ دیا ہم نے تجھ سے کہ تیرے رب نے گھیر لیا ہے لوگوں کو ف۹۲ اور وہ دکھلاوا جو تجھ کو دکھلایا ہم نے سو جانچنے کو لوگوں کے ف۹۳

وَالشَّجَرَةَ الْمَلْعُوْنَةَ فِى الْقُرْاٰنِ ؕ وَنُخَوِّفُهُمْ ۙ فَمَا يَزِيْدُهُمْ اِلَّا طُغْيَانًا كَبِيْرًا ﴿۶۰﴾ ع۶

اور ایسے ہی وہ درخت جس پر پھٹکار ہے قرآن میں ف۹۴ اور ہم ان کو ڈراتے ہیں تو ان کو زیادہ ہوتی ہے بڑی شرارت ف۹۵

فَائِدَہ:[۸۷] قیامت سے پہلے ہلاکت:...... اس آیت کا مطلب کئی طرح لیا جا سکتا ہے: (الف) دنیا کی ہر ایک بستی کو عظیم الشان گناہوں کی پاداش میں قیامت سے پہلے پہلے عذاب مستاصل بھیج کر بالکل تباہ و خراب کر دیا جائیگا۔ یا اگر گناہ انتہائی درجہ کے نہ ہونگے تو درجہ دوئم کے جرائم کی سزا میں عام ہلاکت سے کم کوئی سخت آفت اُس بستی پر نازل کی جائیگی۔ باقی ایسی بستی کہاں ہے جو ازل سے ابد تک نہ گناہ کرے نہ کسی آفت میں پھنسے۔ (ب) قیامت سے پیشتر ضروری ہے کہ ہر ایک بستی طبعی موت بھیج کر ویران کی جائے یا کسی سخت آفت و

بلا میں مبتلا ہو۔ طبعی موت پر جو تعذیب کے رنگ سے خالی ہو، لفظ ''ہلاک'' کا اطلاق قرآن وحدیث سے ثابت ہے ﴿حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ﴾ [مومن: ۳۴] وفی الحدیث ''کلما ھلک نبیّ جاءَ نبیٌ اٰخر'' (ج) کفار کی ہر ایک بستی یا قیامت سے پہلے اپنے سنگین جرائم کی پاداش میں نابود وتباہ کردی جائے گی یا کسی نہ کسی وقت (یعنی قیامت سے پہلے یا بعد) سخت عذاب کا مزہ چکھے گی۔ بہرحال کوئی معنی لیے جائیں، مقصود اس آیت سے تحذیر ہے۔ گویا پہلے جو فرمایا تھا: ﴿اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا﴾ یہاں اس کے وقوع کی خبر دی گئی۔

فَائِدَة:[۸۸] یقینی بات: ...... یعنی یہ فیصلہ بالکل حتمی اور اٹل ہے جو علمِ الٰہی میں طے ہو چکا اور لوحِ محفوظ میں لکھا گیا، کوئی طاقت اسے روک نہیں سکتی۔ حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''ہر شہر کے لوگ ایک بزرگ کو پوجتے ہیں کہ ہم اس کی رعیت ہیں اور اس کی پناہ میں ہیں، سو وقت آئے پر کوئی پناہ نہیں دے سکتا ﴿لَا عَاصِمَ الْيَوْمَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ﴾۔'' [ھود: ۴۳]

فَائِدَة:[۸۹] سب فرمائشیں پوری نہ کرنے میں حکمت: ...... حدیث میں ہے کہ اہلِ مکہ نے حضور صلی اللہ علیہ وسلم سے چند نشانیاں طلب کیں مثلاً یہ کہ ''کوہِ صفا کو سونا بنا دیجیے یا پہاڑوں کو ہمارے گرد وپیش سے ہٹا کر زراعت کے قابل زمین ہموار کر دیجیے۔ وغیر ذٰلک! ایسا کرو تو ہم آپ کو مان لیں گے۔ اس کے جواب میں یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی ایسے فرمائشی نشان دکھلانا خدا تعالیٰ کو کچھ دشوار نہ تھا لیکن پہلے لوگوں کو اُن کی فرمائش کے مطابق نشان دکھلائے گئے تب بھی نہ مانے۔ بلکہ سرکشی میں اور ترقی کر گئے، آخر سنت اللہ کے موافق اس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بالکل نیست ونابود کر دیئے گئے۔ اب اگر تمہاری سب فرمائشیں پوری کر دی جائیں اور خدا کے علم میں ہے بلکہ تمہارے احوال سے بھی ظاہر ہے کہ تم پھر بھی ماننے والے نہیں، تو سنت اللہ کے موافق اُس کا نتیجہ وہ ہی استیصال واہلاکِ کلی ہونا چاہیے جو اس امت کے حق میں خلافِ مصلحت وحکمت ہے۔ خدا تعالیٰ کا ارادہ اس آخری امت کی نسبت یہ نہیں کہ گذشتہ اقوام وامم کی طرح عذاب مستاصل بھیج کر بالکلیہ تباہ کی جائے۔ پہلے اُمتوں کو فرمائشی نشان دکھلانا اس بنا پر جائز رکھا گیا کہ اُن کی بالکلیہ تباہی خدا کے نزدیک اس قدر لائقِ التفات نہ تھی اور آخر میں آنے والی امت کو کچھ نمونے دکھلانے تھے کہ فرمائشی نشان مانگنے والوں کا حشر ایسا ہوتا ہے۔ چنانچہ اس آیت میں ان ہی تاریخی نظائر کی طرف اجمالی اشارہ فرمادیا کہ اگر فرمائشی نشان دیکھنے کے بعد تکذیب کی، (اور یقینا کرو گے) تو جو حشر پہلوں کا ہوا وہ ہی تمہارا ہوگا لیکن حکمتِ الٰہیہ مقتضی نہیں کہ تم کو اس طرح تباہ کیا جائے، لہٰذا فرمائشی نشانات کا بھیجنا موقوف کیا گیا۔

فَائِدَة:[۹۰] قوم ثمود کی فرمائش اور انجام بد: ...... قوم ''ثمود'' نے حضرت صالح علیہ السلام سے درخواست کی تھی کہ پہاڑ کی فلاں چٹان میں سے اونٹنی نکال دیجیے، خدا نے نکال دی۔ مگر بجائے اس کے کہ ایسا فرمائشی معجزہ دیکھ کر آنکھیں کھلتیں اور قلبی بصیرت حاصل ہوتی اُلٹے ظلم وعداوت پر کمربستہ ہو گئے۔ چنانچہ اونٹنی کو مار ڈالا اور حضرت صالح کے قتل کے منصوبے باندھنے لگے۔ آخر جو انجام ہوا وہ سب کو معلوم ہے کہنے کی ضرورت نہیں۔ یہ ﴿اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ﴾ الآیۃ کا ایک نمونہ پیش کر دیا۔

فَائِدَة:[۹۱] معجزات سے مقصود: ...... یعنی ہدایت نشانیاں دیکھنے پر موقوف نہیں۔ غیر معمولی نشانات بھیجنے سے تو مقصود یہ ہے کہ قدرتِ قاہرہ کو دیکھ کر لوگ خدا سے ڈریں اور ڈر کر اُسی کی طرف جھکیں۔ اگر یہ مقصود حاصل نہ ہو اور فی الحال اُس قوم کو تباہ کرنا بھی مصلحت نہیں تو محض فرمائشیں پورا کرنے سے کیا حاصل ہے۔ باقی عام تخویف وانذار کیلئے جن آیات ونشانات کا بھیجنا مصلحت ہے، وہ برابر بھیجے جاتے ہیں۔

فَائِدَة:[۹۲] تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم: ...... شاید آپ (صلی اللہ علیہ وسلم) کو خیال ہوا ہوگا کہ فرمائشی نشان نہ دکھلانے پر کفار کو ہنسنے اور طعن کرنے کا موقع ملے گا کہ اگر سچے پیغمبر ہوتے تو ہماری طلب کے موافق نشان دکھلاتے۔ اس لیے آپ کو مطمئن کیا کہ سب لوگوں کو تیرے رب کے علم وقدرت نے گھیر رکھا ہے، نہ کوئی اُس کے علم سے باہر ہے، نہ قدرت کے نیچے سے نکل کر جا سکتا ہے۔ سب اُس کے قبضہ میں ہیں آپ ان کے طعن وتشنیع کی طرف قطعاً التفات نہ کریں، وہ آپ کا کچھ نہیں بگاڑ سکتے۔ اپنا کام کیے جائیے اور اُن کے فیصلوں کو بالکلیہ ہم پر چھوڑ دیجیے۔

ہم جانتے ہیں کہ فرمائشی نشان دیکھ کر بھی یہ لوگ آپ کی بات ماننے والے نہیں تھے اور اُس کے بعد ہماری سزا سے چھوٹ کر نکل بھاگنا بھی ممکن نہ تھا اور یہ بھی ہم جانتے ہیں کہ لوگوں میں سے کون فی الحال تباہ کر ڈالنے کے لائق ہیں اور کن لوگوں کا باقی رکھنا مصلحت ہے۔ لہٰذا آپ اس جھنجھٹ میں نہ پڑیں، یہ سب ہمارے محاصرہ میں ہیں آخر مسلمان ہو کر رہیں گے۔

فَائِدَہ: [۹۳] **قوم کی آزمائش:**..... ''دکھاوے'' سے مراد شب معراج کا نظارہ ہے جس کے بیان سے لوگ جانچے گئے۔ سچوں نے سن کر مانا اور کچوں نے جھوٹ جانا۔

فَائِدَہ: [۹۴] ..... یعنی ''زقوم'' کا درخت جسے قرآن میں فرمایا کہ دوزخ والے کھائیں گے۔ ایمان والے یقین لائے اور منکروں نے کہا کہ دوزخ کی آگ میں سبز درخت کیونکر ہوگا؟ یہ بھی جانچنا تھا۔ اِن دو مثالوں سے اندازہ کر لو کہ تصدیقِ خوارق کے باب میں اُن کے طبائع کا کیا حال ہے۔

فَائِدَہ: [۹۵] ..... یعنی جن کے دل خدا کے خوف سے خالی ہوں، ڈرانے سے ڈریں نہیں، بلکہ اور زیادہ شرارت میں ترقی کریں اُن سے فرمائشی نشان دیکھنے پر قبولِ حق کی امید رکھنا بے موقع ہے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ قَالَ ءَاَسْجُدُ لِمَنْ خَلَقْتَ

اور جب ہم نے کہا فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ میں گر پڑے مگر ابلیس، بولا کیا میں سجدہ کروں ایک شخص کو جس کو تو نے

طِيْنًا ﴿۶۱﴾ قَالَ اَرَءَيْتَكَ هٰذَا الَّذِيْ كَرَّمْتَ عَلَيَّ ؗ لَئِنْ اَخَّرْتَنِ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَاَحْتَنِكَنَّ

بنایا مٹی کا ۹۶ کہنے لگا بھلا دیکھ تو یہ شخص جس کو تو نے مجھ سے بڑھا دیا اگر تو مجھ کو ڈھیل دیوے قیامت کے دن تک تو میں اس کی اولاد کو ڈھانٹی

ذُرِّيَّتَهٗٓ اِلَّا قَلِيْلًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اذْهَبْ فَمَنْ تَبِعَكَ مِنْهُمْ فَاِنَّ جَهَنَّمَ جَزَآؤُكُمْ جَزَآءً

دے لوں مگر تھوڑے سے ۹۷ فرمایا جا پھر جو کوئی تیرے ساتھ ہوا ان میں سے سو دوزخ ہے تم سب کی سزا

مَّوْفُوْرًا ﴿۶۳﴾ وَاسْتَفْزِزْ مَنِ اسْتَطَعْتَ مِنْهُمْ بِصَوْتِكَ وَاَجْلِبْ عَلَيْهِمْ بِخَيْلِكَ وَرَجِلِكَ

بدلہ پورا ۹۸ اور گھبرا لے ان میں جس کو تو گھبرا سکے اپنی آواز سے ۹۹ اور لے آ ان پر اپنے سوار اور پیادے ۱۰۰

وَشَارِكْهُمْ فِي الْاَمْوَالِ وَالْاَوْلَادِ وَعِدْهُمْ ؕ وَمَا يَعِدُهُمُ الشَّيْطٰنُ اِلَّا غُرُوْرًا ﴿۶۴﴾ اِنَّ

اور ساجھا کر ان سے مال اور اولاد میں ۱۰۱ اور وعدے دے ان کو اور کچھ نہیں وعدہ دیتا ان کو شیطان مگر دغا بازی ۱۰۲ وہ جو میرے

عِبَادِيْ لَيْسَ لَكَ عَلَيْهِمْ سُلْطٰنٌ ؕ وَكَفٰى بِرَبِّكَ وَكِيْلًا ﴿۶۵﴾ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ

بندے ہیں ان پر نہیں تیری حکومت اور تیرا رب کافی ہے کام بنانے والا ۱۰۳ تمہارا رب وہ ہے جو چلاتا

الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ﴿۶۶﴾ وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِي الْبَحْرِ

ہے تمہارے واسطے کشتی دریا میں ۱۰۴ تاکہ تلاش کرو اس کا فضل ۱۰۵ وہی ہے تم پر مہربان اور جب آتی ہے تم پر آفت دریا

ضَلَّ مَنۡ تَدۡعُوۡنَ اِلَّاۤ اِیَّاہُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىکُمۡ اِلَی الۡبَرِّ اَعۡرَضۡتُمۡ ؕ وَ کَانَ الۡاِنۡسَانُ کَفُوۡرًا ﴿۶۷﴾

میں بھول جاتے ہو جن کو پکارا کرتے تھے اللہ کے سوائے، پھر جب بچا لایا تم کو خشکی میں پھر جاتے ہو اور ہے انسان بڑا ناشکرا ۱۰۶

اَفَاَمِنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡسِفَ بِکُمۡ جَانِبَ الۡبَرِّ اَوۡ یُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ حَاصِبًا ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَکُمۡ

سو کیا تم بے ڈر ہو گئے اس سے کہ دھنسا دے تم کو جنگل [خشکی] کے کنارے ۱۰۷ یا بھیج دے تم پر آندھی پتھر برسانے والی پھر نہ پاؤ

وَکِیۡلًا ﴿۶۸﴾ اَمۡ اَمِنۡتُمۡ اَنۡ یُّعِیۡدَکُمۡ فِیۡہِ تَارَۃً اُخۡرٰی فَیُرۡسِلَ عَلَیۡکُمۡ قَاصِفًا مِّنَ الرِّیۡحِ

اپنا کوئی نگہبان [بچانے والا] یا بے ڈر ہو گئے ہو اس سے کہ پھر لے جائے تم کو دریا میں ۱۰۸ دوسری بار پھر بھیجے تم پر ایک سخت جھونکا ہوا کا

فَیُغۡرِقَکُمۡ بِمَا کَفَرۡتُمۡ ۙ ثُمَّ لَا تَجِدُوۡا لَکُمۡ عَلَیۡنَا بِہٖ تَبِیۡعًا ﴿۶۹﴾

پھر ڈبا دے تم کو بدلے میں اس ناشکری کے پھر نہ پاؤ اپنی طرف سے ہم پر اس کا کوئی باز پرس [پیچھا] کرنے والا ۱۰۹

فائدہ:[۹۶] کافر شیطان کی چال چل رہے ہیں:...... یہ قصہ کئی جگہ گذر چکا۔ یہاں اس پر متنبہ کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم کا بے چون و چرا نہ ماننا فرشتوں کا، اور اُس میں شبہات نکالنا شیطان کا کام ہے۔ یہ کافر بھی اُسی کی چال چل رہے ہیں، جو بات بات میں کج بحثیاں کرتے ہیں مگر یاد رہے کہ اُن کا انجام بھی وہ ہی ہونے والا ہے جو اُن کے امام ابلیس لعین کا ہوگا۔

فائدہ:[۹۷] شیطان کا غرور اور مہلت:...... یعنی تھوڑے سے چھوڑ کر باقی سب کو اپنا مسخر کر لوں جیسے گھوڑے کو لگام دے کر قابو کر لیا جاتا ہے، پھر جو میرے سامنے اتنا کمزور ہے اُسے مجھ پر فضیلت دینا کس طرح جائز ہوگا؟

فائدہ:[۹۸]...... یعنی جا! جتنا زور لگا سکتا ہے لگا لے، یہاں بھی تیرے اور تیرے ساتھیوں کے واسطے جیل خانہ تیار ہے۔

فائدہ:[۹۹]...... یعنی وہ آواز جو خدا کے عصیان کی طرف بلاتی ہو، مراد اس سے وسوسہ ڈالنا ہے اور مزامیر (باجا گاجا) بھی اس میں داخل ہو سکتا ہے۔

فائدہ:[۱۰۰] لشکر کشی:...... یعنی ساری طاقت صرف کر ڈال! اور پوری قوت سے لشکر کشی کر! خدا کی معصیت میں لڑنے والے سب شیطان کے سوار اور پیادے ہیں جن ہوں یا انس۔

فائدہ:[۱۰۱]...... یعنی دل میں ارمان نہ رکھ اُن کو ہر طرح ابھار کہ مال و اولاد میں تیرا حصہ لگائیں، یعنی یہ چیزیں ناجائز طریقہ سے حاصل کریں اور ناجائز کاموں میں صرف کریں۔

فائدہ:[۱۰۲]...... یعنی شیطان جو سبز باغ دکھاتا ہے اُس سے فریب کھانا احمق کا کام ہے اُس کے سب وعدے دغابازی اور فریب سے ہیں، چنانچہ وہ خود اقرار کرے گا ﴿وَوَعَدۡتُّکُمۡ فَاَخۡلَفۡتُکُمۡ﴾۔ [ابراہیم:۲۲]

فائدہ:[۱۰۳] مخلص بندوں کی حفاظت:...... یعنی جو خدا پر اعتماد و توکل کریں وہ اُن کا کام بناتا ہے اور شیطان کے جال سے نکالتا ہے۔

فائدہ:[۱۰۴]...... یہ خدا کی کارسازی کا ایک نمونہ پیش کیا ہے جس میں ایک مشرک کو بھی اقرار کرنا پڑتا ہے کہ اُس کے سوا کوئی کارساز نہیں کہ ہیں عارضی زور کمزور سارے۔

فائدہ:[۱۰۵] دنیا مفت میں:...... یعنی روزی۔ روزی کو اکثر قرآن میں "فضل" فرمایا ہے "فضل" کے معنی زیادہ کے ہیں، سو مسلمان کی

بندگی ہے آخرت کے واسطے اور دنیا لبھاؤ [وہ چیز جو سودے کے بعد مفت دی جائے] میں ملتی ہے۔

فائدہ:[۱۰۶] ناشکری کی مثال:......یعنی مصیبت سے نکلتے ہی محسنِ حقیقی کو بھول جاتا ہے، چند منٹ پہلے دریا کی موجوں میں خدا یاد آرہا تھا، کنارہ پر قدم رکھا اور بے فکر ہو کر سب فراموش کر بیٹھا، اس سے بڑھ کر ناشکر گذاری کیا ہوگی؟

فائدہ:[۱۰۷] اللہ کی قدرت:......یعنی سمندر کے کنارے خشکی میں دھنسا دے، مثلاً زلزلہ آجائے اور زمین شق ہو کر قارون کی طرح اُس میں دھنس جاؤ۔ خلاصہ یہ کہ ہلاک کرنا کچھ دریا کی موجوں پر موقوف نہیں۔

فائدہ:[۱۰۸]......یعنی کوئی ضرورت کھڑی کردے جسکے لیے ناچار دریائی سفر کرنا پڑے۔

فائدہ:[۱۰۹]......یعنی خدا سے کون باز پُرس کرسکتا ہے یا کس کی مجال ہے کہ پیچھا کر کے اُس سے مجرمین کا خون بہا وصول کرے؟

وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ

اور ہم نے عزت دی ہے آدم کی اولاد کو اور سواری دی ان کو جنگل اور دریا میں اور روزی دی ہم نے ان کو ستھری چیزوں سے اور بڑھا دیا ان کو بہتوں سے

عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ﴿۷۰﴾ يَوْمَ نَدْعُوْا كُلَّ اُنَاسٍۢ بِاِمَامِهِمْ ۚ فَمَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ ع

جن کو پیدا کیا ہم نے بڑائی دے کر ۱۱۰ جس دن ہم بلائیں گے ہر فرقہ کو ان کے سرداروں کے ساتھ سو جس کو ملا اس کا اعمالنامہ اس

بِيَمِيْنِهٖ فَاُولٰٓئِكَ يَقْرَءُوْنَ كِتٰبَهُمْ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ﴿۷۱﴾ وَمَنْ كَانَ فِيْ هٰذِهٖٓ اَعْمٰى فَهُوَ فِي

کے داہنے ہاتھ میں سو وہ لوگ پڑھیں گے اپنا لکھا ۱۱۱ اور ظلم نہ ہوگا ان پر ایک تاگے کا ۱۱۲ اور جو کوئی رہا اس جہان میں اندھا سو وہ پچھلے جہان

الْاٰخِرَةِ اَعْمٰى وَاَضَلُّ سَبِيْلًا ﴿۷۲﴾ وَاِنْ كَادُوْا لَيَفْتِنُوْنَكَ عَنِ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ

میں بھی اندھا ہے اور بہت دور پڑا ہوا راہ سے ۱۱۳ اور وہ لوگ چاہتے تھے کہ تجھ کو بچلا دیں اس چیز سے کہ جو وحی بھیجی ہم نے تیری

لِتَفْتَرِيَ عَلَيْنَا غَيْرَهٗ ۖ وَاِذًا لَّاتَّخَذُوْكَ خَلِيْلًا ﴿۷۳﴾ وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ

طرف تاکہ جھوٹ بنا لائے تو ہم پر وحی کے سوا اور تب تو بنا لیتے تجھ کو دوست ۱۱۴ اور اگر یہ نہ ہوتا کہ ہم نے تجھ کو سنبھالے رکھا تو

اِلَيْهِمْ شَيْـًٔا قَلِيْلًا ﴿۷۴﴾

تو لگ جاتا جھکنے ان کی طرف تھوڑا سا ۱۱۵

فائدہ:[۱۱۰] نوعِ انسانی کی عزت اور فضیلت:......یعنی آدمی کو حسنِ صورت، نطق، تدبیر اور عقل وحواس عنایت فرمائے جن سے دنیوی و اخروی مضار و منافع کو سمجھتا اور اچھے برے میں تفریق کرتا ہے۔ ہر طرف ترقی کی راہیں اُس کے لیے کھلی ہیں دوسری مخلوقات کو قابو میں لا کر اپنے کام میں لگاتا ہے۔ خشکی میں جانوروں کی پیٹھ پر یا دوسری طرح طرح کی گاڑیوں میں سفر کرتا اور سمندروں کو کشتیوں اور جہازوں کے ذریعہ بے تکلف طے کرتا چلا جاتا ہے۔ قسم قسم کے عمدہ کھانے، کپڑے، مکانات اور دنیوی آسائش و رہائش کے سامانوں سے منتفع ہوتا ہے۔ اِن ہی آدمیوں کے سب سے پہلے باپ آدم علیہ السلام کو خدا تعالیٰ نے مسجودِ ملائکہ اور ان کے آخری پیغمبر ﷺ کو کل مخلوقات کا

سردار بنایا۔ غرض نوعِ انسانی کو حق تعالیٰ نے کئی حیثیت سے عزت اور بڑائی دے کر اپنی بہت بڑی مخلوق پر فضیلت دی۔ اوپر کے رکوع میں آدم کی نسبت شیطان کا ﴿ هٰذَا الَّذِیْ كَرَّمْتَ عَلَیَّ ﴾ کہنا اور ملائکہ کا آدم کو سجدہ کرنا، پھر بنی آدم کو کشتی کے ذریعہ دریائی سفر طے کرانا مذکور تھا۔ اس آیت کا مضمون مضامینِ مذکورہ بالا سے صاف طور پر مربوط ہے۔

تنبیہ:...... مفسرین نے اس آیت کے تحت میں یہ بحث چھیڑ دی ہے کہ ملائکہ اور بشر میں کون افضل ہے کون مفضول؟ لیکن انصاف یہ ہے کہ آیت سے اس مسئلہ کا فیصلہ نہیں ہوتا۔ حنفیہ کی رائے یہ نقل کی ہے کہ ''رسلِ بشر'' ''رسلِ ملائکہ'' سے افضل ہیں اور رسلِ ملائکہ (باستثنائے رسلِ بشر کے) باقی تمام فرشتوں اور آدمیوں سے افضل ہیں اور عام فرشتوں کو عام آدمیوں پر فضیلت حاصل ہے۔ واللہ اعلم!

فائدہ: [۱۱۱] **قیامت میں مقبول و مردود ہونے کی حسی مثال:**...... یہاں یہ بتلانا ہے کہ دنیا میں فطری حیثیت سے انسان کو جو عزت و فضیلت بخشی تھی اس نے کہاں تک قائم رکھی اور کتنے ہیں جنہوں نے انسانی عزّ و شرف کو خاک میں ملا دیا۔ خلاصہ یہ ہے کہ قیامت کے دن ہر فرقہ اُس چیز کی معیت میں حاضر ہوگا جس کی پیروی اور اتباع کرتا تھا۔ مثلاً مومنین کے نبی، کتاب، دینی پیشوا، یا کفار کے مذہبی سردار، بڑے شیطان اور جھوٹے معبود، جنہیں فرمایا ہے ﴿ وَجَعَلْنٰهُمْ اَئِمَّةً یَّدْعُوْنَ اِلَی النَّارِ ﴾ [القصص: ۴۱] اور حدیث میں ہے: ''لِتَتَّبِعْ كُلُّ اُمَّةٍ مَا كَانَتْ تَعْبُدُ'' الحدیث۔ اس وقت تمام آدمیوں کے اعمال نامے ان کے پاس پہنچا دیئے جائیں گے۔ کسی کا اعمالنامہ سامنے سے داہنے ہاتھ میں اور کسی کا پیچھے سے بائیں ہاتھ میں پہنچ جائے گا، گویا یہ ایک حسی علامت اُن کے مقبول یا مردود ہونے کی سمجھی جائے گی۔ اصحاب یمین (داہنے ہاتھ میں اعمال نامہ پکڑنے والے) وہ ہونگے جنہوں نے دنیا میں حق کو قبول کر کے اپنی فطری شرافت اور انسانی کرامت کو باقی رکھا۔ جس طرح دنیا میں انہوں نے دیکھ بھال کر اور سوچ سمجھ کر کام کیے، آخرت میں اِن کی وہ احتیاط کام آئی۔ اس دن وہ خوشی سے پھولے نہ سمائیں گے، بڑے سرور و انبساط سے اپنا اعمال نامہ پڑھیں گے اور دوسروں کو کہیں گے ﴿ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِیَهْ ﴾ [حاقہ: ۱۹] کہ آؤ میری کتاب پڑھ لو۔ باقی دوسرے لوگ یعنی ''اصحاب شمال'' اُن کا کچھ حال اگلی آیت میں بیان فرمایا ہے (بعض نے لفظ ''امام'' سے خود اعمال نامہ مراد لیا ہے کیونکہ وہاں لوگ اس کے پیچھے چلیں گے)۔

فائدہ: [۱۱۲]...... یعنی کھجور کی گٹھلی کے درمیان جو ایک باریک دھاگا سا ہوتا ہے، اتنا ظلم بھی وہاں نہ ہوگا۔ ہر ایک کی محنت کا پورا بلکہ پورے سے زیادہ پھل ملے گا۔

فائدہ: [۱۱۳] **ہدایت سے اندھا بہشت سے دور:**...... یعنی یہاں ہدایت کی راہ سے اندھا رہا، ویسا ہی آخرت میں بہشت کی راہ سے اندھا ہے اور بہت دور پڑا ہے (موضح القرآن) یہ ''اصحاب یمین'' کے بالمقابل ''اصحاب شمال'' کا ذکر ہوا۔ بعض نے ﴿ وَاَضَلُّ سَبِیْلًا ﴾ کا مطلب یہ لیا ہے کہ دنیا میں تو تلافی مافات کا امکان تھا، آخرت میں اس سے بھی دور جا پڑا کیونکہ اب تدارک و تلافی کا امکان ہی نہیں رہا۔

فائدہ: [۱۱۴] **کفار مکہ کی بے حیائی اور جسارت:**...... یعنی بعض اندھے ایسے شریر ہیں کہ خود تو راہ پر کیا آتے بڑے بڑے سوانکھوں کو بچلانا چاہتے ہیں۔ چنانچہ کفارِ مکہ کی اس بے حیائی اور جسارت کو دیکھئے کہ آپ پر ڈورے ڈالتے ہیں کہ خدا نے جو احکام دیئے اور وحی بھیجی اُس کا ایک حصہ اُن کی خاطر سے آپ (معاذ اللہ) چھوڑ دیں یا بدل ڈالیں۔ کبھی حکومت، دولت اور حسین عورتوں کا لالچ دیتے ہیں، کبھی کہتے ہیں کہ ہم آپ کے تابع ہو جائیں گے، قرآن میں سے صرف وہ حصہ نکال دیجیے جو شرک و بت پرستی کے رد میں ہے۔ اگر آپ (العیاذ باللہ) بفرضِ محال ایسا کر گذرتے تو بیشک وہ آپ کو گاڑھا دوست بنا لیتے۔ لیکن آپ کا جواب یہ تھا کہ خدا کی قسم! اگر تم چاند اتار کر میری ایک مٹھی میں اور سورج اُتار کر دوسری مٹھی میں رکھ دو تب بھی محمد (ﷺ) اس چیز کو چھوڑنے والا نہیں جس کے لیے خدا نے اُسے کھڑا کیا ہے۔ یہاں تک کہ وہ اپنا کام پورا کرے یا اِس راستہ سے گذر جائے۔ ع

دست از طلب ندارم تا کام من برآید
یا تن رسد بجاناں یا جاں زتن برآید

فَائِدَہ:[۱۱۵] شانِ مصطفیٰ ﷺ:...... ﴿تَرْكَنُ﴾ رکون سے ہے جو ادنیٰ جھکاؤ، اور خفیف میلانِ قلب کو کہتے ہیں اس کے ساتھ ﴿شَيْئًا قَلِيْلًا﴾ بڑھایا گیا تو ادنیٰ سے ادنیٰ ترین مراد ہوگا پھر ﴿لَقَدْ كِدْتَّ﴾ فرما کر اُس کے وقوع کو اور بھی گھٹا دیا۔ یعنی اگر یہ بات نہ ہوتی کہ آپ پیغمبر معصوم ہیں جن کی عصمت کی سنبھال حق تعالیٰ اپنے فضلِ خصوصی سے کرتا ہے تو ان چالاک شریروں کی فریب بازیوں سے بہت ہی تھوڑا سا ادھر جھکنے کے قریب ہو جاتے مگر انبیاء کی عصمت کا تکفل اُن کا پروردگار کر چکا ہے، اس لیے اتنا خفیف جھکاؤ بھی نہ پایا گیا۔ اِس سے ظاہر ہوتا ہے کہ نبی کریم ﷺ میں تقویٰ کی فطری قوت کس قدر مضبوط اور نا قابلِ تزلزل تھی۔

إِذًا لَّأَذَقْنٰكَ ضِعْفَ الْحَيٰوةِ وَضِعْفَ الْمَمَاتِ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ عَلَيْنَا نَصِيْرًا ﴿۷۵﴾ وَإِنْ كَادُوْا
تب تو ضرور چکھاتے ہم تجھ کو دونا مزہ زندگی میں اور دونا مرنے میں پھر نہ پاتا تو اپنے واسطے ہم پر مدد کرنے والا ف۱۱۶ اور وہ تو چاہتے تھے
لَيَسْتَفِزُّوْنَكَ مِنَ الْأَرْضِ لِيُخْرِجُوْكَ مِنْهَا وَإِذًا لَّا يَلْبَثُوْنَ خِلٰفَكَ إِلَّا قَلِيْلًا ﴿۷۶﴾ سُنَّةَ
کہ گھبرا دیں تجھ کو اس زمین سے تا کہ نکال دیں تجھ کو یہاں سے اور اس وقت نہ ٹھہریں گے وہ بھی تیرے پیچھے مگر تھوڑا ف۱۱۷ دستور چلا
مَنْ قَدْ أَرْسَلْنَا قَبْلَكَ مِنْ رُّسُلِنَا وَلَا تَجِدُ لِسُنَّتِنَا تَحْوِيْلًا ﴿۷۷﴾ أَقِمِ الصَّلٰوةَ لِدُلُوْكِ ع ۸
آتا ہے ان رسولوں کا جو تجھ سے پہلے بھیجے ہم نے اپنے پیغمبر اور نہ پائے گا تو ہمارے دستور میں تفاوت ف۱۱۸ قائم رکھ نماز کو ف۱۱۹
الشَّمْسِ إِلٰى غَسَقِ الَّيْلِ وَقُرْاٰنَ الْفَجْرِ ۭ إِنَّ قُرْاٰنَ الْفَجْرِ كَانَ مَشْهُوْدًا ﴿۷۸﴾ وَمِنَ الَّيْلِ
سورج ڈھلنے سے رات کے اندھیرے تک ف۱۲۰ اور قرآن پڑھنا فجر کا ف۱۲۱ بے شک قرآن پڑھنا فجر کا ہوتا ہے روبرو [فجر کے وقت فرشتے حاضر ہوتے ہیں] ف۱۲۲ اور کچھ
فَتَهَجَّدْ بِهٖ نَافِلَةً لَّكَ ۖ عَسٰٓى أَنْ يَّبْعَثَكَ رَبُّكَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا ﴿۷۹﴾ وَقُلْ رَّبِّ
رات جاگتا رہ قرآن کے ساتھ یہ زیادتی [بڑھوتری] ہے تیرے لیے ف۱۲۳ قریب ہے کہ کھڑا کر دے تجھ کو تیرا رب مقامِ محمود [تعریف کے مقام] میں ف۱۲۴ اور کہہ اے رب
أَدْخِلْنِيْ مُدْخَلَ صِدْقٍ وَّأَخْرِجْنِيْ مُخْرَجَ صِدْقٍ وَّاجْعَلْ لِّيْ مِنْ لَّدُنْكَ سُلْطٰنًا نَّصِيْرًا ﴿۸۰﴾
داخل کر مجھ کو سچا داخل کرنا اور نکال مجھ کو سچا نکالنا ف۱۲۵ اور عطا کر دے مجھ کو اپنے پاس سے حکومت کی مدد ف۱۲۶

فَائِدَہ:[۱۱۶] مقربین کا مقام:...... اِس سے بھی حضور ﷺ کے فضل و شرف کا نہایت لطیف پیرایہ میں اظہار مقصود ہے۔ مقربین کیلئے جیسے انعامات بہت بڑے ہیں "نزدیکاں را بیش بود حیرانی" کے قاعدہ سے ان کی چھوٹی سے چھوٹی غلطی یا کوتاہی پر عتاب بھی کہیں زیادہ ہوتا ہے جیسے ازواجِ مطہرات کو فرمایا: ﴿يٰنِسَآءَ النَّبِيِّ مَنْ يَّأْتِ مِنْكُنَّ بِفَاحِشَةٍ مُّبَيِّنَةٍ يُّضٰعَفْ لَهَا الْعَذَابُ ضِعْفَيْنِ﴾ [احزاب:۳۰] تو بتلا دیا کہ آپ کا مرتبہ معمولی نہیں۔ اگر بفرضِ محال ادنیٰ سے ادنیٰ غلطی ہو تو دنیا میں اور برزخ و آخرت میں دوگنا مزہ چکھنا پڑے۔ مومن کو چاہیے کہ اِن آیات کو تلاوت کرتے وقت دوزانو بیٹھ کر انتہائی خوف و خشیت کے ساتھ حق تعالیٰ کی شانِ جلال و جبروت میں غور کرے اور وہ ہی کہے جو حضور ﷺ نے فرمایا: "اَللّٰهُمَّ لَا تَكِلْنِيْ إِلٰى نَفْسِيْ طَرْفَةَ عَيْنٍ" (خداوندا! چشم زدن کے لیے بھی مجھ کو میرے نفس کے

حوالہ نہ کیجیے) یعنی ہمیشہ اپنی حفاظت وکفالت میں رکھیے۔

فَائِدَۃ:[۱۱۷] رسول اللہ ﷺ کو تنگ کرنے کی سزا:...... یعنی چاہتے ہیں کہ تجھے تنگ کر کے اور گھبرا کر مکہ سے نکال دیں لیکن یاد رکھیں کہ ایسا کیا تو وہ خود زیادہ دنوں تک یہاں نہ رہ سکیں گے، چنانچہ اسی طرح واقع ہوا۔ اُن کے ظلم وستم حضور ﷺ کی ہجرت کا سبب بنے۔ آپ کا مکہ سے تشریف لے جانا تھا کہ تقریباً ڈیڑھ سال بعد مکہ کے بڑے بڑے نامور سردار گھروں سے نکل کر میدان "بدر" میں نہایت ذلت کے ساتھ ہلاک ہوئے اور اس کے پانچ چھ سال بعد مکہ پر اسلام کا قبضہ ہو گیا، کفار کی حکومت وشوکت تباہ ہو گئی اور بالآخر قلیل مدت گذرنے پر مکہ بلکہ پورے جزیرۃ العرب میں پیغمبر علیہ السلام کا ایک مخالف بھی باقی نہ رہا۔

فَائِدَۃ:[۱۱۸] دستور خداوندی:...... یعنی ہمارا یہی دستور رہا ہے کہ جب کسی بستی میں پیغمبرِ خدا کو نہ رہنے دیا تو بستی والے خود نہ رہے۔

فَائِدَۃ:[۱۱۹] اقامت صلوٰۃ اور تعلق مع اللہ کی برکت:...... یعنی انکی منصوبہ بازیوں کی کچھ فکر نہ کیجیے۔ آپ اپنے مالک کے طرف متوجہ رہیں اور نمازوں کو ٹھیک ٹھیک قائم رکھیں۔ تعلق مع اللہ وہ چیز ہے جو انسان کو تمام مشکلات ونوائب پر غالب کر دیتی ہے ﴿وَاسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ﴾ [بقرہ:۴۵]

فَائِدَۃ:[۱۲۰] نمازوں کا ثبوت:...... اس میں چار نمازیں آگئیں ظہر، عصر، مغرب، عشاء۔ جمع بین الصلوٰتین کے مسئلہ سے اس کا کچھ تعلق نہیں، اور اگر جمع کا اشارہ نکالا جائے تو دو نہیں چار نمازوں کے جمع کرنے کی مشروعیت اس سے نکلے گی۔ ہاں! بشرطِ ذوقِ صحیح یہ استنباط کیا جا سکتا ہے کہ ظہر میں تعجیل اور عشاء میں تاخیر مستحب ہونی چاہیے، الا لعارض!

فَائِدَۃ:[۱۲۱]...... یعنی نماز فجر میں۔ شاید ﴿قُرْاٰنَ الْفَجْرِ﴾ سے تعبیر کرنے میں یہ اشارہ ہو کہ تطویلِ قرأت فجر میں مطلوب ہے۔

فَائِدَۃ:[۱۲۲] فجر وعصر میں فرشتوں کا اجتماع:...... حدیث میں ہے کہ فجر وعصر کے وقت دن اور رات کے فرشتوں کی بدلی ہوتی ہے۔ لہٰذا ان دو وقتوں میں لیل ونہار کے فرشتوں کا اجتماع ہوتا ہے تو ہماری قرأت اور نماز انکے روبرو ہوئی جو مزید برکت وسکینہ کا موجب ہے، اور اس وقت اوپر جانے والے فرشتے خدا کے ہاں شہادت دینگے کہ جب گئے تب بھی ہم نے تیرے بندوں کو نماز پڑھتے دیکھا اور جب آئے تب بھی۔ اِسکے علاوہ صبح کے وقت یوں بھی آدمی کا دل حاضر اور مجتمع ہوتا ہے۔

فَائِدَۃ:[۱۲۳]...... حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: "یعنی نیند سے جاگ کر (تہجد میں) قرآن پڑھا کر۔ یہ حکم سب سے زیادہ تجھ پر کیا ہے کہ تجھ کو مرتبہ (سب سے) بڑا دینا ہے۔"

فَائِدَۃ:[۱۲۴] مقام محمود اور شان محمدیت کا بھرپور ظہور:...... "مقام محمود" شفاعتِ عظمیٰ کا مقام ہے۔ جب کوئی پیغمبر نہ بول سکے گا تب آنحضرت ﷺ اللہ تعالیٰ سے عرض کر کے خلقت کو تکلیف سے چھڑائیں گے۔ اُس وقت ہر شخص کی زبان پر آپ کی حمد (تعریف) ہوگی اور حق تعالیٰ بھی آپ کی تعریف کریگا گویا شان محمدیت کا پورا پورا ظہور اُس وقت ہوگا۔

تنبیہ:...... "مقام محمود" کی یہ تفسیر صحیح حدیثوں میں آئی ہے اور بخاری ومسلم اور دیگر کتب حدیث میں شفاعتِ کبریٰ کا نہایت مفصل بیان موجود ہے۔ شارحین نے حضور ﷺ کیلئے دس قسم کی شفاعتیں ثابت کی ہیں، فتح الباری میں ملاحظہ کر لیا جائے۔

فَائِدَۃ:[۱۲۵] عظیم الشان دعا اور اس کا مطلب:...... یعنی جہاں مجھے پہنچانا ہے (مثلاً مدینہ میں) نہایت آبرو اور خوبی وخوش اسلوبی سے پہنچا کہ حق کا بول بالا رہے۔ اور جہاں سے نکالنا یعنی علیحدہ کرنا ہو (مثلاً مکہ سے) تو وہ بھی آبرو اور خوبی وخوش اسلوبی سے ہو کہ دشمن ذلیل وخوار اور دوست شاداں وفرحاں ہوں اور بہر صورت سچائی کی فتح اور جھوٹ کا سر نیچا ہو۔

فَائِدَۃ:[۱۲۶]...... یعنی غلبہ اور تسلط عنایت فرما جس کے ساتھ تیری مدد ونصرت ہو تا کہ حق کا بول بالا رہے اور معاندین ذلیل وپست

ہوں۔ دنیا میں کوئی قانون ہو سماوی یا ارضی اُس کے نفاذ کے لیے ایک درجہ میں ضروری ہے کہ حکومت کی مدد ہو۔ جو لوگ دلائل و براہین سننے اور آفتاب کی طرح حق واضح ہو چکنے کے بعد بھی ضد و عناد پر قائم رہیں انکے ضرر و فساد کو حکومت کی مدد ہی روک سکتی ہے۔ اسی لیے سورۂ حدید میں فرمایا: ﴿لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَیِّنٰتِ وَاَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَالْمِیْزَانَ لِیَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَاَنْزَلْنَا الْحَدِیْدَ فِیْهِ بَاْسٌ شَدِیْدٌ وَّمَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَلِیَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ یَّنْصُرُهٗ وَرُسُلَهٗ بِالْغَیْبِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ قَوِیٌّ عَزِیْزٌ ۝﴾ [حدید:۲۵]

وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ﴿۸۱﴾ وَنُنَزِّلُ مِنَ الْقُرْاٰنِ مَا

اور کہہ آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ بے شک جھوٹ ہے نکل بھاگنے والا ۱۲۷ اور ہم اتارتے ہیں قرآن میں سے جس سے

هُوَ شِفَآءٌ وَّرَحْمَةٌ لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۙ وَلَا یَزِیْدُ الظّٰلِمِیْنَ اِلَّا خَسَارًا ﴿۸۲﴾ وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى

روگ دفع ہوں اور رحمت ایمان والوں کے واسطے اور گناہ گاروں کو تو اس سے نقصان ہی بڑھتا ہے ف۱۲۸ اور جب ہم آرام بھیجیں

الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ یَـُٔوْسًا ﴿۸۳﴾ قُلْ كُلٌّ یَّعْمَلُ عَلٰى

انسان پر تو ٹال جائے اور بچائے اپنا پہلو اور جب پہنچے اس کو برائی تو رہ جائے مایوس ہو کر ف۱۲۹ تو کہہ ہر ایک کام کرتا ہے اپنے ڈھنگ پر

شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِیْلًا ﴿۸۴﴾ وَیَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ ع

سو تیرا رب خوب جانتا ہے کس نے خوب پالیا ہے راستہ ف۱۳۰ اور تجھ سے پوچھتے ہیں روح کو ف۱۳۱ کہہ دے روح ہے

مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ وَمَآ اُوْتِیْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِیْلًا ﴿۸۵﴾

میرے رب کے حکم سے اور تم کو علم دیا ہے تھوڑا سا ف۱۳۲

فائدہ: [۱۲۷] عظیم الشان پیشن گوئی: ...... یہ عظیم الشان پیشین گوئی مکہ میں کی گئی جہاں بظاہر کوئی سامان غلبۂ حق کا نہ تھا۔ یعنی کہہ دو قرآن کریم مومنین کو بشارتیں سناتا ہوا اور باطل کو کچلتا ہوا آ پہنچا۔ بس سمجھ لو کہ اب دینِ حق غالب ہوا اور کفر بھاگا، نہ صرف مکہ سے بلکہ سارے عرب سے۔ حدیث میں ہے کہ نبی کریم ﷺ جب مکہ میں فاتحانہ داخل ہوئے اُس وقت کعبہ کے گرد تین سو ساٹھ بت رکھے ہوئے تھے۔ آپ ایک چھڑی سے سب پر ضرب لگاتے اور فرماتے تھے: ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَزَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا﴾۔ ﴿جَآءَ الْحَقُّ وَمَا یُبْدِئُ الْبَاطِلُ وَمَا یُعِیْدُ﴾ ہر ایک اوندھے منہ گر جاتا تھا۔ اِس طرح قرآن کی ایک پیشینگوئی پوری ہوئی اور دوسری کا اعلان کیا گیا کہ جو کفر کعبہ سے نکل بھاگا ہے آئندہ کبھی واپس نہ آئے گا۔ والحمدللہ علیٰ ذٰلک۔

فائدہ: [۱۲۸] قرآن جسمانی و روحانی بیماریوں کیلئے نسخۂ شفاء: ...... یعنی جس طرح حق کے آنے سے باطل بھاگ جاتا ہے، قرآن کی آیات سے جو بتدریج اترتی رہتی ہیں روحانی بیماریاں دور ہوتی ہیں، دلوں سے عقائدِ باطلہ، اخلاقِ ذمیمہ اور شکوک و شبہات کے روگ مٹ کر صحتِ باطنی حاصل ہوتی ہے بلکہ بسا اوقات اس کی مبارک تاثیر سے بدنی صحت بھی حاصل کی جاتی ہے جیسا کہ "روح المعانی" اور "زاد المعاد" وغیرہ میں اس کا فلسفہ اور تجربہ بیان کیا گیا ہے۔ بہرحال جو لوگ ایمان لائیں یعنی اس نسخۂ شفا کو استعمال کریں گے، تمام قلبی و روحانی امراض سے نجات پا کر خدا تعالیٰ کی رحمتِ خصوصی اور ظاہری و باطنی نعمتوں سے سرفراز ہوں گے۔ ہاں! جو مریض اپنی جان کا دشمن

طبیب اور علاج سے دشمنی ہی کی ٹھان لے تو ظاہر ہے کہ جس قدر علاج و دوا سے نفرت کر کے دور بھاگے گا اسی قدر نقصان اٹھائے گا۔ کیونکہ مرض امتداد زمانہ سے مہلک ہوتا جائے گا جو آخر جان لے کر چھوڑے گا تو یہ آفت قرآن کی طرف سے نہیں، خود مریض ظالم کی طرف سے آئی کما قال تعالیٰ: ﴿وَاَمَّا الَّذِيْنَ فِيْ قُلُوْبِهِمْ مَّرَضٌ فَزَادَتْهُمْ رِجْسًا اِلٰى رِجْسِهِمْ وَمَاتُوْا وَهُمْ كٰفِرُوْنَ۝﴾ [توبہ:۱۲۵]

فائدہ:[۱۲۹] انسان کا عجیب حال:......یعنی انسان کا عجیب حال ہے خدا تعالیٰ اپنے فضل سے نعمتیں دیتا ہے تو احسان نہیں مانتا۔ جتنا عیش آرام ملے اُسی قدر منعم حقیقی کی طرف سے اُس کی غفلت و اعراض بڑھتا ہے اور فرائضِ بندگی سے پہلو بچا کر کھسکنا چاہتا ہے۔ پھر جب سخت اور برا وقت آیا تو ایک دم آس توڑ کر اور ناامید ہو کر بیٹھ رہتا ہے۔ گویا دونوں حالتوں میں خدا سے بے تعلق رہا کبھی غفلت کی بنا پر، کبھی مایوسی کی (نعوذ باللہ من کلا الحالین) یہ مضمون غالباً اِس لیے بیان فرمایا کہ قرآن جو سب سے بڑی نعمتِ الٰہی ہے۔ بہت لوگ اِس کی قدر نہیں پہچانتے بلکہ اِس کے ماننے سے اعراض و پہلوتہی کرتے ہیں۔ پھر جب اس کفرانِ نعمت اور اعراض و انکار کا برا نتیجہ سامنے آئے گا اُس وقت قطعاً مایوسی ہوگی کسی طرف امید کی جھلک نظر نہ پڑے گی۔

فائدہ:[۱۳۰] عمل کے موافق برتاؤ:......یعنی ہر ایک کافر و مومن اور معرض و مقبل اپنے اپنے طریقے، نیت، طبیعت اور مذاہب پر چلتا اور اُسی میں مگن رہتا ہے لیکن یاد رہے خدا کے علمِ محیط سے کسی شخص کا کوئی عمل باہر نہیں ہو سکتا وہ ہر ایک طریقِ عمل اور حرکات و سکنات کو برابر دیکھ رہا ہے اور بخوبی جانتا ہے کہ کون کتنا سیدھا چلتا ہے اور کس میں کس قدر کجروی و کجراہی ہے، ہر ایک کے ساتھ اُسی کے موافق برتاؤ کرے گا۔

فائدہ:[۱۳۱] ''روح انسانی'' کے بارے میں سوال:......یعنی روح انسانی کیا چیز ہے؟ اس کی ماہیت و حقیقت کیا ہے؟ یہ سوال صحیحین کی روایت کے موافق یہودِ مدینہ نے آنحضرت ﷺ کے آزمانے کو کیا تھا۔ اور سیر کی روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ مکہ میں قریش نے یہود کے مشورہ سے یہ سوال کیا۔ اسی لیے آیت کے مکی اور مدنی ہونے میں اختلاف ہے، ممکن ہے نزول مکرر ہوا ہو۔ واللہ اعلم! یہاں اِس سوال کے درج کرنے سے غالباً یہ مقصود ہوگا کہ جن چیزوں کے سمجھنے کی ان لوگوں کو ضرورت ہے ادھر سے تو اعراض کرتے ہیں اور غیر ضروری مسائل میں از راہِ تعنت و عناد جھگڑتے رہتے ہیں۔ ضرورت اِس کی تھی کہ وحیِ قرآنی کی روح سے باطنی زندگی حاصل کرتے اور اس نسخۂ شفا سے فائدہ اٹھاتے: ﴿وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾ [شوریٰ:۵۲] ﴿يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ﴾ [نحل:۲] مگر انہیں دوراز کار اور معاندانہ بحثوں سے فرصت کہاں؟ ''روح'' کیا ہے؟ جوہر ہے یا عرض؟ مادی ہے یا مجرد؟ بسیط ہے یا مرکب؟ اِس قسم کے غامض اور بے ضرورت مسائل کے سمجھنے پر نہ نجات موقوف ہے، نہ یہ بحثیں انبیاء کے فرائضِ تبلیغ سے تعلق رکھتی ہیں۔ بڑے بڑے حکماء اور فلاسفر آج تک خود ''مادہ'' کی حقیقت پر مطلع نہ ہو سکے۔ ''روح'' جو بہر حال ''مادہ'' سے کہیں زیادہ لطیف و خفی ہے اِس کی اصل ماہیت و کنہ تک پہنچنے کی پھر کیا امید کی جاسکتی ہے؟ مشرکینِ مکہ کی جہالات اور یہودِ مدینہ کی اسرائیلیات کا مطالعہ کرنے والوں کو معلوم ہے کہ جو قوم موٹی موٹی باتوں اور نہایت واضح حقائق کو نہیں سمجھ سکتی، وہ روح کے حقائق پر دسترس پانے کی کیا خاک استعداد و اہلیت رکھتی ہوگی؟

تو کارِ زمیں را نکو ساختی
کہ با آسماں نیز پرداختی

فائدہ:[۱۳۲]......موضح القرآن میں ہے کہ ''حضرت ﷺ کے آزمانے کو یہود نے پوچھا، سو اللہ نے (کھول کر) نہ بتایا کیونکہ اُن کو سمجھنے کا حوصلہ نہ تھا۔ آگے پیغمبروں نے بھی مخلوق سے ایسی باتیں نہیں کیں۔ اتنا جاننا کافی ہے کہ اللہ کے حکم سے ایک چیز بدن میں آپڑی، وہ جی اٹھا، جب نکل گئی مر گیا۔''

تنبیہ:......حق تعالیٰ کا کلام اپنے اندر عجیب و غریب اعجاز رکھتا ہے۔ روح کے متعلق یہاں جو کچھ فرمایا اُس کا سطحی مضمون عوام اور قاصر

الفہم یا کجرو معاندین کے لیے کافی ہے۔ لیکن اِسی سطح کے نیچے اِن ہی مختصر الفاظ کی تہ میں روح کے متعلق وہ بصیرت افروز حقائق مستور ہیں جو بڑے سے بڑے عالی دماغ نکتہ رس فلسفی اور ایک عارفِ کامل کی راہ طلب و تحقیق میں چراغِ ہدایت کا کام دیتی ہیں۔ روح کے متعلق عہدِ قدیم سے جو سلسلہ تحقیقات کا جاری ہے وہ آج تک ختم نہیں ہوا، اور نہ شاید ہو سکے۔ روح کی اصلی کُنہِ وحقیقت تک پہنچنے کا دعویٰ تو بہت ہی مشکل ہے۔ کیونکہ ابھی تک کتنی ہی محسوسات ہیں جن کی کُنہِ وحقیقت معلوم کرنے سے ہم عاجز رہے ہیں تاہم میرے نزدیک آیاتِ قرآنیہ سے روح کے متعلق ان چند نظریات پر صاف روشنی پڑتی ہے:

(۱) انسان میں اس مادّی جسم کے علاوہ کوئی اور چیز موجود ہے جسے ''روح'' کہتے ہیں، وہ ''عالمِ امر'' کی چیز ہے اور خدا کے حکم و ارادہ سے فائض ہوتی ہے ﴿قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ﴾۔ ﴿خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ [آل عمران:۵۹] ﴿ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ﴾ [مومنون:۱۴] ﴿اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ○﴾ [نحل:۴۰]۔

(۲) روح کی صفات علم و شعور وغیرہ بتدریج کمال کو پہنچتی ہیں اور ارواح میں حصولِ کمال کے اعتبار سے بے حد تفاوت و فرق مراتب ہے حتیٰ کہ خدا تعالیٰ کی تربیت سے ایک روح ایسے بلند اور اعلیٰ مقام پر پہنچ جاتی ہے جہاں دوسری ارواح کی قطعاً رسائی نہ ہو سکے، جیسے روح محمد ﷺ پہنچی۔ یشیر الیہ اضافۃ الامر الی الرب و الرب الی یاء المتکلم المراد بہ ہنا محمد ﷺ و قولہ تعالیٰ فیما بعد: ﴿قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ﴾ [بنی اسرائیل:۸۸]

(۳) مگر اس کے یہ کمالات ذاتی نہیں، وہابِ حقیقی کے عطا کیے ہوئے ہیں اور محدود ہیں، یدل علیہ قولہ تعالیٰ: ﴿وَمَاۤ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا﴾ فان العلم قد اتاہ من مفیض آخر و ہو قلیل فی جنب علم اللہ تعالیٰ کما قال تعالیٰ: ﴿قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّیْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّیْ﴾ [کہف:۱۰۹] ﴿وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ﴾ [لقمان:۲۷] و یدل علی تحدید القدرۃ قولہ تعالیٰ فیما بعد (رَدًّا لقولہم): ﴿لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْۢبُوْعًا﴾ الیٰ ﴿قُلْ سُبْحَانَ رَبِّیْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا﴾ روحِ انسانی خواہ علم و قدرت وغیرہ صفات میں کتنی ہی ترقی کر جائے حتیٰ کہ اپنے تمام ہم جنسوں سے گوئے سبقت لے جائے، پھر بھی اُس کی صفات محدود رہتی ہیں صفاتِ باری کی طرح لامحدود نہیں ہو جاتیں اور یہ ہی بڑی دلیل اس کی ہے کہ آریوں کے عقیدہ کے موافق روح خدا سے علیحدہ کوئی قدیم و غیر مخلوق ہستی نہیں ہو سکتی۔ ورنہ تحدید کہاں سے آئی؟

(۴) کتنی ہی بڑی کامل روح ہو، حق تعالیٰ کو یہ قدرت حاصل ہے کہ جس وقت چاہے اس سے کمالات سلب کر لے گو اُس کے فضل و رحمت سے کبھی ایسا کرنے کی نوبت نہ آئے یدل علیہ قولہ تعالیٰ: ﴿وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِیْۤ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا○ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا○﴾ [بنی اسرائیل:۸۶ تا ۸۷] یہ چند اصول جو ہم نے بیان کیے اہلِ فہم کو نسق آیات میں ادنیٰ تأمل کرنے سے معلوم ہو سکتے ہیں۔ صرف ایک ''عالمِ امر'' کا لفظ ہے جس کی مناسب تشریح ضروری ہے اور جس کے سمجھنے سے امید ہے روح کی معرفت حاصل کرنے میں بہت مدد ملے گی۔ لفظ ''اَمر'' قرآن کریم میں بیسیوں جگہ آیا اور اِس کے معنی کی تعیین میں علماء نے کافی کلام کیا ہے لیکن میری غرض اس وقت سورۂ ''اعراف'' کی آیت ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ [آیت:۵۴] کی طرف توجہ دلانا ہے جہاں ''امر'' کو ''خلق'' کے مقابل رکھا ہے جس سے ہم اس نتیجہ پر پہنچتے ہیں کہ خدا کے یہاں دو مد بالکل علیحدہ علیحدہ ہیں ایک ''خلق'' دوسرا ''امر'' دونوں میں کیا فرق ہے؟ اس کو ہم سیاقِ آیات سے بہ سہولت سمجھ سکتے ہیں، پہلے فرمایا: ﴿اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَيَّامٍ﴾ [اعراف:۵۴] یہ تو خلق ہوا۔ درمیان میں ﴿اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ﴾ کا ذکر کر کے جو شانِ حکمرانی کو ظاہر کرتا ہے

فرمایا ﴿يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۢ بِاَمْرِهٖ﴾ [اعراف: ۵۴] یعنی ان مخلوقات کو ایک معین و محکم نظام پر چلاتے رہنا جسے تدبیر و تصریف کہہ سکتے ہیں، یہ ''امر'' ہوا: ﴿اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ۭ يَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَيْنَهُنَّ﴾ [طلاق: ۱۲] گویا دنیا کی مثال ایک بڑے کارخانہ کی سمجھو جس میں مختلف قسم کی مشینیں لگی ہوں۔ کوئی کپڑا بُن رہی ہے، کوئی آٹا پیس رہی ہے، کوئی کتاب چھاپتی ہے، کوئی شہر میں روشنی پہنچارہی ہے، کسی سے پنکھے چل رہے ہیں۔ وغیر ذٰلک! ہر ایک مشین میں بہت سے کل پرزے ہیں جو مشین کی غرض و غایت کا لحاظ کر کے ایک مُعین اندازے سے ڈھالے جاتے ہیں اور لگائے جاتے ہیں۔ پھر سب پرزے جوڑ کر مشین کو فٹ کیا جاتا ہے۔ جب تمام مشینیں فٹ ہو کر کھڑی ہو جاتی ہیں، تب الیکٹرک (بجلی) کے خزانہ سے ہر مشین کی طرف جدا جدا راستہ سے کرنٹ چھوڑ دیا جاتا ہے، آنِ واحد میں ساکن و خاموش مشینیں اپنی اپنی ساخت کے موافق گھومنے اور کام کرنے لگ جاتی ہیں۔ بجلی ہر مشین اور ہر پرزہ کو اُس کی مخصوص ساخت اور غرض کے مطابق گھماتی ہے حتیٰ کہ جو قلیل و کثیر کہربائیہ روشنی کے لیمپوں اور قمقموں میں پہنچتی ہے، وہاں پہنچ کر اُن ہی قمقموں کی ہیئت اور رنگ اختیار کر لیتی ہے۔ اِس مثال میں یہ بات واضح ہوگئی کہ مشین کا ڈھانچہ تیار کرنا، اس کے کل پرزوں کا ٹھیک اندازہ پر رکھنا، پھر فٹ کرنا، ایک سلسلہ کے کام ہیں جس کی تکمیل کے بعد مشین کو چالو کرنے کے لیے ایک دوسری چیز (بجلی یا اسٹیم) اُس کے خزانہ سے لانے کی ضرورت ہے۔ اِسی طرح سمجھ لو! حق تعالیٰ نے اوّل آسمان و زمین کی تمام مشینیں بنائیں جسکو ''خلق'' کہتے ہیں، ہر چھوٹا بڑا پرزہ ٹھیک اندازہ کے موافق تیار کیا جسے ''تقدیر'' کہا گیا ہے ﴿فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا﴾۔ سب کل پرزوں کو جوڑ کر مشین کو فٹ کیا جسے ''تصویر'' کہتے ہیں ﴿خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ﴾ [اعراف: ۱۱] یہ سب افعال خلق کی مد میں تھے۔ اب ضرورت تھی کہ جس مشین کو جس کام میں لگانا ہے لگا دیا جائے۔ آخر مشین کو چالو کرنے کے لیے ''امرِ الٰہی'' کی بجلی چھوڑ دی گئی۔ شاید اس کا تعلق اسم ''باری'' سے ہے ﴿الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ﴾ [حشر: ۲۴] وفی الحدیث: ''فَلَقَ الْحَبَّةَ وَبَرَأَ النَّسَمَةَ'' وفی سورۃ الحدید: ﴿مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا﴾ [آیت: ۲۲] ای النفوس کما ہو مروی عن ابن عباس و قتادۃ والحسن۔ غرض ادھر سے حکم ہو ''چل'' فوراً چلنے لگی۔ اسی ''امرِ الٰہی'' کو فرمایا: ﴿اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○﴾ [یٰس: ۸۲] دوسری جگہ نہایت وضاحت کے ساتھ امرِ کُنْ کو خلقِ جسد پر مرتب کرتے ہوئے ارشاد ہوا: ﴿خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ [آل عمران: ۵۹] بلکہ تتبع سے ظاہر ہوتا ہے کہ قرآنِ کریم میں ﴿كُنْ فَيَكُوْنُ﴾ کا مضمون جتنے مواضع میں آیا عموماً خلق و ابداع کے ذکر کے بعد آیا ہے، جس سے خیال گذرتا ہے کہ کلمۂ ﴿كُنْ﴾ کا خطاب ''خلق'' کے بعد تدبیر و تصریف وغیرہ کے لیے ہوتا ہوگا۔ واللہ اعلم! بہر حال میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ یہاں ''امر'' کے معنی ''حکم'' کے ہیں اور وہ حکم یہ ہی ہے جسے لفظِ ''﴿كُنْ﴾'' سے تعبیر کیا گیا۔ اور ﴿كُنْ﴾ جنسِ کلام سے ہے جو حق تعالیٰ کی صفتِ قدیمہ ہے جس طرح ہم اس کی تمامی صفات (مثلاً حیات، سمع، بصر وغیرہ) کو بلا کیف تسلیم کرتے ہیں، کلام اللہ و کلمۃ اللہ کے متعلق بھی یہ ہی مسلک رکھنا چاہیے۔ خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ ''روح'' کے ساتھ اکثر جگہ قرآن میں امر کا لفظ استعمال ہوا ہے مثلاً ﴿قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّيْ۔ وَكَذٰلِكَ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا﴾۔ ﴿يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖ۔ يُنَزِّلُ الْمَلٰۗىِٕكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰي مَنْ يَّشَاۗءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ﴾۔ اور پہلے گذر چکا کہ ''امر'' عبارت ہے کلمۂ ''کن'' سے یعنی وہ کلام انشائی جس سے مخلوقات کی تدبیر و تصریف اِس طریقہ پر کی جائے جس پر غرضِ ایجاد و تکوین مرتب ہو۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ ''روح'' کا مبدأ حق تعالیٰ کی صفتِ کلام ہے جو صفتِ علم کے ماتحت ہے۔ شاید اسی لیے ﴿وَنَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ﴾ [ص: ۷۲] میں اسے اپنی طرف منسوب کیا۔ ''کلام'' اور ''امر'' کی نسبت متکلم اور آمر سے ''صادر'' و ''مصدور'' کی ہوتی ہے، ''مخلوق'' و ''خالق'' کی نہیں ہوتی۔ اسی لیے ﴿اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ﴾ [اعراف: ۵۴] میں ''امر'' کو ''خلق'' کے مقابل رکھا۔ ہاں یہ امرِ ''کُنْ'' باری تعالیٰ شانہٗ سے صادر ہو کر ممکن ہے جوہرِ مجرد کے لباس میں یا ایک ''ملکِ اکبر''

اور ''روحِ اعظم'' کی صورت میں ظہور پکڑے۔ جس کا ذکر بعض آثار میں ہوا ہے اور جسے ہم ''کہربائیہ روحیہ'' کا خزانہ کہہ سکتے ہیں۔ گویا یہیں سے روحِ حیات کی لہریں دنیا کی ذوی الارواح پر تقسیم کی جاتی ہیں، اور ''اَلْاَرْوَاحُ جُنُوْدٌ مُّجَنَّدَۃٌ'' کے بے شمار تاروں کا یہیں کنکشن ہوتا ہے۔ اب جو کرنٹ چھوٹی بڑی بے شمار مشینوں کی طرف چھوڑا جاتا ہے وہ مشین سے اُس کی بناوٹ اور استعداد کے موافق کام لیتا اور اُس کی ساخت کے مناسب حرکت دیتا ہے بلکہ جن لیمپوں اور قمقموں میں یہ بجلی پہنچتی ہے اُن ہی کے مناسب رنگ و ہیئت اختیار کر لیتی ہے۔ رہی یہ بات کہ ''کُن'' کا حکم جو قسمِ کلام سے ہے جوہرِ مجرد یا جسمِ نورانی لطیف کی شکل کیونکر اختیار کر سکتا ہے؟ اسے یوں سمجھ لو کہ تمام عقلاء اِس پر متفق ہیں کہ ہم خواب میں جو اشکال و صور دیکھتے ہیں، بعض اوقات وہ محض ہمارے خیالات ہوتے ہیں جو دریا، پہاڑ، شیر، بھیڑیے وغیرہ کی شکلوں میں نظر آتے ہیں۔ اب غور کرنے کا مقام ہے کہ خیالات جو اعراض ہیں اور دماغ کے ساتھ قائم ہیں وہ جوہر و اجسام کیوں کر بن گئے اور کس طرح اُن میں اجسام کے لوازم و خواص پیدا ہو گئے۔ یہاں تک کہ بعض دفعہ خواب دیکھنے والے سے بیدار ہونے کے بعد بھی ان کے آثار جدا نہیں ہوتے۔ فی الحقیقت خدا تعالیٰ نے ہر انسان کو خواب کے ذریعہ سے بڑی بھاری ہدایت کی ہے کہ جب ایک آدمی کی قوتِ مصورہ میں اُس نے اِس قدر طاقت رکھی ہے کہ وہ اپنی بساط کے موافق غیر مجسم خیالات کو جسمی سانچہ میں ڈھال لے اور اُن میں وہ ہی خواص و آثار باذن اللہ پیدا کرے جو عالمِ بیداری میں اجسام سے وابستہ تھے۔ پھر تماشہ یہ ہے کہ وہ خیالات خواب دیکھنے والے کے دماغ سے ایک منٹ کو علیحدہ بھی نہیں ہوئے۔ ان کا ذہنی وجود بدستور قائم ہے تو کیا اس حقیر سے نمونہ کو دیکھ کر ہم اتنا نہیں سمجھ سکتے کہ ممکن ہے قادرِ مطلق اور مصورِ برحق جلّ و علا کا امرِ بے کیف (کُن) باوجود صفتِ قائمہ بذاتہٖ تعالیٰ ہونے کے کسی ایک یا متعدد صورتوں میں جلوہ گر ہو جائے۔ اِن صورتوں کو ہم ارواح یا فرشتے یا کسی اور نام سے پکاریں۔ وہ ارواح و ملائکہ وغیرہ سب حادث ہوں اور ''امرِ الٰہی'' بحالہ قدیم رہے۔ اِمکان و حدوث کے آثار و احکام ارواح وغیرہ تک محدود رہیں اور ''امرِ الٰہی'' ان سے پاک و برتر ہو۔ جیسے جو صورت خیالیہ بحالتِ خواب آگ کی صورت میں نظر آتی ہے اس صورتِ ناریہ میں احراق، سوزش، گرمی وغیرہ سب آثار ہم محسوس کرتے ہیں حالانکہ اسی آگ کا تصور سالہا سال بھی دماغوں میں رہے تو ہمیں ایک سیکنڈ کے لیے یہ آثار محسوس نہیں ہوتے۔ پس کوئی شبہ نہیں کہ روحِ انسانی (خواہ جوہرِ مجرد ہو یا جسمِ لطیف نورانی) ''امرِ ربی'' کا مظہر ہے لیکن یہ ضروری نہیں کہ مظہر کے سب احکام و آثار ظاہر پر جاری ہوں کما ہو الظاہر۔ واضح رہے کہ جو کچھ ہم نے لکھا اور جو مثالیں پیش کیں اِن سے مقصود محض تسہیل و تقریب الی الفہم ہے، ورنہ ایسی کوئی مثال دستیاب نہیں ہو سکتی جو ان حقائق غیبیہ پر پوری طرح منطبق ہو ۔ ع

اے بروں از وہم و قال و قیل من
خاک بر فرق من و تمثیل من

رہا یہ مسئلہ کہ روح جوہرِ مجرد ہے جیسا کہ اکثر حکمائے قدیم اور صوفیہ کا مذہب ہے یا جسمِ نورانی لطیف جیسا کہ جمہور اہلِ حدیث وغیرہ کی رائے ہے۔ اس میں میرے نزدیک قولِ فیصل وہی ہے جو بقیۃ السلف بحر العلوم علامہ سیّد انور شاہ صاحب اَطال اللہ بقاءہٗ نے فرمایا کہ بہ الفاظِ عارف جامی یہاں تین چیزیں ہیں: (۱) وہ جواہر جن میں مادّہ اور کمیت دونوں ہوں جیسے ہمارے ابدان مادیہ۔ (۲) جواہر جن میں مادّہ نہیں صرف کمیت ہے جنہیں صوفیہ اجسامِ مثالیہ کہتے ہیں۔ (۳) وہ جواہر جو مادّہ اور کمیت دونوں سے خالی ہوں جن کو صوفیہ ''ارواح'' یا حکماء ''جواہرِ مجردہ'' کے نام سے پکارتے ہیں۔ جمہور اہلِ شرع جس کو ''روح'' کہتے ہیں وہ صوفیہ کے نزدیک ''بدنِ مثالی'' سے موسوم ہے جو بدنِ مادّی میں حلول کرتا ہے۔ اور بدنِ مادّی کی طرح آنکھ، ناک، کان، ہاتھ، پاؤں وغیرہ اعضاء رکھتا ہے۔ یہ روح بدنِ مادّی سے کبھی جدا ہو جاتی ہے اور اِس جدائی کی حالت میں بھی ایک طرح کا مجہول الکیفیت علاقہ بدن کے ساتھ قائم رکھ سکتی ہے جس سے بدن پر حالتِ موت طاری ہونے نہیں پاتی۔ گویا حضرت علی کرّم اللہ وجہہ کے قول کے موافق جو بغوی نے ﴿اَللّٰهُ یَتَوَفَّی الْاَنْفُسَ حِیْنَ مَوْتِهَا﴾ [زمر: ۴۲] کی

تفسیر میں نقل کیا، اس وقت روح خود علیحدہ رہتی ہے مگر اس کی شعاع جسد میں پہنچ کر بقائے حیات کا سبب بنتی ہے۔ جیسے آفتاب لاکھوں میل سے بذریعہ شعاعوں کے زمین کو گرم رکھتا ہے۔ یا جیسے آج ہی میں نے اخبار میں ایک تار پڑھا کہ ''حال ہی میں فرانس کے محکمۂ پرواز نے ہوابازوں کے بغیر طیارے چلا کر خفیہ تجربے کیے ہیں اور تعجب انگیز نتائج رونما ہوئے ہیں۔ اطلاع موصول ہوئی ہے کہ حال میں ایک خاص بم پھینکنے والا طیارہ بھیجا گیا تھا جس میں کوئی شخص سوار نہ تھا۔ لیکن لاسلکی کے ذریعہ سے وہ منزلِ مقصود پر پہنچایا گیا۔ اس طیارہ میں بم بھر کر وہاں گرائے گئے اور پھر وہ مرکز میں واپس لایا گیا۔ دعویٰ کیا جاتا ہے کہ لاسلکی کے ذریعہ سے ہوائی جہاز نے خود بخود جو کام کیا وہ ایسا مکمل ہے جیسا کسی ہواباز کی مدد سے عمل میں آتا۔'' آج کل یورپ میں جو سوسائٹیاں روح کی تحقیقات کر رہی ہیں انہوں نے بعض ایسے مشاہدات بیان کیے ہیں کہ ایک روح جسم سے علیحدہ تھی، اور روح کی ٹانگ پر حملہ کرنے کا اثر جسمِ مادی کی ٹانگ پر ظاہر ہوا۔ بہرحال اہلِ شرع جو روح ثابت کرتے ہیں صوفیہ کو اس کا انکار نہیں بلکہ وہ اس کے اوپر ایک اور روحِ مجرد مانتے ہیں جس میں کوئی استحالہ نہیں بلکہ اگر اس روحِ مجرد کی بھی کوئی اور روح ہو اور آخر میں کثرت کا سارا سلسلہ سمٹ کر ''امرِ ربی'' کی وحدت پر منتہی ہو جائے تو انکار کی ضرورت نہیں۔ شیخ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ نے ''منطق الطیر'' میں کیا خوب فرمایا ؎

ہم ز جملہ بیش وہم پیش از ہمہ
جملہ از خود دیدہ وخویش از ہمہ
جاں نہاں در جسم واو در جاں نہاں
اے نہاں اندر نہاں اے جانِ جاں

مذکورہ بالا تقریر سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ ہر چیز میں جو ''کُن'' کی مخاطب ہوئی روحِ حیات پائی جائے۔ بیشک میں یہ ہی سمجھتا ہوں کہ ہر مخلوق کی ہر ایک نوع کو اس کی استعداد کے موافق قوی یا ضعیف زندگی ملی ہے یعنی جس کام کے لیے وہ چیز پیدا کی گئی، ڈھانچہ تیار کر کے اس کو حکم دینا ''کُن'' (اس کام میں لگ جا) بس یہ ہی اس کی روحِ حیات ہے۔ جب تک اور جس حد تک یہ اپنی غرضِ ایجاد کو پورا کرے گی اسی حد تک زندہ سمجھی جائے گی اور جس قدر اس سے بعید ہو کر معطل ہوتی جائے گی اسی قدر موت سے نزدیک یا مردہ کہلائے گی۔ ھذا ما عندی وعند الناس ما عندھم واللہ سبحانہ وتعالیٰ ھو الملھم للصواب۔

وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ﴿۸۶﴾ اِلَّا رَحْمَةً

اور اگر ہم چاہیں تو لے جائیں اس چیز کو جو ہم نے تجھ کو وحی بھیجی پھر تو نہ پائے اپنے واسطے اس کے لا دینے کو ہم پر کوئی ذمہ دار مگر مہربانی سے

مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ﴿۸۷﴾ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰٓى اَنْ

تیرے رب کی اس کی بخشش تجھ پر بڑی ہے ف ۱۳۳ کہہ اگر جمع ہوں آدمی اور جن اس پر کہ

يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَلَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا ﴿۸۸﴾ وَلَقَدْ

لائیں ایسا قرآن ہرگز نہ لائیں گے ایسا قرآن اور پڑے مدد کیا کریں ایک دوسرے کی ف ۱۳۴ اور ہم نے

صَرَّفْنَا لِلنَّاسِ فِيْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ ۫ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۸۹﴾ وَقَالُوْا

پھیر پھیر کر سمجھائی لوگوں کو اس قرآن میں ہر مثل [مثال] سو نہیں رہتے بہت لوگ بن [بغیر] ناشکری کیے ف ۱۳۵ اور بولے

لَنْ نُّؤْمِنَ لَكَ حَتّٰى تَفْجُرَ لَنَا مِنَ الْاَرْضِ يَنْبُوْعًا ﴿۹۰﴾ اَوْ تَكُوْنَ لَكَ جَنَّةٌ مِّنْ نَّخِيْلٍ

ہم نہ مانیں گے تیرا کہا جب تک تو نہ جاری کر دے ہمارے واسطے زمین میں ایک چشمہ ف۱۳۶ یا ہو جائے تیرے واسطے ایک باغ کھجور اور

وَّعِنَبٍ فَتُفَجِّرَ الْاَنْهٰرَ خِلٰلَهَا تَفْجِيْرًا ﴿۹۱﴾ اَوْ تُسْقِطَ السَّمَآءَ كَمَا زَعَمْتَ عَلَيْنَا كِسَفًا اَوْ

انگور کا پھر بہائے تو اس کے بیچ نہریں چلا کر یا گرا دے آسمان ہم پر جیسا کہ تو کہا کرتا ہے ٹکڑے ٹکڑے ف۱۳۷ یا

تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا ﴿۹۲﴾

لے آ اللہ کو اور فرشتوں کو سامنے (ضامن) ف۱۳۸

فائدہ: [۱۳۳] قرآنی علم نعمت عظمیٰ ہے: ......یعنی قرآن کا جو علم تم کو دیا ہے خدا چاہے تو ذرا سی دیر میں چھین لے پھر کوئی واپس نہ لا سکے۔ لیکن اُس کی مہربانی آپ پر بہت بڑی ہے اِسی لیے یہ نعمتِ عظمیٰ عنایت فرمائی، اور چھیننے کی کوئی وجہ نہیں۔ صرف قدرتِ عظیمہ کا اظہار مقصود ہے اور یہ کہ کیسی ہی کامل روح ہو اس کے سب کمالات موہوب و مستعار ہیں، ذاتی نہیں۔

فائدہ: [۱۳۴] ......اعجاز قرآن کے متعلق پہلے متعدد مواضع میں کلام کیا جا چکا ہے اور اِس موضوع پر ہمارا مستقل رسالہ ''اعجاز القرآن'' چھپا ہوا ہے اسے ملاحظہ کر لیا جائے۔

فائدہ: [۱۳۵] احمق ناشکری پر تلے ہوئے ہیں: ......یعنی اُن کی خیر خواہی کے لیے عجیب و غریب مضامین بار بار مختلف پیرایوں میں قسم قسم کے عنوانوں سے بیان کیے جاتے ہیں۔ لیکن اکثر احمقوں کو اِس کی قدر نہیں بجائے احسان ماننے کے ناشکری پر تلے ہوئے ہیں۔

فائدہ: [۱۳۶] ......یعنی مکہ کی سرزمین سے۔ قرآن کے اعجاز سے عاجز ہو کر ایسی دور از کار فرمائشیں کرنے لگتے تھے۔ غرض استفادہ و انتفاع مقصود نہ تھا محض تعنت و عناد سے کام تھا۔

فائدہ: [۱۳۷] ......یہ اُسی طرف اشارہ ہے جو دوسری جگہ ارشاد ہوا ﴿اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ﴾ [سبا:۹]

فائدہ: [۱۳۸] ......یعنی معاذ اللہ! خدا خود ہمارے سامنے آ کر کہہ دے اور فرشتے کھلم کھلا شہادت دیں کہ تم سچے ہو۔

اَوْ يَكُوْنَ لَكَ بَيْتٌ مِّنْ زُخْرُفٍ اَوْ تَرْقٰى فِي السَّمَآءِ ؕ وَلَنْ نُّؤْمِنَ لِرُقِيِّكَ حَتّٰى تُنَزِّلَ

یا ہو جائے تیرے لیے ایک گھر سنہرا ف۱۳۹ یا چڑھ جائے تو آسمان میں اور ہم نہ مانیں گے تیرے چڑھ جانے کو جب تک نہ اتار لائے

عَلَيْنَا كِتٰبًا نَّقْرَؤُهٗ ؕ قُلْ سُبْحَانَ رَبِّيْ هَلْ كُنْتُ اِلَّا بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۳﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنْ ع

ہم پر ایک کتاب جس کو ہم پڑھ لیں ف۱۴۰ تو کہہ سبحان اللہ میں کون ہوں مگر ایک آدمی ہوں بھیجا ہوا ف۱۴۱ اور لوگوں کو روکا نہیں ایمان

يُّؤْمِنُوْٓا اِذْ جَآءَهُمُ الْهُدٰٓى اِلَّآ اَنْ قَالُوْٓا اَبَعَثَ اللّٰهُ بَشَرًا رَّسُوْلًا ﴿۹۴﴾ قُلْ لَّوْ كَانَ فِي الْاَرْضِ

لانے سے جب پہنچی ان کو ہدایت مگر اسی بات نے کہ کہنے لگے کیا اللہ نے بھیجا آدمی کو پیغام دے کر ف۱۴۲ کہہ اگر ہوتے زمین میں

مَلٰٓئِكَةٌ يَّمْشُوْنَ مُطْمَئِنِّيْنَ لَنَزَّلْنَا عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَلَكًا رَّسُوْلًا ﴿۹۵﴾ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ

فرشتے پھرتے بستے تو ہم اتارتے ان پر آسمان سے کوئی فرشتہ پیغام دے کر ۱۴۳ کہہ اللہ کافی ہے

شَهِيْدًا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرًا بَصِيْرًا ﴿۹۶﴾ وَمَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ

حق ثابت کرنے والا میرے اور تمہارے بیچ میں وہ ہے اپنے بندوں سے خبردار دیکھنے والا ۱۴۴ اور جس کو راہ دکھلائے اللہ وہی ہے راہ پانے

وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهُمْ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِهٖ ؕ وَنَحْشُرُهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ

والا اور جس کو بھٹکائے پھر تو نہ پائے ان کے واسطے کوئی رفیق اللہ کے سوا ۱۴۵ اور اٹھائیں گے ہم ان کو دن قیامت کے چلیں گے منہ کے بل اندھے

عُمْيًا وَّبُكْمًا وَّصُمًّا ؕ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ كُلَّمَا خَبَتْ زِدْنٰهُمْ سَعِيْرًا ﴿۹۷﴾ ذٰلِكَ جَزَآؤُهُمْ

اور گونگے اور بہرے ۱۴۶ ٹھکانا ان کا دوزخ ہے، جب لگے گی بجھنے اور بھڑکا دیں گے ان پر ۱۴۷ یہ ان کی سزا ہے اس

بِاَنَّهُمْ كَفَرُوْا بِاٰيٰتِنَا وَقَالُوْٓا ءَاِذَا كُنَّا عِظَامًا وَّرُفَاتًا ءَاِنَّا لَمَبْعُوْثُوْنَ خَلْقًا جَدِيْدًا ﴿۹۸﴾

واسطے کہ منکر ہوئے ہماری آیتوں سے اور بولے کیا جب ہم ہو گئے ہڈیاں اور چورا چورا، کیا ہم کو اٹھائیں گے نئے بنا کر ۱۴۸

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ

کیا نہیں دیکھ چکے کہ جس اللہ نے بنائے آسمان اور زمین وہ بنا سکتا ہے ایسوں کو ۱۴۹ اور مقرر کیا ہے ان کے واسطے ایک

لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ﴿۹۹﴾ قُلْ لَّوْ اَنْتُمْ تَمْلِكُوْنَ خَزَآئِنَ

وقت بے شبہ ۱۵۰ سو نہیں رہا جاتا بے انصافوں سے بن ناشکری کئے ۱۵۱ اگر تمہارے ہاتھ میں ہوتے میرے رب کی

رَحْمَةِ رَبِّيْٓ اِذًا لَّاَمْسَكْتُمْ خَشْيَةَ الْاِنْفَاقِ ؕ وَكَانَ الْاِنْسَانُ قَتُوْرًا ﴿۱۰۰﴾ وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى

رحمت کے خزانے تو ضرور بند کر رکھتے اس ڈر سے کہ خرچ نہ ہو جائیں اور ہے انسان دل کا تنگ ۱۵۲ اور ہم نے دیں موسیٰ

تِسْعَ اٰيٰتٍۢ بَيِّنٰتٍ فَسْـَٔلْ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اِذْ جَآءَهُمْ فَقَالَ لَهٗ فِرْعَوْنُ اِنِّيْ لَاَظُنُّكَ يٰمُوْسٰى

کو نو نشانیاں صاف پھر پوچھ بنی اسرائیل سے جب آیا وہ ان کے پاس ۱۵۳ تو کہا اس کو فرعون نے میری اٹکل میں تو موسیٰ

مَسْحُوْرًا ﴿۱۰۱﴾ قَالَ لَقَدْ عَلِمْتَ مَآ اَنْزَلَ هٰٓؤُلَآءِ اِلَّا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ بَصَآئِرَ ۚ وَاِنِّيْ

تجھ پر جادو ہوا ۱۵۴ بولا تو جان چکا ہے کہ یہ چیزیں کسی نے نہیں اتاریں مگر آسمان اور زمین کے مالک نے سمجھانے کو اور میری

لَاَظُنُّكَ يٰفِرْعَوْنُ مَثْبُوْرًا ﴿۱۰۲﴾ فَاَرَادَ اَنْ يَّسْتَفِزَّهُمْ مِّنَ الْاَرْضِ فَاَغْرَقْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ

اٹکل میں فرعون تو غارت ہوا چاہتا ہے ۱۵۵ پھر چاہا کہ بنی اسرائیل کو چین نہ دے اس زمین میں پھر ڈبا دیا ہم نے اس کو اور اس کے ساتھ والوں کو

النصف

ع ۱۱

جَمِيعًا ﴿۱۰۴﴾ وَّقُلْنَا مِنْ بَعْدِهٖ لِبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اسْكُنُوا الْاَرْضَ فَاِذَا جَآءَ وَعْدُ الْاٰخِرَةِ جِئْنَا

اور کہا ہم نے اس کے پیچھے بنی اسرائیل کو آباد رہو تم زمین میں پھر جب آئے گا وعدہ آخرت کا لے آئیں گے سب کو ف ۱۵۶

بِكُمْ لَفِيْفًا ﴿۱۰۴﴾ وَبِالْحَقِّ اَنْزَلْنٰهُ وَبِالْحَقِّ نَزَلَ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا مُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا ﴿۱۰۵﴾ وَقُرْاٰنًا

ہم تم کو سمیٹ کر ف ۱۵۷ اور سچ کے ساتھ اتارا ہم نے قرآن اور سچ کے ساتھ اترا ف ۱۵۸ اور تجھ کو جو بھیجا ہم نے سو خوشی اور ڈر سنانے کو ف ۱۵۹ اور پڑھنے

فَرَقْنٰهُ لِتَقْرَاَهٗ عَلَى النَّاسِ عَلٰى مُكْثٍ وَّنَزَّلْنٰهُ تَنْزِيْلًا ﴿۱۰۶﴾ قُلْ اٰمِنُوْا بِهٖٓ اَوْ لَا تُؤْمِنُوْا ؕ اِنَّ

کا وظیفہ کیا ہم نے قرآن کو جدا جدا کر کے پڑھے تو اس کو لوگوں پر ٹھہر ٹھہر کر اور اس کو ہم نے اتارتے اتارا ف ۱۶۰ کہہ تم اس کو مانو یا نہ مانو

الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ مِنْ قَبْلِهٖٓ اِذَا يُتْلٰى عَلَيْهِمْ يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ سُجَّدًا ﴿۱۰۷﴾

جن کو علم ملا ہے اس کے پہلے سے جب ان کے پاس اس کو پڑھیے گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر سجدہ میں

فائدۃ: [۱۳۹] ......یعنی سونے کا نہ ہو تو کم از کم سونے کا ملمع ہو۔

فائدۃ: [۱۴۰] ......یعنی جیسے آپ معراج کا ذکر کرتے ہیں ہمارے سامنے آسمان پر چڑھیے پھر وہاں سے ایک کتاب لکھی ہوئی لے کر آئیے جسے ہم خود پڑھ سکیں اور سمجھ سکیں۔

فائدۃ: [۱۴۱] خدائی اختیارات صرف اللہ کے پاس ہیں: ......جیسے پہلے پیغمبر آئے اور وہ آدمی تھے۔ کسی پیغمبر کو خدائی کے اختیارات حاصل نہیں، نہ اُس کی یہ شان ہے کہ اپنے رب سے ایسی بے ضرورت فرمائشیں کرے۔ اُن کا کام یہ ہے کہ جو اُدھر سے ملے پہنچا دیں اور اپنے ہر ایک کام کو خدائے واحد کے سپرد کر دیں۔ سو میں اپنا فرض رسالت ادا کر رہا ہوں، فرمائشی نشان دکھلانے یا نہ دکھلانے اُس کی حکمتِ بالغہ پر محول ہیں۔ اور پہلے اسی سورت میں فرمائشی نشانات نہ دکھلانے کی بعض حکمتیں گذر چکی ہیں۔ (بنی اسرائیل: ۵۹، ۶۰)

فائدۃ: [۱۴۲] ......یعنی نور ہدایت پہنچنے کے بعد آنکھیں نہ کھلیں یہ ہی کہتے رہے کہ آدمی ہو کر رسول کیسے ہو سکتا ہے۔ اگر خدا کو پیغمبر بھیجنا تھا تو آسمان سے کوئی فرشتہ اتارتا۔

فائدۃ: [۱۴۳] انسانوں کی طرف فرشتوں کو بطور پیغمبر کیوں نہیں بھیجا گیا: ......یعنی اگر یہ زمین آدمیوں کے بجائے فرشتوں کی بستی ہوتی تو بیشک موزوں ہوتا کہ ہم فرشتہ کو پیغمبر بنا کر بھیجتے۔ آدمیوں کی طرف اگر فرشتہ اُس کی اصلی صورت میں بھیجا جائے تو آنکھیں اور دل تحمل بھی نہ کر سکیں، فائدہ اُٹھانا تو الگ رہا۔ اور آدمی کی صورت میں آئے تو اشتباہ میں پڑے رہیں۔ اس کی تقریر سورۂ انعام کے پہلے رکوع (آیت: ۸) میں گذر چکی۔

فائدۃ: [۱۴۴] صداقت رسول ﷺ: ......وہ جو کہتے تھے ﴿اَوْ تَاْتِيَ بِاللّٰهِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ قَبِيْلًا﴾ الآیۃ یعنی خدا سامنے آ کر تصدیق کر دے تب مانیں۔ تو فرمایا کہ خدا اب بھی اپنے فعل سے میری تصدیق کر رہا ہے۔ آخر وہ مجھ کو دیکھتا ہے کہ میں نبوت کا دعوٰی کر رہا ہوں اور میرے ظاہری و باطنی احوال سے پورا خبردار ہے۔ اس پر بھی میرے ہاتھ اور زبان پر برابر وہ علمی و عملی نشانات ظاہر فرماتا رہتا ہے جو خارق عادت اور اس کے عام قانونِ قدرت سے کہیں بلند و برتر ہیں۔ میرے مقاصد کو یوماً فیوماً کامیاب اور وسیع الاثر بناتا ہے، اور تکذیب کرنے والوں کو قدم قدم پر متنبہ کرتا ہے کہ اس رفتار سے تم فلاح نہیں پا سکتے۔ کیا یہ خدا کی طرف سے کھلی ہوئی فعلی شہادت نہیں کہ میں اپنے دعوے

میں سچا ہوں؟ کیا ایک مفتری کے ساتھ ایسا معاملہ خدا کا ہو سکتا تھا؟

فائدہ:[۱۴۵] خدا کی دستگیری سے ہی منزل مقصود:......یعنی خدا کی توفیق و دستگیری ہی سے آدمی راہِ حق پر چل کر منزل مقصود تک پہنچ سکتا ہے۔ جس کی بدبختی اور تعنت کی وجہ سے خدا دستگیری نہ فرمائے اُسے کون ہے جو ٹھیک راستہ پر لگا سکے؟

فائدہ:[۱۴۶] روزِ قیامت کافروں کی حالت زار:......یہ قیامت کے بعض مواطن میں ہوگا کہ کافر منہ کے بل اندھے گونگے کر کے چلائے جائینگے۔ حدیث میں ہے صحابہ نے عرض کیا: یا رسول اللہ! منہ کے بل کس طرح چلیں گے؟ فرمایا: جس نے آدمی کو پاؤں سے چلایا وہ قادر ہے کہ سر سے چلا دے۔ باقی فرشتوں کا جہنمیوں کو منہ کے بل گھسیٹنا، وہ دوزخ میں داخل ہونے کے بعد ہوگا: ﴿يَوْمَ يُسْحَبُوْنَ فِي النَّارِ عَلٰى وُجُوْهِهِمْ﴾ [قمر:۴۸]

فائدہ:[۱۴۷]......یعنی عذاب معین اندازہ سے کم نہیں ہونے دیں گے۔ اگر بدن جل کر تکلیف میں کمی ہونے لگے گی تو پھر نئے چمڑے چڑھا دیئے جائیں گے ﴿كُلَّمَا نَضِجَتْ جُلُوْدُهُمْ بَدَّلْنٰهُمْ جُلُوْدًا غَيْرَهَا﴾ [نساء:۵۶]

فائدہ:[۱۴۸]......یعنی دنیا میں دلیل سے تو نہ مانا تھا، اب آنکھ سے بار بار دیکھ لو کہ کس طرح جل جل کر از سرِ نو تیار کیے جا رہے ہو۔

فائدہ:[۱۴۹]......یعنی جس نے اتنے بڑے بڑے اجسام پیدا کیے، اُسے تم جیسی چھوٹی سی چیز کا پیدا کر دینا کیا مشکل ہے ﴿لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ﴾ [مومن:۵۷] بیشک وہ تم کو اور تمہارے جیسے سب آدمیوں کو بے تکلف پیدا کر سکتا ہے۔

فائدہ:[۱۵۰]......یعنی شاید یہ کہو کہ آخر اتنے آدمی مر چکے ہیں وہ اب تک کیوں نہیں اٹھائے گئے؟ تو فرما دیا کہ سب کے واسطے قبروں سے اٹھنے اور دوبارہ زندہ ہونے کا وقت مقرر ہے وہ ضرور آ کر رہے گا، تاخیر دیکھ کر انکار کرنا حماقت ہے ﴿وَمَا نُؤَخِّرُهٗۤ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ﴾ [ہود:۱۰۴]

فائدہ:[۱۵۱]......یعنی ایسے واضح مضامین و دلائل سن کر بھی نا انصافوں کے کفر و ضلال اور ناشکری میں ترقی ہی ہوتی ہے، ذرا نہیں پسیجتے۔

فائدہ:[۱۵۲] جوادِ حقیقی اور شانِ مصطفوی کا تذکرہ:......گذشتہ رکوع میں فرمایا تھا: ﴿رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ؕ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ۝ قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَالْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ﴾ (خدا تعالیٰ نے اپنی رحمت سے آپ پر بہت بڑا فضل کیا ہے کہ قرآن جیسی بے مثال دولت عطا فرمائی) درمیان میں مخالفین کے تعنت و عناد، دُور از کار مطالباتِ اعراض و تکذیب اور اُن کے نتائج کا ذکر کر کے یہاں پھر اسی پہلے مضمون کی طرف عود کیا گیا ہے۔ یعنی ایک بندہ کو ایسی عظیم الشان رحمت اور عدیم النظیر دولت سے سرفراز فرمانا، اُسی جوادِ حقیقی اور وہابِ مطلق کی شان ہو سکتی ہے جس کے پاس رحمت کے غیر متناہی خزانے ہوں۔ اور کسی مستحق کو زیادہ سے زیادہ دینے میں نہ اس کو اپنے تہی دست رہ جانے کا خوف ہو، نہ اس کا اندیشہ کہ دوسرا ہم سے لے کر کہیں مدِ مقابل نہ بن جائے یا آگے چل کر ہمیں دبا نہ لے۔ خداوند قدوس جھٹر دلے [تنگ دل] انسان کی طرح (العیاذ باللہ) تنگ دل واقع نہیں ہوا، جسے اگر فرض کر و خزائنِ رحمت کا مالک مختار بنا دیا جائے تب بھی اپنی طبیعت سے بخل و تنگ دلی نہ چھوڑے اور کسی مستحق کو دینے سے اس لیے گھبرائے کہ کہیں سارا خرچ نہ ہو جائے اور میں خالی ہاتھ رہ جاؤں یا جس پر آج خرچ کرتا ہوں کل میری ہمسری نہ کرنے لگے۔ بہر حال اگر رحمتِ الٰہیہ کے خزانے تمہارے قبضہ میں ہوتے تو تم کسے دینے والے تھے اور کہاں گوارا کر سکتے تھے کہ مکہ و طائف کے بڑے بڑے متکبر دولت مندوں کو چھوڑ کر وحی و نبوت کی یہ بیش بہا دولت "بنی ہاشم" کے ایک دُرِّ یتیم کو مل جائے۔ یہ حق تعالیٰ کا فیض ہے کہ جس میں جیسی استعداد و قابلیت دیکھی اس کے مناسب کمالات و انعامات کے خزانے اُنڈیل دیئے۔ تمہارے تعنت و تعصب سے خدا کا فضل رُکنے والا نہیں۔ محمد ﷺ کے طفیل میں جو خزائن آپ کے اتباع کو ملنے والے ہیں مل کر رہیں گے اور پیغمبر علیہ السلام اور اُن کے پیرو دریا دلی سے اس دولت کو بنی نوعِ انسان پر خرچ کریں گے تمہاری طرح

تنگ دلی نہیں دکھائیں گے۔

فَائِدَۃ:[۱۵۳] صداقت موسوی کے ۹ معجزات:......یعنی جیسے آپ کو فضل و رحمت سے قرآن عظیم دیا اور بہت کچھ مہربانیاں آپ پر فرمائیں، ہم پہلے موسیٰ علیہ السلام کو صداقت کے نو کھلے ہوئے نشانات (معجزات) اُن کے مناسب حال عنایت فرما چکے ہیں جب کہ وہ ''بنی اسرائیل'' کے پاس فرعون کے مظالم سے نجات دلانے کے لیے تشریف لائے تھے۔ اگر چاہو تو ''بنی اسرائیل'' کے باخبر اور منصف مزاج علماء سے پوچھ دیکھو کہ یہ واقعہ کہاں تک صحیح ہے۔

تنبیہ:......وہ نو معجزات یہ تھے: ید، عصا، سنین، نقص ثمرات، طوفان، جراد، قمل، ضفادع، دم، سورۂ ''اعراف'' ﴿فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمُ الطُّوْفَانَ وَالْجَرَادَ﴾ [آیت: ۱۳۳] کے فوائد میں ہم اس کی تفصیل کر چکے ہیں ملاحظہ کر لی جائے۔ مسند احمد اور ترمذی وغیرہ کی ایک حدیث میں ہے کہ یہود نے آپ سے ﴿تِسْعَ اٰيٰتٍ﴾ کے متعلق سوال کیا، آپ نے فرمایا وہ یہ احکام ہیں: شرک نہ کرو، چوری نہ کرو، زنا نہ کرو، ناحق خون مت کرو، جادو نہ کرو، سود مت کھاؤ، بے گناہ کو مت پکڑواؤ کہ حاکم اُسے قتل کر دے، عفیف عورتوں پر تہمت نہ لگاؤ، جہاد میں سے مت بھاگو۔ نو حکم تو یہ ہوئے جن کے سب لوگ مخاطب ہو سکتے ہیں، دسواں حکم (اے یہود) تمہارے لیے مخصوص تھا کہ سبت (شنبہ) کے دن حد سے نہ گذرو۔ یہود نے سن کر آپ کی تصدیق کی۔ حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں کہ اس حدیث میں نکارت ہے جو غالباً اس کے راوی عبداللہ بن سلمہ کی طرف سے آئی ہے۔ قرآن کا نظم وسیاق ہرگز اس کو نہیں چاہتا کہ ﴿وَلَقَدْ اٰتَيْنَا مُوْسٰى تِسْعَ اٰيٰتٍ﴾ الآیۃ سے مراد یہ نو احکام لیے جائیں۔ آگے فرعون اور موسیٰ کا مکالمہ جو ﴿فَقَالَ لَهٗ﴾ سے نقل فرمایا، مقتضی ہے کہ ﴿اٰيٰتٍ﴾ سے وہ نشانات مراد ہوں جو بطور دلائل وحجج کے فرعونیوں کو دکھلائے گئے تھے، چنانچہ لفظ ﴿بَصَآئِرَ﴾ بھی انہی پر زیادہ چسپاں ہوتا ہے اور پہلے سے اہلِ مکہ کے تعنت اور آیات طلب کرنے کا جو ذکر آ رہا ہے اُس کے مناسب بھی یہی ہے کہ یہاں فرعونیوں کا تعنت آیاتِ کونیہ کے متعلق دکھلایا جائے۔ بہر حال ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ کا خیال یہ ہے کہ یہود نے شاید ﴿تِسْعَ اٰيٰتٍ﴾ کی نسبت نہیں بلکہ ان دس آیات کی نسبت کیا ہوگا جو تورات کے شروع میں بطور وصایا لکھے جاتے تھے۔ چنانچہ حدیث میں دس ہی چیزیں مذکور ہیں۔ راویِ حدیث کو التباس واشتباہ ہوگیا، اُس نے ''کلماتِ عشر'' کی جگہ ﴿تِسْعَ اٰيٰتٍ﴾ کو ذکر کر دیا۔ اور ممکن ہے سوال ''آیاتِ تسعہ'' سے کیا گیا ہو لیکن آپ نے جواب علی اسلوب الحکیم دیا۔ گویا تنبیہ کر دی کہ نو معجزات کا معلوم کرنا تمہارے حق میں چنداں مفید اور اہم نہیں بلکہ ان دس احکام کا یاد رکھنا زیادہ مہم ہے۔ واللہ اعلم!

فَائِدَۃ:[۱۵۴]......یعنی کسی نے تجھ پر جادو کر دیا ہے جس سے معاذ اللہ! عقل خراب ہوگئی۔ اسی لیے بہکی بہکی باتیں کرتا ہے دوسری جگہ ہے ﴿اِنَّ رَسُوْلَكُمُ الَّذِيْٓ اُرْسِلَ اِلَيْكُمْ لَمَجْنُوْنٌ﴾ [شعراء: ۲۷] گویا مسحور سے مراد مجنون ہے اور بعض نے مسحور کو بمعنی ساحر لیا ہے۔ واللہ اعلم!

فَائِدَۃ:[۱۵۵] ایمان ماننے کا نام ہے جاننے کا نہیں:...... یعنی گو زبان سے انکار کرتا ہے مگر تیرا دل خوب جانتا ہے کہ یہ عظیم الشان نشان تیری آنکھیں کھولنے کے لیے اُسی خدائے قادر وتوانا نے دکھلائے ہیں جو آسمان وزمین کا سچا مالک ہے۔ اب جو شخص جان بوجھ کر محض ظلم وتکبر کی راہ سے حق کا انکار کرے اُس کی نسبت بجز اس کے کیا خیال کیا جا سکتا ہے کہ تباہی کی گھڑی اُس کے سر پر آ پہنچی۔ یہاں سے معلوم ہوا کہ ''ایمان'' جاننے کا نام نہیں، ماننے کا نام ہے ﴿وَجَحَدُوْا بِهَا وَاسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ظُلْمًا وَّعُلُوًّا﴾ [نمل: ۱۴]

فَائِدَۃ:[۱۵۶] بحرِ قلزم میں ظالموں کا بیڑہ غرق:...... جب فرعون نے دیکھا کہ موسیٰ کا اثر بڑھتا جاتا ہے، سمجھا کہ بنی اسرائیل کہیں زور نہ پکڑ جائیں اس لیے اُن کو اور زیادہ ستانا شروع کیا کہ یہ مصر میں امن چین سے رہنے نہ پائیں۔ آخر ہم نے اُسی کو نہ رہنے دیا اور بحرِ قلزم میں سب ظالموں کا بیڑہ غرق کر دیا۔

فَائِدَۃ:[١٥٧] دائمی فیصلہ آخرت میں :......یعنی خدا نے ظالم کی جڑ کاٹ دی اور تم کو غلامی سے نجات دی۔اب مصروشام میں جہاں چاہو آزادی سے رہو۔ جب قیامت آئے گی پھر ایک مرتبہ تم سب کو اور تمہارے تباہ شدہ دشمنوں کو اکٹھا کر کے شقی وسعید اور ہالک وناجی کا دائمی فیصلہ کر دیا جائے گا۔

فَائِدَۃ:[١٥٨] اب سب سے بڑا اور سچا علمی معجزہ قرآن ہے :......موسیٰ علیہ السلام کے معجزات وغیرہ کا ذکر فرما کر روئے سخن پھر قرآن کریم کی طرف پھیر دیا گیا۔ یعنی معجزات موسوی بجائے خود تھے، لیکن محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو جو معجزات باہرہ عطا ہوئے اُن میں سب سے بڑا علمی معجزہ یہ قرآن کریم ہے جو ہم نے عین حکمت کے موافق، اپنے علمِ عظیم اور اعلیٰ درجہ کی سچائی پر مشتمل کر کے اتارا ہے اور ٹھیک اسی سچائی کے ساتھ وہ آپ تک پہنچ گیا درمیان میں ادنیٰ ترین تغیر وتبدل بھی نہیں ہوا ﴿فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ﴾ [ہود:١٤]

فَائِدَۃ:[١٥٩] ......یعنی ماننے والوں کو خوشخبری اور نہ ماننے والوں کو عذاب الٰہی کی دھمکی سنا دیجیے۔

فَائِدَۃ:[١٦٠] انزال قرآن سے مقصود تدبر وتذکر ہے :......انزالِ قرآن سے مقصودِ اصلی مطلب سمجھ کر اس پر عمل کرنا جسے تدبر وتذکر کہتے ہیں، لیکن اسکے نفسِ الفاظ وحروف بھی نور وبرکت سے خالی نہیں ﴿اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ﴾ [ص:٢٩] اسی لیے سورتیں اور آیتیں جدا جدا رکھیں تا وظیفہ کے طور پر تلاوت کرنا بھی سہل ہو اور سننے والوں کے لیے حفظ وفہم میں بھی آسانی رہے۔ اور آہستہ آہستہ اس لیے اتارا کہ جیسے حالات پیش آئیں اُن کے مناسب ہدایات حاصل کرتے رہیں، تا وہ جماعت جسے آگے چل کر تمام دنیا کا معلم بننا تھا ہر آیت وحکم کے موقع محل کو بخوبی ذہن نشین کر کے یاد رکھ سکے اور آنے والی نسلوں کے لیے کسی آیت کے بے موقع استعمال کرنے کی گنجائش نہ چھوڑے۔

وَّيَقُوْلُوْنَ سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنْ كَانَ وَعْدُ رَبِّنَا لَمَفْعُوْلًا ﴿١٠٨﴾ وَيَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ

اور کہتے ہیں پاک ہے ہمارا رب بے شک ہمارے رب کا وعدہ ہو کر رہے گا ف١٦١ اور گرتے ہیں ٹھوڑیوں پر روتے ہوئے اور زیادہ ہوتی

يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا ﴿١٠٩﴾ السجدۃ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ

ہے ان کو عاجزی ف١٦٢ کہہ اللہ کہہ کر پکارو یا رحمان کہہ کر جو کہہ کر پکارو گے سو اسی کے ہیں سب نام خاصے ف١٦٣ اور پکار کر

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ﴿١١٠﴾ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ لَمْ

مت پڑھ اپنی نماز اور نہ چپکے پڑھ اور ڈھونڈ لے اس کے بیچ میں راہ ف١٦٤ اور کہہ سب تعریفیں اللہ کو جو نہیں رکھتا

يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ﴿١١١﴾ ع ١٢/١٢

اولاد اور نہ کوئی اس کا ساجھی سلطنت میں اور نہ کوئی اس کا مددگار ذلت کے وقت پر اور اس کی بڑائی کر بڑا جان کر ف١٦٥

السجدۃ ٣

فَائِدَۃ:[١٦١] منصف مزاج اہل علم پر کلام الٰہی کا اثر :......یعنی مانو یا نہ مانو، قرآن کی حقانیت اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق وہ منصف مزاج اہلِ علم کر رہے ہیں جنہیں کتب سابقہ کی بشارات سے آگاہی ہے، وہ اس کلام کو سن کر ٹھوڑیوں کے بل سجدہ میں گر پڑتے ہیں کہ سبحان اللہ! کیا عجیب وغریب کلام ہے۔ بیشک خدا کا وعدہ پورا ہونا تھا جو موسیٰ علیہ السلام کی زبانی تورات ''کتاب استثناء'' میں کیا گیا تھا کہ (اے بنی اسرائیل) میں تمہارے بھائیوں (بنی اسمٰعیل) میں سے ایک نبی اٹھاؤں گا جسکے منہ میں اپنا کلام ڈالوں گا، بلاشبہ وہ یہی کلام ہے جو محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے دہن مبارک میں ڈالا گیا۔ جب اہل علم کو قرآن کی تصدیق سے چارہ نہیں رہا، تب انکار کرنا جاہل کا کام ہے۔

فَائِدَہ: [۱۶۲] ......یعنی قرآن کو سن کر رقت طاری ہو جاتی ہے سجدہ کرتے ہیں تو اور عاجزی بڑھتی ہے۔ اذقان (ٹھوڑیوں) کے لفظ میں شاید اس طرف اشارہ ہو کہ سجود میں بہت زیادہ مبالغہ کرتے ہیں گویا ٹھوڑیاں بھی زمین سے ملا دیتے ہیں، یا محض سجود علی الوجہ سے کنایہ ہو۔ واللہ اعلم!

فَائِدَہ: [۱۶۳] **اللہ اور رحمٰن ایک ہی ذات منبع الکمالات کے نام ہیں:** ......سجود وخشوع وغیرہ کی مناسبت سے یہاں دعا (خدا کو پکارنے) کا اور دعا کی مناسبت سے اگلی آیت میں صلوٰۃ کا ذکر کیا گیا۔ واقعہ یہ ہے کہ حق تعالیٰ کے ناموں میں سے مشرکین عرب کے یہاں اسم ''اللہ'' کا استعمال زیادہ تھا، اسمِ ''رحمٰن'' سے چنداں مانوس نہ تھے۔ البتہ یہود کے یہاں اسمِ ''رحمٰن'' بکثرت مستعمل ہوتا تھا۔ عبرانی میں بھی یہ نام اسی طرح تھا جیسے عربی میں۔ دوسری طرف مسیلمہ کذاب نے اپنا لقب ''رحمان الیمامہ'' رکھ چھوڑا تھا۔ غرض مشرکین حق تعالیٰ پر اسمِ ''رحمان'' اطلاق کرنے سے بدکتے اور وحشت کھاتے تھے۔ چنانچہ جب حضور ﷺ کی زبان سے ''رحمان'' سنتے تو کہتے کہ محمد ہم کو تو دو خداؤں کے پکارنے سے منع کرتے ہیں اور خود اللہ کے سوا دوسرے خدا (رحمان) کو پکارتے ہیں۔ یہود کو یہ شکایت تھی کہ محمد ﷺ کے یہاں ''رحمان'' کا ذکر ایسی کثرت سے کیوں نہیں ہوتا جس طرح ہمارے یہاں ہوتا ہے؟ دونوں کا جواب اس آیت میں دیا گیا کہ ''اللہ'' اور ''رحمٰن'' ایک ہی ذاتِ منبع الکمالات کے دو نام ہیں۔ صفات واسماء کے تعدد سے ذات کا تعدد لازم نہیں ہوتا، جو یہ چیز توحید کی منافی سمجھی جائے۔ رہی یہ بات کہ کسی ایک نام کا ذکر کثرت سے کیوں نہیں ہوتا تو سمجھ لو کہ اللہ کے جس قدر اسمائے حسنیٰ ہیں اُن میں سے کوئی نام لے کر پکارو مقصود ایک ہی ہے۔ عنوانات وتعبیرات کے تنوع سے معنون نہیں بدلتا۔ ہاں! یہ ضرور ہے کہ ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مکانے دارد ؎

عِبَاراتنا شتّٰی وحُسنک واحدٌ وَکُلٌّ اِلٰی ذاک الجمالِ یشیر

فَائِدَہ: [۱۶۴] **تلاوت قرآن کے وقت آواز میں میانہ روی کا حکم:** ......یعنی جہری نماز میں (اور اسی طرح دعا وغیرہ میں) بہت زیادہ چلانا بھی نہیں اور بالکل دبی آواز بھی نہیں، بیچ کی چال پسند ہے۔ (موضح القرآن) احادیث میں ہے کہ مکہ میں جب قرأت زور سے کی جاتی تو مشرکین سن کر قرآن اور اس کے بھیجنے والے اور لانے والے کی شان میں بدزبانی کرتے تھے۔ اس لیے آپ نے بہت آہستہ پڑھنا شروع کر دیا۔ اس پر یہ آیت نازل ہوئی۔ یعنی نہ اس قدر زور سے پڑھو کہ مشرکین اپنی مجالس میں سنیں (تبلیغ کا وقت مستثنیٰ ہے کیونکہ وہاں تو سنانا ہی مقصود ہے) اور نہ اتنا آہستہ کہ خود تمہارے ساتھی بھی سن کر مستفید نہ ہو سکیں۔ افراط وتفریط چھوڑ کر میانہ روی اختیار کرو، اس سے قلب متاثر ہوتا ہے اور تشویش نہیں ہوتی۔

فَائِدَہ: [۱۶۵] **ساری خوبیاں اور تعریفیں اللہ کیلئے ہیں:** ......نماز کے بعد توحید خالص کا ذکر فرما کر سورت کو ختم کیا۔ یعنی ساری خوبیاں اور تعریفیں اللہ کے لیے ہیں جو اپنی ہر صفت وکمال میں یگانہ ہے اور ہر قسم کے عیب وقصور اور نقص وفتور سے بالکل منزہ ہے۔ اس کی ذات میں کسی طرح کی کمزوری نہیں جس کی تلافی کے لیے دوسرے کی حاجت پڑے۔ دوسرے سے مدد لینے میں تین احتمال ہو سکتے تھے: چھوٹے سے مدد لی جائے جیسے باپ اولاد سے لیتا ہے، یا مساوی سے جیسے ایک شریک کو دوسرے شریک سے مدد پہنچتی ہے، یا بڑے سے جس طرح کمزور آدمی ذلت ومصیبت کے وقت بڑے آدمیوں سے مدد لیتے ہیں۔ اس آیت میں تینوں کی نفی کر دی گویا ﴿لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا﴾ میں پہلے احتمال کی ﴿لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ﴾ میں دوسرے کی، اور ﴿لَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِيٌّ مِّنَ الذُّلِّ﴾ میں تیسرے کی نفی کرنے کے بعد ﴿كَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا﴾ میں اس کی عظمت وکبریا کے طرف متوجہ فرما دیا۔ یعنی انسان کو چاہیے کہ حق تعالیٰ کی بڑائی کا زبان ودل سے اقرار کرے اور ہر طرح کی کمزوریوں سے رفیع وبرتر سمجھے۔ اور لطف یہ ہے کہ ﴿لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا﴾ میں نصاریٰ کا ﴿لَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ﴾ میں

مشرکین کا اور ﴿لَمْ یَکُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ﴾ میں ان یہود کا رَدّ ہوگیا جن کے یہاں خدا تعالیٰ کشتی میں یعقوب علیہ السلام کے مقابلہ کی تاب نہیں لاسکا (العیاذ باللہ) حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: ''کوئی مددگار نہیں ذلت کے وقت یعنی اُس پر کبھی ذلت ہی نہیں کہ مددگار چاہے۔ بادشاہوں کے ہاں امیر زَبر پڑ جاتے ہیں اس لیے کہ برے وقت اُن کی رفاقت کیے ہوتے ہیں، وہاں یہ قصہ ہی نہیں۔''

تمّ سورۃ الاسراء بعون اللہ وحسن توفیقہ فللہ الحمد والمنۃ۔
والصلٰوۃ والسلام علی صاحب الاسراء وعلی آلہ وصحبہ۔

ایاتہا ۱۱۱ ۱۸ سُوْرَۃُ الْکَہْفِ مَکِّیَّۃٌ ۶۹ رکوعاتہا ۱۲

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

شروع اللہ کے نام سے جو بیحد مہربان نہایت رحم والا ہے

اَلۡحَمۡدُ لِلّٰہِ الَّذِیۡۤ اَنۡزَلَ عَلٰی عَبۡدِہِ الۡکِتٰبَ وَلَمۡ یَجۡعَلۡ لَّہٗ عِوَجًا ؕ﴿۱﴾ قَیِّمًا لِّیُنۡذِرَ بَاۡسًا

سب تعریف اللہ کو جس نے اتاری اپنے بندہ پر کتاب اور نہ رکھی اس میں کچھ کجی وا ٹھیک اتاری تاکہ ڈر

شَدِیۡدًا مِّنۡ لَّدُنۡہُ وَیُبَشِّرَ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ الَّذِیۡنَ یَعۡمَلُوۡنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَہُمۡ اَجۡرًا حَسَنًا ۙ﴿۲﴾

سناوے ایک سخت آفت کا اللہ کی طرف سے و۲ اور خوشخبری دے ایمان لانے والوں کو جو کرتے ہیں نیکیاں کہ ان کے لیے اچھا بدلہ ہے

مَّاکِثِیۡنَ فِیۡہِ اَبَدًا ۙ﴿۳﴾ وَّیُنۡذِرَ الَّذِیۡنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا ٭﴿۴﴾ مَا لَہُمۡ بِہٖ مِنۡ عِلۡمٍ وَّلَا

جس میں رہا کریں ہمیشہ و۳ اور ڈر سناوے ان کو جو کہتے ہیں اللہ رکھتا ہے اولاد و۴ کچھ خبر نہیں ان کو اس بات کی اور نہ ان کے

لِاٰبَآئِہِمۡ ؕ کَبُرَتۡ کَلِمَۃً تَخۡرُجُ مِنۡ اَفۡوَاہِہِمۡ ؕ اِنۡ یَّقُوۡلُوۡنَ اِلَّا کَذِبًا ﴿۵﴾ فَلَعَلَّکَ بَاخِعٌ

باپ دادوں کو، کیا بڑی بات نکلتی ہے ان کے منہ سے، سب جھوٹ ہے جو کہتے ہیں و۵ سو کہیں تو گھونٹ

نَّفۡسَکَ عَلٰۤی اٰثَارِہِمۡ اِنۡ لَّمۡ یُؤۡمِنُوۡا بِہٰذَا الۡحَدِیۡثِ اَسَفًا ﴿۶﴾ اِنَّا جَعَلۡنَا مَا عَلَی الۡاَرۡضِ

ڈالے گا اپنی جان کو ان کے پیچھے اگر وہ نہ مانیں گے اس بات کو پچھتا پچھتا کر و۶ ہم نے بنایا ہے جو کچھ زمین پر ہے

زِیۡنَۃً لَّہَا لِنَبۡلُوَہُمۡ اَیُّہُمۡ اَحۡسَنُ عَمَلًا ﴿۷﴾

اس کی رونق تاکہ جانچیں لوگوں کو کون ان میں اچھا کرتا ہے کام و۷

فَائِدَہ: [۱] افراط وتفریط سے پاک کتاب: ...... یعنی اعلیٰ سے اعلیٰ تعریف اور شکر کا مستحق وہ ہی خدا ہو سکتا ہے جس نے اپنے مخصوص ومقرب ترین بندے محمد رسول اللہ ﷺ پر سب سے اعلیٰ واکمل کتاب اُتاری اور اس طرح زمین والوں کو سب سے بڑی نعمت سے مشرف و ممتاز فرمایا۔ بیشک اس کتاب میں کوئی ٹیڑھی ترچھی بات نہیں عبارت انتہائی سلیس وفصیح، اسلوب بیان نہایت مؤثر وشگفتہ، تعلیم نہایت متوسط ومعتدل جو ہر زمانہ اور ہر طبیعت کے مناسب اور عقلِ سلیم کے بالکل مطابق ہے کسی قسم کی افراط وتفریط کا اس میں شائبہ نہیں۔

فَائِدَہ: [۲] ......یعنی تکذیب کرنیوالوں پر جو سخت آفت دنیا یا آخرت میں خداوندِ قہار کی طرف سے آنے والی ہے اس سے یہ کتاب آگاہ

کرتی ہے۔

تنبیہ:...... ﴿قَيِّمًا﴾ کو بعض نے بمعنی ''مستقیم'' لے کر محض مضمونِ سابق کی تاکید قرار دی ہے۔ یعنی کتنا ہی غور کرو ایک بال برابر کجی نہیں پاؤ گے مگر فراء نے اس لفظ کے معنی کیے ہیں: ''قَيِّمًا على سائرِ الكتب السماوية'' یعنی تمام کتب سماویہ کی صحت و تصدیق پر مہر کرنے والی اور ان کی اُصولی تعلیمات کو دنیا میں قائم رکھنے والی۔ ابو مسلم رحمۃ اللہ علیہ نے کہا: ''قیما بمصالح العباد'' بندوں کی تمام مصالح کی متکفل اور اُن کی معاش و معاد کو درست کرنے والی۔ بہر حال جو معنی بھی لیے جائیں اُسکی صداقت میں شبہ نہیں۔

فَائِدَہ:[٣]...... بظاہر اس سے مراد آخرت کا بدلہ یعنی جنت ہے جہاں مومنین قانتین کو دائمی خوشی اور ابدی راحت ملے گی۔

فَائِدَہ:[٤] اللہ کیلئے اولاد تجویز کرنے والوں کو تنبیہ:...... خدا کے لیے اولاد تجویز کرنے میں سب سے زیادہ مشہور اور پیش پیش تو نصاریٰ ہیں اور جیسا کہ احادیث سے ظاہر ہوتا ہے اُن ہی سے حاملین قرآن کو قیامت تک زیادہ سابقہ پڑنا ہے۔ تاہم عموم الفاظ میں بعض فرق یہود جو عزیر علیہ السلام کو خدا کا بیٹا، یا بعض مشرکین جو ملائکۃ اللہ کو خدا کی بیٹیاں کہتے تھے وہ بھی داخل ہو گئے۔ گویا اس جگہ اولاد تجویز کرنے والے کافروں کو بالخصوص اور نصاریٰ کو اخص خصوص کے طور پر متنبہ کیا گیا ہے۔ ملائکہ

فَائِدَہ:[٥] جھوٹ ہی جھوٹ:...... یعنی کوئی تحقیق اور علمی اصول اُنکے ہاتھ میں نہیں، نہ اُنکے باپ دادوں کے ہاتھ میں تھا جن کی اندھی تقلید میں ایسی بھاری بات زبان سے نکال رہے ہیں۔ گویا خداوند تعالیٰ کی شانِ قدوسیت و سبوحیت کی اُن لوگوں کو کچھ خبر نہیں جو اُسکی جناب میں ایسی گستاخیاں کرتے ہوئے ذرا نہیں شرماتے۔ دلائل و براہین کی جگہ اُن کے ذخیرہ میں یہ ہی باقی رہ گیا ہے کہ زبان سے ایک جھوٹی اور بدیہی البطلان بات کہتے چلے جائیں اور جب ثبوت مانگو تو کہہ دیں کہ یہ مذہب کا ایک راز ہے جس کے ادراک تک عقل انسانی کی رسائی نہیں۔

فَائِدَہ:[٦] تسلی رسول صلی اللہ علیہ وسلم:...... یعنی اگر یہ کافر قرآن کی باتوں کو نہ مانیں تو آپ ان کے غم میں اپنے کو بالکل گھلا دیجئے نہیں۔ آپ تبلیغ و دعوت کا فرض ادا کر چکے اور کر رہے ہیں، کوئی نہ مانے تو آپ کو اس قدر دل میں گھٹنے اور غمگین ہونے کی ضرورت نہیں، نہ پچھتانا مناسب ہے کہ ہم نے ایسی کوشش کیوں کی جو کامیاب نہ ہو سکی، آپ تو بہر حال کامیاب ہیں۔ دعوت و تبلیغ اور شفقت و ہمدردیٔ خلائق کے جو کام کرتے ہیں وہ آپ کے رفعِ مراتب اور ترقیٔ مدارج کا ذریعہ ہیں، اشقیاء اگر قبول نہ کریں تو اُن ہی کا نقصان ہے۔

فَائِدَہ:[٧] ''احسن عملا'' کا مصداق:...... یعنی اُس کی رونق پر دوڑتا ہے یا اُسے چھوڑ کر آخرت کو پکڑتا ہے۔ بعض روایات میں ہے کہ ابن عمر رضی اللہ عنہما نے سوال کیا: یا رسول اللہ! ﴿أَحْسَنُ عَمَلًا﴾ کون لوگ ہیں؟ فرمایا: ''أَحْسَنُكُمْ عَقْلًا وَأَوْرَعُكُمْ عَنْ مَحَارِمِ اللهِ وَأَسْرَعُكُمْ فِي طَاعَتِهِ سُبْحَانَهُ'' (جس کی سمجھ اچھی ہو، حرام سے زیادہ پرہیز کرے اور خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری کی طرف زیادہ جھپٹے)۔

وَإِنَّا لَجَاعِلُونَ مَا عَلَيْهَا صَعِيدًا جُرُزًا ⑧ أَمْ حَسِبْتَ أَنَّ أَصْحَابَ الْكَهْفِ وَالرَّقِيمِ كَانُوا

اور ہم کو کرنا ہے جو کچھ اس پر ہے میدان چھانٹ [کاٹ چھانٹ] کر ٨ کیا تو خیال کرتا ہے کہ غار اور کھوہ کے رہنے والے ہماری قدرتوں میں عجب اچنبھا

مِنْ آيَاتِنَا عَجَبًا ⑨ إِذْ أَوَى الْفِتْيَةُ إِلَى الْكَهْفِ فَقَالُوا رَبَّنَا آتِنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً وَهَيِّئْ

تھے ٩ جب جا بیٹھے وہ جوان پہاڑ کی کھوہ میں پھر بولے اے رب دے ہم کو اپنے پاس سے بخشش اور پوری

لَنَا مِنْ أَمْرِنَا رَشَدًا ⑩

کر دے ہمارے کام کی درستی

فَائِدَة:[٨] قیامت کے دن زمین چٹیل میدان کی صورت میں ہوگی:......یعنی ایک روز سب گھاس پھونس درخت وغیرہ چھانٹ کر زمین کو چٹیل میدان بنادیا جائے گا۔ جولوگ اس کے بناؤ سنگار پر ریجھ رہے ہیں وہ خوب سمجھ لیں کہ یہ زرق برق کوئی باقی رہنے والی چیز نہیں۔ دنیا کے زمینی سامان خواہ کتنے ہی جمع کرلو اور مادّی ترقیات سے ساری زمین کو لالہ وگلزار بنادو، جب تک آسمانی ہدایت اور روحانی دولت سے تہی دست رہو گے، حقیقی سرور وطمانیت اور ابدی نجات وفلاح سے ہم آغوش نہیں ہوسکتے۔ آخری اور دائمی کامیابی صرف اُنہی کے لیے ہے جو مولائے حقیقی کی خوشنودی پر دنیا کی ہر ایک زائل وفانی خوشی کو قربان کرسکتے ہیں اور راہِ حق کی جادہ پیمائی میں کسی صعوبت سے نہیں گھبراتے، نہ دنیا کے بڑے بڑے طاقتور جباروں کی تخویف وترہیب سے ان کا قدم ڈگمگاتا ہے۔ اِسی سلسلہ میں آگے اصحابِ کہف کا قصہ بیان فرمایا، اور نبی کریم ﷺ کی تسلی بھی کردی کہ آپ اُن بدبختوں کے غم میں اپنے کو نہ گھلایئے۔ جس دنیا کی زندگی اور عیش وبہار پر مغرور ہو کر یہ حق کو ٹھکراتے ہیں وہ سب کاٹ چھانٹ کر برابر کردی جائے گی اور آخرکار سب کو خدا ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہوگا۔ اُس وقت سارے جھگڑے چکادیے جائیں گے۔

فَائِدَة:[٩] اصحاب کہف کا قصہ اور حق تعالیٰ کی قدرتِ عظیمہ:......یعنی حق تعالیٰ کی قدرتِ عظیمہ کے لحاظ سے: صحابِ کہف کا قصہ جو آگے مذکور ہے کوئی اچنبھا نہیں جسے حد سے زیادہ عجیب سمجھا جائے۔ زمین، آسمان، چاند، سورج وغیرہ کا پیدا کرنا، اُن کا محکم نظام قائم رکھنا، انسان ضعیف البنیان کو سب پر فضیلت دینا، انسانوں میں انبیاء کا بھیجنا، اُن کی قلیل وبے سروسامان جماعتوں کو بڑے بڑے متکبرین کے مقابلہ میں کامیاب بنانا، خاتم الانبیاء اور رفیقِ غار حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو دشمنوں کے نرغہ سے نکال کر ''غارِ ثور'' میں تین روز ٹھہرانا، کفار کا غار کے منہ تک تعاقب کرنا پھر اُن کو بے نیل ومرام واپس لوٹانا آخر گھربار چھوڑنے والے مٹھی بھر بے سروسامانوں کو تمام جزیرۃ العرب بلکہ مشرق ومغرب میں اس قدر قلیل مدت کے اندر غالب ومنصور کرنا، کیا یہ اور اس قسم کی بے شمار چیزیں اصحابِ کہف کے قصہ سے کم عجیب ہیں؟ اصل یہ ہے کہ یہود نے قریش کو مشورہ دیا تھا کہ محمد ﷺ سے آزمائش کے لیے تین سوال کریں۔ روح کیا ہے؟ اصحابِ کہف کا کیا قصہ تھا؟ اور ذوالقرنین کی سرگذشت کیا تھی؟ اصحاب کہف کے قصہ کو عجیب ہونے کی حیثیت سے اُنہوں نے خاص اہمیت دے رکھی تھی۔ اسی لیے اِس آیت میں بتلایا گیا کہ وہ اتنا عجیب نہیں جیسے تم سمجھتے ہو، اس سے کہیں بڑھ کر عجیب وغریب نشاناتِ قدرت موجود ہیں۔ آگے ''اصحابِ کہف'' کا قصہ اوّل مجملاً پھر مفصلاً بیان فرمایا ہے۔ کہتے ہیں کہ یہ چند نوجوان روم کے کسی ظالم وجبار بادشاہ کے عہد میں تھے، جس کا نام بعض نے ''دقیانوس'' بتلایا ہے۔ بادشاہ سخت غالی بت پرست تھا اور جبر واکراہ سے بت پرستی کی اشاعت کرتا تھا۔ عام لوگ سختی اور تکلیف کے خوف اور چندروزہ دنیوی منافع کی طمع سے اپنے مذاہب کو چھوڑ کر بت پرستی اختیار کرنے لگے۔ اُس وقت چند نوجوانوں کے دلوں میں جن کا تعلق عمائدِ سلطنت سے تھا، خیال آیا کہ ایک مخلوق کی خاطر خالق کو ناراض کرنا ٹھیک نہیں۔ اُن کے دل خشیتِ الٰہی اور نورِ تقویٰ سے بھرپور تھے، حق تعالیٰ نے صبر واستقلال اور توکل وتبتل کی دولت سے مالامال کیا تھا۔ بادشاہ کے رُوبرُو دھڑلے سے بے دھڑک انہوں نے ﴿لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلٰهًا لَّقَدْ قُلْنَاۤ اِذًا شَطَطًا﴾ الآیۃ کا نعرۂ مستانہ لگایا اور ایمانی جرأت واستقلال کا مظاہرہ کرکے دیکھنے والوں کو مبہوت وحیرت زدہ کردیا۔ بادشاہ کو کچھ اُن کی نوجوانی پر رحم آیا اور کچھ دوسرے مشاغل ومصالح مانع ہوئے کہ انہیں فوراً قتل کردے۔ چند روز کی مہلت دی کہ وہ اپنے معاملہ میں غور ونظرِ ثانی کرلیں۔ اُنہوں نے مشورہ کرکے طے کیا کہ ایسے فتنہ کے وقت جب کہ جبر وتشدد سے عاجز ہوکر قدم ڈگمگا جانے کا بہرحال خطرہ ہے مناسب ہوگا کہ شہر کے قریب کسی پہاڑ میں روپوش ہوجائیں (اور واپسی کے لیے مناسب موقع کا انتظار کریں) دعا کی کہ خداوندا! تو اپنی خصوصی رحمت سے ہمارا کام بنادے اور رشد وہدایت کی جادہ پیمائی میں ہمارا سب انتظام درست کردے۔ آخر شہر سے نکل کر کسی قریبی پہاڑ میں پناہ لی اور اپنے میں سے ایک کو مامور کیا کہ بھیس بدل کر کسی وقت شہر میں جایا کرے تا ضروریات خرید کر لاسکے اور شہر کے احوال واخبار سے سب کو مطلع کرتا رہے۔ جو شخص اس کام پر مامور تھا اُس نے ایک روز اطلاع دی کہ آج

شہر میں سرکاری طور پر ہماری تلاش ہے اور ہمارے اقارب و اعزہ کو مجبور کیا جارہا ہے کہ ہمارا پتہ بتلائیں۔ یہ مذاکرہ ہورہا تھا کہ حق تعالیٰ نے ان سب پر دفعۃً نیند طاری کر دی۔ کہا جاتا ہے کہ سرکاری آدمیوں نے بہت تلاش کیا پتہ نہ لگا تھک کر بیٹھ رہے اور بادشاہ کی رائے سے ایک سیسہ کی تختی پر ان نوجوانوں کے نام اور مناسب حالات لکھ کر خزانہ میں ڈال دیئے گئے تاکہ آنے والی نسلیں یاد رکھیں کہ ایک جماعت حیرت انگیز طریقہ سے لاپتہ ہوگئی ہے، ممکن ہے آگے چل کر اس کا کچھ سراغ لگے اور بعض عجیب واقعات کا انکشاف ہو۔ یہ نوجوان کس مذہب پر تھے؟ اس میں اختلاف ہوا ہے بعض نے کہا کہ نصرانی یعنی اصل دینِ مسیحی کے پیرو تھے۔ لیکن ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے قرائن سے اس کو ترجیح دی ہے کہ اصحابِ کہف کا قصہ حضرت مسیح علیہ السلام سے پہلے کا ہے۔ واللہ اعلم!

تنبیہ: ...... "رقیم" پہاڑ کی کھوہ کو کہتے ہیں اور بمعنی "مرقوم" بھی آتا ہے یعنی لکھی ہوئی چیز۔ مسند عبد بن حمید کی ایک روایت میں جسے حافظ نے علیٰ شرط البخاری کہا ہے، ابن عباس رضی اللہ عنہما سے "رقیم" کے دوسرے معنی منقول ہیں یعنی "اصحابِ کہف" اور "اصحابِ رقیم" ایک ہی جماعت کے دو لقب ہیں۔ غار میں رہنے کی وجہ سے "اصحابِ کہف" کہلاتے ہیں اور چونکہ ان کے نام وصفت وغیرہ کی تختی لکھ کر رکھ دی گئی تھی، اس لیے "اصحابِ رقیم" کہلائے۔ مگر مترجم محقق قدس اللہ سرہٗ نے پہلے معنی لیے ہیں اور بہرصورت "اصحابِ کہف" و "اصحابِ رقیم" کو ایک ہی قرار دیا ہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ "اصحابِ رقیم" کا قصہ قرآن میں مذکور نہیں ہوا، محض عجیب ہونے کے لحاظ سے اصحابِ کہف کے تذکرہ میں اس کا حوالہ دیدیا گیا۔ اور فی الحقیقت اصحابِ رقیم (کھوہ والے) وہ تین شخص ہیں جو بارش سے بھاگ کر ایک غار میں پناہ گزیں ہوئے تھے، اوپر سے ایک بڑا پتھر آپڑا، جس نے غار کا منہ بند کر دیا اس وقت ان میں سے ہر ایک شخص نے اپنی عمر کے مقبول ترین عمل کا حوالہ دے کر حق تعالیٰ سے فریاد کی اور بتدریج غار کا منہ کھل گیا۔ امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ نے اصحابِ کہف کا ترجمہ منعقد کرنے کے بعد حدیث الغار کا مستقل عنوان قائم کیا ہے اور اس میں اُن تین شخصوں کا قصہ مفصل درج کر کے گویا اسی طرف اشارہ کر دیا ہے کہ "اصحابِ رقیم" یہ لوگ ہیں۔ طبرانی اور بزار نے باسناد حسن، نعمان بن بشیر سے مرفوعاً روایت کی کہ رسول اللہ ﷺ "رقیم" کا ذکر فرماتے تھے اور یہ قصہ تین شخصوں کا بیان کیا۔ واللہ اعلم!

فَضَرَبْنَا عَلٰٓى اٰذَانِهِمْ فِى الْكَهْفِ سِنِيْنَ عَدَدًا ﴿۱۱﴾ ثُمَّ بَعَثْنٰهُمْ لِنَعْلَمَ اَىُّ الْحِزْبَيْنِ

پھر تھپک دیے ہم نے ان کے کان اس کھوہ میں چند برس گنتی کے ف۱۱ پھر ہم نے ان کو اٹھایا کہ معلوم کریں دو فرقوں میں کس

اَحْصٰى لِمَا لَبِثُوْٓا اَمَدًا ﴿۱۲﴾ نَحْنُ نَقُصُّ عَلَيْكَ نَبَاَهُمْ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّهُمْ فِتْيَةٌ اٰمَنُوْا بِرَبِّهِمْ

نے یاد رکھی ہے جتنی مدت وہ رہے ف۱۲ ہم سنا دیں تجھ کو ان کا حال تحقیق وہ کئی جوان ہیں کہ یقین لائے اپنے رب پر اور زیادہ

ع ۱۲ / ۱۴

وَزِدْنٰهُمْ هُدًى ﴿۱۳﴾ وَّرَبَطْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اِذْ قَامُوْا فَقَالُوْا رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

دی ہم نے ان کو سوجھ ف۱۲ اور گرہ دی ان کے دل پر ف۱۳ جب کھڑے ہوئے پھر بولے ہمارا رب ہے رب آسمان اور زمین

لَنْ نَّدْعُوَا۟ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰـهًا لَّقَدْ قُلْنَآ اِذًا شَطَطًا ﴿۱۴﴾ هٰٓؤُلَاۗءِ قَوْمُنَا اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ

کا نہ پکاریں گے ہم اس کے سوا کسی کو معبود نہیں [ورنہ] تو کہی ہم نے بات عقل سے دور ف۱۴ یہ ہماری قوم ہے ٹھہرا لیے انہوں نے

لَوْلَا يَاْتُوْنَ عَلَيْهِمْ بِسُلْطٰنٍۢ بَيِّنٍ ۭ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنِ افْتَرٰى عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا ﴿۱۵﴾ وَاِذِ اعْتَزَلْتُمُوْهُمْ

اللہ کے سوا اور معبود کیوں نہیں لاتے ان پر کوئی سند کھلی، پھر اس سے بڑا گناہ گار کون جس نے باندھا اللہ پر جھوٹ ف۱۵ اور جب تم نے کنارہ

وَمَا يَعْبُدُوْنَ اِلَّا اللّٰهَ فَأْوٗٓا اِلَى الْكَهْفِ يَنْشُرْ لَكُمْ رَبُّكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَيُهَيِّئْ لَكُمْ

کرلیا ان سے اور جن کو وہ پوجتے ہیں اللہ کے سوائے تو اب جا بیٹھو اس کھوہ میں پھیلا دے تم پر رب تمہارا کچھ اپنی رحمت سے اور بنا دیوے تمہارے

مِّنْ اَمْرِكُمْ مِّرْفَقًا ﴿۱۶﴾ وَتَرَى الشَّمْسَ اِذَا طَلَعَتْ تَّزٰوَرُ عَنْ كَهْفِهِمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَاِذَا

واسطے تمہارے کام میں آرام ۱۶ اور تو دیکھے دھوپ جب نکلتی ہے بچ کر جاتی ہے ان کی کھوہ سے داہنے کو اور جب ڈوبتی ہے

غَرَبَتْ تَّقْرِضُهُمْ ذَاتَ الشِّمَالِ وَهُمْ فِيْ فَجْوَةٍ مِّنْهُ ۚ ذٰلِكَ مِنْ اٰيٰتِ اللّٰهِ ۗ مَنْ يَّهْدِ اللّٰهُ

کترا جاتی ہے ان سے بائیں کو اور وہ میدان میں ہیں اس کے، یہ ہے اللہ کی قدرتوں سے ۱۷ جس کو راہ دیوے اللہ وہی آئے

فَهُوَ الْمُهْتَدِ ۚ وَمَنْ يُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِيًّا مُّرْشِدًا ﴿۱۷﴾ وَتَحْسَبُهُمْ اَيْقَاظًا وَّهُمْ رُقُوْدٌ ۖ ع

راہ پر اور جس کو وہ بچلائے پھر تو نہ پائے اس کا کوئی رفیق راہ پر لانے والا ۱۸ اور تو سمجھے وہ جاگتے ہیں اور وہ سو رہے

وَّنُقَلِّبُهُمْ ذَاتَ الْيَمِيْنِ وَذَاتَ الشِّمَالِ ۖ وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيْدِ ۗ

ہیں اور کروٹیں دلاتے ہیں ہم ان کو داہنے اور بائیں اور کتا ان کا پسار رہا ہے اپنی باہیں چوکھٹ پر، اگر تو جھانک

لَوِ اطَّلَعْتَ عَلَيْهِمْ لَوَلَّيْتَ مِنْهُمْ فِرَارًا وَّلَمُلِئْتَ مِنْهُمْ رُعْبًا ﴿۱۸﴾ وَكَذٰلِكَ بَعَثْنٰهُمْ

کر دیکھے ان کو تو پیٹھ دے کر بھاگے ان سے اور بھر جائے تجھ میں ان کی دہشت ۱۹ اور اسی طرح ان کو جگا دیا ہم نے

لِيَتَسَآءَلُوْا بَيْنَهُمْ ۗ قَالَ قَآئِلٌ مِّنْهُمْ كَمْ لَبِثْتُمْ ۗ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ ۗ

کہ آپس میں پوچھنے لگے، ایک بولا ان میں کتنی دیر ٹھہرے تم بولے ہم ٹھہرے ایک دن یا ایک دن سے

قَالُوْا رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثْتُمْ ۗ فَابْعَثُوْٓا اَحَدَكُمْ بِوَرِقِكُمْ هٰذِهٖٓ اِلَى الْمَدِيْنَةِ فَلْيَنْظُرْ

کم، بولے تمہارا رب ہی خوب جانے جتنی دیر تم رہے ہو، اب بھیجو اپنے میں سے ایک کو یہ روپیہ دے کر اپنا اس

اَيُّهَآ اَزْكٰى طَعَامًا فَلْيَأْتِكُمْ بِرِزْقٍ مِّنْهُ وَلْيَتَلَطَّفْ وَلَا يُشْعِرَنَّ بِكُمْ اَحَدًا ﴿۱۹﴾

شہر میں پھر دیکھے کونسا کھانا ستھرا ہے سو لائے تمہارے پاس اس میں سے کھانا اور نرمی سے جائے اور جتا نہ دے تمہاری خبر کسی کو

فائدہ: [۱۰] ......یعنی ایسی تھپکی دی کہ برسوں غار میں پڑے سوتے رہے۔ اِدھر اُدھر کی کوئی خبر اُن کے کانوں میں نہیں پڑتی تھی۔

فائدہ: [۱۱] **طویل نیند سے بعث بعد الموت پر استدلال:**......سالہا سال کے بعد حق تعالیٰ نے اُن کو جگا دیا، تا ظاہر ہو جائے کہ اختلاف کرنے والوں میں سے کس نے ان کی مدتِ نوم کا زیادہ صحیح اندازہ رکھا؟ ظاہر ہے کہ ایسی نوم طویل کے بعد جب بیدار ہوئے تو قدرتی طور پر خود سونے والوں میں اور دوسرے دیکھنے والوں میں بھی اختلافات اور چہ میگوئیاں ہوں گی کوئی کم مدت بتلائے گا، کوئی زیادہ۔ کوئی اقرار کرے گا، کوئی مستبعد سمجھ کر انکار کردے گا۔ تو انہیں جگا کر یہ دیکھنا تھا کہ کونسی جماعت ٹھیک حقیقت پر پہنچتی ہے اور اس حقیقت پر

پہنچ کر "بعث بعد الموت" کا عقدہ حل کرتی ہے جس میں اس وقت کے لوگ جھگڑ رہے تھے۔

فَائِدَة:[۱۲]......یعنی ایمان سے زیادہ درجہ دیا اولیاء کا۔

فَائِدَة:[۱۳]......یعنی مضبوط و ثابت قدم رکھا کہ اپنی بات صاف کہہ دی۔

فَائِدَة:[۱۴]......یعنی جب "رب" وہ ہی ہے تو معبود کسی اور کو ٹھہرانا حماقت ہے۔ "ربوبیت" و "الوہیت" دونوں اُسی کے لیے مخصوص ہیں۔

فَائِدَة:[۱۵] **جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے:**......جیسے موحدین توحید پر صاف صاف دلیلیں پیش کرتے ہیں، اگر مشرکین اپنے دعوے میں سچے ہیں تو کوئی واضح دلیل کیوں نہیں لاتے۔ لائیں کہاں سے؟ جھوٹ کے پاؤں نہیں ہوتے۔ اِس سے بڑا جھوٹ کیا ہوگا کہ خدا کے شریک ٹھہرائے جائیں۔

فَائِدَة:[۱۶] **گمراہ و باطل پرستوں سے کنارہ کشی:**......یعنی جب مشرکین کے دین سے ہم علیحدہ ہیں تو ظاہری طور پر بھی اُن سے علیحدہ رہنا چاہیے۔ اور جب اُن کے باطل معبودوں سے کنارہ کیا تو ہر طرف سے ٹوٹ کر تنہا اپنے معبود کی طرف جھکنا اور اُسی سے رحمت و تلطف کا امیدوار رہنا چاہیے۔ آپس میں یہ مشورہ کرکے پہاڑ کی کھوہ میں جا بیٹھے۔

فَائِدَة:[۱۷] **غار کی وضع اور ہیئت:**......یعنی خدا تعالیٰ نے اپنی قدرت کاملہ سے انہیں ایسے ٹھکانے کی طرف رہنمائی کی جہاں مامون و مطمئن ہو کر آرام کرتے رہیں، نہ جگہ کی تنگی سے جی گھبرائے، نہ کسی وقت دھوپ ستائے۔ غار اندر سے کشادہ اور ہوادار تھا اور جیسا کہ ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا: شمال رُویہ ہونے کی وجہ سے ایسی وضع و ہیئت پر واقع تھا جس میں دھوپ بقدر ضرورت پہنچتی اور بدون ایذاء دیئے نکل جاتی تھی۔

فَائِدَة:[۱۸]......یعنی ظاہری و باطنی رہنمائی سب اُسی کے قبضہ میں ہے۔ دیکھ لو! جب دنیا بگل رہی تھی کس طرح اصحابِ کہف کو راہِ ہدایت پر ثابت قدم رکھا اور ظاہری طور پر بھی کیسے عجیب غار کی راہ بتلائی۔

فَائِدَة:[۱۹] **غار میں اصحاب کہف کی حالت:**...... کہتے ہیں سوتے میں اُن کی آنکھیں کھلی رہتی تھیں اور اس قدر طویل نیند کا اثر اُن کے ابدان پر ظاہر نہیں ہوا۔ اِس سے کوئی دیکھے تو سمجھے جاگتے ہیں اور حق تعالیٰ نے اُن لوگوں میں شانِ ہیبت و جلال اور اُس مکان میں دہشت رکھی تا لوگ تماشہ نہ بنائیں کہ وہ بے آرام ہوں۔ اُن کے ساتھ ایک کتا بھی لگ گیا تھا، اُس پر بھی صحبت کا کچھ اثر پہنچا اور صدیوں تک زندہ رہ گیا۔ اگرچہ کتا رکھنا برا ہے لیکن لاکھ بروں میں ایک بھلا بھی ہے۔ وللہ درُّ السعدی الشیرازی۔ ؎

پسرِ نوح بابداں بہ نشست
خاندانِ نبوتش گم شد
سگِ اصحابِ کہف روزے چند
پئے نیکاں گرفت مردم شد

اِنَّهُمۡ اِنۡ يَّظۡهَرُوۡا عَلَيۡكُمۡ يَرۡجُمُوۡكُمۡ اَوۡ يُعِيۡدُوۡكُمۡ فِىۡ مِلَّتِهِمۡ وَلَنۡ تُفۡلِحُوۡۤا اِذًا اَبَدًا ۞

وہ لوگ اگر خبر پالیں تمہاری پتھروں سے مار ڈالیں تم کو یا لوٹا لیں تم کو اپنے دین میں اور تب تو بھلا نہ ہو گا تمہارا کبھی ف ۲۰

وَكَذٰلِكَ اَعۡثَرۡنَا عَلَيۡهِمۡ لِيَـعۡلَمُوۡۤا اَنَّ وَعۡدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيۡبَ فِيۡهَا ۚ اِذۡ يَتَنَازَعُوۡنَ

اور اسی طرح خبر ظاہر کر دی ہم نے ان کی تاکہ لوگ جان لیں کہ اللہ کا وعدہ ٹھیک ہے اور قیامت کے آنے میں دھوکہ نہیں، جب جھگڑ رہے

بَيْنَهُمْ اَمْرَهُمْ فَقَالُوا ابْنُوْا عَلَيْهِمْ بُنْيَانًا ؕ رَبُّهُمْ اَعْلَمُ بِهِمْ ؕ قَالَ الَّذِيْنَ غَلَبُوْا

تھے آپس میں اپنی بات پر ۲۱ پھر کہنے لگے بناؤ ان پر ایک عمارت، ان کا رب خوب جانتا ہے ان کا حال، بولے وہ لوگ جن کا کام غالب

عَلٰٓى اَمْرِهِمْ لَنَتَّخِذَنَّ عَلَيْهِمْ مَّسْجِدًا ﴿۲۱﴾ سَيَقُوْلُوْنَ ثَلٰثَةٌ رَّابِعُهُمْ كَلْبُهُمْ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ

تھا ہم بنائیں گے ان کی جگہ پر عبادت خانہ ۲۲ اب یہی کہیں گے وہ تین ہیں چوتھا ان کا کتا اور یہ بھی کہیں گے وہ

خَمْسَةٌ سَادِسُهُمْ كَلْبُهُمْ رَجْمًا بِالْغَيْبِ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ سَبْعَةٌ وَّثَامِنُهُمْ كَلْبُهُمْ ؕ قُلْ رَّبِّيْٓ

پانچ ہیں چھٹا ان کا کتا بدون نشانہ دیکھے پتھر چلانا ۲۳ اور یہ بھی کہیں گے وہ سات ہیں اور آٹھواں ان کا کتا، تو کہہ میرا رب

اَعْلَمُ بِعِدَّتِهِمْ مَّا يَعْلَمُهُمْ اِلَّا قَلِيْلٌ ۬ فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَآءً ظَاهِرًا ۪ وَّلَا تَسْتَفْتِ

خوب جانتا ہے ان کی گنتی ان کی خبر نہیں رکھتے مگر تھوڑے لوگ، سو مت جھگڑ ان کی بات میں مگر سرسری جھگڑا اور مت تحقیق

فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا ﴿۲۲﴾ ع ۱۵

کران کا حال ان میں [ان سب میں] کسی سے ۲۴

فائدہ: [۲۰] نیند سے بیداری اور مذاکرہ:...... جس طرح اپنی قدرت سے اتنی لمبی نیند سلایا تھا، اسی طرح بروقت جگا دیا۔ اُٹھے تو آپس میں مذاکرہ کرنے لگے کہ ہم کتنی دیر سوئے ہوں گے؟ بعض نے کہا ''ایک آدھا دن'' یعنی بہت کم۔ دوسرے بولے کہ (اس بے فائدہ بحث میں پڑنے سے کیا فائدہ؟) یہ تو خدا ہی کے علم میں ہے کہ ہم کتنی مدت سوئے۔ اب تم اپنا کام کرو، ایک آدمی کو یہ روپیہ دے کر شہر بھیجو کہ وہ کسی دکان سے حلال اور ستھرا کھانا دیکھ کر خرید لائے۔ یہ ضروری ہے کہ اسے نہایت ہوشیاری سے جانا آنا اور نرمی و تدبیر سے معاملہ کرنا چاہیے کہ کسی شہر والے کو ہمارا پتہ نہ لگے ورنہ بڑی سخت خرابی ہوگی۔ اگر ظالم بادشاہ کو پتہ چل گیا تو ہم کو یا سنگسار کیا جائے گا یا بجبر و اکراہ دین حق سے ہٹایا جائے گا۔ العیاذ باللہ! ایسا ہوا تو جو اعلیٰ کامیابی و فلاح ہم چاہتے ہیں، وہ کبھی حاصل نہ ہو سکے گی۔ کیونکہ دین حق سے پھر جانا گو بجبر و اکراہ ہو اولوالعزم مومنین کا کام نہیں ہو سکتا۔

تنبیہ:...... میرے نزدیک ﴿يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ﴾ الآیۃ محض تقلیل مدت سے کنایہ ہے۔ نیند سے اُٹھ کر اتنی طویل مدت بھی اُن کو قلیل محسوس ہوئی۔ سچ ہے ''مرنا اور سونا برابر ہے۔'' ﴿يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ﴾ کا حرف اَوْ کے ساتھ استعمال ایسا سمجھو جیسے سورۂ مومنون میں ہے ﴿قٰلَ كَمْ لَبِثْتُمْ فِى الْاَرْضِ عَدَدَ سِنِيْنَ ﴿۱۱۲﴾ قَالُوْا لَبِثْنَا يَوْمًا اَوْ بَعْضَ يَوْمٍ فَسْئَلِ الْعَآدِّيْنَ ﴿۱۱۳﴾﴾۔

فائدہ: [۲۱] شہر میں چرچا اور آخرت پر یقین:...... ایک اُن میں سے روپیہ لے کر شہر میں داخل ہوا۔ وہاں سب چیز اُوپری دیکھی۔ اس مدت میں کئی قرن بدل چکے تھے، شہر کے لوگ اِس روپیہ کا سکہ دیکھ کر حیران ہوئے کہ کس بادشاہ کا نام ہے اور کس عہد کا ہے؟ سمجھے کہ اِس شخص نے کہیں سے پرانا گڑا ہوا مال پالیا ہے۔ شدہ شدہ معاملہ بادشاہ تک پہنچا۔ اُس نے وہ پرانی تختی طلب کی جس پر چند نام اور پتے لکھے تھے کہ یہ لوگ دفعۃً نامعلوم طریقہ سے فلاں سنہ میں غائب ہو گئے ہیں۔ تحقیق سے ثابت ہو گیا کہ یہ وہی مفقود الخبر جماعت ہے۔ اس وقت شہر میں ''بعث بعد الموت'' کے متعلق بڑا جھگڑا ہو رہا تھا کوئی کہتا تھا کہ مرنے کے بعد جینا نہیں، کوئی کہتا تھا کہ محض روحانی بعث ہے جسمانی نہیں، کوئی معادِ روحانی و جسمانی دونوں کا قائل تھا۔ بادشاہِ وقت حق پرست اور منصف تھا، چاہتا تھا کہ ایک طرف کی کوئی ایسی نظیر ہاتھ لگے

جس سے سمجھانے میں آسانی رہے اور استبعادِ عقلی کم ہو۔ اللہ تعالیٰ نے یہ نظیر بھیج دی، آخر منکرینِ آخرت بھی یہ حیرت انگیز ماجرا دیکھنے سننے کے بعد آخرت پر یقین لائے۔ یہ نظارہ خاص طور پر ان کی طبائع پر اثر انداز ہوا سمجھے کہ حق تعالیٰ نے ہم کو تنبیہ کی ہے کہ یہ قصہ بھی دوسری بار جینے سے کم نہیں۔

تنبیہ:...... بعض نے ﴿اِذْ یَتَنَازَعُوْنَ بَیْنَھُمْ اَمْرَھُمْ﴾ الاٰیۃ کا مطلب یہ لیا ہے کہ حق تعالیٰ نے اصحاب کہف کے حال سے لوگوں کو اُس وقت آگاہ کیا جب کہ اصحاب کہف کے متعلق چرچے اور جھگڑے ہو رہے تھے۔ وہ چند نوجوان جنہیں مدت دراز سے سنتے آئے ہیں کہ یک بہ یک غائب ہوگئے تھے پھر کچھ پتہ نہ چلا کہاں گئے ہوں گے؟ کہاں اُن کی نسل پھیلی ہوگی؟ اب تک زندہ تو کیا ہوتے سب مر گل کر برابر ہوگئے ہوں گے؟ اِس مسئلہ میں کوئی کچھ کہتا تھا، دوسرا کچھ خیال ظاہر کرتا تھا کہ دفعۃً حق تعالیٰ نے حقیقت سے پردہ اٹھادیا اور سب اختلافات ختم کردیئے۔

فائدہ: [۲۲] **عبادت گاہ کی تعمیر:**...... یہ پتہ نہیں کہ اُس کے بعد اصحابِ کہف زندہ رہے یا انتقال کر گئے؟ انتقال ہوا تو کب ہوا، زندہ رہے تو کب تک رہے یا کب تک رہیں گے؟ بہرحال اہلِ شہر نے اُن کے عجیب وغریب احوال پر مطلع ہوکر فرطِ عقیدت سے چاہا کہ اِس غار کے پاس کوئی مکان بطور یادگار تعمیر کردیں جس سے زائرین کو سہولت ہو۔ اس میں اختلاف رائے ہوا ہوگا کہ کس قسم کا مکان بنایا جائے۔ اِس اختلاف کی تفاصیل تو خدا ہی کو معلوم ہیں اور یہ بھی اسی کے علم میں ہے کہ یہ تجویز اُن کی موت کے بعد ہوئی یا اُس سے قبل دوبارہ نیند طاری ہونے کی حالت میں اور لوگوں کو غار تک پہنچ کر اُن کی ملاقات میسر ہوسکی یا نہیں، تاہم جو بارسوخ اور ذی اقتدار لوگ تھے اُن کی رائے یہ قرار پائی کہ غار کے پاس عبادت گاہ تعمیر کردی جائے۔ اصحاب کہف کی نسبت بجز اس کے کہ پکے موحد اور متقی تھے، یقینی طور پر نہیں کہا جاسکتا کہ کس نبی کی شریعت کے پیرو تھے۔ لیکن جن لوگوں نے معتقد ہوکر وہاں مکان بنایا وہ نصاریٰ تھے۔ ابوحیان نے "بحر محیط" میں اصحابِ کہف کا مقام متعین کرنے کے لیے متعدد اقوال نقل کیے ہیں۔ من شاء فلیراجعہ۔

فائدہ: [۲۳] **اصحاب کہف کی تعداد میں اندازے:**...... یعنی سامعین "اصحابِ کہف" کا قصہ سن کر جیسا کہ لوگوں کی عادت ہے، اٹکل کے تیر چلائیں گے، کوئی کہے گا کہ وہ تین تھے چوتھا کتا تھا، کوئی پانچ بتلا کر چھٹا کتے کو شمار کرے گا۔ لیکن یہ سب اقوال ایسے ہیں جیسے کوئی بے نشانہ دیکھے پتھر چلاتا رہے۔ ممکن ہے مختلف باتیں کہنے سے جہل کے علاوہ رسول اللہ ﷺ کا امتحان کرنا بھی مقصود ہو کہ دیکھیں یہ اِس معاملہ میں کیا کہتے ہیں۔ کیونکہ احتمال ہے کہ یہود نے اُن کو صحیح تعداد سات کی بتلائی ہو جس کی طرف آگے قرآن نے اشارہ کیا ہے۔

فائدہ: [۲۴] **صحیح تعداد:**...... یعنی اس قسم کی غیر معتد بہ باتوں میں زیادہ جھگڑنا لاحاصل ہے۔ عدد کے معلوم ہونے سے کوئی اہم مقصد متعلق نہیں۔ جتنی بات خدا نے بتلادی اُس سے زیادہ تحقیق کے درپے ہونا یا جس قدر تردید خدا تعالیٰ کرچکا اُس سے زیادہ جھگڑنا اور تردید کرنا فضول ہے۔ ابن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا: میں اُن قلیل لوگوں میں سے ہوں (جنہوں نے سیاقِ قرآنی سے معلوم کرلیا کہ) اصحاب کہف سات ہی تھے، کیونکہ حق تعالیٰ نے پہلے دو قول کو ﴿رَجْمًا بِالْغَیْبِ﴾ فرمایا، تیسرے قول کیساتھ نہیں فرمایا۔ اسکے علاوہ اسلوب بیان بھی بدلا ہوا ہے پہلے دونوں جملوں میں "واوعطف" نہ تھا، تیسرے میں ﴿وَّثَامِنُھُمْ کَلْبُھُمْ﴾ عطف کیساتھ لانے سے گویا اِس پر زور دینا ہے کہ اِس قول کا قائل پوری بصیرت ووثوق کیساتھ واقعہ کی تفصیل سے واقف ہے۔ بعض نے اِسکی تائید میں یہ بھی کہا ہے کہ پہلے ﴿قَالَ قَآئِلٌ مِّنْھُمْ کَمْ لَبِثْتُمْ﴾ سے ایک قائل کا ہونا اور ﴿قَالُوْا لَبِثْنَا یَوْمًا﴾ سے اس کے سوا کم از کم تین قائلین کا، پھر دوسرے ﴿قَالُوْا رَبُّکُمْ اَعْلَمُ﴾ سے اُن کے علاوہ تین اور قائلین کا ثبوت ملتا ہے۔ اِس طرح کم از کم سات آدمی ہونے چاہئیں، کتا اُن کے علاوہ رہا۔

وَلَا تَقُوْلَنَّ لِشَايْءٍ اِنِّيْ فَاعِلٌ ذٰلِكَ غَدًا ﴿۲۳﴾ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ۫ وَاذْكُرْ رَّبَّكَ اِذَا نَسِيْتَ

اور نہ کہنا کسی کام کو کہ میں یہ کروں گا کل کو مگر یہ کہ اللہ چاہے اور یاد کر لے اپنے رب کو جب بھول جائے،

وَقُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّهْدِيَنِ رَبِّيْ لِاَقْرَبَ مِنْ هٰذَا رَشَدًا ﴿۲۴﴾ وَلَبِثُوْا فِيْ كَهْفِهِمْ ثَلٰثَ مِائَةٍ

اور کہہ امید ہے کہ میرا رب مجھ کو دکھلائے اس سے زیادہ نزدیک راہ نیکی کی ف۲۵ اور مدت گزر چکی ان پر اپنی کھوہ میں تین

سِنِيْنَ وَازْدَادُوْا تِسْعًا ﴿۲۵﴾ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

سو برس اور ان کے اوپر نو ف۲۶ تو کہہ اللہ خوب جانتا ہے جتنی مدت ان پر گزری، اسی کے پاس ہیں چھپے بھید آسمانوں اور زمین کے، کیا عجیب

اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ۭ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِيٍّ ۡ وَلَا يُشْرِكُ فِيْ حُكْمِهٖٓ اَحَدًا ﴿۲۶﴾ وَاتْلُ مَآ

دیکھتا اور سنتا ہے ف۲۷ کوئی نہیں بندوں پر اس کے سوائے مختار اور نہیں شریک کرتا اپنے حکم میں کسی کو ف۲۸ اور پڑھ جو

اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۭ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ڟ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ﴿۲۷﴾

وحی ہوئی تجھ کو تیرے رب کی کتاب سے، کوئی بدلنے والا نہیں اس کی باتیں اور کہیں نہ پائے گا تو اس کے سوائے چھپنے کو جگہ ف۲۹

فائدہ:[۲۵] آیت کا شان نزول:...... اصحاب کہف کا قصہ تاریخی کتابوں میں نادرات میں لکھا تھا، ہر کسی کو کہاں خبر ہو سکتی؟ مشرکین نے یہود کے سکھانے سے حضرت سے پوچھا مقصود آپ کی آزمائش تھی، حضرت نے وعدہ کیا کہ کل بتادوں گا۔ اس بھروسہ پر کہ جبریل آئیں گے تو دریافت کردوں گا۔ جبریل پندرہ دن تک نہ آئے، حضرت نہایت غمگین ہوئے، مشرکین نے ہنسنا شروع کیا۔ آخر یہ قصہ لے کر آئے اور پیچھے نصیحت کی کہ آئندہ کی بات کے متعلق بغیر "ان شاء اللہ" کے وعدہ نہ کرنا چاہیے، اگر ایک وقت بھول جائے تو پھر یاد کر کے کہہ لے۔ اور فرمایا کہ امید رکھ کہ تیرا درجہ اللہ اس سے زیادہ کرے یعنی کبھی نہ بھولے۔ (موضح القرآن) یا اصحاب کہف کے واقعہ سے زیادہ عجیب طور پر آپ کی حفاظت فرمائے اور کامیاب کرے جیسا کہ غار ثور کے قصہ میں ہوا۔ یا واقعہ کہف سے زیادہ عجیب واقعات وشواہد آپ کی زبان سے بیان کرائے۔

فائدہ:[۲۶] تین سو سال:...... یعنی شمسی حساب سے پورے تین سو سال کھوہ میں سوتے رہے اور قمری حساب سے نو سال زیادہ ہوئے (مہینوں اور دنوں کی کسور محسوب نہیں کی گئیں) یا تین سو سال کے بعد ممکن ہے قدرے نیند سے چونکے ہوں پھر سو گئے اور نو سال تک سوتے رہے۔ بعض علماء کی رائے یہ ہے کہ یہ تین سو نو سال جاگنے کے بعد عہد نبوی ﷺ تک کی مدت بیان فرمائی۔ یعنی لوگوں سے مل ملا کر پھر سو رہے جسکو آپ کے زمانہ تک اتنا عرصہ گذرا۔ واللہ اعلم!

تنبیہ:...... ہمارے زمانہ میں صوبہ زیشوان میں ایک شخص دو سو باون سال کی عمر رکھتا ہے۔ چوبیسویں شادی ابھی حال میں کی ہے۔

فائدہ:[۲۷]...... جتنی مدت سو کر وہ جاگے تھے، تاریخ والے کئی طرح بتاتے تھے۔ سب سے ٹھیک وہ ہی ہے جو اللہ بتائے۔ آسمان و زمین کے تمام پوشیدہ راز اُسی کے علم میں ہیں کوئی چیز اُس کی آنکھ سے اوجھل نہیں۔

فائدہ:[۲۸]...... یعنی جس طرح اس کا علم محیط ہے، اس کی قدرت واختیار بھی سب پر حاوی ہے جیسے غیوب سماوات وارض کے علم میں اس کا کوئی شریک نہیں، اختیارات قدرت میں بھی کوئی سہیم وشریک نہیں ہو سکتا۔

فَائِدَة:[۲۹] حقانیت قرآن اور تنبیہ:...... پہلے اصحاب کہف کے قصہ پر فرمایا تھا ﴿فَلَا تُمَارِ فِيْهِمْ اِلَّا مِرَاۗءً ظَاهِرًا ۠ وَّلَا تَسْتَفْتِ فِيْهِمْ مِّنْهُمْ اَحَدًا﴾ مطلب یہ ہے کہ بیکار چیزوں میں زیادہ الجھنے اور کاوش کرنے کی ضرورت نہیں۔ آپ اپنے فرض منصبی کی انجام دہی میں مشغول رہیے۔ یعنی جو جامع و مانع اور کافی وشافی کتاب تیرے رب نے مرحمت فرمائی اُسے پڑھ کر سناتے رہیے۔ خدا نے جو باتیں اُس میں سنائیں اور جو وعدے کیے کوئی طاقت نہیں جو انہیں بدل یا ٹال سکے یا غلط ثابت کر سکے۔ اگر کوئی ان باتوں کو بدلنے کے درپے ہوگا یا اس کتاب کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرے گا وہ خوب سمجھ لے کہ خدا کے مجرم کے لیے کہیں پناہ نہیں۔ ہاں! وفاداروں کو پناہ دینے کے لیے اُس کی رحمت وسیع ہے۔ دیکھ لو! ''اصحاب کہف'' کو جو خدا کی باتوں پر جمے رہے کیسی اچھی جگہ اپنے فضل سے عنایت فرمائی۔

وَاصْبِرْ نَفْسَكَ مَعَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ بِالْغَدٰوةِ وَالْعَشِيِّ يُرِيْدُوْنَ وَجْهَهٗ وَلَا تَعْدُ

اور روکے رکھ اپنے آپ کو ان کے ساتھ جو پکارتے ہیں اپنے رب کو صبح اور شام طالب ہیں اس کے منہ کے ف۳۰ اور نہ دوڑیں

عَيْنٰكَ عَنْهُمْ ۚ تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَلَا تُطِعْ مَنْ اَغْفَلْنَا قَلْبَهٗ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ

تیری آنکھیں ان کو چھوڑ کر تلاش میں رونق زندگانی دنیا کی ف۳۱ اور نہ کہا مان اس کا جس کا دل غافل کیا ہم نے اپنی یاد سے اور پیچھے پڑا ہوا ہے اپنی

الثلثة

هَوٰىهُ وَكَانَ اَمْرُهٗ فُرُطًا ﴿۲۸﴾ وَقُلِ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۟ فَمَنْ شَآءَ فَلْيُؤْمِنْ وَّمَنْ شَآءَ

خوشی [خواہش] کے اور اس کا کام ہے حد پر نہ رہنا ف۳۲ اور کہہ سچی بات ہے تمہارے رب کی طرف سے پھر جو کوئی چاہے مانے اور جو کوئی چاہے

فَلْيَكْفُرْ ۙ اِنَّآ اَعْتَدْنَا لِلظّٰلِمِيْنَ نَارًا ۙ اَحَاطَ بِهِمْ سُرَادِقُهَا ۭ وَاِنْ يَّسْتَغِيْثُوْا يُغَاثُوْا

نہ مانے ف۳۳ ہم نے تیار کر رکھی ہے گناہ گاروں کے واسطے آگ کہ گھیر رہی ہیں ان کو اس کی قناتیں ف۳۴ اور اگر فریاد کریں گے تو

بِمَآءٍ كَالْمُهْلِ يَشْوِي الْوُجُوْهَ ۭ بِئْسَ الشَّرَابُ ۭ وَسَآءَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۲۹﴾ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا

ملے گا پانی جیسے پیپ بھون ڈالے منہ کو، کیا برا پینا ہے اور کیا برا آرام ف۳۵ بے شک جو لوگ یقین لائے

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اِنَّا لَا نُضِيْعُ اَجْرَ مَنْ اَحْسَنَ عَمَلًا ﴿۳۰﴾ اُولٰۗىِٕكَ لَهُمْ جَنّٰتُ عَدْنٍ تَجْرِيْ

اور کیں نیکیاں ہم نہیں کھوتے بدلہ اس کا جس نے بھلا کیا کام ف۳۶ ایسوں کے واسطے باغ ہیں بسنے کے

مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّيَلْبَسُوْنَ ثِيَابًا خُضْرًا مِّنْ

بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں پہنائے جائیں گے ان کو وہاں کنگن سونے کے ف۳۷ اور پہنیں گے کپڑے سبز باریک اور گاڑھے ریشم

سُنْدُسٍ وَّاِسْتَبْرَقٍ مُّتَّكِـِٕيْنَ فِيْهَا عَلَي الْاَرَاۗىِٕكِ ۭ نِعْمَ الثَّوَابُ ۭ وَحَسُنَتْ مُرْتَفَقًا ﴿۳۱﴾ ع ٥ ١٦

کے ف۳۸ تکیہ لگائے ہوئے ان میں تختوں پر، کیا خوب بدلہ ہے اور کیا خوب آرام ف۳۹

وَاضۡرِبۡ لَهُمۡ مَّثَلًا رَّجُلَيۡنِ جَعَلۡنَا لِاَحَدِهِمَا جَنَّتَيۡنِ مِنۡ اَعۡنَابٍ وَّحَفَفۡنٰهُمَا بِنَخۡلٍ

اور بتلا ان کو مثل دو مردوں کی ف۴ کر دیے ہم نے ان میں سے ایک کے لیے دو باغ انگور کے اور گرد ان کے کھجوریں

وَّجَعَلۡنَا بَيۡنَهُمَا زَرۡعًا ﴿۳۲﴾

اور رکھی دونوں کے بیچ میں کھیتی ف۱

فَائِدَہ: [۳۰] غریب مخلص مومنین کے ساتھ ہم نشینی کی ہدایت: ......یعنی اُس کے دیدار اور خوشنودی حاصل کرنے کے شوق میں نہایت اخلاص کے ساتھ دائماً عبادت میں مشغول رہتے ہیں۔ مثلاً ذکر کرتے ہیں قرآن پڑھتے ہیں، نمازوں پر مداومت رکھتے ہیں، حلال وحرام میں تمیز کرتے ہیں، خالق ومخلوق دونوں کے حقوق پہچانتے ہیں گو دنیوی حیثیت سے معزز اور مالدار نہیں۔ جیسے صحابہ میں اس وقت عمار، صہیب، بلال، ابن مسعود رضی اللہ عنہم وغیرہ تھے۔ ایسے مومنین مخلصین کو اپنی صحبت ومجالست سے مستفید کرتے رہیے، اور کسی کے کہنے سننے پر اُن کو اپنی مجلس سے علیحدہ نہ کیجیے۔

فَائِدَہ: [۳۱] متکبر دنیاداروں کی طرف: ......یعنی اُن غریب شکستہ حال مخلصین کو چھوڑ کر موٹے موٹے متکبر دنیاداروں کی طرف اس غرض سے نظر نہ اٹھایئے کہ اُن کے مسلمان ہو جانے سے دینِ اسلام کو بڑی رونق ہوگی۔ اسلام کی اصلی عزت ورونق مادّی خوشحالی اور چاندی سونے کے سکوں سے نہیں مضبوط ایمان وتقویٰ اور اعلیٰ درجہ کی خوش اخلاقی سے ہے۔ دنیا کی ٹیپ ٹاپ محض فانی اور سایہ کی طرح ڈھلنے والی ہے، حقیقی دولت تقویٰ اور تعلق مع اللہ کی ہے جسے نہ شکست ہے، نہ زوال، چنانچہ اصحاب کہف کے واقعہ میں خدا کو یاد کرنے والوں اور دنیا کے طالبوں کا انجام معلوم ہو چکا۔

فَائِدَہ: [۳۲] صنادید قریش کی بیہودہ فرمائش اور شکستہ حال مسلمانوں کی دلداری: ......یعنی جن کے دل دنیا کے نشہ میں مست ہو کر خدا کی یاد سے غافل اور ہر وقت نفس کی خوشی اور خواہش کی پیروی میں مشغول رہتے ہیں، خدا کی اطاعت میں ہٹی اور ہواپرستی میں آگے رہنا اُن کا شیوہ ہے، ایسے بدمست غافلوں کی بات پر آپ کان نہ دھریں خواہ وہ بظاہر کیسے ہی دولت مند اور جاہ وثروت والے ہوں۔ روایات میں ہے کہ بعض صنادیدِ قریش نے آپ سے کہا کہ اِن رذیلوں کو اپنے پاس سے اُٹھا دیجیے تاکہ سردار آپ کے پاس بیٹھ سکیں۔ رذیل کہا غریب مسلمانوں کو اور سردار دولت مند کافروں کو، ممکن ہے آپ کے قلب مبارک میں یہ خیال گزرا ہو کہ اُن غرباء کو تھوڑی دیر علیحدہ کر دینے میں کیا مضائقہ ہے، وہ تو پکے مسلمان ہیں مصلحت پر نظر کر کے رنجیدہ نہ ہوں گے۔ اور یہ دولت مند اِس صورت میں اسلام قبول کر لیں گے۔ اِس پر یہ آیت اتری کہ آپ ہرگز ان متکبرین کا کہنا نہ مانیے، کیونکہ یہ بیہودہ فرمائش ہی ظاہر کرتی ہے کہ اُن میں حقیقی ایمان کا رنگ قبول کرنے کی استعداد نہیں، پھر محض موہوم فائدہ کی خاطر مخلصین کا احترام کیوں نظر انداز کیا جائے۔ نیز امیروں اور غریبوں کے ساتھ اس طرح کا معاملہ کرنے سے احتمال ہے کہ عام لوگوں کے قلوب میں پیغمبر کی طرف سے (معاذ اللہ) نفرت اور بدگمانی پیدا ہو جائے جس کا ضرر اُس ضرر سے کہیں زائد ہوگا جو اِن چند متکبرین کے اسلام قبول نہ کرنے کی صورت میں تصور کیا جا سکتا ہے۔

فَائِدَہ: [۳۳] دنیا کی چہل پہل فانی ہے: ......یعنی خدا کی طرف سے سچی باتیں سنا دی گئیں، کسی کے ماننے نہ ماننے کی اُسے کچھ پرواہ نہیں۔ جو کچھ نفع نقصان ہوگا صرف تمہارا ہوگا۔ ماننے اور نہ ماننے والے دونوں اپنا اپنا انجام سوچ لیں جو آگے بیان کیا جاتا ہے۔ دنیا کی چہل پہل محض ہیچ اور فانی ہے۔ اُس کا لطف جب ہی ہے کہ فلاحِ آخرت کا ذریعہ بنے۔ وہاں محض دنیا کا تموّل کام نہ دے گا بلکہ جو یہاں شکستہ حال تھے بہت سے وہاں عیش وآرام میں ہوں گے۔

فائدہ: [۳۴]......وہ قناتیں بھی آگ کی ہوں گی۔

فائدہ: [۳۵] پیاس اور کھولتی ہوئی پیپ:......یعنی گرمی کی شدت سے پیاس لگے گی تو العطش پکاریں گے۔ تب تیل کی تلچھٹ یا پیپ کی طرح کا پانی دیا جائے گا جو سخت حرارت اور تیزی کی وجہ سے منہ کو بھون ڈالے گا۔

فائدہ: [۳۶]......یعنی ادنیٰ سے ادنیٰ نیکی بھی کم نہ ہوگی، پورا بدلہ دیا جائے گا۔

فائدہ: [۳۷] اصلی دولت مند لوگ:......تا کہ دکھلا دیا جائے کہ اصلی اور دائمی دولت مند کون لوگ ہیں۔ کنگن یا ریشمی کپڑوں اور اسی طرح جنت کی تمام نعمتوں کی خاص کیفیت کو ہم دنیا میں نہیں سمجھ سکتے، کیونکہ ہماری محسوسات میں اس موطن کی کوئی پوری مثال موجود نہیں۔

فائدہ: [۳۸]......شاید ابرا باریک ریشم کا اور استر دبیز ریشم کا ہو کما یفہم من قولہ تعالیٰ: ﴿بَطَآىِٕنُهَا مِنْ اِسْتَبْرَقٍ﴾ [رحمٰن: ۵۴] یا دونوں قسمیں الگ الگ استعمال کی جائیں۔ واللہ اعلم! موضح القرآن میں ہے: ”حضرت نے فرمایا سونا اور ریشمی کپڑا مردوں کو ملنا ہے بہشت میں۔ جو کوئی یہاں یہ چیزیں پہنے وہاں نہ پہنے گا۔“

فائدہ: [۳۹]......یعنی مسہریوں پر تکیہ مسند لگائے نہایت عزت و آرام سے بیٹھے ہونگے۔

فائدہ: [۴۰] کافر غنی اور مومن فقیر کی مثال:......یہ کافر غنی اور مومن فقیر کی مثال بیان فرمائی جس کے ضمن میں دنیا کی بے ثباتی، کفر و تکبر کی بد انجامی اور ایمان و تقویٰ کی مقبولیت پر متنبہ کرنا ہے۔ یہ دو شخص جن کی مثال بیان ہوئی واقعی موجود تھے؟ یا محض تفہیم کے لیے مثال فرض کر لی گئی؟ علماء کے اس میں دونوں قول ہیں اور تمثیل کا فائدہ بہرحال حاصل ہے۔

فائدہ: [۴۱]......یعنی باغوں کے گرد باڑھ کھجور کی لگائی اور دونوں باغوں کے درمیان میں زمین چھوڑی جس میں زراعت ہوتی تھی، تا غلے اور پھل (قوت اور فواکہ) سب تیار ملیں۔

كِلْتَا الْجَنَّتَيْنِ اٰتَتْ اُكُلَهَا وَلَمْ تَظْلِمْ مِّنْهُ شَيْـًٔا ۙ وَّفَجَّرْنَا خِلٰلَهُمَا نَهَرًا ﴿۳۳﴾ وَّكَانَ لَهٗ ثَمَرٌ ۚ

دونوں باغ لاتے ہیں اپنا میوہ اور نہیں گھٹاتے اس میں سے کچھ ف ۴۲ اور بہا دی ہم نے ان دونوں کے بیچ نہر ف ۴۳ اور ملا اس کو پھل ف ۴۴

فَقَالَ لِصَاحِبِهٖ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَنَا اَكْثَرُ مِنْكَ مَالًا وَّاَعَزُّ نَفَرًا ﴿۳۴﴾ وَدَخَلَ جَنَّتَهٗ وَهُوَ ظَالِمٌ

پھر بولا اپنے ساتھی [دوسرے] سے جب باتیں کرنے لگا اس سے میرے پاس زیادہ ہے تجھ سے مال اور آبرو کے لوگ ف ۴۵ اور گیا اپنے باغ میں اور وہ برا کر

لِّنَفْسِهٖ ۚ قَالَ مَاۤ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖۤ اَبَدًا ﴿۳۵﴾ وَّمَاۤ اَظُنُّ السَّاعَةَ قَآىِٕمَةً ۙ وَّلَىِٕنْ رُّدِدْتُّ

رہا تھا اپنی جان پر ف ۴۶ بولا نہیں آتا مجھ کو خیال کہ خراب ہووے یہ باغ کبھی اور نہیں خیال کرتا ہوں میں کہ قیامت ہونے والی ہے اور اگر کبھی

اِلٰى رَبِّيْ لَاَجِدَنَّ خَيْرًا مِّنْهَا مُنْقَلَبًا ﴿۳۶﴾ قَالَ لَهٗ صَاحِبُهٗ وَهُوَ يُحَاوِرُهٗۤ اَكَفَرْتَ بِالَّذِيْ

پہنچا دیا گیا میں اپنے رب کے پاس پاؤں گا بہتر اس سے وہاں پہنچ کر ف ۴۷ کہا اس کو دوسرے نے جب بات کرنے لگا کیا تو منکر

خَلَقَكَ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ سَوّٰىكَ رَجُلًا ﴿۳۷﴾ لٰكِنَّا۠ هُوَ اللّٰهُ رَبِّيْ وَلَاۤ اُشْرِكُ بِرَبِّيْۤ

ہو گیا اس سے جس نے پیدا کیا تجھ کو مٹی سے پھر قطرہ سے پھر پورا کر دیا تجھ کو مرد پھر میں تو یہی کہتا ہوں وہی اللہ ہے میرا رب اور نہیں مانتا شریک اپنے

أَحَدًا ﴿٣٨﴾ وَلَوْلَآ إِذْ دَخَلْتَ جَنَّتَكَ قُلْتَ مَا شَآءَ ٱللَّهُ لَا قُوَّةَ إِلَّا بِٱللَّهِ ۚ إِن تَرَنِ أَنَا۠ أَقَلَّ

رب کا کسی کو ۴۸ اور جب تو آیا تھا اپنے باغ میں کیوں نہ کہا تو نے جو چاہے اللہ سو ہو، طاقت نہیں مگر جو دے اللہ ۴۹ اگر تو دیکھتا ہے مجھ کو کہ

مِنكَ مَالًا وَوَلَدًا ﴿٣٩﴾ فَعَسَىٰ رَبِّىٓ أَن يُؤْتِيَنِ خَيْرًا مِّن جَنَّتِكَ وَيُرْسِلَ عَلَيْهَا حُسْبَانًا مِّنَ

میں کم ہوں تجھ سے مال اور اولاد میں تو امید ہے کہ میرا رب دیوے مجھ کو تیرے باغ سے بہتر ۵۰ اور بھیج دے اس پر لوکا ایک

ٱلسَّمَآءِ فَتُصْبِحَ صَعِيدًا زَلَقًا ﴿٤٠﴾ أَوْ يُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَن تَسْتَطِيعَ لَهُۥ طَلَبًا ﴿٤١﴾

جھونکا آسمان سے پھر صبح کو رہ جائے میدان صاف یا صبح کو ہو رہے اس کا پانی خشک پھر نہ لا سکے تو اس کو ڈھونڈ کر ۵۱

وَأُحِيطَ بِثَمَرِهِۦ فَأَصْبَحَ يُقَلِّبُ كَفَّيْهِ عَلَىٰ مَآ أَنفَقَ فِيهَا وَهِىَ خَاوِيَةٌ عَلَىٰ عُرُوشِهَا

اور سمیٹ لیا گیا اس کا سارا پھل پھر صبح کو رہ گیا ہاتھ نچاتا ۵۲ اس مال پر جو اس میں لگایا تھا اور وہ گرا پڑا تھا اپنی چھتریوں پر ۵۳

وَيَقُولُ يَٰلَيْتَنِى لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّىٓ أَحَدًا ﴿٤٢﴾

اور کہنے لگا کیا خوب ہوتا اگر میں شریک نہ بناتا اپنے رب کا کسی کو ۵۴

فائدہ: [۴۲] ...... یعنی یہ نہیں کہ ایک باغ پھلا دوسرا نہ پھلا، یا ایک درخت زیادہ آیا دوسرا کم۔

فائدہ: [۴۳] ...... یعنی باغوں کے درمیان نہر کا پانی قرینہ سے پھر رہا تھا کہ منظر فرحت بخش رہے اور بارش نہ ہو تب بھی باغ وغیرہ خشکی سے خراب نہ ہونے پائے۔

فائدہ: [۴۴] ...... یعنی جو خرچ کیا یا کمائی کی اُس کا پھل خوب ملا۔ اور ہر قسم کے سامانِ عیش و رفاہیت جمع ہو گئے، نکاح کیا تو اُس کا پھل بھی اچھا پایا اولاد کثرت سے ہوئی۔

فائدہ: [۴۵] **دولت مند کا کبر و غرور:** ...... یعنی مال و دولت اور جتھا میرے پاس تجھ سے کہیں زائد ہے۔ اگر میں مشرکانہ اطوار اختیار کرنے میں باطل پر ہوتا تو اس قدر آسائش اور فراخی کیوں ملتی؟ اُسکے مشرک ہونے کا ثبوت اس سے ملتا ہے کہ آفت آنے کے بعد پچھتا کر کہتا تھا ﴿يَٰلَيْتَنِى لَمْ أُشْرِكْ بِرَبِّىٓ أَحَدًا﴾ [کہف: ۴۲] معلوم ہوتا ہے کہ اُس کا غریب ساتھی جو پکا موحد تھا شرک کے باطل ہونے کا اظہار اور شرک سے تائب ہونے کی نصیحت کر رہا ہوگا۔ جس کے جواب میں یہ کہا کہ میں تجھ سے مال میں، جتھے میں، ہر چیز میں زیادہ ہوں کس طرح یقین کرلوں کہ میں باطل پر ہوں اور تجھ جیسا مفلس قلاش حق پر ہو۔

فائدہ: [۴۶] ...... یعنی شرک میں مبتلا تھا، کبر و غرور کا نشہ دماغ میں بھرا ہوا تھا، دوسروں کو حقیر جانتا تھا، اور خدا کی قدرت و جبروت پر نظر نہ تھی، نہ یہ سمجھتا تھا کہ آگے کیا انجام ہونے والا ہے۔ بس یہی باغ اُس کی جنت تھی جس کو آپ خیر سے ابدی سمجھتے تھے۔

فائدہ: [۴۷] **مال کی فراوانی سے دھوکہ کھانے والے کا سوال:** ...... یعنی اب تو آرام سے گذرتی ہے، اور میں نے سب انتظامات ایسے مکمل کر لیے ہیں کہ میری زندگی تک اُن باغوں کے تباہ ہونے کا بظاہر کوئی کھٹکا نہیں۔ رہا بعد الموت کا قصہ، سو اول تو مجھے یقین نہیں کہ مرنے کے بعد ہڈیوں کے ریزوں کو دوبارہ زندگی ملے گی؟ اور ہم خدا کے سامنے پیش کیے جائیں گے۔ لیکن اگر ایسا ہوا تو یقیناً مجھے یہاں سے بہتر سامان وہاں ملنا چاہیے۔ اگر ہماری حرکات خدا کو ناپسند ہوتیں تو دنیا میں اتنی کشائش کیوں دیتا؟ گویا یہاں کی فراخی علامت

ہے کہ وہاں بھی ہم عیش اڑائیں گے۔

فَائِدَة:[۴۸] مومن دوست کا جواب:......یعنی جس خدا نے تیری اصل (آدم علیہ السلام) کو بے جان مٹی سے پھر تجھ کو زمینی پیداوار کے خلاصہ اور ایک قطرۂ ناچیز سے پیدا کر کے زندگی بخشی اور جسمانی و روحانی قوتیں دے کر ہٹا کٹا مرد بنایا، کیا تجھے انکار ہے کہ وہ تیرے مرے پیچھے دوبارہ زندہ نہیں کر سکتا؟ یا دی ہوئی نعمت چھین نہیں سکتا؟ میرا تو یہ عقیدہ نہیں بلکہ یقین رکھتا ہوں کہ وہ تنہا ہمارا رب ہے، اس کی خدائی میں کوئی حصہ دار نہیں۔ پھر بھلا اُس کے حکم واختیار کے سامنے کون دَم مار سکتا ہے؟

فَائِدَة:[۴۹] آسودگی کے وقت کی دعا:......یعنی مال تو اللہ کی نعمت ہے، پر اترانے اور کفر بکنے سے آفت آتی ہے۔ چاہیے تھا کہ باغ میں داخل ہوتے وقت ﴿مَآ اَظُنُّ اَنْ تَبِيْدَ هٰذِهٖٓ اَبَدًا﴾ الآیۃ کی جگہ ﴿مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ﴾ الآیۃ کہتا۔ یعنی خدا جو چاہے عطا فرمائے، ہم میں جو کچھ زور وقوت ہے اُسی کی امداد واعانت سے ہے، وہ چاہے تو ایک دم میں سلب کر لے۔ روایات میں ہے کہ جب آدمی کو اپنے گھر بار میں آسودگی نظر آئے تو یہی لفظ کہے: مَا شَآءَ اللّٰهُ لَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ۔

فَائِدَة:[۵۰]......دنیا میں یا آخرت میں۔

فَائِدَة:[۵۱]......یعنی ایک گرم بگولا اُٹھے یا اور کوئی آفتِ سماوی نازل ہو جو تیرے تکبر وتجبر کی سزا میں باغ کو تہس نہس کر کے صاف چٹیل میدان بنا دے یا نہر کا پانی خشک ہو کر رہ جائے، پھر باوجود کوشش کے جاری نہ ہو۔

فَائِدَة:[۵۲]......یعنی کفِ افسوس ملتا رہ گیا۔

فَائِدَة:[۵۳] باغ کی تباہی:......حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں: آخر اُسکے باغ پر وہ ہی ہوا جو اُس مردِ نیک کی زبان سے نکلا تھا۔ رات کو آفتِ سماوی آگ کی صورت میں آئی، سب جل کر ڈھیر ہو گیا۔ مال خرچ کیا تھا پونجی بڑھانے کو وہ اصل بھی کھو بیٹھا۔

فَائِدَة:[۵۴]......مگر! اب پچھتائے کیا ہوت ہے جب چڑیاں چگ گئیں کھیت! اور یہ افسوس وندامت بھی خدا سے ڈر کر نہیں، محض دنیوی ضرر پہنچنے کی بنا پر تھی۔

وَلَمْ تَكُنْ لَّهٗ فِئَةٌ يَّنْصُرُوْنَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَمَا كَانَ مُنْتَصِرًا ﴿۴۳﴾ هُنَالِكَ الْوَلَايَةُ لِلّٰهِ

اور نہ ہوئی اس کی جماعت کہ مدد کریں اس کی اللہ کے سوائے اور نہ ہوا وہ کہ خود بدلہ لے سکے ف۵۵ یہاں سب اختیار ہے اللہ سچے کا،

الْحَقِّ ؕ هُوَ خَيْرٌ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ عُقْبًا ﴿۴۴﴾ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ ع ۱۷

اسی کا انعام بہتر ہے اور اچھا ہے اسی کا دیا ہوا بدلہ ف۵۶ اور بتلا دے ان کو مثل دنیا کی زندگی کی جیسے پانی اتارا ہم

السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ

نے آسمان سے پھر رلا ملا نکلا اس کی وجہ سے زمین کا سبزہ پھر کل کو ہو گیا چورا چورا ہوا میں اڑتا ہوا ف۵۷ اور اللہ کو ہے

شَيْءٍ مُّقْتَدِرًا ﴿۴۵﴾ اَلْمَالُ وَالْبَنُوْنَ زِيْنَةُ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۚ وَالْبٰقِيٰتُ الصّٰلِحٰتُ خَيْرٌ عِنْدَ

ہر چیز پر قدرت ف۵۸ مال اور بیٹے رونق ہیں دنیا کی زندگی میں اور باقی رہنے والی نیکیاں بہتر ہے تیرے رب

رَبِّكَ ثَوَابًا وَّخَيْرٌ اَمَلًا ﴿٤٦﴾ وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً ۙ وَّحَشَرْنٰهُمْ فَلَمْ

کے یہاں بدلہ اور بہتر ہے توقع ف۵۹ اور جس دن ہم چلائیں پہاڑ اور تو دیکھے زمین کو کھلی ہوئی ف۶۰ اور گھیر بلائیں ہم ان کو پھر نہ

نُغَادِرْ مِنْهُمْ اَحَدًا ﴿٤٧﴾ وَعُرِضُوْا عَلٰى رَبِّكَ صَفًّا ؕ لَقَدْ جِئْتُمُوْنَا كَمَا خَلَقْنٰكُمْ اَوَّلَ

چھوڑیں ان میں سے ایک کو ف۶۱ اور سامنے آئیں تیرے رب کے صف باندھ کر، آ پہنچے تم ہمارے پاس جیسا ہم نے بنایا تھا تم کو پہلی بار،

مَرَّةٍ ۢ بَلْ زَعَمْتُمْ اَلَّنْ نَّجْعَلَ لَكُمْ مَّوْعِدًا ﴿٤٨﴾ وَوُضِعَ الْكِتٰبُ فَتَرَى الْمُجْرِمِيْنَ

نہیں تم تو کہتے تھے کہ نہ مقرر کریں گے ہم تمہارے لیے کوئی وعدہ ف۶۲ اور رکھا جائے گا حساب کا کاغذ پھر تو دیکھے گناہ گاروں کو ڈرتے ہیں

مُشْفِقِيْنَ مِمَّا فِيْهِ وَيَقُوْلُوْنَ يٰوَيْلَتَنَا مَالِ هٰذَا الْكِتٰبِ لَا يُغَادِرُ صَغِيْرَةً وَّلَا كَبِيْرَةً اِلَّآ

اس سے جو اس میں لکھا ہے ف۶۳ اور کہتے ہیں ہائے خرابی کیسا ہے یہ کاغذ نہیں چھوٹی اس سے چھوٹی بات اور نہ بڑی بات جو اس میں

اَحْصٰىهَا ۚ وَوَجَدُوْا مَا عَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ﴿٤٩﴾ ع ۶ / ۱۸

نہیں آ گئی اور پائیں گے جو کچھ کیا ہے سامنے ف۶۴ اور تیرا رب ظلم نہ کرے گا کسی پر ف۶۵

فائدہ:[۵۵] ......یعنی نہ جتھا کام آیا، نہ اولاد، نہ فرضی معبود جنہیں خدائی کا شریک ٹھہرا رکھا تھا، اور نہ خود اپنی ذات میں اتنی طاقت تھی کہ خدا کے عذاب کو روک دیتا یا بدلہ لے سکتا۔

فائدہ:[۵۶] ......یعنی جس عمل کا جو بدلہ کسی کو دے وہ ہی ٹھیک ہے۔ یہاں اور وہاں ہر جگہ اختیار اُسی کا چلتا ہے، کسی کی مجال نہیں کہ اُس کے فیصلہ میں دخل دے سکے۔

فائدہ:[۵۷] دنیا کی عارضی بہار کی مثال: ......یعنی دنیا کی عارضی بہار اور فانی وسریع الزوال تروتازگی کی مثال ایسی سمجھو کہ خشک اور مردہ زمین پر بارش کا پانی پڑا، وہ یک بیک جی اٹھی، گنجان درخت اور مختلف اجزاء سے رلا ملا سبزہ نکل آیا، لہلہاتی کھیتی آنکھوں کو بھلی معلوم ہونے لگی مگر چندروز ہی گذرے کہ زرد ہو کر سوکھنا شروع ہوگئی۔ آخر ایک وقت آیا کہ کاٹ چھانٹ کر برابر کر دی گئی، پھر ریزہ ریزہ ہو کر ہوا میں اُڑا دی گئی۔ یہ ہی حال دنیا کے دیدہ زیب وابلہ فریب بناؤ سنگار کا سمجھو چندروز کے لیے خوب ہری بھری نظر آتی ہے۔ آخر میں چورا ہو کر ہوا میں اُڑ جائے گی اور کٹ چھٹ کر سب میدان صاف ہو جائے گا جیسا کہ آگے ﴿وَيَوْمَ نُسَيِّرُ الْجِبَالَ وَتَرَى الْاَرْضَ بَارِزَةً﴾ الآیۃ میں اشارہ کیا ہے۔

فائدہ:[۵۸] ......یعنی جب چاہے پھر جلادے۔ (موضح القرآن) یا یہ کہ اُگانا اور چورا کر کے اڑا دینا سب اسی کے دست قدرت میں ہے۔

فائدہ:[۵۹] باقی رہنے والی نیکیاں: ......یعنی مرنے کے بعد مال واولاد وغیرہ کام نہیں آتے صرف وہ نیکیاں کام آتی ہیں جن کا اثر یا ثواب آئندہ باقی رہنے والا ہو۔ حدیث میں: "سُبْحَانَ اللّٰهِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ وَلَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاللّٰهُ اَكْبَرُ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ" ان کلمات کو باقیاتِ صالحات فرمایا۔ یہ محض مثال کے طور پر ہے ورنہ تمام اعمالِ حسنہ اس میں داخل ہیں۔ موضح القرآن میں ہے: رہنے والی نیکیاں یہ کہ علم سکھا جائے جو جاری رہے یا کوئی نیک رسم چلا جائے یا مسجد، کنواں، سرائے، باغ، کھیت وقف کر جائے یا اولاد کو تربیت کر کے صالح چھوڑ جائے، اسی قسم کے کام ہیں جن پر خدا کے ہاں بہترین بدلہ مل سکتا ہے اور انسان عمدہ توقعات قائم کر سکتا ہے۔ دنیا کی فانی وزائل

خوشحالی پر لمبی چوڑی امیدیں باندھنا عقل مندی نہیں۔

فَائِدَة:[۶۰] جب قیامت آئے گی:...... یعنی جب قیامت آئے گی پہاڑ جیسی سخت مخلوق بھی اپنی جگہ سے چلائی جائے گی بلکہ اُس کی بھاری بھاری چٹانیں دُھنی ہوئی اُون کی طرح فضا میں اُڑتی پھریں گی۔ غرض زمین کے سارے اُبھار مٹ مٹا کر سطح ہموار اور کھلی ہوئی رہ جائے گی۔

فَائِدَة:[۶۱]...... یعنی کوئی شخص خدائی عدالت سے غیر حاضر نہ ہو سکے گا۔

فَائِدَة:[۶۲] منکرین بعث کو زجر اور ایک سو بیس صفیں:...... منکرین بعث کو تقریع و توبیخ کے طور پر یہ کہا جائے گا کہ تم تو قیامت وغیرہ کو محض ڈھکوسلہ سمجھتے تھے۔ آج سب جتھا اور اثاثہ چھوڑ کر ننگ دھڑنگ کہاں آپہنچے۔ اور "جیسا بنایا تھا پہلی بار" میں یہ بھی داخل ہے کہ بدن میں کچھ زخم و نقصان وغیرہ نہ رہے گا۔ حدیث میں ہے کہ محشر میں کل ایک سو بیس صفیں ہوں گی جن میں اَسّی اُمت محمدیہ کی ہیں۔

فَائِدَة:[۶۳]...... یعنی اعمالنامہ ہر ایک کے ہاتھ میں دیا جائے گا۔ اس میں اپنے گناہوں کی فہرست پڑھ کر مجرم خوف کھائیں گے کہ دیکھئے آج کیسی سزا ملتی ہے۔

فَائِدَة:[۶۴]...... یعنی ذرہ ذرہ عمل آنکھوں کے سامنے ہوگا اور ہر ایک چھوٹی بڑی بدی یا نیکی اعمالنامہ میں مندرج پائیں گے۔

فَائِدَة:[۶۵] حق تعالیٰ کی بارگاہ میں ظلم نہیں:...... حق تعالیٰ کی بارگاہ میں ظلم کا بایں معنی تو امکان ہی نہیں کہ وہ غیر کی ملک میں تصرف کرے، کیونکہ تمام مخلوق اُسی کی ملک ہے لیکن ظاہر میں جو ظلم نظر آئے اور بے موقع کام سمجھا جائے، وہ بھی نہیں کرتا، نہ کسی کو بے قصور پکڑتا ہے، نہ کسی کی ادنیٰ نیکی کو ضائع ہونے دیتا ہے بلکہ اپنی حکمتِ بالغہ سے نیکی و بدی کے ہر ایک درخت پر وہ ہی پھل لگاتا ہے جو اُس کی طبیعتِ نوعیہ کا اقتضا ہو ؎

گندم از گندم بروید جو ز جو   از مکافاتِ عمل غافل مشو

کفر و ایمان اور طاعت و معصیت میں خالق الکل نے اِسی طرح کے علیحدہ علیحدہ خواص و تاثیرات رکھ دی ہیں جیسے زہر اور تریاق میں۔ آخرت میں خیر و شر کے یہ تمام خواص و آثار علانیہ ظاہر ہو جائیں گے۔

وَاِذْ قُلْنَا لِلْمَلٰٓئِكَةِ اسْجُدُوْا لِاٰدَمَ فَسَجَدُوْٓا اِلَّآ اِبْلِيْسَ ؕ كَانَ مِنَ الْجِنِّ فَفَسَقَ عَنْ اَمْرِ

اور جب کہا ہم نے فرشتوں کو سجدہ کرو آدم کو تو سجدہ میں گر پڑے مگر ابلیس، تھا جن کی قسم سے سو نکل بھاگا اپنے

رَبِّهٖ ؕ اَفَتَتَّخِذُوْنَهٗ وَذُرِّيَّتَهٗٓ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِيْ وَهُمْ لَكُمْ عَدُوٌّ ؕ بِئْسَ لِلظّٰلِمِيْنَ بَدَلًا ۝۵۰

رب کے حکم سے، سو کیا اب تم ٹھہراتے ہو اس کو اور اس کی اولاد کو رفیق میرے سوا اور وہ تمہارے دشمن ہیں، برا ہاتھ لگا بے انصافوں کے بدلہ ف۶۶

مَآ اَشْهَدْتُّهُمْ خَلْقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَا خَلْقَ اَنْفُسِهِمْ ۪ وَمَا كُنْتُ مُتَّخِذَ

دکھلا نہیں لیا تھا میں نے ان کو بنانا آسمانوں اور زمین کا اور نہ بنانا خود ان کا اور میں وہ نہیں کہ بناؤں

الْمُضِلِّيْنَ عَضُدًا ۝۵۱ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ

بہکانے والوں کو اپنا مددگار ف۶۷ اور جس دن فرمائے گا پکارو میرے شریکوں کو ف۶۸ جن کو تم مانتے تھے پھر پکاریں گے سو وہ جواب

يَسۡتَجِيۡبُوۡا لَهُمۡ وَجَعَلۡنَا بَيۡنَهُمۡ مَّوۡبِقًا ﴿۵۲﴾ وَرَاَ الۡمُجۡرِمُوۡنَ النَّارَ فَظَنُّوۡۤا اَنَّهُمۡ

نہ دیں گے ان کو اور کر دیں گے ہم ان کے اور ان کے بیچ مرنے کی جگہ [موت کا سامان] ف۶۹ اور دیکھیں گے گناہ گار آگ کو پھر سمجھ لیں گے کہ

مُّوَاقِعُوۡهَا وَلَمۡ يَجِدُوۡا عَنۡهَا مَصۡرِفًا ﴿۵۳﴾ وَلَقَدۡ صَرَّفۡنَا فِىۡ هٰذَا الۡقُرۡاٰنِ لِلنَّاسِ مِنۡ كُلِّ ع ۱۹

ان کو پڑنا ہے اس میں اور نہ بدل سکیں گے اس سے راستہ [نہ پائیں گے اس سے پھر جانے کی راہ] ف۷۰ اور بے شک پھیر پھیر کر سمجھائی ہم نے اس قرآن میں لوگوں

مَثَلٍ‌ؕ وَكَانَ الۡاِنۡسَانُ اَكۡثَرَ شَىۡءٍ جَدَلًا ﴿۵۴﴾ وَمَا مَنَعَ النَّاسَ اَنۡ يُّؤۡمِنُوۡۤا اِذۡ جَآءَهُمُ

کو ہر ایک مثل اور ہے انسان سب چیز سے زیادہ جھگڑالو ف۷۱ اور لوگوں کو جو روکا اس بات سے کہ یقین لے آئیں جب پہنچی ان کو

الۡهُدٰى وَيَسۡتَغۡفِرُوۡا رَبَّهُمۡ اِلَّاۤ اَنۡ تَاۡتِيَهُمۡ سُنَّةُ الۡاَوَّلِيۡنَ اَوۡ يَاۡتِيَهُمُ الۡعَذَابُ قُبُلًا ﴿۵۵﴾

ہدایت اور گناہ بخشوائیں اپنے رب سے سوا اسی انتظار نے کہ پہنچے ان پر رسم پہلوں کی یا آ کھڑا ہو ان پر عذاب سامنے کا ف۷۲

فائدہ:[۶۶] ابلیس کی اصلی طبیعت رنگ لائی:......راجح یہ ہی ہے کہ ابلیس نوعِ جن سے تھا، عبادت میں ترقی کر کے گروہِ ملائکہ میں شامل ہو گیا۔ اِسی لیے فرشتوں کو جو حکمِ سجود ہوا اُس کو بھی ہوا۔ اُس وقت اُس کی اصلی طبیعت رنگ لائی، تکبر کر کے خدا تعالیٰ کی فرمانبرداری سے بھاگ نکلا، آدم کے سامنے سر جھکانے میں کسرِ شان سمجھی۔ تعجب ہے کہ آج آدم کی اولاد اپنے رب کی جگہ اُسی دشمنِ ازلی اور اُس کی اولاد و اَتباع کو اپنا رفیق و خیر خواہ اور مددگار بنانا چاہتی ہے اِس سے بڑھ کر بے انصافی اور ظلم کیا ہوگا۔ یہ قصہ پہلے کئی جگہ مفصل گذر چکا ہے، یہاں اِس پر متنبہ کرنے کے لیے لائے ہیں کہ دنیائے فانی کی ٹیپ ٹاپ پر مغرور ہو کر آخرت سے غافل ہو جانا شیطان کی تحریک و تسویل سے ہے، چاہتا ہے کہ ہم اپنے اصلی و آبائی وطن (جنت) میں واپس نہ جائیں۔ اُس کا مطمحِ نظر یہ ہے کہ دوست بن کر ہم سے پرانی دشمنی نکالے۔ آدمی کو لازم ہے کہ ایسے چالاک دشمن سے ہوشیار رہے۔ جو لوگ دنیوی متاع پر مغرور ہو کر ضعفاء کو حقیر سمجھتے اور اپنے کو بہت لمبا کھینچتے ہیں، وہ تکبر و تفاخر میں شیطانِ لعین کی راہ پر چل رہے ہیں۔

تنبیہ:...... ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بعض روایات نقل کر کے جن میں ابلیس کی اصل نوع ملائکہ میں سے بتلائی گئی ہے، لکھا ہے کہ اِن روایات کا غالب حصہ اسرائیلیات میں سے ہے، جنہیں بہت نظر و فکر کے بعد احتیاط کیساتھ قبول کرنا چاہیے اور اِن میں کی بعض چیزیں تو یقیناً جھوٹ ہیں کیونکہ قرآن ان کی صاف تکذیب کرتا ہے۔ آگے ابنِ کثیر رحمۃ اللہ علیہ نے بہت وزن دار الفاظ میں اسرائیلیات کے متعلق جو کچھ کلام کیا ہے، دیکھنے اور یاد رکھنے کے قابل ہے۔ یہاں بخوفِ تطویل درج نہیں کر سکتے۔

فائدہ:[۶۷] حق تعالیٰ شیاطین کو مددگار بنانے سے بے نیاز ہے:......یعنی زمین و آسمان پیدا کرتے وقت ہم نے اُن شیاطین کو بلایا نہ تھا کہ ذرا آ کر دیکھ جائیں، ٹھیک بنا ہے یا کچھ اونچ نیچ رہ گئی۔ غرض نہ اُن سے تکوین و ایجادِ عالم میں کچھ مشورہ لیا گیا نہ مدد طلب کی گئی بلکہ زمین و آسمان کی پیدائش کے وقت تو سرے سے یہ موجود ہی نہ تھے۔ خود اُنکو پیدا کرتے وقت بھی نہیں پوچھا گیا کہ تمہیں کیسا بنایا جائے؟ یا تمہارے دوسرے ہم جنسوں کو کس طرح پیدا کروں؟ ذرا آ کر میری مدد کرو۔ اور بفرضِ محال مدد بھی لیتا اور قوت بازو بھی بناتا تو کیا اُن بدبخت اشقیاء کو؟ جنہیں جانتا ہوں کہ لوگوں کو میری راہ سے بہکانے والے ہیں۔ پھر خدا جانے آدمیوں نے انکو خدائی کا درجہ کیسے دیدیا اور اپنے رب کو چھوڑ کر انہیں کیوں رفیق و مددگار بنانے لگے۔ "سبحانہ و تعالیٰ عما یقول الظالمون علواً کبیراً۔"

فائدہ:[۶۸]......یعنی جن کو میرا شریک بنا رکھا تھا، بلاؤ تا اس مصیبت کے وقت تمہاری مدد کریں۔

فائدہ:[۶۹] مشرکین اور شرکاء کے درمیان آگ کی خندق:......اُس وقت رفاقت اور دوستی کی ساری تلعی کھل جائے گی۔ایک دوسرے کے نزدیک بھی نہ جاسکیں گے۔کام آنا تو درکنار دونوں کے بیچ میں عظیم ووسیع خندق آگ کی حائل ہوگی۔(اعاذنا اللہ منہا)

فائدہ:[۷۰]......یعنی شروع شروع میں شاید کچھ معافی کی امید ہوگی لیکن جہنم کو دیکھتے ہی یقین ہو جائے گا کہ اب اس میں گرنا ہے اور فرار کا کوئی راستہ نہیں۔

فائدہ:[۷۱] انسان جھگڑالو ہے:......یعنی قرآن کریم کس طرح مختلف عنوانات اور قسم قسم کی دلائل وامثلہ سے سچی باتیں سمجھاتا ہے مگر انسان کچھ ایسا جھگڑالو واقع ہوا ہے کہ صاف اور سیدھی باتوں میں بھی کٹ حجتی کیے بغیر نہیں رہتا۔جب دلائل کا جواب بن نہیں پڑتا تو مہمل اور دور از کار فرمائشیں شروع کر دیتا ہے کہ فلاں چیز دکھاؤ تو مانوں گا۔

فائدہ:[۷۲] قرآن جیسی عظیم الشان ہدایت کے بعد کوئی معقول عذر نہیں:......یعنی ان کے ضد وعناد کو دیکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ قرآن ایسی عظیم الشان ہدایت پہنچ جانے کے بعد ایمان نہ لانے اور توبہ نہ کرنے کا کوئی معقول عذر اُن کے پاس باقی نہیں۔آخر قبول حق میں اب کیا دیر ہے اور کاہے کا انتظار ہے؟ بجز اس کے کہ پہلی قوموں کی طرح خدا تعالیٰ اُن کو بالکلیہ تباہ کر ڈالے۔یا اگر تباہ نہ کیے جائیں تو کم از کم مختلف صورتوں میں عذاب الٰہی آنکھوں کے سامنے آ کھڑا ہو۔ھکذا یفھم من تفسیر ابن کثیر وغیرہ۔حضرت شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:"یعنی کچھ اور انتظار نہیں رہا مگر یہی کہ پہلوں کی طرح ہلاک ہوویں یا قیامت کا عذاب آنکھوں سے دیکھیں۔"

وَمَا نُرْسِلُ الْمُرْسَلِيْنَ اِلَّا مُبَشِّرِيْنَ وَمُنْذِرِيْنَ ۚ وَيُجَادِلُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِالْبَاطِلِ

اور ہم جو رسول بھیجتے ہیں سو خوشخبری اور ڈر سنانے کو ف۷۳ اور جھگڑا کرتے ہیں کافر جھوٹا جھگڑا کہ ٹلا دیں اس

لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ وَاتَّخَذُوْۤا اٰيٰتِيْ وَمَاۤ اُنْذِرُوْا هُزُوًا ۝۵۶ وَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذُكِّرَ بِاٰيٰتِ رَبِّهٖ

سے سچی بات کو ف۷۴ اور ٹھہرالیا انہوں نے میرے کلام کو اور جو ڈر سنائے گئے ٹھٹھا ف۷۵ اور اس سے زیادہ ظالم کون جس کو سمجھایا اس کے رب

فَاَعْرَضَ عَنْهَا وَنَسِيَ مَا قَدَّمَتْ يَدٰهُ ؕ اِنَّا جَعَلْنَا عَلٰى قُلُوْبِهِمْ اَكِنَّةً اَنْ يَّفْقَهُوْهُ وَفِيْۤ

کے کلام سے پھر منہ پھیر لیا اس کی طرف سے اور بھول گیا جو کچھ آگے بھیج چکے ہیں اس کے ہاتھ ف۷۶ ہم نے ڈال دیے ہیں ان کے دلوں پر پردے کہ اس

اٰذَانِهِمْ وَقْرًا ؕ وَاِنْ تَدْعُهُمْ اِلَى الْهُدٰى فَلَنْ يَّهْتَدُوْۤا اِذًا اَبَدًا ۝۵۷ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو

کو نہ سمجھیں اور ان کے کانوں میں ہے بوجھ اور اگر تو ان کو بلائے راہ پر تو ہرگز نہ آئیں راہ پر اس وقت کبھی ف۷۷ اور تیرا رب بڑا بخشنے والا ہے

الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُ[illegible] كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ

رحمت والا، اگر ان کو پکڑے ان کے کیے پر تو جلد ڈالے ان پر عذاب پر ف۷۸ ان کے لیے ایک وعدہ ہے کہیں نہ پائیں گے اس سے ورے سرک

دُوْنِهٖ مَوْىِٕلًا ۝۵۸ وَتِلْكَ الْقُرٰۤى اَهْلَكْنٰهُمْ لَمَّا ظَلَمُوْا وَجَعَلْنَا لِمَهْلِكِهِمْ مَّوْعِدًا ۝۵۹ وَاِذْ ع

جانے کو جگہ ف۷۹ اور یہ سب بستیاں ہیں جن کو ہم نے غارت کیا جب وہ ظالم ہو گئے اور مقرر کیا تھا ہم نے ان کی ہلاکت کا ایک وعدہ ف۸۰ اور

قَالَ مُوْسٰی لِفَتٰىهُ لَاۤ اَبْرَحُ حَتّٰۤی اَبْلُغَ مَجْمَعَ الْبَحْرَیْنِ اَوْ اَمْضِیَ حُقُبًا ﴿۶۰﴾ فَلَمَّا بَلَغَا مَجْمَعَ

جب کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو میں نہ ہٹوں گا جب تک نہ پہنچ جاؤں جہاں ملتے ہیں دو دریا، یا چلا جاؤں قرنوں وا ۸۱ پھر جب پہنچے دونوں دریا کے

بَیْنِهِمَا نَسِیَا حُوْتَهُمَا فَاتَّخَذَ سَبِیْلَهٗ فِی الْبَحْرِ سَرَبًا ﴿۶۱﴾

ملاپ تک بھول گئے اپنی مچھلی پھر اس نے اپنی راہ کرلی دریا میں سرنگ بنا کر وا ۸۲

فائدہ: [۷۳]......اُن کو یہ اختیار نہیں کہ جب تم مانگو یا جب وہ چاہیں عذاب لا کھڑا کریں۔

فائدہ: [۷۴]......یعنی جھوٹے جھگڑے اٹھا کر اور کٹ حجتی کر کے چاہتے ہیں کہ حق کی آواز پست کردیں اور جھوٹ کے زور سے سچائی کا قدم ڈگمگا دیں، ایسا کبھی نہ ہوگا۔

فائدہ: [۷۵]......یعنی کلام اللہ سے ٹھٹھا کرتے ہیں اور جس عذاب سے ڈرایا جاتا ہے اُس کی ہنسی اُڑاتے ہیں۔

فائدہ: [۷۶]......یعنی کبھی بھول کر بھی خیال نہ آیا کہ تکذیبِ حق اور اِستہزاء و تمسخر کا جو ذخیرہ آگے بھیج رہا ہے اُس کی سزا کیا ہے۔

فائدہ: [۷۷] اِستہزاء بالحق کا وبال:......یعنی ان کے جدال بالباطل اور اِستہزاء بالحق کی وجہ سے ہم نے اُن کے دلوں پر پردے ڈال دیئے اور کانوں میں ڈاٹ ٹھونک دی۔ اب نہ حق کو سنتے ہیں نہ سمجھتے ہیں بالکل مسخ ہوگئے۔ پھر حق کی طرف متوجہ ہوں تو کیسے ہوں اور انجام کا خیال کریں تو کیسے کریں۔ ایسے بدبختوں کے راہ پر آنے کی کبھی توقع نہیں۔

فائدہ: [۷۸] حق تعالیٰ کا حلم و کرم فوری عذاب سے مانع:......یعنی کرتوت تو اُن کے ایسے کہ عذاب پہنچنے میں ایک گھنٹہ کی تاخیر نہ ہو، مگر حق تعالیٰ کا حلم و کرم فوراً تباہ کرڈالنے سے مانع ہے، اپنی رحمتِ عامہ سے خاص حد تک درگذر فرماتا ہے اور سخت سے سخت مجرم کو موقع دیتا ہے کہ چاہے تو اب بھی توبہ کر کے پچھلی خطائیں بخشوالے اور ایمان لاکر رحمتِ عظیمہ کا مستحق بن جائے۔

فائدہ: [۷۹]......یعنی یہ تاخیرِ عذاب ایک وقتِ معین تک ہے۔ یہ ممکن نہیں کہ کوئی مجرم سزا کا وعدہ آنے سے پیشتر کہیں اِدھر اُدھر کھسک جائے۔ جب وقت آئے گا سب بندے چلے آئیں گے، مجال نہیں کوئی روپوش ہوسکے۔

فائدہ: [۸۰]......یعنی عاد و ثمود کی بستیاں جن کے واقعات مشہور و معروف ہیں، دیکھ لو! جب ظلم کیے کس طرح اپنے وقتِ معین پر تباہ و برباد کردی گئیں، اِسی طرح تم کو ڈرتے رہنا چاہیے کہ وقت آنے پر عذابِ الٰہی سے کہیں پناہ نہ ملے گی۔

فائدہ: [۸۱] حضرت موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا واقعہ:......اوپر ذکر ہوا تھا کہ مغرور کافر مفلس مسلمانوں کو حقیر سمجھ کر آنحضرت ﷺ سے کہتے تھے کہ ان کو پاس نہ بٹھائیں تو ہم بیٹھیں۔ اِسی پر دو شخصوں کی کہاوت سنائی، پھر دنیا کی مثال اور ابلیس کا کبر و غرور سے خراب ہونا بیان کیا۔ اب موسیٰ اور خضر علیہما السلام کا قصہ ذکر کرتے ہیں کہ اللہ والے اگر سب سے افضل اور بہتر بھی ہوں، تو آپ کو بہتر نہیں کہتے۔ اور کبھی بھول چوک سے کہہ گزریں تو حق تعالیٰ کی طرف سے تادیب و تنبیہ کی جاتی ہے۔ حدیث میں ہے کہ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی قوم کو نہایت مؤثر اور بیش بہا نصیحتیں فرما رہے تھے۔ ایک شخص نے پوچھا، اے موسیٰ! کیا روئے زمین پر آپ اپنے سے بڑا عالم کسی کو پاتے ہیں؟ آپ نے فرمایا: نہیں۔ یہ جواب واقع میں صحیح تھا، کیونکہ موسیٰ علیہ السلام اُولوالعزم پیغمبروں میں سے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اُن کے زمانہ میں اسرارِ شرعیہ کا علم اُن سے زیادہ کس کو ہوسکتا تھا لیکن حق تعالیٰ کو اُن کے الفاظ پسند نہ آئے، گو مراد صحیح تھی۔ تاہم عنوانِ جواب کے عموم سے ظاہر ہوتا تھا کہ روئے زمین پر من کل الوجوہ اپنے کو اعلم الناس خیال کرتے ہیں۔ خدا کی مرضی یہ تھی کہ جواب کو اُسکے علم محیط پر محوّل کرتے مثلاً یہ کہتے کہ اللہ کے مقرب

ومقبول بندے بہت سے ہیں، سب کی خبر اسی کو ہے۔ تب وحی آئی کہ جس جگہ دو دریا ملے ہیں اُس کے پاس ہمارا ایک بندہ ہے جو تم سے زیادہ علم رکھتا ہے۔ دو دریا سے کون سے دریا مراد ہیں؟ بعض نے کہا کہ بحر روم لیکن یہ دونوں ملتے نہیں۔ شاید ملاپ سے مراد قرب ہوگا یعنی جہاں دونوں کا فاصلہ کم سے کم رہ جائے، بعض افریقہ کے دو دریا مراد لیتے ہیں۔ بعض علماء کے نزدیک "مجمع البحرین" وہ مقام ہے جہاں پہنچ کر دجلہ اور فرات خلیج فارس میں گرتے ہیں۔ واللہ اعلم! بہرحال موسیٰ علیہ السلام نے درخواست کی کہ مجھے اُس کا پورا پتہ نشان بتایا جائے، تا میں وہاں جا کر کچھ علمی استفادہ کروں۔ حکم ہوا کہ اس کی تلاش میں نکلو تو ایک مچھلی تل کر ساتھ رکھ لو، جہاں مچھلی گم ہو وہیں سمجھنا کہ وہ بندہ موجود ہے۔ گویا "مجمع البحرین" سے جو ایک وسیع قطعہ مراد ہو سکتا تھا اُس کی پوری تعیین کے لیے یہ علامت مقرر فرمادی۔ موسیٰ علیہ السلام نے اسی ہدایت کے موافق اپنے خادم خاص حضرت یوشع علیہ السلام کو ہمراہ لے کر سفر شروع کر دیا، اور یوشع کو کہہ دیا کہ مچھلی کا خیال رکھنا، میں برابر سفر کرتا رہوں گا یہاں تک کہ منزلِ مقصود پر پہنچ جاؤں، اگر فرض کرو برس اور قرن بھی گزر جائیں گے بدون مقصد حاصل کیے سفر سے نہ ہٹوں گا۔

تنبیہ: ...... جوان سے مراد حضرت یوشع ہیں جو ابتداءً موسیٰ علیہ السلام کے خادم خاص تھے، پھر ان کے رُو بہ رُو پیغمبر اور اُن کے بعد خلیفہ ہوئے۔

فائدہ: [۸۲] بھنی ہوئی مچھلی دریا میں کود پڑی: ...... وہاں پہنچ کر ایک بڑے پتھر کے قریب جس کے نیچے آب حیات کا چشمہ جاری تھا، حضرت موسیٰ علیہ السلام سو رہے۔ یوشع علیہ السلام نے دیکھا کہ بھنی ہوئی مچھلی باذن اللہ زندہ ہو کر زنبیل سے نکل پڑی اور عجیب طریقہ سے دریا میں سرنگ سی بناتی چلی گئی۔ وہاں پانی میں خدا کی قدرت سے ایک طاق سا کھلا رہ گیا۔ یوشع دیکھ کر تعجب آیا، چاہا کہ موسیٰ بیدار ہوں تو اُن سے کہوں۔ وہ بیدار ہوئے تو دونوں آگے چل کھڑے ہوئے۔ یوشع نامعلوم کن خیالات میں پڑ کر کہنا بھول گئے۔ روایات میں ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے جب اُن کو مچھلی کی خبر گیری کے لیے کہا تھا تو اُن کی زبان سے نکلا کہ یہ کوئی بڑا کام نہیں۔ لہٰذا متنبہ کیا گیا کہ چھوٹے سے چھوٹے کام میں بھی آدمی کو محض اپنے نفس پر بھروسہ نہیں چاہیے۔

فَلَمَّا جَاوَزَا قَالَ لِفَتٰىهُ اٰتِنَا غَدَآءَنَا ؗ لَقَدْ لَقِيْنَا مِنْ سَفَرِنَا هٰذَا نَصَبًا ﴿۶۲﴾ قَالَ اَرَءَيْتَ

پھر جب آگے چلے کہا موسیٰ نے اپنے جوان کو لا ہمارے پاس ہمارا کھانا ہم نے پائی اپنے اس سفر میں تکلیف ۸۳ بولا وہ دیکھا

اِذْ اَوَيْنَاۤ اِلَى الصَّخْرَةِ فَاِنِّيْ نَسِيْتُ الْحُوْتَ ؗ وَمَاۤ اَنْسٰىنِيْهُ اِلَّا الشَّيْطٰنُ اَنْ اَذْكُرَهٗ ۚ

تو نے جب ہم نے جگہ پکڑی اس پتھر کے پاس سو میں بھول گیا مچھلی اور یہ مجھ کو بھلا دیا شیطان ہی نے کہ اس کا ذکر کروں ۸۴

وَاتَّخَذَ سَبِيْلَهٗ فِي الْبَحْرِ ۖ عَجَبًا ﴿۶۳﴾ قَالَ ذٰلِكَ مَا كُنَّا نَبْغِ ۖ فَارْتَدَّا عَلٰۤى اٰثَارِهِمَا

اور اس نے کر لیا اپنا راستہ دریا میں عجیب طرح کہا یہی ہے جو ہم چاہتے تھے پھر الٹے پھرے اپنے پیر

قَصَصًا ﴿۶۴﴾ فَوَجَدَا عَبْدًا مِّنْ عِبَادِنَاۤ اٰتَيْنٰهُ رَحْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا وَعَلَّمْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّا عِلْمًا ﴿۶۵﴾

پہچانتے ۸۵ پھر پایا ایک بندہ ہمارے بندوں میں کہ جس کو دی تھی ہم نے رحمت اپنے پاس سے اور سکھلایا تھا اپنے پاس سے ایک علم ۸۶

قَالَ لَهٗ مُوْسٰى هَلْ اَتَّبِعُكَ عَلٰۤى اَنْ تُعَلِّمَنِ مِمَّا عُلِّمْتَ رُشْدًا ﴿۶۶﴾ قَالَ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ

کہا اس کو موسیٰ نے کہے تو تیرے ساتھ رہوں اس بات پر کہ مجھ کو سکھلا دے کچھ جو تجھ کو سکھلائی ہے بھلی راہ ۸۷ بولا تو نہ ٹھہر سکے گا

مَعِيَ صَبْرًا ﴿۶۷﴾ وَكَيْفَ تَصْبِرُ عَلٰى مَا لَمْ تُحِطْ بِهٖ خُبْرًا ﴿۶۸﴾ قَالَ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ صَابِرًا

میرے ساتھ اور کیونکر ٹھہرے گا دیکھ کر ایسی چیز کو کہ تیرے قابو میں نہیں اس کا سمجھنا ف۸۸ کہا تو پائے گا اگر اللہ نے چاہا مجھ کو ٹھہرنے

وَّلَآ اَعْصِيْ لَكَ اَمْرًا ﴿۶۹﴾ قَالَ فَاِنِ اتَّبَعْتَنِيْ فَلَا تَسْـَٔلْنِيْ عَنْ شَيْءٍ حَتّٰٓى اُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ

والا اور نہ ٹالوں گا تیرا کوئی حکم ف۸۹ بولا پھر اگر میرے ساتھ رہنا ہے تو مت پوچھیو مجھ سے کوئی چیز جب تک میں شروع نہ کروں تیرے آگے

ذِكْرًا ﴿۷۰﴾ فَانْطَلَقَا ٞ حَتّٰٓى اِذَا رَكِبَا فِي السَّفِيْنَةِ خَرَقَهَا ۭ قَالَ اَخَرَقْتَهَا لِتُغْرِقَ اَهْلَهَا ۚ ع ۱۱ ۲۱

اس کا ذکر ف۹۰ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب چڑھے کشتی میں اس کو پھاڑ ڈالا، موسیٰ بولا کیا تو نے اس کو پھاڑ ڈالا کہ ڈبا دے اس کے

لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا اِمْرًا ﴿۷۱﴾ قَالَ اَلَمْ اَقُلْ اِنَّكَ لَنْ تَسْتَطِيْعَ مَعِيَ صَبْرًا ﴿۷۲﴾ قَالَ لَا تُؤَاخِذْنِيْ

لوگوں کو، البتہ تو نے کی ایک چیز بھاری ف۹۱ بولا میں نے نہ کہا تھا تو نہ ٹھہر سکے گا میرے ساتھ کہا مجھ کو نہ پکڑ میری

بِمَا نَسِيْتُ وَلَا تُرْهِقْنِيْ مِنْ اَمْرِيْ عُسْرًا ﴿۷۳﴾ فَانْطَلَقَا ٞ حَتّٰٓى اِذَا لَقِيَا غُلٰمًا فَقَتَلَهٗ ۙ قَالَ

بھول پر اور مت ڈال مجھ پر میرا کام مشکل ف۹۲ پھر دونوں چلے یہاں تک کہ جب ملے ایک لڑکے سے تو اس کو مار ڈالا ف۹۳ موسیٰ بولا کیا تو نے مار

اَقَتَلْتَ نَفْسًا زَكِيَّةًۢ بِغَيْرِ نَفْسٍ ۭ لَقَدْ جِئْتَ شَيْـًٔا نُّكْرًا ﴿۷۴﴾

ڈالی ایک جان ستھری ف۹۴ بغیر عوض کسی جان کے، بے شک تو نے کی ایک چیز نامعقول ف۹۵

فائدہ: [۸۳] ...... حضرت موسیٰ علیہ السلام پہلے نہیں تھکے، جب مطلب چھوٹ رہا تھا اس وقت چلنے سے تکان محسوس کیا۔

فائدہ: [۸۴] ...... یعنی مطلب کی بات بھول جانا اور عین موقع یادداشت پر ذہول ہونا، شیطان کی وسوسہ اندازی سے ہوا۔

فائدہ: [۸۵] ...... غالباً راستہ بنا ہوا نہ ہوگا۔ اس لیے اپنے نقشِ قدم دیکھتے ہوئے اُلٹے پاؤں پھرے۔

فائدہ: [۸۶] **حضرت خضر علیہ السلام سے ملاقات اور ابتدائی مکالمات:** ...... وہ بندہ حضرت خضر علیہ السلام تھے جن کو حق تعالیٰ نے رحمتِ خصوصی سے نوازا اور اسرارِ کونیہ کے علم سے حصہ وافر عطا فرمایا تھا۔ اس میں اختلاف ہے کہ حضرت خضر کو رسول مانا جائے یا نبی یا محض ولی کے درجہ میں رکھا جائے۔ ایسے مباحث کا فیصلہ یہاں نہیں ہو سکتا، تاہم احقر کا رجحان اسی طرف ہے کہ اُن کو نبی تسلیم کیا جائے اور جیسا کہ بعض محققین کا خیال ہے جو انبیاء جدید شریعت لے کر نہیں آتے اُن کو بھی اتنا تصرف و اختیار عطا ہوتا ہے کہ مصالح خصوصیہ کی بنا پر شریعتِ مستقلہ کے کسی عام کی تخصیص یا مطلق کی تقیید یا عام ضابطہ سے بعض جزئیات کا استثنا کر سکیں۔ اسی طرح کے جزئی تصرفات حضرت خضر کو بھی حاصل تھے۔ واللہ اعلم! بہر حال موسیٰ علیہ السلام خضر علیہ السلام سے ملے۔ علیک سلیک کے بعد خضر نے سبب پوچھا، موسیٰ نے آنے کا سبب بتلایا۔ خضر نے کہا: اے موسیٰ! بلاشبہ اللہ نے تمہاری تربیت فرمائی، پر بات یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے ایک علم (جزئیاتِ کونیہ کا) مجھ کو ملا ہے جو (اتنی مقدار میں) تم کو نہیں ملا۔ اور ایک علم (اسرارِ تشریع کا) تم کو دیا گیا ہے جو (اتنی بہتات سے) مجھ کو نہیں دیا گیا۔ اس کے بعد ایک چڑیا دکھا کر جو دریا میں سے پانی پی رہی تھی، کہا کہ میرا، تمہارا بلکہ کل مخلوقات کا سارا علم اللہ کے علم میں سے اتنا ہے جتنا دریا کے پانی میں سے وہ قطرہ جو چڑیا کے منہ کو لگ گیا ہے (یہ بھی محض تفہیم کے لیے تھا ورنہ متناہی کو غیر متناہی سے قطرہ اور دریا کی نسبت بھی نہیں)۔

فَائِدَہ:[۸۷] درخواست:......یعنی اجازت ہو تو چند روز آپ کے ہمراہ رہ کر اس مخصوص علم کا کچھ حصہ حاصل کروں۔

فَائِدَہ:[۸۸] جواب خضر علیہ السلام اور اس کی وجہ:...... حضرت خضر علیہ السلام نے موسیٰ کے مزاج وغیرہ کا اندازہ کر کے سمجھ لیا کہ میرے ساتھ اِن کا نباہ نہ ہو سکے گا۔ کیونکہ وہ مامور تھے کہ واقعاتِ کونیہ کا جزئی علم پا کر اُسی کے موافق عمل کریں اور موسیٰ علیہ السلام جن علوم کے حامل تھے اُن کا تعلق تشریعی قوانین وکلیات سے تھا۔ بنا بریں جن جزئیات میں عوارض وخصوصیاتِ خاصہ کی وجہ سے بظاہر عام ضابطہ پر عمل نہ ہوگا حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی معلومات کی بنا پر ضرور روک ٹوک کریں گے اور خاموشی کا مسلک دیر تک قائم نہ رکھ سکیں گے، آخری نتیجہ یہ ہوگا کہ جدا ہونا پڑے گا۔

فَائِدَہ:[۸۹] حضرت موسیٰ علیہ السلام کا وعدہ:...... یہ وعدہ کرتے وقت غالباً موسیٰ علیہ السلام کو اس کا تصور بھی نہ ہو سکتا تھا کہ ایسے مقرب ومقبول بندہ سے کوئی ایسی حرکت دیکھنے میں آئے گی جو علانیہ اُن کی شریعت بلکہ عام شرائع واخلاق کے خلاف ہو۔ غنیمت ہوا کہ انہوں نے "اِنْ شَاءَ اللّٰہُ" کہہ لیا تھا، ورنہ ایک قطعی وعدہ کی خلاف ورزی کرنا اُولوالعزم پیغمبر کی شان کے لائق نہ ہوتا۔

فَائِدَہ:[۹۰] تاکیدی جواب:......یعنی کوئی بات اگر بظاہر ناحق نظر آئے تو مجھ سے فوراً باز پرس نہ کرنا؛ جب تک میں خود اپنی طرف سے کہنا شروع نہ کروں۔

فَائِدَہ:[۹۱] کشتی کا واقعہ:...... جب اُس کشتی پر چڑھنے لگے ناؤ والوں نے خضر علیہ السلام کو پہچان کر مفت سوار کر لیا۔ اِس احسان کے بدلہ یہ نقصان دیکھ کر موسیٰ علیہ السلام کو اور زیادہ تعجب ہوا، لیکن کشتی پوری طرح کنارہ کے قریب پہنچ کر توڑی، لوگ ڈوبنے سے بچ گئے اور توڑنا یہ تھا کہ ایک تختہ نکال ڈالا گویا عیب دار کر دی۔

فَائِدَہ:[۹۲] عذر خواہی:......یعنی اگر بھول چوک پر بھی گرفت کرو گے تو میرا تمہارے ساتھ رہنا مشکل ہو جائے گا۔ یہ پہلا پوچھنا حضرت موسیٰ علیہ السلام سے بھول کر ہوا، اور دوسرا اقرار کرنے کو اور تیسرا رخصت ہونے کو۔

فَائِدَہ:[۹۳] بچے کو مار ڈالنے کا واقع:...... ایک گاؤں کے قریب چند لڑکے کھیل رہے تھے، اُن میں سے ایک کو جو زیادہ خوبصورت اور سیانا تھا پکڑ کر مار ڈالا، اور چل کھڑے ہوئے، بعض روایات میں اُس کا نام جیسور آیا ہے۔ وہ لڑکا بالغ تھا یا نہیں؟ بعض کا قول ہے کہ بالغ تھا اور لفظ غلام عدمِ بلوغ پر دلالت نہیں کرتا، لیکن جمہور مفسرین اُس کو نابالغ ہی بیان کرتے ہیں۔ واللہ اعلم!

فَائِدَہ:[۹۴] اعتراض موسیٰ علیہ السلام:......یعنی بے گناہ۔ جب تک لڑکا بالغ نہ ہو اُس پر کچھ گناہ نہیں۔ یہ لفظ بظاہر اُس کے نابالغ ہونے کی تائید کرتا ہے، اگرچہ دوسروں کے لیے تاویل کی گنجائش ہے۔

فَائِدَہ:[۹۵] ......یعنی اوّل تو نابالغ قصاص میں بھی قتل نہیں کیا جا سکتا۔ اِس پر مزید یہ کہ یہاں قصاص کا بھی کوئی قصہ نہ تھا پھر اس سے بڑھ کر نامعقول بات کونسی ہوگی۔

............☆☆☆......الحمد للہ پندرواں ۱۵ پارہ ختم ہوا......☆☆☆............

أَحْكَامُ الْقُرْآنْ

کامل ۱۷ جلدیں

مؤلف

حضرت مولانا ظفر احمد عثمانی تھانویؒ

مستفید

حکیم الامت حضرت مولانا اشرف علی تھانویؒ

ناشر

مکتبہ اشرفیہ دیوبند

”فتاویٰ دار العلوم زکریا“

کامل ۸ جلدیں

فتاویٰ کا یہ مجموعہ ہمارے اکابر کے مطبوعہ فتاویٰ میں نہ صرف ایک قیمتی اضافہ بلکہ کئی فتاویٰ سے زیادہ ظاہری و باطنی حسن کا حامل ہے۔ بہترین طباعت، صاف ستھری تحریر، عمدہ کاغذ، مضبوط اور خوبصورت جلد سے مزین، حسن ظاہری میں تو اپنی مثال آپ ہے، مگر بہترین جوابات، علمی ٹھوس استدلال، قرآن کریم کی آیات، احادیث مبارکہ اور فقہاء امت کے فقہی ذخائر سے غیر معمولی اہمیت سے معمور، فقہی عبارتوں سے مالا مال، لاجواب مسائل کا بے انتہا مفید سے مفید تر مجموعہ ہیں۔

یہ مجموعہ نہ صرف عوام بلکہ حضرات علماء کے لئے بھی قابل قدر ہیں، بلکہ اربابِ افتاء کے لئے اس میں بہت کچھ کام کی باتیں اور مفید ہدایات آ گئی ہیں۔ بعض مسائل پر اس قدر سیر حاصل بحث کی گئی ہے کہ دوسرے فتاویٰ ان سے خالی ہے۔

فتاویٰ کا یہ عمدہ ترین مجموعہ آپ کی فقہی بصیرت کا شاہد ہے۔ دورانِ مطالعہ محسوس ہوا کہ حضرت والا میں نہ بعض متشدد اربابِ افتاء والا جمود ہے اور نہ زمانہ کے بعض متساہل طبیعت والے مفتی والا تساہل، نہ ہر طرح کی آزادی اور نہ ضرورت کے وقت فقہاء امت کی دی ہوئی سہولت سے تنگی۔ یقیناً اس میں ارباب افتاء کے لئے ایک قیمتی سبق ہے۔ اللہ تعالیٰ حضراتِ اربابِ افتاء کو ان فتاویٰ سے مفید اسباق لینے کی توفیق مرحمت فرمائے۔

”جزاکم اللہ تعالیٰ أحسن الجزاء فی الدارین خیرا“ دلی دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس مجموعہ کو امت کے لئے نافع اور آپ و مرتب مدظلہما کے لئے ذخیرۂ آخرت بنائے، آمین۔

(تأثرات از حضرت مولانا مرغوب احمد لاجپوری مدظلہٗ)

فتاویٰ قاسمیہ

کامل ۲۶؍جلدیں

فتاویٰ قاسمیہ : قانون شریعت کا ایک انسائیکلو پیڈیا ہے، اس کی بعض خصوصیات حسب ذیل ہیں۔

(۱) یہ کتاب مفتی شبیر احمد صاحب قاسمی صدر مفتی ومحدث جامعہ قاسمیہ مدرسہ شاہی مرادآباد کے انتیس ۲۹ سالہ فتاویٰ کا ایک مجموعہ ہے۔

(۲) بیسوں ہزار فتاویٰ میں سے منتخب کر کے تقریباً بارہ ہزار مسائل کا مجموعہ ہے۔

(۳) یہ کتاب ۲۶؍ ضخیم جلدوں پر مشتمل ہے آخری جلد فہرست کی ہے۔

(۴) اس کی اہم خصوصیت یہ ہے کہ ہر مسئلہ کا جواب معتبر کتابوں کے حوالوں کے ساتھ مدلل ہے۔

(۵) ہر مسئلہ کی دلیل میں فقہی جزئیات کے ساتھ ساتھ فتاویٰ تاتارخانیہ کی طرح اس کے موافق حدیثیں بھی نقل کی گئی ہیں، کوئی مسئلہ بغیر حوالہ کے نہیں۔

(۶) ہر مسئلہ قرآن وحدیث اور فقہی جزئیات سے مستدل ہونے کی وجہ سے اہل علم کے لیے مراجعت کرنے میں بہت ہی آسانی سے مدد ملے گی۔

(۷) بہت سے مسائل ایسے ہیں جن کے حل کے لیے جدو جہد کرنے اور بے شمار کتابوں کی چھان بین کرنے میں کافی وقت خرچ کر کے محنت اور مشقت اٹھانے کی ضرورت پیش آتی ہے، وہ مسائل آسانی کے ساتھ انشاء اللہ اس کتاب فتاویٰ میں دستیاب ہوجائیں گے۔

(۸) اہل علم اور اہل ذوق ارباب افتاء اور افتاء کی تمرین کرنے والے طلباء کے لیے یہ کتاب ایک انتہائی قیمتی سرمایہ ہے۔

(۹) اللہ سے امید ہے کی جاتی ہے کہ مؤلف کی دوسری کتابوں کی طرح یہ کتاب بھی اہل علم کے درمیان تلقی بالقبول اور عند اللہ شرف قبولیت حاصل کرے گی۔

(۱۰) یہ کتاب مکتبہ اشرفیہ دیوبند نے شائع کی ہے، کتاب کی ضخامت کے اعتبار سے اس کی جو قیمت متعین کی گئی ہے، وہ زیادہ نہیں ہے؛ بلکہ بہت ہی مناسب قیمت ہے، اہل ذوق حضرات جلد از جلد مکتبہ اشرفیہ دیوبند سے رجوع کریں۔

ملنے کا پتہ

اشرفی بک ڈپو دیوبند، یوپی۔ موبائل نمبر 09358001571